احسن التعبیر
ترجمہ و تعبیر
قرآن مجید
(مع تحت لفظ ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی)
جلد ۳/۲
مترجم و مُفسّر
الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی (مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

فہرست (احسن التعبیر)

سُوْرَةُ الْاِسْرَاءِ

سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِاءَةٌ وَاِحْدٰى عَشَرَ اٰيَةً وَّ اثْنَا عَشَرَ رُكُوْعاً

سورۂ بنی اسرائیل یا سورۂ اسراء مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى

پاکی ہے اس شخص کو کہ لے گیا بندے اپنے کو رات کو مسجد حرام سے طرف

الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ

مسجد اقصیٰ کی وہ جو برکت دی ہم نے گرد اس کے کو کہ دکھلاویں ہم اس کو

مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۱ وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى

نشانیوں اپنی سے تحقیق وہ ہے سننے والا دیکھنے والا اور دی ہم نے موسیٰ کو

الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا

کتاب اور کیا ہم نے اس کو ہدایت واسطے بنی اسرائیل کے یہ کہ نہ پکڑو تم

مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ؕ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ

سوائے میرے کارساز اے اولاد ان لوگوں کی کہ چڑھائے تھے ہم نے ساتھ

نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳ وَ قَضَيْنَآ اِلٰى

نوحؑ کے تحقیق وہ تھا بندہ شکر کرنے والا اور حکم کیا ہم نے طرف

(۱) تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے وہ ہستی جو اپنے بندہ کو بوقت شب مسجد حرام سے بہت دور والی اس مسجد تک لے گیا جو مقام تحقیق و مشاہدہ ہے اور جس کے ماحول کو ہم نے برکت انگیز بنا رکھا ہے تاکہ اپنے بندے کو اپنی آیات میں سے دکھائے اور وہ ہستی تو یقیناً سماعت و بصارت کا مجسمہ ہے۔
(۲) اور موسیٰ کو بھی ہم نے اپنی جلوہ نمائی کے دوران کتاب دی تھی اور ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت قرار دیا تھا۔اور ہدایت کا مرکزی مقصد ان کو بتایا تھا کہ تم میرے علاوہ کسی اور کو اپنا وکیل اور توکل کا مرکز نہ بنانا ۔
(۳) تم لوگ ان ہی کی ذریت ہو جنہیں ہم نے نوحؑ کے ہمراہ کشتی میں سوار کیا تھا اور نوحؑ ایک شکر گزار بندہ تھا ۔
(۴)اور ہم نے بنی اسرائیل کو الکتٰب میں سے

تشریحات سورۂ بنی اسرائیل :

(۱) آیت (۱ / ۱۷) معراج کی بنیادی باتیں بتاتی ہے ۔

اس آیہ مبارکہ پر بڑے جھگڑے اور اختلافات رہے ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ علامہ مودودی نے اس آیت سے جسمانی معراج مراد لیاہے اور ان لوگوں پر تنقید کی ہے جو مسلمان ہوتے ہوئے معراج کے منکر یا معراج کو ایک خواب یا روحانی واقعہ کہتے رہے ہیں لیکن وہ جانتے ہیں کہ جسمانی معراج کے منکرین میں بڑے بڑے اور مخصوص صحابہ اور ازواج رسولؐ تک داخل ہیں اس لئے علامہ نے ان کے لئے رعایت کا پہلو یہ کہہ کر نکالاہے کہ:

" تاہم اگر کوئی شخص ان تفصیلات کے کسی حصے کو نہ مانے جو حدیث میں آئی ہیں تو اس کی تکفیر نہیں کی جاسکتی البتہ جس واقعے کی تصریح قرآن کر رہاہے اس کا انکار موجب کفر ہے "۔ (تفہیم القرآن جلد۲صفحہ ۵۸۹)

یہ تنبیہی فیصلہ سنا دیا تھا کہ تم دو مرتبہ ضرور زمین میں فساد پھیلا دو گے ۔ اور فساد اس لئے پھیلاؤ گے کہ تم لوگ بلندی و رفعت کے اونچے مقام پر پہنچ کر سرکشی اختیار کرلوگے ۔
(۵) چنانچہ جب دونوں مواقع میں سے پہلے فساد کا وعدہ قریب پہنچا تو ہم نے تمہارے مقابلے میں اپنے ایسے بندے کھڑے کردیئے جو نہایت زور آور تھے اور وہ تمہارا نخرہ ڈھیلا کرتے ہوئے تمہارے ملک اور تمہارے گھروں میں گھس کر ہر طرف پھیل گئے اور ہمارا وعدہ تو پورا ہو کر رہنا ہی تھا ۔ (٦) اس کے بعد ہم نے تمہیں ان کے

بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَ
بنی اسرائیل کی بیچ کتاب کے البتہ فساد کرو گے تم بیچ زمین کے دوبار اور
لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا ④ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا
البتہ بلندی پکڑو گے تم بلندی بڑی پس جب آیا وعدہ پہلا ان دونوں میں کا
بَعَثْنَا عَلَیْکُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ
بھیجے ہم نے اوپر تمہارے بندے واسطے ہمارے لڑائی والے سخت پھر بیٹھ گئے بیچ
الدِّیَارِ وَ کَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ⑤ ثُمَّ رَدَدْنَا لَکُمُ الْکَرَّةَ
گھروں کے اور تھا وعدہ پورا کیا گیا پھر پھیر دیا ہم نے واسطے تمہارے غلبہ

(ا ۔ الف) جسمانی معراج کی تصریح قرآن میں مان لی گئی تو منکرین پر علامہ کا کفر کا فتویٰ ہوگیا ۔

آگے بڑھ کر علامہ نے مان لیا کہ جسمانی معراج کی تصریح قرآن نے کر دی ہے لہٰذا جسمانی معراج کے منکرین پر کفر کا فتویٰ عائد ہوگیاہے ”پھر یہ الفاظ کہ ”ایک رات اپنے بندے کو لے گیا“ جسمانی سفر پر صریحاً دلالت کرتے ہیں۔ خواب کے سفر یا کشفی سفر کے لئے یہ الفاظ کسی طرح موزوں نہیں ہوسکتے ۔ لہٰذا ہمارے لئے یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ یہ محض ایک روحانی تجربہ نہ تھا بلکہ ایک جسمانی سفر اور عینی مشاہدہ تھا جو اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرایا تھا“ (تفہیم القرآن جلد۲ صفحہ ۵۸۹)

آیت کی بنیادی باتیں :

مسجد اقصیٰ کے معنی لغت کی رو سے بہت دور یا انتہائی دور والی مسجد کے ہیں ۔ لوگوں نے علماسے اسی قدر سنا ہے کہ بیت المقدس کو مسجد اقصیٰ کہا گیاہے حالانکہ بیت المقدس یعنی یروشلم والی مسجد اگر مان لی جائے تو گویا معراج ہوئی ہی نہیں۔ یعنی یہ ایک زمینی اور خشکی کا سفر تھا جو مکہ سے شروع ہوا یروشلم کی مسجد بیت المقدس پر ختم ہوگیا۔ رہ گیا آیات کا دکھانا، وہ زمین میں بھی بھری پڑی ہیں ۔ لہٰذا چھٹی ہوگئی ۔ واضح ہوکہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک یہ سفر بلا رُکے کیا گیا۔ اور اس کے بعد آیات دکھانے کا دور شروع ہوتاہے ۔ لہٰذا مسجد اقصیٰ وہ مسجد ہے جو چوتھے آسمان سے کہیں اُدھر بیت المعمور کے لقب سے مذکور ہے ۔ اس سلسلے میں علامہ مودودی کے قلم سے چند ناسمجھے اشارے ملاحظہ کرلیں لکھتے ہیں کہ :

(ا ۔ ب) مسجد اقصیٰ بیت المعمور کو کہا گیاہے ۔جو ہر آسمان پر قائم ہے ۔

” آباد گھر (بیت المعمور) سے مراد حضرت حسن بصری کے نزدیک بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ ہے جو کبھی حج اور عمرہ اور طواف وزیارت کرنے والوں سے خالی نہیں رہتا ۔ اور حضرت علیؑ، ابن عباس، عِکرِمہ، مجاہد، قتَادہ، ضحاک، ابن زَید اور دوسرے مفسرین اس سے مراد وہ بیت المعمور لیتے ہیں جس کا ذکر معراج کے سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے ۔ جس کی دیوار سے آپؐ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ٹیک لگائے دیکھا تھا۔ مجاہد، قتادہ، اور ابن زید کہتے ہیں کہ جس طرح خانہ کعبہ اہل زمین کے لئے خدا پرستوں کا مرکز و مرجع ہے ، اسی طرح ہر آسمان میں اس کے باشندوں کے لئے ایسا ہی ایک کعبہ ہے“ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱٦۲)

معلوم ہوا کہ زمینی کعبہ سے سفر شروع کیا گیا اور انتہائی حدود کائنات تک ہر مسجد اقصیٰ تک سفر ختم کیا گیا۔ اور یہی وہ مساجد یا مسجد تھی جس کا ماحول مستقل صورت میں برکتیں پھیلاتے رہنے کا ذمہ دار ہے ۔ چونکہ لفظ اقصیٰ کی بنیاد یا مادہ ۔ق ۔ص ۔ی ہے اور اس کا اوّلین مصدر ”قَصُوٌّ“ ہے ۔ جس کے معنی میں ”گہرا مشاہدہ اور مطالعہ“ بھی داخل ہے (To study a thing thoroughly) اور تحقیق و تفتیش (To inquire after ,To investigate) بھی شامل ہے اور حضوؐر کو آیات خداوندی سے روشناس کرانے

عَلَيۡهِمۡ وَ اَمۡدَدۡنٰكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّ بَنِيۡنَ وَ

اوپر ان کے اور مدد دی ہم نے تم کو ساتھ مالوں کے اور بیٹوں کے اور

جَعَلۡنٰكُمۡ اَكۡثَرَ نَفِيۡرًا ۞ اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ

کیا ہم نے تم کو زیادہ لشکر میں اگر بھلائی کرو گے تم بھلائی کرو گے واسطے جانوں اپنی

وَ اِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ

کے اور اگر برائی کرو گے پس واسطے اسی کے ہے پس جب آیا وعدہ دوسرا بھیجے اور

اوپر غلبے کا موقع دے دیا اور تمہیں مال اور اولاد دے کر تمہاری مدد کی اور تمہاری تعداد پہلے کی بہ نسبت زیادہ کردی تھی۔ (۷) اگر تم احسان پیشہ بن جاؤ تو خود اپنی بھلائی اور اپنی ذات کے لئے احسان پیشہ بنو گے اور اگر تم نے برائی اختیار کرلی تو وہ تمہاری اپنی ذات کے لئے برائی ثابت ہوئی۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آپہنچا تو ہم نے پھر دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کردیا

کا ملکہ اور اختیار دیاجانا ہے لہٰذا مسجد اقصیٰ ہر وہ مقام ہوا جہاں سے آیات خداوندی کی حقیقت و تفصیل پر قدرت مل سکے۔ اور آپؐ اس قابل ہو سکیں کہ اپنی اُمت کے لوگوں کو بلند ترین اور حق الیقین وعین الیقین کے مدارج تک پہنچا سکیں۔ لہٰذا مسجد اقصیٰ وہ مقامات تھے جہاں سے حضورؐ نے تمام آیات خداوندی پر قدرت حاصل کی۔ اور اللہ کی چھوٹی بڑی تمام ہی آیات سے اپنی جسمانی صورت میں بھی استفادہ کی راہیں کھول لیں۔ اور تمام راز ہائے کائنات کا از سرنو انکشاف کیا۔ یہی تذکرہ سورۂ والنجم میں مکمل ہوا ہے۔ جسے ہم وہاں بیان کریں گے۔ یہاں اتنا ضرور دیکھتے چلیں کہ اللہ نے جو کچھ حضورؐ کو وحی کے ذریعہ بتایا تھا وہ از سرتا پا راز و رموز کائنات تھے (فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰی ﴿۱۰﴾ النجم) چنانچہ ہم نے اپنے بندے کو وحی کی جو بھی وحی کی) اور پہلی معراج کی غرض و غایت اور تمام آیات کا نچوڑ یہ بتایا کہ: ”یقیناً اس نے بلا جھجک اور بلا کمی و بیشی کے اپنے پروردگار کی مخصوص بڑی بڑی آیات کو بھی دیکھا“ (نجم ۱۸۔ و۔ ۱۰ / ۵۳)۔

(ا۔ج) لوگوں نے صرف ایک معراج کو مانا ہے اور وہ بھی بڑے تکلف اور کاٹ چھانٹ کے بعد مانا ہے۔

علامہ مودودی نے اس معراج کو قیام مکہ کے آخری سال یعنی اعلان نبوت کے بارہ (۱۲) سال بعد کا واقعہ قرار دیا ہے اور عموماً علما کی کثرت اسی پر متفق ہے۔ لیکن حقیقت اس قدر نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کے حقیقی اور معصوم ریکارڈ میں حضورؐ کو ایک سو بیس (۱۲۰) مرتبہ معراج ہوئی تھی۔ چنانچہ علامہ محمد باقر مجلسی نے حدیث معراج (کافی، کتاب الحجۃ باب مولد النبیؐ) کی شرح میں بھی لکھا ہے کہ:

”دریں حدیث معراج دوبار دانستہ منافات باروایت صفا رو صدوق (رہ) ندارد کہ دربصائر و خصال از صباح مزنی از امام صادق (ع) روایت کردہ اند کہ پیغمبر (ص) راصد وبیست بار بآسمان بُر دند و ہر بارے نہ بُود مگر آنکہ خدا عزّوجل وحی کرد در آن بہ پیغمبر دربارہ ولایت علی (ع) و آئمہ (ع) بیشتر از آنچہ دوبارہ فریضہ ہا وحی کرد و سفارش نمود“ (مرات العقول)

”معراج کی اس حدیث میں جو دو مرتبہ معراج کا ذکر ہوا ہے وہ جناب صفار اور جناب صدوق (رہ) کی بیان کردہ روایات کے خلاف نہیں پڑتا۔ جو انہوں نے اپنی کتابوں، بصائر الدرجات اور خصال میں صباح مزنی کی زبانی جناب امام جعفر صادق (ع) سے لکھی ہیں کہ پیغمبر (ص) کو ایک سو بیس (۱۲۰) مرتبہ آسمانوں پر لے جایا گیا تھا۔ اور کسی دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ دوسرے احکام و فرائض سے زیادہ حضرت علیؑ اور آئمۂ اہل بیت کی ولایت کی تاکید اور سفارش پر وحی نہ کی گئی ہو“۔

اس کے بعد علامہ مجلسی نے ان تمام شیعہ و سنی علما اور فلاسفر کی مذمت کی ہے جنہوں نے فلسفہ یونان کی پیروی میں آسمانوں کو دھات کے بنے ہوئے کہہ کر یہ بحثیں کی ہیں کہ آسمانوں میں گزرنا انہیں توڑے بغیر ناممکن تھا۔ اور اسی فلسفہ پر ایمان رکھتے ہوئے معراج کا انکار یا انکار نما اقرار کیا ہے۔

اور شیخ احمد احسائی نے معراج کے اقرار میں ایسی مضحکہ خیز بکواس کی ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے جسم کو ہر کُرہ کے جسم میں مدغم کر دیا تھا۔ یعنی آنے والے ہر آسمان میں سوراخ کیا اور جس دھات سے وہ آسمان بنا ہوا تھا۔ اپنے جسم عنصری سے وہی دھات لے کر وہاں لگاتے اور ہلکے پھلکے ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ نور ہی نور رہ گیا جو معراج کے مقام تک پہنچا۔

تا کہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں اور مسجدوں میں بھی اسی طرح گھس جائیں جس طرح پہلے وعدے والے دشمن گھسے تھے۔اور جس چیز پر ان کو قابو ملے اسے برباد و تباہ کر ڈالیں (۸) ہو سکتا ہے کہ اب تم پر تمہارا پروردگار رحم کی نظر ڈالے لیکن اگر تم نے پھر سابقہ روش اختیار کر لی تو ہم بھی سابقہ طریقہ اپنا لیں گے اور ہم نے تو حق پوشوں کے لئے جہنم ایسا قید خانہ تیار کر رکھا ہے۔ (۹) یقیناً یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو

لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا

بندے تو کہ بُرا کر دیں منہ تمہارے کو اور تو کہ پیٹھ جاویں مسجد میں جیسا کہ

دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا۝

پیٹھ گئے اس میں پہلی بار اور تو کہ ویران کریں جس پر غالب آویں ویران کرنا

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ

نزدیک ہے پروردگار تمہارا یہ کہ رحم کرے تم کو اور اگر پھر آؤ گے تم

عُدْنَا ۘ وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ

پھر آویں گے ہم اور کیا ہم نے دوزخ کو واسطے کافروں کے قید خانہ تحقیق یہ قرآن

وقف لازم

کاش وہ بیوقوف لوگ آج ہوتے اور دیکھتے کہ جن لوگوں نے تعلیمات محمدؐ و آل محمدؐ کی حقیقت کو سمجھا وہ فضاؤں میں بے روک تسخیر کرتے پھر رہے ہیں۔ چاند سورج اور سیاروں و ستاروں پر کمند ڈال چکے ہیں۔

(۲) آیات (۴ تا ۸ / ۱۷) میں وہ صورت حال جس میں اللہ مومنین کو سرکشوں سے تباہ کراتا ہے۔

ہم نے باربار مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کو قہر خداوندی کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ ان پر غیر مسلم اقوام کے حملے اور تباہ کاریاں اور رسوائیاں، اُن پر اُن لوگوں کا تسلط اور غلبہ جنہیں وہ کافر و بے دین کہتے ہیں، تاجدارانِ ممالک اسلامیہ اور سربراہانِ مملکت کا نام نہاد کافروں اور بے دینوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دن رات بھیک مانگنا۔ تسخیر کائنات اور دنیاوی سہولتوں کے لئے یہود و نصاریٰ اور کمیونسٹوں سے عقل و ہنر کی خیرات طلب کرنا۔ یہ سب اس لئے ہے کہ اللہ نے باربار یہ کہا تھا کہ (مودودی کی زبانی پھر سنئے):
"خیال رہے کہ خطاب اہل عرب سے ہو رہا ہے۔ اور ان سے کہا یہ جا رہا ہے کہ پچھلی قوموں کو اپنے اپنے زمانے میں کام کرنے کا موقع دیا گیا تھا، مگر انہوں نے آخر کار ظلم و بغاوت کی روش اختیار کی اور جو انبیاؑ ان کو راہ راست دکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے ان کی بات انہوں نے نہ مانی، اس لئے وہ ہمارے امتحان میں ناکام ہوئیں اور میدان (عمل) سے ہٹا دی گئیں۔ اب اے اہل عرب تمہاری باری آئی ہے تمہیں ان کی جگہ (جَعَلْنَٰكُمْ خَلَٰٓئِفَ فِى ٱلْأَرْضِ ﴿١٤﴾) کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے (یونس ۱۴ / ۱۰) تم اس امتحان گاہ میں کھڑے ہو جس سے تمہارے پیش رو ناکام ہو کر نکالے جا چکے ہیں۔ اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہارا انجام بھی وہی ہو جو اُن کا ہوا تو اس موقع سے، جو تمہیں دیا جا رہا ہے، صحیح فائدہ اٹھاؤ، پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لو اور ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو ان کی تباہی کی موجب ہوئیں"۔ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۷۱)
اس قسم کی نصیحتوں اور دھمکیوں سے قرآن بھر گیا تھا۔ لیکن رسولؐ کی قوم کے لیڈروں نے رسولؐ کے طریقے سے ہٹ کر اپنا ایک الگ راستہ اختیار کیا (فرقان ۳۰ تا ۲۷ / ۲۵) انہوں نے اللہ کو الگ کر کے رسولؐ کو چھوڑ کر ایک درمیانی راہ کا نام اسلام رکھا (نساء ۱۵۰ / ۴) پہلی اُمتوں نے انبیاؑ و رسلؑ کی بات نہ مانی تھی۔ تو اس خود ساختہ اسلامی راہ میں انہوں نے خانوادہ رسولؐ کے آئمہ علیہم السلام کی بات ہی نہیں مانی بلکہ اپنے تجویز کردہ مذہب کی رو سے انہیں ان کے قرآنی، قومی وملکی ونسلی حقوق سے محروم کیا۔ پورے ملک میں انہیں نشانہ لعنت و ملامت بنا دیا۔ ان کا قلع قمع کیا۔ ان کے مردوں عورتوں بچوں اور طرفداروں کا مسلسل قتل عام کیا۔ اس کے بعد اللہ نے انہیں سزا دینا شروع کی اور یہاں تک پہنچا دیا جہاں وہ آج ہیں۔ بالکل اسی طرح اہل کتاب کو توریت و زبور و انجیل میں نصیحتیں کی گئیں دھمکیاں دی گئیں (۸ تا ۴ / ۱۷ وغیرہ وغیرہ) لیکن انہوں نے ظلم وستم اور قتل و غارت کی انتہا کر دی۔ یہ آیات (۴۔۸ / ۱۷) ان کی دو بڑی بڑی سرکشیوں اور دین خداوندی سے بغاوتوں کا ذکر کرتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں اللہ نے ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کیا جنہوں نے نہایت بے رحمی اور فراخدلانہ مظالم سے تباہ و برباد کیا تھا۔

یَهۡدِیۡ لِلَّتِیۡ هِیَ اَقۡوَمُ وَ یُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

راہ دکھلاتا ہے طرف اس راہ کی کہ وہ بہت سیدھی ہے اور بشارت دیتا ہے مسلمانوں کو

الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا کَبِیۡرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ اَنَّ الَّذِیۡنَ لَا

وہ جو عمل کرتے ہیں اچھے یہ کہ واسطے ان کے ہے اجر بڑا اور یہ کہ وہ لوگ کہ نہیں

یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۰﴾ وَ

ایمان لاتے ساتھ آخرت کے تیار کیا ہم نے واسطے ان کے عذاب درد دینے والا اور

یَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالۡخَیۡرِ ؕ وَ کَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا ﴿۱۱﴾

دعامانگتا ہے آدمی ساتھ برائی کے مانند دعا کرنے اس کے کی ساتھ نیکی کے اور ہے آدمی جلد کار

وَ جَعَلۡنَا الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیۡنِ فَمَحَوۡنَاۤ اٰیَةَ الَّیۡلِ

اور کئے ہم نے رات کو اور دن کو دو نشانی پس چھائیں ڈال دی ہم نے نشانی رات کی میں

بہت برقرار رہنے والی ہے اور ان مومنین کو بہت بڑے اجر کی بشارت دیتا ہے جو اصلاحی اعمال پر کاربند ہیں (۱۰) اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے لئے ہم نے درد انگیز عذاب تیار کرر کھا ہے۔ (۱۱) انسان اسی طرح شر کی دعا کرتا ہے جیسے کہ اسے خیر طلبی کی دعا کرنا چاہئے اور بات یہ ہے کہ انسان تو واقع ہی جلد باز ہوا ہے (۱۲) اور دیکھو ہم نے رات اور دن کو دو معجزاتی حقیقتیں بنایا ہے چنانچہ رات کو تمام چیزوں کو اندھیرے میں چھپانے

(۲ ۔ الف) اللہ مومنین کی بنائی ہوئی مساجد اور مومنین کی نمازوں اور عبادتوں کو بھی برباد و مسمار کرا دیتا ہے

اِن آیات میں واضح ہے کہ اللہ نے اہل کتاب سے انتقام لینے کے لئے ان کی عبادت گاہوں کو بھی تباہ کرا دیا تھا اور کسی دینی رشتے یا ان کی عبادت یا عبادت گزاروں سے رعایت نہ کی تھی ۔ بالکل اسی طرح اللہ نے ان مسلمانوں سے انتقام لیا تھا۔ جو ہر وقت رسولؐ اللہ کے دائیں بائیں لگے رہتے تھے ۔ جنہوں نے خانوادہ رسولؐ کے قتل عام پر بھی اسلام کے خلیفہ کے خلاف زبان تک نہ کھولی تھی ۔ جنہوں نے اس کی اطاعت کی بیعت کی تھی ۔ چنانچہ ان کا قتل عام کیا گیا۔ ان کی عورتوں سے تین روز حملہ آور افواج نے زنا کیا۔ انہیں لوٹا ۔ اور ان کے ساتھ ہی مسجد نبویؐ میں گھوڑے بندھوائے ۔کعبہ میں آگ لگوائی تاکہ ان ملاعین کو یہ معلوم ہو کہ محمدؐ وآل محمدؐ کو اگر الگ کر دیا جائے تو کعبہ ، مسجد حرام اور مسجد نبوی بتخانوں گرجوں اور مندروں سے بھی بدتر مقام رکھتے ہیں اس لئے کہ ان کے تحفظ کی اللہ نے ذمہ داری لی ہے (حج ۴۰ / ۲۲)

وَلَوۡلَا دَفۡعُ ٱللَّهِ ٱلنَّاسَ بَعۡضَهُم بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَٰمِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَٰتٌ وَمَسَٰجِدُ يُذۡكَرُ فِيهَا ٱسۡمُ ٱللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾
الحج

اور فرمایا ہے کہ جس طرح ہم نے اہل کتاب پر غیر مسلم اور سخت گیر لوگوں کو مسلط کیا تھا (۸ تا ۴ / ۱۷) اسی طرح اگر ہم نے بعض سرکش اور صاحبان اقتدار اقوام کی سرکوبی کے لئے دوسری اقوام کو نہ لگائے رکھا ہوتا تو یہ مندر، یہ گرجے یہ خانقاہیں ، بتکدے اور یہ مسجدیں مسمار ہو کر رہ جاتیں جن سب میں اللہ کے اسمائے گرامی کا ہر وقت بڑی کثرت سے ذکر جاری رہتا ہے ۔ اسی طرح جو لوگ دین خداوندی کی نصرت و تائید کریں یقیناً اللہ بھی ان کی ضرور ہی نصرت کرے گا"۔

یہاں پھر یاد کریں کہ آیات (۸ تا ۴ / ۱۷) میں بھی اللہ نے یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں کو مساجد فرمایا ہے ۔ لہٰذا مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ ہندوؤں ، بدھوں ، یہود و نصاریٰ اور زرتشتیوں اور دیگر تمام مذاہب کے افراد اور ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ کریں ان کی ہر دقت میں کام آئیں انہیں محمدؐ و آل محمدؐ کے اخلاق کا نمونہ دکھائیں وہ قدرت فراہم کریں جو اسلامی تعلیمات نے تمہیں دی ہے ۔ یوں وہ خود بخود بلا تبلیغ اسلام سے محبت کریں گے اور ایک روز بڑے جوشیلے مومن بن کر تمہاری قوت میں اضافہ کریں گے ۔ یہ بکواس جو مولویوں کا طریقہ ہے تبلیغ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور مسلمانوں میں پھوٹ کا باعث ہے ۔

وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ
اور کی ہم نے نشانی دن کی دکھلانے والی تو کہ چاہو تم فضل پروردگار اپنے کے سے
وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ
اور تو کہ جانو تم گنتی برسوں کی اور حساب اور ہر چیز کو مفصل بیان کیا ہم نے اس کو
تَفْصِیْلًا ﴿۱۲﴾ وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ
مفصل بیان کرنا اور ہر آدمی کو لگا دیا ہم نے اس کو عمل نامہ اس کا بیچ گردن اس کی کے
وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾
اور نکالیں گے ہم واسطے اس کے دن قیامت کے ایک کتاب کہ دیکھے گا اس کو کھلی ہوئی

اور ظاہری وجود مٹانے کے لئے بنایا ہے اور دن کو ایسا بنایا ہے کہ وہ ہر چیز کو دیکھنے میں مدد دیتا ہے تاکہ تم اپنے رب کا پھیلایا ہوا فضل و عنایات تلاش کر سکو اور ماہ و سال کا حساب جاری کر سکو اور دوسرے کائناتی حساب میں برسرکار لا سکو اور اس سلسلے کی ہر چیز کو بھی ہم نے بڑی ہی تفصیل سے پیش کر دیا ہے (۱۳) اور ساتھ ہی ساتھ ہم نے ہر انسان کی گردن میں اس کی عملی پرواز لٹکا دی ہے جسے ہم قیامت کے روز ایک کتاب کی صورت میں نکالیں گے اور اس کے روبرو رکھ کر کہیں گے تم اپنی اس کھلی کتاب کو

(۳) آیت (۱۲ / ۱۷) ہر ہر چیز کی تفصیل کماحقہ کر دیئے جانے پر حجت قاطع ہے۔

اس آیہ مبارکہ کا ترجمہ رفیع الدین ایسے سادہ اور قدیم مترجم نے " مفصل بیان کیا ہم نے اس کو مفصل بیان کرنا " کیا ہے۔ لیکن علامہ مودودی چونکہ قرآن اور اللہ کے بیانات کو مفصل ماننا نہیں چاہتے اس لئے ان کا ترجمہ قابل دید ہے۔

وَكُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ﴿۱۲﴾ الإسراء

علامہ کا ترجمہ : " اسی طرح ہم نے ہر چیز کو الگ الگ مُمیّز کر کے رکھا ہے "۔ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۰۳)

اس آیت میں کوئی ایسا لفظ یا الفاظ نہیں ہیں جس کے معنی اردو میں علامہ کی طرح سے " اسی طرح " کئے جا سکیں لہٰذا یہ علامہ نے باختیار خود اضافہ فرمایا ہے۔ پھر انہوں نے الفاظ فَصَّلْنَا اور تَفْصِیْل کے معنی الگ الگ کرنا کئے ہیں۔ لہٰذا ہم یہ دکھائیں گے کہ علامہ قرآن کی تفصیل کو قرآن سے ۔" الگ " کرنے میں حق بجانب نہیں۔

(۳۔ الف) علامہ کی معنوی بے راہ روی اور دیانت ذرا سی توجہ چاہتی ہے۔

ہم نے عرض کیا ہے کہ اگر ہم صرف علامہ کا معنوی تضاد و اختلاف اور ایک ہی لفظ کے معنی بلاوجہ بدل بدل کر لکھنا دکھائیں تو کم از کم پانچ سو صفحات درکار ہوں گے یہاں اس کا نمونہ دیکھتے چلیں۔ اختصار کی غرض سے ہم آیت کا وہ جملہ لکھیں گے جس میں زیر بحث لفظ آیا ہو۔ پھر علامہ کا ترجمہ اور کتاب کا حوالہ لکھیں گے دیکھئے۔

(۱) جِئْنٰهُم بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ﴿۵۲﴾ الأعراف (۲) فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ الأنعام (۳) فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ ﴿۱۲۶﴾ الأنعام (۴) وَتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ﴿۱۵۴﴾ الأنعام (۵) وَتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ ﴿۱۴۵﴾ الأعراف (۶) وَتَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ ﴿۳۷﴾ یونس (۷) وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ ﴿۱۱۱﴾ یوسف

(۱) ہم ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب لے آئے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنا پر مفصل بنایا ہے (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۴) (۲) ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۶۶) (۲) یہ نشانیاں ہم نے واضح کر دی ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں (یَفْقَهُوْنَ) ایضاً صفحہ ۵۶۶) (۳) نشانات ان لوگوں کے لئے واضح کر دیئے گئے (ایضاً صفحہ ۵۸۰)

(۴) ہر ضروری چیز کی تفصیل (ایضاً صفحہ ۶۰۲) (۵) ہر پہلو کے متعلق واضح ہدایت (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۷۸)
(۶) اور الکتاب کی تفصیل (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۸۵) (۷) ہر چیز کی تفصیل (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۸)
معنی کے اختلاف کے باوجود یہ ثابت ہو گیا کہ وہاں علامہ نے " فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا " (۱۲ / ۱۷) کا ترجمہ جان بوجھ کر غلط کیا تھا۔

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ؕ⑭ مَنِ اهْتَدٰى	(۱۴) پڑھو یہ تمہارے تمام ذاتی کردار کا حساب دیکھنے کیلئے آج کافی محاسب ہے (۱۵) جو کوئی ہدایت اختیار کرتا ہے وہ اپنے ہی واسطے کرتا ہے اور جو کوئی گمراہی اختیار کرتا ہے تو وہ گمراہی بھی اسی پر اثر انداز ہوتی ہے اور نہیں وزارت کرتا کسی وزارت کا وزیر کسی دوسرے وزیر کی جگہ اور ہم تو کسی کو عذاب دینے والے ہی نہیں ہیں جب تک کہ ایک رسُول بھیج کر حجت تمام نہ کر دیں ۔ (۱۶) اور جب ہم کسی بستی کو
پڑھ کتاب اپنی کفایت ہے جان تیری آج اوپر تیرے حساب لینے والی جس نے راہ پائی	
فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ	
پس سوائے اس کے نہیں کہ راہ پاتا ہے واسطے جان اپنی کے اور جو کوئی گمراہ ہوا	
فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ	
پس سوائے اس کے نہیں کہ گمراہ ہوتا ہے اوپر اپنے اور نہیں بوجھ اٹھاتا کوئی بوجھ اٹھانے والا	
وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ⑮ وَ اِذَاۤ	
بوجھ دوسرے کا اور نہیں ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ بھیجیں پیغمبر اور جب	

(۳۔ب) الگ الگ مُمیّز کرنا بھی غلط ثابت ہے۔ اب یہ بھی دیکھ لیں کہ جہاں معنی کا مُمیّز کرنا اور تمیز معنی کرنا چاہئے تھا وہاں الگ کرنا معنی کئے ہیں ۔

(۱) حَتَّىٰ يَمِيزَ ٱلْخَبِيثَ مِنَ ٱلطَّيِّبِ ﴿١٧٩﴾ آل عمران

"وہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کرکے رہے گا"۔(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۰۵)

یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ یہاں پاک اور ناپاک لوگوں میں تمیز کرنے کا ذکر ہے ۔ مگر علامہ نے یہاں لفظ "یَمِیزَ" کا فری اسٹائل ترجمہ کیاہے ۔یہی لفظ دوبارہ سورۂ انفال (۳۷ / ۸) میں آیاہے وہاں بھی ترجمہ یہی ہے یعنی :

"گندگی کو پاکیزگی سے چھانٹ کر الگ کرے" (تفہیم القرآن جلد۲ صفحہ ۱۴۴)

الگ کرنے کا ایک نمونہ : لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ﴿٢٨٥﴾ البقرة

ہم اللہ کے رسولوںؑ کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے ۔ (تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ ۲۲۳)

مطلب یہ ہوا کہ علامہ کے نزدیک ۱۔ نُفَرِّقُ ۲۔ يَمِيزَ ۳۔ فَصَّلْنَٰهُ اور تَفْصِيلًا کے معنی الگ الگ کرنا بھی ہیں ۔ تفصیل اور مفصل بھی ہیں اور واضح کرنا اور کھول کر بیان کرنا بھی ہیں ۔ اور اگر ضرورت پڑے تو ان کے معنی فریب دینا ، مغالطہ سازی اور چکر دینا بھی ہوں گے ۔

یہ ہے وہ طریقہ جسے قرآن میں از اوّل تا آخر ہر عالم نے استعمال کیا اور یوں قرآن کو جو چاہا بناتے رہے ۔یہاں تک کہ اب ہمارا نمبر آیا جب ذہنیتیں بدل کر نئی صورت میں ڈھالنا ناممکن ہو چکا ہے ۔ جب لوگ غلط معنی کو صحیح سمجھنے کے عادی ہو چکے ہیں ۔جب کوئی کسی کی بات سننے کو تیار نہیں ہے ۔ جب بنی اسرائیل اور تمام سابقہ مذاہب کی بدترین عادت و خصلت اور سنت میں یہ سب سے آگے نکل چکے ہیں ۔ مگر ہم اپنا کام کرتے چلے جائیں گے ۔ اور قلب وذہن جن کو توفیق ملتی جائے گی باطل کو ترک کرتے اور حق کو قبول کرتے چلے آئیں گے ۔ ہمارا یقین یہ ہے کہ جب ایک پرخلوص اورسادہ دل قوم باطل کو قبول کر سکتی ہے تو وہ ضرور حق کو بھی قبول کرے گی ۔ یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اس کے سامنے حق رکھ دیں اور ان رکاوٹوں کو ہٹا دیں جنہوں نے قلب و ذہن پر تسلط حاصل کرلیا ہے ۔لہٰذا ہم اپنے اس پروگرام میں انتہائی حدود تک کامیاب رہے ہیں ۔ اور غلط کار روزانہ نگاہوں سے گرتے جا رہے ہیں ۔

(۴) آیت (۱۶ / ۱۷) سرمایہ داروں ، دولتمندوں کی آسودہ حالی میں مددگار غربا بھی تباہ ہوتے ہیں ۔

اس آیت (۱۶ / ۱۷) کو غربا اور محنت کش عوام غور سے پڑھیں اور جتنا جلد ممکن ہو ان تمام خیالات و اعمال سے باز آجائیں جن سے لوگوں کو سرمایہ داری اور اجارہ داری قائم رکھنے میں مدد ملتی ہے ۔ ورنہ یہاں نہ سہی وہاں روز حساب ان ہی

ہلاک و تباہ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس بستی کے دولتمند وں اور سرمایہ داروں کو احکام دیتے ہیں اور وہ بے لگامی اور نافرمانی کرتے ہیں تو ان پر عذاب نازل کرنے کا حق پیدا ہوجاتا ہے لہٰذا ہم اس بستی کواچھی طرح برباد کردیتے ہیں (۱۷) ہم نے نوحؑ کے بعد کتنی ہی نسلوں کو زمانہ بزمانہ ہلاک کیا ہے اور تیرا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں اور متعلقات کو دیکھنے اور جاننے کے لئے بالکل کافی ہے ۔ (۱۸) جو کوئی آخرت کے بدلے میں یہاں فوری کامیابیاں چاہتا ہوا کوشاں رہتا ہے ہم بھی مشیت کے مطابق اسے جو چاہتے ہیں جلدی جلدی دیئے جاتے ہیں اور آخر کار اس کے لئے جہنم مقدر کردیتے ہیں جس میں وہ مذمت اور پھٹکاروں کے ساتھ بھونا جائے گا اور ہمیشہ وہاں جلنا ہوگا ۔ (۱۹) اور جو کوئی آخرت کے ارادے سے اپنی کوشش برسر کار لائے اور آخرت کے حصول کے لئے اپنی کوششیں وقف کر دے اور وہ آخرت پر ایمان بھی رکھتا ہو تو ایسے ہی لوگوں کی

اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا

ارادہ کرتے ہیں ہم یہ کہ ہلاک کریں کسی بستی کو حکم کرتے ہیں ہم دولتمندوں اس کے کو

فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

پس نافرمانی کرتے ہیں بیچ اس کے پس ثابت ہوتی ہے اوپر اس کے بات عذاب کی

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ

پس ہلاک کرتے ہیں ہم اس کو ہلاک کرنا اور بہت ہلاک کئے ہم نے قرنوں سے پیچھے

نُوْحٍ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

نوحؑ کے اور کفایت ہے پروردگار تیرا ساتھ گناہوں بندوں اپنوں کے خبر دار دیکھنے والا

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ

جو کوئی ارادہ کرتا ہے دنیا کا ہم شتاب دیتے ہیں اس کو بیچ اس کے جو چاہتے ہیں ہم

لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا

واسطے جس کے چاہیں ہم پھر کرتے ہیں ہم واسطے اس کے دوزخ داخل ہو گا اس میں

مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا

برے حال سے راندہ ہوا اور جو کوئی ارادہ کرتا ہے آخرت کا اور سعی کرتا ہے واسطے اس کے

سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾

جو سعی اس کی ہے اور وہ ایمان والا ہے پس یہ لوگ ہیں سعی ان کی قدردانی کی گئی ہے

کے ساتھ حشر ہو گا اور ابدالآباد جہنم واصل ہونا پڑے گا ۔ اور وجہ مستقل اور معلوم ہے ۔یعنی اگر غربا ان کو کما کر نہ دیں، اگر ان کا رات رات بھر پہرہ نہ دیں ، اگر ان کو روٹی اور کھانا پکا کر نہ دیں ، اگر ان کے مفاد کے تحفظ میں جنگ کرتے ہوئے اپنی جانیں نہ دیں ۔ اگر بھوکے رہ کر ان کے املاک و اموال کا تحفظ نہ کریں تو بتائیے وہ کتنے دن آرام سے رہ سکیں گے ۔ اگر غربا ان کو ووٹ نہ دیں تو کس طرح ان میں سے کوئی انتخاب میں کامیاب ہو گا ۔ اور کیسے لوگوں پر حکومت کرے گا اور کیسے وہ قانون بنائے گا جن سے غربا کا استحصال ہوتاہے ؟ بات صاف ہے ۔ کہ ان کی سرمایہ داری ، اجارہ داری، حکومت ، اور ان کی عیاشی ، شراب خوری اور بدمعاشی غربا کی محنت اور کوششوں سے جاری رہتی ہے اس لئے امرا اور رؤسا سے پہلے نہیں تو ساتھ ساتھ ان کو تباہ و برباد کرنا واجب ہے ۔ اور آیت میں یہی کہا گیاہے ۔

(۵)آیات (۲۱ تا ۱۹ / ۱۷) میں دولت ،حکومت اور نعمتیں دلیل حق نہیں جو کوشش کرے ملتی ہیں ۔

ان آیات (۲۱ تا ۱۹ / ۱۷) کو ان علماکے ناک پر مار دو جو باطل پرست لوگوں کو صرف خلافت مل جانے کی بنا پر برسرحق قرار دیتے ہیں ان کو بتاؤ کہ اکثر باطل پرستوں کو خلافت ملتی رہی ہے (یونس ۱۴ / ۱۰ تفہیم القرآن جلد۲صفحہ ۲۷۱) چنانچہ آیات (۸ تا ۴ / ۱۷) میں اللہ نے ایسے خلفا کی بنائی ہوئی مسجدوں تک کی بے حرمتی اور قتل عام جائز رکھاہے اور صاف الفاظ میں یہ بتا دیاہے کہ جو جس قسم کی کوشش کرتاہے اسے وہی کچھ عطا کردیتاہے (۲۱ تا ۱۹ / ۱۷) مگر حق پر وہ ہوتے

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَ

ہر ایک کو مدد دیتے ہیں ہم ان کو اور ان کو بخشش پروردگار تیرے کی سے اور

مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا

نہیں ہے بخشش پروردگار تیرے کی بند کی گئی دیکھ کیوں کر بزرگی دی ہم نے

بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ

بعضے ان کے کو اوپر بعض کے اور البتہ آخرت بڑی ہے درجوں میں اور بڑی ہے

تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا

بزرگی دینے میں مت مقرر کر ساتھ اللہ کے معبود اور پس بیٹھ رہے گا تو مذمت کیا گیا

مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ؑ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ

ہلاک میں سونپا ہوا اور حکم کیا پروردگار تیرے نے یہ کہ نہ عبادت کرو مگر اسی کو یعنی اللہ کو

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ

اور ساتھ والدین کے احسان کرنا اگر پہنچے نزدیک تیرے بڑھاپے کو ایک ان دونوں کا

کوششیں قابل شکر یہ اور قدر دانی ہوں گی (۲۰) ہم سب کو ان کی کوششوں کے نتیجہ خیز بننے میں تیرے پروردگار کے عطیات سے مدد دیتے ہیں خواہ وہ دنیا طلب ہو یا وہ آخرت کے طالب ہوں۔ اِن کو بھی اور اُن کو بھی دیئے چلے جارہے ہیں۔ اور تیرے رب کے عطیات ممنوع اور پابند نہیں ہیں۔ (۲۱) دیکھو ہم نے کس طرح ان دونوں قسم کے لوگوں کو ایک دوسرے پر فراوانی عطا کرر کھی ہے البتہ آخرت کے درجات بہت بزرگ ہیں اور وہاں کی فضیلت ہی حقیقی بزرگی ہے (۲۲) اے قاری تو اللہ کے ساتھ ساتھ کسی اور کو معبود نہ سمجھ لینا ورنہ تجھے ناکام و نامراد و بدترین صورت میں رہنا پڑے گا۔ (۲۳) اور تیرے پروردگار نے یہ فیصلہ کرر کھا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ حقوق کی ادائیگی کے علاوہ احسان کرتے رہنا۔

ہیں اور آخرت میں ان لوگوں کو نجات دیتا ہے جو پہلے مومن ہوں پھر پیہم اسلامی اعمال بجالائیں اور کوئی باطل کوشش باطل ذریعہ و وسیلہ اختیار نہ کریں۔ ورنہ سامان عیش وعشرت ، دولت وحکومت وغیرہ تو ہامان و شداد و یزید اور اس کے بزرگوں کو بھی دی گئی تھی۔ اور جو لوگ زیر نظر ہیں وہ تو رسولؐ کے مخالف تھے (فرقان ۳۰ تا ۲۷ / ۲۵) دشمن اور مجرم تھے (۳۱ / ۲۵) قرآن کو تباہ کرنے والے تھے (۳۰ / ۲۵) ان کا دین الگ تھا (۲۹۔۲۷ / ۲۵)۔

(۶) آیات (۲۴۔۲۳ / ۱۷) مومنین کے ساتھ ساتھ رسولؐ اللہ پر بھی اپنے والدین کی اطاعت واجب تھی۔

یہاں قارئین یہ نوٹ کریں کہ ان پر ان کے والدین کی اطاعت واجب ہے اور محض غیر خدا کی شرکت وعبادت میں اطاعت کی ممانعت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اسی طرح اپنے والدین کی اطاعت واجب ہے۔ اور والدین کا یہ مرتبہ صرف اس لئے ہے کہ وہ بچہ کے لئے اپنے فطری طرز عمل اور حقوق وآرام وچین کو قربان کردیتے ہیں۔ لیکن اگر وہ بچہ کو نرسری میں چھوڑ دیں اور ہفتہ عشرہ میں انہیں دیکھنے نرسری جاتے رہیں اور وہاں ان کے اخراجات برداشت کریں۔ ان کی اطاعت مندرجہ بالا آیت کی روسے واجب نہیں ہے۔ یہ ایک کاروباری رشتہ بن جائے گا اور بچہ بھی جوان ہوکر کاروباری سلوک کرے تو جائز ہوگا۔ یعنی جو کچھ انہوں نے خرچ کیا وہ بھی ان کی ضعیفی کے زمانہ میں قانوناً خرچ کرے گا۔ لیکن رحم ومحبت وعزت وتکریم اور ان کے سامنے غلاموں کی طرح رہنا اف تک نہ کرنا یہ اسی صورت میں واجب ہوگا جب کہ وہ بچپن میں اس کے لئے آرام وچین قربان کردیں۔ خود جاگیں اسے سلائیں۔ ہر وقت رات دن میں اسے گندگی اور غلاظت سے بچائیں پاک صاف رکھیں وغیرہ وغیرہ۔ اسی عزت وتکریم کے حق دار ہوں گے وہ لوگ جو بچوں کو ان کے ماں باپ کی طرح پالیں۔ چنانچہ جناب عبدالمطلب اور ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد علیہم السلام وہ حضرات ہیں جن کے حضور، حضور ختمی مرتبت صلوٰۃ اللہ علیہ کو اسی طرح پیش آنا واجب ہے جیسا کہ آیات (۲۴۔۲۳ / ۱۷) کا تقاضا ہے۔ یہ حضرات اور ان کی جگہ لینے والے اہل خاندان ہی وہ لوگ ہیں جن کی جوابدہی رسولؐ کے ذمہ نہیں ہے۔ (مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ ﴿۵۲﴾ الأنعام) اور ان پر بھی رسولؐ کا حساب لینا عائد نہیں ہوتا (وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ ﴿۵۲﴾ الأنعام) یعنی آزاد و خود مختار

اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے ہی بوڑھے ہوجائیں تو ان کے سامنے بری سے بری بات پر بھی اف تک نہ کرنا اور ان دونوں کو کبھی نہ ڈانٹنا اور جب بھی ان کو مخاطب کرو تو عزت اور بزرگی اور نفع رسانی کو مد نظر رکھنا۔ (۲۴) اور جس طرح پرندے اپنے بچوں کے لئے بازو اور پر پھیلا دیتے ہیں تم بھی بڑی عاجزی اور ذلت کی حالت میں ان کے سامنے بڑے پیار سے بچھ جایا کرو اور یہ دعا کیا کرو کہ اے میرے پروردگار تو ان دونوں پر اسی طرح رحم کرتا رہ جیسا کہ ان دونوں نے میرے بچپن میں میری ربوبیت کی تھی ۔ (۲۵) اور تمہارا پروردگار تمہارے قلب و ذہن میں جو کچھ بھی ہے اس سے خوب واقف ہے اگر تم صالح ہوگے تو اللہ بھی اپنے سے وابستہ رہنے والوں کے لئے بخشنے والا ہے (۲۶) اور اے رسولؐ آپ قرابت داری والے کو اور مسکین والے کو اور ابن السبیل والے کو

أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ أُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا

یادونوں پس مت کہہ ان کو اف اور مت ڈانٹ ان کو اور کہہ واسطے ان دونوں کے

قَوْلًا كَرِيمًا ﴿۲۳﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

بات تعظیم کی اور بچھا واسطے ان دونوں کے بازو ذلت کا مہربانی سے

وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي

اور کہہ اے پروردگار میرے رحم کر ان دونوں کو جیسا کہ پالا ان دونوں نے

صَغِيرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ط

مجھ کو چھوٹا۔ رب تمہارا خوب جانتا ہے اس چیز کو کہ بیچ جیوں تمہارے کے ہے

إِنْ تَكُونُوا صٰلِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ

اگر ہوگے صالح پس تحقیق وہ ہے واسطے رجوع کرنے والوں کے طرف اپنی

غَفُورًا ﴿۲۵﴾ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِينَ وَ ابْنَ السَّبِيلِ

بخشنے والا اور دے قرابت والے کو حق اس کا اور مسکین کو اور مسافر کو

حضرات جن کی تعظیم تکریم رسولؐ پر واجب اور جب رسولؐ پر واجب تو ساری اُمت پر ان کا احترام وتکریم واجب ہے ۔

(۷) آیت (۲۰ / ۱۷) کو دوبارہ پڑھیں ۔ یہ آنحضرؐت کے پوری نوع انسان پر شہادت دینے کی تائید کرتی ہے ۔

اس آیت کی تشریح پہلے آنا چاہئے تھی ۔ اس آیت کا موضوع اور مقصد تو تشریح (۵) میں بیان ہوچکا ہے لیکن اس میں ایک لفظ " هٰٓؤُلَآءِ " ایسا آیا ہے ۔ جس کی آڑ میں علامہ مودودی اور ان کے ہم مسلک علمانے یہ چاہاہے کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام نوع انسان کے افکار و اعمال کی تصدیق وتردید کے بجائے صرف اپنے عربی مخاطبین کے اوپر گواہ ثابت ہوجائیں ۔ اور ہم نے اس ابلیسی تصور اور چال کو سورۂ نحل کی تشریح (۱۱) اور آیت (۸۹۔۱۶) میں باطل ثابت کیا ہے۔ وہاں ہم نے قرآن سے اور علامہ کے قلم سے یہ دکھایاہے کہ یہ لفظ " هٰٓؤُلَآءِ " اسم اشارہ قریب اور بعید دونوں کے لئے استعمال ہوتاہے ۔ چنانچہ اس آیت (۲۰ / ۱۷) میں بھی یہ لفظ آیاہے اور علامہ نے اس کا صحیح ترجمہ کیاہے ۔

(۱) علامہ کا ترجمہ: " اِن کو بھی اور اُن کو بھی ، دونوں فریقوں کو ہم (دنیامیں) سامان زیست دیئے جارہے ہیں یہ تیرے رب کا عطیہ ہے "۔(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۰۷)

(۱) (كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ﴿۲۰﴾ الإسراء)
(۲) وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هٰٓؤُلَآءِ ﴿۸۹﴾ النحل

یہ ترجمہ علامہ کے اُس ترجمہ کے سامنے رکھ کر دیکھیں جو آنحضرؐت کے مرتبہ کو گھٹانے کے لئے خاص طور پر ہجے کر کے اور لفظ " اِن " کے الف کے نیچے زیر لگا کر کیا تھا۔

(۲) علامہ کا ترجمہ: " (اے محمدؐ اِنہیں اس دن سے خبردار کر دو) جب کہ ہم ہر اُمت میں خود اسی کے اندر سے ایک گواہ اٹھا کھڑا کریں گے جو اُس (اُمت) کے مقابلہ میں شہادت دے گا اور اِن لوگوں کے مقابلے میں شہادت دینے کے لئے ہم تمہیں لائیں گے " ۔(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۶۴)

اس کا حق دےدو اور صرف باتوں کی حد تک بہت سی باتیں نہ کیا کرو(۲۷) حقیقت یہ ہے کہ صرف باتوں سے پیٹ بھر دینے والے لوگ شیطانوں کے بھائی بند ہوتے ہیں اور شیطان کا مشن حقائق خداوندی کو چھپاتے رہنے کا ہے (۲۸) اور اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ تمہیں ان کو اس لئے ٹالنا پڑے کہ تم اللہ کی رحمت اور عطیہ کے امیدوار ہو جو ابھی نہیں ملا ہے اور تمہارا ہاتھ تنگ ہے تو آپ ان سے امید افزا اور تسلی آمیز باتیں کرکے سنبھالا دیا کریں۔ (۲۹) اور نہ تو کفایت شعاری میں اپنے ہاتھوں کو روک کر گردن سے باندھ لو اور نہ سخاوت میں خرچ کرنے کے لئے ہاتھوں کو اتنا پھیلا دو کہ پھر تمہیں ان پر قابو نہ رہے اور تنگدستی کی ملامت

وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ

اور مت بیجا خرچ کر بیجا خرچ کرنا تحقیق بے جا خرچ کرنے والے ہیں گے بھائی

الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَ اِمَّا

شیطانوں کے اور ہے شیطان واسطے پروردگار اپنے کے کفر کرنے والا اور اگر

تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا

منہ پھیرلے تو ان سے واسطے چاہنے رحمت پروردگار اپنے کے کہ امید رکھتا ہے تو اس کی

فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى

پس کہہ واسطے ان کے بات آسانی کی اور مت کر ہاتھ اپنے کو بندھا ہوا طرف

عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ

گردن اپنی کی اور مت کھول دے اس کو نہایت کھول دینا پس بیٹھ رہے گا تو

تمام قارئین عموماً اور علامہ کے قدردان خصوصاً بتائیں کہ اس بریکٹ اور اس ترجمے سے آنحضرتؐ کی شہادت یا گواہی کا دائرہ سمٹ کر محض عرب مخاطبین تک بلکہ مکہ کے چند لوگوں تک محدود ہو گیا یا نہیں ؟ لیکن اگر علامہ اپنی طرف سے یہ بریکٹ لگا کر قرآن میں اضافہ نہ کرتے اور هٰٓؤُلَآءِ کا ترجمہ یہاں بھی صحیح کر دیتے تو حضورؐ کی گواہی از آدمؑ تا قیامت تمام انسانوں اور تمام اُمتوں کے گواہوں تک وسیع ہو جاتی ۔ اور علامہ یہی لکھ دیتے کہ جس طرح ہر شہید اپنی پوری اُمت پر گواہ ہو گا اسی طرح آنحضرتؐ بھی اپنی پوری اُمت پر گواہ ہوں گے ۔ تب بھی پہلے نمبر پر عہد رسولؐ سے قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسان حضورؐ کی گواہی کے ماتحت آجاتے اوردوسرے نمبر پر تمام انبیاؑ کا اُمت رسولؐ میں داخل ہونا ثابت ہے ۔ لہٰذا وہی گواہی پھیل کر تمام انبیاؑ و رسلؑ کو اپنے احاطہ میں لے لیتی اور اس طرح پھر ساری اُمتیں خودبخود اس گواہی کے اندر آجاتیں ۔ مگر علامہ اینڈ کمپنی پر واجب ہے کہ وہ حضورؐ کو اپنے حقیقی راہنما طاغوتوں کی پہنچ کے اندر اندر محدود رکھیں ۔

(۸)آیات (۲۸ تا ۲۶ / ۱۷) میں مغالطہ کھا لیا گیاہے ۔یہاں ایک حق دار کی بات ہے نہ کہ عام حقوق کی ۔

ان آیات میں اس کی بڑی گنجائش رکھی گئی ہے کہ یہاں عام مصرفِ خیر مراد لے لیا جائے چنانچہ ایسا ہی سمجھا گیا اور پہلی آیت (۲۶ / ۱۷) کے مقصد کو باقی دونوں آیات (۲۸۔۲۶ / ۱۷) کے بیان میں پوشیدہ کر دیا گیا تھا۔ لیکن قرآن فہمی کے لئے اللہ نے پہلے سے عاقل ہونے ، تفکر کرنے ، اہل عقل سے تذکرہ و مذاکرہ کرنے ، صحیح بات کو مان لینے کا ارادہ رکھنے، غور سے سننے، بات کے ہر پہلو پر غور کرنے (تفقہ) اور یقین کی حدود تک پہنچنے کی شرطیں لگائی ہیں۔ اس لئے کہ قرآن کی قرأت و تلاوت اس طرح کرائی گئی ہے کہ رسولؐ کی قوم کے سیاسی دانشور اللہ و رسولؐ کی پالیسی کا توڑ نہ کرسکیں اور بات کی حقیقت ان کی سمجھ میں تب آئے جب ان کے ہاتھ سے ان کی موزوں چال اور مکر کا وقت نکل چکا ہو اور بعد از وقت جب وہ تدارک یا توڑ کریں تو وہ اتنا بھدا اور مضحکہ خیز ہو کہ بے کار و بے اثر ہو کر رہ جائے ۔ قرآن کے قاری جانتے ہیں کہ اللہ نے اخراجات کی مدیں بتانے میں بڑی تفصیل سے کام لیاہے اور بجٹ بنانے اور لوگوں سے واجبات وصول کرنے اور ضرورتمندوں کے حقوق ادا کرنے کے تمام پہلوؤں پر مکمل قواعد اور احکام بیان کئے ہیں ۔ لیکن یہاں ان تین آیات میں جوکچھ کہا گیاہے وہ بالکل انوکھے اور نئے انداز میں فرمایا گیاہے ۔ چنانچہ پہلے یہ کہا گیا کہ اے رسولؐ تم اپنے والدین کے ساتھ احسان ، محبت ، عزت وتکریم اور نہایت عاجزی اور انکسار کے ساتھ پیش آؤ اور ان کی اسی طرح ربوبیت کرو جیسا کہ انہوں نے تمہاری ربوبیت کی تھی ۔ اس کے بعد یہ فرمایا کہ” قربت والے مرد (مذکر) کو اس کا حق ادا کر دو“

مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

ملامت کیا ہوا پچھتایا ہوا تحقیق پروردگار تیرا کھول دیتا ہے رزق کو

لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا

واسطے جس کے چاہے اور بند کر لیتا ہے تحقیق وہ ہے ساتھ بندوں اپنے کے خبر دار

بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ

دیکھنے والا اور مت مار ڈالو اولاد اپنی کو ڈر افلاس کے سے ہم رزق دیتے ہیں ان کو

وَ اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ

اور تم کو تحقیق مار ڈالنا ان کا ہے خطا بڑی اور مت نزدیک جاؤ زنا کے تحقیق وہ ہے

كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ

بے حیائی اور بری ہے راہ اور مت مار ڈالو اُس جان کو جو

و حسرت میں گھر کر بیٹھ جاؤ۔ (۳۰) یقیناً یہ کام تو تیرے پروردگار کا ہے کہ وہ جس کے لئے چاہے رزق کو پھیلا دے اور جس کے لئے چاہے مقدار پختہ کر دے حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور با ملاحظہ ہے۔ (۳۱) اور تم افلاس کے خوف سے اپنی اولاد کو بڑھنے سے نہ روکو رزق تو ہم ہی دیں گے تمہیں بھی دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے یقیناً ضبط تولید اور یوں اولاد کو گھٹانا ایک بہت بڑی خطا تھی۔ (۳۲) اور دیکھو تم لوگ زنا کے واقع ہوجانے کے حالات سے دور رہا کرو یہ قربت بڑی بے حیائی سے دوچار کرتی ہے اور جنسی تعلق کی یہ راہ بہت ہی بُری ہے (۳۳) اور جن صورتوں میں انسان کو قتل کرنا اللہ نے تم پر

یعنی تمہارے والدین تو اب موجود نہیں لیکن اس سلسلے میں جو مرد ان سے اور تم سے قربت میں قریب تر ہے اسے وہ حق دے دو جو والدین کے لئے بیان ہوا ہے۔ اور اس میں "مسکین اور ابن السبیل کو بھی ملحوظ رکھو" (۲۶ / ۱۷) کے ذریعہ مسکینی و مسافرت کو فراخدستی، خوشحالی اور اطمینان و قیام سے بدل دو۔"صرف باتوں کی حد تک بہت سی باتیں نہ کیا کرو" (۲۶ / ۱۷) مطلب یہ کہ صرف فلسفہ نہیں بلکہ عملی نظام قائم کر کے دکھاؤ خیالی پلاؤ پکانے سے کام نہ چلے گا "صرف باتیں، وعدے اور خیالات کی دلکشی تو شیاطین کے حربے ہوتے ہیں "(۲۷ / ۱۷)

" اگر ابھی تم خود اللہ سے مانگ رہے ہو اور حقوق ادا کرنے کا سامان موجود نہیں تو ایسی باتیں کہو کہ آنے والے وقت میں آسانی اور سہولت پیدا کریں"(۲۸ / ۱۷) یہاں ان تینوں آیات میں نہ مال و دولت کا لفظ ہے نہ کسی خاص چیز کا تعین کیا ہے اس لئے مذکورہ بالا حق میں سب کچھ داخل ہے۔ یہی بات اس کے حقیقی مقصد کے ساتھ یوں فرمائی ہے کہ:

(۸ ۔ الف) رسولؐ پر جو حق واجب تھا اس کو ادا کرنا وجہُ اللہ والوں کے لئے خیر ہے

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ الروم

" چنانچہ آپؐ اپنے قریبی عزیزوں میں جو مرد سب سے قریب ہے اسے اس کا حق دے دو اور مسکین و مسافر کو ملحوظ رکھو۔ اس حق کی ادائیگی میں ان لوگوں کے لئے خیر ہی خیر ہے جو اپنا انتہائی مقصد وجہُ اللہ کا حصول رکھتے ہیں اور صرف وہی لوگ ہیں جو فلاح اور کامیابی حاصل کرنے والے ہیں" معلوم ہوا کہ اس شخص کے حق کی ادائیگی ہی وہ سامان ہے جو تمام ایسے لوگوں کے لئے خیر ہی خیر ہو گا جو وجہُ اللہ کو حاصل کرنے میں مصروف رہیں گے اور کوئی مسکین اور مسافرت کی تکلیفوں میں نہ رہے گا اور ان لوگوں کے پاس کسی صورت میں شر نہ پھٹکنے پائے گا۔ یعنی وہ ایسا حق ہے جو ساری انسانیت کی فلاح و بہبود کا ضامن اور حق و ہدایت کا ذمہ دار ہے۔ یہاں " وجہ اللہ " کہہ کر یہ بتا دیا ہے کہ جس کے نام کے ساتھ "کرم اللہ وجہ" مستقل طور پر کہا جاتا رہے گا۔ جس کا ایک لقب ہی وجہ اللہ ہے۔ یہ وہی مرد ہے اور اس کا حق سربراہیٔ اسلام اور اُمت کی نجات کا انتظام ہے۔

یہ تھا وہ حقیقی مقصد جسے اس طرح بیان کیا گیا کہ دانشوران قوم اس جملے کو بھی مصرفِ خیر اور انفاق کی ذیل کی ایک چیز سمجھے۔ اور اپنی انتہائی صورت میں یہ تھا بھی قطعاً اور کلیتاً خیر ہی خیر (۳۸ / ۳۰) اور اس حق کو مار لینے کے بعد وہ سب کچھ بتدریج شر بن گیا جسے اسلام اور اسلامی نظام سمجھا تھا۔ اور آج اس سے جان چھڑانے کے لئے جدید مگر خودساختہ اصلاحات

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَقِّ ؕ وَ مَنۡ قُتِلَ مَظۡلُوۡمًا فَقَدۡ
حرام کیا ہے اللہ نے یعنی مسلمانوں کو مگر ساتھ حق کے اور جو کوئی مارا جاوے مظلوم پس تحقیق
جَعَلۡنَا لِوَلِیِّهٖ سُلۡطٰنًا فَلَا یُسۡرِفۡ فِّی الۡقَتۡلِ ؕ
کیا ہے ہم نے واسطے والی اس کے کے غلبہ پس چاہئے کہ نہ زیادتی کرے بیچ قتل کے
اِنَّهٗ كَانَ مَنۡصُوۡرًا ﴿۳۳﴾ وَ لَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ هِیَ
تحقیق وہ یعنی وارث مقتول کا ہے مدد دیا گیا اور مت پاس جاؤ مال یتیم کے مگر اس نیت سے کہ وہ
اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَهۡدَ
بہت اچھی ہے یہاں تک کہ پہنچے جوانی اپنی کو اور پورا کرو عہد کو تحقیق عہد ہے
كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۴﴾ وَ اَوۡفُوا الۡكَیۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ وَ زِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ ؕ
سوال کیا گیا اور پورا کرو میان کو جب میان کرو اور تولو ساتھ ترازو سیدھی کے
ذٰلِكَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۳۵﴾ وَ لَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَكَ
یہ بہتر ہے اور اچھا ہے بازگشت میں اور مت پیچھے چل اس چیز کے کہ نہیں تجھ کو
بِهٖ عِلۡمٌ ؕ اِنَّ السَّمۡعَ وَ الۡبَصَرَ وَ الۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ
ساتھ اس کے علم تحقیق کان اور آنکھ اور دل ہر ایک ان میں کا ہے گا اس سے
مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۶﴾ وَ لَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ
سوال کیا گیا اور مت چل بیچ زمین کے اکڑتا ہوا تحقیق تو ہرگز نہ پھاڑے گا زمین کو
وَ لَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنۡدَ
اور ہرگز نہ پہنچے گا پہاڑوں کو لمباؤ میں یہ سب باتیں ہیں گی بری نزدیک
رَبِّكَ مَكۡرُوۡهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوۡحٰۤی اِلَیۡكَ رَبُّكَ
پروردگار تیرے کے ناپسند یہ اس چیز سے ہے کہ وحی کی ہے طرف تیری رب تیرے نے

حرام کیا ہے لہٰذا حق قتل حاصل ہوئے بغیر کسی کو قتل نہ کرو اور اگر کوئی ظلم کے ساتھ قتل کیا جائے گا تو ہم نے اس کے ولی کو بدلے میں قتل کرنے کا اختیار دے دیا ہے اور اسے چاہئے کہ وہ بدلے میں قتل کرنے میں کوئی زیادتی نہ کرے۔ اور باقی حق کے بدلے میں اسے مدد دی جانا طے کر دیا ہے (۳۴) اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ پھٹکو سوائے اس کے کہ وہ پسندیدہ اور مفید طریقہ ہو یہاں تک کہ یتیم اپنی جوانی تک آ پہنچے اور ہر عہد کو پورا کرو یقیناً ہر عہد پر باز پرس ضرور ہونا ہے۔ (۳۵) اور جب ناپو تو پیمائش صحیح کرو اور ترازو کی ڈنڈی کو ٹھہرا کر تولا کرو۔ وہ تمام کام تمہارے لئے بہت بہتر اور بہترین مقصد ہیں۔ (۳۶) اور جس چیز کا تجھے حقیقی علم حاصل نہ ہو اس کو بیان کرنے کے درپے نہ ہوا کر بات یہ ہے کہ کانوں آنکھوں اور قلب و ذہن وغیرہ سب سے ان کے افعال پر سوالات ہونا ہیں (۳۷) اور دیکھ زمین پر اکڑ کر اور کھٹاکھٹ کرتے نہ چلا کرو اس لئے کہ تو نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ اونچائی میں پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے (۳۸) تیرے پروردگار کے نزدیک ممانعت کی ہوئی وہ تمام باتیں بری اور ناپسندیدہ ہیں۔ (۳۹) اور وہ سب کچھ وہی ہے جو تیرے رب نے تیری طرف

کے ساتھ پھر اسلامی نظام کے قیام کی کوشش ہو رہی ہے۔ جو قائم ہونے کے بعد بھی شر ہی رہے گا اس لئے کہ خود ساختہ چیز سب کچھ ہو سکتی ہے۔ اسلام نہیں ہو سکتی۔ اسلام کا قیام معصومؑ کلام چاہتا ہے۔ اور ہرگز اجتہادی اصلاحات برداشت نہیں کرتا بلکہ ان کے قائم ہونے سے پہلے ہی ان کو تباہ کرنے کا انتظام شروع کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ انتظام برسرکار ہے۔ کوئی سمجھے نہ سمجھے کوئی جانے نہ جانے۔

(۹) آیات (۳۹ تا ۳۶ / ۱۷) بالواسطہ تنبیہہ کے لئے نازل ہوئیں اور ایسا تمام خطاب اُمت کو ہے۔

ان آیات (۳۹ تا ۳۶ / ۱۷) میں اور اس قسم کی دوسری آیات (۲۹ / ۱۷) وغیرہ میں خطاب رسولؐ اللہ سے ہوتا ہے مگر دراصل اُمت کو تنبیہہ کی جاتی ہے۔ علامہ بھی اتفاق سے یہاں متفق ہوئے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ :

مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ

حکمت سے اور مت مقرر کر ساتھ اللہ کے معبود اور پس ڈالا جاوے گا بیچ

جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ

جہنم کے ملامت کیا ہوا راندا ہوا کیا پسند کیا ہے تم کو پروردگار تمہارے نے

بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ

ساتھ بیٹوں کے اور پکڑیں آپ فرشتوں میں سے بیٹیاں تحقیق تم البتہ کہتے ہو

قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

بات بڑی اور البتہ تحقیق طرح طرح سے بیان کیا ہم نے بیچ اس قرآن کے

لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَ مَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ

تو کہ نصیحت پکڑیں اور نہیں زیادہ کرتا ان کو مگر نفرت کہہ اگر ہوتے ساتھ اس کے

اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

بہت معبود جیسا کہتے ہیں یہ کافر اس وقت البتہ ڈھونڈتے طرف صاحب عرش کی راہ

سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ

پاک ہے وہ اور بلند ہے اس چیز سے کہ کہتے ہیں بلندی بڑی تسبیح کرتے ہیں

لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ

واسطے اس کے آسمان ساتوں اور زمین اور جو کوئی کہ بیچ ان کے ہیں اور نہیں

حکمت میں سے بذریعہ وحی بھیجا ہے اور تجھے چاہیئے کہ تو اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود اختیار نہ کرے ورنہ تُو ملامت زدہ اور راندہء درگاہِ خداوندی ہو کر جہنم سے ملاقات کرے گا (۴۰) کیا تم لوگوں کو اللہ نے بیٹے عطا کرنے کے لئے پسند کرکے مخصوص کر دیا ہے اور خود اپنے لیے فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا ہے؟ بڑا عظیم الشان جھوٹ ہے جو تم بولتے ہو (۴۱) ہم نے اس قرآن میں رسوؐل کی قوم کے لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا ہے کہ ہوش میں آجاؤ سنبھل جاؤ مگر ان کے دماغوں میں نفرت کے اضافہ کے سوا اور کچھ ترقی نہ ہوئی (۴۲) اے رسوؐل ان کو بتاؤ کہ اگر اس کائنات میں کچھ اور خدا بھی ہوتے جیسا کہ تم لوگ کہتے چلے آرہے ہو تو وہ بھی عرش والے اللہ کے حضور میں پہنچنے کی کوشش کرتے اور اطاعت کی راہ اختیار کرتے (۴۳) جو کچھ تم اللہ کے لئے کہتے ہو وہ اس سے پاک و مبرا ہے اور بہت ہی بڑا اور ارفع و اعلیٰ ہے (۴۴) ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں کی ساری مخلوق اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں

"بظاہر تو خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو خطاب کرکے جو بات فرماتاہے۔ اس کا اصل مخاطب ہر انسان ہوا کرتاہے" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۱۷ آیت ۳۹ / ۱۷)

اس بات کی پشت پر جو اصول برسرکار رہتاہے وہ یہ ہے کہ آنحضرؐت سو فیصد معصوم ہیں۔ انہیں لغزش و خطا سے اور شک و شبہ سے ارفع و اعلیٰ پیدا کیا گیاہے۔ لہٰذا ان کو کسی غلط کام سے روکنا یا کسی غلط کام پر تنبیہ کرنا بے معنی اور عبث ہے۔ اس لئے مندرجہ بالاقسم کے خطابات بالواسطہ اُمت کے لئے ہوتے ہیں۔ اور ہونا چاہیں۔

(۱۰) آیت (۴۴ / ۱۷) میں کائنات کی ہر چیز کی حمد و ثنا اور تسبیح کا ثبوت ہے۔ تو ہر چیز کا ہادیؐ و نذیر و رحمت بھی ثابت ہے۔

ہم قرآن سے دکھا چکے ہیں کہ کائنات کی ہر مخلوق، خواہ جاندار ہو یا بے جان ہو مسلم ہے (آل عمران ۸۳ / ۳) اور ان کا عبادت کرنا اور تسبیح پڑھنا ثابت ہے (۴۴ / ۱۷) اور یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ ان سب کو ان کی نماز سکھائی گئی تھی (نور ۴۱ / ۲۴) اب سوال یہ ہے کہ کائنات کو اسلام اور اللہ کی عبادت اور تسبیح کی تعلیم کس نے دی تھی؟ کیا یہ کام نذیر للعالمین (فرقان ۱ / ۲۵) اور رحمت للعالمین (انبیاء ۱۰۷ / ۲۱) اور اوّلین مسلم (زمر ۱۲ / ۳۹) اور سب سے پہلے عبادت گزار (زخرف ۸۱ / ۴۳) صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کا ہو سکتا ہے؟ اور جب کہ اللہ حضوؐر سے یہ گواہی دلوا رہا ہو کہ۔

جو اللہ کی حمد و ثنا کی تسبیح نہ پڑھتی ہو لیکن یہ دوسری بات ہے کہ تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں اور اللہ تو نہایت بردبار اور بخشتے رہنے والا ہے (۴۵) اور جب آپؐ قرآن کی قرآت کرتے ہیں تو ہم آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے اور تمہارے درمیان ایک پوشیدہ اور قدرتی پردہ ڈال دیتے ہیں (۴۶) اور ان کو قرآن میں بیان ہونے والی پالیسی کو سمجھنے سے روکنے کے لئے ان کے دلوں پر بے توجہی کا غلاف چڑھا دیتے ہیں اور ان کے کانوں میں خود اعتمادی اور ذاتی وقار کی ڈاٹ لگا دیتے ہیں اور جب آپؐ قرآن سے اپنے پروردگار کی یکتائی کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے بزرگ لیڈروں کو گھاس نہیں ڈالتے تو وہ نفرت کی بنا پر اپنی پچھلی ولایت پر پختہ تر ہو جاتے ہیں۔ (۴۷) ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ غور سے قرآن سنتے ہیں تو کیا سنتے ہیں؟ اور جب باہم سرگوشیاں کرتے ہیں تو کیا باتیں کرتے ہیں؟ یہ غلط کار لیڈر یہ مشہور کر رہے ہیں کہ یہ شخص تو

مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ وَ لٰکِنۡ لَّا تَفۡقَہُوۡنَ

کوئی چیز مگر تسبیح کرتی ہے ساتھ تعریف اس کی کے ولیکن نہیں سمجھتے تم

تَسۡبِیۡحَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ

تسبیح ان کی تحقیق وہ ہے تحمل والا بخشنے والا اور جس وقت پڑھتا ہے تو قرآن کو

جَعَلۡنَا بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ

کر دیتے ہیں ہم درمیان تیرے اور درمیان ان لوگوں کے کہ نہیں ایمان لاتے

بِالۡاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسۡتُوۡرًا ﴿۴۵﴾ۙ وَّ جَعَلۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ

ساتھ آخرت کے پردا چھپا ہوا اور کردیتے ہیں ہم اوپر دلوں ان کے کے

اَکِنَّۃً اَنۡ یَّفۡقَہُوۡہُ وَ فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَقۡرًا ؕ وَ اِذَا

پردہ ایسا نہ ہو کہ سمجھیں اس کو اور بیچ کانوں ان کے کے بوجھ ہے اور جس وقت کہ

ذَکَرۡتَ رَبَّکَ فِی الۡقُرۡاٰنِ وَحۡدَہٗ وَلَّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِہِمۡ

یاد کرتا ہے تو پروردگار اپنے کو بیچ قرآن کے اکیلا پھر جاتے ہیں اوپر پیٹھوں اپنی کے

نُفُوۡرًا ﴿۴۶﴾ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَسۡتَمِعُوۡنَ بِہٖۤ اِذۡ

بھاگتے ہوئے ہم خوب جانتے ہیں اس نیت کو کہ سنتے ہیں ساتھ اس کے جس وقت کہ

یَسۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡکَ وَ اِذۡ ہُمۡ نَجۡوٰۤی اِذۡ

کان رکھتے ہیں طرف تیری اور جس وقت کہ وہ مصلحت کرتے ہیں جس وقت کہ

" اے رسولؐ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ وہ ہستی ہے جس کی تسبیح اور حمد و ثنا میں تمام آسمانوں اور زمینوں میں موجود مخلوقات مصروف ہیں؟ اور پرواز کرنے والی تمام مخلوقات صفیں باندھ کر بھی نماز پڑھتی ہے اور ان میں سے ہر کوئی اپنی اپنی نماز کی اور تسبیح کی حقیقت کا عالم ہے اور اللہ ان کے تمام افعال کا علیم ہے"

أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُۥ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱلطَّيْرُ صَٰٓفَّٰتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُۥ وَتَسْبِيحَهُۥ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٤١﴾ النور

اگر آنحضرتؐ ساری کائنات اور کائنات کی تمام موجودات کی عبادتوں، نمازوں اور حمد و ثنا کی تسبیحوں سے ناواقف تھے تو یہ کہنا کہ "کیا تم نے نہیں دیکھا" بہت غلط بات ہوتی بہرحال حضورؐ تمام موجودات پر عینی گواہ ہیں سب کے ہادی ہیں، نذیر و بشیر اور ان پر اللہ کی رحمت ہیں لہٰذا وہ ہر چیز کی تخلیق پر بھی گواہ ہیں تخلیق کے ساتھ ساتھ ہدایت کرنے والے بھی ہیں (طہ ۵۰ / ۲۰)

(۱۱) آیات (۴۸ تا ۴۵ / ۱۷) میں وہ قدرتی انتظام ہے جو قریشی دانشوروں کو بے وقوف بناتا تھا۔

ہم نے عرض کیا اور قرآن سے دکھایا کہ قرآن کی ترتیب اور تلاوت اس مقصد کو مدنظر رکھ کر کی گئی ہے کہ قومی لیڈروں کو قرآن کے الفاظ، آیات اور متن میں کمی بیشی اور رد و بدل کا موقع نہ ملے اور لوگ جتنا تلاوت کر لیا جائے اسے زبانی

جادو کا مارا ہوا آدمی ہے جس کے پیچھے تم لوگ قدم بقدم اس کی پیروی کر رہے ہو (۴۸) اے نبیؐ دیکھئے تمہاری قوم نے تمہارے لئے کیسی کیسی مثالیں پھیلا دی ہیں؟ چنانچہ وہ لوگ اس بری طرح راہ گم کرچکے ہیں کہ اب انہیں ہدایت کا راستہ پانے کی استطاعت ہی نہیں ہے۔ (۴۹) اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر سڑ گل جاویں گے اور ہڈیاں رہ جائیں گی تو کیا ہم پھر بھی از سرنو زندہ کرکے باز پرس کے لئے اٹھالئے جائیں گے (۵۰) ان کو بتاؤ کہ خواہ تم پتھر بن جانا یا لوہے کی صورت میں بدل جانا (۵۱) یا جو چیز تمہارے خیال میں اس سے بھی مشکل تر ہو وہ بن جانا پھر بھی تمہیں واپس لایا جائے گا اس پر وہ جلدی سے کہیں گے کہ کون ہمیں واپس لائے گا

يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ
کہتے ہیں ظالم نہیں پیروی کرتے تم مگر مرد جادو کئے گئے کی دیکھ کیوں کر
ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ وَ قَالُوْٓا
بیان کی ہیں واسطے تیرے مثالیں پس گمراہ ہوئے پس نہیں پاسکتے راہ اور کہتے ہیں
ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ
آیا جب ہو جاویں گے ہم ہڈیاں اور گلے ہوئے کیا ہم پھر اٹھائے جاویں گے
خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا
پیدائش نئی میں کہہ ہو جاؤ تم پتھر یا لوہا یا اور پیدائش اس قسم سے کہ
يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ
بڑی لگے بیچ سینوں تمہارے کے پس البتہ کہیں گے کون پھیر لاویگا ہم کو

یاد کر کے یا تحریراً قلم بند کر کے محفوظ کرتے چلے جائیں اور کوئی ایک فتنہ جو یہ نہ کہہ سکے کہ یہ آیت یوں نہیں بلکہ یہ کہتی ہوئی نازل ہوئی تھی اگر ایسا کہے تو چاروں طرف سے اس کی تردید ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ نے ان آیات میں یہ بھی بتا دیا کہ جب کوئی آیت یا جملہ یا نبوّت و امامتؑ کی داخلی پالیسی کے متعلق تلاوت کیا جانے والا ہوتا تھا توسیاسی اور تخریب کار دل و دماغ کی توجہ ہٹانے کے لئے اللہ کے قدرتی پردے اور غلاف اور رکاوٹیں ان کے کانوں، آنکھوں اور دلوں پر ڈال دیئے جاتے تھے۔ جیساکہ ہم نے تشریح نمبر (۸) اور آیت (۲۶ / ۱۷) اور آیت (روم ۳۸ / ۳۰) میں دکھایاہے۔ کہ ان آیات کو ایسی ترتیب دے دی گئی کہ ایک عام ذہن عام اخراجات کی طرف منتقل ہو جاتاہے اور مذکر و مونث اور واحد و جمع کے فرق پر متوجہ نہیں ہوتا۔ قرآن ایسی ترتیب و ترکیب سے لبریز ہے۔ سربراہ اسلام کے نام پر کسی کو اعتراض نہ ہو سکتا تھا لہٰذا بڑے اطمینان سے کئی جگہ نام لیا گیا مثلاً۔

(۱۱۔ الف) اوّلین اور حقیقی سربراہ اسلام اور اوّلین و آخرین کے رسولؐ کا نام محمدؐ۔

(۱) وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۝۱۴۴
(۲) مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۝۲۹
(۳) نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ٱلْحَقُّ ۝۲
(۴) مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۝۴۰

(۱) "رسولؐ کے سوا محمدؐ اور کچھ نہیں ہے" (آل عمران ۱۴۴ / ۳)۔ (۲) محمدؐ اللہ کا رسولؐ ہے (فتح ۲۹ / ۴۸)۔ (۳) محمدؐ پر نازل ہوااور وہ حق ہے (محمد ۲ / ۴۷)۔ (۴) محمدؐ تم لوگوں میں سے کسی کا باپ نہیں ولیکن وہ اللہ کا رسولؐ اور نبیوںؑ کو ختم کرنے والا ہے۔ (۴۰ / ۳۳)

(۱۱۔ب) امامت کا سربراہؑ امامؑ الاوّلین و آخرین رسولؐ کی قوم کو پسند نہ تھا تاکہ اپنے حال پر برقرار رہیں۔

اعلان نبوت کے دن سے قریش نے یہ طے کرلیاتھا کہ نبوت کو اگر تسلیم کرناہے تو اس شرط کے ساتھ ماننا ہے کہ:

"نبوّت و خلافت وحکومت خانوادہ نبوت میں نہ رہے گی" (الفاروق شبلی نعمانی جلداوّل صفحہ ۱۰۳)

اس لئے بعد رسولؐ سربراہ اسلام اور پوری کائنات کی ہر مخلوق کے امامؑ کا نام تو قرآن میں لیا گیا مگر اس طرح کہ کج فہموں اور سازشی دماغوں کے لئے بات بدلنے کا موقع رہے اور خدا کا ہم نام "علیؑ" قرآن سے نکالا بھی نہ جا سکے۔ چنانچہ مندرجہ بالا ترکیب و ترتیب کو بڑی احتیاط اور صفائی سے استعمال کیا گیا مثلاً فرمایا کہ:

قُلِ الَّذِیۡ فَطَرَکُمۡ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۚ فَسَیُنۡغِضُوۡنَ اِلَیۡکَ

کہہ وہی ہے جس نے پیدا کیا تھا تم کو پہلی بار پس جھکا دیں گے وہ طرف تیری

رُءُوۡسَہُمۡ وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہُوَ ؕ قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ قَرِیۡبًا ﴿۵۱﴾

سروں اپنے کو اور کہیں گے کب ہو گا وہ کہہ شاب ہے یہ کہ ہو نزدیک

یَوۡمَ یَدۡعُوۡکُمۡ فَتَسۡتَجِیۡبُوۡنَ بِحَمۡدِہٖ وَ تَظُنُّوۡنَ اِنۡ

جس دن بلاوے گا تم کو پس جواب دو گے ساتھ تعریف اس کی کے اور جانو گے کہ

لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۵۲﴾ ع وَ قُلۡ لِّعِبَادِیۡ یَقُوۡلُوا الَّتِیۡ ہِیَ

نہیں رہے تم مگر تھوڑا اور کہہ واسطے بندوں میرے کے کہ کہیں وہ بات کہ وہ

بتا دینا کہ وہی جس نے تمہیں پہلی مرتبہ عدم سے وجود بخشا تھا پھر وہ جلدی سے سر جھکا کر پوچھیں گے کہ جناب یہ بتاؤ کہ وہ عجیب و غریب عمل درآمد کب ہو گا ؟ تم کہہ دینا کہ کیا عجب ہے کہ وہ وقت قریب ہی کھڑا ہو کہ (۵۲) جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اس کی حمد و ثنا اور خوشامد کرتے ہوئے جواب دو گے اور تمہارا خیال ہو گا کہ تم مردہ حالت میں کچھ زیادہ دیر نہیں رہے ہو ۔ (۵۳) اور اے نبیؐ میرے بندوں سے کہہ دو کہ جب بھی بات کریں تو اس سلسلے کی

(۱) قَالَ هٰذَا صِرٰطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ ﴿۴۱﴾ (حجر ۴۱ / ۱۵) اللہ نے فرمایا " یہ علیؑ کا راستہ ہمیشہ برقرار و قائم رہنے والا ہے " چونکہ اللہ کا بھی ایک نام علیؑ ہے ۔ اور لفظ عَلِي و عَلٰی ایک ہی طرح لکھا جاتا ہے زیر و زبر وغیرہ بہت بعد میں لگائے گئے تھے۔ مطلب یہ کہ پڑھنے اور سمجھنے میں اختلاف تو اس لئے ہوا کہ ایک فرقہ اللہ و رسولؐ کے خلاف رہنے پر مُصِر تھا (انفال ۸ تا ۵ / ۸) مگر وہ فرقہ بھی اس آیت کو برقرار رکھنے پر مجبور ہوا۔ رہ گیا صحیح معنی و مطلب، وہ قاعدہ اور حقیقت پر غور کرنے والوں کے لئے وہی ہے جو ہم نے لکھا۔ ورنہ اللہ کے اوپر سے ہو کر گزرنے والا راستہ اسلام کے مقاصد کو کچل دے گا۔ اور علٰی پڑھنے سے عربی زبان اور کلام الٰہی مضحکہ بن کر رہ جائے گا ۔ پھر آپ کو یہ معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں امام اور امامت برقرار رکھنے کی دعا کی تھی (بقرہ ۱۲۴ / ۲) اور اللہ نے آئمہؑ کے لئے عصمت کی شرط لگائی تھی اور کہا تھا کہ کسی غلط کار کو امامت نہ دی جائے گی (۱۲۴ / ۲) لہٰذا یہ فیصلہ ہوا کہ جس کسی سے غلطی سرزد ہو سکے وہ امامؑ نہیں ہو سکتا ۔ پھر جناب ابراہیمؑ نے اپنی ذریت میں ایک مسلم اُمت برقرار رکھنے کی دعا کی تھی (بقرہ ۱۲۸ / ۲) اور جیسا مسلم بنا اپنے اور اسماعیل علیہما السلام کے لئے چاہا تھا اسی معیار کی اُمت مانگی تھی (۱۲۸ / ۲) مطلب یہ کہ جیسے امامؑ خود بنے تھے ویسے ہی امامؑ اپنی ذریت میں چاہتے تھے یعنی معصوم و محفوظ عن الخطا (۱۲۴ / ۲) چنانچہ اسی معیار کی مسلم اُمت چاہی تھی ۔ جو حضرت ابراہیمؑ کی ہمسر و ہم پلہ تھی ۔ پھر اسی دعا میں اسی وقت اسی اُمت میں ایک رسولؐ کے مبعوث کرنے کی درخواست کی تھی (بقرہ ۱۲۹ / ۲) اور اسی لئے حضرت محمدؐ مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے کہا گیا :

ہوئی پہلوئے آمنہؑ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ و نوید مسیّحا

لہٰذا لازم تھا کہ آپؐ اس رسولؐ کے جانشین ، خلیفہ اور امامؑ کے لئے بھی دعا فرمائیں چنانچہ آپؐ نے دعا کی تھی ۔ مگر زیر بحث ترکیب و ترتیب میں اس دعا کے الفاظ کو یوں کہا گیا۔

رَبِّ هَبۡ لِیۡ حُکۡمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۳﴾ وَ اجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۸۴﴾
الشعراء

اوّل۔" اے میرے پالنے والے مجھے حکومت ہبہ کر دے اور ان صالحینؑ کے ساتھ میرا الحاق (رابطہ) قائم کر دے جو (میری نبوت و رسالت و خلت اور امامت سے بھی) بڑے اصلاح کرنے والے ہیں ۔ اور ان آخری مصلحین میں میرے لئے ایک ہمیشہ حق بولنے والی زبان (والا) تعینات کر دے "۔

یعنی جس کی شان میں سردار دوجہاں مالکؐ کون ومکان یہ فرمائیں کہ :

(الف) پورے کفر کے مقابلہ میں پورا ایمان جا رہا ہے (ب) اے اللہ حق کو ادھر پھیر جدھر علیؑ پھرے اور یہ کہ :

اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ يَنۡزَغُ بَيۡنَهُمۡ ؕ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ كَانَ
بہت اچھی ہے تحقیق شیطان وسوسہ ڈالتا ہے درمیان ان کے تحقیق شیطان ہے
لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِيۡنًا ۝۵۳ رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِكُمۡ ؕ اِنۡ يَّشَاۡ
واسطے آدمی کے دشمن ظاہر پروردگار تمہارا خوب جانتا ہے تم کو اگر چاہے
يَرۡحَمۡكُمۡ اَوۡ اِنۡ يَّشَاۡ يُعَذِّبۡكُمۡ ؕ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ
رحم کرے تم کو یا اگر چاہے عذاب کرے تم کو اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو
عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا ۝۵۴ وَرَبُّكَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِى
اوپر ان کے داروغہ اور پروردگار تیرا خوب جانتا ہے ان لوگوں کو کہ بیچ

اچھی سے اچھی بات کیا کریں یہ شیطان ہی ہے جو آدمی کو اچھی بات کہنے میں رکاوٹ بنتا رہتا ہے اور لوگوں میں پھوٹ ڈالنے کا انتظام کرتا ہے۔ یقیناً وہ انسانوں کا کھلا دشمن ہے (۵۴) تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم کس دوغلی حالت میں الجھے ہوئے ہو اب وہ چاہے تو تم پر رحم کردے یا تمہیں عذاب میں مبتلا کردے۔ اور اے رسولؐ ہم نے تمہیں ان کی وکالت کرنے کے لئے نہیں بھیجا ہے لہٰذا مجھے اور ان کو ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ (۵۵) اور تیرا پروردگار

(ج) حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے۔ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے اس جملے کا جواب مسلسل ان ہی آیات میں نہیں دیا بلکہ ترتیب ایسی رکھی کہ تذکرہ ابراہیمؑ ہی کا رہے مگر لسان صدق اس طرح مذکور ہو کہ اس کا حضرات اسحاق و یعقوب علیہما السلام کو بھی ملنا ثابت ہوجائے۔ چنانچہ فرمایا کہ:۔

وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلۡنَا نَبِيًّا ۝۴۹ وَوَهَبۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا ۝۵۰ مریم

دوم۔ ''ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ بھی ہبہ کئے اور اُن کو اور اُن کے بعد والے تمام کو نبیؑ بنایا اور ہم نے انہیں اپنی رحمت سے ہبہ کیا اور ان دونوں کے اور اُن کے بعد والے انبیاؑ کے لئے علیؑ کو سچائی کی زبان بنایا''
یہاں یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ جن کے لئے علیؑ کو لسان صدق بنایا ہے وہ دو نبیؑ نہیں بلکہ وہ جمع کی تعداد میں ہیں (لَهُمۡ) اور بات صاف ہے کہ عہد ابراہیمؑ ہی سے آنے والے تمام انبیاؑ کے لئے علیؑ سچائی کی زبان رہتے چلے آئے۔

حٰمٓ ۝۱ وَالۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۝۲ اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝۳ وَاِنَّهٗ فِىۡۤ اُمِّ الۡكِتٰبِ لَدَيۡنَا لَعَلِىٌّ حَكِيۡمٌ ۝۴ الزخرف

''ح اور میم اور بیان کرنے والی خاص کتاب کی قسم جسے ہم نے عربی کا قرآن اس لئے بنایا ہے کہ تم عقل و فکر سے کام لے سکو اور یقیناً وہ کتاب مبین اور عربی قرآن ہماری طرف سے وہ علیؑ بھی ہے جو حکیم بھی ہے''
یہ چند نمونے پیش کر دینا فی الحال کافی ہے۔ قرآن کریم میں جو جو صنعتیں استعمال ہوئی ہیں۔ وقت ملا تو پیش کی جائیں گی۔ انشاء اللہ والامامؑ

(۱۱۔ج) رسولؐ کی قوم کے دانشوروں کو نبوتؐ و امامتؑ کی داخلی پالیسی سے غافل رکھنے میں بھی انصاف اور مکر سے کام لیا گیا۔

سطح بین اور معترضین کو ہمیشہ سے اس پر اعتراض رہا کہ اللہ جب لوگوں کی آنکھوں پر پردے ڈالدے، کانوں کو سننے سے بند کردے اور دلوں پر مہریں لگا دے تو کسی کا گمراہ رہنا بالکل قدرتی ہے اور ایسے گمراہ شخص کی گمراہی کا ذمہ دار خود اللہ ہے۔ یہی وہ عقیدہ تھا جو رسولؐ کی قوم نے اختیار کیا اور کہہ دیا کہ بندوں کو کوئی ذاتی اختیار نہیں ہدایت بھی اللہ دیتاہے گمراہ بھی وہی کرتاہے لہٰذا مجبوری ہے چاہے وہ جہنم میں بھیجے یا جنت میں داخل کرے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ قتل کرو خواہ زنا کرو یہ سب اللہ کے حکم اور مرضی سے ہوتاہے (وغیرہ وغیرہ) بہرحال اللہ نے ہر انسان کو مکمل اختیار و قدرت دی ہے اور اختیار و قدرت کو گھٹانے اور بڑھانے کے لئے سامان و اختیار و قدرت بھی دی ہے اور دنیاکے تمام انسان بلاکسی خدائی رکاوٹ کے مسلسل اپنے اختیار

السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ لَقَدۡ فَضَّلۡنَا بَعۡضَ النَّبِیّٖنَ

آسمانوں کے اور زمین کے ہیں اور البتہ تحقیق بزرگی دی ہم نے بعضے نبیوںؑ کو

عَلٰی بَعۡضٍ وَّ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادۡعُوا الَّذِیۡنَ

اوپر بعض کے اور دی ہم نے داوٗدؑ کو زبور کہہ بلاؤ ان لوگوں کو کہ

زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ فَلَا یَمۡلِکُوۡنَ کَشۡفَ الضُّرِّ عَنۡکُمۡ

دعویٰ کرتے ہو تم سوائے اس کے پس نہیں اختیار رکھتے کھولنا برائی کا تم سے

وَ لَا تَحۡوِیۡلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی

اور نہ بدل ڈالنا یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں ڈھونڈتے ہیں طرف پروردگار اپنے کی

آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوقات کے حالات کو خوب جانتا ہے ۔ لہٰذا اللہ کا ہر فعل صحیح ہوتا ہے یہ بات صحیح ہے کہ ہم نے بعض نبیوںؑ کو بعض نبیوںؑ پر فضیلت دی ہے لیکن ہم نے داوٗدؑ کو صرف زبور عطا کی تھی (۵۶) جو لوگ اللہ کے علاوہ بھی کچھ دوسرے لوگوں کا حق مانتے ہیں ان سے کہو کہ تمہارے ان بزرگوں کو نہ تو تمہارے مصائب اور نقصانات کو ہٹانے پر ملکیت حاصل ہے نہ ہی انہیں یہ قدرت ہے کہ تمہاری تکلیفوں کا رخ کسی اور طرف کو موڑ دیں (۵۷) اور یہ کہ جن کو تمہاری قوم شفیع، حاجت روا اور بزرگ سمجھتی ہے وہ تو خود ہی اپنے رب سے

و قدرت کو بڑھاتے چلے آئے ہیں ۔ اور نام نہاد مسلمانوں کا مندرجہ بالا عقیدہ ہر قدم پٹتا چلا آیا ہے ۔ اور قیامت تک انہیں ذلیل و رسوا کرتا چلا جائے گا ۔ یہ تو خدائی نظام کا ایک مستقل اصول ہے کہ مخالفوں کو خود ان کے بنے ہوئے جال میں پھنسنا پڑتا ہے چنانچہ کارپردازانِ قریش نے کہا تھا کہ:۔

(۱۱۔ د) اللہ نے کافروں، منکروں اور فریب سازوں کو ان کے اپنے جال میں پھنسائے رکھا ہے ۔

وَقَالُواْ قُلُوبُنَا فِيٓ أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُونَآ إِلَيۡهِ وَفِيٓ ءَاذَانِنَا وَقۡرٞ وَمِنۢ بَيۡنِنَا وَبَيۡنِكَ حِجَابٞ فَٱعۡمَلۡ إِنَّنَا عَٰمِلُونَ ﴿۵﴾ حٰمٓ سجدہ/ فصلت

”اے محمدؐ تو ہمیں جس تحریک میں شمولیت کی دعوت دیتا ہے اس کو سمجھنے اور قبول کرنے کے معاملے میں ہمارے قلب و ذہن غلافوں میں (Water tight) لپٹے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں تمہاری باتیں پہنچنے سے روکنے کے لئے ڈاٹیں لگی ہوئی ہیں اور تمہاری شخصیت سے بچانے کے لئے ہمارے اور آپ کے درمیان قومی مفاد کا پردہ لٹکا ہوا ہے لہٰذا تم اپنی سی کوشش کئے جاؤ اور ہم اپنا بندوبست کر رہے ہیں“

قارئین دیکھیں کہ اللہ نے آیات (۴۶۔۴۵ / ۱۷) میں بالکل وہی الفاظ۔ حِجَابٌ ۔ أَكِنَّةٍ اور وَقۡرٌ ۔ استعمال کر کے چیلنج کر دیا ہے کہ تم کوشش کرو لیکن اللہ کی پالیسی کو شکست نہ دے سکو گے یہی وہ لیڈران قوم تھے جن کے ساتھ اللہ کو ان سے بڑھ چڑھ کر مکر و کید سے کام لینا پڑا (ابراہیمؑ ۴۶ / ۱۴) (انفال ۳۰ / ۸) (طارق ۱۶۔۱۵ / ۸۶) ۔

(۱۲) آیات (۵۷۔۵۶ / ۱۷) اللہ سے بلا وسیلہ رابطہ و تعلق کا عقیدہ سیاسی لوگوں نے قائم کیا ہے ۔

یہ دونوں آیات بتاتی ہیں کہ جن بزرگوں کو قریشی لوگ اپنا وسیلہ اور شفیع بناتے تھے انہیں اللہ نے حاجت روائی و مشکل کشائی کی قدرت و اجازت اور سلطان نہ دیا تھا اور یہ کہ وہ ان کے بزرگ تو خود اللہ سے رابطہ، تعلق اور تقرب کے لئے ان وسائلؑ و وسائطؑ کے محتاج و متلاشی رہے تھے جو اللہ کے معیار پر اللہ کے عطا کردہ مدارج و اختیار و قدرت رکھتے تھے اور یہ اصول بھی اس آیت (۵۷ / ۱۷) میں طے کر دیا گیا ہے کہ ان وسائل و وسائط خداوندی میں بھی درجہ بندی موجود ہے اور ان میں جو اللہ سے جتنا قریب ہے اتنا ہی بزرگ تر اور حاجت روائی میں مقبول تر ہے اور ظاہر ہے کہ محمدؐ مصطفی اور ان کے مختلف ظہور یعنی آئمہ اہلبیتؑ جو خود بھی محمدؐ ہیں تمام انبیاء علیہم السلام سے تقرب خداوندی میں بڑھ کر اور عظیم تر ہیں اور جو ایسے وسیلوںؑ کو اختیار نہیں کرتا وہ یقیناً کافر و مشرک و بے دین ہے ۔

(۱۳) آیت (۶۰ / ۱۷) میں مسلمانوں کی گمراہی کے دو بڑے سبب، معراج اور ملعون نسل کا شجرہ ۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا حقائق پر پردوں کی تعداد بڑھتی گئی ۔ تیسری چوتھی صدی تک کے علما ”وَٱلشَّجَرَةَ ٱلۡمَلۡعُونَةَ“

رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ

وسیلہ کون سا ان میں سے بہت نزدیک ہے اور امید رکھتے ہیں رحمت اس کے کی

وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ

اور ڈرتے ہیں عذاب اس کے سے تحقیق عذاب پروردگار تیرے کا ہے

كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ

خوف کیا گیا اور نہیں کوئی بستی مگر ہم ہلاک کرنے والے ہیں اس کے پہلے دن

الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي

قیامت کے یا عذاب کرنے والے ہیں اس کے عذاب سخت ہے یہ بیچ

الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ

کتاب کے لکھا ہوا اور نہ منع کیا ہمارے تئیں یہ کہ بھیج دیویں ہم نشانیاں مگر

اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً

یہ کہ جھٹلایا ساتھ اس کے پہلوں نے اور دی ہم نے ثمود کو اونٹنی دلیل

فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝

پس ظلم کیا انہوں نے اس پر اور نہیں بھیجتے ہم نشانیوں کو مگر واسطے ڈرانے کے

وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ

اور جس وقت کہا ہم نے واسطے تیرے تحقیق رب تیرے نے گھیر لیا ہے

بِالنَّاسِ ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً

لوگوں کو اور نہیں کیا ہم نے وہ نمود یعنی خواب جو دکھلائی تجھ کو مگر آزمائش

لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ

واسطے لوگوں کے اور اسی طرح اوراس درخت کو کہ لعنت کیا گیا ہے بیچ قرآن کے

وَ نُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ۧ وَ اِذْ

اور ڈراتے ہیں ہم ان کو پس نہیں زیادہ کرتا ان کو مگر سرکشی بڑی اور جس وقت

تعلق و تقرب کے لئے سب سے قریب ترین مخصوص (اَلْوَسِيْلَةَ) وسیلے کی تلاش میں رہے ہیں۔ اور اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خوفزدہ تھے اور اس میں شبہ نہیں کہ تیرے پروردگار کا عذاب ہے بھی بچ کر رہنے کے قابل (۵۸) اور کوئی بستی ایسی نہ رہے گی جسے ہم قیامت کے دن سے پہلے پہلے ہلاک نہ کر دیں یا اس کے جرائم کی پاداش میں اسے سخت عذاب میں مبتلا نہ کرلیں اور وہ تمام تفصیلات الکتاب میں سطروں کے اندر لکھی ہوئی موجود ہیں (۵۹) ہمیں عذابی آیات بھیجنے سے نہیں روکا مگر اس بات نے کہ ان سے پہلے والے لوگ ان عذاب لے آنے والی آیات و معجزات کو جھٹلاتے رہے ۔ چنانچہ دیکھ لو کہ ہم نے ثمود کی قوم کو آنکھوں سے دیکھے جانے والی اونٹنی دی تھی اور انہوں نے اس پر ظلم کر کے اس معجزے کو جھٹلایا تھا اور ہم نے وہ معجزات اس کے علاوہ کسی اور مقصد سے نہ بھیجے تھے کہ ان کے ذریعہ سے سرکشوں کو خدا کا خوف دلایا جائے ۔ (۶۰) اور ہم نے آپؐ کو تب ہی بتا دیا تھا کہ حقیقتاً آپؐ کا پروردگار ان لوگوں کو گھیر کر فتنہ کی طرف لا رہا ہے چنانچہ ہم نے ان لوگوں کے لئے معراج کو اور اس شجرہ نسب کو فتنہ بنا دیا ہے جس شجرہ پر قرآن میں بار بار لعنت ہوئی ہے فتنہ اس طرح کہ انہوں نے معراج کو خواب و خیال کی باتیں قرار دیا اور اس ملعون نسل کو اپنا سرپرست و راہنما بنا لیا ہے جس سے ہم انہیں ڈراتے رہے ہیں۔ مگر ہمارا ڈرانا ان کی طاغوت پرستش میں بڑا اضافہ کرتا رہا ہے (۶۱) اور ملعون شجرے کی ابتدا وہاں سے ہوئی تھی جب

ابوسفیان اور اس کے آباؤ اجداد اور اولاد کو کہتے اور لکھتے اور سمجھتے رہے ۔ لیکن اس سے وہ تمام معاشرہ مراد ہے جس میں مخلوط نسل کے لوگ تھے جن کے یہاں جنسی تعلق کے لئے کسی رشتہ کی پابندی نہ تھی ۔ اور جن کی تفصیلات قرآن کریم نے اُمت کے لئے محفوظ رکھی ہیں ۔ جو ماں بہن اور بیٹی بھتیجی بھانجی اور نواسی کو جنسی ضرورت کے لئے بلا تکلف استعمال کرتے تھے ۔ اور جن میں ابلیس کے نطفے کی شرکت (۶۴ / ۱۷) چلی آ رہی تھی۔ یہی نسل تھی جسے انصارؓ اور خانوادہ نبوتؐ سے

قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا

کہا ہم نے واسطے فرشتوں کے سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو پس سجدہ کیا انہوں نے

اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ قَالَ ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ

مگر ابلیس نے کہا کیا سجدہ کروں میں واسطے اس شخص کے کہ پیدا کیا ہے تو نے

طِيۡنًا ۚ ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيۡتَكَ هٰذَا الَّذِىۡ كَرَّمۡتَ عَلَىَّ

مٹی سے کہا کیا دیکھا تو نے اس شخص کو کہ بڑائی دی تو نے اس کو اوپر میرے

لَئِنۡ اَخَّرۡتَنِ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ لَاَحۡتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ

اگر ڈھیل دے گا تو مجھ کو دن قیامت تک البتہ ہلاک کروں گا میں اولاد اس کی کو

اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذۡهَبۡ فَمَنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ فَاِنَّ

مگر تھوڑے کہا جا پس جو کوئی پیروی کرے گا تیری ان میں سے پس تحقیق

جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمۡ جَزَآءً مَّوۡفُوۡرًا ﴿۶۳﴾ وَاسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ

دوزخ ہے جزا تمہاری جزا پوری اور بہکا جن کو بہکا سکے ان میں سے

بِصَوۡتِكَ وَ اَجۡلِبۡ عَلَيۡهِمۡ بِخَيۡلِكَ وَ رَجِلِكَ

ساتھ آواز اپنی کے اور کھینچ بلا اوپر ان کے سواروں اپنوں کو اور پیادوں اپنوں کو

وَ شَارِكۡهُمۡ فِى الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَوۡلَادِ وَعِدۡهُمۡ ؕ

اور شریک ہو ان کا بیچ مالوں ان کے کے اور اولاد ان کی کے اور وعدہ دے ان کو

ہم نے ملائکہ سے کہا تھا کہ تم سب آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کر لیا تھا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ کیا میں اسے سجدہ کرلوں جو تیری مخلوق ہے اور مٹی سے تو نے پیدا کی ہے۔ (۶۲) اور یہ کہ آیا تو نے اس مٹی کے ڈھیر کو اس کی پوری خصوصیات و کیفیات کے ساتھ دیکھ بھال لیا ہے یا ویسے ہی الل ٹپ مجھ سے زیادہ مکرم بنا ڈالا ہے ؟ سن بات سن اگر تو مجھے قیامت کے دن تک موقع دے دے تو میں اس کی ذریت کی جڑیں اکھاڑ دوں گا سوائے چند لوگوں کے جن پر مجھے تسلط نہ ملے گا (حجر۴۰ / ۱۵) جو کہ علیؑ کے راستے پر گامزن ہوں گے (۴۱ / ۱۵) (۶۳) اللہ نے فرمایا کہ جا ہم نے تجھے موقع اور وہ تمام سامان اور اختیار دیا جس کی تجھے اس آزمائش میں ضرورت ہے لیکن سن لے کہ آدمؑ کی ذریت میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا ان کے اور تمہارے لئے جہنم کی پوری پوری جزا ملے گی ۔ (۶۴) تو اپنی رنگین بیانی سے اپنی خداداد استطاعت کے مطابق جس جس کو چاہے گرویدہ کرلے اور ان پر اپنے سواروں اور پیدل فوجوں سے چڑھائی کردے اور ان کے اموال اور اولاد میں شریک ہوجانا اور ان سے وعدے کرنا۔

دشمنی اور بغض تھا۔ اور اس آیت (۶۰ / ۱۷) میں ان کی شناخت یہ ہے کہ وہ جسمانی معراج اور رسولؐ کے مراتب کے منکر تھے ۔ معراج کو خواب یا روحانی واقعہ کہتے تھے ۔

(۱۴) ابلیس کو اللہ نے پورا موقع اور تمام ہی (۶۴ / ۱۷) مطلوبہ اختیارات و قدرت عطا کی تاکہ اتمام حجت ہو۔

وہ فریب ساز گروہ ابلیس کے ساتھ اللہ کے سلوک پر غور کرے جو یہ کہا کرتا ہے کہ :

(۱) رسولؐ کی صحبت میں برسوں تک رہنے والے لوگ کیسے وہ سب کچھ کر سکتے تھے جو پہلے دور کے صحابہ کے متعلق کہا جاتا ہے ؟

(۲) اگر وہ لوگ ایسے ظالم اور گمراہ ہوتے تو انہیں کیوں صحبت میں رکھا ہوتا ؟ کیوں رشتہ ازدواج قائم کیا ہوتا ؟

(۳) اگر علیؑ خلافت کے حقدار تھے اور اللہ و رسولؐ بھی ان ہی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے تو کیوں طاقت کے ذریعہ ان کو خلیفہ نہ بنا دیا؟

ان سے دریافت کرو کہ :

(۱) کیا اللہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ عزازیل نافرمانی کرے گا؟ آدمؑ کو سجدہ نہ کرے گا؟ معلوم نہ تھا تو ایسا اللہ تمہیں مبارک جو جاہل ہو ۔ اگر معلوم تھا تو اسے اور لاکھوں ان چیزوں کو کیوں پیدا کیا جو نوع انسان کو نقصان اور گمراہی سے دوچار کرتی ہیں؟ اور اگر غلطی سے پیدا کر دیا تھا تو :

(۲) نافرمانی کے بعد اسے نیست و نابود کیوں نہ کیا ؟ اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو گمراہ کرنے کا موقع کیوں دیا ؟ اور

اور شیطان کے وعدے تو ان کو مغرور کرنے والے ہیں (٦٥) یقیناً جو میرے بندے ہیں ان پر تجھے کوئی قابو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور تیرا پروردگار ان کی کارسازی اور وکالت کے لئے کافی ہے (٦٦) تمہارا پروردگار وہی تو ہے جو تمہاری کشتیوں کو روانی کی قوت دیتا ہے تاکہ تم اس کے بکھرے ہوئے فضل کی تلاش میں سمندروں میں اور سمندروں کے پار کی خشکیوں میں جا سکو اور یقیناً یہ اس کے تم پر مہربان ہونے کا ثبوت ہے (٦٧) اور جب تمہیں سمندر میں طوفانی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے تو اس کے سوا وہاں تمہاری مدد کرنے اور بچانے والا کوئی نہیں ہوتا اور وہ سب ایرا غیرا نتھو خیرا غائب ہوجاتے ہیں جن کے اشاروں پر چلتے ہو اور ان کی رٹ اور نعرے لگاتے ہو اور جب تمہیں اللہ بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم منہ موڑ لیتے ہو بات یہ ہے کہ انسانوں کی کثرت ناشکری کرنے والی ہے۔ (٦٨) کیا تم اس بات سے بالکل محفوظ ہو کہ تمہیں خشکی ہی میں اللہ زمین کا پیوند کردے یا تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی چھوڑ دے اور تم ان سے بچانے والا کوئی حمایتی اور وکیل نہ پاسکو (٦٩) کیا تمہیں اس کا بھی اندیشہ نہیں کہ اللہ پھر کبھی تمہیں سمندر میں لے جائے اور تمہاری ناشکریوں کے بدلے میں پھر ایک دفعہ طوفانی ہواؤں سے کشتی توڑ کر تمہیں غرق کردے اور تمہیں کوئی ایسی ہستی نہ ملے جو اللہ سے تمہاری اس غرقابی کی پوچھ گچھ

وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٦٤﴾ اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ

اور نہیں وعدہ دیتا ان کو شیطان مگر فریب کا تحقیق بندے میرے نہیں

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿٦٥﴾ رَبُّكُمُ

واسطے تیرے اوپر ان کے غلبہ اور کفایت ہے پروردگار تیرا کارساز رب تمہارا

الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ

وہ ہے جو چلاتا ہے واسطے تمہارے کشتیاں بیچ دریا کے تاکہ چاہو فضل اس کے سے

اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٦٦﴾ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ

تحقیق وہ ہے ساتھ تمہارے مہربان اور جب پہنچتی ہے تم کو سختی بیچ دریا کے

ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى

کھوئے جاتے ہیں جن کو پکارتے ہو مگر وہی پس جب نجات دیتا ہے تم کو طرف

الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ

جنگل کی منہ پھیر لیتے ہو اور ہے آدمی ناشکرا کیا پس نڈر ہو اس سے کہ

يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ

دھنسا دیوے تم کو طرف جنگل کی یا بھیج دیوے اوپر تمہارے مینہ پتھروں کا پھر

لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿٦٨﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ

نہ پاؤ تم واسطے اپنے کوئی کارساز یا نڈر ہو تم اس سے کہ لے جاوے تم کو

فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ

بیچ اس کے اور بار پس بھیجے اوپر تمہارے کشتی توڑنے والی باؤ سے پس ڈبا دیوے تم کو

بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ

بسبب اس کے کہ کفر کیا تم نے پھر نہ پاؤ تم واسطے اپنے اوپر ہمارے بدلے اس کے

(٣) شیطان کو وہ تمام سامان اور مدد کیوں دی جو گمراہی میں مددگار ہوجائے ؟

(٤) لاکھوں سال کی عبادت کرکے اور صحبت و قرب خداوندی میں رہنے کے باوجود بھی وہ کیوں کافر و نافرمان و سرکش رہا؟ وہ صحابہ کی طرح بقول تمہارے فرماں بردار کیوں نہ بن گیا ؟ چنانچہ یاد رکھو کہ اتمام حجت ایسی اہم چیز ہے کہ جب تک وہ خداوندی معیار پر پوری نہ کر دی جائے نہ کسی پر جہنم واجب ہوتا ہے نہ جنت کا حق پیدا ہوتا ہے۔ ابلیس نے ذریت آدمؑ کو اغوا کرنے اور انبیاءؑ کے خلاف محاذ بنانے کا چیلنج کیا تھا اور ذریت آدمؑ نے قیامت تک موجود رہنا تھا۔ اس لئے ابلیس کو ایک طویل عمر کا دیا جانا ضروری تھا۔ اور چونکہ یہ محاذ انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ پر تھا۔ لہٰذا ابلیس کو ایسی قدرت و اختیار دیا جانا لازم تھا کہ وہ انبیاءؑ کے بالمقابل گمراہی کا انتظام کر سکے۔ اور چونکہ حقیقی نبوتؑ و رسالتؑ و امامتؑ محمدؐ و آل محمد صلوۃ اللہ

تَبِيعًا ﴿٦٩﴾ وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ

پیچھا کرنے اور البتہ تحقیق عزت دی ہم نے بنی آدمؑ کو اور چڑھایا ہم نے ان کو

فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

سواریوں پر بیچ جنگل کے اور دریا کے اور رزق دیا ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے

وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا

اور بزرگی دی ہم نے ان کو اوپر بہتوں کے ان لوگوں سے کہ پیدا کئے ہیں ہم نے

تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ

بزرگی دینا جس دن بلاویں گے ہم سب لوگوں کو ساتھ پیشواؤں ان کے کے

اور چھان بین کرسکے (۷۰) یہ بھی ہمارا احسان ہے کہ ہم نے آدمؑ کی نسل کو مکرم بنایا اور انہیں خشکی میں اور سمندر میں سفر کے لئے سواریاں عطا کیں اور انہیں پاکیزہ اورپسندیدہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق کی کثرت پر فوقیت اور فضیلت عطا کی ہے اور فضیلت بھی معمولی سی نہیں بلکہ بہت بڑھا کر فضیلت دی ہے ۔ (۷۱) پھر اس دن کا تصور کرو جب ہم تمام انسانوں کو ان کے امامؑ کی ماتحتی میں بلائیں گے ۔

علیہم کی تھی ۔ اور ان کا دور از آدمؑ تا قیامت رہنا تھا ۔ اور انہیں اللہ نے اس پوری کائنات کو مسخر کرکے سونپا تھا ۔ ان کے لئے زمان و مکان کی قید نہ تھی ۔ ان کی نظر کے سامنے کوئی حجاب نہ تھا ان کے اشارے سے کائنات زیرو زبر ہوسکتی تھی ۔ اس لئے ابلیس کو بھی محیرالعقول قوت و قدرت و اختیارات دیئے گئے تاکہ اس کے ساتھ بھی عدل و انصاف برقرار رہے ۔ اور اسے اپنے کاروبار میں تنگیٔ داماں کی شکایت نہ رہے ۔ یہ حضرات پوری کائنات کو اپنے سامنے مستحضر دیکھتے تھے تو اُس کی نظر پوری موجود نسل آدمؑ کا احاطہ کرسکتی تھی ۔ نہ اسے اس سے زیادہ کی ضرورت تھی نہ اسے اس سے زیادہ دیا گیا ۔ وہ ہر ایسی صورت اختیار کرسکتا تھا جو انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے ضروری تھی ۔ لیکن یہ حضرات خاک سے نور تک لاکھوں مثالی اجسام پر قدرت رکھتے تھے ۔ لیکن قومی علما آنحضرتؐ اور دیگر انبیاؑ میں ایک بھی قدرت ایسی نہیں مانتے جو عام آدمی سے بڑھی ہوئی ہو ۔

(۱۵) آیت (۷۰ / ۱۷) میں وہ کون کون سی مخلوق ہے جو بنی آدمؑ سے افضل ہے ۔

علما کی کثرت اس آیت (۷۰ / ۱۷) سے کترا کر گزری ہے اورجس کسی نے اس آیت کے آخری جملے سے تعارض کیاہے اس نے چند احمقانہ باتیں لکھ کر جان چھڑائی ہے یہ آخری جملہ بڑا اہم تھاکہ اس میں کہا گیا کہ: (وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾ الإسراء)

ہمارا ترجمہ:۔ اورہم نے بنی آدمؑ کو اپنی تمام مخلوق کی کثرت پر بڑی فضیلت دی ہے ۔

مودودی ترجمہ: ۔ " اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی " (تفہیم القرآن جلد۲صفحہ ۶۳۱)

اس جملے کا ترجمہ تقریباً سب نے صحیح کیاہے اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ :۔

(۱) اللہ کی مخلوقات میں وہ کون سی مخلوق ہے جو تمام بنی آدمؑ پر فوقیت یا فضیلت رکھتی ہے ؟ دوسرے الفاظ میں یہ کہ:

(۲) وہ کون سی مخلوقات ہیں جو محمدؐ اور تمام انبیاء علیہم السلام پر فوقیت یا فضیلت رکھتی ہیں ؟ یا یہ کہاجائے کہ :

(۳) محمدؐ اور انبیا علیہم السلام بنی آدم میں شمار نہیں ہیں ؟ جب کہ ان حضرات کا بنی آدمؑ میں سے ہونا قرآن اور عقل و تجربے اور مشاہدے سے ثابت شدہ ہے ؟ ہمارے نزدیک یہ بڑی دلچسپ صورت حال ہے اور ہم نے اپنی تصنیفات میں اس پر تفصیل سے لکھاہے یہاں مختصراً یہ عرض کر کے گزر جانا چاہتے ہیں کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے افضل کوئی اور مخلوق نہیں ہے اور اس پر اُمت کے علمائے صالحین کا اتفاق بھی ہے ۔ لیکن الجھن یہ ہے کہ وہ بھی بنی آدمؑ میں شمار ہیں ماں باپ سے پیدا ہوئے آدمیوں کی طرح دنیا میں رہے اور آدمیوں ہی کی طرح موت واقع ہوئی اب دیکھنا یہ ہے کہ تخلیق کائنات کیوں اور کیسے ہوئی ؟ اس کا جواب بار بار سامنے آیاہے اللہ نے اپنا تعارف چاہا تو اوّلین مخلوق محمدؐ کا نور پیدا کر دیا سب سے

پہلے اللہ کا تعارف نور محمدیؐ سے ہوا اور یہاں سے تعارف کی مزید صورتیں پیدا ہوتی گئیں کائنات اور کائنات کی تمام مخلوقات کی تخلیق و ترتیب وخصوصیات کا مادی ومشہود ریکارڈ ساتھ کے ساتھ مرتب کرتے جانے کے لئے نور محمدیؐ کو قلم اور لوح محفوظ کی صفات دی گئیں کائنات کے مرکز کی حیثیت سے حضوؐر کو عرش اور کرسی کا مقام دیا گیا آپؐ کے پر تو سے ملائکہ و ارواح اور بتدریج دیگر مخلوقات کی تخلیق جاری ہوئی ایک ناقابل شمار زمانہ کے بعد مشاہدہ میں آسکنے والی مخلوق پیدا ہوئی اور پھر کہیں عرصہ دراز کے بعد تحقیق آدمؑ ہوئی اور آدمؑ میں بھی نور محمدیؐ کا پرتو واضح تر رہا اور اب بنی آدمؑ کی تحقیق جاری ہو گئی اور جو آدمؑ سے پیدا ہوا بنی آدمؑ کہلایا اور پوری کائنات اور محمدؐ کی پوزیشن پر اللہ نے فرمایا کہ:۔

" اگر تو نہ ہوتا (لَوْلَاكَ) تو میں یہ افلاک وغیرہ پیدا ہی نہ کرتا " (لَمَا خَلَقْتُ الافلاك) ہمارے اس بیان کو، کہ نور محمدیؐ کے لئے اور نور محمدیؐ کے پر تو سے اس پوری کائنات کی تخلیق اور نظم و ضبط وجود میں آیا، اس طرح ظاہر فرمایاہے کہ :

ٱللَّهُ نُورُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِۦ ﴿٣٥﴾ النور

" اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نوؐر ہے (کائنات میں) اس کے نوؐر کی مثال ایسی ہے ..." (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۰۵)

(۲)" ۶۲ آسمانوں اور زمین کا لفظ قرآن مجید میں "کائنات" کے معنی میں استعمال ہوتاہے لہٰذا دوسرے الفاظ میں آیت کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتاہے کہ "اللہ ساری کائنات کا نوؐر ہے "نوؐر سے مراد وہ چیز ہے جس کی بدولت اشیا کا ظہور ہوتاہے "(تفہیم القرآن ۳ صفحہ ۴۰۶)

یہاں اللہ نے خود کو لفظ " نوؐر " سے ظاہر کیا لیکن ساتھ ہی نور کو اپنے سے ایک الگ چیز بھی فرما دیا یعنی یہ کہہ دیا کہ " میرے نور کی مثال " یہ نہیں فرمایا کہ " میری مثال " یعنی ذات خداوندی الگ حقیقت ہے اور اس کا وہ نوؐر جسے وہ خود سے منسوب کرتاہے الگ چیز ہے اسی لئے کہ اس کی مثال دی ہے ورنہ اللہ کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جا سکتی (لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ﴿١١﴾ الشوریٰ) اس لئے کہ اللہ نوؐر کا خالق ہے اور نوؐر مخلوق اوّل ہے چنانچہ فرمایا کہ:

(۲) ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَجَعَلَ ٱلظُّلُمَـٰتِ وَٱلنُّورَ ﴿١﴾ الانعام

علامہ کا ترجمہ :" تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے ، روشنی (نوؐر) اور تاریکیاں پیدا کیں " (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۲۳) لہٰذا علامہ کے قلم سے بھی معلوم ہوا کہ وہ نور جس کی مثال دی گئی (۳۵ / ۲۴) اور جس کی قربت کی بنا پر اللہ نے خود اپنی ذات پاک کو نوؐر فرمایا وہ محمدؐ مصطفی ، سرور کائنات رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا اور اللہ اسی نوؐر کی طرف ہدایت کرتاہے (يَهْدِى ٱللَّهُ لِنُورِهِۦ مَن يَشَآءُ ﴿٣٥﴾ النور) اور اسی نوؐر کی مثال دیتاہے (۳۵ / ۲۴) اور وہی نوؐر ہے جسے بجھایا نہیں جاسکتا اور جسے اللہ ہر حال میں انتہائی حدود تک مکمل کرکے رہے گا (توبہ ۳۲ / ۹الصف ۸ / ۶۱) اسی نوؐر کو رسولؐ کی صورت میں بھیجا تھا (الصف ۹ / ۶۱، توبہ ۳۳ / ۹) وہی رسولؐ اپنے ساتھ بولتی چالتی کتاب اور اپنا مثنیٰ (دوسرا ظہور) یعنی نوؐر بھی لایا تھا (مائدہ ۱۵ / ۵) وہی اوّلین نور رسولؐ کی صورت میں توریت و انجیل میں مذکور ہوا اور اسی کی تعظیم وتکریم اور نصرت ہرمومن پر واجب ہوئی ہے اور اس رسولؐ کے ساتھ اس نوؐر کی اتباع بھی واجب ہوئی جو ان کے ساتھ ساتھ نازل ہوا تھا (اعراف ۱۵۷ / ۷) (تغابن ۸ / ۶۴) اس مختصر گفتگو میں غور کرنے والوں کو یہ ثبوت مل جاتاہے کہ وہ ہستی جس کی جگہ اللہ خود کو نوؐر فرما دے جس کی گفتار و رفتارو اعمال کو اپنی گفتار و رفتار و اعمال قرار دے وہ ہستی اور اس کے تمام ظہوؐر یعنی (۱۲) بارہ اور محمدؐ اور لوح محفوظ اور قلم اورعرش وکرسی اور اس نور کو لے کر چلنے والے تمام انبیاء علیہم السلام وہ ذوات مقدسہ ہیں جو تمام بنی آدمؑ سے اشرف و اعلیٰ ہیں اور ان ہی کو اس آیت (۷۰ / ۱۷)میں ایک عظیم الشان قلّت کی حیثیت سے بیان کیا گیاہے یہ حضرات بنی آدمؑ آدمیوں کی سہولت کے لئے بنائے گئے تھے ورنہ وہ تو خود آدمؑ کی جان و روح تھے ان کی ہی وجہ سے ملائکہ نے سجدہ کیا تھا اور رسولؐ اور علیؑ کا نازل ہونا ان معنی میں ہے انہیں خالص نوری حالت سے دیکھنے اور اتباع کے قابل بنانے کے لئے تنزّل دیا گیا تھا۔

(۱۶) آیات (۷۲۔۷۱ / ۱۷) میں اس امامؑ زمانہ حجت اللہ کا ذکر ہے جو پوری نوع انسان کو حساب کے لئے پیش کرے گا۔

کئی بار معلوم ہوا کہ قیامت کے روز تمام اُمتیں اپنے اپنے گواہوں کے ساتھ حاضر کی جائیں گی اور ان تمام اُمتوں اور ان کے

فَمَنۡ اُوۡتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیۡنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقۡرَءُوۡنَ

پس جو کوئی دیا گیا اعمالنامہ اپنا بیچ داہنے ہاتھ اپنے کے پس وہ لوگ پڑھیں گے

كِتٰبَهُمۡ وَ لَا یُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا ﴿۷۱﴾ وَ مَنۡ كَانَ فِیۡ هٰذِهٖۤ

اعمالنامہ اپنا اور نہ ظلم کئے جاویں گے تاگے برابر اور جو کوئی ہے بیچ اس دنیا کے

اَعۡمٰی فَهُوَ فِی الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۷۲﴾ وَ اِنۡ

اندھا پس وہ بیچ آخرت کے اندھا ہے اور بہت کھویا ہوا ہے راہ اور تحقیق

كَادُوۡا لَیَفۡتِنُوۡنَكَ عَنِ الَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ

نزدیک تھے کہ البتہ بہکادیں گے تجھ کو اس چیز سے کہ وحی کی ہم نے طرف تیری

لِتَفۡتَرِیَ عَلَیۡنَا غَیۡرَهٗ ٭ۖ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوۡكَ

تو کہ باندھ لیوے تو اوپر ہمارے سوائے اس کے اور اس وقت البتہ پکڑتے تجھ کو

خَلِیۡلًا ﴿۷۳﴾ وَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰكَ لَقَدۡ كِدۡتَّ تَرۡكَنُ

دوست اور اگر نہ ثابت رکھتے ہم تجھ کو البتہ تحقیق نزدیک تھا تو کہ جھک جاوے

اِلَیۡهِمۡ شَیۡئًا قَلِیۡلًا ﴿۷۴﴾ۙ اِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ الۡحَیٰوةِ

طرف ان کی کچھ تھوڑا اس وقت البتہ چکھاتے ہم دوگنا عذاب زندگانی دنیا کا

چنانچہ جن لوگوں کو ان کی کتاب ان کے دھنے ہاتھ میں دی جائے گی وہ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان کے ساتھ بال برابر بھی زیادتی اور حق تلفی نہ ہونے پائے گی۔ (۷۲) اور ہر وہ شخص جو اس دنیا میں باوجود عقل و ہوش و قلب و ذہن عقل کا اندھا رہے وہ لازم ہے کہ آخرت میں بھی نتیجتاً عملاً اندھا اور گمراہوں سے زیادہ گمراہ ثابت ہو۔ (۷۳) اے نبیؐ قریش نے تم سے ہماری بھیجی ہوئی وحی کے خلاف احکام جاری کرانے کی کوشش میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور تمہیں طرح طرح کے چکر دیئے ہیں تاکہ تم ہماری وحی کے خلاف کچھ نہ کچھ ضرور کہہ گزرو اور اگر تم ان کی مرضی کے مطابق چل کھڑے ہوتے تو وہ تم کو ضرور اپنا دوست بنا لیتے۔ (۷۴) اور وہ تمہیں ایسے موڑ پر لے آئے تھے کہ تم کو اگر ہم نے مضبوط نہ بنایا ہوتا تو تم ضرور کچھ نہ کچھ ان کی طرف جھک جاتے (۷۵) اور اگر تم ایسا کرتے تب تجھے ہم دوہری زندگی اور دوہری موت چکھاتے

گواہوں کو آنحضرتؐ کے سامنے حساب دینا ہو گا (نساء ۴۱ / ۴) لیکن یہ حاضری ایک کائناتی اور ہمہ گیر امام علیہ السلام کے ماتحت عمل میں آئے گی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین اور بارھواں امامؑ ہے جسے آج بھی صاحب العصر والزمانؑ، امام الانسؑ والجان کے لقب سے پکارا جاتا ہے جو ۳۲۹ھ سے زمان ومکان کے بندھنوں سے آزاد ہوکر پوری نوع انسان کی ہدایت میں مصروف ہیں۔یعنی اب انؑ سے ملاقات کے لئے کسی خاص مقام پر جانے کی ضرورت نہیں ہر جگہ ملاقات ممکن ہے۔ یہ وہی امامؑ عالی مقام ہیں جن کے پیچھے جناب عیسیٰ علیہ السلام اور باقی زندہ رکھے گئے انبیاً نماز پڑھیں گے۔ ان ہی کو حضرت مہدیؑ کہا جاتا ہے۔ قیامت ان کی حکومت کے دوران آئے گی جب وہ دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ کو بطور رجعت زندہ کر کے انتقام لے چکیں گے۔ جب وہ حقیقی اسلام قائم کر کے اس دنیا کو رشک جنت بنا چکیں گے جب قیامت کا اعلان فرمائیں گے اور ساری نوع انسان کو حساب کے لئے میدان حشر میں پیش کریں گے۔ اس کے بیانات و شہادات وقوع میں آئیں گی جن لوگوں نے اس دنیا میں اس بزرگ ترین امامؑ کو نہ پہچانا وہی آخرت میں بھی اندھے اور ناکام و نامراد رہیں گے (۷۲ / ۱۷) یہ ایک عام تنبیہہ (Warning) ہے ان تمام لوگوں کے لئے جو بارہویں امام علیہ السلام کا ذکر سن کر کوئی تحقیق وتفتیش نہیں کرتے۔

(۱۷)آیات (۷۶ تا ۷۳ / ۱۷)میں قریشی لیڈروں کے بے پناہ منصوبے اور ارادوں کا تذکرہ ہوا ہے۔

ان آیات میں سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ قریشی دانشوروں کی مجتہدانہ بصیرت اور اثر انگیز طرز تفہیم اس قدر تہہ در تہہ مصلحتوں اور قومی و فطری تقاضوں سے آراستہ ہے کہ اللہ ان کی طرف سے اپنے رسولؐ کو خطرے میں ہونے اور دھوکہ کھا جانے سے خبردار کر رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ اگر ہم نے تمہارے لئے تحفظ کا انتظام نہ کر دیا ہوتا تو وہ تمہیں نظام اجتہاد پر عمل پیرا کر ہی لیتے اور تم ہمارے نازل کردہ احکام میں ان کے مصالح اور پالیسی کو ضرور شامل کر لیتے قارئین سوچیں

وَ ضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا ۝

اور دوگنا عذاب موت کا پھر نہ پاتا تو واسطے اپنے اوپر ہمارے مدد دینے والا

وَ اِنۡ كَادُوۡا لَيَسۡتَفِزُّوۡنَكَ مِنَ الۡاَرۡضِ لِيُخۡرِجُوۡكَ

اور تحقیق نزدیک ہے کہ بچلادیں تجھ کو اس زمین سے تو کہ نکال دیں تجھ کو

مِنۡهَا وَ اِذًا لَّا يَلۡبَثُوۡنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۝ سُنَّةَ

اس میں سے اور اس وقت نہ رہیں گے پیچھے تیرے مگر تھوڑے عادت

مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنۡ رُّسُلِنَا وَ لَا

ان شخصوں کی کہ تحقیق بھیجا ہم نے ان کو پہلے تجھ سے پیغمبروں اپنے سے اور نہ

تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِيۡلًا ۝ ع ۸ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ

پاوے گا تو واسطے عادت ہماری کے تغیر قائم کر نماز کو وقت ڈھلنے سورج کے

اور تمہیں کوئی اپنے لئے مددگار بھی ہمارے مقابلے پر نہ ملتا(۷۶) اور یہ لوگ تو اس بات پر بھی تلے رہے ہیں کہ تمہیں اس زمین سے نیست و نابود کرنے کے لئے تمہارے قدم ہی اکھیڑدیں۔ لیکن اگر یہ ایسا کریں گے تو تمہارے پس پشت یہ لوگ بھی اس شہر میں چند ہی رہ جائیں گے یعنی کثرت تیرے پیچھے لگی رہے گی۔ (۷۷) جو رسُول ہم نے آپؐ سے پہلے بھیجے تھے وہ سب اسی سنت اور قانون پر کاربند رہے جس پر تم عمل پیرا ہو اور تمہیں ہمارے قوانین و سنت میں اِدھر اُدھر جھکنا، مڑنا رو رعایت کرنا نہ ملے گا۔ (۷۸) آپؐ زوال آفتاب سے رات کے جھکاؤ (ڈھلنے) تک

کہ جس دانشور گروہ کے لئے خود اللہ کو مقابلہ پر آنا پڑے وہ کس شاندار قانونی مہارت کا حامل ہونا چاہئے؟ ان دانشوروں کا راہنما ہی تو تھا جو رسولؐ کو حیران کن پسندیدگی کے قریب لے آیا کرتا تھا(بقرہ ۲۰۶تا۲۰۴/ ۲) اور آنحضرؐت کو دنیاوی تقاضوں کے ساتھ چلنے پر آمادہ کرنے میں کوشاں رہتا تھا پھر یہ دیکھیں کہ اگر لفظ بلفظ وحی سے آئے ہوئے احکام کو نافذ نہ کیا جائے تو وہ کفر وظلم وفسق (مائدہ ۴۴تا۴۷/ ۵) تو ہوتا ہی ہے مگر اس کی سزا دنیاو آخرت میں دوہری یا دوگنا بھی ہوتی ہے (۷۵ / ۱۷) اور تیسری بات یہ نوٹ کریں کہ قریشی راہنماؤں کی دوستی کی شرط یہ تھی کہ خالص مُنزّل من اللہ احکام پر عمل نہ کیا جائے (۷۳ / ۱۷) بلکہ ان احکام میں تقاضائے وقت کے ماتحت ردوبدل کرلی جایا کرے (یونس ۱۶۔۱۵ / ۱۰) اور اسی کو اجتہاد کہتے ہیں چونکہ رسولؐ اللہ نے اس طرز تنفیذ کو اختیار نہیں کیا اور انہیں اقتدار حکومت میں حصہ نہیں دیا تھا اس لئے انہوں نے خفیہ منصوبہ بنایا(آل عمران ۱۵۴ / ۳) اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے سازش کی قتل وقید وجلاوطنی کا انتظام کیا(انفال ۳۰ / ۸)(۷۶ / ۱۷) ہجرت کے بعد رفتہ رفتہ اسلامی نقاب پہن کر ان کی کثرت مکہ سے چلی آئی (۷۶ / ۱۷) اور آخر موقع پاکر ایک سنگین ومہلک اور زہریلی دوا سے قتل کر دیا(بخاری مرض النبی) قرآن کو مہجور کر کے (فرقان ۳۰ / ۲۵) قوم کو دو دوستوں نے رسولؐ والے خالص اسلام کے خلاف مجتہدانہ اسلام پر چلا دیا(۲۹۔۲۷ / ۲۵) اور آج تک علما اور لیڈروں کی کثرت اسی قومی خود ساختہ اسلام پر عمل پیرا ہے اور محمدؐ و آل محمدؐ سے دشمنی دلوں میں اور عمل میں پوشیدہ ہے محض زبانی دعوے اور نعرے اختیار کر رکھے ہیں تاکہ عوام کا تعاون حاصل رہے عوام محمدؐ وآل محمدؐ کو معصوؐم، حاجت روا، نجات دہندہ اور دعاؤں کے سننے اور قبول کرانے والا شفیع محشر اور دنیا میں کارساز سمجھتے ہیں لیکن علما ان تمام عقائد کو شرک کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ چالیس سال کی عمر تک (معاذ اللہ) جاہل، قرآن سے بے بہرہ تھے۔ ان کے والدین کو کافر مانتے ہیں اور انہیں خطاکار وعام بشری رجحانات ومیلانات سے مغلوب ہو جانے والا بشر قرار دیتے ہیں۔ یارسولؐ اللہ کہنا، نذرونیاز دلانا، بزرگان دین کی قبروں پر جانا، دعامانگنا، ان کی تعظیم کرنا شرک قرار دیتے ہیں۔ بعض صحابہ کو آنحضرؐت سے زیادہ دانش مند قرار دیتے ہیں۔ اللہ کو جابر وظالم کہتے ہیں، عدل وانصاف کو اللہ کے لئے ضروری نہیں مانتے اور اپنے سوا باقی تمام فرقوں کے علما اور مسلمانوں کو گمراہ قرار دیتے ہیں رسول بخش، حسین بخش، غلام رسول ایسے نام رکھنے کو شرک کہتے ہیں۔

(۱۸) آیت (۷۸ / ۱۷) نماز کے قیام پر اصولی حکم اور تلاوت قرآن کریم۔ قارئین اس آیت (۷۸ / ۱۷) میں

اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ

رات کے اندھیرے تک اور قرآن پڑھ فجر کو تحقیق قرآن پڑھنا فجر کا ہے

مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً

حاضر کیا گیا اور تھوڑی سی رات کو پس نماز تہجد کر ساتھ قرآن کے بڑھتی ہے

لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَ قُلْ

واسطے تیرے شتاب ہے کہ بھیجے تجھ کو پروردگار تیرا مقام محمود میں اور کہہ

رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ

اے رب میرے داخل کر مجھ کو داخل کرنا سچا اور نکال مجھ کو نکالنا سچا

نماز قائم کر دیں اور صبح والی قرآن کی قرات اس لئے جاری رکھیں کہ قرآن کا صبح ہی صبح پڑھنا سننے والی تعداد کی گواہیاں بڑھاتا جا رہا ہے ۔ (۷۹) اور رات کے کچھ حصے میں سونے کے بعد اٹھ کر قرآن کی تلاوت کرنا آپؐ کے لئے خاص طور پر اضافہ کیا جاتا ہے اس لئے کہ عنقریب تیرا پروردگار تجھے قابل حمد و ثنا مقام پر مبعوث کرنے والا ہے۔ (۸۰) اور اب یہ دعا اور تمنا کرو کہ اے میرے پالنے والے مجھے اس مقام میں داخل کر جو حق و صداقت کی قیام گاہ (مدخل) ہے اور مجھے اس مقام سے خارج کردے جو حق و صداقت کے کوچ کی جگہ ہے

زوال آفتاب سے لے کر آدھی رات تک نمازوں کے قیام کا حکم دیا گیاہے ۔ جس میں آپ کی ظہر و عصر اور مغرب و عشا کی نمازیں داخل ہوتی ہیں ۔ پھر صبح کی نماز کا ذکر فرمایا گیاہے ۔ اور زیادہ زور قرآن کریم کی تلاوت سے استفادہ پر دیا گیاہے ۔ نمازوں کی رکعات اور رکعات میں قیام و قعود اور رکوع و سجود اور تلاوت قرآن و تسبیح و تحلیل اور اذان و اقامت اور ان سب کی ترتیب وغیرہ تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی اُمتوں میں معلوم و مشہور چلی آ رہی تھیں اس لئے قرآن میں ازسرنو ان تفصیلات کے بیان کی واضح الفاظ میں ضرورت نہ تھی ۔ اس لئے صرف وہ باتیں بیان کر دی گئی ہیں جن میں اختلاف کرلیا گیا تھا ۔ یا جن کو بدل دیا گیا تھا ۔ یا جو مزید ارتقا و ترقی کے لئے ضروری تھیں ۔ بہرحال قرآن میں اللہ نے عبادتوں اور نمازوں کو فوجی پریڈ کی صورت نہیں دی تھی ۔ یہ جو نفرت انگیز اور جبری طریقے اور رواسم آپ آج دیکھتے اور سہتے چلے آ رہے ہیں ۔ یہ سب بعد وفات سرورؐ کائنات جاری کئے گئے تھے ۔ اور اسلام کو جہاں اپنی قومی اور ملکی ضروریات کا پاسبان اور ہم نوا بنا لیا تھا، وہیں اس کے نماز ، زکوٰۃ ، روزہ ، حج اور چند دیگر مسائل کو فوجی نظام اور ملک گیری کا آلہ کار بنا لیا گیا تھا۔ زکوٰۃ کو مال جمع کرنے اور ٹیکس وصول کرنے کا اتنا ضروری حربہ بنایا گیا ، کہ جو لوگ قومی حکومت کو یہ ٹیکس ادا نہ کریں انہیں انتہائی دیانت دار و تہجد گزارو پارسا مومن ہونے کے باوجود دوران نماز، نمازِ جماعت میں قتل کر دیا جاتا تھا ان کے گھر بار و فصل لوٹ لئے جاتے تھے ۔ ان کے بچوں ، جوانوں اور عورتوں کو لوٹنے کے بعد لونڈی و غلام بنا لیا جاتا تھا ۔ فوراً عورتوں کی عصمت لوٹ لی جاتی تھی ۔ اور یہ نماز مردم شماری اور گنتی لینے کا اور خاموشی سے اطاعت کرنے کا ذریعہ بنالی گئی تھی ۔ تاکہ کوئی زکوٰۃ دینے والا زکوٰۃ سے بچ نہ جائے ۔ روزہ لوگوں کو بھوکے رہنے اور مال بچانے کا اوزار بنا لیا گیا تھا ۔ آج ان دونوں ہی کو دوبارہ جبراً نافذ کرنے کی ترکیبیں تیار کی جا رہی ہیں ۔ دیکھتے ہیں کہ اس وقت تک انہیں موقع دیا جاتاہے یا رسی کھینچ لی جاتی ہے ؟ حج کو تجارت اور سمگلنگ کا آلہ بنایا ہوا تھا۔ وہاں مرکزی احکام دینے میں سہولت ہوتی تھی اور بس اسلام کے نام پر ان کے پاس اور کچھ نہ رہا ۔ استنجا ، وضو ، نماز اور زکوٰۃ و اذان ہے ۔ نماز ایسی کہ جس کو کوئی سمجھ کر نہیں پڑھتا ایک لاکھ مسلمانوں میں شاید ایک آدمی بھی ایسا نہ نکلے جو اوّل سے آخر تک نماز کو سمجھ کر پڑھتا ہو ۔ کہنا یہ ہے کہ اللہ نے نہ تو نماز کے اوقات مقرر کرنے میں مُلّا ازم دکھایا نہ نماز پڑھنے کا یہ فوجی مقصد سکھایا تھا ۔ پھر ماشاء اللہ مسلمانوں میں نماز کا طریقہ بھی ایک نہیں ہے اس میں بھی اتنے اختلافات ہیں کہ کفر و بدعت اور بے دینی کے فتوے لگتے چلے آئے ہیں ۔ یعنی نماز کو چُوں چُوں کا مربہ بنا کر چھوڑ دیاہے ۔ شاید اب جبراً ایک طریقہ ٹھونس دیا جائے ۔ اور دوچار سال چل بھی جائے ۔

نماز کا انتظام معصومؑ سربراہ کے ہاتھ میں رکھا گیا تھا ۔ جو تمام انسانوں کی آفاقی ضروریات اور پروگرام پر نظر رکھتے ہوئے اس کے اوقات مقرر کرتا تھا ۔ مگر جب اسلام کی قیادت غیر معصوم یا خاطی لیڈروں نے سنبھال لی تو جو طریقہ جسے پسند آیا

اختیار کرتا اور سابقہ طریقوں کو چھوڑتا یا بدلتا چلا گیا۔ اور یوں نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ وغیرہ بجائے عبادت کے لعنت بن کر رہ گئے۔ اسلام کے ہر ہر مقصد کو ضائع کر دیا گیا یہ نماز مومنین کے لئے معراج کا ذریعہ تھی جو آج دنیا میں انہیں تمام اقوام کا بھکاری بنانے میں لاجواب نسخہ ہے اب جب کہ معصوم قیادت کو انہوں نے الگ کر دیا ہے تو بھی قرآن ہی کے احکام وہ ذریعہ ہیں کہ آپ معصوم قیادت سے وابستہ ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا زوال آفتاب سے لے کر آپ کی نماز ظہر و عصر اس وقت تک جائز ہے جب کہ آپ نے ظہر پڑھ لی ہو اور عصر کی آخری رکعت سورج کے غروب کے وقت میں داخل ہو جائے۔ اسی طرح آپ کی مغرب و عشا کی نمازیں صحیح ہیں اگر عشا کی آخری رکعت آدھی رات کے بعد والے وقت میں داخل ہو جائے۔ یہ ہیں انتہائی حدود جو اللہ نے براہ راست مقرر کی ہیں۔ ان حدود کے اندر رہنے والوں کو برا بھلا نہ کہیے۔

(١٨۔ الف) نماز کے تین اوقات بہ اندازِ جداگانہ: چنانچہ پانچ نمازوں کے لئے اللہ نے تین ہی وقت مقرر فرمائے ہیں۔ پانچوں نمازوں کو الگ الگ اور فاصلے سے پڑھنے کو قرآن نے فرض نہیں کیا ہے۔ دیکھئے ارشاد ہے کہ:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِيَسْتَـْٔذِنكُمُ ٱلَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُكُمْ وَٱلَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا۟ ٱلْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَـٰثَ مَرَّٰتٍ ۚ ١۔ مِّن قَبْلِ صَلَوٰةِ ٱلْفَجْرِ ٢۔ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ ٱلظَّهِيرَةِ وَمِنۢ ٣۔ بَعْدِ صَلَوٰةِ ٱلْعِشَآءِ ﴿٥٨﴾ النور

"اے مومنین یہ بات ضروری ہے کہ تمہارے مالکت ایمان اور وہ بچے جو ابھی جنسی شعور تک نہیں پہنچے وہ تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں۔
١۔ صبح کی نماز سے پہلے پہلے ٢۔ اور ظہر کے بعد جب تم کپڑے اتارتے ہو اور ٣۔ نماز عشا کے بعد" مطلب واضح ہے۔ ١۔ صبح کی نماز تنہا ہے۔
٢۔ ظہر و عصر ٣۔ پھر مغرب و عشا اور ملاحظہ ہو۔

(٢) وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ طَرَفَىِ ٱلنَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ ٱلَّيْلِ ﴿١١٤﴾ ھود

(٢) "اور نماز قائم کرو دن کے دونوں طرف اور رات سے قریب قریب"

یعنی صبح ایک طرف ہے اور دوسری طرف مغرب و عشا ہے۔ یہاں ظہر و عصر کی نماز کا ذکر نہیں ہے جو کافی عرصے کے بعد شروع کی گئی تھی۔ تاکہ نماز بار بن کر نہ رہ جائے۔ لیکن آج اگر کوئی غلطی سے مسلمان ہو جائے تو اسے نماز کا رگڑا مار مار کر متنفر کر دیا جاتا ہے اور تمام فرائض و سنت و نوافل پڑھے بغیر اسے مسلمان نہیں مانا جاتا ہے۔ لیکن ہم اسے اسی تدریج سے پیار کے ساتھ پورے دینی احکام تک لائیں گے جو حضورؐ نے اپنے مخاطبین کے ساتھ روا رکھی تھی۔ اور چند سال میں اسے عالم و فاضل عابد و زاہد اور فداکار بنا دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ:

(١٨۔ ب) لفظ صلوٰۃ کے بغیر نماز کا ذکر۔ "مذہبی جنون رکھنے والوں کی بکواس

فَٱصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ ٱلشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۖ وَمِنْ ءَانَآئِ ٱلَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ ٱلنَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَىٰ ﴿١٣٠﴾ طٰہٰ

صبر سے برداشت کرلو اور اپنے رب کی حمد و ثنا سورج نکلنے سے پہلے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کے دوران میں بھی اور دن کے کناروں پر بھی۔ یہ اس لئے دوہرایا کہ شاید اے رسولؐ تم یوں ہم سے راضی ہو جاؤ"۔

یہاں سورج نکلنے سے پہلے صبح کی نماز، غروب سے پہلے ظہر و عصر کی نماز اور رات میں مغرب و عشا کی نماز بیان ہو گئی۔ اور دن کے دونوں طرف کہہ کر صبح و مغرب و عشاء پر زیادہ زور دیا تاکہ رسولؐ خوش ہو جائیں۔

(١٨۔ ج) بلالفظ صلوٰۃ نماز کا دوسرا تذکرہ: اب نماز کی اور آیت ملاحظہ کر لیں یہاں بھی لفظ صلوٰۃ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ تسبیح اور حمد کرنے کا حکم نماز کے معنی میں دیا ہے۔

فَسُبْحَـٰنَ ٱللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ﴿١٧﴾ وَلَهُ ٱلْحَمْدُ فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ﴿١٨﴾ الروم

"چنانچہ اللہ کو تمام عیوب و نقائص سے پاک ثابت کرو جب کہ تم شام کرتے ہو اور جس وقت تم صبح کرتے ہو اور تمام آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کی حمد ہونا چاہئے عشا کے وقت اور جب تم ظہر کرتے ہو"۔

وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا ﴿۸۰﴾ وَ قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ	اور اے میرے پروردگار میرے لئے اپنے حکم و رضامندی اور اپنے پاس سے میرا ناصر و مددگار حاکم و سلطان و خلیفہ برسرِ عمل و نصرت لے آ (۸۱) اور اب اعلان کردو کہ حق و صداقت کے سلطان کی آمد ہے اور نظام باطل کے فرار کا وقت آ گیا ہے اور باطل تو ٹھہرنے والا ہوتا ہی نہیں (۸۲) اور ہم قرآن میں سے وہ سامان نازل کر رہے ہیں جو ایمان لانے والوں کیلئے ہر بیماری سے شفاء اور رحمت ہی رحمت ہے اور قرآن میں نازل ہونے والا سامان اجتہادی مسائل والوں (مائدہ ۴۵ / ۵) کے لئے نقصان ہی میں اضافہ کرتا ہے۔ (۸۳) اور جب ہم انسانوں کو نعمتیں دیتے ہیں تو وہ بے توجہی سے دوسری طرف منہ کر کے کروٹ لے لیتے ہیں اور جب اسے شر و فساد سے واسطہ پڑتا ہے تو اللہ سے رجوع کی جگہ مایوس ہو جاتا ہے (۸۴) یہ بتا دو کہ سب ہی لوگ اپنے اپنے من پسند طریقوں پر عمل کرتے جاتے ہیں
اور کر واسطے میرے نزدیک اپنے سے غلبہ مدد دینے والا اور کہہ آیا حق	
وَ زَہَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَہُوۡقًا ﴿۸۱﴾ وَ نُنَزِّلُ	
اور گم ہوا باطل تحقیق باطل تھا گم ہونے والا اور اتارتے ہیں ہم	
مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ہُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ وَ	
قرآن میں سے وہ چیز کہ وہ شفا ہے اور رحمت واسطے ایمان والوں کے اور	
لَا یَزِیۡدُ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَ اِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَی الۡاِنۡسَانِ	
نہیں زیادہ کرتا ظالموں کو مگر ٹوٹا اور جب نعمت بھیجتے ہیں ہم اوپر انسان کے	
اَعۡرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِہٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّہُ	
منہ پھیر لیتا ہے اور دور کر لیتا ہے کروٹ اپنی اور جب لگتی ہے اس کو	
الشَّرُّ کَانَ یَـُٔوۡسًا ﴿۸۳﴾ قُلۡ کُلٌّ یَّعۡمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ ؕ	
برائی ہوتا ہے ناامید کہہ ہر ایک عمل کرتا ہے اوپر طریق اپنے کے پس	

یہاں ۱۔صبح ۲۔ظہر ۳۔عصر ۴۔ اور عشا کی نمازوں کا ذکر ہوا ہے ۔ پھر یہاں نماز مغرب نماز عشا کے ساتھ خود بخود شامل ہے اور اسی اصول پر عصر (تُمۡسُوۡنَ) کو سب سے پہلے اور ظہر کو سب سے آخر میں بیان کر کے جمع کر دیا ہے یعنی ان آیات کو دوہرایا جائے تو ظہر کے ذکر کے بعد عصر آ جائے گی ۔ مثلاً آپ جب دونوں آیات کا آخری جملہ (وَحِیۡنَ تُظۡہِرُوۡنَ) پڑھنے کے ساتھ ہی آیات کا پہلا جملہ پڑھیں گے تو صورت یہ ہو گی ۔

(وَحِیۡنَ تُظۡہِرُوۡنَ فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ)

جب تم ظہر کرتے ہو ، اللہ کو بے عیب ثابت کرو جب کہ تم شام کرتے ہو (یعنی عصر) یاد رکھیں کہ نماز ہو یا دین کا کوئی اور حکم و عبادت ہو اس کی عملی صورت ، ترتیب اور تعمیل سو فیصد معصومؑ سربراہ اسلام کے عمل کے مطابق رکھنا واجب ہے۔ کسی اور خاطی شخص کی کوئی ذاتی رائے قابل اعتنا نہیں ہوتی ۔ میں ہوں یا تم ہو ۔

(۱۹) آیات (۸۱ تا ۸۷ / ۱۷) میں رسولؐ کو محمودؐ اور عملاً محمدؐ بنانے اور حکومت عطا کرنے کا پروگرام، ناصر و سلطانؑ کی مدد۔

ان آیات کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے مودودی کی ایک دو باتیں پہلے سن لیں لکھا ہے کہ : " پہلی ہی آیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ یہ سورت معراج کے موقع پر نازل ہوئی ہے ۔ معراج کا واقعہ حدیث اور سیرت کی اکثر روایات کے مطابق ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا تھا " (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۸۶)

" اب وہ وقت قریب آ لگا تھا۔ جب آپ کو مکے سے مدینے کی طرف منتقل ہو جانے اور منتشر مسلمانوں کو سمیٹ کر اسلام کے اصولوں پر ایک ریاست قائم کر دینے کا موقع ملنے والا تھا۔ ان حالات میں معراج پیش آئی اور واپسی پر یہ پیغام (سورۂ بنی اسرائیل) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو سنایا "۔ (ایضاً ۵۸۶)

(۱۹ ۔ الف) نماز تہجد اور دعائیں اور وظائف اور فاضل عبادتیں بلامقصد نہیں تھیں ۔ علامہ کے ان بیانات سے معلوم ہوا کہ اعلان نبوت کے بعد بارہ سال تک مسلمانوں پر پانچ وقت کی نمازیں واجب نہ کی گئی تھیں ۔ معراج کے

بعد پنج وقتہ نماز فرض ہوئی اور خود رسولؐ اللہ دن رات عبادت کرنے اور نمازیں بجا لانے کے باوجود مسلمانوں پر اپنی طرح عبادت کا تقاضہ نہ کرتے تھے ۔ بلکہ رفتہ رفتہ بتدریج انہیں عبادت کی رغبت اور اس کے عملی نتائج سے مستفید کرنے میں کوشاں تھے۔ یعنی نبوت کے ۲۳ سال میں سے آدھے سے زیادہ عرصہ ترغیب وتحریص وتشویق و تدریج پر صرف کیا تھا اور ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تبلیغ و تعلیم اسلام میں آنحضرت کے نقش قدم اور سنت پر چلے تاکہ وہ ایسے مومنین پیدا کر سکے جیسے رسولؐ اللہ چاہتے تھے ۔ اور خود دن رات عبادت و ریاضت میں صرف کرے ۔ پھر یہ دیکھئے کہ معراج والی آیات میں اللہ نے جو کچھ رسولؐ سے فرمایا اسے قرآن کی سطروں کے بجائے حقیقی قرآن یعنی قلب پیغمبرؐ میں نقش کر دیا تھا فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ﴿۱۰﴾ النجم اور معراج کی تمام گفتگو کو یہ کہہ کر صیغۂ راز میں رکھا تھا کہ یقیناً رسولؐ نے اپنے رب کی بڑی بڑی آیات دیکھی تھیں (۱۸ / ۵۳) مگر یہاں سورۂ بنی اسرائیل (۸۰ / ۱۷) اس راز کی غمازی کرتی ہے ۔ یعنی حضورؐ وہ سب کچھ دیکھنے گئے تھے جس کو حاصل کرنے کے لئے یہ دعا (۸۰۔۷۹ / ۱۷) سکھائی گئی ہے اور تہجد کی نماز کا حکم دیا گیاہے ۔ یعنی جب تمام مومنین پانچوں وقت کی نمازیں پڑھنے لگیں گے ۔ جب رسولؐ اللہ تہجد میں راتیں گزار گزار کر دعائیں مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ معراج میں دکھائی ہوئی سب سے بڑی آیت کو "سُلْطَانًا نَّصِيرًا" کی صورت میں پیش کرے گا اور حضورؐ کو مقام محمود عطا فرمائے گا ۔ اس بات کو ذرا زیادہ واضح کرنے کے لئے پھر مودودی کا ایک بیان مدد دیتاہے وہ کہتے ہیں کہ :

"۱۰۰۔ یعنی یا تو مجھے خود "اقتدار" عطا کر یا "کسی حکومت" کو میرا مددگار بنا دے تاکہ اس کی طاقت سے میں دنیا کے اس بگاڑ کو درست کر سکوں ، فواحش اور معاصی کے اس سیلاب کو روک سکوں اور تیرے قانون عدل کو جاری کر سکوں ۔ اس کی تائید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کرتی ہے کہ : اِنَّ اللّٰہَ لَیَزَعُ بِالسُّلْطَانِ مَا یَزَعُ بِالْقُرْاٰنِ۔ یعنی :
"اللہ تعالیٰ حکومت کی طاقت سے ان چیزوں کا سدباب کر دیتاہے جن کا سدباب قرآن سے نہیں کرتا"(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۳۸)

(۱۹ ۔ ب) پنج وقتہ نمازوں اور تہجد کا مقصد خلافت الٰہیہ اور معصومؑ علوی حکومت قائم کرنا تھا اور آج بھی ممکن ہے ۔

قارئین نے یہ دیکھ لیا کہ علامہ مودودی نے اس آیت (۸۰ / ۱۷) کی تشریح میں اس بات پر پورا پورا زور اور دباؤ ڈالاہے کہ آنحضرتؐ یہ چاہتے تھے کہ کوئی حکومت اسلامی تحریک کو پھیلانے اور کامیاب کرنے کے لئے اٹھے اور حضورؐ کی مدد کرے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ نے یہی دعا مانگنے کا حکم دیا تھا ۔ گو علامہ نے اس دعا کے ساتھ اپنی طرف سے یہ ٹکڑا چپکا دیا ہے کہ " یا تو مجھے خود اقتدار عطا کر یا ۔۔۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۳۸)

اس پیوند کو خاص طور پر نوٹ کرنا چاہئے کہ اللہ کی بتائی ہوئی اور رسولؐ اللہ کی مانگی ہوئی دعا میں نہ تو اللہ نے کہا کہ "اے رسولؐ تم اپنے لئے اقتدار یا حکومت کی دعا کرو" اور نہ رسولؐ نے اپنے اقتدار اور حکومت کی دعا مانگی ۔ چنانچہ اس آیت (۸۰ / ۱۷) کا ہمارا اور رفیع الدین کا ترجمہ پڑھ کر علامہ مودودی کا یہ ترجمہ پڑھ لیں اور دیکھیں کہ اللہ سے دعا میں کیا چیز طلب کرتے رہنے کا حکم ملا تھا اور کیوں تہجد واجب کیا گیا تھا ؟

(۱۹ ۔ج) اللہ نے رسولؐ اللہ کو حکم دیا کہ حضرت علیؑ کی حکومت کو اسلام کی تائید کے لئے طلب کریں ۔

" اور دعا کرو کہ پروردگار مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے " ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے "(بنی اسرائیل ۸۰ / ۱۷ تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۳۷ ، صفحہ ۶۳۸)

یقین کر لیں کہ علامہ نے اپنی تشریح میں سراسر اپنا ذاتی خیال اللہ و رسولؐ کے ذمہ لگا کر مسلمانوں کو فریب دیاہے ۔ علامہ کے ترجمہ سے دو باتیں قابل غور ہیں ۔

(اوّل) عہدرسولؐ میں وہ کون سا اقتدار یا حکومت ایسی تھی جو اسلام کی تائید میں نصرت کرتی ۔

پہلی بات یہ سوچئے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے وہ کون سی حکومت تھی جو رسولؐ اللہ سے اسلام کے تمام اصول و عقائد و مقاصد میں متفق تھی یا ہوسکتی تھی ؟ دوسری بات یہ سوچنے کی ہے کہ اُس حکومت اور اس کے حاکم کی پوزیشن کیا ہوتی ؟ آیا وہ رسولؐ اللہ کے ماتحت رہتا یا رسولؐ اللہ اس کے ماتحت رہتے ؟ ظاہر ہے جو حکومت اور اس کا بادشاہ یا سلطان بلا رسولؐ

کی مدد کے قائم اور برسراقتدار تھے وہ رسولؐ اللہ کی ماتحتی کیوں اور کس لئے قبول کرتے؟ جب کہ انہیں قائم و برقرار رہنے میں رسولؐ کی مدد کی احتیاج نہ ہوئی تھی ؟ اور نہ آئندہ احتیاج ہوتی ؟ اور ظاہر ہے کہ اس حکومت کا اہل مکہ ، اہل قریش بلکہ اہل عرب سے کوئی مفاد کوئی رشتہ اور تعلق وابستہ نہ ہونا چاہئے ۔ ورنہ وہ کیوں ان کی مخالفت مول لے گی؟ اور کیوں مٹھی بھر اور کمزور ترین اور بے زر وبے پر لوگوں کی مدد کو اٹھتی ؟ اور جب کہ گرد و نواح کی کوئی حکومت اس وقت بھی تعاون کو تیار نہ ہوئی جب کہ انہیں سات سال بعد ایک کامیاب حاکم بن جانے کے بعد دعوت اسلام دی تھی ؟ یہ صحیح ہے کہ چند بادشاہوں (شاہ حبش اور شاہ مصر) نے چند تحفے وغیرہ ارسال کئے تھے ۔ لیکن تائید و نصرت کے لئے کوئی تیار نہ ہوا تھا۔

(دوم) وہ حکومت خودخانوادہ نبوت کی حکومت اور ریاست تھی۔ اسی خانوادہ کے پاس ملت ابراہیمؑ تھی اسی کی اتباع واجب ہے۔

بہرحال ہم نے کئی مرتبہ یہ بتایا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانے سے اللہ نے امامت و خلافت وحکومت کو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہد مبارک سے ملا دیا تھا۔ پھر اس حکومت کا بادشاہ یا سلطان خلیفہ دوم کے زمانہ تک موجود تھا۔ جس کانام جبلہ بن ایہم تھا۔ اور یہی وہ حکومت تھی جو حضورؐ کے تمام عقائد و اصول میں زمانہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے متفق چلی آ رہی تھی (بقرہ ۱۲۸ / ۲ أُمَّةً مُّسْلِمَةً) اسی قوم کو اور اس کے دین کو ملت ابراہیم فرمایا گیاہے (نساء ۱۲۵ / ۴ وغیرہ) اور اسی کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے (نحل ۱۲۳ / ۱۶ وغیرہ) اور قریش کے بدلے میں اسی قوم کو لانے کی دھمکیاں دی گئی ہیں(توبہ ۳۹ / ۹وغیرہ) اسی قوم کے لئے کہا گیاہے کہ وہ کبھی اور کسی حال میں کفر کرنے والی نہیں ہے(انعام ۹۰ / ۶)یہ قوم اور اس کا بادشاہ ہمیشہ سے ابراہیمیؑ خانوادے کے سربراہ کے ماتحت رہتے چلے آئے ہیں اب آخری زمانہ میں وہ عبدالمطلب اور پھر ابوطالب علیہما السلام کے ماتحت تھے اور معراج والی دعاکے زمانہ میں وہ ابوطالبؑ کے جانشین حضرت علیؑ کے ماتحت تھے لہٰذا دعا کا مطلب یہ تھا کہ علیؑ کو قانونی حیثیت سے مع اس حکومت کے میرا مددگار بنا دے لہٰذا علیؑ کی ماتحتی میں رہنے والی ہر چیز خود بخود حضورؐ کی ماتحتی و تحفظ میں آ جانا تھی لہٰذا مندرجہ بالا کوئی بھی سوال سر نہیں اٹھا سکتا تھا وہی حکومت تھی جس نے اپنے قبیلے (اوس و خزرج) کو مدینہ میں مدینہ کے یہودیوں کے مظالم سے بچایا تھا یعنی مدینہ کے انصار بھی اسی ملت اور قوم کے افراد تھے اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے بھی محمدؐ و علیؑ کے فداکار اور ان کے خادم و وفادار تھے اور معراج کی دعا میں مکہ سے نکلنے اور مدینہ میں پہنچنے کی تمنا کا ذکر بھی موجود ہے (۸۰ / ۱۷ مُدْخَلَ صِدْقٍ) اور مدینہ اسی قوم کا شہر تھا"

(۱۹ ۔ د) خانوادہ نبوت کی اسماعیلیؑ حکومت اور اس کی طاقت و قدرت اور شان :

حضرت اسماعیل کے بڑے فرزند جناب نابت علیہ السلام کی قائم کردہ نبطی حکومت اُمت مسلمہ کی صورت میں جس شان سے آنحضرتؐ کے زمانہ تک پہنچی اس پر ایک بیان سنتے چلیں ۔ جناب علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھاہے کہ:

(۱)" ناچار انٹی گونس نے خود اپنے بیٹے ڈیمیٹریوس (Demmetreus) کے زیر قیادت ایک دوسری جمیعت روانہ کی بے سر و سامان نبطی عرب میدان میں مقابلہ نہ کر سکے اور قلعہ بند ہو گئے۔ یونانیوں نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اس قید سے تنگ آ کر ایک دن ایک نبطی عرب (سپاہی) نے ڈیمیٹریوس کو ان الفاظ میں مخاطب کیا :

" اے بادشاہ ڈیمیٹریوس ! تم کس غرض سے اور کس کے حکم سے مجھ سے لڑتے ہو ؟ ہم صحرا میں رہتے ہیں جہاں پانی ہے نہ غلہ ہے نہ شراب ہے نہ اور ضرورت کی کوئی چیز ہے ہم نے صرف اپنی آزادی کی خاطر اس صحرا کی سکونت اختیار کی ہے اور تمام آسائش کی چیزیں دوسروں کے لئے چھوڑ دی ہیں اور ہم نے اس حیوانی زندگی پر قناعت کی ہے تمہیں ہم نے ستایا نہیں تم ہمیں کیوں ستاتے ہو ؟ ہمیں اپنا دوست سمجھو ورنہ یاد رکھو کہ تم اس طرح یہاں زیادہ دن تک نہیں ٹھہر سکتے تم کو پانی اور دوسری چیزوں کی ضرورت ہوگی اور تم ہم کو اپنے طرز زندگی کے بدلنے پر مجبور نہیں کر سکتے اگرتم نے قلعہ پر قبضہ پا بھی لیا ، تو تڑپتی ہوئی لاشوں اور چند غم زدہ قیدیوں کے سوا ، جو کبھی دوسروں کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے تم کچھ نہ پاؤ گے"۔

"ڈیمیٹریوس اس گفتگو سے بے حد متاثر ہوا، اور صلح قبول کرلی۔ اس اچانک حملے نے ان نبطی عربوں کو ایک منظم سیاسی جمیعت کے قالب میں بدل جانے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ اس انقلاب نے اس بدوی قوم کو وہ اہمیت بخشی کہ یونان عظمٰی، رومۃ الکبریٰ اور خاندان اسرائیل کی گردنیں بھی اس کے آگے کبھی کبھی جھک جاتی تھیں"۔ (کتاب ارض القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۷۔۶۸)
قارئین غور فرمائیں کہ جس حکومت اور جس قوم کی تائید حاصل کرنے کے لئے اللہ نے رسولؐ اللہ کو دعائیں مانگنے اور تہجد بجا لانے پر مامور کیا تھا اس کا ہر سپاہی خود دار، بہادر اور بہترین با اثر مقرر تھا۔ اور یہ کہ اسی قوم میں وہ صفات تھے جو عربوں کے لئے مشہور کئے گئے ہیں۔ شراب اور عیاشی اور بدمعاشی کا اس قوم میں نام و نشان تک نہ تھا۔

(۱۹۔ ہ) اس اقتدار اور حکومت کی وسعت جس کی تائید کے لئے آنحضرتؐ کو دعاکرنے کا حکم ملاتھا۔

اب قارئین نبطی حکومت کے حدود اربعہ اور وسعت ملاحظہ فرمائیں جناب علامہ سلیمان ندوی قدیم تواریخ سے ثبوت و شہادتیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

(۱)" ان شہادتوں سے ظاہر ہو گا کہ انباط کا ملک مغرب میں بحیرہ احمر اور مشرق میں خلیج فارس تک وسیع تھا۔ اور اس کے درمیان کے تمام ممالک یعنی عرب سنگستان، وعرب ریگستان، وبعض قطعہ عرب آبادان پر قابض تھے۔ لیکن اس طویل وعریض ملک میں انباط (قوم) کی اصلی آبادی خلیج عقبہ (ایلہ) کے اطراف میں تھی۔
ڈائیڈورس (قدیم اور اوّلین مورخ) کا بیان ہے کہ:
"اوپر گزرتے ہوئے تم خلیج عقبہ (ایلہ) میں داخل ہوگے جس کے حدود پر ان عربوں کی بہت آبادیاں ہیں جن کو لوگ نبط کہتے ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف سواحل کے بڑے حصے پر قابض ہیں بلکہ وہ اندرون ملک میں بھی دور تک پھیل گئے ہیں کیونکہ زمین آباد اور نہایت سرسبز ہے "(ارض القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۰)
(۲) اور سنئے کہ نبطی حکومت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹوں کی حکومت تھی۔ "یوسیفوس یہودی (مورخ۔احسنؔ) جو پہلی صدی مسیحی میں تھا لکھتا ہے کہ،" ملک بحر احمر (حجاز) سے نہر فرات (عراق) تک اسماعیلؑ کے بارہ(۱۲) بیٹوں کے قبضے میں ہے جن کے سبب سے اس (ملک۔احسنؔ) کا نام نباطینہ پڑ گیاہے" (ایضاصفحہ ۵۶)

(۱۹۔ و) وہ مطلوبہ قوم یا ملت حضرت اسماعیلؑ کی اولاد اور امامتؑ ونبوتؑ کی حامل اور ان کی جانشین تھی۔

پھر یہ دیکھئے کہ آنحضرتؐ کو جس ملت اور قوم کی اتباع اور تائید پر مامور کیا گیا تھا وہ خود آنحضرتؐ کے آباؤاجداد تھے اور دین اسلام یا ملت ابراہیمؑ کے وارث تھے۔ سنئے۔
" نبایوط (توریت میں مذکور نام۔احسنؔ) کو اہل عرب عموماً نابت کہتے ہیں ان کی روایتوں کے مطابق خانہ کعبہ کی تولیت حضرت اسماعیلؑ کے بعد سب سے بڑے بیٹے نابت کے حصہ میں آئی (اخبار الطوال ابوحنیفہ دینوری المتوفی ۲۸۱ھ) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبایوط نے حجاز ہی میں قیام کیا لیکن بعض حوالوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ فرزندان نبایوط عراق میں (بھی۔احسنؔ) موجود تھے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ بدویانہ زندگی کے ساتھ وہ حجاز سے عراق تک خانہ بدوشانہ پھیلے ہوئے ہوں گے" (ایضاً صفحہ ۵۶)

(۱۹۔ ز) حضرت علیؑ اس قوم کے اعلی ترین فرد اور ابوطالبؑ عبدالمطلبؑ اور اسماعیلؑ وابراہیمؑ کے وارث اور نبطیوں کے حاکم تھے۔

قریش کی تیار کردہ قومی تاریخ از سرتاپا فراڈ ہے اس میں ہر اس حقیقت کو چھپایا گیا جو قریشی لیڈروں کی فریب کارانہ پالیسیوں اور افسانوں کا پردہ فاش کرتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عربی لیڈروں نے حضرت نابت علیہ السلام کے بجائے قیدار کی اولاد میں کہہ کر ساری دنیا کو فریب دیا ہے۔ ہم نے ان تمام تفاصیل کو اپنی کتاب مرکز انسانیت میں لکھاہے۔یہاں یہ بیان کافی ہے کہ: "حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان کا نسب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ:
" ہم کوثیٰ (واقع عراق) کے نبط ہیں" اور یہ بالاتفاق معلوم ہے کہ وہ اسماعیلی قریشی عرب تھے، اس سے ثابت ہو گا کہ نبط اسماعیلی عرب ہیں جو عراق تک پھیلے ہوئے تھے"۔ (ایضاً صفحہ ۵۸۔۵۹)

(۱۹ ۔ ح) حضرت عمر بقول اپنے ہرگز نبطی اور خاندان رسولؐ کی شاخ اور شجرہ نسب سے نہیں ہو سکتے ۔

ہم نے طرح طرح سے ثابت کیاہے کہ وہ نام نہاد قوم قحطانی نسب سے تھی جسے زبردستی قومی تاریخ نے رسولؐ کی قوم بنایا ہے اور اس کا شجرہ حضرت ابراہیمؑ سے ملا کر دکھایا ہے ۔یہاں حضرت عمر کا بیان سنئے کہ وہ نبطیوں کو مخلوط النسل اور مشکوک النسب قرار دیتے ہیں لہٰذا ہرگز وہ ایسے شجرہ سے نہیں ہو سکتے جسے وہ خود ہی مخلوط النسل قرار دیتے ہوں ۔

" نسب نامہ سیکھو عراق کے نبط کی طرح نہ بن جاؤ کہ جب ان میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ تم کس خاندان سے ہو تو جواب دیتے ہیں کہ :
" ہم فلاں شہر کے ہیں " (ایضاً ارض القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۷)

تَعَلَّمُوا النَّسَبَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَنَبَطِ السَّوَادِ إِذَا سُئِلَ اَحَدُهُمْ عَنْ اَصْلِهٖ قَالَ مِنْ قَرْيَةِ كَذَا (عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۳۷)

اس بیان سے آپ یہ یقین کرلیں کہ خلیفہ دوم نبطیوں سے کس قدر متنفر تھے اور یہ کہ خواہ علیؑ نبطی ہوں تب بھی وہ نبطیوں کو پسند نہ کریں گے بات کہاں سے کہاں پہنچتی ہے ؟ بہرحال رسولؐ اللہ اور علیؑ کا خاندان جیسا بھی تھا۔حضرت عمر اور ان کے آباؤ اجداد اس خاندان سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے ۔ اور یہی حال باقی قریش کے لیڈروں کا تھا اور غالباً انہوں نے کربلا میں اسی نسل کو ختم کرنا چاہا تھا جو فخر عرب وعجم بن جاناچاہتی تھی ۔

(۱۹ ۔ ط) نبطیوں کی ایک شاخ کو غسانی بھی کہا گیاہے اور مدینے کے انصار بھی نبطی ہیں ۔

ہمارے رواں دواں اور مختصر بیان (تشریح ۱۹ ۔ ج دوم) کی تصدیق وثبوت میں اب یہ دیکھیں کہ رسولؐ اللہ کے خانوادے کے حقیقی افراد مکے میں نہیں بلکہ مدینے میں آباد تھے اور حضورؐ کی ہجرت کے معنی یہ ہیں کہ سرکارؐ دشمنوں کے شہر سے نکل کر اپنے اعزاء و اقربا اور اہل خاندان میں تشریف لائے تھے ۔ نہ کہ غیروں اور اجنبی لوگوں میں۔ مکہ میں سوائے چند گنتی کے مردوں اور عورتوں کے ، نہ کوئی خاندان رسولؐ کا فرد تھا نہ کوئی ہمدرد و معین ومددگار تھا۔ اس سلسلے میں چند باتیں اور سن لیں ۔ علامہ نے اوس و خزرج اور آل غسان کو نبطی ثابت کرنے کے لئے یہ سرخی قائم کی ہے ۔

"آلِ غَسَّان " : (۱) " نابتؑ بن اسماعیلؑ کی ایک اور شاخ "
" جس کو عموماً آل غسان یا غساسنہ اور کبھی بانیٔ خاندان کے نام سے آل جفنہ کہتے ہیں "(ایضاجلد ۲صفحہ ۷۸)
(۲) " خود عرب مورخین کی شہادت ہے کہ آل جفنہ پہلے تہامہ میں نہر غسان کے پاس آباد تھے اور اسی لئے ان کو غسّانی کہتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ تہامہ خاص اسماعیلیؑ عربوں کا مرکز تھا " (ایضاً ۷۹)

قارئین نوٹ کریں کہ یہی وہ علاقہ ہے جس کا باشندہ ہونا حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی اولاد ہونے کی یقینی دلیل تھی ۔ جس پر خلیفہ دوم نے اس لئے اعتراض کیا کہ انہیں اس زمانہ کی اقوام اسماعیلی نہ مانتی تھیں اور انہیں ضرورت تھی کہ اسماعیلی بننے کے لئے گردن میں لیبل لٹکا کر پھریں ۔

(۳) " بخاری میں روایت ہے کہ ابوہریرہؓ نے انصار کے ایک مجمع کو مخاطب کر کے حضرت ہاجرہؑ کا قصہ سنایا۔ آخر میں کہا " تِلْكَ اُمُّكُمْ يَابَنِيْ مَاءِ السَّمَاءِ" اے پاک نسبو (آسمانی نور کی نسل۔احسنؔ) یہ تھیں تمہاری ماں"
محدثین کو اس حدیث کی تاویل میں نہایت دقتیں تھیں (یعنی بہت بکواس کی ہے۔احسنؔ) لیکن آج جدید تحقیق نے تاویل و اشتباہ کا پردہ چاک کر دیا ۔ تمام علمائے انساب اس پر متفق ہیں کہ اوس و خزرج غسان کے ہم نسب ہیں ۔ اور خود اوس و خزرج کا بھی یہی دعویٰ ہے ۔ اس بنا پر اگر ہمارے دلائل غسان کے نابتی الاصل ہونے پر صحیح ہیں تو وہی بعینہ اوس و خزرج کے نابتی ہونے پر بھی ثبوت ہیں " (ایضاً ۸۶ ، ۸۵)

(۱۹ ۔ ی) سورۂ روم میں مسلمانوں کو روم کی فتح پر خوشیاں منانے کی حقیقی وجہ نبطی حکومت کی خوشی :

اب یہ دیکھئے کہ نبطی قبیلے کی اس دوسری شاخ یعنی آل غسان یا آل جفنہ کا اپنے چچا زاد بھائیوں یعنی آل اسحاقؑ و یعقوبؑ کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ رہتا چلا آیاہے ۔ اور رومۃ الکبریٰ اورنبطیوں کی حکومتیں ہمیشہ ایک دوسرے کی مددگار اور رنج

وغم میں مونس وغمخوار رہی ہیں اور یہ کہ قرآن کی ایک سورۂ کا نام سورۂ روم کیوں رکھا گیا؟ اور رومۃ الکبریٰ کی ناکامی پر رنج اور کامیابی پر مسلمانوں کو خوشیاں منانے کا حکم کیوں دیا گیا؟ ہم نے اس پر پہلے بھی لکھا ہے یہاں تو علامہ سلیمان ندوی کی بات سنیں:

”چھٹی صدی کی ابتدا سے ربع صدی تک (۶۰۱ء سے ۶۲۵ء تک) مشرق ومغرب میں یا مجوسیت اور عیسائیت میں جو زور آزمائیاں ہوئیں، ان سے غسانیوں کی یہ چھوٹی سی سلطنت بھی مستثنیٰ نہ تھی، خسرو پرویز (شہنشاہ ایران۔احسنؔ) کی اولوالعزمیوں نے پندرہ برس میں دامن فرات سے وادی نیل اور ساحل باسفورس تک ہر جگہ خاک اڑا دی شام میں رومیوں کی شکست نے ۶۱۳ء میں غسانیوں کی بساط الٹ دی۔ قرآن مجید کی یہ پیشینگوئی جو سورۂ روم میں ہے اسی موقع کے متعلق ہے رومی اپنی شہنشاہی کا تمام مشرقی حصہ کھو چکے تھے۔ آرمینیہ، شام، مصر اور ایشیائے کوچک ہر جگہ ”صلیبی علم“ کے بجائے ”درفش کاویانی“ لہرا رہا تھا۔ ایرانی قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے ہوئے پڑے تھے۔ ہرقل (ہرکلیوس) قیصر روم قسطنطنیہ سے فرار کا سامان کر چکا تھا۔ کہ مکہ کا پیغمبرؐ نبوۃؐ کی پرجلال آواز میں مترنم ہوا:

الٓمٓ ﴿١﴾ غُلِبَتِ ٱلرُّومُ ﴿٢﴾ فِيٓ أَدۡنَى ٱلۡأَرۡضِ وَهُم مِّنۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَيَغۡلِبُونَ ﴿٣﴾ فِي بِضۡعِ سِنِينَۗ لِلَّهِ ٱلۡأَمۡرُ مِن قَبۡلُ وَمِنۢ بَعۡدُۚ وَيَوۡمَئِذٖ يَفۡرَحُ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ﴿٤﴾ بِنَصۡرِ ٱللَّهِۚ يَنصُرُ مَن يَشَآءُۖ وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلرَّحِيمُ ﴿٥﴾ الروم

” آلمٓ ۔ رومی قریب کے ملک میں مغلوب ہوگئے وہ مغلوبی کے بعد عنقریب چند سالوں کے اندر غلبہ پائیں گے “ (فیصلے پہلے بھی اللہ کے صادر ہوتے ہیں اور بعد میں بھی اسی کا حکم چلے گا۔ رومیوں کی فتح کے روز اللہ کی نصرت پر مومنین خوشیاں منائیں گے ۔ اللہ جس کی چاہتا ہے نصرت کرتا ہے اور وہی تو ہے جو ہر ہر حالت میں غالب رہنے والا رحیم ہے) (اس بریکٹ میں ہم نے آیت کا وہ حصہ لکھا ہے جو علامہ نے چھوڑ دیا تھا۔ بیان مسلسل پڑھیں) دفعتہً ہوا کا رخ بدل گیا ۶۱۶ء (چھ سو سولہ) تک رومیوں نے ایک ایک کر کے اپنا ملک واپس لے لیا، غسانیوں نے سنبھالا لیا حارث بن ابی شمر ایک پرزور شخص غسانیوں میں بادشاہ ہوا“ (ایضاً صفحہ ۸۳)

یہاں یہ نوٹ کریں کہ سلطنت روم کی حمایت میں غسانیوں کے علاقے بھی چھن گئے تھے اللہ نے سورۂ روم نازل فرما کر عیسائی اور غسانی یعنی نبطی مومنین کو تسلی دی اور بتایا کہ عنقریب پھر سلطنت روم غالب آئے گی اور دونوں حکومتوں کو غلبہ اور ان کا چھینا ہوا علاقہ واپس ملے گا۔ لہٰذا اس روز تمام حقیقی عیسائی یعنی آل اسحٰقؑ ویعقوبؑ اور آل ابراہیمؑ یعنی آل محمدؐ کے مومنین خوشیاں منائیں۔ مطلب یہ کہ سارے انصار بھی خوشیاں منائیں اور پوری ملت ابراہیمؑ بھی جشن منائے۔ اور یہ پیشگوئی تین سال میں مکمل ہوگئی تھی۔ یہاں تک اس اقتدار، اس حکومت، اور اس قوم اور اس ملت کا تعارف ہو گیا جس کی تائید و نصرت کی دعا معراج میں سکھائی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت علیؑ اور انصار ہی نے اسلام کا پرچم بلند کیا اور بلند رکھا یہاں تک کہ ان دونوں سے قومی حکومت نے پورا پورا انتقام لیا۔ حالانکہ ان دونوں کی محبت اُمت پر واجب تھی۔ ان دونوں سے بغض اور دشمنی رکھنا منافقین کی شناخت تھی۔ (بخاری)

اگرچہ ہم نے یہ تمام ثبوت تاریخ کے مستند حوالوں کے ساتھ لکھا ہے قومی تاریخ میں ان واقعات پر سینکڑوں پردے ڈالے گئے ہیں اس لئے چاہتے ہیں کہ اسی کتاب سے علامہ سید سلیمان ندوی کے وہ چند جملے لکھ دیں جو وہ قومی اور عربی تاریخ اور اہل قلم کے لئے لکھتے ہیں۔

(۱۹۔۱۱) قومی تاریخ و حدیث و ریکارڈ قطعاً ناقابل اعتبار ہے۔ فراڈ ہے۔

پہلے یہ دیکھئے کہ ان کی تاریخ میں جسے چاہا جس کا چاہا بیٹا یا نسل کہہ دیا ہے۔

(ا) ”یہودی رواۃِ عرب تمام قبائل یمن کو تنہا اس یعرب کی اولاد قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ سبا کو بھی یعرب ہی کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ اور یہی رائے ہمارے یہاں (یعنی علمائے اسلام میں۔احسنؔ) متفقاً تمام علمائے ادب و انساب کی ہے۔ اس غلطی کا سربنیاد صرف عبید بن شریہ وغیرہ یہود یمن کے عام افسانے ہیں“ (ایضاً جلد اوّل صفحہ ۲۲۵)

(۲) ”روایات عرب میں غلطی سے سبا کو یعرب کی فرع تسلیم کر کے تمام قبائل سبا اور حکومت ہائے سبا کو قبائل یعرب اور حکومت ہائے یعرب کہتے ہیں، لیکن ہم بحوالۂ توراۃ ابھی ثابت کر چکے ہیں کہ سبا اور یعرب دونوں قحطان کی الگ الگ اور مستقل شاخیں ہیں“ (ایضاً صفحہ ۲۲۷)

فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝۸۴

پروردگار تمہارا خوب جانتا ہے اس شخص کو کہ وہ بہت پانے والا ہے راہ کا

وَ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ

اور سوال کرتے ہیں تجھ کو جان سے کہہ جان حکم پروردگار میرے کے سے ہے

وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۵ وَ لَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ

اور نہیں دیئے گئے تم علم سے مگر تھوڑا اور اگر چاہیں ہم البتہ لے جاویں

مگر تمہارا رب خوب خوب جانتا ہے کہ ان سب میں کون سب سے زیادہ صحیح راستے پر ہے۔ (۸۵) اور آپؐ سے یہ سوال کیا جارہا ہے کہ یہ روح کیا چیز ہوتی ہے؟ انہیں بتاؤ کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے وجود میں آجاتی ہے تمہیں اس جواب کو سمجھنے کے لئے ابھی تک جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے (۸۶) اور اگر ہم یہ چاہیں کہ اے محمدؐ جو کچھ ہم نے تمہیں وحی بھیجی ہے

(۳) "عام عرب مورخین نے حمیر کو سبا کا بلا واسطہ جانشین فرض کیا ہے، اور ان تمام ملوک یمن کو جو اس سلسلے میں اوّل سے آخر تک گزرے ہیں۔ ان کو حمیر بن سبا اور ملوک حمیر بن سبا سمجھتے ہیں۔ لیکن تصریح قرآن کے یہ بالکل مخالف ہے۔ اور تمام عبرانی، یونانی اور اثری شہادات قرآن کے ساتھ ہیں" (ایضاً صفحہ ۲۳۶)

(۴) "مورخین عرب نے ایک بڑی غلطی یہ کی ہے کہ حمیری بانیٔ حکومت سے حمیر ابن سبا تک جتنے آبائے نسب تھے ان سب کو بادشاہ قرار دے کر وہیں سے حمیری حکومت قائم کر دی۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں کہ ایک فرزند قبیلہ جو اتفاق سے ایک سلطنت کا بانی ہو جائے۔ اس سے لے کر خود پدر قبیلہ تک اس سلطنت کی نسبت مسلسل ہو، ابوالعباس سفاح عباسی حکومت کا بانی ہے۔ لیکن اس خاندان کے پدر اوّل حضرت عباس اس سے پانچ چھ پشت پہلے ہیں، اس بنا پر نسبِ عباسی کی ابتدا بے شک حضرت عباس سے کی جائے گی۔ لیکن ظاہر ہے کہ حکومت عباسی کی ابتدا حضرت عباس سے نہیں بلکہ سفاح سے کی جائے گی "(ایضاً صفحہ ۲۳۶)

(۵) "رواۃ عرب اس عورت کا نام بلقیس بتاتے ہیں لیکن بلقیس کا جو زمانہ وہ قرار دیتے ہیں وہ صحیح نہیں مفصل بحث آگے آئے گی "(ایضاً صفحہ ۲۳۷)

(۶) "عرب مورخین نے چونکہ سبا اور حمیر میں کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ اس لئے سلسلۂ حمیر سے الگ انہوں نے کسی بادشاہ کا ذکر نہیں کیا۔ ان کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلا تبع حارث الرائش ہے۔ ملوک حمیر کی تعداد ان کے ہاں بہت کم ہے۔ بلکہ بعضوں نے تو اس طبقہ کو بالکل حذف کر دیا ہے۔ وہ حمیر بن سبا کے بعد فوراً بلا واسطہ یا بچند واسطہ حارث رائش کا نام لے لیتے ہیں حالانکہ حمیر اور حارث رائش کے درمیان کم از کم ایک ہزار برس کا فصل ہے" (ایضاً صفحہ ۲۳۸)

(۷) "عام مسلمان مورخین چونکہ ہر قدیم عمارت کو "بنائے سلیمانی" کہنے کے عادی ہیں۔ اس لئے اس سدّ کا بانی وہ بلقیس بلکہ یمن وحرمِ سلیمانی کو قرار دیتے ہیں" (صفحہ ۲۵۱)

(۸) " اوس و خزرج عرب کے دومشہور قبیلوں کے نام ہیں جو اسلام کے پہلے سے مدینہ میں سکونت پذیر تھے۔ اسلام آیا تو وہ اس کے پر زور دست وبازو تھے۔ اور انصار ان کا خطاب تھا۔ عام طور سے ان کو قحطانی الاصل اور کہلان کے خاندان سے قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ رائے بھی صحت سے تہی مایہ ہے۔ زبان، مذہب اور اخلاق قومی کے علاوہ روایات سے بھی ان کے اسماعیلی ہونے پر مستحکم دلائل قائم ہیں" (ارض القرآن جلد ۲ صفحہ ۸۵)

(۹) "ایک نکتہ یہاں خاص طور پر لحاظ رکھنے کے قابل ہے۔ بنو امیہ اور عباسیہ کے زمانے میں یہ مذاق پیدا ہو گیا تھا کہ اپنے زمانے کے شعرا اور فصحا سے اشعار اور خطبے تصنیف کراتے تھے اور جاہلیت یا ابتدائے اسلام کے شعرا اور خطبا کے نام سے مشہور کرتے تھے" (سیرۃ النبی مصنفہ علامہ شبلی اور سلیمان ندوی)

یہ چند نمونے اس لئے پیش کئے گئے ہیں تاکہ ہمارے سامنے کوئی تاریخ سے ایسی بات نہ کہے جو بنی امیہ اور بنی عباس اور ان کے بزرگوں کے حق میں جاتی ہو۔

بِالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ

وہ چیز کہ وحی کی ہم نے طرف تیری پھر نہ پاوے تو واسطے اپنے ساتھ اس کے

عَلَیۡنَا وَكِیۡلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضۡلَهٗ كَانَ

اوپر ہمارے کارساز مگر مہربانی پروردگار تیرے کی طرف سے تحقیق فضل اس کا ہے

عَلَیۡكَ كَبِیۡرًا ﴿۸۷﴾ قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ

اوپر تیرے بڑا کہہ البتہ اگر اکٹھے ہوویں آدمی اور جن اوپر اس بات کے کہ

یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَ لَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ

لاویں مانند اس قرآن کی نہ لا سکیں گے مانند اس کی اور اگرچہ ہوویں بعضے ان کے

وہ واپس لے لیں تو تمہیں ہمارے مقابلے میں اسے واپس دلانے والا کوئی وکیل نہیں مل سکتا ہے۔ (۸۷) مگر ہمارا واپس نہ لینا اور تیرے ساتھ وابستہ رہنا تیرے پروردگار کی رحمت کی دلیل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تجھ پر اس کا بہت ہی بڑا فضل و کرم ہے۔ (۸۸) اُن کو چیلنج کردو کہ اگر تمام جن اور انسان مل کر یہ کوشش کریں کہ اس قرآن کی مانند ایک کتاب تیار کر لیں تو وہ ہرگز اس کی مثال پیش نہ کر سکیں گے خواہ وہ سب آپس میں ایک دوسرے کے پشت پناہ ہی کیوں نہ بن جائیں۔

(۲۰) آیات (۸۷۔۸۶ / ۱۷) احکام کو واپس لینا شدت سے منع کرتی ہیں۔ ان آیات سے عموماً یہ سمجھا گیا ہے کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو یہ دھمکی دی ہے اور گویا نبوت چھین لینے اور قرآن کی تعلیمات واپس لے لینے کی خبر دی ہے۔ اسی قسم کا تصور علما نے بہت سی آیات کی ذیل میں پیش کیا ہے۔ اگر اس تصور کو تسلیم کر لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ اللہ نے وحی بھیجنے اور تعلیمات نافذ کرنے کے لئے بہت غلط اور ناقابل اعتماد آدمی مقرر کر دیا تھا۔ جب تجربہ ہو گیا تو اس سے نبوت واپس لے لی اور کتاب بھی چھین لی۔ لہٰذا چھٹی ہو گئی۔ یعنی اب یا تو اللہ انسانوں کی ہدایت کا جھگڑا چھوڑ کر گوشہ تنہائی اختیار کر لے گا۔ یا پھر آئندہ کسی بہتر اور موزوں تر آدمی کو نبوت عطا کرے گا۔ جو سابقہ غلطیاں نہ کرے۔ لیکن اس کا کیا علاج ہو گا کہ سابقہ غلط کار نبی نے جو آیات لوگوں کو سنا دیں اور لوگوں نے یاد کرلیں یا اپنے پاس لکھ لیں اور وہ غلط تعلیم بھی محفوظ کرلی جو سابقہ نبی نے دی تھی؟ اسے کیسے واپس لیا جائے گا؟ کیا ان سب لوگوں کو مع اس نبوت کے موت کے گھاٹ اتارے بغیر اس سابقہ تعلیم کو مٹایا جا سکے گا؟ کیا اس تمام گڑبڑ کا ذمہ دار خود اللہ کو نہیں بنا دیا گیا؟ یعنی اگر وہ پہلے ہی ذرا غور و خوض سے کام لے کر ایک موزوں اور غلطیوں سے محفوظ و معصوم نبی بھیج دیتا تو کوئی گڑبڑ نہ ہوتی۔ لیکن قریشی اسکیم کو پاؤں چلانے کے لئے ایک غلط کار و خاطی نبی اور غلط کار و خاطی خلافت بہت ضروری ہے تاکہ قوم کا ہر خطا کار برابر کا شریک رہے اور جب چاہے اپنا غلط اور صحیح ہر مشورہ پیش کرتا چلا جائے۔ یہ ہے حقیقی شرک جس میں ایک غلط کار خدا، غلط کار نبی، غلط کار لیڈر اور غلط کار قوم ایک دوسرے کی شرکت، وساطت اور مشاورت سے کارِ دنیا و دین چلائیں۔ لہٰذا مندرجہ بالا تصور اپنی ہر صورت اور ہر مقدار میں طاغوتی تصور ہے۔ یہاں ان آیات (۸۷۔۸۶ / ۱۷) میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہم نے جو احکام وحی کے ذریعہ بھیجے ہیں۔ ان کو ہم واپس لے سکتے ہیں مگر ان کو واپس لینے اور نافذ نہ کرانے کی صورت میں اسلام کے مشن کا نتیجہ الٹ جائے گا اور اس صورت میں ذمہ داری خود تمہاری ہو گی اور پھر ہم آپ کو برے نتائج سے بچانے کے لئے کوئی بحث، عذر اور وکالت نہ سنیں گے۔ اور جن احکام کے نافذ کرنے میں تمہیں خطرہ نظر آتا ہے وہی احکام تم پر رحمت و فضل و کرم کی انتہا کرنے کے لئے نافذ کرنا ضروری ہیں۔ یہاں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ گفتگو یا اس قسم کی دوسری آیات از سرتا پا تمام احکام کو واپس لینے کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ منکروں، کافروں حتّٰی کہ شیطانوں کو بھی تمام آیات یا تمام احکام یا ساری وحی پر اعتراض نہ تھا۔ جھگڑا اس پر رہا ہے کہ نبیؐ اور جانشین نبیؐ کا مقام کیا ہے؟ اللہ نے انہیں مسجود ملائکہ بنایا۔ ابلیس اینڈ کمپنی کو یہ پسند نہیں ان کے یہاں سجدہ کا حق غیر خدا کو نہیں ہے اور اللہ انبیاؑ اور جانشینانِ انبیاؑ، کو اس معاملے میں غیر خدا نہیں سمجھتا۔ چنانچہ ہر وہ حکم جو شدید مخالفت اور عداوت کھڑی کر دے اسے نافذ کرنے کے لئے نبیؑ وہ وسائل چاہتا ہے جو اس کا اور مشن کا تحفظ کریں اور اللہ وہ وسائل فراہم کرتا ہے۔ اس دوران مندرجہ بالا قسم کے احکام آتے ہیں۔ جیسا کہ اعلان خلافت و مولائیت کے وقت اللہ نے فرمایا تھا کہ:

لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا

واسطے بعضوں کے مددگار اور البتہ طرح طرح سے بیان کیا ہے ہم نے

لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ

واسطے لوگوں کے بیچ اس قرآن کے ہر مثال سے پس انکار کیا اکثر لوگوں نے

اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى

مگر کفر کرنا اور کہا انہوں نے ہر گز نہ مانیں گے ہم واسطے تیرے یہاں تک کہ

تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ

پھاڑ دیوے تو واسطے ہمارے زمین میں سے چشمہ یا ہووے واسطے تیرے باغ

مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾

کھجوروں کا اور انگوروں کا پس پھاڑ لاوے تو نہریں درمیان اس کے پھاڑ لانے کر

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ

یا ڈال دے تو آسمان کو جیسا کہا کرتا ہے تو اوپر ہمارے ٹکڑے ٹکڑے یا

تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ

لے آوے تو اللہ کو اور فرشتوں کو مدمقابل یا ہووے واسطے تیرے ایک گھر

مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ

سونے کا یا چڑھ جاوے تو بیچ آسمان کے اور ہر گز نہ مانیں گے ہم چڑھ جانے تیرے کو

حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ

یہاں تک کہ اتار لاوے تو اوپر ہمارے کتاب کہ پڑھیں ہم اس کو کہہ کہ

سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع وَ مَا

پاک ہے پروردگار میرا نہیں ہوں میں مگر آدمی پیغام پہنچانے والا اور نہیں

مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ

منع کیا لوگوں کو یہ کہ ایمان لاویں جس وقت آئی ان کے پاس ہدایت مگر یہ کہ کہا

(۸۹) اور وہ اس کی مانند اس لئے نہ بنا سکیں گے کہ ہم نے اس قرآن میں پوری نوع انسان کی ہر ہر حالت اور قیامت تک آنے والی تمام ضروریات کا حل عملی مثالوں کے ساتھ طرح طرح سے بیان کردیاہے مگر انسانوں کی اکثریت ناشکری کے سوا کچھ نہیں کرتی ہے۔ (۹۰) اور قریشی لیڈروں کا فیصلہ یہ ہے کہ ہم تجھ پر اس وقت تک ہر گز ہر گز ایمان نہ لائیں گے جب تک تو ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ نہ جاری کر دے (۹۱) یا یہ کہ پھر اپنے ہی لئے سہی کم از کم ایک ایسا باغ وجود میں لے آ جس میں کھجوروں اور انگوروں کے درخت اور بیلیں ہوں اور نہایت عمدگی سے اس میں نہریں جاری ہوں۔ (۹۲) یا اپنے دعوے کے مطابق آسمان کے ٹکڑوں کو ہمارے اوپر گرا دے یا اللہ اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا کردے۔ (۹۳) یا یہ کہ تمہارے لئے ایک سونے کا مکان بن جائے یا تم آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھا دو اور ہم لوگ تیرا چڑھنا بھی نہیں مانیں گے جب تک تو وہاں سے ہمارے لئے ایک کتاب اتار کر نہ لادے جسے ہم خود پڑھ سکیں ان سے کہئے کہ سبحان اللہ کیا میں اللہ کا پیغام پہنچانے والے بشر کے علاوہ کوئی اور دعویٰ کرتا رہا ہوں جو یہ شرطیں لگا رہے ہو۔ (۹۴) اور لوگوں کو ہدایت خداوندی پہنچ جانے کے بعد جس بات نے ایمان لانے سے روکے رکھا وہ اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ قریشی لیڈروں نے یہ سوال کھڑا کر دیا کہ

" اگر تو نے کر کے نہ دکھایا تو گویا تو نے رسالت کا کوئی کام انجام نہیں دیا (مائدہ ۶۷ / ۵) وہاں لوگوں سے حفاظت کرنے کا وعدہ ہوا تو رسولؐ نے احکام نافذ کر دیئے (۶۷ / ۵) یعنی ایک اہم ترین حکم تھا۔ جس کے مقابلہ پر پوری رسالت کی نفی کی دھمکی تھی۔ اس قسم کا حکم ہونا چاہئے جہاں آیت (۸۶ / ۱۷) نازل ہوگی پھر اگلی آیت میں وعدہ ہو گیا کہ زیر نظر حکم کی تعمیل باعث رحمت و فضل عظیم ہو گی لہٰذا رسولؐ اللہ کو اس کے بعد تعمیل میں تکلف کیوں ہو گا ؟ قومی علما تو بات بات میں ہر وہ بات کہنا چاہتے ہیں جس سے نبوت میں عیب نکلنا ممکن ہوسکے۔

قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ

انہوں نے کیا بھیجا اللہ نے آدمی کو پیغام پہنچانے والا کہہ اگر ہوتے بیچ زمین کے

مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا

فرشتے چلا کرتے آرام سے البتہ اتارتے ہم اوپر ان کے آسمان سے فرشتے کو

رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ

پیغام پہنچانے والا کہہ کفایت ہے اللہ گواہ درمیان میرے اور درمیان تمہارے

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ

تحقیق وہ ہے ساتھ بندوں اپنے کے خبردار دیکھنے والا اور جس کو ہدایت کرے اللہ

فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ

پس وہ ہے راہ پانے والا اور جس کو گمراہ کرے پس ہرگز نہ پاوے گا تو

لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

واسطے ان کے دوست سوائے اس کے اور اکٹھا کریں گے ہم ان کو دن قیامت کے

عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ

اوپر مونہوں اپنے کے اندھے اور گونگے اور بہرے جگہ رہنے ان کے کی دوزخ ہے

النصف

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ

جب بجھنے لگے گی زیادہ کریں گے ہم واسطے ان کے آگ دہکانا یہ ہے سزا ان کی

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا

بسبب اس کے کہ کفر کیا انہوں نے ساتھ نشانیوں ہماری کے اور کہا کیا جب

کیا اللہ نے ایک آدمی کو اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا ہے ؟ (۹۵) ان کو جواب دو کہ اگر اس زمین پر ملائکہ بستے اور اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے اور لوگوں کو برداشت کی طاقت ہوتی تو ہم ضرور بالضرور کسی فرشتہ کو آسمان سے رسُول بنا کر نازل کر دیتے یعنی موجودہ صورت میں تو تم دہل کر مر جاتے۔ (۹۶) ان سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ کافی ہے یقیناً وہی حقیقی معنی میں خبردار اور صاحب بصارت ہے ۔ (۹۷) اور جسے اللہ خود ہدایت کر دے وہی حقیقی معنی میں ہدایت یافتہ ہے اور جس کسی کو اللہ گمراہ کر دے تو ان کے لئے اللہ کے علاوہ کوئی ہمدرد حاکم نہ پاؤ گے ۔ اور ہم ایسے گمراہوں کو قیامت کے دن اس طرح جمع کریں گے کہ وہ اپنے منہ کے بھل اندھوں بہروں اور گونگوں کی طرح حاضر کئے جائیں گے اور وہاں ان کی پناہ جہنم ہو گی جہنم جب ٹھنڈی پڑنے لگے تو ان کے لئے آگ کو زیادہ بھڑکانے کا انتظام ہم کرتے رہیں گے (۹۸) وہ سزا ان کے لئے اس وجہ سے ہوگی کہ انہوں نے ہماری آیات کو چھپایا تھا اور کہا تھا کہ کیا جب ہم سڑی گلی بوسیدہ ہڈیوں

(۲۱) آیات (۸۹۔۸۸ / ۱۷) میں قرآن کی ہمہ گیری لوگوں کو عاجز کردے گی ۔

یہ آیات نہایت واضح الفاظ میں بتاتی ہیں کہ قرآن جیسی کتاب تیار کر لینا اس لئے ناممکن ہے کہ اس میں نوع انسان کی لامحدود ترقی کے لئے ان کی ہر زمانے کی ہر ضرورت اور ہر مشکل اور ہر الجھاؤ کا جواب اور تدارک کی مثالیں دے دے کر واضح کر دیا گیاہے ۔ اس طرح ساری کائنات کی تفصیلات ہی نہیں (یوسفؑ ۱۱۱ / ۱۲) بلکہ ہر تفصیل کو عام فہم بنا کر نوع انسان کے ہر طبقہ کی ہدایت کی کنجی بنا دیاہے ۔ اور اگر ایسا نہ کیا ہوتا تو نہ ختم نبوت ہوتی اور نہ کتابوں کا نازل ہونا بند ہوتا۔ نبیؑ برابر آتے رہتے اور نوع انسان کے نت نئے تقاضوں اور بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے حل کرنے کے لئے وحی اور کتابیں آتی رہتیں ۔ لیکن جن مسلمان علما نے قرآن کی ہمہ گیر ومفصل اور قیامت تک کی تمام انسانی ضروریات اور احتیاج پر محیط اور حاوی نہیں مانا ان کی مذمت انہیں سرکش اور شیطان صفت کافر کہہ کر کی گئی ہے اور قرآن کی اس مثالی ہمہ گیری کو اس آیت (۸۹ / ۱۷) کے بعد بھی کئی مرتبہ دوہرایاہے ۔

عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾

ہو جاویں گے ہم ہڈیاں اور بوسیدہ کیا ہم البتہ اٹھائے جاویں گے پیدائش نئی میں

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ

کیا نہیں دیکھا انہوں نے یہ کہ اللہ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو

قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ لَهُمْ

قادر ہے اوپر اس کے پیدا کرے مانند ان کی اور مقرر کرے واسطے ان کے

اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ

ایک وقت مقرر کہ نہیں شک بیچ اس کے پس انکار کیا ظالموں نے مگر کفر کرنا کہو

لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ

اگر ہو تم مالک خزانوں رحمت پروردگار میرے کے اس وقت البتہ بند رکھو تم ڈر

ع ۱۱ الْاِنْفَاقِ ۭ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ ع وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا

خرچ ہو جانے کے سے اور ہے آدمی تنگی کرنے والا اور البتہ تحقیق دیں ہم نے

مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ

موسیٰؑ کو نو نشانیاں ظاہر پس سوال کر بنی اسرائیل سے جب آیا ان کے پاس

فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى

پس کہا واسطے اس کے فرعون نے تحقیق میں البتہ گمان کرتا ہوں تجھ کو اے موسیٰؑ

مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ

جادو کیا ہوا کہا البتہ تحقیق جانا ہے تو نے کہ نہیں اتارا ان نشانیوں کو مگر پروردگار

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ

آسمانوں اور زمین کے نے واسطے دکھانے کے اور تحقیق میں البتہ گمان کرتا ہوں

يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ

تجھ کو اے فرعون ہلاک کیا گیا پس ارادہ کیا یہ کہ بہکا دیوے ان کو یعنی نکال دے

کی صورت میں تبدیل ہو جائیں گے تب بھی ہمیں ازسرنو پیدا کر کے حساب کے لئے کھڑا کر لیا جائے گا ؟ (۹۹) کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تو وہ ہستی ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا۔اور جو کہ تمہاری مثال کے آدمی پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور ان کی موت اور ہر کام کیلئے ایک ایک وقت مقرر کر دیا ہے جس میں کوئی گنجلک پیدا نہیں ہو سکتی یعنی اس کے مقرر کردہ وقت سے آگے پیچھے نہیں ہوا جا سکتا۔لیکن ان حقائق کے بعد بھی لوگ ظلم،سرکشی اور حق پوشی میں مصروف ہیں (۱۰۰) ان سے کہو کہ اگر کسی طرح تمہارے قبضے میں میرے رب کے خزانے اور رحمت آجاتے تو تم ضرور ہاتھ روک کر خرچ کرتے تاکہ کہیں وہ ختم نہ ہو جائیں بات یہ ہے کہ انسان تو ہے ہی بہت تنگ دل اور کنجوس (۱۰۱) اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو(۹) معجزات دیئے تھے لیکن تم بنی اسرائیل کو گواہ بنا کر بتاؤ کہ معجزات کے باوجود بھی جب موسیٰ مبعوث ہو کر ان میں آئے تو ان سے فرعون نے کہا تھا کہ یقیناً میرے خیال میں اے موسیٰ تم جادو کے مارے ہوئے ہو (۱۰۲) موسیٰ نے جواب دیا کہ اے فرعون تو خوب جانتا ہے کہ یہ بصیرت نواز معجزات زمینوں اور آسمانوں کے پروردگار کے سوا اور کوئی نازل نہیں کر سکتا ہے اور اے فرعون میرا گمان یہ ہے کہ تو تباہی میں گھرا ہوا آدمی ہے۔ (۱۰۳) چنانچہ فرعون نے اسکیم بنائی تھی کہ موسیٰ اور بنی اسرائیل کو زمین سے اکھاڑ پھینکے

---

(۱) ہم نے اس قرآن میں انسانوں کے لئے کل مثالیں صرف کی ہیں لیکن انسانوں کی کثرت جھگڑنے پر آمادہ ہے (۵۴ / ۱۸)

(۲) ہم نے اس قرآن میں تمام مثالیں ٹھونک بجا کر بیان کردی ہیں (روم ۵۸ / ۳۰)

(۳) ہم نے اس قرآن میں کل مثالیں ٹھونک بجا کر بیان کر دی ہیں تاکہ شاید وہ لوگ فائدہ اٹھائیں ۔ اس عربی والے قرآن میں کوئی کجی اور عیب نہیں ہے شاید وہ لوگ تقویٰ اختیار کر لیں (زمر ۲۸-۲۷ / ۳۹)

مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّ

زمین سے پس غرق کیا ہم نے اس کو اور جو لوگ کہ ساتھ اس کے تھے سب کو اور

قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ

کہا ہم نے پیچھے اس کے واسطے بنی اسرائیل کے رہو تم زمین میں پس جب آوے گا

وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ

وعدہ آخرت کا لے آویں گے ہم تم کو لپیٹ کر اور ساتھ حق کے اتارا ہے ہم نے اس کو

وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ

اور ساتھ حق کے اترا ہے اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر بشارت دینے والا اور

نَذِیْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَی

ڈرانے والا اور قرآن کو جدا جدا کیا ہم نے اس کو تا کہ پڑھے تو اس کو اوپر

النَّاسِ عَلٰی مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا

لوگوں کے اوپر آہستگی کے اور اتارا ہم نے اس کو اتارنا آہستہ آہستہ کہہ ایمان لاؤ

بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ

ساتھ اس کے یا نہ ایمان لاؤ تم تحقیق وہ لوگ کہ دئے گئے ہیں علم پہلے اس سے

لیکن ہم نے اسے اور اس کے تمام ساتھیوں اور لاؤ لشکر کو ڈبو کر مار دیا ۔ (۱۰۴) اور فرعون کے خاتمہ کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم اس سرزمین میں سکونت اختیار کر لو پھر جب وعدہ آخرت آ پہنچے گا تو ہم تم سب کو لپیٹ کر حاضر کرلیں گے (۱۰۵) اور ہم نے اس قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا اور حق ہی کے ساتھ یہ اترا ہے اور اے نبیؐ ہم نے تمہیں اس کے علاوہ کسی اور غرض سے نہیں بھیجا کہ خوشخبریاں اور تنبیہات سناتے رہو ۔ (۱۰۶) اور قرآن کو ہم نے فرق دے کر وقفہ وقفہ کے ساتھ اس لئے اتارا ہے تاکہ آپ ساتھ کے ساتھ لوگوں کی برداشت اور ضرورت کے مطابق قرات کر کے سناؤ اور اسی حساب سے اسے نازل کرتے رہے ہیں ۔ (۱۰۷) نام نہاد قومی لیڈروں سے کہہ دو کہ تم قرآن پر ایمان لاؤ تب پرواہ نہیں ایمان نہ لاؤ تو کوئی نقصان نہیں اس لئے کہ جن لوگوں کو قرآن سے پہلے ہی قرآن کا علم دیا جاچکا ہے

اللہ نے رسولؐ کے ہمہ گیر علم اور بے پناہ قدرت اور قرآن کی ہمہ گیری پر سب کچھ کہا لیکن قوم چاہتی تھی کہ رسولؐ خطا کار اور کتاب ناقص ہوتی ۔ لہٰذا یہی لکھا یہی مانا اور اسی کا پروپیگنڈا کرتے چلے آئے کہ اس قرآن میں چند ایک اصول بیان کئے گئے ہیں ۔ ان اصولوں کو سامنے رکھ کر رسولؐ اور ان کے قومی دانشور اپنی اپنی بصیرت اور تجربے کی روشنی ڈال ڈال کر قرآن کی آیات سے وہ حل نکالیں گے جو ان کی قومی اور ملکی مصلحتوں کے مطابق ہو اور پھر اپنے اپنے اخذ کئے ہوئے حل کو دوسروں کے سامنے رکھ دیں گے ۔ جس کا حل سب سے مفید ہو گا اسے اختیار کر لیا جائے گا ۔ اور یوں قیامت تک کاروبار اسلام چلایا جائے گا ۔ لیکن اس طریق کی قرآن میں تفصیل تو کہاں ملتی ۔ اس کی اجازت اور سند بھی کہیں موجود نہیں ہے ۔ بلکہ اس طرح دین کے احکام نافذ کرنے والوں کو ظالم و کافر و فاسق فرمایا گیاہے (مائدہ ۴۷۔۴۴ / ۵) اور ان کے لئے جہنم کی سزا مقرر ہے ۔ وہ اس لئے کہ غلط کاروں کا مجموعہ بھی غلط کار و خاطی ہوتاہے ۔ پھر ان لوگوں کی بصیرت اور تجربہ بھی خطا و غلطی سے پاک نہیں ہوسکتا ۔ بہرحال بعد رسولؐ اسی طریقے پر عمل ہوا۔ جس کے نتیجے میں اجتہادی اختلافات اور اجتہادی غلطیاں ہوئیں ۔ قتل عام ہوئے ۔ کفر کے فتوے لگے سینکڑوں فرقے بنے ۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کیاجاتا رہا۔ اور رفتہ رفتہ دنیا میں رسوا اور ذلیل و خوار ہوئے۔ تمام اقوام عالم سے پٹتے چلے آئے ۔ آج کافروں ، بے دینوں اور منکروں کے سامنے کاسۂ گدائی لئے بھیک پر لڑ رہے ہیں ۔ کافروں کے اصول وقوانین کو اپنا راہنما بنا رکھاہے ۔ زندگی کے ہر میدان میں ان کے محتاج ہیں ۔ مگر اسلام کا نعرہ مار مار کر کافروں کی اطاعت کرتے جارہے ہیں ۔

(۲۲) آیات (۱۰۹ تا ۱۰۷ / ۱۷) میں اعلان نبوت سے پہلے ہی علم القرآن عطا ہو چکنے کا ذکر ہوا ہے ۔

ان آیات میں جن حضراتؑ کو نزول قرآن سے پہلے ہی علم القرآن مل چکنے کا ذکر ہے ۔ وہ ایسے مومن ہیں کہ ان کے مقابلہ

اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّ

جب پڑھا جاتا ہے اوپر ان کے گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدہ کرتے ہوئے اور

يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ

کہتے ہیں پاکی ہے رب ہمارے کو تحقیق ہے وعدہ رب ہمارے کا البتہ کیا گیا اور

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة

السجدۃ ۳

گر پڑتے ہیں اوپر ٹھوڑیوں کے روتے ہوئے اور زیادہ کرتا ہے ان کو عاجزی کرنا

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ

کہہ پکارو اللہ کو یا پکارو رحمٰن کو جس کو پکارو گے تم پس واسطے اسی کے ہیں

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ

نام بہت اچھے اور مت آواز بلند کر ساتھ نماز اپنی کے اور نہ بہت آہستہ

بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

ساتھ اس کے اور ڈھونڈ درمیان اس کے راہ اور کہہ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے

وہ تو اس کے مومن ہیں ہی ۔اور جب ان کے روبرو اس کی تلاوت ہوتی ہے تو وہ نہایت شوق و عاجزی سے سجدہ میں گر پڑتے ہیں (۱۰۸) اور سجدے میں کہتے ہیں کہ تمام عیوب سے پاک ہے ہمارا پروردگار اور ہمارے پروردگار کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا (۱۰۹) اور پھر نہایت شوق و عاجزی سے سجدہ میں گرے ہوئے روتے جاتے ہیں اور برابر ان کی عاجزی بڑھتی جاتی ہے (۱۱۰) کہہ دو کہ خواہ تم اللہ کہہ کر دعا کرو یا رحمٰن کہہ کر پکارا کرو جیسے بھی پکارو اچھے اچھے نام تو سب اللہ ہی کیلئے ہیں ۔اور اے رسوؐل آپ اپنی نماز میں نہ تو بہت بلند آوازی کیا کریں اور نہ بالکل ہی دھیمی آواز سے پڑھا کریں بلکہ ان دونوں کے درمیان کا لہجہ اختیار کریں (۱۱۱) اور کہا کریں کہ ہر ستائش اس اللہ کے شایان شان ہے

میں تمام مخاطبین کے ایمان کو ناچیز قرار دیاہے اور چھٹی دے دی ہے کہ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ ایسے مومنین موجود ہیں ۱۔جو ایمان کی روشنی کو ہر حال میں پھیلا کر رہیں گے ۲۔ اور جو ایسے مومن ہیں کہ تلاوت قرآن سنتے ہی سجدے میں گرتے اور عاجزی سے روتے رہتے ہیں ۳۔ تسبیح و تحلیل کرتے ہیں ۴۔ اور بتاتے ہیں کہ ان سے جو وعدہ اللہ نے کیا تھا اسے پورا کر دیا ہے ۔ ایسے لوگوں کو اہل کتاب قرار دینا ان دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ کا کام ہے جو رسولؐ اللہ کو اعلان نبوت سے پہلے قرآن سے جاہل مانتے ہیں ۔ ورنہ ان خبیثوں کے تیار کردہ ریکارڈ میں بھی کوئی ایسا عیسائی یا یہودی نہیں ہے جو قرأت سنتے ہی سجدہ میں گر جاتا ہو ۔ اور یہاں تو جمع کا صیغہ ہے ہمیں کم ازکم تین ایسے یہودی یا عیسائی دکھانا ہوں گے۔جو " اَلْعِلْمَ " یعنی کچھ علم نہیں بلکہ مکمل علم کے حامل تھے ۔ جو نزول قرآن سے پہلے ہی اللہ کے معیار پر مومن تھے ۔ اور جنہیں اللہ نے ذاتی طور پر بلاواسطہ علم عطا کیا تھا ۔ اور جن کے مقابلہ میں رسولؐ کے تمام مخاطبوں کا ایمان بھی ناقابل شمار ہو ۔ اور جن کا تلاوت سنتے ہی سجدہ میں گر کر روتے رہنا مسلمانوں کے ریکارڈ میں بطور عادت ثابت شدہ ہو ۔

(۲۲ ۔ الف) دشمنان اہل بیتؑ کو خانوادۂ نبوت سے یہود و نصاریٰ زیادہ عزیز تھے ؟؟

علامہ مودودی نے اس آیت (۱۰۷/۱۷) کی تشریح میں لکھاہے کہ :

"۱۲۰ یعنی وہ اہل کتاب جو آسمانی کتابوں کی تعلیمات سے واقف ہیں ۔اور ان کے انداز کلام کو پہچانتے ہیں"(تفہیم جلد ۲ صفحہ ۶۵۰)

لیکن آیت (۱۰۷ / ۱۷) میں تعلیمات کتب سے واقفیت کا ذکر نہیں بلکہ " ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْعِلْمَ " فرمایا گیاہے ۔

بہر حال ایک ایسی آیت اور اس کا ترجمہ مودودی کے قلم سے دیکھیں اور سوچیں کہ وہ کون حضرات تھے ؟

وَمَا كُنتَ تَتْلُواْ مِن قَبْلِهِۦ مِن كِتَٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَ ۖ إِذًا لَّٱرْتَابَ ٱلْمُبْطِلُونَ ﴿٤٨﴾ بَلْ هُوَ ءَايَٰتُۢ بَيِّنَٰتٌ فِى صُدُورِ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايَٰتِنَآ إِلَّا ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٤٩﴾ العنكبوت

" (اے نبیؐ) تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے ۔ اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے ۔ اگر ایسا ہوتا تو

الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ

جس نے نہیں پکڑی اولاد اور نہیں ہے واسطے اس کے شریک بیچ بادشاہی کے

وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾

اور نہیں ہے واسطے اس کے دوست بچانے والا ذلت سے اور بڑائی کر بڑائی کرنا

جس نے نہ تو کسی کو اولاد بنایا، نہ اپنی بادشاہی اور مملکت کے بر قرار رکھنے کے لئے کسی کو شریک کیا اور نہ کسی کو ایسا ہمدرد حاکم بنایا جو ذلت کے وقت اس کے کام آئے اور اسے ذلت سے بچائے ساتھ ہی اے رسولؐ اللہ کی کبریائی کو خوب خوب قائم کر دو۔

باطل پرست لوگ شک میں پڑ سکتے تھے۔ دراصل یہ روشن نشانیاں (ءَایٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ) ہیں ان لوگوں کے دلوں میں جنہیں (قرآن سے قبل ہی ۱۰۷/۱۷۔احسنؔ) علم بخشا گیاہے۔ اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر وہ جو ظالم ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۱۷، ۱۲۰) قارئین پہلے خود سمجھ لیں کہ اللہ نے جن حضرات کو قرآن کے نزول سے کہیں پہلے براہ راست مکمل علم (اَلْعِلْمَ) کی تعلیم دی تھی ان کا تذکرہ ان آیات (۴۹۔۴۸/۲۹) میں بھی ہوا۔ اور بات یوں کی گئی ہے کہ گو (اَلْعِلْمَ) مکمل علم اور قرآن کی تفصیلات سینوں میں (لکھی ہوئی) موجود تھیں لیکن حضورؐ نے مصلحتاً قرآن کی تلاوت اور تحریر کا آغاز نہ کیا تھا۔ لہٰذا وہ حضراتؑ جنہیں مکمل علم اور قرآن کی تفصیلات کی تعلیم دی گئی تھی ان کی شناخت یہ ہے کہ رسولؐ اللہ بھی ان میں سے ایک فرد ہیں اور ان سب کے دلوں میں، جب سے دل اور سینے بنے ہیں، آیات خداوندی محفوظ ہیں اور یہ حقیقت احادیث میں بڑی تفصیل سے مذکور ہے کہ ان حضرات علیہم السلام میں سے ہر فرد نے پیدا ہوتے ہی قرآن کی تلاوت کی اور سجدہ کیا یہ ثبوت ہے سینوں میں قرآن کے موجود ہونے کا۔

سوچئے کہ اس قرآنی ثبوت و بیان کے بعد علامہ کا یہ کہنا کہ جن لوگوں کو اَلْعِلْمَ دیا گیا تھا وہ یہود و نصاریٰ تھے۔ محمدؐ و آل محمدؐ سے بغض و عداوت نہیں تو اور کیا ہے؟ علامہ کو چاہئے تھا کہ قرآن سے کوئی آیت لکھتے جس سے ثابت ہوتا کہ یہود و نصاریٰ کو مکمل علم دیا گیا تھا اور یہ کہ وہ اپنا سابقہ مذہب چھوڑنے سے پہلے ہی قرآن پر ایمان رکھتے تھے اور قرآن سن کر سجدہ میں گر جایا کرتے تھے۔ اور سجدے میں روتے اور اپنا خشوع وخضوع بڑھاتے رہتے تھے؟

سُوْرَۃُ الْکَھْفِ

سُوْرَۃُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِاءَةٌ وَعَشَرَ اٰيَاتٍ وَّ اثْنَا عَشَرَ رُكُوْعاً

سورۂ کہف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو دس (۱۱۰) آیتیں اور بارہ (۱۲) رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ

سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جس نے اتاری اوپر بندے اپنے کے کتاب اور

لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴿۱﴾ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ

نہ کی واسطے اس کے کجی درحالیکہ وہ قائم رکھنے والی ہے ہمیش دین کو

بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ

تاکہ ڈراوے عذاب سخت سے پاس اس کے سے اور بشارت دے ایمان والوں کو

(۱) ہر ستائش اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی ہے اور اپنے بندے کے لئے کسی قسم کی الجھن رکاوٹ اور غلط روش کی گنجائش نہیں چھوڑی (۲) تاکہ وہ حق پر جم کر اللہ کے شدید عذاب سے خبردار کرتا رہے اور اللہ کی طرف سے ان مومنین کو خوشخبریاں سناتا رہے

الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾ مَّاکِثِیۡنَ فِیۡهِ

جو عمل کرتے ہیں اچھے یہ کہ واسطے ان کے ہے ثواب اچھا رہنے والے بیچ اس کے

اَبَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّ یُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ٭﴿۴﴾ مَا لَهُمۡ

ہمیشہ اور ڈراوے ان لوگوں کو کہ کہتے ہیں پکڑی ہے اللہ نے اولاد نہیں ان کو

بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّ لَا لِاٰبَآئِهِمۡ ؕ کَبُرَتۡ کَلِمَةً تَخۡرُجُ

ساتھ اس کے کچھ علم اور نہ باپوں ان کے کو بڑی بات ہے جو نکلتی ہے

مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ؕ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا ﴿۵﴾ فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ

مونہوں ان کے سے نہیں کہتے مگر جھوٹ پس شاید کہ تو ہلاک کرنے والا ہے

نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا ﴿۶﴾

جان اپنی کو اوپر پچھاڑی ان کی کے جو نہ ایمان لاویں ساتھ اس بات کے مارے غم کے

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ

تحقیق ہم نے کیا ہے جو کچھ اوپر زمین کے ہے زینت واسطے اس کے تو کہ آزماویں

اَیُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوۡنَ

ان کو کون سا ان میں سے بہتر ہے عمل میں اور تحقیق ہم البتہ کرنے والے ہیں

مَا عَلَیۡهَا صَعِیۡدًا جُرُزًا ؕ﴿۸﴾ اَمۡ حَسِبۡتَ

اس چیز کو کہ اوپر اس کے ہے زمین بنجر ناقابل زراعت کیا گمان کیا ہے تو نے

اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَهۡفِ وَ الرَّقِیۡمِ ۙ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾

یہ کہ رہنے والے غار کے اور اس کھودی ہوئی کے تھے نشانیوں ہماری سے تعجب اچنبھا

اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَةُ اِلَی الۡکَهۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ

جس وقت کہ جگہ پکڑی ان جوانوں نے طرف غار کی پس کہا انہوں نے اے رب ہمارے

اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَةً وَّ هَیِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾

دے ہم کو پاس اپنے سے رحمت اور تیار کر واسطے ہمارے کام ہمارے سے بھلائی

جو دنیا میں اصلاح کے لئے اعمال و اقدامات کرتے ہیں اور انہیں بتا دے کہ یقیناً ان کے لئے اچھا اجر ہے (۳) جس میں وہ ہمیشہ رہ کر استفادہ کریں گے (۴) اور ان لوگوں کو بھی تنبیہہ کر دے جو اللہ کے لئے اولاد کا عقیدہ بیان کرتے ہیں (۵) اس بات کا نہ تو انہیں علم حاصل ہے نہ ان کے آباؤ اجداد ہی کو حقیقت معلوم تھی۔ یہ بہت گھناؤنا کلمہ ہے جو ان کی زبانوں پر جاری رہتا ہے، حالانکہ وہ جھوٹی بکواس ہے (۶) اے نبیؐ اگر قریش اس خاص حدیثِ ولایت کو نہ مانیں تو کیا تم ان کے قومی طرز عمل اور سنت پر افسوس کے مارے خود کو ہلاک کر لوگے؟ (۷) حقیقت یہ ہے کہ وہ دنیا کے اس تمام سامان پر قبضہ چاہتے ہیں جسے ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم ان کو آزمائیں اور دیکھیں کہ قریش میں سے کون کون بہترین عمل کرتا ہے؟۔ (۸) اور ہم تو یقیناً زمین کو سجانے والے تمام سامان کو مٹا کر اسے چٹیل میدان بنا دیں گے ۔یعنی قریش کے حاصل کردہ سامان کو فنا کر دیں گے (۹) کیا پہاڑ کی کھوہ اور غار والے لوگوں کا معاملہ آپؐ کے نزدیک اللہ کی عجیب نشانیوں اور معجزات میں سے ایک معجزہ ہے؟ یعنی وہ تو ایک عام اور معمولی واقعہ ہے (۱۰) جس وقت کچھ نوجوان غار میں پناہ لینے آئے اور انہوں نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنی رحمت کی آغوش میں لے لے اور ہمارے معاملات کو راستی اور درستی فرما دے ۔

تشریحات سورۂ الکھف :

(۱) اصحاب کہف سے تعارف :

اصحاب کہف کا یہ واقعہ ڈاکٹر گبن کے قلم سے تصدیق شدہ ہے ۔ یہ واقعہ اس نے "سات سونے والے" (Seven Sleepers) کے عنوان سے لکھا ہے (تاریخ زوال وسقوط دولت روم باب ۳۳) علاوہ ازیں یونانی اور لاطینی زبانوں میں بھی واقعہ کی تمام تفصیلات ملتی ہیں ۔ لیکن سب سے پہلے ایک عیسائی عالم جیمس سروجی نے ۴۷۴ء میں

فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۟ۙ

پس پردہ مارا ہم نے اوپر کانوں ان کے کے یعنی سلا دیا ان کو بیچ غار کے برس کتنے ایک

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ

پھر اٹھایا ہم نے ان کو تو کہ ظاہر کریں ہم کونسا دونوں جماعتوں میں سے

اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا ۟ؒ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ

خوب گننے والا تھا اس چیز کو کہ ٹھہرے تھے مدت سے ہم بیان کریں گے اوپر تیرے

نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ

قصہ ان کا ساتھ حق کے تحقیق وہ کتنے جوان تھے کہ ایمان لائے ساتھ رب اپنے کے

وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ۟ۖ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

اور زیادہ کی تھی ہم نے ان کو ہدایت اور باندھ دیا تھا ہم نے اوپر دلوں ان کے کے

اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ

جس وقت کہ کھڑے ہوئے پس کہا انہوں نے پروردگار ہمارا پروردگار آسمانوں کا اور

الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ

زمین کا ہرگز نہ پکاریں گے ہم سوائے اس کے کسی معبود کو البتہ تحقیق کہی ہم نے

اِذًا شَطَطًا ۟ هٰۤؤُلَاۤءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا

اس وقت بات زیادہ اس قوم ہماری نے پکڑے ہیں سوائے اس کے معبود کیوں نہیں

يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

لاتے اوپر ان کے دلیل ظاہر پس کون شخص ہے بہت ظالم اس شخص سے کہ

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۟ؕ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ

باندھ لیوے اوپر اللہ کے جھوٹ اور جب ایک گوشہ ہو جاؤ تم ان سے اور

مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ

اس چیز سے کہ عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے پس جگہ پکڑو طرف غار کی کہ

(۱۱) تو ہم نے انہیں اسی غار میں تھپک تھپک کر اور لوری سنا کر برس ہا برس کے لئے سلا دیا تھا (۱۲) پھر ہم نے انہیں اس لئے اٹھایا کہ دیکھیں ان کے دونوں گروہوں میں سے کونسا گروہ غار میں رہنے کی مدت کو صحیح شمار کرتا ہے (۱۳) ہم آپؐ کو ان کا صحیح قصہ سناتے ہیں ۔ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ہدایت میں ان کو زیادہ ترقی دی تھی (۱۴) اور ہم نے ان کے دلوں میں رابطہ اور قوت اس وقت پیدا کیا تھا جب انہوں نے اٹھ کر اعلان کر دیا تھا کہ ہمارا رب تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا بھی رب ہے اور ہم اس کے علاوہ کسی معبود کی طرف توجہ نہ کریں گے اور اگر ہم نے ایسا کیا تو وہ ایک بے جا اور حد سے بڑھی ہوئی بات ہوگی ۔ (۱۵) پھر آپس میں کہا کہ ہماری اس قوم نے تو اللہ کے علاوہ بھی معبود بنا رکھے ہیں کیوں قوم کے لیڈر اُن خود ساختہ معبودوں کے حقیقی معبود ہونے پر بیّن اور واضح سلطانی ثبوت نہیں لاتے آخر اس شخص سے بڑا غلط کار اور تعلیمات خدا میں ردّ و بدل کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے جو خود ہی معبود گھڑے اور اللہ کے سر لگا دے (۱۶) اب جب کہ تم ان سے اور ان کے خود ساختہ معبودوں سے بے تعلق ہو چکے ہو تو چلو اب فلاں غار میں چلیں اور اسے اپنی پناہ گاہ بنا لیں ۔

قلم بند کیا تھا۔ یہ واقعہ ۲۴۹ء اور ۲۵۱ء کے درمیان وقوع میں آیا۔ یہ لوگ بادشاہ قیصر ڈیسیئس (Decius) کے مظالم سے بچنے اور دین کو محفوظ رکھنے کے لئے غار میں چھپے تھے۔ جس شہر کا یہ واقعہ ہے اس کا نام افُسس (Ephesus) تھا۔ جس بادشاہ کے زمانہ میں اصحاب کہف بیدار ہوئے تھے، اس کا نام تھیوڈوسیس (Theodosius) تھا۔ ان میں سے جو شخص کھانا لینے گیا تھا اس کا نام یملیخس (Jamblichus) تھا۔ ان کے سوتے رہنے کی مدت دو سو سال کے قریب تھی اور سب نے تسلیم کی

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ
پھیلائے واسطے تمہارے رب تمہارا رحمت اپنی سے اور تیار کرے واسطے تمہارے
مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ
کام تمہارے سے سبب آرام کا اور دیکھے تو آفتاب کو کہ جب طلوع کرتا ہے
تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ
جھک جاتا ہے غار ان کے سے داہنی طرف اور جب غروب کرتا ہے کترا جاتا ہے ان سے
الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ
بائیں طرف اور وہ بیچ میدان کشادہ کے ہیں اس سے یہ نشانیاں اللہ کی سے ہے
مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ
جس کو ہدایت کرے اللہ پس وہی ہے راہ پانے والا اور جس کو گمراہ کرے پس ہرگز نہ
تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ
پاوے گا تو واسطے اس کے کوئی دوست راہ بتانے والا اور گمان کرے تو ان کو جاگتے اور
رُقُوْدٌ ۖۗ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَ كَلْبُهُمْ
وہ ہیں سوتے اور کروٹیں بدلواتے ہیں ہم ان کو داہنی طرف اور بائیں طرف اور کتا ان کا
بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ
پھیلا رہا ہے دونوں ہاتھ اپنے بیچ دھان غار کے اگر جھانکے تو اوپر ان کے
لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَ
البتہ پیٹھ پھیرے تو ان سے بھاگ کر اور البتہ بھر جاوے تو ان سے رعب کر اور
كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ
اسی طرح اٹھایا ہم نے ان کو تو کہ سوال کریں ایک دوسرے سے آپس میں کہا
قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ
ایک کہنے والے نے ان میں سے کتنا رہے تم کہا انہوں نے رہے ہم ایک دن یا

جہاں تمہارا پروردگار تمہیں اپنی رحمت کی حفاظت میں لے لے گا۔اور تمہارے معاملات کا تدارک اور تمہارے آرام کا بندوبست کردے گا۔ (١٧) اور اگر تم انہیں غار کے اندر دیکھتے تو تمہیں ایسا معلوم ہوتا کہ نکلتے وقت کا سورج ان کے غار سے دہنی طرف جھک کر نکلتا اور بلند ہوتا ہے اور چھپتے وقت وہ سورج ان سے بچ کر بائیں طرف سے نکل جاتا ہے اور وہ غار کے ایک وسیع و کشادہ مقام پر پڑے ہیں۔ وہ اللہ کے معجزات میں سے ایک ادنیٰ سا معجزہ ہے جس کو اللہ ہدایت کرتا ہے وہی حقیقی معنی میں ہدایت یافتہ ہوتا ہے اور جسے اللہ گمراہ رکھے تو آپ اس کے لئے کوئی نرم رَو مرشد نہ پاسکیں گے (١٨) اور اگر دیکھیں تو ایسا معلوم ہوگا کہ وہ لوگ لیٹے ہوئے جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ اور ہم ہی مناسب اوقات میں انہیں کروٹیں بدلواتے ہیں کبھی دہنی کروٹ اور کبھی بائیں کروٹ۔ اور ان کا ایک کتا غار کے منہ پر اگلے پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا۔ اگر تم انہیں جھانک کر دیکھتے تو خوف سے بھاگ کر اپنے پناہ دینے والے کی طرف چلے آتے اور اس نظارہ سے تم پر رعب طاری ہو جاتا (١٩) اسی مذکورہ حالت میں ہم نے انہیں جگا دیا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے سوالات کریں۔ اور حیران ہو جائیں۔چنانچہ ان میں سے ایک نے باقی سے دریافت کیا کہ بھلا تم اس غار میں کتنے عرصے سے مقیم ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ زیادہ سے زیادہ ایک دن یا

ہے۔ ہمارے مفسرین میں سے علامہ طبری نے اپنی تفسیر کبیر میں بجنسہٖ اس واقعہ کو درج کیا ہے۔ جب یملیخس نے دو سو سال پہلے کا سکہ پیش کیا جس پر قیصر ڈیسس کا نام کندہ تھا تو شبہ کے ماتحت گرفتار ہو کر حکام کے روبرو لایا گیا۔ اب رومی حکومت عیسائی تھی جب یہ معلوم ہوا کہ یہ وہ نوجوان ہیں جو بادشاہ ڈیسس کے مظالم سے بچنے اور اپنا دین بچانے کے لئے روپوش ہو گئے تھے تو لوگ ان کی زیارت کے لئے گروہ در گروہ جانے لگے۔ آخر وہ سب برابر برابر لیٹ گئے اور روح پرواز کر گئی۔

بَعۡضَ يَوۡمٍ ؕ قَالُوۡا رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثۡتُمۡ ؕ

تھوڑا دن میں سے کہا انہوں نے پروردگار تمہارا خوب جانتا ہے جتنا رہے تم

فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ

پس بھیجو ایک اپنے کو ساتھ روپے اپنے کے جو یہ ہے طرف شہر کی

فَلۡيَنۡظُرۡ اَيُّهَاۤ اَزۡكٰى طَعَامًا فَلۡيَاۡتِكُمۡ

پس چاہئے کہ دیکھے کون سا اس میں سے پاکیزہ ہے کھانا پس لے آوے تمہارے

بِرِزۡقٍ مِّنۡهُ وَلۡيَتَلَطَّفۡ وَلَا يُشۡعِرَنَّ

پاس رزق اس میں سے اور چاہئے کہ نرم گوئی کرے اور نہ جتا دے

بِكُمۡ اَحَدًا ۝١٩ اِنَّهُمۡ اِنۡ يَّظۡهَرُوۡا عَلَيۡكُمۡ

ساتھ تمہارے کسی کو تحقیق اگر وہ غالب آویں گے اوپر تمہارے

يَرۡجُمُوۡكُمۡ اَوۡ يُعِيۡدُوۡكُمۡ فِىۡ مِلَّتِهِمۡ وَلَنۡ

سنگسار کریں گے تم کو یا پھیر لے جاویں گے تم کو بیچ دین اپنے کے اور ہرگز نہ

تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا اَبَدًا ۝٢٠ وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ

چھوٹو گے تم اس وقت کبھی اور اس طرح مطلع کیا ہم نے اوپر ان کے

لِيَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ۚ

تو کہ جانیں یہ کہ وعدہ اللہ کا سچ ہے اور یہ کہ قیامت نہیں شک بیچ اس کے

اِذۡ يَتَنَازَعُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ اَمۡرَهُمۡ فَقَالُوا

جس وقت کہ جھگڑتے تھے وہ آپس میں بیچ کام اپنے کے پس کہا انہوں نے

ابۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا ؕ رَبُّهُمۡ اَعۡلَمُ بِهِمۡ ؕ قَالَ الَّذِيۡنَ

بناؤ اوپر ان کے عمارت پروردگار ان کا خوب جانتا ہے ان کو کہا ان لوگوں نے

(یہاں آدھا قرآن مکمل ہو جاتا ہے۔ حروف کی تعداد یہاں تک آدھی ہو چکی چنانچہ اس لفظ میں "ی" کے بعد والی "ت" پہلے نصف میں داخل ہے۔ اور یہ لام آخری نصف کا ہے۔)

اس سے بھی کچھ کم ہی رہے ہوں گے پھر کہنے لگے کہ صحیح بات یہ ہے کہ تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ تم کتنا عرصہ یہاں رہے ہو بہرحال اپنے میں سے ایک شخص کو یہ اپنے روپئے دے کر شہر میں بھیجو تاکہ وہ خوب دیکھ بھال کر عمدہ سے عمدہ کھانا پسند کرے اور پھر اس عمدہ کھانے میں سے تمہارے لئے کافی مقدار میں لے کر آجائے اور اسے چاہئے کہ نرمی اور عقل مندی سے کام لے اور کسی کو یہاں کی موجودگی نہ بتائے (٢٠) یقیناً اگر انہیں تم پر قابو حاصل ہو گیا تو وہ تمہیں سنگسار ہی کر ڈالیں گے اور نہیں تو تمہیں پھر دوبارہ اپنے دین میں داخل ہونے پر مجبور کریں گے اور ایک دفعہ گرفتاری کے بعد تمہیں کبھی رہائی نہ ملے گی (٢١) اسی حالت میں ہم نے اہل شہر کو ان کے حال پر مطلع کیا تھا تاکہ ان سب کو یہ معلوم ہو جائے کہ قیامت کے آنے کے متعلق اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اور یہ کہ قیامت ضرور آئے گی چنانچہ جب ان (رومی عیسائیوں) میں اصحاب کہف کا معاملہ زیر بحث تھا اور تنازعہ کی صورت پیدا ہو گئی تھی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ اصحاب کہف کی میتوں پر ایک عمارت (بطور یادگار) تعمیر کرنا چاہئے۔ ان کا پروردگار ہی جانتا ہے کہ وہ کس مرتبے کے لوگ تھے پھر ان لوگوں نے جو اپنی گفتگو سے تنازع اور اختلاف کو ختم کر سکے کہا کہ ہم عام عمارت نہیں بلکہ ان کی یادگار میں ایک مسجد بنائیں گے

(٢) آیت (٢١ / ١٨) کو پڑھ کر بعض مسلم نما مشرکین پر شرک کا دورہ پڑجانا قابل تعجب نہیں۔

اس آیت (٢١ / ١٨) میں اصحاب کہف کی یادگار قائم کرنے پر بحث و مباحثہ اور یادگار کی تجویزوں پر رومی عیسائیوں میں اختلاف کا ذکر ہوا ہے اور آخر میں جس فریق نے اس بحث میں غلبہ پایا اور یادگار کی بہترین صورت پیش کی اس کی تجویز پر اتفاق رائے ہو گیا اور ان کی یادگار میں ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی۔ ابتدا میں کیا کیا بحث ہوئی؟ اور کون کون سی تجاویز پیش کی گئیں؟ ان کا ذکر فضول سمجھ کر قرآن نے ریکارڈ نہیں کیا۔ البتہ آخری دو تجویزیں مذکور ہوئی ہیں۔

اوّل یہ کہ: اَبۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا ﴿٢١﴾ الکھف بناؤ اوپر ان کے عمارت (رفیع الدین)

غَلَبُوۡا عَلٰٓى اَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِمۡ مَّسۡجِدًا ﴿۲۱﴾

کہ غالب آئے تھے اوپر کام اپنے کے البتہ بنادیں گے ہم اوپر ان کے مسجد

سَيَقُوۡلُوۡنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمۡ كَلۡبُهُمۡ ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ خَمۡسَةٌ سَادِسُهُمۡ

البتہ کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتاان کا ہے اور کہیں گے پانچ ہیں چھٹا ان کا

كَلۡبُهُمۡ رَجۡمًۢا بِالۡغَيۡبِ ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ سَبۡعَةٌ وَّثَامِنُهُمۡ

کتا ان کا ہے بات پھینکتے ہیں بن دیکھے اور کہیں گے سات ہیں اور آٹھواں ان کا

كَلۡبُهُمۡ ؕ قُلۡ رَّبِّىۡۤ اَعۡلَمُ بِعِدَّتِهِمۡ مَّا يَعۡلَمُهُمۡ اِلَّا

کتا ان کا ہے کہہ پروردگار میرا خوب جانتا ہے گنتی ان کی نہیں جانتے ان کو مگر

قَلِيۡلٌ ۙ فَلَا تُمَارِ فِيۡهِمۡ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۖ وَّلَا تَسۡتَفۡتِ فِيۡهِمۡ

تھوڑے پس مت جھگڑا کر بیچ ان کے مگر جھگڑا ظاہر اور مت سوال کر بیچ ان کے

(۲۲) عنقریب کہا جایا کرے گا کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور یہ بھی کہیں گے کہ وہ تو پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ یہ بھی علم غیبب کے دعوے والی بات ہے اور بکواس ہے اور کچھ لوگ یہ کہیں گے کہ اصحاب کہف کل سات نوجوان تھے اور آٹھواں ان کے ساتھ والا کتا تھا ان کو بتاؤ کہ میرا پروردگار ہی ہے جو اصحاب کہف کی صحیح تعداد جانتا ہے اور ان کے متعلق چند لوگوں کے سوا کوئی بھی حقیقت حال نہیں جانتا ہے۔ چنانچہ آپؐ بھی اصحاب کہف کے معاملہ پر ظاہر داری سے زیادہ زور اور دباؤ نہ ڈالیں اور انہیں فتویٰ صادر کرنے پر مجبور نہ کریں اور کسی ایک سے بھی ازخود

دوم یہ کہ : لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِم مَّسۡجِدًا ﴿۲۱﴾ الکھف البتہ بناویں گے ہم اوپر ان کے مسجد ۔

قارئین غور کریں کہ ان دونوں تجاویز میں صرف یہ فرق ہے کہ پہلی تجویز میں عمارت کا نام نہیں ہے ۔ کوئی بھی عمارت مطلوب تھی ۔ مثلاً پاکستانی مسلمانوں کی طرح ایک شہید مینار بھی عمارت ہی ہوتا۔ یا قائداعظم کی طرح کا مزار ہوتا ۔ تجویز کرنے والوں کو کسی خاص نام پر نہ اصرار ہے نہ انہوں نے نام تجویز کیا ہے ۔ وہ ہر یادگاری عمارت بن جانے پر مطمئن تھے ۔ دوسری یا آخری تجویز میں اس بے نام عمارت کا نام " مسجد " یعنی عبادت گاہ رکھ دیا گیا اور بلا کسی اختلاف کے منظور ہو گیا۔

(۲ ۔ الف) چور کی داڑھی میں تنکا ، بات کا بتنگڑ اور مومنین کو مشرک بنانے اور اولیاؒ کی توہین کی ترکیب ۔

علامہ نے اس آیت پر جو کچھ لکھا اسے پڑھ کر ہمارے اس عنوان کی تصدیق یا تردید کر دیں ملاحظہ ہو :

(۱)"۲۰۔ اس سے مراد "رومی سلطنت کے ارباب اقتدار اور مسیحی کلیسا کے مذہبی پیشوا ہیں" جن کے مقابلہ میں "صالح العقیدہ عیسائیوں" کی بات نہ چلتی تھی ۔ پانچویں صدی کے وسط تک پہنچتے پہنچتے عام عیسائیوں میں اور خصوصاً رومن کیتھولک کلیسا میں شرک اور اولیاؒ پرستی اور قبرپرستی کا پورا زور ہو چکا تھا۔ بزرگوں کے آستانے پوجے جا رہے تھے ۔ اور مسیح مریمؑ اور حواریوں کے مجسمے گرجوں میں رکھے جا رہے تھے۔ اصحاب کہف کے بعث سے چند ہی سال پہلے ۴۳۱ء میں پوری عیسائی دنیا کے مذہبی پیشواؤں کی ایک کونسل اسی (شہر۔احسن) افسس کے مقام پر منعقد ہو چکی تھی۔ جس میں مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور حضرت مریمؑ کے "مادر خدا" ہونے کا عقیدہ چرچ کا سرکاری عقیدہ قرار پا چکا تھا۔ اس تاریخ کو نگاہ میں رکھنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ اَلَّذِيۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰٓى اَمۡرِهِمۡ سے مراد وہ لوگ ہیں جو سچے پیروان مسیح کے مقابلے میں اس وقت عیسائی عوام کے راہنما اور سربراہ کار بنے ہوئے تھے ۔ اور مذہبی و سیاسی امور کی باگیں جن کے ہاتھوں میں تھیں۔ یہی لوگ دراصل شرک کے علمبردار تھے اور انہوں نے ہی فیصلہ کیا کہ اصحاب کہف کا مقبرہ بنا کر اس کو عبادت گاہ بنایا جائے" (تفہیم القرآن جلد۳صفحہ ۱۷۔۱۸)

(۲)"۲۱۔ مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے قرآن مجید کی اس آیت کا بالکل الٹا مفہوم لیا ہے۔ اور اسے دلیل ٹھہرا کر مقابر صلحاء پر عمارتیں اور مسجدیں بنانے کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ یہاں قرآن ان کی اس گمراہی کی طرف اشارہ کر رہا ہے" (تفہیم القرآن جلد۳صفحہ ۱۸)

مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝ وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ

ان میں سے کسی کو اور ہر گز مت کہیو کسی چیز کو کہ البتہ کرنے والا ہوں میں

ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؗ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَ

یہ کل کو مگر یہ کہ چاہے اللہ اور یاد کر پروردگار اپنے کو جب بھول جاوے اور

قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا

کہہ شاب ہے یہ کہ ہدایت کرے مجھ کو رب میرا طرف نزدیک زیادہ کی اس سے

رَشَدًا ۝ وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَ ازْدَادُوْا

بھلائی میں اور رہے وہ بیچ غار اپنے کے تین سو برس اور زیادہ رہے

تِسْعًا ۝ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ

نو برس کہہ اللہ خوب جانتا ہے اس مدت کو کہ رہے وہ واسطے اسی کے ہے

غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَ

علم غیب آسمانوں اور زمین کا کیا خوب دیکھنے والا ہے ساتھ اس کے اور کیا خوب

سوال نہ کریں ۔(۲۳) اور آپ کسی بھی کام کیلئے تنہا یہ دعویٰ نہ کیا کرو کہ میں کل کو ایسا ایسا ضرور کروں گا (۲۴) سوائے اس کے کہ اللہ کی مشیت کو ملحوظ رکھ کر پہلے انشاء اللہ کہہ دیا کرو اور اگر بھول جاؤ تو کہا کرو کہ بہت جلد میرا اللہ نیکی سے بھی زیادہ قریب تر میری راہنمائی کر دے گا (۲۵) اور اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو سال تک رہے اور ایسا کہنے والوں میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے نو (۹) سال اور زیادہ کہے ہیں (۲۶) مگر تم کہہ دو کہ ان کے غار میں رہنے کی صحیح مدت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اسی کے لئے زمین اور آسمانوں کی تمام غائب چیزیں حاضر ہیں کیا خوب دیکھنے والا ہے وہ اور کیا ہی خوب سننے والی ہے ذات اللہ کی اور اللہ کے علاوہ ان لوگوں کے لئے

علامہ کی ان دونوں تشریحات سے یہ بات تو قطعاً واضح ہو گئی کہ مقبرے بنانا خالص شرک ہے ۔ چنانچہ مسلمانوں کے یہاں روز اوّل سے یہ شرک جاری رہتا چلا آیا ہے ۔ اور علامہ اینڈ کمپنی ہمیشہ اس شرک کو ختم کرنے میں کوشاں رہی ہے ۔ اسی کمپنی نے حضرت فاطمہؑ اور دوسرے اہل بیت علیہم السلام کے مقبروں کو جڑ بنیاد سے کھود کر پھینک دیا تھا ۔ اور ان کے راہنما نے مسلمانوں کے کہنے سے رسولؐ اللہ کا مقبرہ منہدم نہ کیا تھا مگر کہہ دیا تھا کہ :

"یہ سب سے بڑا بت ہے" (ھٰذَا صَنَمٌ اَکْبَرٌ) لہٰذا علامہ کے نزدیک آج اسی لئے تمام مسلمان مشرک ہیں ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ : جو کچھ علامہ نے لکھا اگر وہ سو فیصد صحیح بھی ہے تو وہ تاریخ ہے ، قرآن نہیں ۔ قرآن کی اس آیت میں یا اصحاب کہف کے پورے قصے میں علامہ کی ایک بات بھی موجود نہیں ہے ۔ علامہ کے لئے جو کچھ زیادہ سے زیادہ کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ علامہ نے تاریخ سے اخذ کردہ اپنے مفہوم سے یہ قیاس کیا ہے کہ:

" مقبرہ بنانا شرک ہے " لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ علامہ کے قیاس ، رائے اور استنباط اور فیصلے میں غلطی ہو جائے ؟ اگر ممکن ہے ، اس لئے کہ وہ تو وہ ہیں ، ان کا تو نبیؐ بھی بقول ان کے ممکن الخطا ہے ۔ پھر اس فیصلے کی کیا حقیقت رہ جائے گی؟ کیا یہ اللہ کی طرف سے اور اللہ کی جگہ شریعت سازی نہیں؟ کیا یہ قرآن (۲۱ / ۱۸) اور اللہ پر تہمت و افترا نہیں ؟ اور جب کہ علامہ نے آیت کے معنی بھی غلط کئے ہوں ؟ اور جب کہ کوئی مسلمان کسی کی قبر کی پوجا نہ کرتا ہو ؟ محض تعظیم کرتا ہو ؟

(۲ ۔ ب) علامہ کے قیاس اور غلط ترجمے پر ایک نظر ڈال کر فیصلہ کریں ۔

اس آیت میں لفظ " أَمْرَهُمْ " دومرتبہ آیا ہے (مولویانہ کے بجائے عاقلانہ و مومنانہ غور کریں)

(اوّل) یَتَنَٰزَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ اور پھر (دوم) ٱلَّذِينَ غَلَبُوا۟ عَلَىٰٓ أَمْرِهِمْ ۝۲۱ الکھف

ان دونوں مقامات پر لفظ امر کے کیا معنی ہیں یہ بھی علامہ کی سند سے طے کریں اور پھر زیر نظر آیت کے مفہوم کو سمجھیں۔
علامہ کا یہ ترجمہ دیکھیں : وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ۝۳۸ الشوریٰ

اَسۡمِعۡ ؕ مَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّلِیٍّ ۡ وَّ لَا یُشۡرِكُ

سننے والا ہے نہیں واسطے ان کے سوائے اس کے کوئی دوست اور نہیں شریک کرتا

فِیۡ حُكۡمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَ اتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ مِنۡ كِتَابِ

بیچ حکم اپنے کے کسی کو اور پڑھ جو کچھ وحی کی گئی ہے طرف تیری کتاب

رَبِّكَ ۚؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ قف وَ لَنۡ تَجِدَ

پروردگار تیرے سے نہیں کوئی بدلنے والا باتوں اس کی کو اور ہر گز نہ پاوے گا تو

مِنۡ دُوۡنِهٖ مُلۡتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَ اصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِیۡنَ

سوائے اس کے جگہ پناہ کی اور روک رکھ جان اپنی کو ساتھ ان لوگوں کے کہ

یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ وَ لَا

پکارتے ہیں پروردگار اپنے کو صبح کو اور شام کو چاہتے ہیں رضامندی اسی کی اور نہ

تَعۡدُ عَیۡنٰكَ عَنۡهُمۡ ۚ تُرِیۡدُ زِیۡنَةَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ۚ وَ لَا تُطِعۡ

پھر جاویں دونوں آنکھیں تیری ان سے ارادہ کرے تو بناؤ زندگانی دنیا کا اور مت کہامان

کوئی اور ہمدرد حاکم و سرپرست بھی نہیں ہے ۔ اور اللہ اپنی حکومت میں اپنی مدد کے لئے کسی کو شریک بھی نہیں کرتا (۲۷) اور اے رسُول اپنے رب کی کتاب میں سے وہ وحی تلاوت کر کے سنا دو جو تمہاری طرف بھیجی جا چکی ہے یاد رکھو کوئی کلماتِ خداوندی کو بدل دینے والا ہے نہیں اور تم دیکھو گے کہ اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں ملتی (۲۸) اور اپنی ذات کو صبر کے ساتھ ان لوگوں کی معیت میں رکھو جو صبح و شام اپنے پروردگار سے دعائیں کرتے ہیں اور وجہؑ اللہ کو حاصل کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور ان سے کبھی اپنی نظروں کو نہ ہٹنے دو دنیا کی سجی ہوئی زندگی کا ارادہ تک نہ کرنا یعنی اس قومی لیڈر کی اطاعت نہ کرنا جسے ہم نے

"اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں" (تفہیم القرآن جلد۴ صفحہ ۵۰۸-۵۰۷) یہاں لفظ "أَمۡرُهُمۡ" بھی موجود ہے اور لفظ "بَيۡنَهُمۡ" بھی سامنے ہے ۔

زیر بحث آیت (۲۱ / ۱۸) کے زیر بحث الفاظ کا مفہوم علامہ کی سند سے ۔

جملہ نمبر ا : (يَتَنَـٰزَعُونَ بَيۡنَهُمۡ أَمۡرَهُمۡ ﴿۲۱﴾ الکھف)

علامہ کا ترجمہ "وہ آپس میں اس بات پر جھگڑ رہے تھے" (تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ۱۶) اس ترجمے کی رو سے "اَمۡر" کے معنی "بات" ہوئے ۔ لہٰذا دوسرے جملہ کا ترجمہ :

(ا) "جو لوگ اس بات پر غالب آئے" یا شوری والی آیت (۳۸ / ۴۲) کی رو سے یہ ترجمہ ہو گا ۔

(۲) "جو لوگ اس معاملہ پر غالب آئے" ٱلَّذِينَ غَلَبُواْ عَلَىٰٓ أَمۡرِهِمۡ ﴿۲۱﴾ الکھف

اب قارئین پلٹ کر پوری آیت دیکھیں ، علامہ رفیع الدین کا اور ہمارا ترجمہ پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ عیسائیوں میں اصحاب کہف کے معاملہ پر بحث اور تنازع ہے ۔ اس معاملہ میں یا اس بات میں جن لوگوں کی تجویز غالب آئی ان کو اپنی طرف سے "رومی سلطنت کے ارباب اقتدار اور مسیحی کلیسا کے مذہبی پیشوا" بنا دینا بڑا جسارت آمیز فریب ہے ۔ جو اُمت کو دیا گیا ۔ اور اللہ پر بڑا سنگین جھوٹ ہے جو لکھا گیا ۔

(۲-ج) آیت (۲۱ / ۱۸) کے متعلق دوسری سنگین بددیانتی، یعنی معمار نے بنیاد کی پہلی اینٹ عمداً ٹیڑھی رکھی کہ عمارت باطل ہو۔

اب اس بنیاد پر نظر ڈالئے جسے علامہ نے جان بوجھ کر ٹیڑھا اٹھایا تھا تاکہ ان کی تعمیر کردہ عمارت باطل ہو کر شرک بن جائے ۔ چنانچہ آیت (۲۱ / ۱۸) کا یہ جملہ اور علامہ کا ترجمہ دیکھیں ۔ اور دیکھتے چلے جائیں۔ آخر میں ہم سے آنکھ ملا کر بات کریں ۔ فَقَالُواْ ٱبۡنُواْ عَلَيۡهِم بُنۡيَـٰنًا ﴿۲۱﴾ الکھف

علامہ کا غلط ترجمہ : "کچھ لوگوں نے کہا ان پر ایک "دیوار" چُن دو" (تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ۱۷)

مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ
اس شخص کا کہ غافل کیا ہے ہم نے دل اس کے کو یاد اپنی سے اور پیروی کی اس نے
هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝۲۸ وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ
خواہش اپنی کی اور ہے کام اس کا حد سے نکلا ہوا اور کہہ حق ہے پروردگار تمہارے کی
فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ
طرف سے پس جو کوئی چاہے پس ایمان لاوے اور جو کوئی چاہے پس کفر کرے
اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ
تحقیق تیار کر رکھی ہے ہم نے واسطے ظالموں کے آگ کہ گھیر لیا ہے ان کو
سُرَادِقُهَا وَ اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ
پردوں اس کے نے اور اگر فریاد کریں فریاد کو پہنچے جاویں گے ساتھ پانی کے
كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَ
مانند تانبے گلے ہوئے کی کہ بھون ڈالتا ہے مونہوں کو برا پینا ہے اور بری ہے
سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝۲۹ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا
وہ آگ فائدہ اٹھانے میں تحقیق وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے تحقیق ہم
لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝۳۰ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
نہیں ضائع کرتے ثواب اس کا کہ اچھا کرتا ہے عمل۔ یہ لوگ واسطے ان کے ہیں
جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ
باغ ہمیش رہنے کے چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں گہنا پہنائے جاویں گے
فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا
بیچ اس کے کنگن سونے کے اور پوشاک پہنیں گے کپڑے سبز

اپنے ذکر کی حقیقت سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنے ہی منصوبے کی تنفیذ و پیروی میں مصروف ہے اور جس کی جہاں گیرانہ پالیسی (بقرہ۔۲۰۶۔۲۰۴ / ۲) حدود فراموش ہے۔(۲۹) اس کو اور اس کی قوم کو بتا دو کہ تمہارے رب کی طرف سے حق تو یہی ہے اب جس کا تم میں سے دل چاہے ایمان لے آئے اور جس کا دل نہ چاہے وہ حق کو چھپاتا چلا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے احکاماتِ خداوندی میں ملاوٹ کرنے والوں (مائدہ ۴۵ / ۵) کے لئے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے کہ جس کی لپٹوں اور پردوں نے ان کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور اگر وہ پیاس کی فریاد کریں گے تو ان کی فریاد پر فوراً ایسے پانی سے ان کی تواضع کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا جو ان کے چہروں کو جھلس دے گا۔ بدترین پینے کی چیز ملے گی اور بہت بری آرام گاہ ہو گی۔ (۳۰) رہے وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور اصلاحات کے کام کرنے لگے تو یقین کر لو کہ ہم نیکو کار لوگوں کا اجر ہرگز ضائع نہیں کرتے۔ (۳۱) اُن ہی لوگوں کے لئے سدا بہار جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری رہیں گی اور اُن مومنین کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ مہین ریشم اور اطلس اور دیبا کے سبز رنگ کے لباس پہنیں گے

غلط ترجمہ پر خیالی ابلیسی تعمیر: اس جملہ میں لفظ "بُنْيَانًا" کا ترجمہ "دیوار" کر کے اس پر یہ رَدّا یا تشریحی نوٹ چڑھایا کہ:
"۱۹۔ فحوائے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ "صالحین نصاریٰ کا قول تھا" ان کی رائے یہ تھی کہ اصحاب کہف جس طرح غار میں لیٹے ہوئے ہیں اسی طرح انہیں لیٹا رہنے دو اور غار کے دہانے کو تیغا لگا دو" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۷)
مطلب یہ کہ علامہ کے ہم مسلک عیسائی صالحین یہ نہ چاہتے تھے کہ اصحاب کہف کی یادگار میں کوئی عمارت بنائی جائے۔ اس لئے کہ یہ شرک ہوتا وہ چاہتے تھے کہ ایک دیوار کے ذریعہ سے غار کا منہ بند کر دیا جائے تاکہ نہ کوئی وہاں جا سکے نہ شرک میں مبتلا ہو سکے۔ مگر علامہ خالص جھوٹے اور فریب ساز ہیں اور یہ جھوٹ اور فریب نہ صرف عیسائی صالحین پر عائد ہوتا ہے بلکہ خود اپنی تحریروں اور اللہ کی آیتوں کے خلاف بھی فریب کیا ہے اور جھوٹ بولا ہے سنئے۔

مِّنۡ سُنۡدُسٍ وَّ اِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَّكِئِيۡنَ فِيۡهَا عَلَى الۡاَرَآئِكِ ؕ
لاھی کے اور تافتے کے تکیہ کئے ہوئے بیچ اس کے اوپر تختوں کے اچھا ہے
نِعۡمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۳۱﴾ وَ اضۡرِبۡ لَهُمۡ
ثواب اور اچھی ہے بہشت فائدہ اٹھانے میں اور بیان کر واسطے ان کے
مَّثَلًا رَّجُلَيۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ
مثال دو مردوں کی کہ کئے ہم نے واسطے ایک کے ان میں سے دو باغ انگوروں کے
وَّ حَفَفۡنٰهُمَا بِنَخۡلٍ وَّ جَعَلۡنَا بَيۡنَهُمَا
اور گھیرا ہم نے ان دونوں کو ساتھ کھجوروں کے اور کی ہم نے درمیان ان دونوں کے
زَرۡعًا ﴿۳۲﴾ كِلۡتَا الۡجَنَّتَيۡنِ اٰتَتۡ اُكُلَهَا وَ لَمۡ تَظۡلِمۡ مِّنۡهُ شَيۡـًٔا ۙ وَّ
کھیتی دونوں باغوں نے دیا میوہ اپنا اور نہ کم کیا اس میں سے کچھ اور
فَجَّرۡنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۙ﴿۳۳﴾ وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ
پھاڑ دی ہم نے درمیان ان دونوں کے نہر اور تھا واسطے اس کے میوہ پس کہا اس نے
لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكۡثَرُ مِنۡكَ
واسطے ہم نشین اپنے کے اور وہ سوال و جواب کرتا تھا اس سے میں زیادہ تر ہوں
مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ
تجھ سے مال میں اور زیادہ عزت والا ہوں آدمیوں کر اور داخل ہوا باغ اپنے میں
وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنۡ تَبِيۡدَ
اور وہ ظلم کرنے والا تھا جان اپنی پر کہا کہ میں نہیں گمان کرتا یہ کہ ہلاک ہووے
هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۙ﴿۳۵﴾ وَّ مَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ لَئِنۡ رُّدِدۡتُّ
یہ باغ کبھی اور نہیں گمان کرتا میں قیامت کو قائم ہونے والی اور اگر پھیرا گیا میں

ع ۱۶

اور اونچی اونچی مسندوں پر گاؤ تکیے لگا کر بیٹھا کریں گے یہ بہترین جزا اور اعلیٰ درجے کی آرام گاہ ہوں گے۔ (۳۲) اے رسولؐ تم اپنی نام نہاد قوم کے سامنے ایک مثال پیش کرو۔دو آدمی تھے ان میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دے رکھے تھے۔ اور ہم نے باغوں کے گردا گرد کھجور کے درختوں کی باڑ لگائی اور ان کے درمیان کھیتی کرائی (۳۳) پھر وہ دونوں باغ خوب پھل پھول لائے اور بھرپور فصل دینے میں دونوں باغوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی اور ان دونوں باغوں کے اندر ہم نے ایک نہر بھی جاری کر دی تھی (۳۴) اور وہ باغات اس شخص کے لئے بہت منافع انگیز ہو گئے یہ سب کچھ پا کر ایک دن اپنے صحابی سے باتیں کرتے ہوئے یہ بھی کہہ گزرا کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور تجھ سے کہیں زیادہ افرادی قوت رکھتا ہوں (۳۵) اور وہ اپنے ایک باغ میں داخل ہوا اور اپنی تباہی کے مقام تک پہنچتے ہوئے یہ بھی کہہ گزرا کہ یہ مال و متاع اور باغات کبھی فنا ہونے والے نہیں ہیں اور مجھے یہ بھی توقع نہیں ہے (۳۶) کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی بہرحال اگر مجھے اپنے رب کے سامنے پلٹ کر جانا بھی پڑا تو مجھے

(۲ ۔ د) علامہ کے ترجمہ میں دیانت و امانت تلاش کرتے چلیں۔

(۱) "جس نے اپنی عمارت کی بنیاد" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۳۳)
(۲) "عمارت جڑ سے اکھاڑ پھینکی" (ایضاً صفحہ ۵۳۴ صفحہ ۵۳۵)
(۳) "یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے" (ایضاً صفحہ ۲۳۴ صفحہ ۲۳۵)
(۴) "جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر پر اٹھائی" (ایضاً صفحہ ۲۳۴)
(۵) "انہوں نے کہا اس کے لئے ایک الاؤ تیار کرو" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۹۳)

(۱) اَسَّسَ بُنۡيَانَهٗ ﴿۱۰۹﴾ التوبة
(۲) بُنۡيَانَهُمۡ مِّنَ الۡقَوَاعِدِ ﴿۲۶﴾ النحل
(۳) بُنۡيَانُهُمُ الَّذِىۡ بَنَوۡا ﴿۱۱۰﴾ التوبة
(۴) اَمۡ مَّنۡ اَسَّسَ بُنۡيَانَهٗ ﴿۱۰۹﴾ التوبة
(۵) قَالُوا ابۡنُوۡا لَهٗ بُنۡيَانًا ﴿۹۷﴾ الصافات

اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ

طرف پروردگار اپنے کی البتہ پاؤں گا میں بہتر اس سے جگہ پھر جانے کی کہا واسطے اس

صَاحِبُهٗ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ

کے ہم نشین اس کے نے اور وہ جواب سوال کرتا تھا اس سے آیا کفر کرتا ہے تو ؟

بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ

ساتھ اس شخص کے کہ پیدا کیا ہے تجھ کو مٹی سے پھر منی سے پھر تندرست کیا تجھ کو

رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّىْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّىْٓ

مرد لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ہے اللہ رب میرا اور نہیں شریک لاتا میں ساتھ رب

اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَ لَوْ لَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ

اپنے کے کسی کو اور کیوں نہ جس وقت کہ داخل ہوا تو بیچ باغ اپنے کے کہا تو نے جو چاہا

اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ

خدا نے نہیں قوت مگر ساتھ اللہ کے اگر دیکھتا ہے تو مجھ کو کمتر آپ سے مال میں اور

وہاں اس سے بھی زیادہ سہولتیں اور عیش و آرام ملے گا ۔ (۳۷) باتوں ہی باتوں میں اس کے غریب صحابی نے اس سے کہا کہ کیا تو ایسی ذات پاک کی حقیقت کو چھپاتا ہے جس نے تجھے پہلے مٹی سے وجود بخشا پھر نطفہ بنا کر اس سے تجھے شاندار اور موزوں مرد بنا دیا (۳۸) اور میں تو اسی کو اپنا اللہ اور اپنا پروردگار یقین کرتا ہوں اور اس کی قدرت میں کسی مددگار کو شریک نہیں کرتا ہوں ۔ (۳۹) جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تھا تو تو نے کیوں یہ اقرار نہ کیا کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کی مشیت نے مجھے دیا ہے اور اللہ کے بغیر نہ کسی میں دینے کی قوت ہے اور نہ کسی چیز پر قابو ہے ۔ یہ صحیح ہے کہ میں مال و اولاد

(۲ ۔ ہ) یہ کیا تماشہ ہے یہ کون مداری یا علامہ ہے ؟ جو آنکھوں میں دھول جھونکتا اور سرمہ کہتا ہے ۔

ان چار ترجموں کی روشنی میں ثابت ہوا کہ علامہ کے نزدیک لفظ ”بُنْیَانٌ“ کا صحیح ترجمہ ”عمارت“ ہے اور یہ ترجمہ کرنے سے علامہ کا مشرکانہ منصوبہ دم توڑ دیتا۔ اس لئے علامہ نے غار کا منہ بند کرانے میں خیریت سمجھی اور وہاں ”بُنْیَانًا“ کا ترجمہ دیوار کر دیا اور اس دیوار کے پیچھے بیٹھ کر پھر عیسائیوں کے صالح لوگوں کو الگ جمع کر لیا اور چاہا کہ اس طرح مسلمانوں کو فریب دے کر اس آیت کو آیت کے خلاف اور مسلمانوں کی سنت قائمہ کو مٹا دیں اور قرآن سے مساجد اور خانقاہوں کی تعمیر کو باطل ثابت کر دیں ۔ لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ ایک گوشہ نشین شخص ان کے تمام ہتھکنڈوں اور فریب کی تار پود بکھیر دے گا ۔ ہم نے سینکڑوں مرتبہ عرض کیا ہے کہ قرآن اور اسلام کی تعلیمات کو تباہ کرنے اور مشرکین عرب کے مذہب کو اسلام کی نقاب پہنانے کے لئے قرآن کو مہجور کیا گیا تھا (فرقان ۳۰ / ۲۵) الفاظ کے معنی اور مفاہیم بدل بدل کر حرام کو حلال اور حلال کو حرام کیا گیا ہے ۔

(۲ ۔ و) عوام کے دباؤ سے علامہ جیسے لوگ دبتے اور اپنے ضمیر کے خلاف کام کرتے چلے آئے ہیں ۔

ہم علامہ کے کہنے سے اگر یہ مان لیں کہ وہ مقبرہ رومی حکمرانوں اور مذہبی پیشواؤں نے بنایا تھا تو بات الٹ جاتی ہے۔ یعنی جس طرح ہمیشہ سے عوام کی کثرت قبر پرستی اور شرک میں مبتلا رہی تو اصحاب کہف کے معاملہ میں بھی حکمران طبقہ اسی طرح مجبور ہوا تھا جس طرح آج حکمران طبقہ صالحین کا ہوتے ہوئے قبروں پر جاتا ہے پھول چڑھاتا ہے مزار بنواتا ہے ۔ اسی طرح اس زمانہ میں حکمران طبقہ صالح تھا اور مجبوراً مسجد و خانقاہیں بنائی تھیں ۔

(۳) آیت (۲۸ / ۱۸) میں حقیقی مومنین اور قومی راہنما کے متعلق خبردار کیا گیا ہے ۔

ہمیں امید ہے کہ قارئین یہاں تک پہنچتے پہنچتے قریش کے اس لیڈر کو نہ بھول گئے ہوں گے جس کا تذکرہ قرآن نے بڑی دھوم دھام سے کیا ہے ۔ جس نے اکثر رسولؐ اللہ تک پر ہاتھ ڈالنے اور انہیں اپنے تیار کردہ اسلام پر چلانے کی کوشش کی ہے ۔

وَلَدًا ۚ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ يُرْسِلَ

اولاد میں پس شتاب ہے رب میرا یہ کہ دیوے مجھ کو بہتر باغ تیرے سے اور بھیجے

عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۙ اَوْ يُصْبِحَ

اوپر اس کے عذاب آسمان سے پس ہو جاوے زمین پھسلنی یا ہو جاوے

مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝ وَ اُحِيْطَ

پانی اس کا خشک پس ہرگز نہ کر سکے تو واسطے اس کے طلب کرنا اور گھیرا گیا

بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ

میوہ اس کا پس فجر اٹھا ملتا تھا ہتھیلیاں اپنی اوپر اس چیز کے کہ خرچ کیا تھا

فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ

بیچ اس کے اور وہ گرے ہوئے تھے اوپر چھتوں اپنی کے اور کہتا تھا کہ اے کاش کہ

لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ

میں نہ شریک لایا ہوتا ساتھ رب اپنے کے کسی کو۔ اور نہ ہوئی واسطے اس کے

فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۚ هُنَالِكَ

کوئی جماعت کہ مدد دیوے اس کو سوائے اللہ کے اور نہ ہوا بدلہ لینے والا۔ اس جگہ

میں تجھ سے بہت کم ہوں (۴۰) لیکن یہ بہت ممکن ہے کہ میرا پروردگار جلد ہی مجھے تیرے باغات وغیرہ سے بہتر عطا کر دے اور تیرے باغات پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ چکنے میدان بن کر رہ جائیں گے (۴۱) یا ان باغوں کا پانی اور نمی زمین میں اتر جائے اور تو کسی طرح بھی اسے اوپر نہ لا سکے (۴۲) آخر کار یہی ہوا کہ باغوں کا تمام میوہ اور فصل تباہ ہو گئی اور اس شخص کو ایسی صبح آئی کہ انگوروں کے باغات کو سر کے بل اپنی ٹٹیوں پر پڑا ہوا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت اور اس دولت پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور کہتا جاتا تھا کہ کاش میں نے اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔ (۴۳) اور اللہ کے علاوہ کوئی جماعت اور اس کی افرادی قوت اس کی مددگار نہ بن سکی اور اسے خود ہی اس کی تباہی کو بھگتنا پڑا (۴۴) وہی مقام تو ہوتا ہے جہاں اللہ کی

جو خدا کو گواہ کر کے اسلامی رنگ میں رنگ کر ایسا دنیاوی منصوبہ پیش کرتا تھا کہ جس کو سن کر آنحضرتؐ بھی حیران رہ جاتے تھے (بقرہ ۲۰۶ تا ۲۰۴ / ۲) اور وہ ساری دنیا کو زیرِ نگین لانے کا سبز باغ دکھایا کرتا تھا اسی کا تذکرہ ہوا ہے۔ آیت (۲۸ / ۱۸) میں وہی ہے جسے اللہ نے ابلیسی منصوبے کی تکمیل کے لئے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ جس کا فتنہ و فساد و قتل و غارت کا منصوبہ حدود فراموش ہے (۲۰۵ / ۲) اور جو ہر وقت اسی کی تبلیغ و تنفیذ میں مصروف رہتا ہے۔ اس سے رسول اللہ کو یہاں پھر خبردار کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ حقیقی مومنین پر اپنی توجہات مرکوز رکھیں اور اس قریشی لیڈر میں زیادہ دلچسپی نہ لیں اس کے سبز باغ اور سجائی ہوئی دنیاوی زندگی (۲۸ / ۱۸، ۲۰۴ / ۲) اللہ کو مطلوب نہیں ہے۔ اسے اور اس کے ساتھیوں پر قیمتی وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ان سے کہہ دو کہ ایمان لاؤ یا نہ لاؤ تمہاری ہمیں قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ یہ وہی قریشی لیڈر ہے جس نے اپنے ایک جگری دوست کو رسول اللہ والے اسلام سے ہٹا کر اپنے خود ساختہ اسلام پر لگایا تھا (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) اور جسے اس کے دوست نے شیطان ثانی کا لقب دیا تھا اور اللہ سے اس کی شکایت کی تھی اور اس کی دوستی پر پچھتایا تھا (۲۹۔۲۷ / ۲۵) اور ان دونوں نے اور ان کی پوری قوم نے مل کر قرآن کو مہجور کر دیا تھا (۳۰ / ۲۵) اور طاغوتی نظام کو جاری کیا تھا (۶۰ / ۴)۔

(۴) آیت (۴۴ / ۱۸) میں ولایت خداوندی اور حکومت الٰہیہ انجام بخیر رکھنے کی ضامن ہے۔

اس آیہ مبارکہ (۴۴ / ۱۸) میں وہ تاثیر تھی کہ علامہ رفیع الدین نے اپنی مستقل عادت کے خلاف ولایت کے معنی "حکم چلانا" کئے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے الفاظ۔ ولیؑ۔ اولیاً۔ مولیٰ وغیرہ کے معنی بڑی پابندی کے ساتھ "دوست اور دوستی" کئے ہیں۔ ادھر علامہ مودودی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ:

اَلْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ط هُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ

حکم چلانا واسطے اللہ کے ہے ثابت وہ بہتر ہے ثواب دینے میں اور بہتر ہے

عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ

۵
ع
۱۷

انجام لانے میں اور بیان کر واسطے ان کے مثال زندگانی دنیا کی مانند ہے پانی کے

اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ

اتارا ہم نے اس کو آسمان سے پس مل گئی ساتھ اس کے روئیدگی زمین کی

فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ ط وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

پس ہوگیا چورہ چورہ اڑاتی ہیں اس کو باویں اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کے

مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ج وَ الْبٰقِیٰتُ

قادر مال اور بیٹے آرائش ہیں زندگانی دنیا کی اور باقی رہنے والیاں

الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

نیکیاں بہتر ہیں نزدیک پروردگار تیرے کے ثواب میں اور بہتر ہیں آرزو رکھنے میں

وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً لا

اور جس دن کہ چلاویں گے ہم پہاڑوں کو اور دیکھے گا تو زمین کو صاف نکلی ہوئی

حق پرور ولایت کام آتی ہے وہی بہتر ثواب دینے والا ہے اور وہی انجام بخیر کرنے والا ہے (۴۵) اور اے رسوؐل تم ان لوگوں کو دنیاوی زندگی پر یہ مثال سناؤ کہ جس طرح ہم آسمان سے پانی نازل کرتے ہیں اور اس پانی میں زمین کا گھاس کوڑا مل کر گل جاتا ہے اور چُور چُور ہوکر رہ جاتا ہے پھر ہوائیں اس کے ذرات کو ادھر سے ادھر منتشر کرتی اڑائے پھرتی ہیں اور یوں اللہ ہر ایک چیز پر اپنا اقتدار رکھتا ہے ۔ (۴۶) یہ اموال اور یہ اولادیں اور بیٹے دنیاوی زندگی کی ایک عارضی سجاوٹ ہوتے ہیں اور انجام کار میں تو تیرے پروردگار کے نزدیک وہی نیکیاں اور اصلاحات ہیں جو باقی و برقرار رہنے والی ہیں اور بہترین ثواب اور بہترین آرزو ان ہی کے حصول میں ہے ۔ (۴۷) لہٰذا اس دن کی فکر رکھنا چاہئے جب کہ پہاڑوں کو ان کی جگہ سے چلاویں گے اور آپ اس زمین کو مقابلہ پر آمادہ دیکھیں گے

هُنَالِكَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَخَیْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ الکھف

" اس وقت معلوم ہوا کہ کارسازی کا اختیار خدائے برحق ہی کے لئے ہے ۔ انعام وہی بہتر ہے جو وہ بخشے اور انجام وہی بخیر ہے جو وہ دکھائے " (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۷)

ہمیں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ لفظ ۔ولایت ۔ولی ۔ اولیا اور مولٰی وغیرہ کا مادہ اور بنیادی مصدر ایک ہی ہے۔ اور ان تمام الفاظ میں ۔ حکومت ۔حاکم اور حکمرانی ہمیشہ شامل ہوتے ہیں ۔ وہ شخص ہرگز ولی نہیں ہے جسے کسی قسم کی حکومت و اختیار نہیں دیا گیاہے اور جسے کسی کی سرپرستی حاصل نہیں ہے اور چونکہ حقیقی اور مطلق ولی اللہ ہے لہٰذا کوئی شخص منجانب اللہ ولی یا اولیا یا مولٰی نہیں ہوسکتا اگر اسے اللہ نے ولایت کی سند اور اختیار و قدرت دے کر ولی نہیں بنایا ہے ۔ یعنی مسلمانوں پر یا کسی بھی قوم پر کوئی بھی حاکم ہوسکتاہے اور ہوتے رہے ہیں اور موجود ہیں مگر ان میں سے منجانب خدا کسی کو ولی نہیں کہا جا سکتا جب تک پہلے اس کی ولایت کی سند میں اللہ کا حکم و تصریح موجود نہ ہو پھر ہر حاکم ولی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ولی ہر حال میں مخلوقات کا ہمدرد و غمگسار ہوتا ہے ۔ ہمدردی اور غم گساری اس کی سرشت میں داخل ہونا چاہئے۔ وہ کسی حال میں رعایا کا نقصان نہیں چاہتا ۔ اس لئے اللہ کا ولی ہرحال میں ولی ہوتاہے خواہ کوئی اسے مانے یا نہ مانے، جانے یا نہ جانے ،حاکم حکومت چھنتے ہی رعایا ہوجاتاہے ۔حاکم کو معزول کیاجاسکتاہے۔ حاکم پنچایت سے خود بنایا جاسکتاہے لیکن ولایت منجانب خدا ہوتی ہے کسی کے بنانے سے نہ کوئی نبیؑ بنتاہے نہ ولیؑ اور امامؑ بنتاہے ۔حاکم اچھا ہوسکتاہے ۔برا ہوسکتاہے ۔ ظالم ہو سکتاہے کافر و منافق ہو سکتاہے اور ہوتے رہے ہیں اور آج موجود ہیں۔ لیکن ولی اللہ ہمیشہ اسلام کا سربراہ اور اللہ کی صفات کا مظہر ہوتاہے ۔ اسی طرح سلطان ، بادشاہ اور خلیفہ لوگوں کا حال ہے ۔ اس لئے ان کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی لفظ مثلاً راشد وغیرہ لگا کر اچھے برے میں تمیز کی جاتی ہے ۔ یزید بھی ایک خلیفہ تھا معاویہ بھی خلیفہ تھا اور عمر بن عبدالعزیز

وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَ

اور اکٹھا کریں گے ہم ان کو پس نہ چھوڑیں گے ہم ان میں سے کسی کو اور

عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا

روبرو لائے جاویں گے اوپر پروردگار تیرے کے صف باندھ کر تحقیق آئے تم

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۢ ؗ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ

ہمارے پاس جیسا پیدا کیا ہم نے تم کو پہلی بار بلکہ گمان کیا تھا تم نے یہ کہ

نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى

نہ کریں گے ہم واسطے تمہارے وعدہ گاہ اور رکھی جاوے گی کتاب پس دیکھے گا تو

الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا

گنہگاروں کو ڈرتے اس چیز سے کہ بیچ اس کے ہے اور کہیں گے اے وائے ہم پر

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ

کیا ہے واسطے اس کتاب کے کہ نہیں چھوڑتی چھوٹی بات کو اور نہ بڑی بات کو مگر

اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع ۶ / ۱۸

گن لیا ہے اس کو اور پاویں گے جو کچھ کیا تھا حاضر اور نہیں ظلم کرتا پروردگار تیرا کسی کو

اور ہم تمام انسانوں کو اس طرح جمع کریں گے کہ ان میں سے کوئی بھی محشر سے بچ نہ سکے گا۔(۴۸) اور ان سب کو تیرے پروردگار کے حضور میں صف باندھ کر پیش کیا جائے گا۔ یقیناً تم سب اسی طرح ہمارے سامنے پیدا ہو کر حاضر ہوئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا تھا ۔ حالانکہ تمہارا دعویٰ تھا کہ تمہارے ساتھ اس طرح حاضر کرنے کا کوئی وعدہ نہیں ہے ۔ (۴۹) اور اس روز کتاب کو سامنے لایا جائے گا جس کی تحریروں سے مجرم لوگ گھلے جا رہے ہوں گے اور کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم پر یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ تو کسی چھوٹے جرم کا بیان چھوڑتی ہے نہ کسی بڑے گناہ سے غافل ہے گویا اس نے ہر ہر بات کو گھیر رکھا ہے الغرض جو کچھ بھی انہوں نے کیا تھا وہ اسے وہاں حاضر پائیں گے ۔ اور تیرا پروردگار کسی ایک پر بھی ظلم نہ کرے گا۔

بھی خلیفہ ہی تھا۔ کہنا یہ ہے کہ لفظ ولی ایک ہمہ گیر لفظ ہے اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے ولی سے بغاوت کرنے والا عاق ہو جاتا ہے ۔ لہٰذا یاد رکھیں کہ خدائی سند کے بغیر کوئی ولی نہیں ہوسکتا ۔ اللہ نے بہت سی اقوام اور افراد کو خلیفہ بنایا اور پھر انہیں جہنم کا لقمہ قرار دیا (یونس ۱۴ / ۱۰) مگر جسے ولی بنایا وہ روز ازل سے منتخب اور مرتضٰی و مصطفٰی بندہ تھا ۔ کوئی ولی ایسا نہیں گزرا جسے اللہ نے ناپسند یا مردود قرار دیا ہو ۔ لیکن ایسی اقوام اور ایسے افراد گزرے ہیں جنہیں خلیفہ بنایا گیا اور پھر ان پر اللہ اور انبیاءؑ نے لعنت کی ہے (مائدہ ۷۸ / ۵) بہرحال ولی اللہ ، بادشاہ بھی ہوتا ہے ۔ خلیفہ بھی ہوتا ہے ۔ آمر بھی ہوتا ہے۔ امیر بھی ہوتا ہے ۔ اور سلطان بھی ہوتا ہے ۔ یہ تمام الفاظ یا القاب یا ماتحت الفاظ یا القاب ہیں ۔ ذرا آپ ایک بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ولیؑ اللہ کو دیکھیں اور شناخت کریں ۔مظلوم و بے کس مومنین ،مومنات اور بچے دن رات دعائیں مانگ رہے تھے خدا سے سنئے اور مسلمانوں کا حال دیکھئے :

(۴ ۔ الف) ایسا ولیؑ اللہ اور ایسا ناصر جس کے لئے دعائیں مانگی جائیں۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَٰنِ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ ٱلْقَرْيَةِ ٱلظَّالِمِ أَهْلُهَا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴿۷۵﴾ النساء

” اے مسلمانوں تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم راہ خدا میں دشمنان اسلام سے جنگ کے لئے نہیں اٹھتے حالانکہ مظلوم و بے کس مرد اور عورتیں اور ننھے ننھے بچے اللہ سے فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ظالموں کی اس بستی سے نکال کر ظلم وستم سے محفوظ کردے اور ہماری مدد کے لئے اپنے حضور سے ایک ولیؑ اور اپنا خاص نصرت کرنے والا تعینات کر دے “ پھر یہی دعا خود اللہ نے رسولؐ اللہ کو سکھائی اور دعا کرنے کا حکم دیا تھا :

(۵۰) اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ تم سب آدمؑ کے سامنے سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا تھا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا تھا۔ وہ جنوں میں سے ایک جن تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے پروردگار کے حکم کو بلفظہٖ نہ مانا یعنی اس نے اپنی رائے یا اجتہاد کو داخل کیا (فسق) تھا۔ کیا تم اس مجتہد یا فاسق کو اور اس کی فاسق ذریت کو میری سند کے بغیر ہی اپنے ہمدرد حاکم بناتے ہو؟ حالانکہ وہ ہمدرد و غمگسار نہیں بلکہ تمہارے دشمن ہیں خالص حکم خدا پر عمل نہ کرنے والوں (ظالموں ۴۵ / ۵) کے لئے فاسق حاکم بہت برا بدلہ ہے۔ (۵۱) میں نے ابلیس اور اس کی ذریت کو نہ تو زمین اور آسمانوں کی تخلیق پر حاضر رکھ کر گواہ بنایا تھا نہ خود ان کی اپنی تخلیق پر انہیں شاہد رکھا تھا

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ

اور جس وقت کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدمؑ کو پس سجدہ کیا انہوں نے مگر ابلیس

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ

نے نہ کیا تھا وہ جن سے پس نافرمانی کی اس نے حکم پروردگار اپنے کی سے

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ

کیا پس پکڑتے ہو تم اس کو اور اولاد اس کی کو دوست سوائے میرے اور وہ

لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۵۰ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ

واسطے تمہارے دشمن ہیں برا ہے واسطے ظالموں کے بدلا نہیں شاہد کیا تھا میں نے ان کو

خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪

وقت پیدا کرنے آسمانوں کے اور زمین کے اور نہ وقت پیدا کرنے جانوں ان کی کے

وَقُل رَّبِّ أَدۡخِلۡنِي مُدۡخَلَ صِدۡقٖ وَأَخۡرِجۡنِي مُخۡرَجَ صِدۡقٖ وَٱجۡعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلۡطَٰنٗا نَّصِيرٗا ۸۰ الإسراء

"اے نبیؐ تم اب یہ دعا اور تمنا کرو کہ اے میرے پروردگار مجھے اس مقام میں داخل کر جو حق و صداقت کی قیام گاہ ہے اور مجھے اس مقام سے خارج کر جو حق و صداقت کے کوچ کی جگہ ہے اور اے میرے پالنے والے میرے لئے اپنے حکم و رضامندی اور اپنے پاس سے میرا ناصر و مددگار حاکم و سلطان و خلیفہ برسرِ عمل و نصرت لے آ"۔

قارئین نوٹ فرمائیں کہ یہ دونوں دعائیں اللہ کی "اسی حق پرور ولایۃ کو اپنی (هُنَالِكَ ٱلۡوَلَٰيَةُ لِلَّهِ ٱلۡحَقِّ ۴۴ الکھف) نصرت کے لئے طلب کرتی ہیں اور اسی سے اپنا انجام بخیر چاہتی ہیں اور اسی ولایۃ کے لئے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عبدالرحمٰن بن کثیر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تھا تو آپؑ نے فرمایا تھا کہ:

عن عبدالرحمن بن كثير قال سَألتُ ابا عبدالله عليه السلام عن قول الله تعالىٰ: هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ قال: وَلَايَةُ اَمِيْرِ المومنين عليه السلام (كافى كتاب الحجة باب نكت و نتف)

اس آیت میں حضرت علی علیہ السلام کی ولایت و حکومت کا ذکر ہوا ہے اور اسی ولایت کو اور اس کی اتباع میں کام کرنے کو "بہترین آرزو اور باقیات الصالحات" (۴۶ / ۱۸) فرمایا ہے اور مومنین کو قیامت تک کا موقع دیا گیا ہے (۴۷ / ۱۸)

(۵) آیات (۵۲ تا ۵۰ / ۱۸) اللہ کی طرف سے ولیؑ اللہ کا مقام اور ولایت کی شرائط؟

ہم نے کئی مرتبہ قرآن کریم کی آیات کے حوالوں کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نور اوّلین مخلوق ہے۔ جس کے لئے اور جس سے ساری کائنات و موجودات کو پیدا کیا گیا تھا۔ اور چونکہ آپؐ ساری کائنات اور تمام مخلوقات کے ہادی و نذیر و رحمت ہیں اس لئے ہر چیز کی تخلیق کے ساتھ ساتھ ہدایت کرتے رہنے (طٰہٰ ۵۰ / ۲۰) کا مادی ذریعہ بھی آپؐ ہی ہیں۔ اور حضورؐ کے جس ہمہ گیر علم کو قرآن ثابت کرتا ہے اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ آپ ہر ہر چیز کی تخلیق کا علم رکھتے ہوں۔ اور آپؐ کے نور نے وہ تمام مادی سامان، جس سے آپ کو مختلف صورتیں عطا ہوتی گئیں، بھی دیکھا ہو۔ یعنی نوری صورت کے بعد بھی اپنی تدریجی تخلیق پر بھی شاہد ہوں۔ یعنی آیات (۵۰ تا ۵۲ / ۱۸) کی تمام شرائط پر آپؐ اور آپؐ کے تمام نوری اجزاء علیہم السلام پورے اترتے ہیں۔ اور چونکہ آپؐ کی تخلیق ہی اللہ کی ذات و

اور میں تو گمراہوں کو اپنا قوت بازو بنانے والا ہوں ہی نہیں (۵۲) اور وہ دن آنے والا ہے جب اللہ کہے گا کہ تم نے اپنے دعوے (زعم) کے مطابق جن لوگوں کو میری سند کے بغیر میرے ساتھ دین و احکام دین میں میرا شریک بنا رکھا تھا انہیں سامنے بلاؤ چنانچہ وہ ان کو پکاریں گے مگر کوئی جواب نہ دے گا اور ہم ان کے اور ان کے درمیان خطرناک قیدخانہ حائل کر دیں گے (۵۳) اور جب تمام جرائم پیشہ لوگ اپنے سامنے آگ دیکھیں گے تو خود اپنے خیال ہی سے سمجھ جائیں گے کہ اب ہمیں جہنم میں ڈالا جائے گا اور انہیں اس سے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہ ملے گی ۔ (۵۴) اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن میں تمام انسانوں کے لئے قیامت تک کی ہر ضرورت اور ہر صورت حال کی تمام مثالیں طرح طرح سے اور اطمینان کی حد تک بیان کردی ہیں۔ مگر ابلیسی انگیخت کی بنا پر انسان باقی تمام مخلوق سے زیادہ جھگڑا پھیلانے والا ہے ۔ (۵۵) لوگوں کو جس چیز نے ہدایت کے پہنچ جانے اور واضح ہوجانے کے بعد بھی ایمان لانے سے اور اپنے رب سے مغفرت مانگنے سے روکا ہے وہ یہ تھی کہ یا تو انہیں ان کے سابقہ لیڈروں اور قوم کی سنت اور قوانین پر چلتے رہنے کی آزادی دی جائے یا ان پر سامنے سے عذاب آتا دکھائی دے (۵۶) ہم نے رسولوں کو نہیں بھیجا مگر صرف اس لئے کہ لوگوں کو برے اعمال کے نتائج سے خوفزدہ کردیں اور اچھے اعمال کے نتائج پر خوشخبری سناتے رہیں ۔ مگر حق کو

وَ مَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿٥١﴾ وَ يَوْمَ يَقُوْلُ

اور نہیں میں پکڑنے والا گمراہ کرنے والوں کو بازو اپنا یعنی مددگار اور جس دن کہے گا

نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ

پکارو شریکوں میرے کو جو دعویٰ کرتے تھے تم پس پکاریں گے ان کو پس نہ

يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿٥٢﴾ وَ رَاَ

جواب دیں گے ان کو اور کریں گے ہم درمیان ان کے مہلکہ اور دیکھیں گے

الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَ لَمْ

گنہگار آگ کو پس گمان کریں گے یہ کہ وہ گرنے والے ہیں اس میں اور نہ

يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾ ع وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا

پاویں گے اس سے جگہ پھر جانے کی اور البتہ تحقیق طرح طرح سے بیان کیا ہم نے

فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ

بیچ اس قرآن کے واسطے لوگوں کے ہر مثال سے اور ہے آدمی

اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿٥٤﴾ وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا

زیادہ سب چیز سے جھگڑنے میں اور نہ منع کیا لوگوں کو اس سے کہ ایمان لاویں

اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ يَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ

جب آئی ان کے پاس ہدایت اور بخشش مانگیں رب اپنے سے مگر یہ کہ آوے

سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾ وَ مَا نُرْسِلُ

ان کے پاس عادت پہلوں کی یا آوے ان کے پاس عذاب سامنے اور نہیں بھیجتے ہم

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۚ وَ يُجَادِلُ

پیغمبروںؑ کو مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور جھگڑا کرتے ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ

وہ لوگ جو کافر ہوئے ساتھ باطل کے تو کہ بچلا دیویں ساتھ اس کے حق کو

صفات کے تعارف اور مخلوق کی ہدایت کے لئے ہوئی ہے لہٰذا آپ کسی لحہ بھی گمراہ نہیں رہ سکتے تھے ۔ وہ "قوت بازو" یا خود یداللہ ہونے کا حق آپؐ ہی کا ہے ۔ اور اسی بنا پر آپ ہی "رسالت مطلقہ" اور "نبوت مطلقہ" اور" ولایت مطلقہ "اور"حقیقی امامت" اور خلافت مطلقہ" کی بنیاد ہیں ۔ ان آیات میں ولایت کے لئے چند باتیں واضح کی گئی ہیں یعنی ۔ ابلیس اور ابلیس کی راہ چلنے والوں کو ولی ، اولیا یا ہمدردحاکم اس لئے نہیں بنایا جا سکتا کہ :

چھپانے والوں کا منصوبہ یہ رہا ہے کہ اپنے بحث و مباحثوں میں باطل تصورات کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ جس سے باطل کے لئے حق سے دلیل مل جائے اور اس طرح انہوں نے میری آیات کو مذاق بنا رکھا ہے اور تنذیر کو بھی اپنے حق میں موڑ لیا ہے ۔(۵۷) اور سوچئے کہ ایسے اشخاص سے زیادہ اور کون آیات کو توڑنے مروڑنے والا (۴۵ / ۵) ہوگا کہ جن کے سامنے آیاتِ خداوندی پیش کی جائیں اور وہ ترکیب سے ان کے حقیقی معنی سے کترا جائے گویا کہ وہ بھول گیا تھا اس کرتوت کو جو اس نے پہلے اعمال سے آگے بھیجا ہے۔ حق یہ ہے کہ ہم نے ایسے چالبازوں کو قرآن فہمی سے روکنے کے لئے ان کے دلوں پر بے توجہی کا غلاف چڑھا دیا ہے اور ان کے کانوں میں خود اعتمادی اور ذاتی وقار کی ڈاٹ لگا رکھی ہے ۔ اگر آپؐ ان کو ہدایت کی دعوت دیں گے تو اس وقت ہرگز کبھی بھی ہدایت نہ پائیں گے (۵۸) اور تیرا پروردگار دراصل بڑا رحم کرنے اور بخشنے والا ہے ۔اگر وہ ان کے کرتوت کا ساتھ کے ساتھ مواخذہ کرنا چاہتا تو ان پر جلد جلد عذاب بھیجتا مگر ان کے لئے ایک مقررہ وعدہ ہے جس سے بچ کر بھاگ نکلنے کی انہیں کوئی راہ نہ ملے گی ۔ (۵۹) یہ عذاب کی ماری ہوئی بستیاں تمہارے سامنے ہیں ان کے باشندوں نے جب (تمہاری طرح) احکام خداوندی میں اپنے احکام ملانا جاری کیا (۴۵ / ۵) تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا تھا ۔ ان کے لئے بھی ہم نے مقررہ وقت کا وعدہ کرر کھا تھا ۔ (۶۰) (ذرا قریشی لیڈروں کو وہ قصہ سناؤ جو موسیٰؑ کو پیش آیا تھا) جب کہ مؤسیٰ نے اپنے ساتھی نوجوان سے کہا کہ میں اپنا سفر

وَ اتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَ مَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

اور پکڑا انہوں نے نشانیوں میری کو اور اس چیز کو کہ ڈرائے گئے تھے ساتھ اس کے ٹھٹھا

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ

اور کون شخص بہت ظالم ہے اس شخص سے کہ نصیحت دیا گیا ساتھ نشانیوں

رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ

پروردگار اپنے کے پس منہ پھیر لیا ان سے اور بھول گیا جو آگے بھیجا ہے

يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ

ہاتھوں اس کے نے تحقیق کیا ہے ہم نے اوپر دلوں ان کے کے پردہ اس سے کہ

يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِنْ تَدْعُهُمْ

سمجھیں اس کو اور بیچ کانوں ان کے کے بوجھ ہے اور اگر بلاوے تو ان کو

اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَ رَبُّكَ

طرف ہدایت کی پس ہرگز نہ راہ پاویں گے اس وقت کبھی اور پروردگار تیرا

الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا

بخشنے والا رحمت والا ہے اگر پکڑے ان کو بسبب اس چیز کے کہ کماتے ہیں

لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا

البتہ جلد لاوے واسطے ان کے عذاب بلکہ واسطے ان کے وعدہ ہے کہ نہ پاویں گے

مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا

سوائے اس کے پناہ اور یہ بستیاں کہ ہلاک کیا ہم نے ان کو جب ظلم کیا انہوں

وَ جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى

ع ۸ ۲۰

نے اور کیا ہم نے واسطے ہلاک ان کے کے وعدہ گاہ اور جب کہا موسیٰؑ نے

لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ

واسطے جوان اپنے کے کہ نہ ٹلوں گا میں یہاں تک کہ پہنچوں میں جگہ ملنے

---

(۱) فسق اور فاسق ازلی و ابدی ناپسندیدہ اور مردود چیزیں ہیں ۔ اللہ کے احکام کی لفظ بلفظ تعمیل کرنا اور اپنی خواہش، ضرورت، مصلحت ، رائے ، تجربہ اور بصیرت کو دخل نہ دینا لازم ہے ۔ ابلیس سب سے پہلا فاسق اوّلین مجتہد اور انبیاؑ کا مخالف تھا ۔
(۲) اللہ اور رسالتؐ ونبوتؐ اور نوع انسان سے دشمنی ولایت کے مقصد کو مسمار کرتی ہے اور ولی کا ہر حال میں نوع انسان کا ہمدرد ہونا لازم ہے ۔ اس کی دوستی و دشمنی اللہ کے لئے ہونا واجب ہے ۔

الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ

دو دریاؤں کی یا چلا جاؤں برسوں تک پس جب پہنچے دونوں جگہ ملنے کی

بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي

درمیان ان دونوں کے بھول گئے دونوں مچھلی اپنی پس پکڑی اس نے راہ اپنی بیچ

الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا

دریا کے خشک پس جب گزر گئے اس سے کہا واسطے جوان اپنے کے دے ہم کو

غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ

کھانا ہمارا صبح کا البتہ تحقیق ملے ہم اس سفر اپنے سے رنج کو کہا کیا دیکھا تو نے

اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَ مَآ

جب جگہ پکڑی تھی ہم نے طرف پتھر کی پس تحقیق میں بھول گیا مچھلی کو اور نہ

اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَ اتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ

بھلا دی مجھ کو مچھلی مگر شیطان نے یہ کہ ذکر کروں اس کا اور پکڑی اس نے راہ اپنی

فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا

بیچ دریا کے عجب کیا یہی ہے جو کچھ تھے ہم چاہتے پس پھر آئے دونوں اوپر

اس وقت تک جاری رکھوں گا جب تک دونوں دریاؤں کا سنگم نہ آ جائے ورنہ میں زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا۔ (۶۱) چنانچہ جب وہ دونوں دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی کو بھول گئے اور مچھلی نے دریا کی راہ لی جیسا کہ کسی سرنگ میں چلی گئی ہو۔ (۶۲) جب وہ دونوں آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے ساتھی نوجوان سے کہا کہ ہمیں دونوں کو اس سفر میں کافی زحمت اٹھانا پڑی ہے لاؤ اب دونوں صبح کا ناشتہ تو کرلیں (۶۳) کھانے کے دوران نوجوان نے کہا کہ آپؑ نے دیکھا یہ کیسے ہوا؟ جب ہم دونوں نے اس چٹان کے پاس قیام کیا تھا تو اس وقت میں مچھلی کو بالکل ہی بھول گیا تھا۔ یہ بھلانا یقیناً شیطان کا فعل تھا کہ میں اس کا آپؑ سے ذکر بھی کرنا بھول گیا۔ اور وہ مچھلی عجیب انداز سے دریا میں چلی گئی۔ (۶۴) موسیٰ نے کہا کہ بہر حال ہمیں جس کی تلاش تھی وہ منزل یوں آ گئی چنانچہ وہ دونوں پھر اپنے نقش قدم پر

(۳) ولایت و نبوت و امامت ظالم سے دور رکھی گئی ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ ولیؑ و نبیؑ و امامؑ و رسولؐ سے کسی حال میں اور کسی مقدار میں خطا، غلطی، لغزش، بھول چوک تک سرزد نہ ہو۔ وہ جو کچھ کہے وہ اللہ کا فرمودہ ہو جو کچھ کرے وہ اللہ کا پسندیدہ ہو۔ اس کا ہر خیال و گمان اور اقدام اللہ کی خوشنودی اور رضا کے ماتحت ہو۔ ایسا نہیں ہے تو نہ وہ ولیؑ اللہ ہے نہ رسولؐ اللہ نہ نبیؑ اللہ ہے اور نہ وہ خدا کی طرف سے امامؑ ہو سکتا ہے۔ البتہ پبلک میڈ کنگ، صدر، وزیر اعظم، سلطان اور خلیفہ ہو سکتا ہے۔
(۴) ولی اللہ حقیقی معنی میں وہی ہے جو ساری کائنات پر تخلیقی گواہ ہو ہر چیز کی ماہیت پر مطلع ہو تاکہ نوع انسان کو تخلیقی منازل اور تسخیر کائنات میں عملاً راہنمائی کر سکے اور خود اپنی ذات پر گزرنے والی ہر ارتقائی منزل سے واقف ہو۔
(۵) اور لازم ہے کہ حقیقی ولی قیامت کے روز تمام مخلوق پر گواہ کی حیثیت سے موجود رہے لہٰذا لوگوں کو اپنی جان کے لالے پڑ رہے ہوں گے وہ کیسے امر خداوندی میں شریکوں کی حیثیت سے سامنے آئیں گے؟ لیکن امامت و ولایت مطلقہ تو سب سے پہلے میدان حشر میں موجود ہو گی۔ بلکہ تمام انسانوں کو خدا کے حضور پیش کرے گی۔ یہ ہیں امامت و ولایت کی شرائط۔

(۶) آیات (۸۲ تا ۶۴ / ۱۸) میں ڈھیلے نظام نبوت و شریعت اور انتہائی نظام ولایت کا فرق تعلیم کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کے اس واقعہ میں اکثر علما الجھتے رہے ہیں۔ اور ہمارے زمانہ کے سب سے بڑے قومی عالم و مجتہد تو یہاں تک الجھے کہ انہوں نے لکھ دیا کہ حضرت خضرؑ آدمی نہیں بلکہ ایک فرشتہ تھے اور یہ کہ جو کچھ خضر علیہ السلام نے کیا وہ اللہ کے تکوینی امور میں سے تھا جہاں جائز اور ناجائز اور حق و باطل اور اچھے اور برے کی تمیز نہیں کی جاتی۔ اور علامہ نے اس بیان میں اپنے پوشیدہ عقیدۂ جبر و ستم کے ماتحت اللہ کو ظالم و جابر مان لیا ہے۔

عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۙ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ

نشان پاؤں اپنے کے نقش دیکھتے پس پایا ایک بندے کو بندوں ہمارے سے کہ

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ

دی تھی ہم نے اس کو رحمت نزدیک اپنے سے اور سکھایا تھا ہم نے اس کو

مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ

اپنے پاس سے علم کہاواسطے اس کے موسیٰؑ نے کیاپیروی کروں میں تیری؟اوپراس کے

تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ

کہ سکھادے تو مجھ کو اس چیز سے کہ سکھایا گیا ہے تو کچھ بھلائی کہا تحقیق تو ہر گز

تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ

نہ کر سکے گا ساتھ میرے صبر اور کیوں کر صبر کرے گا تو اوپر اس چیز کے کہ نہیں

تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا

گھیرا تو نے اس کو سمجھ سے کہا البتہ پاوے گا تو مجھ کو اگر چاہا اللہ نے صبر کرنے والا

وَّ لَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ

اور نہ نافرمانی کروں گا میں واسطے تیرے کسی حکم کی کہا پس اگر پیروی کرے تو میری

واپس چلے اور اس چٹان پر پہنچے (۶۵) وہاں ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک ایسے بندہ کو پایا جسے ہم نے اپنی خاص رحمت سے نوازا تھا اور ہم نے اسے اپنے پاس سے علم کی تعلیم دی تھی۔ (۶۶) موسیٰ نے اس ہمارے بندے سے کہا کہ کیا میں آپ کی اتباع کرتے ہوئے اس کی امید کروں کہ آپ مجھے بھی وہ تعلیم دیں جو آپ کو تعلیم دی گئی ہے رشد و ہدایت کی (۶۷) اس نے جواب دیا کہ تم میرے ساتھ صبر سے رہ کر ہر گز برداشت نہ کر سکو گے (۶۸) اور تم ایسے معاملات میں کیسے صبر کر سکو گے جن کی آپؑ کو خبر تک نہ ہوئی ہو؟ (۶۹) موسیٰ نے کہا کہ انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملے میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ (۷۰) اس نے کہا کہ اچھا اگر تم میری اتباع کرنا ہی چاہتے ہو تو چپ چاپ میرے ساتھ رہنا اور مجھ سے

اس واقعہ کو سمجھنے اور اللہ تعالیٰ کی عدالت و انصاف کو برقرار رکھنے، اور شریعت و طریقت کی بحثوں کو حل کرنے کے لئے آپ پہلے ہمارا وہ جملہ یاد فرمائیں جس میں ہم نے عرض کیا تھا کہ:

"حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمدؐ مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ تک نبوت و رسالت و امامت نے جو دینی تعلیم دی تھی اس کی جہاں انتہا ہوتی ہے وہاں سے نظام ولایت علویہؑ کا الف شروع ہو گا۔ اور نظام ولایت کی ابتدائی تعلیم یعنی (الف) سے لے کر انتہائی تعلیم یعنی (ی) تک کی بنیاد اور سند وہی تعلیمات رہیں گی جو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک دی جا چکی تھیں۔ یعنی دین وہی رہے گا اس میں تبدیلی یا کمی زیادتی نہ کی جائے گی۔ ہو گا یہ کہ نظریات کو عملیات کی صورت دیدی جائے گی۔ ساتھ ہی ساتھ کوشش یہ ہو گی کہ تدریجی اصلاح کو بتدریج ختم کر دیا جائے گا اور ان تمام اسباب اور اس تمام سامان کا سدباب کر دیا جائے گا جو انسانی ترقی و ارتقاء میں حارج ہوتے ہیں۔ اور اس وقت کو محفوظ کر لیا جائے گا جو اصلاح کے دوران ڈھیل اور غلط کاروں کے ساتھ ساتھ چلنے میں ضائع ہوتا ہے مثلاً:

(۶۔الف) شریعت کا طریقہ اور ولایت کا عمل: اب تک یہ ہوتا رہا کہ جس نبیؑ نے جس اُمت کو جہاں پایا وہاں سے اسے اصلاح کی طرف لے کر بڑھنا شروع کیا اور ہر قدم پر ایسے احکامات دیئے جن پر عمل کرنا سہل ترین ہو اور لوگوں کو بھڑکنے اور مخالفت کو روکنے یا کم کرنے کے لئے کچھ غلط کاموں کو برداشت کرتا اور رفتہ رفتہ غلطیاں دور کرتا چلا گیا۔ اور جتنی کامیابی ہوئی شکر خدا بجا لاتے ہوئے دنیا سے گزر گیا۔ جیسے کہ ہمیں ایک ایسا شخص ملے جس کا پیر مدت ہوئی مڑ کر مڑا رہ گیا اور اب وہ مدت دراز سے مڑے ہوئے پیر سے بدقت چلتا پھرتا ہے۔ ہم جو کچھ کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس کے لئے ایک ایسا مڑا ہوا جوتا بنوائیں جو اس کے پیر سے ذرا سا کم مڑا ہوا ہو۔ یعنی جسے پہن کر اس شخص کو چلنے میں ذراسی مگر قابل برداشت تکلیف ہو۔ ادھر اس کے پیر کے پٹھوں اور رگوں کی مالش کا تیل

فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ

پس مت سوال کیجو مجھ سے کسی چیز سے یہاں تک کہ شروع کروں میں

لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي

واسطے تیرے اس کا مذکور پس چلے دونوں یہاں تک کہ جب سوار ہوئے بیچ

السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ

کشتی کے پھاڑا اس کو کہا کیا پھاڑا تو نے اس کو تاکہ ڈبا دیوے لوگوں کو اس کے

لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ

البتہ تحقیق لایا تو ایک چیز بھاری۔ کہا کیا نہ کہا تھا میں نے یہ کہ تو ہرگز نہ

تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا

کر سکے گا ساتھ میرے صبر۔ کہا مت پکڑ مجھ کو ساتھ اس چیز کے کہ

کوئی سوال نہ کرنا جب تک میں خود اس کا آپؐ سے ذکر نہ کروں۔ (۷۱) پھر وہ دونوں روانہ ہوگئے یہاں تک کہ جب پانی کے سفر کے لئے کشتی میں سوار ہوئے تو اُس بندہ نے کشتی میں سوراخ کر دیا موسیٰ نے کہا کہ آپ نے کشتی میں سوراخ کر دیا تاکہ سب کشتی میں سوار لوگوں کو ڈبو کر مار دیں یہ تو آپ نے بڑی سخت اور نقصان والی حرکت کی ہے (۷۲) اس بندہ نے کہا کہ میں نے تو پہلے ہی تم سے کہہ دیا تھا کہ تم سے میری پیروی اور تعلیم پر صبر نہ ہو سکے گا۔ (۷۳) موسیٰ نے (عاجزی اور شرمندگی کے عالم میں) کہا کہ جناب مجھے میری بھول پر نہ پکڑیئے اور میرے مقصد اتباع اور تعلیم میں

تیار کریں جو گم شدہ لچک واپس لائے۔ جب وہ اس نئے جوتے کا عادی ہو جائے تو دوسرا جوتا دیا جائے جو پھر ذرا کم مڑا ہوا ہو یہ عمل اس وقت تک جاری رکھیں جب تک اس کا پیر قدرتی سدھائی اختیار کر لے ہمیں نامعلوم کتنے جوتے بدلوانا پڑیں گے۔ اس دوران ہم برابر غلط کام کرتے رہے تاکہ ایک دن اس کا پیر سیدھا ہو جائے۔ یہ تدریج اور غلط کام برداشت کرنا وہ طریقہ ہے جسے عربی زبان میں شرع یا شریعت کہتے ہیں اور اسی اصول کی بنا پر "شارع عام" اس طریقہ یا راستہ کو کہا جاتا ہے جس پر ہر شخص کو چلنے کا اختیار ہوتا ہے۔ سرمایہ داروں اور اجارہ داروں کی تمام عیاشیاں، آسودہ حالیاں برداشت کی جاتی ہیں اس امید پر کہ وہ رفتہ رفتہ اللہ کے واجبات ادا کرتے کرتے لوگوں کے برابر آجائیں گے۔ برسوں تک شراب اور سود کو برداشت کرنا بھی غلط کام ہے مگر یہ کام کرنا پڑتا ہے کہ ایک دن وہ شرابی اور شراب کے تاجر شاید خود اپنے ہاتھ سے شراب کے مٹکے توڑیں برسوں تک چپ چاپ معاشرہ میں رہنا پڑتا ہے تاکہ یہ ثابت کیا جائے کہ ان ہی حالات میں رہنے والا ایک انسان کتنی پیاری اور بے عیب و بے خطا زندگی بسر کر سکتا ہے تو باقی لوگ بھی کر سکتے ہیں نظام ولایت ان اسباب کو فنا کر دے گا جو آدمی کو چوری اور گناہ پر مجبور کرتے ہیں یا جو گناہ کا پیش خیمہ بنتے ہیں اگر لوگوں کے پاس دولت نہ ہو تو چوری ناممکن ہے۔ اگر ہر شخص کی ضرورت ضرورت پیدا ہونے سے پہلے پوری ہونے کا انتظام ہے تو ہزاروں گناہ اپنی موت مرجاتے ہیں۔

(۶۔ب) علامہ کا غیر دیانت دارانہ اور معاندانہ بیان۔

رہ گیا علامہ اینڈ کمپنی کا یہ کہنا کہ:

(۱)" مگر پہلے دونوں کام یقیناً ان احکام سے متصادم ہوتے ہیں جو ابتدائے عہد انسانیت سے آج تک تمام شرائع الٰہیہ میں ثابت رہے ہیں۔ کوئی شریعت بھی کسی انسان کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ کسی کی مملوکہ چیز کو خراب کر دے اور کسی متنفس کو بے قصور قتل کر ڈالے "(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۰۔۴۱)

(۲)" خدا کی بھیجی ہوئی شریعتوں میں سے کسی شریعت کی رو سے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے اس الہامی علم کی بنا پر کشتی میں چھید کر دے اور ایک بے گناہ لڑکے کو مار ڈالے " (ایضاً صفحہ ۴۱)

(۳)" جو بنیادی اصول قرآن اور اس سے پہلے کی کتب آسمانی سے ثابت ہیں ان میں کبھی کسی انسان کے لئے یہ گنجائش نہیں رکھی گئی کہ وہ بلا ثبوت جرم کسی دوسرے انسان کو قتل کر دے " (ایضاً صفحہ ۴۱)

یہ بیانات دیانت دارانہ انداز میں نہیں بلکہ معاندانہ طریقے سے دیئے گئے ہیں اور ان صورتوں اور حالات کو ان میں نظر انداز کر دیا ہے

مشکلات پیدا نہ کیجئے (٧٤) اس بندہ نے معاف کیا اور پھر دونوں روانہ ہو گئے راستے میں ایک لڑکا ملا تو اس بندہ نے اس بچہ کو قتل کر دیا اس پر موسیٰ نے (گھبرا کر) کہا کہ یہ کیا کیا؟ تم نے ایک بے گناہ کو قتل کر ڈالا حالانکہ اس نے کسی کو قتل نہ کیا تھا کہ بدلے میں قتل کیا جاتا۔ یہ تو تم نے سراسر عالمی حیثیت سے ناپسندیدہ کام کر ڈالا ہے۔ (٧٥) **اس نے کہا کہ کیا میں** نے تمہیں دو مرتبہ یہ نہیں کہا کہ تُو میری پیروی اور تعلیم برداشت نہ کر سکے گا؟؟ (٧٦) موسیٰ نے عرض کیا کہ حضور اگر میں اب ان دو بے صبریوں اور غلطیوں کے بعد آپ سے کوئی بھی سوال کروں تو آپ کو میری طرف سے بھی اختیار اور عذر حاصل ہے کہ مجھے اپنی صحبت میں نہ رکھیں تو مجھے کوئی شکایت نہ ہو گی۔ (٧٧) چنانچہ دونوں نے سفر شروع کیا یہاں تک کہ ایک گاؤں کے لوگوں کے پاس پہنچے جہاں انہوں نے وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا تو ان لوگوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا بہرحال اس گاؤں میں ان دونوں نے ایک ایسی دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی۔ اس بندہ خدا نے اس دیوار کو دوبارہ اس کی بنیاد پر کھڑا کر دیا۔ موسیٰ نے کہا کہ یہ تو ایسا کام تھا کہ آپ اس پر ان لوگوں سے

نَسِيْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿٧٣﴾

بھول گیا ہوں میں اور مت ڈال اوپر میرے کام میرے سے تنگی یعنی دشواری

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ

پس چلے دونوں یہاں تک کہ جب ملے ایک لڑکے سے پس مار ڈالا اس کو کہا

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾

کیا مار ڈالا تو نے جان پاک کو بغیر بدلے جان کے البتہ تحقیق لایا تو چیز بری

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنْ

کہا کیا نہ کہا تھا میں نے تجھ کو تحقیق تو ہرگز نہ کر سکے گا ساتھ میرے صبر کہا اگر

سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ

سوال کروں میں تجھ سے کوئی چیز پیچھے اس کے پس مت صحبت میں رکھیو مجھ کو

قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ

تحقیق پہنچا تو میرے پاس سے عذر کو پھر چلے دونوں یہاں تک کہ جب آئے

اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا

لوگوں کے پاس ایک گاؤں کے کھانا مانگا لوگوں اس کے سے پس انکار کیا انہوں نے

اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ

یہ کہ ضیافت کریں ان کی پس پائی دونوں نے بیچ اس کے ایک دیوار چاہتی تھی یہ کہ

يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ

ٹوٹ جاوے پس سیدھا کھڑا کر دیا اس کو کہا اگر چاہتا تو البتہ لیتا اوپر اس کے

جو قارئین کو جناب موسیٰ و خضر علیہما السلام کی صحیح پوزیشن سمجھنے میں مدد دیتے۔ آپ انہیں ان بیانات کے جواب میں یہ چند واقعات سنا دیں پھر ہم اپنی دلیل و حجت پیش کریں گے۔

(٦۔ج) صرف افواہوں پر لوگوں کو حفظ ماتقدم کے لئے قتل کرنا اور کرانا۔

علامہ اینڈ کمپنی کی معتبر ترین تاریخ طبری اور معتبر ترین حدیث کی کتاب بخاری سے سنئے۔

(ا) " واقعہ یہ ہے کہ بدر کے بعد جب آپؐ نے زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کو بشارت فتح بدر دینے کے لئے مدینہ کے بالائی سطح کے باشندوں کے پاس بھیجا اور انہوں نے بدر کا سارا واقعہ بیان کیا کہ فلاں فلاں مشرک قتل کئے گئے۔ کعب بن الاشرف کو جو قبیلہ طے کے خاندان بنی نبہان سے تھا اور جس کی ماں بنی نصیر کی تھی۔ جب اس واقعہ کی خبر پہنچی اس نے لوگوں سے کہا کیا تم اس بیان کو سچ سمجھتے ہو؟ جیسا کہ یہ دونوں بیان کر رہے ہیں کہ محمدؐ نے فلاں فلاں اشخاص کو جو عرب کے اشراف اور رؤسا تھے قتل کر دیا ہے؟ اگر واقعی ایسا ہوا ہے تو اب زندگی سے موت بہتر ہے۔ چنانچہ جب اس دشمن خدا کو اس خبر کا یقین آ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے چل کر مکہ آیا اور مطلب بن

اَجْرًا ۝٧٧ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ

مزدوری کہا یہ جدائی ہے درمیان میرے اور درمیان تیرے اب خبر دوں گا میں

بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝٧٨ اَمَّا السَّفِيْنَةُ

تجھ کو ساتھ حقیقت اس چیز کے کہ نہ کر سکا تو اوپر اس کے صبر اے پر کشتی

فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ

پس تھی واسطے فقیروں کے محنت کرتے تھے بیچ دریا کے پس ارادہ کیا میں نے یہ کہ

اَعِيْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ

عیب ڈال دوں اس میں اور تھا پرے ان کے ایک بادشاہ لے لیتا تھا ہر کشتی کو

غَصْبًا ۝٧٩ وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ

چھین کر اور اے پر لڑکا پس تھے ماں باپ اس کے دونوں ایمان والے

فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ ۝٨٠ فَاَرَدْنَآ

پس ڈرے ہم یہ کہ گرفتار کرے ان کو سرکشی اور کفر میں پس ارادہ کیا ہم نے

اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ

یہ کہ بدلا دیوے ان کو رب ان کا بہتر اس سے پاکیزگی میں اور نزدیک تر

رُحْمًا ۝٨١ وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ

مہربانی میں اور اے پر دیوار پس تھی واسطے دو لڑکوں یتیم کے بیچ شہر کے

اجرت لے سکتے تھے۔ (۷۸) اس بندے نے کہا کہ بس اب مجھ میں اور تم میں جدائی ہو گئی اور اب میں تمہیں ان اعمال کی حقیقت کی پوشیدہ خبر دیتا ہوں جن کو تم اپنی ظاہری شریعت کے خلاف سمجھ کے بے صبری سے اپنے وعدہ کے خلاف بھی معترض ہوئے تھے۔ (۷۹) کشتی کی بات یوں ہے کہ وہ کشتی محنت کشوں کی ملکیت تھی جس سے وہ دن رات سمندر میں محنت کر کے اپنی روزی کماتے تھے میں نے یہ ارادہ کیا کہ اس کشتی کو عیب دار کروں تاکہ وہ بادشاہ جو لوگوں کی کشتیوں کو چھین کر غصب کرتا رہتا تھا اور ادھر آنے والا تھا اس کو عیب دار دیکھ کر لے نہ سکے (۸۰) اور رہ گیا وہ لڑکا اس کی بابت یہ سمجھ لو کہ اس کے والدین مومن تھے لہٰذا ہمیں یہ یقین فراہم تھا وہ ان کو کفر اور سرکشی میں الجھائے گا اس ڈر سے ہم نے اسے قتل کر دیا۔ (۸۱) ہم نے ارادہ کیا تھا کہ ان کے والدین کا رب ان دونوں کے لئے اس کافر و سرکش بچہ سے بہتر لڑکا عطا کرنے کی ابتدا کرے گا جو اپنے ماں باپ کے لئے زیادہ پاکیزہ اور رحیمی کا سلوک کرے گا۔ (۸۲) رہ گئی دیوار والی بات تو وہ دیوار اس شہر میں دو یتیم بچوں کی تھی

ابی وداعہ بن ضمیرۃ السہمی کے پاس مہمان ٹھہرا عاتکہ بن اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبد الشمس اس کی بیوی تھی اس نے اسے بڑی عزت اور اکرام سے اپنے ہاں ٹھہرایا اس نے رسولؐ اللہ صلعم کے خلاف لوگوں کو جوش دلانا شروع کیا اور اشعار سناتا تھا اور مقتولین بدر پر نوحہ کرتا تھا۔ پھر یہ مدینہ آ گیا اور یہاں اس نے ام الفضل بنت الحارث پر عاشقانہ شعر لکھے اس کے بعد اس نے کسی اور مسلمان عورت کی تعریف میں عاشقانہ شعر کہے جس سے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ اس پر رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہا " کون ہے جو اس کا خاتمہ کر دے " محمدؓ بن مسلمہ نے کہا اے رسولؐ اللہ میں اس کا کفیل ہوتا ہوں۔ میں اسے قتل کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر ہو سکے تو اسے قتل کر دینا " (طبری ترجمہ جلد سیرۃ النبی صفحہ ۲۱۱۔۲۱۲)

قارئین صرف اتنا نوٹ کر لیں کہ الزام کی صورت محض افواہوں پر منحصر ہے اور ان الزامات کو علامہ کے عدالتی معیار پر ثابت بھی کر دیا جاتا تو بھی ان کی سزا قتل نہیں ہے۔ مگر تاریخ نے مسلسل بتایا ہے کہ کعب بن الاشرف کو دھوکے سے قتل کرانے کے لئے محمد بن مسلمہ، سلکان بن سلامہ، حارث بن اوس، ابوعبس بن جبر اور ابونائلہ سلکا بن سلامہ متعین کئے گئے (ایضاً صفحہ ۲۱۳) اور یہ کہ:

(۲) " ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ اس جماعت کی مشایعت کے لئے بقیع الغرقد تک تشریف لے گئے۔ وہاں آپؐ نے ان کو رخصت کیا اور کہا کہ: " اللہ کا نام لے کر جاؤ اور فرمایا کہ اے اللہ ان کی اعانت کر " (صفحہ ۲۱۴) اور مسلسل لکھا ہے کہ اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ وہ اپنی دلہن کے پاس رات کو تنہائی میں بالاخانے میں آرام کر رہا تھا۔ اسے دھوکہ سے بلایا گیا اور محفوظ

وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ

اور تھا نیچے اس کے گنج واسطے ان دونوں کے اور تھا باپ ان دونوں کا نیک بخت

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا

پس ارادہ کیا رب تیرے نے یہ کہ پہنچیں جوانی اپنی کو دونوں اور نکالیں دونوں

كَنْزَهُمَا ۖۗ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ

گنج اپنا رحمت پروردگار اپنے سے اور نہیں کیا میں نے یہ کام اپنے حکم سے یہ ہے

تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ؕ۝۸۲ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی

حقیقت اس چیز کی کہ نہ کر سکا تو اوپر اس کے صبر اور سوال کرتے ہیں تجھ کو

الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ۝۸۳

ذوالقرنین سے کہہ شتاب پڑھوں گا میں اوپر تمہارے اس میں سے کچھ مذکور

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ

تحقیق ہم نے قدرت دی تھی اس کو بیچ زمین کے اور دی تھی ہم نے اس کو

كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا ۙ۝۸۴ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝۸۵ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ

ہر چیز سے راہ پس پیچھے چلا ایک راہ کے یہاں تک کہ جب پہنچا جگہ ڈوبنے

جس کے نیچے اس کے نیک بخت باپ نے ان دونوں کے لئے خزانہ دبا رکھا تھا۔ چنانچہ تیرے پروردگار کا یہ ارادہ ہوا کہ وہ دونوں جوانی کو پہنچیں اور خود اس خزانہ کو نکال لیں یہ سب کام تیرے رب کی رحمت کے ماتحت ہوئے ہیں میں نے ذاتی طور پر نہیں کئے۔ یہ تھی ان کاموں کی حقیقت جنہیں دیکھ کر تم سے صبر و ضبط نہ ہو سکا اور یوں تم نے میری پیروی اور اپنی تعلیم کو ختم کر دیا۔ (۸۳) اے نبیؐ آپؐ سے اس سکندر کی بابت سوال کیا جا رہا ہے جس کا لقب دو سینگوں والا (ذوالقرنین) تھا آپؐ ان سے کہہ دیں کہ بہت جلد میں تمہارے روبرو اس کا قصہ تلاوت کرتا ہوں (۸۴) یقیناً ہم نے اسے دنیا بھر میں اقتدار اور قابو عطا کیا تھا۔ اور ساتھ ہی ہر قسم کے اسباب اور وسائل میں سے کافی کچھ دے رکھا تھا۔ (۸۵) چنانچہ ذوالقرنین مغرب کی طرف کو فتوحات کرتا بڑھتا چلا گیا (۸۶) یہاں تک کہ وہ غروب آفتاب کی حدود تک فتح کرتا پہنچ گیا اور وہاں اس نے دیکھا کہ

جگہ میں لا کر سب نے اس نہتے شخص پر تلواریں برسا کر اسے قتل کر دیا۔ (صفحہ ۲۱۵) اور واپس رسول اللہ کے پاس آئے اور یہ کہ:
(۳)" آپ اس وقت کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم نے سلام کیا۔ آپ ہمارے پاس نکل کر آئے۔ ہم نے آپ کو دشمن خدا کے قتل کی اطلاع دی " (ایضاً صفحہ ۲۱۵) اور یہ کہ:
(۴)" صبح ہوئی تمام یہودی اس واقعہ سے خوفزدہ ہو گئے کوئی ایسا نہ تھا جسے اب اپنی جان کا اندیشہ نہ ہو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ جس یہودی پر قابو پاؤ قتل کر دو۔ محیصہ بن مسعود نے یہودی سوداگر ابن سنینہ کو اچانک حملہ کر کے قتل کر دیا "(ایضاً صفحہ ۲۱۵)
علامہ سے پوچھئے کہ کیا تمام یہودی قوم کے قتل پر اثباتِ جرم قتل ہو چکا تھا؟ کیا ہر یہودی نے کسی بے گناہ کو قتل کر رکھا تھا؟ اور جرم کون سی عدالت میں اور کون سی شریعت کی رو سے ثابت ہوا تھا؟ پھر علامہ کو ایک ہمہ گیر شریعت و طریقت و ولایت کی کتاب کی سینکڑوں آیات میں سے ایک آیت سنا دو۔ فرمایا ہے کہ:

فَاقْتُلُواْ ٱلْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَٱحْصُرُوهُمْ وَٱقْعُدُواْ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۝۵ التوبة

" تمام مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو گرفتار کرو ان کا محاصرہ کر لو اور جہاں جہاں موقعہ ملے ان کی گھات میں لگے ہو "

علامہ سے پوچھئے کہ قرآن کی اس آیت میں اثبات جرم کی شرط کیوں نہیں ہے۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ ہر ہر مشرک واجب القتل اس بنا پر ہو کہ اس نے کسی بے گناہ کو قتل کیا تھا۔ اس لئے انہیں قتل کر دینا واجب ہوا ہے؟ یقین کیجئے اگر ہم آیات دکھانا شروع کریں تو توریت اور قرآن سے ایک انبار لگا سکتے ہیں۔ فی الحال آگے بڑھئے اور علامہ کی قومی تاریخ و حدیث دیکھئے۔
(۵)" جنگ اُحد کے قبل قبیلہ اوس نے کعب بن الاشرف کو رسول اللہ کی دشمنی اور انؐ کے خلاف ترغیب و تحریص کی وجہ سے قتل کر دیا تھا۔ اب خزرج نے سلام بن ابی الحقیق کے قتل کے لئے جو خیبر میں مقیم تھا آپؐ سے اجازت مانگی اور

الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ؕ

سورج کے پایا اس کو ڈوبتا تھا بیچ چشمہ کیچڑ کے اور پایا نزدیک اس کے ایک قوم کو

قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ

کہا ہم نے اے ذوالقرنین یا یہ کہ عذاب کرے تو ان کو اور یا یہ کہ پکڑے تو

فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ

بیچ ان کے بھلائی کہا اے پر جو شخص ظالم ہے پس البتہ عذاب کریں گے ہم اس کو پھر

يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾

پھیرا جاوے گا طرف عذاب رب اپنے کی پس عذاب کرے گا اس کو عذاب بڑا

وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ

اور اے پر جو شخص کہ ایمان لایا اور عمل کئے اچھے پس واسطے اس کے بطریق جزا

الْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾

کے ہے نیکی اور البتہ کہیں گے ہم اس کو کام اپنے سے آسانی پھر پیچھے چلا اور راہ کے

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ

یہاں تک کہ جب پہنچا جگہ نکلنے سورج کی پایا اس کو کہ نکلتا ہے اوپر ایک قوم کے

لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ قَدْ

کہ نہیں کیا ہم نے واسطے ان کے ورے اس سے پردہ۔ اسی طرح تھا اور تحقیق

سورج کالے رنگ کے کیچڑ کی مانند چشمے میں غروب ہو رہا ہے اور اس سمندر کے قریب والی سرزمین پر اسے ایک ایسی قوم سے سابقہ پڑا کہ ہم نے کہہ دیا کہ اے ذوالقرنین تجھے یہ قوت حاصل ہے کہ چاہے تو اس قوم کو تکلیف میں مبتلا کردے اور یہ بھی کہ ان کے ساتھ نیک روش اختیار کرلے۔ (٨٧) اس نے کہا کہ جو ان میں غلط کار ہوگا ہم اس کو ضرور ہی سزا دیں گے اور پھر اسے اپنے رب کی طرف واپس ہونا پڑے گا تو وہ اسے اور بھی بُری سزا دے گا۔ (٨٨) اور وہ لوگ جو ایمان لا کر نیک عمل کریں گے ان کے لئے اچھی جزا ہوگی اور ہم اسے نرم اور سہل ذمہ داریاں سونپیں گے۔(٨٩) پھر ذوالقرنین نے مشرق کا رخ اختیار کیا۔ (٩٠) یہاں تک کہ فتوحات کرتا ہوا طلوع آفتاب کی حدود میں جا پہنچا وہاں اس نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے کہ جس کے واسطے اس زمانہ تک دھوپ سے حفاظت کا کوئی سامان ہم نے نہ بنایا تھا (٩١) ان کا وہی ابتدائی حال تھا اور

آپؐ نے ان کو اس کی اجازت دے دی " (ایضاطبری صفحہ ٢١٨) اگلے صفحے پر ان آٹھ آدمیوں کے نام لکھے ہیں جو اس ایک آدمی کے قتل کے لئے رسولؐ اللہ نے روانہ کئے تھے۔ بہرحال کارنامہ سنئے۔

(٦) "یہ جماعت مدینہ سے چل کر خیبر آئی اور رات کے وقت ابن ابی الحقیق کے گھر گئی اس کے محل میں جتنے حجرے تھے ان سب کے دروازے یہ اپنے پیچھے بند کرتے چلے گئے۔ وہ اپنے ایک کوٹھے پر تھا ...یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ اندر جا کر ہم نے اس کے حجرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اس طرح ہم، وہ اور اس کی بیوی سب بند ہو گئے۔ ہم ابن ابی الحقیق پر تلواریں لے کر لپکے۔ وہ اپنے بستر میں لیٹا ہوا تھا۔ بخدا رات کی تاریکی میں صرف اس کے گورے رنگ نے، جو معلوم ہوتا تھا کہ مصری چمکدار ململ پڑی ہوئی ہے۔ ہمیں اس کا پتہ دیا۔ کئی تلواریں اس پر ماریں عبداللہ بن انیس نے اس کے پیٹ میں اپنی تلوار بھونک دی اس پر اپنا تمام بوجھ ڈال دیا جس سے وہ آرپار ہوگئی ابو رافع کہہ رہا تھا مجھے مار ڈالا مجھے مار ڈالا۔ اس کا کام ختم کر کے ہم وہاں سے نکلے " (ایضاً صفحہ ٢١٩-٢٢٠)

(٦۔ د) مقتول کا اخلاق وکریمی اور قتل کا واقعہ دوسری روایت کی رو سے۔ اس ابن ابی الحقیق کے قتل کو دوسری طرح یوں لکھا گیا کہ: "عبداللہ بن عتیک نے اس کے پاس جانے کی اجازت چاہی۔ اس کی بیوی نے کہا کہ یہ عبداللہ بن عتیک کی آواز ہے۔ ابن ابی الحقیق نے کہا کیا کہتی ہو وہ تو یثرب (مدینہ) میں ہے اس وقت یہاں کہاں۔ دروازہ کھول دو ایسے وقت میں کسی شریف کے در سے سائل کو رد

اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ

گھیر لیا تھا ہم نے ساتھ اس چیز کے کہ نزدیک اس کے تھی خبر داری کر پھر پیچھے پڑا

سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا

اور راہ کے یہاں تک کہ جب پہنچا درمیان دو دیوار کے پایا ورے ان دونوں سے

قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ

ایک قوم کو کہ نہیں نزدیک تھے کہ سمجھیں بات کو۔ کہا انہوں نے اے ذوالقرنین

اِنَّ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ

تحقیق یاجوج اور ماجوج فساد کرنے والے ہیں بیچ زمین کے پس آیا کر دیویں ہم

لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ

واسطے تیرے کچھ مال اوپر اس بات کے کہ کر دیوے تو درمیان ہمارے اور درمیان ان کے

سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ

ایک دیوار۔ کہا جو کچھ قدرت دی مجھ کو بیچ اس کے رب میرے نے بہتر ہے پس مدد کرو

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾

میری ساتھ قوت کے کر دوں میں درمیان تمہارے اور درمیان ان کے ایک دیوار موٹی

اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ

لاؤ میرے پاس ٹکڑے لوہے کے یہاں تک کہ جب برابر کر دیا درمیان دونوں پہاڑوں کے

قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْٓ

کہا پھونکو یعنی دھونکو یہاں تک کہ جب کر دیا اس کو آگ کہا لے آؤ میرے پاس

ذوالقرنین کے پاس جو کچھ سامان تھا اس کی ہمیں خبر تھی۔ (۹۲) پھر ذوالقرنین نے مغرب و مشرق کی فتوحات کے بعد شمال کی طرف کا رخ کیا (۹۳) فتوحات کرتا ہوا جب دو رکاوٹوں کے بیچ میں پہنچا تو ان دونوں رکاوٹوں سے ادھر ایک ایسی قوم ملی جو بڑی ہی مشکل سے کوئی کوئی بات سمجھتی تھی ۔ (۹۴) اس قوم کے لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے رہتے ہیں کیا ہم آپ کو کچھ خراج اور سامان فراہم کر دیں تا کہ آپ ہمارے اور ان کے بیچ میں ایک ایسا بند تعمیر کریں کہ وہ یہاں نہ آسکیں (۹۵) ذوالقرنین نے کہا کہ خدا کا دیا ہوا میرے پاس کافی ہے تم محنت اور تحمل میں میرے ساتھ تعاون کرو تو میں وہ بند تعمیر کر دوں گا۔ (۹۶) بہر حال تم مجھے لوہے کی چادریں فراہم کرتے رہو چنانچہ اس طرح دونوں پہاڑوں کے درمیان والی جگہ کو اس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا کہ اب تم لوگ آگ جلا کر بھڑکائے جاؤ یہاں تک کہ جب وہ لوہے کی چادروں والا بند آگ کی طرح سرخ ہو گیا تو اس نے

نہیں کیا کرتے ۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا ۔ میں اور عبداللہ بن عتیک اندر آئے ...اندھیرے کمرے میں میری نظر اس کے نہایت ہی گورے رنگ پر گئی جب اس نے مجھے تلوار لئے ہوئے دیکھا تو تکیہ اٹھایا اور اس سے وہ اپنا بچاؤ کرنے لگا۔ میں اس پر وار کرنے لگا مگر موقع نہ ملا اس لئے میں نے تلوار اس کے جسم میں بھونک دی اور زخمی کر دیا پھر میں نے عبداللہ بن عتیک سے آ کر کہا کہ تم جا کر اس کا کام تمام کر دو انہوں نے اس کے پاس جا کر اس کا خاتمہ کر دیا ''(ایضاً صفحہ ۲۲۱۔۲۲۲) قارئین مقتولوں کی اس بے بسی ، تنہائی اور قومی شرافت کو مد نظر رکھیں ادھر ان صحابہ کو دیکھیں جو تعمیل حکم میں کتنی بے رحمی سے خالی ہاتھ ایسے لوگوں کو قتل کرتے رہے جن پر قتل کی نہ فرد جرم لگی ہے نہ جرم کا ارتکاب کیا ہے نہ قتل کرنے کا ثبوت فراہم ہوا ہے ۔ پھر ان کی بیویاں بیوہ ہوئیں ان کے بچے یتیم ہوئے ۔ لیکن حضرت خضرؑ نے جس لڑکے کو قتل کیا وہ قتل کئے جانے میں ان تین چار مثالوں کے برابر تھا۔ مگر نقصان میں کم تھا اس لئے کہ نہ کوئی یتیم ہوا نہ کوئی بیوہ ہوئی۔ پھر یہ سوچئے کہ جنگ بدر و اُحد و خندق وخیبر وغیرہ میں آنے والی افواج کا ہر سپاہی واجب القتل نہ تھا ۔ ان میں

اُفۡرِغۡ عَلَيۡهِ قِطۡرًا ؕ‏ ﴿۹۶﴾ فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ يَّظۡهَرُوۡهُ وَ

ڈالوں اوپر اس کے تانبا گلا ہوا پس نہ کر سکیں کہ چڑھ آویں اوپر اس کے اور

مَا اسۡتَطَاعُوۡا لَهٗ نَقۡبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّىۡ‌ ۚ فَاِذَا

نہ کر سکیں کہ سوراخ کریں اس میں کہا کہ یہ مہربانی ہے پروردگار میرے کی پس جب

جَآءَ وَعۡدُ رَبِّىۡ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ‌ ۚ وَكَانَ وَعۡدُ

آوے گا وعدہ پروردگار میرے کا کردے گا اس کو ریزہ ریزہ اور ہے وعدہ

رَبِّىۡ حَقًّا ؕ‏ ﴿۹۸﴾ وَتَرَكۡنَا بَعۡضَهُمۡ يَوۡمَٮِٕذٍ يَّمُوۡجُ

رب میرے کا سچ اور چھوڑ دیا ہم نے بعض ان کے کو اس دن کہ موج مارتے ہیں

فِىۡ بَعۡضٍ وَّنُفِخَ فِى الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰهُمۡ جَمۡعًا ۙ‏ ﴿۹۹﴾

بیچ بعض کے اور پھونکا جاوے گا بیچ صور کے پس اکٹھا کریں گے ہم ان کو اکٹھا کرنا

وَّعَرَضۡنَا جَهَنَّمَ يَوۡمَٮِٕذٍ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ عَرۡضَا ۙ‏ ﴿۱۰۰﴾ اۨلَّذِيۡنَ

اور روبرو لاویں گے ہم دوزخ کو اس دن واسطے کافروں کے روبرو لانا وہ لوگ کہ

كَانَتۡ اَعۡيُنُهُمۡ فِىۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِىۡ وَكَانُوۡا لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ

تھیں آنکھیں ان کی بیچ پردے کے یاد میری سے اور نہیں تھے

سَمۡعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا

سن سکتے کیا پس گمان کیا ہے ان لوگوں نے جو کافر ہوئے یہ کہ پکڑیں

کہا کہ اب تانبا لاؤ تاکہ میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں (۹۷) یہ بند ایسا بن گیا تھا کہ نہ تو یاجوج و ماجوج اور نہ کوئی اور قوم اس پر چڑھ کر پار آ سکتی تھی نہ ہی کوئی اس میں نقب لگا کر سوراخ کے ذریعہ سے آ سکتا تھا۔ (۹۸) ذوالقرنین نے کہا کہ یہ تعمیری ذمہ داری اللہ کی رحیمی سے پوری ہوئی ہے لیکن جب میرے پروردگار کا قیامت والا وعدہ پورا ہو گا تو اس بند کو بھی وہ ریزہ ریزہ کرکے رکھ دے گا اور اس وعدے کا پورا ہونا تو میرے رب کی طرف سے حق ہے (۹۹) اور اس دن ہم لوگوں کو پہلے اس حال میں چھوڑ دیں گے کہ وہ سمندر کی موجوں کی طرح ایک دوسرے کی طرف بڑھتے اور ہٹتے رہیں پھر صور پھونک کر لوگوں کو بہت قدرت کے ساتھ ایک جگہ جمع کر لیں گے۔ (۱۰۰) اور جہنم کو نہایت آب و تاب و تپش کے ساتھ کافروں کے سامنے کردیا جائے گا (۱۰۱) وہ لوگ جن کی آنکھیں ہمارے ذکر کی طرف سے پردہ کرتی رہیں اور جو اس کی بات سننے کو تیار نہ تھے۔ ان پر جہنم وارد کیا جائے گا۔ (۱۰۲)

سے کسی نے نہ کسی بے گناہ کو قتل کیا تھا کہ ان کا قتل جائز ہوتا۔ نہ کسی کے خلاف علامہ کے معیار پر قتل کا حق اور ثبوت فراہم تھا۔ اور نہ مسلمانوں کو یہ معلوم تھا کہ عوام سپاہیوں میں سے کون کون قتل کا حق دار ہے۔ مطلب یہ کہ چند لیڈروں کے سوا باقی تمام سپاہی بے قصور ہوتے ہیں۔ نوکر یا مزدور یا خادم ہوتے ہیں جنگ و جہاد میں سب کا قتل کون سے قانون سے واجب ہو جاتا ہے؟ علامہ کو بتاؤ کہ اللہ اور رسولؐ اور امام علیہم السلام انسانوں کے تحفظ میں ہر ایسے انسان یا حیوان کو قتل کرنے کے مجاز رہتے چلے آئے ہیں جس سے انسانوں کو صرف نقصان پہنچے۔ جس کی نسل میں بھی کوئی مفید انسان یا حیوان پیدا ہونے والا نہ ہو۔ آپ سانپ کے بچوں کو بلا تکلف مار ڈالتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ اس سے کوئی فائدہ متصور نہیں ہے۔ البتہ تجربات کے لئے سانپوں کو محفوظ جگہ رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح جنگ و جہاد میں ایک بھی ایسا آدمی قتل نہ ہونا چاہئے جس کی نسل میں کوئی مومن پیدا ہونا ممکن ہو۔ یہی سبب ہے کہ جہاد معصومؑ کی زیر قیادت ہونا لازم ہے ورنہ نوع انسان پر عام فوج کشی حرام ہے یہی وجہ ہے کہ ہم اسلام کی سربراہی کا حق محض معصومؑ کو دیتے ہیں۔ اور ہم ایسے بچوں، جوانوں، بوڑھوں، عورتوں اور حیوانوں کو جڑ بنیاد سے ختم کر دینا جائز سمجھتے ہیں جو محض نقصان ہی نقصان کرنے والے ہوں اور یہی دلیل ہے اجتماعی عذاب کی جس میں نوع انسان کی کثیر تعداد کو ہلاک و برباد کر دیا جاتا ہے۔ ننھے ننھے معصوم بچوں کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ پیٹ کے اندر حمل کی فکر نہیں ہوتی۔ سب کو ایک طرف سے موت کے گھاٹ اتار دینا واجب ہے مگر ایسے فیصلوں کے لئے علامہ، مفتی، مجتہد اور صحابہ موزوں نہیں بلکہ اللہ اور معصومؑ درکار ہے جن کی نظر کے روبرو کائنات کی تمام موجودات مستحضر ہوتی ہیں۔

کیا حق کو چھپانے والے لوگ یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ میرے حکم و رضامندی کے بغیر ہی میرے بندوں کو اپنا ہمدرد و غمگسار حاکم بنالیں؟ اگر ایسا ہے تو سن رکھیں کہ ہم نے اسی قسم کے حق پوشوں کی خاطر جہنم تیار کر رکھی ہے تا کہ وہ اس میں اپنی منزل بنائیں۔ (١٠٣) ان سے پوچھیں گے کہ کیا ہم تمہیں ان لوگوں کا حال بتائیں جو عملی حیثیت سے سب سے زیادہ نقصان میں رہنے والے ہوں گے؟ (١٠٤) وہ لوگ ایسے اشخاص ہوں گے جن کی تمام کوششیں اور محنت دنیاوی زندگی ہی میں بے نتیجہ ہو کر رہ گئیں اور وہ یہ سمجھتے ہوئے خوب محنت اور کوشش کرتے رہے کہ ہم اچھائیاں کر رہے ہیں (١٠٥) وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس کی ملاقات ہونے کی حقیقت کو دوسروں سے چھپاتے

عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ

بندوں میرے کو سوائے میرے دوست تحقیق ہم نے تیار کیا ہے دوزخ کو

لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ

واسطے کافروں کے مہمانی کہہ کیا خبر دیویں ہم تم کو ساتھ بہت ٹوٹا پانے والوں کے

اَعْمَالًا ؕ ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ

عمل میں وہ لوگ کہ کھوئی گئی سعی ان کی بیچ زندگانی دنیا کے اور وہ

یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ اچھا کرتے ہیں کام یہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا

بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ

ساتھ نشانیوں پروردگار اپنے کے اور ملاقات اس کی کے پس کھوئے گئے

جن سے وہ دونوں نوع انسان کو استفادہ کراتے ہیں۔ رہ گئے حضرت خضرؑ کے اعمال وہ مع دلیل ترجمہ میں دیکھ لیں۔ انہوں نے تینوں کام انسانوں کی بھلائی اور ترقی کے لئے کئے تھے۔ اور ثابت ہے کہ ان کا علم کائنات کے حاضر و غائب پر حاوی تھا اور ان کا ہر فعل اور ہر تصور اور ہر بات اللہ کی رضا کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ اور یہی تقاضا ہے علم و عالمؑ لدنی کا۔

(٦ ۔ ہ) اگر حضرت خضرؑ فرشتہ تھے اور ان کے کام انسانوں اور اللہ کی شریعت کے لئے مفید نہ تھے تو اللہ نے موسیٰؑ کو شاگردی کا حکم کیوں دیا؟

علامہ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے یہ سفر حضرت خضرؑ سے ملاقات کے لئے کرایا تھا۔ اور حضرت موسیٰؑ نے اس علم کو سیکھنے کی درخواست کی تھی۔ اس سے ثابت ہے کہ وہ علم انبیاؑ اور عام انسانوں کے لئے مفید، قابل عمل اور دین کے بنیادی اصولوں کے مطابق تھا۔ لہٰذا علامہ نے غلط کہا کہ حضرت خضرؑ آدمی نہیں بلکہ ایک فرشتہ تھے۔ آدمیت اور علمیت کا تقاضا تو یہی تھا کہ انہیں آدمی سمجھتے۔

(٦ ۔ و) علامہ نے لفظ لَدُنْ کا ترجمہ صحیح کر کے اپنا متعصب ہونا ثابت کر دیا ہے یا نہیں؟

ہم نے سابقہ تشریحات (کہف ٤۔ الف) میں دو آیات (نساء ٧٥ / ١٤ اسرائیل ٨٠ / ١٧) لکھی ہیں وہاں دونوں جگہ یہ جملے آئے ہیں۔

١۔ مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ٢۔ مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ٣۔ مِن لَّدُنكَ سُلْطَـٰنًا نَّصِيرًا

یہاں علامہ کو حضرت خضرؑ والی آیت (وَعَلَّمْنَـٰهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ الکھف) کے اصول پر ترجمہ یوں کرنا چاہئے تھا یعنی:

١۔ اپنا ایک خاص حاکم ٢۔ اپنا ایک خاص ناصر ٣۔ اپنا ایک خاص نصرت کرنے والا سلطان" لیکن یہ الفاظ "ایک خاص علم" حضرت خضرؑ کے ساتھ اس لئے بڑھائے ہیں کہ ان کے علم کو انبیاؑ و آئمہؑ سے مختلف اور مخصوص کر کے رد کر دیا جائے۔

(٧) آیات (٨٢ تا ٧٨ / ١٨) میں حضرت خضرؑ کو دیکھ کر مقامِ سردار انبیاءؑ اور آئمہ اہلبیتؑ سمجھیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کی شان میں جو کچھ بیان ہوا۔ اس میں نہ تو ان کو رحمة للعالمین کہا گیا۔ نہ نذیر للعالمین فرمایا گیا نہ اوّل العابدین اور اوّل المسلمین قرار دیا گیا نہ (نَذِيرٌ مِّنَ ٱلنُّذُرِ ٱلْأُولَىٰٓ ﴿٥٦﴾ النجم) سب سے اوّلین نذیروں میں کا

اَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ

عمل ان کے پس نہ قائم کریں گے ہم واسطے ان کے دن قیامت کے تول یہ ہے

جَزَآؤُهُمۡ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوۡا وَ اتَّخَذُوۡۤا اٰيٰتِىۡ وَ

بدلا ان کا دوزخ بسبب اس کے کہ کفر کیا انہوں نے اور پکڑا نشانیوں میری کو اور

رُسُلِىۡ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

پیغمبروں میرے کو ٹھٹھا۔ تحقیق وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے ہیں

كَانَتۡ لَهُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا لَا

واسطے ان کے بہشتیں فردوس کی مہمانیاں ہمیش رہیں گے بیچ اس کے نہیں

يَبۡغُوۡنَ عَنۡهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلۡ لَّوۡ كَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّـكَلِمٰتِ رَبِّىۡ

چاہیں گے اس جگہ سے بدلنا کہہ اگر ہووے دریا سیاہی واسطے باتوں پروردگار میرے کے

لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىۡ وَلَوۡ

البتہ تمام ہو جاوے دریا پہلے اس سے کہ تمام ہوں باتیں رب میرے کی اور اگرچہ

جِئۡنَا بِمِثۡلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ

لاویں ہم برابر اس کے مدد کہہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں مانند تمہارے

يُوۡحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ‌ ۚ فَمَنۡ كَانَ

وحی کی جاتی ہے طرف میری یہ کہ معبود تمہارا معبود ایک ہے پس جو کوئی ہے

رہنے کا کام کیا ان کے تمام نیک اعمال ضائع ہوگئے اور قیامت کے روز ان کے لئے اعمال کے ناپ تول کی ہمیں ضرورت ہی نہ ہوگی ۔ (۱۰٦) سیدھا سیدھا ان کا بدلہ جہنم کی صورت میں چکا دیا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے حقیقتاً ہماری آیات اور رسولوں کا مذاق بنائے رکھا تھا (۱۰۷) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اصلاحی اعمال پر کاربند رہے ان کے لئے جنت الفردوس میں منزلیں ہوں گی (۱۰۸) وہ نیک لوگ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے کہیں اور تبادلہ نہ چاہیں گے (۱۰۹) ان کو بتاؤ کہ اگر سمندروں کی سیاہی بنا کر استعمال کی جائے اور میرے رب کے کلمات کو لکھا جائے تو کلمات پورے ہونے سے پہلے ہی سمندروں کی روشنائی ختم ہو جائے گی ۔خواہ ہم ان سمندروں کی مانند اور سمندروں کی سیاہی بھی استعمال کریں تو یہ مدد بھی کافی نہ ہوگی۔ (۱۱۰) یہ بھی کہہ دو کہ میں تو تمہاری ہی مثل ایک بشر ہوں ایک فرق یہی ہے کہ مجھ پر وحی ارسال کی جاتی ہے اور

ایک نذیر بتایا گیا۔ نہ انہیں غیبی باتیں بنانے میں سخی فرمایا گیا۔ نہ یہ کہا گیا کہ انہیں وہ سب کچھ سکھا دیا گیا تھا جو وہ نہ جانتے تھے یعنی ان سے ہمہ قسمی جہالت کی نفی اور ہمہ گیر علم کا عالم نہیں کہا گیا۔ نہ یہ کہا کہ ان کی منشا بعینہٖ منشائے خداوندی ہوتی ہے ۔ نہ یہ فرمایا کہ ان کی ہر بات وحی خداوندی ہوتی ہے اس کے باوجود یہ کہا گیا کہ ان کا ارادہ اللہ کا ارادہ تھا۔ اور یہ کہ انہیں قبل از وقت معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہوگا۔ اور یہ کہ غاصب بادشاہ کشتی نہ لے سکے گا اور یہ کہ مقتول بچہ ظالم و کافر و سرکش ہو گا۔ اور یہ کہ اس کے عوض بہترین بچہ ملنا ہے ۔ اور یہ کہ دیوار کے نیچے خزانہ دفن ہے ۔ اب سوچئے کہ وہ حضرات جو مقصد تخلیق کائنات ہوں ۔ جن کے لئے حضرت خضرؑ اور تمام انبیاؑ پیدا کئے گئے ہوں ان کا مقام کیا ہونا چاہئے ؟ علامہ مودودی کے ذخیرہ احادیث میں جو کچھ ہے وہ علامہ کی نظر سے اوجھل رہا ہے لیکن ہم بتاتے ہیں کہ صحیح ریکارڈ میں یہ ثابت ہے کہ حضرت خضرؑ ایک نبی تھے ۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام انبیاؑ کے سردار ہیں اور ان سب کے نبیؑ و رسولؑ ہیں اور وہ سب آپؐ کی اُمت میں داخل ہیں ۔ اور آپؐ کے جانشین حضرت حجۃ علیہ الصلوۃ و السلام تمام انبیاؑ کی قیادت فرمائیں گے ۔ اور تمام زندہ انبیاؑ ان کے پیچھے نماز پڑھا کریں گے ۔ جن میں حضرت خضرؑ بھی داخل ہیں ۔ لہٰذا یہ یاد رکھیں کہ جناب خضر علیہ السلام نسل آدمؑ سے انسان تھے ۔ ان کو فرشتہ کہنا ایک فریب ہے ۔ جو دین سے لاعلمی کا ثبوت ہے ۔ ان کے حالات میں ہمارے یہاں احادیث معصومین علیہم السلام کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ علما نے یہ نہ چاہا کہ حدیث اور قرآن کی زبان اُمت کی گرفت میں آئے ۔

يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا
امید رکھتا ملاقات رب اپنے کی پس چاہئے کہ عمل کرے عمل اچھے
وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾
اور نہ شریک لاوے ساتھ عبادت پروردگار اپنے کے کسی کو

بتایا جاتا ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے اب جو کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرے اسے چاہئے کہ وہ مسلسل اصلاحی اعمال کرتا رہے اور اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(٨) آیات (٩٠-٨٦ / ١٨) خشکی کا آخری کنارہ اور سمندر کا پھیلاؤ بتاتی ہیں۔ ان آیات میں جو کچھ بیان ہوا ہے اسے وہ حضرات ٹھیک ٹھیک سمجھ سکتے ہیں جو غروب آفتاب اور طلوع آفتاب کے وقت مغرب و مشرق کے سمندروں کے کنارے کھڑے ہو کر یہ نظارہ دیکھ چکے ہوں۔ سورج کی روشنی ختم ہونے کی وجہ سے سمندر کا نیلا رنگ سیاہی میں بدل جاتا ہے اور سورج کا ڈوبنا بالکل کالے کیچڑ میں دکھائی دیتا ہے۔ جہاں سورج کی ٹکیہ ڈوب رہی ہو گی وہاں ہلکی روشنی ہو گی اور معلوم ہو گا کہ ایک روشن گڑھا ہے جس میں سورج اترا چلا جا رہا ہے اس طرح مشرق میں سورج سنہرے پانی میں سے نکلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہ جس زمانہ کی بات ہے اس زمانے کے مچھیرے اور سمندر کے کنارے کنارے بسنے والے لوگ زیر آسمان رہتے تھے ان مشرقی علاقوں میں سردی گرمی سمندر کی قربت کی بنا پر کم ہوتی تھی اس لئے کسی کو مکانات بنانے کی زیادہ فکر نہ ہوتی تھی۔ بارش کے زمانہ میں وہ لوگ سمندر سے ہٹ کر آبادی میں آ جاتے تھے۔ مدوجزر بھی مکان بنانے سے روکتے تھے۔

نوٹ: سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف سابقہ سورتوں کے خلاف اپنی اپنی آیات کے آخر میں حرف الف لائی ہیں۔ اور ان میں بار بار آیت کے آخری جملہ میں خدا کی صفات نہیں لائی گئیں۔

سُوْرَةُ مَرْيَمَ

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ ثَمَانٌ وَّ تِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّ سِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مریم مکہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھانوے (٩٨) آیتیں اور چھ (٦) رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے || اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ
یاد کرنا ہے رحمت پروردگار تیرے کا بندے اپنے زکریاؑ کو جس وقت کہ
نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ
پکارا اس نے پروردگار اپنے کو پکارنا آہستہ کہا اے پروردگار میرے تحقیق میں
وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ
سست ہو گئی ہیں ہڈیاں میری اور شعلہ مارا سر نے بڑھاپے کا اور نہ تھا میں

(١) ک ۔ ہ ۔ ی ۔ ع ۔ ص (٢) یہ اس رحم و کرم کا تذکرہ ہے جو تیرے پروردگار نے اپنے بندے زکریاؑ پر کیا تھا۔ (٣) جب اس نے تیرے رب کو چپکے چپکے پکارا تھا۔ (٤) اس نے کہا تھا کہ اے میرے پالنے والے میری ہڈیاں تک گھل گئی ہیں اور میرا سر بڑھاپے کی سفیدی سے چمک رہا ہے اور میں کبھی بھی تجھ سے دعا مانگنے کے بعد نامراد نہیں رہا ہوں۔

(۵) مجھے اپنے مرنے کے بعد یہ فکر ہے کہ میرے بھائی بند اور دیگر اعزّا میری میراث پر قبضہ نہ کر لیں ساتھ ہی میری زوجہ مستقلاً بانجھ عورت ہے میں ان مایوس کن حالات میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی قدرت خاص سے ایک ولی و وارث عطا فرما دے۔ (۶) تاکہ ادھر وہ میرا ورثہ بھی سنبھالے اور آل یعقوبؑ کے ورثہ میں سے بھی اسے ملکیت حاصل ہو۔ اور اے پروردگار اس کو پسندیدہ انسان بنانا۔ (۷) ہم نے جواب میں کہا کہ اے زکریاؑ یقیناً ہم تمہیں ایک ایسے لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰؑ ہو گا اور ہم نے اس نام کا کوئی آدمی اس سے پہلے پیدا نہیں کیا ہے (۸) زکریاؑ نے عرض کیا پروردگارا بھلا میرے یہاں بیٹا کیسے پیدا ہوسکے گا جب کہ میری زوجہ بڑھیا اور بانجھ ہے اور میں خود بھی بوڑھا ہوکر سوکھنے کے دور کو پار کر چکا ہوں؟ (۹) ہم نے کہا ہو گا اسی طرح جیسے تو نے دعا کی اور ہم نے خوشخبری سنائی ہے اور اے نبیؑ تمہارے رب نے زکریاؑ سے کہا کہ وہ سب کچھ میرے لئے بہت معمولی سی آسان بات ہے۔ اور یہ بھی تو کہ میں نے ہی اس سے پہلے تجھے پیدا کیا تھا۔حالانکہ تو اس وقت کوئی شے نہ تھا۔ (۱۰) زکریاؑ نے کہا اے پروردگار مجھے اس وعدہ پر کوئی معجزہ دکھا دے فرمایا کہ تیرے لئے یہ معجزہ ہو گا کہ تو پوری تین راتوں تک لوگوں سے بات نہ کرسکے گا۔(۱۱) چنانچہ اس کے بعد زکریا اپنی عبادت کی محراب سے نکلا

بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝٤ وَ اِنِّیْ خِفْتُ

بیچ پکارنے تیرے کے اے رب میرے بدنصیب اور تحقیق میں ڈرتا ہوں

الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ

وارثوں اپنے سے پیچھے میرے اور ہے عورت میری بانجھ پس بخش تو واسطے میرے

مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۝٥ یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۖ وَ اجْعَلْهُ

اپنے پاس سے ولی کہ وارث ہو میرا اور وارث ہو اولاد یعقوبؑ کا اور کر دے اس کو

رَبِّ رَضِیًّا ۝٦ یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ

رب میرے پسندیدہ اے زکریا تحقیق ہم خوشخبری دیتے ہیں تجھ کو ساتھ ایک لڑکے

اِسْمُهٗ یَحْیٰی ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ۝٧ قَالَ

کے کہ نام اس کا یحییٰ ہے نہیں کیا ہم نے واسطے اس کے پہلے اس سے ہم نام کہا

رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ

اے رب میرے کیوں کر ہو گا واسطے میرے فرزند اور ہے عورت میری بانجھ اور

قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا ۝٨ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ

تحقیق پہنچا ہوں میں بڑھاپے سے بے حد کو کہا اسی طرح کہا پروردگار تیرے نے

هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ

وہ اوپر میرے آسان ہے اور تحقیق پیدا کیا میں نے تجھ کو پہلے اس سے اور نہ تھا تو

شَیْــًٔا ۝٩ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً ۚ قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا

کچھ کہا اے پروردگار میرے کر واسطے میرے نشانی کہا نشانی تیری یہ ہے کہ نہ

تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ۝١٠ فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ

بولے تو لوگوں سے تین رات تندرست پس نکلا اوپر قوم اپنی کے محراب سے

تشریحات سورۂ مریمؑ:

(۱) آیات (۴ تا ۹، ۱۷ تا ۲۱ / ۱۹) میں انبیاؑ کی میراث اور پیدائش پر معجزاتی عملدرآمد۔ قارئین ان ابتدائی آیات (۹ تا ۴ / ۱۹) میں یہ حقیقت ثابت ہے کہ انبیا علیہم السلام کی میراث کو معصومؑ وارث تک پہنچانے کے لئے اللہ کو معجزاتی انتظام کرنے میں بھی کوئی تکلف نہیں ہوتا ہے۔ ادھر نہ اللہ چاہتا ہے کہ انبیاؑ کی میراث خاطی انسانوں کی تحویل میں آئے نہ انبیاؑ چاہتے ہیں کہ وہ اپنا وارث منجانب اللہ ولی مقرر کئے بغیر دنیا سے گزر جائیں۔ جناب زکریاؑ کا یہ فرمانا کہ میں اپنے موالی سے خوفزدہ ہوں کہ کہیں وہ میرے وارث نہ بن بیٹھیں۔ بتاتا ہے کہ حضرت زکریاؑ صرف علمی میراث نہ چھوڑ رہے تھے۔ بلکہ مالی میراث بھی تھی۔

اور اپنی قوم کے لوگوں میں آیا اور انہیں کسی طرح اشاروں اشاروں میں وحی کی طرح بتایا کہ صبح شام تسبیح اور عبادت کیا کرو۔ (۱۲) اے یحییٰؑ تم کتاب کو مضبوطی سے اختیار کرو اور ہم نے یحییٰؑ کو بچپن ہی میں حکومت بھی عطا کر دی تھی ۔ (۱۳) اور اس کے دل میں لوگوں کے لئے ہمدردی اور مامتا اور پاکیزگی بھر دی تھی اور وہ بڑا پرہیز گار تھا۔ (۱۴) والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا تھا اور اس میں جبر اور نافرمانی کا مادہ تھا ہی نہیں ۔ (۱۵) اس پر پیدا ہونے والے دن بھی سلام اور مرنے والے دن بھی سلام ہو اور اس روز بھی سلام ہو جس دن اسے دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ (۱۶) اے رسولؐ تم اپنی کتاب میں مریمؑ کا بھی ذکر کرو جب کہ وہ بیت المقدس کے مشرقی حصہ میں سب سے الگ ہو کر رہنے لگی تھی ۔ (۱۷) اور ایک پردہ بھی لٹکا لیا تھا ۔ چنانچہ وہاں ہم نے اس کی طرف اپنی روح کو بھیجا جو مریمؑ کی وجہ سے ایک تندرست اور موزوں مرد کی صورت میں ظاہر ہوا تھا (تاکہ مریم خوفزدہ نہ ہوجائے) (۱۸) مریمؑ نے کہا کہ میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو کوئی خدا سے ڈرنے والا آدمی ہے (۱۹) فرشتے نے کہا کہ میں تو تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا ایک پیغامبر ہوں اس لئے کہ میں تمہیں ایک پاکیزہ بچہ خدا کی طرف سے سونپ دوں (۲۰) مریمؑ بولی کہ مجھ سے لڑکا کس طرح پیدا ہو گا جب کہ نہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ لگایا اور نہ ہی میں ایسی بغاوت کرنے والی ہوں ۔ (۲۱) جواب دیا کہ ان تمام حالات

فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴿۱۱﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ

پس اشارت کی طرف ان کی یہ کہ تسبیح کرو صبح کو اور شام کو اے یحییٰ پکڑ

الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَّ حَنَانًا

کتاب کو ساتھ قوت کے اور دیا ہم نے اس کو حکم لڑکا پن سے اور دی مہربانی

مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً ؕ وَ كَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ

اپنی طرف سے اور پاکیزگی اور تھا پرہیزگار اور خوش سلوک ساتھ ماں باپ اپنے کے

وَ لَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ

اور نہ تھا سرکش ونافرمان اور سلام ہے اوپر اس کے جس دن پیدا ہوا اور جس دن

يَمُوْتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾ وَ اذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ

مُوا اور جس دن اٹھے گا زندہ ہو کر اور یاد کر بیچ کتاب کے مریم کو جب

انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ

جاپڑی لوگوں اپنے سے مکان شرقی میں پس پکڑا ورے ان سے

حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا

پردہ پس بھیجا ہم نے طرف اس کی روح اپنی کو پس صورت پکڑی واسطے اس کے

بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّىْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ

آدمی تندرست کی کہنے لگی تحقیق میں پناہ پکڑتی ہوں ساتھ رحمان کے تجھ سے

اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ

اگر ہے تو پرہیزگار کہنے لگا سوائے اس کے نہیں کہ میں بھیجا ہوا ہوں

رَبِّكِ ۖۗ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ

پروردگار تیرے کا تو کہ بخش جاؤں تجھ کو لڑکا پاکیزہ کہا کیوں کر ہو گا واسطے میرے

غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ

لڑکا اور نہیں ہاتھ لگایا مجھ کو کسی آدمی نے اور نہیں میں بدکار کہا اسی طرح سے

جس کو ہڑپ کر جانے والے موجود تھے ۔ رہ گئی علمی میراث وہ چھپا کر نہیں رکھی جاتی ۔ نہ اس میں خرچ کرنے سے کمی آتی ہے اور نہ اسے جاہل آدمی ہڑپ کر سکتا ہے ۔ عقل ہی نہیں ، سمجھ ہی نہیں تو علوم خداوندی کی میراث کوئی کیسے لے گا ؟ رہ گئی کتاب اس کی ظاہری وراثت تو بار بار غاصبوں کے قبضوں میں آتی رہی ہے ۔ چھینی بھی جاتی رہی ہے ۔ پھر ان تمام آیات میں اس پر غور کرنا ہو گا کہ انبیاء علیہم السلام کی ولادت مادی نطفے سے ہونا ضروری نہیں ہے ۔ ان کے حمل سے

اور صورتوں کے باوجود تمہارے یہاں لڑکا پیدا ہوگا ۔تیرے رب کا کہنا یہ ہے کہ میرے لئے ہر حال میں بچہ پیدا کردینا بہت آسان ہے ۔ اور ہم اس بچے کو اس لئے پیدا کرنے والے ہیں کہ وہ لوگوں کے لئے ایک معجزہ بن جائے اور ایک رحمت ثابت ہو اور یہ تو پہلے سے فیصلہ شدہ کام ہے ۔ (٢٢) چنانچہ مریمؑ کو حمل ہو گیا اور حمل کی حالت میں مریمؑ بیت المقدس سے دور چلی گئی ۔ (٢٣) بچہ ہونے کے درد نے اسے کھجور کے تنے کو پکڑنے اور سہارا لینے پر مجبور کر دیا تکلیف میں کہتی جارہی تھی کہ اے کاش میں اس بچہ سے پہلے ہی مرجاتی اور لوگوں کے دماغوں سے میرا نام و نشان ہی مٹ چکا ہوتا ۔ (٢٤) فرشتہ جو برابر ہمراہ تھا پائنتی کی طرف سے بولا کہ بس اب رنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں مشکل کا وقت ٹل گیا دیکھو اللہ نے یہاں نیچے پانی کا چشمہ پیدا کر دیاہے(٢٥) ذرا تم کھجور کے تنے کو جنبش دے دو تو تازہ کھجوریں گریں گی لہٰذا کھاؤ اور پانی پیؤ ۔ اور آرام کرو اطمینان سے ہو جاؤ بچے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو ۔ (٢٦) اور سنو اگر تمہیں کوئی آدمی نظر آئے تو اس کو یہ محسوس کرانا کہ میں نے رحمٰن کے لئے آج کا روزہ نذر مانا ہوا تھا لہٰذا میں تمام دن کسی بھی آدمی سے بات نہ کروں گی (٢٧) پھر مریمؑ اپنی قوم میں آئی اور بچہ کو گود میں لئے ہوئے دیکھ کر قوم نے کہا کہ اے مریمؑ تم نے یہ کیا گل کھلایا ہے؟ (٢٨) اے خاندانِ ہارونؑ کی لڑکی نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا

قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً

کہا پروردگار تیرے نے وہ اوپر میرے آسان ہے اور تاکہ کریں ہم اس کو نشانی

لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ

واسطے لوگوں کے اور مہربانی اپنی طرف سے اور ہے کام مقرر کیا ہوا۔ پس حاملہ ہوگئی

فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾

ساتھ اس کے پس جا پڑی ساتھ اس کے مکان دور میں یعنی جنگل میں ۔

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ

پس لے آیا اس کو دردِزہ طرف تنے درخت خرما کے کہا اے کاش کہ میں مرگئی ہوتی

قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا

پہلے اس سے اور ہوتی میں بھولی بھلائی پس پکارا اس کو نیچے اس کے سے یہ کہ

تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَ هُزِّيْۤ اِلَيْكِ

مت غم کھا تحقیق کر دیاہے پروردگار تیرے نے نیچے تیرے چشمہ اور ہلا طرف اپنی

بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيْ وَ اشْرَبِيْ وَ قَرِّيْ

تنے کھجور کے کو ڈالے گا اوپر تیرے کھجوریں تازی پس کھا اور پی اور ٹھنڈی رکھ

عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْۤ اِنِّيْ نَذَرْتُ

آنکھوں کو پس اگر دیکھے تو آدمیوں میں سے کسی کو پس کہہ تحقیق میں نے نذر کیا ہے

لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَاَتَتْ

واسطے باری تعالیٰ کے روزہ پس ہرگز نہ بولوں گی آج کے دن کسی آدمی سے پس آئی

بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ

ساتھ اس کے قوم اپنی میں گود میں لئے ہوئے اس کو کہنے لگے اے مریم

لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ

تحقیق لائی تو ایک چیز عجیب اے بہن ہارون کی نہ تھا باپ تیرا آدمی برائی کا

پیٹ کا بڑھنا بھی ضروری نہیں ہے ۔ اگر پیٹ بڑھا ہوتا تو حضرت مؤسیٰ محفوظ نہ رہتے ۔ حضرت مریمؑ بدنام ہوگئی ہوتیں ۔ پیدا ہونے کے بعد پتہ چلتاہے کہ بچہ پیدا ہواہے ۔ بانجھ پن ، بڑھاپا، قوت مردمی وقوت نسائی کی کوئی احتیاج نہیں ہے ۔

(٢) حضرت یحییٰؑ اور مریمؑ کے قصہ میں چند اور غور طلب باتیں اور اعتراض (٣٠-٢١/١٩)

اگر آپ ان دونوں قصوں کے چند مقامات کو سمجھ لیں تو وہ

وَ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ
اور نہ تھی ماں تیری بدکار پس اشارت کی طرف اس کی کہا انہوں نے کیوں کر
نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ
کلام کریں ہم اس شخص سے کہ ہے بیچ گود کے لڑکا کہا تحقیق میں بندہ اللہ کا ہوں
اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا
دی ہے مجھ کو کتاب اور کیا ہے مجھ کو نبیؑ اور کیا ہے مجھ کو برکت والا جہاں ہوں
كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾
میں اور حکم کیا ہے مجھ کو ساتھ نماز کے اور زکوٰۃ کے جب تک رہوں میں جیتا
وَّ بَرًّاۢ بِوَالِدَتِيْ ۫ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَ
اور خوش سلوک ساتھ ماں اپنی کے اور نہیں کیا مجھ کو سرکش بدبخت اور
السَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ
سلامتی ہے اوپر میرے جس دن پیدا ہوا میں اور جس دن مروں گا میں اور
يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ
جس دن اٹھوں گا میں زندہ ہو کر یہ ہے عیسیٰؑ بیٹا مریمؑ کا بات حق کی
الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ
وہ جو بیچ اس کے شک کرتے ہیں نہیں لائق واسطے اللہ کے یہ کہ پکڑے اولاد
سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ
پاکی ہے اس کو جب مقرر کرتا ہے کچھ کام پس سوائے اس کے نہیں کہ کہتا ہے

اور نہ ہی تیری ماں جنسی بغاوت کرنے والی تھی۔ (۲۹) مریمؑ نے بچہ کی طرف اشارہ کردیا کہ اسی سے بات کرو تو انہوں نے کہا کہ بھلا ایک ایسے بچے سے کیسے بات کریں جو گود کا محتاج ہو؟ (۳۰) بچہؑ بولا کہ یقیناً میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی جا چکی ہے اور مجھے نبیؑ بنایا جاچکا ہے (۳۱) اور مجھے ہر حال میں جہاں بھی ہوں اللہ نے برکت دینے والا بنایا ہے اور مجھے تاحیات نماز بجالانے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وصیت کی گئی ہے (۳۲) اور اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ نے مجھے زیادتی اور جبر کرنے والا اور نامراد رہنے والا نہیں بنایا ہے (۳۳) مجھ پر اللہ نے میری پیدائش کے دن سلام کیا ہے اور میرے مرنے کے دن تک سلام ہے اور جس دن مجھے زندہ ہی مبعوث کیا جاوے گا اس دن بھی مجھ پر اللہ کا سلام ہے۔ (۳۴) وہ تھے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ اور حقیقت بھرا قول جس کے متعلق سردارانِ قریش دباؤ ڈالتے رہتے ہیں۔ (۳۵) اللہ کے لئے یہ شایان شان بات نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنی اولاد بنائے وہ اس سے پاک ہے وہ جب کوئی فیصلہ کرلیتا ہے تو فیصلے سے کہتا ہے کہ

تمام اعتراضات سر نہیں اٹھا سکتے جو قومی قسم کے علما اور عیسائیوں نے پیش کئے ہوئے ہیں اور اگر علما نے اپنے ذاتی خیالات کو قرآن پر حاکم نہ بنایا ہوتا۔ اور صرف قرآن کے الفاظ کے معنی اور مراد تک خود کو محدود رکھا ہوتا۔ تو نہ عیسائیوں کے لئے اعتراض کا موقع رہتا نہ قومی علما کو بکواس کی گنجائش ملتی اس لئے کہ اللہ نے وہ تمام مشکلات سنیں جو حضرت زکریاؑ نے پیش (۸ تا ۳/ ۱۹) کیں۔ ۱۔ ضعیفی ناتوانی بڑھاپا ہڈیوں کا گھل چکنا یعنی فطری قانون کی رو سے اولاد پیدا کرنے کا امکان ختم ہے ادھر زوجہ میں یہ تمام حالتیں موجود ہونے کے باوجود وہ عہد جوانی سے ثابت شدہ بانجھ۔ (۳تا۸ / ۱۹) حضرت مریمؑ کو بلا مرد کی شرکت کے اولاد کا پیدا ہونا ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ (۲۰ / ۱۹) مگر اللہ نے جواب میں کہا "كَذٰلِكِ" یعنی تمام مذکورہ فطری رکاوٹوں، دقتوں اور ناممکنات کی موجودگی میں بھی اللہ اسی طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے۔ (۹،۷ / ۱۹ اور ۱۹،۲۱ / ۱۹) اللہ کا جواب قرآن میں موجود ہے اس کی موجودگی میں بھی یہ سوچنا کہ اب فطری قانون کے ماتحت حمل ہوگا۔ ۲۔ حیض بند ہوگا۔ ۳۔ پیٹ بڑھے گا۔ (۹) نو ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوگا۔ یہ محض ابلیسی انگیخت ہی سے ممکن ہے۔ حالانکہ اللہ نے یہ کہہ دیا تھا کہ اے زکریاؑ تمہیں "لَاشَئ" سے پیدا کیا تھا (۹ / ۱۹)

لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝٣٥ وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ
اس کو ہو پس ہو جاتا ہے۔ اور تحقیق اللہ پروردگار میرا ہے اور پروردگار تمہارا
فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝٣٦ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ
پس عبادت کرو اس کو یہ ہے راہ سیدھی پس اختلاف کیا فرقوں نے
مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ
درمیان اپنے پس وائے ہے واسطے ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے حاضر ہونے دن
عَظِيْمٍ ۝٣٧ اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ ۙ يَوْمَ
بڑے کے سے کیا خوب سنتے ہوں گے اور کیا خوب دیکھتے ہوں گے جس دن
يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٣٨ وَ اَنْذِرْهُمْ
آویں گے ہمارے پاس لیکن ظالم آج کے دن بیچ گمراہی ظاہر کے ہیں اور ڈرا
يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِيْ
ان لوگوں کو دن پچھتانے کے سے جس وقت مقرر کیا جاوے گا کام اور وہ بیچ
غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٣٩ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ
غفلت کے ہیں اور وہ نہیں ایمان لانے والے تحقیق ہم وارث ہوں گے
الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝٤٠ ع
زمین کے اور اس کسی کے کہ اوپر اس کے ہے اور طرف ہمارے پھیرے جاویں گے
وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝٤١ اِذْ قَالَ
اور یاد کر بیچ کتاب کے ابراہیمؑ کو تحقیق وہ تھا بہت سچا نبیؑ جس وقت کہا اس نے

ہو جا بس وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔ (٣٦) یقیناً اللہ ہی میرا اور تمہارا پالنے والا ہے چنانچہ اسی کی عبادت کرو اور یہی برقرار رہنے والا راستہ ہے (٣٧) مگر تمہارے اندر کے بہت سے گروہوں نے تو صراط مستقیم پر اختلاف پیدا کرلیا ہے افسوس ان لوگوں پر ہے جنہوں نے ایک بہت عظیم الشان دن کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنا طے کرلیا ہے (٣٨) آج دین میں اجتہاد کرنے والے (ظالم ٤٥ / ٥) جاہل و گمراہی میں بالکل مبتلا ہیں لیکن جب وہ ہمارے روبروحاضر ہوں گے تو ان کی سماعت اور بصارت صحیح صحیح کام کر رہی ہو گی (٣٩) انہیں اس حسرتناک دن سے خبردار کرتے رہو جس دن آخری فیصلہ نافذ ہو جائے گا اور وہ آج اس سے غافل ہیں اور ایمان نہیں لاتے ہیں (٤٠) اس روز ہم تمام مقبوضات چھین کر خود زمین کے اور اہل زمین کے وارث ہو جائیں گے اور تمام مخلوقات ہمارے روبرو واپس لا کر حاضر کی جائے گی (٤١) اے رسولؐ قرآن میں ابراہیمؑ کا ذکر بھی کر دو یقیناً وہ ایک سچا نبیؑ تھا (٤٢) جب اس نے اپنے والد سے کہا

اگر قلوب میں ابلیس کا راج نہ ہوتا تو یہ مانتے کہ زکریاؑ کی زوجہؑ اور حضرت مریم کو محض بہانہ یا واسطہ بنایا گیا تھا باقی کام نہ زکریاؑ اور ان کی زوجہ نے کیا نہ مریمؑ نے اللہ کی کوئی مدد کی۔ اور ادھر فرشتے نے کہا اُدھر حمل قرار پایا۔ دردِ زہ شروع ہوا اور حضرت مریم عبادت گاہ سے باہر نکلیں فرشتہ ساتھ ساتھ تھا ایک کھجور کا درخت سامنے تھا۔ جہاں پردہ ممکن تھا وہاں تک آتے آتے چند قدم کے بعد بچہؑ پیدا ہو گیا، چشمہ برآمد ہوا، کھجور پر پھل لگے اور پک گئے اور ایک زچہ کے ہلانے سے پورا درخت ہل گیا اور پھل موجود ہو گئے۔ یہ سب کام چند منٹوں میں وقوع پذیر ہو گئے۔ واپس بچہ کو لے کر آئیں بچے نے کلام کرکے سب کا منہ بند کر دیا۔ اور اعلان نبوت اور کتاب کی موجودگی ثابت ہو گئی اور پھر معلوم ہوا کہ انبیاؑ اور آئمہ علیہم السلام کی فطرت کو آدمیوں والی ترازو میں تولنا اور خود اپنے اوپر قیاس کرنا سو فیصد ابلیسی اسکیم ہے۔ اور آنحضرتؐ کے لئے یہ طے کرنا کہ چالیس سال تک حضورؐ بے کتاب تھے قرآن کے سراسر خلاف ہے (بقرہ ٢١٣ / ٢، حدید ٢٥ / ٥٧، مریم ١٢ / ١٩، ٣٠ / ١٩) اور یہی تخلیقی انتظامات ہیں۔ جن کی بنا پر دو آنکھیں ہوتے ہوئے چاروں طرف دیکھنا ممکن تھا۔ یہی نہیں بلکہ تمام انسانوں، تمام جنات، تمام ملائکہ، تمام حیوانات و جمادات و کائناتی موجودات کو نظر میں رکھنا اور ان

اے ابا جان آپ ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ کسی اور سلسلے میں تمہارے کام آتی ہیں (۴۳) اے بابا یقیناً میرے پاس اللہ کا بھیجا ہوا علم آچکا ہے۔جو آپ کے پاس کبھی نہ آیا تھا اس لئے آپ میری پیروی کرنا اختیار کرلیں میں آپ کو سیدھے راستے کی ہدایت دیتا چلا جاؤں گا۔ (۴۴) اے بابا آپ شیطان کی اطاعت بھی نہ کریں ،شیطان تو یقینی طور پر رحمٰن کا نافرمان رہتا چلا آیا ہے (۴۵) اے میرے باپ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں رحمٰن کی طرف سے تم پر عذاب نہ ٹوٹ پڑے اور پھر تم شیطان کے مقرر کردہ حاکم و ولی بن جاؤ (۴۶) ابراہیمؑ کے والد نے ان کے جواب میں کہا کہ اے ابراہیمؑ کیا تم میرے معبودوں کی طرف سے منہ پھیر رہے ہو؟ سنو اگر تم ان کے خلاف زبان کھولنے سے باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کردوں گا اور یا یہ کہ تم مجھ سے ہجرت کرجاؤ اور کہیں الگ رہو (۴۷) ابراہیمؑ نے کہا کہ میں سلام عرض کرتا ہوں اور جلد ہی آپ کی مغفرت کے لئے اپنے پروردگار سے درخواست کروں گا یقیناً میرا پروردگار مجھے بڑی رعائتیں دینے والا ہے۔ (۴۸)چنانچہ اب میں آپ کو اور اس نظام کو جسے تم نے اللہ کے علاوہ بھی دعاؤں کا شریک کر رکھا ہے چھوڑتا ہوں

لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ

باپ اپنے سے اے باپ میرے کیوں عبادت کرتا ہے اس چیز کو کہ نہ سنے

وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ

اور نہ دیکھے اور نہ کفایت کرے تجھ سے کچھ اے باپ میرے تحقیق میں

قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ

تحقیق آیا ہے میرے پاس علم سے جو کچھ کہ نہیں آیا تیرے پاس پس پیروی کر میری

اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ

دکھاؤں گا میں تجھ کو راہ سیدھی اے باپ میرے مت عبادت کر شیطان کی تحقیق

الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ

شیطان ہے واسطے اللہ کے نافرمان اے باپ میرے تحقیق میں ڈرتا ہوں یہ کہ

يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

لگ جاوے تجھ کو عذاب اللہ کی طرف سے پس ہو جاوے تو شیطان کا دوست

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ

کہا کیا اعراض کرتا ہے تو معبودوں میرے سے اے ابراہیمؑ اگر باز نہ آوے گا تو

لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ

البتہ سنگسار کروں گا میں تجھ کو اور چھوڑ جا مجھ کو مدت تک کہا سلام ہے اوپر تیرے

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾

البتہ بخشش مانگوں گا میں واسطے تیرے رب اپنے سے تحقیق وہ ہے ساتھ میرے مہربان

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور چھوڑوں گا میں تم کو اور اس چیز کو کہ پکارتے ہو تم سوائے اللہ کے

پر گواہ ناطق ہونا ممکن تھا (نساء ۴۱ / ۴ ، نحل ۸۹ / ۱۶) اس لئے حضرت عائشہ کو رات کے اندھیرے میں حضورؐ کے نور کی روشنی میں سوئی مل جاتی تھی ۔یہی وجہ تھی کہ آپؐ سے فضا مہک جاتی تھی ۔انگلی کے اشارے سے کائنات زیر و زبر ہو سکتی تھی۔ مگر قومی لیڈروں اور علما نے اگر یہ قرآنی تعلیم مان لی ہوتی تو انہیں حکومت و اقتدار کہاں سے ملتا ۔(آل عمران ۱۵۴ / ۳) ان کو دنیا میں کروڑ پتی بننے کا موقع نہ ملتا (عمران ۱۵۲ / ۳)۔ پوری دنیا کو زیر نگیں لانے کی مرادیں کیسے پوری ہوتیں (بقرہ ۲۰۴۔۲۰۶ / ۲)۔ یہ سب کچھ کرنا ضروری تھا ۔ اللہ نے اسی کا موقع دیا تھا (یونس ۱۵۔۱۳ / ۱۰) انہوں نے دنیا خوب کمائی لیکن ساری اُمت کو قرآن سے محروم کر دیا۔ اسلام سے فیض یاب ہونے کے تمام مواقع ختم کر دیئے ۔ خود جہنم کا ایندھن بنے (بخاری) اور دوسروں کو بھی لے ڈوبے۔

اور میں برابر اپنے رب سے دعا کرتا رہوں گا اور بہت جلد اللہ مجھے میری دعاؤں میں بامراد کردے گا۔ (۴۹) چنانچہ جب ابراہیمؑ نے انہیں اور ان کے خود ساختہ نظام کو چھوڑ دیا اور چلے گئے تو ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ بھی عطا کئے ان سب کو نبیؑ بھی بنا دیا۔ (۵۰) اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے ہبہ کر دیا اور ان سب کے لئے علیؑ کو سچائی کی زبان بنا کر دے دیا۔ (۵۱) اور اے نبیؐ آپ قرآن میں موسیٰؑ کا تذکرہ بھی کر دیں کہ حقیقتاً وہ ایک مخلص بندہ اور رسولؑ و نبیؑ تھا۔ (۵۲) اور یہ کہ ہم نے اسے طور کی جانب سے آواز دی تھی جو بہت بابرکت مقام تھا۔ اور ہم نے اسے سرگوشی کرنے تک کی قربت عطا کی تھی (۵۳) اور ہم نے اسے اس کا بھائی ہارونؑ ہبہ کر دیا تھا۔ جو خود بھی

وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ

اور پکاروں گا میں رب اپنے کو شاب ہے کہ نہ ہوں میں ساتھ پکارنے رب اپنے کے

شَقِیًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ

بے نصیب پس جب چھوڑ دیا ان کو اور اس چیز کو کہ عبادت کرتے تھے وہ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾

سوائے خدا کے دیا ہم نے اس کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ہر ایک کو کیا ہم نے نبیؑ

وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا ﴿۵۰﴾ ع

اور دی ہم نے ان کو رحمت اپنی سے اور کی ہم نے واسطے ان کے زبان راستی کی بلند

وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مُوْسٰۤی ۫ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ﴿۵۱﴾

اور یاد کر بیچ کتاب کے موسیٰؑ کو تحقیق وہ تھا خالص کیا گیا اور تھا پیغمبر نبی اور

وَ نَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَ قَرَّبْنٰهُ

پکارا ہم نے اس کو کنارے طور کے سے جو بہت برکت والا تھا اور نزدیک کیا ہم نے

نَجِیًّا ﴿۵۲﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ

اس کو باتیں کرتے ہوئے اور دیا ہم نے اس کو مہربانی اپنی سے بھائی اس کا ہارونؑ

(۳) آیات (۴۸۔۴۷ / ۱۹) حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کی نجات کے لئے پُریقین تھے۔

حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام اور ان کے والد کے متعلق ہم نے سورۂ توبہ (تشریح نمبر ۲۷) میں ثابت کر دیا ہے کہ جناب تارح مرحوم و مغفور تھے۔ یہاں اس قدر کہنا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ یہی فرما رہے ہیں کہ: ''میرا پروردگار مجھے میری دعا میں نامراد نہ کرے گا'' (۴۸ / ۱۹) چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ نے گھر سے نکلتے وقت اپنے والد سے استغفار کا وعدہ کیا۔ (۴۷ / ۱۹) تو یہ کہا تھا کہ عنقریب میں تمہارے لئے مغفرت کی دعا کیا کروں گا۔ (۴۷ / ۱۹) یعنی وعدہ کے وقت تک ان کے والد نے مغفرت کی دعا کا حق پیدا نہ کیا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ انہوں نے اپنے عہدہ کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی اختیار کر لی اس نظام کی سربراہی سے الگ ہوتے ہی آپ دعا کے حقدار ہو گئے اور پھر وہ اس شہر تک سے متنفر ہو گئے اور خود اپنے حکم و انتظام سے اپنے پورے خاندان کو لے کر ہجرت کے سفر میں روانہ ہو گئے تھے۔ تفصیلات کے لئے سورۂ توبہ (تشریح نمبر ۲۷) ملاحظہ فرمائیں۔ اور یاد رکھیں کہ انبیا علیہم السلام کے ماں باپ تو بڑے مرتبوں کے لوگ ہوتے ہیں اللہ تو کسی ایسے انسان کو بھی عذاب نہ دے گا۔ جس کے عذاب یا ذلت سے انبیا علیہم السلام کی رسوائی ہوتی ہو یا انہیں شرمندگی و ندامت اٹھانا پڑے چنانچہ فرمایا ہے کہ:

''قیامت کے دن اللہ اپنے نبیؐ اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے نوری مومنین کو رسوا نہ کرے گا۔ ان کا اپنا نور ان کے آگے آگے اور داہنی طرف کوشاں رہے گا۔ اور وہ کہہ رہے ہوں گے کہ پروردگار ہمارے نور کو مکمل کرتا چلا جائے''۔

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا ﴿۸﴾ التحریم

نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ
پیغمبرؑ اور یاد کر بیچ کتاب کے اسمٰعیلؑ کو تحقیق وہ تھا سچا وعدے کا اور
كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَ كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ۪ وَ
تھا پیغمبرؑ نبیؑ اور تھا حکم کرتا اہل اپنے کو ساتھ نماز کے اور زکوٰۃ کے اور
كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾ وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ
تھا نزدیک پروردگار اپنے کے پسندیدہ اور یاد کر بیچ کتاب کے ادریسؑ کو تحقیق وہ
كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
تھا سچا نبیؑ اور چڑھا لیا ہم نے اس کو مکان بلند میں یہ لوگ ہیں وہ کہ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَ مِمَّنْ
انعام کیا اللہ نے اوپر ان کے پیغمبروں سے اولاد آدمؑ کے سے اور ان لوگوں سے کہ
حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ ۫ وَ مِمَّنْ
چڑھا لیا ہم نے ساتھ نوحؑ کے اور اولاد ابراہیمؑ کی اور اسرائیلؑ کی اور ان لوگوں سے کہ
هَدَيْنَا وَ اجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى
ہدایت کی ہم نے اور کھینچ ہم نے ان کو اپنی طرف جب پڑھی جاتی ہیں
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ﴿٥٨﴾ السجدة
اوپر ان کے نشانیاں رحمان کی گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے

نبیؑ تھے (۵۴) اور اے رسولؐ آپؐ قرآن میں اسماعیلؑ کا ذکر بھی کر دیں وہ اپنے وعدہ میں ہمیشہ سچا تھا اور رسولؐ و نبیؑ تھا۔ (۵۵) اور وہ ہمیشہ اپنے متعلقین کو نماز بجا لانے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتے رہتے تھے اور اپنے پروردگار کے حضور میں پسندیدہ تھے۔ (۵۶) اور آپؐ اپنی کتاب میں ادریسؑ کا تذکرہ بھی کر دیں وہ ایک سچا نبیؑ تھا اور (۵۷) اسے ہم نے (عیسیٰؑ کی طرح۔ آل عمران ۵۵ / ۳) بلند مقام پر (علیؑ کی جگہ) اٹھا لیا تھا۔ (۵۸) وہ تمام لوگ نبیوںؑ میں سے انعام یافتہ تھے وہ آدمؑ کی اولاد سے اور ان لوگوں کی نسل سے تھے جنہیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا اور ابراہیمؑ کی ذریت میں سے اور اسرائیل کی نسل سے اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت کی تھی اور برگزیدہ کیا تھا۔ اور جیسے ہی ان کے سامنے رحمٰن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

(۴) آیت (۵۷ / ۱۹) میں حضرت ادریسؑ کو حضرت عیسیٰؑ کی طرح اٹھا لیا گیا تھا۔

یہ آیۂ کریمہ (۵۷ / ۱۹) حضرت ادریسؑ علیہ السلام کو اٹھا لئے جانے پر شاہد ناطق ہے۔ لیکن مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ رہتا چلا آیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت ادریس کا اٹھا لیا جانا بھی نہیں مانتا۔ اور اپنی لمبی چوڑی کج بحثوں میں لفظ " وَرَفَعْنٰهُ " کے معنی درجات کا بلند کرنا بتاتا ہے اور ترجمہ یوں بھی کرتا ہے کہ:

"اور ہم نے ان کو (کمالات میں) بلند رتبہ تک پہنچایا" (علامہ اشرف علی) اور علامہ مودودی اپنی تشریح میں یہ فرماتے ہیں کہ:

" ۳۴۔ اس کا سیدھا سادھا مطلب تو یہ ہے کہ: " اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریسؑ کو بلند مرتبہ عطا کیا تھا" لیکن اسرائیلی روایات سے یہ بات ہمارے ہاں بھی مشہور ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریسؑ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ بائبل میں تو اسی قدر ہے کہ وہ غائب ہو گئے کیونکہ " خدا نے ان کو اُٹھا لیا" مگر تلمود میں اس کا ایک طویل قصہ بیان ہوا ہے۔ جس کا خاتمہ اس پر ہوتا ہے۔ کہ " حنوک ایک بگولے میں آتشیں رتھ اور گھوڑوں سمیت آسمان پر چڑھ گئے "۔ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۷۴)

(۴۔ الف) علامہ کو بتا دیں کہ سیدھا سادھے مطلب کی قرآن سے کوئی نظیر لکھنا تھی۔ بلند مرتبہ کی مثال؟

قارئین نوٹ کریں کہ علامہ نے اس آیت کا مطلب "سیدھا سادھا" نہیں لیا بلکہ آیت میں ایک لفظ "درجات (مرتبہ)"

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا

پس جانشین ہوئے پیچھے ان کے برے لوگ کہ ضائع کیا انہوں نے نماز کو اور پیروی کی

الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ

خواہشوں کی پس البتہ ملاقات کریں گے غی کی مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور

عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَ لَا يُظۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا ﴿۶۰﴾

عمل کیا اچھا پس یہ لوگ داخل ہوں گے بہشت میں اور نہ ظلم کئے جاویں گے کچھ

جَنّٰتِ عَدۡنِ ۣالَّتِىۡ وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ عِبَادَهٗ بِالۡغَيۡبِ ؕ

بہشتیں ہمیشہ رہنے کی وہ جو وعدہ کیا ہے رحمٰن نے بندوں اپنے سے ساتھ غیب کے

اِنَّهٗ كَانَ وَعۡدُهٗ مَاۡتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسۡمَعُوۡنَ فِيۡهَا لَغۡوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَ

تحقیق ہے وعدہ اس کا لایا ہوا نہیں سنیں گے بیچ اس کے بے ہودہ مگر سلام اور

(۵۹) بہرحال ان کے بعد جو لوگ خود ساختہ خلیفہ ہوئے وہ بہت مخالف تھے انہوں نے نماز کو ضائع کیا اور ناہنجار خواہشوں کی پیروی میں دین کو استعمال کیا وہ بہت جلد اپنی گمراہی کا نتیجہ بھگتیں گے۔ (۶۰) سوائے ان لوگوں کے جو غلط کاموں سے باز آئے اصلاح پر متوجہ رہے اور اصلاحی اعمال کرتے چلے گئے وہ جنت میں داخل ہوں گے ان پر کوئی ظلم و زیادتی نہ ہو گی۔ (۶۱) وہ جنتیں جو ہمیشہ برقرار رہیں گی رحمٰن نے ان ہی کا وعدہ اپنے بندوں سے بلا جنتوں کو دکھائے ہوئے کر رکھا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا وہ وعدہ تو بالکل سامنے لایا جانے والا ہے۔ (۶۲) جنتی مومنین وہاں کسی قسم کی بکواس نہ سنیں گے ان پر صرف سلام سلام کی آوازیں آئیں گی اور وہاں پر

کا اضافہ کرکے اختیار کیا ہے۔ ورنہ اللہ نے جہاں کہیں الفاظ۔ رَفَعَ یا رَفَعۡنَا۔ کو درجات یا مرتبہ کی بلندی کے لئے استعمال کیا ہے وہاں آیات کے الفاظ اس طرح فرمائے گئے ہیں کہ:

(۱) وَهُوَ ٱلَّذِي جَعَلَكُمۡ خَلَٰٓئِفَ ٱلۡأَرۡضِ وَرَفَعَ بَعۡضَكُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٖ دَرَجَٰتٖ لِّيَبۡلُوَكُمۡ فِي مَآ ءَاتَىٰكُمۡۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ ٱلۡعِقَابِ ﴿۱۶۵﴾ الانعام (۲) تِلۡكَ ٱلرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖۘ مِّنۡهُم مَّن كَلَّمَ ٱللَّهُۖ وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجَٰتٖۚ ﴿۲۵۳﴾ البقرۃ (۳) نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُم مَّعِيشَتَهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۚ وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٖ دَرَجَٰتٖ ﴿۳۲﴾ الزخرف

(۱)" وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زیادہ بلند درجے دئے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے بے شک تمہارا رب سزا دینے میں بہت تیز ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۰۲)

(۲)" یہ رسولؑ (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے ان کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کئے"۔ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۹۲)

(۳) "دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کئے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے" (تفہیم القرآن جلد چہارم صفحہ ۵۳۶۔ زخرف ۳۲ / ۴۳)

یہ ہیں وہ تین مقامات جہاں ترقی دینے اور مرتبوں کو بڑھانے کا تذکرہ ہوا ہے اور قرآن ایسے مقامات پر لفظ درجات بلاناغہ بولتا ہے۔ لیکن جس آیت میں حضرت ادریسؑ کا ذکر ہوا وہاں درجات کا لفظ نہیں ہے۔ اس لئے علامہ نے اپنے ترجمہ میں اپنے حکم سے لفظ " مرتبہ " بڑھا کر اس آیت کے ترجمہ کو " سیدھا سادھا " بنا دیا ہے۔ (بڑے سیدھے سادے بڑے بھولے بھالے) حالانکہ سیدھا سادہ ترجمہ تو وہی ہونا چاہئے تھا جو مسٹر مودودی نے اس آیت کا کیا ہے۔

بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ ﴿۱۵۸﴾ النساء " بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا" (تفہیم القرآن اوّل ۴۱۹۔۴۲۰)

فرق یہ رہے گا کہ اس آیت میں لفظ " إِلَيۡهِ " اپنی طرف موجود ہے"۔ اور اللہ چونکہ کسی خاص سمت میں نہیں ہے۔ لہٰذا لفظ إِلَيۡهِ کا تعین اس قدر واضح نہیں ہے۔ جس قدر حضرت ادریسؑ والی آیت میں واضح ہے۔ یعنی وَرَفَعۡنَٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ مریم "ہم نے ادریسؑ کو ایک بلند مکان تک اٹھا لیا"۔

حضرت عیسیٰؑ کے معاملہ میں صرف ایک لفظ بلندی پر اٹھانے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی " رَفَعَ " اور حضرت ادریسؑ کے لئے یہ عیسیٰؑ والا لفظ رَفَعَ بھی استعمال ہوا اور دوسرا عظیم الشان لفظ عَلِيٌّ بھی لایا گیا جو بذاتہ بلندی اور بلند ہونے کے معنی

لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴿٦٢﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِىْ

واسطے ان کے رزق ان کا بیچ اس کے صبح اور شام یہ وہ بہشت ہے کہ

نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾

وارث کرتے ہیں ہم اس کا بندوں اپنے میں سے اس شخص کو کہ ہے پرہیز گار

وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا

اور نہیں اترتے ہم مگر ساتھ حکم رب تیرے کے واسطے اس کے ہے جو آگے ہمارے

وَ مَا خَلْفَنَا وَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ مَا كَانَ

ہے اور جو کچھ پیچھے ہمارے ہیں اور جو کچھ درمیان اس کے ہے اور نہیں ہے

رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ ۚ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا

پروردگار تیرا بھولنے والا پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور اس چیز کا کہ

بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ

درمیان ان کے ہے پس عبادت کر اسی کو اور صبر کر واسطے عبادت اس کی کے کیا

ان کے لئے صبح سے شام تک رزق فراہم رہے گا۔ (٦٣) وہی جنت تو ہے جس کی وراثت ہم نے اپنے ان بندوں کے لئے مخصوص کر دی ہے جو محض متقی تھے جن سے کبھی کسی حال میں تقویٰ کے خلاف کچھ سرزد نہ ہوا۔ (٦٤) اور ہم جتنی بھی نازل ہونے والی ہستیاں ہیں اللہ کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوسکتے۔وہ سب کچھ جو ہمارے سامنے ہوتا ہے یا جو ہمارے پیچھے موجود ہے اور جو اس سب کے مابین ہے سب اسی کی مخلوق اور ملکیت ہے۔اور تیرا رب کسی چیز کو بھولنے والا بھی نہیں ہے۔ (٦٥) وہ آسمانوں کا بھی پرورش کرنے والا ہے اور زمین کا بھی اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے ان کا بھی رب ہے چنانچہ اے نبیؐ تم اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت کے لئے ابھرتا ہوا تدریجی

میں ہے اور پھر لفظ مکان کہہ کر ایک جگہ کا تعین کر دیا۔ اور بلند مقام آسمانوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ ان سے بلند پھر عرش و سدرۃ المنتہٰی ہیں۔ اور اس آیت کے الفاظ کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم اس آیت کا ترجمہ یوں بھی کریں کہ:
"ہم نے ادریسؑ کو علیؑ کی جگہ اُٹھا لیا" اس لئے کہ قرآن میں اس کی مثال موجود ہے سنئے اور خود علامہ کی زبانی سنئے کہ:

وَإِذَا بَدَّلْنَآ ءَايَةً مَّكَانَ ءَايَةٍ ﴿١٠١﴾ النحل

"جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں" (تفہیم القرآن جلد ٢ صفحہ ٥٧١)

(یہاں علامہ نے "بدلنے" کے معنی نازل کرنا کرلئے ہیں) یعنی مکان کے معنی جگہ بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا علیؑ کو جس بلندی پر حضرت نوحؑ سے پہلے رکھا ہوا تھا۔ وہاں ان کی جگہ حضرت ادریسؑ کو اٹھا کر قائم کردیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کو نوری صورت میں باقی انبیا علیہم السلام کی تائید و نصرت کے لئے نازل کر دیا۔ یہ ترجمہ یوں بھی صحیح ہے کہ اس سے ادھر تو جناب ادریسؑ کا آسمانوں کی بلندی پر اٹھا لیا جانا بھی ثابت ہے ادھر چونکہ انبیاؑ و آئمہ علیہم السلام اللہ کی مخصوص آیات ہیں لہٰذا ایک آیت (علیؑ) کو دوسری آیت (ادریسؑ) سے بدلنا بھی ثابت ہوگیا۔ رہ گیا حضرت علیؑ کا نازل ہونا یہ یہاں تک کئی بار ثابت ہو چکا ہے۔ پھر سن لیں کہ:

"لہٰذا جو لوگ اسؐ پر ایمان لائیں اور اسؐ کی حمایت اور نصرت کریں اور اس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے وہی فلاح پانے والے ہیں"۔(تفہیم القرآن جلد ٢ صفحہ ٨٦)

فَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَٱتَّبَعُواْ ٱلنُّورَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ ۙ أُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾ الاعراف

علامہ نے اس ترجمہ میں نور کا ترجمہ روشنی کر دیا ہے جس کے لئے قرآن میں لفظ "ضیاء" استعمال ہوتا ہے اور علامہ ضیاء کا ترجمہ بھی روشنی ہی کرتے ہیں دیکھئے۔(مَنْ إِلَـٰهٌ غَيْرُ ٱللَّهِ يَأْتِيكُم بِضِيَآءٍ ﴿٧١﴾ القصص)" اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟" (تفہیم القرآن جلد ٣ صفحہ ٦٥٩)
پھر یہ یاد رکھیں کہ کتاب اگر خود روشنی ہوتی تو حق سب پر واضح ہوجاتا اس لئے کہ روشنی ہر کافر و مومن کو خود بخود دکھائی

صبر کرو کیا آپؐ کو کوئی اللہ کا ہمسر اور ہمنام معلوم ہے ؟ (٦٦) اور انسان یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے تو کیا پھر بھی ہمیں زندہ کر کے نکال لیا جائے گا؟ (٦٧) کیا انسان یہ نہیں سوچتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے بھی تو لاشے ہی سے پیدا کیا تھا۔ (٦٨) قسم ہے تیرے پروردگار کی کہ ہم تیری قوم کے ان تمام مخاطبین اور ان کی راہنمائی کرنے والے شیاطین کو اکٹھا کریں گے پھر ان سب کو جہنم کے گردا گرد گھٹنوں کے بل گرائیں گے (٦٩) پھر ہم ان تمام شیطانی اشاعت کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ سختی سے سرکشی کرنے والوں کو الگ چھانٹ لیں گے ۔ (٧٠) پھر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان میں سب سے پہلے نمبر پر جہنم میں کس کو داخل کیا جائے گا ۔ (٧١) یوں تو تم سب ہی جہنم میں وارد ہونے والے ہو اور یہ تو تیرے رب کا ایک حتمی اور طے شدہ فیصلہ ہے (٧٢) پھر ہم ان لوگوں کو نجات دیں گے جو پرہیزگاری میں مصروف رہے اور دین میں اجتہاد کرنے والے (٤٥ / ٥۔ظالم) گروہ کو گھٹنوں کے بل جہنم میں داخل کر کے چھوڑ دیں گے۔

تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ ع وَ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ

جانتا ہے تو واسطے اس کے ہم نام اور کہتا ہے آدمی کیا جب مر جاؤں گا میں

لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَ لَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ

البتہ نکالا جاؤں گا میں زندہ کیا نہیں یاد کرتا انسان یہ کہ ہم نے پیدا کیا تھا اس کو

قَبْلُ وَ لَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ

پہلے اس سے اور نہ تھا کچھ پس قسم ہے رب تیرے کی البتہ اکٹھا کریں گے ہم ان کو

وَ الشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾

ساتھ شیاطین کے پھر البتہ حاضر کریں گے ہم ان کو گرد دوزخ کے زانو پر گرے ہوئے

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ

پھر البتہ کھینچ لیویں گے ہم ہر جماعت سے جون سا ان میں سے اشد ہے

عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ

اوپر باری تعالیٰ کے سرکشی میں پس البتہ ہم خوب جانتے ہیں ان لوگوں کو کہ

هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا

بہت لائق ہیں ساتھ اس کے داخل ہونے میں اور نہیں کوئی تم میں سے مگر

وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾

گزرنے والا ہے اوپر اس کے ہے اوپر پروردگار تیرے کے لازم اور مقرر کیا گیا

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ

پھر نجات دیں گے ہم ان کو جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور چھوڑ دیں گے ہم ظالموں کو

دیتی ہے ۔ لہٰذا کتاب کے ساتھ صاحب کتاب کا ہونا ضروری ہے جس کا ذکر آیت (١٥٧ / ٧وغیرہ) میں ہو چکا (يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ ﴿١٥٧﴾ الاعراف) اور رسولؐ کی اتباع کا ذکر شروع میں کرنے کے بعد اس نورؐ کی اتباع کا حکم دیا ہے جو رسولؐ کے ساتھ ساتھ نازل ہوا تھا۔ اور لفظ " نازل " سے لوگوں نے یہاں قرآن کا نزول سمجھا ہے ۔ حالانکہ نزول کے بھی حقیقی معنی پھینکنے کے نہیں بلکہ تنزل کے ہیں یعنی ایک اعلیٰ صورت سے ایک ادنیٰ صورت کی طرف منتقل کرنا لہٰذا نورانی صورت کو مادی لباس پہنانا اس نوری صورت کا تنزل ہے یہی بات خود رسول اللہ کے لئے فرمائی گئی ہے۔

(قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَّسُولًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ ﴿١١﴾ الطلاق)

"یقیناً اللہ نے تمہاری طرف ایک مجسم ذکر رسولؐ نازل کیا ہے جو تم پر اللہ (طلاق ١١-١٠ / ٦٥) کی آیات تلاوت کرتا ہے" یہ تنزل بھی نوری صورت سے قابل مشاہدہ مادی صورت میں تبدیلی ہے ۔ اور قرآن کے لئے بھی تنزل ان ہی معنی میں ہے کہ پہلے وہ لوح محفوظ میں زیادہ رفیع صورت میں تھا اور اب ایرا غیرا اور نتھو خیرا کی دسترس میں آ گیا ہے ۔

(۷۳) اور جب ان پر ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو حق پوش گروہ مومنین سے کہتا ہے کہ بتاؤ ہم دونوں فرقوں میں سے کون سا بہتر حالت اور مقام میں ہے اور کس کی مجلسیں زیادہ شاندار ہیں (۷۴) اور انہیں معلوم ہے کہ ہم نے ان سے پہلے ان سے زیادہ ساز وسامان رکھنے والوں اور ظاہری شان وشوکت والی بہت سی قوموں کو ہلاک و تباہ کیا ہے (۷۵) ان کو بتادو کہ جو شخص گمراہی میں دل چسپی لیتا ہے اسے رحمٰن کی طرف سے ابھارا جاتا ہے اور پوری ڈھیل چھوڑ دی جاتی ہے۔

فِيهَا جِثِيًّا ﴿۷۲﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا

بیچ اس کے گرے ہوئے اور جب پڑھی جاتی ہیں اوپر ان کے نشانیاں ہماری

بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ

ظاہر کہتے ہیں وہ لوگ کہ کافر ہوئے واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے ہیں

اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَ كَمْ

کون سا دو فرقوں میں سے بہتر ہے جگہ میں اور بہتر ہے مجلس میں اور کتنے

اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا ﴿۷۴﴾ قُلْ

ہلاک کئے ہیں ہم نے پہلے ان سے قرن وہ بہتر تھے اسباب میں اور نمود میں کہہ

مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ

جو شخص کہ ہے بیچ گمراہی کے پس چاہئے کہ کھینچ لے جاوے اس کو رحمٰن خوب کھینچنا

پھر ہم نے بار بار عرض کیا اور یہ عملی مشاہدہ ثابت ہے کہ پیروی اسی کی ہو سکتی ہے جو خود کسی راہ پر چلتا ہو۔ ایک ساکت و صامت کتاب کی پیروی کے معنی بھی صاحب کتاب کی پیروی ہی ہوتے ہیں۔ بہر حال اس نورؑ کا علیؑ مرتضیٰ اور آئمہ کا ہونا صحیح احادیث میں موجود ہے (کافی)

(۴۔ ب) حضرت ادریسؑ کا آسمانوں پر اٹھایا جانا اہلسنت کے علمائے صالحین نے تسلیم کیا ہے۔

علامہ شاہ محمدؐ احمدؐ رضا خان صاحب بریلوی نے لکھا ہے کہ :

" آپ کا نام اخنوخ تھا۔ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ ہی پہلے رسولؑ ہیں کثرت درس کے باعث آپ کا نام ادریسؑ ہوا "۔ (حاشیہ نمبر ۹۳)

دنیا میں انہیں عُلُوِّ مرتبت عطا کیا یا یہ معنی ہیں کہ آسمان پر اٹھا لیا اور یہی صحیح تر ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان چہارم پر دیکھا"۔(مترجمہ قرآن حاشیہ نمبر ۹۴)

قارئین سوچیں کہ علما کا وہ گروہ جس کے باقیات المنکرات میں علامہ مودودی ہیں قرآن کو مہجور کرنے (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور معنوی تبدیلیاں کرنے میں کتنا "سیدھا اور سادہ ہے " ؟

(۵)آیات (۷۱ تا ۶۸ / ۱۹) میں رسولؐ کی قوم کے لئے جہنم کی بشارت اور بلا استثناء عذاب۔

ان آیات میں یوں تو ہر آیت رسولؐ کی قوم کے ساتھ وہ سلوک بیان کرتی ہے جو اس کے ساتھ قیام محشر میں ہوگا۔ لیکن آیت (۷۱ / ۱۹) خاص طور پر ان لوگوں کا ذکر کرتی ہے جو ہجرت سے پہلے اس سورۂ مبارکہ کے مخاطب تھے۔ ان سب کو اجتماعی حیثیت سے جہنم میں وارد ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بحث نکالی ہے کہ قیامت تک کے تمام مومنین کو جہنم کے قریب لایا جائے گا۔ حالانکہ آیت میں صرف اس وقت کے مخاطب لوگوں سے کہا گیا ہے کہ: " تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم میں وارد نہ ہو"

لہٰذا قریشی سرداروں اور ان کی مذہبی اشاعت کرنے والوں یعنی شیعوں کے علاوہ اس آیت میں اور کوئی مراد نہیں ہے۔
لہٰذا قریشی ایجنٹ کی بات سنئے لکھا ہے کہ:۔

حَتّٰۤی اِذَا رَاَوۡا مَا یُوۡعَدُوۡنَ اِمَّا الۡعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَۃَ ؕ

یہاں تک کہ جب دیکھیں جو وعدے دئے جاتے ہیں یا عذاب کا اور یا قیامت کا

فَسَیَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ ہُوَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّ اَضۡعَفُ جُنۡدًا ﴿۷۵﴾ وَ

پس البتہ جانیں گے کون سا بدتر ہے مکان میں اور بودا ہے لشکر میں اور

یَزِیۡدُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اہۡتَدَوۡا ہُدًی ؕ وَ الۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ

زیادہ دیتا ہے اللہ ان لوگوں کو کہ راہ پائی ہے راہ پانا اور باقی رہنے والیاں نیکیاں

خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیۡرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

بہتر ہیں نزدیک پروردگار تیرے کے ثواب میں اور بہتر ہیں پھر آنے میں ۔

اَفَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ

آیا پس دیکھا تو نے اس شخص کو کہ کافر ہوا ساتھ نشانیوں ہماری کے اور کہا

لَاُوۡتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الۡغَیۡبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنۡدَ

البتہ دیا جاؤں گا میں مال اور اولاد کیا جھانک آیا ہے غیب کو یا پالیا ہے نزدیک

الرَّحۡمٰنِ عَہۡدًا ﴿۷۸﴾ کَلَّا ؕ سَنَکۡتُبُ مَا یَقُوۡلُ وَ نَمُدُّ

اللہ کے سے عہد ہر گز نہیں یہ البتہ لکھیں گے ہم جو کہتا ہے وہ اور لنبا کریں گے ہم

لَہٗ مِنَ الۡعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّ نَرِثُہٗ مَا یَقُوۡلُ

اس کو عذاب سے لنبا کرنا اور وارث کریں گے ہم اس کو اس چیز کا کہ کہتا ہے وہ

یہاں تک کہ جب گمراہ لوگ وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا خواہ وہ عذاب خداوندی ہو یا قیامت ہو تب انہیں پتہ لگتا ہے کہ کس کا مقام اور حال خراب ہے ۔اور کس کی فوج کمزور و ناتوان ہے ؟ (۷۶) اور جو لوگ ہدایت سے وابستہ رہ کر ہدایت اختیار کر لیتے ہیں اللہ ان کی راست روی میں ترقی اور زیادتی پیدا کر دیتا ہے اور باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک جزا اور انجام کے اعتبار سے بہتر ہوتی ہیں ۔ (۷۷) کیا آپ نے اس مخصوص شخص کا گہرا مطالعہ کیا ہے جس نے ہماری آیات کی حقیقت کو چھپانے کی مہم چلا رکھی ہے ۔ اور وہ یہ کہتا ہے کہ میں تو اپنی اسلامی اسکیم کی رو سے مال و اولاد ضرور حاصل کروں گا (۷۸) کیا اس نے غیب پر اطلاع حاصل کرلی ہے ؟یا اس نے رحمٰن سے عہد لے لیا ہے ۔ (۷۹) ہرگز نہیں نہ اسے علم غیب حاصل ہے نہ ہم نے کوئی وعدہ کیا ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم عنقریب اس کے قول کو تحریری صورت دیں گے اور پھر اسے عذاب کے لئے خوب لمبالمبا موقع دیں گے (۸۰) اور جو جو چیزیں اس کے قول میں موجود ہیں ان کا ہم اس کو وارث بنا دیں گے

” ۴۴ وارد ہونے کے معنی بعض روایات میں داخل ہونے کے بیان کئے گئے ہیں ۔ مگر ان (روایات۔احسن) میں سے کسی کی سند بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچتی ۔ اور پھر یہ بات قرآن مجید اور ان کثیر التعداد صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے جن میں مومنین صالحین کے دوزخ میں جانے کی قطعی نفی کی گئی ہے “۔ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۷۸)
دیکھا آپ نے کہ علامہ نے ان تمام روایات کو ناقابل اعتبار ٹھہرا دیا ہے جو ان لوگوں کے جہنم میں جانے پر ثبوت تھیں۔ اور پھر مومنین صالحین کی دُم لگا دی لیکن ان آیات میں نہ تو مومنین صالحین کی بات ہے نہ ان مخاطبین میں کوئی فرد صالح مومن تھا۔ نہ اس میں بعد والوں کا تذکرہ ہے یہ تو وہ قوم ہے جو ہجرت سے پہلے حضورؐ کی مخاطب تھی اور بہت مالدار اور ٹھاٹ والے افراد اور ان کے شیعہ لوگ تھے ۔ وہ مومنین ضرور تھے مگر اللہ کو پسند نہ تھے ۔ (نساء ۱۳۶ / ۴)

(۶) آیات (۸۰ تا ۷۷ /۱۹) قریش کے سب سے بڑے دانشور اور ہیرو کی تمنائیں پوری کرنے کا وعدہ؟

شائد قارئین بھول گئے ہوں کہ جس قریشی ہیرو کا یہاں تذکرہ ہو رہا ہے اس کا بار بار ذکر ہوا ہے ۔ جسے ہم پھر آپ کے روبرو رکھیں گے ۔ پہلے یہاں ان آیات (۸۰ تا ۷۷ / ۱۹) میں جو کچھ فرمایا ہے اسے عام فہم الفاظ میں سامنے رکھ لیں ۔
اوّل یہ کہ : اس ہیرو کا دعویٰ یہ ہے کہ اسے مال و دولت اور افرادی قوت ضرور حاصل ہوگی ۔ یہ اطلاع اسے کہاں سے ملی اور یہ یقین کیسے پیدا ہوا ؟ اس دعویٰ پر آسان سا جواب یہ ہو گا کہ یا تو اسے علم غیب حاصل ہے یا پھر کہیں اس نے

وَ يَأْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً

اور آوے گا ہمارے پاس اکیلا اور پکڑتے ہیں وہ سوائے اللہ کے معبود تا کہ

لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ

ہوویں واسطے ان کے عزت ہر گز نہیں یہ البتہ کفر کریں گے ساتھ عبادت ان کی کے

وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا

اور ہوویں گے وہ بت اوپر ان کے مخالف کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ بھیجا ہم نے

الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ

شیطانوں کو اوپر کافروں کے بدکاتے ہیں ان کو بدکانا پس مت جلدی کر

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾

اوپر ان کے سوائے اس کے نہیں کہ گنتے جاتے ہیں ہم واسطے ان کے گنتے جانا

ولیکن وہ تنہا بے کس و بے بس ہمارے سامنے حاضر ہوگا ۔ (۸۱) چنانچہ وہ لیڈر حضرات اپنی عزت بر قرار رکھنے کے لئے اللہ کی اجازت کے بغیر ہی معبود بنائے ہوئے ہیں ۔ (۸۲) ہر گز نہیں وہ تو ان کی عبادت اور خود ان کی ہی ناشکری کرنے والے ہیں اور وہ ان عبادت گزاروں کی ضد بن کر سامنے آئیں گے ۔ (۸۳) کیا آپؐ نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم تو خود ہی حق چھپانے والوں پر شیطانوں کو اس لئے مسلط کرتے رہتے ہیں تا کہ وہ انہیں ان کی انتہائی گنجائش تک بھڑکاتے اور اکساتے رہیں ۔ (۸۴) چنانچہ آپؐ ان قریشیوں کے معاملے میں عجلت سے کام نہ لیں ہم ان کے دن گنتے آرہے ہیں ۔

اللہ سے عہد لے لیا ہے کہ اسے ضرور بالضرور مال و دولت اور افرادی قوت دی جائے گی ۔ (۷۸ تا ۷۷ / ۱۹) اس پر اللہ نے فرمایا کہ: دوم یہ کہ : نہ اسے علم غیب حاصل ہوا نہ اللہ نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہے ۔ اس کے باجود اللہ نے یہ وعدہ کر لیا کہ: سوم یہ کہ : جو کچھ اس ہیرو نے کہا ہے اللہ اس کو عنقریب تحریری صورت میں پیش کرے گا۔ اور اس کو عذاب کی پوری مار دینے کے لئے اس کو ایک قابل دید لمبا موقعہ دے گا۔ یعنی اس نے صرف مال و دولت اور افرادی قوت ہی کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ (ورنہ اس قدر تو اس آیت ۷۷ / ۱۹ میں لکھا جاچکا تھا۔) بلکہ اس کے دعویٰ میں اور چیزیں بھی تھیں جو تفصیل سے لکھی ہوئی سامنے لائی جائیں گی۔ (۷۹ / ۱۹) چہارم یہ کہ : اور اسی تحریر میں اس کے مال و دولت اور افرادی قوت وغیرہ کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا جائے کہ وہ تمام سامان اس کی وراثت بنا کر اسے دیا جائے گا۔ (۸۰ / ۱۹) لیکن روز محشر وہ تنہا ہو گا۔ کوئی اس کا ساتھ نہ دے گا۔

یہ چاروں حقیقتیں سامنے رکھیں اور یہ بات بھی نہ بھولیں کہ یہ آیات مکہ میں نازل ہوئی تھیں ۔ اس نے یہ سب کچھ مکہ کے قیام کے زمانہ میں کہا تھا۔ اور وہیں سے اسے مال و دولت اور افرادی قوت ملنے کی پیشینگوئی اپنے دوست سے معلوم ہوئی تھی۔

(۶۔الف) قریش کے بزرگ ترین ہیرو کی تمنا، اس کا دعویٰ اور حیران کن اسلامی نظام، جہانگیری و جہاں بانی اور حکومت۔

گو یہ آیات باربار حوالوں میں آتی رہیں لیکن اب دوبارہ مندرجہ بالا آیات (۸۰ تا ۷۷ / ۱۹) کی روشنی میں ان کو باقاعدہ پڑھئے اور سمجھئے کہ وہ ہیرو کیا کیا کہتا تھا۔ اور کیا کیا کرنا چاہتا تھا؟ اللہ نے مکہ میں کئے ہوئے وعدہ کے مطابق قرآن میں یہ لکھ دیا کہ (مودودی ترجمہ سنیں) :

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُعۡجِبُكَ قَوۡلُهُۥ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلۡبِهِۦ وَهُوَ أَلَدُّ ٱلۡخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي ٱلۡأَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيهَا وَيُهۡلِكَ ٱلۡحَرۡثَ وَٱلنَّسۡلَ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلۡفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُ ٱتَّقِ ٱللَّهَ أَخَذَتۡهُ ٱلۡعِزَّةُ بِٱلۡإِثۡمِ ۚ فَحَسۡبُهُۥ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئۡسَ ٱلۡمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ البقرة

"انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے، جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں، اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار خدا کو گواہ ٹھیراتا ہے ، مگر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے ۔ جب اسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے ، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے ۔ حالانکہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو ہر گز پسند

(۸۵) وہ دن آنے والا ہے جب ہم متقی مومنین کو مہمانوں کی طرح رحمٰن کے روبرو پیش کریں گے ۔ (۸۶) اور دین میں ردو بدل کے مجرموں کو ہم پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کی طرف ہانکیں گے ۔ (۸۷)اللہ سے شفاعت کا وعدہ لینے والوں کے علاوہ کسی اور کو شفاعت پر مالکانہ اختیار نہ ہوگا ۔ (۸۸) اور انہوں نے بھی یہ عقیدہ رکھا ہے کہ رحمٰن نے بعض لوگوں کو اولاد کا درجہ دیا ہے ۔ (۸۹) یہ نہایت ناہنجار عقیدہ ہے جو تم لوگوں نے پیش کیا ہے (۹۰)قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اس ناہنجار عقیدے سے اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ گر پڑیں کانپ کر

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّ

اس دن کہ جمع کریں گے ہم پرہیزگاروں کو طرف رحمان کے مہمان اور

نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ

ہانکیں گے ہم گناہگاروں کو طرف دوزخ کی پیاسے نہیں اختیار پاویں گے

الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾ وَ قَالُوا

شفاعت کا مگر جس نے کہ لیا ہوگا نزدیک اللہ کے عہد اور کہا انہوں نے

اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ

پکڑی ہے اللہ نے اولاد البتہ تحقیق لائے تم ایک چیز بھاری نزدیک ہیں

السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾

آسمان کہ پھٹ جاویں اس سے اور پھٹ جاوے زمین اور گر پڑے پہاڑ کانپ کر

نہیں کرتا۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر، تو اپنے وقار کا خیال اس کو گناہ پر جما دیتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے بس جہنم ہی کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۸۔۱۵۹)

اس جانبدارانہ ترجمہ پر علامہ کی تشریح بھی سن لیں تو ہم بات کریں گے ۔

(۱) " ۲۲۳ یعنی کہتا ہے ۔ خدا شاہد ہے کہ میں محض طالب خیر ہوں ، اپنی ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ صرف حق و صداقت کے لئے یا لوگوں کی بھلائی کے لئے کام کر رہا ہوں " (تفہیم القرآن اوّل صفحہ ۱۵۹) اور فرماتے ہیں کہ ۔

(۲) "۲۲۴ " أَلَدُّ الْخِصَامِ ' کے معنی ہیں وہ دشمن جو تمام دشمنوں سے زیادہ ٹیڑھا ہو یعنی جو حق کی مخالفت میں ہر ممکن حربہ سے کام لے ، کسی جھوٹ ، کسی بے ایمانی ، کسی غدر و بدعہدی اور کسی ٹیڑھی سے ٹیڑھی چال کو بھی استعمال کرنے میں تامل نہ کرے۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۹)

(۳) " ۲۲۵ وَإِذَا تَوَلَّىٰ کے مطلب دو ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جو ہم نے متن میں اختیار کیا ہے اور دوسرا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ مزے مزے کی دل لبھانے والی باتیں بنا کر "جب وہ پلٹتا ہے "تو عملاً یہ کرتوت دکھاتا ہے "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۹،۱۶۰)

(۶۔ ب) قریشی لیڈر کی شخصیت ، قابلیت ، مقاصد اور حصول مقاصد کا طریق کار ۔

آپ نے آیات (۲۰۶۔۲۰۴ / ۲)، ان کا مودودی ترجمہ اور تشریحات دیکھ لیں اب ان پر دوبارہ نظر ڈال کر وہ نتیجہ اخذ کریں جس سے قریشی لیڈر سے مکمل تعارف ہو سکے۔ چنانچہ اس کی شخصیت و قابلیت یوں ہے کہ :

(۱) یہ لیڈر اللہ و رسولؐ اور اسلام پر ایمان رکھتا ہے ۔ (۲) وہ اسلام ، رسولؐ اور نوع انسان سے وفاداری اور خلوص پر اللہ کو گواہ کر کے اپنی اسکیم پیش کرتا ہے۔ (۳) رسولؐ اللہ اس کی اس اسکیم سے اختلاف نہیں کرتے بلکہ اس میں تعجب انگیز دلچسپی لیتے رہے ہیں۔ (۴) وہ لیڈر اپنی قوم میں عزت و وقار رکھتا ہے ۔ (۵) وہ کوئی ذاتی غرض نہیں رکھتا بلکہ قومی اور انسانی بھلائی اور ترقی کے لئے کوشاں ہے۔ (۶) اس کی اسکیم میں حق پرستی اور صداقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

یہ چھ باتیں قریشی لیڈر کی علمی شخصیت کو نمایاں کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اس کے بعد اس کی حقیقی شخصیت کو سامنے لائیے جو قلوب کا حال جاننے والے اللہ نے بیان کیں اور علامہ نے جس کی وضاحت کی ہے۔

۱۔ وہ اللہ و رسولؐ اور نوع انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ ۲۔ وہ فریب ساز و غدار ہے ، بے ایمان اور نہایت چرب زبان ہے۔
۳۔ اس کی ساری اسکیم محض دنیاوی زندگی کے چاروں طرف گھومتی ہے۔ آخرت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(٩١) صرف اس دعوے سے کہ رحمٰن نے اولاد اختیار کرلی ہے (٩٢) اور رحمٰن کے لئے یہ بات شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے (٩٣) آسمانوں میں اور زمین میں کوئی ایسا نہیں ہے جو رحمٰن کے سامنے بندہ بن کر حاضر نہ ہو (٩٤) یقیناً اللہ نے ان سب کو اپنے علمی احاطہ میں لے رکھا ہے اور سب کی تعداد کو باقاعدگی سے شمار کر رکھا ہے (٩٥) اور وہ تمام اللہ کے سامنے تنہا تنہا حاضر ہوں گے ۔ (٩٦) یہ بالکل صحیح ہے کہ جو لوگ

اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ

اس سے کہ دعویٰ کیا انہوں نے واسطے اللہ کے اولاد کا اور نہیں لائق واسطے رحمٰن کے

اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي

یہ کہ پکڑے اولاد نہیں کوئی شخص کہ بیچ آسمانوں کے اور زمین کے ہے مگر آتا ہے

الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ

رحمٰن کے پاس بندہ ہو کر البتہ تحقیق گھیر لیا ہے ان کو اور گن لیا ہے ان کو

عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

گن لینے کر ۔ اور سب وہ آنے والے ہیں دن قیامت کے اکیلے ہو کر تحقیق جو لوگ کہ

قریشی لیڈر کی تمنائیں و مقاصد۔ قارئین پہلے سابقہ آیات (مریم ٨٠ تا ٧٧ / ١٩) میں مذکور اس لیڈر کی تمنا سامنے رکھ لیں وہاں اس نے اپنی تمناؤں اور مقاصد کو دولت و افرادی قوت میں سمو دیا تھا۔ لہٰذا :

١۔ دولت ۔ ٢۔ افرادی قوت (مریم ٧٧ / ١٩) جسے پھیلا کر اللہ نے یہ تفصیل لکھ دی کہ :

٣۔ ساری دنیا میں جسے چاہے جہاں چاہے قتل و غارت کرنے کے وسائل و ذرائع ۔ اور

٤۔ پوری دنیا میں ہر خطۂ ارض کی فصلوں ، باغات اور تمام ذرائع پیداوار پر مکمل اختیارات اور انہیں قبضۂ اقتدار اور کنٹرول میں رکھنے کے وسائل و ذرائع ۔

٥۔ اور دنیا کے تمام لوگوں یعنی تمام اقوام اور تمام خاندانوں پر موت و زیست کے اختیارات ۔

٦۔ دنیا میں اسے اس کے ارادہ سے روکنے یا سرتابی و نافرمانی کرنے والا کوئی نہ ہو۔ مختصراً یہ کہ وہ ساری دنیا کا ایک جبار و قہار حاکم و فرمانروا بننے کی تمنا رکھتا ہے اور یہی فرمایا ہے اللہ نے کہ :

وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي ٱلْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا ٱلْفَسَادَ ﴿٢٠٥﴾ البقرۃ

رفیع الدین کا ترجمہ ۔" اور جب حاکم ہوتا ہے کوشش کرتا ہے بیچ زمین کے تاکہ فساد کرے بیچ اس کے "

مندرجہ بالا مقاصد اور تمناؤں کو حاصل کرنے کا طریقہ ؟ اس کا طریقہ اس کی شخصیت کے بیان میں واضح ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تمام قوتوں کو مندرجہ بالا قسم کی حکومت قائم کرنے میں استعمال کرے۔ اسی بنا پر وہ رسولؐ اللہ کے روبرو اپنا دنیاوی نظام نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز بنا کر پیش کرتا ہے (٢٠٤ / ٢) اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ ایمان لایا ہے ۔ چونکہ وہ نبوت و رسالت اور تعلیمات قرآن کا حقیقی مقصد ساری دنیا پر حکمرانی اور جہان بانی سمجھتا ہے اس لئے وہ خدا کو شاہد کرکے اسلامی تعلیمات کا وہ منصوبہ پیش کرتا ہے جس سے ملک گیری اور دنیا پر بالا دستی حاصل کرنا جائز نظر آتا ہے ۔ اور آیت (٢٠٤ / ٢) کی رو سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رسولؐ اللہ اس کے پلان (PLAN) سے متفق ہونے ہی والے تھے کہ اللہ نے حضورؐ کو خبردار کرنے کے لئے وہ وعدہ پورا کر دیا جو آیت (مریم ٨٠۔٧٩۔٧٧ / ١٩) میں کیا تھا۔ اور اس ہیرو کی فریب سازی و غداری کو کھول دیا۔

اور اگلی آیت (٨١ / ١٩) میں یہ بتا دیا کہ رسولؐ کی پوری قوم اور قوم کے لیڈر اپنی عزت وقار بڑھانے کے لئے لیڈر پرستی کو اللہ کی پرستش کے برابر قرار دیتے ہیں ۔ اور اسی بات کو مندرجہ بالا سلسلہ آیات میں یوں ظاہر کیا گیا ہے ۔

کہ جب اس قومی ہیرو کو اللہ کا تقویٰ یاد دلایا جاتا ہے تو اسے روکنے کے لئے وہ عزت و وقار دامنگیر ہو جاتا ہے جو اسے قومی سرداری کی وجہ سے ملا ہوا ہے (أَخَذَتْهُ ٱلْعِزَّةُ ﴿٢٠٦﴾ البقرۃ) چنانچہ وہ پھر اپنی عالمگیر پالیسی والے اسلام پر جم جاتا ہے۔ اور

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾

ایمان لائے اور کام کئے اچھے البتہ کرے گا واسطے ان کے رحمٰن محبت ۔

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ

پس سوائے اس کے نہیں کہ آسان کیا ہے ہم نے اس قرآن کو ساتھ زبان تیری کے

لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا

تو کہ بشارت دے ساتھ اس کے پرہیزگاروں کو اور ڈراوے ساتھ اس کے قوم

لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ

جھگڑنے والوں کو اور بہت ہلاک کئے ہم نے پہلے ان سے قرن کیا دیکھتا ہے تو

مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾

ان میں سے کسی کو یا سنتا ہے تو واسطے ان کے کھٹکا

ایمان لائے اور اصلاحی اعمال پر کار بند رہے ان کے لئے جلد ہی اللہ نظام محبت برسرکار لائے گا ۔ (٩٧) چنانچہ حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبانی سمجھنا آسان کر دیا ہے تاکہ اگر سننے والے پرہیزگار لوگ ہوں تو تم انہیں قرآن سے خوشخبریاں دے دو۔ اور اپنی اس برسر بحث ومباحثہ قوم کو برے نتائج سے خبردار کر دو۔ (٩٨) اور ہم نے تمہاری اس نام نہاد قوم سے پہلے بہت سی اسی قسم کی اقوام اور ان کے ادوار کو تباہ کر دیا ہے ۔کیا آج آپ کو ان اقوام کے ٹھاٹ باٹ اور حکمرانی کہیں محسوس ہو رہی ہے ؟یا کسی جگہ سے ان کے اقتدار کی بھنک آپ تک آ رہی ہے ؟

طے کر لیتا ہے کہ خواہ رسولؐ چاہیں یا نہ چاہیں، پسند کریں یا نہ کریں وہ اپنی پوری قوم اور قومی لیڈروں کو اسی خود فہمیدہ اسلام پر قائم رکھے گا۔ اس تہیّہ اور قلبی ارادہ کو اللہ پہلے سے جانتا تھا۔ اس لئے اس نے سورۂ مریم (٨٠-٧٩ / ١٩) میں اتمام حجت کے لئے فرما دیا کہ:
(١) (سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ ﴿٧٩﴾ مریم) عنقریب ہم اس کا قول یا دعویٰ لکھ دیں گے ۔ (٧٩ / ١٩) چنانچہ اللہ نے سورۂ بقر (٢٠٦ تا ٢٠٤ / ٢) میں اپنا یہ وعدہ پورا کر دیا۔ یعنی مکہ میں کیا ہوا وعدہ مدینہ میں آتے ہی تفصیل سے لکھ دیا۔
(٢)(وَنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ ﴿٨٠﴾ مریم) جو کچھ وہ کہتا ہے وہ سب کچھ ہم اس کی وراثت بنا دیں گے ۔ چنانچہ سورۂ بقرہ (٢٠٥ / ٢) میں اس کے حکمران بننے کا اعلان کر دیا۔

(٦۔ ج) وراثت کا مطلب حکومت کو اس کے ہم مسلک لیڈروں میں منتقل کرتے جانا۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی دیکھ لیں کہ اللہ نے اس ہیرو اور اس کے ہم مذہب لیڈروں کو اسی طرح لمبی ڈھیل اور مہلت دی ۔ (مریم ٧٩ / ١٩) جیسا کہ ابلیس کو دی گئی تھی ۔ اور فرما دیا گیا کہ:۔

ثُمَّ جَعَلْنَٰكُمْ خَلَٰٓئِفَ فِى ٱلْأَرْضِ مِنۢ بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ یونس

"اے رسولؐ کی نام نہاد قوم قریش ہم نے تمہیں سابقہ اقوام کے بعد زمین کے یکے بعد دیگرے خلیفہ بناتے رہنا طے کر لیا ہے ۔ تاکہ یہ دیکھیں کہ تم اپنے خود فہمیدہ اسلام سے کیسی حکومت کرتے ہو"۔ساتھ ہی یہ پیش گوئی بھی کر دی کہ :

(٦۔د) قریشی لیڈروں کی حکومت بالکل اپنے بڑے ہیرو کی طرح قتل عام و فساد کرے گی۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوٓا۟ أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰٓ أَبْصَٰرَهُمْ ﴿٢٣﴾ محمد

رفیع الدین کا ترجمہ: " پس کیا ہو تم نزدیک اس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے یہ کہ فساد کرو بیچ زمین کے اور کاٹو قرابتیں اپنی یہ لوگ ہیں جن کو لعنت کی ہے ان کو اللہ نے پس بہرا کر دیا ان کو اور اندھا کر دیا آنکھوں ان کی کو" قارئین نوٹ کریں کہ قوم کے بڑے ہیرو کو بھی ساری زمین میں فساد پھیلانے ، قتل و غارت کرنے والا بتایا تھا۔ اور یہاں اس کی جانشینی کرنے والے خلفا کو بھی وہی فساد فی

الارض کا عقیدہ رکھنے والا بتایا ہے ۔ معلوم ہوا کہ وہ از اوّل تا آخر ایک ملعون حکومت تھی۔ اور ان سب کی سزا بلا کسی استثنا کے جہنم تھی ۔ ان ہی آیات کا ترجمہ علامہ نے یوں کیا ہے :

(٦۔ہ) علامہ مودودی ان آیات (٢٣۔٢٢ / ٤٧) کے ترجمہ میں پردہ ڈالتے ہیں۔ مگر حق ثابت ہو کر رہتا ہے۔

"اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم الٹے منہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان کو اندھا اور بہرا بنا دیا ہے" (تفہیم القرآن جلد ٥ صفحہ ٢٦۔٢٧)

قارئین غور کریں کہ قریشی ہیرو والی آیت (بقرہ ٢٠٥ / ٢) میں لفظ " تَوَلّٰى " آیا تھا اور یہاں (٢٢ / ٤٧) تَوَلَّيْتُمْ آیا ہے۔ درجہ چہارم کے بچے بھی یہاں سوائے واحد اور جمع اور حاضر و غائب کے، معنی میں کوئی فرق نہ کرتے۔ یعنی ۔" جب وہ حاکم بنے گا۔" اور " جب تم حاکم بنوگے" تو دونوں ایک مرکزی عقیدے کی بنا پر فساد پھیلانے کو اسلام پھیلانا سمجھوگے ۔ اور یوں ملعون ٹھہرو گے۔ لیکن ترجمہ کی اس تبدیلی کے بعد اللہ نے علامہ کو مجبور کیا کہ صحیح معنی بھی لکھیں اور غلط ترجمانی کا جرم قبول کریں ۔چنانچہ ارشاد ہوا کہ :

" ٣٣۔ اصل الفاظ ہیں " اِنْ تَوَلَّيْتُمْ " ان کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اوپر متن میں کیا ہے ۔ اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ : " اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے " ۔(تفہیم القرآن جلد٥ صفحہ ٢٦)

نوٹ : یہاں قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ " وَلِيٌ "کے معنی یقیناً "حاکم " ہوتے ہیں ۔اور اس کے مادہ " و۔ل۔ی " سے نکلنے والے تمام الفاظ مثلاً تَوَلَّوْا ۔ یتولی ۔ متولِي ۔ وَلّيتُم ۔ وغیرہ وغیرہ میں حکومت کا تصور داخل رہتا ہے ۔

(٦۔و) بلاعلم غیب اور بلا الہام کے قومی ہیرو صاحب کو یہ علم کیسے ہوا کہ اسے دولت و حکومت وغیرہ ملنا ہے ؟

جن حضرات کو اس سوال کا جواب ضرور چاہئے انہیں چاہئے کہ وہ بحیرہ راہب اور ایک ازدی عالم کی وہ بات چیت پڑھیں جو انہوں نے الگ الگ حضرت ابو بکر سے کی تھی۔ لہٰذا اس اطلاع کے دینے والے حضرت ابو بکر تھے۔ اور اسی بنا پر قومی ہیرو نے ابتدا نہ کی تھی۔ بلکہ ان کو آگے بڑھایا تھا۔ اور ان سے ابتدا کرائی تھی۔ یہ پورا واقعہ سورۂ فرقان (٣٠۔٢٧ / ٢٥) میں ریکارڈ کر دیا گیا ہے۔ (بحیرہ راہب اور ازدی عالم کے لئے طبری جلد اوّل)

وہ چالاک یا بھولے لوگ جو یہ کہتے اور مانتے چلے آرہے ہیں کہ اللہ نے قومی حکومت پر کہیں بھی نصّ نہیں کی ہے۔ ان کو بتاؤ کہ تم یا تو فریب ساز ہو یا تم بالکل بھولے بھالے اور قرآن سے نابلد لوگ ہو تم زیر قلم عنوان میں مذکورہ آیات کے نمبر لکھ کر علم کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ان آیات کو پڑھ کر ترجمہ کر دیں۔ اور ترجمہ کا ہر لفظ عربی کی ڈکشنری میں دکھاتے جائیں۔ بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

(٧) قرآن اپنی ہمہ گیری کے سبب سے رسولؐ کی مدد کے بغیر سمجھنا آسان نہیں ہے ؟؟

یہ آیہ مبارکہ (٩٧ / ١٩) ان لوگوں کی گوشمالی کرتی ہے جو سابقہ تشریح میں مذکور ، الدالخصام (شدید خطرناک اور کمینہ دشمن) کی قوم کی طرح قرآن کو سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور آج کسی محمدؐ کی مدد کی ضرورت نہیں سمجھتے ان ہی کی زبان بندی کے لئے یہ بھی فرمایا گیا تھا کہ :

" ہم نے قرآن کو محمدؐ رسولؐ اللہ کے لئے آسان کر دیا ہے ۔ ہے کوئی جو اس حقیقت پر غور کرے؟ "	وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾ القمر (قمر ٢٢ / ٥٤) (قمر ٣٢ / ٥٤)(قمر ٤٠ / ٥٤)

قارئین جانتے ہیں کہ قرآن میں لفظ " الذکر" رسولؐ اللہ کا لقب ہے (طلاق ١١۔١٠ / ٦٥) علامہ مودودی بھی ذِكْرًا رَّسُولًا کو حضورؐ ہی کا لقب مانتے ہیں (تفہیم القرآن جلد ٥ صفحہ ٥٨٠، حاشیہ نمبر ٢١) یہ بات کہ قرآن مجموعی حیثیت سے رسولؐ اللہ کے لئے آسان ہے، سورۂ قمر میں چار مرتبہ فرمائی ہے اور اسے سمجھنے کی چوہری اپیل کی ہے ۔ آپ مانیں یا نہ مانیں ۔

سُوْرَةُ طٰهٰ

سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ مِاءة وَّ خَمْسٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ آيَةً وَّ ثَمَان رُكُوْعَاتٍ

سورۂ طٰہٰ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو پینتیس (١٣٥) آیتیں اور آٹھ (٨) رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن ورحیم ہے

طٰهٰ ۞ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۞ اِلَّا تَذْكِرَةً

نہیں اتارا ہم نے اوپر تیرے قرآن تاکہ رنج کھینچے مگر نصیحت

لِّمَنْ يَّخْشٰى ۞ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ

واسطے اس شخص کے کہ ڈرتا ہے اتارنے کر اس کی طرف سے کہ جس نے پیدا کیا

الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۞ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۞

زمین اور آسمانوں بلند کو وہ رحمٰن ہے اوپر عرش کے قرار پکڑا اس نے

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ

واسطے اس کے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے ہے اور جو کچھ بیچ زمین کے ہے اور

مَا بَيْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰى ۞ وَ اِنْ تَجْهَرْ

جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے اور جو کچھ نیچے گیلی مٹی کے ہے اور اگر پکار کر

بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ۞ اَللّٰهُ لَآ

کہے تو بات پس تحقیق وہ جانتا ہے چھپے بھید کو اور بہت چھپے کو اللہ ہے کہ نہیں کوئی

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۞ وَ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ

معبود مگر وہ واسطے اس کے ہیں نام اچھے اور کیا آئی ہے تیرے پاس بات

مُوْسٰى ۞ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا

موسیٰ کی جس وقت دیکھی اس نے آگ پس کہا واسطے اہل اپنے کے رہ جاؤ

اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا

تحقیق میں نے دیکھی ہے آگ شاید کہ لے آؤں میں تمہارے پاس اس میں سے

بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۞ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۞

انگارا یا پاؤں اوپر آگ کے راہ بتانے والا پس جب آیا اس کے پاس پکارا گیا اے موسیٰ

وقف لازم

(١) (طٰہٰ) (٢) ہم نے یہ قرآن تم پر اس لئے تو نازل نہیں کیا ہے کہ تم مشقت و مصیبت میں پڑ جاؤ (٣) یہ تو برے اعمال کے برے نتائج سے ڈرنے والوں کے لئے ایک تذکرہ ہے (٤) یہ اس ہستی کی جانب سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین اور آسمانوں کی بلندیوں کو پیدا کیا ہے (٥) وہ رحمٰن ہے اور عرش مُعلیٰ کے لئے موزوں ہے۔ (٦) اسی کے قبضہ قدرت میں ہے جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور جو کچھ مٹی میں پوشیدہ ہے (٧) تم خواہ چلا کر بات کہو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی راز کی باتوں کو بھی اور ان سے بھی مخفی باتوں کو جانتا ہے ۔ (٨) اللہ ہی تو وہ معبود ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور تمام حسین نام اسی کے لئے ہیں (٩) اور کیا آپ کے پاس موسیٰ والا قصہ پہنچا ہے (١٠) یہ کہ جب موسیٰ نے آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ اور اہل خاندان سے کہا کہ تم ذرا یہاں ٹھہرو مجھے اس آگ سے اُنس اور جاذبیت محسوس ہو رہی ہے ہوسکتا ہے کہ میں وہاں سے آگ کا انگارہ لے آؤں یا مجھے آگ کے پاس کوئی راہنما مل جائے۔ (١١) چنانچہ جب موسیٰ آگ کے قریب آیا تو اسے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ

(۱۲) حقیقتاً میں تو تیرا رب ہوں لہٰذا تم طویٰ نام کے ایک میدان (وادی) میں ہو اپنی دونوں جوتیاں نکال دو ۔ (۱۳) اور میں نے تمہیں اختیار کرلیا ہے اب تم اپنے اوپر ہونے والی وحی کو سنا کرو۔ (۱۴) واقعی میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے لہٰذا تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کردو(۱۱۔۱۰ / ۶۵طلاق) (۱۵)اور قیامت کی گھڑی یقیناً آنے والی ہے میں اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر ذی حیات کو اس کی کوششوں کی جزا ملے(۱۶) جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور اپنے ذاتی تصورات و اجتہادات کی پیروی کرتے ہیں وہ تمہیں قیامت کی تبلیغ سے روکنے نہ پائیں ورنہ تم خود بھی ہلاک ہو جاؤ گے ۔ (۱۷) اور اے موسیٰ یہ تمہارے ہاتھ میں کیا چیز ہے (۱۸) موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ میری لاٹھی ہے اس پر تکیہ لگا لیتا ہوں اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور بھی بہت سے کام ہیں جو میں اس سے لیتا رہتا ہوں ۔ (۱۹) فرمایا موسیٰ ذرا اس کو پھینک تو دو ۔ (۲۰) اس نے پھینکا تو وہ لاٹھی یکایک سانپ بن کر دوڑنے لگی (۲۱) فرمایا اے موسیٰ بے خوفی سے اس کو پکڑ لو ہم اسے اس کی پہلی حالت پر واپس کر دیں گے ۔ (۲۲) اور تم ذرا اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دباؤ اور دیکھو کہ وہ بلا کسی جسمانی خرابی پیدا ہوئے چمکتا ہوا سفید نکلے گا ۔ یہ دوسرا معجزہ ہے (۲۳) تاکہ ہم تمہیں اپنی بڑی آیات و معجزات دکھائیں۔ (۲۴) اب تم فرعون کی ہدایت کے

اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ

تحقیق میں ہوں پروردگار تیرا پس اتارڈال دونوں جوتیاں اپنی تحقیق تو

بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ؕ﴿۱۲﴾ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ

بیچ میدان پاک کے ہے کہ نام اس کا طویٰ ہے اور میں نے پسند کیا تجھ کو پس سن

لِمَا یُوْحٰی ﴿۱۳﴾ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

جو کچھ کہ وحی کی جاتی ہے تحقیق میں ہی ہوں اللہ نہیں کوئی معبود مگر میں

فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ

پس عبادت کر میری اور قائم رکھ نماز کو واسطے یاد میری کے تحقیق قیامت آنے والی ہے

اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا

نزدیک ہے کہ چھپاڈالوں میں اس کو تو کہ بدلا دیا جائے ہر جی ساتھ اس چیز کے کہ

تَسْعٰی ﴿۱۵﴾ فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ

کرتا ہے پس نہ بندکرے تجھ کو فکر اس کے سے وہ شخص کہ نہیں ایمان لاتا

بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰی ﴿۱۶﴾ وَ مَا تِلْكَ

ساتھ اس کے اور پیروی کرتا ہے خواہش اپنی کی پس ہلاک ہو جاوے اور کیا ہے

بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی ﴿۱۷﴾ قَالَ هِیَ عَصَایَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا

بیچ داہنے ہاتھ تیرے کے اے موسیٰ کہا یہ عصا میرا ہے تکیہ کرتا ہوں میں اوپر اس کے

وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَ لِیَ فِیْهَا

اور پتے جھاڑتا ہوں میں اس سے اوپر بکریوں اپنی کے اور میرے تئیں بیچ اس کے

مَاٰرِبُ اُخْرٰی ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِیَ

فائدے ہیں اور بھی کہا ڈال دے اس کو اے موسیٰ پس ڈال دیا اس کو پس ناگہاں

حَیَّةٌ تَسْعٰی ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ٙ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا

وہ سانپ تھا دوڑتا کہا پکڑلے اس کو اور مت ڈر ابھی پھیر دیویں گے ہم اس کو طرح

الْاُوْلٰی ﴿۲۱﴾ وَ اضْمُمْ یَدَكَ اِلٰی جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ

پہلی میں اور ملالے ہاتھ اپنا طرف بازو اپنے کے نکل آوے گا سفید بغیر برائی کے

اٰیَةً اُخْرٰی ۙ﴿۲۲﴾ لِنُرِیَكَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْكُبْرٰی ۚ﴿۲۳﴾ اِذْهَبْ

نشانی اور تاکہ دکھلا دیں ہم تجھ کو نشانیوں اپنی بڑی سے جا طرف فرعون کی

اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِىْ

تحقیق اس نے سرکشی کی ہے۔ کہا اے رب میرے کھول دے واسطے میرے

صَدْرِىْ ﴿٢٥﴾ وَ يَسِّرْ لِىْٓ اَمْرِىْ ﴿٢٦﴾ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِىْ ﴿٢٧﴾

سینہ میرا اور آسان کر واسطے میرے کام میرا اور کھول دے گرہ زبان میری سے

يَفْقَهُوْا قَوْلِىْ ﴿٢٨﴾ وَ اجْعَلْ لِّىْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِىْ ﴿٢٩﴾ هٰرُوْنَ

تاکہ سمجھیں بات میری اور کر واسطے میرے وزیر اہل میرے سے ہارون

اَخِى ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِىْ ﴿٣١﴾ وَ اَشْرِكْهُ فِىْٓ

بھائی میرا مضبوط کر ساتھ اس کے قوت میری اور شریک کر اس کو بیچ

اَمْرِىْ ﴿٣٢﴾ كَىْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٤﴾

کام میرے کے تاکہ پاکی بیان کریں ہم تیری بہت اور یاد کریں ہم تجھ کو بہت

اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾

تحقیق تو ہے ہم کو دیکھنے والا کہا تحقیق دیا گیا تو سوال اپنا اے موسیٰؑ

وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿٣٧﴾ اِذْ

اور البتہ تحقیق احسان کیا تھا ہم نے اوپر تیرے ایک بار اور جس وقت کہ

اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿٣٨﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ

وحی ڈالی ہم نے طرف ماں تیری کے وہ چیز کہ وحی کی جاتی ہے یہ کہ ڈال اس کو

فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ

بیچ صندوق کے پس ڈال دے اس کو بیچ دریا کے پس چاہیئے کہ ڈال دے اسے

بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّىْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ اَلْقَيْتُ

دریا کنارے پر لے لیوے اس کو دشمن میرا اور دشمن اس کا اور ڈال دی میں نے

عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ ﴿٣٩﴾

اوپر تیرے محبت اپنی طرف سے اور تو کہ پرورش کیا جاوے تو اوپر آنکھوں میری کے

اِذْ تَمْشِىْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ

جس وقت کہ چلتی تھی بہن تیری پس کہتی تھی کیا دلالت کروں میں تم کو

عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ

اوپر اس شخص کے کہ پالے اس کو پھر پھیر لائے ہم تجھ کو طرف ماں تیری کے

لئے جاؤ وہ سرکشی میں طاغوت بن گیا ہے (٢٥) موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اس کی ہدایت کے لئے میرا سینہ کشادہ کردے۔ (٢٦) اور میری اس ذمہ داری کو میرے حق میں آسان کردے۔ (٢٧) اور میری زبان میں روانی و اثر پیدا کر دے (٢٨) تاکہ لوگ میری بات کا اثر قبول کریں۔ (٢٩) اور میرے لئے میرے اپنے خاندان میں ایک وزیر مقرر فرما دے (٣٠) ہارونؑ کو جو میرا بھائی ہے اسے یہ عہدہ عطا کر دے۔ (٣١) اور اس طرح اس کے ذریعہ میرے ہاتھ مضبوط کر دے (٣٢) اور اسے میرے کارِ نبوت ورسالت میں شریک قرار دیدے۔ (٣٣) تاکہ ہم دونوں خوب تیری پاکی بیان کریں۔ (٣٤) اور خوب تیرا چرچا کریں۔ (٣٥) حقیقت یہ ہے کہ تو برابر ہماری عملی حالت کو دیکھتا چلا آ رہا ہے۔ (٣٦) اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ ہم نے تیری خواہش سوال اور دعا کو من وعن قبول کرلیا ہے (٣٧) اور اے موسیٰؑ ہم نے تو تم پر ایک بار پہلے بھی منتی احسان کیا تھا (٣٨) اور وہ اس وقت جب کہ ہم نے تمہاری والدہ کو وحی بھیجی تھی جیسا کہ ہم وحی کیا کرتے ہیں۔ (٣٩) اور تمہاری والدہ کو بتایا کہ تجھے ایک صندوق میں بند کر کے اس صندوق کو دریا میں ڈال دے۔ چنانچہ دریا کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس صندوق کو کنارے پر ایسی جگہ پہنچا دے جہاں سے موسیٰؑ کو میرا اور موسیٰؑ کا دشمن فرعون حاصل کرلے۔ اور میں نے تمہیں اپنی محبت میں اس طرح لپیٹ دیا تھا تاکہ تمہیں میری آنکھوں کے روبرو پیار سے پالا پوسا اور تیار کیا جائے۔ (٤٠) اور جب کہ تمہاری بہن صندوق کو دیکھتی ساتھ ساتھ چلتی وہاں پہنچ گئی جہاں موسیٰؑ کو نکالا گیا تھا۔

كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ ۬ؕ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا

توکہ ٹھنڈی ہوں آنکھیں اس کی اور نہ غم کھائے اور مارا تھا تو نے ایک جان کو

فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۬ قف فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ

پس نجات دی ہم نے تجھ کو غم سے اور آزمایا ہم نے تجھ کو آزمانا پس رہا تو کئی برس

فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ ۬ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَ اصْطَنَعْتُكَ

بیچ لوگوں کے مدین کے پھر آیا تو اوپر اندازے کے اے موسیٰؑ اور پسند کر لیا میں

لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ ۚ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ لَا

نے تجھ کو واسطے ذات اپنی کے جا تُو اور بھائی تیرا ساتھ نشانیوں میری کے اور مت

تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ ۚ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ ۚۖ

سستی کرو بیچ یاد میری کے جاؤ تم دونوں طرف فرعون کے تحقیق اس نے سرکشی کی

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَاۤ

پس کہو اسکو بات نرم شاید کہ وہ نصیحت پکڑے یا ڈرے۔ کہا دونوں نے اے رب ہمارے

اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾

تحقیق ہم ڈرتے ہیں یہ کہ جلدی کرے اوپر ہمارے یا یہ کہ سرکشی کرے

قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿۴۶﴾

کہا مت ڈرو تم تحقیق میں ہوں ساتھ تمہارے سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ

پس جاؤ اس کے پاس پس کہو تحقیق ہم دونوں بھیجے ہوئے ہیں رب تیرے کے

فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۬ۙ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ

پس بھیج ساتھ ہمارے بنی اسرائیل کو اور مت عذاب کر ان کو تحقیق ہم

جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ

لائے ہیں تیرے پاس نشانی رب تیرے کی اور سلامتی اس شخص پر ہے کہ پیروی کرے

الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ

ہدایت کی تحقیق وحی کی گئی ہے طرف ہماری یہ کہ عذاب اوپر اس شخص کے ہے کہ

كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾

جھٹلاوے اور منہ پھیرے کہا فرعون نے پس کون ہے پروردگار تمہارا اے موسیٰؑ

اور ان سے کہا گیا کہ میں تمہیں وہ گھرانہ بتا دوں جو اس بچے کو دودھ پلائے اور ضروری خدمات انجام دے؟۔ یوں ہم نے تمہیں دوبارہ پرورش کے لئے تمہاری والدہ کے پاس پہنچا دیا تھا کہ تمہاری امی کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور جدائی کا غم دور ہو جائے۔ اور دیکھو ایک زمانہ میں تم نے فرعون کی قوم کا ایک آدمی قتل کر دیا تھا تو ہم نے تمہیں قتل کے جرم اور غم سے نجات دیدی تھی۔ لیکن تمہیں ایک سخت آزمائش میں ڈال دیا تھا چنانچہ تم کئی سال مدین کی قوم میں (شعیبؑ کے پاس) رہے اور آخر ہمارے معیار پر پورے اترے (۴۱) چنانچہ یوں میں نے تمہیں اپنی ذاتِ خاص کے لئے صنعت کاری سے اختیار کر لیا۔ (۴۲) اب تم اور تمہارا بھائی میری آیات و معجزات سے آراستہ جاؤ اور میرے ذکر کی طرف سے کبھی غافل نہ رہو۔ (۴۳) اور دونوں فرعون کے پاس پہنچو یہ سمجھتے ہوئے کہ وہ مجسم سرکشی اور طاغوت بنا ہوا ہے (۴۴) گفتگو کو نہایت نرم اور پسندیدہ رکھنا تاکہ وہ غلط کاری کو محسوس کر لے یا عاجزی اختیار کر سکے (۴۵) دونوں نے عرض کیا کہ پروردگارا ہمیں خوف اس کا ہے کہ کہیں نشہ غرور میں بات سننے سے پہلے ہی ہم پر زیادتی اور سرکشی نہ کر بیٹھے (۴۶) فرمایا تم دونوں بے خوفی سے اپنا کام انجام دو میں ہر ہر پہلو کو دیکھتا اور ہر بات کو سنتا ہوا تمہارے ساتھ ساتھ رہوں گا پھر تمہیں خوف کیوں ہو گا؟۔ (۴۷) چنانچہ دونوں اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں تیرے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے رسولؐ ہیں چنانچہ پیغام یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے اور ان کو عذاب دینا بند کر دے۔ یقیناً ہم تیرے پاس تیرے رب کا شناختی معجزہ بھی لائے ہیں اور ہمارا اسلام صرف ان لوگوں پر ہے جو ہدایت کی پیروی کرتے ہوں۔ (۴۸) یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمیں وحی سے بتایا گیا ہے کہ جو لوگ ہمیں جھٹلائیں یا اپنی الگ ولایت برقرار رکھیں ان پر عذاب نازل ہونے والا ہے۔ (۴۹) فرعون نے پوچھا کہ جسے تم دونوں اپنا رب کہتے ہو وہ کون ہے؟

(۵۰) موسیٰؑ نے جواب دیا کہ ہم دونوں کا رب وہی ہے جس نے تمام چیزوں کو پیدا کرکے ان کو ان کا وجود بخشا اور ساتھ ہی ساتھ زندہ رہنے کے لئے ہدایات دے دیں (۵۱) فرعون نے سوال کیا کہ ان لوگوں کے لئے کیا فیصلہ ہے جو پچھلے زمانہ میں اس عقیدے پر نہ تھے ؟ (۵۲) جواب دیا کہ ان کے فیصلے کا علم میرے پروردگار کو ہے جو کتاب میں لکھا ہوا ہے اور وہ کسی معاملے میں نہ غلط روی کرتا ہے نہ بھولتا ہے ۔(یعنی جیسا کہ تو غلط احکام بھی دیتا رہتا ہے اور چیزوں کو بھول بھی جاتا ہے) (۵۳) اور جس نے اس زمین کو تمہارے لئے بستر کی طرح بچھا دیا ہے اور تمہارے چلنے کے لئے اس میں راستے بنا دیئے ہیں اور آسمان سے بارش برسا کر ہم نے مختلف اور مفید قسم کی بہت سی نباتات پیدا کی ہیں ۔ (۵۴) تاکہ تم خود بھی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چگاؤ اور کھلاؤ وہ سب کچھ کرنے میں اہل ہوش کے لئے بہت سے معجزات کی تعلیم بھی موجود ہے (۵۵) اسی زمین سے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور ایک آخری بار پھر تمہیں زمین میں سے نکال کر حاضر کریں گے (۵۶) سچ یہ ہے کہ ہم نے فرعون کو اپنی تمام متعلقہ آیات و معجزات دکھائے مگر اس نے ہر ایک کو جھٹلایا اور روگردانی کی (۵۷) کہا تو یہ کہا کہ اے موسیٰؑ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمارا سب کچھ چھین کر ہمیں ہمارے ملک اور سرزمین سے نکال باہر کرے ؟ اور اپنے جادو کے زور سے ہماری قوم کو بے گھر اور بے یارومددگار کر چھوڑے (۵۸) چنانچہ ہم بھی تیرے جادو کے مقابلہ کے لئے ایسا ہی جادو لائیں گے لہٰذا ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدت اور مقام طے کرلو کہ اس دن مقابلہ سے نہ ہم پھریں اور نہ تم ٹال سکو (۵۹) موسیٰؑ نے کہا کہ مقابلہ کا دن وہی ٹھیک ہے جس روز

قَالَ رَبُّنَا الَّذِيٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ

کہا موسیٰؑ نے رب ہمارا وہ شخص ہے جس نے دی ہر چیز کو پیدائش اس کی پھر

هَدٰى ۝٥٠ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝٥١ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ

راہ دکھائی کہا فرعون نے پس کیا ہے حال قرنوں پہلوں کا کہا علم ان کا نزدیک

رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَ لَا

پروردگار میرے کے ہے بیچ کتاب کے نہیں بھٹک جاتا رب میرا اور نہ

يَنْسَى ۝٥٢ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ

بھول جاتا ہے جس نے کیا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور چلائیں واسطے تمہارے

فِيْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ

بیچ اس کے راہیں اور اتارا آسمان سے پانی پس نکالے ہم نے ساتھ اس کے

اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝٥٣ كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ

اقسام روئیدگی کے مختلف کھاؤ اور چگاؤ جانوروں اپنوں کو تحقیق بیچ

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝٥٤ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ

ع ٢ / ١١

اس کے نشانیاں ہیں واسطے صاحبوں عقل کے اس سے پیدا کیا ہم نے تم کو اور

فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً

بیچ اس کے دوبارہ لے جاویں گے ہم تم کو اور اس میں ہم نکالیں گے تم کو

اُخْرٰى ۝٥٥ وَ لَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ

ایک بار اور تحقیق البتہ دکھائیں ہم نے اس کو نشانیاں اپنی سب پس جھٹلایا

وَ اَبٰى ۝٥٦ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا

اور نہ جانا کہا کیا آیا ہے تو ہمارے پاس تو کہ نکال دیوے ہم کو زمین ہماری سے

بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ۝٥٧ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ

ساتھ جادو اپنے کے اے موسیٰؑ پس البتہ لاویں گے ہم تیرے پاس جادو

مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ مَوْعِدًا

مانند اس کی پس مقرر کر درمیان ہمارے اور درمیان اپنے ایک وعدہ گاہ کہ

لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝٥٨ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ

نہ خلاف کریں اس کا ہم اور نہ تو مکان ہموار کہا وعدہ گاہ تمہارا دن

الزِّيْنَةِ وَ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ

زینت کا ہے اور یہ کہ اکٹھے کئے جاویں گے لوگ دن چڑھے پس پھر گیا فرعون

فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا

پس جمع کیا مکر اپنا پھر آیا کہا واسطے ان کے موسیٰؑ نے وائے تم پر مت باندھ لو

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ

اوپر خدا کے جھوٹ پس فنا کر دے گا تم کو ساتھ عذاب کے اور تحقیق نامراد ہوا

مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا

جس نے جھوٹ باندھا پس جھگڑنے لگے کام اپنے میں درمیان اپنے اور چھپایا

النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ

مصلحت کو کہا انہوں نے تحقیق یہ دو جادو گر ہیں چاہتے ہیں کہ نکال دیں تم کو

مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾

زمین تمہاری سے ساتھ جادو اپنے کے اور لے جاویں راہ تمہاری بہتر کو

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ

پس جمع کرو مکر اپنا یعنی تدبیر پھر آؤ صف باندھ کر اور تحقیق فلاح پائی آج کے دن

مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ

اس شخص نے کہ غالب آیا۔ کہا انہوں نے اے موسیٰؑ یا یہ کہ تو ڈال دے

وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ

اور یا ہوں ہم اوّل ڈالنے والے کہا بلکہ ڈالو تم ہی پس ناگہاں رسیاں ان کی

وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا

اور لاٹھیاں ان کی خیال بندھا تھا طرف اس کی جادو ان کے سے یہ کہ وہ

تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ

دوڑتی ہیں پس چھپایا بیچ جی اپنے کے ڈر موسیٰؑ نے کہا ہم نے مت ڈر

اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَ اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ

تحقیق تو ہے غالب اور ڈال جو بیچ داہنے ہاتھ تیرے کے ہے نگل جاوے گا اس چیز کو

مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَ لَا

جو بنایا ہے انہوں نے تحقیق جو کچھ بنایا ہے انہوں نے مکر جادو گر کا ہے اور نہیں

تمہارے یہاں جشن منایا جاتا ہے اس روز جب دن خوب چڑھ جائے میدان میں سب لوگوں کو جمع کرلیا جائے (٦٠) فرعون نے اپنی ولایت پر توجہ دی اور اپنا پورا مکر اور پالیسی جمع کرکے میدان میں آگیا (٦١) ان سے موسیٰؑ نے کہا کہ شامت تمہارے شامل حال ہو تمہارے یہ جھوٹے ہتھکنڈے اللہ کے مقابلہ میں تمہیں عذاب میں مبتلا کرکے تمہارا ستیاناس کرا دیں گے اس لئے کہ جھوٹی ایجادات کرنے والے تباہ ہوا کرتے ہیں (٦٢) یہ سن کر ان میں آپس کا تنازعہ کھڑا ہوا اور وہ سر جوڑ کر خفیہ باتیں کرنے لگے (تاکہ اختلاف اور تنازعہ دور ہوسکے چنانچہ) (آخر کار کچھ لوگوں نے یہ سیاسی حربہ استعمال کیا) (٦٣) اور کہا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں اور ان کی اسکیم یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال باہر کریں اور تم سے تمہارے بزرگوں کا مذہب بھی چھڑا دیں (٦٤) لہٰذا تم آج اپنے تمام مکر و تدبیریں جمع کرو اور متفقہ طور پر یک بارگی صف باندھ کر میدان میں آؤ کامیاب ہونا اسی کے حصہ میں ہے جو آج غالب آجائے گا۔ (٦٥) چنانچہ انہوں نے موسیٰؑ سے کہا کہ تم پہلے اپنا کرتب دکھاؤ گے یا ہم پہل کریں (٦٦) موسیٰؑ نے کہا تم ابتدا کرو یہ کہنا تھا کہ یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں جادو کی نظر بندی اور خیال آرائی سے معلوم ہوتا تھا کہ سب دوڑ رہی ہیں۔ (٦٧) اور موسیٰؑ کو دل ہی دل میں اندیشہ اور خوف معلوم ہونے لگا۔ (٦٨) ہم نے موسیٰؑ سے کہا ڈرو مت غلبہ تمہیں ہی حاصل ہے (٦٩) تم بھی جو کچھ تمہارے دہنے ہاتھ میں ہے اسے میدان میں پھینک دو تو ان کی تمام مصنوعی چیزوں کو نگل جائے گا یہ جو کچھ صنعت گری کرکے لائے ہیں یہ تو جادو اور نظر فریبی ہے اور جادو گر کبھی

يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا

فلاح پاتا جادوگر جہاں آتا ہے پس ڈالے گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے کہنے لگے

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ﴿۷۰﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ

ایمان لائے ہم ساتھ پروردگار ہارون اور موسیٰؑ کے کہا ایمان لائے تم واسطے اس کے

قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ

پہلے اس سے کہ حکم کروں میں تم کو تحقیق وہ البتہ بڑا تمہارا ہے جس نے سکھایا تم کو

السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ

جادو پس البتہ کاٹوں گا میں ہاتھوں تمہارے کو اور پاؤں تمہارے کو خلاف سے اور

لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ

البتہ سولی دوں گا میں تم کو بیچ شاخوں کھجور کے اور البتہ جانو گے تم کون سا ہم میں

اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ

سے اشد ہے عذاب میں اور بہت باقی رہنے والا ہے کہا انہوں نے ہرگز نہ

نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ

اختیار کریں گے ہم تجھ کو اوپر اس چیز کے کہ آئی ہے ہمارے پاس دلیلوں سے اور

الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ

اوپر اس شخص کے کہ پیدا کیا اس نے ہم کو پس حکم کر جو کچھ تو حکم کرنے والا ہے

اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا

سوائے اس کے نہیں کہ حکم کرے گا تو بیچ اس زندگانی دنیا کے تحقیق ایمان لائے ہم

بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَآ

ساتھ پروردگار اپنے کے تو کہ بخشے واسطے ہمارے گناہ ہمارے اور وہ چیز کہ

اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ

زبردستی کی ہے تو نے ہم کو اوپر اس کے جادو سے اور اللہ بہت ہے بہتر اور

اَبْقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا

بہت باقی رہنے والا ہے تحقیق بات یہ ہے کہ جو کوئی آوے رب اپنے کے پاس گنہگار ہو کر

فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَ مَنْ

پس تحقیق واسطے اس کے دوزخ ہے نہ مرے گا بیچ اس کے اور نہ جئے گا اور جو کوئی

کامیاب نہ ہوگا خواہ وہ کتنے بھی ٹھاٹ دکھائے (۷۰) آخر نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اہل فن جادوگر سجدہ میں گرا لئے گئے اور پکار اٹھے کہ ہم ہارونؑ اور موسیٰؑ کے رب پر ایمان لے آئے (۷۱) فرعون نے کہا کہ تم موسیٰؑ کے لئے ایمان لے آئے حالانکہ میں نے تمہیں اجازت نہ دی تھی معلوم ہوا کہ یہ تمہارا استاد اور بزرگ ہے۔ جس نے تمہیں یہ جادوگری سکھائی ہے اچھا اب میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹی طرف سے کٹواتا ہوں اور تمہیں کھجور کی شاخوں میں لٹکا کر پھانسی دیتا ہوں اور اس طرح تم یہ جان لوگے کہ ہم دونوں میں سے کون سا رب عذاب میں سخت تر ہے اور کون سا زیادہ باقی رہنے والا ہے (۷۲) انہوں نے کہا کہ ہم تیری باتوں کو اس دلیل کے سامنے بالکل لچر سمجھتے ہیں جو ہمارے سامنے آچکی ہے اور نہ ہی تجھے اس پر ترجیح دیں گے جس نے ہمیں پیدا کیا چنانچہ جو تیرا دل چاہے وہ احکام جاری کرتا رہ اور اس کے سوا کوئی اور حق بات نہیں کہ تیرا یہ حکم دنیاوی زندگی تک محدود ہے (۷۳) یقیناً ہم بڑی پختگی سے اب اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور اس جادوگری سے بھی معاف کردے جس پر تو نے ہمیں مجبور کردیا تھا اور اللہ تو مجسم خیر ہے اور صرف وہی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ (۷۴) یہ بھی سن کہ درحقیقت وہی شخص جہنم میں جھونکا جائے گا جو اپنے پروردگار کے حضور میں مجرم کی صورت میں حاضر ہو اور جہنم میں نہ وہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔ (۷۵) اور جو کوئی اپنے رب کے پاس مومن ہوتے ہوئے

يَّأْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ
آوے اس کے پاس ایمان والا ہو کر تحقیق عمل کئے ہوں اچھے پس یہ لوگ
لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
واسطے ان کے ہیں درجے بلند بہشتیں ہمیشہ رہنے کی چلتی ہیں نیچے ان کے سے
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾ وَ
نہریں ہمیش رہنے والے بیچ اس کے اور یہی ہے بدلا اس شخص کا جو پاک ہوا اور
لَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ
البتہ تحقیق وحی کی ہم نے طرف موسیٰؑ کی کہ رات کو لے چل بندوں میرے کو
فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا
پس مار واسطے ان کے راہ بیچ دریا کے خشک نہ ڈرے گا تو پالینے سے اور نہ
تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ
خطرہ کرے گا پس پیچھے لگا ان کے فرعون ساتھ لشکروں اپنے کے
فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَ اَضَلَّ
پس ڈھانک لیا ان کو دریا میں سے اس چیز سے کہ ڈھانک لیا ان کو اور گمراہ کیا
فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَ مَا هَدٰى ﴿٧٩﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ
فرعون نے قوم اپنی کو اور نہ راہ دکھائی اے بنی اسرائیل تحقیق نجات دی ہم نے
مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ
تم کو دشمن تمہارے سے اور وعدہ کیا ہم نے تم کو کنارے طور برکت والے کے
وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ﴿٨٠﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا
اور اتارا ہم نے اوپر تمہارے منّ اور سلویٰ کھاؤ پاکیزہ اس چیز سے کہ
رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ
دی ہے ہم نے تم کو اور مت سرکشی کرو بیچ اس کے پس اترے گا اوپر تمہارے
غَضَبِيْ ج وَ مَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَ
غصہ میرا اور جو کوئی کہ اترے اوپر اس کے غصہ میرا پس تحقیق گرا وہ۔اور
اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ
تحقیق میں البتہ بخشنے والا ہوں واسطے اس شخص کے کہ پھر آیا اور ایمان لایا اور

حاضر ہوا اور اس نے نیک اعمال کئے ہوں وہی لوگ ہوں گے جن کے لئے بڑے بلند درجات ہیں (۷۶) جنتیں ہوں گی ہمیشہ برقرار رہنے والی جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ مومنین صالحین ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے وہ ان لوگوں کی جزا ہے جنہوں نے خود کو دنیا کی آلودگی سے پاک رکھا (۷۷) اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ پر یہ وحی کی تھی کہ تم میرے بندوں کو لے کر رات کو نکل جاؤ اور عصا مار کر دریا میں ان کے لئے گزرگاہ بناؤ جو بالکل خشک ہو اور جب راہ مل جائے تو تم نہ تو ڈرنا نہ کمزوری و عاجزی محسوس کرنا بلکہ گزرتے چلے جانا۔ (۷۸) چنانچہ موسیٰؑ بنی اسرئیل کو لے کر نکلے تو فرعون اپنی فوجوں کے ساتھ ان کے تعاقب میں آیا اور موسیٰؑ کی بنائی ہوئی راہ سے وہ اور اس کی فوجیں گزرنے چلیں تو ان کو دریا نے اپنی تہہ میں چھپا لیا (۷۹) فرعون نے اپنی قوم کو ہدایت کرنے کے بجائے گمراہ کر کے رکھ دیا تھا (۸۰) اے بنی اسرئیل ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات دلائی اور طور کی دہنی طرف تمہاری شرفیابی کا وعدہ کیا اور ہم نے تم پر منّ و سلویٰ نازل کیا تاکہ (۸۱) ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے عمدہ اور پاکیزہ چیزیں کھایا کرو اور کھانے پینے میں بھی سرکشی اور طاغوتیت اختیار نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب کرنا جائز ہو جائے گا۔اور جس کسی پر میرا غضب حلال ہو جاتا ہے تو وہ سر سے پیر تک خواہشات کا بنڈل بن کر تباہ ہو جاتا ہے (۸۲) اور جو لوگ اصلاح کے لئے غلط راہوں کو چھوڑ کر پلٹیں اور ایمان لائیں اور اعمال صالحہ بجالائیں اور یوں وہ ہدایت اختیار کرلیں ان کے لئے

عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۞ وَ مَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ

عمل کئے اچھے پھر راہ پائی اور کیا چیز جلدی لے آئی تجھ کو قوم تیری سے

يٰمُوْسٰى ۞ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىْ وَ عَجِلْتُ اِلَيْكَ

اے موسیٰؑ کہا وہ ہیں اوپر نقش قدم میرے کے اور جلد آیا میں طرف تیری

رَبِّ لِتَرْضٰى ۞ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا

اے رب میرے تو کہ راضی ہو تو کہا پس تحقیق ہم نے آزمائش کی ہے

میں بلا شبہ غفار ہوں۔ (۸۳) اور اے موسیٰ تم اپنی قوم کے پاس سے کیسے جلدی فارغ ہو کر چلے آئے؟ (۸۴) موسیٰ نے جواب دیا کہ حضور وہ بالکل ٹھیک ٹھاک میری تعلیمات اور میرے عمل کی قدم بقدم پیروی میں مصروف ہیں۔ میں آج ذرا جلدی آیا تاکہ آپکی خوشنودی حاصل کرسکوں۔ (۸۵) فرمایا کہ ہم نے تمہارے روانہ ہونے کے بعد تمہاری قوم کو ایک جھنجٹ میں الجھنے کا موقع دیا

تشریحات سورۂ طٰہٰ:

(ا) آیات (۸۴۔۸۳ / ۲۰) کے سمجھنے میں مترجمین نے مغالطہ کھایا ہے۔ ان آیات (۸۴۔۸۳ / ۲۰) سے علما نے یہ سمجھا ہے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ دریافت کیا ہے کہ:

"تم اپنی قوم کے ساتھ ساتھ آنے کے بجائے قوم سے پہلے اور جلدی کیوں آ گئے"

یہ مطلب آیت (۸۳ / ۲۰) سے اخذ کیا گیا ہے جو اس کے الفاظ میں موجود نہیں ہے۔ پھر اگلی آیت (۸۴ / ۲۰) میں موسیٰ کے جواب سے یہ سمجھا ہے کہ: "میں جلدی سے اور قوم کو چھوڑ کر تنہا اس لئے آیا ہوں کہ تو قوم کو پیچھے چھوڑ کر جلدی جلدی تنہا چلے آنے سے خوش ہو جائے گا" (۸۴ / ۲۰) حالانکہ آیت کے الفاظ میں ان مطالب کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دراصل علما کو آیت (۸۰ / ۲۰) سے یہ مغالطہ ہوا ہے کہ اللہ نے موسیٰ کی پوری قوم کو طور پر بلانے کا وعدہ کیا تھا۔ حالانکہ وہاں (۸۰ / ۲۰) تو صرف یہ کہا گیا ہے تھا کہ:

وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ طٰہٰ

علامہ رفیع الدین کا لفظی ترجمہ: "اور وعدہ کیا ہم نے تم کو کنارے طور برکت والے کے اور اتارا ہم نے اوپر تمہارے منّ اور سلویٰ"

اس آیت میں یہ وہم تک نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ نے بنی اسرائیل کے لاکھوں آدمیوں کو طور پر بلایا تھا یا بلانے کا وعدہ کیا تھا؟ یہاں تو جو کچھ موجود ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ سے طور کی دہنی جانب یا برکت و الی جانب وعدہ کیا تھا اور وہ وعدہ منّ وسلویٰ کی صورت میں پورا ہوتا رہا۔ اور دیگر نعمتیں و رعائتیں ملتی رہیں۔ اور بس لیکن علامہ مودودی نے اپنی ذاتی اطلاعات سے یہ ترجمہ کیا کہ:

"اور طور کے دائیں جانب "تمہاری حاضری کے لئے وقت مقرر کیا" اور تم پر من و سلویٰ اتارا" (تفہیم جلد ۳ صفحہ ۱۱۱)

اس آیت میں نہ لفظ "حاضری" کے لئے کوئی عربی ہے نہ "وقت مقرر کرنے" کے لئے کچھ ہے؟ بہرحال یہ وہ مقام (۸۰ / ۲۰) ہے جہاں سے انہوں نے مغالطہ کھایا اور ایک غلط مفہوم سر میں رکھ کر آیات (۸۴۔۸۳ / ۲۰) کا غلط ترجمہ کر لیا۔ اور لوگوں میں پھیلا بھی دیا۔ حالانکہ اللہ نے یہ پوچھا تھا کہ موسیٰ تم اتنا جلد اپنی قوم سے فارغ ہو کر کیسے آگئے۔ عرض کیا کہ میری قوم میری تعلیمات اور طریقہ کی پیروی کرتی چلی جا رہی ہے یعنی مجھے جلدی اطمینان ہوگیا میں تیری خوشنودی کے لئے جلد حاضر ہوگیا۔ موسیٰ کے اس اطمینان کو توڑنے کے لئے اللہ نے ان کی قوم کی صحیح حالت بیان فرمادی اور بس۔

اور موسیٰ پلٹ گئے۔ لیکن علما نے ترجمہ میں یہ کہا کہ: "میری قوم میرے پیچھے چلی آرہی ہے" حالانکہ قوم ان کے پیچھے مصر سے لائے ہوئے زیورات کا ڈھیر لگا رہی ہے۔ تمام زیور پگھلانے کے لئے توڑا جا رہا ہے بھٹیاں دھکائی جا رہی ہیں۔ ڈھلائی کی تیاری ہو رہی ہے۔ ڈھلائی کا سانچہ یا فرمہ (MOULD) بنایا جا رہا ہے۔ یہ دوچار یا دس روز کا کام نہ تھا۔ ادھر علما کو چاہئے تھا کہ وہ اصل واقعہ کو سمجھنے اور اس حادثہ کا صحیح تعین کرنے کے لئے وہ سورۂ اعراف (۱۵۵ تا ۱۴۲ / ۷) کو سامنے رکھتے کہ وہاں اس واقعہ کا منظر و پس منظر دونوں مذکور ہیں۔ مختصراً یہ کہ حضرت موسیٰ مسلسل چالیس راتیں طُور پر

قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى

قوم تیری کی پیچھے تیرے اور گمراہ کیا ان کو سامری نے پس پھر آیا موسیٰؑ

اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ

طرف قوم اپنی کے غصہ میں غمگین کہا اے قوم میری کیا نہ وعدہ دیا تھا تم کو

رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ

پروردگار تمہارے نے وعدہ اچھا کیا پس لنبا ہوا اوپر تمہارے وقت یا ارادہ کیا تم نے

اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ

یہ کہ اُتر آوے اوپر تمہارے غصہ پروردگار تمہارے کا پس خلاف کیا تم نے

مَّوْعِدِيْ ﴿٨٦﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ

وعدے میرے کو کہا انہوں نے نہیں خلاف کیا ہم نے وعدے تیرے کو

بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا

ساتھ اختیار اپنے کے ولیکن اٹھوائے گئے تھے ہم بوجھ گہنوں قوم فرعون کے سے

فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿٨٧﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ

پس پھینک دیا ہم نے اس کو پس اسی طرح ڈالا سامری نے پس نکالا واسطے ان کے

عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا

بچہ گائے کا ایک بدن ہے واسطے اس کے آواز ہے گائے کی پس کہا انہوں نے

هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ

یہ ہے معبود تمہارا اور معبود موسیٰؑ کا پس بھول گیا ہے موسیٰؑ کیا پس نہیں دیکھا انہوں نے

تو سامری نے انہیں گمراہ کر دیا ہے (٨٦) یہ سن کر موسیٰؑ غصے اور افسوس سے بے چین ہو کر اپنی قوم کی طرف پلٹ آئے اور کہا کہ اے میری قوم کے گمراہ لوگو کیا تمہارے پروردگار نے تم سے ایک شاندار وعدہ نہ کیا تھا ؟ کیا اس میں اتنی دیر ہوگئی کہ تم سچ مچ بے قابو ہو جاتے یا یہ کہ تم نے جان بوجھ کر گمراہی اختیار کر لی تاکہ تم پر اللہ کا عذاب آنا حلال ہو جائے۔ اور تم نے میرے وعدہ کی بھی مخالفت کر ڈالی ہے (٨٧) انہوں نے کہا کہ جناب ہم نے تمہارے وعدہ کی خلاف ورزی اپنے اختیار و ارادہ سے نہیں کی ہے بلکہ ہوا یہ کہ اس خاص قوم کی زیبائش کے اوزار جو ہمارے اوپر لدوائے گئے تھے ہم انہیں اٹھائے پھرنے سے تنگ ہوگئے تھے۔ اس لئے ہم نے ان کو سامری کے حوالے کر دیا اور اسی طرح سامری نے بھی ملاقات کی تھی۔ (٨٨) چنانچہ سامری ان کے لئے ایک بچھڑے کا جسم بنا لایا جس میں سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی چنانچہ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا کہ یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰؑ کا معبود۔ در اصل موسیٰؑ سے بھول ہو گئی تھی (٨٩) کیا یہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ

گزارنے کے لئے مامور ہیں (١٤٢ / ٧) ہارونؑ کو خلیفہ بناتے ہیں (١٤٢ / ٧) اللہ کے جلوہ کا حادثہ پیش آتا ہے (١٤٣ / ٧) موسیٰؑ کو مصطفائی ملتی ہے (١٤٤ / ٧) لوحیں تیار ہوتی ہیں اور قوم کے مجرمین کے ٹھکانوں سے تعارف کا وعدہ ہوتا ہے (١٤٥ / ٧) ایک روز موسیٰؑ کے چلے آنے کے بعد یہ زیوروں اور بچھڑے والا حادثہ سامنے آیا (١٤٨ / ٧) آپؑ توریت کی الواح لے کر غصہ و رنج میں پلٹے اور قوم و ہارونؑ سے باز پرس کی صحیح واقعات معلوم ہوئے (١٥٠ / ٧) اپنے اور اپنے بھائی ہارونؑ کے لئے مغفرت کی دعا (١٥١ / ٧) وغیرہ وغیرہ۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے ستر آدمیوں کو طور پر لانے کے لئے انتخاب کیا تھا اور وہ سب حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ساتھ طور پر آئے اور ہلاک ہوئے تھے (١٥٥ / ٧) لہٰذا علما کا سارا تصور از سر تا پا غلط تھا اس لئے ترجمہ غلط ہوا ہے۔

(ا ۔ الف) آیت (٨٧ / ٢٠) پر ناگواری کے ساتھ آیت کا ترجمہ بھی غلط کیا گیا ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے اور توریت و زبور و انجیل اور قدیم و جدید تواریخ اس پر گواہ ہیں کہ بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم نے غلام بنا کر

اَلَّا يَرۡجِعُ اِلَيۡهِمۡ قَوۡلًا ۙ وَّ لَا يَمۡلِكُ لَهُمۡ

یہ کہ نہیں پھیر تا وہ طرف ان کی جواب اور نہیں اختیار میں رکھتا واسطے ان

ضَرًّا وَّ لَا نَفۡعًا ﴿۸۹﴾ وَ لَقَدۡ قَالَ لَهُمۡ هٰرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلُ

کے ضرر اور نہ فائدہ اور البتہ تحقیق کہا تھا واسطے ان کے ہارون نے پہلے اس سے

وہ بچھڑے نما مجسمہ ان کی کسی بات کا بھی جواب نہیں دیتا اور نہ ان کو نقصان پہنچانے کا اور نہ فائدہ دینے کا اختیار و ملکیت رکھتا ہے ۔ (۹۰) اور یقیناً اس بچھڑا بنانے سے پہلے ہی ہارونؑ نے کہہ دیا تھا کہ

رکھا ہوا تھا۔وہ ہر گھر میں فرعونیوں کی خدمات انجام دیتے تھے۔ان سے ہر جائز و ناجائز مشقت لی جاتی تھی۔اور اس کے بعد بھی ان پر ہر ظلم و ستم کیا جاتا تھا۔ان کے بیٹوں کو طرح طرح کے بہانوں سے قتل کر دیا جاتا تھا۔ان کے جوانوں اور کسی بھی سن و سال کے مردوں کو بتوں کی قربان گاہ پر چڑھا دیا جاتا تھا۔اگر کوئی نظام عدالت قائم ہوتا تو ان مظالم کے بدلے میں فرعون اور ہزاروں فرعونیوں کو قتل کرنا واجب قرار دیا جاتا۔فرعون اور اس کی قوم کے ہر گھرانے کو لوٹ لینا انصاف کے عین مطابق ہوتا۔اُن کے پاس اُن کی دولت بنی اسرائیل کے خون اور پسینے کی کمائی تھی جس کو واپس لینے کے لئے کسی طریقے کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔تعجب کی بات یہ ہے کہ علامہ مودودی جس مذہب کے پیرو ہیں اور جن لوگوں کی اتباع کرتے ہیں وہ اسلام لانے کے بعد بھی پیشہ ور لٹیرے اور ڈاکو تھے۔اور قتل و غارت و لوٹ مار کو اسلام کے فتویٰ سے جائز رکھتے تھے۔(بقرہ ۲۰۶ تا ۲۰۴ / ۲) (تواریخ)

ان کے یہاں ہر اختلاف کرنے والا انسان واجب القتل تھا۔انہوں نے خانوادہ رسولؐ کی خواتین کو لوٹنے میں تکلف نہ کیا تھا انہوں نے رسولؐ زادوں کو قتل کیا۔رسولؐ زادیوں کو ایک سال قید میں رکھا۔ایسے لوگوں کے پیرو حضرات آج اتنا تقدس بٹورنا چاہتے ہیں کہ وہ توریت اور حضرت موسیٰؑ پر اعتراض کر رہے ہیں قرآن کی اس آیت (۸۷ / ۲۰) کو جھٹلا رہے ہیں اور تمام علمائے اسلام پر زبان طعن دراز کر رہے ہیں۔اور یہ ماننے کو تیار نہیں کہ بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ مصر سے روانگی کے قبل ہر اسرائیلی خاندان اس خاندان سے جو کچھ ملے مانگ لے جس کی وہ خدمت کرتا رہا ہے۔ تاکہ یوں حاصل کیا ہوا زیور لباس اور دیگر سرمایہ مستقبل میں کام آئے۔مولانا کو یہ بات بہت ناگوار ہے فرماتے ہیں کہ:

(ا۔ب) مودودی اللہ سے اور اللہ کے رسولؐ موسیٰؑ سے اور توریت اور بنی اسرائیل سے ناراض رہے ہیں۔

"۶۷۔"لوگوں کے زیورات کے بوجھ سے ہم لد گئے تھے" اس کا سیدھا مطلب تو یہ ہے کہ ہمارے مردوں اور عورتوں نے مصر کی رسموں کے مطابق جو بھاری بھاری زیورات پہن رکھے تھے۔ وہ اس صحرا نوردی میں ہم پر بار ہوگئے تھے اور ہم پریشان تھے۔کہ اس بوجھ کو کہاں تک لادے پھریں۔ لیکن بائبل کا بیان ہے کہ یہ زیورات مصر سے چلتے وقت ہر اسرائیلی گھرانے کی عورتوں اور مردوں نے اپنے مصری پڑوسی سے مانگنے کو لے لئے تھے۔اور اس طرح ہر ایک اپنے پڑوسی کو لوٹ کر راتوں رات "ہجرت" کیلئے چل کھڑا ہوا تھا۔یہ اخلاقی کارنامہ صرف اس حد تک نہ تھا کہ ہر اسرائیلی نے بطور خود اسے انجام دیا ہو بلکہ یہ کار خیر اللہ کے نبی حضرت موسیٰؑ نے ان کو سکھایا تھا اور نبیؑ کو بھی اس کی ہدایت خود اللہ میاں نے دی تھی۔ بائبل کی کتاب خروج میں ارشاد ہے۔

(۱) " خداوند نے موسیٰ سے کہا ۔۔۔۔ جا کر اسرائیلی بزرگوں کو ایک جگہ جمع کر اور ان کو کہہ ۔۔۔ جب تم نکلو گے تو خالی ہاتھ نہ نکلو گے بلکہ تمہاری ایک ایک عورت اپنی پڑوسن سے اور اپنے اپنے گھر کی مہمان سے سونے چاندی کے زیور اور لباس مانگ لے گی۔ان کو تم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو پہناؤ گے اور مصریوں کو لوٹ لو گے"۔(باب ۳ آیت ۱۴ تا ۲۲)

(۲) " اور خداوند نے موسیٰؑ سے کہا سو اب تم لوگوں کے کان میں یہ بات ڈال دو کہ ان میں سے ہر شخص اپنے پڑوسی اور ہر عورت اپنی پڑوسن سے سونے چاندی کے زیور لے ، اور خداوند نے ان لوگوں پر مصریوں کو مہربان کر دیا"

(باب ۱۱ آیت ۲۔۳) (تفہیم ۳ صفحہ ۱۱۵)

(ا۔ج) علامہ مسلمان مفسرین کو توریت اور قرآن کی صحیح تفسیریں کرنے پر مطعون کرتے ہیں۔ ہم بھی ان تمام

يٰقَوۡمِ اِنَّمَا فُتِنۡتُمۡ بِهٖ ۚ وَ

اے میری قوم سوائے اس کے نہیں کہ آزمائے گئے تم ساتھ اس کے اور

اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحۡمٰنُ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ وَ اَطِيۡعُوۡۤا اَمۡرِىۡ ۝٩٠ قَالُوۡا

تحقیق پروردگار تمہارا رحمٰن ہے پس پیروی کرو میری اور مانو حکم میرا کہا انہوں نے

اے میری قوم کے لوگو اس صورت حال میں تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور بلا شبہ یہ بھی تمہارے پروردگار کی رحمانیت کا ثبوت ہے لہٰذا تم کو چاہئے کہ تم میری پیروی کرو اور میرے امر کی اطاعت کرو۔ (۹۱) قوم نے جواب دیا کہ

مفسرین کے ساتھ کھڑے ہونا پسند کرتے ہیں جن پر علامہ اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" افسوس ہے کہ ہمارے مفسرین نے بھی قرآن کی اس آیت کی تفسیر میں بنی اسرائیل کی اس روایت (روایت نہیں بلکہ تمہاری لکھی ہوئی تورات کی آیات۔احسنؔ) کو آنکھیں بند کر کے نقل کر دیا ہے ۔ اور ان (مفسرین۔احسنؔ) کی اس غلطی سے مسلمانوں میں بھی یہ خیال پھیل گیا ہے کہ زیورات کا یہ بوجھ اسی لوٹ کا بوجھ تھا"۔ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۱۶)

(ا ۔ د) علامہ کی الہامی قیاس آرائیاں اور موڈرن تصورات کی چاشنی ۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ علامہ حضور متعلقہ آیت (۸۷/ ۲۰) سے اور کیا کیا مال کشید کرتے ہیں لکھا ہے کہ: " آیت کے دوسرے ٹکڑے " اور ہم نے بس ان کو پھینک دیا تھا " کا مطلب ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ جب اپنے زیورات کو لادے پھرنے سے لوگ تنگ آ گئے ہوں گے تو باہم مشورے سے یہ بات قرار پائی ہو گی کہ سب کے زیورات ایک جگہ جمع کر لئے جائیں ، اور یہ نوٹ کر لیا جائے کہ کس کا کتنا سونا اور کس کی کتنی چاندی ہے ، پھر ان کو گلا کر اینٹوں اور سلاخوں کی شکل میں ڈھال لیا جائے ، تاکہ قوم کے مجموعی سامان کے ساتھ گدھوں اور بیلوں پر ان کو لاد کر چلا جا سکے ۔ چنانچہ اس قرار داد کے مطابق ہر شخص اپنے زیورات لا کر ڈھیر میں پھینکتا چلا گیا ہو گا۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۱۶)

(ا۔ہ) علامہ کے ترجمہ اور بیانات پر تبصرہ اور تنقید اور صحیح صورت حال۔ یہ تھا وہ سب کچھ سرمایہ جس کی بنا پر علامہ حق بجانب اور توریت کی آیات اور مسلمان علماء کی تفسیرات باطل قرار دی گئی ہیں۔ بہرحال سب سے پہلے تو ہمیں یہ بتایا جانا چاہیے کہ بنی اسرائیل اگر واقعی فرعون اور فرعونی رعایا کے غلام تھے اور ان پر ہر قسم کا قہر و غلبہ فرعون کو حاصل تھا (اعراف۷ ۱۲ / ۷) اور انہیں ہر طرح بے کس اور بے بس، ضعیف و ناتوان بنا دیا گیا تھا (اعراف۷ ۱۳ / ۷) تو ان لوگوں کے پاس سونے چاندی کے اتنے زیورات کیسے اور کہاں سے جمع ہو گئے تھے کہ جنہیں پوری قوم اٹھا کر یا پہن کر چل بھی نہ سکتی تھی؟ کوئی شخص ، مودودی کے علاوہ یہ ماننے کو تیار نہ ہو گا کہ جن حالات سے بنی اسرائیل مصر میں گزر رہے تھے ان میں کسی اسرائیلی مرد یا عورت کے پاس زیور یا روپیہ اور نئے یا عمدہ کپڑے موجود رہنا ممکن تھا۔ اور قرآن یہ بتاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے ہجرت سے چند روز پہلے یہ دعا مانگی تھی ۔ علامہ کا ترجمہ سنئے: ۔

" موسیٰ نے دعا کی " اے ہمارے رب، تُونے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال سے نواز رکھا ہے۔ اے رب، کیا یہ اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بھٹکائیں؟ اے رب، ان کے مال غارت کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں" اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا" تم دونوں کی دعا قبول کی گئی ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کی ہر گز پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے"۔ (سورۂ یونسؑ ۸۸۔۸۹ / ۱۰) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۰۹۔۳۰۸)

(۲) فرعونیوں کی دولت و مال و متاع کو تباہ کر دینے کا وعدہ اس سے بہتر و مفید تر صورت میں پورا نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ان کا سونا چاندی، زیورات ، روپیہ پیسہ وغیرہ بنی اسرائیل کو دے دیا جائے ۔ چنانچہ اس آیت کو پڑھ لینے کے بعد توریت کے مندرجہ بالا بیان پر کوئی اعتراض قائم نہیں رہتا ہے۔ اللہ اور موسیٰ نے اور توریت نے بہت صحیح حکم دیا کہ فرعونیوں سے جبراً نہیں بلکہ مانگ کر دولت لے لی جائے اور چونکہ یوں حاصل کیا ہوا سامان اللہ و رسولؐ کا مال ہے ۔ اس میں سے بِلا ان کی اجازت خرچ کرنا یا اسے اپنا ذاتی مال سمجھنا حرام تھا۔ اس لئے قوم بنی اسرائیل نے یہ صحیح کہا کہ:

لَنۡ نَّبۡرَحَ عَلَيۡهِ عٰكِفِيۡنَ حَتّٰى يَرۡجِعَ اِلَيۡنَا مُوۡسٰى ﴿۹۱﴾

ہمیش رہیں گے ہم اوپر اس کے معتکف یہاں تک کہ پھر آوے طرف ہماری موسیٰؑ

قَالَ يٰهٰرُوۡنُ مَا مَنَعَكَ اِذۡ رَاَيۡتَهُمۡ ضَلُّوۡۤا ﴿۹۲﴾

کہا اے ہارونؑ کس چیز نے منع کیا تجھ کو جس وقت کہ دیکھا تو نے ان گمراہ ہوئے

اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيۡتَ اَمۡرِىۡ ﴿۹۳﴾ قَالَ

اس سے کہ نہ پیروی کرے میری کیا پس نافرمانی کی تو نے حکم میرے کی۔ کہا

يَبۡنَؤُمَّ لَا تَاۡخُذۡ بِلِحۡيَتِىۡ وَلَا بِرَاۡسِىۡ ۚ اِنِّىۡ خَشِيۡتُ اَنۡ

اے بیٹے ماں میری کے مت پکڑ داڑھی میری اور نہ سر میرا تحقیق میں ڈرا یہ کہ

تَقُوۡلَ فَرَّقۡتَ بَيۡنَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ وَلَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِىۡ ﴿۹۴﴾ قَالَ

کہے تو جدائی ڈال دی تو نے درمیان بنی اسرائیل کے اور نہ انتظار کیا بات میری کا کہا

جب تک موسیٰ واپس نہ آجائیں ہم اسی نئے بچھڑے معبود کے پاس جمے بیٹھے رہیں گے۔ (۹۲) موسیٰ نے ہارونؑ سے پوچھا کہ جب تم نے یہ دیکھ لیا تھا کہ قوم گمراہ ہوگئی تو تمہیں میری پیروی سے کس بات نے روکا تھا؟ (۹۳) کیاتم نے جان بوجھ کر میرے حکم کی نافرمانی کی ہے؟ (۹۴) ہارونؑ نے کہا کہ اے میرے ماں جائے تم میری داڑھی اور میرے سر کے بال مت پکڑو مجھے جس بات نے نرمی پر مجبور کیا وہ یہ تھی کہ کہیں آپؑ یہ نہ فرمائیں کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال کر دو فرقے کردیئے اور میرے فیصلے کا انتظار نہ کیا (۹۵) موسیٰ نے پوچھا کہ

وَلٰكِنَّا حُمِّلۡنَاۤ (۸۷ / ۲۰) "ولیکن ہم پر حکمیہ لدوایا گیا تھا"۔

یعنی بنی اسرائیل مال و دولت کے اس گراں بہا وزن کو بطور بیگار اٹھائے اٹھائے پھرتے تھے اور کسی طرح اس سے چھٹکارا چاہتے تھے۔ ثابت ہوا کہ وہ:

(۳) تمام مال و متاع اور زیورات فرعون اور اس کی قوم کے تھے۔اس لئے کہ ابھی ابھی حضرت موسیٰ کی دعا میں فرعون اینڈ کمپنی کے لئے "زینت اور اموال"۔ کی تباہی کی دعا ہوئی تھی یہی لفظ زینت قوم کے جواب میں یوں آیا ہے کہ:

وَلٰكِنَّا حُمِّلۡنَاۤ اَوۡزَارًا مِّنۡ زِيۡنَةِ الۡقَوۡمِ فَقَذَفۡنٰهَا (۸۷ / ۲۰)

" ولیکن ہم پر اس خاص قوم کی زینت کے اوزار حکمیہ لدوائے گئے تھے۔چنانچہ ہم نے ان کو سامری کے حوالے کر کے جان چھڑائی تھی"۔ یہاں اگر "اَلۡقَوۡمِ" سے خود بنی اسرائیل مراد لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ قوم بنی اسرائیل کے زیورات وغیرہ کچھ اور لوگ اٹھائے ہوئے تھے جو بنی اسرائیل کی قوم کے افراد نہ تھے۔حالانکہ علامہ نے بھی مانا ہے کہ بات تمام بنی اسرائیل کی ہو رہی ہے۔اور ساری اسرائیلی قوم کہہ رہی ہے کہ ہم کو فرعونی قوم کے اموال اور زینت موسیٰ نے جبراً اٹھانے کا حکم دیا تھا اور نہ صرف اموال بلکہ وہ تمام وسائل (اَوۡزَارًا) بھی ہم پر لاد دیئے گئے تھے جن سے فرعونی قوم کو مال و دولت و زینت حاصل ہوتی تھی۔

یہ ہے جناب وہ آیت (۸۷ / ۲۰) اور اس کا لفظ بلفظ ترجمہ کہ کسی قیاس آرائی کے بغیر یہ ثابت ہوا کہ بنی اسرائیل کے پاس نہ اپنے اموال تھے نہ دولت و زیورات تھے بلکہ بنی اسرائیل کا ہر فرد سونے چاندی اور دیگر سامان سے لدا ہوا تھا۔ اور یہ کہ یہ مال و دولت اللہ و رسولؐ کے حکم سے قوم فرعون سے لیا گیا تھا۔

(ا۔و) علامہ کے اپنے الفاظ میں بھی یہی ثابت ہے کہ وہ زیورات بنی اسرائیل کے نہ تھے۔

علامہ کا یہ ترجمہ دیکھئے: "۔۶۷ لوگوں کے زیورات کے بوجھ سے ہم لد گئے تھے" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)

علامہ نے اس کا سیدھا مطلب تو بیان کر دیا لیکن ہمارا سوال یہ ہے کہ اس آیت میں وہ لوگ کون ہیں جو یہ شکوہ کر رہے ہیں کہ:

۱: لوگوں کے زیورات کے بوجھ سے ہم لد گئے تھے (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۱۵ آیت ۸۷ / ۲۰) یا یہ کہ

۲: "۔۶۷۔ لوگوں کے زیورات کے بوجھ سے ہم لد گئے تھے"؟

فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا

پس کیا ہے حال تیرا اے سامری کہا کہ دیکھا میں نے اس چیز کو کہ نہ دیکھا تھا لوگوں

بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ

نے اس کو پس بھر لی میں نے ایک مٹھی خاک قدم بھیجے ہوئے کے سے

فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ

پس ڈال دیا میں نے اس کو یعنی گائے کے بچے کے پیٹ میں اور اس طرح

سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ

اچھا دکھایا مجھ کو جی میرے نے کہا پس جا پس تحقیق واسطے تیرے ہے بیچ زندگانی کے

اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ

یہ کہ کہا کرے تو نہیں ہاتھ لگانا اور تحقیق واسطے تیرے ایک جگہ ہے وعدہ کی ہرگز

تُخْلَفَهٗ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ

نہ پیچھے چھوڑا جاوے گا اس سے اور دیکھ طرف معبود اپنے کے وہ جو ہوگیا تھا تو

اے سامری تیرا جواب کیا ہے ؟ (٩٦) سامری نے کہا کہ جناب میں نے ایک ایسی حقیقت دیکھی تھی جو پوری قوم کو نظر نہیں آئی چنانچہ میں نے رسوؑل کے پیروں کے نیچے کی مٹی سے ایک مٹھی اٹھا کر اس کو اس پر ڈال دیا تھا میرے نفس نے مجھے کچھ اسی انداز سے بہلاوا دے دیا تھا ۔ (٩٧) موسیٰؑ نے کہا کہ اچھا اب تو دفعہ ہوجا اور ساری زندگی تجھے یہی پکارتے رہنا ہوگا کہ کوئی مجھے نہ چھونا کوئی مجھے ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لئے باز پرس کا ایک ایسا وقت مقرر ہے کہ جو تجھ سے ہرگز نہ ٹلے گا اور اپنے اس خود ساختہ خدا کا حال بھی دیکھنا جس پر تم دھرنا دے کر بیٹھ گئے تھے ۔

اگر یہ لوگ بنی اسرائیل ہیں یعنی اگر بنی اسرائیل کو یہ شکوہ ہے کہ ان پر لوگوں کے زیورات کا بوجھ لادا گیا تھا تو یہ بتائیں کہ وہ لوگ کون ہیں جن کے زیورات بنی اسرائیل کو اٹھائے اٹھائے پھرنا پڑ رہا تھا ؟

ظاہر ہے کہ بوجھ اٹھانے والے اور زیورات والے لوگ الگ الگ دو اقوام ہیں اور وہ بنی اسرائیل اور قومِ فرعون ہے ورنہ بنی اسرائیل یہ کہتے کہ: ”ہم اپنے زیورات کے بوجھ میں لدے ہوئے تھے ہم نے انہیں پھینک دیا“ ۔

علامہ کو بتائیے اور خود بھی سمجھ لیں کہ آیت کے الفاظ اور علامہ کے ترجمے کے الفاظ کا سیدھا مطلب وہی ہے جو قرآن، توریت اور مفسرین نے بیان کیا ہے ۔

(ا ۔ ز) علامہ کے کون سے ترجمہ کو صحیح اور سیدھا سیدھا سمجھا جائے۔ یہاں ہم قارئین کے روبرو ایک ہی لفظ کے چند مختلف ترجمے رکھتے ہیں تاکہ اس بنیاد کا پتہ لگایا جا سکے جس سے یہ فیصلہ کیا جائے کہ علامہ کا کونسا ترجمہ صحیح ہے اور کونسا غلط ہے ۔ اسی زیر بحث آیت (٨٧ / ٢٠) میں لفظ ” اَوْزَارًا “ آیا ہے لہٰذا یہیں سے شروع کیجئے۔

١ ۔”حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا “ (٨٧ / ٢٠) ” بوجھ سے ہم لد گئے “۔(تفہیم القرآن جلد ٣ صفحہ ١١٥)

٢ ۔ ”يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ (انعام ٣١ / ٦) ” اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے “(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ٥٣٣)

سوال یہ ہے کہ اگر اوزار کے معنی واقعی۔ ”گناہوں کا بوجھ ہیں “۔ تو مندرجہ بالا آیت میں زیورات اٹھانا اور اٹھوانا دونوں گناہوں کا بوجھ اٹھوانا کئے جانا چاہئیں تھے۔

٣ ۔ ” لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً “ اپنے بوجھ بھی پورے اٹھائیں۔“ اور ” اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ “ (نحل ٢٥ / ١٦) ان لوگوں کے بوجھ بھی سمیٹیں... یہاں لفظ گناہ غائب ہوگیا صرف بوجھ رہ گیا ہے“ (تفہیم القرآن جلد ٢ صفحہ ٥٣٤)

٤ ۔”حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (محمد ٤ / ٤٧) ” تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے “(تفہیم القرآن جلد ٥ صفحہ ١١)

ہم ضرور اس کو جلا کر خاک کریں گے اور پھر اس کی راکھ کو دریا میں بہا دیں گے۔اور اس کا نام و نشان تک نہ چھوڑیں گے (۹۸) حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ تمہارا معبود صرف اللہ ہے وہی وہ ہستی ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔مگر وہی معبود ہے اور اس ساری کائنات کی ہر چیز کو اپنے علم کے اندر احاطہ کر رکھا ہے ۔ (۹۹) اے رسولؐ ہم تمہیں اسی طرح ان حالات سے مطلع کرتے ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں۔ اور یقیناً ہم نے تمہیں اپنے پاس سے ایک مخصوص ذکرؐ عطا کیا ہے (۱۰۰) اور جو بھی اس مخصوص ذکر سے روگردانی کرے گا ۔ یقیناً اس کو قیامت کے دن وزارت کی ذمہ داری برداشت کرنا ہو گی ۔ (۱۰۱) تمام روگردانی کرنے والوں کو ہمیشہ وزارت کی مار پڑتی رہے گی ۔ اور قیامت کے دن ان کے لئے وزارت کی ذمہ داری کا جرم بڑا تکلیف دہ ہو گا ۔ (۱۰۲) اس دن جب کہ صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اس حال میں اکٹھا کریں گے کہ ان کہ آنکھیں پتھرائی ہوئی ہوں گی ۔ (۱۰۳) آپس میں سہمے ہوئے چپکے کہیں گے کہ دنیا میں تم نے کل

عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي

اوپر اس کے معتکف ابھی جلاویں گے ہم اس کو پھر اڑادیں گے ہم اس کو بیچ

الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ

دریا کے اڑادینا سوائے اس کے نہیں کہ معبود تمہارا اللہ ہے وہ جو نہیں کوئی

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ

معبود مگر وہ سمالیا ہے ہر چیز کو علم میں اسی طرح بیان کرتے ہیں ہم

عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ

اوپر تیرے خبروں اس چیز کی سے کہ تحقیق پہلے گزری اور تحقیق دیا ہم نے تجھ کو

مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۖۚ ﴿۹۹﴾ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ

اپنے پاس سے ذکر جو کوئی منہ پھیرے اس سے پس تحقیق وہ اٹھاوے گا دن

الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۙ ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَ سَآءَ لَهُمْ يَوْمَ

قیامت کے بوجھ ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے اور برا ہے واسطے ان کے دن

الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۙ ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ

قیامت کے بوجھ اس دن کہ پھونکا جاوے گا بیچ صور کے اور اکٹھا کریں گے ہم

الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۖۚ ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ

گنہگاروں کو کیری آنکھوں سے آہستہ کہتے ہوں گے درمیان اپنے نہیں رہے تھے تم

یہاں لفظ اوزار کے معنی نہ گناہ کا بوجھ ہوئے نہ سادہ وزن ہوئے۔ بلکہ وہ معنی کئے جو تمام اردو بولنے والے جانتے ہیں۔ بتائیے علامہ کا اعتبار کس بنیاد پر کیا جائے؟

۵ ۔ اسی آیت (۸۷ / ۲۰) میں لفظ " قَذَفْنٰهَا " آیا تھا اور معنی پھینکنا کئے تھے۔ مگر اسی لفظ کے معنی۔" دُور دُور کی کوڑیاں لانا " کئے ہیں (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴) (آیت سبا ۵۳ / ۳۴) اور اس کے معنی " چوٹ لگانا " بھی لکھے گئے ہیں (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۵۱) (انبیاء ۱۸ / ۲۱) اور اسی کے معنی حق کا اِلْقَا کرنا بھی کئے ہیں (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۱۲) (سبا ۴۸ / ۳۴) اور اسی کے معنی غالب کر رہا ہے ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ علامہ اینڈ کمپنی کا کام قرآن میں معنوی یا لفظی تحریف اور تبدیلی کے بغیر چلتا ہی نہیں ہے۔ اور یہ بات اللہ نے قرآن میں بار بار بتائی ہے (آل عمران ۷ / ۳ فرقان ۳۰ / ۲۵) اس ہیرا پھیری کے باوجود علامہ یہ غپ مارتے ہیں کہ:

(۲) قرآن کے الفاظ کے معنی میں ہیرا پھیری کی مذمت بھی کرتے جاتے ہیں۔

"لغت کی کتابوں میں سے کسی لفظ کے وہ مختلف مفہومات تلاش کر لینا جو مختلف محاوروں میں اس سے مراد لئے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے کسی مفہوم کو لا کر ایک ایسی عبارت میں چسپاں کر دینا جہاں ایک عام عرب اس لفظ کو ہر گز اس مفہوم میں استعمال نہ کرے گا۔ زبان دانی تو نہیں ہو سکتا البتہ سخن سازی کا کرتب ضرور مانا جا سکتا ہے " (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

اِلَّا عَشۡرًا ۝۱۰۳ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَ اِذۡ يَقُوۡلُ

مگر دس دن ہم خوب جانتے ہیں اس چیز کو کہ کہتے ہیں جس وقت کہ کہے گا

اَمۡثَلُهُمۡ طَرِيۡقَةً اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا يَوۡمًا ۝۱۰۴ وَ يَسۡـَٔلُوۡنَكَ

بہتر ان کا راہ میں نہ رہے تھے تم مگر ایک روز اور سوال کرتے ہیں تجھ کو

عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ يَنۡسِفُهَا رَبِّىۡ نَسۡفًا ۝۱۰۵ فَيَذَرُهَا

پہاڑوں سے پس کہہ اڑادے گا ان کو رب میرا اڑادینا کر پس چھوڑ دیوے گا

قَاعًا صَفۡصَفًا ۝۱۰۶ لَّا تَرٰى فِيۡهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمۡتًا ۝۱۰۷

اس زمین کو میدان صاف نہیں دیکھے گا تو بیچ اس کے کجی اور نہ اونچان یعنی ٹیلہ

يَوۡمَئِذٍ يَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَ

اس دن پیچھے چلیں گے پکارنے والے کے نہیں کجی واسطے اس کے اور

خَشَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ لِلرَّحۡمٰنِ فَلَا تَسۡمَعُ اِلَّا هَمۡسًا ۝۱۰۸

نیچی ہو جاویں گی آوازیں واسطے رحمٰن کے پس نہ سنے گا تو مگر آواز آہستہ

يَوۡمَئِذٍ لَّا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ

اس دن نہ فائدہ دے گی شفاعت مگر اس کو کہ اذن دیا ہے واسطے اس کے

الرَّحۡمٰنُ وَ رَضِىَ لَهٗ قَوۡلًا ۝۱۰۹ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ

رحمان نے اور پسند کیا ہے واسطے اس کے کہنا جانتا ہے جو کچھ آگے ان کے ہے

وَ مَا خَلۡفَهُمۡ وَ لَا يُحِيۡطُوۡنَ بِهٖ عِلۡمًا ۝۱۱۰ وَ عَنَتِ

اور جو کچھ پیچھے ان کے ہے اور نہیں گھیرتے اس کو علم کر اور ذلیل ہوگئے

الۡوُجُوۡهُ لِلۡحَىِّ الۡقَيُّوۡمِ ؕ وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ حَمَلَ ظُلۡمًا ۝۱۱۱

منہ واسطے زندہ قائم رہنے والے کے اور تحقیق نامراد ہوا جن نے اٹھالیا ظلم

دس دن گزارے ہوں گے۔ (۱۰۴) ہمیں ان کی باتیں خوب معلوم ہیں ان میں سے جو زیادہ سے زیادہ محتاط اندازہ لگانے والا ہو گا وہ کہے گا کہ تمہاری دنیا کی زندگی صرف ایک دن کے قریب تھی۔ (۱۰۵) اور یہ لوگ تم سے پہاڑوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں ان کو بتا دو کہ میرا پروردگار ان کو دھول بنا کر اڑا دے گا۔ اور ذرہ برابر نشان نہ چھوڑے گا۔ (۱۰۶) اور زمین کو ایسا چٹیل میدان کر دے گا (۱۰۷) کہ تمہیں اس میں کوئی بل اور سلوٹ نظر نہ آئے گی۔ (۱۰۸) اس روز سب لوگ پکارنے والے کی پکار پر قدم بقدم چلے آئیں گے اور کوئی ذرا سی اکڑ اور سرتابی نہ دکھا سکے گا۔ اور تمام بلند آوازیں رحمٰن کے حضور میں دب کر رہ جائیں گی اور سرگوشی اور کانا پھوسی کے سوا اور کچھ نہ سنا جا سکے گا۔ (۱۰۹) اس روز کسی کی سفارش نہ چلے گی سوائے ان لوگوں کے جن کو رحمٰن نے پہلے سے اجازت دے رکھی ہے اور جن کے بولنے کو وہ پسند کرتا چلا آتا ہے (۱۱۰) وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور اس کے برعکس اللہ کو کسی نے علمی حیثیت سے اپنے احاطہ میں نہیں لیا ہے۔ (۱۱۱) تمام چہرے اور توجہات زندہ خدا اور قائم رہنے والے کے حضور میں جھکے ہوئے ہیں اور یقیناً وہ نامراد ہوئے جنہوں نے غلط کاری کا پلندہ اٹھایا ہوا ہو گا۔

علامہ سے پوچھئے کہ ابھی ابھی گزرے ہوئے وہ معنی جو آپ نے الفاظ ۔۱۔ اوزار اور ۲۔ قَذَف کے لئے استعمال کئے ہیں ہر عام عرب کی سمجھ کے مطابق ہیں؟

(۳) رسول کا جانشین وہ ہوتا ہے جس کا ہر امر رسول کا اپنا امر ہو۔ جو رسول کے دین کا مالک ہو۔

آیات (۹۴ تا ۸۹ / ۲۰) میں جو حقیقت سامنے لائی گئی ہے وہ اس طرح سمجھیں کہ:

اوّل۔ حضرت موسیٰؑ نے ھارونؑ کو اپنا وزیر بنانے اور کارِ نبوت میں شریک کرنے کی دعا کی جو فوراً قبول ہوئی (طٰہٰ ۳٦ تا ۲۹ / ۲۰)

دوم۔ اللہ نے فرمایا تھا کہ " امر " سارا کا سارا اللہ کے لئے ہے (آل عمران ۱۵۴ / ۳) چونکہ " امر " خداوندی کو رسولؐ نافذ کرتا ہے۔

وَ مَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلۡمًا
اور جو کوئی عمل کرے نیکیوں میں سے اور وہ مومن ہو پس نہیں ڈرے گا ظلم سے
وَّ لَا هَضۡمًا ﴿۱۱۲﴾ وَ كَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ
اور نہ توڑنے سے اور اسی طرح اتارا ہے ہم نے اس کو قرآن عربی اور
صَرَّفۡنَا فِيۡهِ مِنَ الۡوَعِيۡدِ لَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ اَوۡ
طرح طرح سے بیان کیا ہے ہم نے بیچ اس کے ڈرانے سے تو کہ وہ ڈریں یا
يُحۡدِثُ لَهُمۡ ذِكۡرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَقُّ ۚ وَ لَا
پیدا کرے واسطے ان کے یاد پس بہت بلند مرتبہ ہے اللہ بادشاہ برحق اور مت
تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يُّقۡضٰۤى اِلَيۡكَ
جلدی کر ساتھ قرآن کے پہلے اس سے کہ تمام کی جاوے طرف تیری
وَحۡيُهٗ ۫ وَ قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِىۡ عِلۡمًا ﴿۱۱۴﴾ وَ لَقَدۡ
وحی اس کی اور کہہ اے رب میرے زیادہ دے مجھ کو علم اور البتہ تحقیق

(۱۱۲) اور جس نے اعمال صالحہ کئے ہوں گے اور وہ آخرت کی جزا و سزا پر ایمان بھی رکھتا ہوگا انہیں نہ کسی زیادتی کا خوف دامنگیر ہوگا اور نہ حق تلفی کا اندیشہ ہوگا۔ (۱۱۳) اور اسی تعلیم کے ساتھ ہم نے عربی قرآن کو اتارا ہے اور اس میں طرح طرح سے تنبیہات بھیجی ہیں تاکہ شاید وہ لوگ پرہیز گاری اختیار کرلیں یا ان کو اس سے سبق حاصل ہوجائے۔ (۱۱۴) چنانچہ تم بھی ڈھیل دے کر یہ سوچو کہ اللہ تو عَلَوِیّت کا انتہائی مقام رکھتا ہی ہے اور ہر حال میں حقیقی بادشاہ بھی ہے لہٰذا حکومت خداوندی اور تنفیذ قرآن میں اس وقت تک عجلت نہ کرو جب تک قرآن کے لئے علمی تنفیذ کی وحی تمہارے لئے پوری نہ ہو جائے۔ بلکہ تم تو جلدی کے بجائے اس علمی وحی میں اضافہ کی درخواست جاری رکھو۔ (۱۱۵) اور یقیناً

اس لئے اللہ کا "امر" رسولؐ کا امر بن جاتا ہے لہٰذا حضرت موسیٰؑ نے ہارونؑ کو اپنے اور اللہ کے "امر" میں شریک کیا تھا۔ سوم۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ طور پر جانے کے وقت حضرت ھارونؑ کو اپنا خلیفہ و جانشین بناتے ہیں (اعراف۱۴۲ / ۷) اور اب حضرت موسیٰؑ کا امر ھارونؑ کا امر ہے۔ اور ھارون کی اطاعت موسیٰؑ اور خود اللہ کی اطاعت ہے (۹۰ / ۲۰) اور حضرت موسیٰؑ اسی مشترک امر کو پھر اپنا امر کہتے ہیں (۹۳ / ۲۰) لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ کا امر رسولؐ کا امر ہے اور اللہ و رسولؐ کے امر میں خلیفہ رسولؐ شریک ہے اور وہ خود اس کا اپنا امر ہے۔

(۴) آیت(۱۱۴ / ۲۰) آنحضرتؐ روز ازل سے قرآنِ ناطق تھے۔تلاوت مشروط تھی۔

اِس آیہ مبارکہ میں تین حقیقتوں کا اعلان کیا گیا ہے۔اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شان بے پایاں رِفعتوں اور بزرگیوں کی حامل ہے اور دوئم یہ کہ وہ حقیقی معنی میں بادشاہ ہے اور آخری یہ کہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایسی بزرگ و برتر اور سر سے پیر تک علومِ خداوندی کا ذخیرہ و خزانہ ہونے کے باوجود بھی اللہ کے روبرو علم کی طلب میں محتاج ہے۔یعنی اللہ کا علم قرآن اور لوحِ محفوظ تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کی پیمائش یا مقدار جاننے کے لئے محمدؐ ایسا علمی پیمانہ بھی کافی نہیں۔ان دونوں حقیقتوں کے اندر لپیٹ کر تیسری حقیقت یہ بتائی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم قرآن کریم کی تعلیم جلد سے جلد مکمل کردینا چاہتے تھے اور وحی کے پورا ہونے کا انتظار بھی نہ کرتے تھے۔اللہ نے فرمایا کہ قرآن پہنچانے میں جلدی نہ کریں پہلے وحی کو مکمل اور پورا ہو جانے دیا کریں پھر تلاوت کرکے لوگوں کو سنایا کریں۔یعنی اللہ یہ نہیں چاہتا کہ قریشی لیڈروں کو یہ معلوم ہوجائے کہ رسوؐل اللہ روز ازل سے قرآن کے عالم و معلم رہتے چلے آئے ہیں۔تاکہ انہیں یہ سیاسی حربہ نہ مل جائے کہ رسوؐل اللہ پر نہ کوئی فرشتہ آتا ہے نہ وحی ہوتی ہے خود رسوؐل اللہ ہی اپنے دل سے گھڑ گھڑ کر احکام و اطلاعات سناتے رہتے ہیں یہ اسی قسم کی احتیاط تھی جس کے ماتحت رسوؐل اللہ کو چالیس سال تک لکھتے پڑھتے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔اور اللہ نے چاہا تھا کہ مخالفت کرنے والے لوگ انہیں قطعاً ان پڑھ سمجھتے رہیں اور کوئی سیاسی حربہ استعمال نہ کرسکیں چنانچہ فرمایا تھا کہ:

عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَ لَمْ نَجِدْ عہد کیا تھا ہم نے طرف آدمؑ کی پہلے اس سے پس بھول گیا اور نہ پایا ہم نے لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ واسطے اس کے قصد خلاف کا اور جب کہا ہم نے واسطے فرشتوں کے	اس سے پہلے ہم نے آدمیوں سے بھی عہد لیا تھا مگر وہ اس عہد کو بھول گئے تھے ۔ اور ہم نے ان میں ارادے کی پختگی نہ پائی (اعراف ۔۱۷۴تا۱۷۲ / ۷) (۱۱۶) اور جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ

آپ قرآن کی تلاوت اور کتابت سے پہلے نہ تو قرآن کی تلاوت ہی کرتے تھے نہ قرآن کو اپنے دہنے ہاتھ سے لکھا کرتے تھے ۔اور اگر تم نے ایسا کیا ہوتا تو باطل پرست لوگوں نے تمہاری نبوت میں الجھن ڈال دی ہوتی حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے علم عطا کیا ہے ان سب کے سینوں میں قرآن کی آیات اپنی واضح ترین صورت میں روز ازل سے محفوظ ہیں ۔اور ہماری قرآنی آیات کا جانا بوجھا انکار تو وہی لوگ کرتے ہیں جو خالص احکامات خداوندی کو برسرکار دیکھنا نہیں چاہتے (مائدہ ۴۵ / ۵ ظالم کے معنی) ۔

وَمَا كُنتَ تَتْلُوا۟ مِن قَبْلِهِۦ مِن كِتَٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَ ۖ إِذًا لَّٱرْتَابَ ٱلْمُبْطِلُونَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ ءَايَٰتٌۢ بَيِّنَٰتٌ فِى صُدُورِ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايَٰتِنَآ إِلَّا ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿۴۹﴾ العنکبوت

اسی قسم کی احتیاط تھی کہ قرآن میں جلدی کرنے سے منع فرما دیا گیا۔ورنہ آپؐ تخلیق کائنات سے کہیں پہلے قرآن کے عالم تھے اور آپؐ تو بنیادی حقیقت ہیں آپؐ کے تمام نوری اجزاء بھی مجسم قرآن تھے جیسا کہ آیت (۲۹ / ۴۹) میں ابھی ابھی مذکور ہوا ہے۔لیکن دانشوران قریش کی اس جماعت نے جو حضورؐ کو ان پڑھ چالیس سال تک قرآن سے جاہل اور اپنے جیسا ایک انسان ثابت کرنا چاہتی تھی مندرجہ بالا آیت (۲۰ / ۱۱۴) پر دور از قیاس آرائیاں کی ہیں حالانکہ آیت کے الفاظ واضح اور اپنا مفہوم خود بیان کرتے ہیں ذرا فرض کرلیں کہ (معاذاللہ) حضورؐ کو قرآن کا علم پہلے سے حاصل نہ تھا، تو وہ قرآن کے ساتھ کیا اور کس قسم کی جلدی کرسکتے تھے۔مثلاً اگلی آیت معلوم ہی نہیں تو خاموشی کے سوا چارہ ہی نہیں۔جلدی تو وہی کرے گا جسے پہلے سے سب کچھ معلوم ہو۔جو شخص کسی بات یا کسی کام کو جانتا ہی نہیں وہ جلدی کر ہی نہیں سکتا۔لہٰذا اس آیت (۲۰ / ۱۱۴) کے الفاظ کا دوسرا کوئی مطلب نہیں ہے سوائے اس کے آپؐ قرآن کا علم پہلے سے رکھتے تھے۔اور جلد جلد لوگوں کو سنانا چاہتے تھے تاکہ وہ جلدی سے ہدایت یاب ہوجائیں لہٰذا اللہ نے حضورؐ کو تلاوت کرنے میں جلدی کرنے سے روکا ہے۔اس آیت کی وضاحت بھی قرآن میں موجود ہے جہاں فرمایا گیا ہے کہ:

” قرآن کے ساتھ جلدی کرنے کے لئے زبان بند کرلو یقیناً اس کو کتاب کی صورت میں جمع کرنا اور پڑھواتے رہنا ہمارے ذمہ ہے۔چنانچہ جب ہم قرآن کو پڑھا کریں تو تم اسی وقت ہماری قرأت کی پیروی کیا کرو(یعنی نہ پہلے قرأت کرو اور نہ بعد میں پڑھو) پھر قرآنی تفصیلات اور عملی صورت حال کی توضیحات کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ہم ہرگز یہ پابندی نہ لگاتے بلکہ تمہاری قوم کے لیڈر جلد بازی سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور تاخیر کو اپنے شیرازہ کا بکھیرنے والا سمجھتے ہیں“

لَا تُحَرِّكْ بِهِۦ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِۦٓ ﴿۱۶﴾ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُۥ وَقُرْءَانَهُۥ ﴿۱۷﴾ فَإِذَا قَرَأْنَٰهُ فَٱتَّبِعْ قُرْءَانَهُۥ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُۥ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ ٱلْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُونَ ٱلْءَاخِرَةَ ﴿۲۱﴾ سورہ القیامة

(۴ ۔ الف) قریش اور ان کے استاد یہود ، قرآن میں عجلت اور پوری کتاب چاہتے ہیں ۔

وہ چاہتے ہیں کہ جلد از جلد پورا قرآن ان کے ہاتھوں میں پہنچ جائے تاکہ وہ قرآن کی عبارتوں میں اپنے مجتہدانہ اضافے اور ترمیمات کرکے اسلام کو سابقہ مذاہب کا خادم اور ہمنوا بنا لیں سنئے ان کے مطالبات یہ ہیں۔ (مودودی ترجمہ) : (۱) ”یہ اہل کتاب اگر آج تم سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم آسمان سے کوئی تحریر (تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَٰبًا ﴿۱۵۳﴾ النساء) ان پر نازل کراؤ“۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۴۱۵) (۲) ”یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر (تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَٰبًا نَّقْرَؤُهُۥ ﴿۹۳﴾ الاسراء) نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں“(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۴۳)

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا	تم سب آدمؑ کو سجدہ کرو چنانچہ تمام فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ کر لیا مگر ابلیس نے سرتابی کی
سجدہ کرو واسطے آدمؑ کے پس سجدہ کیا انہوں نے مگر ابلیس نے نہ مانا پس کہا ہم نے	(۱۱۷) چنانچہ ہم نے کہا کہ اے آدمؑ یہ ابلیس
يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا	تمہارا اور تمہاری زوجہ کا دشمن ہے کہیں ایسا
اے آدمؑ تحقیق یہ دشمن ہے واسطے تیرے اور واسطے جورو تیری کے پس نہ نکال دے تم	نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے

قارئین ان دونوں آیات (نساء ۱۵۳ / ۴ اور بنی اسرائیل ۹۳ / ۱۷) میں یہود اور قریش پوری کتاب ایک دم چاہتے ہیں۔ اور یہ مطالبہ خدا کو منظور نہیں ہے اس لئے جواب میں یہ فرمایا کہ: (۳)"اے پیغمبرؐ اگر ہم تمہارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے اور (یہ) لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی جنہوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے"(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۵۲۵)

(۴۔ب) قرآن کو بے اثر و بے نتیجہ کرنے کے لئے پوری کتاب کا مطالبہ کیا جارہا تھا۔یہ کون لوگ تھے ؟تعارف:

اب وہ آیات آ رہی ہیں جن کو ہم نے بار بار پیش کیا ہے مگر اس بار ہم ان لوگوں کے نمائندے کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں تاکہ آپ ان کی جانبداری بھی دیکھ لیں ۔لکھتے ہیں کہ:

"ظالم انسان اپنا ہاتھ چبائے گا اور کہے گا ، "کاش میں نے رسولؐ کا ساتھ دیا ہوتا۔ہائے میری کم بختی، کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔اس کے بہکائے میں آکر میں نے وہ نصیحت نہ مانی جو میرے پاس آئی تھی، شیطان انسان کے حق میں بڑا ہی بے وفا نکلا " اور رسولؐ کہے گا کہ اے میرے رب میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو نشانۂ تضحیک بنا لیا تھا ۔اے محمدؐ ہم نے تو اسی طرح مجرموں کو ہر نبیؐ کا دشمن بنایا ہے اور تمہارے لئے تمہارا رب ہی رہنمائی اور مدد کو کافی ہے۔منکرین کہتے ہیں " اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا؟ ہاں ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کو اچھی طرح تمہارے ذہن نشین کرتے رہیں (اسی غرض کے لئے) ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزاء کی شکل دی ہے۔اور (اس میں یہ مصلحت بھی ہے) کہ جب کبھی وہ تمہارے سامنے کوئی نرالی بات یا (عجیب سوال) لے کر آئے اس کا ٹھیک جواب بروقت ہم نے تمہیں دے دیا اور بہترین طریقہ سے بات کھول دی "(فرقان ۳۳ تا ۲۷ / ۲۵ تفہیم القرآن جلد نمبر ۳ صفحہ ۴۴۷ تا ۴۵۰)

اس ترجمہ کی غلطیاں واضح کرنے میں وقت ضائع کئے بغیر یہ کہہ دیں کہ رسولؐ نے اپنی پوری قوم کو قرآن کے مہجور کرنے کا مجرم قرار دیا لیکن قوم کی بجائے ترجمے میں " قوم کے لوگوں" لکھا تاکہ کچھ لوگ اس جرم سے بچائے جاسکیں۔ بہر حال معلوم ہوا کہ علامہ کے راہنما عہد رسولؐ میں قرآن میں معنوی تحریف و تبدیلی کر رہے تھے اور علامہ ہمارے زمانے میں اپنی طرف سے قرآن میں اضافہ کر رہے ہیں یعنی وہ چاہتے ہیں قرآن میں یہ آیت یوں ہوتی۔

(يٰرَبِّ اِنَّ (رِجَالاً مِنْ) قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ الفرقان)

" اے میرے رب میری قوم کے کچھ لوگوں نے اس قرآن کو مہجور کردیا"۔

(۵) آیت (۱۱۵ / ۲۰) میں آدمؑ کے ماتحت پوری نوع انسان کا تذکرہ ہے۔ قرآن کریم سے بار بار یہ فیصلہ مل جانے کے بعد کہ انبیاؑ سے لغزش و خطا سرزد نہیں ہو سکتی ۔ہر وہ بیان جس میں انبیاؑ کی عصمت پر حرف آتا ہو غورو فکر کا متقاضی ہوتا ہے ۔اس کے لئے قرآن سے مثالیں اور نظیریں لانا پڑیں گی اور آخر کار ثبوت یہ ملے گا کہ انبیاؑ معصوم ہوتے ہیں ۔کہیں کہیں ایسا ملے گا کہ نام نبیؑ کا لیا گیا ہے یا نبیؑ خود مخاطب ہے لیکن بات اُمت کی ہو رہی ہے ۔ہم نے ایسے مقام بار بار دکھائے اور علامہ مودودی کو اس لئے گواہ بنایا کہ وہ انبیاؑ کی عصمت مطلقہ کے قائل نہیں رہیں ۔چنانچہ اس آیت (۱۱۵ / ۲۰) پر بھی وہ بطور گواہ لکھتے ہیں کہ:

مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا
دونوں کو بہشت سے پس محنت میں جا پڑے تو تحقیق واسطے تیرے یہ کہ نہ
تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿١١٨﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا
بھوکا رہے تو بیچ اس کے اور نہ ننگا رہے تو اور یہ کہ نہ پیاسا رہے تو بیچ اس کے
وَ لَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ
اور نہ دھوپ کھاوے پس وسوسہ کیا طرف اس کی شیطان نے کہا اے آدمؑ
هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ
آیا دلالت کروں میں تجھ کو اوپر درخت ہمیش رہنے کے اور اس بادشاہی کے کہ
لَّا يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا
نہ پرانی ہو پس کھایا دونوں نے اس میں سے پس ظاہر ہوگئی ان کو شرمگاہ ان
وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ
دونوں کی اور شروع کیا دونوں نے کہ ٹانکتے تھے اوپر اپنے پتوں جنت کے سے
وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ
اور نافرمانی کی آدمؑ نے رب اپنے کی پس گمراہ ہوگیا۔ پھر برگزیدہ کیا اس کو
رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰى ﴿١٢٢﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا
رب اس کے نے پس پھر آیا اوپر اس کے اور راہ دکھائی کہا اترو تم اس سے اکٹھے
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ
بعضے تمہارے واسطے بعض کے دشمن ہیں پس اگر آوے تمہارے پاس میری طرف سے
هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾
ہدایت پس جس نے پیروی کی ہدایت میری کی نہ گمراہ ہوگا اور نہ ایذا کھینچے گا
وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً
اور جس نے منہ پھیرا یاد میری سے پس تحقیق واسطے اس کے معیشت ہے تنگ
ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ
اور اٹھاویں گے ہم اس کو دن قیامت کے اندھا کہے گا اے رب میرے کیوں

اور تو محنت و مشقت سے دوچار ہو جائے۔ (١١٨) یقیناً تیرے واسطے اس جنت میں نہ بھوکا رہنے کا موقع آئے گا نہ ننگا رہنا ہو گا۔ (١١٩) اور یہ کہ نہ جنت میں کبھی پیاسا رہنا پڑے گا نہ دھوپ میں جھلسنا ہوگا (١٢٠) بہرحال شیطان نے آدمؑ کے روبرو سبز باغ رکھا اور مناسب موقع پر کہا کہ اے آدمؑ میں کیوں نہ تمہیں ہمیشہ برقرار رہنے والے درخت اور کبھی زوال پذیر نہ ہونے والی سلطنت کا ثبوت دے دوں (١٢١) چنانچہ دونوں نے اُس درخت کے پھل کھالئے تو فوراً اُن پر اُن کی شرمگاہیں واضح ہوگئیں اور گھبرا کر دونوں نے اپنی اپنی شرمگاہوں کو جنت کے پتوں سے ڈھانپنا شروع کردیا اور اب آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی اور بہک جانے کی معنوی صورت کو بھی واضح کردیا۔(١٢٢) اس لئے اللہ نے اس پر خاص توجہ مبذول کی اسے برگزیدہ و مجتبیٰ بنایا اور اپنی ہدایت کی ذمہ داری سونپی (١٢٣) اور کہا کہ تم دونوں اور سب جنت سے اتر جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ بہرحال اگر تمہارے پاس میری ہدایات پہنچیں تو تم میں سے جو کوئی میری ہدایات کی پیروی کرے گا تو وہ نہ گمراہ ہوگا نہ مشقت و محنت میں مبتلا ہوگا۔ (١٢٤) اور جو کوئی میرے ذکر سے روگردانی کریگا اس کی زندگی بہت تنگ اور الجھی ہوئی گزرے گی اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے۔ (١٢٥) وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار میں تو پہلے آنکھوں والا تھا تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا ہے۔

"وہ بھولا ہوا سبق جسے قرآن یاد دلا رہا ہے وہی سبق ہے جو نوع انسان کو اس کی پیدائش کے آغاز میں دیا گیا تھا اور جسے یاد دلاتے رہنے کا اللہ نے وعدہ کیا تھا" (تفہیم القرآن جلد ٣ صفحہ ١٢٩)

(۱۲۶) اللہ فرمائے گا اسی طرح تمہارے پاس جب ہماری آیات آئی تھیں تو تُو نے ان کے ساتھ لاپرواہی کی تھی لہٰذا آج تمہارے ساتھ لاپرواہی کی جائے گی ۔ (۱۲۷) اور وہی طریقہ ہے جس سے ہم حدود فراموش لوگوں کو جزا دیتے ہیں اور آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا وہ تو یقیناً اس سے بھی شدید تر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہوگا (۱۲۸) کیا ان لوگوں کو اس سامنے دکھائی دینے والی حقیقت سے بھی کوئی سبق نہیں ملتا کہ جن اقوام کے تباہ شدہ مکانوں کے اوپر سے یہ روزانہ گزرتے ہیں ان کی طرح ہم نے کتنے شہروں ، اقوام اور ادوار کو تباہ کیا ہے۔ بہرحال غور و فکر کرنے والے لوگوں کے واسطے تو پہلی تباہ شدہ اقوام میں معجزات معلوم ہوتے ہیں (۱۲۹) اگر آپؐ کے پروردگار کی جانب سے پہلے ہی ایک کلمہ آگے نہ بڑھ گیا ہوتا اور تیری قوم کے لئے مہلت کی ایک مدت طے نہ پاگئی ہوتی تو ضرور ان کا قصہ تمام کردیا گیا ہوتا ۔ (۱۳۰) اے نبیؐ آپؐ قریش کے متفقہ اقوال اور فیصلوں پر صبر سے کام لیں اور اپنے پالنے والے کی حمد و ثنا کو ہمہ گیری دینے (سَبِحْ کے معنی) کا نظام قائم کریں سورج نکلنے سے قبل بھی سورج چھپنے سے پہلے بھی اور راتوں کو بھی اور دن کے تمام اطراف میں بھی ہمہ گیری پھیلائیں ۔شاید آپؐ اس نظام حمد و ثنا اور ربوبیت کو قائم کرکے راضی و مطمئن ہو جائیں (۱۳۱) اور جو کچھ فوائد اور سامان ہم نے تمہاری قوم کے مختلف طبقات کو دے رکھا ہے اس پر حیران ہوہوکر نگاہیں نہ جماؤ یہ سامان تو ہم نے ان کو

حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ

اٹھایا مجھ کو اندھا اور تحقیق تھا میں دیکھنے والا کہے گا اسی طرح آئی تھیں

اَتَتْكَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْیَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾

تیرے پاس نشانیاں ہماری پس بھول گیا تو ان کو اور اسی طرح آج بھلایا جاوے گا تو

وَ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ یُؤْمِنْۢ

اور اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم اس شخص کو کہ حد سے نکل گیا اور نہ ایمان لایا

بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ

ساتھ نشانیوں رب اپنی کے اور البتہ عذاب آخرت کا بہت سخت ہے اور

اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا

بہت باقی رہنے والا ہے کیا پس نہیں راہ دکھاتا ان کو یہ کہ کتنے ہلاک کئے ہیں

قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ

ہم نے پہلے ان سے قرنوں سے کہ چلتے ہیں بیچ گھروں ان کے کے تحقیق

ع ۳ ۱۶

فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ۧ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ

بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے صاحبوں عقل کے اور اگر نہ ہوتی ایک بات

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ

کہ پہلے ہو چکی پروردگار تیرے کی طرف سے البتہ ہوتا عذاب چمٹنے والا ہے اور

اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ؕ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ

اگر نہ ہوتا وعدہ مقرر پس صبر کر اوپر اس چیز کے کہ کہتے ہیں اور تسبیح کر

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ

ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے پہلے نکلنے سورج کے اور پہلے ڈوبنے اس کے سے

وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

اور گھڑیوں رات کی سے پس تسبیح کر اور کناروں دن کے سے شاید کہ تو راضی ہو

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا

اور ہر گز مت لمبی کر دونوں آنکھوں اپنی کو طرف اس چیز کی کہ فائدہ دیا ہے

اس سلسلے میں قرآن نے یہ بیان دیا ہے (مودودی کے قلم سے سنئے) :

” اور اے نبی لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود

بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ

ہم نے ساتھ اس کے لوگوں کو ان میں سے آرائش زندگانی دنیا کی

لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ

تاکہ آزماویں ہم ان کو بیچ اس کے اور رزق پروردگار تیرے کا بہتر ہے اور

اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ

بہت باقی رہنے والا ہے اور حکم کر لوگوں اپنوں کو ساتھ نماز کے اور صبر کر اوپر اس کے

لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ

نہیں سوال کرتے ہم تجھ سے رزق ہم رزق دیتے ہیں تجھ کو اور عاقبت

لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا يَاْتِيْنَا

واسطے پرہیزگاروں کے ہے اور کہا انہوں نے کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس

بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَ لَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى

کوئی نشانی رب اپنے سے کیا نہیں آئی ان کے پاس دلیل اس چیز کی کہ بیچ

الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾ وَ لَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ

کتابوں پہلی کے ہے اور اگر ہم ہلاک کرتے ان کو ساتھ عذاب کے پہلے اس سے

لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا

البتہ کہتے اے پروردگار ہمارے کیوں نہ بھیجا تو نے طرف ہماری پیغمبر

فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾

پس پیروی کرتے ہم نشانیوں تیری کی پہلے اس سے کہ ذلیل ہوتے اور رسوا ہوتے

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ

کہہ کہ ہر ایک انتظار کرنے والا ہے پس انتظار کرو تم پس البتہ جانو گے تم کون ہیں

مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَ مَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع ۸ / ۱۷

صاحب راہ سیدھی کے اور کس نے راہ پائی

فتنے میں الجھانے کے لئے دیا ہوا ہے جو دنیا کی زندگی میں وبالِ جان بنا رہتا ہے اور تمہارے پروردگار کا حقیقی رزق ہی خیر و خوبی کا حامل اور برقرار رہنے والا ہوا کرتا ہے۔ (۱۳۲) اور آپؐ اپنے متعلقین کو نماز قائم رکھنے کا حکم جاری کردیں اور آپؐ نماز کے قیام ہی پر صبر سے بھروسہ کریں۔ ہم آپؐ سے رزق نہیں مانگتے بلکہ ہم تو خود تم سب کو رزق دیتے ہیں اور انجام کی بہتری تو تقویٰ پر منحصر رہتی ہے۔ (۱۳۳) انہوں نے کہا کہ یہ رسولؐ ہمارے پاس کوئی آیت اپنے رب کے پاس سے کیوں نہیں لے آتا۔ کیا ان کے پاس اس سلسلے میں واضح صورت حال پہلی کتابوں میں بھی نہیں آچکی ہے۔ (۱۳۴) اور اگر ہم نے ان کو ان شرارتوں سے پہلے ہی ہلاک کردیا ہوتا اور عذاب دیا ہوتا تو یہ لوگ ضرور یہ عذر کرتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے کس لئے ہمارے پاس کوئی رسولؐ نہ بھیجا یقیناً ہم تیری آیتوں کی پیروی ذلیل وخوار ہونے سے پہلے ہی کرچکے ہوتے۔ (۱۳۵) ان کو بتاؤ کہ تمام جاندار مخلوق اپنے انجام کے انتظار میں مصروف ہے لہٰذا تم بھی انتظار کرتے رہو۔ چنانچہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ موزوں ترین راستے پر کون گامزن تھا اور کون ہدایت یافتہ تھا۔

ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" ۔انہوں نے کہا"ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں" ۔یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے" (اعراف ۱۷۲/ ۷) تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۹۵۔۹۷)

یہ تھا وہ عہد جس کو حضرت آدمؑ کے نام سے مندرجہ بالا آیت (۱۱۵ / ۲۰) میں بیان کیا گیا ہے۔

سُوْرَةُ الْأَنْبِيَاءِ

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ مِائَةٌ وَ اثْنَتَا عَشَرَةَ اٰيَةً وَّ سَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ الانبیا مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بارہ (۱۱۲) آیتیں اور سات رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱

نزدیک آیا ہے واسطے لوگوں کے حساب ان کا اور وہ بیچ غفلت کے منہ پھیر رہے ہیں

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ

نہیں آتا ان کے پاس کچھ ذکر پروردگار ان کے سے نیا مگر سنتے ہیں اس کو اور

هُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝۲ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّجْوَى ۖۗ

وہ کھیلتے ہیں ۔غفلت میں ہیں دل ان کے اور چھپا کرکے مصلحت کی

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ

ان لوگوں نے کہ ظلم کیا تھا نہیں یہ مگر آدمی مانند تمہاری کیا پس آتے ہو

السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي

سحر کے پاس اور تم دیکھتے ہو کہا پیغمبر نے پروردگار میرا جانتا ہے بات بیچ

السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؗ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۴ بَلْ قَالُوْٓا

آسمان اور زمین کے اور وہ ہے سننے والا جاننے والا بلکہ کہا انہوں نے

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۖۚ فَلْيَاْتِنَا

پریشان خیال ہیں بلکہ باندھ لیا ہے اس کو بلکہ وہ شاعر ہے پس لے آوے ہمارے پاس

بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۵ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ

کوئی نشانی جیسے بھیجے گئے تھے پہلے پیغمبر نہیں ایمان لائی تھی پہلے ان سے کوئی

قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَ مَآ اَرْسَلْنَا

بستی کہ ہلاک کیا ہم نے اس کو کیا پس وہ ایمان لاویں گے ۔اور نہیں بھیجے ہم نے

قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا

پہلے تجھ سے مگر مرد کہ وحی بھیجتے تھے ہم طرف ان کی پس سوال کرو

(۱) اُدھر انسانوں کے حساب کا وقت سر پر آکھڑا ہوا اور ادھر یہ لاپرواہی اور غفلت میں جھول رہے ہیں (۲) اور جب بھی ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی نیا ذکر آتا ہے تو یہ لوگ تفریحاً کھیل تماشوں کی طرح اسے بھی سن لیتے ہیں (۳) اُن کے دلوں میں دلچسپیوں کا ہجوم ہے اس کے ساتھ ہی سرگوشیاں کرکے یہ ظلم کرنے والے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ شخص تمہاری مانند ایک بشر کے علاوہ کچھ اور بھی ہے اور کیا تم صاحبان بصیرت ہوتے ہوئے بھی اس کے جادو اور ٹوٹکوں سے متاثر ہوجاتے ہو (۴) رسوؐل اللہ نے کہا کہ میرا پروردگار آسمانوں اور زمینوں میں کی ہر ہر بات جانتا اور وہ (تمہاری سرگوشیاں بھی) سنتا اور جانتا ہے (۵) وہ کہتے ہیں کہ اس کی باتیں پریشان خیالیاں ہیں بلکہ یہ کلام ایجادِ بندہ ہے بلکہ وہ ایک شاعر ہے ورنہ وہ ہمارے پاس کوئی معجزہ لاکر دکھائے جیسا کہ پہلے رسوؐلوں کو معجزات کے ساتھ بھیجا جاتا رہا ہے ۔ (۶) حالانکہ ان لوگوں سے پہلے کوئی بستی بھی ایمان نہ لائی تھی جسے ہم نے تباہ کیا کیا یہ لوگ معجزہ دیکھ کر ایمان لانے کو تیار ہیں ؟ (۷) ہم نے آپؐ سے پہلے کوئی ایسا رسوؐل نہیں بھیجا جو مرد نہ تھا اور ہم اسے وحی بھیجتے ہوں اگر تمہیں علم نہیں ہے

اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا

ذکر والوں سے اگر ہو تم نہیں جانتے اور نہیں کیا تھا ہم نے ان کو ایسا بدن کہ

لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ

نہ کھاتے کھانا اور نہ تھے ہمیشہ رہنے والے پھر سچا کیا ہم نے ان سے

الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا

وعدہ پس نجات دی ہم نے ان کو اور جس کو چاہا ہم نے اور ہلاک کیا ہم نے

الْمُسْرِفِيْنَ ۝ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا

حد سے نکل جانے والوں کو البتہ تحقیق اتاری ہم نے طرف تمہاری کتاب

فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَ كَمْ قَصَمْنَا

بیچ اس کے مذکور ہے تمہارا کیا پس نہیں سمجھتے تم اور کتنی ہلاک کیں ہم نے

مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝

بستیاں کہ تھیں ظلم کرنے والیاں اور پیدا کی ہم نے پیچھے ان کے قوم اور

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝

پس جب دیکھا انہوں نے عذاب ہمارا ناگہاں وہ اس میں سے دوڑتے تھے

لَا تَرْكُضُوْا وَ ارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ

مت دوڑو اور پھر جاؤ طرف اس کی کہ آرام دئے گئے تھے تم بیچ اس کے

وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ

اور گھروں اپنے کی تو کہ تم سوال کئے جاؤ کہا انہوں نے اے وائے ہم کو

ذکرؑ والوں سے معلوم کرلو ۔ (۸) اور نہ ہم نے ان رسوؐلوں کے ایسے جسم بنائے تھے جن کو کھانا کھانے کی ضرورت نہ ہوتی ہو یا جو حیات دائمی رکھنے والے ہوں ۔ (۹) پھر ہم نے ان رسوؐلوں سے سچا وعدہ کیا اور اپنا ہر وعدہ پورا کر دکھایا چنانچہ انہیں اور ان کے ساتھ جن جن کو ہم نے چاہا نجات دی اور حدود فراموش لوگوں کو تباہ کردیا ۔ (۱۰) اے رسوؐل کی قوم ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نازل کرکے بھیجی ہے اور اس میں تمہارے اعمال و افکار کا ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے ۔کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے (کہ تمہاری ہر بدمعاشی دیگر اقوام تک جا پہنچے گی) (۱۱) اور ہم نے تو لاتعداد بستیوں کو اس لئے پیس کر رکھ دیا ہے کہ وہ احکامات خداوندی میں ملاوٹ کا ظلم(مائدہ۔۴۵/۵) کیا کرتی تھیں ۔ اور ان کے بعد ہم نے دوسری اقوام کو نشوونما دیا ۔ (۱۲) جب ظالم لوگ یہ محسوس کرلیتے تھے کہ ان پر ہمارا عذاب آرہا ہے تو اچانک دوڑ دھوپ شروع کردیتے تھے ۔ (۱۳) ان سے کہا جاتا تھا کہ بھاگو نہیں بلکہ اپنی بستی اور اپنے گھروں میں جاؤ جہاں تم عیش کیا کرتے تھے شاید وہاں تم سے کوئی تمہاری کارکردگی پر سوال کرے۔ (۱۴) وہ کہتے تھے کہ ہائے افسوس ہم پر

تشریحات سورۂ الانبیاءؑ:

(۱) آیات(۱۰ / ۲۱ ، اور ۲۴ / ۲۱) قرآن کریم کو جڑ بنیاد سے ختم کر دینے کا ارادہ تھا ۔ ذرا سوچنے کی بات ہے کہ قریشی قوم اور قومی لیڈروں کی مسلسل مذمت کی جاتی رہی ۔لوگ ساتھ کے ساتھ قرآن کریم کو یاد کرتے رہے جو لکھے پڑھے صحابہ تھے یا دانشمند یہود و نصاریٰ تھے وہ ساتھ کے ساتھ قرآن کی ہر نازل ہونے والی آیت اپنے پاس لکھتے اور ریکارڈ کرتے رہے ۔ لیکن نہ قریشی قوم کو کوئی تشویش ہوئی نہ قوم کے لیڈروں نے اپنے رنگ ڈھنگ چالاکیاں اور مکر و فریب ریکارڈ ہوتے جانے کی پرواہ کی ۔لہٰذا ماننا پڑے گا کہ قریشی لیڈر یا تو یہ یقین رکھتے تھے کہ قرآن ان کے بعد والی نسلوں تک نہ پہنچے گا ۔یا انہوں نے اس کا انتظام کرلیا تھا کہ قرآن اگلی نسلوں تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کردیا جائے گا اور جن لوگوں کے پاس لکھا ہوا قرآن ہے ان سے واپس لے کر دریا برد کر دیا جائے گا ۔اور جن کو زبانی یاد ہے ان کے مرنے کے بعد حافظہ والا قرآن بھی مٹ جائے گا ۔ اور زندگی میں حافظان قرآن کی نگرانی کی جائے گی ۔چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ رسوؐل کے صحابہ کو پچیس(۲۵) سال مدینہ

اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝١٤ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ

تحقیق ہم ہی تھے ظالم پس ہمیش رہا یہی پکارنا ان کا یہاں تک کہ کر دیا ہم نے ان کو

حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝١٥ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا

جڑ سے کٹے ہوئے بجھے ہوئے اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان کو اور زمین اور جو کچھ کہ

بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝١٦ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ

درمیان ان دونوں کے ہے کھیلتے ہوئے اگر ارادہ کرتے ہم یہ کہ لیویں

لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝١٧ بَلْ

مشغولہ یعنی بازیچہ البتہ لیتے اس کو اپنے پاس سے اگر ہوتے ہم کرنے والے بلکہ

نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ

پھینکتے ہیں ہم حق کو اوپر باطل کے پس توڑتا ہے سر اس کا پس ناگہاں وہ

زَاهِقٌ ؕ وَ لَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝١٨

فنا ہو جاتا ہے اور واسطے تمہارے وائے ہے اس چیز سے کہ بیان کرتے ہو تم

وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَنْ عِنْدَهٗ

اور واسطے اسی کے ہے جو کوئی بیچ آسمانوں اور زمین کے ہے اور وہ جو نزدیک اس کے ہیں

لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝١٩ يُسَبِّحُوْنَ

نہیں تکبر کرتے بندگی اس کی سے اور نہیں تھکتے پاکی بیان کرتے ہیں

الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝٢٠ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ

رات اور دن نہیں تھمتے کیا مقرر کئے ہیں انہوں نے معبود زمین میں سے کہ

هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝٢١ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ

وہ پیدا کرتے ہیں اگر ہوتے بیچ ان دونوں کے معبود سوائے اللہ کے البتہ بگڑ جاتے

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝٢٢ لَا

پس پاکی ہے اللہ پروردگار عرش کے کو اس چیز سے کہ بیان کرتے ہیں ۔ نہیں

درحقیقت ہم ہی ظالم تھے ۔ (۱۵) وہ برابر اپنے ظالم ہونے کا اعلان کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انہیں کھلیان کے بھوسے کی طرح کچل کر رکھ دیا (۱۶) ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیلنے اور تفریح کے طور پر نہیں بنایا تھا (۱۷) اگر ہمیں کوئی کھیل اور کھلونا ہی بنانا ہوتا اور ہم ایسا کرنا طے ہی کر لیتے تو ہم یہ بھی اپنی قدرت اور معیار کے مطابق بناتے (۱۸) مگر ہم تو باطل پر حق کو مسلط کر دیتے ہیں جو اس کا سر و دماغ چورا چورا کر دیتا ہے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے مٹ جاتا ہے ۔ اور تمہاری تباہی اُن ہی باتوں میں پوشیدہ ہے جو تم بناتے رہتے ہو ۔ (۱۹) اور زمینوں اور آسمانوں میں جو مخلوق بھی ہے وہ سب اللہ ہی کی ہے اور جو مخصوص بندے ہمارے اپنے قرب میں ہیں وہ ہماری عبادت میں تکبر نہیں کرتے ہیں اور نہ کبیدہ خاطری سے تھکتے ہیں ۔ (۲۰) دن رات اللہ کی تسبیح میں لگے رہتے ہیں نہ ناغہ کرتے ہیں اور نہ دم لینے کو تھمتے ہیں ۔ (۲۱) کیا انہوں نے جو زمینی خدا بنائے ہوئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ مُردوں کو زندہ کرکے اٹھا کر کھڑا کر سکیں؟ (۲۲) اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو زمین و آسمان کی ہم آہنگی اور نظام بگڑ گیا ہوتا چنانچہ قریشی لیڈروں کی باتوں سے عرش کا رب پاک و ارفع و اعلیٰ ہے۔ (۲۳) اللہ اپنے کاموں اور قوانین کے معاملے میں کسی کے آگے جواب دہ نہیں ہے ۔

میں نظر بند رکھا گیا۔ان پر سخت نگرانی رہتی تھی ۔انہیں مدینہ سے باہر جنگ میں بھی نہ بھیجا جاتا تھااور قلمی لکھے ہوئے تمام قرآن لے کر واقعی ضائع کر دیئے گئے تھے اور رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد یہ کہہ دیا گیا تھا کہ رسولؐ اللہ کے زمانہ میں کوئی قرآن جمع نہ کیا گیا تھا، اور خلیفہ اوّل نے قرآن جمع کرنے کی کوشش کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا تھا،اور ساری اُمت میں ہر فرد جانتا ہے کہ خلیفہ سوم کے عہد میں قرآن جمع ہوا تھا۔یعنی پچیس سال تک اُمت بلا قرآن تھی ۔ اس سے

یُسۡـَٔلُ عَمَّا یَفۡعَلُ وَ ہُمۡ یُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوۡا
سوال کیا جاتا اس چیز سے کہ کرتا ہے اور وہ سوال کئے جاتے ہیں کیا پکڑے ہیں
مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اٰلِہَۃً ؕ قُلۡ ہَاتُوۡا بُرۡہَانَکُمۡ ۚ ہٰذَا ذِکۡرُ
ورے اس سے معبود کہہ لاؤ دلیل اپنی یہ ہے ذکر ان لوگوں کا کہ جو
مَنۡ مَّعِیَ وَ ذِکۡرُ مَنۡ قَبۡلِیۡ ؕ بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا
ساتھ میرے ہیں اور ذکر ان لوگوں کا کہ پہلے مجھ سے تھے بلکہ اکثر ان کے نہیں
یَعۡلَمُوۡنَ ۙ الۡحَقَّ فَہُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ
جانتے ہیں حق کو پس وہ منہ پھیرتے ہیں اور نہ بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے
مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا
کوئی پیغمبر مگر وحی کرتے تھے ہم طرف اس کی کہ نہیں کوئی معبود مگر میں
فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۲۵﴾ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا سُبۡحٰنَہٗ ؕ
پس عبادت کرو مجھ کو اور کہا انہوں نے کہ پکڑی ہے رحمان نے اولاد پاک ہے وہ
بَلۡ عِبَادٌ مُّکۡرَمُوۡنَ ﴿ۙ۲۶﴾ لَا یَسۡبِقُوۡنَہٗ بِالۡقَوۡلِ وَ ہُمۡ
بلکہ بندے ہیں عزت دئے گئے نہیں آگے چلتے اس سے بات میں اور وہ
بِاَمۡرِہٖ یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ
ساتھ حکم اس کے کے عمل کرتے ہیں جانتا ہے جو کچھ کہ آگے ان کے ہے اور
مَا خَلۡفَہُمۡ وَ لَا یَشۡفَعُوۡنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی
جو کچھ پیچھے ان کے ہے اور نہیں شفاعت کرتے مگر واسطے اس کے جو پسند کرے
وَ ہُمۡ مِّنۡ خَشۡیَتِہٖ مُشۡفِقُوۡنَ ﴿۲۸﴾ وَ مَنۡ یَّقُلۡ مِنۡہُمۡ اِنِّیۡۤ
اور وہ ڈر اس کے سے ڈرنے والے ہیں اور جو کوئی کہے ان میں سے تحقیق میں
اِلٰہٌ مِّنۡ دُوۡنِہٖ فَذٰلِکَ نَجۡزِیۡہِ جَہَنَّمَ ؕ کَذٰلِکَ
معبود ہوں ورے اس سے پس وہ شخص جزا دیتے ہیں ہم اس کو دوزخ اسی طرح

اور باقی تمام مخلوق اور وہ لوگ بھی یہاں اور وہاں اللہ اور بندوں دونوں کے سامنے جواب دہ اور ذمہ دار ہیں (۲۴) کیا یہ لوگ ان حقائق کے باوجود بھی خدا کے علاوہ اوروں کو بھی عبادت کا مستحق بنائے ہوئے ہیں؟ کہئے کہ اپنے اس عقیدے پر اپنی دلیل پیش کرو یہ قرآنی تذکرے ان لوگوں کے ہیں جو میرے ساتھ مخاطب ہیں اور ان لوگوں کے تذکرے بھی ہیں جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں مگر قریش کی اکثریت اس حقیقت سے لا علم ہے اس لئے وہ اس قرآن کو ٹال دینا چاہتے ہیں (۲۵) ہم نے آپ سے قبل جو رسولؐ بھی بھیجا اس کو یہ وحی ضرور کی کہ میرے علاوہ کوئی عبادت کا حقدار نہیں ہے لہٰذا تم سب میری ہی عبادت کیا کرو۔ (۲۶) قریشی لیڈر کہتے ہیں کہ رحمٰن کے یہاں اولاد موجود ہے۔پاک و مبرّا ہے اللہ ایسی باتوں سے ۔ البتہ وہ بندے جن کے لئے یہ ایسا کہتے ہیں بہت نفع رسان اور بزرگ بنائے گئے ہیں ۔ (۲۷) وہ ایسے بندے ہیں کہ جو اللہ سے بات کرنے میں بھی سبقت نہیں کرتے ۔ یعنی اللہ چاہتا ہے تو بولتے ہیں اور وہ ہر کام کرنے میں اللہ کے حکم کے پابند رہتے ہیں ۔ (۲۸) اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو ان کے ہاتھوں کے آگے یعنی سامنے ہے اور جو کچھ ان کی پشت کے پیچھے ہے اور کسی ایسے شخص کی سفارش نہیں کرتے ہیں جو خدا کو پسند نہ ہو اور وہ اللہ کی عظمت کے سامنے ہمیشہ نرم اور عاجز رہتے ہیں ۔ (۲۹) اور ان میں سے اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میں بھی اللہ کے علاوہ عبادت کا حق دار ہوں تو اس صورت میں ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے یعنی اسی طریقے کی سزا جیسا کہ

معلوم ہو جاتا ہے کہ قریش قرآن کو فنا کرنا چاہتے تھے۔لیکن یہ ایک کمال ایک معجزہ اور اللہ و رسولؐ کا قہری انتظام تھا کہ عربوں کو قرآن کے جمع کرنے اور اگلی نسلوں میں اپنی سرکشی، کمینہ حرکتوں اور مظالم کی داستان کو اپنے ہاتھوں پہنچانا پڑا۔ اور مندرجہ بالا آیات نے ان کو چونکایا تھا۔اس لئے کہ اللہ نے انہیں بے عقلی اور حماقت کا طعنہ دیا تھا (۱۰ / ۲۱) اللہ کا منشا تو یہ تھا کہ تمہارے تمام اعمال اگلی نسلوں کے لوگ قرآن میں پڑھیں گے لہٰذا تم اپنے اعمال کی اصلاح کرو اور اگلی نسلوں

نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿٢٩﴾ اَوَ لَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ

جزا دیتے ہیں ہم ظالموں کو کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ کافر ہوئے یہ کہ آسمان

وَ الۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ؕ وَ جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ

اور زمین تھے ملے ہوئے پس جدا کیا ہم نے ان دونوں کو اور کیا ہم نے پانی سے

کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿٣٠﴾ وَ جَعَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ

ہر چیز کو زندہ کیا پس نہیں ایمان لاتے اور کئے ہم نے بیچ زمین کے پہاڑ

اَنۡ تَمِیۡدَ بِہِمۡ ۪ وَ جَعَلۡنَا فِیۡہَا فِجَاجًا سُبُلًا

ایسا نہ ہو کہ ہل جاوے ساتھ ان کے اور کئے ہم نے بیچ اس کے کشادہ راستے

لَّعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ﴿٣١﴾ وَ جَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا ۚۖ وَّ

تو کہ وہ راہ پاویں اور کیا ہم نے آسمان کو چھت محفوظ اور

ہُمۡ عَنۡ اٰیٰتِہَا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿٣٢﴾ وَ ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ

وہ نشانیوں اس کی سے منہ پھیرنے والے ہیں اور وہ ہے جس نے پیدا کیا

الَّیۡلَ وَ النَّہَارَ وَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿٣٣﴾ وَ

رات کو اور دن کو اور سورج اور چاند ہر ایک بیچ آسمان کے تیرتے ہیں اور

مَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ الۡخُلۡدَ ؕ اَفَا۠ئِنۡ

نہیں کیا ہم نے واسطے کسی آدمی کے پہلے تجھ سے ہمیش رہنا کیا پس اگر تو

مِّتَّ فَہُمُ الۡخٰلِدُوۡنَ ﴿٣٤﴾ کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ؕ وَ

مرجاوے گا پس یہ ہمیش رہیں گے ہر جی چکھنے والا ہے موت اور

نَبۡلُوۡکُمۡ بِالشَّرِّ وَ الۡخَیۡرِ فِتۡنَۃً ؕ وَ اِلَیۡنَا

آزماتے ہیں ہم تم کو ساتھ برائی اور بھلائی کے آزمائش کو اور طرف ہماری

تُرۡجَعُوۡنَ ﴿٣٥﴾ وَ اِذَا رَاٰکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا

پھیرے جاؤ گے اور جس وقت دیکھتے ہیں تجھ کو وہ لوگ کہ کافر ہوئے

غلط کاروں اور ذاتی احکام دینے والوں (ظالموں۔ مائدہ۔۴۵ / ۵) کو دی جاتی ہے۔ (۳۰) کیا ان حق پوش لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ زمین اور آسمان ابتدا میں گھلے ملے ہوئے تھے ۔ چنانچہ ہم نے ان کو الگ الگ تشخص اور صورت دی اور ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندگی عطا کی چنانچہ کیا یہ قریش ان حقائق کو ماننے کے باوجود بھی ایمان نہ لائیں گے (۳۱) اور ہم نے زمین سے پہاڑ ابھار دیئے تاکہ زمین اہل زمین کے ساتھ ڈانواں ڈول نہ ہوتی رہے پھر اس میں کشادہ راستے بنا دیئے تاکہ شاید وہ لوگ ہدایت اختیار کرلیں ۔ (۳۲) اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت کی طرح بنا دیا مگر یہ تمہاری قوم ہمارے ان معجزات کو سامنے دیکھتے ہوئے بھی بے توجہی اختیار کئے ہوئے ہے۔(۳۳) اور وہ بھی تو اللہ ہی ہے ۔جس نے رات اور دن بنائے اور چاند اور سورج بنائے اور یہ سب افلاک کے مابین تیرتے پھر رہے ہیں۔(۳۴) اور اے رسولؐ ہم نے آپؐ سے پہلے کسی بشر کے لئے ھمیشگی نہیں دی ہے تو اگر آپؐ مرجائیں تو کیا قریش ہمیشہ زندہ رہ سکیں گے؟ (۳۵) ہر جاندار مخلوق کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور اچھائیوں اور برائیوں کے ذریعہ سے ہم تمھیں آزماتے اور فتنہ کے سامنے رکھتے ہیں ۔ اور آخرکار تم کو ہماری طرف واپس لایا جانا ہے (۳۶) حقانیت کو چھپانے والے لوگ جب بھی آپؐ کو دیکھتے ہیں تو

کے لئے اچھا ریکارڈ چھوڑو ۔مگر وہ برابر اس کوشش میں مصروف رہے کہ جس طرح بھی ہوسکے قرآن اور قرآن والوںؐ کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو دنیا سے مٹا دیں اور ان کی امیدیں کبھی کمزور نہ پڑیں ۔ وہ مسلسل ناکامیوں کے باوجود آخری دم تک جان توڑ اور انتہائی کمینہ و بزدلانہ جدوجہد کرتے رہے ۔ ان کی ان کوششوں کی تفصیلات، ان کے منصوبے اور ان سے بچنے کے انتظامات کی تفصیلات کا مجموعہ ہے یہ قرآن۔ چنانچہ آیات (۱۰ / ۲۱، ۲۴ / ۲۱) میں یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ:

اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ
نہیں پکڑتے تجھ کو مگر ٹھٹھا کیا یہی ہے جو مذاق کرتا ہے معبودوں تمہارے کا اور وہ
بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝٣٦ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ
ساتھ ذکر اللہ کے وہی کافر ہیں پیدا کیا گیا ہے آدمی جلدی سے شتاب
سَاُورِیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝٣٧ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى
دکھاؤں گا میں تم کو نشانیاں اپنی پس مت جلدی کرو مجھ سے اور کہتے ہیں کب ہے
هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝٣٨ لَوْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
یہ وعدہ اگر ہو تم سچے کاش کہ جانیں وہ لوگ جو کافر ہوئے
حِیْنَ لَا یَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا
اس وقت کہ نہ روک سکیں گے منہ اپنے سے آگ اور نہ پیٹھ اپنی سے اور نہ
هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝٣٩ بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ
وہ مدد کئے جائیں گے بلکہ آجاوے گی ان کے پاس ناگہاں پس بھچکا کر دے گی ان کو
فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ۝٤٠ وَ لَقَدِ
پس نہ سکیں گے پھیر دینا اس کا اور نہ وہ ڈھیل دئے جاویں گے اور البتہ تحقیق
اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا
ٹھٹھا کیا گیا تھا ساتھ پیغمبروں کے پہلے تجھ سے پس گھیر لیا ان لوگوں کو ٹھٹھا کرتے تھے
مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٤١ ع قُلْ مَنْ
ان میں سے اس چیز نے کہ تھے ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے کہہ کون
یَّكْلَؤُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ
نگہبانی کرتا ہے تمہاری رات اور دن اللہ سے بلکہ وہ یاد
رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝٤٢ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ
پروردگار اپنے کی سے منہ پھیرنے والے ہیں۔کیا واسطے ان کے معبود ہیں کہ

مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا یہ ہی وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کو اپنے تذکروں میں بے اصل قرار دیتا رہتا ہے۔اور ان کا اپنا رویہ رحمٰن کے حقیقی تذکرے کو چھپاتے رہنے پر مبنی ہے۔ (٣٧) انسان کی تخلیق میں جلد بازی رکھی گئی ہے۔ میں عنقریب تمہیں اپنے معجزات دکھانے والا ہوں۔چنانچہ بہت جلدی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (٣٨) اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آیات دکھانے کا وعدہ آخر کب تک پورا ہوگا؟ سچے ہو تو پورا کر دکھاؤ (٣٩) کاش حقائق پر پردہ ڈالنے والوں کو اس وقت کا علم ہوتا کہ جب وہ نہ آگ میں جلنے سے اپنا منہ بچا سکیں گے اور نہ اپنی اپنی پشت بچا سکیں گے اور نہ انہیں کسی طرف سے کوئی مدد ہی ملے گی ۔ (٤٠) بلکہ وعدہ کا عذاب ان پر ناگہاں ٹوٹ پڑے گا اور انہیں اچانک دبوچ لے گا ۔ یہ نہ تو اسے ہٹا ہی سکیں گے اور نہ ہی ان کو مہلت مل سکے گی ۔ (٤١) تم سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا جاتا رہا ہے مگر وہ مذاق اڑانے والے لوگ اسی چیز کے چکر میں الجھ کر رہے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ۔ (٤٢) اے نبیؐ ان سے پوچھو کہ وہ کون ہے جو تم کو رات میں یا دن میں رحمٰن کے عذاب سے بچا سکتا ہو؟ مگر یہ لوگ پھر بھی اپنے رب کے ذکر سے روگردانی کرتے چلے جا رہے ہیں ۔ (٤٣) کیا وہ لوگ کچھ ایسے معبود رکھتے ہیں جو ہمارے مقابلہ میں ان کی مدد کر سکیں؟

(١) اس کتاب کو نازل کرنے کا حقیقی مقصد رسولؐ کی قوم کے اعمال و افکار کا ریکارڈ مرتب کرکے ساری دنیا کو ان کے تذکرے سے مستفید کرنا ہے ۔اور(٢) رسولؐ اللہ سے اعلان کرایا گیا کہ اس قرآن میں میرے سامنے کے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان ہی کی مانند سابقہ اقوام کے تذکرے بھی ہیں اور آخری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ :(٣) یہ قرآن تو یقیناً صرف تیرے اور تیری قوم کے ذکر کا حامل ہے اور جلدی ہی تم دونوں سے سوالات کئے جانے والے ہیں (زخرف ٤٤ / ٤٣)

تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ

منع کرتے ہیں ان کو ورے ہم سے نہیں کرسکتے مدد جانوں اپنی کو اور نہ وہ

مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ۝ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ

ہماری طرف سے رفاقت کئے جاتے ہیں بلکہ فائدہ دیا ہم نے ان کو اور باپوں ان کے کو

حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ

یہاں تک کہ دراز ہوگئی اوپر ان کے عمر کیا پس نہیں دیکھتے یہ کہ ہم آتے ہیں زمین پر

نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ

گھٹاتے اس کو کناروں اس کے سے کیا پس وہ غالب ہیں کہہ سوائے اس کے نہیں کہ

اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۖ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝

ڈراتا ہوں میں تم کو ساتھ وحی کے اور نہیں سنتے بہرے پکارنا جب ڈرائے جاتے ہیں

وَ لَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ

اور اگر لگ جاوے ان کو ایک بُو عذاب پروردگار تیرے کے سے البتہ کہیں گے

يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ

اے وائے ہم کو تحقیق ہم تھے ظالم اور رکھیں گے ہم ترازوئیں عدل کی دن

الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنْ كَانَ

قیامت کے پس نہ ظلم کیا جاوے گا کوئی جی کچھ اور اگر ہووے گا عمل آدمی کا

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝

برابر ایک دانے رائی کے لے آویں گے ہم اس کو اور کفایت ہیں ہم حساب لینے والے

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِيَآءً وَّ ذِكْرًا

اور تحقیق دیا ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو معجزہ اور روشنی اور نصیحت

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ

واسطے پرہیزگاروں کے وہ جو ڈرتے ہیں رب اپنے سے بن دیکھے اور وہ قیامت سے

وہ تو نہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہماری تائید ان کو حاصل ہے (۴۴) صحیح بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو اور ان کے آباؤ اجداد کو ہم زندگی کی تمام ضروریات فراہم کرتے چلے گئے یہاں تک کہ ان کی ایک مدت اور طویل عمر گزر گئی کیا یہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو کناروں کی طرف سے کم کرتے چلے آرہے ہیں پھر کیا یہ غالب آجانے والے ہیں (۴۵) ان کو بتا دو کہ میں تو تمہیں وحی کی مدد سے تمہارے برے اعمال پر متنبہ کرتا جا رہا ہوں مگر بہرے لوگ تو پکار کو سنتے ہی نہیں ہیں خواہ انہیں خبردار ہی کیوں نہ کر دیا جائے ۔ (۴۶) اور اگر تیرے پروردگار کے عذاب کی ان کو بو بھی آجائے تو فوراً چیخنے لگیں کہ ہائے ہماری کمبختی کہ ہم ہی احکامات خداوندی میں تحریف کیا کرتے تھے (مائدہ ۔۴۵ / ۵) (۴۷) قیامت کے دن ہم ٹھیک ٹھیک ناپ تول کرنے والے ترازو لگا دیں گے پھر کسی شخص پر زیادتی نہ ہوگی جس کا ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا ہم سامنے لے آئیں گے ۔اور حساب لینے کے لئے ہم کافی ہیں (۴۸) اور اس سے پہلے ہم نے موسیٰ و ہارونؑ کو فرقان اور روشنی عطا کی تھی اور ذکر مرحمت کیا تھا جس سے ان ذمہ دار و پرہیزگار لوگوں کی بھلائی اور ترقی مقصود تھی ۔ (۴۹) جو بلا دیکھے خدا سے غائبانہ نرم روی اختیار کریں ۔ اور اس گھڑی کا فکر رکھیں جس دن سب سے

مطلب صاف ہے کہ قرآن میں پہلے قریشی قسم کی ذہنیت کا تدارک اور روک تھام پر حالات اور قوانین ہیں ۔۲۔اس کے بعد ان سے دفاع اور تحفظ کا انتظام مذکور ہے (۳) اس کے بعد نوع انسان کو آفاقی و لامحدود ترقی کرانے کے قوانین و ہدایات ہیں ۔ (۴) پھر دونوں طرف کے ہیرو اور ان کی کوشش و قربانیاں ریکارڈ کی گئی ہیں ۔ان کی غداریاں اور ان کی وفاداریاں و جان نثاریاں بیان ہوئی ہیں ۔مختصراً قرآن کے موضوع صرف دو ہیں (اوّل) رسولؐ (دوم) رسولؐ کی قوم ۔

مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ

ڈرتے ہیں اور یہ ذکر ہے برکت والا اتارا ہے ہم نے اس کو کیا پس تم اس کے

مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَ لَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ

منکر ہو اور البتہ تحقیق دی ہم نے ابراہیمؑ کو ہدایت اس کی پہلے اس سے

وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ ج اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ

اور تھے ہم اس کو جاننے والے جب کہا اس نے واسطے باپ اپنے کے اور

قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾

قوم اپنی کے کیا ہیں یہ صورتیں کہ تم واسطے ان کے اعتکاف کرنے والے ہو

قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

کہا انہوں نے پایا ہم نے باپوں اپنوں کو واسطے ان کے عبادت کرنے والے

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْۤا

کہا البتہ تحقیق تھے تم اور باپ تمہارے بیچ گمراہی ظاہر کے کہا انہوں نے

اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ

کیا لایا ہے تو ہمارے پاس حق یا ہے تو کھیلنے والوں سے کہا بلکہ

رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۫ۖ وَ

پروردگار تمہارا پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا ہے جس نے پیدا کیا ان کو اور

اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَ تَاللّٰهِ

میں اوپر اس بات کے شاہدوں سے ہوں اور قسم ہے اللہ کی

حساب لیا جائے گا ۔ (۵۰) اور یہ وہ ذکر مبارک ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے کیا تم اسی کے منکر ہو ؟ (۵۱) اور حقیقت یہ ہے کہ اس ذکر مبارک سے پہلے جب ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی جوانی تک پہنچایا تو ہم انہیں باقاعدگی سے جانتے تھے ۔ (۵۲) اور جب انہوں نے اپنے والد اور اس کی قوم سے کہا تھا کہ یہ کیا بے جان مجسمے ہیں جن کی عبادت میں لگے رہتے ہو ؟ (۵۳) انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو مسلسل ان مجسموں کی عبادت میں مصروف پایا تھا لہٰذا ان کی عقل و علم کے اعتماد پر ہم بھی ان کی عبادت کرتے ہیں (۵۴) ابراہیمؑ نے کہا کہ نہ صرف تم بلکہ تمہارے آباؤ اجداد بھی کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا رہتے چلے آئے ہو۔ (۵۵) انہوں نے کہا کہ اے ابراہیمؑ کیا تم ہمارے پاس واقعی کوئی حقیقی تعلیم لے کر آئے ہو یا یوں ہی بچگانہ مذاق کر رہے ہو (۵۶) ابراہیمؑ نے کہا کہ مذاق نہیں بلکہ حقیقت صرف اس قدر ہے کہ تمہارا پروردگار وہی ہے جو آسمانوں کا اور زمینوں کا پروردگار ہے اور جس نے انہیں پیدا کر کے مخصوص فطرت ان کو عطا کی ہے اور اس حقیقت پر میں بذات خود تمہارے سامنے شہادت دیتا ہوں (۵۷) اور خدا کی قسم

(۲) آیت (۵۶ / ۲۱) حضرت ابراہیمؑ کی پوزیشن سے مقام محمدیؐ کا تعین کریں ۔

اس آیہ مبارکہ (۵۶ / ۲۱) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ وہ ان حضرات میں سے ایک ہیں جن کے سامنے یہ زمین اور آسمان پیدا کئے گئے اور ان کو ان کی خصوصیات عطا کی گئی تھیں اور یہ کہ اللہ ان کی نشوونما ، بقا اور ترقی کا انتظام (ربوبیت) اسی طرح کرتا چلا آیا ہے جیسے انسانوں کی ربوبیت کرتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ علم بالواسطہ تھا ۔ قرآن کی شہادت کے مطابق انہیں اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت (مَلَكُوتَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ﴿۷۵﴾ الأنعام) ضرور دکھائی تھی تاکہ وہ بھی حقیقی یقین و اطمینان رکھنے والوں میں سے ایک ہو جائیں (وَلِيَكُونَ مِنَ ٱلْمُوقِنِينَ ﴿۷۵﴾ الأنعام) لیکن تخلیق کائنات کے وقت ان کا عینی شاہد ہونا قرآن سے ثابت نہیں ۔ اور ان کے مندرجہ بالا دعوے سے ایسے افراد ثابت ہیں جو تخلیق مخلوقات و کائنات و عرش و کرسی پر چشم دید گواہ ہوں ۔ اور یہاں تک بار بار ثابت ہوا ہے کہ اوّلین مخلوق اور اوّلین عابد اور اوّلین نذیر محمدؐ ہیں اور وہی ہر مخلوق کے ہادی ہیں اور ان کی پیدائش کے وقت ہی نہیں بلکہ کروڑوں اربوں سال پہلے سے

میں تمہارے ان مجسموں کے معاملہ میں ایک فریبی چال چلنے والا ہوں مگر جب تم انہیں چھوڑ کر پیٹھ پھرا کر اپنی ولایت کی طرف پلٹ جاؤ گے ۔ (۵۸) ابراہیمؑ نے بڑے مجسمے کے علاوہ سب کو چکنا چور کر ڈالا تاکہ شاید اُس سے جواب طلب کریں (۵۹) انہوں نے کہا وہ کون ہے جس نے ہمارے معبودوں کا یہ حال کرڈالا یقیناً وہ سخت غلط کار ہے ۔ (۶۰) لوگوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان کو مجسموں کی برائی کرتے سنا تھا اسے ابراہیمؑ کہا جاتا ہے (۶۱) اہل کاروں نے کہا کہ اسے لوگوں کے سامنے حاضر کیا جائے تاکہ باز پرس پر سب گواہ رہیں (۶۲) ابراہیمؑ کو حاضر کیا گیا تو انہوں نے پوچھا کیوں اے ابراہیمؑ کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے (۶۳) اس نے جواب دیا بلکہ یہ سب کچھ ان کے سردار نے کیا ہے اگر یہ بولتے ہوں تو ان سے ہی دریافت کرلو ۔ (۶۴) یہ سن کر وہ لوگ اپنے اپنے ضمیر سے متوجہ ہوئے اور دلوں کے اندر یہ فیصلہ کیا کہ واقعی تم خود ہی غلط کار ہو (۶۵) مگر پھر بھی انہوں نے سرجھکا کر یہ کہا کہ تم تو پہلے سے جانتے ہو کہ یہ مجسمے بات نہیں کرسکتے ۔ (۶۶) یوں قائل کرکے ابراہیمؑ نے کہا کہ اس کے باوجود بھی تم اللہ کے علاوہ ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو تمہیں نفع اور نقصان بھی پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتیں ۔ (۶۷) تم پر بھی پھٹکار اور جنہیں تم اللہ کے علاوہ پوجتے ہو ان پر بھی افسوس ہے کیا تم لوگ

لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾

البتہ میں بدی کروں گا بتوں تمہارے سے پیچھے اس کے کہ پھر جاؤ تم پیٹھ پھیر کے

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾

پس کیا ان کو ٹکڑے ٹکڑے مگر ایک بڑے ان کے کو تو کہ وہ طرف اس کی پھر آویں

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ

کہا انہوں نے کس نے کیا یہ ساتھ معبودوں ہمارے کے تحقیق وہ البتہ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ

ظالموں سے ہے کہا انہوں نے کہ سنا ہے ہم نے ایک جوان کو کہ ذکر کرتا تھا ان کا

يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ

کہتے ہیں اس کو ابراہیم کہا انہوں نے پس لے آؤ اس کو روبرو آنکھوں لوگوں کے

لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا

تو کہ وہ دیکھیں کہا انہوں نے کیا تو نے کیا ہے یہ ساتھ معبودوں ہمارے کے

يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ

اے ابراہیمؑ کہا بلکہ کیا ہے اس کو بڑے ان کے نے کہ یہ ہے پس پوچھو ان سے

اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ

اگر ہیں بولتے پس پھر آئے طرف جی اپنے کے پس کہا انہوں نے تحقیق تم ہی ہو

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ

ظالم پھر الٹے کئے گئے اوپر سروں اپنے کے البتہ تحقیق جانتا ہے تو کہ نہیں یہ

يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ

بولتے کہا کیا پس عبادت کرتے ہو تم سوائے اللہ کے اس چیز کی کہ نہ نفع دے

شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ

تم کو کچھ اور نہ ضرر دے تم کو تف ہے تم کو اور اس چیز کو کہ عبادت کرتے ہو تم

شہید و شاہد تھے اور کائنات کا ہر ذرہ ان کے روبرو پیدا کیا گیا تھا۔ وہی ہر مخلوق کے نذیر تھے ۔ وہی تخلیق کے ساتھ ساتھ اللہ کی مرضی کے مطابق ہدایت کرتے جاتے تھے (طٰہٰ ۵۰ / ۲۰) وہی ہر مخلوق کے لئے رحمت تھے ۔ ایسا نہیں ہوا کہ کچھ زمانہ اس کائنات اور اس کی مخلوقات پر ایسا گزرا ہے کہ مخلوق تو موجود تھی مگر وہ رحمتِ خداوندی سے محروم تھی ۔اور محمدؐ بارہ ہیں ۔جن حضرات کو شاہد کے معنی میں گنجائش انکار نظر آئے ان سے کہئے کہ آیت (۲۱/۶۱) شاہد کے معنی بتانے کے

عقل سے بالکل کام نہیں لیتے ہو؟ (۶۸) انہوں نے کہا کہ ابراہیمؑ کو جلا کر خاک کر دو ۔ اور اگر کر سکتے ہو تو اس طرح اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ (۶۹) اُدھر ہم نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ تو ابراہیمؑ کے لئے ٹھنڈک بن جا اور اسے سلامت رکھ۔ (۷۰) اور ان کا ارادہ تو یہ تھا کہ وہ ابراہیمؑ کی راہ روکنے کے لئے بڑی مکارانہ چال چلیں مگر ہم نے الٹا ان کو ہی سب سے زیادہ زیاں کار بنا کر چھوڑا ۔ (۷۱) اور ہم نے ابراہیمؑ اور لوطؑ کو ایسی زمین میں نجات دی جس میں ہم نے برکت پیدا کی تھی کہ وہ تمام جہانوں کو برکت سے مالا مال کرے (۷۲) اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ بخشا تھا اور یعقوبؑ کا مزید اضافہ کیا تھا اور سب کے سب کو ہم نے صالح بنایا تھا ۔ (۷۳) اور ہم نے انہیں امامؑ بنایا تھا اور وہ ہمارے حکم سے ہدایات دیتے تھے ۔اور انہیں اختیارات بڑھانے کی وحی کی تھی اور نماز قائم کرانے اور زکوۃ ادا کرانے کا حکم دیا تھا اور وہ سب ہمارے لئے عبادت گزار بندے تھے ۔ (۷۴) اور لوؑط کو بھی ہم نے حکومت اور علم دیا تھا۔اور اسے اس بستی سے نجات دی تھی جس میں نہایت گندے اور ناپاک کام ہوا کرتے تھے ۔ یقیناً وہ قوم احکاماتِ خداوندی کو خالص استعمال نہ کرتے تھے (مائدہ ۔۴۷ / ۵ ۔فاسق) (۷۵) اور ہم نے لوؑط کو اپنی رحمت کی آغوش میں داخل کیا تھا یقیناً وہ صالح تھا (۷۶) اور نوحؑ کے ساتھ بھی

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْٓا

سوائے اللہ کے کیا پس نہیں عقل پکڑتے کہا انہوں نے جلاؤ تم اس کو اور مدد دو

اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا

معبودوں اپنوں کو اگر ہو تم کرنے والے کہا ہم نے اے آگ ہو جا تو ٹھنڈی

وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ

اور سلامتی اوپر ابراہیمؑ کے اور ارادہ کیا ساتھ اس کے مکر کا پس کیا ہم نے ان ہی کو

الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ

زیاں پانے والے اور نجات دی ہم نے اس کو اور لوطؑ کو طرف اس زمین کی کہ

بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ وَ

برکت دی تھی ہم نے بیچ اس کے واسطے عالموں کے اور دیا ہم نے اس کو اسحاقؑ اور

يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً

یعقوبؑ زیادتی اور ہر ایک کو کیا ہم نے صالح اور کیا ہم نے ان کو پیشوا

يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ

ہدایت کرتے تھے ساتھ حکم ہمارے کے اور وحی کی ہم نے طرف ان کی کرنا

الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا

بھلائیوں کا اور برپا رکھنا نماز کا اور دینا زکوٰۃ کا اور تھے واسطے ہمارے

عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَ لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ

عبادت کرنے والے اور لوطؑ کو دیا ہم نے اس کو حکم اور علم اور نجات دی ہم نے

مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ

اس کو اس بستی سے کہ کرتے تھے کام گندے تحقیق وہ تھے قوم بری

فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَ

بدکار اور داخل کیا ہم نے اس کو بیچ رحمت اپنی کے تحقیق وہ صالحوں سے تھا اور

لیے موجود ہے ۔ وہ کہتی ہے کہ جس شاہد کا تذکرہ کیا جا رہا ہے ان کو پہلے سے بلا کر حاضر رکھا جاتا ہے اور پھر وہ حاضرین اصل صورت حال اور بیانات کو اپنے کانوں سے سنتے ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں ۔تب انہیں شاہدین کہا جائے گا ۔یعنی وہ حاضر و ناظر گواہ ہوتے ہیں ۔ چشم دید شاہد ہوتے ہیں نہ کہ صرف شنیدہ، شنیدہ کے بود مانند دیدہ؟

نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ

نوحؑ کو ہدایت کی جس وقت کہ پکارا پہلے اس سے پس قبول کیا ہم نے واسطے اس کے

فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۚ﴿۷۶﴾ وَ نَصَرْنٰهُ

پس نجات دی ہم نے اس کو اور اہل اس کے کو سختی بڑی سے اور مدد دی ہم نے

مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ

اس کو اس قوم سے کہ وہ جھٹلاتے تھے نشانیوں ہماری کو تحقیق وہ تھے قوم بری

فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ

پس ڈبو دیا ہم نے ان سب کو اور داؤدؑ و سلیمان علیہما السلام کو ہدایت دی جس وقت

يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ

حکم کرتے تھے دونوں بیچ کھیتی کے جس وقت کہ چُگ گیا بیچ اس کے ریوڑ ایک قوم کا

وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ۙ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَ

اور تھے ہم واسطے حکم ان کے کے شاہد۔ پس سمجھا دیا ہم نے وہ سلیمان کو اور

كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ۫ وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ

ہر ایک کو دیا ہم نے حکم اور علم اور مسخر کیا ہم نے ساتھ داؤدؑ کے پہاڑوں کو

يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَ عَلَّمْنٰهُ

تسبیح کہتے تھے اور جانوروں کو اور تھے ہم کرنے والے اور سکھلائی ہم نے اس کو

صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ

کاری گری ایک پہناوے تمہارے کی تو کہ بچاوے تم کو لڑائی تمہاری سے پس کیا ہو تم

شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ

شکر کرنے والے اور واسطے سلیمان کے باؤ تند کو مسخر کیا چلتی تھی ساتھ حکم اس کے

اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾

طرف اس زمین کی کہ برکت دی تھی ہم نے بیچ اس کے اور ہیں ہم ہر چیز کو جاننے والے

ایسا ہی ہوا جب اس نے ان سب سے پہلے ہمیں پکارا تھا تو ہم نے اس کی پکار کو شرف قبولیت بخشا تھا اور اسے اور اس کے گھر والوں کو بہت بڑی تکلیف سے نجات دی تھی۔ (۷۷) اور اس قوم کے مقابلہ میں اس کی مدد کی تھی جس نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ بہت ہی برے لوگ تھے۔ چنانچہ ہم نے ان سب کو ایک طرف غرق کر دیا تھا۔ (۷۸) اور اسی نعمت سے ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو نوازا تھا ایک وقت وہ تھا جب داؤدؑ اور سلیمانؑ کھیت کے مقدمہ کا فیصلہ کر رہے تھے جس میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کے بکریوں کے ریوڑ فصل کھا گئے تھے۔ اور ہم ان کے عدالتی عمل کو دیکھنے میں خود شاہد تھے۔ (۷۹) چنانچہ ہم نے سلیمانؑ کو صحیح فیصلہ سمجھا دیا تھا اور ہم نے ان سب کو حکومت اور علم عطا کیا تھا۔ داؤدؑ کے ساتھ ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا جو ان کے ساتھ عبادت کرتے تھے اور یہ سب کچھ ہم ہی کرا رہے تھے۔ (۸۰) اور ہم نے داؤدؑ کو جنگی لباس بنانے کا ہنر سکھا دیا تھا تاکہ تمہیں جنگ کے دوران زخموں سے بچائے پس کیا تم اب بھی شکر گزاری نہ کرو گے۔ (۸۱) اور سلیمانؑ کے لئے آندھیاں اور طوفانی ہوائیں مطیع تھیں جو اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف آنے جانے کے لئے چلتی تھیں جس کو ہم نے برکت والی بنایا تھا اور ہم ان تمام کاموں اور حالتوں کا علم رکھتے تھے۔

(۳) انبیاؑ علیہم السلام کے اس مختصر تذکرے میں سردار الانبیاؐ کو فراموش نہ کیجئے۔

ان آیات (۹۳ تا ۵۱ / ۲۱) میں نہایت اختصار کے ساتھ چند چھوٹے بڑے انبیاءؑ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسے پڑھتے ہوئے یہ مصرعہ ذہن میں رکھیں۔ حسن یوسفؑ، دم عیسٰیؑ ید بیضا داری   آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وَ مِنَ الشَّیٰطِیۡنِ مَنۡ یَّغُوۡصُوۡنَ لَهٗ وَ یَعۡمَلُوۡنَ

اور شیطانوں میں سے مسخر کئے وہ جو غوطہ مارتے تھے واسطے اس کے اور کرتے تھے

عَمَلًا دُوۡنَ ذٰلِكَ ۚ وَ کُنَّا لَهُمۡ حٰفِظِیۡنَ ﴿۸۲﴾ۙ وَ اَیُّوۡبَ

کام بہت سوائے اس کے اور تھے ہم واسطے ان کے نگہبان اور ایوبؑ کو ہدایت دی

اِذۡ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ

جس وقت پکارا اس نے رب اپنے کو تحقیق مجھ کو پہنچی ہے ایذا اور تو بہت مہربان ہے

الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۸۳﴾ۚۖ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَکَشَفۡنَا

سب مہربانی کرنے والوں سے پس قبول کیا ہم نے واسطے اس کے پس کھول دی ہم نے

مَا بِهٖ مِنۡ ضُرٍّ وَّ اٰتَیۡنٰهُ اَهۡلَهٗ وَ مِثۡلَهُمۡ

جو کچھ تھی اس کو ایذا اور دی ہم نے اس کو اولاد اس کی اور مانند ان کی

مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَ ذِکۡرٰی لِلۡعٰبِدِیۡنَ ﴿۸۴﴾ وَ

ساتھ ان کے مہربانی اپنی طرف سے اور نصیحت واسطے عبادت کرنے والوں کے اور

اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِدۡرِیۡسَ وَ ذَا الۡکِفۡلِ ؕ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۸۵﴾ۚۖ

اسماعیلؑ کو اور ادریسؑ کو اور ذالکفل کو ہدایت دی وہ ہر ایک تھا صبر کرنے والوں سے

وَ اَدۡخَلۡنٰهُمۡ فِیۡ رَحۡمَتِنَا ؕ اِنَّهُمۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۶﴾ وَ

اور داخل کیا ہم نے ان کو بیچ رحمت اپنی کے تحقیق وہ تھے صالحوں سے اور

(۸۲) جنات کو ان کا مطیع بنا رکھا تھا۔ جن میں سے کچھ تو سمندروں میں غوطہ لگانے اور مفید چیزیں نکالنے پر تعینات تھے اور باقی تمام کاموں کے لئے متعین تھے اور ہم ان کی نگہبانی کیا کرتے تھے ۔ (۸۳) اور ایوبؑ کو بھی اسی طرح ہدایات دی تھیں جس وقت اس نے اپنے رب کو پکار کر کہا کہ مجھے ضرر سے پالا پڑ گیا ہے اور حالانکہ تو تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے ۔ (۸۴) چنانچہ ہم نے اس کی پکار کو قبول کر لیا اور اس سے ہر قسم کی تکلیف اور ضرر کو دور کر دیا اور اسے ایک عمدہ خاندان عطا کیا اور اس خاندان کے مانند اس کے ساتھ اور بھی بہت کچھ دے دیا اور اپنی رحمت میں سے مخصوص حصہ دیا اور تمام عبادت گزاروں کے لئے نصیحت عطا کی ۔ (۸۵) اور اسمٰعیلؑ کو اور ادریسؑ کو اور ذوالکفلؑ کو بھی اسی طرح نوازا تھا اور وہ سب حقیقی صبر کرنے والوں میں سے تھے۔ (۸۶) اور ہم نے ان کو بھی اپنی رحمت میں داخل کیا تھا یقیناً وہ سب صالح تھے ۔ (۸۷) اور

اور یقین فرما لیں کہ روز ازل سے کائنات کا ہر ذرہ ہر قوت ہر مخلوق آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور مطیع اور سجدہ ریز رہتی چلی آئی ہے ۔ لیکن جن لوگوں نے اس قرآن اور اس کی تعلیمات کو غصب کیا انہوں نے آنحضرؐت کو اپنے ایسا بشر، محتاج اور ان پڑھ مشہور کئے اور کہا کہ انہیں قرآن کے سوا کوئی اور معجزہ ملا تھا نہ کوئی فوق الانسان طاقت و اختیار ملا تھا۔

(۳ ۔ الف) تمام سابقہ انبیا و رسل علیہم السلام آنحضرؐت کی اُمت میں داخل ہیں ۔

آخر کار انبیاؑ علیہم السلام اور ان کی ازواج و اولاد اور ان کے آباؤ اجداد سلام اللہ علیہم کے اس تذکرے میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ یہ تمام حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اوّلین اور حقیقی اُمت تھے (۹۲ / ۲۱)اور ساری اُمت اسلامیہ جانتی اور مانتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اس اُمت میں عملاً شمولیت کی تمنا کی تھی ۔ چنانچہ انہیں حضرت ادریس و خضر وغیرہ علیہم السلام کی طرح زندہ رکھا گیا اور وہ امام آخر الزمان حضرت مہدی بن الحسن العسکری علیہم السلام کی قیادت میں جہاد و نماز قائم کریں گے ۔ اسی سلسلے میں یہ حقیقت بھی واضح کر دی گئی ہے کہ :

(۴) رسوؐل کی قوم نے تمام انبیاؑ کے لائے ہوئے دین میں قطع برید سے تفرقہ ڈالا تھا۔

رسوؐل اللہ کے مخاطبین نے اپنے اختیار کردہ دین میں مختلف مقاصد پورے کرنے کے لئے آپس میں قطع برید کر کے وہ راہیں کھول دی تھیں جن سے اسلام سینکڑوں فرقوں اور مذہبوں میں تقسیم ہوتا چلا جائے (۹۳ / ۲۱)

ذَا النُّوۡنِ اِذۡ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ
مچھلی والے یعنی یونسؑ کو ہدایت کی جس وقت گیا غصہ کھا کر پس جانا یہ کہ ہرگز نہ
نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ
تنگ پکڑیں گے ہم اوپر اس کے پس پکارا بیچ اندھیروں کے یہ کہ نہیں کوئی معبود مگر
اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ‌ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۚ‌ۖ ﴿۸۷﴾ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ ۙ وَ
تو پاکی ہے تجھ کو تحقیق میں تھا ظالموں سے پس قبول کیا ہم نے واسطے اس کے اور
نَجَّيۡنٰهُ مِنَ الۡغَمِّ‌ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـنۡجِى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸۸﴾
نجات دی ہم نے اس کو غم سے اور اسی طرح نجات دیتے ہیں ہم ایمان والوں کو
وَ زَكَرِيَّاۤ اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ
اور ہدایت دی ہم نے زکریاؑ کو جس وقت کہ پکارا اس نے پروردگار اپنے کو
رَبِّ لَا تَذَرۡنِىۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ ۚ‌ۖ ﴿۸۹﴾ فَاسۡتَجَبۡنَا
اے پروردگار میرے مت چھوڑ مجھ کو اکیلا اور تو بہتر وارثوں کا ہے پس قبول کیا ہم نے
لَهٗ وَوَهَبۡنَا لَهٗ يَحۡيٰى وَاَصۡلَحۡنَا لَهٗ
واسطے اس کے اور دیا ہم نے اس کو یحییٰؑ اور درست کر دیا ہم نے واسطے اس کے
زَوۡجَهٗ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا يُسٰرِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ وَيَدۡعُوۡنَنَا
بی بی اس کی کو تحقیق وہ تھے جلدی کرتے بیچ بھلائیوں کے اور پکارتے تھے ہم کو
رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوۡا لَنَا خٰشِعِيۡنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِىۡۤ
رغبت سے اور ڈر سے اور تھے واسطے ہمارے عاجزی کرنے والے اور ہدایت دی
اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا
اس عورت کو کہ محافظت کی اس نے شرمگاہ اپنی کی پس پھونک دیا ہم نے بیچ اس کے
مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖۤ
روح اپنی کو اور کیا ہم نے اس کو اور بیٹے اس کے کو نشانی واسطے عالموں کے تحقیق یہ ہے

یونسؑ مچھلی والے کو بھی ہدایت کی تھی اس حالت میں جب وہ ہم سے ناراض ہوکر چلا گیا تھا۔ اور خیال کیا تھا کہ ہم اس کے ساتھ برا سلوک نہ کریں گے چنانچہ جب اسے مچھلی نگل گئی تو اس نے مچھلی کے پیٹ کے اندر گھپ اندھیرے سے پکارا یہ کہ نہیں کوئی اور معبود مگر صرف تو ہی معبود ہے پاکی و حمد و ثنا تیرے لئے ہے یقیناً میں غلط کاروں میں سے ہوگیا تھا۔ (۸۸) چنانچہ ہم نے اس کی پکار کو درجہ قبولیت عطا کیا اور اسے غم سے نجات دی اسی طرح ہم مومنین کو نجات دیا کرتے ہیں۔ (۸۹)اور زکریاؑ نے بھی اپنے رب کو پکار کر کہا تھا کہ اے میرے پروردگار مجھے تنہائی کے انتشار میں مبتلا نہ کرنا اور تو ہی تمام وارثوں سے بہتر وارث ہے۔ (۹۰) بہرحال ہم نے اس کی پکار کو بھی درجہ قبولیت عطا کیا اور اسے یحییٰؑ جیسا بیٹا بخشا اور اس کی زوجہ کی صحت و تندرستی کو استحکام دیا یقیناً یہ سب نیک کاموں میں جلدی کرنے والے تھے اور ہم سے نہایت رغبت اور رہبانیت (ترک لذات کے ساتھ) دعا کیا کرتے تھے۔ اور ہمارے روبرو بہت عاجز رہا کرتے تھے۔(۹۱) اور وہ خاتون جس نے اپنی نسوانیت کو اچھوتا رکھا تھا ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونک دیا تھا۔ اور اسے اور اس کے بیٹے کو تمام جہانوں کے لئے معجزہ بنا دیا تھا۔ (۹۲) اے رسولؐ یہ تمام انبیاءؑ اور ان کے اہل و عیال یقیناً

اور یہ سب کچھ نزول قرآن کے دوران ہی کر چکے تھے۔ اسی منصوبے کو واضح کرنے کے لئے یہ فرمایا گیا تھا کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کرکے رکھ دیا ہے (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور اللہ نے جواب میں فرمایا تھا کہ یہ پہلی اُمت نہیں جس نے یہ مجرمانہ حرکت کی ہے بلکہ ہر نبیؑ کی اُمت کے جرائم پیشہ لوگ یہی کرتے رہے ہیں (۳۱ / ۲۵)۔

تمہاری اُمت ہیں اور اُمت بھی یگانہ اُمت ہیں اور میں تم سب کا پیدا کرنے ترقی دینے والا اور نشوونما کا ذمہ دار ہوں چنانچہ تم سب میری عبادت کرو۔ (۹۳) اور تمہاری قوم نے اپنے اپنے اختیار کردہ دین اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرلیا اور آپس میں بانٹ لیا مگر ان سب کو بھی ہماری طرف پلٹنا ہوگا (۹۴) اور جو کوئی صالحات پر عامل رہے اور وہ مومن بھی ہو اس کی کسی بھی کوشش پر بے قدری اور ناشکری کا سلوک نہ کیا جائے گا اور ہم ایسے مومنین کے ہر نیک تصور، کوشش اور اقدام کو خود لکھتے ہیں۔ (۹۵) اور جس بستی کو ہم نے عذاب سے تباہ کردیا ہو اس کے لئے دوبارہ دنیا میں رجعت کے لئے واپسی حرام ہوچکی ہے۔ (۹۶) یہاں تک کہ جب یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے نکل کھڑے ہوں گے۔ اور (۹۷) وعدہ برحق کے پورا ہونے کا وقت قریب آلگے گا تو یکایک ان کی آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی جو حق کو چھپایا کرتے تھے۔ اور کہیں گے کہ ہائے ہماری شامت ہم اس صورت حال سے غافل رہے بلکہ ہم تو سراسر خطاکار و ظالم تھے۔ (۹۸) حقیقت یہ ہے کہ تم بھی اور وہ تمہارے معبود بھی جنہیں تم اللہ کے علاوہ

اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَ

اُمت تمہاری اُمت ایک اور میں ہوں پروردگار تمہارا پس عبادت کرو میری اور

تَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۶ / ۱۸ / ۶

کاٹ لیا انہوں نے کام اپنا درمیان اپنے ہر ایک طرف ہماری پھر آنے والے ہیں

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ

پس جو کوئی کام کرے اچھے اور وہ ایمان والا ہو پس نہیں ناقدردانی

لِسَعْيِهٖ ۚ وَ اِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَ حَرٰمٌ عَلٰى

واسطے سعی اس کی کے اور تحقیق ہم واسطے اُس کے لکھنے والے ہیں اور لازم ہے اوپر

قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا

اس بستی کے کہ ہلاک کیا ہم نے اس کو یہ کہ وہ نہیں پھرتے یہاں تک کہ جب

فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

کھولے جاویں گے یاجوج اور ماجوج اور وہ ہر اونچان سے دوڑتے ہوں گے

وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ

اور نزدیک آوے وعدہ سچا پس ناگہاں وہ چڑھ رہی ہیں آنکھیں ان لوگوں کی

كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ

کہ کافر ہوئے کہتے ہوں گے اے وائے ہم کو تحقیق تھے ہم بیچ غفلت کے

مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اس سے بلکہ تھے ہم ظالم تحقیق تم اور جس چیز کو عبادت کرتے ہو سوائے

(۵) آیات (۱۰۰ تا ۹۸ / ۲۱) میں لیڈر پرست لوگوں کو جہنم پر وارد کرنا یعنی داخل کرنا۔

ان آیات میں اسلام کے مخالف لیڈروں کا مستقلاً جہنم میں جانا کوئی قابل حیرت بات نہیں ہے، اس پر تمام علما متفق ہیں۔ قابل حیرت بات وہ ترجمہ ہے جو باوجودیکہ ایک ہی لفظ ہونے کے اس لئے مختلف کیا گیا ہے کہ اپنے جرائم پیشہ بزرگوں کو جہنم سے بچا لیا جائے اور پھر اسی لفظ کی بنا پر غیروں کو جہنم میں جانے دیا۔ آیئے پہلے غیروں کے سلسلے میں اس لفظ کو اور اس کے مودودی ترجمے کو دیکھا جائے اللہ نے فرمایا ہے کہ :۔

علامہ مودودی کا ترجمہ: (ا) "بے شک تم اور تمہارے وہ معبود جنہیں تم پوجتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں۔ وہیں تم کو جانا ہے (أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ) اگر یہ واقعی خدا ہوتے تو وہاں نہ جاتے" (مَّا وَرَدُوهَا (۹۹-۹۸ / ۲۱)

لفظ "وارد" کے معنی: یہاں نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ ان دونوں آیات میں علامہ نے دونوں جگہ لفظ "وارد" کے معنی جہنم میں جانا کئے ہیں یعنی "وہیں تم کو جانا ہے" اور "وہاں نہ جاتے" میں "وہیں" جہنم کو کہا ہے اور "وہاں" بھی جہنم

پوجتے تھے جہنم کا ایندھن بنوگے اور تمہیں اسی میں جانا ہے ۔ (۹۹) اگر یہ لیڈر یا لیڈروں کے مجسمے قابل عبادت و اطاعت ہوتے تو جہنم میں ڈالے جاتے نہ وہاں ہمیشہ رہتے ۔ (۱۰۰) جہنم میں ان کی ایسی چیخیں بلند رہیں گی کہ انہیں کان پڑی آواز بھی سنائی نہ دے گی (۱۰۱) رہ گئے وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے پہلے ہی سے اچھائیاں طے کردی گئی ہیں۔ وہ لوگ جہنم سے بہت دور رکھے جائیں گے (۱۰۲) اتنی دور کہ وہ جہنم کی سرسراہٹ بھی نہ سن سکیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اپنی پسندیدہ چیزوں سے مالا مال رہیں گے ۔

اللّٰہِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنۡتُمۡ لَهَا وٰرِدُوۡنَ ﴿۹۸﴾ لَوۡ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً

اللہ کے پتھر ہیں دوزخ کے تم اس کے پاس آنے والے ہو اگر ہوتے یہ معبود

مَّا وَرَدُوۡهَا ؕ وَ كُلٌّ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمۡ

نہ آتے اس پاس اور ہر ایک بیچ اس کے ہمیش رہنے والے ہیں واسطے ان کے

فِيۡهَا زَفِيۡرٌ وَّ هُمۡ فِيۡهَا لَا يَسۡمَعُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ

بیچ اس کے چلانا ہے اور وہ بیچ اس کے نہ سُنیں گے تحقیق وہ لوگ کہ

سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنۡهَا

پہلے ہو چکا ہے واسطے ان کے ہماری طرف سے وعدہ نیک یہ لوگ اس سے

مُبۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا يَسۡمَعُوۡنَ حَسِيۡسَهَا ۚ وَ هُمۡ فِىۡ مَا اشۡتَهَتۡ

دور کئے گئے ہیں نہیں سنیں گے کھٹکا اس کا اور بیچ اس چیز کے کہ چاہیں گے

ہی کو قرار دیا ہے ۔اور یہ معنی و مراد بالکل صحیح ہیں اور علما کی کثرت مع ہمارے اس پر متفق ہے یہی لفظ جب علامہ کے لیڈروں کے حق میں استعمال ہوا تو اس کے ترجمے میں لفظ ''وارد'' کو بلا ترجمہ چھوڑ کر وارد ہی لکھ دیا اور مطلب یہ لیا کہ وہاں جہنم میں داخلہ مقصود نہیں بلکہ تفریحاً یا تنبیہاً جہنم کے پاس لانا اور واپس لے جا کر جنت میں داخل کرنا ہے دیکھئے ۔

علامہ مودودی کا ترجمہ : (۲) ''تیرے رب کی قسم ہم ضرور ان سب کو اور ان کے ساتھ شیاطین کو بھی گھیر کر لائیں گے ۔ پھر جہنم کے گرد لا کر انہیں گھٹنوں کے بل گرا دیں گے ۔پھر ہر گروہ میں سے ہر اس شخص کو چھانٹ لیں گے جو رحمان کے مقابلے میں زیادہ سرکش بنا ہوا تھا پھر یہ ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے کون سب سے بڑھ کر جہنم میں جھونکے جانے کا مستحق ہے (اے رسوؐل کی قوم یا اے رسوؐل کے مخاطب تمام لوگو۔احسنؔ) تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو جہنم پر وارد نہ ہو ۔ یہ تو ایک طے شدہ بات ہے جسے پورا کرنا تیرے رب کا ذمہ ہے ۔پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو متقی تھے اور ظالموں کو اسی میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے ۔''(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۷۷آیات مریمؑ ۲۷ تا ۶۸ / ۱۹)

علامہ کی وضاحت سے پورا مطلب سمجھنا ہو گا ۔

علامہ کی تشریح پڑھنے کے بعد ان کا ذاتی مقصد سمجھنے میں آسانی ہوگی چنانچہ وہ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ : ''وارد ہونے کے معنی بعض روایات میں داخل ہونے کے بیان کئے گئے ہیں ۔مگر ان روایات میں سے کسی کی سند بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک قابل اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچتی ۔ اور پھر یہ بات قرآن مجید اور ان کثیر التعداد صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے جن میں ''مومنین صالحین'' کے دوزخ میں جانے کی قطعی نفی کی گئی ہے ۔مزید برآں ورود کے معنی دخول کے نہیں ہیں ۔ اس لئے اس کا صحیح مطلب یہی ہے کہ جہنم پر گزر تو سب کا ہو گا ۔ مگر جیسا کہ بعد والی آیت بتا رہی ہے ۔ پرہیز گار لوگ اس سے بچا لئے جائیں گے اور ظالم اس میں میں جھونک دئے جائیں گے'' (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۷۸،حاشیہ ۴۴)

(۵ ۔الف) آیات (مریم ۲۷تا ۶۸ / ۱۹) کے ترجمہ سے علامہ کا اپنا مقصد تباہ ہو گیا ہے ۔

علامہ نے نہایت بے باکی اور جرأت سے ان تمام صحابہ اور راویوں کو ناقابل اعتماد ٹھہرا دیا ہے جنھوں نے ان آیات کی رو سے مذکورہ و مخاطب لوگوں کا جہنم میں جانا رسوؐل اللہ کی زبانی بیان کیا تھا ۔اور اس تشریح میں یہ عذر کیا ہے کہ: ''مومنین صالحین'' کے جہنم میں جانے کی نفی کی گئی ہے ۔مگر سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیات میں مومنین صالحین کے

اَنۡفُسُهُمۡ خٰلِدُوۡنَ ۝ لَا يَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَكۡبَرُ وَ

جی ان کے ہمیش رہنے والے ہیں نہ غمگین کرے گا ان کو ڈر بڑا اور

تَتَلَقّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوۡمُكُمُ الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝

لینے آویں گے ان کو فرشتے یہ ہے دن تمہارا جو تھے تم وعدہ دئے جاتے ۔

يَوۡمَ نَطۡوِى السَّمَآءَ كَطَىِّ السِّجِلِّ لِلۡكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاۡنَاۤ

جس دن لپیٹ لاویں گے ہم آسمان کو جیسا لپیٹتا ہے طومار رقموں کو جیسے شروع کی تھی

اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِيۡدُهٗ ؕ وَعۡدًا عَلَيۡنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيۡنَ ۝

ہم نے پہلی پیدائش دوبارہ کریں گے اس کو وعدہ ہے ہمارے ذمہ تحقیق ہم ہیں کرنے والے

وَلَقَدۡ كَتَبۡنَا فِى الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّكۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ يَرِثُهَا

اور البتہ تحقیق لکھ دیا ہم نے بیچ زبور کے پیچھے ذکر کے یہ کہ زمین کے وارث ہوں گے

(۱۰۳) اور قیامت کے دن کی ہولناکی ان کو ذرہ برابر ملول نہ کرے گی اور فرشتے آ آ کر ان کی زیارت کریں گے اور کہیں گے کہ یہ تمہارا وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جا چکا تھا (۱۰۴) جس روز ہم آسمان کو یوں لپیٹ دیں گے جیسے کتابوں کو فیتے یا تسموں میں لپیٹ دیا جاتا ہے ۔ جیسا کہ ہم نے تخلیق کی ابتدا کی تھی ویسے ہی ہم اس کو دوہرائیں گے یہ وعدہ پورا کرنا ہمارے ذمہ ہے اور ہم اس کو کر کے رہیں گے ۔ (۱۰۵) اور بلاشبہ ہم نے زبور میں بھی ذکرؑ کے بعد یہ لکھ دیا تھا کہ اس زمین کے مالک اور وارث

جہنم میں داخلہ کا ذکر نہیں ہے ۔ وہاں تو سرکش اور ظالموں کے داخلہ کی بات ہوئی ہے ۔ علامہ کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے آیات موجود ہیں ۔مومنین صالحین واقعی نہ جہنم میں پھینکے جائیں گے نہ انہیں جہنم پر وارد کیا جائے گا۔ البتہ رسولؐ کی مخاطب قوم کا ایک آدمی بھی ایسا نہ ہو گا۔ جو جہنم میں ابدالآباد تک نہ رہے ۔ ان میں نہ کوئی حقیقی مومن تھا نہ صالح تھا۔ ان سے تو بار بار کہا گیا کہ :

" اے مومنین تم اللہ پر اور اس کے رسوؐل پر ایمان لاؤ ۔اور اس کتاب (قرآن) پر ایمان لاؤ جو اس کے رسوؐل پر اتری ہے اور ان کتابوں پر ایمان لاؤ جو پہلے نازل ہوئی تھیں" (نساء ۱۳۶ / ۴)

لہٰذا علامہ کے یہ مومنین خدا اور رسوؐل اور قرآن اور سابقہ کتابوں پر حقیقی ایمان نہ رکھنے والے مومن تھے ۔ اور وہ تمام واصل جہنم ہو نے والے ہیں ۔اور اس کا ثبوت احادیث کے علاوہ خود قرآن کی آیات اور علامہ کے مندرجہ بالا ترجمہ (۲) میں بھی موجود ہے ۔ لہٰذا اس ترجمہ کو دیکھتے چلیں اور ہمارا اخذ کردہ مفہوم پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ علامہ نے مان لیا ہے کہ آیت (۷۲ / ۱۹ مریم) کے تمام مخاطب جہنم میں گرائے جائیں گے ۔

(۵ ۔ ب) علامہ کے ترجمہ کی تنقید و ترجمانی سے علامہ کے ممدوح جہنمی ثابت ہیں ۔

اوّل علامہ نے اپنے ترجمہ اور تشریح میں مانا ہے کہ: "جہنم پر گزر تو سب کا ہو گا" یعنی علامہ کے مومنین صالحین بھی باقی مجرموں اور سرکشوں کے ساتھ جہنم پر لائے جائیں گے ۔ یعنی کوئی بھی ایسا شخص نہ بچے گا جو جہنم پر وارد نہ ہو ۔ اس کے بعد کیا ہو گا اس کا پتہ علامہ کے دوم ترجمہ اور آیت (۷۲ / ۱۹) سے چلتا ہے یعنی:

"پھر ہم ان لوگوں کو بچا لیں گے جو متقی تھے ۔اور ظالموں کو " اسی میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے " مطلب واضح ہے کہ جہنم پر وارد ہونے والوں کو جہنم میں گرا دیا جائے گا ۔اس کے بعد علامہ کے بقول پرہیز گاروں کو جہنم سے نکال لیا جائے گا ۔ اور ظالموں کو نہ نکالا جائے گا بلکہ " اسی میں گرا ہوا چھوڑ دیا جائے گا " لہٰذا علامہ کے قلم سے ثابت ہوا کہ :

(سوم) ۱ ۔جہنم پر سب کا گزر ہو گا ۔۲۔ سب کو جہنم میں گرایا جائے گا ۔لیکن ۔۳۔ علامہ کے علم کے مطابق ظالموں کو جہنم میں رہنے دیا جائے گا ۔۴۔ اور علامہ کے پرہیز گاروں کو نکال لیا جائے گا ۔

اس نمبر ۴۔ کے لئے قرآن کے الفاظ نہیں بلکہ علامہ کا اجتہاد ہے ۔جو صرف علامہ کے لئے سند بن سکتا ہے ۔ ہمارے لئے قرآن اور حدیث سند ہے ہم اجتہاد کو حرام کہتے ہیں ۔لہٰذا آیات (۷۲ تا ۶۸ / ۱۹) میں جہنم پر وارد ہونے کے معنی جہنم میں داخلہ ہے ۔

ہمارے صالحؑ بندے ہی ہوں گے۔(۱۰۶)اس بیان میں اس قوم کے لئے ایک عظیم پیغام ہے جو ساری کی ساری عابد و زاہد ہے۔ (۱۰۷) اور اے نبیؐ ہم نے تمہیں رسولؐ بنایا ہی نہیں مگر صرف اس مقصد کے لئے کہ تم پوری کائنات اور تمام جہانوں پر ایک قائم رہنے والی مجسم رحمت بن جاؤ ۔ (۱۰۸) ان سے کہہ دو کہ اس کے علاوہ اور کوئی صحیح بات نہیں کہ تمہارے لئے عبادت کا حقیقی حقدار محض تنہا اللہ ہے کیا تم اس حقیقت کو بھی تسلیم نہ کرو گے ؟ (۱۰۹) اگر وہ اپنی ولایت پر ہی قائم رہنا طے کریں؟ تو کہہ دو کہ میں نے تمہیں اعلانیہ طور پر خبردار کر دیا ہے اب یہ بات مجھے درایتاً معلوم نہیں ہے کہ تمہاری گرفت کا وقت اور وعدہ قریب ہے یا دور ہے (۱۱۰) تحقیق اللہ بلند آواز سے بات کرنے کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو

عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا

اس کے میرے بندے صالح تحقیق بیچ اس کے البتہ مطلب کو پہنچا دینا ہے

لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً

واسطے قوم عبادت کرنے والی کے اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ

واسطے عالموں کے کہہ سوائے اس کے نہیں کہ وحی کی جاتی ہے طرف میری یہ کہ

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ

معبود تمہارا معبود ایک ہے اکیلا پس آیا ہو تم اطاعت کرنے والے پس اگر

تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَ اِنْ اَدْرِيْٓ

پھر جاویں پس کہہ خبردار کر دیا میں نے تم کو اوپر برابری کے اور نہیں جانتا میں کہ

اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ

نزدیک ہے یا دور جو کچھ وعدہ دئے جاتے ہو تحقیق وہ جانتا ہے پکارنے کو

(۵ ۔ ج) حقیقی مومنین ہرگز جہنم پر وارد نہ ہوں گے بلکہ دور دراز فاصلے پر رہیں گے ۔

علامہ مودودی کا بیان آیت (۱۰۱ / ۲۱) سے باطل ہو جاتا ہے خود علامہ کا ترجمہ یہ ہے کہ: ”رہے وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی کا پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہو گا۔ تو وہ یقیناً اس (جہنم) سے دور رکھے جائیں گے (۱۰۱ / ۲۱) اس کی سراسراہٹ تک نہ سنیں گے (۱۰۲ / ۲۱) “ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۸۸)

(۶) آیات (۱۰۵ تا ۱۰۷ / ۲۱) میں آنحضرتؐ کا رحمت للعالمین ہونا اور پوری زمین کے مالکوںؑ کا ذکر ہے ۔

یہاں سب سے پہلے تو یہ نوٹ کر لیں کہ جس معیار پر اللہ نے تمام انبیاؑ کو انبیاؑ اور رسوؑل اور خلیل اور امام ہوتے ہوئے ”صالح بندے“ یا ”صالحین میں شمار ہونے والے بندے“ قرار دیا ہے ،وہ صالحیّت عام مومنین والی نہیں ہے بلکہ محمدؐ و آل محمدؐ صلوۃ اللہ علیہم کے پسندیدہ معیار کی صالحیّت ہے ۔ اور وہی حضراتؑ ہیں جن کو اس زمین کا وارث قرار دیا ہے۔ یعنی تمام انبیاؑ و رسلؑ کے بعد یہ دنیا ان کے اہتمام و انصرام میں چلے گی پھر یہ نوٹ فرمائیں کہ دنیا میں وہ قوم جو بحثیت مجموعی عابد و زاہد ہو، محمدؐ و آل محمدؐ کی حقیقی قوم ہے ۔ جسے ملت ابراہیمؑ اور اُمت مسلمہ قرار دیا گیا ہے ۔ رہ گئے وہ لوگ جو زبردستی رسوؐل کی قوم بن بیٹھے اور اپنے شجروں کو آنحضرتؐ سے ملانے اور مشہور کرانے میں دولت اور تلوار کا جی کھول کر استعمال کیا وہ وہی قوم تھے جس نے قرآن کو مہجور کیا تھا (۳۰ / ۲۵) جس کو بدل کر دوسری قوم یعنی عابد قوم کو لانے کی دھمکیاں ملتی رہیں (محمدؐ ۳۸ / ۴۷) ۔

(۶۔الف) وہ علما جو آنحضرتؐ کو صرف دنیا کے لئے اور صرف تریسٹھ سال کے لئے رحمت مانتے ہیں ۔

پھر یہ نوٹ فرمائیں کہ اللہ نے آنحضرتؐ کی رسالت یا ترسیل کی حقیقی غرض یہ بتائی ہے کہ ان حضرت کو تمام عالموں یا پوری کائنات پر رحمت پہنچانے کا ذریعہ بنایا ہے ۔ لیکن علامہ مودودی کو یہ بات پسند نہیں آئی انہوں نے لفظ عالمین کو صرف یہ دنیا سمجھا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ: وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴿۱۰۷﴾ (۱۰۷ / ۲۱)

مِنَ الْقَوْلِ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿١١٠﴾ وَ اِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ

بات سے اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو تم اور نہیں جانتا میں شاید کہ وہ

فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١١١﴾ قٰلَ

آزمائش ہے واسطے تمہارے اور فائدہ ہے ایک مدت تک کہا پیغمبر نے

رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ

اے رب میرے حکم کر ساتھ حق کے اور پروردگار ہمارا مہربان مدد مانگا گیا ہے

عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾ ع

اوپر اس چیز کے کہ بیان کرتے ہو تم ۔

اسے بھی وہ خوب جانتا ہے (۱۱۱) اور جتنا میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم پر گرفت میں دیر ہونا تمہارے لئے مزید فتنہ انگیزی کا موقعہ دینا اور دنیا سے کچھ اور استفادہ کر لینے کے لئے ہے ۔ (۱۱۲) آخر رسولؐ اللہ نے فرمادیا کہ یارب اب تو ہی ہمیں رقیبوں سے محفوظ کردے اور حق کا فیصلہ جاری فرما دے۔ مجتہد علما کا برا حال کر دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ تم اللہ کے متعلق جو باتیں بناتے ہو ہمارا پروردگار اس سے بہتر رحمٰن اور مدد مانگنے کے قابل ہے ۔

"اے محمدؐ ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے"(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۱۸۹)
اس ترجمہ میں دوہری خباثت موجود ہے اوّل یہ کہ علامہ نے عالمین یا ساری کائنات کو تبدیل کرکے دنیا بنایا اور پھر ساری دنیا بھی نہ رہنے دیا بلکہ دنیا میں صرف انسانوں تک محدود کر دیا۔ باقی دنیاوی مخلوق کو خارج کر دیا۔ دوسرے یہ کہ اللہ نے محمدؐ مصطفی کو رحمت بنایا مگر علامہ نے حضورؐ کو رحمت نہیں مانا ہے البتہ تشریح میں یہ لکھا ہے کہ :

"۱۰۰ دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (یعنی ہے نہیں ہو سکتا ہے۔احسنؔ) کہ :

"ہم نے تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے" (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۱۹۲)

بات صاف ہے کہ علامہ آنحضرتؐ کو دوسرے درجہ میں اور وہ بھی صرف دنیا کے ان انسانوں کے لئے رحمت مانتے ہیں جو اعلان نبوت کے بعد حضورؐ سے متعلق تھے۔ حالانکہ آیت کے الفاظ حضورؐ کو ساری کائنات کی ہر مخلوق کے لئے رحمت قرار دیتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْحَجِّ

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ وَّ هِيَ ثَمَان وَ سَبْعُوْن اٰيَةً وَّ عَشَرَ رُكُوْعَاتٍ

سورہ حج مدینہ میں نازل ہوئی اس میں اَٹھتر (۷۸) آیتیں اور دس (۱۰) رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن ورحیم ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿١﴾

اے لوگو ڈرو پروردگار اپنے سے تحقیق زلزلہ قیامت کا چیز ہے بڑی

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ

جس دن دیکھیں گے اس کو بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی جس کو

(۱) اے رسولؐ کے مخاطب لوگو اپنے پروردگار کے لئے ذمہ داری و پرہیز گاری اختیار کرلو سنو کہ قیامت کا زلزلہ بڑی ہولناک چیز ہے ۔ (۲) جب وہ زلزلہ سامنے آئے گا تو دودھ پلانے والی مائیں

اپنے دودھ پیتے بچوں کی طرف سے گھبرا کر غافل ہو جائیں گی ۔ اور ہر حاملہ عورت کا حمل گر جائے گا اور اے نبیؐ آپ لوگوں کو شرابیوں کی طرح نشے میں بدمست دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ وہ بدحواسی کے عالم میں ہوں گے اور اللہ کا عذاب تو اس زلزلہ سے بھی سخت تر ہو گا۔ (۳)اور اے رسولؐ تمہارے مخاطب لوگوں میں وہ شخص بھی تو ہے جو اللہ کی ذات و صفات اور طریق کار پر جھگڑنے کی حد تک بحث و مباحثہ کرتا رہتا ہے اور تمہارے مقابلے میں ہر اس ابلیسی راہ نما کی اتباع کرلیتا ہے جو دین سے سرکشی میں شیطان کا ہم پلہ ہو ۔ (۴) اس کے لئے یہ لکھا جا چکا ہے کہ جو کوئی اس کی خود ساختہ ولایت و حکومت کو اختیار کرے گا وہ اسے گمراہ کرے گا اور جہنم کے عذاب کی

اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ

دودھ پلایا تھا اور ڈال دیوے گی ہر حمل والی حمل اپنا اور دیکھے گا تو لوگوں کو

سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴿٢﴾ وَمِنَ

مست اور نہیں وہ مست یعنی بے حواس و لیکن عذاب اللہ کا سخت ہے اور بعضے

النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّبِعُ

لوگ وہ شخص ہیں کہ جھگڑتے ہیں بیچ توحید خدا کے بغیر علم کے اور پیروی کرتے ہیں

كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿٣﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ

ہر شیطان سرکش کی لکھا گیا ہے اوپر اس کے یہ کہ جس کی دوستی کرے وہ یعنی

فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ

شیطان پس تحقیق وہ گمراہ کرتا ہے اس کو اور راہ دکھاتا ہے طرف عذاب

تشریحات سورۂ حج:

(۱) آنحضرتؐ کا مد مقابل قریشی ہیرو جس نے ولایت محمدؐیہ کو قومی حکومت بنا دیا تھا۔ آیات (۴۔۳ / ۲۲)

قارئین کے سامنے قرآن کریم نے کئی مرتبہ (۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) (۳۰ / ۲۵) (۱۷۵ / ۷) اس ہیرو کو پیش کیا ہے ۔ اور اس کی سیاسی سوجھ بوجھ اور قابلیت کے ساتھ ساتھ اس کی عادت و عقائد اور حلیہ تک بیان کر دیا ہے مگر اس کے انتظامات نے اور اس کی جانشین حکومتوں نے جس انداز سے قرآن کے تراجم و تفاسیر و تفہیم اُمت کے سامنے رکھی اس میں اس ہیرو کو چھپانے اور پس پردہ رکھنے پر ایڑی چوٹی کا سارا زور لگایا جاتا رہا ہے اس لئے قرآن کی زبان کے واضح ترین الفاظ موجود ہوتے ہوئے بھی وہ ہیرو چھپارہ جاتا ہے چنانچہ ان دونوں آیات (۴۔۳ / ۲۲) میں اللہ نے صرف ایک شخص کا ذکر کیا ہے اور آیات کے الفاظ میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ وہم بھی پیدا ہو سکے کہ ان آیات میں ایک سے زیادہ لوگوں کی بات ممکن ہے۔ لیکن علامہ اینڈ کمپنی کا شکوہ تو فضول ہے یہاں تو جناب علامہ رفیع الدین بھی لفظی اور تحتِ لفظ ترجمہ کرتے کرتے واحد کی جگہ "جمع" ترجمہ کر گئے ہیں۔ حالانکہ یہاں اللہ نے اس ہیرو کو تنہا اور واحد و یگانہ رکھنے کے لئے ہشتگانہ پابندیاں لگائی ہیں جن کی فہرست اور ان آٹھوں الفاظ کے معنی ہم قرآن کی معتبر ترین اردو لغت سے لکھتے ہیں۔ تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ کس طرح قومی حکومتیں اور قومی سنتیں قرآن اور دشمنانِ قرآن پر پردے ڈالتے ہوئے چودہ سو سال گزار چکے ہیں۔ اور کس طرح اُمت کے عوام کو قرآن اور اللہ کے مطالب کے خلاف خود ساختہ مطالب اور ہیرو پیش کرتے رہے ہیں۔

(۱ ۔ الف) رسولؐ اور قرآن کے مد مقابل ہیرو پر جمع کے الفاظ کا پردہ ڈالا گیا ہے ۔

یہاں ان آٹھ الفاظ ، ان کی پوزیشن اور معنی پر نظر ڈالئے جو اس دشمنِ دین اور ہمدردِ قوم کی یگانگت اور وحدانیت کا ثبوت ہیں ۔

۱۔ يُجَادِلُ : واحد مذکر غائب مضارع ۔ وہ جھگڑا کرتا ہے ۔

۲۔ يَتَّبِعُ : واحد مذکر غائب مضارع معروف مثبت ۔ پیروی کرتا ہے ۔

۳۔ عَلَيْهِ : اس پر ۔ علٰی حرف جر ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب

طرف راہنمائی کرے گا ۔ (۵) اے قریشی لوگو اگر تم کو قیامت کے لئے دوبارہ زندہ کئے جاسکنے میں کوئی الجھن ہے تو ذرا سوچو کہ ہم ہی نے تو تم سب کو مٹی سے پیدا کیا تھا پھر ماں باپ کے نطفے سے پیدائش شروع کی پھر نطفے سے خون کو جما کر

السَّعِيْرِ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ
دوزخ کی اے لوگو اگر ہو تم بیچ شک کے پھر جی اٹھنے سے
فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ
پس تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے تم کو مٹی سے پھر نطفے سے پھر لہو جمے ہوئے سے

۴۔ تَوَلَّاهُ: وہ اس کا رفیق ہوا (قومی معنی) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

۵۔ اَنَّهٗ: بے شک وہ ۔ ضمیر واحد مذکر غائب

۶۔ فَاَنَّهٗ: بے شک وہ ۔ ضمیر واحد مذکر غائب ۔

۷۔ يُضِلُّهٗ: واحد مذکر غائب مضارع ۔ اس کو گمراہ کر دیتا ہے ۔

۸۔ يَهْدِيْهِ: واحد مذکر غائب مضارع ۔ وہ اس کو راستہ بتا دے گا ۔ (لغات القرآن)

(ا ۔ ب) علامہ اینڈ کمپنی قرآن کی ہشتگانہ حدود کو توڑ کر واحد کی جگہ یہ جملے ترجمہ کرتی ہے ۔

" ا۔ بعض لوگ ایسے ہیں ۔۲۔ اللہ کے بارے میں بحثیں کرتے ہیں ۔۳۔ ہر شیطان سرکش کی پیروی کرنے لگتے ہیں" (تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱) مطلب واضح اور صاف ہے کہ جمع یا اجتماع کی بھیڑ میں اس شیطان ثانی کو چھپا دیا گیا ہے ۔ مگر ہم نے قرآن سے اس کا باقاعدہ تعارف کرا دیا ہے ۔ لہٰذا ہمارے قاری اسے ہر بھیڑ میں سے شناخت کر کے الگ نکال لیں گے ۔ پھر اس کی مستقل عادات اور اقدامات سے اسے شناخت کرلیں گے ۔ چنانچہ ان آیات میں بھی اس کی ولایت و حکومت کا تذکرہ ہوا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ جو کوئی بھی اس کی ولایت و حکومت کی اسکیم کو قبول کرلے گا وہ ضرور اس کو گمراہ کر کے چھوڑے گا ۔ لہٰذا وہی شخص ہے جس کی ولایت و حکومت کو تسلیم کرنے اور رسوؐل اللہ کے راستے کو چھوڑ کر اس کے اسلامی تصور یا راہ عمل کو اختیار کرنے پر اس کا ایک جگری یار دوست اللہ کے سامنے اپنے دونوں ہاتھوں کو چبا چبا کر کہہ رہا ہے کہ :
(۱)" کاش میں رسوؐل کے ساتھ ساتھ اُن کی راہ عمل پر گامزن رہا ہوتا۔ یعنی اس نے رسوؐل کا اسلامی تصور اختیار نہ کیا تھا۔ بلکہ اپنے دوست کا خود ساختہ اسلام اختیار کیا تھا۔
(۲) اے کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست (خلیل) نہ بنایا ہوتا ۔ یعنی اس نے اللہ و رسوؐل اور اسلام کے خلاف اس ہیرو کو اپنا دوست بنایا تھا ۔ اور یہ دوستی اس قدر گہری تھی کہ ان دونوں یاروں نے رسوؐل والا اسلام چھوڑ دیا تھا ۔
(۳) یقیناً مجھے میرے اس خلیل نے راستے سے بھٹکا کر گمراہ کر دیا تھا ۔اور یہ کہ وہ شیطان انسانوں کے حق میں بڑا بے وفا اور غدار نکلا" (فرقان ۲۹۔۲۷ / ۲۵) اور رسوؐل نے اللہ سے اس شخص کی اور قوم کی شکایت یوں کی تھی ۔
(۴) اے میرے پروردگار میری اس قوم نے اس قرآن کو (مہجور) چھوڑ کر اجتہادی نظام اختیار کرلیا ہے"(فرقان ۳۰ / ۲۵) یوں مذکورہ بالا ہیرو نے اپنے یار کو گمراہ کیا اور پوری قوم کو اپنی خود ساختہ راہ پر چلایا جو آج تک اسی قومی اسلام پر زندگی گزارتی چلی آ رہی ہے ۔اور ولایت محمدؐیہ سے جدا رہنا واجب جانتی ہے۔

(ا ۔ ج) آیت (۴ / ۲۲) میں اس ہیرو کی ولایت پر قرآن کی وضاحت دیکھیں ۔

آیت زیر نظر(۴ / ۲۲) میں یہ فرمایا گیا کہ جو کوئی اس کی خود ساختہ ولایت و حکومت میں داخل ہو گا وہ اسے گمراہ کر کے چھوڑے گا ۔اسی بات کو دوسری جگہ اللہ نے یوں واضح کیا ہے کہ:
" اے رسوؐل تمہاری قوم کے لوگوں میں سے وہ شخص بھی ہے (وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهٗ)جس کا دنیاوی پلان(plan) تمہیں حیرانی کی حد تک پسند آتا ہے اور وہ اپنی قلبی و ذہنی اسکیم کی حقانیت اور اپنے اسلامی خلوص پر اللہ

ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ

پھر بوٹی صورت بنی ہوئی سے اور بن بنی ہوئی سے تو کہ بیان کریں

لَكُمْ ۚ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

واسطے تمہارے اور ٹھیراتے ہیں ہم بیچ رحم کے جتنا چاہیں ایک وقت مقرر تک

اور جمے ہوئے خون کو گوشت میں تبدیل کر کے شکل دے کر اور بلا شکل دیئے ہوئے (یہ اصولی باتیں اس لئے بتا رہے ہیں) تاکہ تم پر حقیقت حال واضح کر دیں پھر ہم جس نطفے کو چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک بچہ دانیوں میں ٹھہراتے ہیں

کو شاہد قرار دے کر یقین دلاتا ہے کہ اللہ کا حقیقی منشاء وہی ہے۔جو وہ سمجھا اور بیان کرتا ہے۔ حالانکہ یہ تمہارے تمام دشمنوں اور بحث و مباحثہ کرنے والوں میں سب سے زبردست مد مقابل ہے۔اور جیسے ہی وہ اپنی اسکیم کے مطابق ولایت و حکومت حاصل کر چکا تو ساری دنیا میں قتل و غارت اور لوٹ مار یعنی فساد برپا کر دے گا۔دنیا کی فصلوں کو تباہ کر کے میدانِ جنگ بنا دے گا اور نسل انسانی کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔حالانکہ اللہ فساد کو پسند ہی نہیں کرتا اور جب اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کے خلاف عمل درآمد سے بچ کر رہ تو اسے لیڈری کا وقار غلط کاری پر اور پختہ کر دیتا ہے اس کے لئے جہنم ایک طے شدہ منزل ہے" (بقرہ ۲۰۶۔۲۰۴ / ۲)

(ا۔د) وہ ہیرو اور اس کی قوم باقاعدہ ایمان لائے تھے مگر مومنین میں ایک نیا اجتہادی فرقہ بن گئے تھے۔

یہاں یہ دیکھیں کہ وہ ہیرو دو آیات کی رو سے جھگڑے کی حد تک مباحثہ کرتا تھا (۳ / ۲۲ اور ۲۰۴ / ۲) یعنی اس نے اللہ اور اسلام کے متعلق جو عقیدہ قائم کیا تھا اور اسلام کا جو مقصد سمجھا تھا اس پر اسے کامل یقین تھا اسی لئے اپنی اسکیم پر اللہ کو گواہ قرار دیتا تھا ور اسی لئے اسلام فہمی میں خود کو رسوؐل کا مدمقابل سمجھ کر جھگڑے کی حد تک بحث کرتا تھا (أَلَدُّ ٱلْخِصَامِ ۲۰۴ / ۲) اور ایک نیا مومن فرقہ بنانے میں اللہ نے یہ سند دی تھی کہ:

كَمَآ أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنۢ بَيْتِكَ بِٱلْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ لَكَـٰرِهُونَ ۝٥ يُجَـٰدِلُونَكَ فِى ٱلْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ ۝٦
سورہ الانفال

(علامہ مودودی کا ترجمہ ملاحظہ ہو) "(اس مال غنیمت کے معاملہ میں بھی ویسی ہی صورت پیش آ رہی ہے جیسی اس وقت پیش آئی تھی جب کہ) تیرا رب تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکال لایا تھا اور مومنوں میں سے ایک گروہ (فَرِيقًا یعنی فرقہ۔احسنؔ) کو یہ سخت ناگوار تھا۔ وہ اس حق کے معاملہ میں تجھ (رسوؐل اللہ۔احسنؔ) سے جھگڑ رہے تھے درآں حالیکہ وہ صاف صاف نمایاں ہو چکا تھا" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۳۰۔۱۳۱)

یہاں یہ سوچئے کہ وہ گروہ یا فرقہ مومنین میں کا ایک فرقہ تھا۔۲۔ اور وہ فرقہ اس حق کو حق نہ سمجھتا تھا جو اللہ کے رسوؐل نے نمایاں اور واضح کر دیا تھا۔ یعنی وہ لیڈر اور اس کے تیار کردہ یہ مومنین رسوؐل اللہ کی تفہیم کو غلط سمجھتے تھے یا ان کی تفہیم میں غلطی کا امکان مانتے تھے۔ بہرحال وہ ہیرو اور اس کا یہ نیا فرقہ ایک جداگانہ اسلام اختیار کئے ہوئے تھا۔ اور رسوؐل اللہ سے ڈٹ کر بحث و مباحثہ اور مجادلہ کرتا تھا۔حالانکہ اللہ نے یہ فرمایا تھا کہ:

مَا يُجَـٰدِلُ فِىٓ ءَايَـٰتِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِى ٱلْبِلَـٰدِ ۝٤
غافر
وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُجَـٰدِلُ فِى ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَـٰبٍ مُّنِيرٍ ۝٢٠ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُوا۟ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُوا۟ بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ ۝٢١ لقمان

"رسوؐل اللہ سے بحث و مباحثہ کرنیوالے لوگ خالص کافر یعنی حق پر پردہ ڈالنے والے ہوتے ہیں اور دیکھو اے رسوؐل تمہیں ان کا تاجروں کی یا سفیروں کی حیثیت سے بڑے بڑے شہروں میں آنا جانا مغالطے میں نہ ڈال دے" یعنی یہ نہ سمجھ لینا کہ تجربہ کی بنا پر ان کی بات ضرور ہی صحیح ہو گی۔" وہ عقل و تجربہ اور بصیرت یا علم کی بنا پر نہیں کہتے بلکہ ان کا راز یہ ہے کہ تمہیں اپنے آباء و اجداد کی راہ پر ڈالنا اور اسلام کو سابقہ مذہب کا محافظ بنانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ وہ کہتے ہیں نہ وہ کسی کتاب خداوندی کی بات ہے نہ ازروئے ہدایات ہے نہ اسے علم قرار دیا جا سکتا ہے"

یہ تھا وہ ہیرو جس نے اپنی سوجھ بوجھ سے قومی ولایت و حکومت قائم کی اور اُمت کی کثرت کو گمراہ کیا تھا۔

ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ

پھر نکالتے ہیں ہم تم کو بچہ پھر تو کہ پہنچو جوانی اپنی کو اور بعض تم میں سے وہ

مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ

شخص ہے کہ قبض کیا جاتا ہے اور بعض تم میں سے وہ ہے کہ پھیرا جاتا ہے

اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَ تَرَى

طرف ناکاری عمر کی تو کہ نہ جانے پیچھے جاننے کے کچھ اور دیکھتا ہے تو

الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ

زمین کو خشک پس جس وقت اتارتے ہیں ہم اوپر اس کے پانی ہلتی ہے اور

رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ

پھولتی ہے اور اگاتی ہے ہر قسم قسم نفیس سے یہ بسبب اس کے ہے کہ اللہ

هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

وہی ہے حق اور یہ کہ وہی جلاتا ہے مُردوں کو اور یہ کہ وہ اوپر ہر چیز کے

قَدِيْرٌ ﴿۶﴾ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ

قادر ہے اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے نہیں شک بیچ اس کے اور یہ کہ اللہ

يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾ وَ مِنَ النَّاسِ

اٹھاوے گا ان لوگوں کو کہ بیچ قبروں کے ہیں اور بعض لوگوں سے وہ ہے

مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۸﴾

جو جھگڑتا ہے بیچ خدا کے بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور نہ کتاب روشن کے

ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ

موڑنے والا شانے اپنے کو تا کہ گمراہ کرے راہ خدا کی سے واسطے اس کے

فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۹﴾

بیچ دنیا کے رسوائی ہے اور چکھاویں گے ہم اس کو دن قیامت کے عذاب جلنے کا

پھر تمہیں ایک بچے کی صورت میں ماں کے پیٹ سے نکال لیتے ہیں۔ پھر تمہیں پالتے ہیں تا کہ تم اپنی پوری جوانی تک پہنچو۔ پھر تم میں سے بعض کی عمر پہلے ہی پوری کر دی جاتی ہے اور بعض کو اتنی لمبی عمر دے دی جاتی ہے کہ ہاتھ پیر اور قوت ناکارہ ہو جاتی ہے اور یہ اس لئے کہ علم و ہنر اور تجربہ و بصیرت میں کمال کے بعد اسے پتہ لگے کہ وہ سب کچھ جو اس نے حاصل کیا تھا عارضی تھا اور اس سے چھینا جا سکتا تھا اور تم دیکھتے ہو کہ زمین خشک ہو جاتی ہے تو جہاں ہم نے اس پر بارش برسائی تو یکایک جوش میں آ جاتی ہے۔ پھولتی پھلتی ہے اور ہمہ قسم کی نباتات اگانے لگتی ہے جو نہایت خوشنما ہوتی ہیں۔ (۶) وہ سب کچھ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اللہ ہی تو مجسم حقیقت ہے باقی سب کچھ مجاز ہے اور یہ کہ وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور یہ کہ وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (۷) اور یہ کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے اس میں کوئی الجھاؤ یا گڑبڑ نہیں ہے اور یہ کہ اللہ ان سب لوگوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا جو قبروں میں ہوں گے۔ (۸) اور اے رسولؐ پھر سنو کہ تمہاری قوم کے لوگوں میں وہ لیڈر جو اللہ کے دین میں ایک نئی راہ نکال رہا ہے وہ نہ علم کی رو سے حق ہے نہ ہدایت ہے اور نہ روشن کتاب کی تعلیم ہے۔ (۹) اس نے دوسرے نمبر پر رہنے میں رغبت کی تا کہ وہ پہلے نمبر والے کو (فرقان ۲۹۔۲۷ / ۲۵) اور باقی سب کو اللہ کے مقرر کردہ راستے سے گمراہ کر دے۔ (۲۷۔۲۹ / ۲۵) اس کے لئے دنیا میں بھی رسوائی جاری رہے گی اور قیامت کے دن تو ہم اسے جلا ڈالنے والے عذاب سے لطف اندوز کریں گے۔

(۲) آیات (۱۳ تا ۸ / ۲۲) میں قومی و ملکی حکومت کے دوسرے حاکم کی اسکیم کھولی گئی ہے۔

قارئین نے کئی بار دیکھا ہے اور پھر دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ نے قریشی ہیرو کا نام نہیں لیا بلکہ اسے لفظ ''فلاں'' سے ظاہر کیا ہے۔ اور اس کے دینی یار کی زبانی کہلوایا ہے کہ:

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ

یہ بسبب اس کے ہے آگے بھیجا تھا دونوں ہاتھ تیرے نے اور یہ کہ اللہ نہیں

بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٠﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ

ظلم کرنے والا واسطے بندوں اپنے کے اور بعض لوگوں میں سے وہ ہے کہ

يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ

بندگی کرتا ہے اللہ کی اوپر کنارے کے پس اگر پہنچے اس کو بھلائی آرام پکڑے

بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ

ساتھ اس عبادت کے اور اگر پہنچے اس کو فتنہ پلٹ جاوے اوپر منہ اپنے کے

خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿١١﴾ يَدْعُوْا

ٹوٹے میں دیا دنیا اور آخرت کو یہ ہے وہ ٹوٹا پانا ظاہر پکارتا ہے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَ مَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ

سوائے اللہ کے اس چیز کو کہ نہ ضرر دے اس کو اور نہ نفع دے اس کو یہ

هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿١٢﴾ ۚ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ

وہ ہے گمراہی دور پکارتا ہے اس شخص کو کہ ضرر اس کا نزدیک ہے نفع اس کے سے

لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿١٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ

البتہ برا ہے دوست اور برا ہے ہم صحبت تحقیق اللہ داخل کرے گا ان لوگوں کو کہ

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

ایمان لائے اور کام کئے اچھے بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں

اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿١٤﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ

تحقیق اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے جو شخص کہ گمان کرتا ہے یہ کہ ہرگز نہ

ع ١/ ٨

(١٠) وہ اس لئے کہ اس کے دوستی معاہدہ نے اس کے واسطے پہلے ہی سے عذاب سمیٹنا شروع کر دیا تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ خود بخود اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ (١١) اور اے رسوؐل تیری قوم کے لوگوں میں کا وہ مذکورہ (٤ / ٢٢) اور (١٠ تا ٨/ ٢٢) لیڈر تغیر و تبدل و تحریف کیلئے اللہ کی عبادت کرتا ہے چنانچہ اگر اس کا اجتہاد صحیح اور اچھا نکلتا ہے تو اطمینان سے اجتہاد جاری رکھتا ہے اور اگر اس کے اجتہاد سے الجھاؤ یا فتنہ برآمد ہو جائے تو اجتہادی غلطی کہہ کر رخ بدل لیتا ہے اس نے دنیا اور آخرت میں خسارہ حاصل کیا اور وہی بہت واضح نقصان ہے۔ (١٢) اللہ کے پسندیدہ مددگاروں کے خلاف ایسے لوگوں کو مدد پر بلاتا ہے جو نہ تو اسے نفع پہنچانے میں مختار ہیں نہ نقصان پہنچانے پر قادر ہیں۔وہی گمراہی کی انتہا ہوتی ہے (١٣) وہ انہیں مددگار بناتا ہے جن سے نقصان کا ہونا نفع ہونے سے زیادہ قریب ہے۔ بدترین ہے اس کا مولیٰ (حاکم) بھی اور بدترین ہے اسکا ہم نشین بھی (١٤) یقیناً اللہ ان لوگوں کو جو سچا ایمان لائے اور اصلاحی اعمال بجالائے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اللہ کا ارادہ ہی اس کا فعل ہوتا ہے۔ (١٥) جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی کوئی مدد نہ کرے گا۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى ٱتَّخَذْتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَٰوَيْلَتَىٰ لَيْتَنِى لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَّقَدْ أَضَلَّنِى عَنِ ٱلذِّكْرِ ﴿٢٩﴾ الفرقان

" ایک مخصوص ظالم اپنے ہاتھ چبا چبا کر قیامت میں بیان دے گا کہ ہائے افسوس اے کاش میں نے رسوؐل اللہ کی معیت میں رسوؐل کا بتایا ہوا پروگرام اختیار کیا ہوتا ہائے میری شامت کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا یقیناً اس نے مجھے رسوؐل اللہ (ٱلذِّكْرِ) والے پروگرام سے گمراہ کر دیا۔"

یہ وہی ہیرو ہے جس کا تذکرہ پچھلی تشریح (١) میں اور جگہ جگہ ہوتا چلا آیا ہے۔اسی ہیرو کے لئے " لوگوں میں وہ شخص بھی ہے " (وَمِنَ ٱلنَّاسِ) فرمایا گیا ہے اور ہر جگہ نام لینے سے پرہیز کیا گیا ہے اس لئے کہ مشیت الٰہی نے قریشی لیڈروں کو

يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ

مدد دے گا اس کو اللہ بیچ دنیا کے اور آخرت کے پس چاہیئے کہ کھینچ لے جاوے ایک رسی

اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ

طرف آسمان کی پھر چاہیئے کہ کاٹ ڈالے اس کو پھر دیکھے کیا لے جاویگا مکر اس کا

مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ

اس چیز کو کہ غصہ میں لاتی ہے اسے اور اسی طرح اتارا ہے ہم نے اس کو نشانیاں

بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

ظاہر اور یہ کہ اللہ ہدایت کرتا ہے جس کو چاہے تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور

الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـِٕيْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِيْنَ

وہ لوگ کہ یہودی ہوئے اور بے دین اور نصاریٰ اور مجوس اور وہ لوگ کہ

اَشْرَكُوْٓا ۖۗ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

شرک کرتے ہیں تحقیق اللہ فیصل کردے گا درمیان ان کے دن قیامت کے تحقیق اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ

اوپر ہر چیز کے حاضر ہے کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں

لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ

واسطے اس کے جو کوئی بیچ آسمانوں کے اور جو کوئی بیچ زمین کے ہیں اور سورج اور چاند

وَ النُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَ الدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَ

اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمیوں میں سے اور

كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا

بہت ہیں کہ ثابت ہوا اوپر ان کے عذاب اور جس کو ذلیل کرے اللہ پس نہیں

اسے چاہیئے کہ زمین سے آسمان تک ایک رسی کے ذریعہ سے پہنچے اور آسمان میں سوراخ کرے پھر یہ دیکھے کہ آیا اس کا مکر و ہنر مندی کسی ایسی چیز کو رد کرسکتی ہے جو اس کو ناپسند ہو (۱۶) ہم نے ایسی ہی واضح آیات کی صورت میں قرآن کو نازل کیا ہے اور یقیناً اللہ جس کے لئے ارادہ کرتا ہے اسی کو ہدایت کرتا ہے۔ (۱۷) یقیناً وہ لوگ جو اب ایمان لائے ہیں اور وہ لوگ جو یہودی ہیں اور جو صابی یعنی نیچر پرست ہیں اور جو عیسائی ہیں اور مجوسی ہیں اور وہ لوگ جو دین میں لیڈروں کو شریک کرتے ہیں ان سب کے درمیان حق و باطل کا فیصلہ قیامت کے روز اللہ کر دے گا۔ یقیناً اللہ اس پر بھی اور ہر چیز پر بھی نظر رکھتا ہے (۱۸) اے نبیؐ کیا آپؐ نے بچشم خود نہیں دیکھ لیا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوقات و موجودات اللہ کے لئے سجدہ ریز رہتی ہیں؟ اور سورج و چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور تمام متحرک رہنے والے جاندار اور انسانوں کی کثرت اللہ کو سجدہ کرتی ہے اور بہت سے وہ بھی ہیں جن کے لئے عذاب دیئے جانے کا حق پیدا ہو چکا ہے۔ اور جس کسی کو اللہ ہی ذلیل کردے

قومی حکومت بنانے اور خلیفہ بن جانے کا موقع اُسی طرح دیا تھا (سورۂ یونس ۱۴ / ۱۰) جس طرح ابلیس کو تجربے کے لئے عمر طویل اور قدرت و اختیار دیا گیا تھا۔ یہ کتنا بڑا کمال اور قرآن کی ترتیب و تدوین کا کیسا حیران کن نظام تھا کہ جن لوگوں کے ہاتھوں میں اور قابو میں قرآن چودہ سو سال تک رہنا تھا ان ہی کی مذمت قرآن میں ریکارڈ کی گئی اور وہ اسے قرآن سے خارج نہ کر سکے صرف الفاظ کے معنی اور تفسیر و تشریحات بدل کر کام چلایا۔ لیکن اگر قرآن کے الفاظ کے اوّلین معنی لے لئے جائیں تو بات واضح ہوجاتی ہے سوچئے کہ کوئی اردو دان ایسا ہو سکتا ہے جو اوّل اور ثانی کے معنی نہ جانتا ہو؟ لہٰذا اوّل اور ثانی کے بعد کا لفظ ہے "عِطْفِهٖ" بہت سے لوگ عطف کے معنی جانتے ہیں۔ یعنی پلٹ کر کسی چیز پر توجہ دینا کسی چیز سے وابستہ ہونا کسی چیز کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف رغبت کرنا (توجہ معطوف کرنا) لہٰذا ہمارا ترجمہ بتاتا ہے کہ گو

لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴿۱۸﴾ هٰذٰنِ

واسطے اس کے کوئی عزت دینے والا تحقیق اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے یہ دو

خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ

جھگڑنے والے جھگڑے بیچ پروردگار اپنے کے پس وہ لوگ کہ کافر ہوئے بیونتے

لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ

جاویں گے واسطے ان کے کپڑے آگ کے ڈالا جاوے گا اوپر سروں ان کے کے

الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ ۚ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ ؕ ﴿۲۰﴾ وَ

گرم پانی گلایا جاوے گا ساتھ اس کے جو کچھ بیچ پیٹوں ان کے کے ہے اور چمڑا اور

لَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا

واسطے ان کے ہتھوڑے ہیں لوہے کے جس وقت ارادہ کریں گے یہ کہ نکلیں

مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾ ع اِنَّ

اس سے غم سے پھیرے جاویں گے بیچ اس کے اور چکھو عذاب جلنے کا تحقیق اللہ

اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ

داخل کرتا ہے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے بہشتوں میں کہ

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں پہنائے جاویں گے بیچ اس کے کنگن سونے سے

وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۲۳﴾ وَ هُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ

اور موتی اور لباس ان کا بیچ اس کے ریشمی ہے اور دکھلائے گئے طرف پاکیزگی کی

مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَ هُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

بات سے اور راہ دکھلائے گئے طرف راہ تعریف کئے گئے کے تحقیق وہ لوگ کہ

كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ

کافر ہوئے اور بند کرتے ہیں راہ خدا کی سے اور مسجد حرام سے وہ جو

اسے بزرگی دینے والا کوئی اور نہیں ہوتا یقیناً اللہ وہی کچھ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ (۱۹) یہ ہیں وہ دو جھگڑنے والے جنہوں نے جھگڑا کیا تھا اپنے پروردگار کی پوزیشن پر چنانچہ جن لوگوں نے حقیقتِ اسلام کو چھپانے کا منصوبہ چلایا تھا ان کیلئے آتشیں لباس تراشا جائے گا اور ان کے سروں کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالا جاتا رہے گا۔ (۲۰) اور ان کے سینوں اور پیٹوں میں جو کچھ (دل گردے آنتیں) ہو گا وہ اور ان کی کھالیں گلائی جاتی رہیں گی۔ (۲۱) اور ان پر لوہے کے ہتھوڑے برستے رہیں گے۔ (۲۲) اور جیسے ہی وہ غم و درد کے مارے جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے انہیں واپس جہنم میں لوٹایا جاتا رہے گا۔ اور کہا جائے گا کہ جاتے کہاں ہو جلنے بھننے کا عذاب چکھتے رہو۔ (۲۳) جن لوگوں نے حقیقی ایمان اختیار کیا ہو گا اور وہ اصلاح پر کاربند رہے ہوں گے ان کو یقیناً اللہ ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہروں کی چہل پہل جاری رہے گی۔ وہاں وہ سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کئے جائیں گے۔ اور ان کے لباس بھی ریشمی ہوں گے۔ (۲۴) ان کو پاکیزہ باتیں اختیار کرتے رہنے کی ہدایت کی گئی اور انہیں قابل حمد وثنا راہنماؐ کی طرف ہدایت بھی کی گئی تھی۔ (۲۵) جن لوگوں نے اسلامی حقائق کو چھپانے اور راہِ خداوندی سے روکنے اور مسجد حرام میں داخلے کو منع کرنے کی مہم چلا رکھی ہے اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ

قومی حکومت بنانے والا اور رسولؐ کے پروگرام کو الٹ دینے والا مذکورہ بالا ہیرو تھا، مگر اس نے اپنے مذکورہ (فرقان ۲۹۔۲۷ / ۲۵) بالا دوست کو اپنی اسلامی خود ساختہ پالیسی کے ماتحت اوّل نمبر پر سربر آرائے حکومت بنا دیا اور خود مشیر کی نقاب پہن کر حکومت کرتا اور نام نہاد اوّل نمبر کے سربراہ کے ہاتھوں وہ تمام کام کرالئے جن کی اس نے اسکیم بنائی تھی (۲۰۴ / ۲) اور یوں ایک نہایت کامیاب گمراہ کن نظام قائم کر دیا اور پھر خود عنان حکومت سنبھال کر جو کمی تھی اسے پورا کیا۔ اسی کا ذکر ہے کہ فرمایا گیا

جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ٕ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَ

مقرر کیا ہے ہم نے اس کو واسطے لوگوں کے برابر ہیں رہنے والے بیچ اس کے اور

الْبَادِ ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ

باہر سے آنے والے اور جو کوئی ارادہ کرے بیچ اس کے گمراہی کا ساتھ ظلم کے

نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٥﴾ وَ اِذْ بَوَّاْنَا

ع ۳ ۱۰

چکھاویں گے اس کو عذاب درد دینے والے سے اور جس وقت جگہ مقرر کر دی ہم نے

لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا

واسطے ابراہیمؑ کے مکان کعبے کا اس شرط پر کہ نہ شریک لا ساتھ میرے کسی چیز کو

وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ

اور پاک رکھ گھر میرے کو واسطے گرد پھرنے والوں کے اور کھڑے رہنے والوں کے

وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿٢٦﴾ وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ

اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے اور پکار دے بیچ لوگوں کے ساتھ حج کے آویں گے تیرے

رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿٢٧﴾ لِّيَشْهَدُوْا

پاس پیادے اور اوپر ہر اونٹ دبلے کے آویں گے ہر راہ دور سے تو کہ حاضر ہوں

مَنَافِعَ لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا

واسطے فائدوں اپنے کے اور یاد کریں نام اللہ کا بیچ دنوں معلوم کے اوپر اس چیز کے کہ

رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ

دیا ہے ان کو چوپایوں پالے ہوؤں سے پس کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ بھوکے

کعبہ میں ظلم و زیادتی کے ساتھ نئی بدعتیں کریں انہیں ہم دردناک عذاب کا مزا چکھائیں گے اس لئے کہ کعبہ تو تمام مقامی اور بیرونی انسانوں کے لئے برابر کے حقوق رکھتا ہے۔ (۲۶) اور جب ہم نے ابراہیمؑ کے لئے اس ہدایت کے ساتھ خانہ کعبہ کو مخصوص کر دیا کہ تم میرے دین میں کسی بھی چیز کو شریک نہ کرو گے اور میرے اس گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجود کرنے والوں کے لئے ہمیشہ لیڈروں کے عمل دخل سے پاک صاف رکھنا۔ (۲۷) اور یہ کہ پوری انسانیت میں حج کرنے کے لئے عام اجازت کا اعلان کر دو تاکہ وہ دنیا کے دور دراز اور بعید ترین مقامات سے پیدل اور اونٹوں اور مختلف سواریوں کے ذریعہ پہنچیں (۲۸) اور ان فائدوں سے استفادہ کریں جو یہاں آنے والوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں اور مقرر شدہ اور مشہور و معلوم دنوں میں ان پالتو جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے ان کو دے رکھے ہیں۔ اور پھر خود بھی کھائیں اور

کہ وہ حرف پر (عَلٰى حَرْفٍ)(۱۱ / ۲۲) عبادت کرتا ہے۔یہاں بھی حرف سے کوئی عربی یا غیر عربی حرف مقصود نہیں ہے۔ اگر آپ کسی بیان میں یا آیت میں تحریف کے معنی تبدیلی کرنا وغیرہ جانتے ہیں تو بات صاف ہے کہ وہ ہیرو، وہ ثانی یا حکمران و خلیفہ ثانی اس لئے عبادت کرتا تھا کہ ۔۱۔مسلمانوں میں شامل اور قابل اعتماد بنا رہے اور ۔ ۲۔دینی عقائد و اعمال میں اپنے عقائد کے مطابق ترمیم و تنسیخ کرتا چلا جائے ۔

(۳) آیات (۲۹-۲۶ / ۲۲) میں پھر کعبہ کے طواف کا ذکر ہوا ہے اس کا مقصد؟

حج کے ارکان میں سے ایک فرض اور واجب رکن خانہ کعبہ کا طواف بھی ہے اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ حج میں خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانا واجب ہے اور اس کے بغیر فریضہ حج پورا نہیں ہوتا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ کعبہ کے گرد طواف کا حکم کیوں دیا گیا ہے ؟ جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے مرکز کی اہمیت عملاً بتانے کے لئے طواف کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ تاکہ وہ یہ نوٹ کریں کہ ان کی زندگی اور زندگی کے تمام لوازمات و وسائل مرکز کے چاروں طرف گھومتے رہنا چاہئیں ۔ وہ کہیں بھی ہوں انہیں یہ سمجھنا چاہئے

تنگ دست محتاجوں فقیروں کو بھی کھلائیں ۔ (۲۹) پھر حج کے دوران نہانے کی ممانعت سے جو میل کچیل جمع ہوگیا ہو اسے دور کریں اور جس نے جو منت و نذر مانی ہو اس کو پورا کریں اور اس قدیم گھر پر قربان ہونے کے لئے اس کا طواف کریں ۔ (۳۰) وہی تعمیرو تعیّن کعبہ کا مقصد تھا اور جو کوئی اللہ کی قائم کی ہوئی حرمتوں کا احترام کرے تو یہ احترام کرنا اس کے پروردگار کے نزدیک اس کے لئے اختیارات بڑھانے والا ہے اور تمہارے مویشی جانور تمام حلال ہیں سوائے ان جانوروں کے جن کی تفصیل تلاوت کرکے سنائی جا رہی ہے۔ چنانچہ سرمایہ داروں اور اجارہ داری کی ناپاکی سے بچ کر رہو اور جبر و استحصال کے فرمانات سے بھی پرہیز کرو ۔ (۳۱) تمام مادی

الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْيَطَّوَّفُوْا

فقیر کو پھر چاہئے کہ دور کریں میل اپنا اور پوری کریں نذریں اپنی اور گرد پھریں

بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ

گھر قدیم کے بات یہ ہے اور جو کوئی تعظیم کرے حرمتوں اللہ کی پس وہ

خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَ اُحِلَّتْ

بہتر ہے واسطے اس کے نزدیک پروردگار اس کے کے اور حلال کئے گئے

لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ

واسطے تمہارے چارپائے پالے ہوئے جانور مگر جو پڑھا جاتا ہے اوپر تمہارے

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ

پس بچتے رہو ناپاکی بتوں کی سے اور بچتے رہو بولنے جھوٹ کے سے توحید کرنے والے

کہ ہماری تمام جدوجہد اور کوشش مرکز کے تحفظ پر قربان ہوجانے کے لئے ہیں ۔ اسی جذبہ کو عملاً بیدار کرنے کے لئے حج کے دوران انہیں مرکز پر نثار ہو جانے کی تعلیم دی گئی ہے اور ان پتھروں کا طواف کرا کے ان کا امتحان لیا گیا ہے ۔

(۴)آیات(۳۲۔۲۸ / ۲۲) نبوت ولایت سے منقطع رہ کر حج سے کوئی فائدہ و ترقی ناممکن ہے ۔

ان آیات(۳۲۔۲۸ / ۲۲) میں جن عالمی و آفاقی فوائد اور مقاصد کا ذکر ہوا ہے ۔ وہ اُمت مسلمہ کو کبھی بھی حاصل نہ ہوسکے۔ رہ گیا عام میلوں اور نمائشوں کی طرح کے عارضی فوائد وہ البتہ دیگر مذاہب عالم اور دیگر غیر مسلم اقوام کی طرح مسلمانوں کو بھی حاصل ہوتے رہے ہیں ۔ مسلمانوں کو حج کرتے ہوئے چودہ سو سال گزر چکے ہیں ۔ ہر سال حاجیوں کی تعداد بڑھتی چلی آئی ہے اور مسلمانوں کے لئے نام نہاد کافروں اور بے دین دانشوروں نے جہاں زندگی کے ہر ہر شعبہ میں سہولتیں فراہم کر دی ہیں وہاں انہیں نہایت تیز رفتار ہوائی جہاز ایجاد کر کے دے دیئے ہیں ۔ لیکن اس مرکزی مقام یعنی کعبہ سے وابستگی اور حج و قربانی نے ہر روز مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیرنے ، انہیں بدترین انسان بنانے، اور دین اسلام سے دور کرنے میں بڑی مدد دی ہے ۔ جس طرح دنیا میں مولوی ایک بڑی اثر انگیز گالی ہے۔ اسی طرح کسی کو حاجی کہنا بھی ہزاروں عیوب اور مذمتوں کا نمائندہ ماننا ہے ۔ جب نماز روزہ اور دیگر عبادات نے مسلمانوں کو تباہ کیا تو حج انہیں کیوں نظر انداز کرتا ؟ یہ عبادتیں اللہ کی امانت تھیں ان میں خیانت اللہ کی خیانت ہے ۔ مسلمانوں نے عبادتوں کی کنجی سے اپنا تعلق منقطع کرلیا۔ ان وسائل کو فنا کرنے کی کوشش کی جن کی برکتوں سے یہ عبادتیں بار آور ہوتیں ۔ جس ذریعہ سے خداکے یہاں مقبول ہوتیں اور پلٹ کر ان کی شیرازہ بندی کرتیں انہیں فلاح و بہبود اور ارتقاء کی راہ پر چلاتیں ۔ انہوں نے عبادتوں کے مالکوں کا مال چرا کر چاہا کہ اس طرح بھی انہیں وہ فوائد حاصل ہوں جو قرآن نے بیان کئے ہیں لیکن یہ عبادتیں زندہ ، جیتی جاگتی چیزیں تھیں انہوں نے ان کے ساتھ چوروں جیسا سلوک کیا اور تباہی کے غار میں لا گرایا۔ یہ باتیں ان احادیث سے سمجھنے کی کوشش کریں ۔

(۴۔الف) مسلمانوں کو ان کی خودساختہ عبادتیں اور مذاہب کیوں تباہ کررہے ہیں ؟؟

(ا) امام محمد باقر علیہ السلام کے متعلق جناب فضیل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضورؐ نے ان لوگوں پر نظر ڈالی جو خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور فرمایا کہ یہ لوگ زمانہ

عَن الفضيل عن ابى جعفر عليه السلام قَال: نظر اِلىَ الناس يطوفون حول الكعبة فقَال : هٰكذا كَانو ايطوفون فى الجاهلية !! اِنَّمَاَ اُمروا اَنَ يطوفوابِهاَ ثُمَّ ينفرو اِلَينا ،

لِلّٰهِ غَیۡرَ مُشۡرِکِیۡنَ بِہٖ ؕ وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ

اللہ کو نہ شریک لانے والے ساتھ اس کے اور جو کوئی شریک لائے ساتھ اللہ کے

فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُہُ الطَّیۡرُ اَوۡ تَہۡوِیۡ

پس گویا گر پڑا آسمان سے پس اچک لے جاتے ہیں اس کو جانور یا پھینک دیتی ہے

بِہِ الرِّیۡحُ فِیۡ مَکَانٍ سَحِیۡقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِکَ ٭ وَ مَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ

اس کو باؤ بیچ مکان دور کے بات یہ ہے اور جو کوئی تعظیم کرے نشانیوں خدا کی کو

سہاروں سے منہ موڑ کر اور تمام لیڈروں کے نظام سے جدا ہو کر اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ اور جو کوئی دین میں کسی لیڈر وغیرہ کو شریک مانے تو وہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی آسمان سے گرا دیا جائے اور اسے پرندے اچک لے جائیں یا یہ کہ ہوائیں اسے ایسی جگہ لے جا کر پھینک دیں گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔ (۳۲) اور جو شخص ان چیزوں کی عظمت واحترام کرتا ہے جن سے خدا کا شعور حاصل

جاہلیت میں بھی اسی طرح طواف کیا کرتے تھے۔

اسلام نے یہ اصول مقرر کیا تھا کہ حج سے فراغت کے بعد تمام حاجیوں کو ہم سے آ کر ملنا واجب تھا۔ اور ہمیں حاکم و والی ماننے کی حیثیت سے اپنی پوزیشن، مالی حیثیت اور کارکردگی ہمارے سامنے پیش کرنا تھی اور ہماری حکومت کے استحکام میں اپنی پوری بضاعت و خدمات ہمارے سپرد کرنا تھی۔ اس فرمانے کے بعد یہ آیت پڑھی کہ: "یا اللہ لوگوں کے دل و ماغ اور توجہات کو میری آلؑ کی طرف جھکائے رکھنا" اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ:

فَیعَلمون ولایتھم ومودّتھم ویعرضوا علَیۡنا نصرتھم، ثُمَّ قَرَأَ ھٰذہ الایۃ " فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھۡوِیۡۤ اِلَیۡھِمۡ ﴿۳۷﴾ (ابراہیمؑ ۳۷/۱۴) (کافی کتاب الحجۃ باب ۴۹)

(۲) "جب امام محمد باقر علیہ السلام نے مکہ میں لوگوں کو اور ان کے حج سے متعلق کاموں کو دیکھا تو فرمایا کہ:

"حج کے یہ تمام کام یہ لوگ دوران جاہلیت بھی کیا کرتے تھے۔ مگر خدا کی قسم اسی قدر کافی نہیں ہے انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ حج کو انجام دیں، اپنی نذر پوری کریں پھر ہمارے پاس حاضر ہوں اور ہماری رعایا ہونے اور اپنی پوری بضاعت و وفاداری سپرد کرنے کا اعلان کریں" (ایضاً دوسری حدیث)

(۳) اور جناب سدیر نے بتایا کہ جناب امام محمدؑ باقر علیہ السلام مسجد حرام میں داخل ہو رہے تھے اور میں باہر نکل رہا تھا کہ حضورؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کعبہ کے برابر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے سدیر ان لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ آ کر ان پتھروں کا طواف کریں اور اس کے بعد ہمارے پاس حاضر ہوں ہماری حکومت کا اقرار کریں۔ اللہ کا حکم یہ تھا کہ:

"حقیقتاً میں ان لوگوں کے لئے بہت بخشش کرنے والا ہوں جو توبہ کریں اور خود کو سپرد کر دیں اور بہترین خدمت انجام دیں اور یوں ہدایت یافتہ بن جائیں" (طٰہٰؑ ۸۲/۲۰) یہ آیت پڑھ کر اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ:

"یعنی ہماری ولایت و حکومت کی طرف ہدایت پا جائیں" (ایضاً حدیث نمبر ۳)

(۴۔ب) احادیث سے ثابت ہوا کہ آئمۂ اہلبیتؑ کی ولایت و حکومت سے علیحدگی کے بعد تمام عبادتیں ضائع ہیں۔

ان احادیث سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جن لوگوں نے آنحضرتؐ کے بعد بلا فصل آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی ولایت کو نہ مانا ان کی تمام عبادتیں ایام جاہلیت کی عبادتیں ہیں جو اسلام میں قبول اور نتیجہ خیز نہیں ہوتیں۔ اس لئے کہ مقصد یہ تھا کہ تمام نوع انسان نبوت و ولایت سے وابستہ رہے۔ مرکز میں ہر شخص کی علمی و مالی بضاعت معلوم ہو اور یہاں آ کر جانے والوں کو ان کے یہاں کی غریب رعایا کی مدد پر تعینات کیا جائے ساری دنیا میں تمام مسلمان اور غیر مسلم اقوام مرکزی انتظام و پروگرام کے مطابق ترقی کریں ساری دنیا میں کسی ضرورت مند کو ضرورتمند نہ رہنے دیا جائے غربت و محتاجی کو روئے زمین سے ختم کر دیا جائے فضائیں، ہوائیں، زمین و آسمان، چرند و پرند اور درندے تمام مل کر نوع انسان سے تعاون کریں۔ کہیں تصادم، حادثات اور تضیع اوقات سے پالا نہ پڑے۔ لیکن عرب کے چند اقتدار پرستوں نے اپنی ہوسِ جاہ کے لئے پوری اُمت مسلمہ کو بھینٹ چڑھا دیا۔ دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے۔ لعنتوں کی بوچھاڑوں میں جان دی اور جہنم واصل ہوئے۔

فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ ۝۳۲ لَكُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ

پس تحقیق وہ پرہیزگاری دلوں کے سے ہے واسطے تمہارے بیچ اس کے فائدے ہیں

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ ۝۳۳ وَ

ایک وقت مقرر تک پھر جگہ حلال ہونے ان کے کی طرف کعبے کے ہے اور

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَكًا لِّيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ

واسطے ہر اُمت کے مقرر کی ہے ہم نے طرح عبادت کی تو کہ یاد کریں نام اللہ کا

عَلٰى مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمۡ

اوپر اس چیز کے کہ دی ہے ہم نے ان کو چارپایوں پالے ہوؤں سے پس معبود تمہارا

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا ؕ وَ بَشِّرِ الۡمُخۡبِتِيۡنَ ۝۳۴

معبود ایک ہے پس واسطے اسی کے مطیع ہو اور خوشخبری دے عاجزی کرنے والوں کو

الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَ الصّٰبِرِيۡنَ

وہ جو جس وقت یاد کیا جاتا ہے اللہ ڈر جاتے ہیں دل ان کے اور صبر کرنے والے

عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمۡ وَ الۡمُقِيۡمِى الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا

اوپر اس چیز کے کہ پہنچتی ہے ان کو اور قائم رکھنے والے نماز کو اور اس چیز سے کہ

ہوتا ہو (شعائر) تو یہ احترام کا جذبہ ایسے لوگوں کے دلوں کی ذمہ داری و پرہیز گاری کا ثبوت ہے۔ (۳۳) تمہارے لئے ان قربانی کے جانوروں سے ایک وقت مقررہ تک نفع اندوزی کا موقع ہے پھر ان (کے قربان کرنے) کی جگہ اسی قدیم گھر کے پاس مقرر ہے۔ (۳۴) ہم نے ہر اُمت کے لئے مویشیوں کی قربانی کا دستور جاری رکھا ہے تاکہ وہ ان پر اللہ کا نام لے کر تذکرہ کریں اور یوں خداداد مویشیوں پر شکر ادا کریں۔ چنانچہ یاد رکھو کہ تمہارا معبود صرف یکہ و تنہا و یگانہ معبود ہے چنانچہ تم لوگ اسی کے واسطے اسلام اختیار کرو اور اے رسولؐ آپ خاکساری کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں۔ (۳۵) جو کہ ذکر خداوندی سنتے ہی سہم کر رہ جایا کرتے ہیں اور قیام دین میں جو کچھ ان پر گزرتی ہے اس پر صبر و شکر کرنے والے اور برابر نماز کو قائم رکھنے والے اور جو کچھ ہم نے

(۵) آیت (۳۰ / ۲۲) میں خواہ مخواہ، بتوں کو اور جھوٹ کو گھسیٹ کر لایا گیا ہے۔

اس آیہ مبارکہ (۳۰ / ۲۲) میں لفظ اَوثَان اور زُور استعمال ہوئے ہیں اور اللہ نے ان دونوں سے اجتناب (الگ رہنے) کا حکم دیا ہے۔ اور یہ حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ اور کسی کا اسلام قبول ہی جب کیا جاتا تھا جب وہ کلمہ توحید پڑھ کر عملاً بتوں سے الگ ہو جائے اور اس کے کسی قول و فعل سے یہ ظاہر نہ ہوتا ہو کہ اس کے دل میں بت پرستی سے لگاؤ باقی ہے۔ لہٰذا اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو یہ کہنا کہ تم بتوں سے اجتناب کرو تحصیل حاصل ہے۔ اور اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔ لیکن چونکہ مسلمانوں میں ذاتی ملکیت میں کروڑوں اربوں روپے مولوی صاحب کے نزدیک ہمیشہ سے جائز ہیں لہٰذا آپ ہی آپ لفظ "اَوثَان" کے معنی سرمایہ داری اور اجارہ داری کے بجائے بت اور بت پرستی ہو جانا چاہئیں تاکہ مسلمانوں میں "سرمایہ داری اور اجارہ داری" جاری رہ سکے۔ چنانچہ مسلمانوں میں فاسق و فاجر قسم کے لوگ ہی نہیں بلکہ ہمارے علما میں کروڑوں پتی گزرے ہیں یعنی انہیں دولت و دین دونوں کی اجارہ داری حاصل تھی۔ اُدھر دولت کے زور پر حرام کو حلال کر لیتے تھے ادھر فتویٰ بازی میں جسے چاہتے تھے کافر و بے دین بنا دیا کرتے تھے۔ یہی حال لفظ "زور" کا ہے یہی لفظ ہے جس سے لفظ "زیارت" اور "مزار" اور "زائر" نکلتے ہیں۔ مگر قرآن میں تحریف اور معنوی تبدیلیاں کرنے والی قومی حکومتوں نے اس کے معنی جھوٹ اور بکواس اور گانا بجانا اور جھوٹے قصے کہانیاں مشہور کر دیا ہے۔ حالانکہ اس لفظ سے ان خود ساختہ معنی کا کوئی تعلق اور رشتہ نہیں ہے۔ ہم نے اپنے ترجمہ میں لفظ "زور" کے معنی جبریہ استحصال کئے ہیں یعنی لوگوں کو اپنی زیارت اور چڑھاوا چڑھانے پر مجبور کر دیا جائے اور انہیں ہر وقت کمانے اور چڑھاوا چڑھانے کی فکر دامن گیر رہے۔

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا

دی ہے ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں اور اونٹ قربانی کے کیا ہم نے ان کو

لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا

واسطے تمہارے نشانیوں اللہ کی سے واسطے تمہارے بیچ ان کے خوبی ہے پس یاد کرو

اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا

نام اللہ کا اوپر ان کے قطار باندھے ہوئے پس جس وقت گر پڑیں کروٹیں ان کی

فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ

پس کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ بے سوال فقیر کو اور سوال کرنے والے کو اسی طرح

سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ

مسخر کیا ہم نے ان کو واسطے تمہارے تو کہ تم شکر کرو ہر گز نہ پہنچے گا اللہ کو

لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ

گوشت ان کا اور نہ لہو ان کا ولیکن پہنچے گی اس کو پرہیزگاری تمہاری

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى

اسی طرح مسخر کیا ان کو واسطے تمہارے تو کہ تم بڑائی کہو اللہ کی اوپر اس کے کہ

مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ

ہدایت کیا تم کو اور بشارت دے نیکی کرنے والوں کو تحقیق اللہ دفع کرتا ہے

عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ

ان لوگوں سے کہ ایمان لائے تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا ہر خیانت کرنے والے

ان کو دے رکھا ہے اسے وہ ضرورت مندوں کے لئے کھلا رکھتے ہیں اور (۳۶) قربانی کے لئے عمدہ تندرست موٹے تازے جانوروں کو ہم نے تمہارے لئے ان چیزوں میں سے بنا دیا ہے جن سے شعور خداوندی ہوتا ہے۔ شعائر اللہ میں تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے چنانچہ قربانی کے جانوروں پر اللہ کا نام پڑھو اور انہیں کھڑا کر کے (صرف اونٹوں کو) ذبح کرو۔ جب وہ ذبح ہو کر پہلو کے بل زمین پر آ گریں تو ان کا گوشت خود بھی کھاؤ اور قناعت کرنے والوں اور ضرورت پیش کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔ باقی چیزوں کی طرح چوپائے جانور بھی تمہارے قابو میں دیئے گئے ہیں شاید کہ تم اس پر شکر ادا کرو۔(۳۷) قربانی کا گوشت اور خون اللہ کو ہرگز نہیں پہنچتا نہ اسے اس کی ضرورت ہے ولیکن تمہارا خلوص اور تقویٰ ضرور اللہ کو پہنچتا ہے قربانی کے جانور اسی طرح تمہارے تابع فرمان ہیں تاکہ تم لوگ اس کی عطا کردہ ہدایت پر اللہ کی بزرگی عام طور پر پھیلا دو اور احسان پیشہ مسلمانوں کو خوشخبریاں سنا دو (۳۸) یقیناً اللہ ایمان لانے والوں کا تحفظ کرتا ہے مخالفوں سے بچا لیتا ہے بلاشبہ تمام خیانت کرنے والوں اور حق چھپانے والوں

(٦) آیات (۳۶-۳۲ / ۲۲) ہر وہ چیز محترم ہے جو اللہ اور اللہ کے متعلقات کا شعور پیدا کرے۔

اللہ نے ان آیات میں شَعَائر کی تعظیم کو قلبی تقویٰ کے لئے لازم قرار دیا ہے۔ اور یہاں مثال میں قربانی کے لئے نامزد ہو جانے والے جانوروں تک کے احترام و عظمت کا ذکر فرمایا ہے۔ صرف اس لئے کہ قربانی کے جانور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی یاد دلاتے ہیں۔ چنانچہ انبیا علیہم السلام کی یادگاریں قائم کرنا اللہ کی طرف سے ضروری ہوا۔ اوران یادگاروں میں مددگار اشیا کی عزت و توقیر و احترام لازم ٹھہرا۔ یہی وجہ ہے کہ چاہ زمزم اور صفا و مروہ پہاڑیاں مقدس و محترم قرار پائیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی یاد اور ان کی نقل کرنا اور سعی کرنا اور اسی انداز سے کاندھوں کو ہلاتے ہوئے اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر بلا کسی ظاہری فائدے کے دوڑنا تمام اُمت مسلمہ پر واجب ہوا۔ اسی اصول کے ماتحت عزائے شہدائے کربلاؑ سے متعلق علم، و تعزیہ و ذوالجناح و تابوت و جلوس اور دیگر سامانِ عزا شعائر اللہ میں داخل اور مقدس و محترم ہے۔ اور قرآن نے طرح طرح سے شعائر اللہ اور اُن سے متعلق حدود و قیود پر بصیرت افروز بیانات دیئے ہیں۔ اور قلبی تقویٰ کو عبادتوں کے قبول ہونے کی بنیاد قرار دیا ہے۔

کفر کرنے والے کو اذن دیا گیا واسطے ان لوگوں کے کہ لڑائی کئے جاتے ہیں

كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ

بسبب اس کے کہ وہ ظلم کئے گئے ہیں اور تحقیق اللہ اوپر مدد ان کی کے

بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ

البتہ قادر ہے وہ لوگ کہ نکالے گئے گھروں اپنے سے ناحق مگر یہ کہ

لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ

کہا انہوں نے پروردگار ہمارا اللہ ہے اور اگر نہ ہوتا دور کرنا اللہ کا لوگوں کو

يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

بعضے ان کے کو بعض سے البتہ ڈھائے جاتے خلوت خانے درویشوں کے اور

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ

عبادت خانے نصاریٰ کے اور عبادت خانے یہود کے اور مسجدیں کہ لیا جاتا ہے

بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ

کو اللہ دوست نہیں رکھتا ہے۔ (۳۹) اللہ نے ان لوگوں کو بھی جوابی جنگ کرنے کی اجازت دے دی ہے جن پر ظلم کیا جاتا رہا اور اللہ یقیناً ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ (۴۰) یہ وہی لوگ ہیں جن کو ان کے شہروں سے نکالا گیا اور جن پر فوج کشی جاری ہے حالانکہ نہ ان کو شہر بدر کرنے کا حق تھا نہ ان سے جنگ ہی جائز ہے۔ یہ مظالم اور فوج کشی اس لئے کی گئی کہ انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کر لیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر اللہ نے انسانوں کو ظلم وجبر سے بچانے کے لئے بعض انسانوں کو بعض پر مسلط کرتے رہنے کا سلسلہ جاری نہ رکھا ہوتا تو خانقاہیں اور یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہیں اور مسجدیں مسمار ہوکر رہ جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا

(۷) آیات (۴۰-۳۹ / ۲۲) ہجرت کا ثواب اور مہاجر کی شناخت و مقام:

بد قسمتی سے ہر اس شخص کو مقدس اور مہاجر سمجھ لیا گیا ہے جو مکہ سے یا کسی اور شہر سے مدینہ آکر آباد ہوتا گیا۔ یہ آیت (۴۰-۳۹ / ۲۲) اس گتھلک کو واضح کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ جن لوگوں کو ظلم وستم اور جبر کے زور سے جلا وطن کیا گیا تھا وہی حقیقی معنی میں مہاجر ہیں اور یہ وہی لوگ تھے جو اسلام کے دشمنوں کے دشمن تھے اور اُن ہی سے کافروں کو خطرہ تھا۔ اور جن لوگوں پر نہ جبر کیا گیا نہ ظلم ہوا وہ ہرگز کافروں کے مخالف نہ تھے۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کافروں کے دوست یا ملازم جاسوس اور طرفدار ہوں۔ لہٰذا مہاجر کا لیبل پڑھنے کے بعد پہلے یہ دیکھیں کہ اس شخص کا کافروں کے ساتھ تعلق کیا تھا؟ اور یہ کہ اس نے اپنے اعمال و اقوال و افکار سے کہاں تک دشمن محاذ کے خلاف کام کیا۔ اور کہاں تک کفار کی یا کفار کی پالیسی اور عقائد کو اسلام میں برقرار رکھا؟ ہم علامہ مودودی کے قلم سے ایک مثال لکھتے ہیں سنئے:

(۷-الف) دو (۲) مہاجروں کی ہجرت اور کفار کا ان کے ساتھ سلوک؟

"عیاش بن رَبیعہ ابوجہل کے ماں جائے بھائی تھے۔ حضرت عمر کے ساتھ ہجرت کرکے مدینے پہنچ گئے۔ پیچھے پیچھے ابوجہل اپنے ایک بھائی کو ساتھ لے کر جا پہنچا اور بات بنائی کہ اماں جان نے قسم کھا لی ہے کہ جب تک عیاش کی صورت نہ دیکھ لوں گی نہ دھوپ سے سائے میں جاؤں گی اور نہ سر میں کنگھی کروں گی۔ اس لئے تم بس چل کر انہیں صورت دکھا دو پھر واپس آجانا۔ وہ بے چارے ماں کی محبت میں ساتھ ہو لئے۔ راستے میں دونوں بھائیوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور مکے میں انہیں لے کر اس طرح داخل ہوئے کہ وہ رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور دونوں بھائی پکارتے جا رہے تھے کہ "اے اہل مکہ اپنے اپنے نالائق لونڈوں کو یوں سیدھا کرو جس طرح ہم نے کیا ہے۔ کافی مدت تک یہ بے چارے قید رہے اور آخر کار ایک جانباز مسلمان ان کو نکال کر لانے میں کامیاب ہوا" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۳۳-۲۳۲)
معلوم ہوا کہ حضرت عمر سے کسی قسم کا تعارض نہیں کیا گیا تھا۔

فِيۡهَا اسۡمُ اللّٰهِ كَثِيۡرًا ؕ وَ لَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ ؕ

بیچ ان کے نام اللہ کا بہت اور البتہ مدد دے گا اللہ اس کو کہ مدد دیتا ہے اس کو

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ۞ اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى

تحقیق اللہ البتہ زور آور ہے غالب وہ لوگ کہ اگر قدرت دیں ہم ان کو بیچ

الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ

زمین کے قائم رکھیں نماز کو اور دیں زکوٰۃ کو اور حکم کریں ساتھ بھلائی کے اور

نَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الۡاُمُوۡرِ ۞ وَ اِنۡ

منع کریں نامعقول سے اور واسطے اللہ کے ہے آخر سب کاموں کا اور اگر

يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ عَادٌ

جھٹلاویں تجھ کو پس تحقیق جھٹلایا تھا پہلے ان سے قوم نوحؑ کی نے اور قوم عاد نے

ہے ۔ اور اللہ ان لوگوں کی نصرت ضرور کرے گا جو اللہ کے پروگرام میں نصرت کرتے ہیں یقیناً اللہ ضرور قوی اور ہر حال میں غالب ہے ۔ (۴۱) یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہجرت پر مجبور کیا گیا اور جنہیں اگر ہم زمین میں قدرت اور اقتدار و غلبہ عطا کریں تو وہ نماز کا نظام جاری کریں زکوٰۃ سے افلاس دور کریں اور عالمی طور پر تمام پسندیدہ کاموں کو نافذ کریں اور تمام عالمی ناپسندیدہ چیزوں اور کاموں سے روکیں اور تمام کاموں کی انتہا آخر اللہ ہی کے نظام پر منحصر ہے ۔ (۴۲) اور اے رسولؐ اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلا رہے ہیں تو یہ نئی بات نہیں ہے تمہاری قوم کی طرح ان سے پہلے نوحؑ کی قوم نے اور عاد و ثمود کی اقوام نے

(۸) آیت (۴۰ / ۲۲) میں تمام مذاہب کی عبادت گاہیں محترم اور قابل حفاظت ہیں ۔

مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا بھی رہتا چلا آیا ہے جو مسلمان فقرا اور صوفیا کا مخالف رہا اور مزاروں اور خانقاہوں میں جانے اور انہیں بنانے کو خلاف اسلام کہتا چلا آیا ہے ۔ لیکن قرآن کریم ایسے لوگوں کو ان لوگوں میں شامل کرتا ہے جو مساجد اور عبادت گاہوں کو ڈھانے اور مٹانے کے مجرم اور اللہ کے مخالف رہتے چلے آئے ہیں اور جن کے خلاف تمام اقوام اور تمام اہل مذاہب اور تمام اَھْلُ اللّٰہ کو محاذ بنانا چاہئے ۔ اس لئے کہ وہ اسلام کی آڑ میں اسلام اور تمام مذاہب کے مخالف ہیں ۔ لہٰذا خواہ مندر ہوں یا گرجے ہوں یا کسی اور مذہب کی عبادت اور عبادت گاہیں، ہم پر لازم ہے کہ سب کا احترام کریں اور اسلام کی حقیقی عبادت اور اس کے فوائد سے لوگوں کو مالا مال کریں ۔ اور سوکھی نعرہ بازی اور طعن و طنز سے باز رہیں ۔ اور عملاً دکھائیں کہ اللہ ہماری عبادت کو نتیجہ خیز رکھتا ہے ۔

(۹) آیت (۴۱ / ۲۲) میں حقیقی مہاجرین کی صفات اور حقیقی اسلامی نظام قائم کرنے کا تذکرہ ہے ۔

یہ آیت (۴۱ / ۲۲) سابقہ آیات (۴۰-۳۹ / ۲۲) کا نتیجہ بیان کرتی ہے ۔ یعنی حقیقی مہاجرین کو فوراً پورا غلبہ اور اقتدار نہ ملے گا ۔ اور جب بھی ان کو تسلط عطا ہوگا تو اس کی شناخت یہ ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پورے اور مکمل پروگرام کو نافذ کریں گے ۔ تمام عبادت گاہوں اور تمام قسم کی عبادتوں اور تمام اقوام و مذاہب کا احترام اور بقا ان کی ذمہ داری ہوگی۔ وہ بلاجبر واکراہ اسلام کو بہترین عملی صورت میں نافذ کریں گے ۔ انسانوں کو ہر بری ، مضر اور ترقی میں رکاوٹ ڈالنے والی باتوں اور کاموں پر اطلاع دیں گے ۔ اور بتدریج ایسے اعمال و عبادات کو قابل نفرت بنادیں گے جو نوع انسان کو ہمہ گیر ترقی سے روکتی ہوں ۔ ہر مذہب کے لوگوں کو ترقی کی راہ پر لگائیں گے اور پہلے ضرورت ثابت کرکے پھر اسلام کے احکام پر عمل کرنے کا جواز پیدا کریں گے اور ثابت کریں گے کہ سابقہ مذاہب اور عبادتیں نامکمل تھیں ۔ انہیں نماز کے نظام سے مکمل کریں گے اور لوگ آخرکار خوشی خوشی اسلامی زندگی اختیار کرلیں گے ۔ اس کے برعکس نام نہاد نعرہ باز اسلام سے لوگوں کو متنفر کرنے کے لئے جبر و ظلم کی راہ اختیار کریں گے اسلام کو مارشل ازم میں تبدیل کردیں گے ۔ اسلام کے احکام وعبادات کو فوجی پریڈ اور نوع انسان کے استحصال کا ذریعہ بنالیں گے ۔ اسلام میں اسلام کے نام پر سینکڑوں مذہب اور فرقے پیدا کریں گے پھر ایک دوسرے کو کافر، ملحد ، وبے دین اور بدعتی قراردیں گے ۔ دوسرے مذاہب کو مٹانے کی مہم چلائیں گے اور دنیا کو ظلم و جبر و قتل وغارت اور فساد کا اکھاڑہ بناکر رکھ دیں گے (بقرہ ۲۰۶-۲۰۵ / ۲) ۔

وَ ثَمُوْدُ ۙ﴿۴۲﴾ وَ قَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ ۙ﴿۴۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ

اور ثمود نے اور قوم ابراہیمؑ کی نے اور قوم لوطؑ کی نے اور رہنے والے

مَدْيَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ

مدین کے نے اور جھٹلایا گیا موسیٰؑ پس ڈھیل دی میں نے کافروں کو پھر

اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ

پکڑا میں نے ان کو پس کیوں کر تھا عذاب میرا پس بہت بستیاں ہیں کہ

اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا

ہلاک کیا ہم نے ان کو اور وہ ظالم تھیں پس وہ گری ہوئی ہیں اوپر چھتوں اپنی کے

وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ

اور بہت کنویں ناکارہ پڑے ہوئے ہیں اور بہت محل ہیں بلند کئے ہوئے کیا پس نہیں

يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ

سیر کی انہوں نے بیچ زمین کے پس ہوتے واسطے ان کے قلوب کہ سمجھتے

بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى

ساتھ ان کے یا کان کہ سنتے ساتھ ان کے پس تحقیق وہ نہیں کہ اندھی ہو جاتی ہیں

الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَ

آنکھیں ولیکن اندھے ہو جاتے ہیں دل وہ جو بیچ سینوں کے ہیں اور

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ لَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ

جلدی مانگتے ہیں تجھ سے عذاب کو اور ہرگز نہ خلاف کرے گا اللہ وعدے اپنے کو

وَ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ

اور تحقیق ایک دن نزدیک پروردگار تیرے کے مانند ہزار برس کی ہوتا ہے

بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ (۴۳) اسی طرح ابراہیمؑ کی قوم نے بھی اور لوطؑ کی قوم نے بھی جھٹلایا تھا ۔ (۴۴) اور یوں ہی مدین والوں نے بھی تکذیب کی تھی اور موسیٰؑ کو بھی جھٹلایا گیا تھا چنانچہ ہم نے حق پوشوں کو پہلے پہلے خوب ہی ڈھیل دی تھی مگر وقت آنے پر ان اقوام کو سزا کے لئے ہم نے ماخوذ کر لیا تھا اب خو د بھی دیکھ لو کہ ان پر کیسی بُری گزری۔ (۴۵) چنانچہ کتنی ہی خطاکار آبادیاں ہیں جن کو ہم نے برباد کردیا ہے اور آج وہ اپنی چھتوں پر الٹی پڑی ہیں کتنے ہی کنویں بیکار پڑے ہیں اور کتنے محل کھنڈر بنے ہوئے ہیں ۔ (۴۶) کیا تمہاری قوم کے لوگ آنکھیں کھول کر زمین میں سیر و سفر نہیں کر چکے ہیں؟ کیا ان کے دل عقل سے کام لینے والے اور ان کے کان حقائق کو سننے والے نہیں رہے ہیں؟ بات یہ ہے کہ نہ آنکھیں اندھی ہوتی ہیں نہ کان بہرے ہوتے ہیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں (۴۷) یہ لوگ تم سے عذاب نازل کرانے کے لئے جلدی مچا رہے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتا مگر تیرے پروردگار کے یہاں کا ایک ایک دن تمہارے گنتی کے ہزار سال کے مانند ہوتا ہے ۔

(۱۰) آیات(۴۴۔۴۲ / ۲۲) میں قریش کو بحیثیت مجموعی سابقہ کافر قوموں کے ساتھ شمار کیا گیا ہے ۔

یہاں یہ سوچنا یا سمجھنا کہ ان آیات میں مذکورہ تکذیب اسلام کے منکروں کی طرف سے ہو رہی تھی اس لئے غلط ہے کہ اسی قوم کے لئے یہ فیصلہ قیامت تک محفوظ رکھا گیا ہے کہ رسولؐ کی قوم نے بحیثیت مجموعی قرآن کو ترک کرکے اپنا ضابطہ ہدایت نظام طاغوتی کو بنا لیا تھا (فرقان ۳۰ / ۲۵)اور(نساء ۶۱۔۶۰ / ۴) حالانکہ وہ ایمان کا دعویٰ کرتے تھے نمازیں ، تہجد ، زکوٰۃ اور روزے کے پابند تھے۔لا الہ الاّ اللہ اور محمدؐ رسولؐ کا اقرار کرتے تھے ۔ اور قرآن نے انہیں بار بار مومنین کہہ کر پکارا ہے (نساء ۱۳۶ / ۴) چنانچہ یہ مسلمانوں میں ایک ایسا فرقہ تھا جو رسولؐ کو خطا کار اور اپنے جیسا آدمی سمجھتا تھا(انفال ۵۔۶ / ۸) اور مسائل و عقائد و مہمات میں رسولؐ سے بحث اور جھگڑا جاری رکھتا تھا۔ یہ مذہب آج کے کثیر مولویوں کا بھی ہے ۔

(٤٨) اور بہت ایسی بستیاں بھی رہی ہیں جنہیں میں نے مہلت موقع اور ڈھیل دے رکھی ہے (جیسا کہ تمہاری قوم کو ڈھیل دینا طے کیا ہوا ہے) حالانکہ وہ ظلم وستم کرتی رہی تھیں لیکن آخر انہیں عذاب کے لئے پکڑ لیا تھا۔اور یوں تو قیامت میں واپسی بھی ہمارے ہی سامنے ہونے والی تھی۔ (٤٩) کہہ دو کہ اے لوگو میں تمہارے لئے جانا بوجھا ثابت شدہ نذیر ہوں۔ (٥٠) چنانچہ جو لوگ ایمان لائے اور اصلاحی اعمال پر کاربند رہے ان کے لئے مفید ترین سامان حیات اور تحفظ موجود ہے (٥١) اور تمہاری طرح جن لوگوں نے ہماری آیات کے معنی بدلنے اور لوگوں کو حق تک پہنچنے سے عاجز کر دینے کا رویہ اختیار کیا وہ تمام جہنم کے صحابہ ہیں۔ (٥٢) اور آپ سے پہلے جتنے بھی رسولؑ یا نبیؑ ہم نے بھیجے ان کے ساتھ برابر یہ ہوتا رہا کہ ان میں سے جس نے بھی کسی منصوبے کی تمنا کا اعلان کیا تو شیطان نے ان کی تمنا کے خلاف اسکیم جاری کر دی۔

مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿٤٧﴾ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا

ان دنوں سے کہ گنتے ہو تم اور بہت بستیاں ہیں کہ ڈھیل دی ہم نے ان کو

وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿٤٨﴾ ع

اور وہ ظلم کرنے والیاں تھیں پھر پکڑا میں نے ان کو اور طرف میری ہے پھر آنا

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٩﴾ ۚ

کہہ اے لوگو سوائے اس کے نہیں کہ میں واسطے تمہارے ڈرانے والا ہوں ظاہر

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ

پس وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے واسطے ان کے بخشش ہے اور رزق

كَرِيْمٌ ﴿٥٠﴾ وَ الَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ

حرمت کا اور جن لوگوں نے سعی کی بیچ نشانیوں میری کے عاجز کرنے کو

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٥١﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ

یہ لوگ ہیں رہنے والے دوزخ کے اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسولؑ اور

لَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ

نہ کوئی نبیؑ مگر جس وقت آرزو کرتا تھا ڈال دیتا تھا شیطان بیچ آرزو اس کی کے

(١١) ابلیسی گروہ سے اسلامی تعلیمات کو محفوظ رکھنے کے لئے اللہ کا نظام غَيْبَتْ غالب رہا۔

آیات (٥٥-٥٢ / ٢٢) اُس خدائی نظام کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو شیطانی نظام کو توڑتا مروڑتا اور بے اثر وباطل کرتا چلا آیا ہے اور جو شیطانی نمائندوں کے مقابلہ میں صاحبان ایمان اور راہنمایان اسلام علیہم السلام کو مستحکم و منظم رکھنے اور اللہ کی راہ میں جان و مال و اولاد کو نثار کرنے پر مطمئن رکھتا چلا آیا ہے۔ قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے بتایا ہے کہ ابلیس اور اُس کا پورا قبیلہ نظروں سے پوشیدہ رہ کر تمام انسانوں پر نظر رکھتا ہے (اعراف ٢٧ / ٧)اور انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں انسانوں ہی میں سے اپنے نمائندے تیار کرتا ہے (نساء ١١٨ / ٤) پھر اُن نمائندوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ان سے اپنے اعلانیہ اور زیر زمین پوشیدہ منصوبوں پر عمل کراتا ہے۔ یعنی ایک گروہ منکر بن کر علی الاعلان مخالفت اور ہر ممکن کھلا تصادم کرتا جاتا ہے دوسرا گروہ اعلان نبوت کے ساتھ ہی مومن بنتا اور نبیؐ کے گرد جمع ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور مسلم عوام کے عقائد و تصورات کو ابلیسی منصوبے کی تائید پر اکساتا ہے۔ نبیؐ کو چپکے چپکے غلط کار وخطا کار ثابت کرنے کے لئے آیات کے مفاہیم پر ابلیسی عقل اور پالیسی کا رنگ چڑھاتا ہے۔ قومی لیڈروں اور دانشوروں کو قومی تعصب اور قومی تحفظ کی راہ پر ڈالتا ہے۔یہاں تک وہ سب رسولؐ کے پروگرام کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اور قوم کو رسولؐ کے خلاف اُکساتے اور بہکاتے اور بھڑکاتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں کہ رسولؐ تمہیں مغلوب کر لے گا۔ تمہارے بال بچے غلام بن کر رہ جائیں گے رسولؐ کا خاندان تم پر حکم چلایا کرے گا۔ لہٰذا تم سب مل کر رسولؐ کی شخصی حکومت کے خلاف اُٹھو اور اسے قومی و جمہوری حکومت بنانے میں ہمارا ساتھ دو۔ اس اسکیم کو اندر ہی اندر پوری قوم میں پھیلا دیا جاتا ہے۔اور ایک روز قرآن و رسولؐ کے خلاف قومی حکومت بنالی جاتی ہے۔ اور دین میں تفرقہ اندازی اور توڑ پھوڑ کی مہم چلائی جاتی ہے۔(٥٣ / ٢٢)

چنانچہ اللہ شیطانی اسکیم کو تحریری صورت دیتا رہا پھر اپنی متعلقہ آیات کو علیم و حکیم ہونے کی بنا پر اس طرح محکم اور نتیجہ خیز بناتا رہا کہ (۵۳) وہ شیطانی اسکیم ان لوگوں کے لئے آفت و فتنہ بن کر رہ جائے جن کے دلوں میں شیطان کے مذہب کو نافذ کرنے کی دیوانگی ہے اور جن کے قلوب رحم و کرم و تقویٰ کے مقابلہ میں سخت ہوچکے ہیں ۔ اور یہ غلط کار وظالم لوگ بلاشبہ بڑی دور تک اسلام کی توڑ پھوڑ اور تفرقہ انگیزی کے درپے ہو چکے ہیں ۔ (۵۴) شیطانی اسکیم کو باطل و بے اثر کرنے کے ساتھ ہی دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ و رسولؐ شیطانی اسکیم اور خدائی نظام کا علم دے دیتے ہیں ان کے ایمان ویقین پختہ تر ہوجائیں اور ان کے دل خدائی نظام کے قبول کرنے میں نرم پڑ جائیں اور یقیناً اللہ مومنین کو حقیقی

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ

پس موقوف کر دیتا ہے اللہ جو ڈالتا ہے شیطان پھر محکم کرتا ہے اللہ نشانیوں اپنی کو

وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ

اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا تو کہ کر دیوے اس چیز کو کہ ڈالتا ہے شیطان

فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ

آزمائش واسطے ان لوگوں کے کہ بیچ دلوں ان کے کے مرض ہے اور جو کہ سخت ہیں

قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ

دل ان کے اور تحقیق ظالم البتہ بیچ خلاف دور کے ہیں اور تو کہ جانیں وہ لوگ کہ

اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا

دئے گئے ہیں علم یہ کہ وہ سچ ہے پروردگار تیرے کی طرف سے پس ایمان لاویں

بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ

ساتھ اس کے پس عاجزی کریں واسطے اس کے دل ان کے اور تحقیق اللہ البتہ

اس قسم کی ابلیسی اسکیموں کے مقابلہ میں اللہ نے اپنے نظام غیبت کا ذکر فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ ابلیس کی پوری کوشش کے باوجود ، مسلمانوں کی کثرت کی ہمنوائی کے باوجود ہر زمانہ میں حق برقراررہا۔ حق نے ترقی کی اور ساری دنیا میں مذکورہ بالا گروہ اور اُن کا خانہ ساز اسلام برابر بدنام ہوتا اور نفرت کا نشانہ بنتا اور تباہ و برباد ہوتا چلا آیا اور آخر تمام مذاہب اور تمام اقوام عالم کے سامنے عقل و وسائل کی بھیک مانگتا نظر آتا ہے ۔ لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ انہیں عیسائی یہودی ، ہندو اور کمیونسٹ بن جانا منظور ہے مگر حقیقی اسلام سے اور حقیقی سربراہانؑ اسلام سے وابستہ ہونا اور محمدؐ و آل محمدؐ کا دامن تھامنا منظور نہیں ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ کے اوّلین معنی کی رُو سے جو حقائق سامنے آتے ہیں اُن پر پردہ ڈالنے اور حقیقت کو چھپانے کی ابلیسی اسکیم آج تک برابر جاری ہے ۔ اسی عملدرآمد کی وجہ سے حق پوش گروہ کو کافر قرار دیا گیا۔ لیکن مذکورہ بالا خود رَو گروہ کافر کے معنی منکر اور مخالف کرتا چلا آیا تاکہ اُن کے جرائم کا قرآنی بیان منکروں اور مخالفوں کے ذمہ لگایا جا سکے اور اسی پالیسی پر عمل کرنے والوں کے قلب میں وہ بیماری بتائی گئی ہے جو اسلامی حقائق کو بدلنے اور شیطانی منصوبے کو اسلام کا نام دینے کے لئے جنون میں تبدیل ہوگئی ہے (آل عمران ۷ / ۳) اسی پالیسی کے ماتحت زیر بحث آیت کے یہ معنی لئے گئے ہیں کہ شیطان (معاذاللہ) نبیوںؑ کے اوپر نازل ہونے والی وحی میں اپنی طرف سے اپنے مفید مطلب مضمون شامل کر دیتا ہے اور نبیؑ اُن غلط باتوں کو بھی اُمت کو سکھاتا ہے پھر اللہ اُن غلط باتوں کو خارج کرنے کے لئے دوسری آیات نازل کرتا ہے ۔ منشا یہی تھا کہ نبیؐ کو خاطی اور عام انسان ثابت کرنے کے لئے اُس پر شیطان کا تسلط ثابت کیا جائے اور پھر جس آیت کو چاہیں خارج کرنے ، تبدیل کرنے اور قومی پالیسی کے مطابق بنانے کی راہ نکالی جائے چنانچہ بعد وفاتِ رسولؐ مسلسل چارسو (۴۰۰) سال تک اسلامی تعلیمات میں تبدیلیوں کا سرکاری نظام اور محکمہ برسرکار رہا۔ اور اس طرح ایک ہی دین میں دوسو (۲۰۰) کے قریب مختلف تصورات اور مذاہب یا فرقے بنتے چلے گئے یہاں تک کہ قومی حکومت کا شیرازہ بکھرا اور اللہ و رسولؐ کے قائم کردہ نظام غیبت نے قومی حکومت اور اس کی ابلیسی پالیسیوں کے خلاف اعلانیہ تبلیغ بھی شروع کردی اور پبلک کو صحیح واقعات و تعلیمات اور قومی جعلسازی اور روز اوّل سے سازش کرنے پر مطلع کیا اور حقیقی اسلام اور رسولؐ کی صحیح تعلیمات اور مقاصد سامنے آگئے ۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَ

راہ دکھانے والا ہے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے ہیں طرف راہ سیدھی کے اور

لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى

ہمیش رہیں گے وہ لوگ کہ کافر ہوئے بیچ شک کے اس سے یہاں تک

تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝

آوے ان کے پاس قیامت ناگہاں یا آوے ان کے پاس عذاب دن نحس کا

اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ

بادشاہی اس دن واسطے اللہ کے ہے حکم کرے گا درمیان ان کے پس وہ لوگ کہ

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ایمان لائے اور کام کئے اچھے بیچ بہشتوں نعمت کے ہیں اور وہ لوگ کہ کافر ہوئے

وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ع

اور جھٹلایا نشانیوں ہماری کو پس یہ لوگ واسطے ان کے عذاب ہے ذلیل کرنے والا

وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا

اور جن لوگوں نے وطن چھوڑا بیچ راہ اللہ کے پھر مارے گئے یا مرگئے

اور مجسم و مشہور صراط مستقیم کی شناخت اور راہنمائی دیگا۔ (۵۵) رہ گیا ابلیس کا حق پوش گروہ تو قیامت تک اسلامی تعلیمات کو اپنے لئے سازگار بنانے کے لئے نچوڑتا اور مروڑتا ہی رہے گا۔ یا یہ کہ ان پر عذاب کا کوئی منحوس دن آجائے۔ (۵۶) اُس روز کائنات میں خالص حکومت الٰہیہ ہوگی اور اسلام کے مخالفین کے درمیان خالص حکم خداوندی جاری ہوگا چنانچہ ایمان لانے اور اصلاحی اعمال کرنے والے لوگ تو نعمتوں سے لبریز جنتوں میں ہوں گے (۵۷) اور جن لوگوں نے حق کو چھپانے اور ہماری آیات کی حقیقی تعلیم کو جھٹلانے کی مہم چلائی ان کے لئے توہین کرڈالنے والا عذاب طے شدہ ہے۔ (۵۸) اور جن لوگوں نے اللہ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ہجرت کی اور ہجرت کے بعد وہ جنگ کرتے ہوئے دشمنان اسلام کے ہاتھوں قتل ہوگئے یا بعد میں مرگئے

لیکن حکومت بدستور قوم کے پٹے ہوئے لیڈروں ہی کے ہاتھ میں رہی اس لئے ہزاروں باہمی اختلافات کے باوجود کثرت کے عقائد و تصورات وہی رہے جو دوران نزول قرآن قومی لیڈروں نے شائع کئے تھے۔ چنانچہ آیات زیر بحث پر ابلیسی گروہ کے مومن مسلمانوں نے جو کچھ کیا اس کی تفصیلات خود ان کی اپنی کتابوں میں ہزاروں صفحات پر محفوظ پڑی ہیں جن کو پڑھ کر کوئی زندہ ضمیر والا انسان اُن قومی لیڈروں کو شیطان کے نمائندے ماننے سے انکار نہ کرے گا جنہوں نے عہد رسولؐ میں دین اسلام میں تغیر و تبدل کی بنیادیں استوار کی تھیں اور جن کا حال ہم خالص قرآن کے الفاظ میں بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ بہرحال آج اُن تعلیمات سے تو ان کے تمام علما متنفر و بیزار ہیں مگر ان خبیث لیڈروں سے نہ بیزار ہیں نہ کھل کر یہ مانتے ہیں کہ دین اسلام کا بگاڑ عہد رسولؐ میں عہد رسولؐ کے لیڈروں نے کیا تھا۔ مگر قرآن کریم رسولؐ کی پوری قوم کو مجرم قرار دیتا ہے۔ (فرقان ۳۱۔۳۰ / ۲۵) اور بتاتا ہے کہ جس طرح آیات زیر بحث (۵۵۔۵۲ / ۲۲) میں ہر نبیؑ اور رسولؐ کے خلاف شیطانی محاذ رہا اُسی طرح ہر رسولؐ اور ہر نبیؑ کے دشمنوں نے کتب خداوندی کو مہجور رکھا اور مجرم ہر زمانہ میں دین کو مسلمان بن کر بگاڑتے رہے۔ یہاں علامہ مودودی سے چند باتیں سن لیں تو ہم کہیں۔

(۱۱۔ الف) عہد رسولؐ کے لیڈروں کی ایک ایک روایت پورے دین کو تباہ کرنے کے لئے کافی تھی۔

ارشاد ہے کہ: (۱) "مگر افسوس ہے کہ ایک روایت نے ان (آیات ۵۵ تا ۵۲/ ۲۲) کی تفسیر میں اتنا بڑا گھپلا ڈال دیا کہ نہ صرف اِن کے معنی کچھ سے کچھ ہوگئے۔ بلکہ سارے دین کی بنیاد ہی خطرے میں پڑگئی" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۳۹) قارئین نوٹ کریں کہ ہر روایت کسی نہ کسی صحابی نے بیان کی ہے۔ لہٰذا ثابت ہے اُس صحابی کے نزدیک وہی مذہب صحیح تھا جو اس نے روایت میں بیان کیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حقیقی اسلام تو اور تھا مگر بعد کے مسلمانوں کو ضرورت پیش آئی

یقیناً اللہ ایسے مومنین مہاجرین کو دنیا و آخرت میں اچھا سامان حیات فراہم کرتا رہے گا اور یقیناً اللہ وہ ہے جو تمام سامانِ حیات فراہم کرنے والوں سے بہتر رازق ہے (۵۹) البتہ اُن مومنین مہاجرین کو ایسے مقام میں داخل کرے گا جس میں داخل ہونے پر وہ راضی ہوجائیں گے اور اللہ بالیقین علیم و حکیم کی حیثیت سے یہ بیان دے رہا ہے ۔(۶۰) وہ تو تھا ابلیسی نمائندوں اور نظام غیبت کا حال اور جو کوئی بھی بدلہ لے ویسا ہی جیسا اس کے ساتھ کیا گیا تھا پھر اس بدلہ لینے والے پر منظّم زیادتی کی جاوے تو ضروری ہے کہ اللہ اس کی مدد و نصرت کرے یقیناً اللہ نظر انداز کرنے اور سامانِ تحفظ عطا کرنے والا ہے ۔ (۶۱) مظلوم کی نصرت کا تقاضہ وہی قدرت کرتی ہے جس سے اللہ رات کو دن میں سمو دیتا ہے اور دن کو رات میں گھول دیتا ہے اور یہ کہ اللہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے ۔ (۶۲) اور وہ تقاضا اس وجہ سے بھی ہوتا ہے کہ

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ

البتہ رزق دیوے گا ان کو اللہ رزق اچھا اور تحقیق اللہ البتہ وہ ہے بہتر

الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ

روزی دینے والا البتہ داخل کرے گا ان کو اس جگہ کہ پسند کریں گے اس کو اور

اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَ مَنْ عَاقَبَ

تحقیق اللہ البتہ جاننے والا تحمل والا ہے بات یہی ہے اور جو کوئی بدلہ لیوے

بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ

برابر اس کے کہ زیادتی کی گئی ہے اوپر اس کے پھر تعدی کی جاوے اوپر اس کے

لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ

البتہ مدد دیوے گا اس کو اللہ تحقیق اللہ البتہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے یہ

بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ

بسبب اس کے ہے کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو بیچ دن کے اور داخل کرتا ہے

النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ

دن کو بیچ رات کے اور یہ کہ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے یہ بسبب اس کے ہے کہ

کہ وہ حقیقی اسلام کی جگہ روایات کے زور سے ایک قوم کے لئے مفید اسلام گھڑیں اور حقیقی اسلام کی بنیادیں اکھیڑ پھینکیں ۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ روایات گھڑنے والا کون تھا ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ عہد رسولؐ سے لے کر برابر دین کو اپنے مفاد اور پالیسیوں کے مطابق بدلا جاتا رہا۔ اور یہ کہ آج مسلمانوں کی کثرت اور ان کے علما حقیقی اسلام سے بہت دور اور (فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ) خود ساختہ اسلام پر ہیں ۔ لیکن کمال یہ ہے کہ حقیقت حال قبول کرنے کے بعد بھی علامہ اُسی مذہب پر قائم ہیں اور اس کی مرمت میں مصروف ہیں ۔ اور سنئے فرمایا ہے کہ:

(۱۱۔ب) ایسی روایات اور ان کو گھڑنے والوں کے متعلق علامہ کا فیصلہ اور رسولؐ کی پوزیشن:

(۲) ”ہم اس سے پہلے بھی بار بار کہہ چکے ہیں ۔ اور یہاں پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں کہ کوئی روایت خواہ اس کی سند آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو، ایسی صورت میں قابل قبول نہیں ہوسکتی جب کہ اس کا متن اس کے غلط ہونے کی کھلی کھلی شہادت دے رہا ہو ۔ اور قرآن کے الفاظ ، سیاق و سباق اور ترتیب ہر چیز اسے قبول کرنے سے انکار کررہی ہو۔ یہ دلائل تو ایک متشکک اور بے لاگ محقق کو بھی مطمئن کردیں گے کہ یہ قصہ قطعی غلط ہے ۔ رہا مومن ، تو وہ اسے ہرگز نہیں مان سکتا جب کہ وہ اعلانیہ یہ دیکھ رہا ہے کہ یہ روایت قرآن کی ایک نہیں بیسیوں آیتوں سے ٹکراتی ہے ۔ ایک مسلمان کے لئے یہ مان لینا بہت آسان ہے کہ خود اس روایت کے راویوں کو شیطان نے بہکا دیا بہ نسبت اس کے کہ وہ یہ مان لے کہ :۱۔رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کبھی اپنی خواہش نفس سے قرآن میں ایک لفظ بھی ملا سکتے تھے ۔ ۲۔ یا حضورؐ کے دل میں کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال آسکتا تھا کہ توحید کے ساتھ شرک کی کچھ آمیزش کرکے کفار کو راضی کیا جائے ۔ ۳۔ یا آپ اللہ تعالیٰ کے فرامین کے بارے میں کبھی یہ آرزو کرسکتے تھے کہ کاش اللہ میاں ایسی

اللّٰہَ هُوَ الۡحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ هُوَ الۡبَاطِلُ وَ

اللہ وہ ہے حق اور یہ کہ جو پکارتے ہیں سوا اس کے وہ ہے باطل اور

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ ﴿۶۲﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ

یہ کہ اللہ وہ ہے بلند مرتبہ بڑا کیا نہ دیکھا تو نے یہ کہ اللہ نے اتارا

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصۡبِحُ الۡاَرۡضُ مُخۡضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ

آسمان سے پانی پس ہو جاتی ہے زمین سبز تحقیق اللہ باریک دیکھنے والا ہے

اللہ ہی تو مجسم حقِ محض ہے اور جن وسائل کو یہ لوگ اللہ کی مرضی کے خلاف قابلِ دعا سمجھتے ہیں وہ سراسر باطل ہیں اور یہ کہ اللہ ہی تو مجسم علی ہے اور وہی تو مجسم بڑائی ہے ۔ (۶۳) کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ کس قانون سے آسمان سے پانی اتارتا ہے چنانچہ زمین پر ایسی صبح آتی ہے کہ وہ اس پانی سے سرسبز و شاداب پائی جاتی ہے یقیناً اللہ بالکل غیر محسوس وجود رکھتا ہے اور حواس کے قابو سے مُنزّہ ہوتے ہوئے بھی

کوئی بات نہ فرما بیٹھیں جس سے کفار ناراض ہو جائیں ۔ ۴۔یا یہ کہ آپؐ پر وحی کسی ایسے غیر محفوظ اور مشتبہ طریقے سے آتی تھی کہ جبرائیل کے ساتھ شیطان بھی آپؐ پر کوئی لفظ القا کر جائے اور آپؐ اسی غلط فہمی میں رہیں کہ یہ بھی جبرائیل ہی لائے ہیں ۔ اِن میں سے ایک ایک بات قرآن کی کھلی کھلی تصریحات کے خلاف ہے اور اُن ثابت شدہ عقائد کے خلاف ہے جو ہم قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رکھتے ہیں ۔ خدا کی پناہ اُس روایت پرستی سے جو محض سند کا اتصال یا راویوں کی ثقاہت یا طُرقِ روایت کی کثرت دیکھ کر کسی مسلمان کو خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کے بارے میں ایسی سخت باتیں بھی تسلیم کرنے پر آمادہ کردے" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۴۳۔۲۴۴)

یہاں قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ قومی لیڈروں نے جو اسلام اختیار کیا تھا ۔ اس میں رسولؐ کی پوزیشن ایک دانشور کے برابر بھی نہیں ہے ۔ علامہ نے چار بڑے بڑے نقائص کو لکھا اور ان کا انکار کیا ہے اس سے یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ عہد رسولؐ کے قومی لیڈر رسولؐ اللہ کو اپنی سطح سے بھی نیچے دکھانا چاہتے تھے ۔ تاکہ وہ عہد رسولؐ یا بعد رسولؐ ایک قومی حکومت بنا سکیں۔ اگر انہوں نے رسولؐ اللہ کو معصوم مانا ہوتا تو قومی حکومت نہ بنتی بلکہ ہر خلیفہ یا بادشاہ کو معصوم ہونا لازم ہوجاتا اور علیؑ و اولاد علیؑ کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ بنانا ممکن نہ رہتا ۔ لہٰذا رسولؐ اللہ پر شیطان کا غلبہ دکھایا گیا۔ وحی میں شیطانی ملاوٹ دکھا کر قرآن کے الفاظ و عبادات میں ردّ و قبول اور موشگافیوں کا اکھاڑہ بنانے کا کام جاری کیا اور قوم کو بتایا کہ محمدؐ اپنے بھائی علیؑ کی خلافت چاہتا ہے اور یہ محمدؐ کی ذاتی خواہش ہے اسی لئے قوم نے فیصلہ کیا کہ وہ نبوت و خلافت کو نبیؐ کے خاندان میں نہ رہنے دیں گے (الفاروق وغیرہ) چنانچہ رسولؐ کی آنکھ بند ہونے کی دیر تھی قوم پہلے سے تیارو مسلح بیٹھی تھی فٹافٹ قومی حکومت بن گئی۔ علامہ کے اس بیان سے یہ بھی نوٹ کرلیں کہ اسلام کو قومی و ملکی مقاصد پر فٹ کرنے کی روایات گھڑنے والے آفتاب کے برابر روشن اور مشہور صحابہ تھے اور یہ کہ کسی بھی صحابی کی کوئی ایسی بات قابل قبول نہیں ہوسکتی جو قرآن کی عبارت یا مفاہیم کی مخالف ہو ۔ اور یہ کہ قرآن کے خلاف جانے والی بہت سی روایات ان کے یہاں موجود ہیں ۔ اور یہ کہ اس قسم کے صحابہ کو شیطان کے تسلط میں سمجھنا لازم ہے ۔ اب علامہ کے قلم سے دیکھئے کہ اس روایت میں کیا کچھ کہا گیا تھا ؟

(۱۱ ۔ ج) رسولؐ اور قرآن کو مشکوک اور ناقابل اعتبار بنانے کے لئے صحابہ نے روایت میں کیا کچھ کہا تھا؟

(۳)"دوسرا بڑا اختلاف یہ ہے کہ کسی روایت کی رو سے یہ الفاظ (یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے (علامہ) دوران وحی میں شیطان نے آپؐ پر القا کر دئے اور آپ سمجھے کہ یہ بھی جبرائیل لائے ہیں ۔

۲۔ کسی روایت میں ہے کہ یہ الفاظ آپؐ کی اس خواہش کے زیر اثر سہواً آپؐ کی زبان سے نکل گئے ۔

۳۔ کسی میں ہے کہ اس وقت آپؐ کو اُونگھ آگئی تھی اور اس حالت میں یہ الفاظ نکلے ۔تِلۡكَ الغرانقة الۡعُلٰى وَاِنَّ شفاعتهن لترجى (علامہ)

۴۔ کسی کا بیان ہے کہ آپ نے یہ قصداً کہے ۔ مگر استفہام انکاری کے طور پر کہے ۔

۵۔ کسی کا قول ہے کہ شیطان نے آپؐ کی آواز میں آواز ملا کر یہ الفاظ کہہ دئے اور سمجھا یہ گیا کہ آپؐ نے کہے ہیں ۔

۶۔ اور کسی کے نزدیک کہنے والا مشرکین میں سے کوئی شخص تھا " (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۴۰)

خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ

خبر دار واسطے اسی کے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے ہے اور جو کچھ بیچ زمین کے ہے

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

اور یقیناً اللہ وہ ہے بے پرواہ تعریف کیا گیا کیا نہ دیکھا تو نے یہ کہ اللہ نے

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ تَجْرِيْ

مسخر کیا واسطے تمہارے جو کچھ بیچ زمین کے ہے اور مسخر کیا کشتیوں کو چلتی ہیں

فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ

بیچ دریا کے ساتھ حکم اس کے کے تھام رکھتا ہے آسمان کو اس سے کہ گر پڑے

ہر مخلوق اور ہر چیز کی تمام حالتوں سے خبر دار ہے۔ (۶۴) جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اللہ یقیناً حقیقی لاپرواہ اور بے نیاز ہے اور تمام تعریفوں اور حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ (۶۵) کیا تو نے اپنی آنکھوں نہیں دیکھ لیا ہے ؟ کہ اللہ نے تمہیں زمین کی ہر چیز پر قابو اور تسلط دے رکھا ہے؟ اور کشتیاں بھی پانی کے اوپر سمندر میں اسی کے قانون کے ماتحت چلتی ہیں اور اسی نے آسمان کو اس کے مقام پر قائم اور روک رکھا ہے تاکہ اس کے حکم کے بغیر زمین پر واقع نہ ہو جائے

(۱۱۔د) علامہ کے مذہب کے اماموں اور اُن کے دین اور تاریخ و حدیث کی بنیاد رکھنے والوں نے اس کو صحیح مانا ہے۔

اب یہ دیکھئے کہ اس قسم کی روایات گھڑنے والے اور ان کی نشرواشاعت کرنے والے کیسے کیسے اور کون کون لوگ تھے۔ سنئے:
(۴) ”یہ قصہ (روایت وغیرہ) ابن جریر اور بہت سے مفسرین نے اپنی تفسیروں میں، ابن سعد نے طبقات میں، الواحدی نے اسباب النزُول میں، موسیٰ بن عُقْبہ نے مغازی میں، ابن اسحاق نے سیرت میں، اور ابن ابی حاتم، ابن المُنذِر، بَزّار ابن مَرْدُوْیہ اور طبرانی نے اپنی احادیث کے مجموعوں میں نقل کیا ہے (یہ اہل قلم تھے۔احسنؔ) جن کی سندوں سے یہ نقل ہوا ہے۔ وہ محمد بن قیس، محمد بن کعب قُرظی، عرُوہ بن زبیر، ابو صالح، ابوالعالیہ، سعید بن جُبَیر، ضحّاک، ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث، قتادہ، مجاہد، سُدّی، ابن شِہاب زُہری اور ابن عباس پر ختم ہوتی ہیں“ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۴۰)

(۱۱۔ہ) ماننے والے اور نہ ماننے والے دونوں قسم کے علما علامہ کے نزدیک غلط کار تھے؟؟؟

اب یہ دیکھیں کہ رسولؐ اور قرآن کی مخالف اِن روایات کو صحیح اور غلط ماننے والوں کے لئے علامہ نے کیا فرمایا ہے ؟
(۵)”جہاں تک موافقین کا تعلق ہے وہ تو اسے صحیح مان ہی بیٹھے ہیں۔ لیکن مخالفین نے بھی بالعموم اس پر تنقید کا حق ادا نہیں کیا ہے۔ ایک گروہ اسے اس لئے رد کرتا ہے کہ اس کی سند ان کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر سند قوی ہوتی تو یہ حضرات اس قصے کو مان لیتے۔ (جیسا کہ رسولؐ کے خلاف بہت سے عقائد کو مانا ہے۔احسنؔ) دوسرا گروہ اسے اس لئے رد کرتا ہے کہ اس سے تو سارا دین ہی مشتبہ ہوا جاتا ہے۔ اور دین کی ہر بات کے متعلق شک پیدا ہو جاتا ہے کہ نہ معلوم (قرآن میں۔احسنؔ) اور کہاں کہاں شیطانی اغوا یا نفسانی آمیزشوں کا دخل ہوگیا ہو؟۔ حالانکہ اس نوعیت کا استدلال ان لوگوں کو تو مطمئن کرسکتا ہے جو ایمان لانے کے عزم پر قائم ہوں۔مگر دوسرے لوگ جو پہلے شکوک میں مبتلا ہیں۔ یا جو اب تحقیق کرکے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان لائیں یا نہ لائیں ؟ ان کے دل میں تو یہ جذبہ پیدا نہیں ہوسکتا کہ جن جن چیزوں سے یہ دین مشتبہ قرار پاتا ہو انہیں رد کردیں۔ وہ تو کہیں گے کہ جب کم ازکم ایک نامور صحابی اور بکثرت تابعین و تبع تابعین اور متعدد و معتبر راویان حدیث کی روایت سے ایک واقعہ ثابت ہو رہا ہے تو اسے صرف اس بنا پر کیوں رد کردیا جائے کہ ان سے آپ کا دین مشتبہ ہواجاتا ہے اس کے بجائے آپ کے دین کو مشتبہ کیوں نہ سمجھا جائے جب کہ یہ واقعہ اسے مشتبہ ثابت کرہی رہا ہے۔(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۲۴۱)
یوں علامہ کے لیڈر، راہنما اور مذہب باطل ثابت ہوگیا۔ اور خود علامہ رسولؐ اللہ کو سوفیصد معصوم نہیں مانتے جس کا ثبوت ہم نے باربار دیا ہے۔ اِن آیات (۵۵ تا ۵۲ / ۲۲) کی تفسیر پر مذکورہ بالا روایات سے محض یہ ثابت کیا گیا ہے کہ رسولؐ (معاذاللہ) اغوائے شیطانی اور جذبات نفسانی سے مغلوب ہو جاتے تھے لہٰذا نہ قرآن کی ہر آیت اور نہ رسولؐ کی ہر حدیث

عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ
اوپر زمین کے مگر ساتھ حکم اس کے کے تحقیق اللہ ساتھ لوگوں کے
لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ۫ ثُمَّ
البتہ شفقت کرنے والا مہربان ہے اور وہی ہے جس نے جلایا تم کو پھر
يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ
مارے گا تم کو پھر زندہ کرے گا تم کو تحقیق آدمی البتہ ناشکرا ہے واسطے ہر
اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا
اُمت کے کی ہے ہم نے طرح عبادت کی کہ وہ عبادت کرتے ہیں اس کو پس نہ
يُنَازِعُنَّكَ فِى الْاَمْرِ وَ ادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى
جھگڑیں تجھ سے بیچ حکم کے اور پکار طرف پروردگار اپنے کے یقیناً تو البتہ اوپر

اللہ بلاشبہ انسانوں پر بہت شفقت کرنے والا اور ان پر بار بار رحم کرنے والا ہے (۶۶) اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی بخشی ہے پھر تمہیں موت سے دوچار کرے گا ۔اور پھر تمہیں دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے گا انسان تو حقیقتاً ناشکرا ہے۔ (۶۷) ہم نے ہر اُمت کے لئے قوانین عبادات و اخلاقیات کی بھی تعلیم مقرر کردی تھی ۔جس کے مطابق ہر اُمت عمل کرتی رہی۔چنانچہ ان کو دین کے معاملہ میں تم سے تنازع نہ کرنا چاہئے اور آپؐ اپنے پروردگار کی دعوت دیتے رہیں یقیناً آپؐ تو ہمیشہ برقرار رہنے والی ہدایت پر فائز ہیں ۔

جوں کی توں قابل قبول ہے بلکہ زعمائے قوم اور لیڈر حضرات آیات اور رسولؐ کی بات پر غوروخوض کریں گے اور فیصلہ کثرت رائے سے ہوگا وہی اختیار کیا جائے گا خواہ قرآن و حدیث اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو ۔یہی مذہب ہے علما کی کثرت کا ،اور یہی بنیاد ہے نظام اجتہاد اور مجتہدین کی ۔ اور اس پر الٹ پلٹ کر اور ہیر پھیر سے شیعہ و سنی علمائے مجتہدین متفق ہیں اور حقیقی اسلام میں یہ باطل ہے ۔ اور اسی عقیدے کو مندرجہ بالا روایت یوں ثابت کرتی ہے کہ :

(۱۱ ۔ و) مذکورہ بالا آیات (۵۵تا۵۲/ ۲۲) کا منشا اور مقصد کثرت کے نزدیک ؟

(۲)''اس سیاق وسباق میں یکایک یہ مضمون کیسے آگیا کہ :''اَے نبیؐ ۹ سال پہلے قرآن میں آمیزش کر بیٹھنے کی جو حرکت تم سے ہوگئی تھی اس پر گھبراؤ نہیں ، پہلے انبیاًسے بھی شیطان یہ حرکتیں کراتا رہا ہے اور جب کبھی انبیاًاس طرح کا فعل کر جاتے ہیں تو اللہ اس کو منسوخ کرکے اپنی آیات کو پھر پختہ کر دیتا ہے''(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۴۳)
واضح رہے کہ علامہ اور تمام شیعہ وسنی مجتہدین قرآن میں ایسی آیات کا وجود مانتے ہیں جو نازل ہوئیں اُن پر عمل ہوا اور پھر دوسری آیتوں سے ان پر عمل روک دیا گیا ۔ اسی کو وہ لوگ ناسخ و منسوخ کہتے ہیں ۔ حالانکہ ناسخ لکھنے والے کو اور منسوخ لکھے ہوئے کو کہا جاتا ہے ۔ ہمارا ترجمہ دوبارہ پڑھیں اور دیکھیں کہ اللہ کا مقصد کیا تھا ؟

(۱۲) آیات (۶۸۔۶۷ / ۲۲) میں دوبارہ قومی لیڈروں کا مذہبی تنازع اور بحث و مباحثہ ہے ۔

ان آیات کو بھی منکرین ومخالفین اسلام سے متعلق نہ سمجھنا چاہئے اس لئے کہ یہاں بے دینوں اور لامذہبوں یا مشرکوں کی بات نہیں ہورہی ہے ۔یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے قبل سے چلی آنے والی اُمتوں کی بات ہے ۔ اور حضورؐ سے یہ بحث و مباحثہ اور مناظرہ بازی کا جھگڑا دینی عقائد و تعلیمات میں ہے ۔ اور یہ کہہ کر بات ٹالنا چاہی ہے کہ ہر اُمت کو ان کے زمانہ اور ضروریات کے مطابق تعلیم دی گئی تھی ۔ لہٰذا تعلیم پر بحث فضول ہے بحث اس بات پر ہونا چاہئے کہ اِس وقت یعنی محمدؐ مصطفی کے عہد رسالت میں کون سی تعلیم موزوں تر و مفید تر ہے اور کون سی باتیں نقصان دینے والی ہیں؟ اور یہ کہ آیا وہ تعلیمات سابقہ و موجودہ کتب خداوندی میں موجود ہیں یا نہیں ؟ ہم عرض کر چکے ہیں کہ رسولؐ کی قوم اور یہودونصاریٰ علامہ کی تصدیق کے ساتھ بھی بگڑے ہوئے مسلمان ہی تھے ۔ اور ان سب نے اپنے اپنے قومی اجتہاد سے مُنزّل من اللہ تعلیمات کو قومی و ملکی سانچوں میں ڈھال لیا تھا جو حضورؐ کی تعلیمات سے باطل ثابت ہوتی تھیں اور اہل مکہ یا

(۶۸) اور اگر وہ دین کے معاملہ میں بحث اور جھگڑا کریں تو ان سے کہہ دو کہ تمہارے اعمال و عقائد کو اللہ خوب جانتا ہے ۔ (۶۹) قیامت کے دن اللہ تمہارے درمیان ان تمام اختلافات کا حکم اور فیصلہ کر دے گا جو آج تم اپنی بحثوں اور مناظروں میں پیش کررہے ہو۔ (۷۰) اے رسوؐل کیا تم یہ تعلیم نہیں پا چکے کہ اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں موجود ہے ۔حالانکہ وہ تمام تفاصیل قرآن میں بھی موجود ہیں یقیناً جس طرح وہ تمام تفاصیل محفوظ کردی ہیں اسی طرح اللہ کے لئے ہر قانون کو محفوظ کردینا آسان ہے ۔ (۷۱) اور وہ لوگ اللہ کے حکم کے خلاف ان چیزوں اور لوگوں کی اطاعت و عبادت کرتے ہیں جن کی اطاعت پر اللہ نے کوئی سلطانی دلیل نازل نہیں کی ہے اور جس کے متعلق انہیں کوئی بھی علم حاصل نہیں ہے اور ظالموں کا کوئی ظالموں کے سوا مددگار نہ ہوگا۔ (۷۲) اور جب ان کے سامنے ہماری وہ آیات پڑھی جاتی ہیں جو ان کی قومی پالیسی کو کھول کر باطل کرتی ہیں تب اے رسوؐل آپؐ ان کے چہروں پر کبیدہ خاطری نمایاں پاتے ہیں اور وہ اس قدر برافروختہ ہوتے ہیں کہ ان لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں جو انہیں ہماری وہ آیات سناتے ہیں تم ان سے کہہ دو کہ اگر چاہو تو میں تمہیں تمہاری بدترین حالت کی اطلاع ابھی سے دے دوں؟ جس میں تم مستقلاً مبتلا ہونے والے ہو؟؟؟؟؟ اور آگ میں ہمیشہ کا جلنا ہے اللہ نے حق پر

هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾ وَ اِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ

راہ سیدھی کے ہے اور اگر جھگڑیں تجھ سے پس کہہ کہ اللہ خوب جانتا ہے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم اللہ حکم کرے گا درمیان تمہارے دن قیامت کے

فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ

بیچ اس چیز کے کہ تھے تم بیچ اس کے اختلاف کرتے کیا نہیں جانتا تو یہ کہ

اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ

اللہ جانتا ہے جو کچھ بیچ آسمان کے اور زمین کے ہے تحقیق یہ بیچ کتاب کے ہے

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷۰﴾ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

تحقیق یہ اوپر اللہ کے آسان ہے اور عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے

مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَيْسَ

اس چیز کو کہ نہیں اتاری ساتھ اس کے کوئی دلیل اور اس چیز کو کہ نہیں

لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾

واسطے ان کے ساتھ اس کے علم اور نہیں واسطے ظالموں کے کوئی مدد دینے والا

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ

اور جس وقت پڑھی جاتی ہیں اوپر ان کے نشانیاں ہماری روشن پہچانتا ہے تو بیچ

وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ

موہوں ان لوگوں کے کہ کافر ہیں ناخوشی کو نزدیک ہیں کہ حملہ کریں

بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ

ساتھ ان لوگوں کے کہ پڑھتے اوپر ان کے نشانیاں ہماری کہہ کیا

اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ

پس خبر دوں میں تم کو ساتھ بدتر کے اس سے آگ ہے وعدہ کیا ہے اس کا اللہ نے

قریش کو ان کی غلطیاں بتاتی تھیں اور یوں عوام ان کے مجتہدانہ نظام اور استحصال سے بیزار ہو ہو کر اسلام اختیار کرتے جاتے تھے۔ اور قریشی علما و لیڈر اسلامی تعلیمات کی تاویل و توجیہہ کرکے انہیں بھی اپنے قومی رنگ میں رنگنے پر تنازع کھڑا کرتے رہتے تھے اُن کو بتایا گیا کہ جھگڑنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ اس لئے بھی کہ محمدؐ مصطفی جو ہدایات دے رہے ہیں وہ تمام سابقہ انبیاؑ کی تعلیم کو مکمل کرنے والی اور پائیدار تعلیم ہے جو قیامت تک مسلسل بلا تغیر و تبدل برقرار رہے گی ۔ قرآن کریم نے یہ

الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۷۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ
ان لوگوں کو کہ کافر ہوئے اور بری ہے جگہ پھر جانے کی اے لوگو بیان کی گئی ہے
مَثَلٌ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَنۡ
مثال پس سنو اس کو تحقیق کہ جن کو پکارتے ہو سوائے اللہ کے ہرگز نہ
يَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَهٗ ؕ وَ اِنۡ
پیدا کریں گے ایک مکھی اور اگر چہ اکٹھے ہوں واسطے اس کے اور اگر
يَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ شَيۡـًٔا لَّا يَسۡتَنۡقِذُوۡهُ مِنۡهُ ؕ ضَعُفَ
چھین لے ان سے مکھی کچھ نہ چھڑا سکیں اس کو اس سے بودا ہے
الطَّالِبُ وَ الۡمَطۡلُوۡبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ ؕ اِنَّ
مانگنے والا اور جس سے مانگتا ہے نہ قدر جانی اللہ کی حق قدر اس کے کا تحقیق
اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصۡطَفِىۡ مِنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ
اللہ البتہ زبردست ہے غالب اللہ پسند کرلیتا ہے فرشتوں میں سے
رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌۢ بَصِيۡرٌ ﴿۷۵﴾ يَعۡلَمُ
پیغام پہنچانے والا اور آدمیوں میں سے تحقیق اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے جانتا ہے
مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَ مَا خَلۡفَهُمۡ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ
جو کچھ آگے ان کے ہے اور جو کچھ پیچھے ان کے ہے اور طرف اللہ کے
تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۷۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ارۡكَعُوۡا وَ اسۡجُدُوۡا
پھیرے جاتے ہیں سب کام اے لوگو جو ایمان لائے ہو رکوع کرو اور سجدہ کرو
وَ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمۡ وَ افۡعَلُوا الۡخَيۡرَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۷۷﴾
اور عبادت کرو پروردگار اپنے کو اور کرو بھلائی تو کہ تم فلاح پاؤ
وَ جَاهِدُوۡا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجۡتَبٰٮكُمۡ وَ
اور محنت کرو بیچ راہ اللہ کے حق محنت اس کی کا اس نے برگزیدہ کیا تم کو اور

ع ۹ / ۸ / ۱۶ — السجدۃ عند الشافعیؒ

پردہ ڈالنے والوں کے لئے جہنم کا وعدہ کر رکھا ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ (۷۳) اے لوگو تمہارے لئے ایک مثال بیان کی جا رہی ہے اسے غور سے سنو یقیناً جن لوگوں کو تم اللہ کی سند کے بغیر ہی مددگار سمجھتے ہو وہ تو اگر سب مل جائیں تب بھی ہرگز ایک مکھی تک پیدا نہ کر سکیں گے بلکہ اگر ایک مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے وہ سب مل کر اس مکھی سے اپنی چیز واپس نہ لے سکیں گے یہ مدد مانگنے والا بھی اور جن سے مدد مانگی جاتی ہے بہت ہی ضعیف و لاچار ہیں (۷۴) انہوں نے اللہ کی پوزیشن کو اس حد تک اختیار ہی نہیں کیا جو قابل قدر ہونے کا مقام تھا یقیناً اللہ ہی صاحب قوت اور ہر حال میں غالب رہنے والا ہے۔ (۷۵) پیغام رسانی کے لئے اللہ فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے مصطفیٰ بنا دیتا ہے یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (۷۶) جو کچھ ان کے سامنے ہے اسے بھی جانتا ہے اور جو کچھ وہ پیچھے کر چکے ہیں اس پر بھی مطلع ہے اور تمام معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ (۷۷) اے ایمان لانے والے لوگو رکوع کرو سجدے کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور نیکیاں اپنا پیشہ بناؤ۔ شاید تم اس طرح کامیاب و کامران ہو جاؤ۔ (۷۸) اور اے اولاد ابراہیمؑ تم اللہ کے دین میں پورا جہاد کرو اللہ ہی نے تمہیں روز ازل سے مجتبیٰ بنایا ہے اور دین میں تمہارے سامنے کوئی

پہلے ہی بتادیا تھا کہ قریشی لیڈروں کا سرگروہ اور سب سے بڑا مجتہد رسولؐ اللہ کو اکسانے بہکانے اور دینیات میں بحث و مباحثہ کرنے میں سب سے آگے آگے رہتا ہے اور خود کو رسولؐ اللہ کا مدّمقابل اور حریف سمجھتا ہے اور وہی لیڈر رہے جس نے قومی حکومت بنانے اور اسلام کو قومی مقاصد کے تحفظ کے لئے تبدیل کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے (بقرہ ۲۰۶ تا ۲۰۴ / ۲)۔

(۱۳) آیت (۷۸ / ۲۲) میں اُس اولادِ ابراہیمؑ کا ذکر ہے جو ساری مجتبیٰ اور حاضر و ناظر ہے۔ اس آیہ مبارکہ

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ

نہیں کی اوپر تمہارے بیچ دین کے کچھ تنگی دین باپ تمہارے ابراہیمؑ کا اسی نے

سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا

نام رکھا تمہارا مسلمان پہلے سے اور بیچ اس کتاب کے تو کہ ہو پیغمبرؐ گواہ

عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَى النَّاسِ ښ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

اوپر تمہارے اور ہو تم گواہ اوپر لوگوں کے پس قائم رکھو نماز کو اور دو زکوٰۃ کو

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ع ﴿۷۸﴾

اور محکم پکڑو ساتھ اللہ کے وہی دوست تمہارا پس اچھا دوست ہے اور اچھا مددگار

ع ۱۷

رکاوٹ کھڑی نہیں کی ہے یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ ہی کا دین ہے اسی نے اس سے پہلے بھی اور خود اس کتاب میں بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا (بقرہ ۱۳۲۔۱۲۸ / ۲) تاکہ رسوؐل تم پر حاضر و ناظر گواہ رہے۔ اور تم تمام نوع انسان پر حاضر و ناظر گواہ رہو چنانچہ نماز کو قائم کرو۔ (جو مکمل ملت ہے۔ علیؑ) اور زکوٰۃ ادا کرنے کی راہیں نکالو۔ اور اللہ کا نظام عصمت قائم کردو وہی تمہارا حاکم ہے چنانچہ کتنا موزوں حاکم ہے اور کتنا بہترین نصرت کرنے والا ہے۔

میں وہ کوڑا کرکٹ صاف کر دیا گیا ہے جو قومی لیڈروں اور حکومتوں نے محمدؐ و آل محمدؐ پر اچھالا تھا۔ وہ سارے عربوں کو عموماً اور قریش کو خصوصاً اولاد ابراہیمؑ ثابت کرنے میں چودہ سو سال سے زور لگاتے چلے آئے ہیں۔ مگر یہ آیت صرف اُن حضرات کو اولاد ابراہیمؑ ثابت کرتی ہے جو سابقہ آیات کی رُو سے روز ازّل سے مسلم ہوں (بقرہ ۱۳۰۔۱۲۹ / ۲) مجتبیٰ و مصطفی ہوں اور از آدمؑ تا قیامت تمام انسانوں (اَلنَّاس) پر چشم دید گواہ ہوں۔ رہ گئے وہ لوگ جو کافر و مشرک اور حرام خور رہے ہوں اُن کا اس اولاد پاک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ وہ اولادؑ ہے جو ظلم و خطا سے منزّہ رہتی چلی گئی۔ (بقرہ ۱۲۴ / ۲) اور جن کو اللہ نے کائنات کا امامؑ بنایا تھا اور وہ ہیں چہاردہ معصومینؑ اور اُن کے قریبی متعلقین سلام اللہ علیہم۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَثَمَان عَشَرَةَ اٰيَةً وَّسِتّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ المومنون مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) آیتیں اور چھ (۶) رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴿۲﴾

تحقیق فلاح پائی ایمان والوں نے وہ جو بیچ نماز اپنی کے زاری کرنے والے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ

اور وہ جو بے فائدہ بات سے اور کام سے منہ پھیرنے والے ہیں اور وہ جو واسطے زکوٰۃ کے

فٰعِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾

ادا کرنے والے ہیں اور وہ جو واسطے شرمگاہ اپنی کے محافظت کرنے والے ہیں۔

(۱) وہ مومنین کامیاب ہو گئے (۲) جو اپنی نمازوں میں سہمے ہوئے رہتے ہیں۔ (۳) اور جو بے کار باتوں اور اعمال سے منہ موڑے رہتے ہیں۔ (۴) اور جو زکوٰۃ کی ادائیگی پر کاربند رہتے ہیں (۵) اور جو لوگ جنسیات میں اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں

اِلَّا عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ

مگر اوپر بیبیوں اپنی کے یا جن کے مالک ہوئے داہنے ہاتھ ان کے پس تحقیق وہ

غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ ۚ‏ ﴿۶﴾ فَمَنِ ابۡتَغٰى وَرَآءَ ذٰ لِكَ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ

نہیں ملامت کئے گئے پس جو کوئی چاہے سوائے اس کے پس یہ لوگ وہی ہیں

الۡعٰدُوۡنَ‌ ۚ‏ ﴿۷﴾ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رَاعُوۡنَ ۙ‏ ﴿۸﴾

حد سے گزرنے والے اور وہ جو امانتوں اپنی کو اور عہد اپنے کو رعایت کرنے والے ہیں

وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَوٰتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ‌ۘ ﴿۹﴾ اُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ ۙ‏ ﴿۱۰﴾

وقف لازم

اور وہ جو اوپر نمازوں اپنی کے محافظت کرنے والے ہیں یہ لوگ وہی ہیں وارث

الَّذِيۡنَ يَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ ؕ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ‏ ﴿۱۱﴾ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا

جو ورثہ لیویں گے بہشت وہ بیچ اس کے ہمیشہ رہنے والے ہیں اور تحقیق پیدا کیا ہم نے

الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ‌ ۚ‏ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً

آدمی کو سنی ہوئی یعنی بجتی مٹی سے پھر پیدا کیا ہم نے اس کو ایک قطرہ منی کا

فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ

بیچ جگہ مضبوط کے پھر پیدا کیا ہم نے منی کو لہو جما ہوا پھر پیدا کیا ہم نے لہو جمے ہوئے کو

مُضۡغَةً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ

بوٹی گوشت کی پس پیدا کیا ہم نے بوٹی کو ہڈیاں پھر پہنا دیا ہم نے ہڈیوں کو

لَحۡمًا ۚ ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ‌ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ

گوشت پھر پیدا کیا ہم نے اس کو پیدائش اور پس بہت برکت والا ہے اللہ بہتر

(۶) سوائے اپنی ازواج اور دہنے ہاتھوں کے معاہدے والوں کے یقیناً انہیں کوئی ملامت نہیں کی جانا چاہئے (۷) اور جو کوئی جنسیات میں ازواج و ما ملکت ایمان کے علاوہ کچھ اور بھی کرنا چاہتے ہوں پس ان لوگوں کو حدود فراموش کہنا اور ماخوذ کرنا ضروری ہوگا۔ (۸) اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں میں دوسروں کو رعایت دیتے ہیں یعنی سخت گیر نہیں ہیں (۹) اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (۱۰) وہی لوگ ہیں جو وارث بنیں گے۔ (۱۱) جو جنت الفردوس ورثہ میں پائیں گے اور پھر ہمیشہ اسی میں رہیں گے (۱۲) حقیقت یہ ہے کہ ہم نے نوع انسان کو طین کے خلاصہ سے پیدا کیا ہے۔ (۱۳) پھر ہم نے انسان کو نطفے سے ایک ٹھہرنے والی جگہ میں بنانا شروع کیا (۱۴) پھر وہاں اس نطفہ کو لہو کی صورت میں تبدیل کر کے گاڑھا کیا چنانچہ پھر اس گاڑھے خون کو گوشت کی صورت میں تبدیل کر دیا پھر ہم نے اس گوشت میں سے ہڈیاں بنائیں پھر ان ہڈیوں کو اور گوشت سے ڈھانک دیا پھر ہم نے اسے ایک دوسری صورت دینا شروع کی بہرحال کتنا صاحب برکت ہے

تشریحات سورۂ مومن:

(۱) جنت کے وارث محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔

آیات (۱۱ تا ۱ / ۲۳) میں مومنین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں تسلسل ہے یعنی وہ ہمیشہ ان صفات و اعمال پر کاربند رہتے چلے گئے ایسا نہیں ہوا کہ پہلے وہ کافر و مشرک و بے دین رہے ہوں پھر ایمان کے بعد مذکورہ بالا صفات پر عمل شروع کیا ہو اور کبھی اس کے بعد بھی ناغہ کیا ہو۔اور یہ صورت حال یوں بھی مخصوص مومنین کے لئے محدود اور خاص ہوجاتی ہے کہ آیات (۱۱۔۱۰ / ۲۳) میں انہیں جنت کا وارث فرمایا گیا۔اور ورثہ اسے ملتا ہے جس کے بزرگوں نے ترکہ چھوڑا ہو یا خود اپنی ملکیت کی چیز کا کسی کے حق میں بذریعہ وصیت یا خود اپنی موجودگی میں زبانی یا تحریری طور پر وارث بنا دیا ہو۔لہٰذا ان آیات کے مصداق پہلے درجہ میں محمدؐ و آل محمدؐ ہیں اور دوسرے درجہ میں وہؑ جس کو چاہیں یہ ورثہ دے سکتے ہیں۔تمام مومنین ان میں داخل نہیں ہو سکتے۔ صحیح ایمان عقائد اور صحیح کردار سے ہر مومن کو دائمی طور پر جنت ملے گی لہٰذا جنت کا ملنا اور بات ہے اور وراثت میں ملنا اور بات ہے اور بڑی اہم بات ہے۔

الْخٰلِقِيْنَ ۝۱۴ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ

پیدا کرنے والوں کا پھر تحقیق تم پیچھے اس کے البتہ مرنے والے ہو پھر

اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝۱۶ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ

تحقیق تم دن قیامت کے اٹھائے جاؤ گے اور البتہ تحقیق پیدا کئے ہم نے اوپر تمہارے

سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَ مَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝۱۷ وَ اَنْزَلْنَا

سات طبق راہوں والے اور نہیں ہم پیدائش سے غافل اور اتارا ہم نے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ

آسمان کی طرف سے پانی ساتھ اندازے کے پس رکھا ہم نے اس کو بیچ زمین کے

وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝۱۸ فَاَنْشَاْنَا

اور تحقیق ہم اوپر لے جانے اس کے کے البتہ قادر ہیں پس نکالے ہم نے

لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ (وقف لازم)

واسطے تمہارے ساتھ اس کے باغ کھجوروں کے اور انگوروں کے واسطے تمہارے

فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۱۹ وَ شَجَرَةً

بیچ اس کے میوے ہیں بہت اور بعض ان میں سے کھاتے ہو اور پیدا کیا درخت کو کہ

تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝۲۰

نکلتا ہے پہاڑ طور سینا سے کہ اگاتا ہے چکنائی کو اور سالن واسطے کھانے والوں کے

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ

اور تحقیق واسطے تمہارے بیچ چارپایوں کے البتہ نشانی ڈر کی ہے پلاتے ہیں تم کو

مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ

بعضی چیز کہ بیچ پیٹوں ان کے کے ہے اور تمہارے واسطے بیچ اس کے منافع ہیں بہت

وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۲۱ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝۲۲ (ع ۲)

اور اس میں سے تم کھاتے ہو اور اوپر ان کے اور اوپر کشتیوں کے سوار کئے جاتے ہو

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ

اور البتہ بھیجا ہم نے نوحؑ کو طرف قوم اس کی کے پس کہا نوحؑ نے اے قوم میری

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۲۳

عبادت کرو اللہ کی نہیں واسطے تمہارے کوئی معبود سوائے اس کے کیا پس نہیں ڈرتے ہو تم

وہ اللہ جو تمام خالقوں سے اچھا خالق ہے ۔ (۱۵) پھر تم اس کے بعد موت سے دوچار ہوتے ہو ۔ (۱۶) پھر تم سب قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے کھڑے کئے جانے والے ہو (۱۷) اور یقیناً ہم ہی نے تمہارے اوپر سات راستے پیدا کئے اور ہم اپنی مخلوق سے کبھی غافل نہیں رہے ۔ (۱۸) اور ہم نے آسمان سے صحیح مقدار میں پانی اتارا اور اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور ہم اسے غائب کرنے پر بھی قادر ہیں (۱۹) پھر اس پانی کے ذریعہ سے ہم نے تمہارے لئے کھجور و انگور کے باغات پیدا کر دیئے تمہارے لئے ان باغوں میں بہت سے لذیذ پھل ہیں اور ان سے تم روزی حاصل کرتے ہو ۔ (۲۰) اور وہ درخت بھی ہم ہی نے پیدا کیا جو طور سینا سے نکلتا ہے کھانے والوں کے لئے تیل بھی لئے ہوئے اگتا ہے اور سالن بھی ۔ اور (۲۱) حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے مویشیوں میں بھی ایک نصیحت آمیز سبق موجود ہے ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اسی میں سے ایک چیز ہم تمہیں پلاتے ہیں اور تمہارے ان میں اور بھی بہت سے منافع ہیں کثرت سے اور تم ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو ۔ (۲۲) اور تم ان پر اور کشتیوں پر سوار کئے جاتے ہو (۲۳) اور کشتی کی تخلیق کا یہ سبب ہوا کہ ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور نوحؑ نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ اے میری قوم کے لوگو تم سب اللہ کی عبادت و اطاعت اختیار کر لو اس کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود ہے ہی نہیں کیا تم پرہیز گار نہ بنو گے ؟

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا
پس کہا سرداروں نے وہ جو کافر ہوئے تھے قوم اس کے سے نہیں یہ مگر
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ
آدمی مانند تمہارے چاہتا ہے یہ کہ بڑائی کرے اوپر تمہارے اور اگر چاہتا
اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۚ﴿۲۴﴾
اللہ البتہ اتارتا فرشتے نہیں سنا ہم نے یہ بیچ باپوں اپنے پہلوں کے
اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾
نہیں وہ مگر ایک مرد کہ اس کو جنون ہے پس انتظار کرو اس کو ایک مدت تک
قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾
کہا اس نے اے رب میرے مدد دے مجھ کو بدلے اس کے کہ جھٹلاتے ہیں
فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا
پس وحی بھیجی ہم نے طرف اس کی یہ کہ بنا کشتی ساتھ آنکھوں ہماری کے
وَ وَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ
اور وحی ہماری کے پس جس وقت آوے حکم ہمارا اور جوش مارے تنور
فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا
پس بٹھالے بیچ اس کے ہر قسم سے جوڑا دو عدد اور لوگوں اپنے کو مگر

(۲۴) نوحؑ کو ان کی قوم کے ارباب حل و عقد نے قوم کے سامنے یوں پیش کیا کہ یہ شخص تمہاری مثل ایک بشر کے سوا اور کچھ بھی تو نہیں ہے اور اسکی اسکیم یہ ہے کہ تمہاری مانند بشر ہوتے ہوئے بھی تم پر فضیلت اور بزرگی حاصل کر کے حکمرانی کرے اور اگر اللہ نے یہ چاہا ہوتا کہ وہ اپنا پیغام پہنچائے تو وہ ملائکہ نازل کر سکتا تھا۔ ہم نے ایک شخص واحد کا ساری نوع انسان پر شخصی حکم چلانے کا قصہ اپنے اوّلین باپ دادوں سے بھی نہیں سنا ہے۔ (۲۵) نوحؑ اس کے سوا کچھ نہیں کہ یا تو اس پر جنات کا اثر ہے اور یا اس کا دماغ فیل ہوگیا ہے اس کو اپنا راہنما بنانے کے سلسلے میں تمہیں ایک موزوں مدت تک تاک میں رہ کر انتظار کرنا چاہئے (۲۶) نوحؑ نے قوم کا سلوک دیکھ کر کہا کہ اے میرے پروردگار میری مدد بھی اسی طرح کر جس طرح یہ لوگ مجھے فریب سے جھٹلا رہے ہیں۔ (۲۷) پس وحی بھیجی ہم نے نوحؑ کی طرف یہ کہ تم ہماری ہدایات کے مطابق اور ہماری آنکھوں کے سامنے وہ کشتی بناؤ جس کا حکم دیا جا چکا ہے پھر جب ہمارا حکم پہنچ جائے اور زمین کا سوتا پھوٹ پڑے تو اس کشتی میں تمام جانداروں کے دو دو جوڑے رکھ لینا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سوار کرلینا۔ لیکن

(۲) آیات (۲۵ تا ۲۴ / ۲۳) میں کافروں کے لیڈروں نے بھی نبیؑ کی فضیلت کا انکار کیا تھا۔ قارئین کرام ہم نے نظام شرک و اشتراک کے مُلّاؤں کے عقائد اور نظام مشاورت باقاعدہ پیش کر دیا تھا۔ اور بتایا تھا کہ مُلّا خواہ آج کا ہو یا دس ہزار سال پہلے کا ہو ان کی ذہنیت اور مذہب یکساں رہتی چلی آئی ہے چنانچہ آج بھی مُلّا آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مانند بشر کہہ کر ان کے تمام فضائل کا انکار کرتا ہے۔ جن سے حضورؐ فوق البشر ثابت ہوتے ہیں۔ مگر یہ نوٹ کر لینا چاہئے کہ مُلّا لوگوں کا یہ عقیدہ حضرت نوحؑ کے زمانہ کے مُلّانٹوں کا بھی تھا۔ وہ حضرت نوحؑ کی کوئی ایسی بزرگی یا فضیلت ماننے کو تیار نہ تھے جو انہیں ان سے اور ان کی قوم سے افضل و اعلیٰ ثابت کرتی ہو۔ اور اس انکار کا سبب یہ تھا کہ وہ حضرتؑ نوح کو حاکم مطلق نہ ماننا چاہتے تھے۔ اور ان کی غیر مشروط اطاعت کرنے کو تیار نہ تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کو بتا دیں کہ وہ نام نہاد مسلمان درحقیقت مشرک ہیں جو آنحضرتؐ کی فضیلتوں اور اطاعت مطلق کے منکر ہیں۔ اور بات بات میں "اَنَآ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" پڑھ کر اپنی سرکشی اور شرک کو چھپانے میں مدد لیتے ہیں۔ حالانکہ نبیؑ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے نبیؑ کا حکم اللہ کا حکم ہے۔ نبیؑ سے محبت اللہ سے محبت ہے نبیؑ کی توقیر و احترام اللہ کی توقیر و احترام ہے۔ نبیؑ کی بات میں دخل دینا نبیؑ کو غلط کار کہنا خالص کفر ہے۔ لہٰذا مسلمان نما کافروں اور مشرکوں سے بچ کر رہنا واجب ہے۔

(۳) آیات (۳۰ تا ۲۶ / ۲۳) میں محمدؐ و آل محمدؐ کو نوحؑ کا بھی راہنما ثابت کیا ہے۔ سورۂ آل عمران میں

مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَ لَا تُخَاطِبْنِیْ فِی
وہ شخص کہ گزری ہے اوپر اس کے بات ان میں سے اور مت کہو مجھ سے بیچ
الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا
ان لوگوں کے کہ ظلم کرتے ہیں تحقیق وہ غرق کئے جاویں گے پس جس وقت
اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَ مَنْ مَّعَكَ عَلَی الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
سوار ہو تو اور جو کوئی ساتھ تیرے ہے اوپر کشتی کے پس کہہ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے
الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۸﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ
جس نے نجات دی ہم کو قوم ظالموں کی سے اور کہہ کہ اے رب میرے اتار مجھ کو

ان لوگوں کو ساتھ نہ لینا جن کے متعلق تمہیں خبر دار کر دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے ظلم پر کمر باندھی ہوئی تھی ان کی مجھ سے سفارش بھی نہ کرنا وہ تو بلاشک و شبہ غرق ہوں گے ۔ (۲۸) اور جب تم اور تمہارے ساتھی اچھی طرح کشتی میں بیٹھ جائیں تو تم کہنا کہ تمام حمد و ثنا اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دلائی ۔ (۲۹) اور دعا مانگنا کہ اے میرے پروردگار تو مجھے اس کشتی سے ایسی حالت میں اتارنا کہ

(۸۱ / ۳) تمام انبیا علیہم السلام پر واجب کیا گیا تھا کہ جب ان کے پاس آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائیں اور ان کی نبوت و تعلیمات کی تصدیق فرمائیں تو وہ اپنے اپنے زمانہ میں حضورؐ پر ایمان لائیں ان کی تائید و نصرت کریں ۔ یہاں ان آیات (۳۰ تا ۲۶ / ۲۳) میں حضور علیہ السلام ہی کو اپنی وہ آنکھیں فرمایا ہے جن کے سامنے اور جن کی نگرانی میں کشتی تیار کی گئی تھی ۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی دوہری دوہری راہنمائی کی گئی ایک یہ کہ وحی سے ہدایات خداوندی ملتی رہیں اور آنحضرتؐ عین اللہ بن کر ہدایات پر صحیح عمل کی دیکھ بھال کرتے رہے ۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کو کشتی نوحؑ کی مثل فرمایا ہے ۔ جن سے وابستگی نجات اور جدائی غرق کرتی ہے۔

(۳ ۔ الف) محمدؐ و آل محمدؐ ہی وہ اعضائے خداوندی ہیں جن کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے ؟؟

وہ آنکھیں جن کی نگرانی میں کشتی بنائی گئی اور جنہوں نے تخلیق کے خدائی معیار کو برقرار رکھا اور حضرت نوحؑ سے وحی خداوندی پر عمل کرایا محمدؐ و آل محمدؐ ہی تھے چند احادیث اختصار کے ساتھ سن لیں ۔

امام محمدؐ باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:

(۱)" ہم ہی وجہ اللہ ہیں اور ہم عین اللہ (اللہ کی آنکھیں) ہیں جو اس کی مخلوق کی نگرانی کرتی ہیں اور ہم ہی اللہ کے وہ کشادہ پھیلے ہوئے ہاتھ (سورۂ مائدہ ۶۴ / ۵) ہیں جو ساری مخلوق پر رحمت بنے ہوئے ہیں " (کافی کتاب التوحید باب النوادر حدیث نمبر ۳)

(۲) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ :

" ہمیں اللہ نے اپنے بندوں کو دیکھتے رہنے والی آنکھیں بنایا اور اپنی مخلوق پر بولتے رہنے والی زبان بنایا ہے اور اپنے بندوں پر رحمت اور مہربانی کرنے والے اپنے ہاتھ بنایا ہے ۔ اور ہمیں وہ سبب بنایا ہے جس سے مخلوق کو سامانِ حیات ملتا ہے "(وغیرہ وغیرہ) (ایضاً حدیث نمبر ۵)

(۳) امام محمد باقر علیہ السلام نے یوں بھی فرمایا کہ :

" ہم ہی اللہ کی حجت ہیں ہم اللہ کا وہ دروازہ ہیں جس میں سے رزق عطا ہوتا ہے ۔ ہم ہی اللہ کی زبان ہیں ہم ہی اللہ کا چہرہ (وجہ) ہیں ہم ہی مخلوق کو دیکھنے والی اللہ کی آنکھیں ہیں اور ہم تمام انسانوں کے حاکم ہیں" (ایضاً حدیث نمبر ۷)

(۴) حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ:

" میں عین اللہ (اللہ کی آنکھیں) ہوں میں یداللہ (اللہ کا ہاتھ) ہوں ۔ میں باب اللہ ہوں" (ایضاً حدیث نمبر ۸)

لہٰذا اہل ایمان کو یقین محکم ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ تمام انبیاؑ و مخلوق کے ساتھ ساتھ رہتے اور ان کی ظاہری و باطنی ہدایت کرتے چلے آئے ہیں ۔ یوں وہ تمام مخلوق پر شہید ہیں اور ان کو مخلوق پر حاظر و ناظر و گواہ کہنا برحق ہے (۷۸ / ۲۲) ۔

مجھ پر کثرت سے برکتیں نازل ہورہی ہوں اور تو تمام مہمان نوازوں اور پرورش کے لئے اتارنے والوں سے بہتر ہے ۔ (۳۰) یقیناً اس بیان میں معجزات کا تذکرہ موجود ہے اور حقیقتا ہم تو آزمائش کرنے والے ہیں ہی (۳۱) پھر ہم نے نشوونما دیا ان کے بعد کئی ایک زمانوں کی قوم کو ۔ (۳۲) اور ہم نے اس قوم میں ان ہی میں سے ایک رسولؐ بھیجا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں ہے کیا تم پرہیز گار نہ بنوگے ؟ (۳۳) اس رسولؐ کی قوم کے ان مُلّا لوگوں نے جو حقیقت کو چھپانا اور آخرت کے حساب و جزا سزا کو جھٹلانا چاہتے تھے اور جنہیں ہم نے دنیا کی زندگی میں فارغ البال اور سہولت پسند بنا رکھا تھا کہا کہ یہ رسولؐ تو اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ تمہارے ہی ایسا ایک بشر ہے وہی کچھ کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی کچھ پیتا ہے جو تم پیتے ہو ۔ (۳۴) اور اگر تم نے اپنے جیسے ایک بشر کی فرمانبرداری اختیار کر لی تو اسی لمحہ سے تم خسارہ میں مبتلا ہو جاؤ گے ۔ (۳۵) کیا یہ تم سے یہ نہیں کہتا کہ جب تم مرجاؤ گے اور مدت دراز بعد جب تم گل سڑ کر مٹی بن جاؤ گے اور صرف ہڈیاں رہ جائیں گی تو تمہیں حساب کتاب اور جزا سزا کے لئے نکال کر کھڑا کر لیا جائے گا ؟ (۳۶) بہت ہی نامعقول اور بعید از قیاس ہے حشر و نشر کا وعدہ جو تمہیں دیا جا رہا ہے ۔ (۳۷) ہماری یہ اس دنیا کی زندگی تو ایسی ہے کہ ہم یہیں پیدا ہوتے

مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اتارنا مبارک اور تو بہتر اتارنے والا ہے تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں

وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾

اور تحقیق ہیں ہم البتہ آزمائش کرنے والے۔ پھر پیدا کیا ہم نے پیچھے ان سے قرن

فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا

اور پس بھیجا ہم نے بیچ ان کے رسولؐ ان میں سے یہ کہ عبادت کرو اللہ کی نہیں

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع وَ قَالَ الْمَلَاُ

واسطے تمہارے کوئی معبود سوا اس کے کیا پس نہیں ڈرتے اور کہا سرداروں نے

مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ

قوم اس کی سے جو کافر ہوئے تھے اور جھٹلاتے تھے ملاقات آخرت کی کو اور

اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ

دولت دی تھی ہم نے ان کو بیچ زندگانی دنیا کے نہیں یہ مگر آدمی مانند تمہاری

يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا

کھاتا ہے اس چیز سے کہ کھاتے ہو تم اس میں سے اور پیتا ہے اس چیز سے کہ

تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا

پیتے ہو تم اور اگر اطاعت کرو گے تم ایک آدمی مانند اپنے کے تحقیق تم اس وقت

لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ

البتہ زیاں پانے والے ہو کیا وعدہ دیتا ہے تم کو جس وقت مر جاؤ گے اور

كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا

ہو جاؤ گے تم مٹی اور ہڈیاں یہ کہ تم نکالے جاؤ گے دور ہے دور ہے جو کچھ

تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ

وعدے دئے جاتے ہو تم نہیں یہ مگر زندگانی ہماری دنیا کی مرتے ہیں ہم

(۴) آیات (۳۷ تا ۳۲ / ۲۳) سابقہ اقوام کے مُلّا بھی وہابی مسلمان تھے ؟؟؟

جیسا کہ سابقہ آیات (۲۵-۲۴ / ۲۳) میں نبیؐ کو اپنے جیسا بشر کہہ کر اس کے تمام فضائل کا انکار کر دیا گیا تھا اسی طرح یہاں آیات (۳۸ تا ۳۲ / ۲۳) میں نبیؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کا اس لئے انکار کیا گیا ہے کہ نبیؐ دیکھنے میں ان ہی جیسا بشر ہے اور تنہا کسی خاطی کی اطاعت واقعی خطرناک اور مضر ہوتی ہے ۔ یعنی مُلّا حضرات خاطی انسانوں کے اجماع کو تو واجب کہتے ہیں ۔ اور ایسے اجماعی فیصلے کو خدا اور رسولؐ کے

اور یہیں مرکھپ جاتے ہیں اور ہمیں اس کے بعد اٹھایا اور زندہ نہیں کیا جا سکتا ۔ (۳۸) یہ تو ایک عام مرد کے سوا اور کچھ حیثیت نہیں رکھتا اس نے اسکیم بنا کر اللہ پر جھوٹ بولا ہے اور ہم مع اپنی قوم کے اس پر ایمان لانے والے نہیں ۔ (۳۹) اس رسولؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار تو میری اسی معاملے میں مدد کر جس میں وہ مجھے جھٹلا رہے ہیں (۴۰) اللہ نے کہا کہ یہ لوگ ذرا سی دیر میں سرنگوں اور نادم ہوئے جاتے ہیں (۴۱) چنانچہ انہیں ایک دھماکہ نے دھر لیا اور ہم نے انہیں حقیقی قوت کے ساتھ ملبے میں تبدیل کر دیا چنانچہ ظالم اقوام کو خدا سے دوری اور محرومی نصیب رہتی ہے ۔ (۴۲) پھر ان کے بعد ہم نے دوسرے زمانوں اور اقوام کا نشوونما کیا ۔ (۴۳) کوئی بھی اُمت اپنی مقررہ مدت سے آگے نہیں گزرتی اور نہ پیچھے رہ کر بچ سکتی ہے۔ (۴۴) پھر ہم نے اپنے رسولوںؑ کو متواتر بھیجا مگر جب بھی کسی اُمت کے پاس اس کا رسولؑ پہنچا تو اس نے اس رسولؑ کو جھٹلایا اور ہم بھی ایک اُمت کے بعد دوسری اُمت کے بعض لوگوں کو ہلاک کرتے گئے اور رفتہ رفتہ ان اُمتوں کو تاریخ میں

وَ نَحْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝۳۷ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى

اور جیتے ہیں ہم اور نہیں ہم اٹھائے جائیں گے نہیں وہ مگر ایک مرد کہ باندھ لیا ہے

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّ مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۳۸ قَالَ

اس نے اوپر اللہ کے جھوٹ اور نہیں ہم واسطے اس کے ایمان لانے والے کہا

رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝۳۹ قَالَ

اے پروردگار ہمارے مدد دے مجھ کو بیچ اس چیز کے کہ جھٹلاتے ہیں مجھ کو کہا

عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ۝۴۰ فَاَخَذَتْهُمُ

اس چیز سے تھوڑی دیر میں البتہ ہو جاویں گے پشیمان پس پکڑا ان کو

الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ

آواز تندنے ساتھ حق کے پس کر دیا ہم نے ان کو ریزہ ریزہ پس لعنت ہے واسطے قوم

الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۱ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ۝۴۲ مَا تَسْبِقُ

ظالموں کے پھر پیدا کئے ہم نے پیچھے ان سے قرن اور نہیں آگے نکل جاتی

مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝۴۳ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا

کوئی اُمت وقت اپنے سے اور نہ پیچھے رہ جاتی ہے پھر بھیجے ہم نے پیغمبر اپنے

تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ

پے درپے جب آتا تھا کسی اُمت کے پاس پیغمبر اس کا جھٹلاتے تھے اس کو

فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ

پس پیچھے کیا ہم نے بعضوں کو بعضوں کے یعنی ہلاک کرنے میں اور کیا ہم نے ان کو

فیصلے کے ہم پلہ کہتے ہیں ۔ لیکن ایک خاطی انسان کی اطاعت وہ بھی اصولاً غلط سمجھتے ہیں ۔ لیکن ایک خطا کار مجتہد کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں مگر نبیؐ کو اپنے جیسا بشر مان کر بھی اس کی تقلید و اطاعت واجب نہیں مانتے ۔ بہرحال قارئین نوٹ کریں کہ وہابی عقیدہ بہت قدیم بلکہ ابلیس کے ساتھ چلا آتا ہے ۔ اور وہ آج بھی نبیؐ کو بڑے بھائی سے زیادہ کوئی حیثیت دینے کو تیار نہیں ہوتے ہیں ۔

یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ ابلیس کا اور اس کے نمائندہ مُلّا حضرات کا درحقیقت کوئی مذہب نہیں ہوتا وہ حشر و نشر اور جزا و سزا کو نہیں مانتے ۔ لہٰذا وہابیوں کا کسی ایک مذہب سے چپکا ہوا ہونا ان کو نہ سنی بناتا ہے نہ شیعہ ۔ وہ تو بے دین ہوتے ہیں مسلمانوں میں یا کسی اور مذہب میں اس لئے شامل رہتے ہیں کہ اس شمولیت کی بنا پر وہ آسانی سے گمراہی پھیلا سکتے ہیں ۔ اور اس مذہب کے سادہ لوح لوگوں کی کمائی میں حصہ دار بنے رہتے ہیں ۔ ورنہ علما کا یہ گروہ نہ محنت و مزدوری کرتا ہے ۔ نہ کہیں ملازمت کرتا ہے نہ کوئی تجارت کرتا ہے ۔ اس کے باوجود یہ ہٹے کٹے اور موٹروں اور بنگلوں والے ہوتے ہیں اور یہ دولت مسلمانوں کو آپس میں دست و گریبان رکھ کر حاصل کی جاتی ہے ۔

اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى

باتیں پس لعنت ہے واسطے اس قوم کے کہ نہیں ایمان لاتی پھر بھیجا ہم نے موسیٰؑ

وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى

اور بھائی اس کے ہارونؑ کو ساتھ نشانیوں اپنی کے اور معجزے ظاہر کے طرف

فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۝

فرعون کی اور سرداروں اس کے کی پس تکبر کیا انہوں نے اور تھے قوم سرکش

فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَ

پس کہا انہوں نے کیا ایمان لاویں ہم واسطے دو آدمی کے مانند ہماری اور

قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُمَا

قوم ان دونوں کی واسطے ہمارے بندگی کرنے والے ہیں پس جھٹلایا ان دونوں کو

فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ۝ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ

پس ہوگئے ہلاک کئے گیوں سے اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰؑ کو کتاب تو کہ وہ

يَهْتَدُوْنَ ۝ وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّ

ہدایت پاویں اور کیا ہم نے بیٹے مریم کے کو اور ماں اس کی کو نشانی اور

اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ ۝ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ

جگہ دی ہم نے دونوں کو طرف زمین بلند کے جگہ رہنے کی اور پانی جاری اے پیغمبرو

ایک قصہ پارینہ بنا کر چھوڑا چنانچہ ایمان نہ لانے والی قوم کو محرومی نصیب ہوتی رہی۔ (۴۵) پھر ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارونؑ کو اپنی آیات و نمایاں معجزات کے ساتھ بھیجا۔(۴۶) فرعون اور اس کے مُلّوں کے پاس، چنانچہ انہوں نے تکبر کا رویہ اختیار کرلیا اور وہ تھے بھی اعلیٰ درجہ کی قوم کے لوگ (۴۷) چنانچہ انہوں نے کہا کہ کیا ہم ایسے دو آدمیوں پر اطاعتِ مطلق و فرمانبرداری کا ایمان لے آئیں جو کہ ہماری مثل ہی کے دو آدمی ہیں حالانکہ ان کی قوم ہماری عبادت کرتی ہے ۔ (۴۸) چنانچہ انہوں نے موسیٰؑ و ہارونؑ کو جھٹلایا اور ہلاک ہونے والوں میں شمار ہوگئے ۔ (۴۹) اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب بھی دی تھی تاکہ فرعون اور اس کی قوم ہدایات پالیں ۔ (۵۰) اور ہم نے مریمؑ کے بیٹے اور اس کی ماں کو معجزہ بنایا تھا اور انہیں بڑھتے چلے جانے والے اور چشموں سے لبریز مقام پر پناہ دی۔ (۵۱) اے زندہ رسولو تم سب نفیس

(۴ ۔ الف) فرعون کے مُلّاؤں نے بھی اپنے جیسا بشر کہہ کر موسیٰؑ و ہارونؑ کی مطلق اطاعت کا انکار کیا۔

آیات (۴۷-۴۶ / ۲۳) پھر بتاتی ہیں کہ فرعون کے مُلّا حضرات نے بھی وہی عذر کیا تھا جو تمام وہابی کرتے آئے ہیں کہ اپنے جیسے بشر کی اطاعت غلط ہے ۔اور حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کے متعلق ایک سیاسی عذر بھی کیا تھا کہ:

(۵) آیت (۴۷ / ۲۳) عبادت کے معنی غلاموں کی طرح تمام اختیارات سے دستبرداری اور اطاعت ہیں۔

ان دونوں کی قوم ہماری غلامی میں ہے اور ہماری اطاعت کر رہی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اسی قوم کے اور اسی کی مثل آدمی ہوتے ہوئے موسیٰؑ و ہارونؑ کی اطاعت کرلیں اور مستقبل کو تباہ کرلیں ۔

ان دونوں آیات سے اور فرعون کے مُلّاؤں کے اعتراض سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ نبیؑ کی اطاعت بالکل اسی طرح بے چوں و چرا کی جانا چاہئے جس طرح ایک زر خرید غلام اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے ۔اور کسی معاملے میں بھی اسے اپنی رائے ،اپنے اختیار ات اور تجربات کو داخل نہیں کرنا چاہئے ۔ساتھ ہی یہ سمجھ لیں کہ عبادت کے حقیقی معنی تمام اعضاء و جوارح اور پوری قوت اور سپردگی و ارادے سے اطاعت کرنا ہوتے ہیں نہ کہ صرف رکوع و سجدے ۔

(۶) آیات (۵۲-۵۱ / ۲۳) سلسلہ انبیاؑ کے سابقہ و زندہ رسولوں کو مخاطب کرتی ہیں ۔

ان آیات میں اللہ نے انبیاؑ کو جس طرح

كُلُوۡا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ اِنِّیۡ بِمَا
کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے اور کام کرو اچھے تحقیق میں ساتھ اس چیز کے کہ
تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ ؕ‏ ﴿۵۱﴾ وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا
کرتے ہو تم جاننے والا ہوں اور تحقیق یہ اُمت تمہاری اُمت ایک ہے اور میں ہوں
رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ‏ ﴿۵۲﴾ فَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ
پروردگار تمہارا پس ڈرو مجھ سے پس کاٹ لیا انہوں نے کام اپنا درمیان اپنے
زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزۡبٍۢ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ‏ ﴿۵۳﴾
ٹکڑے ٹکڑے ہر ایک گروہ ساتھ اس چیز کے کہ پاس ان کے ہے خوش ہیں
فَذَرۡهُمۡ فِىۡ غَمۡرَتِهِمۡ حَتّٰى حِيۡنٍ‏ ﴿۵۴﴾ اَيَحۡسَبُوۡنَ
پس چھوڑ دے ان کو بیچ غفلت ان کی کے ایک مدت تک کیا گمان کرتے ہیں
اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِيۡنَۙ‏ ﴿۵۵﴾
یہ کہ جو کچھ مدد دیتے ہیں ہم ان کو ساتھ اس کے مال سے اور بیٹوں سے
نُسَارِعُ لَهُمۡ فِى الۡخَيۡرٰتِ‌ ؕ بَلْ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ‏ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ
شتابی کرتے ہیں ہم واسطے ان کے بیچ بھلائیوں کے بلکہ نہیں سمجھتے تحقیق جو لوگ کہ
هُمۡ مِّنۡ خَشۡيَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَۙ‏ ﴿۵۷﴾ وَ الَّذِيۡنَ هُمۡ بِاٰيٰتِ
وہ ڈر پروردگار اپنے کے سے ڈرنے والے ہیں اور جو لوگ کہ وہ ساتھ نشانیوں
رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُوۡنَۙ‏ ﴿۵۸﴾ وَ الَّذِيۡنَ هُمۡ بِرَبِّهِمۡ لَا
پروردگار اپنے کے ایمان لاتے ہیں اور جو لوگ کہ وہ ساتھ پروردگار اپنے کے نہیں

اور عمدہ غذاؤں میں سے کھاتے اور اصلاحی اعمال بجا لاتے رہو یقیناً میں تمہارے تمام اعمال کو جانتا ہوں۔(۵۲) یقیناً تمہاری یہ نبیوں کی اُمت ایک وحدانیت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں چنانچہ تمہیں میرے حضور پرہیزگار و ذمہ دار رہنا چاہئے (۵۳) اور تمہاری اُمتوں نے اپنے دین کو فرقوں اور ٹولیوں میں خود ساختہ کتابوں سے بانٹ لیاہے اور ہر گروہ جو خودساختہ دین رکھتا ہے اور اس میں مگن اور خوش ہے (۵۴) اے رسوؐل آپؐ ان کو منتشر ہونے دیں اور ان کو ان کے الجھاؤ میں کچھ عرصہ الجھا رہنے دیں ۔ (۵۵) وہ یہ حساب لگائے ہوئے ہیں کہ گویا ہم انہیں ان کے خود ساختہ مذہب کی تائید میں مال و اولاد سے مدد دے رہے ہیں ۔ (۵۶) حالانکہ ہم ان کو نیکیاں کرانے میں جلدی کرتے ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے ۔ (۵۷) یقیناً وہ لوگ جوکہ اپنے پروردگار کی عظمت سے سہمے رہتے ہیں (۵۸) اوروہ لوگ جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (۵۹) اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے ساتھ اس کی قدرت میں کسی کو مددگار اور شریک نہیں سمجھتے

مخاطب فرمایا ہے وہ مرجانے والے انبیاؑ یا لوگوں کو خطاب کرنے کا طریقہ نہیں ہے ۔ان آیات کے مخاطب حضرات وہ ہونا چاہئیں جو زندہ ہوں ، موجود ہوں ، ایک ہی وقت میں حاضر ہوں اور کھاتے پیتے اور اعمال بجا لاتے ہوں اور جو چاہیں کھا لینے پر قدرت رکھتے ہوں ۔ اس لئے ہم نے ترجمہ میں ''زندہ رسوؐلو'' لکھا ہے ۔اور ان ہیؑ حضرات کو یہ بتایا ہے کہ از آدمؑ تا خاتم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام انبیاؑ نہ صرف ایک خاندان کے افراد (آل عمران ۳۴ / ۳) ہیں بلکہ وہ مختلف زمانوں میں ہوتے ہوئے بھی ایک اُمت واحدہ ہیں ۔اور ظاہر ہے اس اُمت واحد کے ہادی و رسوؐل آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن پر ایمان لانا تمام رسوؐلوں پر واجب ہے (آل عمران ۸۱ / ۳) ۔

(۷) آیات (۶۱ تا ۵۷ / ۲۳) میں اُمت کے پسندیدہ اور عام مومنین کا تذکرہ ہوا ہے ۔

قارئین کرام نے اس سورۂ مبارکہ (المومنون) کی ابتدائی آیات (۱۱ تا ۱ / ۲۳) میں جن حضراتؑ کی صفات پڑھی تھیں وہ روز ازل سے ان صفات کے مجسمے اور ظہور تھے ان ہی کے صدقہ میں تمام نوع انسان کو اللہ کی صفات میں سے حصہ ملا ہے اور اسی بنا پر انہیں ظہورِ خداوندی کہا گیا ہے ان ہی کے وسیلے سے خداوند عالم کا اس کائنات میں تعارف ہوا ہے رہ گئے وہ

يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ

شریک لاتے ہیں اور وہ لوگ کہ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور دل ان کے

وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ

ڈرتے ہیں اس سے کہ وہ طرف پروردگار اپنے کے پھر جانے والے ہیں یہ لوگ

يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ

جلدی کرتے ہیں بیچ بھلائیوں کے اور وہ طرف ان کی آگے نکل جانے والے ہیں اور

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ لَدَيْنَا

نہیں تکلیف دیتے ہم کسی جی کو مگر موافق طاقت اس کی کے اور نزدیک ہمارے

كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ

کتاب ہے کہ بولتی ہے ساتھ حق کے اور وہ نہیں ظلم کئے جاتے بلکہ دل ان کے

فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا

بیچ غفلت کے ہیں اس سے اور واسطے ان کے عمل ہیں سوائے اس کے کہ وہ اس کو

عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ

کرنے والے ہیں یہاں تک کہ جب پکڑا ہم نے دولتمندوں ان کے کو ساتھ عذاب کے

اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

ناگہاں وہ زاری کرتے ہیں مت زاری کرو آج تحقیق تم ہم سے نہیں مدد دئے جاؤ گے۔

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ

تحقیق تھیں آیتیں میری کہ پڑھی جاتی تھیں اوپر تمہارے پس تھے تم اوپر ایڑیوں اپنی کے

(۶۰) اور جو لوگ کہ مقاصد اسلام کے لئے دیتے ہیں جو کچھ بھی ہو سکتا ہے دریغ نہیں کرتے اور ان کے دل ہر وقت اس بات کا احساس رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کے حضور واپس جانا ہے۔ (۶۱) وہی لوگ ہیں جو نیکیوں میں عجلت و تیزی سے کام لیتے ہیں اور وہی ہیں جو نیکیوں میں سبقت لے جانا چاہتے ہیں (۶۲) اور ہم کسی ذی حیات کو اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں دیتے اور ہمارے پاس تو وہ کتاب ہے جو حق باتیں کرتی ہے اوران پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی جاتی ہے (۶۳) لیکن ان کے دل تو اس قرآن ناطق کی مخالفت میں الجھے ہوئے ہیں اور وہ لوگ قرآن ناطق کے خلاف پروگرام بنا کر اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ (۶۴) یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے دولت مندوں اور تن آسانیاں کرنے والوں کو عذاب کے لئے گرفت میں لیا تو ناگہاں وہ فریاد وزاری پر اتر آئے ۔ (۶۵) آج تم روؤ دھوؤ نہیں صحیح بات یہ ہے کہ آج تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔ (۶۶) یقیناً تمہارے سامنے ہماری آیات و ہدایات پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں لیکن تم تو ہماری آیات کو سن کر الٹے پاؤں پلٹ جایا کرتے تھے ۔

لوگ جو تعلیمات خداوندی پر ایمان لانے کے بعد اعمال حسنہ بجالاتے ہیں۔ ان کا تذکرہ مندرجہ بالا آیات (۶۱ تا ۵۷ / ۲۳) میں ہوا ہے اور جگہ جگہ ہوتا چلا جائے گا ۔یہ وہ مومنین ہیں جو ذاتی طور پر ان صفات پر مخلوق نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ اپنی جدوجہد اور محنت و کوشش سے مذکورہ بالا صفات کو اختیار کرتے ہیں ۔ثابت قدم رہنے والے ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور حالاتِ دنیاوی سے ڈگمگا جانے والے تنزّل کی طرف چلے جاتے ہیں۔ بہر حال عوام الناس کا معاملہ قطعی طور پر جداگانہ ہے ۔ محمدؐ و آل محمدؐ کا مقام تو وہ ہے جہاں ملائکہ اور انبیا و رسل علیہم السلام کو بھی رسائی نہیں ہے ۔

(۸) آیات (۶۷ تا ۶۲ / ۲۳) میں محمدؐ کی نبوت اور علیؑ کی ولایت کے خلاف قریشی منصوبے کا تذکرہ ہے ۔

آیات کے اس طویل سلسلے میں اللہ نے نہایت محتاط انداز میں اس فیصلے کا ذکر فرمایا ہے جو رسوؐل کی قوم نے عہد رسوؐل ہی میں کرلیا تھا ۔ اور جسے اُمت کے علمائے محققین نے اپنے اپنے ریکارڈ میں بڑی وضاحت سے بعد میں لکھا ہے چنانچہ علامہ شبلی نے وہ مکالمہ اپنی کتاب الفاروق میں لکھا ہے ۔ جو مسئلہ خلافت کی بحث میں عبداللہ بن عباس اور حضرت عمر میں واقع

(٦٧) اور تم آیات کے خلاف تکبر کرتے افسانہ تراشی کرتے اور بکتے جھکتے چلے جایا کرتے تھے۔ (٦٨) کیا ان لوگوں نے ہماری ہدایات پر کبھی غور ہی نہیں کیا تھا؟ یا محمدؐ کوئی ایسی تعلیمات پیش کررہا تھا جو کبھی ان کے اوّل سے لے کر آخر تک باپ دادوں کے پاس آئی ہی نہیں تھیں؟ (٦٩) یا انہوں نے اپنے رسوؐل محمدؐ کو پہچانا ہی نہ تھا جو اس کی رسالت کا انکار کرتے رہے تھے ؟۔ (٧٠) یا یہ لوگ اس بات کا یقین کر چکے تھے اور علم و تجربہ کے ماتحت کہتے تھے کہ محمدؐ پاگل ہوگیا ہے؟ حالانکہ وہ ان کے پاس ایک مجسمہؑ حق کو لایا تھا اور قریش کی اکثریت اس حق کو ناپسند کرتی تھی۔ (٧١) اور اگر کہیں وہ مجسمہؑ حق قریش کے ذاتی مصالح اور اجتہادات کی پیروی کر لیتا تو نتیجہ میں تمام آسمانوں اور تمام زمینوں میں اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب میں فساد اور بگاڑ پھیل جاتا۔ بلکہ ہم نے تو ان کے پاس خود ان کا ذکرؑ بھیجا تھا۔ مگر وہ خود اپنے ذکرؑ سے بھی روگردانی کرتے رہے ۔ (٧٢) کیا اے رسوؐل آپ ان سے تاوان یا معاوضہ طلب کرتے ہیں جو وہ منہ پھیرتے ہیں ؟ معاوضہ تو تیرے پروردگار کی طرف سے بہتر ہوتا ہے اور وہ تو تمام رازقوں سے بہتر رازق ہے (٧٣) حقیقت یہ ہے کہ تم تو انہیں مجسم صراط مستقیم یعنی بولتی ہوئی کتاب اور مجسم حق کی حکومت کی دعوت دیتے ہو

تَنْكِصُوْنَ ۙ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖۚ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾

پھر جاتے تکبر کرتے ہوئے ساتھ اس کے افسانہ گوئی کرتے ہوئے بیہودہ بکتے تھے

اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ

کیا پس نہیں فکر کی انہوں نے بات میں یا آیا ان کے پاس جو کچھ کہ نہ آیا تھا

اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۫﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ

باپوں ان کے پہلوں کے پاس یا نہیں پہچانا انہوں نے پیغمبر اپنے کو پس وہ

لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ

واسطے اس کے انکار کرنے والے ہیں یا کہتے ہیں وہ کہ اس کو جنون ہے بلکہ

جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَ لَوِ

لایا ہے ان کے پاس حق اور اکثر ان کے حق کو ناخوش رکھنے والے ہیں۔ اور اگر

اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ

پیروی کرے حق خواہشوں ان کی کی البتہ بگڑ جاویں آسمان اور زمین اور جو کوئی

فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ

بیچ ان کے ہے بلکہ لائے ہیں ہم ان کے پاس ذکر ان کا پس وہ ذکر اپنے سے

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖۗ

منہ پھیرنے والے ہیں یا مانگتا ہے تو ان سے مال پس مال پروردگار تیرے کا بہتر ہے

وَّ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾

اور وہ بہتر ہے رزق دینے والا۔ اور تحقیق تو بلاتا ہے ان کو طرف راہ سیدھی کے

ہوا تھا۔ جس میں حضرت عمر کو کہنا پڑا کہ :
" میں جانتا ہوں تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہ کرتی تھی۔ وہ نہیں پسند کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آجائیں" (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)
قریشی حکمت عملی اور ان کے اقدامات جس دماغ میں محفوظ ہوں اور اسے اُمت کے مسلمات کا بھی علم ہو وہ ان آیات (سورۂ مومنون) (۷۳ تا ۶۲ / ۲۳) میں دیکھ سکتا ہے کہ اللہ نے رسوؐل کی قوم کا محاذ اور پروگرام، اپنی بولنے والی کتاب کی مخالفت میں بیان فرمایا ہے یقیناً وہ بولنے والی کتاب ہرگز ہرگز قرآن نہیں ہے ۔ اُمت میں جسے قرآن ناطق کہا جاتا ہے۔ وہ ایک ہی ذات پاک تھی اور وہ ہیں علی بن ابی طالب علیہما السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور تمنا کے مطابق قرآن کریم میں " لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا " علیؑ کو سچائی اور حق کی زبان بنایا تھا (مریم ۵۰ / ۱۹) یعنی حق و صدق علیؑ کی زبان سے بولتے ہیں ۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ بھی طے فرما دیا تھا کہ اس مجسمہ حق و صداقت کو نبیؐ آخر الزمان علیہ السلام کے زمانہ میں موجود ہونا چاہئے (سورۂ شعراء ۸۴ / ۲۶) وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی تھے جنہوں نے اپنی اولاد میں ایک اُمت

وَ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور تحقیق وہ لوگ کہ نہیں ایمان لاتے ساتھ آخرۃ کے راہ سے البتہ مڑ جانے والے ہیں

وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ

اور اگر مہربانی کریں ہم اوپر ان کے اور کھول دیں ہم جو کچھ ساتھ ان کے ہے سختی سے

لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ لَقَدْ

البتہ استادگی کریں بیچ سرکشی اپنی کے سرگردان ہوتے ہوئے اور البتہ تحقیق

اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ

پکڑا تھا ہم نے ان کو ساتھ عذاب کے پس نہ گڑگڑائے وہ طرف پروردگار اپنے کی

وَ مَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ

اور نہ عاجزی کی۔ یہاں تک کہ جب کھول دیا ہم نے اوپر ان کے دروازہ عذاب

شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ

سخت کا ناگہاں وہ بیچ اس کے ناامید ہیں اور وہی ہے جس نے پیدا کی واسطے تمہارے

السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ

شنوائی اور بینائی اور دل تھوڑا سا شکر کرتے ہو اور وہ ہے جس نے

ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ

پھیلایا تم کو بیچ زمین کے اور طرف اسی کے اکٹھے کئے جاؤ گے اور وہ ہے کہ جلاتا ہے

وَ يُمِيْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور مارتا ہے اور واسطے اسی کے ہے پھرانا رات کا اور دن کا کیا پس نہیں سمجھتے تم

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا

بلکہ کہا انہوں نے جیسا کہا تھا پہلوں نے کہتے ہیں کیا جب مرجاویں گے ہم

ع ۴

(۷۴) اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے صراط مستقیم سے بچ کر اور ہٹ کر اپنا الگ راستہ چلنا چاہتے ہیں۔ (۷۵) اور اگر ہم اب بھی ان پر مہربانی کردیں اور جو ضرر ان کو پہنچ رہا ہے اس کو دور کردیں تب بھی وہ سرکشی میں اور بڑھ کر سرگرداں ہو جائیں گے۔ (۷۶) اور ہم نے ان کو سخت عذاب میں جکڑ دیا ہے پھر بھی وہ اپنے رب کے سامنے عاجزانہ طور پر نہیں جھکے اور نہ اس کے سامنے گریہ وزاری کی ہے۔ (۷۷) یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر شدید ترین عذاب والا دروازہ کھولا تب جاکر وہ اپنے خود ساختہ دین کی جزا سے مایوس ہوں گے (۷۸) وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں سننے اور مشاہدہ کرنے کی قوت وآلات دیئے اور سوچنے سمجھنے کیلئے دل دیئے ہیں مگر تم لوگ بہت کم احساس شکرگزاری رکھتے ہو۔(۷۹) اور وہی تو وہ ہستی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف سے تم سمیٹے جاؤ گے۔ (۸۰) وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے گردش لیل و نہار اسی کے قبضہ قدرت میں ہے کیا تمہاری سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آئی؟ (۸۱) مگر ان قریشی لوگوں نے بھی عوام کو دھوکا دینے کے لئے اپنی پیش رو اقوام کی مانند عذر پیش کیا ہے۔ (۸۲) چنانچہ انہوں نے بھی یہ کہا کہ جب ہم مرکر

مسلمہ برقرار رکھنے کی دعا کی تھی۔(بقرہ ۱۲۸ / ۲) ان ہی کی دعا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کا ظہور اسی اُمت مسلمہ میں سے ہوا تھا (بقرہ ۱۲۹ / ۲) اور اس بات کو ساری اُمت مانتی ہے کہ:

ہوئی پہلوئے آمنہؑ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ و نویدِ مسیحاؑ

اور علامہ مودودی نے لکھا ہے کہ: ”اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور دراصل حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کی دعا کا جواب ہے“ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۱۳، حاشیہ ۱۲۹)

وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ

اور ہو جاویں گے ہم مٹی اور ہڈیاں کیا ہم اٹھائے جاویں گے البتہ تحقیق

وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ

وعدہ دئے گئے ہیں ہم اور باپ ہمارے یہ بات پہلے اس سے نہیں یہ مگر کہانیاں

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ

پہلوں کی کہہ واسطے کس کے ہے زمین اور جو کوئی بیچ اس کے ہے اگر ہو تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ

جانتے شتاب کہیں گے واسطے اللہ کے کہہ کیا پس نہیں نصیحت پکڑتے کہہ کون ہے

رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ

پروردگار آسمانوں ساتوں کا اور پروردگار عرش بڑے کا شتاب کہیں گے

لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ

واسطے اللہ کے کہہ کیا پس نہیں ڈرتے کہہ کون شخص ہے کہ بیچ ہاتھ اس کے ہے

مٹی ہوجائیں گے اور ہڈیوں کا ڈھیر ہوکر رہ جائیں گے کیا اس کے بعد بھی ہمیں زندہ کرکے اٹھا لیا جائے گا؟ (۸۳) ہم نے بھی ایسی دھمکیاں اور وعدے بہت سنے اور ہمارے باپ دادا بھی یہی کچھ سنتے رہے مگر یہ تو اوّلین دین سازوں کی تحریریں سطروں میں موجود ہیں۔ (۸۴) اے رسولؐ ان سے پوچھو کہ یہ زمین اور ساکنانِ زمین کسی کی ملکیت ہیں بتاؤ اگر تم جانتے ہو ؟ (۸۵) یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ کی ملکیت ہے اب ان کو بتاؤ کہ تم اس عقیدے کے بعد بھی سبق حاصل نہیں کرتے (۸۶) پھر سوال کریں کہ ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا پرورش کرنے اور تخلیق کرنے والا کون ہے ؟ (۸۷) وہ جلدی سے کہیں گے کہ اللہ ان کا خالق اور پروردگار ہے اب پوچھیں کہ تم پھر بھی اللہ کا تقویٰ اور ذمہ داری اختیار نہیں کرتے ؟ (۸۸) پھر پوچھیں کہ بتاؤ کہ کائنات کی ہر ہر چیز پر

جب ایک قاری کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ حدیث اور فرمان رسولؐ کی رو سے اور صحابہ کے تجربے اور تائیدی بیانات کی حیثیت سے حضرت علی علیہ السلام ہی ۔ا۔مجسم اور کل ایمان ہیں ۔۲۔وہ مجسم حق و صداقت اور بولتا ہوا قرآن ہیں تو وہ بولنے والی کتاب جس کا ذکر آیت(۶۲ / ۲۳) میں ہوا ہے علی علیہ السلام کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا لہٰذا اللہ کا مجسم اور ناطق قرآن ہی اللہ کی بولنے والی کتاب ہے ۔ لہٰذا پھر یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ رسولؐ کی قوم (فرقان ۳۰ / ۲۵) اسی بولتی ہوئی کتاب یعنی حضرت علیؑ کے خلاف پروگرام اور اقدامات پر کاربند تھی اور ان ہی کی حکومت و پوزیشن کو گرانے میں مصروف اور الجھی ہوئی (فِیۡ غَمۡرَۃٍ) تھی (۶۳ / ۲۳) اور اسی حق مجسم کے لئے کہا گیاہے کہ اگر وہ قریش کی اتباع یا پیروی کرلیتا تو زمین و آسمان میں فساد ہی فساد پھیل جاتا (۷۱ / ۲۳) اور جس شخص نے قریشی سنت و سیرت کی پیروی کا انکار کرکے اپنی حکومت قائم ہوتے ہوتے چھوڑ دی وہ بھی علی مرتضیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی ہیں ۔اگر جھوٹ کو بھی اقرار کرلیتے تو عبدالرحمٰن بن عوف بیعت کرلیتا مگر دنیا میں ایک بدترین مثال اور باطل کی عمارت و امارت کھڑی کرنے کا الزام انؑ پر لگ جاتا ۔ اور جب قہری طور پر ان کا نمبر آیا تو انہوں نے قریشی مشاورتی کونسل کو توڑ دیا اور یوں قیادت معصومؑ احکام سے جاری ہو گئی اور نظام اجتہاد ایک دفعہ موت کی نیند سو گیا ۔ یہ وہی تلخ حقیقت تھی جس کو قریش کا جتھا ناپسند کرتا تھا (۷۰ / ۲۳) اور حکومت علویہ کی آیات سن کر واپس پلٹ جاتا تھا (۶۶ / ۲۳) اور اپنی کافرانہ بزرگی پر ناز و نخرہ کرتا تھا (۶۷ / ۲۳) اس کے بعد اللہ نے آنحضرتؐ کے ساتھ ان کے سلوک کا تذکرہ فرمایا ہے چونکہ قرآن کریم رسولؐ اللہ کو " الذکر" کے لقب سے یاد کرتا ہے (طلاق ۱۱۔۱۰ / ۶۵) اس لئے بھی حضورؐ کو قریش کا " الذکر" فرمایا ہے (۷۱ / ۲۳) اور اس لئے بھی کہ حضورؐ کو قریش کا رسولؐ کہا ہے (۶۹ / ۲۳) اور اس لئے بھی کہ قرآن کو رسولؐ اللہ اور ان کی قوم کا ذکر فرمایا ہے(زخرف ۴۴ / ۴۳) لہٰذا فرمایا گیا کہ وہ یعنی قریش خود اپنے ذکر یعنی رسولؐ سے منہ موڑے ہوئے ہیں (۷۱ / ۲۳) پھر فرمایا کہ کیا تم ان سے کچھ تاوان یا معاوضہ طلب کرتے تھے کہ وہ منہ پھیر تے رہے ؟(۷۲ / ۲۳) اور آخری بات یہ فرمائی کہ تم اپنی قوم کو صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہو۔یعنی بولتی ہوئی کتاب ، قرآن ناطق اور لسان صدق کی حکومت کی دعوت دیتے ہو (۷۳ / ۲۳) لیکن وہ لوگ

مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ

بادشاہی ہر چیز کی اور وہی پناہ دیتا ہے اور نہیں پناہ دیا جاتا بر خلاف اس کے اگر ہو تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾

جانتے البتہ کہیں گے واسطے اللہ کے ہے کہہ پس کہاں سے سحر کئے جاتے ہو

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ

بلکہ لائے ہیں ہم ان کے پاس حق اور تحقیق وہ البتہ جھوٹے ہیں نہیں پکڑی

اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ

اللہ نے اولاد اور نہیں ہے ساتھ اس کے کوئی معبود اس وقت البتہ لے جاتا ہر ایک

اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ

معبود اس چیز کو کہ پیدا کیا ہے اور البتہ چڑھائی کرتے بعضے ان کے اوپر بعضوں کے

مکمل اقتدار کس کا ہے اور وہ کون ہے جو ہر چیز کی پناہ ہے اور اسے کسی کی پناہ کی احتیاج نہیں ہے ؟ (۸۹) وہ جلدی جواب دیں گے کہ یہ بات تو اللہ ہی کے لئے ہے۔ پوچھو کہ پھر تمہیں کس جادو نے مغالطہ دیا ہے ۔ (۹۰) جو حقیقت حال ہے وہ تو ہم نے ان کے سامنے رکھ دی ہے اور کوئی شبہ تک نہیں کہ وہ اپنے باقی عقائد میں جھوٹے ہیں۔ (۹۱) اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا اور کوئی دوسرا خدا اللہ کے ساتھ ساتھ نہیں ہے اگر کچھ اور خدا ہوتے تو وہ اپنی اپنی مخلوق کو لے کر الگ الگ ہوگئے ہوتے اور پھر وہ اپنی خدائی کو بڑھانے کے لئے ایک دوسرے پر اقتدار حاصل کرنے میں کوشاں رہتے

صراط مستقیم سے ہٹ کر اپنا الگ راستہ بنا رہے ہیں (۷۴ / ۲۳) یہی وہ الگ راستہ تھا جو رسولؐ کی قوم کے ایک عظیم لیڈر نے تیار کیا تھا (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) اور جس پر اس کا جگری دوست اور پوری قوم چل کر جہنم پہنچی تھی ۔ اور رسولؐ کا تیار کردہ راستہ چھوڑ دیا تھا ۔(فرقان ۲۷ / ۲۵) اور رسولؐ نے شکایت کی تھی کہ اے رب میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کر دیا ہے (۳۰ / ۲۵) اور اللہ نے فرمایا تھا کہ جرائم پیشہ لوگ ہر نبیؑ کی کتاب کو مہجور کرتے رہے ہیں (۳۱ / ۲۵) اور اسی قوم کے متعلق فرمایا ہے کہ :

(وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ﴿۶۶﴾ الأنعام) تیری قوم نے اسے جھٹلایا حالانکہ وہ الحق یعنی مجسم اور پورا حق تھا۔ یہ تھا وہ محاذ جو رسولؐ کی حکومت کا مخالف تھا۔

(۹) آیت (۶۸ / ۲۳) سے ثابت ہے کہ عربوں کے پاس پیغمبرؑ اور ان کی کتابیں آتی رہیں ۔

بعض علما نے قرآن کریم کی چند آیات سے یہ دھوکا کھایا ہے، عربوں کی طرف داری میں لوگوں کو یہ تصور دیا ہے کہ عرب قطعاً تعلیمات الٰہیہ سے نابلد رہے ہیں ۔انہیں ان آیات (۶۹۔۶۸ / ۲۳) کو غور سے پڑھنا چاہئے تھا تاکہ معلوم ہوتا کہ نہ قرآن کریم اور اس میں نازل شدہ تعلیمات عربوں اور قریش کے لئے نئی تھیں نہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ کوئی نئے اور اچانک آجانے والے رسولؐ تھے عربوں کا بچہ بچہ جانتا تھا کہ خاندان ابراہیم علیہ السلام میں آخری نبیؐ مبعوث ہونے والا ہے۔ چنانچہ اس خاندان کے ہر ایک سربراہؑ کی پیشانی میں چمکتا ہوا نور ایک بولتا چالتا اعلان تھا اور قریش کی عورتیں برابر کوشاں رہتی چلی آتی تھیں کہ خود کو ان سربراہوں کی زوجیت میں اس لئے دے دیں کہ شاید وہ نور ان کے رحم میں منتقل ہو جائے اور یوں وہ حضورؐ کی والدہ ہونے کا اعزاز حاصل کر لیں ۔

(۱۰) آیات (۹۰ تا ۸۳ / ۲۳) قریشی اجتہاد میں حقیقی دیندار لوگ دین ساز مجتہد سمجھے جاتے تھے ۔

ان آیات (۹۰ تا ۸۳ / ۲۳) کی ابتدا قریش کے اس الزام سے ہوئی ہے کہ عقیدۂ قیامت اور جزا وسزا کی دھمکیاں ان لوگوں نے کتبہائے خداوندی میں تحریری طور پر شامل کر دی ہیں ۔ جنہوں نے اوّل اوّل دین سازی کی اور حقیقی دین میں تحریف اور تبدیلیاں کی تھیں ۔مطلب یہ کہ قریشی دین حقیقی دین ہے ۔اور ان کے خود فہمیدہ دین میں اللہ نے انسانوں کو کوئی قدرت نہیں دی ہے ان کا ہر فعل اللہ کا فعل ہوتا ہے لہٰذا غلط کاری پر عذاب اور نیکو کاری پر ثواب کا عقیدہ یا

سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۙ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَ الشَّهَادَةِ

پاک ہے اللہ اس چیز سے کہ بیان کرتے ہیں جاننے والا غیب کا اور حاضر کا

فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۹۲﴾ قُلۡ رَّبِّ اِمَّا

پس بلند ہے اس چیز سے کہ شریک لاتے ہیں کہہ اے رب میرے اگر

تُرِيَنِّىۡ مَا يُوۡعَدُوۡنَ ۙ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا

دکھلائے مجھ کو جو کچھ وعدہ دئے جاتے ہیں یہ اے پروردگار میرے پس مت

تَجۡعَلۡنِىۡ فِى الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۹۴﴾ وَ اِنَّا عَلٰٓى اَنۡ نُّرِيَكَ

کیجئیو مجھ کو بیچ قوم ظالموں کے اور تحقیق ہم اوپر اس کے کہ دکھلادیں تجھ کو

مَا نَعِدُهُمۡ لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۹۵﴾ اِدۡفَعۡ بِالَّتِىۡ هِىَ

جو وعدہ دیتے ہم ان کو البتہ قادر ہیں دور کر ساتھ اس چیز کے کہ وہ

اَحۡسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا يَصِفُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَ قُلۡ

بہت اچھی ہے برائی کو ہم خوب جانتے ہیں اس چیز کو کہ بیان کرتے ہیں اور کہہ

رَّبِّ اَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيۡنِ ۙ﴿۹۷﴾

اے پروردگار میرے پناہ مانگتا ہوں ساتھ تیرے وسوسہ ڈالنے شیطانوں کے سے

وَ اَعُوۡذُ بِكَ رَبِّ اَنۡ يَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾

اور پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے اے رب میرے اس سے کہ حاضر ہوں میرے پاس

اللہ ان تمام صورتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ اللہ کے اوصاف میں بیان کرتے ہیں (۹۲) اللہ تو تمام پوشیدہ اور ظاہر موجودات و حالات کا عالم ہے۔اور اس مقام سے کہیں بلند و بالا ہے جو یہ مشرک لوگ تجویز کرتے ہیں (۹۳) اے رسولؐ دعا کرو کہ اے میرے پروردگار اگرچہ جو وعدہ میرے مخالف قریشیوں مکّیوں اور مشرکوں سے کیا گیا ہے مجھے میری آنکھوں سے دکھا دے۔ (۹۴) پروردگارا مجھے اس سرتا پا ظالم قوم کا فرد نہ بنانا (۹۵) اور اے محمدؐ ہم یقیناً اس پر قادر ہیں کہ جو وعدہ ان قریشیوں سے کیا ہے تجھے تیری آنکھوں سے دکھا دیں (۹۶) آپ تو ان کی مذموم کوششوں اور ناہنجار اقدامات کا بہترین کوششوں اور اقدامات سے دفاع جاری رکھیں ہم ان کے عقائد اور خود ساختہ اوصاف الٰہیہ سے واقف ہیں (۹۷) اور یہ دعا بھی کرتے رہیں کہ اے میرے پالنے والے میں ان شیطانوں کی انگیخت اور اکسانے سے تیری پناہ میں رہنا چاہتا ہوں (۹۸) بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آیا ہی نہ کریں۔

بدکاروں کو مستقلاً جہنم اور نیکو ں کو مستقلاً جنت کا دیا جانا ہر گز جائز نہیں ہے۔وہ جسے چاہے گا جنت دے گا۔ اور جسے چاہے گا جہنم میں جھونک دے گا۔لہٰذا دھمکیوں کے ذریعہ انسانوں کو نیک بنانے اور بدکاری کو قطعاً بند کردینے کا عقیدہ خلافِ فطرت ہے۔ اور عملی دنیا اور نظام کائنات سے ٹکراتا ہے اس لئے کہ انسان اپنے ارادے اور اختیار میں مجبور ہے۔ وہ وہی کچھ کرتا اور کرسکتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ اور اعمال کا اچھا یا برا ہونا اس لئے قابل توجہ نہیں کہ اللہ خود اچھا یا برا فعل کراتا ہے۔ افعال پر اعتراض کرنا خود اللہ پر اعتراض ہے جو برا عمل ہے اور اس برے عمل کو بھی اللہ ہی کراتا ہے۔ورنہ انسان کو اعتراض کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہے۔ان عقائد کے ساتھ ساتھ قریش بڑی کشادہ دلی سے اللہ کو کائنات کا خالق و مالک مانتے تھے۔اور ایسا خالق و مالک مانتے تھے کہ کسی دوسرے کو کائنات میں کسی قدرت اور اختیار میں شریک نہ کرتے تھے۔ یعنی یہ بھی نہ مانتے تھے کہ انسان خود اپنی فلاح و بہبود میں مختار ہے اور اپنے ذاتی ارادے اور اختیار سے اپنے اعمال بجا لا سکتا ہے۔ ان کے نزدیک شرک یہ تھا کہ ادھر اللہ کو قادر مطلق مانا جائے اور ادھر انسانوں کو بھی اپنے اعمال و افکار و ارادے پر قادر مانا جائے۔اس مطلق خالقیت اور مطلق قادریت اور مطلق رازقیت کے اصول پر وہ انسانوں میں نہ کسی کو خالق مانتے تھے نہ رازق تسلیم کرتے تھے اور نہ کسی قسم کا اور کسی مقدار میں قادر و مختار مانتے تھے۔اس لئے بڑی کشادہ دلی سے مذکورہ بالا سوالات (آیات ۹۰-۸۴ / ۲۳) کا جواب " اللہ" دیا ہے۔ قریشی نظام اجتہاد میں خود رسولؐ اللہ ان عقائد میں (معاذاللہ) غلط کار تھے۔ وہ لوگ " أَحۡسَنُ ٱلۡخَٰلِقِينَ " " أَحۡسَنُ ٱلرَّٰزِقِينَ " وغیرہ قسم کے جملوں میں کچھ اور خالق

(۹۹) یہاں تک کہ جب ان شیطانوں میں سے کسی ایک کو بھی موت آئے اور وہ کہے کہ پروردگارا مجھے واپس کر دے۔ (۱۰۰) شاید کہ میں نے جس معاملے کو ترک کر دیا تھا اس کی اصلاح کیلئے عمل کرسکوں ہرگز نہیں یہ تو ایک کہنے کا کلمہ ہے اور وہ اس کلمہ کا بکنے والا ہے اور ان کے پس پشت ایک برزخ (آڑ یا پردہ) ہے جب تک ان کو دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا نہ جائے گا۔ (۱۰۱) پھر جوں ہی بگل بجایا جائے گا

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ

یہاں تک کہ جب آوے ایک کو ان میں سے موت کہتا ہے اے رب میرے

ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا

پھیر دے میرے تئیں طرف دنیا کی شاید کہ میں عمل کروں نیک بیچ اس جگہ کے کہ

تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ

چھوڑ آیا ہوں ہرگز نہیں تحقیق یہ ایک بات ہے کہ وہ کہنے والا ہے اس کا اور

مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ

ورے ان سے پردہ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جاویں گے پس جب پھونکا جاوے گا

اور رازق نہیں مانتے تھے حالانکہ جملوں کے معنی یہ ہیں کہ: ا۔" اللہ تمام خالقوں سے بہتر و برتر خالق ہے۔۲۔اللہ تمام رزق دینے والوں سے بہتر و برتر رازق ہے" لہٰذا قریش کے نزدیک حقیقی مسلمان مشرک تھے اس لئے وہ اس سلسلے میں نہ رسولؐ کا حکم تفسیر قبول کرتے تھے نہ قرآن کو لفظ بلفظ مانتے تھے۔بلکہ اپنے اجتہاد کا فیصلہ مانتے تھے۔

(۱۱) آیات (۱۰۰ تا ۹۳ / ۲۳) میں رسولؐ اللہ نے اپنی نام نہاد قوم سے بریت اور قریشی ناکامی دیکھنے کی دعا کی ہے۔

قارئین قرآن نوٹ کریں کہ آیت (۹۳ / ۲۳) کی رو سے وہ دعویٰ اور ڈھونگ کہ مشرکین مکہ رسولؐ کی قوم اور اولاد ابراہیم کے لوگ تھے اگر صحیح ہوتا تو بھی باطل ہوجاتا۔اس لئے کہ رسولؐ نے اپنی اس نام نہاد اورمشہور قوم سے بریت کی دعا کی ہے اور اس پوری قوم کو بلاکسی استثناء کے" الظالم" فرمایا ہے۔لہٰذا کم ازکم آئندہ ان کو رسولؐ کی قوم ماننے سے اجتناب لازم ہوگیا۔اور اگر وہ کسی طرح اولاد ابراہیمؑ اور رسولؐ کی قوم تھے بھی تو انہیں اس سرتا پا یا فرداً فرداً ظالم ماننا اور عہدہ امامت و خلافت و ولایت سے خارج کرنا واجب ہوگیا اس لئے کہ اللہ نے ظالموں کو عہدۂ امامت نہ دینے کا اعلان کیا ہوا ہے (بقرہ ۱۲۴ / ۲) دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بحکم خدا یہ دعا مانگی ہے کہ ان کو وہ وعدہ ان کی آنکھوں سے دکھایا جائے۔جو اس ظالم قوم کی ناکامی سے متعلق ہے۔سوال یہ ہے کہ وہ وعدہ کیا تھا؟ یہاں اس آیت (۹۳ / ۲۳) میں علما نے اس وعدہ کو عذاب نازل کرنے کا وعدہ سمجھا ہے (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۲۹۸حاشیہ نمبر ۸۷) اور تمام شیعہ و سنی تفسیریں)

لیکن قرآن کی اس آیت میں عذاب کا کوئی ذکر نہیں ہے۔نہ قرآن کریم کی کسی اور آیت یا آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولؐ اللہ نے اپنے مخالفین پر عذاب کا نزول دیکھنے کی دعا مانگی تھی۔اس کے برعکس ساری اُمت میں مشہور چلا آتا ہے۔اور اسلامی ریکارڈ بتاتا ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ نے کبھی اُمت کے لئے بددعا نہیں کی بلکہ اُمت کو بخشوانے کے لئے اپنا اور اپنے بچوں کا خون تک نثار کر دیا اس کے باوجود بعض علما نے محمدؐ و آل محمدؐ صلوۃ اللہ علیہم کے خلاف محاذ بنائے رکھا ہے۔اور ان کے مقام بلند کو گھٹانے کی کوششیں جاری رکھی ہیں۔چنانچہ آیت آپ کے سامنے ہے اور ترجمہ بھی موجود ہے۔انہیں دیکھئے اور سوچئے کہ کس طرح قرآن کے الفاظ کو باقی رکھتے ہوئے اُمت کو غلط مطلب بتایا جاتا ہے۔اے محمدؐ دعا کرو کہ:

قُل رَّبِّ إِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۹۴﴾ سورہ المؤمنون

" پروردگار جس عذاب کی ان کو دھمکی دی جارہی ہے وہ اگر میری موجودگی میں تُو لائے تو اے میرے رب مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو" (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۲۹۸)

قارئین علامہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ دیکھ کر اطمینان کرلیں کہ نہ تو اللہ

فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّ لَا
بیچ صور کے پس نہیں نسب درمیان ان کے اس دن اور نہ کوئی ایک دوسرے کو
يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾
پوچھے گا پس جو شخص کہ بھاری ہوا پلہ اس کا پس یہ لوگ وہی ہیں فلاح پانے والے

تو ان کے درمیان اس روز کوئی نسبی رشتہ باقی نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کی مشکل میں کام آنے کے لئے کسی سے سوال ہی کریں گے ۔ (۱۰۲) اس وقت جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے

نے یہاں عذاب کی بات کی ہے اور نہ دھمکی دینے کے لئے کوئی لفظ بولا ہے ۔ پھر اللہ یہ فرما چکا ہے کہ :

(۱۱۔ الف) جب تک محمدؐ موجود ہیں اُمت پر اجتماعی عذاب نہ ہوگا۔ اللہ کا وعدہ ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ سورہ الانفال

" اللہ کے لئے یہ درست ہے ہی نہیں کہ وہ انہیں عذاب میں مبتلا کرے جب کہ تم ان کے درمیان موجود ہو اور یہ بھی اللہ کے لئے موزوں نہیں کہ وہ انہیں عذاب کرے جب کہ ان کے لئے مغفرۃ طلب کرنے والےؑ بھی موجود ہوں" (آپؐ اور آپؐ کے اہلؑ بیت) ۔

لہٰذا یہ سوچنا کہ رسوؐل اللہ نے عذاب کی صورت میں اس ظالم قوم سے علیحدگی چاہی تھی یا یہ کہنا کہ حضوؐر کو اپنی موجودگی میں ان پر عذاب نازل کرنے کی دعا کا حکم دیا گیا تھا۔ایک باطل اور بدترین تصور ہے جو علامہ مودودی ایسے بزرگ علما نے لوگوں کو دیا ہے ۔اسی قسم کی مسلسل کوششیں تھیں جنہوں نے قرآن کو الٹ کر رکھ دیا۔ اور عوام قرآنی فوائد و برکات سے محروم ہوتے چلے گئے ۔

(۱۱۔ب) زیرِ گفتگو وعدہ مشرکوں کے ساتھ سمجھا گیا ہے۔حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ مشرکین حیات رسوؐل میں ختم ہوگئے۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ قاریان قرآن ذرا اس وعدہ کے متعلق حیات رسوؐل کی شرط پر ایک تفصیل ملاحظہ فرمائیں اور ایک خلاف امید نتیجے پر جا پہنچیں اور ساتھ ساتھ علامہ کے خود ساختہ عذاب کی پوزیشن بھی دیکھ لیں اور وہ بھی خود علامہ کے ترجمہ اور تفسیر سے ملاحظہ فرمائیں ۔ چنانچہ سب سے پہلے اللہ نے فرمایا تھا کہ :

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ سورہ یونس

" جن برے نتائج سے ہم انہیں ڈرا رہے ہیں ۔۲۔ان کا کوئی حصہ ہم تیرے جیتے جی دکھا دیں یا اس سے پہلے ہی تجھے اٹھا لیں ۔۳۔ بہرحال انہیں آنا ہماری ہی طرف ہے۔ ۴۔اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۸۹)

اس آیت کے ترجمہ میں بھی حسب سابق ایجاد بندہ موجود ہے۔ اور ترجمہ کے پہلے جملے کا آیت کے الفاظ سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ وہاں " ڈرانے" کے لئے کوئی عربی لفظ ہے نہ "برے نتائج " کے لئے کچھ کہا گیا ہے ۔اللہ نے صرف اتنا فرمایا ہے کہ :

" ہم نے جو وعدہ ان سے کیا ہوا ہے اس کا کچھ حصہ تمہیں آنکھوں سے دکھا دیں یا تمہیں وفات دے دیں"

مطلب صاف ہے کہ آیت زیر بحث (۹۳ / ۲۳) والا وعدہ اللہ کی طرف سے یہاں بھی موجود ہے ۔جسے اللہ نے ضرور پورا کرنا ہے ۔ بات یہ ہورہی ہے کہ اس کا کچھ حصہ حیات رسوؐل میں بھی پورا کیا جا سکتا ہے ورنہ بعد میں تو ضرور ہی پورا کیا جائے گا ۔یہاں سوال یہ ہے اور سابقہ آیت (۹۳ / ۲۳) میں بھی یہ سوال موجود تھا کہ دشمنان اسلام یا مشرکین اگر واقعی وفات رسوؐل سے پہلے پہلے مر چکے تھے یا اسلام لا کر مسلمان ہو چکے تھے تو یہ بعد وفات رسوؐل کن لوگوں پر مولانا والا عذاب ہو گا ۔ یا مذکورہ وعدہ پورا کیا جائے گا ؟ جواب یہ ہے کہ دشمنان اسلام اور حقیقی مشرکین یعنی حکومت الٰہیہ میں شریک ہونے کو جائز سمجھنے والے لوگ موجود تھے ۔ اور وہ وعدہ ان ہی کے متعلق کیا گیا تھا ۔ لہٰذا وہ اجماع خلاف قرآن ہے کہ بعدِ وفاتِ رسوؐل سب حقیقی مسلمان رہ گئے تھے ۔اور کوئی کافر یا مشرک یا دشمن اسلام موجود نہ تھا ۔یہ ان ہی پس

ماندہ مشرکین کا تیار کردہ فریب ہے۔ تاکہ انہیں مسلمان سمجھا جاتا رہے۔ مگر اللہ نے ان کا حال قرآن میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے کہ وہ نام نہاد مومنین تھے نہ ان کا اللہ پر حقیقی ایمان تھا نہ رسولؐ پر نہ قرآن پر نہ سابقہ کتابوں پر (نساء ۱۳۶ / ۴) مگر اللہ نے انہیں يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ ۔ آمِنُوْا ۔ ہر دفعہ بطور طنز کہا ہے پھر سنئے دوسری جگہ فرمایا کہ:

وَإِن مَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ ٱلَّذِى نَعِدُهُمۡ أَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيۡكَ ٱلۡبَلَـٰغُ وَعَلَيۡنَا ٱلۡحِسَابُ ﴿٤٠﴾ الرعد

(۲) "اور اے نبیؐ جس برے انجام کی دھمکی ہم ان لوگوں کو دے رہے ہیں۔ ۲۔اس کا کوئی حصہ خواہ ہم تمہارے جیتے جی دکھا دیں یا اس کے ظہور میں آنے سے پہلے ہم تمہیں اٹھالیں بہرحال تمہارا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ اور حساب لینا ہمارا کام ہے (تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۴۶۵)

یہ تقریباً وہی آیت ہے اور اس کا مودودی ترجمہ بھی تقریباً وہی ہے۔ مگر نہ علامہ نے پہلے آیت (انفال ۳۳ / ۸) میں عذاب کا ذکر کیا نہ اب اس ترجمہ میں عذاب کی بات کہی۔مطلب یہ کہ وہ وعدہ جو یہاں تیسری دفعہ (۹۳ / ۲۳۔۳۳ / ۸۔ ۴۰ / ۱۳) سامنے لایا گیا ہے عذاب کا وعدہ نہیں ہے۔
کوئی وعدہ ہے جسے ضرور پورا ہونا ہے اور یقیناً رسولؐ کی وفات کے بعد پورا ہونا ہے تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ بعد رسولؐ حقیقی مومنین کون تھے اور مصنوعی مومنین کون لوگ تھے۔ پھر اسی وعدہ کو سنئے فرمایا گیا کہ:

فَٱصۡبِرۡ إِنَّ وَعۡدَ ٱللَّهِ حَقٌّۚ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ ٱلَّذِى نَعِدُهُمۡ أَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيۡنَا يُرۡجَعُونَ ﴿٧٧﴾ مومن

(۳)" پس اے نبیؐ صبر کرو اللہ کا وعدہ برحق ہے۔اب خواہ ہم تمہارے سامنے ہی ان کو برے نتائج کا کوئی حصہ دکھا دیں جن سے ہم انہیں ڈرا رہے ہیں یا (اُس سے پہلے) تمہیں دنیا سے اٹھالیں، پلٹ کر آنا تو انہیں ہماری ہی طرف ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۴۲۸)

(۱۱۔ ج) رسولؐ کو ان کے مقاصد میں زک دینے والوں کو فوراً سزا دینا ضروری نہ تھا؟

اس آیت مبارکہ (مومن ۷۷ / ۴۰) پر علامہ مودودی نے تشریح یوں کی ہے۔ " یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم ہر اس شخص کو جس نے تمہیں زک دینے کی کوشش کی ہے۔اسی دنیا میں اور تمہاری زندگی ہی میں سزا دے دیں۔یہاں کوئی سزا پائے یا نہ پائے بہرحال وہ ہماری گرفت سے بچ کر نہیں جا سکتا۔مرکر تو اسے ہمارے پاس ہی آنا ہے۔ اس وقت وہ اپنے کرتوتوں کی بھرپور سزا پالے گا"(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۴۲۸حاشیہ نمبر۱۰۶)
اس بیان سے علامہ کی قسم کے ان تمام علما کا جواب ہوجاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر رسولؐ اللہ کی منشاء کے خلاف اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی میں حکومت سازی کی گئی تھی تو ان لوگوں کو ضرور سزا ملتی۔بہرحال آیت میں یہاں چوتھی مرتبہ بھی سزا کا ذکر نہیں ہے نہ عذاب کا ذکر ہوا ہے۔نہ علامہ نے پہلی آیت (۹۳ / ۲۳) کی طرح اپنے تیسرے ترجمہ میں عذاب کا لفظ بڑھایا ہے۔لہٰذا زیر بحث آیات والا وعدہ عذاب سے متعلق نہیں ہو سکتا اور سنئے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

فَإِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنۡهُم مُّنتَقِمُونَ ﴿٤١﴾ أَوۡ نُرِيَنَّكَ ٱلَّذِى وَعَدۡنَـٰهُمۡ فَإِنَّا عَلَيۡهِم مُّقۡتَدِرُونَ ﴿٤٢﴾ فَٱسۡتَمۡسِكۡ بِٱلَّذِىٓ أُوحِىَ إِلَيۡكَۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَٲطٍ مُّسۡتَقِيمٍ ﴿٤٣﴾ الزخرف

(۴) " اب تو ہمیں ان کو سزا دینی ہے خواہ تمہیں دنیا سے اٹھالیں، یا تم کو آنکھوں سے ان کا وہ انجام دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے ہمیں ان پر پوری قدرت حاصل ہے تم بہرحال اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو جو وحی کے ذریعہ سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو۔" (تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۵۳۹)
علامہ کے اس ترجمہ میں وہ تمام گورکھ دھندا نہیں ہے جو انہوں نے مسلسل برقرار رکھا تھا۔اور اب "وعدہ" کا ترجمہ وعدہ ہی کیا گیا ہے ورنہ علامہ نے کبھی وعدہ کا ترجمہ " دھمکی دی جا رہی ہے" کبھی " جس برے انجام کی دھمکی ہم ان لوگوں کو دے رہے ہیں " اور کبھی " جن سے ہم انہیں ڈرا رہے ہیں" بہرحال علامہ نے مان لیا کہ قریش سے اللہ نے وعدہ کیا تھا اور وعدے میں عذاب نہیں بلکہ انتقام لینا مقصود تھا۔ مگر آخری آیت (۴۳ / ۴۳) کے ترجمہ میں خالص اپنے ذاتی

تصورات لکھ دیئے ہیں ۔اس آیت میں کہیں لفظ "کتاب" نہیں ہے ۔مگر علامہ نے لفظ "اَلَّذِی" کو خود بخود کتاب بنا لیا ہے۔ حالانکہ اَلَّذِی کے معنی "اس خاص فرد یا شخص" کرنا چاہئیں ورنہ یہ تصور پیدا ہوگا کہ معاذ اللہ حضورؐ کتاب کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے نہ تھے اور اس کے باوجود بھی صراط مستقیم پر تھے حالانکہ فرمایا یہ ہے کہ تم اس خاص شخص یا فرد سے بدستور وابستہ رہو اور ایسا کرنے میں تم صراط مستقیم پر ہو ۔یعنی تمہارا عمل درآمد عین حق ہے ۔ پوری بات یوں ہوئی کہ :
" اے نبیؐ آپ کو جس شخص سے وابستہ رہنے کی وحی کی جاتی رہی ہے ۔ تم بدستور اس سے وابستہ رہو تمہاری یہ وابستگی عین صراط مستقیم ہے" (۴۳ / ۴۳) اور اب پہلی دونوں آیات (۴۱ / ۴۳۔۴۲ / ۴۳) کے معنی یہ ہوئے کہ :۔
" اے رسولؐ اب تو ہمیں ان لوگوں سے ضرور انتقام لینا ہے جو اس شخص کے خلاف محاذ بنائے ہوئے ہیں جس سے وابستگی کا حکم آپؐ کو بذریعہ وحی دیا جاتا رہا ہے ۔خواہ ہم تمہیں لے کر ان سے الگ ہو جائیں (نَذۡهَبَنَّ بِكَ) یا تمہیں تمہاری آنکھوں سے اپنے انتقام کے وعدے کو پورا ہوتا ہوا دکھا دیں ۔ ہمیں یہ قدرت بھی ہے کہ تمہیں الگ کر لیں اور یہ بھی کہ انتقام تمہارے سامنے لیں ۔ چنانچہ آپ فی الحال اس شخص سے وابستہ رہیں جس سے وابستگی کی وحی ہوتی رہی ہے بیشک یہ وابستگی ہی صراط مستقیم پر ہونے کی دلیل ہے"

(۱۱ ۔ د) علیؑ اور ولایت و حکومت علویہ میں ہر وقت آنحضرتؐ کا کوشاں رہنا ہی صراط مستقیم کا قیام تھا ۔

قارئین قرآن سنیں کہ ہماری یہ تشریح ہمارے ذاتی خیالات و عقائد نہیں ہیں بلکہ حدیث کی ضخیم ترین و قدیم ترین ومعتبر ترین کتاب (الکافی) میں امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:

" اللہ نے اپنے نبیؐ کو وحی بھیجی تھی کہ تم اس شخص سے تمسک رکھو جس کے متعلق تمہیں وحی کی جاتی رہی ہے ۔اور تم یقیناً اس وابستگی میں صراط مستقیم پر ہو ۔فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے نبیؐ تم ولایت علویہ سے وابستہ ہو اور وہ خود علیؑ ہی ہے جو حقیقی صراط مستقیم ہے "

> عَنۡ اَبِیۡ جعفر علیه السلام قَالَ : اُوۡحَیَ اللّٰهُ اِلٰی نَبِیِّهٖ صلی الله علیه وآله وسلم " فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِیۡۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ "قَالَ اِنَّكَ عَلٰی وِلَایَةِ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ هُوَ الصِّرَاطُ الۡمستقیم "
> (باب نکت و نتف حدیث نمبر ۲۴)

یہ تھی وہ حقیقت جس کے خلاف رسولؐ کی نام نہاد قوم نے اجماع کیا تھا اور حضرت عمر نے اس راز کو فاش کر دیا تھا کہ رسولؐ کی قوم نہیں چاہتی تھی کہ نبوت اور خلافت بنی ہاشم کے خاندان میں رہے ۔اس منصوبے کا انتقام اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؐ کو مدارات و مداوا کرنے اور برے سلوک پر اچھا اور شائستہ سلوک کرنے پر ابھارا اور قائم رکھا جائے اسی لئے فرمایا تھا کہ آپ بہترین انداز میں دفاع کریں (۹۶ / ۲۳) اور اسی سلوک کے ذریعہ ایک دن وہ لایا جائے کہ اس خود ساختہ حکومت کے پرخچے اڑ جائیں ۔ وہ بھکاری بن کر رہ جائے ۔ ہنود و یہود و نصاریٰ سے پٹی چلی جائے ۔ اور بے دینوں کی محتاج ہو جائے ۔اور ایک دن وہ حکومت قائم ہو جسے معصومؑ حکومت یا حکومت الٰہیہ فرمایا گیا ہے ۔ اور اس حکومت میں مذکورہ منصوبہ سازوں کو زندہ کر کے سامنے لایا جائے اور انہیں وہ سزا دی جائے جس کے وہ مستحق ہوں ۔ اور پھر قیامت میں ان کو باقاعدہ عذاب دیا جائے چنانچہ ان سے عذاب کا وعدہ الگ سے کیا گیا ہے اور وہ وعدہ قیامت سے متعلق ہے وہ انتقام نہیں بلکہ جزا ہے ان کے اعمال کی،سزا ہے ان کی بے دینی کی ۔ چنانچہ خود قریش کے تقاضوں کے جواب میں فرمایا تھا کہ :۔

(۱۱ ۔ ہ) رسولؐ کی قوم کو عذاب آخرت کی اطلاع بڑے عجیب انداز میں دی تھی ۔

> وَيَسۡتَعۡجِلُونَكَ بِٱلۡعَذَابِ وَلَن يُخۡلِفَ ٱللَّهُ وَعۡدَهُۥۚ وَإِنَّ يَوۡمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلۡفِ سَنَةٖ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿٤٧﴾ الحج

علامہ کا ترجمہ : "یہ لوگ عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہ کرے گا مگر تیرے پروردگار کے یہاں ایک ایک دن تمہارے شمار کے ہزار برس کے برابر ہوا کرتا ہے۔" اس ترجمہ پر علامہ کی تشریح بھی سن لیں تو بات کریں ۔
"۹۳ یعنی انسانی تاریخ میں خدا کے فیصلے تمہاری گھڑیوں اور جنتریوں کے لحاظ سے نہیں

(۱۰۳) اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے خود کو گھاٹے میں ڈال لیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے (۱۰۴) آگ ان کے چہروں کی کھال چاٹ لے گی اور ان کے جبڑے باہر نکلے ہوئے ہوں گے (۱۰۵) کیا تم وہی قوم نہیں ہو کہ میری آیات تمہیں سنائی جاتی تھیں تو تم معنوی ترکیب سے انہیں جھٹلا دیا کرتے تھے (۱۰۶) مجرموں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر دوسروں کو محتاج بنانے میں مقابلہ بازی غالب آ گئی اور ہم پوری کی پوری قوم گمراہ ہو کر رہ گئے تھے۔ (۱۰۷) پھر وہ گمراہ قوم کہے گی کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں جہنم سے نکال دے اگر اس دفعہ بھی ہم تیری آیات کی حقیقت کو جھٹلائیں تو ہم ظالم ہوں گے۔ (۱۰۸) اللہ فرمائے گا کہ تم جہنم میں رہو اور میرے سامنے سے دور ہو جاؤ اور مجھ سے بات نہ کرو۔ (۱۰۹) تم وہی قوم تو ہو کہ جب میرے بندوں میں سے ایک فرقہ کے لوگ کہتے تھے کہ

وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ

اور جو شخص کہ ہلکا ہوا پلہ اس کا یہ لوگ ہیں جنہوں نے ٹوٹا دیا جانوں اپنی کو بیچ

جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِيْهَا

دوزخ کے ہمیش رہیں گے جھلس دیوے گی منہ ان کے کو آگ اور وہ بیچ اس کے

كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ

تیوری چڑھاتے ہیں۔ کیا نہ تھیں نشانیاں میری پڑھی جاتیں اوپر تمہارے

فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا

پس تھے تم ان کو جھٹلاتے کہیں گے اے رب ہمارے غالب آئی اوپر ہمارے

وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا

بد بختی ہماری اور ہوئے ہم قوم گمراہ اے پروردگار ہمارے نکال ہم کو اس سے

فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَ

پس اگر پھر کریں گے ہم پس تحقیق ہم ظالم ہیں کہے گا دور ہو بیچ اس کے اور

لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ

مت کلام کرو مجھ سے تحقیق تھا ایک فرقہ بندوں میرے سے کہ کہتے تھے

ہوتے کہ آج ایک صحیح یا غلط روش اختیار کی اور کل اس کے اچھے یا برے نتائج ظاہر ہو گئے۔ کسی قوم سے اگر یہ کہا جائے کہ فلاں طرز عمل اختیار کرنے کا انجام تمہاری تباہی کی صورت میں نکلے گا تو وہ بڑی احمق قوم ہو گی اگر جواب میں یہ استدلال کرے (جو علامہ کرتے ہیں۔ احسنؔ) کہ جناب اس طرز عمل کو اختیار کئے ہوئے ہمیں دس، بیس یا پچاس (یا ہزار۔ احسنؔ) برس ہو چکے ہیں ابھی تک تو ہمارا کچھ بگڑا نہیں تاریخی نتائج کے لئے دن اور مہینے اور سال تو در کنار صدیاں بھی بڑی چیز نہیں ہیں "(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۳۶) بات مکمل ہو گئی کہ رسولؐ کی قوم سے انتقام بتدریج لیا جاتا رہاہے۔ اور وہ روز افزوں مصائب و آلام و آفات و حادثات سے دو چار رہتی آئی ہیں لیکن ابھی اللہ والا ڈیڑھ دن (½-۱) ہوا ہے۔ چند روز کے بعد انشاء اللہ پورا انتقام لیا جائے گا۔ اور اس کے کئی سال (اللہ والے) بعد انہیں جہنم میں پھینکا جائے گا (أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ﴿۲۴﴾ قٓ) اے نبیؑ اور ولیؑ تم دونوں تمام حق پوشوں اور کینہ رکھنے والوں کو جہنم میں جھونک دو اور اسی آیت کی سند سے جناب علی مرتضی علیہ السلام نے خود کو قسیمُ النَّارِ وَالجَنّة فرمایا ہے۔ (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ)

(۱۲) آیات (۱۱۱ تا ۱۰۱ / ۲۳) میں وہ فیصلہ ہے جو قیامت میں جنتی اور جہنمی مسلمانوں کو سنانا ہے:۔

تمام مسلمان عوام اور علما جانتے اور مانتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا کہ مسلمانوں میں تہتر فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک جنتی اور باقی سب جہنمی ہوں گے چنانچہ آیات (۱۱۱ تا ۱۰۱ / ۲۳) میں اس کی تفصیل اور دونوں قسم کے (جنتی اور جہنمی) مسلمانوں کی ایک نہایت عام فہم اور موٹی پہچان بتائی گئی ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت میں وزن دار اعمال والے لوگ کامیاب ہونگے (۱۰۲ / ۲۳) اور بے وزن اعمال والے لوگ خسارہ میں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ

اے پروردگار ہمارے ایمان لائے ہم پس بخش ہم کو اور رحمت کر ہم کو اور تو بہتر رحم کرنے والا ہے پس پکڑا تھا تم نے ان کو مسخرہ یہاں تک کہ بھلا دیا تم کو

اے ہمارے پالنے والے ہم ایمان لائے ہیں ہمیں تحفظ عطا فرمادے اور ہم پر رحم کر تو تمام رحیموں سے اچھا رحیم ہے (۱۱۰) تو تم نے انہیں مسخر کرکے زیردست کرلیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز انہوں نے اپنے صبر اور

(۱۰۳ / ۲۳) اور وہاں ان کے چہرے جھلس کر بگاڑ دیئے جائیں گے (۱۰۴ / ۲۳) اس کے بعد اللہ ان جہنمی لوگوں سے سوال کرتا ہے اور ان کا سب سے بڑا جرم یہ بتاتا ہے کہ وہ اللہ کی آیات کو جھٹلایا کرتے تھے ۔(۱۰۵ / ۲۳) یہاں یہ نہیں فرمایا کہ وہ آیات کا انکار کیا کرتے تھے ۔اگر ایسا فرمایا جاتا تو وہ لوگ غیر مسلم اور آنحضرؐت کو اللہ کا رسولؐ نہ ماننے والے لوگ ہوتے ۔چنانچہ یہ اُن جہنمی مسلمانوں کا ذکر ہے جو اپنی پسند کا اسلام لائے (۱۳۶ / ۴ نسا) تھے۔ نہ اُن کا اللہ پر حقیقی ایمان تھا نہ رسولؐ پر ، نہ قرآن کو لفظ بلفظ مانتے تھے نہ سابقہ کتابوں پر ایمان تھا۔(نسا ۱۳۶ / ۴) چونکہ انھوں نے اللہ، رسولؐ اور قرآن کے متعلق اپنے خود ساختہ عقائد و صفات اختیار کئے تھے اس لئے قرآن اور رسولؐ کی ہر بات کا وہ مطلب و مقصد اختیار کرتے تھے جو ان کی قومی پالیسی کے لئے مفید ہو چنانچہ وہ جہاں چاہتے تھے قرآن کے الفاظ کے معنی بدل کر اپنے حق میں فٹ کرتے رہتے تھے ۔اس لئے ان کو آیات کا جھٹلانے والا فرمایا گیا ہے جھٹلانا یہی تو ہے کہ اللہ نے فرمایا تھا کہ:

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۱۱﴾ یوسف

علامہ کا ترجمہ: ”یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ایمان لانے والوں کیلئے ہدایت و رحمت ہے “ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۸ آیت(یوسف۱۱۱ / ۱۲)

اللہ نے قرآن میں ہرچیز کی تفصیل موجود ہونے کا دعویٰ کیا اور علامہ مودودی نے اپنے ترجمہ میں ”ہر چیز کی تفصیل“ لکھ بھی دیا۔ مگر مسلمانوں کو یہ بتایا کہ:۔

آیات کو جھٹلانے کی مثالیں:

بعض لوگ ” ہر چیز کی تفصیل “سے مراد خواہ مخواہ دنیا بھر کی چیزوں کی تفصیل لے لیتے ہیں۔۔۔ قرآن میں جنگلات اور طب اور ریاضی اور دوسرے علوم وفنون کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۸ حاشیہ ۸۰)

مودودی نے اللہ کو اور اسکی آیت کو جھٹلا دیا ہے۔

اللہ نے کہا ۔ ” قرآن میں ہر چیز کی تفصیل ہے“

مودودی نے کہا ۔ ” قرآن میں جنگلات، طب ، ریاضی اور دوسرے بہت سے علوم وفنون کی کوئی تفصیل نہیں ہے“۔

آیت کو جھٹلانے کی دوسری مثال: اس دوسری مثال میں ہم پہلے یہ دکھائیں گے کہ علامہ مودودی صحیح ترجمہ کرنا جانتے ہیں اور پھر یہ دکھلائیں گے کہ جانتے بوجھتے وہ جہاں چاہتے ہیں عمداً صحیح ترجمہ نہیں کرتے ۔لہٰذا ملاحظہ ہو کہ اللہ نے فرمایا ہے :۔

(۱) وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ (مومنون ۱۰۹ / ۲۳ ، ۱۱۸ / ۲۳)

علامہ کا ترجمہ : ” تو سب رحیموں سے اچھا رحیم ہے“ (تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ۳۰۲ ، ۳۰۴) اللہ نے فرمایا :

(۲) وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (مومنون۷۲ / ۲۳)

علامہ کا ترجمہ: ”وہ بہترین رازق ہے“ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۹۲)

ذِكۡرِيۡ وَ كُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَكُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيۡ جَزَيۡتُهُمُ

انہوں نے یاد میری سے اور تھے تم ان سے ہنستے تحقیق میں نے جزا دی ان کو

الۡيَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا ۙ اَنَّهُمۡ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

آج بسبب اس کے کہ صبر کرتے تھے یہ کہ وہی ہیں مراد پانے والے

اسلامی منصوبے سے تمہیں ایسا بن جانے دیا کہ تم قطعاً میرا دین بھول گئے اور تم ان کے دین کا مذاق اڑانے لگے۔ (۱۱۱) یقیناً آج میں نے اس فرقہ کو اس کے صبر کی جزا دی ہے اور حقیقتاً آج وہی فائز المرام ہوئے ہیں ۔

قارئین دیکھیں کہ پہلی دونوں آیتوں میں اللہ کو باقی تمام رحیموں سے اچھا رحیم مانا ہے ۔لیکن رازق کے معاملہ میں اُس اصول کو چھوڑ دیا جو صحیح تھا۔اس لئے کہ علامہ اللہ کے علاوہ رحیم تو بہت سے مانتے ہیں لیکن اور کسی کو رازق ماننا شرک سمجھتے ہیں ۔لیکن اللہ نے یہی کہا ہے کہ:۔

مودودی نے اللہ کو اور اسکی آیات کو جھٹلایا ہے: اللہ نے کہا : ” اللہ سب رازقوں سے اچھا رازق ہے“

مودودی نے کہا : ” اللہ بہترین رازق ہے“

قارئین یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ علامہ نے اتفاق سے غلط ترجمہ کر دیا ہو گا ۔ واللہ ایسا نہیں ہے۔

علامہ اللہ اور آیات کو جھٹلانے کے عادی ہیں:

اللہ نے کہا : وَأَنتَ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ (مائدہ ۱۱۴ / ۵) مودودی نے کہا:” اور تو بہترین رازق ہے“ (تفہیم القرآن جلد اوّل ۵۱۴،مائدہ)

(۲) اللہ نے کہا: لَهُوَ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ (حج ۵۸ / ۲۲)(وہ ضرور تمام رزق دینے والوں سے اچھا رازق ہے۔ ہمارا ترجمہ)

مودودی کہتے ہیں: ” اللہ ہی بہترین رازق ہے “ (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۲۴۶)

(۳) اللہ نے کہا : وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ (جمعہ ۱۱ / ۶۲)

مودودی نے کہا : ” اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے“ (تفہیم القرآن جلد۵ صفحہ ۵۰۲)

علامہ نے غلطی سے صحیح ترجمہ بھی کر دیا ہے :

قارئین دیکھیں کہ علامہ نے وہ ترجمہ کر دیا ہے جس کیلئے ہم دباؤ ڈالتے چلے آئے ہیں اور آخر ایمان لے آئے ہیں بندوں میں بھی رازق۔خالق ۔غافر۔حاکم۔رحیم۔ناصر ہوتے ہیں (تفہیم القرآن ۵ صفحہ ۵۰۵،تفہیم القرآن ۴صفحہ ۲۰۹)

اللہ نے فرمایا: وَهُوَ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ (سبا ۳۹ / ۳۴)

مودودی نے کہا :”وہ سب رازقوں سے بہتر رازق ہے “ (تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۲۰۸)

بہر حال ہم نے آیات کو جھٹلانے ، بدلنے اور گھٹانے بڑھانے پر علامہ کو سینکڑوں جگہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے اُن جہنمی مسلمانوں کو قرآن کے جھٹلانے کا مجرم قرار دیا ہے(مومنون ۱۰۵ / ۲۳) اس کے بعد وہ جہنمی مسلمان جرم کا اقرار اور جہنم سے نکالے جانے کی درخواست کرتے ہیں جو نا منظور کرتے ہوئے (۱۰۸۔۱۰۶ / ۲۳) اللہ نے ان سے کہا کہ مسلمانوں کا ایک وہ فرقہ ہے جو حقیقی ایمان و عمل پر کار بند رہا(۱۰۹ / ۲۳) جسے تم نے مغلوب کرکے اپنا زیر دست بنائے رکھا تھا اور جس کا تم مذاق اڑایا کرتے تھے (۱۱۰ / ۲۳) اور اسی فرقے نے تمہیں ذکر خداوندی سے بھی دور تر کر دیا تھا(۱۱۰ / ۲۳) اور وہی فرقہ آج جنتی ہے (۱۱۱ / ۲۳)

اب قارئین پلٹ کر تاریخ پر نظر ڈالیں اور خود قومی حکومتوں کی تیار کردہ تاریخ میں یہ معجزاتی حقیقت دیکھ لیں کہ وہ فرقہ کون سا ہے ۔ جو چودہ سو سال سے مغلوب و زیر دست رکھا گیا ہے ۔جسے دبانے اور دنیا سے مٹانے کے لئے مسلسل قومی حکومتیں تلوار بکف رہیں ۔ جسے پہلی صدی سے لے کر پانچویں صدی تک دن رات قتل کیا گیا۔ اُن کا مال و اسباب لوٹا گیا۔ انہیں جلاوطن کیا گیا۔ اُن کے بچوں اور عورتوں پر بھی رحم نہ کیا گیا ۔ بے دریغ ہر سن و سال کے افراد کو موت کے گھاٹ

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا

کہے گا حق تعالیٰ کتنا رہے تم بیچ زمین کے گنتی برسوں کی کہیں گے رہے تھے ہم

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا

ایک دن یا ٹکڑا دن کا پس پوچھ لے گنتی والوں سے کہے گا نہ رہے تھے تم مگر

قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ

تھوڑے اگر ہوتے تم جانتے کیا پس گمان کیا تم نے یہ کہ پیدا کیا ہے ہم نے تم کو

عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ

بے فائدہ اور یہ کہ تم طرف ہماری نہیں پھر آؤ گے پس بہت بلند ہے اللہ بادشاہ

الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ

حق نہیں کوئی معبود مگر وہ پروردگار عرش کرامت والے کا اور جو کوئی بلاوے

مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ

ساتھ اللہ کے معبود اور کوئی نہیں دلیل واسطے اس کے ساتھ اس کے

فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ

پس سوائے اس کے نہیں کہ حساب اس کا نزدیک پروردگار اس کے کے ہے تحقیق

لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ

نہیں فلاح پانے والے کافر اور کہہ اے پروردگار میرے بخش اور رحم کر

وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ ع

اور تو بہتر رحم کرنے والوں کا ہے

(۱۱۲) اللہ دریافت کرے گا کہ تم گنتی کے حساب سے دنیا میں کتنے سال رہے ؟ (۱۱۳) وہ کہیں گے کہ ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ رہے ہوں گے اے اللہ تو ان لوگوں سے معلوم کر لے جن کو ہر شے کی گنتی یاد ہے ۔ (۱۱۴) اللہ نے فرمایا کہ تم بہت قلیل عرصہ دنیا میں رہے ہو کاش تم پہلے سے جانتے ہوتے ۔ (۱۱۵) کیا تم نے یہ حساب لگایا تھا کہ ہم نے تمہیں صرف بلا مقصد پیدا کر دیا ہے اور اسی بنا پر تم ہماری طرف کبھی پلٹ کر نہ آؤ گے (۱۱۶) چنانچہ اللہ تمہارے خود ساختہ عقائد سے اعلیٰ و برتر ہے حقیقی بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ۔اور وہی عرش کریم کا پروردگار و خالق و مالک ہے (۱۱۷) اور جو کوئی اللہ کے ساتھ ساتھ کسی اور معبود کا دعویٰ بھی کرے تو کسی اور معبود کے موجود ہونے پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوسکتی اور اس کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں ہے کہ ایسے مدعی کا اور اس کے غلط معبود کا حساب کتاب اس کے پروردگار کے ذمہ ہے ۔اور حق پر پردہ ڈالنے والے کبھی فلاح نہیں پایا کرتے ۔ (۱۱۸) اور اے رسولؐ آپ یہ دعا کریں کہ اے میرے پالنے والے اپنا تحفظ فراہم کر اور رحم فرما اور تو ہی تمام رحم کرنے والوں سے بہتر رحیم ہے ۔

اتار دینا ثواب اور خدمتِ دین سمجھا گیا۔جنہیں فوجوں سے گھیر گھیر کر آگ میں جھونکا گیا اور یہ فرقہ وہی تھا اور وہی ہے جس نے روز اوّل سے قومی حکومت کو برحق نہ سمجھا ۔ اور اُن کو دبانے اور مٹانے والے لوگ اُس فرقے کے لوگ تھے جو قومی حکومت کو دینی حکومت سمجھتے رہے اور سمجھتے چلے آئے ہیں۔ اور اسی مٹائے جانے والے فرقہ نے اپنے مدّمقابل فرقہ کو اپنے صبر و ضبط و علم و حکمت سے توڑ توڑ کر سینکڑوں فرقوں میں دھکیل دیا تھا اور انہیں رفتہ رفتہ دین اور ذکر خداوندی کو بھول جانے اور دنیا پرست بن جانے پر آمادہ کر دیا۔ اور وہ اپنی قومی حکومت اور قوم کے لیڈروں کی مدح و ثنا اور پرستش میں ایسے محو ہوئے کہ اللہ کا اعلان (۱۱۰ / ۲۳) لفظ بلفظ پورا ہو کر رہا۔ یہی وہ شرک تھا جس میں انہوں نے خوب غوطے لگائے اور اپنے لیڈروں کو نہ صرف حکومتِ الٰہیہ میں شریک سمجھا بلکہ اُن کے ہر حکم کو اللہ و رسولؐ کا حکم قرار دیا۔ اُنہیں سچ مچ اللہ بنا کر پوجا اور اللہ کے واضح احکام مثلاً خمس(انفال ۴۱ / ۸ اور توبہ ۶۰ / ۹) کو اپنے لیڈروں کے حکم سے ساقط و باطل کر دیا اور یوں حق محمدؐ و آلِ محمدؐ اور مؤلفتہ القلوب کا حق مارنے میں اللہ سے بھی بڑے معبود بنا لیا۔ الغرض قریش اور ان کے جانشین لیڈروں نے پورے قرآن کو جھٹلایا (انعام ۶۶ / ۶) اور اسے مہجور کر کے رکھ دیا (فرقان ۳۰ / ۲۵) ۔

سُوْرَةُ النُّوْرِ

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّ تِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ نور مدینہ میں نازل ہوئی اس میں چونسٹھ (۶۴) آیتیں اور نو(۹) رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا

یہ سورت ہے کہ اتارا ہے ہم نے اس کو اور لازم کیا ہے ہم نے اس کو اور اتاری ہیں

فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱ اَلزَّانِيَةُ

ہم نے بیچ اس کے نشانیاں بیان کرنے والیاں تو کہ تم نصیحت پکڑو زنا کرنے والی

وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ

اور زنا کرنے والا پس مارو ہر ایک کو ان دونوں میں سے سو سو دُرّے

وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

اور نہ پکڑے تم کو بیچ حق ان کے کے مہربانی بیچ دین خدا کے اگر ہو تم ایمان لاتے

بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا

ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے اور چاہئے کہ حاضر ہو عذاب کرنے پر ان دونوں کے

طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً

ایک جماعت مسلمانوں میں سے زنا کرنے والا نہیں نکاح کرتا مگر زنا کرنے والی کو

(۱) یہ ایک ایسی سورت ہے جسے ہم نے خاص طور پر نازل کیا ہے اور اس پر عمل کرنے کو خصوصاً فرض کر دیا ہے اور اس میں ہم نے اپنی واضح آیات نازل کی ہیں تاکہ شاید تم لوگ ان سے سبق حاصل کرکے عمل کرو۔ (۲) زانی عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور ان پر اللہ کے دین کی پابندی کی بنا پر ترس نہ کھاؤ ۔ اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان حقیقی رکھتے ہو اور تمہیں چاہئے کہ مومنین میں سے ایک جماعت ان کی سزا کے وقت موجود و حاضر رہے (۳) ایک مخصوص زانی صرف زانی عورت سے یا مشرک عورت سے نکاح کرتا ہے یا کرے گا ۔ (مضارع کے دہرے معنی) (تاکہ منکوحہ عورت اسے زنا سے آئندہ بھی نہ روک سکے)

تشریحات سورۂ نور :

(۱) زنا اور زنا کی سزائیں اور متعلقہ حالات:

اسلام نے جن جرائم پر سزائیں مقرر کی ہیں ۔ ان جرائم کا اطلاق ایسی صورت میں ہو گا ۔جب کہ کوئی جرم کسی مجبوری کے ماتحت نہ کیا گیا ہو۔ یعنی قرآن میں مقررہ سزائیں اس صورت میں نافذ ہوں گی جب کہ قرآن میں بیان کردہ احکام کے مطابق معاشرہ موجود ہو ۔ یعنی ہر ضرورت مند کی ضرورت کو رفع کرنے کے لئے سہل الحصول سرکاری و نجی انتظام برسرکار ہو ۔ (تفصیلات ہماری کتاب اسلام میں جنسی تعلقات)

(۲) جنسی اشتراک اسلام میں حرام ہے مگر عربوں میں جائز اور عام تھا۔

آیہ مبارکہ (۳ / ۲۴) چونکہ سورۂ نور کی آیت ہے ۔ اس لئے اسے تو ضرور بالضرور عام فہم اور بیان شدہ (بیّن) ہونا چاہئے تھا اور اس کے الفاظ سو فیصد واضح اور منہ بولتی حقیقت ہیں اور ہم نے اس مصدری معنیٰ کے لحاظ سے ترجمہ لکھ دیا ہے ۔ہم نے حرف تعریف (الف لام) کی وجہ سے حسب قاعدہ " اَلزَّانِي " اور " وَالزَّانِيَةُ " کے ساتھ لفظ " مخصوص " لگا دیا ہے ۔ اللہ نے اس آیت میں جنسی اشتراک

اور ایک مخصوص زانی عورت سے صرف زانی مرد یا مشرک ہی نکاح کرتا ہے (یا کرے گا) (تاکہ دونوں آئندہ بھی آزاد رہیں) اور ان کی وہ جنسی آزادی مومنین کے لئے حرام کردی گئی ہے۔ (۴) اور جو مومنین ان عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں جنہوں نے خود کو جنسی تعلق کے لئے آزاد نہیں رکھا ہے اور پھر چار عدد چشم دید گواہ بھی پیش نہ کرسکیں۔ ایسے مومنین کو اَسّی کوڑے مارے جائیں گے اور ان کو مستقل طور پر کاذب سمجھ کر کبھی بھی ان کی گواہی بھی نہ لی جائے اور وہ تہمت تراش لوگ مستقلاً فاسق قرار دیئے جائیں گے۔ (۵) سوائے ان لوگوں کے جو آئندہ زنا سے توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیں تو یقیناً اللہ غفور اور رحیم ہے (۶) اور جو لوگ اپنی ہی بیویوں پر زنا کا الزام عائد کریں

اَوْ مُشْرِكَةً ۙ وَّ الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ

یا بت پرست کو اور زنا کرنے والی نہیں نکاح کرتا اس کو مگر زنا کرنے والا یا

مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ

بت پرست اور حرام کیا گیا ہے یہ اوپر مسلمانوں کے اور جو لوگ کہ

يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ

تہمت لگاتے ہیں پاکدامنوں کو پھر نہیں لاتے چار شاہد پس مارو ان کو

ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اَسّی کوڑے اور مت قبول کرو ان کی شہادت کبھی اور یہ لوگ وہی ہیں

الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ

فاسق مگر جنہوں نے توبہ کی پیچھے اس کے اور سنور گئے

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ

پس تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں جوروؤں اپنی کو

کی روح پیش کی ہے۔ اور غور کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ یہ ایسے زانی اور زانیہ کا ذکر ہو رہا ہے جو کسی مرحلہ میں مسلک زنا یا جنسی آزاد روی کو ترک نہیں کرتے۔ اور وہ دونوں خود کو ایک دوشیزہ عورت یا کنوارے مرد سے نکاح کے جال میں پھانسنا نہیں چاہتے ورنہ ان کی جنسی آزادی پر اعتراضات کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور انہیں مجبوراً ایک کا ہو کر رہنا پڑے گا۔ جو نظام شرک کی بنیاد کو مسمار کرتا ہے۔ نظام شرک میں ہر عورت ہر مرد کی زوجہ ہوتی ہے اور ہر مرد ہر عورت کا شوہر ہوتا ہے اور پیدا ہونے والا ہر بچہ پورے ملک کا بیٹا ہوتا ہے۔ وہاں کوئی عورت یا مرد جنسی تعلق میں کسی کا پابند نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ایک زوجہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی مرد سے جنسی تعلق میں آزاد نہیں ہوتی۔ خواہ شوہر بڈھا ہو۔ بد صورت ہو کمینہ خصلت ہو نظام شرک میں ہر فرد اپنی پسند میں آزاد ہے۔ وہاں، ماں، بہن، بیٹی وغیرہ کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کو اس نظام سے الگ کیا گیا۔ اور بتایا گیا کہ فلاں فلاں رشتہ کی عورتوں سے یا فلاں فلاں صورتوں میں جنسی تعلق زنا اور حرام ہے۔ رسولؐ کی قوم ایک مکمل مشرک قوم تھی۔ ان کے مجتہدانہ دین میں کسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی اور بعد وفات رسولؐ کچھ مسلمان لیڈروں نے بڑی کوشش کی تھی کہ جنسی شرکت کو اسلام میں واپس لایا جائے۔ لیکن ان کی یہ کوشش کنیزوں سے جنسی شرکت تک آ کر رک گئی۔ اور رفتہ رفتہ مسئلہ تحلیل بھی قابل شرم بن کر رہ گیا۔ اس کے باوجود مجتہدین کے یہاں یہ شرکت آج بھی جائز ہے۔ بہر حال قرآن کریم نے عربوں کی جنسی آزادی اور جنسی شرکت پر اس آیہ مبارکہ میں بڑی سخت ضرب لگا دی ہے۔ اور مسلمانوں کو سختی سے منع کیا ہے۔ کہ وہ مشرکین اور جنسی آزادی کے دوسرے علمبرداروں سے رشتہ ازواج قائم کرنا حرام سمجھیں۔ اس آیت (۳ / ۲۴) کے متعلق بہت کہانیاں اور روایات تیار کی گئی ہیں تاکہ عربوں کا نظام شرک کھلنے نہ پائے۔

(۳) زنا کی اس سزا (۱۰۰ کوڑے ۲ / ۲۴) میں لازم ہے کہ مجرم مرنے نہ پائے۔ تاکہ توبہ کا موقع رہے۔

آیات (۲-۴-۵ / ۲۴) کا منشا یہ ہے کہ زانی اور زنا کے دعوے دار اور جھوٹے گواہوں کو سزا اس طرح دی جائے کہ وہ سزا کے بعد زندہ رہیں اور توبہ کا موقع پائیں۔ اِلاَّ یہ کہ سنگسار کرنے کا حکم ہو۔ جس میں موت لازم ہے۔

وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ
اور نہیں ہیں واسطے ان کے شاہد مگر جانیں ان کی پس گواہی ایک کی ان میں سے
اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَ
چار بار گواہیاں ساتھ قسم اللہ کے کہ تحقیق وہ شخص البتہ سچوں سے ہے اور
الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَ
پانچویں بار یہ کہ لعنت خدا کی ہے اوپر اس کے اگر ہو یہ جھوٹوں سے اور
يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ ۙ
دفع کرتا ہے اس سے عذاب کو یہ کہ گواہی دیوے چار گواہیاں ساتھ قسم خدا کے
اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ
تحقیق یہ البتہ جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہ غضب خدا کا اوپر اس کے
اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ
اگر ہو یہ شخص سچوں سے اور اگر نہ ہو فضل خدا کا اوپر تمہارے اور رحمت اس کی
وَ اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ
اور یہ کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے تحقیق جو لوگ کہ لائے ہیں
بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ
طوفان جماعت میں تم ہی میں سے مت گمان کرو اس کو برا واسطے اپنے بلکہ
هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ
وہ بہتر ہے واسطے تمہارے واسطے ہر شخص کے ہے ان میں سے جو کچھ کمایا گناہ سے
وَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝
اور جو شخص کہ متولّی ہوا بڑی بات کا ان میں سے واسطے اس کے عذاب ہے بڑا
لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ
کیوں نہ جس وقت سنا تم نے اس کو گمان کیا ہوتا مسلمانوں نے اور مسلمانیوں نے

اور ان کے اس الزام پر خود ان کے علاوہ کوئی اور گواہ نہ ہو تو ایسی صورت میں الزام لگانے والا چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ "میں یقیناً اپنے الزام میں سچا ہوں" (۷) اور پانچویں دفعہ یہ گواہی دے گا کہ "اگر میں نے جھوٹا الزام لگایا ہو تو اللہ مجھ پر لعنت کرے" (۸) وہ بیوی، جس پر الزام ہے، اس طرح زنا کی سزا سے بچے گی کہ وہ بھی چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ "مجھ پر زنا کا الزام لگانے میں میرا شوہر جھوٹا ہے" (۹) اور پانچویں بار یہ گواہی دے کہ "مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر میرا شوہر مجھ پر زنا کا الزام لگانے میں سچا ہو" (۱۰) اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ نہ ہوتا کہ اللہ توبہ کرنے والوں پر متوجہ اور حکیم ہے تو تم لوگ تباہی میں مبتلا ہو کر رہتے۔ (۱۱) یقیناً جن لوگوں نے یہ تباہ کن جھوٹی اسکیم جاری کی ہے وہ تم ہی میں کے متعصب مسلمان ہیں مگر تم ان کی اس تباہ کن اسکیم کو اپنے لئے تباہ کن نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے لئے مفید ہے اور ان متعصب مسلمانوں کے ہر فرد کے لئے مضر اور حصہ رسدی گناہ کی کمائی ہے اور جس شخص نے ان میں سے اس اسکیم کی سربراہی اور حکمرانی میں بڑا حصہ لیا ہے اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔ (۱۲) مگر جب تم نے اس اسکیم کو سنا تھا تو باقی مومنین اور مومنات نے اپنے طور پر اس تباہ کن

(۴) آیات (۹-۶ / ۲۴) میں حق و باطل کا فیصلہ عوام کی آنکھوں کے سامنے آنا لازم ہے۔

جب شوہر زنا کا الزام عائد کرے اور پانچوں قسمیں کھالے اور زوجہ اپنے شوہر کو پانچوں قسموں میں جھوٹا کہے تو ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ ایسی صورت میں صحیح اقدام تو یہ ہوگا کہ دونوں میں طلاق کے ذریعہ جدائی کرا دی جائے۔ لیکن اس کے بعد یا پانچویں شہادت ختم ہوتے ہی جھوٹے پر عذاب آنا لازم ہے۔ تاکہ گواہی کا یہ طریقہ جاری

بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۞ لَوْ لَا

ساتھ آپس اپنے کے اچھا اور کیوں نہ کہا انہوں نے یہ طوفان ہے ظاہر کیوں نہیں

جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ

لائے اوپر اس کے چار شاہد پس جس وقت نہ لائے شاہدوں کو پس یہ لوگ

عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۞ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ

نزدیک اللہ کے وہی ہیں جھوٹے اور اگر نہ ہو تا فضل خدا کا اوپر تمہارے اور

رَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَاۤ

رحمت اس کی بیچ دنیا کے اور آخرت کے البتہ لگتا تم کو بیچ اس چیز کے کہ

اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ

شروع کیا تھا تم نے بیچ اس کے عذاب بڑا جس وقت لیتے تھے تم اس کو

بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ

ساتھ زبانوں اپنی کے اور کہتے تھے ساتھ مونہوں اپنوں کے وہ چیز کہ نہیں

اسکیم کے دوسرے پہلو پر غور کر کے عمدہ تصور کیوں قائم نہ کیا اور کیوں نہ سنتے ہی اعلان کر دیا کہ یہ تو اسلام دشمن مسلمانوں کی تباہ کن جھوٹی اسکیم ہے (۱۳) پھر وہ اس جھوٹے دعوے پر چار چشم دید گواہ کیوں نہ لاسکے اور چونکہ وہ چار چشم دید گواہ نہ لائے لہٰذا وہی لوگ اللہ کے نزدیک اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں (۱۴) اور اگر تم سے اللہ کا فضل اور اس کی رحمت دنیا و آخرت میں وابستہ نہ ہوتی تو تمہیں ضرور بالضرور اس کارکردگی اور دشمن کے ہاتھوں میں کھیلنے پر عذاب عظیم نازل کرنے کی سزا دی جاتی ۔ (۱۵) جب کہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اس رسوا کن اتہام کو آگے بڑھاتی اور شہرت دیتی جا رہی تھی اور تم ایسی افواہیں پھیلانے میں مشغول تھے جن کی بابت تمہیں کچھ

رہے ۔ اور گواہ غلط یا جھوٹی گواہی سے باز رہے ۔ ورنہ انصاف نہ ملے گا۔ اور لوگ زنا کی تہمت اُٹھاتے رہیں گے ۔ لہٰذا اگر عدالت وقت واقعی حکومت الٰہیہ کے ماتحت ہوگی تو اللہ ضرور جھوٹے پر غضب نازل کرے گا۔ ورنہ یہ سمجھنا پڑے گا کہ نہ عدالتِ اسلام پر صحیح ایمان رکھتی ہے ۔ نہ حکومت ہی حکومت الٰہیہ ہے ۔ یہ بات ماننے کے قابل نہیں ہے کہ (معاذ اللہ) عہد رسولؐ میں بھی ایسی پانچوں شہادتیں شوہر و زوجہ میں واقعہ ہوئیں اور دونوں میں سے کسی پر غضب نازل نہیں ہوا۔ ایسا بیان کرنے والی روایات باطل ہیں ۔ اور وہ قومی حکومتوں نے اپنے جواز کے لئے گھڑی ہیں ۔

(۵) آیات (۱۷ تا ۱۱ / ۲۴) اسلام دشمن مومنین (انفال ۸ تا ۵ / ۸) افواہوں اور پروپیگنڈے سے تباہی پھیلانے کی اسکیم بناتے ہیں ۔

ان سات آیات میں اللہ نے نہایت احتیاط و رازداری کے ساتھ ان مشہور و معروف مومنین کی کسی شرمناک اور تباہ کن اسکیم کا ذکر کیا ہے ۔

اور علمائے اسلام نے یہ سمجھا ہے کہ منافقوں اور چند مسلمانوں نے حضرت عائشہ اور صفوان پر بہتان لگایا تھا۔ اور اس سلسلے میں قومی حکومتوں اور لیڈروں کی تیار کردہ ایسی سینکڑوں مختلف روایات لکھی ہیں جن میں کچھ غلط لوگوں کی مدح و ثنا کا پہلو نکلتا ہے۔ اور حضرت علیؑ اور رسول اللہ علیہما السلام کے علم اور صبر و ضبط کی نفی ہوتی ہے اور مہینہ بھر سے زیادہ رسولؐ اللہ پر وحی نہ آنا اور اللہ سے بائیکاٹ ثابت ہوتا ہے ۔اور اصل مجرموں کی پردہ پوشی کی جاتی ہے ۔ اور حسب دستور عبداللہ بن ابی کو نشانہ بنایا جاتا ہے ۔چونکہ یہ تمام پہلو سرکاری عقائد اور اقدامات اور پالیسیوں کی تائید و جواز میں ہیں اس لئے ہم ان تمام روایات کو ناقابل توجہ سمجھتے ہیں ۔ اور پورا زور اس ظاہری حقیقت پر دینا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایسے مسلمان فرقے کا وجود ثابت ہو گیا جو رسولؐ اللہ اور حقیقی مسلمانوں کی تباہی میں کوشاں تھا۔ ۲۔ مسلمانوں کی کثرت بار بار اس اسلام دشمن فرقے کی تائید میں مبتلا ہو جاتی تھی ۔انہیں ان آیات میں سختی سے تنبیہہ کی گئی ہے ڈانٹا گیا ہے (۱۲ ،۱۴، ۱۵، ۱۶ / ۲۴) اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے (۱۷ / ۲۴) ۳۔ اور ڈھیلے عقائد کے ان کثیر مسلمانوں کو کئی بار بتایا گیا کہ تم نے اسلام دشمن مومنین کی تائید میں کوئی کمی نہ کی تھی ۔۴۔ لیکن اللہ نے تمہیں بار بار محض اپنے فضل و کرم اور رحمتؐ کی بنا پر تباہی

لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّ هُوَ عِنْدَ

واسطے تمہارے ساتھ اس کے علم اور گمان کرتے تھے اس کو آسان اور وہ نزدیک

اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۞ وَ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ

اللہ کے بڑا ہے اور کیوں نہ جس وقت سنا تم نے اس کو کہا ہوتا تم نے نہیں لائق ہم کو

اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۞

کہ بولیں یہ بات پاکی ہے تجھ کو یہ بہتان ہے بڑا

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞

نصیحت کرتا ہے تم کو اللہ اس سے کہ پھر کرو تم ایسا کام کبھی اگر ہو تم ایمان والے

وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞ اِنَّ

اور بیان کرتا ہے اللہ واسطے تمہارے نشانیاں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے تحقیق

الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ

وہ لوگ کہ دوست رکھتے ہیں یہ کہ پھیلے بے حیائی بیچ مسلمانوں کے واسطے ان کے

بھی معلوم نہ تھا۔ تم تو اسے ایک معمولی بات سمجھ کر کہے جا رہے تھے مگر اللہ کے نزدیک وہ ایک عظیم خطرناک افواہ تھی۔ (۱۶) کیوں نہ اس بہتان کو سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ہمیں تو ایسی بات زبان سے نکالنا ہی زیب نہیں دیتا۔ سبحان اللہ یہ تو ایک کھلا بہتان عظیم ہے۔ (۱۷) اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن رہنا چاہتے ہو۔ (۱۸) اللہ تمہیں اپنی واضح آیات سے ہدایات دیتا جا رہا ہے اور اللہ تو سب کچھ جاننے والا حکیم ہے۔ (۱۹) جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ حقیقی مومنین میں بھی جنسی آزادی پھیل جائے اور پابندیاں ہٹ جائیں یقیناً ایسی اشاعت و تبلیغ کرنے والوں کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے

سے بچا لیا (۱۴، ۱۰ / ۲۴) اور تم اپنی خواہ مخواہ کی بکواس سے عذاب عظیم کے قریب قریب پہنچ چکے تھے (۱۴ / ۲۴) اور یہ کہ بار بار پروپیگنڈے سے متاثر ہوتے رہنے والی کثرت دل کھول کر بلا حقیقت کو سمجھے بوجھے دشمنان اسلام کی نقارچی اور مبلغ بن جاتی تھی۔ (۱۵ / ۲۴) اور اس کو نہایت آسان اور مفید کام سمجھتی تھی۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک مسلمانوں کی اس کثرت کا عمل درآمد نہایت خطرناک اور عظیم نقصانات کا حامل ہوتا تھا (۱۵ / ۲۴) اور پھر ان پر تقاضا کیا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف بات سنتے ہی اسے جھٹلانا چاہئے اور ہر بری افواہ کو دہرانے اور منہ پر لانے سے باز رہنا چاہئے تھا اور اعلان کرنا چاہئے تھا کہ یہ قطعی طور پر ایک بہتان و تہمت ہے (۱۶ / ۲۴) اور اللہ نے یہ کہہ کر بات ختم کی کہ دیکھو اگر تم سچ مچ کے مومن ہو تو آئندہ اس جرم کا اعادہ نہ کرنا (۱۷ / ۲۴) ہمیں اس بہتان اور تباہ کن اسکیم پر ایسی باتیں یا رائے ظاہر نہیں کرنا ہے جو اِن سات آیات (۱۷ تا ۱۱ / ۲۴) میں موجود نہ ہوں۔ یہاں کہیں نہ رسولؐ کا ذکر ہے نہ ازواج رسولؐ کی بات ہے نہ منافقوں کا قصہ ہے۔ نہ اسلامی فوج کے سفر کا نشان ہے نہ فوج سے بچھڑ جانے کی طرف کوئی اشارہ ہے۔ لہٰذا متعلقہ تمام روایات بھی مذکورہ سازش اور تباہ کن اسکیم اور رسواکن پروپیگنڈے کی ہی شاخیں ہیں۔ لہٰذا ہم صرف اس قدر سمجھے ہیں کہ رسولؐ کی قوم کے لیڈر نت نئی اسکیمیں بناتے اور عوام اُمت میں پھیلاتے چلے آئے ہیں تاکہ اُمت کو ان لیڈروں اور ان کے اقدام کی بابت سوچنے کا موقع نہ ملے۔ شان نزول کے یہ کثیر قصے قرآن کی اصل اسپرٹ و حقیقت سے دور رکھنے کے لئے شائع کئے گئے تاکہ ذہن قصوں اور کہانیوں میں الجھتے اور بحثیں کرتے چلے جائیں۔ چونکہ ان آیات میں جو اسکیم مذکور ہے۔ اس کے ثبوت میں بھی ان لیڈروں کو چار چشم دید گواہ یعنی شہداء پیش نہ کر سکنے کا ذکر کیا گیا ہے لہٰذا ہم اس قدر مان سکتے ہیں کہ اس اسکیم کے مرتب کرنے والوں نے کسی مومن یا مومنہ کو زنا کی سزا دلانے کا قصد کیا ہو گا اور جس مومن یا مومنہ کے متعلق یہ قصد تھا، پبلک کی کثرت اس کے مقدس چال و چلن سے ناواقف تھی۔ ورنہ وہ دشمن کے پروپیگنڈے کو ہوا دینے اور پھیلانے کے جرم میں اس شدومد سے شریک نہ ہوتے لیکن متعلقہ مومن یا مومنہ اللہ و رسولؐ کی نظر میں پارسائی کا ثبوت رکھتے تھے۔ یہ نوٹ کرلیں کہ یہاں عذاب کے مستحق ہوتے ہوئے بھی عذاب عظیم کو روک دینے کا ذکر اسی اصول پر یہ ہے کہ "محمدؐ" اور اُمت کی بخشش طلب کرنے والے اُمت میں موجود تھے۔ لہٰذا یہاں محمدؐ و آل محمدؐ ہی کو اللہ کا فضل و رحمت فرمایا گیا ہے۔

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ

عذاب درد دینے والا بیچ دنیا کے اور آخرت کے اور اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ

نہیں جانتے۔اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا اوپر تمہارے اور رحمت اس کی اور یہ کہ

اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا

اللہ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت پیروی کرو

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ

قدموں شیطان کی اور جو کوئی پیروی کرے گا قدموں شیطان کی پس تحقیق وہ

يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ

حکم کرتا ہے ساتھ بے حیائی کے اور نامعقول کے اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا

عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ

اوپر تمہارے اور رحمت اس کی نہ پاک ہوتا تم میں سے کوئی کبھی ولیکن اللہ ہی

يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَ لَا يَاْتَلِ

پاک کرتا ہے جس کو چاہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے اور نہ قسم کھاویں

النصف ۲ ع ۱۰ ۸

اور اس تبلیغ کرنے والے گروہ اور اس کے مقاصد کو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ (۲۰) اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم میں موجود نہ ہوتی تو وہ دردناک عذاب یہیں نازل ہوگیا ہوتا اور اللہ تو یقیناً نرم رو اور مہربان ہے ۔ (۲۱) اے مومنین تم شیطان کے نقش قدم پر چل کر اس کی اتباع چھوڑ دو اور جو کوئی شیطان کے نقش قدم کی اتباع کرے گا اسے تو شیطان جنسی بے راہ روی اور ناہنجاری ہی کا حکم دیگا۔ اور اگر تم میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت موجود نہ ہوتے تو تم جنسی آزادی کی بنا پر ایسے ناپاک تھے کہ تم میں سے کوئی ایک بھی پاک نہ ہو سکتا تھا ولیکن اللہ تم میں سے اپنی مشیت کے مطابق عمل کرنے والوں کو پاک کردیتا ہے اور اللہ تمہاری باتوں کو سننے والا اور اعمال و ارادوں کو جاننے والا ہے ۔ (۲۲) اور تم لوگوں میں سے جو لوگ سرمایہ دار اور آسودہ حال ہیں وہ

(٦) آیات (۲۱ تا ۱۹ / ۲۴) سورۂ کی ابتدائی آیات (۳ تا ۱ / ۲۴) کو اور دیگر آیات کو مشرکین کے جنسی نظام اور مقاصد سے وابستہ کرتی ہے۔

سورۂ نور جس شدّومد کے ساتھ شروع ہوئی اسے دوبارہ دیکھیں یوں تو سارا قرآن آیات بیّنات اور آیات محکمات کی کتاب ہے مگر اس سورۂ کو خاص طور پر آیات بیّنات کی حامل فرمایا گیا ۔ پھر سارا قرآن اُمت اور رسوؐل پر فرض ہے (قصص ۸۵ / ۲۸) مگر اس سورۂ کو مخصوص انداز میں فرض کیا گیا ہے اور جس مسئلہ کو سب سے پہلے چھیڑا گیا وہ جنسی تعلق میں آزاد روی کی سزا ہے اس کے بعد زانی و مشرک کو جنسی آزادی کی بنا پر ہم مسلک قرار دے کر مسلمانوں کو جنسی آزادی سے روکا گیا ہے یعنی جنسی آزادی وہ اہم عنوان ہے جس کی وجہ سے یہ سورۃ اس شدّومد سے شروع ہوئی اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ عورتوں سے جنسی تعلق اور عدل و انصاف کا جہاں تفصیل سے ذکر ہوا ہے وہاں بھی یہی تاکید کی گئی ہے (فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيٓ أَزْوَٰجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُمْ ﴿۵۰﴾ الأحزاب) اور مسلسل مشرکوں کے جنسی نظام کو ملحوظ رکھا گیا ہے (۶۲ تا ۵۰ / ۳۳) اور مسلمانوں سے اسلام کا جنسی نظام قائم کرنے کا تقاضا کیا گیا ہے ۔ سورۃ کی اس خصوصیت کے ساتھ اُس خطرناک و تباہ کن سازش کو شامل کر لیں جو مسلمانوں کی کثرت میں پھیلانے کے لئے مسلمانوں کے اس گروہ نے شروع کی تھی جسے اللہ نے عُصْبَةٌ مِّنكُمْ (تم میں کے متعصّب مسلمان) فرمایا ہے ۔ یعنی جن مسلمانوں کو ابھی تک مسلمانوں سے تعصّب اور اپنی منکر قوم سے محبت و عقیدت ہے اور چونکہ وہ متعصّب مسلمان صاحبان اثر و رسوخ ہیں اس لئے مومنین کی کثرت ان کی پالیسی اور سازش کو بلا سمجھے بوجھے قبول کرتی اور آپس میں پھیلاتی یا شائع کرتی تھی (۱۶-۱۵ / ۲۴) یہاں آیت (۲۱ تا ۱۹ / ۲۴) میں پھر ان قریشی قسم کے مسلمان لیڈروں کا ذکر کیا گیا ہے جو مسلمانوں میں اپنا پسندیدہ جنسی نظام جاری کرنا چاہتے تھے۔

اپنے غریب و ضرورت مند القربیٰ والوں کو اور مساکین کو اور ضرورت مند مہاجرین کو راہِ خدا میں مدد نہ کرنے کی قسم یا عہد نہ کربیٹھیں ۔ انہیں چاہیئے کہ وہ اہل قرابت اور مسکینوں اور مہاجروں کو فاضل سرمایہ دیتے رہیں اور ان کے حالات کو نظر میں رکھیں اے مومنین کیا تمہیں پسند نہیں کہ اللہ تمہیں تحفظ عطا کرے جب کہ اللہ

أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْآ أُولِي الْقُرْبٰى وَ

صاحب بزرگی کے تم میں سے اور کشایش کے یہ کہ دیویں صاحب قرابت کو اور

الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَ لْيَعْفُوْا وَ

فقیروں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو بیچ راہ اللہ کے اور چاہیئے کہ معاف کریں اور

لْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

درگزر کریں کیا نہیں دوست رکھتے تم یہ کہ بخش دیوے اللہ تم کو اور اللہ

اور جن مسلمان عوام پر یہ الزام عائد کیا تھا کہ "لاعلم ہوتے ہوئے دشمنان اسلام کی سازش کو پھیلا رہے ہیں۔" (مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِۦ عِلْمٌ (۱۵ / ۲۴) انہی کو بتایا گیا ہے کہ اسلام دشمن مسلمان لیڈروں کی پالیسی اور مقاصد کو اور اس کے خطر ناک نتائج کو صرف اللہ ہی جانتا ہے ۔تم نہیں جانتے (۱۹ / ۲۴) بہرحال اللہ نے اس سورۂ کی ان اکیس آیات(۲۱ تا ۱ / ۲۴) میں قریش کے جنسی شرک و اشتراک کو مختصراً بیان کر دیا ہے ۔اور سورۂ احزاب کی تیرہ آیات (۶۲ تا ۵۰ / ۳۳) میں اسی جنسی نظام کو رسوؐل اللہ کی ازواج میں شائع کرنے کی کوشش اور انتظام کا ذکر ہے ۔اور وہاں اللہ نے ازواج رسول کو اس ناپاک و بے حیا نظام سے محفوظ رہنے کا طریقہ بتایا ہے وہ تمام احکام جن میں مسلمانوں کو جنسی تعلق قائم کرنے کے لئے طریقہ کار، اس کی پابندیاں اور عورتوں سے رشتوں کی تفصیل دی ہے ۔ اور مسلمانوں کو ماں ، بہن بیٹی وغیرہ سے نکاح کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ یعنی مسلمانوں کو سابقہ جنسی نظام کو ترک کرنے کے لئے بتایا گیا کہ مسلمان ہو جانے کے بعد :۔

۱۔جن عورتوں سے تمہارے آباؤ اجداد نکاح کرتے رہے ہیں تم ان سے ہرگز نکاح نہ کرنا مگر جو کچھ پہلے ہو چکا سو ہو چکا بلاشبہ وہ طریقِ نکاح خالص زنا اور بدترین نظام حیات تھا۔ ۲۔ چنانچہ اب تم پر مندرجہ ذیل رشتوں کی عورتیں حرام کی جاتی ہیں ۔ ۳۔ تمہاری مائیں۔۴۔بیٹیاں۔۵۔ بہنیں ۔۶۔ پھوپھیاں۔ ۷۔ خالائیں ۸۔ بھتیجیاں۔ ۹۔ بھانجیاں۔۱۰۔ اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو۔ ۱۱۔ اور تمہاری دودھ شریک بہنیں ۔۱۲۔ اور تمہاری بیویوں کی مائیں (ساس) ۔ ۱۳۔ اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہاری گود میں پرورش پائی ہو (یا گھروں میں پلی ہوں) ۔ ۱۴۔ ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تم نے جنسی ضرورت پوری کر لی ہو۔ ورنہ اگر صرف نکاح ہو اور جنسی فعل نہ ہوا ہو تو انہیں جدا کر کے ان کی بیٹیوں سے نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے اور ۔ ۱۵۔ تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہارے صلب سے ہوں اور ۔۱۶۔ دو حقیقی بہنوں سے ایک وقت میں نکاح اور جنسی تعلق بھی حرام ہے ،،

وَلَا تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةً وَمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَٰتُكُمْ وَعَمَّٰتُكُمْ وَخَٰلَٰتُكُمْ وَبَنَاتُ ٱلْأَخِ وَبَنَاتُ ٱلْأُخْتِ وَأُمَّهَٰتُكُمُ ٱلَّٰتِيٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَٰعَةِ وَأُمَّهَٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَٰٓئِبُكُمُ ٱلَّٰتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ ٱلَّٰتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُواْ دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَٰٓئِلُ أَبْنَآئِكُمُ ٱلَّذِينَ مِنْ أَصْلَٰبِكُمْ وَأَن تَجْمَعُواْ بَيْنَ ٱلْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۲۳﴾ النساء

یہ تھا عربوں کے مہذب طبقہ کا وہ جنسی نظام جو اسلام نے حرام کیا ۔اور یہ تھے وہ لیڈران قوم جو اس نظام کی پیداوار تھے جن کا گوشت پوست ہڈیاں اور دل و دماغ حرام کاری اور زنا سے تیار ہوا تھا جن کی ایک ایک رگ و ریشہ ناپاک تھا ۔ان کو صرف لَا اِلٰہَ الا اللہ کے اقرار سے پاک کر دینا ناممکن تھا اس لئے فرمایا کہ وہ ہرگز پاک نہ ہو سکتے تھے۔ اگر اللہ کی مشیت صلوٰۃ اللہ علیہ اپنی توجہ نہ دیتی (۲۱ / ۲۴) اگلی آیت میں اسی قسم کے مسلمانوں کو "خبیث" فرمایا گیا ہے اور قاعدہ یہ مقرر

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ

بخشنے والا مہربان ہے تحقیق وہ لوگ کہ تہمت لگاتے ہیں پاکدامنوں کو بے خبر

الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۠ وَ لَهُمْ

ایمان والیوں کو لعنت کی گئی ہے ان کو بیچ دنیا کے اور آخرت کے اور واسطے ان کے

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ

عذاب ہے بڑا اس دن کہ گواہی دیں گے اوپر ان کے زبانیں ان کی اور ہاتھ ان کے

وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ

اور پاؤں ان کے ساتھ اس چیز کہ تھے کرتے اس دن پوری دے گا ان کو اللہ

دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾

جزا حق ان کی اور جان لیویں گے یہ کہ اللہ وہی ہے حق بیان کرنے والا

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ

خبیث عورتیں واسطے خبیث مردوں کے اور خبیث مرد واسطے خبیث عورتوں کے

وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ

اور پاک عورتیں واسطے پاک مردوں کے اور پاک مرد واسطے پاک عورتوں کے ہیں

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ

یہ لوگ پاک ہیں اس چیز سے کہ کہتے ہیں واسطے ان کے بخشش اور روزی ہے

كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ

باکرامت اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت داخل ہو گھروں میں سوائے

بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ

گھروں اپنوں کے یہاں تک کہ اِذن لو اور سلام کرو اوپر رہنے والوں ان کے کے

غفور اور رحیم بھی ہے۔ (۲۳) یقیناً جو لوگ جنسی تعلق میں پابند اور بھولی بھالی مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت (محرومی) اور عذاب عظیم مقرر ہے۔یعنی (۲۴) اس دن جب کہ ان کی بد عملی پر ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پیر گواہی دیں گے اور ساری مخلوق ان پر لعنت کرے گی (۲۵) اس روز اللہ تعالٰی ان کو ان کے خود ساختہ اور اختیار کردہ دین کی حقیقی سزا دے گا۔ اور اس دن وہ جان لیں گے کہ اللہ کا دین ہی ایک واضح حقیقت تھی (۲۶) نظام اشتراک سے پیدا ہونے والی نسل کی خبیث مومن عورتیں اسی نسل کے خبیث مومن مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مومن مرد اپنی خبیث نسل کی خبیث مومن عورتوں کے لئے ہیں۔اور پاکیزہ مومنین کے لئے پاکیزہ مومنات ہیں اور پاکیزہ مومنین پاکیزہ مومنات کے لئے ہیں اور وہی لوگ ہیں جو خبیث معاشرہ کے عائدکردہ تمام الزامات سے بری ہیں اور ان ہی کے لئے مغفرت اور باکرامت سامانِ زندگی مقرر ہے (۲۷) اے وہ لوگو جو مومن کہلاتے ہو تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو اور اجازت ملے تو داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کیا کرو۔

ہوا ہے کہ اس قسم کے خبیث مرد اپنی ہی قسم کی عورتوں سے نکاح کریں گے اور طیب و پاکیزہ نسلی مسلمان آپس میں نکاح کریں گے (۲۶ / ۲۴) پھر رسوؐل اللہ ان خبیث مسلمانوں کو پاک کرنے کا انتظام کریں گے (بقرہ ۱۵۱ / ۲)(۱۲۹ / ۲) (آل عمران ۱۶۴ / ۳)یہاں بعض پاکیزہ مگر سادہ خیال مسلمانوں کو یہ گراں گزرے گا کہ ہم نے یہاں خبیث مسلمان کیوں لکھ مارا ایسے حضرات کو یہ آیت پڑھنا چاہئے۔(آل عمران۱۷۹ / ۳) تاکہ معلوم ہو کہ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ سورۂ آل عمران کے نزول تک یعنی ۹ھ تک مسلمان ایک ایسا مخلوط گروہ تھے جس میں خبیث مومنین پاکیزہ مومنین میں ملے جلے اور گھلے ملے تھے اللہ نے فرمایاہے کہ جس حالت میں تم اس وقت ہو میں تمہیں اس مخلوط حالت میں رہنے نہیں دوں گا۔ بلکہ خبیثوں کو پاکیزہ مومنین سے الگ کر دوں گا (۱۷۹ / ۳) بہر حال یہاں سورۂ نوؔر میں قریشی نظام کی مسلسل پول کھولی گئی ہے

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ
یہ بہتر ہے واسطے تمہارے تو کہ تم نصیحت پکڑو پس اگر نہ پاؤ بیچ ان کے
اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ
کسی کو پس مت داخل ہو ان میں یہاں تک کہ اذن دیا جائے واسطے تمہارے
ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ
اور اگر کہا جاوے واسطے تمہارے پھر جاؤ پس پھر جاؤ وہ پاکیزہ ہے واسطے تمہارے
وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
اور اللہ ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم جاننے والا ہے نہیں اوپر تمہارے گناہ
اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا
یہ کہ داخل ہو تم گھروں میں کہ کوئی نہیں رہتا ان میں بیچ ان کے دھرا ہے
مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾
اسباب تمہارا اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو
قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا
کہہ واسطے مسلمان مردوں کے کہ بند کریں آنکھیں اپنی اور محافظت کریں

وہ تمہیں جنسی اشتراک کی ناپاکی سے دور اور پاکیزگی سے نزدیک رکھنے کے لئے بہتر طریقہ ہے شاید تم سبق حاصل کرلو۔ (۲۸) چنانچہ اگر تم گھروں میں کسی کو بھی نہ پاؤ یعنی جواب نہ ملے تو ان میں داخل نہ ہوا کرو۔یہاں تک کہ تمہیں جواب اور اجازت مل جائے۔اور اگر جواب میں تم کو واپس پلٹ جانے کو کہا جائے تو پلٹ آیا کرو۔ یعنی اجازت پر اصرار نہ کیا کرو۔ جو کہ تمہیں پاک رکھنے میں مدد دیگا۔اور اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم گھروں میں داخلے کے بعد کرتے ہو۔ (۲۹) البتہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایسے گھروں میں داخل ہوجاؤ جہاں معلوم ہے کہ کوئی نہیں رہتا بستا بشرطیکہ تمہارا کچھ سامان وہاں رکھا ہوا ہو۔ ورنہ نہیں۔ اے مومنین غیروں کے گھروں میں بلا اجازت جانے کا وہ مقصد بھی اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور اس مقصد کو بھی جانتا ہے جو تم دلوں میں چھپاتے ہو (۳۰) اور مومنین سے یہ بھی کہہ دو کہ تم لوگ اپنی نظروں کو عورتوں کے جنسی اشتعال انگیز سامان سے بچا کر

آنے والی آیات کو غور سے پڑھنے والے حضرات دیکھیں گے کہ اللہ نے جنسی نظام کے پیدا کردہ معاشرہ کی اثر انگیز طریقہ پر مذمت کی ہے اور مسلمانوں کو ان تمام کاموں اور رسم و رواج سے روکنا چاہا ہے جو جنسی آزادی کی راہیں ہموار کرتی ہوں۔

(۷) آیات (۲۹ تا ۲۷ / ۲۴) میں اخلاقی تعلیم نہیں بلکہ قریش کے سوشل جنسی نظام سے مسلمانوں کو روکنا مقصود ہے۔

مکے کے باشندے عموماً اور قریش خصوصاً دنیا کی تمام ہی متمدن اقوام سے تجارت کرتے تھے تمام بڑے بڑے ممالک اور شہروں میں آتے جاتے رہتے تھے اور تمام مذاہب کی تعلیمات پر نظر رکھتے تھے۔ان کو تمام بادشاہوں کے درباروں میں رسائی حاصل تھی۔ رہائشی و تجارتی تحفظ حاصل تھا۔ اور وہ ان تمام رواسم و آداب سے واقف تھے جو آپس میں اور غیر اقوام سے حسن معاشرت کے لئے ہزاروں سال سے رائج چلے آرہے تھے۔ لہٰذا یہ سمجھنا یا کہنا کہ عربوں کو ایک دوسرے کے گھروں میں آنے جانے کے لئے اجازت لینے اور بلا اجازت نہ جانے وغیرہ کی تعلیم دی جا رہی تھی۔ دنیا کا بہت بڑا جھوٹ اور خطرناک فریب ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ عرب کے متمدن اور اعلیٰ طبقہ میں ایک سوشل معاشرہ قائم تھا۔ جس میں پس ماندہ اقوام والے رسوم و قیود مذموم تھے۔ وہ پوری قوم اور اس کے افراد کو ایک وحدت اور ایک جسم سمجھتے تھے وہ کسی کو غیر نہ سمجھتے تھے۔ وہاں ہر گھر سب کا گھر تھا۔ ہر بچہ سب کا بچہ تھا۔ ہر عورت سب کی عورت تھی۔ وہاں ان تمام تکلفات کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا جو زندگی میں مصنوعی تفرقہ پیدا کریں وہ اپنے ظاہر و باطن کو ہم آہنگ رکھنا چاہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ہر مرد اور ہر عورت کے جذبات یکساں ہیں۔ ان کے اعضاء بھی یکساں ہیں پھر ان اعضا کی شکل صورت اور سائز بھی تقریباً یکساں ہے کسی مرد یا عورت کے پاس کوئی انوکھا عضو نہیں ہوتا عورتوں اور مردوں میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کو معلوم ہے پھر وہ تکلف کیوں کریں؟ اور کیوں چھپتے چھپاتے پھریں؟ اور کیوں ایک دوسرے سے چھپ کر اور چھپا کر

فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ

شرمگاہوں اپنی کی یہ بہت پاکیزہ ہے واسطے ان کے تحقیق اللہ خبردار ہے

بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ

ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہیں اور کہہ واسطے مسلمان عورتوں کے

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا

کہ بند کریں آنکھیں اپنی اور محافظت کریں شرمگاہوں اپنی کی اور نہ

يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ

ظاہر کریں بناؤ اپنا مگر جو ظاہر ہے اس میں سے اور چاہئے کہ ڈالیں اوڑھنیاں اپنی

عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ

اوپر گریبانوں اپنے کے اور نہ ظاہر کریں بناؤ اپنا مگر واسطے خاوندوں اپنے کے

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ

یا باپوں اپنے کے یا واسطے باپوں خاوندوں اپنے کے یا بیٹوں اپنے کے یا

اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ

بیٹوں خاوندوں اپنے کے یا بھائیوں اپنے کے یا بیٹوں بھائیوں اپنے کے

رکھا کرو (تاکہ دلوں میں ہیجان پیدا ہی نہ ہو) اور یہ بھی کہہ دو کہ تم اپنی اپنی شرمگاہوں کی رکھوالی کیا کرو (تاکہ انہیں جو عورت چاہے جنسی ضرورت میں استعمال نہ کرسکے) اس طرح جنسی بے راہ روی سے حفاظت کرنا تمہارے لئے پاکیزگی کو نزدیک تر کرتا ہے اللہ تو تمہاری شہوانی ایجادات اور داؤ پیچ سے کما حقہ مطلع ہے (۳۱) اور ادھر مومن عورتوں کو بتاؤ کہ تم بھی اپنی نظروں کو مردوں کے جنسی اشتعال انگیز سامان سے بچا کر رکھا کرو (تاکہ مردوں کے دلوں کو مچلنے کا بہانہ نہ ملے۔) اور نہ ہی اپنی سج دھج بانکپن کی نمائش کریں (تاکہ منچلے لوگ پھڑک کر نہ رہ جائیں)البتہ جتنا بناؤ سنگھار چھپایا ہی نہیں جاسکتا اور ظاہر ہوتا ہی ہے اور انہیں یہ بھی چاہئے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں گریبان یعنی سینے کے چاک تک اچھی طرح لپیٹ کر اوڑھا کریں۔ اور اپنی سج دھج و بانکپن مندرجہ ذیل لوگوں کے علاوہ کسی کو نہ دکھائیں (مثلاً) (۱) اپنے شوہروں کو (۲) شوہروں کے باپ دادا کو۔ (۳) اپنے باپ دادا (۴) اپنے بیٹوں (۵) اپنے شوہروں کے بیٹوں(۶) اپنے بھائیوں(۷) اپنے بھتیجوں اور (۸) اپنے بھانجوں کو (۹) یا خاندانی مستورات کو

رشک و حسد اور انتقامی جذبات کو ابھرنے اور فتنہ انگیزی کا موقع دیں ؟ اور کیوں نہ جنسیات و جنسی جذبات کو آزاد چھوڑ کر کم سے کم ہو جانے دیں؟ کیوں جنسی جذبات کے بہاؤ کو بند باندھ باندھ کر روکیں اور اچانک پھوٹ پڑنے اور سیلاب آجانے کا موقع فراہم کریں ؟ یہ تھا عربوں کا وہ جنسی شرکت کا نظام جو آج بھی دنیا میں اعلیٰ طبقوں میں موجود ہے کراچی ہو یا سارا پاکستان ہو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھنے سے بنگلوں اور کوٹھیوں میں یہی کچھ نظر آئے گا۔ رہ گئے پاکستان سے باہر کے معاشرے! وہاں تو چاروں طرف اسی معیار کی طرف بلند ہونے کی کوششیں جاری ہیں۔ یہ ثقافت کے نام پر کیا ہو رہا ہے ؟ ذرا چوکنا رہ کر غور کریں۔ حسن کے مقابلے کیوں ہوتے ہیں ؟ ثقافت کا تقاضا ہے۔ بڑے بڑے مرحوم علما کی بیٹیاں اور بیٹے میوزک کالج میں تعلیم کیوں پاتے ہیں؟ ثقافت کا دباؤ ہے۔ سمجھدار اور ہونہار اولادیں اب قبلہ و کعبہ نہیں بنتی ہیں بلکہ انسان بننے میں کوشاں ہیں اور ان کے نزدیک انسانیت یہ ہے کہ انسانوں میں سے ہر قسم کی تفریق و امتیاز کو دور کر دیں وہ مذہب و مناکحت اور ملکیت کو انسانی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے شیطان کی یہ تعلیم بڑی قدیم اور دل فریب ہے اور :

(۸) (۳۱ تا ۳۰ / ۲۴) میں اللہ نے جنسی شرک و اشتراک کا اور قریشی معاشرہ کا بھانڈہ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔

جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی عرض کیا ہے اسے اللہ نے بڑھا چڑھا کر اور ننگے الفاظ میں پیش کر دیا ہے ذرا سوچئے کہ عربوں کے اس مشرک نظام میں مردوں اور عورتوں کی بود و باش کیسی جذبات انگیز ہوتی ہو گی کہ اللہ کو یہ کہنا پڑا کہ عورت و مرد دونوں اپنے جنسی آلات کی حفاظت کیا کریں یعنی وہاں ان دونوں چیزوں کو کھلا اور فی سبیل نظام شرک آزاد رکھا جاتا تھا اور ان کے استعمال پر کوئی پابندی نہ تھی گویا جنسی بھوک دور کرنے کے لئے کار ثواب کی طرح ہر کسی کو بے روک ٹوک استعمال کی اجازت تھی۔ ادھر یہ بتایا کہ وہاں

اَوۡ بَنِیۡۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوۡ نِسَآئِهِنَّ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُنَّ

یا بیٹوں بہنوں اپنے کے یا بیبیوں اپنی کے یا جن کے مالک ہوئے دہنے ہاتھ ان کے

اَوِ التّٰبِعِيۡنَ غَيۡرِ اُولِى الۡاِرۡبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفۡلِ الَّذِيۡنَ

یا جو ساتھ رہنے والے ہیں غیر حاجت والے مردوں سے یا لڑکوں سے جو نہیں

لَمۡ يَظۡهَرُوۡا عَلٰى عَوۡرٰتِ النِّسَآءِ‌ ۖ وَلَا يَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِهِنَّ

واقف اوپر چھپی باتوں عورتوں کے اور نہ ماریں پاؤں اپنے

لِيُعۡلَمَ مَا يُخۡفِيۡنَ مِنۡ زِيۡنَتِهِنَّ‌ ؕ وَتُوۡبُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ

تو کہ جانا جاوے جو کچھ کہ چھپاتی ہیں زینت اپنی سے اور توبہ کرو طرف اللہ کے

جَمِيۡعًا اَيُّهَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۳۱﴾ وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى

سب اے مسلمانوں تاکہ تم فلاح پاؤ اور نکاح کرو رانڈوں کو

مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآئِكُمۡ‌ ؕ اِنۡ

اپنے میں سے اور لائق والوں کو غلاموں اپنے سے اور لونڈیوں اپنی سے اگر

يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ ؕ وَاللّٰهُ

ہوں گے فقیر حاجت روائی کرے گا ان کی اللہ فضل اپنے سے اور اللہ

(۱۰) یا مالکت ایمان (بقول علما غلام مردوں اور کنیزوں) یا وہ ماتحت مرد جو کسی اور قسم کی حاجت نہ رکھتے ہوں یا وہ لڑکے (اور لڑکیاں) جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں اور عورتوں کے نسوانی اعضا کا فرق نہ جانتے ہوں۔ اور مومن عورتوں کو یہ بھی چاہئے کہ وہ سنجیدہ رفتار سے چلا کریں اور ٹھک ٹھک کر اور تھرک تھرک کر نہ چلا کریں تاکہ ان کا بناؤ سنگھار جو چھپانے کے قابل ہے لوگوں پر ظاہر نہ ہوتا چلا جائے اور یہاں کی آخری بات یہ کہ "اے مومنین تم سب کے سب اس نظام شرکت سے اللہ کے حضور توبہ کرتے رہو تاکہ شاید تم فلاح پاسکو" (۳۲) اور اے مسلمانوں تمہارے اندر جتنے بھی غیر شادی شدہ (رنڈوے۔ رانڈیں۔ کنوارے۔ کنواریاں) ہوں تم ان سب کا اور تمام بالغ غلاموں اور کنیزوں کا نکاح کردو اگر چہ وہ بالکل بے زر اور بے وسیلہ بھی ہوں (تب بھی اس حکم کی تعمیل کرو) اللہ انہیں اپنے فضل سے (رسولؐ کی معرفت) غنی کردے گا۔ اور اللہ علمی حیثیت سے

عورتیں اور مرد دونوں ہی بن سنور کر سج دھج کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے آتے تھے۔ اور ہر وہ انداز اختیار کرتے تھے کہ جنسی جذبات بھڑک اٹھیں اور یہ ان کے لئے تھا بھی ضروری ہم جانتے ہیں کہ یورپ میں عموماً اور انگلینڈ میں خصوصاً ایک آزاد معاشرہ قائم ہے عورتوں مردوں کا اختلاط معیوب نہیں ہے کسی بھی ریلوے اسٹیشن پر ریل کی روانگی کی سیٹی سن کر تمام عورتوں اور مردوں کے جوڑے ایک دوسرے کو آغوش میں لے کر والہانہ انداز میں رخصتی پیار کرتے ہیں ریلوے گارڈ سیٹیاں بجا بجا کر جھنڈی ہلا ہلا کر انہیں بڑی مشکل سے علیحدہ کرتا ہے اس مخلوط معاشرہ کے اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ان میں جنسی ہیجان حد بھر کم ہو گیا ہے بلکہ گم ہو گیا ہے وہ گھنٹوں گھنٹوں ایک دوسرے کو رگڑتے ہوئے ڈانس کرتے ہیں تب جا کر بعض جوڑوں میں ذرا ورا سی گرمی پیدا ہوتی ہے۔ یہی حال ہو چکا تھا مشرک معاشرہ کا کہ وہاں مردوں اور عورتوں کو ان تمام زیبائشوں آرائشوں اور بناؤ سنگھار کے ساتھ رہنا پڑتا تھا اور وہ تمام سامان دکھانا پڑتا تھا جس سے جنسی جذبات میں ہیجان پیدا کر کے نر و مادہ ہونے کا ثبوت دیا جا سکے ساتھ ہی ٹھک ٹھک کر چلنے کی ضرورت پڑتی تھی تاکہ رفتار کے ساتھ ساز بجتا چلا جائے (۳۱ / ۲۴) اللہ نے ان آیات میں گویا مردوں اور عورتوں کو باندھ کر رکھ دیا ہے۔ اس کے باوجود مشرک معاشرے کی جنسی آزادی کسی نہ کسی صورت میں مسلمانوں میں گھستی چلی آئی ہے۔

(۸۔الف) جنسی شرک کے نظام کو روکنے کے لئے ازواج رسولؐ کو بھی ہدایات دی گئیں تھیں۔

اور آج تو بے روک ٹوک ترقی ہو رہی ہے جیسا کہ ہم نے عرض کیا تھا کہ قریش کا سوشل نظام اور سوشلسٹ مسلمان جنسی آزادی کا سایہ ازواج رسولؐ پر بھی ڈالنے میں کوشاں رہے ہیں۔ اور ازواج رسولؐ کو بھی اللہ نے مندرجہ بالا قسم کی ہدایات دی ہیں تاکہ قریش کا جنسی نظام ناکام و نامراد ہو کر رہ جائے۔ چنانچہ اللہ نے بتایا ہے کہ۔

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٢﴾ وَ لْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا	وسعتیں عطا کرنے والا ہے ۔ (۳۳) اورجو لوگ جوڑا نہ ملنے کی بنا پر نکاح سے رہ جائیں ان کو چاہئے کہ وہ عفت اور پارسائی سے انتظار کریں اللہ ان کے لئے بھی سازگار صورت پیدا کر دے گا ۔اور یہ بھی وہ اپنے فضل سے کرے گا
کشائش والا جاننے والاہے اور چاہئے کہ پاکدامنی کریں وہ لوگ کہ نہیں	
يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ	
مقدور پاتے نکاح کا یہاں تک کہ غنی کرے گا ان کو اللہ فضل اپنے سے	

(۸ ۔ ب) مشرک مسلمانوں کی کوشش اور ازواج رسولؐ سے ان کا سلوک: جنسی نظام کے مبلّغین بلا اجازت رسوؐل اللہ کی ازواج سے ملنے گھروں میں چلے جاتے تھے ۔ انہیں منع کر دیا گیا (احزاب ۵۳ / ۳۳) وہ نبیؐ کے گھروں میں بیٹھ کر کھانے کے برتنوں کی تلاشی لیا کرتے تھے اور انسیت و محبت کو ابھارنے والی باتیں کیا کرتے تھے۔(۵۳ / ۳۳) وہ رسوؐل کی قلبی اذیت کا سبب بنے رہتے تھے (۵۳ / ۳۳) ان سے کہا گیا کہ تم کو جو چیز مانگنا ہو باہر کھڑے رہ کر مانگا کرو اور پردے کا خیال رکھا کرو (۵۳ / ۳۳) ان سے کہا کہ تمہارے دلوں کو پاک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رسوؐل کی ازواج کا احترام اور پردہ ملحوظ رکھو (۵۳ / ۳۳) ان کی وجہ سے اللہ نے ازواج رسوؐل کو قیامت تک کے لئے تمام مسلمانوں پر حرام کر کے نکاح کی گنجائش بھی ختم کر دی (۵۳ / ۳۳) اور ادھر ازواج رسوؐل کو بتایا گیا کہ :

(۸ ۔ ج) ازواج رسوؐل کو ہدایات تاکہ مشرک جنسی نظام ان سے دور رہے ۔ ’’اگر تم میں سے کوئی زنا کی مرتکب ہو گی تو اسے عام عورتوں کے مقابلہ میں دوہری سزا دی جائے گی (۳۰ / ۳۳) ۲۔ اور اللہ و رسوؐل کی اطاعت کرو گی تو دوہرا اجرو ثواب ملے گا ۔۳۔اس لئے کہ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو (۳۲۔۳۱ / ۳۳) ۴۔ چنانچہ تم پرہیزگاری اختیار کرو اور ۵۔ لچک دار گفتگو مت کیا کرو تاکہ من چلے لوگوں کی جرأت نہ بڑھے ۔ لہٰذا سنجیدہ طریقہ پر گفتگو کیا کرو (۳۲ / ۳۳) ۶۔ تم آئندہ گھروں میں رہا کرو اور قریش کے سابقہ نظام کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش بند کر دو اور روزہ و نماز و زکوٰۃ بجا لاؤ اور اللہ و رسوؐل کی اطاعت کیا کرو (۳۳ / ۳۳) یہ تھا وہ نظام جو قریش میں اور ان کے اثر سے سارے عرب میں سیلاب کی طرح پھیلتا جا رہا تھا ۔ اور جس کی لپیٹ سے مسلمان مردوں اور عورتوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ان پرپابندیاں عائد کی گئی ہیں اور انہیں ان تمام اعمال و افکار سے روک دیا گیا ہے جن پر عمل کرتے ہوئے وہ جوان ہوئے تھے۔ اور آخر میں تمام نو مسلموں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کے لئے اللہ کے حضور متوجہ رہیں اور توبہ جاری رکھیں ۔ یہ آخری ہدایت بھی نہایت اہم ہے ۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ مخلوط نسل کے مومنین کو سابقہ نسلوں کی جسمانی و روحانی گندگی سے پاک ہونے کے لئے توبہ کرتے رہنے کا اجتماعی حکم دیا گیا ہے۔

(۹) آیت (۳۱ / ۲۴) میں مالکت ایمان یعنی جنگی قیدیوں اور عام نوکروں و غلاموں میں فرق کیا گیاہے ۔

چونکہ ہم پہلے شخص ہیں جس نے اس حقیقت پر توجہ دلائی ہے کہ جہاد میں جو لوگ خود کو معصوؐم سربراہ کی پناہ میں دیتے ہیں وہ غلام اور کنیزیں نہیں ہوتے ۔ اس پر اطمینان بخش قرآنی ثبوت سامنے لایا جا چکا ہے ۔ اور یہ کہ اللہ نے ان قیدیوں کو قرآن میں کہیں بھی غلام (عبد) یا کنیز (اماء) نہیں فرمایا ہے اور یہاں (۳۱ / ۲۴) میں گھروں میں کام کرنے اور رہنے والے ماتحت مرد اور عورتیں (جو نوکر اور غلام و کنیز ہی ہو سکتے ہیں) جداگانہ گروہ ہے اور مالکت ایمان ایک الگ گروہ ہے ۔

(۱۰) آیات (۳۳۔۳۲ / ۲۴) قریشی مومنین کی دلالی اور زنا کی کمائی و قحبہ گری کو روکنے اور صالح معاشرہ پیدا کرنے پر زور دیتی ہیں ۔

نزول قرآن سے پہلے قریش کے جنسی اشتراک و شرک میں کیا کیا ہوتا تھا ؟ اس کا صحیح پتہ بتانے کے لئے یہاں (۳۳ / ۲۴) مومنین کا عملدر آمد بتایا ہے یعنی اسلام لا چکنے کے بعد بھی مومنین اپنی جوان لڑکیوں سے ان کی مرضی کے خلاف بدکاری کرواتے تھا اور ان کی کمائی سے دنیا کی آسائش و آرائش حاصل کرتے تھے ۔ اس جنسی بے راہ روی کا راستہ روکنے کے لئے حکم دیا گیا کہ معاشرہ

وَ الَّذِیۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ الۡکِتٰبَ مِمَّا

اور وہ لوگ کہ چاہتے ہیں لکھت آزادی کی کچھ دے کر ان لوگوں میں سے کہ

مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ فَکَاتِبُوۡہُمۡ اِنۡ عَلِمۡتُمۡ فِیۡہِمۡ خَیۡرًا ٭ۖ

مالک ہوئے ہیں دہنے ہاتھ تمہارے پس لکھ دو ان کو اگر جانو تم بیچ ان کے بھلائی

وَّ اٰتُوۡہُمۡ مِّنۡ مَّالِ اللّٰہِ الَّذِیۡۤ اٰتٰىکُمۡ ؕ وَ لَا تُکۡرِہُوۡا فَتَیٰتِکُمۡ

اور دو ان کو مال خدا کے سے جو دیا ہے تم کو اور مت جبر کرو لونڈیوں اپنیوں کو

عَلَی الۡبِغَآءِ اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا لِّتَبۡتَغُوۡا عَرَضَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ؕ

اوپر بدکاری کے اگر چاہیں بچے رہنا تو کہ طلب کرو تم اسباب زندگانی دنیا کا

وَ مَنۡ یُّکۡرِہۡہُّنَّ فَاِنَّ اللّٰہَ مِنۡۢ بَعۡدِ اِکۡرَاہِہِنَّ غَفُوۡرٌ

اور جو کوئی جبر کرے گا ان کو پس تحقیق اللہ پیچھے جبر کرنے کے ان پر بخشنے والا

رَّحِیۡمٌ ﴿۳۳﴾ وَ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ

مہربان ہے۔ اور البتہ تحقیق اتاری ہیں ہم نے طرف تمہاری نشانیاں بیان کرنے والیاں

وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَ مَوۡعِظَۃً

اور مثالیں ان لوگوں کی کہ گزرے تھے پہلے تم سے اور نصیحت

لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۳۴﴾ؑ اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِہٖ

ع ۸/۱۰

واسطے پرہیزگاروں کے اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا مثال نور اس کے کی

اور دوستی جنگی معاہدہ والے لوگ اگر اپنے ساتھ تحریری سلوک چاہتے ہوں تو اگر ان کے معاملات میں یوں بھلائی معلوم ہوتی ہو تو فوراً انہیں تحریر دے دو اور جو مال تمہیں اللہ نے دے رکھا ہے اس میں سے انہیں برابر کا حصہ دے دو ۔ تاکہ کتاب کے حکم کی تعمیل ہوجائے ۔ اور تم اپنی نوخیز و نوجوان لڑکیوں کو بدکاری کی کمائی پر مجبور نہ کیا کرو جب کہ ان کا یہ ارادہ ہو کہ وہ خود کو بدکاری سے الگ اور عفت کی پابند رکھنا چاہتی ہوں صرف اس لئے کہ ان کی کمائی سے تم لوگوں کو دنیاوی زندگی کا سازو سامان ملتا رہے ۔ اور جو کوئی ان کو بدکاری پر مجبور کرے گا تو اللہ اس جبر کے بعد ان کو بخشنے اور مہربانی سے پیش آنے والا ہے ۔ (۳۴) اور یقیناً ہم نے تمہارے پاس صاف صاف ہدایت کرنے والی آیات بھیج دی ہیں اور ان قوموں کی عبرت ناک مثالیں بھی ہم نے تمہارے سامنے رکھ دی ہیں جو تم سے پہلے اس دنیا کو خالی کرکے چل دی ہیں اور وہ مثالیں متقی لوگوں کیلئے وعظ اور سبق ہیں۔ (۳۵) اللہ ہی تو آسمانوں اور زمینوں کو نورؔ

میں ہر جوان مرد و عورت کے لئے حلال طریقے پر جنسی ضروریات رفع کرنے کا انتظام کرنا معاشرہ کے ہر فرد پر واجب ہے تاکہ کوئی شخص مجبور ہو کر قریش کے جنسی نظام کا ممبر نہ بنے (۳۲ / ۲۴) اور ساتھ ہی قحبہ گری اور دلالی کرنے والے لوگ بھی کوئی شریفانہ پیشہ اختیار کرکے نیک بن جائیں ۔ اسی آیت کا منشاء ہم نے آیت (۲ / ۲۴) کے تحت یہ لکھا ہے کہ: ” مجرم وہی شخص ہو گا جس کو جرم کرنے پر کسی چیز نے مجبور نہیں کیا اور اس نے تمام متعلقہ وسائل حاصل ہوتے ہوئے وہ جرم کیا ہو“ جو شخص مجبور کردیا جائے اس پر اس جرم کی سزا نافذ نہ ہو گی (۳۳ / ۲۴) بلکہ یہ سزا ان لوگوں کو اجتماعی یا انفرادی طور پر ملے گی جنہوں نے کسی کو جرم پر مجبور کیا ہو گا۔ (۳۳ / ۲۴)

(۱۰۔ الف) غلام، کنیز اور فتیات کو فریب کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔اور مالکت ایمان ان سے الگ مذکور ہیں۔

قارئین یہاں یہ بھی نوٹ کر لیں کہ فتیٰ اور فَتَیَہ نوخیز و نوجوان مردوں اور عورتوں کو کہا جاتا ہے (انبیاء ۶۰ / ۲۱ ، کھف ۶۲ / ۱۸ ، ۱۰ / ۱۸) اور لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیؑ آپ کو معلوم ہی ہے پھر یہاں (۳۲ / ۲۴) میں غلام اور کنیزوں (عبد اور اِماء) کو الگ بیان کیا ہے اور جنگی قیدیوں (مالکت ایمان) کو الگ رکھا ہے لہٰذا وہ سب فریب خوردہ یا فریب ساز لوگ ہیں جو ان تینوں کو غلام و کنیز قرار دیتے رہے ہیں ۔ان آیات کے حکم سے بچنے کے لئے یہ ترجمہ کیا ہے کہ:
”وَلۡیَسۡتَعۡفِفِ الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ نِکَاحًا ﴿۳۳﴾ النور “ ” اور چاہیئے کہ وہ لوگ جن کو نکاح کی توفیق نہیں پاکیزگی اختیار کریں

عطا کرنے والا ہے یعنی ساری کائنات اللہ کی قوت و قدرت سے موجود اور واضح ہے اللہ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک طاق میں ایک چراغ رکھا ہوا ہو اور وہ چراغ ایک فانوس(گلوب)میں ہو اور فانوس بھی ایسا ہو جیسے موتی کی طرح ضیا پاشی کرنے والا ستارہ اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو اور وہ درخت مشرق و مغرب کی نسبتوں سے مبرا ہو جس کا تیل بلا آگ کی مدد کے خود بخود بھڑک اٹھتا ہو۔ یعنی وہ اللہ کے اس نورؐ میں نور ہی نور کا اضافہ کرتا چلا جائے اللہ اپنے اس نورؐ اور نورؐ پر نورؐ کی طرف جسے چاہتا ہے راہنمائی کر دیتا ہے اور اللہ اس راہنمائی ہی کے لئے یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے اور اللہ ہر شے کا کما حقہٗ عالم ہے (۳۶) اور اللہ کی وہ راہنمائی ان گھروں میں محفوظ ہے جن کی رفعت کا اللہ نے حکم دیا ہوا ہے اور جن میں اللہ کا تذکرہ جاری رہتا ہے اور

كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ

مانند طاق کی ہے کہ بیچ اس کے چراغ ہو وہ چراغ بیچ قندیل شیشے کے

كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ

ہے وہ قندیل شیشہ کا گویا کہ وہ تارا ہے چمکتا روشن کیا جاتا ہے وہ چراغ درخت

مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ

مبارک زیتون کے سے کہ نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف ہے

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ

نزدیک ہے تیل اس کا کہ روشن ہو جاوے اور اگرچہ نہ لگے اس کو آگ روشنی

عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ

اوپر روشنی کے راہ دکھاتا ہے اللہ طرف نور اپنے کی جس کو چاہتا ہے اور

يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾

بیان کرتا ہے اللہ مثالیں واسطے لوگوں کے اور اللہ ساتھ ہر چیز کے جاننے والا ہے

فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا

بیچ گھروں کے کہ حکم کیا اللہ نے یہ کہ بلند کئے جاویں اور یاد کیا جاوے بیچ ان کے

یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی بنا دے'' لیکن اس آیت میں نہ لفظ ''توفیق'' ہے اور نہ ''مقدور'' ہے نہ کوئی اور شرط ہے یعنی اللہ یہ نہیں فرماتا کہ جن لوگوں کے پاس نکاح کے اخراجات پورا کرنے کے لئے روپیہ نہ ہو وہ پارسائی اور صبر سے رہیں یہاں تک کہ اللہ انہیں دولت عطا کرکے غنی کر دے پھر وہ نکاح کرلیں اور ایسی بات اللہ کے شایان شان بھی نہیں جب کہ وہ یہ فرما چکا کہ'' خواہ غیر شادی شدہ عام لوگ اور غلام وکنیزیں وغیرہ فقیر ہی کیوں نہ ہوں جو صالح یعنی نکاح کے لئے موزوں صحت و عمر رکھتا ہے اس کا نکاح لازمی طور پر کر دو۔'' یعنی غربت اور فقیری اسلامی نکاح میں حارج نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ وہاں یہ نہیں فرمایا کہ غریب اور مفلس جب تک اللہ کی طرف سے رئیس و امیر نہ کر دیئے جائیں نکاح ہی نہ کریں۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو''نکاح نہ ملے '' یعنی بیوی یا شوہر نہ ملے یعنی موزوں رشتہ نہ ملے وہ لوگ انتظار و صبر سے پارسا رہیں اللہ ان کو رشتہ دلا کر رشتہ مانگنے سے مستغنی کر دے گا (۳۳ / ۲۴)۔

(۱۱) حیاتِ کائنات اور مظہر ذات خداوندی یعنی وجود محمدؐ اور سرپرستان محمدؐ اور خانوادہ محمدؐ۔

ان آیات (۳۶۔۳۵ / ۲۴) میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت بیان ہوئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان حضرات کا تذکرہ ہوا ہے جنؑ کی سپردگی میں وہ نورؐ دیا گیا تھا۔ جنہوںؑ نے اس نورؐ کو اپنے انوار و اجسام و ابدان میں محفوظ رکھا اور اسے روز افزوں جلا دی اور اس نورؐ کو وہ جسم و بدن فراہم کیا جس سے اسؐ کو ہمارا آنکھوں سے دیکھ سکنا اور قلوب کو نورانی کرنا ممکن ہو گیا۔ اور اس کی نورانیت کو روز افزوں کرتے ہوئے قیامت تک اسؐ کے قرب و تعارف کا انتظام کیا اور نور بالائے نور بناتے چلے جانے کا انتظام و انصرام کیا اور خودؑ کو وہ شجرہ طیبہ ثابت کیا جو جغرافیائی نسبتوں اور حدود کی قید سے ارفع و اعلیٰ ہے اور اسؐ نورؐ کو وہ تمام سامان فراہم کیا جو کسی اور مادی ذریعہ سے حاصل نہ ہو سکتا تھا اور آگ اور آگ

ان ہی گھروں میں اللہ کی تسبیحات صبح سے شام اور شام سے صبح تک جاری رہتی ہیں (۳۷) اور ان گھروں میں وہ مرد ہیں جن کو کاروبار دنیا تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے "ذکرؑ" سے غافل نہیں کر سکتی اور نہ ہی نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ہر وقت ادائیگی سے باز رکھ سکتی ہے ۔وہ اس روز سے ڈرتے اور ڈراتے ہیں جس دن دل و دماغ اور آنکھیں انقلاب سے تلپٹ ہوجائیں گے (۳۸) تاکہ انہیں ڈرتے رہنے کی بنا پر ان کے بہترین اعمال کی جزا ملے اور اللہ انہیں اپنے فضل سے عمل سے زیادہ جزا دے گا۔ اور اللہ تو جس کو چاہتا ہے بے حساب و بے شمار سامانِ حیات دیتا رہتا ہے ۔

اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝۳۶ رِجَالٌ ۙ لَّا

نام اس کا تسبیح کرتے ہیں واسطے اس کے بیچ ان کے صبح کو اور شام کو وہ مرد کہ نہیں

تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ

غافل کرتی ان کو سوداگری اور نہ بیچنا یاد خدا کی سے اور قائم کرنے نماز کے سے اور

اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙۖ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ

دینے زکوٰۃ کے سے ڈرتے ہیں اس دن سے کہ پھر جاویں گے بیچ اس کے دل

وَ الْاَبْصَارُ ۝۳۷ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا

اور آنکھیں تو کہ جزا دیوے ان کو اللہ تعالیٰ بہتر اس چیز کی کہ کی ہے انہوں نے

وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۸

اور زیادہ دیوے ان کو فضل اپنے سے اور اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے شمار

کی مخلوق ابلیس وغیرہ سے قطعاً مخلوط نہ ہونے دیا اور اسؑ پر نازل کردہ تعلیمات خداوندی کو چار دانگِ عالم میں پھیلا دیا۔ اسؑ کے دین کو اپنے اور اپنے اعزاؑ و اقرباؑاور چاہنے والوںؑ کے خون سے روشن وتابناک و رنگین بنا دیا۔ جو اسؑ کے چاروں طرف روز ازل سے قیامت تک اسی طرح محافظ رہے جس طرح فانوس چراغ کا تحفظ کرتا ہے ۔ جو اتنے ہی شفاف فانوس اور رکھوالے تھے جتنا کہ وہ نورؑ خود تھا ورنہ اس نور کی تابناکی اور شعلہ فشانی ماند پڑ جاتی ۔ انہوں نے اس نورؑ کی پرورش و تربیت میں جو سامان فراہم کیا وہ بھی نورانی اور نورؑ پر نورؑ کا اضافہ کرنے والا تھا۔(۳۵ / ۲۴) اس لئے کہ وہ خودؑ نورؑ ہی نورؑ تھے۔ ان میں حقیقی مادے اور ظلمانی سامان کا ایک ذرہ بھی نہ تھا۔جن لوگوں نے اس آیت سے اللہ کو نور سمجھا ہے انہوں نے گویا اللہ کو مخلوق بنا دیا ہے اللہ تو ساری کائنات اور نورؑ و الظلمات کا خالق ہے (انعام۱ / ۶) اس لئے ہم نے اپنے ترجمہ میں اللہ کو نور نہیں بنایا بلکہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نور لکھا ہے اور اللہ نے بھی حضورؐ کو نور ہی فرمایا ہے اور ساری اُمت کا بچہ بچہ تک جانتا اور مانتا ہے کہ حضورؐ اللہ کے نورؑ اور اوّلین مخلوق تھے۔ پوری کائنات کے ہادی راہنما اور رحمت تھے اور جب تک کائنات موجود ہے وہ اس کائنات کے سرپرست رہیں گے ۔ اور یہ ایک چیختی ہوئی حقیقت ہے کہ محمدؐ کے سرپرؑستوں کی سرپرستی کو اللہ نے اپنی سرپرستی اور پناہ فرمایا ہے (الضحیٰ ۸۔۶ / ۹۳) ان کا احترام اور اطاعت مطلقہ حضورؐ پر فرض و واجب کی ہے (بنی اسرائیل ۲۴۔۲۳ / ۱۷) ہر اس شخص پر سرپرؑستان محمدؐ و آل محمدؐ کا احترام و اکرام واجب ہے جو اُمت محمدؐیہ میں شمار چاہتا ہو، جسے شفاعت محمدؐی کی ضرورت ہو ۔ رہ گئے شیاطین تو ان کے لئے نہ شفاعت ہے نہ جنت ہے وہ ملاعین و مردود ہیں ۔ اور بس۔

(۱۱۔الف) آیات (۴۰ تا ۳۷ / ۲۴) میں مثالوں سے بتایا گیا کہ اللہ کے نور محمدؐ کی نورانیت وہابی قسم کے مسلمانوں کی قسمت میں نہیں ہے۔

آیت (۴۰ / ۲۴) بتا رہی ہے کہ مسلمانوں کے ایک گروہ کے لئے اللہ نے اپنے نور کو مقرر ہی نہیں کیا ہے اور انہیں تہہ در تہہ گمراہیوں کے اندھیروں میں رکھا ہے (۳۹ / ۲۴)اور اس کا سبب وہی ہے کہ وہ لوگ اتنی وضاحت و صراحت کے باوجود محمدؐ کو اللہ کا نور نہیں مانتے بلکہ خود اللہ کو نور سمجھتے ہیں اور وہ لوگ ان گھروں کی توہین کرتے ہیں اور ان میں رہنے والوں اور اللہ کے نورؑ یعنی محمدؐ کو محفوظ رکھنے اور انؑ سے قیامت کی حدود تک استفادہ کا انتظام کرنے ، انؑ کو جسم و جان فراہم کرنے والوں کے مقام بلند کو نہ صرف گھٹاتے ہیں بلکہ انہیں کافر بھی کہتے ہیں چنانچہ تاریخ میں ان کے گھروں کو جلانا ، ان کا مال اسباب

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ

اور جو لوگ کہ کافر ہوئے عمل ان کے مانند ریت کے ہیں بیچ میدان کے گمان کرتا ہے

الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ

اس کو پیاسا پانی یہاں تک کہ جب آیا اس کے پاس نہ پایا اس کو کچھ اور پایا اللہ کو

عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾

نزدیک اس کے پس پورا دیا اس کو حساب اس کا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے حساب کا

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ

یا مانند اندھیروں کے ہیں بیچ دریائے عمیق کے ڈھانکتی ہے اس کو موج اوپر اس کے

مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ

اور موج اوپر اس کے بادل اندھیرے ہیں بعض ان کے اوپر بعضوں کے

اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ

جس وقت نکال لیوے ہاتھ اپنا نہیں نزدیک کہ دیکھے اس کو اور جو کوئی کہ نہ کرے

اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع اَلَمْ تَرَ اَنَّ

اللہ واسطے اس کے نور پس نہیں واسطے اس کے کچھ نور کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ

(۳۹) اور جن لوگوں نے حق پر پردہ ڈالا ہے ان کے اعمال تو ریت کے سراب کی طرح بے حقیقت ہوتے ہیں کہ پیاسا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ سامنے پانی لہریں مار رہا ہے اور جب وہاں پہنچتا ہے تو پانی اسے نہیں ملتا بلکہ اللہ کی شان ملتی ہے۔ چنانچہ کفار کو ان کا حساب پورا پورا چکا دیا جائے گا اور اللہ تو بڑی جلدی سے حساب لے سکتا ہے۔ (۴۰) یا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے گہرے سمندر کے اندر اندھیرا ہو جس کے اوپر موج پر موج ٹوٹی پڑتی ہے اور ان کے اوپر بادل الگ چھائے رہتے ہوں یوں تاریکی پر تاریکی کی بھرمار ہو رہی ہو ایسی حالت میں اگر آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو خود کو دکھائی نہ دے سکے چنانچہ اللہ ہی جس کے لئے نور کو وابستہ نہ کرے اس کے لئے کوئی راہنمائی نہیں ہوسکتی۔ (۴۱) اے رسولؐ کیا آپؐ نے خود اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے کہ

لوٹنا، انکے بڈھوں، جوانوں اور بچوں تک کو قتل کرنا مذہب اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں اور جن لوگوں نے محمدؐ و آل محمدؐ اور ان کی قیام گاہوں کا احترام اور اکرام کیا ان کی آستان بوسی کو معمول بنا لیا، ہدایات اور فرمانات خداوندی کو صرف ان ہی سے حاصل کیا وہ اپنے اعمال سے کہیں زیادہ جزا پائیں گے اور ان سے حساب کتاب کی ساری پابندیاں ختم کرکے انہیں بے حد و حساب و بے شمار اجر و ثواب دیا جائیگا (۳۸۔۳۷ / ۲۴) یہ ہے وہ سلوک جو قیامت میں دوستداران محمدؐ و آل محمدؐ کے ساتھ کیا جائے گا وہی حضرات تو ہیں جن کے گناہوں اور جرائم کو ان کی مجبور زندگی کی وجہ سے نیکیوں میں بدل دیا جائے گا (آل عمران ۱۹۷ تا ۱۹۴۔ ۱۹۳ / ۳) (مائدہ ۶۵ / ۵) (فرقان ۷۰ / ۲۵) وغیرہ وغیرہ۔

(۱۱۔ب) آیت (۳۶ / ۲۴) وہ گھر جن کا اس آیت میں احترام واجب ہے مسجدیں نہیں؟؟ بیت الامامت ہے۔

علما نے عموماً یہ سمجھا اور لکھا ہے کہ وہ گھر جن کا احترام اور اکرام واجب ہوا ہے وہ مساجد ہیں لیکن ساری دنیا جانتی ہے کہ نہ ان میں صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اللہ کی تسبیح ہوتی ہے اور نہ معاشرت و معاش کی بنا پر ایسا ممکن ہی ہے وہاں تو نماز اور اذان ہوتی ہے تسبیح چلتے پھرتے ہر جگہ ہوسکتی ہے۔ اُن گھروں میں ملائکہ نازل ہوتے رہتے ہیں وہاں مسلسل تسبیح و اذکار کا ثبوت ان آیات میں موجود ہے جن میں ازواج رسولؐ کو عربوں کے جنسی نظام سے بچنے کی تاکید و ہدایات دی گئی ہیں چنانچہ فرمایا گیا کہ:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ الاحزاب

علامہ کا ترجمہ سنئے: ''یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں'' (۳۴ / ۳۳ تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۹۳۔۹۴) یہ ترجمہ غلط ہے اس لئے کہ رسولؐ کی ازواج کا گھروں سے باہر نکلنا بند رکھا گیا ہے تو اس صورت میں

اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ
اللہ کو تسبیح کرتا ہے واسطے اس کے جو کوئی بیچ آسمانوں کے ہے اور زمین کے ہے
وَ الطَّیۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ
اور جانور پرند پر کھولے ہوئے ہر ایک تحقیق جانتا ہے نماز اس کی اور
تَسۡبِیۡحَهٗ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۴۱﴾ وَ لِلّٰہِ مُلۡکُ
تسبیح اس کی اور اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اور واسطے اللہ کے ہے بادشاہی
السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ وَ اِلَی اللّٰہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمۡ تَرَ
آسمانوں کی اور زمین کی اور طرف اللہ کے ہے پھر جانا کیا نہیں دیکھا تو نے
اَنَّ اللّٰہَ یُزۡجِیۡ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیۡنَهٗ ثُمَّ یَجۡعَلُهٗ
یہ کہ اللہ چلاتا ہے بادلوں کو پھر ملاپ ڈالتا ہے درمیان ان کے پھر کر دیتا ہے ان کو
رُکَامًا فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ ۚ وَ یُنَزِّلُ
تہہ بہ تہہ پس دیکھتا ہے تو مینہ کو نکلتا ہے درمیان ان کے سے اور اتارتا ہے
مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ جِبَالٍ فِیۡهَا مِنۡۢ بَرَدٍ فَیُصِیۡبُ
آسمان کی طرف سے پہاڑوں سے کہ بیچ ان کے ہے سردی اولوں کی پس پہنچاتا ہے
بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَصۡرِفُهٗ عَنۡ مَّنۡ یَّشَآءُ ؕ یَکَادُ سَنَا
اس کو جس کو چاہتا ہے اور پھیر دیتا ہے اس کو جس سے چاہتا ہے نزدیک ہے چمک
بَرۡقِهٖ یَذۡهَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ﴿۴۳﴾ یُقَلِّبُ اللّٰہُ الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ
بجلی اس کی کہ لے جاوے آنکھوں کو پھیرتا ہے اللہ رات کو اور دن کو تحقیق

ساری کائنات میں ہر جاندار و بے جان اور پرند و چرند صفیں باندھ کر بھی اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی نماز کا علم حاصل ہے اور اپنی اپنی تسبیح پر مطلع ہے۔ اور اللہ ان کے تمام افعال و حرکت و سکون کا عالم ہے (۴۲) اور تمام آسمانوں اور زمینوں کی حکومت اللہ ہی کے لئے ہے اور تمام مخلوق کو اسی کے حضور پھر جانا ہے۔ (۴۳) کیا تم نے اپنی آنکھوں سے خود یہ نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو آسانی سے ترتیب دیتا ہے پھر انہیں آپس میں ہم آہنگ کر دیتا ہے پھر انہیں گھٹا ٹوپ اور ٹھوس کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس گھٹا میں سے بارش ٹپکنا شروع ہو جاتی ہے اور یوں اللہ آسمان سے پہاڑوں کی وجہ سے پانی اور ٹھنڈے اولے برساتا ہے چنانچہ اس طرح اللہ جسے چاہتا ہے یہ بارش اور اولے اور سردی پہنچا دیتا ہے ۔ اور جسے نہیں چاہتا ان سے بارش اور اولوں کو ہٹا کر لے جاتا ہے اور گھٹا میں چمکنے والی بجلی سے قوت مشاہدہ کو عاجز کر دیتا ہے۔ (۴۴) اور اللہ ہی رات اور دن کے الٹ پھیر کو برقرار رکھتا ہے لہٰذا بادلوں، بارشوں، اولوں اور ٹھنڈ میں اہل نظر کے لئے

(۳۳ / ۳۳) وہ گھروں میں رہ کر محض یاد کرتے رہنے پر مامور نہیں بلکہ جو کچھ بھی ان گھروں میں تلاوت کرنے والے حضراتؑ تلاوت کرتے ہیں اس کا تذکرہ جاری رکھنے پر مامور ہیں اور تذکرہ کرتے رہنے سے یاد ہو جانا فطری بات ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مذکورہ تلاوت جس کا ذکر و تذکرہ ازواج رسولؐ پر واجب کیا گیا ہے کوئی اور شخصؑ یا اشخاصؑ کرتے ہیں ازواج رسولؐ کو اس تلاوت پر عمل پیرا رہنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا یہی وہ گھر ہیں جہاں تلاوت کرنے والے ہر وقت تلاوت میں مصروف رہتے ہیں ۔ اور جن کا احترام و اکرام واجب ہے اور جن کی اتباع ازواج رسولؐ کو کرنا ہے ۔

(۱۲) آیات (۴۳ ، ۴۱ / ۲۴) میں یہ ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے پوری کائنات کو زیر نظر رکھا ہوا تھا۔

آنحضرتؐ سے یہ دونوں سوالات اسی حالت میں موزوں ہو سکتے ہیں جب کہ انہوں نے ساری کائنات اور کائنات میں گزرنے والے فطری حالات کو بچشم خود دیکھا ہو اور دیکھتے رہتے ہوں ۔ ورنہ انہیں ساری کائنات پر نہ گواہ بنایا جا سکتا ہے (۴۱ / ۴ ، ۸۹ / ۱۶ نساء و نحل) اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کیا تم نے یہ اور وہ نہیں دیکھا ہے ؟ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے

عبرت و علم و سبق موجود ہے ۔ (۴۵) اور اللہ ہی نے تمام جانداروں کو پانی سے پیدا کیا ہے ان میں سے ایسے بھی ہیں جو کہ پیٹ کے بل رینگ کر چلتے ہیں اور ان میں سے بعض جاندار دونوں پیروں سے چلتے ہیں اور ان میں وہ بھی ہیں جو چاروں ہاتھوں اور پیروں سے چلتے ہیں ۔ چنانچہ اللہ جیسا چاہتا ہے ویسا جاندارو بے جان پیدا کرتا ہے یقیناً اللہ ہرچیز پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے (۴۶) یقیناً ہم نے بہت ہی واضح آیات نازل کر دی ہیں اور اللہ حقیقی صراط مستقیم کی جسے چاہے ہدایت کردیتا ہے ۔ (۴۷) یوں تو تمام مومنین یہ کہتے رہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسولؑ پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ کہ ہم ان کی اطاعت بھی کرتے ہیں مگر اس اقرار و اعلان کے باوجود مومنین کا ایک فرقہ اپنے اقتدار و حکومت قائم کرنے میں مبتلا رہتا ہے اورحقیقتاً یہ اللہ و رسولؑ پر نہ ایمان رکھتے ہیں نہ ان کی حقیقی اطاعت ہی کرتے ہیں (۴۸) اور جب تمام مومنین کو ان کے درمیان حکومت الٰہیہ قائم کرنے کی دعوت دی جاتی ہے

فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۴۴ وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ

بیچ اس کے البتہ سمجھنے کی جگہ ہے واسطے سوجھ والوں کے اور اللہ نے پیدا کیا ہر

دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ

جانور کو پانی سے پس بعض ان میں سے وہ ہے جو کہ چلتا ہے اوپر پیٹ اپنے کے

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ

اور بعض ان میں سے وہ ہے جو کہ چلتا ہے اور دونوں پاؤں اپنے کے اور

مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ

بعض ان میں سے وہ کہ چلتا ہے اوپر چار پاؤں کے پیدا کرتا ہے اللہ جو کچھ چاہے تحقیق

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۵ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَ اللّٰهُ

اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے البتہ تحقیق اتاری ہیں ہم نے نشانیاں ظاہر اور اللہ تعالیٰ

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۶ وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا

راہ دکھاتا ہے جس کو چاہے طرف راہ سیدھی کے اور کہتے ہیں ایمان لائے ہم

بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ

ساتھ اللہ کے اور ساتھ رسولؑ کے اور فرمانبرداری کی ہم نے پھر پھر جاتا ہے ایک فرقہ

مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَ مَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷ وَ اِذَا دُعُوْٓا

ان میں سے پیچھے اس کے اور نہیں یہ لوگ ایمان والے اور جس وقت بلائے جاتے ہیں

کہ تم نے ضرور دیکھا ہے لہٰذا ایسے تمام مقامات پر اللہ نے چاہا ہے کہ حضورؐ زیر تلاوت آیت یا آیات کی تعلیم کو انسانوں تک پہنچائیں تاکہ وہ قوانین قدرت سے استفادہ کرتے رہیں ۔ چنانچہ وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جو قریشی منصوبے سے الگ رہے اور مذکورہ گھروں اور گھر والوںؑ (اہلبیتؑ) سے وابستہ رہے ۔ قرآن میں مذکورہ آیات کی تشریح و تفصیل سیکھتے اور آگے بڑھاتے رہے اور یوں ساری دنیا میں وہ قوانین پھیلتے چلے آئے ۔

(۱۳) آیات (۴۷ تا ۵۰ / ۲۴) میں مومنین کا ایک فرقہ رسولؑ کے خلاف اپنی قومی حکومت بنانے میں مصروف ہے ۔

قارئین نے یہاں تک مسلسل نوٹ کیا ہے کہ اللہ بتدریج مناسب وقفوں اور مرحلوں کے ساتھ رسولؑ کی نام نہاد قوم قریش اور قریشی لیڈروں کے منصوبوں ،ڈپلومیسی اور اقدامات کو بیان کرتا رہا ہے اور انداز بیاں ایسا رکھا ہے کہ وہ لیڈر گھبرا نہ جائیں بلکہ انہیں آیات و الفاظ کی تاویل و تبدیلی کے ذریعہ خود کو بچالے جانے کا موقع بھی ملتا رہے چنانچہ یہاں بھی ان حضرات کا تذکرہ فرمایا ہے اور بجائے رسولؑ کی قوم کہنے کے " وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا "(وہ کہتے ہیں کہ ہم ایماندار ہیں) کا پردہ ڈال کر ان لیڈروں کو تمام مومنین کی بھیڑ میں چھپ جانے کا موقع دیا ہے یعنی گویا تمام مومنین کی بات ہو رہی ہے ۔ پھر فرمایا کہ: "دعویٰ ایمان کرنے والے مومنین میں سے ایک فرقہ ایمان واطاعت کے دعویٰ کے باوجود حاکم بن جانا چاہتا ہے" یعنی رسولؑ کی مطلق العنان حکومت کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اور بتایا کہ یہ فرقہ اللہ و رسولؑ پر حقیقی ایمان نہیں لایا ہے (۴۷ / ۲۴) یعنی

إِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ
طرف اللہ کی اور رسولؐ اس کے کی تا کہ حکم کرے درمیان ان کے ناگہاں ایک فرقہ
مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا
ان میں سے منہ پھیرنے والا ہے اور اگر ہو واسطے ان کے حق آتے ہیں
اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ
طرف اس کی مطیع ہو کر کیا بیچ دلوں ان کے کے بیماری ہے یا شک کرتے ہیں یا
يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ
ڈرتے ہیں یہ کہ کجراہی کرے اللہ اوپر ان کے اور رسولؐ اس کا بلکہ یہ لوگ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا
وہی ہیں ظالم سوائے اس کے نہیں کہ ہے بات مسلمانوں کی جس وقت
دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ
بلائے جاتے ہیں طرف اللہ کی اور رسولؐ اس کے کی تو کہ حکم کرے درمیان ان کے
اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾
یہ کہ کہیں سنا ہم نے اور فرمانبرداری کی ہم نے اور یہ لوگ وہی ہیں فلاح پانے والے
وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ
اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسولؐ اس کے کی اور ڈرے اللہ سے
وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اَقْسَمُوْا
اور پرہیزگاری کرے پس یہ لوگ وہی ہیں مراد پانے والے اور قسم کھائی انہوں نے
بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ
ساتھ اللہ کے سخت قسمیں اپنی البتہ اگر حکم کرے گا تو ان کو نکل جاویں گے

تو مومنین میں کا وہی فرقہ خلاف امید سرتابی کرتا رہتا ہے (۴۹) اور اگر کسی صورت میں ان کا کوئی حق یا فائدہ ہوتا ہے تو وہ بڑے اطاعت شعار و فرمانبردار بنے ہوئے رسولؐ کے پاس حاضر ہوجاتے ہیں (۵۰) کیا مومنین کے اس فرقے کے دلوں میں کوئی مرض ہے؟ یا وہ کسی الجھن اور شش و پنج میں مبتلا ہیں؟ یا اس مومن فرقے کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی طرف سے یہ خوف ہے کہ وہ دونوں مل کر (حاکم بنانے میں) جانبداری کریں گے؟ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ فرقہ اللہ کے خالص احکام کو اپنی پالیسی پر فٹ کرنے کا قائل ہے (مائدہ ۴۵ / ۵)۔ (۵۱) مومنین کی بات تو اس کے سوا کچھ اور ہونا ہی نہ چاہیئے کہ جب اللہ اور اللہ کا رسولؐ انہیں اس لئے بلائے کہ ان پر حکومت کریں تو وہ صرف یہ کہیں کہ ہم نے حکم سن لیا اور حکم پر کاربند ہوگئے اور وہی مومن فلاح پانے والے لوگ ہیں (۵۲) اور جو کوئی اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور نرم روی اور اللہ کے لئے پرہیزگاری کرے پس وہی مومنین مراد مند ہوں گے ۔ (۵۳) اور انہوں نے قسمیں بھی کھائیں اور اپنے دھنے ہاتھوں سے وفاداری کے معاہدے بھی کئے ہیں کہ اے رسولؐ جب تم انہیں میدان جنگ میں نکلنے کا حکم دو گے تو وہ یقیناً نکل کھڑے ہوں گے

وہ ایسا ایمان لایا ہے جس میں رسولؐ کی حیات میں بھی اور بعد وفات بھی مطلق العنان آمریت کی جگہ قومی حکومت بننا چاہئے ۔یہ وہی لوگ تھے یہ وہی فرقہ تھا۔جو بقول جناب خلیفہ ثانی خانوادہ نبوت میں نبوت کے بعد حکومت نہیں رہنے دینا چاہتا تھا (الفاروق علامہ شبلی حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) یہ وہی لوگ ثابت ہوئے جنہیں خلیفہ دوم نے عبداللہ ابن عباس کی قوم کہا ہے پھر ان کا رسولؐ کی نام نہاد قوم کے لیڈر ہونا اس حقیقت سے بھی ثابت ہے کہ حکومت سازی کی پالیسی اسی قوم کے ایک عظیم لیڈر نے چلا رکھی تھی اور وہ اس قومی حکومت کے فوائد اس شاندار انداز میں بیان کرتا تھا کہ خود رسولؐ اللہ محو حیرت ہو کر رہ جاتے تھے (بقرہ ۲۰۴ / ۲) اور اس قوم یا حکومت ساز مومن فرقہ کا مومن ہونا بھی اسی آیت میں ثابت ہے اور وہ اس طرح کہ وہ عظیم لیڈر اپنے بیانات اور پالیسی پر اللہ کو گواہ کر کے قلبی حال سنایا کرتا تھا (۲۰۴ / ۲ بقرہ) اور اللہ نے

قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ کہہ مت قسم کھاؤ مطلب ہمارا فرمانبرداری ہے معقول تحقیق اللہ خبردار ہے بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم کہہ فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا رسولؐ کی پس اگر پھر جاؤ پس سوائے اس کے نہیں کہ اوپر ذمے اس کے کے ہے جو کچھ	ان کو بتاؤ کہ قسموں اور معاہدوں کی ضرورت نہیں تم تو وہ اطاعت اختیار کرلو جو ساری دنیا کو معلوم ہے یقیناً اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم کرتے رہتے ہو ۔ (۵۴) اے رسولؐ ان سے کہو کہ اے مومنین تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو چنانچہ اگر اب بھی تم نے ولایت و حکومت سازی کی تو پھر خوب سمجھ لو کہ رسولؐ اپنے سپرد کردہ فرائض کا

اگلی آیت (۲۰۵ / ۲) میں اس عظیم لیڈر کی حکومت قائم ہو جانے اور اس کے دنیا کو میدان جنگ اور فتنہ و فساد اور قتل و غارت کا اکھاڑہ بنا دینے کی پیشنگوئی فرما دی ہے (بقرہ ۲۰۵ / ۲) اور اس آیت میں یہ الفاظ ہیں کہ :

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ﴿۲۰۵﴾ البقرۃ

ترجمہ رفیع الدین: " اور جب حاکم ہوتا ہے کوشش کرتا ہے بیچ زمین کے تاکہ فساد کرے بیچ اس کے اور ہلاک کرے کھیتی کو اور جانوروں کو " (نسل کے معنی غلط کئے ہیں۔احسنؔ)

مودودی ترجمہ: " اور جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۵۹)

(۱۳ ـ الف) اس مومن فرقہ کا قومی حکومت کی تگ و دو میں رہنا ایک لفظ کے مصدری معنی سے واضح ہے۔

مندرجہ بالا آیت (۲۰۵ / ۲) کے دونوں ترجموں سے ثابت ہے کہ قریش کا ایک لیڈر عہد رسولؐ میں اور نزول قرآن کے دوران ایک جابر و ظالم اسلامی حکومت خود بنانا چاہتا تھا اور اس کے نزدیک اسلامی تعلیم کا خدائی مقصد ویسی ہی قومی حکومت قائم کرنا تھا (۲۰۴ / ۲) بہر حال اس آیت (۲۰۵ / ۲) میں لفظ تَوَلّٰی آیا ہے اور یہ "واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے" اور زیر بحث آیت (۴۷ / ۲۴) میں لفظ یتولّٰی آیا ہے اور یہ "واحد مذکر غائب مضارع کا صیغہ ہے" چنانچہ دونوں کے معنی میں صرف وہ فرق ہونا چاہیے جو ماضی اور مضارع میں ہوا کرتا ہے ۔لہٰذا اگر ماضی تَوَلّٰی کے معنی :

رفیع الدین کے نزدیک "حاکم ہوتا ہے" ہیں تو مضارع یتولّٰی کے معنی "حاکم ہو گا" اور :

مودودی کے نزدیک اگر "اقتدار حاصل ہوجاتا ہے" ہیں تو مضارع کے معنی اقتدار حاصل ہو جائے گا" کرنا پڑیں گے نہ کہ:۔

(۱) "پھر جاتا ہے" رفیع الدین ۔(۲) "منہ موڑ جاتا ہے" مودودی ۔ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۱۴)

قارئین دیکھیں کہ مترجم حضرات کس طرح قرآن کی حقیقت کو پردے ڈال ڈال کر چھپاتے رہے ہیں لہٰذا آیت زیر بحث (۴۷ / ۲۴) میں اللہ نے وہی کچھ فرمایا اور وہی لفظ رکھا ہے جو ہم نے اپنے ترجمے میں اختیار کیا ہے یعنی وہ مومن فرقہ اپنی قومی حکومت بنانے میں مصروف تھا (۴۷ / ۲۴) اور یہ کہ وہ خلافت الٰہیہ کی دعوت پر سرتابی کرتا رہتا تھا اور تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے خانوادہ رسولؐ کو درمیان سے ہٹا کر اپنی پسند اور پالیسی کے مطابق اپنی قومی حکومت قائم کی تھی جو کسی نہ کسی صورت میں آج تک چلی آ رہی ہے ۔ اور وہ ہر ایسے حکم کو بڑی خوشی و اطاعت سے مانتے تھے جس میں ان کا یا ان کی قوم کا فائدہ جھلکتا تھا (۴۹ / ۲۴) لیکن وہ قومی حکومت کے علاوہ کسی اور کی حکومت پسند نہ کرتے تھے :

(۱۳۔ب) اس مومن فرقہ کو اللہ اور رسولؐ پر ایمان کے باوجود یہ شک تھا کہ یہ دونوں ہمارا حاکم بنانے میں جانبدار ہیں۔

اس لئے اللہ نے ان سے تین سوال کئے کہ اوّل یہ کہ کیا تمہارے دلوں میں وہ بیماری اب بھی موجود ہے جو قرآن کو لفظ بلفظ تسلیم کرنے سے روکتی ہے ۔(۵۰ / ۲۴) اور جس کا ذکر بار بار کیا جاتا رہاہے (آل عمران ۷ / ۳ ،مدثر ۳۱ / ۷۴) (محمدؐ ۲۰،۲۹ / ۴۷) (احزاب ۶۰ ،۱۲/ ۳۳)(توبہ ۱۲۵ / ۹)(انفال ۴۹ / ۸)(مائدہ ۵۲ / ۵) اور یہ ذکر منافقوں کا نہیں

حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ

اٹھوایا گیا اور اوپر تمہارے ہے جو کچھ اٹھوائے گئے تم اور اگر فرمانبرداری کرو تم

تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ

اس کی راہ پاؤ اور نہیں اوپر پیغمبرؐ کے مگر پہنچا دینا ظاہر وعدہ کیا اللہ نے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ان لوگوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور کام کئے اچھے

ذمہ دار ہے اور تم اپنے اوپر واجب چیزوں کے ذمہ دار ہو اور اگر تم نے صرف رسوؐل ہی کی اطاعت کرلی تو خود بخود ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے اور رسوؐل کی ذمہ داری اس کے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں کہ وہ تمہیں خوب اچھی طرح مقاصد خداوندی سنا اور سمجھا دے ۔ (۵۵) اے تمام مومنین سنو کہ تم میں سے کچھ صالح مومنین سے اللہ نے یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ

بلکہ مومنوں کا ہے یہ بیماری یا مرض مومنین میں یہود و نصاریٰ اور منکروں اور منافقوں ہی نے پیدا کیا تھا۔ اس لئے دریافت کیا جارہا ہے کہ تم جو حکومت الٰہیہ اور خلیفہ خداوندی کی اطاعت سے گریز کر رہے ہو کیا اس کا یہ سبب ہے کہ تم ابھی تک قومی حکومت کی بیماری میں مبتلا ہو؟ یا (دوسرا سوال) یہ کہ تمہیں دین کی صداقت قبول کرنے میں کوئی الجھن درپیش ہے اور یا (تیسرا سوال) یہ کہ تم اللہ اور رسوؐل کو ایسی ہستیاں سمجھتے ہو کہ آئندہ سربراہ اسلام اور خلیفہ خداوندی تجویز کرنے میں وہ دونوں کسی غیر مستحق کو خلیفہ یا حکمران بنا کر تمہارا حق مار لیں گے ۔

قارئین ان تینوں سوالات سے اور آیات(۵۰ تا ۴۷ / ۲۴)کے الفاظ اور ترجمے سے یہ یقین حاصل کر سکتے ہیں کہ بات خلافت الٰہیہ اور قومی خلافت و حکومت کی ہو رہی ہے اللہ ، اس کا رسوؐل اور قرآن ایک طرف ہیں اور وہ خلافت الٰہیہ کا قیام چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مومنین خلافت الٰہیہ کو خوشی خوشی اور دل کی گہرائی اور رضامندی سے اختیار کریں اس لئے کہ اسلامی قوانین میں کوئی کام جبر و قوت سے کرانا جائز نہیں ہے اور اسی بنیادی اصول کے ماتحت انسانوں کو مطلقاً آزاد رکھا ہے ادھر رسوؐل کی قوم کا وہ مسلمان فرقہ ہے جو حکومت الٰہیہ کو مطلق العنان حکومت ہونے کی بنا پر اس لئے پسند نہیں کرتا کہ ایسی الٰہی آمریت میں ان کی ذاتی اور قومی آواز نہ ہو گی انہیں رسوؐل کی اور رسوؐل کے بعد والے خلیفہ کی لفظ بلفظ اور مطلق اطاعت کرنا لازم ہو گی اور چونکہ وہ رسوؐل سمیت کسی بھی انسان کو خطا اور غلطی سے پاک و مبرہ نہیں سمجھتے اور مسلمان علما کی کثرت آج تک رسوؐل اللہ کو بھی سو فیصد معصومؑ نہیں مانتی بلکہ قرآن سے ان کی غلطیاں گنواتی ہے لہٰذا انہیں مندرجہ بالا آیت (۵۰ / ۲۴) کے مطابق یہ یقین تھا کہ مذکورہ مطلق العنان حکومت، جو ختم نبوت کی بنا پر قیامت تک رہنا ہے اپنی غلط کاریوں کی اطاعت بھی کراتی رہے گی ۔ جو مسلمانوں کے ساتھ ظلم عظیم ہو گا۔ (۵۰ / ۲۴) اور اسی بنا پر یہ مومن فرقہ رسوؐل کے احکام کو غلط سمجھتا اور تعمیل سے انکار کرتا رہتا تھا (سورۂ انفال ۸ تا ۵ / ۸) اور اپنے عظیم لیڈر (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) اور فرقان ۳۰ تا ۲۷ / ۲۵) کی پیروی میں رسوؐل سے بحث و مجادلہ کرنے کا عادی تھا (۸ تا ۵ / ۸) اور انہی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ مومنین اللہ کے احکام کو من و عن نافذ کرنے کو غلط جانتے تھے وہ چاہتے تھے کہ آیات پر ان کے علما اور مجتہدین غورو خوض کریں اور ان سے ایسا حکم اخذ کریں جو قومی پالیسی کے عین مطابق ہو (مائدہ ۴۷ ، ۴۵ ، ۴۴ / ۵) اور ان تینوں آیات میں اسی فرقے کے لیڈروں کو اس اجتہاد کی بنا پر کافر ، ظالم اور فاسق فرمایا ہے (۴۷ ، ۴۵، ۴۴ / ۵) اور وہی فرقہ یہاں (سورۂ نور ۵۰ تا ۴۷ / ۲۴) اور (۵۵ / ۲۴)میں ظالم و فاسق قرار پاتا ہے اور ان کی حق پوشی کی بنا پر یہیں (۵۰ / ۲۴) انہیں کافر بھی قرار دیا گیا ہے تو یہ بات پکی ہو گئی کہ وہ فرقہ حکومت الٰہیہ کو رسوؐل سے آگے نہ بڑھنے دینا چاہتا تھا اور بقول خلیفہ دوم و شبلی نعمانی قریش نے اجماع کر لیا تھا کہ رسوؐل کے بعد حکومت اور خلیفہ خانوادہ رسوؐل سے نہ بنایا جائیگا ۔ (الفاروق صفحہ ۱۰۳ حصہ اوّل) اور ایسا ہی انہوں نے کر دکھایا۔ اور ایسا کرنے کی پیشنگوئی (۲۰۵ / ۲ ، یونس ۱۵ تا ۱۳ / ۱۰) اللہ نے خود کر دی تھی اور انہیں اپنی قومی حکومت بنانے اور آیت (۲۰۵ / ۲) کے مطابق تمام ظلم و ستم و قتل وغارت اور لوٹ مار کرنے کا موقع اسی طرح فراہم کیا تھا جیسا کہ ابلیس کو عمر طویل دے کر تمام وسائل و قدرت فراہم کئے تھے (ہزاروں حوالے)۔

انہیں اس دنیا میں خلیفہ بنائے گا اور ان کے اسی دین کو (جو تمہیں ناپسند) اور اللہ کی نظر میں مرتضیٰ دین ہے غلبہ عطا کردے گا۔ اور انہیں اسی خدائی طریقے اور شرائط کے ساتھ خلیفہ بنائے گا جیسا کہ تم سے پہلے حقیقی مومنین کو خلیفہ بناتا رہا ہے اور ان کے خوف و ہراس اور ناتوانی کو امن و امان سے بدل دے گا اور وہ حقیقی معنی میں میری عبادت کریں گے ۔ (مطلب یہ کہ

لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِي الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ

البتہ خلیفہ کرے گا ان کو بیچ زمین کے جیسا کہ خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ

قَبۡلِهِمۡ ۖ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِي ارۡتَضٰى

پہلے تھے ان سے اور البتہ ثابت کردے گا واسطے ان کے دین ان کا جو پسند کردیا ہے

لَهُمۡ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ

واسطے ان کے اور البتہ بدل دے گا ان کو پیچھے ڈر ان کے سے امن

(۱۳ ۔ ج) خلافت الٰہیہ کے قیام کا وعدہ اور اسی سلسلے میں خلیفۂ برحق کے لئے بلاغ المبین۔ یہاں یہ بھی غور طلب ہے کہ خلافت الٰہیہ کے قیام اور خلیفہ کے تقرر کے سلسلے میں مندرجہ بالا آیات (۵۰ تا ۴۷ / ۲۴) کے بعد بات اور وضاحت ختم نہیں کر دی گئی بلکہ اس مومن فرقے سمیت تمام مومنین کو یہ بتایا گیا کہ حقیقی مومن وہی ہے جو ہر اس دعوت پر یقین اور بلاچوں و چرا عمل کرے جس میں اسے حاکمانہ طور پر مدعو کیا گیا ہو یعنی مطلق بہ آمریت پر دل و جان سے ایمان و عمل رکھتا ہو (۵۱ / ۲۴) اور ایسے مومنین کی فلاح اور کامیابی کا ذمہ لیا گیا (۵۲۔۵۱ / ۲۴) پھر منہ دیکھے کی قسمیں کھانے اور جھوٹی دھوم مچانے سے منع کیا گیا بلکہ حقیقی اور معلوم و معروف خاموش اطاعت کا حکم دیا گیا ہے (۵۳ / ۲۴) پھر تاکید پر تاکید کی گئی کہ اللہ و رسوؐل کی قائم کردہ آمریت کی اطاعت لازم ہے اس کی خلاف ورزی کرو گے اور اس کے خلاف قومی ولایت (تَوَلَّوۡا) بناؤ گے تو ہمارے رسوؐل کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس کی ذمہ داری تو یہ ہے کہ وہ ٹھونک بجا کر ، آنے والے خلیفۂ خداوندی کے جوہر دکھا کر بار بار اس کی حقانیت و حکومت و قابلیت کا اعلان کرتا چلا جائے اور بس۔ چنانچہ اپنی قومی ولایت وحکومت بنانے اور حقیقی خلیفہ کو کثرت رائے سے محروم کرنے اور اس کے تمام طرفداروں اور حقیقی مومنین کو مغلوب کرنے کی ذمہ داری تم پر عائد ہوگی بہرحال تم اگر اب بھی رسوؐل کی اطاعت کر لوگے تو ہدایت پا جاؤ گے یعنی تمہاری اب تک کی مذموم کوششوں سے ہم درگزر کر لیں گے ورنہ رسولؐ نے تو البلاغ مبین تک کام کرنا ہے یعنی يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ ﴿٦٧﴾ (مائدہ ۶۷ / ۵) کے حکم تک تبلیغ خلافت علویہؑ کرتے رہنا ہے اور ہم رسوؐل کے تحفظ کا انتظام کر کے تبلیغ کا یہ آخری موقع فراہم کریں گے (۵۴ / ۲۴) اس کے بعد والی آیت میں جو کچھ کہا گیا اس کا لب لباب یہ ہے کہ :۔

(۱۳ ۔ د) خلافت الٰہیہ اور معصوؐم حکومت (۴۷ تا ۵۵ / ۲۴) کے قائم کرنے والی آیت کی تشریح اور نچوڑ۔

اس آیہ مبارکہ تک وہ پوری بحث اور وضاحت اللہ نے مکمل کر دی ہے جو مومنین میں کے ایک فرقہ کی مخالفت اور قومی حکومت و حکومت الٰہیہ سے متعلق ضروری تھی ۔ اب وہ وعدہ سامنے لایا گیا ہے جسے ہمارے مخالف علما نے اپنی قومی حکومت کی دلیل بنانے کی سرتوڑ کوشش کی ہے اور اس آیت کو فٹ کرنے کے لئے ہزارہا صفحات کالے کئے ہیں اور بدقسمتی سے شیعہ لیبل کے مجتہدین نے بحثیں اور بکواس تو کافی کی ہے لیکن وہ کسی حتمی نتیجہ پر نہیں پہنچے اس لیے کہ ان کے مشن میں خود اجتہاد حارج ہے اور وہ ہمارے مخالف علما کے بھائی ہی ہیں۔ لہٰذا ان کی جوابی بحثیں صرف (چھیڑ خوبان سے چلی جائے ۔اسدؔ) کمانے کھانے اور عوام کو لڑانے تک محدود ہوتی ہیں۔ بہرحال آپ زیر بحث نو عدد آیات (۵۵ تا ۴۷ / ۲۴) کو بیک وقت نظروں میں رکھیں اور سنیں کہ :

سورۂ نور کا نزول کب ہوا تھا؟ اور مسلمانوں کی حالت اس وقت کیسی تھی؟

زیر نظر سورۂ کا نزول قومی ریکارڈ کی رو سے اس وقت ہوا جب کہ مسلمانوں کو مدینہ میں آئے ہوئے چھ سال گزر چکے ہیں اور وہ قریشی علما اور سرداروں کی کمر توڑ چکے ہیں ملکی مخالفت گھٹنے ٹیک چکی ہے اسی سال حضوؐر نے تمام بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی تھی اور اسلام اپنے پورے عروج پر تھا جب یہ سورۂ نازل ہوئی یعنی

يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡـــًٔا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ
عبادت کریں گے میری نہیں شریک لاویں گے ساتھ میرے کچھ اور جو کوئی کفر کرے
بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا
پیچھے اس کے پس یہ لوگ وہی ہیں فاسق اور قائم رکھو نماز کو اور دو
الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۵۶﴾
زکوٰۃ اور فرمانبرداری کرو رسولؐ کی تاکہ تم رحم کئے جاؤ

تم نہیں کرتے نہ کرو گے) اور وہ میرے نظام حکومت و خلافت الٰہیہ میں کسی چیز کو برابر کا شریک نہ کریں گے (یعنی تم قوم کے لیڈروں کو شریک کرتے ہو) اور جو کوئی ان کی اس پوزیشن کے بیان کو چھپائے گا وہی لوگ ہوں گے جو اللہ کا خالص حکم نہیں مانتے (مائدہ ۴۷ / ۵) (۵۶) لہٰذا اے تمام مخاطب مومنین تم تو نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور صرف رسولؐ کی اطاعت (جیسا کہ ۵۳ / ۲۴ میں ہے) کرتے رہو شاید تم پر رحم کیا جاسکے ۔

مسلمانوں کو کسی قسم کا ظاہری خطرہ و خوف اور تنگ حالی درپیش نہ تھے اب سوچئے کہ اللہ نے یہ وعدہ کس سے کیا ؟ اور کب کیا تھا اور کیوں کیا تھا ؟ کہ:

۱۔ہم تم میں سے صالح مومنین کو ساری دنیا پر خلیفہ بنائیں گے اور

۲۔خلیفہ فی الارض اسی طرح بنائیں گے جیسا کہ تم سے پہلے صالح مومنین کو بناتے رہے ہیں ۔اور

۳۔ہم ضرور اُن کے دین کو اُن کے لئے غلبہ عطا کریں گے ۔یعنی

۴۔اُن صالح مومنین کا وہ دین نہیں ہے جو ۶ھ میں تمام مخاطب کثرت کے مسلمانوں کا دین ہے ورنہ کہا جاتا کہ :

۵۔ہم تمہارے دین کو تمہاری خلافت و خلیفہ کے ذریعہ غلبہ عطا کریں گے لہٰذا :

۶۔جو لوگ بھی ۶ھ میں اس آیت کے مخاطب ہیں وہ یقیناً اس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کا تذکرہ آیت (۵۰ تا ۴۷ / ۲۴) میں ہوا اور جن کا اس سے بھی پہلے آیات (انفال ۸ تا ۵ / ۸) میں ہو چکا تھا ۔اور جن کے لئے فرمایا گیا کہ یہ حقیقی مومن نہیں (۴۷ / ۲۴) اور یہ کہ وہ ظالم ہیں (۵۰ / ۲۴) اور یہ کہ وہ لوگ فاسق ہیں (۵۵ / ۲۴) یعنی وہ فرقہ احکامات خداوندی کو عموماً اور خلیفہ کے تقرر والے احکام کو خصوصاً من وعن بلا اجتہاد کئے نہیں مانتا بلکہ اپنی طرف سے تاویل کرتا اور قومی حکومت بنانے پر محمول کرتا ہے (۴۷، ۴۵، ۴۴ / ۵) اور اس لئے بھی فاسق و ظالم ہیں کہ حقیقی مومنین کی طرح بے چوں و چرا رسولؐ کی اطاعت نہیں کرتا (۵۱ / ۲۴) اور یہ کہ:

۷۔اللہ جن کو ساری دنیا کا خلیفہ بنائے گا ان ہی کا دین وہ ہے جسے خدا نے مرتضٰی دین قرار دیا ہے ۔یعنی اللہ تمام دعویٰ ایمان کرنے والوں کو مومن تو کہتا ہے مگر اُسے اُن کا دین پسند نہیں ہے ۔پھر یہ کیوں کہا کہ:

۸۔ہم ان کی خوفزدگی اور امن و چین سے نہ رہنے کی صورت کو بدل کر انہیں امن و چین عطا کریں گے (۵۵ / ۲۴) یہاں سوال یہ ہے کہ:

۹۔جب ۶ھ میں مسلمان خوفزدگی اور بے امنی و ظلم ستم کا نشانہ بنے ہوئے نہیں ہیں تو یہ کون لوگ ہیں جو برابر مسلسل خلیفہ فی الارض بننے تک خوف وہراس اور بدامنی میں مبتلا رہیں گے ؟ اس کا جواب بھی قرآن میں ریکارڈ کیا گیا ہے اور آپ نے تفصیل سے ملاحظہ کیا ہے۔ چنانچہ دوبارہ سورۂ مومنون کی آیات (۱۱۱ تا ۱۰۱ / ۲۳) پڑھیں اور دیکھیں کہ وہاں ایک حقیقی مومن فرقہ کا ذکر ہوا ہے (۱۰۹ / ۲۳) جس پر مسلمانوں کی کثرت نے قابو پائے رکھا اور ان کے دین کا مذاق اڑاتے رہے۔ (۱۱۱۔۱۱۰ / ۲۳) اور سورۂ مومنون کی تشریح (نمبر ۱۲) پوری تفصیل دیتی ہے یہ ہیں وہ حقیقی مومنین جو جنتی ہیں (۱۱۱ / ۲۳) اور جن کا دین دینِ مرتضٰی تھا۔ اور جنہیں آج بھی استحصال و محرومی کا نشانہ بنایا ہوا ہے لہٰذا جس خلافت الٰہیہ اور خلیفہ خداوندی کی بات ہوئی ہے (۵۵ / ۲۴) وہ ابھی اور آگے چل کر وقوع میں آنا ہیں یہ اس خلافت اور خلفاء کی بات نہیں جو اللہ و رسولؐ کے احکام کے خلاف خود قوم نے قائم کی تھی۔ اس قومی حکومت کے لئے تو اللہ نے یہ کہا ہے کہ :۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ج

مت گمان کر ان لوگوں کو کہ کافر ہوئے عاجز کرنے والے بیچ زمین کے

وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ط وَ لَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

ع ۱۴

اور جگہ رہنے ان کے کی آگ ہے اور البتہ بری ہے جگہ پھر جانے کی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو چاہئے کہ اذن مانگیں تم سے وہ لوگ کہ

(۵۷) اور اے رسولؑ تم ان حق پوشوں کو ایسا نہ سمجھو کہ وہ دنیا میں ہمیں عاجز و لاچار کر دیں گے ان کی پناہ گاہ تو آگ میں ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے واپسی کی ۔ (۵۸) اے دعویداران ایمان یہ ضروری ہے کہ جن لوگوں سے تمہارا دو دستی دہنے ہاتھوں کا معاہدہ ہے اور جو تمہارے گھروں میں بے تکلف رہتے ہیں اور جو لوگ کہ ابھی بچے ہیں اور حد بلوغ تک نہیں پہنچے ہیں وہ سب تم سے

مودودی کی زبانی سنئے ۔

"اب اے اہل عرب تمہاری باری آئی ہے تمہیں ان کی (یعنی تباہ شدہ مجرم اقوام کی۔احسنؔ) جگہ کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ تم اس امتحان گاہ میں کھڑے ہو جس سے تمہارے پیش رو ناکام ہو کر نکالے جا چکے ہیں۔ اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہارا انجام بھی وہی ہو جو اُن (مجرم اقوام۔احسنؔ) کا ہوا تو اس موقع سے "جو تمہیں دیا جارہاہے، صحیح" فائدہ اٹھاؤ پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لو اور ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو ان کی تباہی کی موجب ہوئیں" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۷۱ تشریح یونس ۱۴ / ۱۰)

مطلب واضح ہے کہ اس قومی خلافت کو بطور آزمائش اور اتمام حجت قائم ہونے کا موقع دیا گیا تھا اور یہ موقع اس بات سے مشروط تھا کہ وہ سابقہ مجرم اقوام کی طرح مظالم نہ کریں۔ ورنہ قومی حکومت کو تباہ کر دیا جائے گا چنانچہ وہ چھ سو سال بعد تباہ کر دی گئی تھی اور آج کاسۂ گدائی لئے بھیک مانگ رہی ہے ساری دنیا اس سے متنفر ہے آپس میں ایک دوسرے کی بھی دشمن ہے۔ لیکن جس مرتضٰی دین کے مومنوں کی خلافت کا تذکرہ اللہ نے فرمایا ہے (۵۵ / ۲۴) ان کے متعلق کسی آزمائش کا تذکرہ کرنا فضول تھا کیوں کہ ان کا دین تو پہلے ہی یہ ہے کہ اللہ و رسولؑ کی آمرانہ اور مطلق العنان حکومت کی بے چوں و چرا اطاعت کی جائے (۵۱ / ۲۴) اس لئے ان کے متعلق مختصر الفاظ میں پہلے ہی سے یہ فیصلہ سنا دیا گیا کہ:

خلافت الٰہیہ میں کسی غیر کو شریک نہ کیا جائے گا؟

"وہ مومنین خلافت الٰہیہ کے زمانہ میں خالص میری عبادت کریں گے اور میری حکومت و اقتدار میں کسی اور کو شریک نہ کریں گے" (۵۵ / ۲۴)

یعنی قومی حکومت پوری قوم کے لیڈروں کو اللہ کی حکومت کا اختیار سونپ کر مشرک رہیں گے۔ اور اسی غرض کے لئے یعنی اسی شرک کو برقرار رکھنے کے لئے وہ عہد رسولؑ میں برابر کوشاں رہے تھے۔ خفیہ منصوبوں پر عمل کرتے تھے اور سازشوں کے ذریعہ سے رسولؑ کی حکومت میں اپنا اقتدار اور حصہ مانگتے تھے اور رسولؑ کو مجبور کرنے کے لئے عین خطرناک حالات میں رسولؑ کو کافروں کے حوالے کر کے میدان جنگ سے بھاگ جایا کرتے تھے (دیکھو سورۂ آل عمران ۱۵۶ تا ۱۵۲ / ۳) اور رسولؑ کے بلانے اور اپیلیں کرنے پر بھی پلٹ کر نہ دیکھتے تھے (۱۵۳ / ۳) علامہ مودودی ہی کا ترجمہ پڑھ لیں تو لطف آجائے گا لہٰذا سورۂ نور میں یہی لوگ ہیں جو قومی حکومت کی بیماری میں مبتلا اور خلافت الٰہیہ کے منکر تھے۔

(۱۳ ۔ ہ) ایک فریب کی پردہ کشائی جو قومی علما کا حربہ رہتا چلا آیاہے ۔

جیسا کہ عرض کیا گیا اور قرآن کریم سے ثابت ہوا کہ اللہ نے رسولؑ کی نام نہاد قوم کے منصوبوں، ڈپلومیسی اور عیارانہ و مکارانہ اقدامات کا تذکرہ قرآن میں اس طرح کیا ہے کہ اس ناہنجار قوم (فرقان ۳۰ / ۲۵) کو اپنی تاویلات و تحریفات کے پردے میں چھپ جانے کے مواقع نظر آتے رہیں۔ اور اس بہانے وہ قرآن کو ضائع نہ کر سکیں اور قرآن کے الفاظ من و عن قیامت تک آنے والے انسانوں تک پہنچ سکیں اس خدا داد موقع سے قومی لیڈروں اور ان کے علمانے ہر زمانے میں خوب خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ اپنا کردار چھپانے کے لئے انہیں کہانیاں اور قصے گھڑنے پڑے تاکہ آیت یا آیات کو چسپاں کرنے اور اپنا الزام دوسروں کے سر لگانے اور عہد رسولؑ کے اپنے لیڈروں اور مجتہدین کو چھپانے میں مدد ملے چنانچہ انہوں نے لاکھوں روایات گھڑیں اور برابر گھڑتے چلے آئے تفسیروں میں یہی کچھ ہے اس لئے ان ہی کے ایک بیباک عالم نے لکھا ہے کہ:

مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ	تین اوقات میں تمہارے پاس آنے کی اجازت
مالک ہوئے ہیں داہنے ہاتھ تمہارے یعنی غلام اور جو لوگ کہ نہیں پہنچے بلوغ کو تم میں سے	لے کر آیا کریں ۔ باقی اوقات کی طرح بلا
ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ	اجازت بے تکلفانہ داخل نہ ہوا کریں۔ صبح کی
تین بار پہلے نماز فجر کے اور جس وقت اتار رکھتے ہو کپڑے اپنے	نماز سے پہلے پہلے اور جس دوران تم دوپہر کو
مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ	کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو ۔ یعنی (جنسی
دوپہر کو اور پیچھے نماز عشا کے تین وقت پردے کے ہیں واسطے تمہارے	ضرورت کے لئے) ننگے رہتے ہو اور پھر نماز
	عشاء کے بعد بھی تم اسی حالت میں ہوتے ہو
	یہ تینوں اوقات عورتوں والی کارروائی کے ہیں

"كُلُّ شَيْءٍ فِي التَّفْسِيرِ اِلَّا التَّفْسِيرِ" تفسیروں میں ہر چیز ہے مگر تفسیر ہی نہیں ہے۔

بہر حال جہاں جہاں عہد رسولؐ کے بدمعاش و ناہنجار و خود ساختہ اسلام کے مومنوں کی نقاب کشائی قرآن نے کی ہے وہاں ہر جگہ ان کے قومی علما نے ان کے اعمال و اقدامات پر نفاق کی نقاب ڈال دی ہے ۔یعنی یہ کہ وہ تمام مردود و ملعون اقدامات مسلمان نہیں بلکہ منافق لوگ کیا کرتے تھے ۔ہم حسب قاعدہ قرآن ہی کے الفاظ میں ان کے اس فریب کی نقاب اٹھائے دیتے ہیں ۔چنانچہ چند حوالے ملاحظہ ہوں اللہ نے فرمایا ہے کہ :

۱۔ إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ ﴿٤٩﴾ الانفال	مودودی کا ترجمہ: ۱۔ "جبکہ منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں کو روگ لگا ہوا ہے کہہ رہے تھے " (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۰)
۲۔ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ ﴿١٢﴾ الاحزاب	۲۔ "جب منافقین اور وہ سب لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا صاف صاف کہہ رہے تھے " (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۷۶)
۳۔ لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ ﴿٦٠﴾ الاحزاب	۳۔ "اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں اپنی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے " (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۳۱)

ان تینوں اور بہت سے اور مقامات پر یہ واضح ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض بیماری یا روگ ہے وہ منافقوں کے علاوہ ایک اور گروہ یا فرقہ ہے اور وہ فرقہ وہ ہے جو منافقوں کا طرفدار ہے سنئے :۔

۴۔ رفیع الدین کا ترجمہ : "فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ ؟ ﴿٨٨﴾ النساء "

"پس کیا ہے واسطے تمہارے بیچ منافقوں کے دو فرقے ہو رہے ہو "

علامہ کی تشریح : "مسلمانوں کے لئے یہ مسئلہ سخت پیچیدہ تھا کہ ان (منافقوں۔احسنؔ) کے ساتھ آخر کیا معاملہ کیا جائے، بعض لوگ کہتے تھے کہ کچھ بھی ہو، آخر یہ ہیں تو مسلمان ہی ۔کلمہ پڑھتے ہیں ، نماز ادا کرتے ہیں ، روزے رکھتے ہیں ، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ کفار کا سا معاملہ کیسے کیا جاسکتا ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۷۹)

آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ نے مسلمانوں پر اعتراض قائم کیا ہے کہ تم مومن ہو کر منافقوں کے معاملے میں دو فرقے بنے ہوئے ہو ؟ اور علامہ نے تصدیق کرتے ہوئے اس فرقے کی طرفداری بیان کر دیا ہے جو منافقوں کے ساتھ روزہ نماز وغیرہ کی وجہ سے مسلمانوں ایسا معاملہ برقرار رکھنے کا تقاضا کرتا تھا۔ پس یہی اس فرقہ کے لوگ تھے جن کے دلوں میں جگہ جگہ اور طرح طرح قرآن نے مرض کا ذکر کیا ہے یہی دونوں گروہ مل کر اسلام کے حقیقی سربراہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کی حکومت کے مخالف تھے اور قومی حکومت کے لئے زمین ہموار کر رہے تھے ان کو چھپانے کے لئے علما نے ان کا جرم منافقوں کے سر چپکانے کی مسلسل جدوجہد کی ہے ۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ
نہیں اوپر تمہارے اور نہ اوپر ان کے گناہ پیچھے ان کے پھرنے والے
عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
اوپر تمہارے بعضے تمہارے اوپر بعض کے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ
لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَ اِذَا
واسطے تمہارے نشانیاں اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور جس وقت کہ

لہٰذا تم پر بھی اور تمہارے مالکت ایمان پر بھی اور نابالغ لڑکے لڑکیوں پر بھی کوئی پابندی نہیں اور تمہارے آپس کے دوسرے لوگوں پر بھی عورتوں کے ان تین اوقات کے بعد کوئی گناہ نہیں کہ وہ سب اور تم ایک دوسرے کا طواف کرو اسی طرح اللہ آیات کی وضاحت کرتا ہے اور اللہ تو علم وحکمت کا خالق بھی ہے ۔ (۵۹) اور جب مذکورہ

(۱۳ ۔ و) خلیفۂ خداوندی کا تقرر اللہ کے واضح بیان سے ہوتا رہا ہے ۔ کبھی یہ اختیار انسانوں کو نہیں ملا ہے ۔

اس عنوان پر سینکڑوں آیات پیش کی جاچکی ہیں اور قرآن کے ختم ہونے تک برابر آیات سامنے لائی جاتی رہیں گی ۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جاسکتی جس میں کوئی خود بخود خلیفہ خداوندی بن بیٹھا ہو یا کسی قوم کو یہ اختیار دیا گیا ہو۔ اور ہمارے مخالفین تو خود مانتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں اور رسولؐ نے حدیث میں اپنے بعد کے لئے کسی کو اللہ کا یا اپنا خلیفہ تجویز نہیں کیا ۔ اور نہ کوئی طریقہ بتایا کہ اس طرح تم خود ہی اللہ و رسولؐ کا جانشین و خلیفہ مقرر کر لینا ۔ وہ مانتے ہیں کہ لوگوں نے خود ہی ابو بکر کو خلیفہ بنا لیا تھا ۔ اور یہ کہ ان کی خلافت کے مخالفین میں حضرت علیؑ اور بڑے بڑے صحابہ تھے۔ لہٰذا جب تک قرآن سے اس قومی خلافت کا ثبوت نہ دیا جائے وہ خلافت الٰہیہ نہیں بلکہ قومی حکومت کہلائے گی ۔ اور اس کے بنانے والوں کو گٹھ جوڑ ، سازشیں اور فریب سازی کرتے ہوئے پایا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے ۔ اور رسولؐ کی قوم تو مسلسل سازشوں میں مبتلا رہی ہے ۔ اور سارا قرآن بار بار ان کے خفیہ مشوروں اور منصوبوں سے بھرا پڑا ہے ۔

(۱۳ ۔ ز) خلافت الٰہیہ اور خلیفۂ خداوندی کے خلاف قومی حکومت بنانے والوں کی حالت اور خفیہ سازشیں۔

مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ ۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴿۸۰﴾ وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا۟ مِنْ عِندِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ ٱلَّذِى تَقُولُ ۖ وَٱللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ وَكِيلًا ﴿۸۱﴾ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلْقُرْءَانَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُوا۟ فِيهِ ٱخْتِلَٰفًا كَثِيرًا ﴿۸۲﴾ النساء

سینکڑوں مقامات میں سے ایک مقام پھر ملاحظہ فرمالیں ارشاد ہے کہ: ”جو کوئی رسولؐ کی اطاعت کرے وہ بلا شبہ یقیناً اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے۔ اور جو کوئی رسولؐ کی خلافت الٰہیہ کے مقابلے میں حاکم بنے یا بنائے (تَوَلّٰی کا رفیعی ترجمہ) یا اقتدار پر قبضہ جمائے (مودودی تَوَلّٰی کا ترجمہ) تو اے رسولؐ ہم نے تمہیں ان کو روکنے والا نہیں بنایاہے ۔ اور تمہاری نام نہاد قوم کے مومنین اور ان کے متعلقین کہتے تو یہ ہیں کہ ہم تو از سر تا پا مطیع و فرمانبردار ہیں ۔ مگر جب تمہارے پاس سے منتشر ہو کر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ (طَآئِفَةٌ یعنی وہی فرقہ جو قومی حکومت چاہتا ہے) تنہائیوں میں مخالفانہ مشورے کرتا ہے اور جو تجویزیں اور فیصلے تم کرتے ہو ان کے خلاف منصوبے بناتا ہے ۔ اور اللہ وہ سب کچھ ریکارڈ کرتا جارہا ہے جو وہ شب و روز مشورے اور فیصلے کرتے ہیں چنانچہ آپؐ ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر اللہ کے ریکارڈ کرنے والے نظام پر توکل رکھیں اور تمہارے لئے اللہ کی وکالت کافی ہے ۔ کیا یہ مومنین قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے اور اگر خلافت الٰہیہ کے احکام اللہ کے سوا کسی غیر خدا نے دیئے ہوتے تو ان احکام اور اعمال میں بہت کثرت سے اختلاف ملتا (۸۲تا ۸۰ / ۴) ان تینوں آیات کا مربوط ترجمہ جو شخص بھی کرے گا ۔ اسے ماننا پڑے گا کہ یہ وہی فرقہ ہے جس کا وجود اور جس کی عادات و مقاصد اور طرز عمل قرآن نے بار بار طرح طرح سے واضح کیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو رسولؐ کو عام بشر اپنے ایسا ایک آدمی قرار دے کر اس کی مطلق اطاعت کے منکر تھے ۔

بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ

پہنچیں لڑکے تم میں سے بلوغ کو پس چاہئے کہ اذن مانگیں جیسا اذن مانگتے ہیں وہ لوگ کہ

قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ

پہلے ان سے تھے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ واسطے تمہارے نشانیاں اپنی اور اللہ جاننے والا

حَكِيْمٌ ۝ وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا

حکمت والا ہے اور بیٹھ رہنے والیاں عورتوں میں سے وہ جو نہیں امید رکھتی نکاح کی

بچے بالغ ہو جاتے ہیں تو انہیں بھی ان تینوں اوقات میں بلا اجازت اندر نہ آنا چاہئے یوں اللہ اپنی آیات بیان کرتا ہے اور علیم و حکیم ہے (۶۰) اور وہ عورتیں جو جنسی قابلیت سے ناامید و مایوس ہو کر بیٹھ چکی ہیں اور اب انہیں نکاح کے متعلق کوئی خواہش نہیں ہے

ان کے احکام کو پہلے اپنے لیڈروں کی سوجھ بوجھ اور اجتہاد کی چھلنی میں چھان کر دیکھنا لازم سمجھتے تھے۔ تاکہ رسولؐ کے ناتجربہ کارانہ مضر احکام سے محفوظ رہیں۔ لیکن اللہ نے ان ہی آیات میں حضورؐ کی مطلق اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ہے مگر وہ ایسے مومن تھے کہ انہوں نے کبھی آنحضرت کی مطلق اطاعت نہیں کی اور آج بھی منکر ہیں۔

(۱۳۔ ح) آخری نصیحت میں تمام مومنین مخاطب کئے گئے ہیں اور دو دفعہ رسولؐ کی اطاعت اور رحم کی شرط۔

خلیفہ خداوندی صلوۃ اللہ علیہ اور خلافت الہٰیہ کو قبول پر آخری تاکید کے ساتھ یہ شرط لگا دی کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تم پر رحم کیا جائے یعنی آج تک کی سرتابیوں اور نافرمانیوں اور سازشوں پر باز پرس اور سزا نہ دی جائے تو تم سب یعنی مخالف مومنین اور طرفدار مومنین دونوں نمازیں اور زکاۃ ادا کرتے رہو اور (میری جگہ بھی) رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو۔
پھر دیکھ لیں ان آیات (۵۶ تا ۴۷ / ۲۴) میں اللہ نے دو مرتبہ (۵۴ / ۲۴، ۵۶ / ۲۴) تنہا رسولؐ کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے اور ان کی تنہا اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ہے (۸۰ / ۴)۔

(۱۴) آیات (۶۱ تا ۵۸ / ۲۴) میں قریش کے جنسی نظام سوشلزم کا ایک اہم پہلو واضح ہوا ہے جو کہ آیات (۲۹ تا ۲۷ / ۲۴) میں مذکور ہے۔

قارئین غور فرمائیں کہ رسولؐ کی نام نہاد قوم کو جس گھر میں چاہا گھس پڑنے سے کیوں روکا تھا (۲۹۔۲۷ / ۲۴)؟ یہاں (۶۱ تا ۵۸ / ۲۴) میں یہ بات صاف کر دی گئی کہ وہ لوگ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے کہ میاں بیوی میں کیا صورت حال در پیش ہے؟ لیکن اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ بالغ و نابالغ اپنے اور پرائے مرد و عورت کوئی بھی ایسے تخلیے کے وقت بلا اجازت گھر میں نہ آئے۔ علامہ کا ایک جملہ سنئے تاکہ بات کا وزن معلوم ہو۔ "تخلیہ کے اوقات میں جس طرح خود اپنے بچوں کا اچانک آجانا مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح خادمہ کا بھی آجانا غیر مناسب ہے" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۲۰) اب آپ سوچئے کہ کتنے آزاد خیال تھے اس قوم کے لوگ کہ عین تخلیہ میں بلا روک ٹوک بلا تکلف چلے آیا کرتے تھے؟ اور فریقین اس کو برا نہ جانتے تھے۔ بلکہ الحمدللہ اور سبحان اللہ کہہ کر ایک دوسرے کو داد اور نمونہ دیا کرتے تھے۔ اسی عادت کی وجہ سے بڑھیا اور مایوس مسلمان عورتوں کو گھروں میں نیم برہنہ رہ سکنے کی اجازت دی گئی تاکہ انہیں ایک دم سے اسلامی احکام مصیبت معلوم نہ ہوں لیکن یہ شرط لگا دی کہ ننگا رہنا اور اس طرح مردوں کو ابھارنا اور متوجہ کرنا منع ہے اور عفت و عصمت کا تحفظ اور لحاظ رکھنا لازم ہے یوں اللہ و رسولؐ نے عربوں کو بے حیائی، زنا اور نسل انسانی کو مخلوط کرنے سے روکنے کا انتظام کیا۔
مگر اس کے باوجود قومی حکومتیں اور قومی علما اپنا جنسی نظام جاری رکھنے کے لئے سرتوڑ کوشش کرتے رہے۔ علامہ مودودی کی حیرانی سنئے۔ "مگر ابن عمر اور مجاہد اس آیت (۵۸ / ۲۴) میں مملوکوں سے مراد صرف غلام (مرد) لیتے ہیں اور لونڈیوں کو اس سے مستثنٰی کرتے ہیں حالانکہ آگے جو حکم بیان کیا گیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اس تخصیص کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۲۰) علامہ کو بتائیے کہ حضور اس کی وجہ یہ تھی کہ قومی علما اپنے خود ساختہ مجتہدانہ اسلام اور اپنے بزرگوں کے رسم و رواج کو دوبارہ قائم کرنا چاہتے تھے۔

فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ

پس نہیں اوپر ان کے گناہ یہ کہ اتار رکھیں کپڑے اپنے نہ غور کرنے والیاں

بِزِيْنَةٍ ؕ وَ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ

ساتھ بناؤ کے اور اگر بچیں اس سے بہتر ہے واسطے ان کے اور اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ۝۶۰ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى

جاننے والا ہے ۔ نہیں اوپر اندھے کے تنگی اور نہ اوپر لنگڑے کے تنگی اور نہ اوپر

الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ

بیمار کے تنگی اور نہ اوپر آپس تمہارے کے یہ کہ کھاؤ تم گھروں اپنے سے یا

بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ

گھروں باپوں اپنے کے یا گھروں ماؤں اپنی کے سے یا گھروں بھائیوں اپنے کے سے

اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ

یا گھروں بہنوں اپنی کے سے یا گھروں چچاؤں اپنے کے یا گھروں پھوپھیوں اپنی کے سے

اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا

یا گھروں ماموؤں اپنے کے سے یا گھروں خالاؤں اپنی کے سے یا جن کے کہ

مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

مالک ہوئے ہو کنجیوں اس کی کے یا آشناؤں اپنے کے سے نہیں اوپر تمہارے گناہ

اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا

یہ کہ کھاؤ اکٹھے یا متفرق پس جس وقت داخل ہو تم گھروں میں پس سلام بھیجو

وہ اگر اپنے کپڑے اتارے رہیں تو کوئی خطرہ نہیں ہے ۔ البتہ انہیں بھی کپڑے نہیں اتارنا کہ وہ اپنے رہے سہے حسن کی نمائش کریں اور اگر کپڑے اتارنے سے بھی باز رہیں تو یہ بات ان کے لئے اور بھی اچھی ہوگی اور اللہ اس سلسلے کی بھی ہر بات سنتا اور جانتا ہے (۶۱) اور ایک نابینا شخص پر اور لنگڑے پر یا بیمار پر کوئی مواخذہ اور ملامت نہیں ہے اگر وہ کسی کے گھر سے کھانا کھائیں اور نہ ہی تمہارے لئے کوئی مضائقہ ہے کہ اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ یا اپنی ماں اور نانی کے گھروں سے کھاؤ یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان لوگوں کے گھروں سے جن کے گھروں کی کنجیاں اور انتظام تمہیں سپرد ہو یا اپنے دوستوں کے گھروں سے اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ تم لوگ آپس میں مل کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ کھانے کا انتظام رکھو۔ البتہ جب گھروں میں داخل ہوا کرو تو خود اپنے گھر والوں کو بھی سلام کیا کرو

(۱۵) دشمنان اسلام سے ساز باز کرنے والا مذکورہ مسلمان فرقہ حقیقی مومنین کی طرح اجازت پر مجبور ہو گیا۔

سورۂ نور میں میدان جنگ یا نماز جمعہ یا رسوؐل کے حکم سے قائم ہونے والے اجتماعات سے چلے جانے کے لئے اجازت مانگنے والوں کو حقیقی مومنین اور بلا اجازت یا چھپ کر چلے جانے والوں کو حقیقی ایمان سے خارج کہا گیا ہے ۔(۶۲ / ۲۴) یعنی ۶ ھجری تک وہ دوسرا فرقہ جو رسوؐل کو اپنے مثل خاطی بشر سمجھتا تھا اور ان کے فیصلوں اور احکام کو بلا بحث و مباحثہ نہ مانتا تھا (۸ تا ۵ / ۸) اور رسوؐل کے ساتھ احکامات پر جھگڑا جاری رکھتا تھا جب چاہتا تھا فرداً فرداً یا اجتماعی طور پر میدان جنگ سے چلا جاتا تھا (عمران ۱۵۳ / ۳) اور جب چاہتا تھا رسوؐل کو نماز جمعہ میں بھی تنہا چھوڑ دیتا تھا۔ (جمعہ ۱۱ / ۶۲) چنانچہ جب اللہ نے سورۂ نور میں ان مسلمانوں کا راز کھول دیا (۶۲ / ۲۴) تب انہوں نے بھی آنے بہانے کرکے اجازت مانگنے کا طریقہ اختیار کیا تھا (توبہ ۴۳ / ۹) لیکن سورۂ توبہ کے نافذ العمل ہونے کے زمانہ (رسوؐل کے مشن کے آخری سال) حقیقی مومنین نے اہم اجتماعات سے غیر حاضر رہنا یا ہونا قطعاً بند کر دیا تھا۔ اس لئے سورۂ توبہ میں بات کو الٹ دیا گیا یعنی ۶ ہجری میں

عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ تَحِيَّةً مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ

اوپر آپس اپنے کے دعا مقرر کی ہوئی نزدیک خدا کے سے برکت والی پاکیزہ اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّمَا

بیان کرتا ہے اللہ واسطے تمہارے نشانیاں تو کہ تم سمجھو سوائے اس کے نہیں کہ

الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ اِذَا

مسلمان وہ لوگ ہیں کہ ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور رسولؐ اس کے کے اور جس وقت کہ

كَانُوۡا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمۡرٍ جَامِعٍ لَّمۡ يَذۡهَبُوۡا حَتّٰى يَسۡتَاۡذِنُوۡهُ ؕ

ہوں ساتھ اس کے اوپر کام جمع کرنے والے کے نہ جاویں یہاں تک کہ اذن لے لیویں

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ

پیغمبر سے تحقیق وہ لوگ کہ اذن مانگتے ہیں تجھ سے یہ لوگ وہی ہیں کہ ایمان لاتے ہیں

بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ ۚ فَاِذَا اسۡتَاۡذَنُوۡكَ

ساتھ اللہ کے اور رسولؐ اس کے کے پس جس وقت کہ اذن مانگیں تجھ سے

لِبَعۡضِ شَاۡنِهِمۡ فَاۡذَنۡ لِّمَنۡ شِئۡتَ مِنۡهُمۡ وَ

واسطے بعضے کام اپنے کے پس حکم دے واسطے اس شخص کے کہ چاہے تو ان میں سے اور

اسۡتَغۡفِرۡ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ

بخشش مانگ واسطے ان کے اللہ سے تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے مت مقرر کرو پکارنا

الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ؕ قَدۡ يَعۡلَمُ اللّٰهُ

پیغمبر کا درمیان اپنے جیسا پکارنا بعضے تمہارے کا ہے بعضوں کو تحقیق جانتا ہے اللہ

جو دعائے خیر اللہ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہے ۔ بڑی بابرکت اور پاکیزہ ہے یوں اللہ تمہارے لئے آیات بیان کرتا ہے شاید کہ تم زیر تلاوت آیات میں بھی عقل و فکر سے کام لو ۔ (۶۲) ان کے سوا کوئی مومن نہیں ہے جو اللہ اور رسولؐ پر حقیقی ایمان رکھیں اور جب کسی اجتماعی حکم کے موقع پر رسولؐ کے ساتھ ہوں تو اس سے اجازت لئے بغیر جدا نہ ہوں ۔ چنانچہ جو ایسا کرتے ہیں وہی اللہ و رسولؐ کے ماننے والے ہیں لہٰذا جب وہ اپنے کسی معاملہ میں اجازت مانگیں تو جسے تم چاہو اجازت دے دیا کرو اور پھر ایسے لوگوں کے حق میں دعا کیا کرو کہ اللہ ان کے اس معاملے کو بھی درست کردے بے شک اللہ سامانِ تحفظ فراہم کرنے والا رحیم ہے ۔ (۶۳) اے مومنین تم رسولؐ اللہ کے بلانے، پکارنے اور ان کی دعا کو ایسا سمجھنے کا کاروبار جاری نہ کرو جس سے ان کی پوزیشن وہی ہوجائے جو تم لوگوں کی ایک دوسرے کے نزدیک آپس میں ہے یقیناً مسلمانوں کے اس فرقے کو اللہ جانتا ہے

ان لوگوں کو حقیقی مومنین فرمایا تھا جو آنحضرتؐ سے اجازت لے کر جاتے تھے (نور ۶۲ / ۲۴) مگر پانچ سال بعد ان لوگوں کو حقیقی مومن فرمایا جو اجازت مانگتے ہی نہیں(لَا يَسۡتَـٔۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ)(توبہ ۴۴ / ۹) اور اجازت لیکر جانے والوں سے حقیقی ایمان کی نفی کی گئی ہے (اِنَّمَا يَسۡتَـٔۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۴۵ / ۹) سورۂ نور میں فرمایا گیا تھا کہ وہ رسولؐ کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں (۶۴ / ۲۴) اور یہ کہ رسولؐ کے ذاتی احکام کو نہ ماننا ہی ان کا مذہب ہے (۴۴ / ۲۴) اور سورۂ توبہ میں بتایا گیا کہ رسولؐ کے احکام کی مطلق اطاعت کرنے میں وہ الجھن اور دغدغہ محسوس کرتے ہیں (وَارۡتَابَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ فَهُمۡ فِىۡ رَيۡبِهِمۡ يَتَرَدَّدُوۡنَ ۔ ۴۵ / ۹) اور ان سے بچ نکلنے کے لئے متردد اور مشکوک رہتے ہیں ۔

قارئین سوچیں کہ آج بھی علما کی کثرت کا وہی مذہب ہے وہ رسولؐ کے ذاتی احکام کو نہیں مانتے ۔ حالانکہ اللہ نے بار بار فرمایا ہے اور یہاں بھی واضح کیا ہے کہ جو لوگ تنہا رسولؐ کے ذاتی احکام کے مخالف ہیں یا ہوں گے ان کے لئے دنیا میں فتنے و فساد میں مبتلا رہنا اور قیامت میں جہنم کے اندر دردناک عذاب بھگتنا طے شدہ ہے ۔

الَّذِیۡنَ یَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡکُمۡ لِوَاذًا ۚ فَلۡیَحۡذَرِ
ان لوگوں کو کہ چھپ کر نکل جاتے ہیں تم میں سے نظر بچا کر پس چاہئے کہ
الَّذِیۡنَ یُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِہٖۤ اَنۡ تُصِیۡبَہُمۡ
ڈریں وہ لوگ کہ مخالفت کرتے ہیں حکم اس کے سے اس سے کہ پہنچ جاوے ان کو
فِتۡنَۃٌ اَوۡ یُصِیۡبَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰہِ
فتنہ یا پہنچ جاوے ان کو عذاب درد دینے والا خبردار ہو تحقیق واسطے اللہ کے ہے
مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ قَدۡ یَعۡلَمُ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَیۡہِ ؕ
جو کچھ بیچ آسمانوں اور زمین کے ہے تحقیق جانتا ہے جو کچھ کہ ہو تم اوپر اس کے
وَ یَوۡمَ یُرۡجَعُوۡنَ اِلَیۡہِ فَیُنَبِّئُہُمۡ
اور جس دن کہ پھیرے جاویں گے طرف اس کی پس خبر دے گا ان کو
بِمَا عَمِلُوۡا ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۶۴﴾ ع
ساتھ اس چیز کے کہ کیا ہے اور اللہ ساتھ ہر چیز کے جاننے والا ہے

ع ۹ / ۱۵

جو نظر بچا کر چپکے سے نکل جاتا ہے چنانچہ وہ مسلمان فرقہ جو رسولؐ کے احکام کی مخالفت کا عقیدہ رکھتا ہے ذرا سنبھل کر اور بچ کر رہے ہو سکتا ہے کہ وہ فتنہ کی لپیٹ میں آجائیں یا قیامت میں دردناک عذاب پائیں۔ (۶۴) خبردار باش کہ اللہ تو ساری کائنات کا مالک و عالم ہے لہٰذا وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم کس مذہب و عقیدے پر چلتے چلے جا رہے ہو۔ چنانچہ جو بے دینی اور لامذہبیت وہ پھیلا چکے ہیں اس کی تفصیل انہیں اس روز بتائے گا جس دن کہ وہ سب مجرموں کی طرح اس کے حضور حاضر کئے جائیں گے اور اللہ تو ہر ہر چیز کا کماحقہ علم رکھتا ہے۔

(۱۶) عہد رسولؐ میں رسولؐ کے پیش کردہ اسلام کی اور حضورؐ کے ذاتی احکام کی مخالفت میں نیا اسلام گھڑنے والوں کا حال۔

چنانچہ اس سلسلے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ و السلام کا بیان جناب مودودی کی زبانی سن لیں اور پسند آئے تو یہ موجودہ مجتہدانہ مذہب چھوڑ کر حقیقی اسلام اور محمدؐ و آل محمدؐ کے ذاتی اور معصوم احکام کی بلا چوں وچرا تفصیل اختیار کرلیں۔ ارشاد ہے ۔

"۱۰۴؎ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فتنے کا مطلب" ظالموں کا تسلط " لیا ہے یعنی اگر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو ان پر جابر و ظالم حکمران (یعنی خلفاء۔احسن) مسلط کر دیئے جائیں گے" بہرحال فتنے کی یہ بھی ایک صورت ہو سکتی ہے اور اس کے سوا دوسری بے شمار صورتیں بھی ممکن ہیں مثلاً ا۔ آپس میں تفرقے خانہ جنگیاں ۔۲۔اخلاقی زوال۔۳۔ نظام جماعت کی پراگندگی ۴۔ داخلی انتشار۔۵۔ سیاسی اور مادی طاقت کا ٹوٹ جانا۔ ۶۔غیروں کا محکوم ہوجانا وغیرہ" (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۴۲۷ و ۴۲۸)

قارئین مسلمانوں کی تاریخ پر ایک باضمیر اور غیر جانبدار انسان کی حیثیت سے نظر ڈالیں کہ مسلمانوں پر از اوّل تا آخر ظالم و جابر و بے رحم حکمران برقرار رہے ۔ اور مظالم و جبر وستم کی ابتدا و انتہا اسی خانوادہ رسولؐ پر ہوئی جسے حکمرانی سے محروم رکھنا طے کر لیا گیا تھا۔ پھر وہ مظالم پورے کرۂ ارض پر پھیل گئے اور آیت (بقرہ ۲۰۵ / ۲) کا فیصلہ پورا ہوا۔ اور علامہ کے لکھے ہوئے تمام حالات سے مسلمان گزرے اور آج کفار کے سامنے بھکاری ہیں ۔

سُوْرَۃُ لُقْمَانَ

سُوْرَۃُ الْفُرْقَانِ مَکِّیَّۃٌ وَھِیَ سَبْعٌ و سَبْعُوْنَ اٰیَۃً وَّ سِتُّ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اس میں ستتر (۷۷) آیتیں اور چھ (۶) رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

(۱) برکتوں کی مالک ہے وہ ذات پاک جس نے اپنے بندے پر الفرقان یعنی ہر چیز کی کیفیت کا فرق ظاہر کرنے والا نازل کیا تاکہ وہ بندہ پوری کائنات کی ہر چیز کے برے خواص و نتائج بتانے اور ان سے بچنے کی راہیں دکھانے والا بن جائے (۲)) وہ پاکیزہ ہستی وہی ہے جس کی حکومت تمام آسمانوں اور زمینوں کو گھیرے ہوئے ہے اور اس نے حکومت چلانے کے لئے نہ کوئی اولاد ہی اختیار کی نہ کسی اور کو برابر کا شریک و مختار بنایا

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ

بہت برکت والا ہے جس نے اتارا قرآن اوپر بندے اپنے کے تو کہ ہوئے

لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۝ اِلَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ

واسطے عالموں کے ڈرانے والا وہ جو واسطے اس کے ہے بادشاہی آسمانوں کی

وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی

اور زمین کی اور نہ پکڑی اولاد اور نہیں ہے واسطے اس کے شریک بیچ

تشریحات سورۂ فرقان:

(۱) آیت (۱/ ۲۵) میں پوری کائنات کی رحمتؐ (۲۱/۱۰۷) کو ساری کائنات کے نذیر ہونے کی سند عطا کی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق تمام مسلمان عوام اور علما بلا کسی تکلف کے یہ مانتے ہیں کہ حضورؐ پوری کائنات پر رحمت اور نذیر تھے۔ مگر بحث اس میں ہے کہ اگر آپؐ تمام عالمین کے لئے رحمت و نذیر تھے؟ تو آپؐ کی رحمت اور نذرات کب شروع ہوئی اور کب تک برقرار رہی؟ ہمارا اور ہمارے سلسلے کے علما کا عقیدہ اور یقین یہ ہے کہ جب سے کائنات شروع ہوئی اور جب ختم ہوگی آپؐ اس کے لئے رحمت و نذیر ہیں۔ لیکن قومی علما آپ کے اعلان نبوت سے پہلے آپؐ کو نہ نبی مانتے ہیں نہ مسلم مانتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپؐ کو رحمت اور نذیر مانتے ہی چند اہم سوال اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ کیا کائنات کو یا ان تمام آسمانوں اور زمینوں کو رحم وتنذیر کی ضرورت ہے؟ اور یہ ضرورت کب سے ہے؟ دوم یہ کہ کائنات میں ملائکہ جنات اور انسانوں کے علاوہ باقی مخلوق کو رحم اور تنذیر کی ضرورت کیسے اور کیوں ہے؟ وہ تو بے عقل و ارادہ و اختیار ہیں اور انہیں نیک عملی اور بدعملی سے سابقہ ہی نہیں پڑتا اس لئے کہ وہ مجبور مخلوق ہوئے ہیں؟ اور سوم یہ کہ آنحضرتؐ کی جسمانی و مادی پیدائش سے لے کر چالیس سال تک اور اس سے قبل آدمؑ سے حضورؐ کی پیدائش تک کائنات کی اس ضرورت کو کون پورا کرتا رہا؟ یا یہ ضرورت پہلے تھی ہی نہیں؟ اور آخری سوال یہ ہے کہ محمدؐ مصطفی مادی جسم رکھتے ہوئے قومی علما کے نزدیک بیک وقت ایک ہی جگہ رہ سکتے تھے لہٰذا ایک ایسے شخص کو جو بیک وقت چند فٹ جگہ میں رہ کر چند آدمی یا جانداروں سے تعلق رکھ سکتا تھا ساری کائنات کے لئے رحمت اور نذیر کہنا کیسے اور کس دلیل سے صحیح ہو سکتا ہے؟ ان تمام سوالات کا قابل قبول جواب دینا ہر اس شخص پر لازم ہے جس نے محمدؐ مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کسی بھی صورت میں اور کسی بھی مدت کے لئے پوری کائنات کے لئے "رحمت" اور "نذیر" مان لیا ہو۔ اور اسی قسم کے مقامات ہوتے ہیں۔ جہاں وہابی العقیدہ یا قومی علما پھنس کر رہ جاتے ہیں اور انہیں کسی نہ کسی طرح قرآن کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ علامہ مودودی کا بیان اس پر شاہد ہے۔

الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ وَ اتَّخَذُوْا	اور اسی نے ہر ہر چیز کو وجود بخشا ہے اور ہر مخلوق کے لئے الگ الگ اور اجتماعی مستقل تقدیریں اور قوانین بنا دیئے ہیں (۳) لیکن انہوں نے تو اللہ کے علاوہ بھی ایسے لوگوں کو اپنا معبود بنا لیا ہے جو خود مخلوق ہیں اور نہ کچھ پیدا کرسکتے ہیں اور نہ ہی خود اپنے آپ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع ہی اٹھا سکتے ہیں اور نہ موت پر ملکیت حاصل ہے نہ زندگی پر
بادشاہی کے اور پیدا کیا ہر چیز کو پس اندازہ کیا اس کو اندازہ کرنا اور پکڑے ہیں	
مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا	
سوائے اس کے معبود کہ نہیں پیدا کرتے کچھ اور وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور نہیں	
يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا	
مالک واسطے جان اپنی کے ضرر اور نہ نفع کے اور نہ اختیار میں رکھتے ہیں موت کو	

چنانچہ یہاں (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۳۱ ۔۴۳۲) پر بھی اور (صفحہ ۱۸۹) پر بھی انہوں نے لفظ " عالمین کا ترجمہ" " دنیا" کیا ہے اور پھر دنیا کو سمیٹ کر دنیا سے صرف انسان مراد لئے ہیں ۔ اسی حق پوشی کے بنا پر قرآن نے انہیں اور ان کے ہم قسم و ہم مذہب لوگوں کو کافر فرمایا ہے چنانچہ علامہ سے کفر کے معنی پہلے سن لیں پھر ان کا کفر دیکھ لیں ۔ ارشاد ہے ۔

(ا۔الف) کفر کے معنی اور علامہ مودودی کا قرآن سے کفر ۔

" ۱۶۱ "کفر" کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں " (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹) یہ معنی دیکھ لینے کے بعد اب آپ علامہ کے قلم سے ۔ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (۱۰۷ / ۲۱) اور نَذِيْرًا لِلْعٰلَمِيْنَ کے معنی دیکھیں :

۱۔ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝۱ (الفرقان)

" تاکہ سارے جہان والوں کے لئے نذیر ہو "(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۳۱وصفحہ ۴۳۲) "جہان" کے معنی "یہ جو فرمایا کہ سارے جہان والوں کے لئے نذیر ہو ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی دعوت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی ایک ملک کے لئے نہیں پوری دنیا کے لئے ہے" (ایضاً صفحہ ۴۳۲)

۲۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۷ (الانبیاء)

" اے محمدؐ ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے "(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۸۹)

دنیا کے معنی نوع انسان :

اب سارے جہان یا ساری دنیا کے معنی بھی دیکھ لیں : "مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دراصل نوع انسانی کے لئے خدا کی رحمت ہے اور مہربانی ہے"(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۹۲)

(ا۔ب) علامہ نے عالمین کے حقیقی معنی کو جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر چھپایا ہے ۔

یہاں سے چند نمونے اس غرض سے دیکھ لیں کہ علامہ لفظ "عالمین" کے صحیح معنی جانتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے رسولؐ اللہ کی عظمت کو گھٹانے کے لئے جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر غلط معنی کئے ہیں اور یوں حقیقت کو چھپایا یعنی کفر کیا ہے ۔

۱۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ الفاتحۃ "تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے۔"(تفہیم القرآن جلد ۱ صفحہ ۴۳)

۲۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۳۱ البقرۃ " میں مالک کائنات کا مسلم ہوگیا۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۱۳)

۳۔ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۵۴ الاعراف "بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں کا مالک و پروردگار۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۷)

۴۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۷ یونس "اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرمانروائے کائنات کی طرف سے ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۸۵)

وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ۝۳ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

اور نہ زندگی کو اور نہ پھر اٹھنے کو اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے نہیں یہ مگر

اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ

طوفان کہ باندھ لیا ہے اس کو اور مدد کی ہے اس کی اوپر اس کے قوم اور نے

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ۝۴ۚ وَ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ

پس تحقیق لائے ظلم اور جھوٹ اور کہا انہوں نے یہ کہانیاں ہیں پہلوں کی کہ

اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝۵ قُلْ اَنْزَلَهُ

لکھ لیا ہے ان کو پس وہ پڑھی جاتی ہیں اوپر اس کے صبح اور شام کہہ اتارا ہے اس کو

الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ

اس شخص نے کہ جانتا ہے بھید کو بیچ آسمانوں کے اور زمین کے ہے تحقیق وہ ہے

قدرت ہے اور نہ حشر ونشر ہی ان کے قابو میں ہے ۔ (۴) اور جن لوگوں نے حقائق کو چھپاتے چلے جانے کا منصوبہ بنا رکھا ہے وہ یہ پروپیگنڈا کررہے ہیں کہ یہ قرآن تو ایک گھریلو خود ساختہ اسکیم ہے اور اس میں ایک دوسری قوم اعانت کررہی ہے ان کا یہ پروپیگنڈا ظلم و جبر و استحصال برقرار رکھنے کے لئے ہے ۔ (۵) اور وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ فرقان تو اوّلین دین سازوں کا سطروں میں مرتب کردہ ریکارڈ ہے جو صبح شام اس پر اِملا کیا جاتا ہے اور وہ اسے لکھوا لیتا ہے ۔ (۶) ان کو بتاؤ کہ فرقان کو اس ذات نے نازل کیا ہے جو تمہارے ہی نہیں بلکہ آسمانوں اور زمینوں کے ہر بھید اور راز سے واقف ہے ۔تمہاری بچت اس لئے ہے کہ

(ا۔ ج) چھان بین کا خلاصہ ، نتیجہ اور علامہ کے جرائم پیشہ کافر ہونے کا ثبوت ۔

یہاں تک آپ نے اطمینان کرلیا کہ علامہ صاحب عالمین کے معنی پوری ’’کائنات‘‘اور سارے ’’جہانوں‘‘ کرتے آئے ہیں اور یہ کہ یہی صحیح معنی ہیں لہٰذا علامہ کا پہلا کفر تو یہ ہے کہ انہوں نے عالمین کے معنی دنیا ، جہان اور آخر نوع انسان کر دیئے اور حقیقت محمدؐیہ کو چھپا لیا ہے ۔ اور دوسرا کفر یہ ہے کہ اللہ نے رسول اللہ کو بذاتہٖ رحمت قرار دیا ہے ۔لیکن علامہ نے اپنے ترجمہ میں اللہ کی رحمت اور آنحضرؐت دو الگ الگ افراد قرار دیا ہے ۔چنانچہ آپ نے دیکھا کہ علامہ نے لکھا ہے کہ: ’’اے محمدؐ ہم نے تم کو بھیجا ہے تو دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے‘‘ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۸۹) مطلب یہ کہ: ’’تم خود رحمت نہیں ہو بلکہ ہمارا بھیجنا رحمت ہے‘‘ اس بات کو دو صفحات کے بعد ازراہ مجبوری یوں تسلیم کیا ہے کہ : ’’دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ : ’’ہم نے تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے‘‘ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۹۲) سوال یہ ہے کہ علامہ نے یہ دوسرا ترجمہ صحیح جگہ پر کیوں نہ کیا ؟ جواب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کفر کو پہلا نمبر دیا۔ بہر حال ہمیں یہ دکھانا تھا کہ علامہ مودودی دل سے یہ نہیں چاہتے کہ آنحضرؐت کائنات کی تمام مخلوقات و موجودات کے لئے رحمتؐ ، نذیرؐ، بشیرؐ ، رسوؐل ، نبیؐ اور نجات دہندہ ہوں ۔ لیکن ہم نے بار بار ثابت کیا ہے اور قرآن کی آیات سے دکھایا کہ حضوؐر باعثِ تخلیق و بقائے کائنات اور مظہرِ صفاتِ خداوندی ہیں ۔ اور یہ کہ حضوؐر کا نور روزِازل سے کائنات کی ہر مخلوق پر دلیل و حجت ہے ہر چیز کی بقا اور ترقی کے لئے ان کے واسطے سے سامان ملتا ہے،ملتا رہا ہے اور ملتا رہے گا ۔

(۲) آیات(۹ تا ۳ / ۲۵) میں قریشی منصوبہ سازوں نے فرقان کو ایک قدیم خاندان کی گھریلو خانہ ساز اسکیم قرار دیا ہے۔

ان آیات (۹ تا ۳ / ۲۵) میں رسوؐل کی قوم کے سیاسی لیڈروں نے رسوؐل اللہ پر اور ان کے خاندان پر وہ الزام لگایا ہے جو اس سے پہلے بھی قرآن نے چار مرتبہ مختصراً بیان کیا ہے اور ہم نے بھی مختصراً اس کی تشریح کی ہے ۔ چونکہ سورۂ فرقان میں عائد کردہ الزام میں لیڈروں نے وہ تمام اجزا اور اصولی نکات بیان کر دیئے ہیں جو کسی سازش اور منصوبے کے لئے ضروری بنیاد بنتے ہیں ۔اس لئے ہم یہاں رک کر اس الزام کی باقاعدہ وضاحت کریں گے اور یہ بھی دکھائیں گے کہ قرآن نے اس کے بعد بھی چار مرتبہ قریشی لیڈروں کا یہ الزام دہرایا ہے ۔ پہلے ہم اپنے الفاظ میں وہ الزام پیش کرتے ہیں۔

غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ

بخشنے والا مہربان اور کہا انہوں نے کیا ہے اس پیغمبرؑ کو کہ کھاتا ہے کھانا اور

یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ

چلتا ہے بیچ بازاروں کے کیوں نہ اتارا گیا طرف اس کی فرشتہ پس ہوتا

مَعَهٗ نَذِیْرًا ۝ اَوْ یُلْقٰۤی اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ

ساتھ اس کے ڈرانے والا یاڈالا جاوے طرف اس کی گنج یا ہووے واسطے اس کے

جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا

باغ کہ کھاوے اس میں سے اور کہا ظالموں نے نہیں پیروی کرتے تم مگر ایک مرد

مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ

جادو کئے گئے کی دیکھ کیوں کر بیان کیں انہوں نے واسطے تیرے مثالیں

وہ غفور اور رحیم ہے ۔ (۷) وہ لوگوں کو یہ کہہ کر بہکاتے ہیں کہ اس رسوؐل کو کیا ہو گیا ہے ؟ یہ تو کھانا بھی کھاتا ہے اور یہی نہیں بلکہ بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے کیوں نہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ رکھا گیا تاکہ وہ نتائج بد سے ڈرانے والا نذیر ہوتا ۔ (۸) یا اس کے پاس کوئی خزانہ رکھا جاتا یا کوئی ایسا باغ ہوتا جس میں اس کے کھانے کا سامان ہوتا اور وہ اس میں سے کھایا کرتا ۔ اور ان ظالموں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اے مسلمانو تم ایک جادو کے مارے شخص کی پیروی کررہے ہو ۔ (۹) اے رسوؐل ذرا دیکھو تو ان لوگوں نے تمہیں بدنام کرنے اور لوگوں کو متنفر کرنے کے لئے تمہارے لئے کیسی کیسی افواہیں اُڑائی ہیں ۔

(۲ ۔الف) قریشی لیڈروں کا خطرناک الزام جو اسلام کی راہ میں آج تک سب سے بڑی رکاوٹ ہے ۔

انہوں نے اپنی قوم اور سارے ملک میں یہ مشہور کر دیا کہ : ”خاندان رسوؐل نے ایک بہت قدیم اسکیم کو نہایت مقدس اور منجانب اللہ خود بنا کر اسلام کے نام سے پیش کیا ہے ۔ تاکہ وہ عربوں ہی پر نہیں بلکہ تمام دنیا پر تسلط حاصل کر سکیں ۔ اور اس فرقانی اسکیم میں ایک غیر ملکی قوم مددگار بنی ہوئی ہے جو جب مناسب ہوتا ہے صبح کو یا شام کو یا دونوں وقت اس قدیم ترین تحریری اسکیم کو زیر غور لاتی ہے اور یوں روزانہ ایک کامیاب منصوبہ بنتا اور اسلام کے نام پر پبلک میں پھیلتا چلا جا رہا ہے“

(۲ ۔ب) خانوادہ رسوؐل کے ذمہ عائد کردہ تصوراتی منصوبے اور اسکیم کے بنیادی اجزائے ترکیبی ؟

یہاں سے ہم قرآن کریم کی مدد سے قریش کے اس الزام کے اجزا سامنے لاتے ہیں۔ سنئے :۔

اوّل یہ کہ: رسوؐل اللہ جس منصوبے کو لے کر اٹھے ہیں وہ بہت قدیم اور اوّلین لوگوں نے تحریری طور پر مسطور کر کے اپنے جانشینوں کے حوالے کر دیا تھا ۔ جس سے خانوادہ نبوت مسلسل اپنا اقتدار قائم رکھتا اور حکومت کرتا چلا آیا ہے ۔ قرآن کے الفاظ یہ ہیں :

”اگر وہ تمام آیات بیک وقت دیکھیں تب بھی وہ ان کو نہ مانیں گے ۔ اسی لئے وہ جب بھی تمہارے پاس آتے ہیں تو تمہارے ساتھ بحث و مباحثہ اور جھگڑا کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ:

” یہ تو اوّلین لوگوں کی سطروں میں لکھی ہوئی اسکیم ہے جو تمہارے ورثے میں نسل در نسل چلی آرہی ہے “ اسی وجہ سے وہ لوگوں کو اس اسکیم کو اختیار کرنے سے منع کرتے ہیں اور خود بھی الگ تھلگ بچ بچ کر رہتے ہیں“ (انعام ۲۶۔۲۵ / ۶)

قارئین کا دھیان اس دعویٰ پر مرکوز رہنا چاہیۓ جس میں قریش نے کہا تھا کہ :” نہ کوئی فرشتہ آیا تھا نہ کوئی وحی آئی تھی یہ تو بنی ہاشم نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے ڈھونگ رچا ہے“ (تمام تواریخ)

لہٰذا مندرجہ بالا دونوں آیتوں کا یہ جملہ بار بار دہرایا گیا ہے کہ: ۔(یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝۲۵ الانعام) ” حقائق پر پردہ ڈالنے والوں نے کہا کہ یہ تو اوّلین لوگوں کی لکھی ہوئی سطروں کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے“ (انفال ۳۱ / ۸ نحل ۲۴ / ۱۶، مومنون ۸۳ / ۲۳ ،فرقان ۵ / ۲۵، نمل ۶۸ / ۲۷ ،احقاف ۱۷ / ۴۶ ، قلم ۱۵ / ۶۸)

دوم یہ کہ: عہد رسوؐل میں قریشیوں اور مکیّوں کے علاوہ کوئی ایک اور قوم رسوؐل اللہ کی زیر بحث اسکیم کو بنانے اور چلانے

فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ شَآءَ

پس گمراہ ہوئے پس نہیں پاسکتے راہ بہت برکت والا ہے وہ شخص کہ اگر چاہے

جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ

کرے واسطے تیرے بہتر اس سے باغ کہ چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں

وَ يَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَ اَعْتَدْنَا

اور کرے واسطے تیرے محل بلکہ جھٹلاتے ہیں قیامت کو اور تیار کیا ہے ہم نے

لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝ اِذَا رَاَتْهُمْ

واسطے اس شخص کے کہ جھٹلاتا ہے قیامت کو دوزخ جب دیکھے گی ان کو

مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ۝ وَ اِذَاۤ

مکان دور سے سنیں گے واسطے اس کے غصہ کھانا اور چلّانا اور جب

لیکن تمہیں ناکام کرنے والی راہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ (۱۰) بہت بابرکت ہے وہ ذات کہ اگر اس نے چاہا تو ان کے پروپیگنڈے سے بھی تمہاری بہتری پیدا کردے گا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تمہارے لئے ایسی جنتیں فراہم کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری رہیں گی اور پھر وہاں تمہارے لئے محلات بھی عطا کرے گا (۱۱) بلکہ تمہارا یہ حق اس طرح جھٹلا دیا گیا کہ ان لوگوں نے قیامت ہی کا انکار کر دیا ہے اور ہم نے قیامت اور جزا و سزا کو جھٹلانے والوں کے لئے جہنم تیار رکھی ہے۔ (۱۲) جب جہنم ان لوگوں کو دور سے دیکھے گی تو یہ اس کے غیظ و غضب اور جوش مارنے کی آوازیں خود ہی سن لیں گے (۱۳) اور جب

میں معاون و مددگار ہے" قرآن کے الفاظ یہ ہیں:

(وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِنۡ هَٰذَآ إِلَّآ إِفۡكٌ ٱفۡتَرَىٰهُ وَأَعَانَهُۥ عَلَيۡهِ قَوۡمٌ ءَاخَرُونَ ۝٤ الفرقان)

حق کو چھپانے والوں نے کہا کہ یہ تو خطرناک تباہ کن اسکیم ہے جسے گھڑنے اور برسر عمل لانے میں ایک دوسری ہی قوم اعانت کر رہی ہے"

سوم یہ کہ: اس تحریری ریکارڈ کو روزانہ صبح شام رسولؐ اللہ کے سامنے اِملا کرایا جاتا ہے جو ازسر نو سنوار کر لکھ لیا جاتا ہے۔ قرآن کے الفاظ یوں ہیں :۔(ٱكۡتَتَبَهَا فَهِيَ تُمۡلَىٰ عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَأَصِيلًا ۝٥ الفرقان)

چہارم یہ کہ: یہ فرقانی اسکیم کسی مافوق البشر نے تیار نہیں کی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم خود بھی ایسی اسکیم بنا سکتے ہیں۔ قرآن میں یوں ظاہر کیا گیا کہ: (لَوۡ نَشَآءُ لَقُلۡنَا مِثۡلَ هَٰذَآ إِنۡ هَٰذَآ ۝٣١ الانفال)

"اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس کے مانند اپنے حق میں بیانات دے سکتے ہیں"

پنجم یہ کہ: ان لیڈروں نے یہ انکشاف بھی کیا کہ رسولؐ کے خاندان کی اس ہمہ گیر اسکیم سے خود ہمارے بزرگوں اور آباؤ اجداد کو مقابلہ کرنا پڑتا رہا ہے۔ قرآن نے کہا کہ :۔(لَقَدۡ وُعِدۡنَا نَحۡنُ وَءَابَآؤُنَا هَٰذَا مِن قَبۡلُ ۝٨٣ المؤمنون)

یقیناً محمدؐ والا وعدہ ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو برابر درپیش رہا ہے۔ یہی بات سورۂ نمل (۶۸ / ۲۷) میں بھی فرمائی گئی ہے۔

(۲۔ج) مندرجہ بالا الزام اور بیانات سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت آدمؑ سے خاتمؐ تک حکومت الٰہیہ کی اسکیم جاری ہے۔

قریشی لیڈروں نے اپنے الزام اور بیانات میں بہت سی ایسی حقیقتوں کو تسلیم کرلیا ہے جو ان لیڈروں کے جانشین تسلیم کرلیں تو تسلیم کرتے ہی ان کی قومی حکومت باطل ثابت ہو جاتی ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ اللہ کے اوّلین انبیا علیہم السلام سے لے کر جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک برابر خلافت الٰہیہ یا آسمانی بادشاہت قائم کرنے کے لئے لکھی پڑھی اور معاہدہ کی صورت میں مرتّب و مدوّن اسکیم موجود رہتی چلی آئی ہے (أَسَٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ) اور ہر زمانہ میں ایک گروہ اس کی جگہ قومی و ملکی و جمہوری حکومت بنانے کے لئے مخالفت کرتا چلا آیا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ اور ان کا خانوادہ حکومت الٰہیہ کا منصوبہ پیش کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ اور قریشی لیڈر اور ان کی نسلیں حکومت الٰہیہ کے مقابلہ پر اپنا اقتدار قائم کرنے پر تیغ بکف رہی ہیں۔ اور آج (۱۹۷۸ء ماہ ستمبر) تک کروڑوں ایسے انسانوں کا خون بہا چکے ہیں۔ جو خانوادہ رسولؐ کے افراد

اُلۡقُوۡا مِنۡهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيۡنَ دَعَوۡا هُنَالِكَ

ڈالے جاویں گے اس میں مکان تنگ میں جکڑے ہوئے پکاریں گے اس جگہ

ثُبُوۡرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدۡعُوا الۡيَوۡمَ ثُبُوۡرًا وَّاحِدًا وَّ ادۡعُوۡا ثُبُوۡرًا كَثِيۡرًا ﴿۱۴﴾

ہلاک کو مت پکارو آج ہلاک ایک کو اور پکارو ہلاک بہت کو ۔

قُلۡ اَذٰلِكَ خَيۡرٌ اَمۡ جَنَّةُ الۡخُلۡدِ الَّتِىۡ وُعِدَ الۡمُتَّقُوۡنَ ؕ

کہہ کیا یہ بہتر ہے یا بہشت ہمیش رہنے کی کہ وعدہ دئے گئے ہیں پرہیز گار ہے

كَانَتۡ لَهُمۡ جَزَآءً وَّ مَصِيۡرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمۡ فِيۡهَا مَا يَشَآءُوۡنَ

واسطے ان کے بدلا اور جگہ پھر جانے کی واسطے ان کے ہے بیچ اس کے جو کچھ چاہیں

خٰلِدِيۡنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعۡدًا مَّسۡـُٔوۡلًا ﴿۱۶﴾ وَ يَوۡمَ

ہمیشہ رہنے والے ہیں ہے یہ اوپر پروردگار تیرے کے وعدہ سوال کیا گیا اور جس دن

یہ لوگ ہاتھ پیر بندھے ہوئے ایک دوسرے کے پاس پڑے ہوں گے تو اس تنگ جگہ میں ہلاکت کی تمنا کریں گے (۱۴) جواب میں کہا جائے گا کہ آج تم ایک دفعہ ہلاکت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو ۔ (۱۵) ان سے دریافت کرو کہ تمہارا وہ انجام اچھا ہے یا کہ دائمی جنت اچھی ہے جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اور وہ جنت ان کے کردار کی جزا ہے اور ان کے لئے جائے بازگشت ہے (۱۶) ان کے لئے جنت میں وہ سب کچھ فراہم ہے جو بھی وہ چاہیں گے جس کا عطا کرنا تمہارے رب کے ذمہ ایک واجب الادا وعدہ ہے جس کی ڈیمانڈ (Demand) کی جاسکتی ہے ۔ (۱۷) اور اس ہی روز ان کو

تھے یا دوستداران محمدؐ و آل محمدؐ تھے ۔اور جو محمدؐ کے بعد خلافت الٰہیہ کا اوّلین خلیفہ بلافصل حضرت علی علیہ السلام کو مانتے چلے آتے تھے ۔ اور آج بھی خلیفتہ بلافصل کہنے والوں کی جان کے دشمن ہیں ۔قارئین یہ دیکھیں کہ دشمنانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی مذکورہ افواہوں سے جو آیات (۹ تا ۳ / ۲۵) میں مذکور ہیں اللہ نے یہ ثابت کر دیا کہ خلافت خداوندی وہی ہے جو قومی اور خود ساختہ نہ ہو ۔ اور روز اوّل سے مسطور و مدون چلی آ رہی ہو ۔ اور یہی وعدہ کیا تھا اللہ نے کہ دشمنوں کی ان افواہوں اور مکروہ مثالوں اور الزامات سے تمہارے حق میں بہتری ثابت ہو گی (۱۰ / ۲۵) چنانچہ قومی حکومت کا نہایت سہولت سے باطل ہو کر رہ جانا محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے واقعی بہتری ہے اس لئے کہ حکومت الٰہیہ کے دشمن بے نقاب کر دیئے گئے جو چودہ سو سال سے ٹھاٹھ دار مسلمان بنے ہوئے چلے آ رہے تھے :۔

(۲۔د) ان کے الزام کی یہ بات بھی صحیح ہے کہ حکومت الٰہیہ کی سربراہی ایک اور صرف ایک خاندان کا حق ہے۔

اور بہتری یہ ہے کہ قومی حکومت کا عقیدہ رکھنے والے لوگ چونکہ کسی ایک خاندان کی حکومت اور اجارہ داری کے خلاف ہیں اور نہیں چاہتے کہ ان پر ایک شخص واحد کی مطلق العنان حکومت قائم ہو اور اسی بنا پر مندرجہ بالا الزامات عائد کئے گئے ہیں لہٰذا ان کی مخالفت خود خانوادہ رسولؐ کی شخصی اور مطلق العنان حکومت کو حق بجانب ماننے کے لئے ایک دلیل ہے اور قرآن نے ویسے بھی آل ابراہیمؑ کی شخصی اور مطلق العنان حکومت کو اپنی حکومت قرار دیا ہے اور پہلے سے یہ بتا دیا ہے کہ مشرک و منکر و دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ رشک و حسد سے چراغ پا ہو رہے ہیں ۔ان کو بتا دو کہ :

۱۔حکومت الٰہیہ صرف انبیا کے لئے ہے وہی مطلق العنان حاکم ہوتے ہیں۔ (انعام ۹۰۔۸۴ / ۶)

۲۔ اور یہ بھی بتا دو کہ اے قریشی لیڈرو اگر تم اس حقیقت پر پردہ ڈالو گے تو ہم اس حقیقت کو ثابت کرنے اور ساری دنیا کو بتانے کے لئے ایک ایسی قوم کو اس کی وکالت سونپ دیں گے جو کسی حالت میں اسے نہ چھپائے گی۔(انعام ۹۰ / ۶)

۳۔ اور اے رسولؐ حکومت الٰہیہ کے حاکم انبیاء ہی حقیقی ہدایت یافتہ مطلق العنان حکومت چلانے میں سند یافتہ ہیں آپ بھی حکومت الٰہیہ کے قیام میں ان کی پیروی کرو اور اپنے مخالفین کو بتا دو کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا تمہاری خدمات کی ضرورت مجھے نہیں ہے ۔ ۴۔ اور یہ بھی سن لو کہ ہم نے آل ابراہیمؑ کو عظیم الشان حکومت عطا کی ہوئی ہے ۔ اور تمہاری قوم کے یہ لوگ اسی حکومت کی وسعت و عظمت سے حسد و بغض رکھتے ہیں ۔ حالانکہ اللہ نے آل ابراہیمؑ کو نبوت

اور جن لوگوں کی یہ اللہ کی سند کے بغیر اطاعت و عبادت کرتے تھے ان سب کو اکٹھا کیا جائے گا اور ان لیڈروں، خود ساختہ بزرگوں سے اللہ کہے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود گمراہ رہنا چاہتے تھے ؟ (۱۸) وہ لوگ کہیں گے کہ تیری ذات پاک ہے ہمارے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ ہم تیرے علاوہ کسی اور کو حاکم بناتے ولیکن ہوا یہ کہ تو نے ہی تو ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو فارغ البال و خوشحال رکھا یہاں تک کہ فارغ البالی اور خوشحالی کے دوران وہ لوگ الذّکر کو بھول گئے اور ایک شامت زدہ قوم بن کر رہ گئے۔ (۱۹) یوں وہ تمہاری ان باتوں کو جھٹلا دیں گے

يَحْشُرُهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اکٹھا کرے گا ان کو اور اس چیز کو کہ عبادت کرتے ہیں سوائے خدا کے

فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا

پس کہے گا کیا تم نے گمراہ کیا بندوں میروں کو ان کو یا وہی بہک گئے

السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ

راہ سے کہیں گے پاکی ہے تجھ کو نہیں تھا لائق ہم کو یہ کہ پکڑیں ہم

مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى

سوائے تیرے کارساز ولیکن فائدہ دیا تونے ان کو اور باپوں ان کے کو یہاں تک کہ

نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ

بھول گئے یاد تیری اور ہوئے قوم ہلاک ہونے والی پس تحقیق جھٹلایا تم کو

و حکمت و حکومت ان کا حق کاٹ کر نہیں دی بلکہ اپنے فضل سے دی ہے۔ چنانچہ تمہارے مخالفوں میں سے کچھ لوگ تو اس عطیہ (نبوت و حکمت و کتاب اور حکومت) پر ایمان رکھتے ہیں لیکن کچھ اس عطیہ (حکومت وغیرہ) کے خلاف محاذ بنا کر رکاوٹیں ڈال رہے ہیں اور ہم نے ان کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے (نساء ۵۵ تا ۵۴ / ۴)

(۲۔ہ) اللہ کی مطلق العنان شخصی آمریت و حکومت صرف ایک خاندانِ نبوت کے لئے مخصوص و محدود ہے۔

اور وہ مخصوص خاندان یہی خاندان ابراہیمؑ ہے (جس سے تم لوگ حسد کر رہے ہو) جو از آدمؑ تا محمدؐ مسلسل ایک دوسرے کی اولاد کی صورت میں باقی ہے (آل عمران ۳۴۔۳۳/ ۳) اور یہ ہی مطلق العنان حاکم رہتے چلے آئے ہیں (انعام ۹۰ تا ۸۴/ ۶) اور ان ہی کی اولاد آدم سے خاتمؐ تک مسلسل ایک اُمت ہے۔ (انبیاء ۹۲ تا ۷۲ / ۲۱)

(۲ ۔ و) آل ابراہیمؑ اور قومِ ابراہیمؑ اور ان کی اپنی عظیم الشان بادشاہت عہد نبویؐ میں موجود تھی ۔

قارئین نے یہاں (انعام ۹۰ / ۶) میں اس قوم کا حال دوبارہ پڑھا جو ایسی مومن قوم ہے کہ نہ صرف کتاب و حکمت و نبوت و مطلق العنان سربراہان اسلام سے کفر نہیں کر سکتی بلکہ وہ کتاب اللہ اور نبوت انبیاؑ کی وکالت بھی کرتی ہے۔ اور یہ قوم یقیناً قریش نہیں ہیں۔ اوّل اس لئے کہ قریش کو تو دھمکی دی جارہی ہے ۔اور ایک ازلی و ابدی مومن قوم سے ڈرایا جا رہا ہے دوئم اس لئے کہ قریش کے متعلق تو یہ فرمایا گیا ہے کہ:

(وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۚ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٦٦﴾ الانعام)

”تیری قوم نے قرآن کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہی حق مطلق ہے۔۔۔۔“ ۔(انعام)

یہاں قارئین یہ بھی نوٹ کر لیں کہ رسولؐ قریش پر وکیل نہ تھے۔ یعنی قریشی مذہب اور عقائد کی تغلیط ان کا منصب نہ تھا۔ تغلیط خود بخود ہوتی جاتی تھی۔ مگر مذکورہ بالا قوم قریش کے مذہب و عقائد پر کاری ضرب لگانے کے لئے تعینات تھی۔ اور یہی وہ قوم ہے جس کے لانے اور قریش کی جگہ بٹھانے اور قریش کو تباہ کرنے کی قرآن میں بار بار دھمکیاں موجود ہیں (توبہ ۳۹ / ۹ وغیرہا) اور یہ وہی قوم ہے جسے اللہ نے ملت ابراہیمؑ بھی قرار دیا ہے۔ اور رسولؐ پر اس ملت کی اتباع واجب کی ہے۔ (نساء ۱۲۵ / ۴ وغیرہا) اس لئے کہ حضورؐ کے اعلان نبوت تک سابقہ سربراہ اسلام جناب ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور ان کی دوہری اطاعت و اتباع کرنا واجب تھا

بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا

بیچ اس چیز کے کہ کہتے تھے تم پس نہیں کرسکتے تم عذاب کو پھیر دینا اور نہ

نَصْرًا ۚ وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

مدد دینا اور جو کوئی ظلم کرے گا تم میں سے چکھاویں گے ہم اس کو عذاب بڑا

وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ

اور نہیں بھیجے ہم نے پہلے تجھ سے پیغمبر سب مگر تحقیق وہ البتہ کھاتے تھے

الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ

کھانا اور چلتے تھے بیچ بازاروں کے اور کیا ہم نے بعضوں تمہاروں کو

لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾

واسطے بعضوں کے آزمائش آیا صبر کرتے ہو تم اور ہے پروردگار تیرا دیکھنے والا

وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَآ اُنْزِلَ

اور کہا ان لوگوں نے کہ نہیں امید رکھتے ملاقات ہماری کی کیوں نہ اتارے گئے

عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا

اوپر ہمارے فرشتے یا دیکھ لیویں ہم پروردگار اپنے کو تحقیق تکبر کیا انہوں نے

جو تم ان کے متعلق کہتے ہو پھر تم نہ اپنی شامت کو ٹال سکو گے اور نہ کہیں سے مدد ہی پاسکو گے اور تم میں سے جو بھی ظلم کرے گا اسے ہم بڑے سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے (۲۰) اے رسوؐل آپؐ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسوؐل بھیجے تھے وہ سب ہی کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے ۔اور یوں ہم نے تم لوگوں میں سے بعض کو بعض کے لئے آزمائش بنا دیا ہے اور تیرا پروردگار تو ہے بھی بہت صاحب بصیرت۔ (۲۱) جن لوگوں کو ہمارے نظام حیات کے کامیاب نتائج سامنے آنے کی امید نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ ان نتائج پر یقین دلانے کے لئے ہم پر ملائکہ کیوں اتارے نہیں جاتے یا کیوں نہ ہمارا رب ہمارے روبرو آکھڑا ہو؟ یقیناً انہوں نے اپنے دلوں میں بہت بڑا گھمنڈ کیا ہے

اوّل اس لئے کہ حضرت ابوطالبؑ ان کے والد کے مقام پر ربوبیت کرنے والے ربِّ محمدؐ تھے ۔دوم اس لئے کہ اللہ نے ان کو حضوؐر کی پناہ گاہ اور ملجا و ماوٰی بنایا تھا اور سوم اس لئے کہ تمام انبیاؑ کے دین کی حفاظت اور پورے ورثۂ انبیاؑ کے وارث ابوطالبؑ تھے اور انہوں نے وہ سب کچھ حضوؐر کی سپردگی میں دینا تھا اور متعلقہ محضر پر ان کے دستخط کرانا تھے ۔ ان کی اقوام عالم سے روشناسی مادی طور پر بھی کرانا تھی۔ان کا تعارف کرانا تھا ۔ رہ گئی وہ قومؑ وحکومتؑ یا ملتِ ابراہیمؑ تو وہ تمام دنیا میں مشہور و معروف قوم و حکومت تھی جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے جناب نابط (نبایوط) علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوئی تھی۔ اور اس قوم کو باپ کے نام پر نبطی کہا جاتا تھا ۔ اور عہد رسوؐل میں ان کا دارالخلافہ حجر میں تھا ۔ ان ہی میں سے تھے مدینہ کے تمام انصار اور انہی میں سے تھے محمدؐ وعلیؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام (ارض القرآن مولفہ سید سلیمان ندوی) معلوم ہوا کہ خاندان بنی ہاشمؑ تنہا خاندان تھا جو اس لئے کعبہ میں آیا تھا کہ خانہ کعبہ کی مرکزی مجاوری کرے اور دارالخلافہ سے احکام جاری کرتا رہے ورنہ مکہ میں کوئی اور خاندان رسوؐل کا رشتہ دار تھا ہی نہیں۔ رہ گئے قریش ان کا خانوادہِ رسوؐل سے کوئی خونی رشتہ نہیں وہ سب مخلوط النسل لوگ تھے ۔

(۳) رسوؐل کی نام نہاد قوم کے لیڈروں اور مُلاّؤں کا تذکرہ الفاظ و القاب بدل کر۔

قارئین یہاں (۲۱ / ۲۵) سے ان قریشی لیڈروں کا تذکرہ شروع ہوتا ہے جنہوں نے اللہ و رسوؐل اور قرآن کے خلاف اپنی پوری قوم کو ایک جدید راستے پر چلا کر جہنم پہنچنے کا انتظام کیا تھا ۔ چند آیات کے بعد ان کے سب سے بڑے دو لیڈروں کا ذکر آئے گا جو دونوں آپس میں بڑے گہرے دوست اور یار غار ہوں گے ۔ جو مل کر قرآن کریم کو اپنے اجتہادات کی آماجگاہ بنائیں گے ۔ اور اللہ و رسوؐل اور قرآن کے ہر بیان اور ہر عقیدہ کو مجتہدانہ اصولوں سے بدل کر ایک نیا خود ساختہ اسلام تیار کرتے رہنے کا

اور سرکشی میں بھی انتہائی سرکش ہو گئے (۲۲) جس روز فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ دن بھی ان مجرموں کے لئے خوش ہونے کا دن نہ ہو گا چیخیں ماریں گے کہ پناہ بخدا پناہ بخدا۔ (۲۳) اور ان کے جتنے بھی اعمال اور کیا دھرا ہو گا ۔ اسے ہم آگے بڑھ کر غبار کی مانند اڑا دیں گے۔ (۲۴) اس روز جنتی مومنین ہی بہترین قیام گاہوں میں ہوں گے ۔ اور بہترین دوپہر گزارنے کی پوزیشن میں رہیں گے (۲۵) اور اس روز آسمان کو چیرتا پھاڑتا ایک بادل سا معلوم ہونے والا تخت نمودار ہو گا اور اس کے اوپر سے فرشتوں کے غول کے غول اتار دیئے جائیں گے۔ (۲۶) اس روز حقیقی حکومت الٰہیہ قائم ہوگی جو خالص رحمٰن کی ہوگی اور اس حکومت الٰہیہ میں مسلمان حق پوش گروہ کے لئے دن گزارنے بہت سخت ہوں گے (۲۷) اور اسی روز وہ شخص جس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حکومت الٰہیہ کے خلاف اپنی قومی حکومت کی بیعت لی تھی ان ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا اے کاش

فِيۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ وَ عَتَوۡ عُتُوًّا كَبِيۡرًا ﴿۲۱﴾ يَوۡمَ يَرَوۡنَ الۡمَلٰٓئِكَةَ لَا

بیچ جیوں اپنے کے اور سرکشی کی سرکشی بڑی جس دن دیکھیں گے فرشتوں کو نہیں

بُشۡرٰى يَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِيۡنَ وَ يَقُوۡلُوۡنَ حِجۡرًا مَّحۡجُوۡرًا ﴿۲۲﴾ وَ

خوشی اس دن گنہگاروں کو اور کہیں گے بند کئے جائیں بند کئے جانا اور

قَدِمۡنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰهُ

آئے ہم طرف اس چیز کی کہ کئے تھے انہوں نے سب کاموں سے پس کیا ہم نے

هَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا ﴿۲۳﴾ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ يَوۡمَئِذٍ خَيۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا وَّ اَحۡسَنُ

ریت پراگندہ رہنے والے بہشت کے اس دن بہتر ہیں ٹھکانے میں اور بہتر ہیں

مَقِيۡلًا ﴿۲۴﴾ وَ يَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالۡغَمَامِ وَ

جگہ دوپہر کاٹنے میں اور جس دن کہ پھٹ جاوے گا آسمان ساتھ بدلی کے اور

نُزِّلَ الۡمَلٰٓئِكَةُ تَنۡزِيۡلًا ﴿۲۵﴾ اَلۡمُلۡكُ يَوۡمَئِذِ ۣالۡحَقُّ

اتارے جاویں گے فرشتے اتارے جانے کر بادشاہی اس دن ثابت ہے

لِلرَّحۡمٰنِ ؕ وَ كَانَ يَوۡمًا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ عَسِيۡرًا ﴿۲۶﴾ وَ يَوۡمَ

واسطے رحمان کے اور ہو گا وہ دن اوپر کافروں کے سخت اور جس دن کہ

يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيۡهِ يَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِيۡ

کاٹ کاٹ کھاوے گا ظالم اوپر دونوں ہاتھوں اپنے کے کہے گا اے کاش کہ

طریقہ جاری کریں گے ۔سورۂ فرقان کی ان آیات میں بھی ان لیڈروں کے تعارف میں فرمایا گیا کہ :

۱۔ وَقَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَرۡجُونَ لِقَآءَنَا (۲۱ / ۲۵)" جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ"۔۔۔؟ ہم یہاں وہ بحث دوبارہ نہ اٹھائیں گے کہ کون کون سے مسلمان فرقے ملاقات خداوندی کے منکر ہیں ؟ اور لَن تَرَىٰنِي (اعراف ۱۴۳ / ۷) کو اپنے انکار کی دلیل قرار دیتے ہیں ۔اس سلسلے میں اس قدر کہہ کر اس مسلمان گروہ کی بات کریں گے کہ لفظ لِقَآءَنَا واحد نہیں ہے یعنی یہاں کسی ایک ہستی سے ملاقات کا ذکر نہیں بلکہ کئی ایک افراد سے ملاقات کی بات ہے ۔ اور یہ کہ یہاں اللہ کو دیکھنے کی آنکھوں سے دیکھنے کی بات بھی نہیں ہے ۔ بلکہ ملاقات کی بات ہے ۔ ملاقات میں ملنے والوں کا آپس میں ایک دوسرے کو آنکھوں سے دیکھنا لازمی بات نہیں ہوتی لہٰذا لَن تَرَىٰنِي والی دلیل یہاں احمقانہ بات ہے ۔یہاں تو مسلمانوں کے اس فرقہ کا بہ اندازِ دگر تعارف کرایا جارہا ہے ۔جو مسلمان ہو کر رسولؐ اللہ کا مخالف تھا اور ان سے طرح طرح الٹی بحثیں کرتا رہتا تھا (انفال ۸ تا ۵ / ۸) اور یہاں بھی اس نے فرشتوں اور اللہ سے دوبدو تعلق رکھنے کی بات کی ہے مگر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ نتائج جو رسولؐ اللہ بتاتے ہیں اس اسلامی نظام کے سامنے نہیں آسکتے جس کی آنحضرت امید رکھتے ہیں (۲۱ / ۲۵) اور اس کے جواب میں آیت (۲۵۔۲۶ / ۲۵) بتا رہی ہے کہ رحمانی حکومت الٰہیہ ضرور قائم ہو گی اور جب وہ قائم ہوگی تو پھر حق چھپانے والوں پر دنیا تنگ ہو کر رہ جائے گی ۔ اس لئے کہ اس روز حق پوش گروہ کے سب سے بڑے لیڈروں کو حاضر کیا جائے گا ۔ اور جس شخص نے حکومت الٰہیہ کے مقابلہ میں سب سے پہلے قومی حکومت کی سربراہی کی تھی وہ اعلان کرے گا کہ اسے اس کے یار غار نے گمراہ کیا تھا ۔

اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ

پکڑ تا میں ساتھ رسولؐ کے راہ اے وائے ہے مجھ پر کاش کہ نہ پکڑ تا میں

فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ

فلانے کو دوست البتہ تحقیق گمراہ کیا مجھ کو قرآن سے پیچھے اس کے کہ

جَآءَنِيْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ

آیا میرے پاس اور ہے شیطان آدمی کو ہلاکی میں سونپنے والا اور کہا رسولؐ نے

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَ

اے رب میرے تحقیق قوم میری نے پکڑا ہے اس قرآن کو چھوڑا ہوا اور

كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَ كَفٰى

اسی طرح کیا ہے ہم نے واسطے ہر نبیؐ کے دشمن گنہگاروں میں سے اور کفایت ہے

میں نے رسولؐ کی طرز حکومت کو اپنایا ہوتا۔ (۲۸) وائے برحال من کاش میں نے فلاں شخص کو دین کے بدلے میں دوست بنا کر دنیا و آخرت کو تباہ نہ کیا ہوتا۔ (۲۹) یقیناً اس نے مجھے ایسی حالت میں گمراہ کیا تھا جب کہ رسولؐ اللہ مجھے باز رکھنے کے لئے میرے پاس موجود رہے حقیقت یہ ہے کہ وہ مجسم شیطان انسانوں کو تباہی میں دھکیلنے والا تھا۔ (۳۰) اس وقت رسولؐ نے کہا تھا کہ اے میرے پروردگار بلاشبہ میری قوم نے اس قرآن سے ہجرت کرکے اسے مہجور چھوڑا اور قومی لیڈروں کو اپنا راہنما بنا لیا ہے (۳۱) اور اللہ نے فرمایا کہ ہم نے مسلسل ہر نبیؐ کے مدمقابل جرائم پیشہ لوگوں کو ان کا دشمن بنائے رکھا ہے اور تیرے معاملے میں

(۳۔ الف) دو یار غار اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر حق بات بیان کریں گے اور قومی حکومت پر نادم ہوں گے۔

اور یہ کہ وہ آج نادم ہے کہ اس نے رسولؐ اللہ کی طرز حکومت کو چھوڑ دیا تھا اور اپنے ایک جگری دوست والے طرز حکومت کو اختیار کر لیا تھا۔(۲۸۔۲۷ / ۲۵) حالانکہ رسولؐ اللہ نے مجھے بار بار تنبیہہ کی تھی لیکن میرے دوست نے دوستی کے پردے میں شیطان کا کام کیا اور مجھے صراط مستقیم سے الگ ہٹا دیا۔ (۲۹ / ۲۵) ہم نے ان آیات کی مکمل تشریحات لکھ دی ہیں۔یہاں پھر یاد دلاتے ہیں کہ اس شخص کو "اَلظَّالِمُ" فرمایا گیا ہے یعنی وہ شخص جو از سر تا پا اور اندر باہر مجسمۂ ظلم ہو۔ جہاں سے اور جس سے ظلم کی ابتدا ہو اور جس پر ظلم کی انتہا ہو۔ اور یہ شخص عہد رسولؐ میں اور بعد رسولؐ موجود تھا۔ ظلم و ظالم کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ نے جہاں ہزاروں مثالیں دی ہیں وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ: "جو لوگ خالص حکم خداوندی کو بجنسہٖ نافذ نہ کریں وہ ظالم ہوتے ہیں" (مائدہ ۴۵ / ۵) اور یہاں اسی ظالم کا ذکر ہے جس نے اپنے دوست کے اغوا کرنے پر حکومت الٰہیہ کے خلاف محاذ قائم کیا اور ایک ایسی حکومت کی سربراہی قبول کی جو حکم خدا کے خلاف تھی۔ صرف اس لئے کہ اس کے دوست اور قوم نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ حکومت کو خاندانِ نبوت میں نہیں رکھنا ہے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) ان دونوں یاروں نے قرآن کے خلاف حکومت بنائی اور قرآن کو قطعاً نظر انداز رکھنے کا انتظام کیا اور اسی زمانہ میں رسولؐ نے اپنی نام نہاد قوم کی شکایت کی تھی۔کہ اس نے اپنے لیڈروں کے اجتہادات کو اپنا راہنما بنا کر قرآن کے مفاہیم کو الٹتے رہنے کا نظام قائم کرلیا ہے۔ اور اللہ نے تصدیق کی تھی۔ کہ اے رسولؐ صرف تمہاری قوم نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہر رسولؐ کی قوم نے مسلسل اسی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اور یہ کہ تم بے فکر رہو تمہاری ہدایت کاری اور خلافت الٰہیہ کے قیام میں مدد کرنا ہمارا کام ہے (۳۱ / ۲۵) چنانچہ حکومت رحمانی اور خلافتِ قرآنی کے قائم ہونے کا جب دن آئے گا تو رسولؐ کی نام نہاد قوم کے ہر فرد سے مواخذہ ہوگا (۲۶۔۲۵ / ۲۵) اور وہ تمام حقائق جو چودہ سو سال سے قومی تعصب، قومی جبر و استبداد و مظالم، اور قوم کی خود ساختہ تاریخ و روایات کے پردوں میں چھپے چلے آرہے ہیں اور ہم جنہیں اپنی تشریحات میں طشت ازبام کر رہے ہیں۔پوری نوع انسان کے روبرو آجائیں گے اور تمام جن و انس و ملک ان پر لعنتوں کی بوچھاڑ کریں گے۔ (بقرہ ۱۵۹ / ۲)

(۳۔ب) قریشی لیڈروں اور مُلّاؤں نے قرآن کو مہجور و مشکوک کرنا لازم سمجھا۔

قارئین کرام نے نوٹ کیا ہوگا کہ یہ اونیسواں پارہ اپنے نام سے بتاتا ہے کہ اس میں ان مسلمانوں کا خاص طور پر تذکرہ ہونا ہے جو ملاقات نظام الٰہیہ کے قیام کی نہ صرف امید نہ

بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ

پروردگار تیرا ہدایت کرنے والا اور مدد کرنے والا اور کہا ان لوگوں نے

كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ

جو کافر ہوئے کیوں نہ اتارا گیا اوپر اس کے قرآن اکٹھا ایک بار اسی طرح

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ

اتارا ہم نے تاکہ ثابت کریں ہم ساتھ اس کے دل تیرے کو اور تھم تھم کے

تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَ لَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا

پڑھا ہم نے اس کو تھم تھم کر پڑھنا اور نہیں لاتے تیرے پاس کوئی مثل مگر

جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ

لاتے ہیں ہم تیرے پاس حق کو اور بہت اچھا کھول کر بیان کرتے ہیں وہ لوگ کہ

ع

تیرا پالنے والا ہدایت اور مدد کے لئے کافی ہے (۳۲) اور جن لوگوں نے حق کو پوشیدہ رکھنے کی مہم چلا رکھی ہے ان کا اعتراض یہ ہے کہ محمدؐ پر پورا قرآن ایک دم سے کیوں نہ اتارا گیا؟ وہ اعتراض بجا ہے جواب یہ ہے تاکہ اے محمدؐ ہم تیرے قلبی خدشہ کو دور کرکے چین و اطمینان عطا کریں اس لئے ہم اسے ایک خاص ترتیب اور خاص مقدار میں پیش کرتے ہیں (۳۳) اور وہ گروہ جب بھی اور جو بھی مثال، سوال یا پیچیدہ مسئلہ لے کر تمہارے پاس آتا ہے ہم اس کو بہتر انداز میں اور بہترین تفسیر کے ساتھ خالص حق کو پہلے ہی پیش کردیتے ہیں (۳۴) وہ وہی لوگ ہیں

رکھتے تھے بلکہ اسے ناقابل عمل ایک خیالی اور تصوراتی نظام سمجھتے تھے۔(۲۱ / ۲۵) اور اسی بنا پر وہ قرآنی بیانات میں انسانی ضروریات کے ماتحت مجتہدانہ تبدیلیاں اور اصلاحات چاہتے تھے۔چنانچہ انہی لیڈروں کا تذکرہ یہ کہتے ہوئے کیا گیا تھا کہ جب انہیں ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو ان لوگوں نے قرآن سن کر یہ کہا کہ یا تو اس قرآن کے علاوہ دوسرا قرآن پیش کرو ایسا ممکن نہ ہو تو اسی قرآن میں

(۲) قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ ﴿۱۵﴾ یونس)

اصلاحی تبدیلیاں کرتے رہنے کا اصول مان لو۔ "یہ وہی گروہ ہے جو ملاقات خداوندی کی امید نہیں رکھتا" اور اب وہی گروہ یہ چاہتا ہے کہ :۔" سارا قرآن ایک دم اترنا چاہئے" یعنی انہیں وہ طریقہ پسند نہیں جو اللہ نے شروع کیا ہے۔ مطلب واضح ہے کہ اس گروہ کو قرآن کی عبارت میں یا قرآن کے مفہوم میں تبدیلی کا موقعہ نہیں ملتا۔ اس لئے کہ تھوڑا تھوڑا، حسب ضرورت عملی حیثیت سے نازل ہونے میں انہیں یہ پتہ نہیں چلنے پاتا کہ ان آیات کا باقی سلسلہ کیا ہو گا ؟ اور وہ جو کچھ بھی ہو گا کب نازل ہو گا ؟ اور جب وہ نازل ہو گا۔ اس وقت تک سابقہ نازل شدہ آیات لوگوں کو یاد ہو چکی ہوں گی۔جن میں کمی، زیادتی یا تبدیلی ناممکن ہوگی۔ اور تبدیلیاں نہ کرسکنا ہی اس گروہ کی ناراضگی کا باعث تھا۔ اور یہی بات اللہ نے فرمائی ہے کہ اے رسولؐ ہم نے یہ عملی طریق نزول اور تلاوت تمہارے اطمینان قلب اور دشمنان دین کو ناکام کرنے کے لئے اختیار کیا ہے یہ انتظام تھا جس کی بنا پر قرآن میں لفظی تبدیلی نہ ہو سکی۔ اور وہ تو کوئی ایسی مثال پیش ہی نہیں کر سکتے جو ہم نے حقیقی حیثیت سے پہلے ہی تمہیں نہ بتا دی ہو (۳۳ تا ۳۲ / ۲۵) یہاں یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ ان کے مقاصد اور ان کا خود ساختہ مذہب دونوں شر انگیزی اور فساد خیزی کے ڈھنگ ہیں (۳۴ / ۲۵) قارئین نوٹ کریں کہ یہ پارہ ہی ان لوگوں کی چالاکیوں، مکاریوں اور فریب سازیوں کو واضح کرنے کے لئے اس گروہ کے نام اور مقصد سے موسوم کیا گیا ہے۔اس سے پہلے ان کا مخصوص تذکرہ پارہ نمبر ۹۔(قَالَ الْمَلَاُ) "مُلّا لوگوں نے کہا" کے نام سے موسوم ہو چکا ہے۔

(۳۔ج) آیات (۴۴ تا ۲۵/۱) میں مخالف مسلمان لیڈروں کو خلافت الٰہیہ کے بالمقابل قومی خلافت بنانے پر تنبیہہ ہوئی ہے

قارئین کرام نے دیکھا تھا کہ سورۂ الفرقان کی ابتدا اللہ نے اپنے رسولؐ اور الفرقان کی ہمہ گیر پوزیشن اور پوری کائنات میں حکومت الٰہیہ کے حقیقت افروز بیان سے کی تھی اور اس کے بعد مسلسل ان لیڈروں ، مُلّاؤں اور راہنماؤں کی مذمت اور ان کے مخالفانہ محاذ اور مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے بار بار یہ بتایا ہے کہ کائنات میں حکومت خداوندی کے علاوہ

يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ

اکٹھا کئے جاویں گے اوپر مونہوں اپنے کے طرف دوزخ کی یہ لوگ بدتر ہیں

مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

مکان میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں راہ میں اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰؑ کو

الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا

کتاب اور کیا ہم نے ساتھ اس کے بھائی اس کے ھارون کو وزیر پس کہا ہم نے

اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ

جاؤ تم دونوں طرف اس قوم کی کہ جھٹلایا ہے انہوں نے نشانیوں ہماری کو

فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا

پس ہلاک کیا ہم نے ان کو ہلاک کرنا اور قوم نوحؑ کی کو جب جھٹلایا انہوں نے

الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَ

پیغمبروں کو غرق کیا ہم نے ان کو اور کیا ہم نے ان کو واسطے لوگوں کے نشانی اور

اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ

تیار کیا ہم نے واسطے ظالموں کے عذاب درد دینے والا اور عاد کو اور ثمود کو

وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًاۢ بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَ

اور رہنے والوں کوئیں کے کو اور قرنوں کو درمیان اس کے بہت کو۔اور

كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا

ہر ایک کے واسطے بیان کیں ہم نے مثالیں اور ہر ایک کو ہلاک کیا ہم نے

تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ

ہلاک کرنے کر اور البتہ تحقیق آئے ہیں اوپر اس بستی کے کہ برسائی گئی ہے

السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

مینہ برا کیا پس نہ تھے دیکھتے اس کو بلکہ تھے نہ امید رکھتے جی اٹھنے کی

جو اوندھے منہ جہنم کی طرف دھکیلے جانے والے ہیں ان کے مقاصد شر پسندانہ اور ان کا مذہب گمراہ کن ہے۔(۳۵) اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی اور ان کی پشت پناہی کے لئے ان کے بھائی کو ان کا وزیر بنایا تھا۔(۳۶) چنانچہ ان دونوں کو حکم دیا تھا کہ تم اس قوم کی ہدایت کے لئے جاؤ جس کے افراد نے ہماری سابقہ تمام آیات کو اپنے خود ساختہ قوانین سے جھٹلا رکھا ہے اور نتیجتاً خلافت و حکومت الٰہیہ پر قبضہ کر رکھا ہے پھر حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے لئے ہم نے اس قوم کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیا تھا۔(۳۷) پہلے یہی حال نوحؑ کی قوم کا ہوا تھا جب کہ انہوں نے حکومت الٰہیہ کے خلاف پیغمبروں کو جھٹلایا تھا چنانچہ ہم نے انہیں سمندر میں ڈبو دیا تھا اور لوگوں کے لئے عبرت انگیز سبق بنا دیا تھا اور خلافت الٰہیہ کا مفہوم بدلنے پر ان کے لئے دردناک عذاب تیار کردیا تھا۔(۳۸) اسی طرح قوم عاد و ثمود کو اور ان صحابہ کو جو حکومت الٰہیہ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے تھے۔اور درمیانی صدیوں کی بہت سی اقوام کو تباہ کیا گیا تھا۔(۳۹) ان تمام تباہ ہونے والی اقوام کو ہم نے خلافت الٰہیہ کے سلسلے میں مثالیں دے دے کر سمجھایا اور نہ ماننے پر تباہ کردیا گیا۔(۴۰) تمہاری نام نہاد قوم ان بستیوں کو عملاً دیکھ چکی ہے جن پر بدترین عذاب کی بارشیں برسائی گئی تھیں مگر یہ لوگ تو خلافت الٰہیہ کے نتیجہ خیز ہونے کی امید ہی نہیں رکھتے۔

حکومت کا ہر فلسفہ اور بہانہ باطل ہے اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کے مخالف فرقہ کو ایسے لوگ بتایا ہے جو حکومت الٰہیہ کے تصور کو فرضی اور زیب داستان سمجھتے ہیں جنہیں ان نتائج کے برآمد ہونے کی امید ہی نہیں ہے جو اللہ نے بار بار اور طرح طرح سے مثالیں دے دے کر واضح کئے ہیں۔پھر وہ نظارہ پیش کیا ہے جو حکومت الٰہیہ کے قیام کے بعد سامنے آئے گا۔جہاں دویار غار حاضر ہوں گے اور ایک دوسرے کی کاٹ میں بیان دیں گے جس سے قومی حکومت کا بطلان اور جرم

وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ
اور جس وقت کہ دیکھتے ہیں تجھ کو نہیں پکڑتے تجھ کو مگر ٹھٹھا کیا یہی ہے
بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا
جس کو بھیجا اللہ نے پیغمبر کر کر تحقیق نزدیک تھا کہ گمراہ کر دے ہم کو
عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا ؕ وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ
معبودوں ہمارے سے اگر نہ صبر کرتے ہم اوپر ان کے اور البتہ جانیں گے
حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَیْتَ
جب دیکھیں گے عذاب کو کون شخص بہت گمراہ ہوا راہ سے کیا دیکھا تو نے
مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ
اس شخص کو کہ پکڑا اس نے معبود اپنا خواہش اپنی کو کیا پس ہوتا ہے تو
عَلَیْهِ وَكِیْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ
اوپر اس کے داروغہ کیا گمان کرتا ہے تو یہ کہ اکثر ان کے سنتے ہیں یا
یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۴۴﴾ ع
سمجھتے ہیں نہیں وہ مگر مانند چارپایوں کی کہ وہ بہت بھولے ہوئے ہیں راہ کو
اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَ لَوْ
کیا نہیں دیکھا تو نے طرف رب اپنے کی کیوں کر پھیلایا ہے سایہ کو اور اگر
شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ﴿۴۵﴾
چاہتا البتہ کر دیتا اس کو تھما ہوا پھر کیا ہم نے سورج کو اوپر اس کے نشانی
ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا ﴿۴۶﴾ وَ هُوَ
پھر کھینچ لیا ہم نے اس کو طرف اپنی کھینچنا آہستہ آہستہ اور وہی ہے
الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا وَّ جَعَلَ النَّهَارَ
جس نے کیا واسطے تمہارے رات کو پردہ اور نیند کو آرام اور کیا دن کو

(۴۱) چنانچہ یہ لوگ جب بھی آپ کو خلافت الٰہیہ کے قیام کا اعلان کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو دلیل سننے کے بجائے صرف تمہارا مذاق اڑانے لگتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے مطلق العنان حاکم اور رسولؐ بنا کر بھیجا ہے ؟ (۴۲) نزدیک تھا کہ یہ شخص ہمیں ہمارے لیڈروں سے گمراہ کر دیتا خیریت یہ ہوئی کہ ہم صبر و تحمل سے اپنے لیڈروں سے وابستہ رہتے رہے ۔اور بہت جلد انہیں معلوم ہو جائے گا کہ صحیح مذہب کس کا ہے اور کون راہ راست سے بہت گمراہ ہے جب وہ اپنے روبرو عذاب دیکھ لیں گے ۔ (۴۳) کیا آپؐ نے اس قومی راہنما کو ٹھیک سے دیکھا ہے جس نے اپنی عقل و تجربہ اور اجتہادی فیصلوں کو اپنے معبود کے فیصلے بنا رکھا ہے اور کیا ایسی صورت میں بھی تم اس کی وکالت کرنا چاہتے ہو (۴۴) یا آپؐ یہ حساب لگائے ہوئے ہیں کہ اس کے مُقلّدین کی کثرت دلائل کو نہ سنتی ہے نہ عقل سے ان پر غور کرتی ہے ۔وہ تو بھیڑوں کی طرح منہ اٹھائے چلی جارہی ہے بلکہ وہ جانوروں سے بھی زیادہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ (۴۵) کیا آپؐ نے اپنے رب کے نظامِ کائنات کو غور سے نہیں دیکھا کہ اس نے سایہ کو کس طرح پھیلا دیا ہے اور اگر ہماری مشیت ہوتی تو ہم اسے ایک جگہ ٹھہرا دیتے پھر ہم نے سایہ کے لئے سورج کو دلیل بنا دیا ہے ۔ (۴۶) پھر ہم نے اس سائے اور سورج کو اپنے قانون کے قابو میں آسانی سے رکھا ہوا ہے ۔ (۴۷) اور اللہ ہی وہ ہستی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ پوش بنا دیا ہے اور نیند کو سکونِ مطلق بنایا ہے اور دن کو دوبارہ اٹھنے اور

ثابت ہو گا ۔ساتھ ہی یہ واضح کیا جائے گا کہ قرآن میں معنوی ردوبدل کر کے اور عوام الناس کو مغالطے میں ڈال کر قومی حکومت کے قیام پر متفق کر لیا تھا اور اپنے لیڈروں کے فیصلوں اور احکام کے مقابلہ میں قرآن کو ترک کر دیا تھا اور قرآن کو ناقابل عمل بنانے کے لئے سینکڑوں اعتراض گھڑتے رہتے تھے۔ اور قرآن کو پرانے لوگوں کا ناقابل اعتنا ریکارڈ مشہور کر دیا تھا۔ انہیں منع کیا گیا کہ اللہ کے واضح احکام کے بغیر کسی شخص کو اپنا حاکم و مُقلّد بنا لینا شرک ہے ۔پھر حکومت الٰہیہ کی

نُشُوۡرًا ﴿۴۷﴾ وَ ھُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا

وقت منتشر ہونے کا اور وہی ہے جس نے بھیجا باؤں کو خوشخبری دینے والیاں

بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِہٖ ۚ وَ اَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَہُوۡرًا ﴿۴۸﴾

آگے مہربانی اپنی کے اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی پاک کرنے والا

لِّنُحۡیِۦَ بِہٖ بَلۡدَۃً مَّیۡتًا وَّ نُسۡقِیَہٗ مِمَّا

تو کہ زندہ کریں ساتھ اس کے شہر مُردے کو اور پلاویں وہ پانی ان چیزوں میں سے کہ

خَلَقۡنَاۤ اَنۡعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ کَثِیۡرًا ﴿۴۹﴾ وَ لَقَدۡ صَرَّفۡنٰہُ

پیدا کیا ہم نے جانوروں کو اور آدمیوں کو بہت کو اور البتہ تحقیق طرح طرح سے بیان کیا ہم نے

بَیۡنَہُمۡ لِیَذَّکَّرُوۡا ۫ۖ فَاَبٰۤی اَکۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوۡرًا ﴿۵۰﴾

اس کو درمیان ان کے تو کہ نصیحت پکڑیں پس انکار کیا اکثر لوگوں نے مگر کفر کرنا

شمار ہونے کا وقت بنایا ہے (۴۸) اور وہی وہ ہستی ہے جو اپنی رحمتؑ کی حضوری میں بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتی ہے اور پھر ہم آسمانوں سے پانی برساتے ہیں جو پاکیزگی کا ذریعہ بھی ہے۔ (۴۹) تاکہ اسی پانی سے ہم مردہ بستیوں کو زندہ کردیں اور جو ہماری مخلوق حیوانات اور انسان وغیرہ ہیں ان کو وہی پانی پلائیں۔ (۵۰) اور بارش کے اس نظام حیات کو ہم بار بار ان قریشیوں کے سامنے بیان کرتے رہے ہیں تاکہ وہ اس نظام سے سبق حاصل کرسکیں مگر اس قوم کے اکثر لوگ حق کو چھپانے اور سرتابی کرنے کے سوا دوسرا رویہ اختیار کرنے کو تیار نہیں۔

مثال میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو پیش کر کے بتایا گیا کہ خلیفۂ خداوندی ہی نہیں خلیفۂ خداوندی کا وزیر بھی اللہ کے واضح حکم سے مقرر کیا جاتا ہے اور یہ کہ خلافت الٰہیہ کا وزیر بھی عہدہ نبوت و رسالت سے کم نہیں ہوتا ہے۔اس کے بعد ان اقوام کا ذکر رسولؐ کی نام نہاد قوم کو سنایا جنہیں حکومت الٰہیہ کی خلاف ورزی میں تباہ و برباد کیا جاتا رہا تاکہ قریش قومی حکومت بنانے سے باز رہیں ورنہ عذاب الیم کے لئے تیار ہو جائیں۔

(۳۔ د) رسولؐ کی قوم رسولؐ کا مذاق اڑاتی رہی اور ان کا بڑا راہنما اپنی عقل و تجربہ کو اپنا معبود سمجھتا چلا گیا۔

اور اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ قریش نے رسولؐ اللہ کو کبھی ایسا رسولؐ نہیں مانا جس کی ہر بات حکم خدا ہوتی ہو وہ ایسے تصور پر رسولؐ اللہ کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا یہ ایسا رسولؐ ہو سکتا ہے جس کی کوئی بات بھی غلط نہ ہو سکے؟ اور یہ بھی کہ اگر ہم نظام مشاورت اور اہل حل و عقد کو نظر انداز کر کے اس کی ہر بات کو خدا کی بات مان لیتے تو اس نے ہمیں یقیناً گمراہ کر دیا ہوتا۔اس پر اللہ نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ کی ہر بات کو اللہ کی بات نہ سمجھنا اور ان کے مقابلہ میں لیڈروں کے احکام کو حق ماننا انہیں عذاب کا مستحق بنا چکا ہے انہیں صراط مستقیم اور حقیقی اسلام کا علم عذاب کو دیکھ کر ہی ہو گا یعنی قیامت تک مسلمانوں کا وہ گروہ رسولؐ کو معصوم مطلق نہ مانے گا (۴۲ / ۲۵) اس کے بعد قریش کے اس مشہور و معروف عظیم لیڈر کا ذکر فرمایا ہے جس نے اپنے یار غار اور پوری قوم کو خود ساختہ مذہب اور قومی حکومت کا راستہ دکھایا تھا (۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) اور جو رسولؐ اللہ کو اپنی تقریروں سے متاثر کر لیا کرتا تھا (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) اس کے لئے کہا گیا کہ وہ اپنی عقل و تجربہ اور اجتہادی فیصلوں کو اپنا معبود سمجھتا ہے یعنی اس کا آخری حکم و فیصلہ وہی ہوتا ہے جو اللہ کا حکم ہو سکتا ہے (۴۳ / ۲۵) اور جس طرح سورۂ بقرہ (۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) میں رسولؐ اللہ کو اس عظیم لیڈر کی اغراض باطلہ اور مستقبل کی اسکیم پر مطلع کیا تھا۔اسی طرح یہاں (۴۳ / ۲۵) میں اس کی وکالت سے منع کیا گیا ہے۔ اور اس کی قوم کے لوگوں کو اس کا اندھا مقلّد اور مرید قرار دیا ہے جو عقل اور دلائل سے بے نیاز ہو کر اس لیڈر کی اندھی تقلید کر رہے ہیں (۴۴ / ۲۵) یہی وہ قومی راہنما ہے جس کی شان میں (اعراف ۱۷۶۔۱۷۵ / ۷) فرمایا گیا تھا کہ اسے ہم نے آیات کا علم دیا تھا مگر اس نے ان آیات کے مفاہیم کو الٹ کر استعمال کیا اور یہ کہ خود شیطان اس کی اتباع کرتا ہے اور وہ اپنے اجتہاد کی اتباع کرتا ہے۔ اور اسی کے لئے کہا گیا ہے کہ اس کا دین باطل کی حدود کو پار کر گیا ہے۔اور وہ خالص اجتہاد کی اتباع کرتا ہے (کہف ۲۹۔۲۸ / ۱۸) اسی کے لئے کہا گیا ہے کہ جو کوئی ہدایات کی جگہ اپنا خالص اجتہاد استعمال کرتا ہے وہ گمراہ ترین شخص ہے (القصص ۵۰ / ۲۸) اور اُسی کے لئے آیت (۴۳ / ۲۵) والے الفاظ پھر فرمائے ہیں کہ:

(۵۱) اور اگر ہم یہ دیکھتے کہ ہر ہر بستی میں ایک ایک خبر دار کرنے والا بھیجنا مشیت چاہتی ہے تو ضرور مبعوث کر دیتے (۵۲) چنانچہ اے رسولؐ آپ ہرگز حق کو چھپانے والے لوگوں کی اطاعت نہ کریں اور ان کے ساتھ ہماری حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے برابر بڑی سے بڑی کوشش کر دکھائیں ۔ (۵۳) اور بتائیں کہ اللہ ہی تو ہے جس نے دو ایسے سمندروں کو ملا رکھا ہے جن میں سے ایک لذیذ اور شیریں ہے اور دوسرا تلخ اور شور ہے اور دونوں کے درمیان ایک قدرتی پردہ ہے ایک عجیب رکاوٹ ہے جو دونوں کو گڈ مڈ ہونے سے روکتی ہے (۵۴) اور وہی ہے جس نے مخصوص پانی سے ایک بشر آدمؑ کو پیدا کیا تھا پھر اس سے نسب اور سسرال کے دو الگ الگ سلسلے قائم کئے تیرا پروردگار بڑا ہی قدرت والا ہے

وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ

اور اگر چاہتے ہم البتہ بھیجتے ہم بیچ ہر ایک بستی کے ڈرانے والا پس مت کہامان

الْكٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ

کافروں کا اور جھگڑا کر ان سے ساتھ اس کے جھگڑا بڑا اور وہ ہے جس نے ملائے

الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ جَعَلَ

دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا اور یہ کھاری ہے چھاتی جلانے والا اور کیا

بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ

درمیان ان دونوں کے پردہ اور بند بندھا ہوا اور وہ ہے جس نے پیدا کیا

مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾

پانی سے آدمی کو پس کیا واسطے اس کے ناتا اور ہے سسرال اور ہے پروردگار تیرا قادر

"چنانچہ کیا آپ نے اس قومی راہنما کو ٹھیک سے دیکھ لیا جس نے اپنی عقل و تجربے اور اجتہادی فیصلوں کو اپنے معبود کے فیصلے سمجھ رکھا ہے اور اللہ نے اپنے علم غیب سے اس کی مستقل ذہنیت کی بنا پر اسے گمراہ ہو جانے دیا ہے اور اس کی قوت سماعت اور توجہ پر مہر لگا دی ہے اور اس کی بصیرت پر اس کی خود غرضی کے غلاف چڑھا دیئے ہیں اب اللہ کے بعد اس کو کون راہ راست پر لا سکتا ہے" (جاثیہ ۲۳ / ۴۵)

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ﴿۲۳﴾ الجاثیة

(۳ ۔ ہ) ابلیس کے استاد قومی راہنما کی قوم جانوروں کی طرح اس کی تقلید کرتی رہی۔

اس لیڈر کی قوم کا حال جانوروں کے پالتو ریوڑ سے بدتر بتایا گیا ہے جو اندھوں کی طرح، بہروں کی مانند اور پاگلوں کے طریقے پر اس لیڈر کے تیار کردہ راستے (۲۸۔۲۷ / ۲۵) (نساء ۱۵۰ / ۴) پر چلی جا رہی تھی ۔ اور اس اندھی تقلید ہی نے رسولؐ اللہ کے گھر والوں کو جلا کر خاک کر دینے کا انتظام کیا ۔ آگ لگا دی ۔ خاندان رسولؐ کے بچوں ، جوانوں اور بڈھوں کا قتل عام کرایا اور کوئی مانع نہ ہوا نہ کسی نے اسے بے دینی اور گمراہی قرار دیا ۔ اس ملعون لیڈر کے مذہب میں یزید و عمر و شمر و ابن زیاد کے لئے دعائے خیر کرنا اور بخشش طلب کرنا لازم ہے ۔ یہی لیڈر تھا جس کے انتظام نے قومی حکومت قائم کر کے خاندان رسولؐ کو تباہ کیا اور ساری قوم نے تعاون کیا ۔ قرآن اس پر گواہ ہے مگر صحیح ترجمہ نہ کیا گیا ۔

(۳ ۔ و) آیات (۵۸ تا ۴۵ / ۲۵) میں نظام کائنات کی مثالوں سے حکومت الٰہیہ پر حجت قائم کی گئی ہے ۔

اللہ نے رسولؐ کی قوم کو قومی یا جمہوری حکومت بنانے کے خلاف نظام کائنات پر مثالیں دی ہیں تاکہ وہ غور کریں کہ کائنات کے کسی بھی شعبہ میں جمہوریت اور نظام اجتہاد و مشاورت قائم نہیں ہے ۔ اور کہیں غلطیوں کے وقوع میں آنے اور ان کی اصلاح کرنے کا سلسلہ نہیں ملتا ۔ تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اس نظام کائنات کا چلانے والا اللہ انسانی نظام اور ان کے ضابطہ حیات کو خطا کار انسانوں کے حوالے کر کے بیٹھ جائے اور وہ دروازے خود اپنے ہاتھ سے کھول دے جن میں سے افتراق و انتشار و اختلاف داخل ہو کر پوری انسانیت کو فتنہ و فساد کا اکھاڑہ بنا ڈالے؟ ان مثالوں سے اور دنیا کی تمام فطری و قدرتی چیزوں سے اور خود حیوان و انسان کے جسم کی بناوٹ اور ان کے اعضاء کے عمل درآمد سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ ایک ہی طرز عمل ہے نہ کہیں انتخاب ہوتا ہے نہ کہیں اختلاف رائے کا وجود ہے ہر چیز قوانین کی بلا چوں و چرا تعمیل میں مصروف

(۵۵) لیکن ایسے اللہ کی مرضی کے خلاف یہ قوم پھر بھی ایسی ہستیوں کی اطاعت و عبادت کرتی ہے جو انہیں نہ نفع پہنچا سکتی ہیں نہ نقصان ۔ بات یہ ہے کہ وہ کافر لیڈر اپنے رب کے مقابلہ میں حق کو چھپانے کی پشت پناہی کررہا ہے ۔ (۵۶) اور ہم نے تو آپؐ کو صرف بشارتیں دینے والا اور برے نتائج سے خبردار و متنبہ کرنے والا بنا کر ارسال کیا ہے ۔ (۵۷) ان سے کہہ دو کہ میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اس تبلیغ کا منشا یہ ہے کہ جو بھی خوشی سے چاہے اپنے پروردگار کی رضامندیاں اور نعمتیں حاصل کرنے کا مذہب اختیار کرلے (۵۸) اور تم اس ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ پر توکل رکھو جو کبھی نہ مرے گا اور اسکی حمدوثنا کی تسبیح جاری رکھو اور تیرا رب اپنے بندوں کے متعلقات سے خبردار ہے (۵۹) یعنی اس ہستی پر توکل رکھو جس نے

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا

اور عبادت کرتے ہیں سوائے خدا کے اس چیز کو کہ نہ نفع دے ان کو اور نہ

يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ

ضرر دے ان کو اور ہے کافر اوپر رب اپنے کے پیٹھ دینے والا اور نہیں بھیجا ہم نے

اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ

تجھ کو مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا کہہ نہیں سوال کرتا میں تم سے اوپر

مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾

اس قرآن کے کچھ بدلا مگر جو کوئی چاہے یہ کہ پکڑ لیوے طرف رب اپنے کی راہ

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ

اور توکل کر اوپر اس زندہ کے جو نہیں مرتا اور پاکی بیان کر ساتھ تعریف اس کی کے

وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾ الَّذِيْ خَلَقَ

اور کفایت ہے وہ ساتھ گناہوں بندوں اپنے کے خبردار جس نے پیدا کیا

ہے نہ وقت ضائع ہونے کی گنجائش ہے نہ ارتقائی ترقی میں کوئی رکاوٹ پڑتی ہے ۔ ہر چیز مطیع ہے وفرمانبرداری کا نمونہ ہے ۔

(۳۔ ز) رسولؐ کی نام نہاد قوم کے سب سے بڑے لیڈر و سردار کو اور اس کے مقلّدین کو کافر کہہ کر ان کی اطاعت منع کر دی ہے ۔

آگے چل کر انہی مثالوں میں یہ بتایا گیا کہ وہ مشہور حق پوش (کافر) شخص اللہ کے مقابلہ پر یعنی رسولؐ کے مقابلے میں اپنے باطل نظام کی پشت پناہی میں مصروف ہے لہٰذا تم اس کی اور اس کے ہمنوا مقلدین کی ہرگز پرواہ نہ کرو ان کی کوئی بات نہ مانو(۵۵ و ۵۲ / ۲۵) اس لئے کہ تمہارا کام صرف بشارت و نذارت ہے اور صراط مستقیم اور گمراہ کن راستوں کے اختیار کرنے کا سیدھا صاف طریقہ آزادی کا ہے یعنی جو چاہے گمراہ ہو جائے اور جو چاہے ہدایت پالے (۵۷ / ۲۵) ہر شخص اپنی دنیا اور آخرت کے سنوارنے اور بگاڑنے میں آزاد و مختار ہے ۔ لیکن رسولؐ کا فریضہ یہ ہے کہ وہ خوب اچھی طرح ٹھونک بجا کر اللہ کے احکام ہر شخص تک پہنچا دے ۔ سب کو سمجھا دے تاکہ کوئی عذر باقی نہ رہے(۵۲ / ۲۵)

(۴)(۵۹۔۵۸ / ۲۵) میں وہ ہستی کون ہے جو اللہ اور رسولؐ کے علاوہ "خبیر" ہے ؟؟؟ یہاں آیت (۵۹ / ۲۵) میں قارئین سوچیں اور فیصلہ کریں کہ وہ ذات والا صفات کون ہو سکتی ہے جو رسولؐ کو پوری کائنات کے متعلق ہر اطلاع دے سکتی ہو؟ اور جو اللہ کے علاوہ اللہ کی طرف سے "خبیر" بنا دی گئی ہو؟ اور جس سے دریافت کرنے کا حکم رسولؐ اللہ کو خود اللہ دیتا ہو (۵۹ / ۲۵) قرآن نے اُمت سے یہ کہا ہے کہ جس چیز کو تم نہیں جانتے مگر جاننا چاہتے ہو اس کے متعلق ہر سوال اہلِ ذکر یا رسولؐ کے اہلبیتؑ سے معلوم کر لیا کرو۔ معلوم ہوا کہ اللہ و رسولؐ کے بعد جو حضرات اللہ کی پوری کائنات کا علم رکھتے تھے وہ آل محمدؐ کے وہ حضرات تھے جو عہد رسولؐ میں سربراہی اسلام کے لئے خلفائے خداوندی اور حکومت الٰہیہ کے مطلق العنان حاکم اور اولیا تھے اور وہی وہ لوگ تھے جن میں کا ہر فرد "خبیر" تھا۔ اور کائنات میں گزرنے والے ان تمام حالات و واقعات و حادثات پر علیم و خبیر تھا جو قیامت تک گزرنے والے ہیں اور وہی وہ حکمران ہیں جو عرش معلیٰ پر قائم حکومت الٰہیہ کے ماتحت تھے ۔ اور پوری کائنات میں اللہ کے نائب و جانشین مشہود و محسوس حاکم تھے ۔ جو نہ صرف انسانوں کو بلکہ تمام

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے بیچ چھ دن کے پھر

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْــَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَ اِذَا

قرار پکڑا اوپر عرش کے وہ رحمٰن ہے پس سوال کر اس کو خبردار سے اور جب

قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۗ

کہا جاتا ہے واسطے ان کے سجدہ کرو واسطے رحمان کے کہتے ہیں وہ اور کیا ہے رحمان

اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ تَبٰرَكَ

کیا سجدہ کریں ہم جس کو حکم کرے تو اور زیادہ کرتا ہے ان کو بھاگنا بہت برکت والا ہے

الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾

جس نے کئے بیچ آسمان کے برج اور کیا بیچ اس کے چراغ یعنی سورج اور چاند روشن

وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ

اور وہی ہے جس نے کیا رات کو اور دن کو آگے پیچھے آنے والے واسطے اس کے کہ

اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ

ارادہ کرتا ہے یہ کہ نصیحت پکڑے یا ارادہ کرتا ہے شکر کرنا اور بندے رحمان کے

آسمانوں کو اور زمینوں کو اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے سب کو چھ روز میں وجود بخشا اور اس کے بعد عرش پر مرکزِ حکومت قائم کیا بہرحال رحمٰن کی شان اور اس کی کائنات کا حال خبیرؑ سے دریافت کرو۔ (۶۰) جب قریشیوں سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کیا کرو تو پوچھتے ہیں کہ رحمٰن کون ہے ؟ کیا ہم ہر اس ہستی کو سجدہ کرتے پھریں جسے تو حکم دیتا جائے اور ساتھ ہی ان کی رسولؐ سے نفرت میں زیادتی ہوتی جاتی ہے (۶۱) بڑا ہی متبرک ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور چمکتا ہوا چاند موزوں کیا (۶۲) وہ بھی وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے یہ رات اور دن کی خلافت ہر اس شخص کے لئے ہے جو اس خلافت سے سبق لینے کا ارادہ رکھتا ہو یا جو شکرگزاری کے لئے اس خلافت کو وسیلہ بنانا چاہتا ہو۔ (۶۳) اور رحمٰن کے حقیقی پسندیدہ بندے

مخلوقات، جمادات و نباتات و حیوانات و ملائکہ اور جنات کو بے خطا معصوم ہدایات دیتے ہیں۔ جو خود علوم خداوندی کا ذخیرہ اور خزانہ و خزانچی ہیں۔ لیکن قرآن کی واضح آیات و دلائل کے باوجود رسولؐ کی نام نہاد قوم نے اور قوم کے لیڈروں نے اللہ کے اس محسوس و مشہود نظام حکومت کی جگہ اپنے آباو اجداد کے کافرانہ طریقہ پر قوم کے لیڈروں اور مجتہدوں کی حکومت قائم کی اور اس طرح مسلمان ہوتے ہوئے مشرک اور لیڈر پرست یعنی بت پرست شمار ہوئے اور جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔

(۵) آیات (۷۷ تا ۶۰ / ۲۵) میں مسلمانوں کی وہ دونوں قسمیں جو حکومت و خلافت الٰہیہ کے دوست اور دشمن ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ کے پسندیدہ بندوں کے ذکر میں اتنا مفصل اور واضح اور طویل بیان اور کہیں نہیں ہوا ہے۔ اور اس بیان کو شروع کرنے سے پہلے حکومت الٰہیہ کے اس مرکز کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جو خلافت الٰہیہ کا اوّلین، مستقل اور قدیم ترین مقام ہے۔ اور جہاں تمام خلفائے خداوندی کو ہر شب جمعہ میں حاضر و موجود رہنا پڑتا ہے (کافی) (جس کا تذکرہ ہم الگ سے کریں گے) اس مرکز کے ذکر کے بعد مسلمانوں کے اس فرقہ کا ذکر ہوا ہے جو قومی حکومت قائم کرنے کے لئے اسلام کو حربہ بنائے ہوئے ہے (انفال ۵-۴ / ۸) اور جو بڑے فخر کے ساتھ رسولؐ اللہ سے کہتے ہیں کہ میاں ہم تمہارے اقوال کو ایسا معتبر نہیں سمجھتے کہ جس کو تو کہے ہم اسی کو سجدہ کرتے چلے جائیں۔ یعنی یہ مسلمان رسولؐ کے وہ احکام مانیں گے جو ان کی عقل و مذہب و تجربے سے ہم آہنگ ہوں ورنہ یا تو رسولؐ کے احکام کو ان کے ذاتی اور ناتجربہ کارانہ احکام کہہ کر رد کر دیں گے یا ان کے احکام کی تفہیم و تاویل بدل کر اپنی قومی پالیسی پر فٹ کرلیں گے۔ اور قوم کو رسولؐ کی

الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ

وہ لوگ ہیں کہ چلتے ہیں اوپر زمین کے آہستہ اور جس وقت کہ بات کرتے ہیں ان سے

الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ

جاہل کہتے ہیں کہ سلام ہے اور وہ لوگ کہ رات کاٹتے ہیں واسطے پروردگار اپنے کے

سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا

سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے اور وہ لوگ کہ کہتے ہیں اے پروردگار ہمارے

اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾

پھیر دے ہم سے عذاب دوزخ کا تحقیق عذاب اس کا ہے لازم ہو جانے والا

اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَآ

تحقیق وہ بری ہے جگہ قرار کی اور رہنے کی اور وہ لوگ کہ جس وقت

اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ

خرچ کرتے ہیں نہیں بے جا خرچ کرتے اور نہیں تنگی کرتے اور ہوتی ہے درمیان اس کے

تو وہ ہیں جو زمین پر چلتے ہوئے عاجز اور خاکسار معلوم ہوتے ہوں اور جب ناپسندیدہ گنواروں سے بات کرنا پڑجائے تو سلام کرکے دامن چھڑا لیتے ہوں ۔ (۶۴) اور وہ لوگ بھی جو سجدہ اور قیام میں اللہ کے لئے راتیں گزارتے ہوں ۔ (۶۵) اور وہ لوگ دعا کرتے ہیں کہ یا ہمارے پروردگار تو ہم سے جہنم کے عذاب کا تعلق منقطع کر دے یقیناً جہنم کا عذاب تو جرائم کے نتیجے میں لازم ہے (۶۶) اور جہنم تو قیام کرنے اور ٹھہرنے کے لئے بہت ہی بری جگہ ہے۔ (۶۷) اور وہی لوگ جب ضرورت مند لوگوں کے لئے مالی راہیں کھولتے ہیں تو نہ ان میں فضول خرچی کی گنجائش رکھتے ہیں اور نہ کنجوسی کو پاس آنے دیتے ہیں اور ان دونوں طریقوں کے درمیان اخراجات کی مستقل راہ اختیار کرتے ہیں ۔

ذاتی بصیرت سے اور زیادہ متنفر کرتے رہیں گے ۔(۶۰ / ۲۵) اس کے بعد اللہ نے اپنے نظام کائنات کا بنیادی تذکرہ کیا اور رات اور دن روشنی اور اندھیرے کی تخلیق اور خلافت کو سامنے لاکر یہ بتایا کہ یہ خلافت کن لوگوں کے لئے مفید ہے اور کون لوگ ان سے سبق حاصل کرتے ہیں پھر ان لوگوں کے اپنے (رحمان کے) خاص بندے فرمایا ہے اور ان کی صفات کا دفتر کھول دیا ہے (۷۷ تا ۶۱ / ۲۵) یہاں ہر ہر قاری کو چاہئے کہ وہ ان سولہ آیات میں مذکور صفات جس شخص میں نہ پائیں یا بعض صفات پائیں اور بعض نہ پائیں تو ان مسلمانوں کو باقی مسلمانوں سے الگ کر لیں ۔ اور یہیں سے دوسری قسم کے پسندیدہ مسلمان سامنے آنے لگیں گے ۔ مگر اس انتخاب میں قومی حکومتوں کی گھڑی ہوئی تاریخ و روایات اور کہانیاں قطعاً نظر انداز کرنا ہوں گی ۔ اور اس طرح آپ کو دونوں قرآنی فرقوں کے مسلمانوں کو الگ الگ کر کے سمجھنا آسان ہو جائے گا ۔ اور یقین ہو جائے گا کہ قومی حکومت کو بنانے اور ماننے والے اللہ و رسولؐ اور قرآن کے مقاصد کے کھلے کھلے مخالف رہے ہیں اور حکومت الٰہیہ اور معصومؑ سربراہی کے قائل مسلمان سو فیصد حق پر رہے ہیں اور اس حق پر رہنے میں انہوں نے چودہ سو سال تک قتل عام ، لوٹ مار اور جلا وطنی کے مصائب جھیلے ہیں ۔چنانچہ معصومؑ نظام کے جن پسندیدہ بندوں کا تذکرہ (۶۳ / ۲۵) ہو رہا ہے ان کی صفت یہ بھی ہے کہ انہیں بے قصور قتل کیا جاتا رہا اوروہ صبر کرتے رہے (۶۹۔۶۸ / ۲۵) اور دوسرے مسلمانوں نے وہ قتل عام جاری رکھا جو حرام تھا اور انہیں عدل کے خلاف برابر کی نہیں بلکہ کئی کئی گنا سزا ملے گی(۶۹۔۶۸/ ۲۵) پسندیدہ مسلمان زنا سے محفوظ رہیں گے ان کے مخالف مذہبی طور پر زنا کرتے رہیں گے(۶۹۔۶۸/ ۲۵) اوّل الذکر دن رات سجدوں اور عبادت کے قائم رکھنے میں شمار ہوں گے اور مخالف مسلمانوں کی نمازیں ضائع ہو جائیں گی۔(۶۴ / ۲۵) وہ حضرات ظالموں اور گنواروں سے سلام کرکے جان چھڑائیں گے ۔ جبر و زیادتی نہ کریں گے ۔ ان کے مخالف ظلم و ستم جاری رکھیں گے (۶۳ / ۲۵) اورانہیں دنیا میں سلامتی برقرار رکھنے کی بنا پر جنت میں سلام و مبارکبادیں پیش کی جائیں گی (۷۵ / ۲۵) اور مخالف مسلمانوں کو جہنم میں رسوا کیا جاتا رہے گا۔ (۶۹ / ۲۵) ان کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ وہ کسی لیڈر کے بہکانے سے صرف آیت کا غلط مفہوم سن کر سجدۂ اطاعت بجا نہیں لاتے بلکہ قرآن کے الفاظ کے ساتھ چلتے ہیں اندھوں بہروں کی طرح قوم کے پیچھے نہیں چلتے (۷۳ / ۲۵) اور جھوٹی کہانیوں اور مقدس قصوں

قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا

معتدل گزران اور جو لوگ کہ نہیں پکارتے ساتھ اللہ کے معبود اور نہیں

يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ

مار ڈالتے اس جان کو کہ حرام کیا ہے خدا نے مگر ساتھ حق کے اور نہیں زنا کرتے

وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ

اور جو کوئی کرے یہ کام ملے گا بڑے وبال سے دگنا کیا جاوے گا واسطے اس کے

الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ

عذاب دن قیامت کے اور پڑا رہے گا ہمیشہ بیچ اس کے رسوا ہو کر مگر جس نے

تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ

توبہ کی اور ایمان لایا اور کیا کام اچھا پس یہ لوگ بدل ڈالتا ہے اللہ برائیوں ان کی کو

حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ

بھلائیوں سے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان اور جو کوئی توبہ کرے اور عمل کرے

(۶۸) اور وہ لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور کی اطاعت و عبادت کا عقیدہ نہیں رکھتے اور وہ کسی ایسی حالت میں کسی شخص کو قتل نہیں کرتے جس حال میں قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہوا ہے۔ سوائے ان حالات کے جس میں قتل کرنا ہی حق ہوتا ہے۔اور جو کوئی ایسا قتل عام کرے گا اس کو سزا بھگتنا پڑے گی۔ (۶۹) اور ایسے قاتلوں کے لئے قیامت کے روز دوگنا چوگنا عذاب دیا جائے گا اور جہنم میں ہمیشہ کے لئے رسوائی میں رہنا ہوگا (۷۰) سوائے ان لوگوں کے جو مخالف فرقہ کے عقائد سے توبہ کرلیں اور معصومؑ نظام پر ایمان لے آئیں اور اصلاح کے لئے خود کو وقف کردیں تو ایسے لوگوں کی بدعملیوں گناہوں اور غلطیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔اور اللہ ایسے ہی لوگوں کے لئے غفور اور رحیم ہے (۷۱) اور جو لوگ اپنے خود ساختہ اسلامی عقائد سے توبہ کرکے

اور لغویات کو نہایت وقار کے ساتھ سلجھا دیتے ہیں (۷۲ / ۲۵) اور ان کی دن رات یہی تمنا اور دعا جاری رہتی ہے کہ اللہ ہمیں قومی حکومت کے استبداد سے نکال کر ہماری اولاد کو اس قابل بنا دے کہ ہمیں ایک متقی امامت قائم کرنے کا موقع ملے (۷۴ / ۲۵) اس کے برخلاف ان کا مخالف فرقہ فاسقوں اور فاجروں کی امامت کرتا ہے۔یہاں واضح کردیا گیا ہے کہ مخالف عقائد رکھنے والے مسلمانوں کو اپنے خود ساختہ عقائد سے توبہ کرنا ہوگی۔معصومؑ امامت پر ایمان لاکر اپنی اصلاح کرنا پڑے گی تب وہ اس قابل ہوں گے کہ ان کے گناہ بھی نیکیاں بن جائیں ورنہ ہر گناہ کا عذاب کئی گنا برداشت کرنا ہوگا۔ اور انہیں دعاؤں تمناؤں اور عبادتوں کے باوجود جھوٹا اور جعلساز شمار کیا جائے گا۔ (۷۷ / ۲۵)

(۵۔الف) عرش اعظم خلفائے خداوندی کا حقیقی اور قدیم دارالخلافہ ہے۔اور تمام احکام وہیں سے صادر ہوتے ہیں۔

قارئین کرام یہ نوٹ کرتے رہے ہوں گے کہ قرآنی بیانات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اوّلین مخلوق اور ساری کائنات پر ہادی و نذیر و رحمت ہیں۔لہٰذا جس مرکزی مقام سے یہ رحمت و کائناتی نذارت برسرکار رہتی چلی آئی ہے وہ عرش معلیٰ ہے اور وہ تخت حکومت وہیں ہے وہ کرسی وہیں ہے جس پر جلوہ افروز ہوکر نبوت و رسالت مطلقہ کے احکام کائنات میں بھیجے جاتے ہیں۔ اور وہیں سے اللہ کے تمام علوم حضرت محمدؐ پر اترتے ہیں۔ اور وہاں سے تمام انبیا علیہم السلام کو ملتے ہیں وہاں تمام سابقہ انبیاء اور وہ نبیؐ جو برسرکار ہو ہر شبِ جمعہ (جمعرات) کو جمع ہوتے ہیں عبادت کرتے ہیں اور اللہ کے جدید ترین علوم سے ہر ہفتہ مالامال کئے جاتے ہیں تاکہ زندہ اور گزشتہ خلفائے خداوندی کا علم برابر ترقی پذیر رہے چنانچہ اس سلسلے میں تین مفصل اور واضح احادیث موجود ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہر شب جمعہ میں ہمارے لئے مسرتیں موجود ہیں پوچھا گیا کہ وہ کیسے فرمایا کہ:"جب شب جمعہ آتی ہے تو رسوؐل اللہ، تمام انبیاءؑ گزشتہ اور تمام سابقہ امامؑ اور

اِنَّ لَنَا فِيْ كُلِّ لَيْلَةِ جُمُعَةٍ سُرُوْرًا قُلْتُ: زَادَكَ اللّٰهُ وَمَاذَاكَ؟ قَالَ: اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ وَافَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم الْعَرْشَ وَوَافَى الْاَئِمَّةُ ----- وَوَافَيْتُ مَعَهُمْ فَمَا اَرْجِعُ اِلَّا بِعِلْمٍ مُسْتَفَادٍ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَنَفِدَ مَا عِنْدِيْ (کافی کتاب الحجۃ باب فی ان الائمۃ یزدادون فی لیلۃ الجمعۃ حدیث نمبر ایک تا تین)

صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝۷۱ وَ الَّذِيْنَ لَا

اچھے پس تحقیق وہ رجوع کرتا ہے طرف اللہ کی رجوع کرنا۔ اور وہ لوگ کہ نہیں

يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝۷۲

گواہی دیتے جھوٹی اور جس وقت گزرتے ہیں ساتھ بیہودہ کے گزرتے ہیں بزرگانہ

وَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ

اور وہ لوگ کہ جس وقت نصیحت دئے جاتے ہیں ساتھ نشانیوں رب اپنے کی

لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ۝۷۳ وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

نہیں گر پڑتے اوپر ان کے بہرے اور اندھے ہو کر اور وہ لوگ کہ کہتے ہیں

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ

اے رب ہمارے بخش ہم کو جوروؤں ہماری سے اور اولاد ہماری سے خنکی آنکھوں کی

وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝۷۴ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ

اور کر ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا یہ لوگ بدلہ دئے جاویں گے بالاخانے

بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً

بہ سبب اس کے کہ صبر کیا انہوں نے اور پہنچائے جاویں گے بیچ اس کے دعا زندگی

وَّ سَلٰمًا ۝۷۵ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۝۷۶ قُلْ

اور سلامتی کو ہمیش رہیں گے بیچ اس کے اچھی جگہ قرار کی اور رہنے کی کہہ کہ

مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ

نہیں اختیار دیتا تم کو رب میرا اگر نہ ہوتی التجا تمہاری پس تحقیق جھٹلایا تم نے

معصوم سربراہی کی طرف پلٹتے ہیں وہی حقیقی طور پر اللہ کی طرف سچا رجوع کرتے ہیں۔ (۷۲) اور رحمٰن کے بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جھوٹی اور مقدس مذہبی ایجادات میں حصہ نہیں لیتے اور اگر کبھی ایسے غلط اجتماعات سے گزرنا پڑ جاتا ہے تو نہایت وقار و احتیاط سے گزر جاتے ہیں۔ (۷۳) اور جب ان کے سامنے آیات کا غلط مفہوم پیش کیا جاتا ہے تو وہ آیات کے رعب سے غلط بات پر سر جھکانے میں اندھوں اور بہروں کا رویہ اختیار نہیں کرتے۔ (۷۴) اور وہی لوگ یہ دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہماری ازواج سے اور پھر ہماری ذریت سے ایسی نسل عطا فرما دے جو ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا کرے اور متقی لوگوں پر قومی حکومت کی جگہ ہماری امامت نافذ کرے۔ (۷۵) یہ لوگ ہیں جن کو جبر و استبداد پر صبر کرنے کی جزا میں جنت کے اندر بالاخانے ملیں گے۔ بلند منزلیں حاصل ہوں گی اور جنت میں ان پر حیات پرور سلام پیش کیا جاتا رہے گا۔ (۷۶) وہ مومنین رحمٰن کے مخصوص بندے جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ رہنے کی بہترین جگہ ہو گی۔ اور سکون و عافیت موجود ہو گی۔ (۷۷) اور اے رسولؐ دوسری قسم کے مومنین (۶-۵/۸) کو بتا دو کہ اللہ کو تمہاری کوئی احتیاج

میں عرش کا طواف کرتے ہیں۔ اور وہاں سے پلٹنے سے پہلے پہلے ہمارے علوم میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اگر یہ معمول نہ ہوتا تو میرا علم ختم ہو چکا ہوتا۔ (مفہوم حدیث نمبر ۳-۱، کافی کتاب الحجۃ باب فی ان الائمۃ یزدادون فی لیلۃ الجمعۃ'') ان ہی احادیث میں ان تمام خلفائے خداوندی کا عرش پر ہر شب جمعہ نماز بجالانا بھی لکھا ہوا ہے۔ اور یہ بات اور یہ مقام ہی حقیقی خلافت کی دلیل ہے۔

(۵ ۔ ب) آیت (۷۷ / ۲۵) میں اللہ کو ماننے والے اور اپنے خودساختہ اسلامی عقیدے کے مطابق دعائیں مانگنے والے مومن۔

سورۂ الفرقان نے مکمل ہونے کے لئے اس مومن قوم کا پھر ذکر کیا ہے اور انہیں بتایا ہے کہ تم نے حقیقی دین کو جھٹلا کر اپنا مجتہدانہ اسلام جاری کیا ہے۔ ہمیں تمہاری ذرہ برابر پرواہ نہ ہوتی اگر تم ہم سے دعا وزاری میں مصروف نہ رہتے۔ مطلب واضح ہے کہ بظاہر مسلمان ہونے اور عبادت و دعا کرنے کی بنا پر فی الحال رسولؐ کی نام نہاد قوم کو عذاب سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ لیکن حسب وعدہ (۶۹ / ۲۵) قیامت میں کئی کئی گنا سزائیں، عذاب، رسوائیاں اور درد و الم میں مبتلا کئے جائیں گے۔ قارئین اس آیت کے ترجمہ اور تشریح میں مترجمین و مفسرین بہت پریشان رہے ہیں۔ لیکن سب کے یہاں یہ ثابت ہے کہ عہد رسولؐ میں مسلمانوں کا ایک گروہ حقیقی دین کے خلاف اسلام رکھتا اور دعا و عبادت کرتا تھا اور اللہ نے ان کو موقع و اختیار دیا تھا۔

فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾ ع ۱۶	اور پرواہ نہ ہوتی اگر تم یوں اللہ سے دعائیں نہ مانگتے مگر تم نے حقیقی دین کو جھٹلایا ہے اس لئے اب تمہیں جھٹلانے کا وبال ضرور چمٹ کر رہے گا۔
پس البتہ ہو گا وبال اس کا لگ جانے والا	

سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ

سُوْرَةُالشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِاءَتَانِ و سَبْعَ وَ عِشْرُوْنَ اٰيَةً وَ اَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعاً

سورۂ شعراء مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو ستائیس (۲۲۷) آیتیں اور گیارہ(۱۱) رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

طٰسٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ

یہ ہیں آیتیں کتاب بیان کرنے والی کی شاید کہ تو ہلاک کرنے والا ہے

نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ

جان اپنی کو اس واسطے کہ نہیں ہوتے ایمان لانے والے اگر چاہیں ہم

عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿٤﴾

اتاریں اوپر ان کے آسمان سے نشانی پس ہو جاویں گردنیں ان کی واسطے اس کے نیچی

(۱) طٰ، سٓ، مٓ (۲) وہ کتاب مبین کی آیات ہیں ۔ (۳) اے رسولؐ شاید تم اس فکر میں اپنی جان کھو دو گے کہ یہ تمہاری نام نہاد قوم حقیقی مومن بن جائے۔ (۴) اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایسا معجزہ نازل کردیں کہ ان کی گردنیں اس معجزہ کو دیکھ کر جھکیں ۔اور ان پر اندھیرا چھا جائے اور دل پگھل جائیں۔

تشریحات سورۂ شعرا:

(۱) آیات (۲۔۱ / ۲۶) میں حضورؐ اور قرآن کے القاب ہیں ۔

اس سورۂ مبارکہ کی ابتدا حروف مقطعات ط س اور م مشدّد سے ہوئی ہے ۔ اور یہ آپؐ کے مسلّمہ القاب ہیں ۔اَلطّاہر ۔اَلسّیّد۔اور محمدؐ مصطفی جناب کا اسم گرامی ہے اور یہاں بھی قرآن کو کتاب المبین فرمایا گیا ہے ۔ لہٰذا قارئین نوٹ کرلیں کہ جو لوگ کہیں بھی کتاب المبین کے معنی لوح محفوظ کرتے ہیں وہ یقیناً لوگوں کو بلا قرآنی دلیل کے غلط معنی بتا کر فریب دینا اور قرآن کی منزلت کم کرنا چاہتے ہیں ورنہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:''کتاب المبین میں ہر خشک و تر چیز کا اور ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کا حال موجود ہے خواہ وہ چیز زمین میں کی ہو یا آسمانوں میں سے ہو اور یہ کہ ایک ذرہ سے بھی چھوٹی اور بڑی چیز کتاب مبین میں مذکور ہے (سبا۳ / ۳۴، یونس۶۱ / ۱۰، انعام ۵۹ / ۶)'' اور چونکہ ہمارے طاہر و مطہر سیدؐ و سردارِ انبیاؐ اُس کتاب مبین کے عالم و معلّم ہیں ۔اس لئے وہ حضرتؐ کائنات کے ہر ہر ذرہ کی تفصیلات کے عالم ہیں اور ہر ہفتہ میں ان کا علم مزید ترقی کرتا جارہا ہے ۔مگر قریشی لیڈران حقائق کے منکر ہیں اور پھر بھی آج تک خود کو پکے مسلمان کہتے ہیں ۔

(۲) آیت (۳/ ۲۶) میں رسولؐ اللہ کی ہمدردی اور فداکاری اور وفاکا اور آیات (۸تا۳ / ۲۶) میں قومی مسلمانوں کی بے رحمی کا ثبوت ہے۔

جس فطری جذبہ کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ نے کائنات کے لئے رحمت بنایا ہے وہ اس آیت (۳/ ۲۶) سے بھی ظاہر ہے۔ یعنی حضورؐ اس کائنات کی کسی مخلوق کو تنزل کی

وَ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ

اور نہیں آتا ان کے پاس کچھ مذکور اللہ کی طرف سے نیا مگر ہوتے ہیں اس سے

مُعْرِضِيْنَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا

منہ پھیرنے والے پس تحقیق جھٹلایا انہوں نے پس شتاب آویں گی ان کو خبریں

مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥ اَوَ لَمْ يَرَوْا اِلَى

اس چیز کی کہ تھے ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے کیا نہیں دیکھا انہوں نے طرف

الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑦ اِنَّ فِيْ

زمین کی کتنے اگائے ہم نے بیچ اس کے ہر قسم کے جوڑے نفیس سے تحقیق بیچ

ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ وَ اِنَّ

اس کے البتہ نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر ان کے ایمان لانے والے اور تحقیق

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑨ وَ اِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى

رب تیرا البتہ وہ غالب ہے مہربان اور جس وقت پکارا پروردگار تیرے نے موسیٰؑ کو

اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑩ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ⑪

یہ کہ جا قوم ظالموں کے پاس قوم فرعون کی کیا نہیں ڈرتے ہیں وہ

قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ⑫

کہا کہ اے رب میرے تحقیق میں ڈرتا ہوں اس سے کہ جھٹلاویں مجھ کو

ع ۵

(۵) تمہاری قوم کے ان لوگوں کے پاس رحمٰن کی طرف سے جو بھی نئی بات پہنچتی ہے یہ سب اس بات سے ضرور ہی روگردانی کرتے جاتے ہیں۔ (۶) حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے جھٹلا دیا ہے لہٰذا عنقریب ان کو وہ تمام غیبی خبریں پہنچ جائیں گی جن کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ (۷) کیا انہوں نے کبھی اس زمین کو بھی نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کتنی کثیر مقدار میں عمدہ سے عمدہ اور نفع رساں نباتات کی جوڑیاں پیدا کی ہیں (۸) نباتات کے اس سلسلۂ تخلیق میں بھی معجزات موجود ہیں مگر آپؐ کے مخاطب لوگوں کی کثرت تو حقیقی ایمان رکھتی ہی نہیں ہے۔ (۹) اور حق یہ ہے کہ آپؐ کا پروردگار پوری کائنات پر ہر طرح غالب ہے اور ساتھ ہی بہت رحم کرنے والا بھی ہے۔ (۱۰) اور جس وقت تیرے پروردگار نے موسیٰؑ کو پکار کر کہا کہ تو اس ظالم قوم کی تبلیغ کے لئے چلا جا۔ (۱۱) یعنی فرعون کی قوم کو ہدایت کرو اور پوچھو کہ کیا وہ تقویٰ اختیار نہ کریں گے؟ (۱۲) موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے پروردگار مجھے یہ خوف ہے کہ وہ میری تکذیب کردیں گے۔

طرف نہ جانے دینا چاہتے تھے۔ وہؐ چاہتے تھے کہ کائناتی ارتقا بے روک اور بلا تضیع اوقات جاری رہے۔ اور ساری کائنات انسانوں کے ساتھ تعاون کرتی چلی جائے۔ آپؐ کو بے انتہا تکلیف ہوتی تھی جب کوئی انسان ایسے اعمال و اقدام کرتا تھا۔ جس میں کائناتی ارتقا متاثر ہوتا تھا یا آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹنا شروع کرتا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ لوگ عقل و دانش کے صحیح اور بروقت استعمال سے بات کو سمجھیں اور ایک دفعہ سمجھ کر بلا کسی دغدغے کے عمل کرتے اور کائناتی تعاون حاصل کرکے ترقی کرتے چلے جائیں۔ لیکن ان کی نام نہاد قوم اور مکّہ کے دوسرے مخاطبین جس مجتہدانہ اور بگاڑے ہوئے اسلام سے چمٹے ہوئے تھے۔ اس میں یہ گنجائش ہی نہ چھوڑی گئی تھی کہ کسی جدید یا ترقی یافتہ اصلاح کو قبول کیا جا سکے۔ چنانچہ جیسے ہی رسولؐ اللہ کوئی ایسا حکم دیتے تھے جو ان کے لیڈروں کی قدیم مصلحتوں اور اجتہاد کے سانچے میں ڈھلا ہوا نہ ہوتا تھا تو وہ اس کا انکار تو اس لئے نہ کرسکتے تھے کہ وہ کائناتی حقیقت کا مظہر ہوتا تھا۔ مگر اس پر عمل کرنے سے کتراتے تھے۔ اور اس روگردانی کا یہاں (۵ / ۲۶) میں تذکرہ ہوا ہے اور وہ صرف روگردانی ہی نہ کرتے تھے بلکہ اس حکم اور پالیسی کا اس اصول پر مذاق اڑاتے تھے کہ وہ ان کی قدیم مجتہدانہ پالیسیوں کے خلاف ہوتا تھا(۶ / ۲۶) رسولؐ اللہ کو اپنی فداکارانہ اور پرخلوص تبلیغ اور خدمات کی ناقدری پر عام انسانی فطرت کے مطابق غصہ آنا چاہیے تھا۔ لیکن آپؐ عام فطرت سے تعلق ہی نہ رکھتے تھے۔ اس لئے حضورؐ اپنے مخاطبین کو سمجھانے بجھانے میں اور ان کو غلط کاری کے خطرناک نتائج سے بچانے میں دن رات ایک کئے ہوئے تھے۔ رات رات بھر ان کے لئے قیام و قعود و سجدوں میں دعائیں مانگتے تھے دن بھر ان کے

(۱۳) ان کی تبلیغ کرنے میں میرا دل گھبرا رہا ہے اور میری زبان بھی اس سلسلے میں روانی نہ دکھائے گی لہٰذا آپ ہارونؑ کو رسالت کا یہ حکم بھیج دیں (۱۴) اور ان لوگوں کا مجھ پر ایک الزام بھی موجود ہے جس کے لئے ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے قتل ہی کر ڈالیں ۔ (۱۵) اللہ نے فرمایا کہ ہرگز تمہیں قتل نہ کریں گے۔ چنانچہ تم دونوں ہمارے معجزات لے کر جاؤ اور ہمارا نظام بھی تمہارے ساتھ ساتھ کارروائی سننے اور دیکھنے کو موجود رہے گا ۔ (۱۶) لہٰذا براہ راست فرعون سے ملاقات کر کے اس کو بتاؤ کہ ہم دونوں کائنات کے پروردگار کے رسوؐل ہیں ۔ (۱۷) اور اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے ۔ (۱۸) فرعون نے کہا کہ کیا ہم نے تمہیں اپنے بچوں کی طرح اپنے گھر میں ربوبیت کر کے نہ پالا تھا ؟ اور کیا تو نے اپنی عمر کے کافی سال ہمارے ساتھ نہیں گزارے ہیں ؟ (۱۹) اور تُو کر گیا ہمارے ساتھ جو کچھ کہ کر گیا اور تُو تو اِن حقائق پر پردہ ڈالنے والوں میں سے ہے

وَ يَضِيْقُ صَدْرِيْ وَ لَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور تنگی کرتا ہے سینہ میرا اور نہیں چلتی زبان میری پس وحی بھیج طرف ہارون کی بھی

وَ لَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ

اور ان کو اوپر میرے ایک گناہ ہے پس ڈرتا ہوں یہ کہ مارڈالیں مجھ کو کہا کہ

كَلَّا فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ

ہرگز نہ ماریں گے پس جاؤ تم دونوں ساتھ نشانیوں ہماری کے تحقیق ہم ساتھ تمہارے

مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ

سننے والے ہیں پس جاؤ فرعون کے پاس پس کہو کہ تحقیق ہم بھیجے ہوئے ہیں

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اَلَمْ

پروردگار عالموں کے یہ کہ بھیج دے ساتھ ہمارے بنی اسرائیل کو کہا کہ کیا نہیں

نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّ لَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ

پالا تھا ہم نے تجھ کو درمیان اپنے بچہ سا اور رہا ہے تو درمیان ہمارے عمر اپنی سے

سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾

کتنے برس اور کیا تو نے وہ کام اپنا جو کیا تو نے اور تو کافروں سے ہے

گھریلو کاموں میں بھوکے پیاسے مدد کرتے تھے اللہ سے ڈراتے تھے اپنے بچوں تک کی غذا ان غرباء کے لئے خرچ کر دیتے تھے ۔ آپ کا یہ طریقہ خودکشی کے مترادف تھا ۔ اس حالت کو اللہ برابر دیکھتا رہا آخر آپ کو بتایا گیا کہ اس طرح آپؐ کی جان گھلتی جا رہی ہے (۳ / ۲۶) اور ان کی کثرت حقیقی ایمان سے دور ہی دور ہے (۸ / ۲۶) ۔

(۲ ۔ الف) اللہ نے بے رحم اور قدرناشناس قریش پر قربان ہو جانے سے آنحضرتؐ کو بار بار منع کیا ہے ۔

چنانچہ رسوؐل اللہ کو بار بار منع کیا گیا کہ اپنی بے رحم و قدرناشناس قوم پر قربان ہونے کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ سورۂ کہف (۶ / ۱۸) میں فرمایا گیا کہ :

"شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی زندگی کھو دینے والے ہو صرف اس افسوس میں کہ وہ اس قرآن پر جوں کا توں ایمان نہیں لاتے ہیں۔"

فَلَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُواْ بِهَٰذَا ٱلْحَدِيثِ أَسَفًا ﴿٦﴾ الکھف

اور سورۂ فاطر (۸ / ۳۵) میں فرمایا ہے کہ : فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَٰتٍ ﴿٨﴾ فاطر

"اِن لوگوں کی سرکشانہ حالت پر تمہاری جان نہ گھل جائے "۔ ان ہدایات کے باوجود حضوؐر نے اُمت کی اصلاح اور نجات کے لئے نہ صرف خود اپنی جان قربان کردی اور اس ظالم و بے رحم قوم نے آپ کو دوا کے بہانے زہر قاتل سے شہید کر دیا (بخاری) بلکہ اپنی اولادؑ کو بھی اُمت پر قربان ہو جانے کی وصیت کی اور اولادؑ نے شہادت رسوؐل کے بعد وہ تمام مظالم بڑی ہمت و جرأت سے برداشت کئے جو وفاتِ رسوؐل کے دن ہی سے شروع ہوئے اور کربلا میں جو اپنی انتہا تک پہنچا دیئے گئے اور سنگدلی و بے رحمی کا ایسا مظاہرہ کیا گیا جو اپنی مثال آپ ہے ۔ لیکن اولاد رسوؐل نے اسلام کو از سر نو زندہ کیا اور دنیا میں یادگار بن کر رہ گئے ۔

قَالَ فَعَلۡتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیۡنَ ؕ﴿۲۰﴾

کہا موسیٰؑ نے کیا تھا میں نے وہ کام اس وقت اور میں گمراہوں سے تھا

فَفَرَرۡتُ مِنۡکُمۡ لَمَّا خِفۡتُکُمۡ فَوَہَبَ لِیۡ رَبِّیۡ حُکۡمًا

پس بھاگ گیا تھا میں تم سے جب ڈرا تم سے پس دیا مجھ کو رب میرے نے حکم

وَّ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۲۱﴾ وَ تِلۡکَ نِعۡمَۃٌ تَمُنُّہَا عَلَیَّ

اور کیا مجھ کو پیغمبروںؑ سے اور یہ کیا نعمت ہے کہ احسان رکھتا ہے اس کا اوپر میرے

اَنۡ عَبَّدۡتَّ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿ؕ۲۲﴾ قَالَ فِرۡعَوۡنُ وَ مَا

یہ کہ غلام کر رکھا ہے تو نے بنی اسرائیل کو کہا فرعون نے اور کیا ہے

رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿ؕ۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا

پروردگار عالموں کا کہا پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ کہ

بَیۡنَہُمَا ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنۡ

درمیان ان دونوں کے ہے اگر ہو تم یقین لانے والے کہا واسطے ان لوگوں کے

حَوۡلَہٗۤ اَلَا تَسۡتَمِعُوۡنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّکُمۡ وَ رَبُّ اٰبَآئِکُمُ

کہ گرد اس کے تھے کیا نہیں سنتے تم کہا پروردگار تمہارا اور پروردگار باپوں تمہارے

الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوۡلَکُمُ الَّذِیۡۤ اُرۡسِلَ اِلَیۡکُمۡ

پہلوں کا ہے کہا تحقیق یہ پیغمبر تمہارا جو بھیجا گیا ہے طرف تمہاری

لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ مَا

البتہ دیوانہ ہے کہا پروردگار مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ

بَیۡنَہُمَا ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذۡتَ اِلٰـہًا

درمیان ان دونوں کے ہے اگر ہو تم سمجھتے کہا اگر پکڑ لے گا تو معبود

(۲۰) موسیٰ نے جواب دیا اس وقت وہ کام میں نے دیدہ دانستہ نہیں کیا تھا۔ (۲۱) پھر میں تمہارے انتقام سے بچنے کے لئے ڈر کر بھاگ گیا تھا۔ چنانچہ میرے رب نے مجھے حکم دیا اور تمہاری ہدایت کے لئے بھیجے جانے والوں میں سے کر دیا۔ (۲۲) رہ گیا وہ احسان جو تم نے مجھ پر کیا اور اب اسے جتلا رہے ہو اس کی حقیقت یہی ہے نا کہ تم نے بنی اسرائیل کے لاکھوں افراد کو اپنا عبد بنا رکھا ہے۔ (۲۳) فرعون نے کہا یہ رب العالمین کسے کہتے ہو؟ عالمین سے کیا مقصد و مراد ہے؟ (۲۴) موسیٰ نے جواب دیا کہ رب العالمین وہی ہے جو تمام ہی آسمانوں کا اور زمینوں کا اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں کے درمیان ہے سب کا خالق و مالک اور پالنے والا ہے اگر تمہیں یقین آسکے (۲۵) فرعون نے اپنے حاشیہ نشینوں اہل حل و عقد سے کہا کہ کیا تم غور سے موسیٰ کی باتیں نہیں سن رہے ہو (۲۶) موسیٰ نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ وہی رب العالمین تمہارا اور تمہارے اوّلین و آخرین باپ دادوں کا بھی رب ہے (۲۷) فرعون نے تمام درباریوں سے کہا کہ تمہارا یہ رسوؐل جو تمہارے حصے میں آیا ہے کورا پاگل ہے (۲۸) موسیٰ نے مسلسل کہا کہ رب العالمین مشرق و مغرب اور جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے سب کا پالنے والا ہے اگر تم عقل سے کام لے سکو تب۔ (۲۹) فرعون نے کہا کہ تم نے غلام ہوتے ہوئے اگر براہ راست کسی اور کو اپنا معبود قرار دیا

(۳) حکومت الٰہیہ کا وزیر و خلیفہ مرتبہ نبوت و رسالت سے کم نہیں ہوتا وہ نبیؑ کی زبان ہوتا ہے، سکون قلب ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی رسالت و نبوت و خلافت و وزارت و حکومت کا قرآن نے طرح طرح سے تذکرہ کیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کے ترجمان تھے۔ ان کی بے روک بولنے والی زبان تھے۔ اور وہ حضرت موسیٰ سے زیادہ اثر انگیز زبان میں تبلیغ و تصدیق کرتے تھے۔ ان کی معیت میں نبوت و رسالت پر خوف کا غلبہ نہ ہو سکتا تھا۔ خلافت و وزارت، نبوت و رسالت کا دست وبازو ہوتی ہے (قصص ۳۵۔۳۳ / ۲۸) اور (طٰہٰ ۳۲۔۲۵ / ۲۰) خلیفہ و وزیر شریک نبوت و کتاب اور دین ہوتا ہے (۳۲ / ۲۰) اور فرقان (۳۵ / ۲۵) یہی پوزیشن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ کی تھی گو مجتہدین نے اسے نہ مانا اور خطاکاروں اور مجرموں کو اپنا حاکم بنالیا تاکہ ان کو بھی جرم و خطا سے چھٹی مل جائے۔

تو میں تمہیں قیدیوں میں شامل کردوں گا۔ (۳۰) موسیٰ نے پوچھا کہ کیا تو مجھے اپنے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنانے پر اس صورت میں بھی قید کردے گا جب کہ میں تیرے سامنے ایک ایسی چیز پیش کردوں جو اپنی حقانیت خود بیان کرنے والی ہو (۳۱) فرعون نے کہا کہ وہ چیز ضرور پیش کردو اگر تم واقعی سچے ہو۔ (۳۲) یہ سننا تھا کہ موسیٰ نے اپنا عصا ملاقات کے لئے میدان میں رکھا تو وہ اچانک ایک منہ بولتا اژدھا بن گیا۔ (۳۳) اور جب اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ تمام دیکھنے والوں کے لئے شعلۂ جوّالا کی طرح چمک رہا تھا۔ (۳۴) فرعون نے اپنے درباری مُلّاؤں سے کہا کہ موسیٰ ایک ماہر ترین جادوگر ہے (۳۵) اس کا ارادہ یہ ہے کہ اپنے ساحرانہ کمالات سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کرے اس سے بچنے کے لئے تمہارا کیا حکم ہے (۳۶) انہوں نے کہا کہ اسے اور اس کے بھائی کو نظر بند کرلیا جائے اور تمام شہروں میں ہرکارے بھیجے جائیں تاکہ ہر ماہر جادوگر کو تلاش کریں۔ (۳۷) اور پھر تمام باکمال عالم جادوگروں کو آپ کے پاس لے کر آجائیں۔ (۳۸) چنانچہ ایک دن مقررہ وقت پر تمام جادوگر جمع کرکے پیش کئے گئے۔ (۳۹) اور عوام سے کہا گیا کہ تم سب اس مظاہرے کے اجتماع میں چلو گے (۴۰) شاید ہم جادوگروں کی ہی پیروی کرنے لگیں اگر وہ موسیٰؑ پر غالب آجائیں

غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَ لَوْ جِئْتُكَ

سوا میرے البتہ کردوں گا میں تجھ کو قیدیوں میں سے کہا اگرچہ لاؤں میں

بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

تیرے پاس ایک چیز ظاہر کہا پس لے آ اس کو اگر ہے تو سچوں سے

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّ

پس ڈال دیا عصا اپنا پس ناگہاں وہ تھا اژدھا (اسی گز) ظاہر اور

نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ

بغل میں سے کھینچ لیا ہاتھ اپنا پس ناگہاں وہ سفید تھا واسطے دیکھنے والوں کے کہا

لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ

واسطے سرداروں گرد اپنے تحقیق یہ البتہ جادوگر ہے دانا چاہتا ہے کہ

يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

نکال دے تم کو زمین تمہاری سے ساتھ جادو اپنے کے پس کیا حکم کرتے ہو؟

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ ابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ

کہا انہوں نے ڈھیل دے اس کو اور بھائی اس کے کو اور بھیج بیچ شہروں کے

حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ

اکٹھے کرنے والے لے آویں تیرے پاس ہر جادوگر دانا کو پس اکٹھے کئے جادوگر

لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّ قِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ

واسطے وقت دن معلوم کے اور کہا گیا واسطے لوگوں کے کیا ہو تم

مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾

اکٹھے ہونے والے شاید کہ ہم پیروی کریں جادوگروں کی اگر ہوویں وہ غالب

(۴) وہ آیت (۲۹ / ۲۶) جس سے یہ سمجھا گیا کہ فرعون خود کو معبود کہتا تھا۔ ایک مغالطہ؟

یہاں ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ فرعون ہرگز اللہ کے وجود اور قدرتوں کا منکر نہ تھا نہ وہ خود کو اللہ یا رب العالمین سمجھتا تھا۔ نہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اس قسم کی باتیں قومی علما نے اپنا رنگ جمانے کے لئے بلا قرآنی سند کے خود لکھ دی ہیں۔ چنانچہ اس آیہ مبارکہ (۲۹ / ۲۶) میں اس نے یہ کہا ہے کہ:۔

"اگر تو نے اب میرے غیر کو معبود بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈال دوں گا"

اس آیت سے لوگوں نے یہ مغالطہ کھایا کہ فرعون خود کو معبود یا قابل عبادت سمجھتا تھا۔ بات یہ ہو رہی ہے کہ حضرت

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا

پس جب آئے جادوگر کہنے لگے واسطے فرعون کے کیا مقرر ہوگا واسطے ہمارے بدلہ

اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ

اگر ہوں ہم غالب کہا کہ ہاں اور تحقیق تم البتہ

الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝

مقربوں سے ہوگے کہا واسطے ان کے موسیٰ نے ڈالو جو کچھ کہ ہو تم ڈالنے والے

فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِيَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ

پس ڈالیں انہوں نے رسیاں اپنی اور لاٹھیاں اپنی اور کہا انہوں نے ساتھ اقبال

فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا

فرعون کے تحقیق ہم ہیں غالب پس ڈالا موسیٰ نے عصا اپنا ناگہاں

(۴۱) جب جادوگر میدان میں آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب آجائیں تو ہمیں انعام ضرور ملنا چاہئے (۴۲) فرعون نے کہا کہ ہاں انعام کے ساتھ ساتھ تم میرے مقربین میں بھی شامل کئے جاؤ گے۔ (۴۳) موسیٰ نے کہا کہ جو کچھ تمہیں دکھانا ہے وہ پیش کرو۔ (۴۴) چنانچہ انہوں نے فوراً اپنی رسیاں اور لاٹھیاں سامنے ڈال دیں اور بولے کہ فرعون کے اقبال و عزت کے وسیلے سے ہم ہی غالب رہیں گے (۴۵) پھر موسیٰ نے اپنا عصا جادوگروں کے سامان کے مقابلے میں پھینک دیا تو یکایک اس نے جادوگروں کی ایجاد کو ہڑپ کرنا شروع کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے یہ کہا تھا کہ: " تونے بنی اسرائیل کو اپنا عبد (بندہ یا غلام) بنا رکھا ہے " (۲۲ / ۲۶) اگر حضرت موسیٰ نے یہ بات سوچ سمجھ کر فرمائی تھی تو انہوں نے تمام بنی اسرائیل کو فرعون کا عبد یا غلام تسلیم کرلیا تھا۔ اور ادھر قرآن کے بیان (نحل ۷۶ تا ۴۷ / ۱۶) میں اور ادھر تمام علما کی اصطلاحات میں اور تمام قدیم ریکارڈ میں ثابت ہے کہ زرخرید غلام کو عبد فرمایا گیا ہے اور عبد کی پوزیشن یہ ہے کہ اس کو کسی قسم کی قدرت و اختیار نہیں ہوتا (نحل ۴۷ / ۱۶) یہاں تک کہ وہ اپنے مالک کی رضامندی کے بغیر نماز روزہ، اور خیر و خیرات بھی نہیں کر سکتا۔ اسی اصول اور قانون پر اہل عرب عموماً اور قریش خصوصاً غلاموں کو خریدتے اور رکھتے تھے۔ اور ان سے ہر وہ خدمت و محنت لیتے تھے جو ساری دنیا میں مذموم اور تمام مذاہب میں حرام تھی۔ چنانچہ فرعون نے حضرت موسیٰ سے یہی کہا ہے کہ اگر تمام بنی اسرائیل واقعی میرے عبد یا غلام ہیں تو سن رکھو کہ آج کے بعد اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور کی اطاعت و عبادت کی یا کسی کو اطاعت و عبادت کا مستحق سمجھا تو میں تمہیں قید خانے میں ڈال دوں گا۔ فرعون نے عربوں کے دین کے مطابق یہ حکم دیا تھا۔ ورنہ وہ اللہ کو مانتا تھا۔ چنانچہ علامہ مودودی نے اپنی تشریح (نمبر ۲۶) میں مانا ہے کہ: " فرعون کا یہ جواب خود ظاہر کرتا ہے کہ وہ دوسرے تمام مشرکین کی طرح فوق الفطری معنوں میں اللہ کے اِلٰہ الاّلٰہ ہونے کو مانتا تھا۔ اور ان ہی کی طرح یہ بھی مانتا تھا کہ کائنات میں اس کی قدرت سب دیوتاؤں سے برتر ہے "(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۸۸)

چنانچہ فرعون نے اپنے علاوہ کسی اور کی اطاعت نہ کرنے کا اعلان نہ کرنے کا حکم دیا تھا سنئے :۔ " تو اس نے صاف صاف دھمکی دی کہ ملک مصر میں تم نے میرے اقتدار اعلیٰ کے سوا کسی اور کے اقتدار کا نام بھی لیا تو جیل کی ہوا کھاؤ گے " (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۸۷)
معلوم ہوا کہ وہ تصورات جو قومی مسلمان علما نے پھیلائے ہیں سر سے پیر تک فراڈ اور مغالطات کو گھناؤنا انبار ہیں۔

(۵) آیت (۳۵ / ۲۶) سے معلوم ہوا کہ اسلام کی مخالف حکومتوں میں مُلّا حضرات کا فتویٰ چلتا تھا۔

وہ لوگ جو اسلام میں مُلّاؤں کے احکام پر چلتے ہیں کسی رسوؐل کے پیرو نہیں ہوتے بلکہ وہ کافروں ، مشرکوں اور لادینی حکومتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ چنانچہ قارئین دیکھیں کہ فرعون کے تخت کے چاروں طرف بیٹھنے والی مولویوں کی اسمبلی موجود تھی اور اللہ نے انہیں مُلّا فرمایا ہے (۳۵ / ۲۶ ، ۲۵ / ۲۶) اور فرعون ایسا جبار و قہار بادشاہ ان مُلّاؤں سے ان کا فتویٰ مانگ رہا ہے۔ اور اس پر عمل کر رہا ہے۔

هِیَ تَلۡقَفُ مَا یَاۡفِکُوۡنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیۡنَ ﴿۴۶﴾

وہ نگل جاتا ہے جو کچھ جھوٹ باندھا تھا پس ڈالے گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے

قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

کہا انہوں نے ایمان لائے ہم ساتھ پروردگار عالموں کے پروردگار موسیٰؑ اور ہارونؑ کے

قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَہٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَکُمۡ ۚ اِنَّہٗ

کہا ایمان لائے تم واسطے اس کے پہلے اس سے کہ پروانگی دوں میں تم کو تحقیق وہ

لَکَبِیۡرُکُمُ الَّذِیۡ عَلَّمَکُمُ السِّحۡرَ ۚ فَلَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ

بڑا ہے تمہارا جس نے سکھلایا تم کو جادو پس البتہ شتاب جانو گے تم البتہ کاٹوں گا میں

اَیۡدِیَکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّکُمۡ

ہاتھ تمہارے اور پاؤں تمہارے مخالف طرف سے اور البتہ سُولی پر کھینچوں گا میں تم کو

اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوۡا لَا ضَیۡرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا

سب کو کہا انہوں نے نہیں ضرر ہم کو تحقیق ہم طرف رب اپنے کی

مُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لَنَا

پھر جانے والے ہیں تحقیق ہم امید رکھتے ہیں یہ کہ بخش دے واسطے ہمارے

رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنۡ کُنَّاۤ اَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۵۱﴾ وَ

پروردگار ہمارا گناہ ہمارے اس واسطے کہ ہیں ہم اوّل ایمان لانے والے اور

اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡۤ اِنَّکُمۡ

وحی کی ہم نے طرف موسیٰؑ کی یہ کہ رات کو لے چل بندوں میروں کو تحقیق تم

مُّتَّبَعُوۡنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرۡسَلَ فِرۡعَوۡنُ فِی الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِیۡنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ

پیچھا کئے جاؤ گے پس بھیجے لوگ فرعون نے بیچ شہروں کے جمع کرنے والے تحقیق

ہٰۤؤُلَآءِ لَشِرۡذِمَۃٌ قَلِیۡلُوۡنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِنَّہُمۡ لَنَا لَغَآئِظُوۡنَ ﴿۵۵﴾ وَ

یہ ایک جماعت ہے تھوڑی اور تحقیق وہ ہم کو غصہ میں لانے والے ہیں اور

اِنَّا لَجَمِیۡعٌ حٰذِرُوۡنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخۡرَجۡنٰہُمۡ مِّنۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۵۷﴾

تحقیق ہم جماعت ہیں ترسناک پس نکالا ہے ہم نے ان کو باغوں سے اور چشموں سے

وَّ کُنُوۡزٍ وَّ مَقَامٍ کَرِیۡمٍ ﴿۵۸﴾ کَذٰلِکَ ؕ وَ اَوۡرَثۡنٰہَا

اور گنجوں سے اور مکانوں پاکیزہ سے اسی طرح کیا اور وارث کر دیا ہم نے

۳ ع ۴۸

(۴۶) یہ دیکھ کر تمام جادوگر سجدے میں گر گئے اور پکارے کہ ہم رب العالمین کو مان گئے ۔ (۴۷) موسیٰ و ہارونؑ کے رب پر ایمان لے آئے ہیں (۴۸) فرعون نے کہا کہ تم میری اجازت و رضامندی کے بغیر ہی ایمان لے آئے ہو لہٰذا یقیناً یہ موسیٰ تمہارا دل میں مانا ہوا بزرگ ہے اور اسی نے تمہیں یہ تمام کو جادو سکھایا ہے۔ چنانچہ (۴۹) ابھی تمہیں اس کی سزا معلوم ہو جاتی ہے میں تمہارے ہاتھ پاؤں الٹی طرف سے کٹواؤں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا (۵۰) انہوں نے جواب دیا کہ کچھ پرواہ نہیں ہم اس طرح اپنے رب کے حضور میں پہنچ جائیں گے۔ (۵۱) اور ہمیں یقین ہے اور تمنا ہے کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے گا کیونکہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے ہیں (۵۲) ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ تم میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ۔ اور خبردار رہنا تمہارا تعاقب کیا جائے گا ۔ (۵۳) ادھر فرعون نے تمام شہروں میں منادی کرنے والے ہرکارے بھیجے اور (۵۴) اعلان کرا دیا کہ یہ ایک قلیل سی جلاوطن ہونے والی (جادوگروں کی) جماعت ہے (۵۵) اور انہوں نے یقیناً ہمیں ناراض کیا ہے۔ (۵۶) اور ہم سب کو ان لوگوں سے بچ کر رہنا چاہئے (۵۷) چنانچہ ہم نے اس غصہ دلانے والے گروہ کو باغات اور چشموں سے محروم کر کے جلا وطن کیا ہے ۔ (۵۸) اور انہیں خزانوں اور نفع رساں مقام سے نکال دیا ہے۔(۵۹) یہ تو ہوا ان کے ساتھ اور دوسری طرف ہم نے بنی اسرائیل کو ان کی تمام

چیزوں کا وارث بنا دیا۔ (۶۰) صبح ہی صبح فرعون کی افواج تعاقب میں نکل آئیں (۶۱) چنانچہ جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو موسیٰؑ کے صحابہ چیخیں مارنے لگے کہ ہم تو پکڑے گئے (۶۲) موسیٰؑ نے اپنے صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ ہم ہرگز پکڑے نہیں جاسکتے اس لئے کہ میرا پروردگار میرے ساتھ ہے اور وہ بہت جلد مجھے ہدایات دے گا۔ (۶۳) چنانچہ ہم نے موسیٰؑ کو وحی کردی کہ تم اپنا عصا سمندر پر دے مارو یکایک سمندر دو ٹکڑے ہو گیا اور دونوں ٹکڑے عظیم الشان پہاڑ کی طرح درہ بنا کر کھڑے ہوگئے۔ (۶۴) اس دوران ہم نے فرعون کے گروہ کو بھی قریب پہنچا دیا۔ (۶۵) اور موسیٰؑ کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے سب کو بچا لیا۔ (۶۶) اور دوسرے گروہ کو ہم نے سمندر میں ڈبو کر مار ڈالا (۶۷) اس واقعہ میں بھی معجزات ہیں مگر قریشی لوگوں کی اکثریت تو حقیقی مومن ہے ہی نہیں (۶۸) اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا پروردگار غالب ہونے کے ساتھ ہی ساتھ رحیم بھی ہے (۶۹) اور اے رسوؐل تم ان مصنوعی مومنین کو ابراہیمؑ کا واقعہ تلاوت کرکے سنا دو۔ (۷۰) جب کہ انہوں نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو (۷۱) انہوں نے جواب دیا کہ کچھ مجسمے ہیں جن کی ہم عبادت کرتے ہیں اور ہم ان ہی کی خدمت میں پابندی سے رہتے ہیں (۷۲) ابراہیمؑ نے سوال کیا کہ جب تم ان کو پکارتے یا ان سے دعا کرتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار اور دعا کو سنتے ہیں؟؟؟

بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۵۹﴾ؕ فَاَتۡبَعُوۡهُمۡ مُّشۡرِقِیۡنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا

بنی اسرائیل کو پس پیچھے لگے ان کے سورج نکلتے یعنی صبح کو پس جب آپس میں

تَرَآءَ الۡجَمۡعٰنِ قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤی اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ ﴿۶۱﴾ۚ قَالَ کَلَّا ۚ

دیکھنے لگیں دو جماعتیں کہا یاروں موسیٰؑ کے نے تحقیق ہم پائے گئے کہا ہر گز نہیں

اِنَّ مَعِیَ رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوۡحَیۡنَاۤ

تحقیق ساتھ میرے رب میرا ہے شتاب راہ دکھلائے گا مجھ کو پس وحی بھیجی ہم نے

اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡبَحۡرَ ؕ فَانۡفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرۡقٍ

طرف موسیٰؑ کی یہ کہ مار ساتھ عصا اپنے کے دریا کو پس پھٹ گیا پس ہو گیا ہر ٹکڑا

کَالطَّوۡدِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۶۳﴾ۚ وَ اَزۡلَفۡنَا ثَمَّ الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۶۴﴾ۚ وَ

مانند پہاڑ بڑے کے اور نزدیک کر دیا ہم نے اس جگہ دوسروں کو اور

اَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَ مَنۡ مَّعَهٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۶۵﴾ۚ ثُمَّ

نجات دی ہم نے موسیٰؑ کو اور ان لوگوں کو کہ ساتھ اس کے تھے سب کو پھر

اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۶۶﴾ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا کَانَ

ڈبو دیا ہم نے دوسروں کو تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے اور نہ تھے

اَکۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۶۷﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۶۸﴾ؑ

اکثر ان کے ایمان لانے والے اور تحقیق پروردگار تیرا البتہ وہی ہے غالب مہربان

وَ اتۡلُ عَلَیۡهِمۡ نَبَاَ اِبۡرٰهِیۡمَ ﴿۶۹﴾ۘ اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡهِ وَ

اور پڑھ اوپر ان کے قصہ ابراہیمؑ کا جس وقت کہا واسطے باپ اپنے کے اور

قَوۡمِهٖ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوۡا نَعۡبُدُ

قوم اپنی کے کس چیز کو عبادت کرتے ہو کہا انہوں نے عبادت کرتے ہیں ہم

اَصۡنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰکِفِیۡنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلۡ یَسۡمَعُوۡنَکُمۡ اِذۡ

بتوں کی پس رہتے ہیں واسطے ان کے بیٹھے کہا کہ کیا یہ سنتے ہیں تم سے جس وقت کہ

(۶) آنحضرتؐ کے عہد کے مسلمانوں کو اللہ نے رسوؐل اللہ کے صحابہ ہونے کا لقب نہیں دیا ہے (۶۱۔۶۲) ؟؟؟

مسلمانوں میں جہاں اور سینکڑوں عقائد خود ساختہ اور قرآن کے خلاف ہیں وہاں "صحابہ رسوؐل" کی اصطلاح بھی خود ساختہ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ اللہ نے قرآن میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں کے لئے یہ ترکیب "اصحابُ موسیٰؑ" استعمال کی ہے (۶۱ / ۲۶) مگر پورے قرآن میں کہیں بھی "اصحابُ محمدؐ" نہیں آیا ہے دوسری چیز یہ نوٹ کرنے کی ہے کہ جس طرح

تَدۡعُوۡنَ ۙ﴿۷۲﴾ اَوۡ یَنۡفَعُوۡنَکُمۡ اَوۡ یَضُرُّوۡنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوۡا بَلۡ وَجَدۡنَاۤ

پکارتے ہو تم یا نفع دیتے ہیں تم کو یا ضرر دیتے ہیں کہا انہوں نے بلکہ پایا ہے

اٰبَآءَنَا کَذٰلِکَ یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَیۡتُمۡ

ہم نے باپوں اپنوں کو اسی طرح سے کرتے تھے کہا کہ کیا پس دیکھا ہے تم نے

مَّا کُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿۷۵﴾ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمُ الۡاَقۡدَمُوۡنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّہُمۡ عَدُوٌّ

اس چیز کو کہ ہو تم عبادت کرتے تم اور باپ تمہارے پہلے پس تحقیق وہ دشمن ہیں

لِّیۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِیۡ خَلَقَنِیۡ فَہُوَ

واسطے میرے مگر پروردگار عالموں کا وہ شخص کہ جس نے پیدا کیا مجھ کو پھر وہی

یَہۡدِیۡنِ ﴿۷۸﴾ وَ الَّذِیۡ ہُوَ یُطۡعِمُنِیۡ وَ یَسۡقِیۡنِ ﴿۷۹﴾ وَ اِذَا مَرِضۡتُ

راہ دکھاتا ہے مجھ کو اور وہ جو کھلاتا ہے مجھ کو اور پلاتا ہے مجھ کو اور جب بیمار ہوتا ہوں

فَہُوَ یَشۡفِیۡنِ ﴿۸۰﴾ وَ الَّذِیۡ یُمِیۡتُنِیۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡنِ ﴿۸۱﴾ وَ

پس وہی شفا دیتا ہے مجھ کو اور وہ جو مارڈالے گا مجھ کو پھر جلاوے گا مجھ کو اور

الَّذِیۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لِیۡ خَطِیۡٓئَتِیۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ

وہ شخص کہ امید رکھتا ہوں میں یہ کہ بخشے خطا میری دن قیامت کے اے پروردگار

(۷۳)یا وہ تمہیں کوئی نفع پہنچاتے ہیں یا کسی قسم کا نقصان کر سکتے ہیں ؟ (۷۴) انہوں نے جواب دیا کہ ان میں سے کوئی ہماری پوجا کا سبب نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے اپنی قوم و اباؤ اجداد کو اسی طریقے پر چلتے دیکھا تو ہم نے بھی اسے اختیار کر لیاہے ۔ (۷۵) ابراہیمؑ نے سوال کیا کہ کیا اپنے ان معبودوں کو کبھی غور سے دیکھا بھی ہے؟ (۷۶)تم نے اور تمہارے قدیم و جدید اباؤ اجداد نے؟ (۷۷) سنو میرے تو یہ سب دشمن ہیں صرف رب العالمین میرا دوست ہے (۷۸) جس نے مجھے پیدا کیا اور میری راہنمائی کرتا ہے ۔ (۷۹) وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے (۸۰) اور جب میں بیمار ہوجاتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے۔(۸۱)اور وہی ہے جو مجھے موت دے گا پھر زندہ کریگا۔ (۸۲)اور مجھے اسی ذات پاک سے یہ طمع ہے کہ وہ میرے لئے خطا و لغزشوں سے بھی نتیجہ نکلنے کے دن تحفظ عطا کرے گا۔ (۸۳) پھر

محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اللہ نے یہ کہلوایا تھا کہ: "اللہ ہمارے ساتھ ہے" یعنی مخاطب کو یہ یقین نہ تھا کہ :- اللہ ہر جگہ اور ہر کافر و منافق اور جانور کے بھی ساتھ رہتا ہے اور نہ یہ یقین تھا کہ اللہ اپنے رسولؐ کی ہر حال میں مدد کر سکتا ہے ۔

(۶ ۔ الف) اللہ نے موسیٰ کی زبانی اپنی معیت اور ہدایت صحابہ کے لئے بیان نہیں کی۔صحابہ کا ایمان۔

اسی طرح اللہ نے حضرت موسیٰ سے ان کے صحابہ کو کہلوایا کہ :
" یقیناً میرا پروردگار میرے ساتھ ہے اور جلد میری راہنمائی کرنے والاہے" مطلب یہ کہ موسیٰ کے اصحاب کو بھی یہ یقین نہ تھا کہ اللہ ہر وقت ساتھ ہوتا ہے اور اپنے رسولؐ کی مدد و راہنمائی کرتا ہے ۔ انہیں یہ بھی یقین ہوگیا تھا کہ ذرا سی دیر میں وہ فرعون کی فوج کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جائیں گے(۶۲-۶۱ / ۲۶) اسی طرح رسولؐ اللہ پر ایمان لانے والے لوگ رسولؐ کی کامیابی اور اللہ کی مدد و نصرت کا یقین نہ رکھتے تھے (احزاب ۱۵ تا ۱۰ / ۳۳) اور جب خطرہ دیکھتے تھے رسولؐ کو میدان جنگ میں کافروں سے گھرا ہوا چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تھے(آلِ عمران ۱۵۳تا ۱۵۲ / ۳) بہرحال ہمیں یہ یاد دلانا تھا کہ مسلمانوں نے صحابہ صحابہ کی وہ رٹ لگائے رکھی ہے اور اس خود ساختہ اصطلاح کے تحفظ میں وہ فتنہ و فساد پھیلایا ہے جس سے خود ان کی تباہی ہو گئی اور ساتھ ہی صحابہ کے نام پر سینکڑوں فرقے اور مسلک بن گئے ۔۱۴ سو سال برابر جنگ جاری رہی اور لاکھوں انسان ہر سال قتل کئے جاتے رہے اور آج بھی قومی مُلّا اسی چکر میں مسلمانوں کو الجھائے ہوئے ہیں۔ لیکن قرآن نے ان کی بھرپور مذمت کی ہے ۔

(۷) آیات(۸۹ تا۸۳ / ۲۶) میں محمدؐ و آل محمدؐ، حضرت علیؑ و ابراہیمؑ کی فضیلت اور لسان اللہ کا آخری مقام مذکور ہے ۔

سب سے پہلے یہ سن لیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام دعائیں اللہ نے ساتھ کے ساتھ قبول فرمائی تھیں۔ اور ان کی ہر دعا قیامت تک ہمہ گیر تھی ۔

ابراہیمؑ نے دعا کی کہ اے پروردگار میرے مجھے حکومت ہبہ کر دے اور مجھے حقیقی صالحینؑ میں شریک کردے (۸۴) اور آخری سربراہانؑ اسلام میں میرے لئے ایک راست گو زبان وجود میں لانا (۸۵) اور مجھے نعمتوں والی جنتوں کے وارثوں میں سے کردے ۔ (۸۶) اور میرے والد کے لئے تحفظ فراہم کردے وہ واقعی گمراہوں میں شامل تھا۔ (۸۷) اور مجھے میرے والد کے سلسلے میں اس روز رسوانہ کرنا جس روز تمام انسان زندہ کئے جائیں گے ۔ (۸۸) جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے فائدہ پہنچا سکیں گے ۔ (۸۹) سوائے ان لوگوں کے جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کے سامنے آئیں گے (۹۰) اور اس دن جنت کو پرہیز گاروں کے لئے قریب لایا جائے گا۔ (۹۱) اور دوزخ اغواشدہ لوگوں کے لئے چیلنج کرنے لگے گی ۔ (۹۲) اور ان سے پوچھا جائے گا کہ اب وہ لوگ کہاں ہیں جن کی عبادت و اطاعت تم لوگ خدا کے علاوہ کیا کرتے تھے ؟ (۹۳) کیا وہ تمہاری کچھ مدد کر رہے ہیں یا خود اپنا بچاؤ کرنے کے لئے مدد مانگ سکتے ہیں (۹۴) پھر وہ لوگ جن کی اطاعت کی جاتی تھی اور یہ اغواشدہ لوگ اوندھے منہ جہنم میں جھونکے جاویں گے۔ (۹۵) ابلیسی فوجیں بھی سب کی سب جہنم میں ان کے ساتھ ہی پھینک دی جائیں گی ۔ (۹۶) گمراہ لوگ اور گمراہ کرنے والے لیڈر جہنم میں جھگڑتے ہوئے کہیں گے کہ (۹۷) قسم بخدا ہم بڑی واضح گمراہی و غلط روی میں مبتلا رہے ۔ (۹۸) جب کہ ہم تم ایسے لیڈروں کو رب العالمین کے مساوی درجہ دیتے تھے (۹۹) اور ہم کو مجرموں کے علاوہ کسی اور

هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۟ۙ وَ اجْعَلْ لِّیْ
میرے بخش مجھ کو حکم اور ملادے مجھ کو ساتھ صالحوں کے اور کر واسطے میرے
لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۟ۙ وَ اجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ۟ۙ
زبان راستی کی بیچ پچھلوں کے اور کر مجھ کو وارثوں بہشتوں نعمت کے سے
وَ اغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ۟ۙ وَ لَا تُخْزِنِیْ
اور بخش واسطے باپ میرے کے تحقیق وہ تھا گمراہوں سے اور مت رسوا کیجو مجھ کو
یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ۟ۙ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ۟ۙ اِلَّا مَنْ
اس دن کہ اٹھائے جاویں گے جس دن کہ نہ نفع دے گا مال اور نہ بیٹے مگر جو کوئی
اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۟ؕ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ
لاوے اللہ کے پاس دل سلامت اور نزدیک کی جاوے گی بہشت
لِلْمُتَّقِیْنَ ۟ۙ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ ۟ۙ وَ
واسطے پرہیزگاروں کے اور ظاہر کی جاوے گی دوزخ واسطے گمراہوں کے اور
قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۟ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ
کہا جاوے گا واسطے ان کے کہاں ہے جو کچھ کہ تھے تم عبادت کرتے سوا اللہ کے
هَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ یَنْتَصِرُوْنَ ۟ؕ فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا
کیا مدد کرتے ہیں تمہاری یا بدلا لیتے ہیں پس الٹے ڈالے جاویں گے بیچ اس کے
هُمْ وَ الْغَاوٗنَ ۟ۙ وَ جُنُوْدُ اِبْلِیْسَ اَجْمَعُوْنَ ۟ؕ قَالُوْا وَ هُمْ فِیْهَا
وہ سب اور گمراہ اور لشکر ابلیس کا سب کہیں گے اور وہ بیچ اس کے
یَخْتَصِمُوْنَ ۟ۙ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۟ۙ اِذْ
جھگڑتے ہوں گے قسم ہے خدا کی تحقیق تھے ہم البتہ بیچ گمراہی ظاہر کے جس وقت
نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۟ وَ مَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا
کہ برابر کرتے تھے ہم تم کو ساتھ پروردگار عالموں کے اور نہیں گمراہ کیا ہم

پھر یہ کہ ان کی وہ دعائیں جو نبوت و امامت محمدؐیہ سے متعلق تھیں لفظ بلفظ تاریخی طور پر وقوع میں آ کر رہیں ۔انہوں نے اپنی ذریت میں مسلسل ایک اُمت مسلمہ کے برقرار رہنے کی دعا مانگی جو مسلسل آنحضرتؐ کے عہد مبارک تک باقی رہی(بقرہ۱۲۸ / ۲) پھر اسی مسلم اُمت میں سے سرکار دو عالم کے مبعوث ہونے کی دعا پوری ہوئی (بقرہ ۱۲۹ / ۲) پھر اسی اُمت مسلمہ کی تیار کی ہوئی ملت و قوم (نساء۱۲۵ / ۴) ایسی موجود رہی جس کی پیروی و اتباع رسوؐل اللہ اور ان کی

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَ لَا صَدِيْقٍ

کو مگر گنہگاروں نے پس نہیں واسطے ہمارے شفاعت کرنے والے اور نہ آشنا

حَمِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾

غم کھانے والا پس کاش کہ ہوتا واسطے ہمارے پھر جانا پس ہوتے ہم ایمان لانے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾

والوں سے تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر ان کے ایمان والے

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ

اور تحقیق پروردگار تیرا البتہ وہ ہے غالب مہربان جھٹلایا قوم نوحؑ کی نے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾

پیغمبروںؑ کو جس وقت کہ کہا واسطے ان کے بھائی ان کے نوحؑ نے کیا نہیں ڈرتے تم

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾

تحقیق میں واسطے تمہارے ہوں پیغمبر با امانت پس ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا

نے گمراہ کیا ہی نہیں تھا (۱۰۰) اور آج حالت یہ ہے نہ کوئی ہمارا سفارشی ہے۔ (۱۰۱) اور نہ کوئی ہمارا غمخوار و ہمدرد دوست ہی موجود ہے (۱۰۲) پس اگر ہمارے لئے دنیا میں جانے کی ایک اور باری مل جائے تو اب کے ہم ضرور مومنین میں سے ہو جائیں (۱۰۳) اس سارے بیان میں معجزات ہیں مگر یہ مخاطب گروہ اپنی اکثریت میں حقیقی مومن نہیں رکھتا ہے (۱۰۴) اور یقیناً تیرا پروردگار غالب بھی ہے اور رحیم بھی ہے (۱۰۵) نوحؑ کی قوم نے بھی رسولوں کی تکذیب کی تھی (۱۰۶) جب کہ اس قوم کے بھائی نوحؑ نے ان سے کہا تھا کہ کیا تم ذمہ دار آدمی نہ بنو گے؟ (۱۰۷) یقیناً میں تمہاری ہدایت کے لئے اللہ کا امانتدار رسول ہوں (۱۰۸) لہٰذا اللہ کے لئے ذمہ دار انسان بنو اور میری اطاعت اختیار کرلو

اُمت پر بھی واجب ہے (نساء۱۲۵ / ۴) اور جو کبھی کافر ہونے والی نہیں ہے (انعام ۹۰ / ٦) جس پر توکل کیا جا سکتا ہے جسے اپنا وکیل بنانے اور رسولؐ کی نام نہاد قوم کو نکال دینے کی دھمکی اللہ نے دی ہے (۹۰ / ٦) اسی خدا کے برگزیدہ نبیؑ، رسولؑ، خلیلؑ اللہ کے لئے اللہ نے امامت کا عہدہ عطا کیا تھا۔ (بقرہ ۱۲۴ / ۲) جس طرح امامت کا عہدہ عام نظروں میں نبوت و رسالت و خلّت سے گھٹیا ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کے نزدیک صالحین بھی عام آدمی ہو سکتے ہیں۔ لیکن قرآن نے جو امامت حضرت ابراہیمؑ کو دی تھی وہ نبوت و رسالت و خلّت سے کہیں زیادہ عظیم الشان تھی جو صرف ان حضرات کو مل سکتی ہے جن کا ہر فعل اور ہر تصور مرضی خدا کے عین مطابق رہنا لازم ہو (بقرہ ۱۲۴ / ۲) اور جن صالحین میں شمولیت کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی ہے (۸۳ / ۲٦) وہ صالحین بھی چہاردہ معصومین سلام اللہ علیہم ہیں جو باعث تخلیق کائنات ہیں جن کی وجہ سے یہ کائنات اور اس کی موجودات باقی اور ترقی پذیر ہیں۔ جن کے پرتو سے صالحیت مل جاتی ہے۔ جنتیں اور پوری کائنات جن کی ملکیت و وراثت ہے۔ ان حضرات میں شمولیت سے مکمل صالحیت اور جنت کی وراثت حصہ میں آتی ہے اور یہی مطلب ہے ان کی دعا کا جو پوری کی گئی۔ اور وہ لسانؑ صدق جناب علی مرتضٰی علیہ السلام ہیں۔ جس کی تفصیل حضرت ابراہیمؑ کے تذکرہ میں دوبارہ بتائی گئی ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا O (۱۹/۵۱ سورہ مریم)

اور حضرت علی علیہ السلام کا نام لے کر انہیں ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحاقؑ کی راستگو زبان بتایا گیا ہے۔ لہٰذا فرمایا گیا کہ: "اور ہم نے ابراہیمؑ واسماعیلؑ و اسحاقؑ کو اپنی رحمتؐ (محمدؐ) میں سے ھبہ کر دیا یعنی ان تینوں کے لئے اور آنے والے ان کی نسل کے انبیاء و رسلؑ اور آئمہؑ کے لئے علیؑ کو راستباز زبان بنا دیا" (مریم ۵۱ / ۱۹) یہاں یہ نوٹ کر لیں کہ ان تمام مستجاب ہونے والی دعاؤں میں سے درمیان میں ایک دعا جناب آدار (آذر) کی مغفرت کے لئے بھی ہے۔ لہٰذا اس کو نامقبول کہنے والے وہی لوگ ہیں جن کے بزرگوں کے والدین کافر و مشرک و منکر مرے اور دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ تھے۔ جنہوں نے محمدؐ مصطفٰی کی نسل کا قتل عام کیا (بقرہ ۲۰۵ / ۲) جو یہ چاہتے ہیں کہ بروز قیامت حضرت آذر کو سزا دے کر اللہ حضرت ابراہیمؑ کو رسوا کرے حالانکہ رسوائی ان ہی دشمنان دین کے لئے ہے۔

(۱۰۹) میں تم سے اپنی ہدایت کا و راہنمائی پر کوئی اجر نہیں مانگتا اس کا اجر کسی کے ذمہ نہیں سوائے رب العالمین کے (۱۱۰) چنانچہ اللہ کے لئے پرہیز گار بن جاؤ اور میری اطاعت کرنا شروع کردو (۱۱۱) ان قومی لیڈروں نے کہا کہ تم پر اور تمہاری ہدایات پر ایمان لانے والے بہت ہی رذیل قسم کے لوگ ہیں کیا ایسی صورت میں ہم دانش ور و لیڈر ہو کر بھی ایمان لے آئیں اور جہلا کی صف میں کھڑے ہوجائیں؟ (۱۱۲) نوحؑ نے کہا کہ مجھے ان کے پہلے اعمال کا علم نہیں ہے۔ (۱۱۳) اوران کا حساب میرے پروردگار کے سوا کسی کی ذمہ داری نہیں ہے اگر تمہیں حقیقت کا شعور ہے؟ (۱۱۴) البتہ میں مومنین کو نکال باہر کرنے والا بھی نہیں ہوں (۱۱۵) میں تو صرف تنبیہہ کرنے والا ہوں ۔ (۱۱۶) انہوں نے کہا کہ اے نوحؑ اگر تم اپنی کوششوں سے باز نہ آئے تو یقیناً خود کو سنگسار ہوا پاؤ گے ۔ (۱۱۷) نوحؑ نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو نے دیکھ لیا کہ میری قوم نے میری مکمل تکذیب کردی ہے (۱۱۸) چنانچہ اب میرے اور ان جھٹلانے والوں کے درمیان فیصلہ کن راہ کھول دے اور مجھے اور میرے ساتھی مومنین کو نجات عطا فرمادے۔ (۱۱۹) بہرطور ہم نے نوحؑ کو اور اس کے ساتھیوں کو ایک کھچا کھچ بھری ہوئی کشتی میں نجات دے دی (۱۲۰) پھر ہم نے اس کے بعد

وَ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى
اور نہیں سوال کرتا میں تم سے اوپر اس کے کچھ بدلا نہیں بدلا میرا مگر اوپر
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ
پروردگار عالموں کے پس ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا کہا انہوں نے کیا مان لیویں ہم
لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَ مَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا
واسطے تیرے اور پیروی کی تیری رذالوں نے کہا اور کیا جانوں میں
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
کیا کرتے تھے وہ پہلے نہیں حساب ان کا مگر اوپر پروردگار میرے کے اگر سمجھو تم
وَ مَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾
اور نہیں میں نکال دینے والا ایمان والوں کو نہیں میں مگر ڈرانے والا ظاہر کر کر
قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾
کہا انہوں نے اگر نہ باز رہے گا تو اے نوحؑ البتہ ہوگا تو سنگسار کئے گیوں سے
قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ
کہا نوحؑ نے اے رب میرے تحقیق قوم میری نے جھٹلایا مجھ کو پس حکم کر
بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِيْ وَ
درمیان میرے اور درمیان ان کے حکم کرنے کر اور نجات دے مجھ کو اور
مَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ
ان لوگوں کو کہ ساتھ میرے ہیں ایمان والوں سے پس نجات دی ہم نے اس کو
وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ
اور ان کو جو ساتھ اس کے تھے بیچ کشتی بھری ہوئی کے پھر ڈبو دیا ہم نے پیچھے

(۸) قریشی لیڈروں، امیروں، پیشواؤں، علما، سرداروں اور معززین کے اسلام و ایمان کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

قارئین یہاں آیت (۱۱۱ / ۲۶) پر جناب علامہ مودودی صاحب قبلہ کا بیان سنا اس لئے ضروری ہے کہ ان کے قلم سے رسوؐل اللہ کی خود ساختہ قوم قریش کا حال معلوم ہو سکے اور یہ تسلیم کرنے میں کوئی تکلف نہ رہے کہ قریش کے ہر اُس آدمی کا اسلام و ایمان ساقط اور ناقابل اعتبار تھا جو مصنوعی ایمان لانے سے پہلے کسی بھی قسم کا اور کسی بھی مقدار میں لیڈر تھا یا سرمایہ دار و امیر تھا یا علما میں شمار تھا یا معزز تھا۔ سنئے ارشاد ہے کہ:

"۸۱ یہ لوگ جنہوں نے حضرت نوحؑ کو دعوت حق کا یہ جواب (۱۱۱ / ۲۶) دیا ان کی قوم کے سردار، شیوخ اور اشراف تھے جیسا کہ دوسرے مقام پر اسی قصے کے سلسلے میں بیان ہوا ہے ۔

الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

باقیوں کو تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے اور نہیں ہیں اکثر ان کے

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ كَذَّبَتْ

ایمان لانے والے اور تحقیق پروردگار تیرا البتہ وہ ہے غالب مہربان جھٹلایا

عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا

عاد نے پیغمبروںؑ کو جس وقت کہا واسطے ان کے بھائی ان کے ھودؑ نے کیا

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

نہیں ڈرتے تم تحقیق میں واسطے تمہارے ہوں پیغمبر باامانت پس ڈرو اللہ سے

وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ

اور کہامانو میرا اور نہیں سوال کرتا میں تم سے اوپر اس کے کچھ بدلے سے نہیں ہے

اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ

بدلا میرا مگر اوپر پروردگار عالموں کے کیا بنا لیتے ہو تم بیچ ہر زمین نرم کے

باقی تمام منکروں کو غرق کر کے ختم دیا تھا (۱۲۱) یقیناً اس صورت حال میں بھی معجزات ہیں مگر قریشی اور مکیّوں کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں ہے (۱۲۲) اور یہ ایک حقیقت ہے کہ تیرا پروردگار نہ صرف غالب ہے بلکہ رحیم بھی ہے (یعنی رحمت کی بنا پر سرکشیاں جاری رہی ہیں) (۱۲۳) قوم عاد نے بھی رسوٗلوں کو جھٹلایا (۱۲۴) جس وقت قوم عاد کے بھائی ہوؑد نے ان سے کہا کہ کیا تم اللہ کے حضور ذمہ دار قوم بننے کو تیار نہیں ہو ؟ (۱۲۵) میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسوٗل ہوں (۱۲۶) لہٰذا تم اللہ کے سامنے ذمہ دار بنو اور میری اطاعت اختیار کر لو ۔ (۱۲۷) میں اپنی تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتا ۔ میرا معاوضہ صرف اللہ کے ذمہ ہے (۱۲۸) یہ تمہارا کیا حال ہے کہ ہر اونچے مقام پر اپنی

فَقَالَ ٱلۡمَلَأُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَوۡمِهِۦ مَا نَرَىٰكَ إِلَّا بَشَرٗا مِّثۡلَنَا وَمَا نَرَىٰكَ ٱتَّبَعَكَ إِلَّا ٱلَّذِينَ هُمۡ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ ٱلرَّأۡيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمۡ عَلَيۡنَا مِن فَضۡلِۭ ﴿۲۷﴾ ھود

اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا ہمیں تو تم اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتے کہ بس ایک انسان ہو ہم جیسے، اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ان لوگوں نے بے سمجھے بوجھے اختیار کر لی ہے جو ہمارے ہاں کے ارذال ہیں اور ہم کوئی چیز بھی ایسی نہیں پاتے جس میں تم لوگ ہم سے بڑھے ہوئے ہو۔ " اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوحؑ پر ایمان لانے والے زیادہ تر غریب لوگ ، چھوٹے چھوٹے پیشہ ور لوگ ، یا ایسے نوجوان تھے جن کی قوم میں کوئی حیثیت نہ تھی ۔ رہے اونچے طبقے کے بااثر اور خوشحال لوگ ، تو وہ ان کی مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ اور وہی اپنی قوم کے عوام کو طرح طرح کے فریب دے دے کر اپنے پیچھے لگائے رکھنے کی کوشش کر رہے تھے ۔ اس سلسلے میں جو دلائل وہ حضرت نوحؑ کے خلاف پیش کرتے تھے ان میں سے ایک استدلال یہ تھا کہ نوح کی دعوت میں کوئی وزن ہوتا تو قوم کے امراء ، علماء ، مذہبی پیشوا، معززین اور سمجھ دار لوگ اسے قبول کرتے ۔ لیکن ان میں سے تو کوئی بھی اس شخص پر ایمان نہیں لایا ہے ۔اس کے پیچھے لگے ہیں ادنیٰ طبقوں کے چند نادان لوگ جو کوئی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے ۔ اب کیا ہم جیسے بلند پایہ لوگ ان بے شعور اور کمین لوگوں کے زمرے میں شامل ہو جائیں؟ بعینہٖ یہی بات قریش کے کفار، نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق کہتے تھے کہ ان کے پیرو یا تو غلام اور غریب لوگ ہیں یا چند نادان لڑکے ، قوم کے اکابر اور معززین میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں ہے۔ ابو سفیان نے ہرقل (بادشاہ حبشہ) کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے بھی یہی کہا تھا ۔ تَبِعَهُ مِنَّا الضُّعَفَآءِ وَالْمَسَاكِين (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہمارے غریب اور کمزور لوگوں نے قبول کی ہے) گویا ان لوگوں کا طرز فکر یہ تھا کہ حق صرف وہ ہے جسے قوم کے بڑے لوگ حق مانیں کیونکہ وہی عقل اور سمجھ بوجھ رکھتے ہیں ۔ رہے چھوٹے لوگ تو ان کا چھوٹا ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بے عقل اور ضعیف الرائے ہیں ۔ اس لئے ان کا کسی بات کو مان لینا اور بڑے لوگوں کا رد کر دینا صاف طور پر یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ ایک بے وزن بات ہے ۔ بلکہ کفار مکہ تو اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ دلیل لاتے

اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

ایک نشانی کھیلتے ہوئے اور بنا لیتے ہو تم مکان کاری گری کے تو کہ تم ہمیش رہو

وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾

اور جس وقت پکڑتے ہو تم پکڑتے ہو سرکش ہو کر پس ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا

وَ اتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

اور ڈرو اس شخص سے کہ مدد دی تم کو ساتھ اس چیز کے کہ جانتے ہو تم

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾

مدد دی تم کو ساتھ چارپایوں اور بیٹوں کے اور باغوں کے اور چشموں کے

اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳۵﴾ قَالُوْا

تحقیق میں ڈرتا ہوں اوپر تمہارے عذاب دن بڑے کے سے کہا انہوں نے

سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَوَ عَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَاۤ

برابر ہے اوپر ہمارے کیا تو نصیحت کرے کیا نہ ہو تو نصیحت کرنے والوں سے نہیں یہ

نشانی کی یادگاروں کی تعمیر پر مال خدا ضائع کرتے ہو (۱۲۹) اور بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو کیا تمہیں ہمیشہ یہاں رہنا ہے ؟ (۱۳۰) اور جب بھی کسی پر گرفت کرتے ہو نہایت جابرانہ گرفت کرتے ہو (۱۳۱) چنانچہ اب تم اللہ کے سامنے ذمہ دارانہ کام کرو اور میری اطاعت کرنے لگو۔ (۱۳۲) اس ہستی کے لئے ذمہ داری اختیار کرو جس نے تمہیں تمہاری علمی قدرت سے تمہیں مدد دی ہے (۱۳۳) اس کے سامنے ذمہ دار بنو جس نے تمہیں مویشیوں اور بیٹوں سے مدد دی ہے (۱۳۴) اور تمہیں باغات اور چشمے عطا کئے (۱۳۵) مجھے یقیناً یہ ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں تم پر عظیم الشان دن والا عذاب نہ ٹوٹ پڑے (۱۳۶) انہوں نے بھی کہا تھا کہ خواہ تو ہمیں وعظ و نصیحت کر یا نہ کر ہمارے لئے دونوں بے کار ہیں (۱۳۷) یہ تمہاری نصیحت تو ابتدائی

تھے کہ پیغمبر بھی کوئی معمولی آدمی نہیں ہو سکتا خدا کو اگر واقعی کوئی پیغمبر بھیجنا منظور ہوتا تو کسی بڑے رئیس کو بناتا (وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴿۳۱﴾ الزخرف) وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن ہمارے دونوں شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟ "(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۱۳۔۵۱۴)

(۸ ۔ الف) مودودی نے مسلمان نام کے تمام بڑے بڑے بت گرا دیئے ہیں ۔

اگر اس بیان کے سامنے ان تمام ہیروز کو لایا جائے جن کی اطاعت و عبادت مسلمانوں کی کثرت سے کرائی جاتی رہی ہے تو ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں بچتا جس کی اسلامی نقاب علامہ نے نوچ نہ لی ہو ۔ یہ سب لوگ عہد کفر کے لیڈر، رئیس ، مذہبی مقدس راہنما اور سردار ثابت کئے گئے ہیں ۔ جو آج تک بتوں کی طرح مسلمانوں کی کثرت پر سوار ہیں ۔

(۸ ۔ ب) قرآن میں اللہ نے حضرت نوحؑ کی قوم کی اور دیگر اقوام عالم کی جو جو مذمت کی ہے وہ تمام مذمتیں اور سرکشی قریش میں تھی۔

علامہ مودودی نے بار بار لکھا ہے کہ قرآن میں قریش اور مکے کے دیگر باشندوں کو پچھلی اقوام کی سرکشیاں اور مکاریاں سنانے کا منشاء یہ ہے کہ قریش میں وہ تمام خرابیاں ، چالاکیاں ، مکاریاں اور سرکشی بحیثیت مجموعی موجود تھیں ۔ سنئے لکھا ہے ۔

" ٹھیک یہی معاملہ ان آیات کے نزول کے زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان چل رہا تھا۔ اور اسی کو نگاہ میں رکھنے سے یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کے سرداروں کی یہ گفتگو یہاں (سورۂ شعراء میں۔احسن) کیوں سنائی جارہی ہے ؟ کفار مکہ کے بڑے بڑے سردار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ ہم آخر بلالؓ عمارؓ اور صہیب جیسے غلاموں اور کام پیشہ لوگوں کے ساتھ کیسے بیٹھ سکتے ہیں ؟ گویا ان کا مطلب یہ تھا کہ ایمان لانے والوں کی صف سے یہ غریب لوگ نکالے جائیں تب کوئی امکان اس کا نکل سکتا ہے کہ اشراف ادھر کا رخ کریں ورنہ یہ کسی طرح ممکن نہیں " (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۱۵)

لوگوں کی بھی عادت رہتی آئی ہے۔ (۱۳۸) اور یقین کر لے کہ جو مذہب ہم نے اختیار کیا ہے اس میں ہم پر کوئی عذاب نہیں ہوسکتا ہے ۔ (۱۳۹) آخر کار انہوں نے ہودؑ کو صاف طور پر جھوٹا قرار دے دیا چنانچہ ہم نے انہیں ہلاک کر ڈالا اس واقعہ میں بھی قریش کے لئے عبرت ناک معجزات ہیں مگر ان کی کثرت مومن نہیں ہے (۱۴۰) اور ان سب کو یقین ہے کہ اللہ غلبہ رکھنے والا رحیم ہے اس لئے سرکشی کررہے ہیں ۔ (۱۴۱) قوم ثمود نے بھی اسی طرح رسولوں کو جھٹلایا تھا (۱۴۲) جب کہ ان کے بھائی صالحؑ نے ان سے کہا تھا کہ کیا تم ذمہ دار انسان نہ بنو گے ؟ (۱۴۳) یقیناً میں تمہاری ہدایت کے لئے ایک امانتدار پیغامبر ہوں (۱۴۴) اللہ کے سامنے ذمہ داریاں قبول کرو اور میری فرماں برداری شروع کردو (۱۴۵) اور میں اپنی راہنمائی پر تم سے کوئی اجرت بھی تو نہیں مانگتا میری اجرت اللہ کے سوا کسی کے ذمہ نہیں ہے (۱۴۶) کیا تمہیں یہ یقین ہے کہ تمہیں ان

إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوهُ

مگر عادت پہلوں کی اور نہیں ہم عذاب کئے گئے پس جھٹلایا اس کو

فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ

پس ہلاک کیا ہم نے ان کو تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے اور نہ تھے

أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٤٠﴾ ع ۸ / ۱۱

بہت ان کے ایمان والے اور تحقیق پروردگار تیرا البتہ وہی ہے غالب مہربان

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ

جھٹلایا ثمود نے پیغمبروںؑ کو جس وقت کہا واسطے ان کے بھائی ان کے صالحؑ نے

أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا

کیا نہیں ڈرتے ہو تحقیق میں واسطے تمہارے پیغمبرؑ ہوں با امانت پس ڈرو

اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ

اللہ سے اور کہا مانو میرا اور نہیں سوال کرتا میں تم سے اوپر اس کے کچھ بدلا

إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٥﴾ أَتُتْرَكُونَ فِي

نہیں ہے بدلہ میرا مگر اوپر پروردگار عالموں کے کیا چھوڑے جاؤ گے تم بیچ

(۸ ۔ ج) حضرتؑ نوحؑ کے علم غیب کو مان لیا تو حضورؐ کے علم غیب کا انکار کیوں کرتے ہو؟

علامہ نے بڑے کھلے دل سے حضرت نوحؑ کی غیب دانی اور خدائی تصدیق مان لی ہے ۔ لیکن محمدؐ مصطفی کے علم غیب کا قرآن میں واضح تذکرہ ہوتے ہوئے بھی انکار کیا جا تا رہا ہے ۔ سنئے علامہ نے لکھا ہے کہ :۔"حضرت نوحؑ نے اس (نو سو سال کے۔احسنؑ) زمانہ میں پشت در پشت ان کے اجتماعی طرز عمل کو دیکھ کر نہ صرف یہ اندازہ فرما لیا کہ ان کے اندر قبولِ حق کی کوئی صلاحیت باقی نہیں رہی ہے بلکہ یہ رائے بھی قائم کر لی ہے کہ آئندہ ان کی نسلوں سے بھی نیک اور ایماندار آدمیوں کے اٹھنے کی توقع نہیں ہے ۔(إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا o (۲۷/۷۱ سورہ نوحؑ) اے رب اگر تو نے انہیں چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہو گا فاجر اور سخت منکر حق ہو گا"۔

(۸ ۔ د) اللہ نے قرآن میں حضرتؑ کی غیب دانی کی تصدیق بھی کر دی مگر قومی علما منکر رہے ۔

خود اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت نوحؑ کی اس رائے (یعنی آیت) کو درست قرار دیا اور اپنے علم کامل و شامل کی بنا پر فرمایا :

(لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ ھود)

تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے بس وہ لا چکے اب کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے ۔لہٰذا اب ان کے کرتوتوں پر غم کھانا چھوڑ دے" (تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ۵۱۶) یعنی قرآن سے انبیا علیہم السلام کا علم غیب ثابت ہے ۔اور رسولؐ اللہ کے لئے تو یہ فرمایا گیا کہ علم غیب سکھانے میں کنجوس نہیں ہیں (تکویر ۲۴ / ۸۱) ۔

مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾

اس چیز کے کہ یہاں ہے امن سے بیچ باغوں کے اور چشموں کے

وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَ تَنْحِتُوْنَ

اور کھیتوں کے اور کھجوروں کے کہ خوشہ ان کا ٹوٹا پڑتا ہے اور تراش لیتے ہو تم

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾

پہاڑوں سے گھر باتکلف پس ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا

وَ لَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي

اور مت مانو حکم حد سے نکل جانے والوں کا وہ لوگ کہ فساد کرتے ہیں بیچ

الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ

زمین کے اور نہیں اصلاح کرتے کہا انہوں نے سوائے اس کے نہیں کہ تو

مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ

جادو کئے گیوں سے ہے نہیں تو مگر آدمی مانند ہماری پس لے آ کچھ

بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا

نشانی اگر ہے تو سچوں سے کہا یہ اونٹنی ہے واسطے اس کے

شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَ لَا تَمَسُّوْهَا

پانی پینا ہے اور واسطے تمہارے پانی پینا ہے ایک دن معلوم کا اور مت ہاتھ لگاؤ

بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا

اس کو ساتھ برائی کے پس پکڑے گا تم کو عذاب دن بڑے کا پس پاؤں کاٹے اُس کے

اعمال کے باوجود بھی اس پُر امن و چین کی حالت میں چھوڑ دیا جائے گا۔(۱۴۷) اور تم یوں ہی باغات اور چشموں سے فائدہ اٹھاتے رہوگے ؟ (۱۴۸) اور تمہارے لئے یہ کھیت اور کھجوریں جن کی پھلوں سے لدی ہوئی ڈالیاں ٹوٹی جا رہی ہیں یوں ہی رہیں گی ؟ (۱۴۹) اور تم اسی فارغ البالی سے پہاڑوں کو کاٹتے اور پر تکلف گھر بناتے چلے جاؤ گے؟ (۱۵۰) خبردار رہ کر اللہ کا تقویٰ اختیار کرلو اور میری اطاعت کیا کرو۔ (۱۵۱) اور بے مہار اور حد سے نکل جانے والے لیڈروں کی اطاعت اور فرماں برداری ترک کردو۔ (۱۵۲) جو کہ دنیا بھر میں فساد پھیلاتے رہتے ہیں اور کبھی اصلاح کا نام بھی نہیں لیتے۔ (۱۵۳) انہوں نے جواب میں کہا کہ یہ بات یقینی ہوگئی کہ تو ایک مسحور جادو زدہ شخص ہے۔ (۱۵۴) اور یہ کہ تو صرف ہماری مثل ایک بشر ہی ہے چنانچہ اگر تم سچے نبیؑ ہو تو ثبوت میں کوئی معجزہ پیش کرکے دکھا دو (۱۵۵) صالحؑ نے کہا کہ یہ ایک اونٹنی ہے لہٰذا تم پانی پینے کے لئے ایک دن اس کا اور ایک دن اپنا مقرر کرلو جو سب کو معلوم رہے اور کوئی اس کی خلاف ورزی نہ کرنے پائے (۱۵۶) اور دیکھو تم میں سے کوئی بھی اس اونٹنی کو ضرر نہ پہنچائے بلکہ بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگائے ورنہ تمہیں عظیم الشان دن کا عذاب بھگتنا ہوگا۔ (۱۵۷) چنانچہ ان لوگوں نے اس کے پاؤں

(۹) آیات (۱۹۱ تا ۱۰۵ / ۲۶) پر طائرانہ نظر اور سابقہ انبیا علیہ السلام اور ان کی اقوام کے مذاہب و مسالک

قارئین کرام کو آیات کے اس طویل سلسلے میں انبیاؑ کی تبلیغ میں ہم آہنگی اور تکرار کے ساتھ ساتھ ان کی اقوام کے رد عمل اور جوابات میں بھی یکسانی پختگی اور ہم آہنگی ملے گی۔ اور آپ دیکھیں گے کہ اپنی قوم سے جو کچھ ایک نبیؑ نے کہا وہی کچھ باقی انبیاؑ بھی کہتے رہے۔ اور جو کچھ ایک نبیؑ کی قوم نے کہا وہی جواب باقی اقوام بھی دیتی رہیں۔ مثلاً تمام انبیاء علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم پر تقاضا کیا کہ:

اوّل : (۱) تم اللہ کے سامنے ذمہ دار انسان بنو یعنی تقویٰ اختیار کرو(۱۱۰،۱۰۸،۱۰۶/۲۶) (۱۳۲،۱۳۱،۱۲۶،۱۲۴/۲۶) (۱۵۰،۱۴۴،۱۴۲/۲۶)(۱۶۳،۱۶۱/۲۶)(۱۸۴،۱۷۹،۱۷۷/۲۶)معلوم ہوا کہ قریش کی طرح سابقہ اقوام بھی غیر ذمہ دارانہ مذہب و مسلک رکھتی تھیں۔

دوم : (۲) تمام رسولؑ اپنی اطاعت کا حکم دیتے رہے۔(۱۱۰،۱۰۸/۲۶)(۱۳۱،۱۲۶/۲۶)(۱۵۰،۱۴۴/۲۶)(۱۶۳/۲۶)(۱۷۹/۲۶) مگر قریش کی مانند سابقہ اقوام بھی رسولؑ کی ذاتی اطاعت کو بے دینی اور تباہی کا سبب سمجھتی رہیں (مومنون ۳۳ / ۲۳) اور آج کے قومی

کاٹ ڈالے اور صبح ندامت کے عالم میں کی۔ (۱۵۸) اور انہیں عذاب نے آگھیرا ان واقعات میں بھی قریش کیلئے عبرت ناک معجزات ہیں مگر ان کی تو اکثریت حقیقی ایمان سے خالی ہے۔ (۱۵۹) اور یہ ایک مستقل حقیقت ہے کہ تیرا پروردگار ہر قسم کا غلبہ رکھتا ہے اس لئے جب چاہے سرکشی پر ماخوذ کرسکتا ہے اور رحیم ہونے کی بنا پر انہیں بھی موقع دیتا رہتا ہے۔ (۱۶۰) چنانچہ لوطؑ کی قوم نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا (۱۶۱) جب ان سے ان کے بھائی لوطؑ نے کہا تھا کہ کیا تم ذمہ دار آدمی نہ بنو گے ؟ (۱۶۲) یقیناً میں تمہاری ہدایت کے لئے رسولؐ با امانت ہوں (۱۶۳) چنانچہ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری فرمانبرداری قبول کرلو (۱۶۴) پھر میں تو تم سے اپنی ہدایت کاری کا معاوضہ بھی نہیں مانگتا ہوں اس لئے کہ میرا معاوضہ تو اور کسی پر نہیں ہے سوائے تمام کائنات کے پروردگار کے (۱۶۵) کیا تم اس پوری کائنات میں تنہا ہی ایسی قوم نہیں ہو جو مردوں سے جنسی ضرورت پوری کرتے ہو؟ (۱۶۶) اور اپنی ازواج کے اس مقام کو استعمال نہیں کرتے ہو جو اللہ نے تمہاری جنسی ضرورت کے لئے بنائی ہے بلکہ تم نے تو اس سلسلے میں خود کو ایک نہایت سرکش و بدترین قوم بنا لیاہے (۱۶۷) انہوں نے کہا کہ اے لوطؑ اگر تم اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو خود کو جلا وطن ہونے والوں میں پاؤ گے ۔ (۱۶۸) لوطؑ نے کہا کہ میں واقعی ان لوگوں میں سے ہوں جو تمہاری ناہنجاری کو نفرت سے دیکھتے ہوں ۔ (۱۶۹) اے میرے رب

فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

پس ہوگئے پشیمان پس پکڑا ان کو عذاب نے تحقیق بیچ اس کے

لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ

البتہ نشانی ہے اور نہ تھے اکثر ان کے ایمان والے اور تحقیق پروردگار تیرا

لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ٍۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾

البتہ وہی ہے غالب مہربان جھٹلایا قوم لوط کی نے پیغمبروںؑ کو

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

جس وقت کہ کہا واسطے ان کے بھائی ان کے لوط نے کیا نہیں ڈرتے ہو تم

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾

میں واسطے تمہارے پیغمبر ہوں باامانت پس ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا

وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى

اور نہیں سوال کرتا میں تم سے اوپر اس کے کچھ بدلا نہیں بدلا میرا مگر اوپر

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾

پروردگار عالموں کے کیا آتے ہو تم مُردوں کے پاس عالموں میں سے

وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ

اور چھوڑ دیتے ہو جو کچھ پیدا کیاہے واسطے تمہارے رب تمہارے نے

مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا

جوروؤں تمہاری سے بلکہ تم ایک قوم ہو حد سے نکلنے والے کہا انہوں نے

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّيْ

اگر نہ باز رہے گا تو اے لوطؑ البتہ ہو گا تو نکالے گیوں سے کہا کہ تحقیق میں

لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ

عمل تمہارے کو ناخوش رکھنے والوں سے ہوں اے پروردگار میرے

علما اور مسلمان بھی رسولؐ کی ذاتی اطاعت کے منکر ہیں ۔

سوم : (۳) تمام انبیاؑ نے یہ بتایا کہ وہ سو فیصد امین ہیں ان سے خیانت ممکن نہیں ہے ۔(۱۰۷ / ۲۶) (۱۲۵ / ۲۶) (۱۴۳ / ۲۶) (۱۶۲ / ۲۶) (۱۷۸ / ۲۶) اور آنحضرتؐ کو خود ان کی قوم نے امین کہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود تمام اقوام عموماً اور قریش خصوصاً انبیاؑ سے خیانت اور جانبداری اور وحی کے حکم کی خلاف ورزی کے قائل رہے ہیں۔ (دیکھو تفہیم جلد ۲ صفحہ ۱۹۷ حاشیہ نمبر ۴۵)

نَجِّنِيْ وَ اَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾

نجات دے مجھ کو اور میرے اہل کو اس چیز سے کہ کرتے ہیں

فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا

پس نجات دی ہم نے اس کو اور اہل اس کے کو سب کو مگر ایک بڑھیا

فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَ اَمْطَرْنَا

پیچھے رہ جانے والوں میں سے پھر ہلاک کیا ہم نے اوروں کو اور برسایا ہم نے

عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ

اوپر ان کے مینہ پس برا ہوا مینہ ڈرائے گیوں کا تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے

وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

اور نہ تھے اکثر ان کے ایمان والے اور تحقیق پروردگار تیرا البتہ وہی ہے غالب

الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ

ع ٩ / ١٣

مہربان جھٹلایا رہنے والوں بَن کے نے پیغمبروں کو جس وقت کہا واسطے ان کے

شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾

شعیبؑ نے کیا نہیں ڈرتے تم تحقیق میں واسطے تمہارے پیغمبر ہوں با امانت

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ

پس ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا اور نہیں سوال کرتا میں تم سے اوپر اس کے

مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ

کچھ بدلا نہیں بدلا میرا مگر اوپر پروردگار عالموں کے پورا کرو میان کو اور

لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَ لَا

مت ہو نقصان دینے والوں سے اور تولو ساتھ ترازو سیدھی کے اور مت

تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾

کم دو لوگوں کو چیزیں ان کی اور مت پھرو بیچ زمین کے فساد کرتے ہوئے

مجھے اور میرے اہل کو ان کی بد عملی دیکھنے سے نجات دے ۔ (۱۷۰) چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے تمام اہل کو نجات دے دی (۱۷۱) سوائے ایک بانجھ بڑھیا کے جو پس و پیش میں لگی رہی (۱۷۲) پھر ہم نے باقی سب کو تباہ و برباد کرڈالا (۱۷۳) اور ہم نے ان پر ایک برسات برسائی بڑی ہی بُری بارش تھی جو ان خبردار کردیئے جانے والوں پر برسائی گئی (۱۷۴) حقیقت یہ ہے کہ ان بیانات میں بھی قومی مسلمانوں کے لئے عبرت انگیز معجزات ہیں ۔ مگر ان کی تو اکثریت ہی حقیقی مومن نہیں ہے ۔ (۱۷۵) اور یقیناً تیرا پروردگار ہر حالت میں غالب اور رحیم ہے (۱۷۶) تبوک (ایکہ) کے صحابہ نے بھی پیغمبروںؑ کی تکذیب کی تھی (۱۷۷) جس وقت شعیبؑ نے ان سے کہا تھا کہ کیا تم ذمہ دار لوگ بننا نہیں چاہتے (۱۷۸) یقیناً میں تمہاری راہنمائی کے لئے امانت دار رسوؑل ہوں (۱۷۹) چنانچہ تم تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرنے لگو (۱۸۰) اور میں تم سے اپنی راہنمائی پر کچھ اجرت نہیں مانگتا ہوں میری اجرت کسی کے ذمہ نہیں ہے سوائے کائنات کے پالنے والے کے (۱۸۱) تم لوگ ناپنے میں پوری پیمائش کیا کرو اور نقصان پہنچانے والوں میں سے نہ ہوجاؤ ۔ (۱۸۲) اور تولتے وقت اپنی ترازو کو ٹھہرا ٹھہرا کر تولا کرو (۱۸۳) لوگوں کو ان کی خریدی ہوئی چیزیں کم نہ دیا کرو اور دنیا بھر میں استحصال سے فساد کا نظام نہ پھیلاؤ

چہارم : (۴) تمام ہی انبیاءؑ نے اپنی تبلیغ پر کسی قسم کا اجر و معاوضہ دشمنان دین سے طلب نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ میرا اجر و معاوضہ صرف اللہ کے ذمہ ہے تم سے کچھ طلب نہیں کرتا (۱۰۹/۲۶)(۱۲۷/۲۶)(۱۴۵/۲۶)(۱۶۴/۲۶)(۱۸۰/۲۶) دشمنان دین نے ان آیات سے یہ اصول گھڑ لیا کہ نبیؐ کا نہ کوئی اجر ہوتا ہے نہ اُمت پر کوئی احسان ہوتا ہے ۔ لیکن اللہ نے رسوؑل سے یہ کہلوایا ہے کہ :

(۱۸۴) اور اس ذات پاک کے حضور ذمہ داری اختیار کرلو جس نے تمہیں پیدا کیا اور اوّلین لوگوں کو فطری جذبات دیئے (۱۸۵) شعیبؑ کی قوم نے جواب میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو جادو کا مارا ہوا ہے (۱۸٦) اور تو اس کے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں کہ ہم ایسا ایک بشر ہے جسے ہم جھوٹا سمجھتے ہیں (۱۸۷) اگر تو واقعی سچا آدمی ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گِروا دے (۱۸۸) شعیبؑ نے کہا کہ میرا پروردگار خوب جانتا ہے جو منصوبے تم چلائے جا رہے ہو (۱۸۹) چنانچہ انہوں نے شعیبؑ کو باقاعدہ جھٹلایا تو انہیں چھتری والے عذاب نے دھرلیا اور وہ ایک عظیم دن والا عذاب تھا۔ (۱۹۰) حقیقت یہ ہے کہ اس تذکرے میں بھی معجزات ہیں مگر ان کی تو اکثریت حقیقی ایمان رکھتی ہی نہیں ہے (۱۹۱) اور یقیناً تیرا پروردگار غلبہ والا مہربان ہے

وَ اتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْۤا

اور ڈرو اس شخص سے کہ پیدا کیا اس نے تم کو اور خلقت پہلی کو کہا انہوں نے

اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

سوائے اس کے نہیں کہ تو جادو کئے گیوں سے ہے اور نہیں تو مگر آدمی مانند ہماری

وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸٦﴾ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا

اور البتہ گمان کرتے ہیں ہم تجھ کو جھوٹوں سے پس ڈال دے اوپر ہمارے ایک ٹکڑا

مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا

آسمان سے اگر ہے تو سچوں سے کہا کہ پروردگار میرا خوب جانتا ہے جو کچھ

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ

کرتے ہو تم پس جھٹلایا اس کو پس پکڑا ان کو عذاب دن سائبان کے نے

اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ

اور تحقیق وہ تھا عذاب دن بڑے کا تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے اور نہ تھے

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۹۱﴾ ع

اکثر ان کے ایمان والے اور تحقیق پروردگار تیرا البتہ وہی ہے غالب مہربان

ع ۱٦ / ۱۴

(قُل لَّآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًا إِلَّا ٱلۡمَوَدَّةَ فِي ٱلۡقُرۡبَىٰۗ وَمَن يَقۡتَرِفۡ حَسَنَةً نَّزِدۡ لَهُۥ فِيهَا حُسۡنًا ﴿٢٣﴾ الشوری)

اے نبیؐ ان سے کہہ دو کہ میں تم سے اپنی راہنمائی اور محنت و صبر پر اس کے سوا کوئی اجرت نہیں مانگتا کہ تم قریب ترین لوگوںؑ سے مودبانہ محبت کرو اور جو کوئی تم میں سے اس نیکی کو صحیح جگہ استعمال کرے گا ہم اس کے عمل میں زیادہ حسن بڑھائیں گے۔ معلوم ہوا کہ حقیقی مومنین پر اللہ نے اجر رسالت واجب کیا ہے اور منکرین و کافرین و منافقین اور قومی قسم کے مسلمانوں پر اجر رسالت عائد ہی نہیں کیا گیا ہے۔

پنجم : (۵) تمام رسولوںؑ کے اور ان کی قوم کے تذکرے کے بعد ہر دفعہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ : ”قریش کی کثرت حقیقی مومن نہیں ہے“ (۲٦/۱۲۱)(۲٦/۱۳۹)(۲٦/۱۵۸)(۲٦/۱۷۴)(۲٦/۱۹۰) لیکن یہاں کثرت سے مراد ٹوٹل ہے اس لئے کہ قوم نوحؑ سو فیصد تباہ کر دی گئی تھی لہٰذا ان کی کثرت نہیں بلکہ پوری قوم مراد ہے۔ معلوم ہوا کہ قریشی قوم بھی سو فیصد حقیقی مومن نہ تھی جس نے پورے قرآن کی تکذیب کی اور پوری قوم نے قرآن کو مہجور کیا تھا (انعام ٦٦ / ٦، فرقان ۳۰ / ۲۵)

ششم : (٦) ان تمام اقوام کی تباہی کے بعد اللہ نے ہر دفعہ یہ فرمایا ہے کہ: ”یقیناً تیرا پروردگار ہر حال میں غالب اور مہربان ہے (عزیز رحیم) ہے“ (۲٦/۱۲۲)(۲٦/۱۴۰)(۲٦/۱۵۹)(۲٦/۱۷۵)(۲٦/۱۹۱) ان صفات پر اس لئے زور دیا گیا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ سرکش اقوامِ عالم کو یا ابلیس کو فوراً سزا کیوں نہ دی گئی؟ کیوں انہیں ہمہ قسم کی نعمتیں دیں، حکومتیں کرنے کا موقع دیا؟ اگر اللہ ہر حال میں غالب نہ ہوتا تو موقع نکل جانے کے بعد کچھ نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ ازراہ رحم ان کو نہ صرف اتمام حجت کے مواقع دیئے گئے بلکہ کامیابیاں عطا کیں تاکہ وہ اپنے غلط اقدامات کو حق بجانب سمجھ کر سرکشی میں اور بڑھیں ادھر انبیاؑ علیہم السلام کا تانتا باندھے رکھا کہ دلیل و برہان سے ان کے اقدامات کا بطلان واضح کرتے رہیں اور اپنی خوشی و اختیار سے اسلام لائیں یا کافر رہیں۔

(۹۔الف) حضرات نوحؑ و ھودؑ و صالحؑ و لوطؑ اور شعیبؑ علیہم السلام اور ان کی اقوام کے مزید حالات۔ قرآن کریم ایک

عملی پروگرام کی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے لہٰذا اس میں ایک وقت میں پوری پوری کہانی یا عمل کا سارا نقشہ پیش نہیں کیا گیا بلکہ ایک وقت میں اتنا ہی بتایا گیا ہے جو عملی پروگرام میں فوراً ضروری تھا۔ لہٰذا سابقہ انبیاعلیہم السلام کے حالات اور ان کی اقوام کے متعلق بھی یہی پروگرام جاری رہا ہے۔ اور مختلف انداز میں مختلف مواقع پر حقائق کو سامنے لایا گیا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے اگر حضرت نوح علیہ السلام کے ان تمام حالات کو ایک جگہ جمع کرنا ہو تو قرآن کے مختلف مقامات سے استفادہ کرنا ہوگا۔ اور اس طرح نہ صرف ان کے تمام حالات سامنے آجائیں گے بلکہ ان حالات کے ساتھ اور ضروری ہدایات بھی حاصل ہو جائیں گی۔ لہٰذا مندرجہ بالا انبیاؑ اور اُنؑ کی اقوام کا تذکرہ جن مقامات پر تفصیل سے ہوا ہے وہ ترتیب وار لکھے جا رہے ہیں۔

(۱) حضرت نوح علیہ السلام۔	(۱) اعراف کی آیات (۶۴ تا ۵۹ / ۷)، یونسؑ (۷۳ تا ۷۱ / ۱۰)، ھودؑ (۴۸ تا ۲۵ / ۱۱)، بنی اسرائیل (۳ / ۱۷)، انبیاءؑ (۷۷ تا ۷۶ / ۲۱)، مومنون (۳۰ تا ۲۳ / ۲۳) فرقان (۳۷ / ۲۵)، عنکبوت (۱۵۔۱۴ / ۲۹)، الصافات (۸۲ تا ۷۵ / ۳۷)، القمر (۱۵ تا ۰۹ / ۵۴) اور سورۂ نوحؑ مکمل دیکھیں۔
(۲) حضرت ھودؑ علیہ السلام۔	(۲) ملاحظہ ہو سورۂ اعراف (۷۲ تا ۶۵ / ۷)، ھودؑ (۶۰ تا ۵۰ / ۱۱) حم سجدہ (۱۶ تا ۱۳ / ۴۱) احقاف (۲۶ تا ۲۱ / ۴۶)، الذاریات (۴۵ تا ۴۱ / ۵۱)، القمر (۲۲ تا ۱۸ / ۵۴)، الحاقۃ (۸ تا ۴ / ۶۹) الفجر (۸ تا ۶ / ۸۹)۔
(۳) حضرت صالح علیہ السلام۔	(۳) ملاحظہ ہو سورۂ اعراف (۷۹ تا ۷۳ / ۷)، ھودؑ (۶۸ تا ۶۱ / ۱۱)، الحجر (۸۴ تا ۸۰ / ۱۵) بنی اسرائیل (۵۹ / ۱۷)، النمل (۵۳ تا ۴۵ / ۲۷)، الذاریات (۴۵ تا ۴۳ / ۵۱)، القمر (۳۱ تا ۲۳ / ۵۴)، الحاقۃ (۵ تا ۴ / ۶۹)، الفجر (۹ / ۸۹) الشمس (۱۱ / ۹۱)۔
(۴) حضرت لوطؑ علیہ السلام۔	(۴) ملاحظہ فرمائیں سورۂ اعراف (۸۴ تا ۸۰ / ۷)، ھودؑ (۷۳ تا ۸۴ / ۱۱)، الحجر (۷۷ تا ۵۷ / ۱۵)، الانبیاءؑ (۷۵ تا ۷۱ / ۲۱)، النمل (۵۸ تا ۵۴ / ۲۷)، عنکبوت (۳۵ تا ۲۸ / ۲۹)، الصافات (۱۳۸ تا ۱۳۳ / ۳۷)، القمر (۳۹ تا ۳۳ / ۵۴)۔
۵۔ حضرت شعیب علیہ السلام۔	(۵) دیکھیں سورۂ اعراف (۹۳ تا ۸۵ / ۷) ھودؑ (۹۵ تا ۸۴ / ۱۱)، الحجر (۸۴ تا ۷۸ / ۱۵) عنکبوت (۳۷ تا ۳۶ / ۲۹)۔

(۱۰) آیت (۱۷۶ / ۲۶) میں حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ایک شاخ اور دو قبیلوں کا ذکر ہے۔

اصحاب الایکہ اور اصحاب المدین (توبہ ۷۰ / ۹) نسل ابراہیم علیہ السلام سے دو الگ الگ قبیلے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کی تیسری زوجہ سلام اللہ علیہا، جن کا نام قطورا تھا، کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے جدّ اعلیٰ کا نام مدیان بن ابراہیمؑ تھا۔ یہ شمالی حجاز سے فلسطین کے جنوب تک اور وہاں سے جزیرہ نمائے سینا کے آخری گوشے تک بحر قلزم اور خلیج عقبہ کے سواحل پر پھیلے ہوئے تھے۔ اور باقی لوگ شمالی عرب تیا، اور تبوک اور العلاء کے درمیان آباد رہے ہیں اُن کا صدر مقام تبوک تھا جسے قدیم زمانہ میں ایکہ کہا جاتا تھا۔ ان دونوں میں حضرت شعیبؑ رسوؑل تھے۔

(۱۱) آیت (۱۸۶ / ۲۶) میں بشریت کو سامنے رکھ کر نبیؑ کو جھوٹا قرار دیا گیا ہے۔ رسوؑل اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق مسلمان علما کی کثرت یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ آنحضرت چونکہ (معاذاللہ) ان کے مثل بشر تھے لہٰذا ان سے وہ تمام خطائیں، لغزشیں اور بھول چوک، جانبداری اور غلطیاں سرزد ہو سکتی تھیں۔ اور ہوتی رہیں۔ جو عام انسانوں سے متوقع ہیں۔ اس مندرجہ بالا آیت (۱۸۶ / ۲۶) میں ثابت ہے اور اس سے پہلے آیت (۱۵۴ / ۲۶) سے تائید ہو چکی ہے کہ قریش کے مسلمانوں نے یہ عقائد سابقہ اقوام سے ورثہ میں پائے تھے۔ اور آج تک ان عقائد پر عمل ہو رہا ہے۔

(۱۹۲) اور یہ قرآن تمام کائنات کے پالنے والے کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ (۱۹۳) اس کے ساتھ ہی روح الامین بھی اتارا گیا ہے (۱۹۴) وہ دونوں تمہارے قلب پر اتارے گئے تاکہ تم تنبیہہ کرنے والوں میں سے بھی ہو جاؤ (۱۹۵) اور یہ قرآن خود وضاحت کرتے جانے والی عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے (۱۹۶) اور یہ قرآن تمام

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ

اور تحقیق وہ اتارا گیا ہے پروردگار عالموں کی طرف سے اترا ہے ساتھ اس کے

الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

روح الامین یعنی جبرائیلؑ اوپر دل تیرے کے تو کہ ہو تو ڈرانے والوں سے

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَفِيْ

ساتھ زبان عربی بیان کرنے والی کے اور تحقیق یہ قرآن البتہ مذکور ہے بیچ

(۱۲) تاریخی بیان کے بعد پھر کتاب مبین اور نبیؐ کی نام نہاد قوم کا تذکرہ سورۂ شعراء کی ابتدا سے مربوط ہوا۔

سورۂ شعرا کی اوّلین آیات میں قرآن کریم کے مقام بلند کا تذکرہ شروع کیا گیا تھا (۲ / ۲۶) پھر رسوؐل اللہ کو ہدایت کی گئی تھی کہ تم اپنی نام نہاد و ناہنجار قوم کی تکذیب و سرکشی پر اتنے متفکر و غمگین نہ رہو کہ اپنی جان ہی کھو بیٹھو (۷ تا ۳ / ۲۶) پھر انہیں سابقہ اقوام کے حالات سنانے کا وعدہ کیا اور فیصلہ کر دیا کہ قریشیوں اور مکیّوں کی کثرت حقیقی مومن نہیں ہے حالانکہ سابقہ اقوام کے قصوں میں بار بار معجزات آتے رہیں گے مگر وہ سچ مچ ایمان نہ لائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ رحیم ہونے اور غلبہ کا مالک ہونے کی بنا پر انہیں موقع دیتا چلا جا رہا ہے (۹ تا ۶ / ۲۶) پھر چھ رسولوؐں کا اور ان کی اقوام کا رویہ تفصیل وار پیش کیا گیا۔ (۱۹۱ تا ۱۰ / ۲۶) اور اس کے بعد پھر کتاب مبین، رسوؐل کریم اور قریش کا ذکر شروع کیا گیا ہے (۲۲۷ تا ۱۹۲ / ۲۶)۔

(۱۲۔الف) کتاب مبین یعنی قرآن مجید مکمل طور پر جبرئیلؑ امین سمیت رسوؐل کے قلب پر اتار دیا گیا تھا۔ کانوں پر نہیں اترا۔

آیات (۱۹۵ تا ۱۹۲ / ۲۶) سے واضح ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت تو ترسیل و ترتیب و تدریج کے ساتھ موقعہ بموقعہ کی گئی ہے لیکن قرآن مجید مکمل صورت میں قلب محمد مصطفی صلی اللہ و آلہ وسلم پر مع جبرئیل امین نازل کیا گیا تھا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو گا کہ قلب محمدؐی پر قرآن و جبرئیل کب اتارے گئے تھے؟ اس کا جواب خود قرآن میں موجود ہے جہاں فرمایا گیا ہے کہ (هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ ٱلنُّذُرِ ٱلْأُولَىٰٓ ﴿۵۶﴾ النجم) "یہ محمدؐ سب سے اوّلین نذیروں میں کا ایک نذیر ہے" اس آیت سے ان لوگوں کا منہ بند ہو جاتا ہے جو یہ سمجھتے یا کہتے ہیں کہ قرآن چالیس سال کی عمر ہو چکنے کے بعد ملا تھا۔ اور وہ بھی تیئیس سال کی مدت میں رفتہ رفتہ قرآن کے عالم ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اگر صرف رسولوؐں کو نذیر کہا جائے تب بھی اوّلین نذیر حضرت آدمؑ اور حضرت شیثؑ و ادریسؑ کے ساتھ آنحضرؐت کو قدیم نذیر ماننا ہو گا۔ اور اس وقت سے محمدؐ قرآن اور جبرئیل کو ساتھ ساتھ رکھنا پڑے گا۔ اور چونکہ نزول قلب محمدؐی پر ہوا ہے لہٰذا محمدؐ کو ایک ایسا وجود ماننا ہو گا کہ قرآن اور جبرئیل جس کی دماغی قوتیں ہوں۔ جو اعضائے محمدؐ کی طرح کام کرتے ہوں۔ پھر بات اور آگے بڑھے گی کیونکہ قرآن کے نزول کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آنحضرؐت تمام عالمین کے لئے نذیر و بشیر ہیں (تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَٰلَمِينَ نَذِيرًا ﴿۱﴾ الفرقان) بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ بندہ (محمدؐ) پوری کائنات کو تنبیہہ کرنے والا ہو کر رہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر اس کائنات کو ایک نذیر کی ضرورت ہے، تو جب سے یہ کائنات ہے کم از کم تب ہی سے کائناتی نذیر کا ہونا اور تمام جہانوں میں تمام موجودات کو تنذیر و تنبیہہ کرنا ضروری و فطری ہے۔ پھر بات اور آگے بڑھتی ہے۔ کوئی ھادی نذیر یا رسول و راہنما اس وقت تک ہدایت، تنذیر و رسالت انجام نہیں دے سکتا جب تک وہ تمام ضرورت مندوں سے کما حقہ مطلع نہ ہو۔ اور ان کی زبانیں نہ جانتا ہو لہٰذا ماننا ہو گا کہ سرکار دو عالم تخلیق کائنات سے پہلے ہی ہر پیدا ہونے والی مخلوق سے متعارف و عالم تھے۔

اوّلین کتابوں کی صورت میں بھی نازل ہوتا چلا آیا ہے (۱۹۷) کیا ان مکےّ والوں کے لئے یہ کوئی معجزانہ ثبوت نہیں ہے کہ اس قرآن کو بنی اسرائیل کے علما پہلے سے جانتے ہیں؟ (۱۹۸) اور اگر ہم اس قرآن کو کسی غیر عرب عجمی پر نازل کردیتے (۱۹۹) اور وہ انہیں عربی مبین ہی میں پڑھ کر سناتا تب بھی یہ اس پر ایمان لانے والے نہ تھے (۲۰۰) اسی انکار اور کفر کو ہم نے جرائم پیشہ لوگوں کے دلوں کا مسلک و مذہب بنائے رکھا ہے (۲۰۱) وہ جرائم پیشہ لوگ قرآن پر اس وقت تک بھی ایمان نہ لائیں گے جب تک اپنے اوپر دردناک عذاب مسلط نہ دیکھیں (۲۰۲) چنانچہ جب ان پر بے خبری میں عذاب ٹوٹ

زُبُرِ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَ لَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ اٰيَةً اَنۡ يَّعۡلَمَهٗ

کتابوں پہلے پیغمبروںؑ کے کیا نہیں ہے واسطے ان کے نشانی یہ کہ جانتے ہیں اس کو

عُلَمٰٓؤُا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿۱۹۷﴾ وَلَوۡ نَزَّلۡنٰهُ عَلٰى بَعۡضِ الۡاَعۡجَمِيۡنَ ﴿۱۹۸﴾

علما بنی اسرائیل کے اور اگر اتارتے ہم اس کو اوپر بعض عجمیوں کے

فَقَرَاَهٗ عَلَيۡهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ

پس پڑھتا اس کو اوپر ان کے نہ ہوتے ساتھ اس کے ایمان لانے والے اسی طرح

سَلَكۡنٰهُ فِىۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ

چلاتے ہیں ہم اس کو بیچ دلوں گنہگاروں کے نہیں ایمان لاتے ساتھ اس کے

حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً وَّ

یہاں تک کہ دیکھیں عذاب درد دینے والا پس آوے ان کو عذاب ناگہاں اور

(۱۲۔ ب) سابقہ تمام انبیاؑ پر قرآن ہی قسط وار نازل ہوتا رہا ہے اور ان پر اس کا نزول قلب محمدؐی سے ہوا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن روز ازل ہی سے مع جبرئیلؑ قلب محمدؐی کے اجزاء بنا دئے گئے تھے تو باقی انبیاؑ پر ان کی کتابوں میں قرآن کیسے آیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب محمدؐ کو پوری کائنات کا نذیر مان لیا جائے تو گویا یہ بھی مان لیا گیا کہ وہ تمام انبیاؑ علیہم السلام کے لئے بھی نذیر تھے۔ اس لئے کہ انبیاؑ و ملائکہ کائنات سے باہر نہیں ہیں لہٰذا محمدؐ نے تمام انبیاؑ کو وہ سامان دیا جو ان کو اپنی اقوام کی تنذیر و ہدایت کے لئے درکار تھا۔ اور ساتھ ہی ہر نبیؑ کے زمانہ میں ان کی تصدیق و تائید کرتے رہے۔ اور تمام انبیاؑ ان پر ایمان لاتے رہے اور قرآن کی تبلیغ کرنے میں ان کی نصرت بھی کرتے رہے (آل عمران ۸۲۔۸۱ / ۳) یوں قرآن کی ضروری قسطیں سابقہ کتابوں میں آتی چلی گئیں۔ لہٰذا قرآن کریم سے ثابت ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم روز ازل سے قرآن کریم کے عالم اور پوری کائنات کے معلم و ہادی و نذیر تھے۔ اور قرآن تھوڑا تھوڑا اُترنے کا مطلب قلب محمدؐ جو حقیقتاً عرش خداوندی ہے، سے اترنا اور تلاوت کیا جانا ہے نہ یہ کہ حضورؐ ان آیات سے لاعلم ہوتے تھے۔ جو تلاوت کر کے سناتے تھے۔ اور نہ یہ کہ ان آیات پر حضورؐ سے پہلے جبرئیلؑ مطلع ہوتے تھے اور آپؐ معاذ اللہ جاہل ہوتے تھے۔ ایسے باطل عقائد قرآن کے تسلسل سے ثابت نہیں ہوتے بلکہ دشمنان دین نے قرآن کے سیاق و سباق کو ترک کر کے گھڑے ہیں۔

(۱۲۔ ج) آیت (۱۹۵ / ۲۶) قرآن کی ایسی عربی زبان جو خود ہی اپنا مطلب و مقصد واضح کرتی جاتی ہے۔

قارئین کرام نے علما و عوام سے ہمیشہ یہ سنا ہے کہ قرآن سمجھنا بہت ہی مشکل ہے۔ یہ مشہور کرنے والے درحقیقت قرآن کے خلاف محاذ بنا کر عوام الناس کو قرآن سے دور رکھنے کی کوششیں کرتے چلے آئے ہیں اور انہوں نے بہت جلد ایسا معاشرہ پیدا کر لیا تھا۔ جس نے قرآن کو ناظرہ پڑھنا شروع کردیا تھا۔ یعنی وہ نظروں سے دیکھ دیکھ کر پڑھتے جاتے تھے معنی و مطالب کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔ عام دنوں میں کئی کئی مرتبہ بلا سمجھے قرآن ختم کرتے اور اسے ثواب کا کام سمجھتے رہتے تھے۔ چنانچہ ہر زمانہ میں چودہ سو سال سے مسلمانوں کے سو فیصد عوام عربی زبان سے جاہل رہے ہیں اور جن ممالک میں مادری زبان عربی ہے ان لوگوں نے رفتہ رفتہ عربی کو توڑ پھوڑ کر ایسی زبان بنا لیا ہے۔ کہ ان میں بھی سو فیصد قرآن کے مطالب سے اسی طرح جاہل رہے جس طرح غیر عربی ممالک کے مسلمان جاہل ہیں۔ اور انہیں جاہل رکھنے کے لئے علامہ

هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا

وہ نہیں سمجھتے ہوں پس کہیں گے کیا ہم ہیں ڈھیل دئے گئے کیا پس عذاب

يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ

ہمارے کو جلدی کرتے ہیں کیا پس دیکھا تو نے اگر فائدہ دیں ہم ان کو

سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ

کتنے برس پھر آوے ان کے پاس جو کچھ تھے وعدہ دئے جاتے کیا

اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَ مَآ اَهْلَكْنَا

کفایت کرے گا ان سے جو تھے فائدہ دئے جاتے اور نہ ہلاک کی ہم نے

مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى وَ مَا كُنَّا

کوئی بستی مگر واسطے اس کے ڈرانے والے تھے نصیحت دیتے ہیں ہم اور نہیں تھے

ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾ وَ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ

ہم ظالم اور نہیں اترے ساتھ اس کے شیطان اور نہیں لائق واسطے ان کے

وَ مَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا

اور نہیں کرسکتے تحقیق وہ سننے اس کے سے البتہ باز رکھے گئے ہیں پس مت

تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَ اَنْذِرْ

پکار ساتھ اللہ کے معبود اور کو پس ہو جاوے گا تو عذاب کئے گیوں سے اور ڈرا

عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ

قبیلے اپنے نزدیک والوں کو اور نیچا کر بازو اپنا واسطے اس شخص کے کہ

اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ

پیروی کرتا ہے تیری ایمان والوں میں سے پس اگر نافرمانی کریں تیری پس کہہ

پڑتا ہے (۲۰۳) اس وقت کہا کرتے ہیں کہ کیا ہم اس عذاب سے مہلت حاصل کر سکتے ہیں ؟ (۲۰۴) کیا قریش ہمارے عذاب کو بلانے میں عجلت مچا رہے ہیں ؟ (۲۰۵) تم غور کرو کہ اگر ہم انہیں برسوں تک مہلت بھی دے دیں (۲۰۶) پھر وہی عذاب ان پر نازل ہو جائے جس سے انہیں ڈرایا جاتا رہا تھا (۲۰۷) تو وہ سامانِ زندگی جس سے وہ فائدہ اٹھاتے رہے ہیں ان کو عذاب سے بچا نہ سکے گا (۲۰۸) ہم نے کبھی بھی کسی بستی کو تباہ نہیں کیا جب تک کہ پہلے اس میں نذیر نہ بھیجے ہوں اور انہیں جھٹلایا نہ گیا ہو ۔ (۲۰۹) برابر تذکرے اور نصیحت جاری رکھی اور ہم کبھی بھی ظالم نہ تھے (۲۱۰) اور اس قرآن کے ساتھ شیاطین نہیں اترے ہیں۔ (۲۱۱) نہ یہ کام ان کے لئے موزوں ہے اور نہ وہ اس کی استطاعت ہی رکھتے ہیں (۲۱۲) وہ تو قرآن کو سننے سے بھی دور تر رکھے گئے ہیں (۲۱۳) پس اللہ کو مان کر اس کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو ۔ورنہ تم بھی عذاب والوں میں شمار ہو جاؤ گے (۲۱۴) آپؐ اپنے قریب ترین پنچوں اور برادری والوں کو متنبہ کر دیں (۲۱۵) مومنین میں سے وہ مومن جو آپؐ کی پیروی سو فیصد کریں ان کے لئے اپنے پروں (بازوؤں اور محبت) کو پھیلائے رکھو (۲۱۶) اور اگر وہ بھی تمہاری نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دو کہ

مودودی ایسے زبردست علما نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور خود قرآن کی آیات سے پبلک کو یہ بتایا ہے کہ قرآن میں دو طرح کی آیات ہیں ۔ دوسری قسم کی آیات کو متشابہات کہہ کر فرمایا ہے کہ : " ایسی آیات کے مفہوم کو متعین کرنے کی جتنی کوشش کی جائے گی اتنے ہی زیادہ اشتباہات و احتمالات سے سابقہ پڑے گا۔ حتّٰی کہ انسان حقیقت سے قریب تر ہونے کی بجائے اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔ " (تفہیم القرآن جلد اوّل حاشیہ ۶ صفحہ ۲۳۴، آل آیت عمران ۷/ ۳)

(۱۲۔د) علامہ کا جھوٹا اور فریب ساز ہونا ان کے اپنے قلم سے ثابت کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن ہم نے سورۂ آل عمران (۷/ ۳) کی ذیل میں تفصیل سے انہیں جھوٹا اور فریب ساز ثابت کر دیا ہے یہاں بھی ایک بیان سن کر ہماری تصدیق کر لیں۔ ارشاد ہے۔ "رب العالمین کی طرف سے یہ تعلیم کسی مُردہ یا جِنّاتی زبان میں نہیں آئی ہے نہ اس میں کوئی معمے یا چیستان کی سی گنجلک

إِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ
تحقیق میں بیزار ہوں اس چیز سے کہ کرتے ہو تم اور توکل کر اوپر اس غالب
الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِي
مہربان کے جو دیکھتا ہے تجھ کو جس وقت کہ اٹھتا ہے تو اور پھرنا تیرا بیچ
السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ
سجدہ کرنے والوں کے تحقیق وہی ہے سننے والا جاننے والا کیا بتلاؤں میں تم کو
عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ أَفَّاكٍ
اوپر کس کے اترتے ہیں شیطان اترتے ہیں اوپر ہر جھوٹ باندھنے والے
أَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ أَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَ الشُّعَرَآءُ
گہنگار کے رکھتے ہیں شیطان کان اپنے اور اکثر ان کے جھوٹے ہیں اور شاعروں کی
يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ
پیروی کرتے ہیں گمراہ سب کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ وہ بیچ ہر جنگل کے

میں تمہاری ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہوں (۲۱۷) غالب اور رحیم پر توکل و بھروسہ کرو (۲۱۸) اس پر توکل جو تمہیں تمہارے قیام کے دوران بھی دیکھتا رہتا ہے (۲۱۹) اور اس وقت بھی مطلع رہتا ہے جب تم سجدے بجا لانے والوں میں انقلابی روح بیدار کرتے ہو (۲۲۰) اور یقیناًوہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے (۲۲۱) ان کو بتاؤ کہ کیا میں تمہیں غیب کی یہ اطلاع دوں کہ شیطان لوگ کس پر اترتے ہیں ؟ (۲۲۲)وہ ہر دروغ باف پر اترتے ہیں جو گناہوں میں آلودہ ہوتے ہیں (۲۲۳) جو افواہوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہیں اور اکثر وہ جھوٹے ہوتے ہیں (۲۲۴) اور شاعروں کی پیروی تو اغواشدہ لوگ کیا کرتے ہیں(۲۲۵) کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ ہر قسم کے عنوانات کی زمینوں میں خیال آرائیاں کرتے ہیں

زبان استعمال کی گئی ہے۔ بلکہ یہ ایسی صاف اور فصیح عربی زبان میں ہے جس کا مفہوم و مدعا ہر عرب اور ہر وہ شخص جو عربی زبان جانتا ہو بے تکلف سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے جو لوگ اس سے منہ موڑ رہے ہیں۔ ان کے لئے یہ عذر کرنے کا کوئی موقع نہیں کہ وہ اس تعلیم کو سمجھ نہیں سکے ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۳۵ حاشیہ نمبر ۱۲۱ آیت (۱۹۵ / ۲۶)

سوچئے کہ جس کتاب کے لئے یہ فرمایا تھا کہ اس کے معانی و مطالب کو متعین کرنے کے لئے جتنی زیادہ کوشش کی جائے اتنی ہی زیادہ گمراہی کا یقین ہے۔ اسی کتاب کی یہ شان ہے کہ نہ کوئی گنجلک ہے نہ کوئی پیچید گی ہے ہر عرب اور ہر عربی دان اسے بے تکلف سمجھتا ہے یہ ہے "دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔"

(۱۳) آیت (۲۱۴ / ۲۶) میں پہلی کھلی دعوت اور خلافت و حکومت کا اعلان۔ اس آیہ مبارکہ میں آنحضرتؐ کی اس کھلی تبلیغ کا تذکرہ ہے جس میں آپ نے تمام سرداران مکہ کو مدعو کیا اور انہیں بتایا تھا کہ تم میں سے جو کوئی میری نبوت کا وزیر و خلیفہ اور میرا دست و بازو بھائی بننا چاہے آگے بڑھے اور یہ ذمہ داریاں سنبھال لے؟ اس پر تمام قریشی اور مکی سردار خاموش رہے ۔ آنحضرتؐ نے تین مرتبہ یہی سوال کیا اور ہر دفعہ حضرت علیؑ کے علاوہ کسی نے آمادگی ظاہر نہ کی تو حضورؐ نے اعلان فرمایا کہ یہ علیؑ میرا بھائی ،میرا خلیفہ، میرا وزیر اور جانشین ہے ۔ لہٰذا آج سے علیؑ کے احکام توجہ اور ادب سے سنو اور اطاعت کیا کرو۔ اس پر ابولھب نے حضرت ابی طالبؑ سے کہا تھا کہ لیجئے ہم اور تم علیؑ کے ماتحت ہو گئے ۔ تم اپنے بیٹے کی اطاعت کیا کرو۔

(۱۴) آیات (۲۱۵-۲۱۶ / ۲۶) بھی مومنین کی دو قسمیں الگ الگ بتاتی ہیں ؟؟۔ ان دونوں آیات سے بھی یہ حقیقت ثابت ہے کہ اہل مکہ کی کثرت اپنا خود پسندیدہ ایمان لائی تھی اور وہاں بھی مومنین کی دو قسمیں یا دو فرقے تھے۔ اس لئے کہ یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ "آپ ان مومنین کے لئے اپنے پَر بچھائیں جو مومنین آپ کی غیر مشروط پیروی کریں اور جن سے کبھی نافرمانی سرزد نہ ہوتی ہو" (۲۱۵ / ۲۶) معلوم ہوا کہ وہاں وہ مومنین بھی موجود تھے جو مومن تو تھے مگر حضورؐ کی سو فیصد پیروی نہ کرتے تھے ۔ بلکہ آپ کی نافرمانی بھی کرتے رہتے تھے ۔ اور یہاں اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ صرف رسولؐ اللہ کی

(۲۲۶) اور یہ کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ ان کے عمل اور عقیدہ سے الگ ہوتا ہے (۲۲۷) سوائے ان لوگوں کے جو حقیقی ایمان لائے اور اصلاحی اعمال کئے اور کثرت سے اللہ کا ذکر جاری رکھا اور جب ان پر ظلم ہوا تو صرف بدلہ لے لیا۔اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس برے انجام سے دوچار ہوتے ہیں

يَهِيمُونَ ۙ وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سرگردان ہوتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو کچھ کہ نہیں کرتے مگر وہ لوگ کہ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ

اور کام کئے اچھے اور یاد کیا اللہ کو بہت اور بدلا لیا پیچھے اس کے کہ ظلم کئے گئے تھے

وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ؑ

اور شتاب جانیں گے وہ لوگ کہ ظلم کرتے ہیں کون سی پھرنے کی جگہ پھر جاویں گے

نافرمانی کرنے سے ایک مومن دین سے خارج اور رسولؐ کی ذمہ داری سے الگ ہو جاتا ہے۔یہاں چونکہ نافرمانی کی قسم اور مقدار وغیرہ کی تصریح نہیں ہے۔لہٰذا نافرمانی کسی بھی قسم کی ہو اور کسی بھی مقدار و تعداد میں ہو اس سے مومن جہنمی بن جاتا ہے۔ چنانچہ وہ مومنین جو عہد رسولؐ میں رسولؐ کی نافرمانیاں کرتے رہے جو رسولؐ کو چھوڑ کر بھاگتے رہے۔ جنہوں نے اس وقت یا بعد وفاتِ رسولؐ، رسولؐ کے احکام کو بدل دیا یا عمل سے انکار کر دیا وہ سب جہنمی ہیں۔ خواہ قوم نے ان کے سر پر حکمرانی کا تاج رکھ دیا ہو اور خواہ وہ کیسے بھی نمازی، پرہیز گار، حاجی و حافظِ قرآن اور صحابہ رسولؐ ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ سب بلا تکلف جہنم میں جھونکے جائیں گے۔کیونکہ حقیقی اسلام کی بقا رسولؐ کی اطاعت اور بلا چون و چرا تعمیل احکام میں ہے۔ اپنی رائے اور تجربے سے کوئی حکم لگانا اور اس حکم کو دین کا حکم کہنا باطل ہے۔

سُوْرَةُ النَّمْلِ

سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَ تِسْعُوْنَ اٰيَةً وَ سَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ نمل مکہ میں نازل ہوئی اس میں ترانوے (۹۳) آیتیں اور سات (۷) رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

(۱) طٓ۔ سٓ۔ وہ آیات ہیں قرآن اور کتاب مبین کی جو (۲) مومنین کے لئے ہدایت اور خوشخبریاں ہیں (۳) ان مومنین کے لئے ہدایت و خوشخبریاں ہیں جو نماز کو قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے والے ہیں اور

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ هُدًى وَّ بُشْرٰى

یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور کتاب روشن کی ہدایت ہے اور خوشخبری

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ

واسطے ایمان والوں کے جو لوگ کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ

تشریحات سورۂ نمل :

(۱) ط۔ س اور ط۔ س۔ م، حضورؐ کے القاب اور اسم کو ظاہر کرتے ہیں۔

اس سورۂ مبارکہ کا افتتاح بھی آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے القاب اور اسم گرامی سے کیا گیا ہے اور سورۂ شعراء کی طرح یہاں بھی قرآن کی آیات کو کتاب مبین کی آیات فرما کر بات پکی کر دی گئی ہے کہ قرآن ہی کو اللہ کتاب مبین بھی فرماتا ہے۔یہاں ایک باریک سی بات یہ ہے کہ جن آیات کو قرآن اور کتاب مبین کی آیات فرمایا ہے

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

ساتھ آخرت کے وہی یقین رکھتے ہیں تحقیق جو لوگ کہ نہیں ایمان لاتے

بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ

ساتھ آخرت کے زینت دی ہے ہم نے واسطےان کے عملوں ان کے کو پس وہ

يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَ هُمْ فِي

بھٹکتے ہیں یہ لوگ وہ ہیں کہ واسطے ان کے ہے برائی عذاب کی اور وہ بیچ

الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝ وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ

آخرت کے وہ ہیں ٹوٹا پانے والے اور تحقیق تو البتہ سکھایا جاتا ہے قرآن

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ

نزدیک حکمت والے علم والے کے سے یاد کر جس وقت کہا موسیٰؑ نے واسطے بی بی

اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا

اپنی کے تحقیق میں نے دیکھی ہے آگ شتاب لاؤں گا میں تمہارے پاس اس میں سے

آخری نظامِ ولایت پر یقین کر چکے ہیں (۴)وہ مومنین جو یقینی طور پر آخری نظامِ ولایت کو نہیں مانتے اُن کے لئے ہم نے اُن کے اُن اعمال کو شاندار بنا دیا ہے جو وہ قومی حکومت کی ذیل میں کر رہے ہیں۔ اور وہ اسی کے قیام کے لئے اندھا دھند ادھر ادھر بھاگ دوڑ کر رہے ہیں (۵) وہی لوگ وہ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے اور وہ ہی وہ ہیں جو آخری نظام کے دوران سب سے زیادہ گھاٹے میں رہیں گے ۔ (۶) اور یقیناً قرآن سے تمہاری ملاقات علیم و حکیم اللہ کی طرف سے کرائی گئی ہے (۷) جب موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے اس آگ میں پیاری کشش (اُنسیّت) معلوم ہو رہی ہے چنانچہ میں وہاں جاکر تمہارے لئے یا تو کوئی خیر خبر لاتا ہوں

ان کے لئے اسم اشارہ مونث بعید کا لایا گیا ہے (تِلْكَ) یعنی "وہ آیات" ظاہر ہے کہ جس طرح سورۂ بقرہ کی ابتدا میں الف ۔ لام ۔ میم کے لئے اسم اشارہ مذکر (ذٰلِكَ) "وہ" لایا گیا تھا اور معنی قدرتی طور پر یہ ہوئے تھے کہ:" الف ۔لام ۔ میم وہ کتاب ہے جو متقین کو ہدایت کرتی ہے" اسی طرح یہاں طٰ ۔سٓ وہ آیات ہیں جو قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں اور مخصوص مومنین یعنی نظام ولایت پر ایمان لانے والے مومنین (۳۔۴ / ۲۷) کے لئے ہدایت اور خوشخبریاں ہیں ۔

(۲) مومنین کی دو قسمیں آخری نظام ولایت کو ماننے والے اور نہ ماننے والے(۴۔۳ / ۲۷)

یعنی اس سورۂ کا افتتاح ان دونوں قسم کے مومنین سے کیا گیا ہے جن کا ذکر پچھلی سورۂ (شعراء ۲۱۶۔۲۱۵ / ۲۶) میں ہوا تھا۔ وہاں کہا گیا تھا کہ وہ سو فیصد اطاعت وپیروی نہیں کرتے بلکہ نافرمانی کرتے ہیں اور یہاں بتایا گیا کہ وہ ان احکامات رسولؐ کو نہیں مانتے جن میں نظام ولایت محمدؐیہ کا تذکرہ ہوتا ہو اور جن میں رسولؐ کے حقیقی جانشین کی اطاعت و پیروی کا حکم ہو چنانچہ اس سلسلہ میں علامہ مودودی کا بیان اس بات کو ذرا واضح کرتا ہے فرمایا ہے کہ :۔

(۳) آیت (۴ / ۲۷) میں کافروں یا منکروں اور منافقوں کا ذکر نہیں بلکہ ان مومنین کا ذکر ہے جو اللہ کو اجتہاد کے ماتحت سمجھیں۔

"ایسے لوگ اوّل تو انبیا علیہم السلام کی تعلیم پر کان ہی نہیں دھرتے لیکن اگر کسی وجہ سے وہ ایمان لانے والوں میں شامل ہو بھی جائیں تو آخرت کا یقین نہ ہونے کے باعث ان کے لئے ایمان و اسلام کے راستے پر ایک قدم چلنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس راہ میں پہلی آزمائش جب پیش آئے گی جہاں دُنیوی فائدے اور اُخروی نقصان کے تقاضے انہیں دومختلف سمتوں میں کھینچیں گے ۔ تو وہ بے تکلف دنیا کے فائدے کی طرف کھنچ جائیں گے ۔ اور آخرت کے نقصان کی ذرہ برابر پرواہ نہ کریں گے ۔ خواہ زبان سے وہ ایمان کے کتنے ہی دعوے کرتے رہیں" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۵۵۔۵۵۶) علامہ نے مان لیا کہ مندرجہ بالا دوقسم کے مومنین ہو سکتے ہیں بس اب قرآن سے دیکھیں کہ یہ دونوں قسمیں عہد رسولؐ میں موجود تھیں یا نہیں؟ اللہ نے فرمایا ہے کہ :۔

یا ایک دھکتا ہوا انگارہ لے کر آؤں گا تاکہ تم اس سے آگ جلا کر گرم ہوسکو ۔ (۸) چنانچہ جب موسیٰؑ اس آگ کے پاس پہنچے تو انہیں بذریعہ ندا بتایا گیا کہ وہ ہستی جو اس آگ کے اندر ہے اور جو اسکے ماحول پر چھائی ہوئی ہے اسے اللہ نے مبارک بنایا ہے اور اللہ تمام عالمین کے پروردگار کے لئے تمام پاکیزگی ہے (۹) اور اللہ نے بتایا کہ میں ہی ہر حال میں غالب حکمت والا ہوں (۱۰) اور تم اپنے عصا کو ملاقات کا موقع دو اب جو موسیٰؑ نے اپنے عصا کو دیکھا تو عصا اس طرح پیچ و تاب میں تھا گویا کوئی جنّ سانپ میں گھسا ہوا ہو ۔ یہ دیکھ کر موسیٰؑ نے اپنی ولایت کی پناہ لینے کے لئے پشت پھرائی اور آگ کی طرف نہ بڑھے ، پھر پکارا گیا کہ اے موسیٰؑ تم خوفزدہ نہ ہو میں سچ بتاتا ہوں کہ میرے حضور میں پیغمبر ڈرتے نہیں ہیں ۔

بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهَا
کچھ خبر یا لاؤں گا شعلہ انگارے کا تو کہ تم سینکو پس جب آیا اس کے پاس
نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَ مَنْ
پکارا گیا یہ کہ برکت دیا گیا ہے جو کوئی کہ بیچ آگ کے ہے اور جو کوئی کہ
حَوْلَهَا ۭ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ
گرد اس کے ہے اور پاکی ہے اللہ پروردگار عالموں کے کو اے موسیٰؑ بات یہ ہے کہ
اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹ وَ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا
تحقیق میں ہی ہوں اللہ غالب باحکمت اور ڈال دے عصا اپنا پس جس وقت کہ
رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ۭ
دیکھا اس کو ہلتا جلتا گویا کہ وہ سانپ ہے پھر گیا پیٹھ پھیر کر اور نہ پیچھے پھرا
يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۣ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۰ اِلَّا
پھر پکارا گیا اے موسیٰؑ مت ڈر تحقیق میں نہیں ڈرتے نزدیک میرے پیغمبرؑ مگر

(۳۔ الف) مومنین کی دونوں قسمیں عہد رسولؐ میں موجود تھیں ۔مودودی کا ترجمہ :

علامہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو:" اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم ان لوگوں کے اشاروں پر چلو گے جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے تو وہ تم کو الٹا (کفر کی طرف۔احسنؔ) پھیر لے جائیں گے ۔ اور تم نامراد ہو جاؤ گے (اُن کی باتیں غلط ہیں) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تمہارا حامی و مددگار ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے ۔ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب ہم منکرین حق کے دلوں میں رعب بٹھا دیں گے ۔۔۔ اللہ نے (تائید و نصرت کا) جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے ۔ مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا۔ اور جوں ہی کہ وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے ۔ اس لیے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۹۴۔۲۹۳) زیر بحث آیت (۱۵۲ تا ۱۴۹ / ۳) بات صاف ہوگئی عہد رسولؐ میں وہ مومنین موجود تھے جو رسولؐ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے ۔ آخرت کی پرواہ نہ رکھتے تھے اور دنیا کے طالب تھے ۔

(۴) آیت (۱۰ / ۲۷) میں حضرت موسیٰؑ علیہ السلام روزازل سے نبیؑ و رسولؐ تھے نہ کہ اچانک بنائے گئے تھے ۔

اس آیہ مبارکہ (۱۰ / ۲۷) میں یہ جو کہا گیا ہے کہ :" اے موسیٰؑ تم ڈرو نہیں اس لئے کہ ہمارے حضور میں رہنے والے لوگ عموماً اور رسولؐ خصوصاً کسی قسم کا خوف محسوس نہیں کیا کرتے " بتاتا ہے کہ آپؑ اللہ کے علم میں روز ازل سے رسولؐ تھے ۔ ورنہ یہ جملہ کہنا بے معنی ہو جائے گا ۔ اس لئے کہ اللہ کے حضور میں نہ رہنے والے اور جو رسولؐ نہ ہوں ان کے ڈر جانے پر نہ کوئی تعجب ہو گا نہ اعتراض کھڑا ہو گا ۔لہٰذا وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ جسے چاہتا ہے اچانک رسولؐ بنا دیا کرتا ہے اور یہ کہ :

خدا کی دَین کا موسیٰؑ سے پوچھیے احوال ۔۔۔ کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

باطل مذہب کے لوگ ہیں ہر رسولؐ روز ازل سے بنایا گیا تھا ۔ (آل عمران ۸۱ / ۳)

مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ

جو کوئی ظلم کرے پھر بدل ڈالے نیکی پیچھے برائی کے پس تحقیق میں بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ⑪ وَ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۣ قف

مہربان ہوں اور داخل کر ہاتھ اپنا بیچ گریبان اپنے کے نکلے گا سفید بغیر برائی کے

فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا

بیچ نو (۹) نشانیوں کے طرف فرعون کی اور قوم اس کی کے تحقیق وہ تھے قوم

فٰسِقِيْنَ ⑫ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا

فاسق پس جب آئیں ان کے پاس نشانیاں ہماری دکھلانے والیاں کہنے لگے یہ ہے

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ⑬ وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا

جادو ظاہر اور انکار کیا ان کا اور یقین جان لیا تھا ان کو جی ان کے نے ظلم

وَّ عُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ⑭ ع وَ لَقَدْ

(ع ۱۴/۱)

اور تکبر سے پس دیکھ کیوں کر ہوا آخر کام فساد کرنے والوں کا اور البتہ تحقیق

اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ

دیا ہم نے داوودؑ کو اور سلیمانؑ کو علم اور کہا دونوں نے سب تعریف واسطے اللہ کے

الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑮ وَ وَرِثَ

جس نے بزرگی دی ہم کو اوپر بہتوں بندوں اپنے ایمان والوں کے اور وارث ہوا

سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ

سلیمانؑ داؤدؑ کا اور کہا اے لوگو سکھایا گیا ہوں میں بولی جانوروں کی اور

(۱۱) مگر اس کے بعد برائی کو نیکیوں میں تبدیل کردے تو میں اس کے لئے تحفظ عطا کرنے والا رحیم ہوں (۱۲) اور تم ذرا اپنا ہاتھ اپنی جیب میں ڈال لو اور دیکھو گے کہ وہ بلا کسی برائی اور تکلیف کے چمکتا ہوا نکلے گا۔ یہ ان نو معجزات میں سے دو عدد معجزے ہیں جو فرعون اور اس کی قوم کے لئے موسیٰؑ کو دیئے گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک نہایت ہی آزاد بے لگام قوم تھی۔ (۱۳) چنانچہ جب ان کے پاس آنکھیں کھول دینے والے ہمارے معجزات پہنچے تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ معجزات نہیں بلکہ کھلا کھلا جادو ہے (۱۴) اور خواہ مخواہ انکار برائے انکار کرتے رہے حالانکہ ان کے دلوں نے اس انکار کو ظلم و غلط بلندئ مرتبہ سمجھ رکھا تھا۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ فساد پھیلانے والوں کا انجام کتنا برا نکلا (۱۵) اور یقیناً ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علوم عطا کئے تھے اور ان دونوں نے یوں شکر ادا کیا تھا کہ تمام حمد و ثنا اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے کثیر مومن بندوں پر بزرگی عطا کی ہے۔ (۱۶) اور جب سلیمانؑ داؤدؑ کا وارث ہوا تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ اے لوگو دیکھو ہمیں اللہ نے پرندوں تک کی زبان سکھائی

(۵) رسولؐ اللہ کی اولادؐ کو وراثت اور حکومت سے محروم کرنے والوں نے قرآن کی مخالفت کی تھی۔

آیت (۱۶ / ۲۷) میں جناب سلیمانؑ کو حضرت داؤدؑ کی وراثت ملی تھی اور وہ اپنے باپ کی جگہ تخت و تاج کے بھی مالک ہوئے تھے اور تمام رعایا کو اس وراثت کے ملنے پر جمع کر کے اعلان بھی کیا تھا۔ لیکن قریشی لیڈروں نے رسولؐ اللہ کی حکومت یہ کہہ کر غصب کرلی تھی کہ ہمیں پسند نہیں ہے کہ نبوت و خلافت و حکومت رسولؐ کے خاندان میں رہے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اور وراثت سے محروم کرنے کے لئے محروم کرنے والے (فرقان ۲۷ / ۲۵) نے ایک حدیث خود ہی گھڑ دی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ ہم تمام انبیاؑ و رسلؑ کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ وہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ آیت صاف اور سادہ الفاظ میں نبیوںؑ کی وراثت کا ان کی اولاد کو ملنا ثابت کرتی ہے مگر قوم پرست علما اپنے قریشی بتوں کے اعمال پر پردہ ڈالنے کے لئے قرآن کے خلاف عملدر آمد رکھتے آئے ہیں۔ اس سلسلے میں علامہ مودودی کے چند الفاظ سن لیں ارشاد ہے: ”وراثت سے مراد مال و جائیداد کی وراثت نہیں بلکہ نبوت اور خلافت میں حضرت داؤدؑ کی جانشینی ہے۔ مال و جائیداد کی میراث اگر بالفرض منتقل ہوئی بھی ہو تو وہ تنہا حضرت سلیمانؑ ہی کی طرف منتقل نہیں ہو

أُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَ حُشِرَ
دیے گئے ہیں ہم ہر چیز سے تحقیق یہ البتہ وہی ہے بزرگی ظاہر اور اکٹھے کئے گئے
لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّيْرِ فَهُمْ
واسطے سلیمانؑ کے لشکر اس کے جنوں سے اور آدمیوں سے اور جانوروں سے پس وہ
يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ
مثل بمثل کھڑے کئے جاتے ہیں۔یہاں تک کہ جب آئے اوپر میدان چیونٹیوں کے
قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ
کہا ایک چیونٹی نے اے چیونٹیو داخل ہو گھروں اپنوں میں نہ کچل ڈالے تم کو
سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا
سلیمانؑ اور لشکر اس کا اور وہ نہ جانتے ہوں پس مسکرایا ہنستا ہوا
مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ
بات اس کی سے اور کہا اے رب میرے توفیق دے مجھ کو یہ کہ شکر کروں میں
نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ
نعمت تیری کا جو نعمت رکھی ہے تو نے اوپر میرے اور اوپر ماں باپ میرے کے
وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ
اور یہ کہ عمل کروں میں نیک جو پسند کرے تو اس کو اور داخل کر مجھ کو ساتھ رحمت
فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ
اپنی کے بیچ بندوں اپنوں صالحوں کے اور خبر لی پرند جانوروں کی پس کہا کیا ہے مجھ کو
لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ
کہ نہیں دیکھتا میں ہُدہُد کو یا ہے وہ غائبوں سے البتہ عذاب کروں گا میں اس کو
عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾
عذاب سخت یا ذبح کروں گا میں اس کو یا لے آوے گا میرے پاس دلیل ظاہر

ہے اور دنیا کی تمام چیزوں میں سے کافی عطا کیا ہے یقیناً یہ اللہ کا کھلا کھلا فضل و کرم ہے (۱۷) اور جب سلیمانؑ کے ملاحظہ کے لئے ان کی افواج کو جمع (Fall-in) کیا جاتا جو جنوں اور انسانوں اور پرندوں پر مشتمل تھیں، تو تمام مخلوق کو الگ الگ جنسوں میں ابھارا اور ترتیب دیا جاتا تھا (۱۸)۔یہاں تک کہ ایک دفعہ جب سلیمانؑ اور ان کی افواج چیونٹیوں کی وادی میں سے گزرے تو ایک چیونٹی نے پکار کر کہا کہ اے چیونٹیو تم سب اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور ان کی فوجیں تمہیں روند ڈالیں اور انہیں شعور تک نہ ہو سکے ۔ (۱۹) اس پر سلیمانؑ تبسم کی حدتک ہنسے اور کہا کہ اے میرے پروردگار تو مجھے اس طرح ابھار دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں اور یہ کہ ایسے اصلاحی اعمال بجا لاؤں جن سے تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمتؑ کے ساتھ اپنے حقیقی صالح بندوں میں داخل کرلے ۔ (۲۰) اور جب رفتہ رفتہ پرندہ سلیمانؑ کی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا تو انہوں نے کہا کہ آخر مجھے کیا ہوگیا ہے کہ اب مجھے ہدہد بالکل نظر نہیں آتا ایسا تو نہیں کہ وہ بالکل غائب ہوگیا ہو ؟ (۲۱) اگر ایسا ہے تو میں ضرور اسے سخت عذاب دوں گا یا پھر اسے ذبح کرڈالوں گا ورنہ وہ میرے پاس سلطان مبین کی سفارش لائے ۔

سکتی تھی کیونکہ حضرت داؤد کے دوسری اولاد بھی تھی ۔ اس لئے اس آیت کو اس حدیث کی تردید میں پیش نہیں کیا جا سکتا جو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہے کہ : لا نورث لنا ما تر کنا صدقة۔ " ہم انبیاً کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے (بخاری کتاب فرض الخمس)"(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۶۱ و ۵۶۲)
آپ نے دیکھا کہ کس قدر لچر دلیل لائے ہیں ۔ قرآن نے صرف یہ کہا کہ سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے ۔ اتنا کہتے ہی

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ
پس دیر کی اس نے تھوڑی سی پس کہا کہ میں نے احاطہ کیا اس جگہ کو کہ نہ
تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ۝۲۲
احاطہ کیا تم نے ساتھ اسکے اور لایا ہوں میں تمہارے پاس ملک سبا سے ایک خبر تحقیق
اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّ
میں نے پایا ایک عورت کو کہ بادشاہی کرتی ہے اور دی گئی ہے ہر چیز سے اور
لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ۝۲۳ وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ
واسطے اس کے ہے تخت بڑا پایا میں نے اس کو اور قوم اس کی کو سجدہ کرتے ہیں
لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ
سورج کو سوائے خدا کے اور زینت دی ہے واسطے ان کے شیطان نے عملوں ان کے کو
فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝۲۴ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ
پس بند کیا ہے ان کو راہ سے پس وہ نہیں راہ پاتے یہ کہ سجدہ کریں واسطے اللہ کے
الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ
وہ جو نکالتا ہے چھپی چیزوں کو بیچ آسمانوں کے اور زمین کے اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو
وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ۝۲۵ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝۲۶ قَالَ
اور جو ظاہر کرتے ہو اللہ نہیں کوئی معبود مگر وہ پروردگار عرش بڑے کا کہا
سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۲۷ اِذْهَبْ
سلیمان نے اب دیکھیں گے ہم کہ سچ کہا تو نے یا ہے تو جھوٹوں سے لے جا
بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَا ذَا
کتاب میری یہ پس ڈال دے اس کو طرف ان کی پھر آ ان کے پاس سے دیکھ کیا
يَرْجِعُوْنَ ۝۲۸ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ۝۲۹
جواب دیتے ہیں کہا اے سردارو تحقیق ڈالی گئی طرف میری کتاب بزرگ

السجدۃ ۸

(۲۲) ہد ہد کو کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس نے آکر کہا کہ میں نے اپنی اڑان کے ایک بڑے چکر میں وہ چیز دیکھی ہے جہاں تک آپؑ کی نظر نہ پہنچی میں آپؑ کے پاس ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ (۲۳) میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جو اس قوم کی حکمران ہے اور اس کو ہر طرح کے سرو سامان میں سے بخشا گیا ہے اور اس کے پاس ایک عظیم الشان تختِ حکومت بھی ہے (۲۴) میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ اور اس کی قوم بھی اللہ کے علاوہ سورج کے آگے بھی سجدہ کرتی ہے یعنی شیطان نے ان کے باطل اعمال کو سجا کر پیش کر دیا ہے۔ اور ان کو صراط مستقیم سے روک رکھا ہے چنانچہ انہیں ہدایت کی راہ نہیں ملتی۔(۲۵) کہ وہ خدا کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزیں نکالتا رہتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ بھی تم چھپاتے ہو یا جو کچھ تم اعلانیہ کرتے ہو (۲۶) اللہ کے علاوہ کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں ہے جو عرش عظیم کا پیدا کرنے پالنے اور ترقی دینے والا (رب) ہے (۲۷) سلیمانؑ نے کہا کہ ابھی ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ (۲۸) میری یہ کتاب لے جا اور اسے ان لوگوں کے سامنے رکھ دے پھر اپنی ولایت و حکومت کی سوجھ بوجھ سے ان لوگوں کے عمل درآمد اور رد عمل کو دیکھتے رہنا (۲۹) ملکہ نے کہا کہ اے مُلّا حضرات میری طرف ایک بڑا اہم اور مفید خط بھیجا

انبیأ کی میراث کا ملنا ثابت ہو گیا۔ خواہ ان کے ایک بیٹا یا بیٹی ہو یا ہزاروں ہوں۔ لہٰذا وہ روایت جو قرآن کے خلاف گھڑی گئی باطل ہے پھر نہ قرآن میں باقی بیٹوں کی بحث و تذکرہ ہے نہ وراثت کی قسمیں بیان ہوئی ہیں۔ اور نہ نبوت و خلافت موروثی چیزیں ہوتی ہیں یہ تو روز ازل سے طے شدہ ہوتی ہیں (آل عمران ۸۱ / ۳) پھر قرآن بار بار انبیأ کی میراث کا ذکر کرتا ہے (مریم ۶۔۵ / ۱۹) مگر کسی کی اولاد کو وراثت سے محروم کرنے کا کہیں ذکر نہیں کرتا۔ بات سیدھی سی ہے کہ قرآن کی مخالف روایات بھی باطل ہیں اور ان کے گھڑنے والے اور ان پر عمل کرنے والے بھی باطل پرست ہیں۔ اور یہ کافی ہے۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ
تحقیق وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور تحقیق وہ ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے
الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَ اْتُوْنِيْ
مہربان کے ہے یہ کہ مت سرکشی کرو اوپر میرے اور چلے آؤ پاس میرے
مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ
مسلمان ہو کر کہا اے سردارو جواب دو مجھ کو بیچ کام میرے کے نہیں میں
قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ
فیصل کرتی کسی کام کو یہاں تک کہ حاضر ہو تم پاس میرے کہا انہوں نے ہم
اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ۬ وَّ الْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ
صاحب قوت ہیں اور صاحب جنگ سخت ہیں اور حکم طرف تیری ہے پس دیکھ تو
مَا ذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا
کیا حکم کرتی ہے کہا بلقیس نے تحقیق بادشاہ جس وقت داخل ہوتے ہیں
قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ
کسی شہر میں خراب کرتے ہیں اس کو اور کرتے ہیں عزت والوں اس کے کو ذلیل
وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ اِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ
اور اسی طرح یہ بھی کریں گے اور تحقیق میں بھیجنے والی ہوں طرف ان کی
بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا
تحفہ پس دیکھتی ہوں ساتھ کس چیز کے پھر آتے ہیں بھیجے ہوئے پس جب
جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫
آیا وہ بھیجا ہوا سلیمانؑ کے پاس کہا سلیمانؑ نے کیا تم مدد دیتے ہو مجھ کو ساتھ مال کے
فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ
پس جو کچھ کہ دیا ہے مجھ کو اللہ نے بہتر ہے اس چیز سے کہ دیا ہے تم کو بلکہ تم ہی

رکوع ۲ / ۱۷

گیا ہے (۳۰) جو یقیناً سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے ۔ (۳۱) مضمون یہ ہے کہ میرے مقابلہ میں کبریائی اور سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ ۔ (۳۲) خط سنا کر ملکہ نے کہا کہ اے مُلّا حضرات تم مجھے میرے فیصلے کے لئے فتویٰ دو ۔ میں کوئی بھی آخری فیصلہ اس وقت تک نہیں کرتی ہوں جب تک کہ تم اس فیصلے پر اپنی موجودگی میں فتویٰ نہ دے دو ۔ (۳۳) مُلّا حضرات اختیار دیتے ہوئے بولے کہ یوں تو ہم ہر طرح کی قوت و طاقت کے مالک ہیں اور شدید ترین جنگجو ہیں ہم تجھے مختار کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تم کیا حکم نافذ کرتی ہو۔ (۳۴) ملکہ نے کہا کہ دیکھو جب بادشاہ لوگ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں فتنہ و فساد پھیلا دیا کرتے ہیں اور معزز باشندگان شہر کو ذلیل و خوار کر دیتے اور اسی طرح کے دوسرے کام کیا کرتے ہیں (۳۵) فی الحال میں ان کے پاس تحفہ تحائف بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ میرے قاصد کیا جواب لے کر آتے ہیں (۳۶) پس جب ملکہ کا قاصد سلیمانؑ کے سامنے تحفے رکھ چکا تو سلیمانؑ نے کہا کہ کیا تم مجھے مالی مدد کا لالچی سمجھ کر یہ تحفے لائے ہو مگر مجھے اللہ نے تم سے بہتر اور زیادہ تر مال دے رکھا ہے اور تم اپنے ان حقیر تحفوں کو دے کر خوشیاں مناتے ہو ۔

(۶) آیت (۳۲ / ۲۷) میں ملکہ سبا کے یہاں مُلّا لوگ مجلس مشاورت میں لازمی اجزاء تھے ۔

قارئین نوٹ فرمائیں کہ مشرکین کے یہاں اللہ کو اقتدار اعلیٰ مان کر اللہ کی طرف سے فیصلے کرنے ، قانوں بنانے اور رعایا کو حق و باطل سمجھانے کے لئے مولویوں کی ایک جماعت لازمی تھی ۔ ان کے فیصلے اور قوانین اللہ کے فیصلے اور قوانین سمجھے جاتے تھے ۔ اور ان کی آواز پورے ملک کی آواز مانی جاتی تھی ۔ اللہ کے اقتدار و حکومت میں اس شرکت ہی کو حقیقی شرک

(۳۷) چنانچہ تم اپنے بھیجے جانے والوں کے پاس واپس جاؤ۔ ہم ان پر ایسی افواج سے حملہ آور ہوں گے جن کا وہ لوگ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ان تمام لیڈروں ، مُلّوں اور حکمرانوں کو ایسی ذلت کے ساتھ شہر بدر کریں گے کہ وہ ادنیٰ طبقہ کے لوگوں میں شامل ہو جائیں گے (۳۸) قاصد کو روانہ کر کے سلیمانؑ نے مُلّا لوگوں سے کہا کہ اے مُلّا لوگو تم میں سے کون ملکہ سبا اور اس کے مُلّاؤں کے مسلمان ہو کر یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے ملکہ کا تخت میرے پاس لا سکتا ہے ؟ (۳۹) جنوں میں سے ایک بہت مکار جن نے کہا کہ میں اس کے تخت کو آپؑ کے کھڑے ہوسکنے سے بھی پہلے حاضر کر سکتا ہوں ۔ میں اس کام کے لئے کافی طاقتور اور امین ہوں (۴۰) جس آدمی کے پاس الکتٰب میں سے کچھ علم تھا ۔ وہ بولا کہ میں آپؑ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے لائے دیتا ہوں چنانچہ جیسے ہی سلیمانؑ نے اپنے سامنے وہ تخت رکھا ہوا دیکھا تو پکار اٹھے یہ میرے پروردگار کا ایک ایسا فضل ہے جس سے وہ میری آزمائش چاہتا ہے کہ آیا میں اس کے فضل پر شکر بجا لاتا ہوں

بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ

ساتھ تحفے اپنے کے خوش ہوتے ہو پھر جا ایلچی طرف ان کی پس البتہ آویں گے

بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ

ہم ان پر ساتھ لشکروں کے نہ مقابلہ ہو سکے گا ان کو ساتھ ان لشکروں کے اور

لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

البتہ نکال دیں گے ہم ان کو اس شہر سے ذلیل کر کر اور وہ رسوا ہوں گے

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا

کہا سلیمانؑ نے اے سرداروکون ساتم میں سے لے آتا ہے میرے پاس تخت اس کا

قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا

پہلے اس سے کہ آویں میرے پاس مسلمان ہو کر کہا ایک دیو نے جنوں میں سے میں

اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّيْ

لے آؤں گا تمہارے پاس اس کو پہلے اس سے کہ اٹھو تم جگہ اپنی سے اور تحقیق میں

عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ

اوپر اس کے البتہ زور آور ہو با امانت کہا اس شخص نے کہ نزدیک اس کے تھا علم

مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ

کتاب سے میں لے آؤں گا تمہارے پاس اس کو پہلے اس سے کہ پھر آوے طرف تمہاری

طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ

نظر تمہاری پس جب دیکھا اس کو ٹھیرا ہوا نزدیک اپنے کہا یہ ہے فضل

فرمایا گیا ہے ۔ آپ نے دیکھ لیا کہ جب تک مُلّا حضرات موجود نہ ہوں اور صورت حال کو دیکھ کر اپنا فیصلہ اور فتویٰ نہ سنا دیں ملکہ کی مجال نہ تھی کہ وہ اپنی تنہا صواب دید سے کوئی حکم نافذ کر سکے چنانچہ اس نے مُلّا حضرات کو پہلے خط سنایا پھر ان کا فتویٰ طلب کیا انہوں نے اپنی افواج و افرادی قوت اور مالی پوزیشن واضح کرنے کے بعد ملکہ کو اختیار دیا کہ وہ مناسب اقدامات تجویز کرے ۔ چنانچہ ملکہ نے عام ملوک (بادشاہوں) کی عادت بیان کی (۳۳ / ۲۷) شہروں میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا ہولناک منظر سامنے رکھا اور عصمت دری و آبروریزی ایسی شرمناک صورت حال کو نہایت مہذب انداز میں " وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ " کہہ کر سامنے رکھ دیا اور صلح کی راہ اختیار کی ۔

(۲ ۔ الف) مُلّا حضرات حضرت سلیمانؑ کے یہاں بیگار اور مطلق تعمیل حکم کے لئے رکھے جاتے تھے ۔

آیات (۴۰ تا ۳۸ / ۲۷) میں حضرت سلیمانؑ کے دربار میں بھی مُلّاؤں کا وجود ملتا ہے ۔ مگر وہاں نہ ان سے کوئی مشورہ لیا جاتا تھا نہ ان سے فتویٰ طلب کیا جاتا تھا ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک نبیؑ و رسوؑل تھے مطلق العنان خلیفۂ خداوندی تھے ۔

رَبِّیْ ۖ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ

پروردگار میرے کے سے تو کہ آزماوے مجھ کو کہ شکر کرتا ہوں میں یا کفر کرتا ہوں میں

وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ

اور جو کوئی شکر کرے پس سوائے اس کے نہیں کہ شکر کرتا ہے واسطے جان اپنی کے اور

مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ۝ قَالَ نَكِّرُوْا

جو کوئی ناشکری کرے پس تحقیق پروردگار میرا بے پرواہ ہے کرم کرنے والا کہا بدل ڈالو

یا میں حق کو چھپاتا ہوں؟ اور جو کوئی اللہ کے فضل پر شکر ادا کرے وہ شکر سے اپنا ہی ذاتی بھلا کرتا ہے۔ اور جو کوئی نعمتوں کو چھپانے کی ناشکری کرے تو میرا پروردگار شکر و کفر سے بے پرواہ ہو کر کرم کرنے والا ہے (۴۱) سلیمانؑ نے حکم دیا کہ بلقیس کے تخت میں مناسب ردوبدل کردو

اپنی ذاتی یا ملکی ضروریات کے لئے دانشوروں کا ایک مجمع اپنے پاس رکھتے تھے اور ان سے ان کی قابلیت کے تناسب سے حکمیہ کام لیا کرتے تھے ۔ چنانچہ مولویوں کے گروہ سے سوال کیا گیا اور جواب میں ایک بہت چالاک و عیار جن نے اپنی خدمات پیش کیں ۔ مگر ساتھ ہی ایک شخص نے آناً فاناً تخت بلقیس لا کر سامنے رکھ دیا اور حکم کی تعمیل فوراً ہو گئی ۔ یہاں وہ قانونی صورت سامنے نہیں آئی جو ملکہ بلقیس کے مُلّا ازم میں دیکھی گئی تھی ۔ کہ بلا مُلّاؤں کے فتویٰ کے حکمران نہ صلح کے اقدامات کرنے کا مجاز تھا نہ جنگ کا اعلان کر سکتا تھا اور نہایت ادب و احترام سے مُلّاؤں کو مخاطب کرتا اور عاجزانہ رویہ اختیار کیا جاتا تھا۔حضرت سلیمانؑ ایلچی کے تحائف بلا مشورہ واپس کرتے ہیں اور اعلان جنگ کی دھمکی کے ساتھ ایلچی کو واپس بھیج دیتے ہیں ۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ کسی فرد کو اختلاف کی مجال نہ ہوگی ۔ چنانچہ نہ کوئی سردار مخل ہوا۔ نہ کسی مولانا نے دَم مارا۔ اور خوشی خوشی تخت لانے کو تیار پائے گئے ۔

(۶ ۔ ب) آیات (۴۰ تا ۳۸/ ۲۷) میں مُلّاؤں کی بیکسی اور باقی قرآن میں ان کی سرکشی قابل غور ہے ۔

قارئین نے سورۂ یونس (تشریح نمبر ۱۳) میں کفار و مشرکین کا پورا نظام اجتہاد و مشاورت دیکھا تھا۔جہاں مُلّا ازم اور مُلّا نٹوں کے حالات کو تفصیل سے دکھایا جا چکا ہے ۔یہاں یہ چاہتے ہیں کہ وہ تمام آیات سامنے رکھ دی جائیں جہاں جہاں مُلّا نٹوں کا اللہ نے ذکر کیا ہے لہٰذا ملاحظہ ہوں ۔بقرہ (۲۴۶ / ۲)، (اعراف ۶۰، ۶۶، ۷۵، ۸۸، ۹۰، ۱۰۹، ۱۲۷)، (یونسؑ ۷۵ ، ۸۳)، (ھودؑ ۲۷ ، ۳۸ ، ۸۶ ، ۸۷ ، ۹۷)،(یوسفؑ ۴۳)،(مومنون ۲۵، ۳۳، ۴۶ / ۲۳)، (الشعرا ۳۴)، (النمل ۲۹ ، ۳۲ ، ۳۸)، (قصص ۲۰ ، ۳۲ ، ۳۸)، (ص ۶ / ۳۸)

(۶ ۔ ج) مُلّا کی معنی لغات القرآن سے وہی ہیں جو ہم نے قارئین کو بتائے ہیں ۔

مُلّوں کی بات ہو رہی ہے تو ہم یہاں علامہ راغب اصفہانی کی کتاب مفردات القرآن اور مولانا سید عبدالدائم الجلالی رفیق ندوۃ المصنفین کی کتاب لغات القرآن کا نچوڑ اور ان کا بیان لکھتے ہیں ۔

۱۔ اَلْمَلَاءُ ۔ اسم جمع ۔ سرداروں اور بڑے لوگوں کی جماعت
۲۔ اَلْمَلَاءِ ۔ اسم جمع ۔ جماعت
۳۔ مَلَاءِہٖ ۔ اسم جمع سرداروں کی جماعت سرداران قوم
۴۔ مَلَاءِہٗ ۔ سرداران قوم کی جماعت ۔ جماعت شوریٰ
۵۔ مَلَاءِهِمْ ۔ ان کے سرداروں کی جماعت

" مَلُاءٌ کا ترجمہ ہے " بھر دینا " قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی سے اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں روشنی اور دلوں میں ہیبت بھر دیتے ہیں اسی لئے ان کو مَلَاءٌ کہتے ہیں "
(لغات القرآن جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۴۳۷)

لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ

واسطے اس کے تخت اس کا کہ دیکھیں ہم آیا راہ پاتی ہے یا ہوتی ہے ان لوگوں سے

لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ

کہ نہیں راہ پاتے پس جب آئی بلقیس کہا گیا کیا اسی طرح کا ہے تخت تیرا

قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ

کہا بلقیس نے گویا کہ یہ وہی ہے اور دیئے گئے تھے ہم علم پہلے اس سے اور

كُنَّا مُسْلِمِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ

ہوئے تھے ہم مسلمان اور بند کیا اس کو اس چیز نے کہ تھی عبادت کرتی سوائے

اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ﴿۴۳﴾ قِیْلَ لَهَا ادْخُلِی الصَّرْحَ ۚ

خدا کے تحقیق وہ تھی قوم کافروں سے کہا گیا واسطے اس کے داخل ہو محل میں

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَا ؕ

پس جب دیکھا اس کو گمان کیا اس کو گہرا پانی اور کھول دیا دونوں پنڈلیوں اپنی سے

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ ؕ۬ قَالَتْ

کہا سلیمانؑ نے تحقیق یہ محل ہے منڈھا ہوا شیشے سے کہا بلقیس نے

تاکہ ہم یہ دیکھیں کہ وہ اس کو پہچان لینے کی سوجھ بوجھ رکھتی ہے یا وہ بدھو اور جاہل لوگوں کی طرح کی ایک عام عورت نکلتی ہے ؟ (۴۲) چنانچہ جب بلقیس سلیمانؑ کے دربار میں پہنچی تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارا تخت بھی اسی طرح کا ہے؟ بلقیس نے کہا گویا یہ تو وہی تخت ہے ۔اور ہمیں اس سے پہلے ہی سے حقیقت کا علم دیا جا چکا تھا اور ہم ملاقات سے پہلے بھی مسلمان ہی تھے ۔ (۴۳) جس چیز نے اسے اعلان سے باز رکھا ہوا تھا وہ اللہ کے علاوہ اطاعت تھی جو اسے کرنا پڑتی تھی اسی لئے یقیناً اسے حق پوشوں کی قوم سے وابستہ رہنا پڑا تھا (۴۴) ملکہ سے کہا گیا کہ آپ سلیمانؑ سے ملاقات کے لئے محل کے گنبد میں داخل ہو جائیں چنانچہ جب ملکہ نے گنبد کو دیکھا تو اسے پانی کا حوض سمجھ کر دونوں پائنچے بلند کر لئے جس سے دونوں پنڈلیاں کھل گئیں اسے سلیمانؑ نے بتایا کہ یہ تو شیشے سے ڈھکا ہوا گنبد کا ایک نظارہ ہے ملکہ نے کہا کہ

ان تمام معنی میں قریب ترین معنی جماعت شوریٰ ہیں ۔ جو نظام اجتہاد میں مجتہدین کی جماعت ہوتی ہے ۔ اور اسی مصدر سے لفظ " مُلّا "جاری ہوا ہے دنیا کے تمام عربی دان متفق ملیں گے ۔ لفظ مُلّا بنا ہے اس لئے وہ بھی عوام الناس کو دین کے نام پر اپنے بیانات سے مطمئن کر دیتا ہے اور ان کے دماغ میں مزید تحقیق کی گنجائش ختم کر دیتا ہے ۔

(۷) حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذاتی علم میں ملکہ کا مسلمان ہونا اور حاضری موجود تھی ۔

ہد ہد نے اپنی جہالت کی بنا پر یہ کہا تھا کہ میں نے ان حقائق کا احاطہ کر لیا ہے جو آپ کو معلوم نہیں ہیں (۲۳۔۲۲ / ۲۷) لیکن حضرت سلیمانؑ تخت منگانے میں پہلے ہی یہ شرط لگا دیتے ہیں کہ:"تم میں سے کون ہے جو ملکہ سبا کا تخت ملکہ سبا کے مسلمان ہو کر حاضر ہونے سے پہلے پہلے یہاں لے آئے "(۳۸ / ۲۷) یعنی آپؑ کو معلوم ہے کہ ملکہ سبا یہاں بیت المقدس میں حاضر ہوگی اور اسلام کی حالت میں حاضری دے گی ۔ چنانچہ اس اعلان پر کسی درباری، کسی علامہ مولانا یا مُلّا اور لیڈر نے یہ نہ کہا کہ جناب آپ نے اعلان جنگ کے ساتھ ملکہ سبا کے ایلچی کو واپس کیا، ہدیے لینے سے انکار کیا، تخت منگانے کا فیصلہ کیا اور ملکہ کی مسلمان ہو کر حاضری کی خبر دی یہ تمام باتیں وحی نے بتائی ہیں یا آپکی ذاتی رائے ہے ؟ معلوم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ کے زمانے کے غیر مسلم بھی رسوؐل اللہ کے زمانے کے مسلمانوں سے بہتر تھے جو بات بات میں یہ دریافت کیا کرتے تھے کہ کیا فلاں بات وحی نے بتائی ہے یا آپؐ کی ذاتی رائے ہے؟ اور اگر وہ ذاتی رائے سمجھتے تو اس حکم یا بات پر عمل نہ کرتے تھے ۔

(۸) ملکہ سبا اور اس کی قوم و لیڈر اور مُلّا حضرات ویسے ہی مسلمان تھے جیسا کہ عہد رسوؐل کے مسلمان تھے ۔

ملکہ سبا اور اس کے مولانا و مُلّا اور لیڈر بھی اسی قسم کے مسلمان تھے ۔ جس طرح کے مسلمانوں سے رسوؐل اللہ کو پالا پڑا تھا۔

رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ وَ اَسۡلَمۡتُ مَعَ

اے پروردگار میرے تحقیق میں نے ظلم کیا جان اپنی کو اور مطیع ہوئی ساتھ

سُلَیۡمٰنَ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۴﴾ وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی

سلیمانؑ کے واسطے اللہ پروردگار عالموں کے اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے طرف

ثَمُوۡدَ اَخَاہُمۡ صٰلِحًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ فَاِذَا ہُمۡ فَرِیۡقٰنِ

ثمود کی بھائی ان کے صالحؑ کو یہ کہ عبادت کرو اللہ کی پس ناگہاں وہ دو فرقے تھے

یَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰقَوۡمِ لِمَ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِالسَّیِّئَۃِ

آپس میں جھگڑتے تھے کہا اے قوم میری کیوں جلدی کرتے ہو تم ساتھ برائی کے

قَبۡلَ الۡحَسَنَۃِ ۚ لَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾

پہلے بھلائی کے کیوں نہیں بخشش مانگتے اللہ سے تاکہ رحم کئے جاؤ

قَالُوا اطَّیَّرۡنَا بِکَ وَ بِمَنۡ مَّعَکَ ؕ

کہا انہوں نے بد شگون دیکھا ہم نے تجھ کو اور ان لوگوں کو کہ ساتھ تیرے ہیں

۳
۱۸

اے میرے رب میں نے اب تک اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور اب میں سلیمانؑ کے سامنے کائنات کے پروردگار اللہ کے لئے اسلام کا اعلان کرتی ہوں۔ (۴۵) اور یقیناً ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو رسولؑ بنا کر بھیجا تھا کہ تم سب اللہ ہی کی اطاعت و عبادت اختیار کرلو یہ سنتے ہی قوم ثمود دو فرقوں میں تقسیم ہو کر مباحثوں میں الجھ گئی۔ (۴۶) صالحؑ نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو تم نیکی کرنے سے پہلے بدی میں کیوں جلدی کررہے ہو اور کیوں اللہ سے مغفرت نہیں مانگتے شاید وہ تم پر رحم ہی کردے (۴۷) انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہیں اور تم پر ایمان لانے والوں کو اپنے لئے منحوس پایا ہے۔ صالحؑ نے جواب دیا کہ تمہاری نحوست تو اللہ کے ہاتھ ہے البتہ

یعنی وہ بھی نظام اجتہاد اور لیڈروں و مُلّانٹوں کی اطاعت کرتے تھے۔اس لئے ان کو دوبارہ ایمان لانے کے لئے کہا گیا تھا۔ (نساء ۱۳۶ / ۴) اور اسی اصول پر ملکہ سبا نے حضرت سلیمانؑ کے حضور میں دوبارہ اعلان اسلام و ایمان کیا تھا۔(۴۴ / ۲۷) اور قریش اینڈ کمپنی بھی حقیقت اسلام سے قبل بعثت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، سے واقف و مطلع تھی جیسا کہ ملکہ سبا اور اس کی قوم اور مُلّا واقف تھے۔(۴۲ / ۲۷) اور جس طرح قریش اپنے لیڈروں مُلّاؤں سرداروں اور بزرگوں کے لحاظ سے حقیقی اسلام پر پردہ ڈالتے اور کافر کہلاتے تھے۔ اسی طرح ملکہ سبا اور اس کی قوم کافر کہلاتی تھی۔(۴۳ / ۲۷) الغرض سلیمانؑ کے زمانے والے ہی نہیں بلکہ سابقہ اور مابعد کی تمام اقوام مسلمان تھیں مگر وہ ابلیس کے نظام اجتہاد کے ماتحت تعبیرات و عمل کرتی تھیں۔ اس لئے کافر کہلاتی تھیں۔

(۹) مودودی انبیاءؑ کے لئے غیر معمولی قوتیں ملنے اور معجزہ دکھانے کی قدرت ہونے کے قائل ہوئے مگر۔

قارئین علامہ مودودی کی ہزاروں صفحات کی تفہیم القرآن پڑھ جائیں تو معلوم ہوگا کہ علامہ مودودی نے کہیں بھول کر بھی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی غیر معمولی علم، غیر معمولی قوت و قدرت کا اقرار نہیں کیا بلکہ جگہ جگہ اور بار بار حضورؐ کو ایک بے بس و بے کس اور مجبور و لاچار انسان ثابت کیا ہے۔مگر ذرا حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق یہ بیان پڑھئے۔ لکھتے ہیں کہ ہم آیات کی الٹی سیدھی تاویلیں کرنے کے بجائے۔۔۔" آخر یہ کیوں نہ سمجھا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تبلیغ کے ساتھ ساتھ ملکہ اور اس کے درباریوں کو ایک معجزہ بھی دکھانا چاہتے تھے تاکہ اسے معلوم ہو کہ اللہ رب العالمین اپنے انبیاءؑ کو کیسی غیر معمولی قدرتیں عطا فرماتا ہے"(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۷۵) حالانکہ تمام انبیاءؑ محمدؐ کے وسیلے کے محتاج تھے۔

(۱۰) آیت (۴۵ / ۲۷) میں سابقہ اقوام کے اندر بھی اسلام میں کم از کم دو فرقے بنتے رہے اور دونوں مباحثوں میں مصروف رہے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ قوم ثمود میں جب حضرت صالحؑ نے تبلیغ کی تو وہاں بھی دو قسم کے مومن لوگ موجود ہو گئے تھے اور ان میں سے جن کی مذمت کی گئی

قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
کہا حضرت صالحؑ نے کہ شگونِ بد تمہارا نزدیک خدا کے ہے بلکہ تم ایک قوم ہو کہ
تُفْتَنُوْنَ ۝ وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي
گرفتار کئے جاتے ہو اور تھے بیچ شہر کے نو(۹) شخص کہ فساد کرتے تھے بیچ
الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ۝ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا
زمین کے اور نہ اصلاح کرتے تھے کہا انہوں نے کہ قسم کھاؤ آپس میں
بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ
ساتھ اللہ کے البتہ شب خون ماریں گے ہم اس کو اور گھر والوں اس کے کو پھر
لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ
البتہ کہیں گے ہم واسطے وارثوں اس کے کے کہ نہ حاضر تھے ہم وقت ہلاک
اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ
اہل اس کے کے اور ہم البتہ سچے ہیں اور مکر کیا انہوں نے ایک مکر اور
مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
مکر کیا ہم نے بھی ایک مکر اور وہ نہیں جانتے تھے پس دیکھ کیوں کر ہوا آخر کام
مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ
مکر ان کے کا یہ کہ ہلاک کیا ہم نے ان کو اور قوم ان کی کو سب کو پس یہ ہیں گھر ان کے

تم لوگ آزمائش میں ضرور مبتلا ہو ۔ (۴۸) اور اس شہر میں نو جتھوں والے نو سردار تھے جو ساری دنیا میں فساد ہی فساد پھیلانے میں کوشاں رہتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے۔ (۴۹) انہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ ہم سب اللہ کی قسمیں کھا کر یہ عہد کریں کہ ہم سب مل کر صالحؑ اور اس کے گھر والوں پر رات کو قاتلانہ حملہ کریں گے اور پھر اس کے ولی سے کہیں گے کہ ہم اس کی اور اس کے خاندان کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور یہ کہ ہم اپنے بیان میں بالکل راست گو ہیں (یعنی ہم جھوٹ نہیں بولا کرتے) (۵۰) اور انہوں نے بھی مکارانہ چال چلی اور ہم نے بھی مکارانہ چال چل دی اور انہیں ہماری مکارانہ چال کا شعور تک نہ ہونے پایا (۵۱) چنانچہ اے محمدؐ تم خود دیکھ لو کہ ان کی مکارانہ چال کا کتنا برا انجام ہوا اور ہماری مکارانہ چال نے ان کو اور ان کی پوری قوم کو تباہ کرکے رکھ دیا تھا اور کوئی نہ بچا تھا۔ (۵۲) چنانچہ وہ ان کے مکانات ہیں جو ان کی

ہے وہ ایسے مومن تھے کہ اللہ کو مانتے تھے اور جو معاہدہ اللہ کی قسم کے ساتھ کرتے تھے اسے نہ توڑتے تھے ۔(۴۹۔۴۸ / ۲۷) اور اپنے خیال و اجتہاد سے اصلاح کرتے تھے ۔ لیکن اللہ کے نزدیک ان کے اصلاحی اقدامات اور منصوبے اسی طرح قتل و غارت اور فتنہ و فساد اور نسل کشی کے حامل تھے جیسا کہ عہد رسولؐ کے ایک عظیم لیڈر نے پیش کئے تھے ۔ (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲)

(۱۱) آیت (۵۰ / ۲۷) میں دشمنان اسلام کے ساتھ خاموش تباہ کن مکارانہ چال چلنا اور انہیں تباہ کر دینا جائز ہے۔

اس آیت میں واضح طور پر ثابت ہے کہ تباہ کن منصوبے بنانے والے دشمنان دین کو جواباً تباہ کرنے کے لئے ہم بھی تباہ کن اسکیم بنا سکتے ہیں چنانچہ وہ تمام اقدامات حق بجانب تھے جو مومنین نے یزیدی حکومت کے خلاف یا یزید کی جانشین حکومتوں کے ساتھ کر کے ان کا زور توڑا اور ایک دن ان کی قوت قاہرہ کے پرخچے اڑا دئے اور ایسا کرنے میں دیگر اقوم سے بھی مدد لی ۔

(۱۲) حضرت ابوطالب علیہ السلام رسولؐ اللہ کے ولی مان لئے گئے ۔ مودودی کہتے ہیں ؟

جس طرح آیت (۴۹ / ۲۷) میں قوم ثمود کے لیڈروں نے حضرت صالحؑ کو راتوں رات قتل کرنے کی اسکیم بنائی تھی ۔
اسی طرح آنحضرتؐ کی نام نہاد قوم نے بھی قتل کی اسکیم بنائی تھی یہ بات مودودی سے سنئے ۔
” یعنی حضرت صالح علیہ السلام کے قبیلے کے سردار سے جس کو قدیم قبائلی رسم و رواج کے مطابق ان کے خون کے دعوے

خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوۡا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

خالی بسبب اس کے کہ ظلم کیا تھا انہوں نے تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے

لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۲﴾ وَ اَنۡجَيۡنَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

واسطے اس قوم کے کہ جانتے ہیں اور نجات دی ہم نے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے

وَ كَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ﴿۵۳﴾ وَ لُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ

اور تھے پرہیز گاری کرتے اور لوطؑ کو جس وقت کہا اس نے واسطے قوم اپنی کے

اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ وَ اَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ

کیا کرتے ہو تم بے حیائی اور تم دیکھتے ہو کیا آتے ہو تم مردوں کے پاس

شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تَجۡهَلُوۡنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ

شہوت سے سوائے عورتوں کے بلکہ تم ایک قوم ہو جہل کرتے ہو پس نہ تھا

جَوَابَ قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَخۡرِجُوۡۤا اٰلَ لُوۡطٍ مِّنۡ قَرۡيَتِكُمۡ ۚ

جواب قوم اس کی کا مگر یہ کہ کہا انہوں نے نکال دو لوگوں لوطؑ کے کو بستی اپنی سے

اِنَّهُمۡ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوۡنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَ

تحقیق وہ ایک لوگ ہیں کہ ستھرائی کرتے ہیں پس نجات دی ہم نے اس کو اور

اَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرۡنٰهَا مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿۵۷﴾

اہل اس کے کو مگر عورت اس کی کو کہ مقرر کیا تھا ہم نے اس کو پیچھے رہنے والوں سے

وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ ﴿۵۸﴾ ع قُلِ

اور برسایا ہم نے اوپر ان کے ایک مینہ پس برا تھا مینہ ڈرائے گیوں کا کہہ

الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ

سب تعریف واسطے اللہ کے ہے اور سلام اوپر بندوں اس کے کے جن کو

اصۡطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيۡرٌ اَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۵۹﴾ ؕ

برگزیدہ کیا کیا اللہ بہتر ہے یا جس کو کہ شریک لاتے ہیں

تباہ کاریوں اور مظالم کے نتیجے میں ویران وکھنڈر پڑے ہوئے ہیں اور ان کی اس تباہی میں ایک دانش مند قوم کے لئے عبرت خیز سبق اور معجزہ موجود ہے۔ (۵۳) اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو ایمان لائے اور پرہیز گار تھے۔ (۵۴) اور لوؑط کا معاملہ یہ ہے کہ جس وقت لوؑط نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم صاحبانِ بصیرت ہو کر لوگوں کو دکھا دکھا کر بدترین بے حیائی نہیں کر رہے ہو؟ (۵۵) اور کیا تم جانتے بوجھتے عورتوں کی جگہ شہوت رانی کے لئے مردوں کو استعمال نہیں کر رہے ہو؟ بات یہ ہے کہ تم ایک ایسی قوم ہو جو جانتے بوجھتے جاہل بنی ہوئی ہے (۵۶) چنانچہ لوؑط کی قوم کے پاس لوؑط کے سوالوں کا جواب صرف یہ تھا کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ لوؑط کو اور ان کے اہل و عیال اور آل کو اپنی بستی سے خارج کر دیا جائے اس لئے کہ یہ لوگ بڑے پاکباز بنتے ہیں ۔ (۵۷) بہرحال ہم نے لوؑط کو اور اس کے متعلقین کو نجات دے دی البتہ ہم نے اس کی زوجہ کے مقدر میں ساتھ نہ جانا لکھ دیا تھا ۔ (۵۸) اس کے بعد ہم نے لوؑط کی قوم پر ایسی بارش برسائی کہ جو بدترین نتائج پر مطلع ہو چکنے والوں کے لئے بہت ہی بری تھی۔ (۵۹) کہہ دو کہ تمام قسم کی حمد وثنا صرف اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے بعد درود و سلام کے حق دار اللہ کے وہ بندے ہیں جنہیں اس نے برگزیدہ کیا ہے ۔ کیا اللہ بہتر ہے یا جن کو وہ شریک بناتے ہیں؟۔

کا حق پہنچتا تھا۔ یہ وہی پوزیشن تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپؐ کے چچا ابوطالبؑ کو حاصل تھی ۔ کفار قریش بھی اس اندیشے سے ہاتھ روکتے تھے کہ اگر وہ آنحضرتؐ کو قتل کر دیں گے تو بنی ہاشم کے سردار ابوطالب اپنے قبیلے کی طرف سے خون کا دعوٰی لیکر اٹھیں گے ۔ یہ بعینہٖ اسی نوعیت کی سازش تھی جیسی مکہ کے قبائلی سردار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سوچتے تھے ۔ اور بالآخر یہی سازش انہوں نے ہجرت کے موقع پر حضورؐ کو قتل کرنے کے لئے کی تھی ۔

اَمَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ اَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ

یا کس نے پیدا کیاہے آسمانوں کو اور زمین کو اور اتارا واسطے تمہارے آسمان سے

مَآءً ۚ فَاَنۡۢبَتۡنَا بِہٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَہۡجَۃٍ ۚ مَا کَانَ لَکُمۡ اَنۡ

پانی پس اگائے ہم نے ساتھ اس کے باغ رونق والے نہ قدرت تھی تم کو یہ کہ

تُنۡۢبِتُوۡا شَجَرَہَا ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ بَلۡ ہُمۡ قَوۡمٌ

اگاؤ درختوں ان کے کو آیا ہے کوئی معبود ساتھ اللہ کے بلکہ وہ ایک قوم ہیں کہ

یَّعۡدِلُوۡنَ ﴿ؕ۶۰﴾ اَمَّنۡ جَعَلَ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ

پھر جاتے ہیں راہ راست سے آیا کس نے کیا ہے زمین کو ٹھکانا اور کیں

خِلٰلَہَاۤ اَنۡہٰرًا وَّ جَعَلَ لَہَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیۡنَ الۡبَحۡرَیۡنِ

درمیان اس کے نہریں اور کئے واسطے اس کے پہاڑ اور کیا درمیان دو دریا کے

حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ بَلۡ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿ؕ۶۱﴾ اَمَّنۡ

پردہ آیا ہے کوئی معبود ساتھ اللہ کے بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے آیا کون ہے کہ

یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ

قبول کرتا ہے دعا مضطر کی جس وقت کہ پکارتا ہے اس کو اور کھول دیتا ہے برائی

(۶۰) یا یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور کس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی نازل ہونے کا انتظام کیا جس پانی سے ہم نے وہ خوشنما باغ پیدا کر دیئے جن کے درخت اگانا تمہاری قدرت میں نہ تھا نہ ہے بتاؤ کہ کیا واقعی اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود موجود ہے؟ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ ایک ایسی قوم ہے جس نے خود ہی عدل کے معنی بگاڑ لئے ہیں۔ (۶۱) پھر یہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جس نے اس زمین کو قابل سکونت و ترقی بنایا اور جس نے زمین میں دریا جاری کئے اور جس نے زمین میں پہاڑ قائم کئے اور سمندروں کے پانی میں پردہ بنا دیا ہے کیا واقعی اللہ کے ساتھ اور بھی کوئی معبود ہے؟ بلکہ مشرکین کی کثرت لاعلمی سے ایسا کرتی ہے۔ (۶۲) پھر کیا یہ بتا سکتے ہو کہ وہ کون ہے جو ایک بیقرار کی دعا کو قبول کرتا ہے جب اس سے دعا مانگی جاتی ہے اور مصیبت کو ٹال دیتا ہے اور

یعنی یہ کہ سب قبیلوں کے لوگ مل کر آپ پر حملہ کریں تاکہ بنی ہاشم کسی ایک قبیلے کو ملزم نہ ٹھہرا سکیں اور سب قبیلوں سے بیک وقت لڑنا ان کے لئے ممکن نہ ہو"۔(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۸۵ حاشیہ ۶۳، ۶۴)

(۱۲۔الف) حضرت علیؑ بھی بنی ہاشم کے سردار کی حیثیت سے رسولؐ اللہ کے ولی و وارث تھے اس لئے محروم کیا گیا۔

اگر حضرت ابوطالبؑ بنی ہاشم کے سردار تھے تو ان کی وفات کے بعد جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو تمام بنی ہاشم کا سردار ماننا ہو گا۔ اور اسی حیثیت سے وہ رسولؐ اللہ کے ولی، سرپرست اور وارث مانے جائیں گے۔ اور جب تک ان کو محروم کرنے کا قانون قرآن سے پیش نہ کیا جائے وہ بدستور خلیفۂ رسولؐ مانے جائیں گے۔

(۱۳) آیت (۵۹ / ۲۷) میں اللہ اور اس کے بیان کردہ برگزیدہ بندے ہی حمد و ثنا اور درود و سلام کے حقدار ہیں۔

قارئین نوٹ فرمالیں کہ اس آیۂ مبارکہ میں جن حضرات کی عزت و عظمت و اطاعت و فرمانبرداری تمام کائنات کی موجودات پر واجب ہے وہ اللہ اور اس کے نام بنام بیان کردہ برگزیدہ بندے ہیں۔ اور ان میں تمام انبیاء اور آئمہ علیہم السلام داخل ہیں۔ لہٰذا جو شخص ان کے علاوہ کسی اور کو بھی ان کے ساتھ شریک کرے وہ مشرک و جہنمی ہے۔ اور شرک صرف اس قدر ہے کہ مذکورہ لوگوں کے علاوہ کچھ اور لوگوں کو بھی وہ مقام دیا جائے جس کی سند اللہ نے قرآن میں بیان نہیں کی ہے (آل عمران ۱۵۱ / ۳ اور اعراف ۳۳ / ۷) اور انبیاء و آئمہ علیہم السلام کی دلیل زیر نظر آیت کے علاوہ قرآن میں جگہ جگہ اور بار بار بیان ہوئی ہے۔ اور ان میں تفریق کرنا کفر ہے (نساء ۱۵۱۔۱۵۰ / ۴) اور بتایا ہے کہ کفار و مشرکین اللہ اور رسولوں کے درمیان تفریق کرکے ایک درمیانی مذہب اختیار کیا کرتے ہیں (۱۵۰ / ۴) ورنہ وہ اللہ کو اس کی تمام قدرتوں سمیت مانتے ہیں صرف انبیاؑ اور آئمہؑ کی مطلق العنان فرمانروائی اور بلاچوں و چرا

وَ يَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيۡلًا

اور کرتا ہے تم کو جانشین زمین کا آیا ہے کوئی معبود ساتھ اللہ کے تھوڑے سے

مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ؕ﴿۶۲﴾ اَمَّنۡ يَّهۡدِيۡكُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَ

نصیحت پکڑتے ہو آیا کون ہے کہ راہ دکھاتا ہے تم کو بیچ اندھیروں جنگل کے اور

الۡبَحۡرِ وَ مَنۡ يُّرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًۢا بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ

دریا کے اور کون بھیجتا ہے باؤں کو خوشخبری دینے والی آگے رحمت اس کی کے

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۶۳﴾

کیا ہے کوئی معبود ساتھ اللہ کے بہت بلند ہے اللہ اس چیز سے کہ شریک لاتے ہیں

اَمَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ

یا کون پہلی بار پیدا کرتا ہے پیدائش پھر دوبارہ کرے گا اس کو اور کون رزق دیتا ہے تم کو

تمہاری معبودان باطل کی عبادت کے باوجود تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیتا ہے کیا واقعی اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جو کچھ تم سمجھے ہو وہ بہت ہی قلیل سا ہے (۶۳) ہاں وہ کون ہے جو تمہیں سمندروں اور خشکیوں کے اندھیروں میں راہنمائی کرتا ہے اور کون اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوشخبری لے کر بھیجتا ہے؟ کیا واقعی اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ بہت ہی اعلیٰ اور برتر ہے اللہ ان چیزوں کی سند دینے سے جن کو یہ اطاعت و عبادت میں شریک کرلیتے ہیں ۔ (۶۴) اور وہ کون ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے اور کون ہے جو تمہیں زمین وآسمان سے رزق دیا کرتا ہے؟

اطاعت کے منکر ہوتے ہیں اور اپنی قومی اور مجتہدانہ حکومت قائم کر کے اللہ کے جانشین بن جانا جائز سمجھتے ہیں ۔

(۱۴) جن کو قومی مسلمان مشرک کہتے ہیں وہ تو سب کے سب ان قومی مسلمانوں کے ہم مذہب تھے اور اللہ کی قدرت میں شرکت کے منکر تھے۔

ہم نے بار بار اور ہر جگہ قومی علما کے اس فریب کا پردہ چاک کیا ہے کہ مشرک کہلانے والے لوگ اپنے لیڈروں ، بتوں یعنی لیڈروں کے مجسموں وغیرہ کو خدا کی صفات اور قدرت میں شریک نہیں کرتے تھے اور دکھایا ہے کہ قرآن میں بیان شدہ شرک کے معنی جنسی شرکت اور خلافت الٰہیہ میں بلا سند شرکت کے ہیں ۔ چونکہ قومی مسلمانوں نے اپنے مذہب میں اس شرک کو اختیار کیا ہے یعنی رسولؐ کی جگہ خطاکار انسان خلافت الٰہیہ کو چلائیں گے اس لئے انہوں نے شرک کے معنی کو گھناؤنا کر کے خدا کی طاقت و قدرت میں شرک قرار دیا اور اپنے شرک کو مذہباً جائز ٹھہرا لیا ہے چنانچہ اس سلسلے میں یہاں سے ایک بار پھر مشرکین کے عقائد قرآن نے بیان کئے ہیں ۔ اُن کو ٹھیک سے سمجھنے کے لئے علامہ مودودی کی تمہیدات ملاحظہ فرمالیں ۔ ارشاد ہے کہ :-

(۱۴ ۔ الف) مشرکین کے عقائد پر مودودی کی تصدیق : ”بظاہر یہ سوال بڑا عجیب معلوم ہوتا ہے کہ: ”اللہ بہتر ہے یا معبودانِ باطل ؟ “ (۵۹ / ۲۷) حقیقت کے اعتبار سے تو معبودانِ باطل میں سرے سے کسی خیر کا سوال ہی نہیں ہے کہ اللہ سے ان کا مقابلہ کیا جائے ۔ رہے مشرکین تو وہ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ تھے کہ اللہ کا اور ان کے معبودوں کا کوئی مقابلہ ہے؟ لیکن یہ سوال ان کے سامنے اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوں ۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص دنیا میں کوئی کام اس وقت تک نہیں کرتا جب تک وہ اپنے نزدیک اس میں کسی بھلائی یا فائدے کا خیال نہ رکھتا ہو ۔ اب اگر یہ مشرک لوگ اللہ کی عبادت کے بجائے ان معبودوں کی عبادت کرتے تھے اور اللہ کو چھوڑ کر ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے تھے اور ان کے آگے نذر و نیاز پیش کرتے تھے تو یہ اس کے بغیر بالکل بے معنی تھا کہ ان معبودوں میں کوئی خیر ہو ۔ اسی بنا پر ان کے سامنے صاف الفاظ میں یہ سوال رکھا گیا کہ بتاؤ اللہ بہتر ہے یا تمہارے یہ معبود بہتر ہیں؟ کیونکہ اس دوٹوک سوال کا سامنا کرنے کی ان میں ہمت نہ تھی ۔ ان میں سے کوئی کٹّے سے کٹّا مشرک بھی یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا کہ ہمارے معبود بہتر ہیں اور یہ مان لینے کے بعد کہ اللہ بہتر ہے ان کے پورے دین کی بنیاد ڈھے جاتی تھی ۔ اس لئے کہ پھر یہ بات سراسر نامعقول قرار پاتی تھی کہ بہتر چھوڑ کر بدتر کو اختیار کیا جائے“ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۸۸ حاشیہ ۷۲)

(۱۴ ۔ ب) علامہ نے اس بیان میں اپنے خود قائم کردہ اصول میں خیانت کی ہے ۔

قارئین علامہ کے اس بیان پر دوبارہ نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ علامہ نے یہ اصول قائم کیا تھا کہ : ” کوئی آدمی کوئی بھی کام اس وقت تک نہیں کرتا جب تک اسے اس کام میں کوئی بھلائی یا فائدہ نظر نہ آئے۔“
لیکن علامہ یہ بتانے سے قاصر رہے کہ مشرکین کو غیر خدا کی عبادت میں کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے یا کیا بھلائی ملتی ہے؟ جس کی بنا پر وہ برابر معبودانِ باطل کی عبادت کرتے چلے جاتے ہیں؟ اور کبھی اس عبادت کو نا معقول کام نہیں سمجھتے ؟
دوسری خیانت ان کی مستقل ہے جو ہر جگہ جاری رہتی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ مشرک ” خدا کو چھوڑ کر “ معبودانِ باطل کی عبادت کرتے ہیں ۔ حالانکہ قرآن سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ:۔
مشرکین خدا کی عبادت نہیں کرتے یا خدا کو قابل عبادت نہیں سمجھتے اور صرف معبودان باطل ہی کی عبادت کرتے ہیں (یہ خیانت وہ قرآن کے الفاظ ”مِن دُونِ ٱللَّهِ“ کے ترجمہ میں کرتے ہیں) قرآن صرف یہ بتاتا چلا جاتا ہے کہ مشرکین اللہ کے علاوہ بھی کچھ لوگوں کی عبادت کرتے ہیں ۔ان آیات (وغیرہ ۶۲۔۶۱ / ۲۷) میں اللہ یہی پوچھ رہا ہے کہ:
”کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی قابل عبادت ہے “ اور یہ سوالات بار بار کئے جا رہے ہیں جس سے یہ ثابت ہے کہ مشرکین اللہ کو تو قابل عبادت سمجھتے ہی ہیں فرق یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ ساتھ کچھ اور معبود عبادت میں شامل کرتے ہیں ۔ لہٰذا علامہ اپنے بھائی بندوں کے ساتھ برابر خیانت کرتے رہے ہیں ۔ اور ترجے میں ”خدا کو چھوڑ کر“ کا اضافہ جاری رکھا ہے ۔

(۱۴۔ ج) ایک مثال جس سے علامہ کی خیانت اور ان کے ہم مذہبوں کا عقیدہ و عمل ثابت ہو جائے گا۔

تمام مسلمانوں کامع علما کے یہ عقیدہ ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے ۔ اس کے باوجود وہ دنیا میں ہر بڑے اور ہر صاحب اقتدار و اختیار آدمی کی خوشامد کرتے پائے جاتے ہیں ۔ پھر ہر مسلمان ہر نماز میں یہ کہتا ہے کہ:”ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں“ (إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ) لیکن ہمارے عوام و خواص اور علما و لیڈر اور سربراہان ممالک دن رات لوگوں سے، کافروں سے، مشرکوں سے، بے دینوں سے، یہود و نصارٰی سے مدد مانگتے رہتے ہیں ۔ بعینہٖ یہی حال عہد رسولؐ کے مسلمانوں کا تھا اور یہی حال اس زمانے کے اور ہر زمانہ کے مشرکوں کا تھا۔ اور یہ مسلمان باقاعدہ نمازیں پڑھتے ہیں اطمینان سے جیتے اور مرتے ہیں ۔ بات یہ ہے کہ اگر مشرکوں کو اس عبادت سے کوئی فائدہ کبھی نہ ہوا ہوتا تو ہرگز استقلال سے معبودانِ باطل کی نہ عبادت کرتے نہ ان کو معبود مانتے ۔
لیکن اللہ یہ چاہتاہے کہ عبودیت یا بندگی ان کی اختیار کی جائے جن کے لئے اللہ نے بندہ بن کر رہنے کا حکم دیا ہے اور انؑ ہی سے مدد مانگی جائے انؑ ہی کو وسیلہ بنایا جائے اور انؑ ہی کی حمد و ثناء کی جائے اور وُہ وہی ہیں جن کو اللہ نے برگزیدہ کیا ہے (۵۹ / ۲۷) یہ نوٹ کریں کہ عبادت کے حقیقی معنی غلاموں کی طرح بے چوں وچرا اطاعت ہیں ۔ اور یہ کہ یہ تعریف قرآن کریم نے خود مقرر کی ہے (النحل ۷۶۔۷۵ / ۱۶) لہٰذا معلوم ہوا کہ مشرکین اپنے لیڈروں اور مقدس لوگوں کی غلامانہ اطاعت کرتے تھے ۔اور ان ہی کے مجسموں کی تعظیم و تکریم بجالاتے تھے ان سے حیات و ممات میں طلبِ حاجت کرتے تھے۔ اور یہ اللہ کے یہاں خالص شرک تھا۔ علاوہ ازیں مشرکین اللہ کو مع اسکی صفات اور قدرتوں کے مانتے تھے مگر اس کے ساتھ ان لوگوں کو بطور وسیلہ شامل کر رکھا تھا جن کے لئے اللہ نے کوئی حکم یا سند نازل نہیں کی تھی(آل عمران۱۵۱/۳،اعراف۳۳/۷) چونکہ ان کی اللہ نے مذمت کی اور ان سے مسلمانوں کو روک دیا لہٰذا طے کیا گیا کہ وہ محمدؐ وآل محمدؐ اور دیگر مستند بزرگوں کو بھی احترام و اطاعت سے خارج کرکے ان کی بندگی کو شرک قرار دیتے رہیں گے ۔جو آج تک ان کا عمل ہے چنانچہ علامہ۔ ۱۔مولا علیؑ۔۲۔غوث اعظم۔ ۳۔ داتا گنج بخش وغیرہ کے ماننے والوں کو کھل کر مشرک کہتے ہیں (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۶حاشیہ ۵۴) ۔

(۱۴ ۔ د) آیات (۶۴ تا ۶۰ / ۲۷) کے متعلق علامہ کی تصدیق کہ مشرکین اللہ پر پورا پورا ایمان رکھتے تھے۔

یہاں علامہ کے قلم سے قرآن کا بیان اور علامہ کی تصدیق سامنے رکھی جا رہی ہے ۔تاکہ مزید یقین فراہم ہو جائے کہ

کیا واقعی اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے ثبوت میں اپنی دلیل و ثبوت پیش کردو (۶۵) یہ بھی کہہ دو کہ ان آسمانوں میں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے غیب کو نہیں جانتا سوائے اللہ کی مدد سے اور وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کب دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے ۔ (۶۶) بلکہ آخرت کے متعلق علم تو ان سے کھویا ہی گیا ہے بلکہ یہ تو اس کی طرف سے شک میں مبتلا ہیں (یعنی علم کھویا گیا ہے یا موجود ہے) بلکہ انہوں نے ادھر سے آنکھیں بند کررکھی ہیں ۔ (۶۷) جن لوگوں نے حق کو چھپانے کی مہم چلا رکھی ہے ان کا اعتراض یہ ہے کہ جب ہم اور ہمارے آباؤ اجداد گل کر

مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

آسمان سے اور زمین سے کیا ہے کوئی معبود ساتھ اللہ کے کہہ لاؤ تم دلیل اپنی

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

اگر ہو تم سچے کہہ نہیں جانتا کوئی بیچ آسمانوں کے اور زمین کے

الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ بَلِ ادّٰرَكَ

غیب کو مگر اللہ اور نہیں جانتے کہ کس وقت اٹھائے جاویں گے بلکہ مختلف ہوا ہے

عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا

علم ان کا بیچ آخرت کے بلکہ وہ بیچ شک کے ہیں اُس سے بلکہ وہ اس سے

عَمُوْنَ ۝ ع وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا

اندھے ہیں اور کہا ان لوگوں نے کہ کافر ہوئے کیا جس وقت ہو جاویں گے ہم

مشرکین اللہ پر پورا پورا ایمان رکھتے تھے۔ سنئے :" مشرکوں میں سے کوئی بھی اس سوال کا یہ جواب نہ دے سکتا تھا کہ یہ کام اللہ کے سوا کسی اور کے ہیں۔ یا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی ان میں شریک ہے" (تفہیم القرآن ۳ صفحہ ۵۸۹) اب سوچئے کہ پھر ان کو مشرک کیوں کہا جاتا رہا ہے؟ جب کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کام میں بھی کسی غیر خدا کو شریک نہیں مانتے تھے؟ بات وہی ہے کہ ان کو مشرک صرف اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ خلافت الٰہیہ میں اپنے لیڈروں کو شریک کرنے کے قائل تھے ۔ اور سنئے اور اللہ کا بیان بھی سامنے رکھئے ۔" قرآن مجید دوسرے مقامات پر کفار مکہ اور مشرکین عرب کے متعلق کہتا ہے ۔

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ ٱلْعَزِيزُ ٱلْعَلِيمُ ﴿٩﴾

"اگر تم اُن سے پوچھو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے اس زبردست علم والے نے ہی ان کو پیدا کیا ہے ۔(زخرف ۹ / ۴۳) "(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۸۹)

علامہ مسلسل آیات لکھتے جارہے ہیں لیکن ہم اپنے مختصر ریمارکس ساتھ کے ساتھ دے کر فارغ ہوتے جائیں گے ۔ اس آیہ مبارکہ میں مشرکین کے متعلق اللہ نے فیصلہ کردیا کہ وہ اللہ کو زمین اور آسمانوں کا تنہا خالق مانتے تھے اور ان کا ایمان تھا کہ اللہ ہر شے پر ہر حال میں غالب (عزیز) ہے ۔اور وہی علم کا منبع و مصدر ہے ۔بتائیے وہ اس سلسلے میں کیسے مشرک کہلا سکتے ہیں۔

دوسری آیت لکھتے ہیں ۔ ۲۔ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ﴿٨٧﴾ الزخرف

"اور اگر ان سے پوچھو کہ خود تمہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے "(زخرف ۸۷ / ۴۳) تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۸۹)

یعنی علامہ نے مانا اور اللہ نے فیصلہ کردیا کہ مشرک تمام انسانوں کو اللہ کی مخلوق سمجھتے اور ایمان رکھتے تھے۔ تیسری آیت سنئے :۔

۳۔ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ ٱلْأَرْضَ مِنۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ﴿٦٣﴾ العنکبوت

"اگر ان سے پوچھو کس نے آسمان سے پانی برسایا اور مردہ پڑی ہوئی زمین کو جِلا اٹھایا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے "(تفہیم القرآن ۳ صفحہ ۵۸۹) یعنی مشرکین اس پر یقین و ایمان رکھتے تھے کہ صرف اللہ وہ ہستی ہے جو موت و حیات اور بارش وغیرہ پر قدرت رکھتا ہے۔

۴۔ اب چوتھی آیت علامہ کے قلم سے پڑھیے :۔

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ --- وَمَن يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُ ۚ ﴿٣١﴾ یونس

تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا

مٹی اور باپ ہمارے کیا ہم البتہ نکالے جاویں گے ؟ البتہ تحقیق وعدہ دئے گئے ہم

هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

اس بات کا ہم اور باپ ہمارے پہلے اس سے نہیں یہ مگر کہانیاں پہلوں کی

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾

کہہ سیر کرو بیچ زمین کے پس دیکھو کہ کیوں کر ہوا آخر کام گنہگاروں کا

وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا

اور مت غمگین ہو اوپر ان کے اور مت ہو بیچ تنگی کے اس چیز سے کہ

يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾

مکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کب ہے یہ وعدہ اگر ہو تم سچے

قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾

کہہ شاب ہے یہ کہ لگی ہو پیچھے تمہارے بعضی وہ چیز کہ جلدی کرتے ہو

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

اور تحقیق پروردگار تیرا البتہ صاحب فضل ہے اوپر لوگوں کے و لیکن بہت ان کے

مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں قبروں سے نکالا جاوے گا ؟ (۶۸) یہ صحیح ہے کہ ایسی خبریں ہم کو بہت دی گئی تھیں اور ہم سے پہلے ہمارے اباؤ اجداد کو بھی یہ دھمکیاں دی جاتی رہی ہیں مگر یہ خبریں تو اوّلین دین سازوں کی تحریری سطریں ہیں (جو یوں ہی چلی آ رہی ہیں) (۶۹) ان سے کہہ دو کہ ان سطروں کی حقیقت اس زمین پر سیر کرکے دیکھ لو کہ مجرموں کا انجام ان تحریروں کے مطابق ہوا یا نہیں ہوا ؟ (۷۰) اے نبیؑ آپؐ ان کے لئے ملول خاطر نہ ہوں اور نہ ہی ان کی مکارانہ چالبازیوں اور منصوبوں سے دل تنگ ہوں جیسا کہ وہ (۷۱) کہتے ہیں کہ یہ دھمکیوں کا وعدہ کب تک پورا ہوگا اگر تم سچے ہو تو اسے جلد کر دکھاؤ ۔ (۷۲) ان کو بتا دو کہ غالباً اس وعدہ کا بعض ضروری حصہ تو تمہاری عجلت کے مطابق تمہارے ساتھ قدم بقدم (ردیف) چلا جا رہاہے (۷۳) وعدے کی تاخیر کا سبب تیرے پروردگار کا لوگوں کے لئے صاحب فضل و کرم ہونا ہے لیکن ان کی تو اکثریت

”ان سے پوچھو کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار میں سے نکالتاہے؟ کون اس نظام عالم کی تدبیر کر رہا ہے ؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ“ (یونس ۳۱ / ۱۰) قرآن سے یہ چاروں آیات مسلسل لکھ کر فرماتے ہیں کہ:

”عرب کے مشرکین ہی نہیں ، دنیا بھر کے مشرکین بالعموم یہی مانتے تھے اور آج بھی مانتے ہیں کہ کائنات کا خالق اور نظامِ کائنات کا مدبر اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے قرآن مجید کے اس سوال کا یہ جواب ان میں سے کوئی شخص ہٹ دھرمی کی بنا پر برائے بحث بھی نہ دے سکتا تھا کہ ہمارے معبود خدا کے ساتھ ان کاموں میں شریک ہیں ۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کہتا تو اس کی اپنی ہی قوم کے ہزارہا آدمی اس کو جھٹلا دیتے اور صاف کہتے کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے “ (یہ چاروں آیات ان کا ترجمہ اور بیانات صفحہ ۵۸۹ جلد ۳ تفہیم القرآن)

قارئین سوچیں کہ ان مندرجہ بالا چاروں آیات اور علامہ کے ترجمہ کے بعد عربوں پر شرک کا الزام اور کس سبب سے عائد کیا گیا ہے؟ جب کہ وہ اللہ کی وحدانیت اور خالقیت میں کسی کو شریک نہ کرتے تھے۔

(۱۵) آیت (۶۲ / ۲۷) سے یا تو یہ مان لیں کہ عام دنیا دارانہ خلافت اور حکومت مشرکین کو بھی ملتی ہے یا یہ کہ مشرک مسلمان ہی تھے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ خلافت فی الارض یا دنیا بھر کی حکومت مشرکین کو بھی ملتی رہی ہے ۔ لہٰذا وہ خلافت جو بعد رسولؐ مسلمانوں کو ملی وہ اللہ نے اسی آیت (۶۲ / ۲۷) کے ماتحت دی تھی۔ یعنی وہ مسلمان مشرک مسلمان تھے چونکہ ان لوگوں کا مسلمان ہونا ثابت اور مسلّمہ ہے تو یہاں شرک کے معنی وہی کرنا پڑیں گے جن پر ہم نے ہزاروں دلائل قائم کر دیئے ہیں ۔ یعنی وہ مومنین

لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ

نہیں شکر کرتے اور تحقیق پروردگار تیرا البتہ جانتا ہے جو کچھ پوشیدہ کرتے ہیں

صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَ مَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ

سینے ان کے اور جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہیں اور نہیں کوئی چیز پوشیدہ بیچ آسمان کے

وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ

اور زمین کے مگر بیچ کتاب بیان کرنے والی کے ہے تحقیق یہ قرآن بیان کرتا ہے

اس تاخیر پر شکر بھی نہیں کرتی۔ (۷۴) اور یقیناً تیرا پروردگار ضرور جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ ان کی زبانیں ظاہر و اعلان کرتی ہیں۔ (۷۵) اور آسمانوں اور زمینوں میں کوئی بھی ایسی چیز پوشیدہ نہیں ہے جو اس کتاب مبین میں مذکور نہ ہوئی ہو۔ (۷۶) یقیناً یہ قرآن تو بنی اسرائیل کو وہ تمام قصے بھی سناتا ہے

یہ عقیدہ رکھتے تھے، اور اسی پر انہوں نے عمل بھی کیا کہ رسولؐ کے بعد قوم کو اختیار ہے کہ وہ خود اپنے لئے خلیفہ بنا لے چنانچہ بنا لیا تھا اور بناتے چلے گئے۔ یعنی وہ خلافت الٰہیہ میں از خود شرکت کے قائل تھے۔ اس لئے مومن ہوتے ہوئے بھی مشرک رہے۔ اگر یہ تسلیم نہ ہو تو یہ مان لیا جائے کہ وہ مسلمان سابق مشرکین کے ہم عقیدہ اور مشرک تھے یعنی حقیقی اسلام انہوں نے کبھی قبول ہی نہ کیا تھا۔ دونوں صورتوں میں وہ خلافت باطل تھی۔ اور بس۔

(۱۶) آیات (۷۴ تا ۷۲ / ۲۷) قریش کے خفیہ منصوبوں، کینہ پروریوں اور ان کی سزا کا تذکرہ کرتی ہیں۔

قرآن کی ابتدائی سورتوں میں قریش کے زمین دوز منصوبوں کا تفصیلی تذکرہ ہوتا رہا ہے۔ اللہ نے بار بار اور طرح طرح سے بتایا ہے کہ قریش اپنے دلوں میں بہت خطرناک سازشی منصوبے چھپائے ہوئے تھے باوجودیکہ وہ مومن تھے (آل عمران ۱۵۴ / ۳) یہی بات یہاں (۷۴ / ۲۷) میں فرمائی گئی ہے۔ اور علامہ نے بھی اس قدر مان لیا ہے کہ:

"یعنی وہ (اللہ۔احسن) ان کی اعلانیہ حرکات ہی سے واقف نہیں ہے بلکہ جو شدید بغض اور کینہ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے اور جو چالیں یہ اپنے دلوں میں سوچتے ہیں ان سے بھی وہ خوب واقف ہے" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۰۲)

لہٰذا معلوم ہوا کہ قریشی مومنین کے دلوں میں وہی کچھ تھا جو انہوں نے بعد وفات رسولؐ کیا اور اس کا لب لباب یہ تھا کہ رسولؐ کے خاندان میں اسلام کی سربراہی نہ جانے دیں گے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)

یہاں اس کا جواب بھی ہو گیا کہ اگر وہ اللہ کی مرضی کے خلاف کرتے تو عذاب کے مستحق ہو جاتے یہاں بتایا گیا کہ عذاب کے وعدے کا کچھ حصہ قریش کے ساتھ ساتھ چلتا رہے گا۔ لہٰذا تباہ کن عذاب نہ ہونے کا فیصلہ ہو گیا تھا۔

(۱۷) آیات (۸۴ تا ۷۵ / ۲۷) میں قرآن کریم کا ہمہ گیر کتاب ہونا اور مشرکین و اہل کتاب کا ہمہ گیری کو نہ ماننا۔

قارئین نے دیکھا تھا کہ سورۂ الشعرا اور یہ سورۂ النمل یہ کہتی ہوئی شروع ہوئی تھیں کہ قارئین جن آیات کی تلاوت کر رہے ہیں۔ وہ آیات قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں۔ (تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْقُرْءَانِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ) اور علامہ مودودی نے صحیح ترجمہ کرنے کے بعد یہ مانا تھا کہ قرآن ہی کو اللہ نے کتاب مبین فرمایا ہے۔ سنئے:

۱۔ "قرآن کو الکتاب المبین کہنے کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہے" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۷۶)

۲۔ "یعنی قرآن مجید کی یہ آیات رہنمائی بھی صرف ان ہی لوگوں کی کرتی ہیں" (ایضاً صفحہ ۵۵۴)

(۱۷۔ الف) صحیح ترجمہ اور تشریح کے باوجود علامہ نے بلا دلیل قرآن کی تکذیب کر دی۔

یہ سب کچھ مان لینے کے بعد بھی علامہ نے فرما دیا کہ:۔

۹۲ "یہاں کتاب سے مراد قرآن نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا وہ ریکارڈ ہے جس میں ذرّہ ذرّہ ثبت ہے" (تفہیم القرآن ۳ صفحہ ۲۰۲)

علامہ کی خیانت اور وحشت:۔ علامہ نے یہ نوٹ آیت (۷۵ / ۲۷) پر لکھا ہے۔ اور اس آیت میں لفظ کتاب تنہا

عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَكْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾

اوپر بنی اسرائیل کے اکثر اس چیز کا کہ وہ بیچ اس کے اختلاف کرتے ہیں

وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ

اور تحقیق قرآن البتہ ہدایت ہے اور رحمت واسطے ایمان والوں کے تحقیق رب تیرا

یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ﴿۷۸﴾

فیصل کرے گا درمیان ان کے ساتھ حکم اپنے کے اور وہی ہے غالب جاننے والا

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِیْنِ ﴿۷۹﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ

پس توکل کر اوپر اللہ کے تحقیق تو اوپر حق ظاہر کے ہے تحقیق تو نہیں سناتا

الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۸۰﴾ وَ

مردوں کو اور نہیں سناتا بہروں کو پکارنا جس وقت کہ پھر جاویں پیٹھ پھیر کر اور

مَاۤ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ

نہیں تو راہ دکھانے والا اندھوں کو گمراہی ان کی سے نہیں سناتا تو مگر اس شخص کو کہ

یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ اِذَا وَقَعَ

ایمان لاتا ہے ساتھ نشانیوں ہماری کے پس وہ مطیع ہیں اور جس وقت آن پڑے گی

الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ

بات اوپر ان کے نکالیں گے ہم واسطے ان کے ایک جانور زمین سے بولے گا ان سے

اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَ یَوْمَ نَحْشُرُ

یہ کہ لوگ تھے ساتھ نشانیوں ہماری کے نہیں یقین لاتے اور جس دن کہ اٹھاویں گے ہم

جن کی کثرت پر وہ سب اختلاف میں مبتلا ہیں (۷۷) اور بلا شبہ یہ قرآن اپنے ماننے والوں کے لئے رحمت بھی ہے اور ہدایت بھی ہے (۷۸) حقیقت یہ ہے کہ تیرا پروردگار اختلاف کرنے والوں کے درمیان اپنے ذاتی حکم کے مطابق فیصلے کرے گا اور وہی تو ہر حال میں غالب علم والا ہے (۷۹) چنانچہ اے نبیؐ تم سب کی طرف سے لاپرواہ ہو کر اللہ پر بھروسہ کرو یقیناً تم منہ بولتے حق کے ساتھ ہو۔ (۸۰) تم نہ مُردوں کو سنا سکتے ہو اور نہ ان بہروں کو اپنی پکار پہنچا سکتے ہو جو سب طرف سے پیٹھ پھیر کر اپنی ولایت سے چمٹے ہوئے ہوں۔ (۸۱) اور نہ ہی اندھوں کو ان کی گمراہی کے خلاف ہدایت کر سکتے ہو۔ تم تو اپنی ہدایات ان ہی لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لے آئیں۔ اور یوں وہ مسلم بن جاتے ہوں۔ (۸۲) اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت ان پر آپہنچے گا تو ہم ان کے لئے ایک جانور زمین میں سے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا اور انہیں بتائے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کیا کرتے تھے (۸۳) اس روز جس دن ہم ہر ایک اُمت میں سے جھٹلانے والوں کی فوجیں

نہیں آیا بلکہ جملہ توصیفی کی صورت میں "وَكِتَابٍ مُّبِینٍ"(خود بیان کرنے والی کتاب) فرمایا گیا ہے۔ اور اللہ میاں یا اللہ تعالیٰ کا وہ ریکارڈ جس میں ذرّہ ذرّہ ثبت ہے۔ ہرگز خود بیان کرنے والی کتاب نہیں ہے۔ لہٰذا خیانت یہ ہے کہ جملہ توصیفی کو توڑ کر اس میں سے صرف لفظ کتاب لے کر بلا کسی دلیل کے فیصلہ کر دیا کہ وہ کتاب قرآن نہیں ہے۔ حالانکہ مان چکے ہیں کہ قرآن ہی کتاب المبین ہے۔ دراصل علامہ چونکہ قرآن کو اپنے مشرک بزرگوں کے خود ساختہ عقائد کے مطابق ایک ناقص و نامکمل کتاب مانتے ہیں۔ اس لئے انہیں یہ دیکھ کر وحشت ہوئی کہ قرآن میں تمام کائنات کی غائب اشیاء مذکور ہیں۔ یہ مانتے ہی علامہ اور ان کے تمام مجتہدین اور دین ساز امام باطل پرست اور غیر ضروری ہو جاتے ہیں۔ اور وہ نہیں چاہتے کہ ان کے اتنے پرانے دین کی پول کھل جائے لہٰذا قرآن کی ہمہ گیری کے انکار میں خیریت نظر آئی۔ مگر قرآن تو برابر اگلی تین آیات (۷۸، ۷۷، ۷۶ / ۲۷) میں اپنی ہمہ گیری کا ذکر کرتا جا رہا ہے۔ انسانی اختلاف کے ہر سبب اور ہر الجھن کو بیان کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے اوپر ایمان لانے والوں کو راہنمائی اور رحمت فراہم کرنے کی بشارت دیتا ہے جس سے علامہ ایسے لوگوں کا قرآن کی رحمت اور راہنمائی سے محروم رہنا لازم تھا۔ چنانچہ قرآنی ہمہ گیری کے منکر رہے۔

مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا

ہر ایک اُمت میں سے جماعت ان لوگوں میں سے کہ جھٹلاتے تھے نشانیوں ہماری کو

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ

پس وہ فرقے فرقے اکٹھے کئے جاویں گے یہاں تک کہ جب آویں گے کہے گا حق تعالیٰ

اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَ لَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

کیا جھٹلاتے تھے تم نشانیوں میری کو اور نہیں گھیرا تھا تم نے ان کو علم کر آیا کیا کرتے

وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

تھے تم اور آن پڑے گی بات اوپر ان کے بسبب ظلم ان کے کے پس وہ نہ بول سکیں گے

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ

کیا نہیں دیکھا انہوں نے یہ کہ کی ہم نے رات تو کہ آرام پکڑیں بیچ اس کے اور دن کو

مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

دکھلانے والا تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے کہ ایمان لاتے ہیں

وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ

اور جس دن پھونکا جاوے گا بیچ صور کے پس ڈر جاوے گا جو کوئی بیچ آسمانوں کے اور

مَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾

جو کوئی بیچ زمین کے ہے مگر جس کو چاہا اللہ نے اور سب آویں گے آگے اس کے ذلیل

وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِىَ تَمُرُّ مَرَّ

اور دیکھے گا تو پہاڑوں کو گمان کرتا ہے تو ان کو جمے ہوئے اور وہ چلے جاتے ہیں مانند

السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِىْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَىْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ

گزرنے بادلوں کے کاریگری اللہ کی جس نے حکم کیا ہر چیز کو تحقیق خبر دار ہے

بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ

ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو جو کوئی لاوے نیکی پس واسطے اس کے ہے بہتر اس سے

گھیر کر لائیں گے اور انہیں ترتیب وار کھڑے کریں گے (۸۴) یہاں تک کہ جب سب الگ الگ حاضر کردیئے جائیں گے تو ان سے اللہ کہے گا کیا تم نے میری آیات کو ایسے حالات میں نہیں جھٹلایا کہ تم ان کو عالمانہ طریقے پر جانچ بھی نہ سکے تھے؟ اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر تم کیا کرتب دکھاتے رہے ؟ (۸۵) جب ان کے خالص قرآنی احکام پر عمل نہ کرنے (ظلم۔ مائدہ۔۴۵ / ۵) کی وجہ سے عذاب کا وعدہ پورا ہوگیا تو اب وہ لاجواب اور بے بس ہوکر رہ گئے (۸۶) یقیناً ہم نے رات کو ان کے سکون و آرام کے لئے بنایا اور دن کو روشنی اور بصارت دینے والا بنایا تھا اور ایمان دار قوم کے لئے ان دونوں ہی میں بہت سے معجزات موجود تھے (۸۷) اور جس دن صور بجایا جائے گا تو آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے دہل کر رہ جائے گا البتہ وہ لوگ بے خوف رہیں گے جنہیں خدا اطمینان بخش دے گا اور سب انسان و جنات کان دبائے ہوئے حاضر ہو جائیں گے (۸۸) اور آج جن پہاڑوں کو تم مستحکم دیکھتے ہو وہ اس روز بادلوں کی رفتار سے دوڑ رہے ہوں گے۔ یہ صنعتِ خداوندی کا ایک کرشمہ ہوگا جس نے ہر چیز کو اپنی حکمتوں سے استواری عطا کی ہوئی ہے اور وہ یقیناً خوب جانتا ہے جو کچھ تم سب کرتے رہتے ہو۔ (۸۹) چنانچہ جو شخص بھلائی کما کر لائے گا اسے اس کے

(۱۷۔ب) آیات (۸۴ تا ۸۷ / ۲۷) میں قریش کو ان کے جرائم کی سزا قیامت تک ہلکی رہے گی۔

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسوؐل کی مخاطب نام نہاد قوم کی مہلت قیامت تک چلتی رہے گی اور پھر انہیں ان کے جرائم بتانے کے لئے زمین سے ایک جانور نکالا جائے گا جو یہ بتائے گا کہ تم نے کس کس طرح اور کن کن آیات کی غلط تاویلیں اور تعبیریں کرکے اسلام میں تخریب کی تھی اور ان آیات کے الفاظ اور معنی پر یقین نہ کیا تھا اور قرآن کے علمی پہلوؤں

وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىِٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ

اور وہ ڈر سے اس دن امن میں ہیں۔اور جو کوئی لاوے برائی پس ڈالے جاویں گے

وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

منہ ان کے بیچ آگ کے نہیں جزا دئے جاؤ گے تم مگر جو کچھ کہ تھے تم کرتے

اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ

سوائے اس کے نہیں کہ حکم کیا گیا ہوں میں یہ کہ عبادت کروں پروردگار اس شہر کے کو

الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ؗ وَّ

یعنی مکہ جس نے حرمت دی اس کو اور واسطے اس کے ہے ہر چیز اور

اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ

حکم کیا گیا ہوں میں کہ ہوں میں مسلمانوں سے۔اور یہ کہ پڑھوں میں قرآن

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ

پس جس نے راہ پائی پس سوائے اس کے نہیں کہ راہ پاتا ہے واسطے جان اپنی کے

وَ مَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾

اور جو کوئی گمراہ ہوا پس کہہ سوائے اس کے نہیں کہ میں ڈرانے والوں سے ہوں

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ

اور کہہ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے البتہ دکھا دے گا تم کو نشانیاں اپنی

فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

پس پہچانو گے تم ان کو اور نہیں پروردگار تیرا غافل اس چیز سے کہ کرتے ہو تم

بدلے میں بہترین جزا ملے گی اور ایسے لوگ اس روز کی ہولناکی سے محفوظ رہیں گے۔ (۹۰) اور جو لوگ برائیاں کما کر لائیں گے ان سب کو اوندھے منہ آگ میں پھینکے جانے کی سزا ملے گی کیا تم اس کے علاوہ کسی اور جزا کے حقدار ہو کہ تمہیں جیسا کیا ہے ویسا بھگتنا پڑے ؟ (۹۱) کہہ دو کہ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے پروردگار کی عبادت کروں جس نے اس کا احترام واجب کیا ہے اور اُسی کی ملکیت میں ہر چیز ہے اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں ہمیشہ سے مسلم چلے آتے رہنے والوں میں سے ہو جاؤں۔ (۹۲) اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں قرآن کی تلاوت کرتا چلا جاؤں۔ چنانچہ جو قرآن سے ہدایت پا جائے وہ اپنا ذاتی بھلا کرتا ہے اور جو کوئی گمراہ ہو جائے تو کہہ دو کہ میں تو صرف بُرے نتائج سے خبردار کرنے والا ہوں۔ (۹۳) اور کہہ دیں کہ تمام حمد وثنا اللہ کے لئے ہیں وہ بہت جلد تمہیں اپنے معجزات دکھائے گا جنہیں پہچان لوگے اور تمہارا پروردگار تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

کو نظر انداز کر دیا تھا۔ وہی وقت ہوگا جب قوم کے لیڈروں کا بیان لیا جائیگا۔ (فرقان ۲۷ / ۲۵)

یہاں یہ طے ہو گیا کہ رسوؐل کی قوم کو اپنی قومی حکومت بنا کر چلانے اور مسلمانوں کی کثرت کو اپنے خود ساختہ مذہب پر لے جانے اور دیگر اقوام عالم کے سامنے اپنی خود ساختہ تاریخ اور اسلام پیش کرنے پر قیامت تک کھلا موقع دیا گیا اور معمولی سزاؤں سے دوچار رکھا گیا (۲۷ / ۷۷) تاکہ ان کے ساتھ ساتھ سابقہ اقوام کے اجتہاد پرستوں کو بھی عذاب جہنم میں مبتلا کیا جائے۔ لہٰذا یہ کہنا یا سمجھنا سراسر فریب ہے کہ اگر رسوؐل کے بعد اُمت نے دین بگاڑ دیا تھا اور خلافت غصب کرلی تھی تو اللہ نے ضرور سزا دینا تھی۔ چونکہ سزا نہیں ملی لہٰذا ان کے تمام کام صحیح ہی تھے۔ یہ بچگانہ اور قانون خداوندی سے ناواقف لوگوں کا سوال ہے۔

(۱۸) اُمت مسلمہ قبل بعثت موجود تھی اور آنحضرتؐ اُمت مسلمہ کے ایک مسلم فرد تھے یہ اعلان کرایا گیا تھا۔

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سرکارؐ کی بعثت سے پہلے ابراہیمیؑ دعا کے مطابق ایک پوری اور صحیح مسلمانوں کی اُمت موجود تھی (بقرہ ۱۲۸ / ۲) اور اس مسلمانوں کی اُمت میں سے آپؐ مبعوث ہوئے تھے (۱۲۹ / ۲) اور اسی میں شامل رہنے کی اب تاکید

بیان کی ہے (۹۱ / ۲۷) ورنہ جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پوری کائنات کے اسلام لانے (آل عمران ۸۳ / ۳) سے بھی لاتعداد و لاتحصیٰ زمانہ پہلے سے مسلم تھے ۔(انعام ۱۶۴ / ۶) یعنی اوّلین مخلوق ہی وہ خزانہ اور ذخیرہ تھا جس سے ساری کائنات کو وجود و حیات و نور و ایمان وغیرہ کی فطری نعمتیں ملی ہیں ۔

سُوۡرَةُ الۡقَصَصِ

سُوۡرَةُ الۡقَصَصِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمَانُوۡنَ اٰيَةً وَ تِسۡعُ رُكُوۡعَاتٍ

سورۂ قصص مکہ میں نازل ہوئی اس میں اَٹھاسی(۸۸) آیتیں اور نو (۹) رکوع ہیں ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

طٰسٓمّٓ ① تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ② نَتۡلُوۡا عَلَيۡكَ

یہ آیتیں ہیں کتاب بیان کرنے والی کی پڑھتے ہیں ہم اوپر تیرے

مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰى وَ فِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ لِقَوۡمٍ

کچھ قصے موسیٰؑ کے سے اور فرعون کے سے ساتھ حق کے واسطے اس قوم کے کہ

يُّؤۡمِنُوۡنَ ③ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِى الۡاَرۡضِ وَ جَعَلَ اَهۡلَهَا

ایمان لاتے ہیں تحقیق فرعون نے تکبر کیا تھا بیچ زمین کے اور کیا تھا لوگوں اس کے کو

شِيَعًا يَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَةً مِّنۡهُمۡ يُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ

فرقے مختلف ضعیف جانتا تھا ایک فرقے کو ان میں سے ذبح کرتا تھا بیٹوں ان کے کو

(۱) طٓ۔سٓ۔مٓ (۲) وہ کتاب مبین کی آیات ہیں ۔ (۳) ہم موسیٰ اور فرعون کی پردہ غیب میں پوشیدہ کچھ خبریں تمہارے سامنے تلاوت کرتے ہیں جو حقائق پر مبنی ہیں اور اس قوم کے لئے سبق آموز ہیں جو پوری کی پوری ایمان دار ہے ۔ (۴) واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے ایک دفعہ ساری دنیا پر اپنی کبریائی کا سکہ جما دیا تھا اور دنیا بھر کے باشندوں کو مختلف عقائد و نظریات کی اشاعت پر مجبور کر دیا تھا۔ اور ان میں سے ایک گروہ کو بہت کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو قتل کرا دیتا تھا

تشریحات سورۂ قصص۔

(۱) (۲۔۱ / ۲۸) حضورؑ کے القابات سے افتتاح اور قرآن مجید کا کتاب مبین ہونا تیسری مرتبہ آیا۔

یہ تیسری مرتبہ اللہ نے حضورؑ کے القاب سے افتتاح فرمایا ہے۔ اور معنی بدل بدل کر قرآن کی آیات کو جھٹلانے والوں کے منہ پر یہ تیسرا طمانچہ ہے جہاں ایک دفعہ پھر اس قرآن کو اور قرآن سے تلاوت کی جانے والی آیات کو کتاب مبین اور کتاب مبین کی آیات بتایا ہے۔ علامہ کو بتاؤ کہ قرآن ہی وہ کتاب مبین ہے جس میں کائنات بھر کی تمام حاضر و غائب اشیا کی (نمل ۷۵ / ۲۷) اور تمام خشک اور تر موجوداتِ کائنات کی (انعام ۵۹ / ۶) اور کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کی اور ہر ہر ذرہ کی (یونس ۶۱ / ۱۰) تفصیل واضح الفاظ میں بیان کر دی گئی ہے (یوسفؑ ۱۱۱ / ۱۲) پھر اُن تمام چیزوں کو بیان کرنے اور ان کے فوائد و نقصانات سمجھانے کے لئے ہر زمانہ میں ایک ہمہ گیرؑ راہنما کو موجود رکھنے کا انتظام کیا اور انسانوں سے کہا کہ جو کچھ تمہیں معلوم نہ ہو اور جاننا چاہو تو آلؑ رسولؐ یا اہلؑ الذکرؑ سے دریافت کر لیا کرو (انبیاءؑ ۷ / ۲۱) یہ دوسری بات ہے کہ قومی ضرورت کے ماتحت قرآن کو ایک ناقص و نامکمل کتاب اور رسولؐ کو ایک جاہل و خطاکار انسان مشہور کیا گیا تاکہ جاہلوں کو رسولؐ کی جگہ بٹھایا جا سکے اور اجتہاد کی راہ ہموار ہو سکے۔

اور ان کی بیٹیوں (عورتوں) کو زندہ چھوڑ دیتا تھا حقیقت یہ تھی کہ وہ فساد پھیلانے والے گروہ سے تھا۔ (۵) اور ہم نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ فرعون نے جن لوگوں کو ناتوان و بے چارہ کرکے رکھ دیا تھا کہ دنیا میں ان کا کوئی مددگار نہ رہا تھا۔ ہم ان کو امام اور پیشوایانِ اقوام بنا دیں اور انہیں زمین کا وارث قرار دے دیں۔ (۶) اور انہیں مکمل استحکام اور دنیا میں اقتدار عطا کردیں۔ اور فرعون وہامان کو اور ان دونوں کی فوجوں کو کمزور طبقہ کے ہاتھوں وہ برے نتائج دکھادیں جن سے ڈر ڈر کر وہ انہیں کمزور کرتے جارہے تھے (۷) اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو وحی کی کہ تم اطمینان سے بچے کو دودھ پلاتی رہو اور جب تم خطرہ محسوس کرو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور ذرہ برابر نہ ڈرنا نہ غمگین ہونا اس لئے کہ ہم اسے نہ صرف صحیح سلامت تمہارے پاس واپس لائیں گے بلکہ اسے پیغامبروںؑ میں شمار کرائیں گے۔ (۸) چنانچہ موسیٰ کو فرعون کی آل نے دریا سے نکال لیا انہیں اپنے ہاتھوں اپنا دشمن بنانے اور غم و غصے میں رہنے کا انتظام کرنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ فرعون اور ہامان اور ان دونوں کی افواج کی ساری کوششیں رائیگاں ہو گئیں۔ (۹) اور فرعون کی زوجہ نے فرعون سے کہا کہ یہ بچہ تو میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے چنانچہ تم اسے قتل نہ کراؤ شاید یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہوجائے یا ہم اسے باقاعدہ اپنا بیٹا ہی بنا لیں یہ باتیں کرتے وقت وہ مستقبل کا شعور تک نہ کرسکتے تھے۔

وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۴ وَ نُرِيْدُ
اور زندہ رہنے دیتا تھا عورتیں ان کی کو تحقیق وہ تھا مفسدوں سے اور ارادہ کرتے تھے ہم
اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ
یہ کہ احسان کریں ہم اوپر ان لوگوں کے کہ ناتواں کئے گئے تھے بیچ زمین کے اور
نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵ وَ نُمَكِّنَ لَهُمْ فِي
کریں ان کو پیشوا دین میں اور کریں ان کو وارث ملک کے اور قدرت دیں ان کو بیچ
الْاَرْضِ وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ
زمین کے اور دکھلاویں فرعون کو اور ہامان کو اور لشکروں ان کے کو ان کے ہاتھ سے
مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝۶ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ
جو کچھ تھے وہ ڈرتے اور وحی کی ہم نے طرف ماںؑ موسیٰؑ کی یہ کہ دودھ پلائے جا اس کو
فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَ لَا تَخَافِيْ وَ لَا تَحْزَنِيْ ۚ
پس جب ڈرے تو اوپر اس کے پس ڈال دے اس کو بیچ دریا کے اور مت ڈر اور مت غم کھا
اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷
تحقیق ہم پھیر لانے والے ہیں اس کو طرف تیری اور کرنے والے ہیں اس کو پیغمبروں سے
فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا ؕ
پس اٹھا لیا اس کو لوگوں فرعون کے نے تو کہ ہو واسطے ان کے دشمن اور کڑھانے والا
اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ۝۸ وَ قَالَتِ امْرَاَتُ
تحقیق فرعون اور ہامان اور لشکر ان دونوں کے تھے خطا کرنے والے اور کہا عورت
فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَ لَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ
فرعون کی نے ٹھنڈک آنکھوں کی ہے یہ واسطے میرے اور واسطے تیرے مت مارو اس کو
عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹
شاید کہ نفع دے ہم کو یا کرلیں گے ہم اس کو بیٹا اور وہ نہ سمجھتے تھے

(۲) آیت (۱۲/۲۸) میں انبیاؑ پر کافر عورتوں کا دودھ حرام ہونا ثابت ہے اور یہ کہ انبیاؑ کی مائیں برگزیدہ تھیں (۷/۲۸)

وہ حضرات سوچیں جو علما کے جھوٹے بیانات پڑھ کر آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کافر عورتوں کے دودھ سے پرورش یافتہ سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تو کافر عورتوں کا دودھ حرام تھا۔ مگر معاذ اللہ تمام رسولوں کے سردار کو اس ناپاک خوراک سے پرورش کرا دیا۔ تمام مشرک مرد و عورتیں ناپاک ہیں وہ حرام کھاتے ہیں (توبہ ۲۸ / ۹) انہیں خانہ کعبہ

وَ اَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی فٰرِغًا ؕ اِنۡ کَادَتۡ لَتُبۡدِیۡ

اور ہو گیا دل ماں موسیٰؑ کا خالی صبر سے تحقیق نزدیک تھی کہ البتہ ظاہر کر دیوے

بِہٖ لَوۡ لَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰی قَلۡبِہَا لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۰﴾

اس کو اگر نہ باندھ رکھتے ہم اوپر دل اس کے کے ہمت تو کہ ہو ایمان والوں سے

وَ قَالَتۡ لِاُخۡتِہٖ قُصِّیۡہِ ۫ فَبَصُرَتۡ

اور کہا اس نے واسطے بہن موسیٰؑ کے پیچھے پیچھے چلی جا اس کے پس دیکھتی تھی

بِہٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَ حَرَّمۡنَا عَلَیۡہِ

اس کو دور سے اور وہ نہ جانتے تھے اور حرام کر دیا ہم نے اوپر اس کے

الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ فَقَالَتۡ ہَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰۤی

دودھ دائیوں کا پہلے اس سے پس کہا اس نے کیا دلالت کروں میں تم کو اوپر

اَہۡلِ بَیۡتٍ یَّکۡفُلُوۡنَہٗ لَکُمۡ وَ ہُمۡ لَہٗ

ایک گھر والوں کے کہ پالیں اس کو واسطے تمہارے اور وہ واسطے اس کے

نٰصِحُوۡنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدۡنٰہُ اِلٰۤی اُمِّہٖ کَیۡ

بہت خیر خواہ ہیں پس پھیر لائے ہم اس کو طرف ماں اس کی کے تو کہ

تَقَرَّ عَیۡنُہَا وَ لَا تَحۡزَنَ وَ لِتَعۡلَمَ اَنَّ وَعۡدَ

ٹھنڈی رہیں آنکھیں اس کی اور نہ غم کھاوے اور تو کہ جانے کہ تحقیق وعدہ

اللّٰہِ حَقٌّ وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳﴾ؑ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَ

اللہ کا حق ہے ولیکن اکثر ان کے نہیں جانتے اور جب پہنچا جوانی اپنی کو اور

اسۡتَوٰۤی اٰتَیۡنٰہُ حُکۡمًا وَّ عِلۡمًا ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی

پورا ہوا دیا ہم نے اس کو حکم اور علم اور اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم

الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۴﴾ وَ دَخَلَ الۡمَدِیۡنَۃَ عَلٰی حِیۡنِ غَفۡلَۃٍ

احسان کرنے والوں کو اور اندر آیا بیچ شہر کے اوپر وقت غفلت کے

(۱۰) ادھر موسیٰ کی والدہ قریب تھی کہ صدمہ سے صبر کا دامن چھوڑ بیٹھے اگر ہم نے اس کے قلب سے رابطہ اٹھا لیا ہوتا ہم چاہتے تھے کہ وہ وحی کے خفیہ وعدوں پر ایمان رکھتی رہے ۔ (۱۱) لہٰذا اس نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ تو دُور دُور رہتی ہوئی موسیٰ کے تابوت کے ساتھ ساتھ چلتی رہنا۔ چنانچہ وہ کنکھیوں سے اسے دیکھتی چلی جا رہی تھی اور فرعونیوں کو اس کا شعور تک نہ تھا۔ (۱۲) اور ہم نے پہلے ہی موسیٰ کے لئے کافر عورتوں کا دودھ حرام کر رکھا تھا۔ چنانچہ موسیٰ کی بہن نے فرعون اور اس کی زوجہ کو پریشان دیکھ کر کہا کہ کیا میں دلیل و ثبوت کے ساتھ ایک ایسے اہل بیتؑ کا پتہ نہ بتا دوں جو تمہارے لئے تمہارے اس بچہ کی کفالت بھی کریں اور اسے ناصحانہ تربیت کی ذمہ داری بھی لیں ؟ (۱۳) ان انتظامات کے ساتھ ہم نے موسیٰ کو پھر اس کی والدہ کے پاس واپس کرا دیا۔ تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اسے صدمہ نہ رہے اور تاکہ اسے عملاً معلوم ہو جائے کہ اللہ کی وحی کا وعدہ برحق ہوا کرتا ہے لیکن اس ماحول کی اکثریت اس وعدہ اور انتظام کو نہ جانتی تھی ۔ (۱۴) اور جب موسیٰ جوان و طاقتور ہوگئے اور فرعون کے دربار و حکومت میں مستحکم پوزیشن اختیار کرلی تو ہم نے موسیٰ کو حکومت اور علم حکومت دے دیا وہی طریقہ ہے احسان پیشہ لوگوں کو جزا دینے کا (۱۵) ایک دن موسیٰ ایسے وقت میں شہر میں داخل ہوئے جب کہ تمام باشندگان شہر ابھی تک غافل سو رہے تھے

میں داخلہ تک کی اجازت نہیں ۔ یہ کیسے اور کیوں خدا نے پسند کیا ایک طاہرؑ و مطہر ذات پاک کو حرام خوراک سے تیار ہوا دودھ ناپاک عورتوں سے پلوا کر پالے؟ دراصل یہ ان ملاعین کی خانہ ساز کہانیاں ہیں جو خود ناپاک تھے جو خود حرامخور تھے جن کی ہڈیوں کا گودا حرام و ناپاک غذا سے بنا ہوا تھا۔ انہوں نے رسوؐل کو اپنی صف میں کھڑا کرنے کے لئے یہ تمام دروغ بافیاں کی تھیں ۔ جن کی مائیں وحی خداوندی سے رابطہ رکھتی ہوں ان کے لئے یہ بکواس قبول کرنا نہایت سخت جرم ہے ۔

مِّنۡ اَهۡلِهَا فَوَجَدَ فِيۡهَا رَجُلَيۡنِ يَقۡتَتِلٰنِ ۖ هٰذَا مِنۡ شِيۡعَتِهٖ

لوگوں اس کے سے پس پائے بیچ اس کے دو مرد کہ لڑتے تھے یہ ایک قوم اس کی سے

وَ هٰذَا مِنۡ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسۡتَغَاثَهُ الَّذِىۡ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ عَلَى

اور یہ دوسرا دشمن اس کے سے پس فریاد اس نے کہ قوم اس کی سے تھا اوپر

الَّذِىۡ مِنۡ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوۡسٰى فَقَضٰى

اس شخص کے کہ دشمن اس کے سے تھا پس مکامارا اس کو موسیٰؑ نے پس تمام کی زندگی

عَلَيۡهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ

اوپر اس کے کہا کہ یہ حرکت شیطان کی ہوئی تحقیق وہ دشمن ہے گمراہ کرنے والا

مُّبِيۡنٌ ۞ قَالَ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ فَاغۡفِرۡ لِىۡ

ظاہر کہا اے رب میرے تحقیق میں نے ظلم کیا جان اپنی کو پس بخش مجھ کو

فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ۞ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ

پس بخش دیا اس کو تحقیق وہ بخشنے والا مہربان ہے کہا اے رب میرے اس واسطے کہ

وہاں اسے دو شخص ایک دوسرے کو قتل کر ڈالنے کی کوشش میں مصروف ملے ایک تو موسیٰ کے اپنے ہی شیعوں میں سے تھا اور یہ دوسرا موسیٰ کے دشمن کا آدمی تھا چنانچہ موسیٰ کے شیعہ نے موسیٰ سے اس کے دشمن کے آدمی کے مقابلہ میں مدد مانگی اور موسیٰ نے اسے ایک مکا مارا تو اس کی جان ہی نکل گئی یہ دیکھ کر موسیٰ نے کہا کہ یہ شیطانی عمل تھا۔ واقعی وہ ایک گمراہ کن دشمن ہے۔(۱۶) موسیٰ نے اللہ سے کہا کہ پروردگار میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو میرے لئے تحفظ کا انتظام فرما دے چنانچہ ہم نے فوراً اسے تحفظ عطا کر دیا۔ یقیناً اللہ محفوظ رکھنے والا مہربان ہے۔ (۱۷) موسیٰ نے کہا کہ اے میرے پروردگار میں تیری ان نعمتوں کے نتیجے میں جو تو مجھے عطا کرتا رہا ہے

(۳) آیت (۱۵ / ۲۸) میں لفظ شیعہ کے صحیح اور حقیقی معنی کر لینے سے تحریک تشیع کی قدامت سامنے آجاتی ہے۔

ہم یہ بتاتے رہے ہیں کہ شیعہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی بھی چیز کی اشاعت کر کے اس کو لوگوں میں شہرت دیں۔ چنانچہ سورۂ نور (۱۹ / ۲۴) میں رسولؐ کے بالمقابل ان کی نام نہاد قوم کے لوگ حرامکاری اور جنسی شراکت کی اشاعت کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ یعنی شیعہ برے بھی ہوتے ہیں اور اچھے بھی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے عہد میں ان کی اُمتوں میں ایک شیعہ جماعت برقرار رہتی چلی آئی ہے۔ جس کا فریضہ یہ تھا کہ وہ تخریب کاروں کا پردہ فاش کرے ان کے منصوبوں کا توڑ کرے اور حقیقی اسلام کی اشاعت جاری رکھے اور لوگوں کو دشمنان دین سے مطلع کرتی رہے۔ چنانچہ اس آیت (۱۵ / ۲۸) میں ایسے ہی ایک شیعہ فرد کا تذکرہ ہوا ہے۔ یہ بات نوٹ کر لیں کہ رسولوں کے شیعوں سے لڑنے والے اللہ ورسولؐ کے دشمن ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ کہ نبیؐ اپنے شیعوں کا طرفدار ہوا کرتا ہے۔ اور یہ کہ شیعوں کو انبیاؑ سے فریاد کرنا اور مدد مانگنا جائز ہے۔ اور وہؑ مدد کرتے ہیں۔ اور چونکہ ایک تھپڑ یا مکے سے کسی تندرست و توانا اور لڑاکا آدمی کا مر جانا معمولات کے خلاف ہے۔ اس لئے اس حادثہ کو نبیؐ نے شیطان کی کارروائی فرمایا ہے تاکہ ان پر قتل کا جرم عائد ہو جائے اور بنی اسرائیل کی مدد نہ کی جا سکے۔ ان تمام صورتوں سے محفوظ رہنے اور مقصد تک پہنچنے کے لئے جناب موسیٰؑ نے مغفرت کی التجا کی جو فوراً قبول ہوئی اور آپؑ پر فرد جرم تک نہ لگ سکی اور نہ کسی دشمن کو یہ یقین فراہم ہوا کہ موسیٰؑ کے ہاتھ سے کوئی شخص مرا تھا۔

(۴) آیات (۱۹ تا ۱۷ / ۲۸) میں مجرموں سے مکمل انقطاع اور شیعوں سے مکمل تعلق باقی رکھنے کی مثال ہے۔

ان آیات میں وہ شخص جسے پہلے شیعہ کہا گیا (۱۵ / ۲۸) اور جس کی مدد کرنے میں ایک دشمن خدا و رسولؐ قتل ہوا کوئی اچھا آدمی ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اور خود موسیٰ علیہ السلام اسے کھلا کھلا اغوا شدہ آدمی فرماتے ہیں۔ اس کے باوجود اس کا جان ہتھیلی پر رکھ کر تحریک تشیع کا ممبر ہونا اس بات کے لئے کافی ہے کہ اس کی کمزوریوں اور لغزشوں کو نظروں میں رکھا جائے اور

اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَهِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصۡبَحَ
انعام کیا تو نے اوپر میرے پس ہر گز نہ ہوں گا میں پشتیبان گنہگاروں کا پس فجر کو اٹھا
فِی الۡمَدِیۡنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسۡتَنۡصَرَهٗ بِالۡاَمۡسِ
بیچ شہر کے ڈرتا ہوا خبر لیتا پس ناگہاں وہ شخص کہ جس نے مدد مانگی تھی اس سے کل
یَسۡتَصۡرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوۡسٰۤی اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ
پکارتا ہے اس کو کہا واسطے اس کے موسیٰؑ نے تحقیق تو البتہ گمراہ ہے ظاہر پس جب
اَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّبۡطِشَ بِالَّذِیۡ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اَتُرِیۡدُ
قصد کیا یہ کہ پکڑے اس شخص کو کہ وہ دشمن تھا ان دونوں کا کہا اے موسیٰؑ کیا چاہتا ہے تو
اَنۡ تَقۡتُلَنِیۡ کَمَا قَتَلۡتَ نَفۡسًۢا بِالۡاَمۡسِ ٭ۖ اِنۡ تُرِیۡدُ اِلَّاۤ
یہ کہ مار ڈالے مجھ کو جیسا کہ مار ڈالا تھا تو نے ایک جی کو کل نہیں ارادہ کرتا تو مگر
اَنۡ تَکُوۡنَ جَبَّارًا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا تُرِیۡدُ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡمُصۡلِحِیۡنَ ﴿۱۹﴾
یہ کہ ہو سرکش بیچ زمین کے اور نہیں ارادہ کرتا تو یہ کہ ہو صلح کرنے والوں سے
وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَةِ یَسۡعٰی ۫ قَالَ یٰمُوۡسٰۤی اِنَّ الۡمَلَاَ
اور آیا ایک مرد کنارے شہر کے سے دوڑتا ہوا کہا اے موسیٰؑ تحقیق یہ سردار

ہر گز جرائم پیشہ لوگوں کا پشت پناہ نہ بنوں گا۔ (۱۸) چنانچہ موسیٰ نے شہر میں صبح کی وہ ڈرتے خیر خبر لیتے جا رہے ہیں کہ ناگہاں وہی شخص انہیں پھر مدد کو پکار رہا تھا کہ جس کی کل مدد کی تھی۔ موسیٰ نے جواب میں کہا کہ تو درحقیقت پکا بہکایا ہوا ہے۔ (۱۹) پس جب موسیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ اس شخص کو گرفت میں لے لیں جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس نے کہا کہ اے موسیٰ کیا تم مجھے بھی اسی طرح قتل کر ڈالنا چاہتے ہو جیسا کہ تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا؟ کیا تم نے یہ طے کر لیا ہے کہ تم دنیا میں ایک جابر و ظالم انسان بن کر رہو اور کیا تمہارا بالکل یہ ارادہ نہیں ہے کہ اصلاح کرنے والوں میں شمار ہو جاؤ؟ (۲۰) اس اثناء میں ایک شیعہ مرد کشاں کشاں شہر کے بعید ترین مقام سے موسیٰ کے پاس آیا اور کہا کہ اے موسیٰ مُلّوں کی مجلس شوریٰ

خطرناک مواقع پر مدد اسی کی کی جائے۔ اور رفتہ رفتہ اسے اونچے درجے کے شیعوں میں شامل ہونے کے قابل بنا لیا جائے۔ یعنی کسی کا کھلم کھلا شیعہ ہونا ہی ایک عظیم الشان چیلنج اور جنگ کو قبول کرنا ہے۔ جس کا چاروں طرف سے بائیکاٹ اور محاسبہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور دشمن محاذ کے سامنے ڈٹ کر شیعیت پر قائم رہنا ہی دنیا کی تمام نیکیوں اور قربانیوں سے زیادہ وزن دار ہوتا ہے۔ پھر یہ دیکھئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جرائم پیشہ قوم کی پشت پناہی نہ کرنے کا جو اعلان کیا تھا۔ وہ اس کو پورا کرنے کی خاطر ملک مصر اور فرعون کو چھوڑ کر چل دیئے ورنہ اگر وہ شہزادے کی حیثیت سے موجود رہتے تب بھی ان کے خلاف کوئی مقدمہ کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ مُلّوں کی مجلس شوریٰ ان کے خلاف گواہ موجود نہ ہونے کی بنا پر ناکام ہو جاتی۔ بہر حال حضرت موسیٰ کے اس اعلان اور قطع تعلق پر علامہ کا ایک بیان پڑھنا ضروری ہے۔ جس سے یہ تصدیق ہوتی ہے کہ:۔

(۵) آیت (۱۷/۲۸) کی رو سے یزید اور اس کی جانشین و سرپرست حکومتوں کی ملازمت تک حرام ہے۔ علامہ۔

ظالم و جابر خلفاء کی ملازمت اور ان سے تعاون کرنا فعل حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ سنئے: "علماءِ اسلام نے بالعموم حضرت موسیٰ کے اس عہد (۱۷ / ۲۸) سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک مومن کو ظالم کی اعانت سے کامل اجتناب کرنا چاہئے۔ خواہ وہ ظالم فرد ہو، یا گروہ، یا حکومت و سلطنت۔ مشہور تابعی حضرت عطا بن ابی رباح سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ میرا بھائی بنی امیہ کی حکومت میں کوفے کے گورنر کا کاتب (سیکرٹری) ہے۔ معاملات کے فیصلے کرنا اس کا کام نہیں ہے۔ البتہ جو فیصلے کئے جاتے ہیں وہ اس کے قلم سے جاری ہوتے ہیں۔ یہ نوکری وہ نہ کرے تو مفلس ہو جائے۔ حضرت عطا نے جواب میں یہی آیت (۱۷ / ۲۸) پڑھی اور فرمایا کہ تیرے بھائی کو چاہئے کہ اپنا قلم پھینک دے۔ رزق دینے والا اللہ ہے۔ ایک اور کاتب نے عامر شعبی سے پوچھا۔" اے ابو عمرو

يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ

مصلحت کرتے ہیں بیچ تیرے تو کہ مار ڈالیں تجھ کو پس نکل جا تحقیق واسطے تیرے

مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۬ قَالَ رَبِّ

خیر خواہوں سے ہوں پس نکلا اس شہر سے ڈرتا ہوا خبر لیتا ہوا کہا اے رب میرے

نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ

نجات دے مجھ کو قوم ظالموں کی سے اور جب متوجہ ہوا طرف مدین کے کہا

عَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَ لَمَّا وَرَدَ مَآءَ

نزدیک ہے پروردگار میرا یہ کہ دکھلا دے مجھ کو راہ سیدھی اور جب آیا اوپر پانی

مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۬ وَ

مدین کے پائی اوپر اس کے ایک جماعت لوگوں کی کہ پلاتے تھے پانی اور

تمہارے قتل کے فیصلے پر گفت و شنید میں مصروف ہے چنانچہ تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ اور یقین کرو کہ میں تمہارے بہی خواہوں میں سے ایک ہوں۔ (۲۱) چنانچہ موسیٰ وہاں سے بڑے چوکنا رہتے اور گرفتاری سے ڈرتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے اور دعا کرتے جارہے تھے کہ اے میرے پروردگار مجھے اس ظلم پیشہ قوم اور اس کے مُلّوں سے بچانا ۔ (۲۲) اور جب موسیٰ مدین کے ملک کی طرف متوجہ ہوئے تو کہتے جاتے تھے کہ میرا پروردگار مجھے موزوں ترین راستے پر ہدایت کرے گا ۔ (۲۳) اور جب وہ مدین کے پانی پینے کے گھاٹ پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ لوگوں میں سے ایک اُمت

میں بس احکام لکھ کر جاری کرنے کا ذمہ دار ہوں فیصلے کرنے کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ کیا یہ رزق میرے لئے جائز ہے ؟ " انہوں نے کہا " ہو سکتا ہے کہ کسی بے گناہ کے قتل کا فیصلہ کیا جائے اور وہ تمہارے قلم سے جاری ہو ۔ ہو سکتا ہے کہ کسی کا مال ناحق ضبط کیا جائے یا کسی کا گھر گرانے کا حکم دیا جائے اور وہ تمہارے قلم سے جاری ہو " پھر امام موصوف نے یہ آیت (۱۷ / ۲۸) پڑھی جسے سنتے ہی کاتب نے کہا " آج کے بعد میرا قلم بنی امیہ کے احکام جاری کرنے میں استعمال نہ ہو گا " امام نے کہا " پھر اللہ بھی تمہیں رزق سے محروم نہ فرمائے گا " ضحاک کو تو عبدالرحمٰن بن مسلم نے صرف اس خدمت پر بھیجنا چاہا تھا کہ وہ بخارا کے لوگوں کی تنخواہیں جاکر بانٹ آئے ۔ مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا تھا ۔ ان کے دوستوں نے کہا آخر اس میں کیا حرج ہے ؟ انہوں نے کہا کہ میں ظالموں کے کسی کام میں بھی مدد گار نہیں بننا چاہتا (روح المعانی ج۲۰ ص۴۹) امام ابو حنیفہ کا یہ واقعہ ان کے تمام مستند سوانح نگاروں ، الموفق المکی ، ابن البزّاز الکرْدری ، مُلّا علی قاری وغیرہم نے لکھا ہے کہ انہی کی تلقین پر منصور کے کمانڈر انچیف حسن بن قحطبہ نے یہ کہہ کر اپنے عہدے سے استعفا دے دیا تھا کہ آج تک میں نے آپ کی سلطنت کی حمایت کے لئے جو کچھ کیا یہ اگر خدا کی راہ میں تھا تو میرے لئے بس اتنا ہی کافی ہے ۔ لیکن اگر یہ ظلم کی راہ میں تھا تو میں اپنے نامہ اعمال میں مزید جرائم کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ " (تفہیم القرآن جلد۳۔ ۶۲۳۔۶۲۴)

(۵ ۔ الف) ایک باطل شکن اصول جس پر عمل کیا جاتا تو اوّل سے آخر تک باطل حکومت قائم ہی نہ ہوتی۔

اگر ان علما اور دانشوروں کے نام بتانا شروع کریں جنہوں نے ظالم و جابر حکمرانوں کی ملازمتیں کیں تو ایک بہت ضخیم اور مستقل کتاب کی ضرورت پڑے گی اور اس طرح علامہ کے مذہب و مسلک کے تمام ستون گر جائیں گے ۔ اور تمام متعلقہ علماء ، دانشور ، مفتی اور قاضی حمایتِ باطل کے مجرم نکلیں گے ۔ مثال میں حنفیوں کے حقیقی امام ابو یوسف کو لے لیجئے جو ہارون الرشید کے عہدِ حکومت میں اس کے چیف جسٹس تھے ۔ تاریخ میں صرف یہ دیکھ لیں کہ اس امام کا تقرر کیسے ہوا تھا ؟ ہر شریف آدمی واقعہ کو پڑھ کر شرم سے سر جھکا لے گا۔ بحر حال بات اصول کی ہے اگر تمام مسلمانوں نے اس پر عمل کیا ہوتا یا آج وہ باطل کی ملازمت اور ظالم و راشی سے تعاون بند کر دیں تو نہ وہ خلفا حکمرانی کر سکتے تھے نہ آج کوئی حکمران رہ سکتا ہے ۔ اس لئے کہ وہ تنہا کچھ بھی تو نہیں کر سکتا ۔ اس کی گرفت مضبوط کرنے اور برقرار رکھنے کے لئے افواج اور دیگر محکموں کے افراد ہوتے ہیں ۔ وہ تعاون نہ کریں تو حکومت تو الگ وہ زندہ تک نہیں رہ سکتا۔ کھانا اسے کون دے گا ؟ سامان زیست کس سے حاصل کرے گا ؟ خزانہ اور دولت کہاں رکھے گا ؟ یہ دنیا اس کے لئے جہنم ہو جائے گی ۔

اپنے جانوروں کو پانی پلا رہی ہے اور ان کے علاوہ ایک طرف دو عورتیں اپنی بکریوں کو پانی سے دور رکھنا چاہتی ہیں ۔ موسیٰؑ نے ان عورتوں سے پوچھا کہ تمہیں کیا پریشانی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانور نہ نکال لے جائیں اور ہمارے والد ایک بہت ہی بوڑھے آدمی ہیں ۔ (۲۴) چنانچہ موسیٰؑ نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا اس کے بعد وہ سائے میں اپنی ولایت سے وابستہ ہوئے اور کہا کہ اے میرے پروردگار تو نے جو کچھ خیر و خوبی میں سے مجھ پر نازل کیا ہے میں اس کا محتاج ہوں ۔ (۲۵) تب ان دونوں عورتوں میں سے ایک عورت شرم و حیا کی تصویر بنی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہنے لگی " میرے والد آپؑ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ کو ہمارے لئے ہمارے جانوروں کو پانی پلانے کا اجر دیں"۔ جب موسیٰؑ ان کے والد کے پاس پہنچا اور اپنا سارا قصہ کہہ سنایا تو اس نے اطمینان دلانے کے لئے کہا کہ ڈرنے کی بات نہیں ہے تم اس ظالم قوم سے نجات پاچکے ہو ۔ (۲۶) ان دونوں لڑکیوں میں سے

وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ

پائیں ورے ان سے دو عورتیں کہ ہٹاتی تھیں بکریوں اپنی کو کہا کیا ہے حال تمہارا

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَ اَبُوْنَا

کہا ان دونوں نے کہ نہیں پلاتیاں ہم پانی یہاں تک کہ پھیر لے جاویں چرواہے اور باپ ہمارا

شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ

بوڑھا ہے بڑا پس پانی پلایا واسطے ان کے پھر پھر گیا طرف سائے کی پس کہا

رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ

اے رب میرے تحقیق میں واسطے اس چیز کے کہ اتاری تو نے طرف میری

مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ

بھلائی سے محتاج ہوں پس آئی اس کے پاس ایک ان دونوں میں سے چلتی تھی شرماتی

قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ

کہا تحقیق باپ میرا بلاتا ہے تجھ کو تاکہ دیوے تجھ کو مزدوری اس کی کہ

مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَيْهِ

پانی پلایا تو نے واسطے ہمارے پس جب آیا موسیٰؑ پاس اس کے اور بیان کیا اوپر اس کے

الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ

قصہ کہا مت ڈر نجات پائی تو نے قوم ظالموں کی سے کہا ایک نے

(٦) آیات (۲۸ تا ۲۲ / ۲۸) میں حضرت موسیٰؑ کی ہجرت اور حضرت شعیبؑ کے یہاں قیام اور شادی ۔

ان آیات میں جناب موسیٰؑ علیہ السلام کا مصر چھوڑنا اور جناب شعیبؑ علیہ السلام تک پہنچنے اور وہاں قیام اور ان کی بیٹی سے شادی کرنے کی تفصیل مذکور ہوئی ہے ۔ ہم بتا چکے ہیں کہ جن علاقوں میں حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے مدین کی اولاد آباد تھی ان علاقوں کو مدین کہا جاتا تھا۔ اور وہاں سب سے بڑے شہر کا نام بھی مدین ہی تھا۔ حضرت موسیٰؑ جانتے تھے کہ اس علاقہ میں ان کے اپنے خاندان کی شاخ آباد ہے اور وہاں فرعون کی گرفت کا امکان نہیں ہے ۔ چنانچہ آپؑ اللہ کی راہنمائی (۲۲ / ۲۸) کے ساتھ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں اہل مدین کے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلایا کرتے تھے ۔یہاں ایک بہت گہرا کنواں تھا جس میں سے پانی کا ڈول کھینچنا دو چار مردوں سے زیادہ قوت چاہتا تھا۔ لہٰذا حضرت شعیبؑ کی بیٹیوں کے لئے تنہا پانی نکال کر پلانا ممکن نہ تھا۔ جب چرواہے چلے جاتے تھے تو وہ دونوں ان سے بچا ہوا پانی اپنے جانوروں کو پلایا کرتی تھیں۔ حضرت موسیٰؑ نے باری والے شخص سے کہا کہ میں تمہارے لئے تنہا پانی نکالے دیتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ میں ایک ڈول ان لڑکیوں کے جانوروں کو پلاؤں گا اور ایک تمہارے جانوروں کو دوں گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے ذرا دیر میں مویشیوں کو سیراب کر دیا۔ قوت و ہمت کے اسی مظاہرے سے متاثر ہو کر حضرت شعیبؑ کی بیٹی نے حضرت موسیٰؑ کی سفارش کرتے ہوئے انہیں اَلْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ کہا تھا۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال تک وہاں مقیم رہے اور جب اپنی اہلیہ سمیت رخصت ہوئے تو جناب شعیب علیہ السلام نے کافی سامان دے کر رخصت کیا تھا۔

ایک نے کہا کہ اے بابا جان تم اس کو اجرت پر ملازم رکھ لو تم جن لوگوں کو اجرت پر ملازم رکھو ان میں بہترین شخص وہی ہو سکتا ہے جو نہایت قوی اور امانت دار بھی ہو۔ (۲۷) اس نے کہا کہ حقیقتاً اے موسیٰؑ میرا ارادہ یہ ہے کہ اگر تم میرے کاروبار تجارت کو آٹھ سال تک سنبھالے رہو تو میں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کی شادی تمہارے ساتھ کردوں گا۔اور تم اس میں بھی مختار ہو کہ آٹھ کی جگہ تم دس سال پورے کر دو اور میرا ہرگز ایسا ارادہ نہیں ہے کہ میں تمہیں محنت و مشقت میں مبتلا رکھوں۔ اور جلد ہی انشاء اللہ تمہیں یہ تجربہ ہو گا کہ میں صالحین میں سے ہوں۔ (۲۸) موسیٰؑ نے جواب میں کہا کہ آپؑ کا طے کردہ معاہدہ میرے اور آپؑ کے درمیان مجھے منظور ہے چنانچہ اگر میں دونوں مدتوں میں سے ایک مدت کو پورا کردوں تو مجھ پر زیادتی کا الزام نہ ہو گا اور ہماری ان باتوں پر اللہ ہمارا وکیل ہے۔ (۲۹) چنانچہ جب موسیٰؑ نے (دس سال) مدت پوری کر دی تو اپنے اہل و عیال کو لے کر روانہ ہو گئے سفر کے دوران موسیٰؑ کو طور کی طرف ایک جاذبِ نظر آگ دکھائی دی۔ تو اپنے اہل وعیال سے کہا کہ تم لوگ ذرا یہاں ٹھہرو مجھے اس آگ سے دل چسپی ہے میں وہاں جارہا ہوں شاید میں وہاں سے کوئی مفید خبر لا سکوں ورنہ آگ تو لے ہی آؤں گا

اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۖ اِنَّ خَيْرَ مَنِ

ان دونوں میں سے اے باپ ہمارے نوکر رکھ لے اس کو تحقیق بہتر جس کو

اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ

نوکر رکھے تو زور آور ہے غالب امانت والا کہا کہ تحقیق چاہتا ہوں میں یہ کہ

اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ

نکاح کردوں تجھ سے ایک کو دو بیٹیوں اپنی سے جو یہ ہیں اس پر کہ نوکری کرے تو

ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ

آٹھ برس پس اگر پورا کردے تو دس برس پس وہ نزدیک تیرے سے ہے اور

مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ

نہیں ارادہ کرتا میں یہ کہ محنت ڈالوں اوپر تیرے البتہ پاوے گا تو مجھ کو اگر چاہا ہے

اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا

اللہ نے صالحوں سے کہا کہ یہ ہے قرار درمیان میرے اور درمیان تیرے جونسی

الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى

دو مدتوں میں سے پورا کروں میں پس نہیں زیادتی اوپر میرے اور اللہ اوپر

مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ع فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ

اس چیز کے کہ کہتے ہیں ہم کارساز ہے پس جب تمام کی موسیٰؑ نے مدت اور لے چلا

بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا

بی بی اپنی کو دیکھی جانب طور کے سے آگ کہا بی بی اپنی کو تھم جاؤ تم

اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ

تحقیق میں نے دیکھی ہے آگ شاید کہ لے آؤں میں اُس پاس سے خبر یا چنگاری

(۶۔ الف) علامہ مودودی صاحب اور بہت سے دیگر قومی علما نے یہاں شعیبؑ نبی کے علاوہ کسی اور کو مانا ہے۔

ہماری احادیث میں یہ مانا گیا ہے کہ جناب موسیٰؑ حضرت شعیبؑ کے داماد تھے۔ لیکن علامہ مودودی اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور ان انکار میں تالمود و توریت سے غلط مدد لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی لکھا ہے کہ:

"بلا شبہ بعض احادیث میں ان کے نام کی تصریح ملتی ہے" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۶۲۷)

مگر علامہ کے نزدیک ان احادیث کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ علامہ طبری اور ابن کثیر سے ان احادیث کی سند صحیح معلوم نہیں ہوتی یعنی احادیث روایت کرنے والوں میں کوئی چھپا نہیں ہے۔

مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ

آگ کی تو کہ تم سینکو پس جب آیا اس کے پاس پکارا گیا کنارے

الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰى

میدان برکت والے کے سے بیچ زمین مبارک کے طرف درخت کی یہ کہ اے موسیٰؑ

اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا

تحقیق میں ہوں اللہ پروردگار عالموں کا اور یہ کہ ڈال دے عصا اپنا پس جب

رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ

دیکھا اس کو ہلتا ہے گویا کہ وہ سانپ ہے پھر چلا پیٹھ پھیر کر اور نہ

يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

پیچھے پھر کر دیکھا اے موسیٰؑ آگے آ اور مت ڈر تحقیق تو امن والوں سے ہے

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۡ وَّ اضْمُمْ

پیٹھا ہاتھ اپنا بیچ گریبان اپنے کے نکل آوے گا سفید بغیر برائی کے اور ملا لے

اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى

طرف اپنی بازو اپنے کو ڈر سے پس یہ دو دلیلیں ہیں پروردگار تیرے سے طرف

فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ىِٕهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ

فرعون کی اور سرداروں اس کے کی تحقیق وہ ہیں قوم فاسق کہا اے رب میرے

اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾

تحقیق مار ڈالا میں نے ان میں سے ایک شخص پس ڈرتا ہوں میں یہ کہ مار ڈالیں مجھ کو

تاکہ تم گرم ہوسکو ۔ (۳۰) پس جب موسیٰؑ آگ کے پاس پہنچے تو وادی کے دہنے کنارے پر مبارک خطے میں ایک درخت سے ان کو پکارا گیا کہ اے موسیٰؑ میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پالنے والا ۔ (۳۱)اور یہ حکم دیا گیا کہ تم اپنے عصا کو پھینک کر دیکھو ۔ جوں ہی موسیٰؑ نے دیکھا کہ وہ عصا تو سانپ کی طرح پیچ و تاب کھا رہاہے تو پیٹھ پھیر کر اپنی ولایت سے وابستہ ہوگئے اور مڑ کر اُدھر نہ دیکھا ۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ آگے بڑھو بالکل نہ ڈرو تم تو امن میں رکھے ہوئے لوگوں میں سے ہو ۔(۳۲) اپنا ہاتھ جیب میں ڈالو جو بلا کسی تکلیف کے چمکتا ہوا نکلے گا اور پوری توجہ یکسو کرنے کے لئے اپنے بازو کو اپنے جسم سے ملا لیا کرو ۔ چنانچہ فرعون اور اس کے مُلّاؤں کے روبرو پیش کرنے کے لئے تمہارے پروردگار کی جانب سے یہ دو معجزے ہیں یقیناً وہ خالص احکامِ خداوندی میں مجتہدانہ قیاسات کو شریک کرنے والی قوم ہے (مائدہ۔۴۵/۵) (۳۳) موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پالنے والے یقیناً میں نے ان کے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا چنانچہ مجھے یہ خوف ہے کہ وہ بدلے میں مجھے قتل نہ کر ڈالیں ۔

(۷) فرعون سچ مچ خود کو معبود نہ سمجھتا تھا بلکہ وہ اپنی اطاعت مطلقہ چاہتا تھا۔ علامہ کی تصدیق دیکھیں ۔

ہم نے بڑی تفصیل سے فرعون کے عقائد و انجام لکھا ہے ۔ اور جگہ جگہ بتایا ہے کہ فرعون اور دوسرے مشرک حکمران وہی عقیدہ رکھتے تھے جو رسولؐ اللہ کے زمانہ کے اور حضورؐ کے بعد والے مشرکوں کا عقیدہ تھا۔ یعنی حاکم مطلق اللہ ہے ۔ ۲۔اللہ نے یہ اختیار دیا ہے کہ انسان اللہ کو حاکمِ مطلق مان کر اپنی حکومت خود قائم کریں اور تمام دانشوران قوم اللہ کے احکام کو اپنی سوجھ بوجھ سے نافذ کریں ۔لہٰذا تمام انسانوں پر واجب ہے کہ جماعت شوریٰ کے مجتہدانہ احکام کو اللہ کے احکام سمجھ کر ان کی مِن و عَن تعمیل کریں۔ یعنی ہر مرکزی حکم اللہ کا حکم ہے جس سے سرتابی دنیا و آخرت میں عذاب واجب کرتی ہے ۔یہی فرعون کا عقیدہ و عمل تھا وہ اللہ کا نمائندہ کہلاتا تھا اور اس کے احکام مُلّا لوگوں کی تائید کے ساتھ نافذ ہوتے تھے ۔ چنانچہ وہ خود کو ایسا مرکزِ ملت سمجھتا تھا جس کا ہر حکم واجب التعمیل تھا۔ کسی شخص کو چون و چرا، یا اختلاف کرنے کی اجازت نہ تھی۔یہ دوسری بات ہے کہ جاہلوں میں چالاک لوگوں نے اسے معبود مشہور کر رکھا تھا ۔ آئیے جناب علامہ کا بیان غور سے سنئے اور نتیجہ نکالئے ۔ارشاد ہے کہ :

(۳۴) اور میرا بھائی ہارون مجھ سے کہیں زیادہ زبان آور ہے چنانچہ تو اسے میرے ساتھ بھیج دے تاکہ وہ میری تائید کرتا رہے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے ۔ (۳۵) فرمایا کہ عنقریب ہم تیرے بھائی کو بھیج کر تیرا بازو مضبوط کردیں گے ۔اور تمہارے لئے ایک سلطان مقرر کر دیں گے۔ تاکہ وہ تم دونوں پر دست درازی نہ کر سکیں۔ ہماری آیات اور ہمارے معجزوں کے زور سے غلبہ تم دونوں کو اور تمہاری پیروی کرنے والوں کو حاصل ہو گا ۔ (۳۶) چنانچہ جب موسیٰؑ اور ہارونؑ فرعون اور اس کے درباری مُلّوں کے پاس پہنچے تو معجزات کو دیکھ کر انہوں نے کہا کہ یہ تو پہلے سے مرتب کیا ہوا جادو ہے اس قسم کا مظاہرہ تو ہمارے پہلے آباؤ اجداد کے روبرو بھی نہیں ہوا تھا ۔ (۳۷) موسیٰؑ نے جواباً کہا کہ میرا رب اس شخص کے متعلق خوب واقف ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہو اور وہی بہتر جانتا ہے کہ انجام کار کون کامیاب ہو گا حقیقت یہی ہے کہ ظالم ہرگز فلاح نہیں پا سکتے ۔ (۳۸) فرعون نے کہا کہ اے مولوی حضرات میں تو اپنے سوا تمہارا کوئی اور معبود نہیں جانتا ہوں بہرحال اے ہامان اینٹیں پکوا کر

وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ

اور بھائی میرا جو ہارون ہے وہ بہت فصیح ہے مجھ سے زبان میں پس بھیج اس کو

مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیٓ ۡ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾

ساتھ میرے مدد دینے والا کہ مانے مجھ کو تحقیق میں ڈرتا ہوں یہ کہ جھٹلاویں مجھ کو

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا

کہا البتہ محکم کریں گے ہم بازو تیرا ساتھ بھائی تیرے کے اور کریں گے واسطے تمہارے

سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚ بِاٰیٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَ

معانقة ۱۱

غلبہ پس نہیں پہنچ سکیں گے لوگ طرف تمہاری ساتھ نشانیوں ہماری کے تم اور

مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰی

جو کوئی پیروی کرے تم دونوں کی غالب ہو پس جب آیا ان کے پاس موسیٰؑ

بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًی وَّ مَا

ساتھ نشانیوں ہماری ظاہر کے کہا انہوں نے نہیں ہے یہ مگر جادو باندھ لیا ہوا اور نہیں

سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَ قَالَ مُوْسٰی رَبِّیْٓ اَعْلَمُ

سنا ہم نے یہ بیچ باپوں اپنے پہلوں کے اور کہا موسیٰؑ نے پروردگار میرا خوب جانتا ہے

بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی مِنْ عِنْدِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ

اس شخص کو کہ لایا ہے ہدایت نزدیک اس کے سے اور اس شخص کو کہ ہو گی

لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰٓاَیُّهَا

واسطے اس کے پچھاڑی اس گھر کی تحقیق نہیں فلاح پاتے ظالم اور کہا فرعون نے اے

الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ

سردارو نہیں جانتا میں واسطے تمہارے کوئی معبود سوائے اپنے پس آگ جلا واسطے میرے

(۷۔ الف) آیت (۳۸ / ۲۸) میں فرعون نے خود کو صرف جمہور کا مرکز ملت واجب الاطاعت خلیفہ کہا ہے ۔

" اس قول (اِلٰهٍ غَیْرِیْ) سے فرعون کا مطلب ظاہر ہے کہ یہ نہیں تھا اور نہیں ہو سکتا تھا کہ میں ہی تمہارا اور زمین و آسمان کا خالق ہوں" کیونکہ ایسی بات صرف ایک پاگل ہی کے منہ سے نکل سکتی تھی ۔ اور اس طرح اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے ۔ کیونکہ اہل مصر کے مذہب میں بہت سے معبودوں کی پرستش ہوتی تھی ۔ اور خود فرعون کو جس بنا پر معبودیت کا مرتبہ دیا گیا تھا وہ بھی صرف یہ تھی کہ اسے سورج دیوتا کا اوتار مانا جاتا تھا ۔ سب سے بڑی شہادت قرآن مجید کی موجود ہے کہ فرعون خود بہت سے معبودوں کا پرستار تھا ۔

وَقَالَ ٱلْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُۥ لِيُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَءَالِهَتَكَ ﴿۱۲۷﴾ الاعراف

يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ

اے ہامان اوپر مٹی کے پس تیار کر واسطے میرے ایک محل تا کہ میں چڑھ جاؤں جھانکوں

اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

طرف معبود موسیٰؑ کی اور تحقیق میں البتہ گمان کرتا ہوں اس کو جھوٹوں سے اور

وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْٓا

تکبر کیا اس نے اور لشکروں اس کے نے بیچ زمین کے ناحق اور گمان کیا انہوں نے

اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ

یہ کہ وہ طرف ہماری نہیں پھیرے جاویں گے پس پکڑا ہم نے اس کو اور لشکروں اس کے کو

میرے لئے ایک اونچا سا گنبد تعمیر کراؤ شاید کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے معبود سے مطّلع ہو سکوں مجھے تو یہی یقین ہے کہ موسیٰ جھوٹے لوگوں میں سے ایک ہے۔ (۳۹) اور فرعون نے اور اس کی افواج نے بلا کسی حقیقت کے کبریائی حاصل کر رکھی تھی۔ اور سمجھے یہ تھے کہ انہیں ہماری طرف پلٹ کر آنا ہی نہیں ہے (۴۰) چنانچہ ہم نے فرعون کو اور اس کی افواج کو گرفت میں لے لیا

" اور فرعون کی قوم کے سرداروں (مُلّاؤں) نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوٹ دے دے گا کہ ملک میں (دنیا میں) فساد برپا کریں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں" (اعراف ۱۲۷ / ۷) اس لئے لامحالہ یہاں فرعون نے لفظ " خدا " اپنے لئے بمعنی خالق و معبود نہیں بلکہ بمعنی مطاع و حاکم مطلق استعمال کیا تھا۔ اس کا مدعا یہ تھا کہ اس سر زمین مصر کا مالک میں ہوں۔ یہاں میرا حکم چلے گا۔ میرا ہی قانون یہاں قانون مانا جائے گا۔ میری ذات ہی یہاں امر و نہی کا سر چشمہ تسلیم کی جائے گی۔ کوئی دوسرا یہاں حکم چلانے کا مجاز نہیں ہے، یہ موسیٰ کون ہے جو (میرے مقابلہ پر۔احسنؔ) رب العالمین کا نمائندہ بن کر (حکم چلانے۔احسنؔ) آکھڑا ہوا ہے؟ اور مجھے اس طرح احکام سنا رہا ہے؟ کہ گویا اصل فرمانروا یہ ہی ہے اور میں اس کا تابع فرمان ہوں۔ اسی بنا پر اس نے اپنے دربار کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ يَٰقَوۡمِ أَلَيۡسَ لِي مُلۡكُ مِصۡرَ وَهَٰذِهِ ٱلۡأَنۡهَٰرُ تَجۡرِي مِن تَحۡتِيٓ (الزخرف ۵۱ / ۴۳)۔ اے میری قوم کیا ملک مصر کی بادشادی میری ہی نہیں ہے اور یہ نہریں میرے تحت جاری نہیں ہیں؟ (الزخرف ۵۱ / ۴۳) اور اسی بنا پر وہ موسیٰ سے بار بار کہتا تھا۔ أَجِئۡتَنَا لِتَلۡفِتَنَا عَمَّا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَا وَتَكُونَ لَكُمَا ٱلۡكِبۡرِيَآءُ فِي ٱلۡأَرۡضِ (یونس ۷۸ / ۱۰)۔ کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اس طریقے سے ہٹا دے جو ہمارے باپ دادا کے زمانے سے چلا آ رہا ہے اور اس ملک (دنیا) میں بڑائی تم دونوں بھائیوں کی ہو جائے۔؟ (یونس ۷۸ / ۱۰) أَجِئۡتَنَا لِتُخۡرِجَنَا مِنۡ أَرۡضِنَا بِسِحۡرِكَ يَٰمُوسَىٰ (طٰہٰ ۵۷ / ۲۰) اے موسیٰ کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے زور سے ہماری زمین سے بے دخل کر دے (طٰہٰ ۵۷ / ۲۰) إِنِّيٓ أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمۡ أَوۡ أَن يُظۡهِرَ فِي ٱلۡأَرۡضِ ٱلۡفَسَادَ (المومن ۲۶ / ۴۰) میں ڈرتا ہوں کہ یہ شخص تم لوگوں کا دین بدل ڈالے گا یا ملک (دنیا) میں فساد برپا کرے گا۔ (المومن ۲۶ / ۴۰) اس لحاظ سے اگر غور کیا جائے تو فرعون کی (بلکہ تمام مشرکین کی۔احسنؔ) پوزیشن ان ریاستوں کی پوزیشن سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے جو خدا کے پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت سے آزاد و خود مختار (یہ تہمت خلاف واقعہ ہے) ہو کر اپنی سیاسی و قانونی حاکمیت کے مدعی ہیں وہ خواہ سر چشمہ قانون اور صاحب امر و نہی کسی بادشاہ کو مانیں یا قوم کی مرضی کو، بہر حال جب تک وہ یہ موقف اختیار کئے ہوئے ہیں کہ ملک میں خدا اور اس کے رسولؐ کا نہیں بلکہ ہمارا حکم چلے گا اس وقت تک ان کے اور فرعون کے موقف میں کوئی اصولی فرق نہیں ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ بے شعور لوگ فرعون پر لعنت بھیجتے رہیں اور ان کو سند جواز عطا کرتے رہیں۔ حقائق کی سمجھ بوجھ رکھنے والا آدمی تو معنی اور روح کو دیکھے گا نہ الفاظ و اصطلاحات کو۔ آخر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ فرعون نے اپنے لئے "اِله" کا لفظ استعمال کیا تھا اور یہ اسی معنی میں "حاکمیت" کی اصطلاح استعمال کرتی ہیں۔ مزید تشریح کے لئے دیکھئے تفہیم القرآن جلد سوم سورۂ طٰہٰ حاشیہ نمبر ۲۱) " (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۶۳۶ تا صفحہ ۶۳۸) لگے ہاتھ علامہ کے اس حوالے کا لب لباب بھی سن لیں وہاں لکھا تھا کہ:۔

فَنَبَذۡنٰهُمۡ فِى الۡيَمِّ‌ ۚ فَانْظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيۡنَ ۝۴۰ وَ
پس ڈال دیا ہم نے ان کو بیچ دریا کے پس دیکھ کیونکر ہوا آخر کام ظالموں کا اور
جَعَلۡنٰهُمۡ اَٮِٕمَّةً يَّدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ‌ ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ لَا
کیا ہم نے ان کو پیشوا کہ بلاتے ہیں طرف آگ کی اور دن قیامت کے نہ
يُنۡصَرُوۡنَ ۝۴۱ وَاَتۡبَعۡنٰهُمۡ فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا لَعۡنَةً‌ ۚ وَيَوۡمَ
مدد دئے جاویں گے اور پیچھے لائے ہم ان کے بیچ اس دنیا کے لعنت اور دن
الۡقِيٰمَةِ هُمۡ مِّنَ الۡمَقۡبُوۡحِيۡنَ ۝۴۲ وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ
قیامت کے وہ برائی کئے گیوں سے ہیں اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰؑ کو کتاب

اور انہیں دریا میں جھونک دیا۔ ذرا دیکھو کہ ان کا اور تمام ظالموں کا انجام کیا ہوا (۴۱) ہم نے انہیں جہنم کی طرف بلانے والے امام بنا دیا ہے اور قیامت کے دن وہ کہیں سے مدد نہ پائیں گے (۴۲) اور ہم نے ان کے پیچھے دنیا میں بھی لعنت لگا دی اور وہ قیامت کے دن بھی ناپسندیدہ لوگوں میں سے ہوں گے۔ (۴۳) اور ہم نے اوّلین نسلوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰؑ کو کتاب عطا کی جو لوگوں کے لئے ہدایت و رحمت تھی۔

(۷۔ب) فرعون خدا کی ہستی کا قائل تھا اس کے بیانات سے اسے خدائی کا دعویدار سمجھنا غلط ہے۔

"بعض لوگوں کو اس لن ترانیوں سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا منکر تھا اور خود خدا ہونے کا دعوٰی رکھتا تھا۔ مگر یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ وہ عالم بالا پر کسی اور کی حکمرانی مانتا تھا۔ سورۃ المومن آیات ۲۸ تا ۳۴ اور سورۃ زخرف آیت ۵۳ کو غور سے دیکھیں یہ آیتیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی ہستی سے اس کو انکار نہ تھا۔ البتہ جس چیز کو وہ ماننے کو تیار نہ تھا وہ یہ تھی کہ اس کی سیاسی خدائی میں اللہ کا کوئی دخل ہو (یہ خالص تہمت ہے۔احسنؔ) اور اللہ کا کوئی رسوؐل آ کر اس پر حکم چلائے" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۹۶ تا ۹۷)

(۷۔ج) جن آیات کا علامہ نے حوالہ دیا ہے وہاں فرعون نہ صرف اللہ و ملائکہ کو مانتا ہے بلکہ خود ایک راہنما ہے۔

علامہ کے ان بیانات پر تبصرہ و تنقید سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ فرعون قرآن کی رو سے اللہ و ملائکہ کو ماننے کے ساتھ ساتھ خود راہنما اور ہادی ہونے کا مدعی ہے۔ قرآن نے کہا کہ:

قَالَ فِرۡعَوۡنُ مَاۤ اُرِيۡكُمۡ اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَمَاۤ اَهۡدِيۡكُمۡ اِلَّا سَبِيۡلَ الرَّشَادِ ۝۲۹ (غافر: المومن ۲۹ / ۴۰)

(۷۔ج/۱) فرعون مجتہد اعظم تھا۔ علامہ کا ترجمہ دیکھیں:

"فرعون نے کہا "میں تو تم کو وہی رائے دے رہا ہوں جو مجھے مناسب نظر آتی ہے۔ اور میں اسی راستے کی طرف تمہاری راہنمائی کرتا ہوں جو ٹھیک ہے" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۰۷) قارئین قرآن سے یہ دیکھتے رہے ہیں کہ فرعون کے یہاں اس وقت علما یا مُلّاؤں کی مجلس شورٰی موجود تھی اور فرعون ان کا صدر تھا اور یوں اس کے احکام، مرکزی احکام اور واجب الاطاعت ہوتے تھے۔

(۷۔ج/۲) علامہ نے مشرکین پر اپنا شرک چھپانے کے لئے تہمتیں لگائی ہیں۔ سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ جو تہمتیں علامہ نے لگائی ہیں وہ قرآن میں کہیں موجود نہیں ہیں یعنی اللہ نے کہیں یہ نہیں کہا کہ:۔
"فرعون اپنی سیاسی خدائی میں اللہ کا کوئی دخل نہ مانتا تھا" بلکہ یہ فرمایا ہے "فرعون اپنی پوری بصیرت اور فہم و فراست سے احکام نافذ کرنے کے کا مدعی تھا اور جس چیز کو مفید و ضروری سمجھتا تھا اسی پر عمل کراتا تھا اور یہ کہ اسے صراط مستقیم پر ہدایت کرنے کا دعوٰی تھا۔ (علامہ کی تصدیق مومن ۲۹ / ۴۰)۔

(۷۔ج/۳) حقیقت وہی ہے کہ فرعون جس دین اور جس نظام اجتہاد پر عمل کر رہا تھا اس کے خلاف کسی کی بات نہ مانتا تھا۔

قرآن نے بتایا ہے او رمومن آل فرعون کی زبان سے بتایا ہے کہ حضرت یوسفؑ تک جس قدر دین اللہ کی طرف سے آیا

شاید توریت کے ماننے والے اس سے سبق حاصل کریں ۔ (۴۴) اور آپؐ اے رسوؐل اس وقت طور کے مغربی حصے میں موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰؑ کو اپنا فیصلہ سنایا اور نہ ہی تم گواہوں میں سے ایک تھے ۔ (۴۵) لیکن ہم نے ان کے بعد بہت سی نسلیں پیدا کیں اور ان پر لمبی لمبی

مِنۢ بَعۡدِ مَاۤ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحۡمَةً

پیچھے اس کے کہ ہلاک کئے ہم نے قرن پہلے دلیلیں واسطے لوگوں کے اور ہدایت اور مہربانی

لَّعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ۝۴۳ وَ مَا كُنۡتَ بِجَانِبِ الۡغَرۡبِىِّ اِذۡ قَضَيۡنَاۤ اِلٰى

تو کہ وہ نصیحت پکڑیں اور نہ تھا تو طرف غربی طور کے جس وقت کہ فیصل کیا ہم نے طرف

مُوۡسَى الۡاَمۡرَ وَ مَا كُنۡتَ مِنَ الشّٰهِدِيۡنَ ۝۴۴ وَ لٰكِنَّاۤ اَنۡشَاۡنَا قُرُوۡنًا

موسیٰؑ کی حکم اور نہ تھا تو حاضروں سے ولیکن پیدا کئے ہم نے قرن

تھا اس پر اہل مصر اور فرعون اپنے اجتہاد سے عمل کرتے تھے اور ان کے مجتہدانہ اجماع میں یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ حضرت یوسفؑ کے بعد کوئی اور نبی نہ آئے گا۔ (اور یہی سبب تھا کہ فرعون اور اس کے مُلّاؤں نے حضرت موسیٰؑ کو فوراً رسوؐل نہ مانا) (مومن ۳۴ / ۴۰) اور بلا پوری پوری آزمائش کے ہر دعویدار رسالت کو رسوؐل ماننا بھی نہ چاہیئے۔ لیکن جب آزمائش پوری ہو گئی تو فرعون نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ رسوؐل کی مطلق اطاعت واجب ہے لیکن وہ موسیٰؑ کو رسوؐل مانتا ہی نہ تھا۔ اسی لئے ان کی اطاعت کا منکر تھا۔ وہ دیگر مجتہدین کی طرح رسوؐل کی اطاعت کو بلا اہل نظر کے فیصلے کے ماننا غلط سمجھتا تھا۔ اور یہی حال آج کے مسلمانوں اور کل کے مشرکین کا تھا جس طرح انہوں نے رسوؐل کو خطا کار مانا اور اہل دانش و بینش سے مشورہ کر کے حکم دینا رسوؐل پر واجب کیا اسی طرح فرعون اور اس کے مُلّا لوگ بھی موسیٰؑ کے تنہا احکام ماننا غلط سمجھتے تھے اور جس دلیل سے موسیٰؑ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اسی طرح فرعون کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت مانا جاتا تھا۔

(۷۔ج/۴) ہمارا وہ بیان جو رسوؐل کے بعد والے نظام حکومت و خلافت کو سوفیصد فرعونی اور مشرکانہ حکومت ثابت کرتا ہے

یہاں ہم قرآن کے بیانات اور علامہ کی تائیدات کے ساتھ وہ صورت حال لکھتے ہیں جو مذکورہ بالا مسلمان نام کی اور مشرکانہ نام کی حکومتوں میں مشترک تھی۔ ا۔وہ دونوں خدا کی حاکمیت کو مانتے تھے۔ ۲۔وہ دونوں انبیاؑ و رسلؑ کو خاطی اور اپنے مانند انسان کہتے تھے۔ ۳۔وہ دونوں چاہتے تھے کہ نبیؑ دانشوران قوم سے مشورہ لے کر اللہ کے احکام نافذ کرے ۔ ۴۔ وہ دونوں نبیؑ کے ذاتی احکام کو واجب التعمیل نہ مانتے تھے ۔ ۵۔وہ دونوں الہامی کتابوں میں علما یا مُلّاؤں کے اجتہاد کو آخری فیصلہ قرار دیتے تھے۔ ۶۔ وہ دونوں رسوؐل کی جگہ حکومت اور شریعت سازی کے قائل تھے ۔ ۷۔ وہ دونوں رسولؐ کے ساتھ حکومت الٰہیہ میں شرکت کے قائل تھے ۔ ۸۔ وہ دونوں اپنے مرکزی احکام کے مخالفوں کا قتل عام جائز سمجھتے اور لاکھوں انسانوں کا قتل کرتے رہتے تھے۔ ۹۔ وہ دونوں الہامی کتاب کے بعض احکام کو یا ان احکام کو جو ان کی مصلحت کیخلاف ہوں ساقط العمل قرار دیتے تھے (مثلاً خمس و مؤلفۃ القلوب کا حصہ) ۱۰۔ وہ دونوں اپنی قائم کردہ حکومتوں کو اللہ کی حکومت یا خلافت الٰہیہ سمجھتے تھے ۔ ۱۱۔ وہ دونوں مانتے تھے کہ ان سے اجتہادی غلطیاں ہوتی ہیں مگر جب تک غلطی کا علم نہ ہو جائے وہ ہر اجتہادی حکم کی اطاعت کرانا واجب سمجھتے تھے۔ ۱۲۔ وہ دونوں اپنے اپنے مسلک کو نوک شمشیر پر منوانا جائز رکھتے تھے ۔ اور لاکھوں انسانوں کو نہ ماننے پر تہہ تیغ کر دیتے تھے۔ اور یہ لوگ آج بھی اسی خود ساختہ اسلامی حکومت کے گھڑنے کی فکر میں مبتلا ہیں ۔ اور علامہ نورانی اپنی سنی کانفرنس میں فیصلہ کر چکے ہیں کہ جو کچھ ان کی قسم کے سنیوں یعنی حنفی لیبل کے مسلمانوں نے سمجھا ہے وہی قرآن و حدیث کے احکام ہیں چنانچہ ملکی قانون جب ہی اسلامی قانون ہو گا جب حنفی تفہیم اور حنفی قانون کو نافذ کیا جائے گا۔

(۸) آیات (۴۶تا۴۴ / ۲۸) میں دشمنان خدا و رسوؐل نے یہ سمجھا ہے کہ محمدؐ کسی بھی صورت میں کائنات میں موجود نہ تھے۔

ان آیات کو قومی علما ہر اس بحث میں سامنے رکھ دیتے ہیں جس میں کوئی مومن حضورؐ کے وجودِ ذی جود کو مادی پیدائش کے قبل سے ماننے کی بات کرتا ہے ۔ اور اس طرح ان سینکڑوں آیات کو جھٹلانے کی کوشش کرتے ہیں جن میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو

فَتَطَاوَلَ عَلَيۡهِمُ الۡعُمُرُ ۚ وَمَا كُنۡتَ ثَاوِيًا فِىۡۤ اَهۡلِ مَدۡيَنَ تَتۡلُوۡا

پس دراز ہوئی اوپر ان کے عمر اُن کی اور نہ تھا تو رہنے والے مدین کے سے پڑھا کرتا

عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِيۡنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنۡتَ بِجَانِبِ

اوپر ان کے آیتیں ہماری و لیکن ہیں ہم پیغمبر بھیجنے والے اور نہ تھا تو بیچ کنارے

الطُّوۡرِ اِذۡ نَادَيۡنَا وَلٰكِنۡ رَّحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ لِتُنۡذِرَ

طور کے جس وقت کہ پکارا ہم نے و لیکن رحمت پروردگار اپنی کی سے بھیجا گیا تو کہ ڈراوے

قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰٮهُمۡ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۴۶﴾

اس قوم کو کہ نہیں آئے ان کے پاس ڈرانے والے پہلے تجھ سے تو کہ وہ نصیحت پکڑیں

وَلَوۡلَاۤ اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتۡ

اور اگر نہ ہوتا یہ کہ پہنچے ان کو مصیبت بسبب اس چیز کے کہ آگے بھیجا ہے

اَيۡدِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُوۡا رَبَّنَا لَوۡلَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَيۡنَا رَسُوۡلًا

ہاتھوں ان کے نے پس کہیں گے اے رب ہمارے کیوں نہ بھیجا تو نے طرف ہماری پیغمبر

فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ

پس پیروی کرتے ہم نشانیوں تیری کی اور ہوتے ہم ایمان والوں سے پس جب آیا ان کے

الۡحَقُّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوۡا لَوۡلَاۤ اُوۡتِىَ مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى ؕ اَوَ

پاس حق ہمارے پاس سے کہا انہوں نے کیوں نہ دیا گیا پیغمبر جیسا دیا گیا تھا موسیٰؑ کیا

لَمۡ يَكۡفُرُوۡا بِمَاۤ اُوۡتِىَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ ۚ قَالُوۡا

نہ کفر کرتے تھے ساتھ اس چیز کے کہ دیا گیا تھا موسیٰؑ پہلے اس سے کہتے تھے

سِحۡرٰنِ تَظَاهَرَا ۛ وَقَالُوۡۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

یہ دو جادو گر ہیں ایک دوسرے کا مددگار ہے اور کہتے تھے ہم ساتھ ہر ایک کے کافر ہیں

عمریں گزریں ہیں اور آپ تو اہل مدین میں سے بھی وہاں بسنے والے نہ تھے کہ انہیں ہماری آیات تلاوت کر کے سناتے ولیکن ہم ہی تو تمہیں بھیجنے والے تھے۔ (۴۶) اور آپؐ تو طور کی گھاٹی میں بھی تلاوت کرنے کی حیثیت سے نہ تھے جب کہ ہم نے موسیٰؑ کو پکارا تھا۔ ولیکن اپنے پروردگار کی رحمت سے تم اس قوم کی تنذیر کرو جس کے پاس تم سے پہلے کوئی نذیر نہیں پہنچا ہے شاید وہ تمہاری تنبیہات سے کوئی سبق لے سکیں۔ (۴۷) اور تمہیں اس لئے بھیجا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب ان پر ان کے ہاتھوں کوئی مصیبت آئے تو کہنے لگیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری ہدایت کے لئے رسولؐ کیوں نہ بھیجا چنانچہ ہم تیری آیات پر عمل کرتے اور اس طرح مومنوں میں سے ہو جاتے؟ (۴۸) چنانچہ جب اہل مکہ کے پاس ہماری طرف سے حق پہنچا تو انہوں نے یہ اعتراض کر دیا کہ اس نبیؐ کو وہی کچھ کیوں نہ دیا گیا جو کچھ موسیٰؑ کو دیا گیا تھا؟ کیا یہ لوگ اس کو چھپاتے نہیں رہے جو موسیٰؑ کو اس سے پہلے دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ یہ تو دونوں ایک دوسرے کے مددگار جادوگر ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ ہم تو سب کے مشن کو چھپانے والے ہیں۔

روز ازل سے نذیرؐ، و رسولؐ و رحمت و ہادیؐ وغیرہ کی صورت میں موجود بتایا گیا ہے لیکن وہ ان آیات میں اس آیت پر غور نہیں کرتے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ: "تم اس وقت ہماری آیات تلاوت کر کے ان کو سنانے کے لئے موجود نہ تھے" (۴۵ / ۲۸) مطلب واضح ہے کہ تم اس موجودہ صورت میں موجود نہ تھے۔ نہ لب و دہن عطا ہوا تھا نہ ابھی مادی صورت اختیار کی تھی۔ نہ یوں رسالت پر مبعوث ہوئے تھے۔ اور یہ کہ: "ہماری رحمت کا تقاضہ یہ تھا کہ تمہیں مادی وجود جب دیا جائے جب اس قوم کو متنبہ کرنے کا وقت آئے جسے باقاعدہ اور فیصلہ کن تنبیہہ ابھی تک نہ ہوئی تھی" (۴۶ / ۲۸)

قارئین سوچیں کہ اس سے اس نوری اور ہمہ گیر پوزیشن کی نفی کہاں ہوئی جس کو اللہ نے بار بار قرآن میں تفصیل سے بتایا ہے؟ مگر دشمنی کو جاری رکھنا ضروری ہے۔

قُلْ فَأْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى

کہہ پس لاؤ تم ایک کتاب نزدیک اللہ کے سے کہ وہ بہت راہ دکھانے والی ہو

مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا

ان دونوں سے پیروی کروں میں اس کی اگر ہو تم سچے پس اگر نہ قبول کریں

لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ

واسطے تیرے پس جان تو کہ سوائے اس کے نہیں کہ وہ پیروی کرتے خواہشوں اپنی کی

وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى

اور کون شخص ہے بہت گمراہ اس سے کہ پیروی کرتا ہے خواہش اپنی کی بغیر ہدایت کے

مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَ لَقَدْ

خدا کی طرف سے تحقیق اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم ظالموں کو اور البتہ تحقیق

وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ ؕ اَلَّذِيْنَ

پے در پے کی ہم نے ان سے بات تو کہ وہ نصیحت پکڑیں وہ لوگ کہ

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذَا

دی ہم نے ان کو کتاب پہلے اس سے وہ ساتھ اس کے ایمان لاتے ہیں اور جب

يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ

پڑھا جاتا ہے اوپر ان کے قرآن کہتے ہیں ایمان لائے ہم ساتھ اس کے تحقیق یہ

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ

سچ ہے رب ہمارے کی طرف سے تحقیق تھے ہم پہلے اس سے مسلمان یہ لوگ

يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ

دئے جائیں گے ثواب ان کا دو بار بسبب اس کے کہ صبر کیا انہوں نے اور ٹالتے ہیں

(۴۹) ان سے کہو کہ اچھا تو ایسا کرو کہ کوئی منجانب اللہ ایسی کتاب پیش کر کے دکھا دو جو قرآن اور توریت دونوں سے زیادہ ہدایات رکھتی ہو ؟ تو میں اس کی پیروی کرنے لگوں گا اس طرح اپنی سچائی کا ثبوت دے دو ۔ (۵۰) پھر اگر وہ تمہارے اس چیلنج کو قبول نہ کریں تو سمجھ لو کہ وہ جھوٹے ہیں اور اپنے ذاتی اجتہادات پر عمل کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوسکتا ہے جو خود اپنے ہی اجتہادات پر بلا کسی خدائی ہدایت و حکم کے عمل کرتا ہو ۔یقیناً اللہ خالص احکام خداوندی پر عمل نہ کرنے والوں (مائدہ۔۴۵ / ۵) کی ہدایت کرتا ہی نہیں ہے ۔ (۵۱) اور دراصل ہم نے ان کو پے درپے ہدایت کی باتیں پہنچائیں تا کہ وہ کسی طرح عبرت اندوز ہوجائیں ۔ (۵۲) جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے کتاب عطا کر دی تھی وہ تو پہلے ہی سے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں ۔ (۵۳) اور جب ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے یا کی جائے گی تو ان کا جواب ہے کہ قرآن بالکل حق و صداقت ہے اور ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور یقیناً ہم تو نزول قرآن سے پہلے بھی مسلم تھے (۵۴) وہی مسلمان ہیں جن کو ان کے صبر و تحمل کی بنا پر دو مرتبہ اجر دیا جائے گا ۔ اور وہی مسلمان ہیں جو برائی کے بدلے

(۹) آیات(۵۵ تا ۵۲ / ۲۸) میں روز ازل سے مسلمؑ مخلوق ہونے والوں کا واضح تذکرہ ہوا ہے ۔

ان آیات کی دلالت اور محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وعلیہم کی فضیلت کو سامنے کھڑا دیکھ کر قومی علما کے قلوب پر ایک مصیبت ٹوٹ پڑی تھی۔ اور وہ سوچتے تھے کہ اگر ان آیات کے معنی اور دلالت کا رخ نہ موڑا گیا تو سارا قومی تانا بانا بکھر جائے گا۔ چنانچہ عہد رسولؐ ہی سے ان کی تاویل و تعبیر کے لئے کہانیاں اور شان نزول کے لئے افسانے گھڑنا شروع کئے اور چودہ سو سال سے کل تک سینکڑوں تعبیرات کر ڈالی جا چکی ہیں ۔ لیکن ان کی بوکھلاہٹ ان کی متضاد و متصادم کہانیوں سے نمودار ہو کر قاری کو تسلیم نہ کرنے پر مجبور کرتی ہے ۔ لیکن علامہ ایسے بزرگ علما بھی آج تک کوشاں ہیں کہ کسی طرح ان آیات کی حقیقت پر پردہ ڈال دیا جائے ۔ وہ اپنے کرتب دکھانے سے پہلے یہ جملہ بطور تمہید لکھتے ہیں کہ :

"۔۲۷ اس سے یہ مراد نہیں کہ تمام اہل کتاب(یہودی اور عیسائی) اس پر ایمان لاتے ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۶۴۵)
کوئی علامہ سے پوچھتا کہ اللہ نے تو یہ دونوں باتیں یہاں نہیں کہیں ۔ یعنی نہ یہ کہا کہ : " اہل کتاب " ایمان لاتے ہیں اور نہ یہ کہا کہ : "سب اہل کتاب ایمان نہیں لاتے ہیں " آیت تو یہ کہتی ہے کہ : "جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے الکتاب دی تھی وہ سب اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں " (۵۲ / ۲۸) اور یہ کہ وہ سب نزول قرآن سے پہلے ہی مسلم تھے" (۵۳ / ۲۸) لہٰذا یہ ان لوگوں کا ذکر ہے ہی نہیں جنہیں اللہ نے قرآن میں " یَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ " اہل کتاب کہہ کر باربار مخاطب کیا ہے (مثلاً آل عمران ۷۲،۶۴ / ۳ وغیرہ) وہ لوگ تو قرآن میں مردود قرار دیئے گئے ہیں ۔ یہاں سے وہاں تک قرآن ان کی مذمتوں سے بھرا پڑا ہے اور جنہیں یہود و نصاریٰ کہا گیا ہے ۔ ان کی شان تو یہ ہے کہ :۔

(۹ ۔الف) اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ قرآن اور علامہ کی نظر میں بدترین قومیں تھیں ۔

"یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو" (بقرہ ۱۲۰ / ۲ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۰۶) قارئین سوچیں کہ کیا یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو قرآن پر قرآن نازل ہونے سے پہلے ہی سے ایمان رکھتے تھے اور مسلم تھے؟ سارے علمائے اسلام تو اس پر متفق ہوئے ہیں کہ حضورؐ کے اعلان نبوت کرنے کے وقت عرب تو عرب ہے ساری دنیا میں ایک بھی مسلم یا مسلمان موجود نہ تھا۔ ان کے نزدیک تو خود رسوؐل اللہ (معاذاللہ) کافرزادے تھے۔ اور وہ خود اعلان بعثت تک مسلمان نہ تھے۔ اور یہ کہ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں بقول ان کے ابوبکر ۔ خدیجہؓ اور علیؑ تھے۔ یعنی باقی ساری دنیا کافر تھی ۔

(۹۔ ب) جن کو کتاب دی گئی ۔ ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ یعنی یہود و نصاریٰ کا قرآن پر ایمان اور قرآن ؟

قرآن کریم میں اللہ نے یہود و نصاریٰ کو جہاں اہل کتاب کہہ کر مخاطب کیا ہے وہاں ان کو وہ لوگ بھی فرمایا ہے جن کو ہم نے کتاب دی تھی"(ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ) ان کے متعلق قرآن نے بتایا ہے کہ :
"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے (ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ) وہ اس بات کو اس طرح غیر مشتبہ طور پہچانتے ہیں جیسے ان کو اپنے بیٹوں کے پہچاننے میں کوئی اشتباہ پیش نہیں آتا ۔مگر جنہوں نے اپنے آپ کو خود خسارے میں ڈال دیا ہے وہ اسے (قرآن کو) نہیں مانتے (فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ) " (انعام ۲۰ / ۶، تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۲۹)
بتائیے کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کو قرآن سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور وہ قرآن پر نزول قرآن سے قبل ایمان رکھتے تھے اور پکے مسلمان بھی تھے؟ ایک اور مقام دیکھ لیں ۔

(۲) پھر قرآن اور علامہ کا ترجمہ دیکھئے وہ ملاعین تمام آیات اور تمام معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں گے۔

" تم ان اہل کتاب کے پاس خواہ کوئی نشانی (بِكُلِّ ءَايَةٖ) لے آؤ ممکن نہیں کہ یہ تمہارے قبلے کی پیروی کرنے لگیں (بقرہ ۱۴۵ / ۲) تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۲) کیا نزول قرآن کے پہلے سے قرآن پر ایمان رکھنے والے اور قرآن سے پہلے ہی کے مسلمان ایسے ہی لوگ ہوں گے جن کے لئے ممکن ہی نہ ہو کہ وہ کعبہ کو قبلہ بنائیں؟ یقین کیجئے کہ آیات (۵۵ تا ۵۲ / ۲۸) سے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ مراد لے کر علامہ نے محمدؐ و آل محمدؐ پر بڑا ظلم کیا ہے اور پوری اُمت کو فریب میں مبتلا کرنے کے لئے ادھر ادھر سے ایسی کہانیاں لکھی ہیں کہ جن کو قرآن کے الفاظ برداشت نہیں کرتے۔ ہم قرآن سے دکھا چکے ہیں کہ :۔

(۹۔ج) وہ حضرات جو حضرت ابراہیمؑ کے بعد برابر مسلمان رہے اور وہ حضرات جو روز ازل سے مسلم اور مجسم الکتاب تھے

محمدؐ و آل محمدؐ اس کائنات کی تخلیق سے اربوں سنکھوں سال پہلے سے مسلم تھے۔ اور جنہیں اللہ نے اپنے تمام علوم کا خزانہ بنایا تھا اور یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے مطابق ان کی ذریت میں امامت اور اُمت مسلمہ برابر موجود چلی آئی اور حضوؐر کی بعثت کے وقت جناب ابوطالب علیہ السلام ذریت ابراہیمی اور اُمت مسلمہ کے ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے امامؑ و سربراہ و سردار تھے۔ اور حضوؐر کو

اسی اُمت مسلمہ میں سے مبعوث کر کے اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو پورا کیا تھا(بقرہ۱۲۹۔۱۲۸/ ۲)اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مومنین میں مبعوث فرما کر فخر کیا تھا اور منت پورا کرنے کا احسان جتلایا تھا۔ (عمران ۱۶۴ / ۳)اور ثابت کر دیا تھا کہ یہ مومنین مسلسل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں چلے آ رہے تھے اور یہی وہ قوم تھے (انعام ۹۰ / ۶) یااُمت مسلمہ تھے (۱۲۸ / ۲) جو کسی طرح کافر ہونے والی قوم یااُمت نہ تھی اور انہی میں وہ حضراتؑ تھے جن کو زیر بحث الکتاب اور الحکم اور النبوۃ ملی تھی (۹۰ / ۶) اور یہی وہ حضراتؑ تھے جن کی اقتدا کرنا رسوؐل اللہ پر واجب کیا گیا تھا(۹۱/ ۶) علامہ اس کو روتے ہیں کہ " بقول ان کے "ابوطالب علیہ السلام ایمان نہ لائے تھے۔ ان کو بتاؤ کہ جس کی اقتداء تمہارے رسوؐل پر واجب ہو تم نے اسے کافر مان کر اپنے لئے جہنم کو دائمی ٹھکانہ بنالیا ہے اور نہ معلوم کتنے بھولے بھالے عوام کو گمراہ کیا ہے۔ انہیں بتاؤ کہ وہ حضراتؑ جو قبل نزول قرآن مومن و مسلم تھے اور قرآن پر مِن وعَن ایمان رکھتے تھے ان کو یہودی و عیسائی سمجھنا یا کہنا قرآن کی سینکڑوں آیات کی تکذیب ہے۔ یہود و نصاریٰ تو آج تک کبھی بھی سارے کے سارے مومن بالقرآن یا مسلم نہیں ہیں۔ اور جن کا یہ تذکرہ ہے ان کی شان تو یہ ہے کہ ان کو قرآن سے پہلے الکتاب دینے کا اور ان کے مومن بالقرآن ہونے کا قرآن میں اللہ نے بار بار اعلان کیا ہے۔ چند مقامات بطور نمونہ دیکھ لیں تو آگے بڑھیں۔

اوّل : "جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔" (بقرہ ۱۲۱/ ۲ تفہیم القرآن صفحہ ۱۰۷ جلد اول)

یہاں پہلے آیت (۱۲۰/ ۲) میں یہود و نصاریٰ کی مذمت اور ایمان نہ لانا موجود ہے۔

دوم : "اور جن لوگوں کو ہم نے (تم سے پہلے) کتاب دی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تمہارے رب ہی کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔" (انعام ۱۱۵ / ۶ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۷۵)

سوم : " اے نبیؐ جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اس کتاب سے جو ہم نے تم پر نازل کی ہے خوش ہیں" (الرعد ۳۶ / ۱۳ ، تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۴۶۳)

قارئین بتائیں کہ کیا واقعی یہود و نصاریٰ یہودی و عیسائی رہتے ہوئے قرآن کو اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب مانتے تھے۔ (۱۱۵ / ۶) اور کیا وہ سچ مچ قرآن کے نازل ہونے پر خوشیاں منایا کرتے تھے ؟ اگر نہیں تو علامہ سے پوچھئے کہ انہوں نے آیات (۵۵ تا۵۲ / ۲۸) سے یہودی اور عیسائی کیوں مراد لئے ہیں؟

چہارم ۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ تو بحث و مجادلہ کا حکم ملا ہے کتاب والے مومنین اور لوگ ہیں ۔

پھر علامہ کو یہ دو آیتیں سنا کر پوچھیں کہ سرکار یہاں دو قسم کے اہل کتاب کا ذکر ہوا ہے ۔ ان میں سے اوّل الذکر سے بحث و مجادلہ کا حکم ہے تاکہ شاید وہ قرآن پر ایمان لے آئیں ۔ اور دوسرے نمبر پر وہی لوگ ہیں جو روز ازل سے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور نزول قرآن کے پہلے سے مسلم ہیں ۔ سنئے اور علامہ ہی کا ترجمہ بھی پڑھئے :۔

(الف) " اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقے سے ... سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں (مطلب یہ کہ ان پر خوب رگڑا مارا کرو۔ احسنؔ) اور ان (اچھے اہل کتاب۔احسنؔ) سے کہو کہ : " ہم ایمان لائے اس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے ۔ اور اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی ہے ۔ ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے۔ اور ہم اسی کے مسلم(فرمانبردار) ہیں۔ (یعنی مگر تم مسلم نہیں ہو۔احسنؔ) " (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۷۰۸۔۷۰۹) اور

(ب) " (اے نبیؐ) ہم نے اسی طرح تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے ۔ اس لئے وہ لوگ جن کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی۔ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان لوگوں میں سے بھی اس پر ایمان لا رہے ہیں اور ہماری آیات کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں " (سورۂ عنکبوت ۴۷۔۴۶ / ۲۹ تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ۷۰۸ تا۷۱۰) ان دونوں آیات (۴۷۔۴۶ / ۲۹) میں دونوں قسم کے کتاب والے لوگ مذکور ہیں اوّل الذکر کو حسب قاعدہ اہل کتاب فرمایا ہے ۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ یہ یہودی اور عیسائی ہیں اور ان میں بھی دوقسم کے لوگ ہیں ایک ظالم اور دوسرے شریف لوگ ۔ شریفوں سے ہلکا نرم مباحثہ کرنے کا حکم ملا ہے ۔ یعنی انہیں قرآن کی حقیقت سمجھانے میں سختی نہ کرو نرمی سے سمجھاؤ تاکہ ایمان لے آئیں ۔

بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ

یعنی بدل ڈالتے ہیں ساتھ بھلائی کے برائی کو اور اس چیز سے کہ دیا ہم نے ان کو

یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوۡا عَنۡہُ وَ

خرچ کرتے ہیں اور جب سنتے ہیں بے ہودہ بات اعراض کرتے ہیں اس سے اور

قَالُوۡا لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَ لَکُمۡ اَعۡمَالُکُمۡ ۫ سَلٰمٌ

کہتے ہیں واسطے ہمارے ہیں عمل ہمارے اور واسطے تمہارے عمل تمہارے سلام

عَلَیۡکُمۡ ۫ لَا نَبۡتَغِی الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّکَ لَا تَہۡدِیۡ مَنۡ

رخصت کا ہے اوپر تمہارے نہیں چاہتے ہم جاہلوں کو تحقیق تو نہیں ہدایت کرتا جس کو

اَحۡبَبۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۵۶﴾

چاہے ولیکن اللہ راہ دکھاتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو

وَ قَالُوۡۤا اِنۡ نَّتَّبِعِ الۡہُدٰی مَعَکَ نُتَخَطَّفۡ مِنۡ اَرۡضِنَا ؕ

اور کہا انہوں نے اگر پیروی کریں ہم ہدایت کی ساتھ تیرے اُچکے جاویں زمین اپنی سے

میں بھی بھلائی سے پیش آتے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ بھی دیا ہوا ہے اسے ضرورت مندوں کے لئے کھلا رکھتے ہیں۔ (۵۵) اور جب کسی سے بکواس اور برا سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے اس سے کہتے ہیں کہ بھائی ہمیں ہمارے اعمال مبارک تمہیں تمہارا طریقہ مبارک اللہ تمہیں سلامتی عطا کرے ہم بے عقلوں کی بے عقلی پسند نہیں کرتے (اور چاہتے ہیں کہ وہ عقلمند ہو جائیں) (۵۶) اے قاری تو جسے چاہے ہدایت نہیں کر سکتا لیکن اللہ جسے ہدایت دینا چاہے اسی کو ہدایت ملتی ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ (۵۷) اہل مکہ اور قریش نے کہا کہ اگر ہم اللہ کی ہدایات پر تیری صواب دید کے مطابق عمل پیرا ہو جائیں تو ہمیں ہمارے ملک اور سرزمین سے دبوچ کر الگ کر دیا جائے۔

ان ہی کے متعلق دوسری آیت کے آخری جملہ میں فرمایا کہ ان میں سے بھی ایمان لاتے جا رہے ہیں۔ یعنی وہ پہلے سے نہ مومن ہیں نہ مسلم ہیں۔ دوسرا ذکر ان لوگوں کا ہوا ہے جو عرف عام میں اہل کتاب نہیں کہلاتے مگر انہیں نزول قرآن سے پہلے ہی الکتاب دیئے جانے کا بار بار ذکر فرمایا ہے یہ وہ گروہ ہے جو سارے کا سارا قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔ اور نزول قرآن سے قبل ہی سے مسلمان ہے (۵۳۔۵۲ / ۲۸) اور یہ حضرات محمدؐ و آل محمدؐ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتے جو سب کے سب محمدؐ ہیں۔ نور ہیں۔ مجسم قرآن ہیں یا یہ کہئے کہ خود قرآن ناطق ہیں۔ ان پر چالیس سال کی عمر ہو جانے کے بعد قرآن کی تبلیغ و تلاوت واجب ہوئی ہے۔ یہ نہیں کہ وہ قرآن کا علم ہی نہ رکھتے ہوں۔

(۹۔د) آیات (۵۵ تا ۵۲ / ۲۸) میں آل محمدؐ کی چند اور مستقل صفات اور مسلّمہ عمل درآمد۔

قرآن کریم سے جہاں یہ حقیقت ثابت ہے کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بزرگوںؑ اور ان کی آلؑ میں وہ لوگ نزول قرآن کے پہلے ہی موجود تھے جو کتابی صورت اختیار کرنے والے قرآن پر ایمان رکھتے تھے اس کے عالم اور روز ازل سے مسلم تھے۔ وہیں ان آیات میں وہ صفات بیان ہوئی ہیں جو ہر حال میں آلِ محمدؐ کے عمل سے ظہور میں آئی تھیں۔ جس پر تاریخ گواہ ہے مثلاً فرمایا گیا ہے۔

(۱) ان کو ان کے اعمال پر دو مرتبہ اجر دیا جائے گا۔ اور اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ انہوں نے صبر کیا۔ اور ہر حال میں برے سلوک اور مظالم کے جواب میں لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا عمل جاری رکھا۔ (۵۴ / ۲۸) اور جو کچھ بھی ان کے پاس تھا اسے کبھی دوسرے ضرورتمندوں سے عزیزتر نہ سمجھا (۵۴ / ۲۸) تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں کہ قومی حکومتوں نے ہمیشہ ان کے ساتھ بدترین مظالم جاری رکھے اور انہوں نے مسلسل اُمت کا بھلا چاہا۔ اپنے حقوق پر بھی صبر کیا قتل عام پر صبر کیا اور اُمت کے لئے دعائیں مانگیں اور بھوکے رہ کر ان کی ضرورتیں پوری کیں۔ آل محمدؐ کے علاوہ کوئی ایک آدمی یا گروہ ایسا نہیں ہے جس نے ایسا ردعمل ظاہر کیا ہو اور جس پر مسلسل ہر حال میں مظالم جاری رہے ہوں۔ جو کبھی بھی کسی جاہلانہ بات، عمل یا رویے میں نہ الجھا ہو اور جاہلوں کو سلامتی کی دعا (سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ) دے کر دامن بچایا ہو۔ وہی ہیں

اَوَ لَمۡ نُمَكِّنۡ لَّهُمۡ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجۡبٰٓى اِلَيۡهِ ثَمَرٰتُ

کیا نہیں جگہ دی ہم نے ان کو حرم امن والا کھنچے جاتے ہیں طرف اس کی میوے

كُلِّ شَىۡءٍ رِّزۡقًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَ

ہر چیز کے رزق ہماری طرف سے ولیکن اکثر ان کے نہیں جانتے اور

كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍۢ بَطِرَتۡ مَعِيۡشَتَهَا ۚ فَتِلۡكَ

بہت ہلاک کیں ہم نے بستیاں کہ اتراتی تھیں بیچ معیشت اپنی کے پس یہ ہیں

مَسٰكِنُهُمۡ لَمۡ تُسۡكَنۡ مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا ؕ وَ كُنَّا نَحۡنُ

گھر ان کے کہ کوئی نہ بسا ان میں پیچھے ان کے مگر تھوڑے اور ہوئے ہم ہی

الۡوٰرِثِيۡنَ ﴿۵۸﴾ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى حَتّٰى يَبۡعَثَ

وارث اور نہیں تھا پروردگار تیرا ہلاک کرنے والا بستیوں کا یہاں تک کہ بھیجے

فِىۡۤ اُمِّهَا رَسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ۚ وَ مَا كُنَّا

بیچ بڑے شہر ان کے کے پیغمبرؑ کہ پڑھے اوپر ان کے نشانیاں ہماری اور نہیں تھے

مُهۡلِكِى الۡقُرٰٓى اِلَّا وَ اَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَ مَاۤ

ہم ہلاک کرنے والے بستیوں کے مگر رہنے والے اس کے ظالم تھے اور جو کچھ کہ

اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَ زِيۡنَتُهَا ۚ

دئے گئے ہو تم کسی چیز سے پس فائدہ زندگانی دنیا کا ہے اور زینت اس کی ہے اور

وَ مَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ وَّ اَبۡقٰى ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۰﴾

جو نزدیک اللہ کے ہے وہ بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے کیا پس نہیں سمجھتے

اَفَمَنۡ وَّعَدۡنٰهُ وَعۡدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيۡهِ

تم آیا پس وہ شخص کہ وعدہ دیا ہے ہم نے اس کو وعدہ نیک پس وہ ملنے والا ہے

کیا انہیں یہ احساس نہیں کہ ہم ہی نے تو انہیں ایسا محترم اور پرامن مقام قبضے میں دے رکھا ہے جس کی طرف تمام قسم کا سامانِ حیات ہماری طرف سے کھنچا چلا آ رہا ہے لیکن ان کی اکثریت اس نظامِ معیشت کو نہیں جانتی ہے (۵۸) اور ایسی بہت سی بستیاں ہم نے تباہ و برباد کی ہیں جو اپنے وسائلِ حیات پر نخرے اور غرور میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ چنانچہ دیکھ لو کہ وہ ان کے مکانات ویران پڑے ہیں جن میں ان کے بعد بہت ہی کم لوگ آباد ہوئے اور آخر کار ہم ہی کو وراثت پہنچی۔ (۵۹) اور تیرے پروردگار کے لئے یہ موزوں ہی نہ تھا کہ وہ آبادیوں کو تباہ و برباد کر دے یہاں تک کہ ان کے مرکزی شہر میں ایک رسولؐ نہ بھیج دے جو وہاں کے باشندوں کو ہماری آیات تلاوت کر کے سنا دے اور ان سے مایوس نہ ہو جائے۔ اور ہم بستیوں کو ہلاک و برباد کرنے والے نہ تھے سوائے اس کے کہ ان بستیوں کے باشندے خالص احکامِ خداوندی کو نافذ کرنے والے نہ ہوں (ظالم کے معنی مائدہ۔۴۵ / ۵) (۶۰) اور جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ہے وہ تو دنیاوی سامان اور یہاں کی زینت ہے لیکن جو کچھ نیک اعمال کے بدلے میں اللہ کے پاس ہے وہ دنیاوی سامان سے کہیں زیادہ اچھا اور پائیدار ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ (۶۱) بھلا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کر رکھا ہو اور اسے وہ وعدہ پورا ملنے والا ہو

جو ایامِ جاہلیت کو اور ان جاہلوں سے تعلق پسند نہ کرتے تھے۔ یہ بات کہ ان کو دو مرتبہ اجر دیا جائے گا صرف ان ہی کے لئے کہی گئی ہے۔ بعض حالات میں بعض مومنین کو دو گنا اور کئی کئی گنا اجر دینے کا ذکر ہے۔ مگر دو دفعہ اجر صرف ان کو ملے گا ایک دفعہ جب ان کی حکومت الٰہیہ قائم ہو گی ظہور حجتؑ ہو گا۔ پھر قیامت میں حق شفاعت و سفارش ملے گا۔

(۱۰) آیات (۶۳ تا ۶۱، ۵۸، ۵۷ / ۲۸) میں رسولؐ کی اتباع کا انکار، وراثت، لیڈروں کی عبادت نہ کرنا بلکہ اطاعت کرنا۔

آیات کے اس سلسلے (۶۴ تا ۵۷ / ۲۸) میں پہلی بات تو وہی بنیادی عقیدہ ہے کہ مکی اور قریشی لوگ ہدایاتِ خداوندی پر عمل تو کرتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں مگر وہ رسولؐ کی تنہا صواب دید میں اپنی قوم و تمدن کی تباہی کے قائل ہیں۔ البتہ ان کے لیڈروں کو شریکِ مشاورت کرنے کے بعد اتفاق رائے سے جو ہدایات دی جائیں وہ ان کے لئے قابلِ پیروی اور مفید ہو سکتی ہیں ورنہ نہیں۔

كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ
اس سے مانند اس شخص کی کہ فائدہ دیا ہم نے اس کو فائدہ زندگانی دنیا کا پھر وہ دن
الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝٦١ وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ
قیامت کے حاضر کئے گئیوں سے ہے اور جس دن کہ پکارے گا ان کو پس کہے گا
اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝٦٢ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ
کہاں ہیں شریک میرے جو تھے تم دعویٰ کرتے کہیں گے وہ لوگ کہ ثابت ہوئی
عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ
اوپر ان کے بات عذاب کی اے رب ہمارے یہ لوگ ہیں جن کو گمراہ کیا تھا ہم نے
اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ
گمراہ کیا ہم نے ان کو جیسا گمراہ ہوئے تھے ہم بیزاری کی ہم نے ان سے متوجہ ہو کر
اِلَيْكَ ۡ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ۝٦٣ وَ قِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ
طرف تیری نہ تھے ہم کو عبادت کرتے اور کہا جاوے گا بلاؤ شریکوں اپنوں کو
فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَ رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ
پس پکاریں گے ان کو پس نہ جواب دیں گے ان کو اور دیکھیں گے عذاب کو کاش کہ
اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ۝٦٤ وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ
وہ ہوتے راہ پانے والے اور جس دن کہ پکارے گا ان کو پس کہے گا کیا جواب دیا تھا
الْمُرْسَلِيْنَ ۝٦٥ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ
تم نے پیغمبروں کو پس اندھا دھند ہو جاویں گی اوپر ان کے خبریں اس دن پس وہ
لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝٦٦ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ
ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے پس جس شخص نے کہ توبہ کی اور ایمان لایا اور

کبھی اس شخص کے مانند نہیں ہوسکتا جسے ہم نے صرف دنیاوی مال ومتاع دیا ہو اور اس کی جواب دہی کے لئے اسے قیامت میں حاضر بھی ہونا پڑے (٦٢) جس دن اللہ انہیں یہ کہتے ہوئے پکارے گا کہ اب تم بتاؤ کہ تمہارے وہ لیڈر کہاں ہیں جن کو تم میرے ساتھ شریک حکومت و اطاعت کرنے کے دعویدار تھے؟ (٦٣) اس سوال پر وہ لیڈر جن پر یہ اعتراض چسپاں ہوتا ہے خود ہی بول اٹھیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے حکومت الٰہیہ میں شرکت کے لئے اغوا کیا تھا۔ اور ہم نے انہیں اتنا ہی بہکایا تھا جتنا کہ ہم خود بہکے ہوئے تھے لہٰذا اب ہم تیرے حضور ان سے تبرا کرتے ہیں البتہ یہ لوگ ہماری پوجا نہ کرتے تھے بلکہ اطاعت کرتے تھے۔ (٦٤) ان سے کہا جائے گا کہ اب تم اپنی قومی حکومت میں شریک ہونے والے لیڈروں کو مدد کے لئے دعوت دو وہ ان کو دعوت دیں گے لیکن لیڈروں کی طرف سے کوئی جواب نہ ملے گا۔ اور وہ عذاب کو سامنے دیکھتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے اے کاش ہم ہدایت پر عمل کرتے۔ (٦٥) اور جس دن ان کو پکارا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ تم لوگوں نے نبیوںؐ کی دعوت پر کیا جواب دیا تھا (٦٦) اس وقت ان کو کوئی جواب نہ سوجھے گا اور ان کے لئے تمام خبریں اندھوں کی طرح بے معنی ہو جائیں گی اور نہ وہ آپس ہی میں ایک دوسرے سے پوچھ کر جواب دے سکیں گے۔ (٦٧) چنانچہ جو کوئی قومی عقائد سے توبہ کرلے

چنانچہ قومی مسلمانوں نے اسی عقیدہ کے مطابق عمل کیا اور وہ آج تک اسی عقیدہ پر باقی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ قومی لیڈروں کا عقیدہ یہ ہے کہ رسولوں کو ان کے والدین کی وراثت نہیں ملتی اور نہ کوئی ان کا وارث ہوتا ہے۔ مگر یہاں اللہ خود کو جمع کے صیغے سے وارث کہتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کو اگر وارث ماننے میں کوئی قباحت نہیں تو رسولوں کو وارث بننے اور بنانے میں کیا حرج ہوسکتا ہے؟ اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ نحن الوارثین میں تمام انبیاؑ و آئمہؑ داخل ہیں۔ اور درحقیقت وارث تو وہی ہوتے اور وہی وراثت چھوڑتے ہیں جو خود کمائی کرتے ہیں اور اپنے پس ماندگان کے لئے ذخیرہ کرتے ہیں تاکہ ان کے مرنے کے بعد بھی ان کی حقدار اولاد کے کام آئے۔ لہٰذا اللہ کی وراثت اور وارث ہونے کے صحیح معنی انبیاء علیہم السلام کا وارث ہونا ہے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ مسلمان مشرکین کا یہ الزام غلط ہے کہ مشرک لوگ اپنے بتوں یا لیڈروں

عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ مِنَ الۡمُفۡلِحِيۡنَ ۝ وَ رَبُّكَ

عمل کئے اچھے پس امید ہے کہ ہو فلاح پانے والوں سے اور پروردگار تیرا

يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخۡتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ ؕ

پیدا کرتا ہے جو کچھ کہ چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے نہیں ہے واسطے ان کے اختیار

سُبۡحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ۝ وَ رَبُّكَ

پاکی ہے اللہ کو اور بہت بلند ہے اس چیز سے کہ شریک لاتے ہیں اور پروردگار تیرا

يَعۡلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوۡرُهُمۡ وَ مَا يُعۡلِنُوۡنَ ۝ وَ هُوَ

جانتا ہے جو کچھ کہ چھپاتے ہیں سینے ان کے اور جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہیں اور وہی ہے

اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الۡحَمۡدُ فِى الۡاُوۡلٰى وَ الۡاٰخِرَةِ ۡ

اللہ نہیں کوئی معبود مگر وہ واسطے اسی کے ہے سب تعریف بیچ دنیا کے اور آخرت کے

وَ لَهُ الۡحُكۡمُ وَ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ

اور واسطے اسی کے ہے حکم اور طرف اسی کی پھیرے جاؤ گے کہہ کیا دیکھا تم نے

اِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمُ الَّيۡلَ سَرۡمَدًا اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ اِلٰهٌ

اگر کر دیوے اللہ اوپر تمہارے رات کو ہمیشہ تا روز قیامت کون ہے معبود

اور معصوم عقائد پر ایمان لے آئے اور پھر اصلاحی اعمال و اقدامات کرتا رہے امید ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں شمار ہو جائے گا۔(۶۸) تمہارا پروردگار تو جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے اور جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے مگر ان کے بزرگ لیڈروں کو تو کوئی اختیار حاصل نہیں چنانچہ اللہ ان کے لیڈروں کی شرکت سے کہیں پاکیزہ و ارفع و اعلیٰ ہے۔ (۶۹) اور تیرا پروردگار خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینوں میں کینہ چھپا ہوا ہے اور جو کچھ وہ ظاہری اعلان کرتے رہتے ہیں (۷۰) وہی اللہ ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اسی کے لئے ہر ایک حمد و ثنا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اسی کے لئے فرمانروائی اور حکومت ہے اور تم سب اسی کی طرف پلٹا کر حاضر کئے جاؤ گے (۷۱) ان سے پوچھئے کہ کیا تم نے کبھی اس پر غور کیا ہے کہ اگر اللہ قیامت تک کے لئے تم پر رات طاری کر دے تو اللہ کے علاوہ وہ کون سا معبود ہے

کی پوجا یا عبادت کیا کرتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں ۔ یہاں ثابت ہے کہ وہ نہ تو اللہ کو چھوڑتے تھے اور نہ ہی ان لیڈروں یا بتوں کی عبادت کرتے تھے (۶۳ / ۲۸) یعنی جس چیز کو عبادت کہا گیا ہے وہ اطاعت ہے ۔

(۱۰ ۔ الف) تبرا کے مستحق وہی لوگ ہیں جن کو حکومت الٰہیہ میں شرکت کا دعویٰ تھا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ ہر اس شخص سے تبرا کرنا لازم ہے جو خلافت الٰہیہ میں شریک ہو یا شرکت کو جائز ہونے کا عقیدہ پھیلائے چنانچہ یہاں (۶۳ / ۲۸) لیڈر تبرا کر رہے ہیں اور اس تبرا کے معنی خاطی کی اتباع سے بیزاری ہے(بقرہ ۱۶۶ / ۲) مطلب واضح ہے کہ کسی خطا کار شخص کی اندھی تقلید و پیروی اور مطلق اطاعت حرام ہے ۔ اسی کو قرآن میں بتوں کی عبادت قرار دیا گیا ہے نہ کہ سچ مچ کی عبادت کرنا۔

(۱۱) رسوؐل کی نام نہاد قوم قریش اور سردارانِ قوم قارون کی طرح سرمایہ دار و غدار تھے۔(مودودی)

علامہ مودودی قارون کا تذکرہ شروع ہونے پر قریش اور دیگر اہل مکہ سے یوں تعارف کراتے ہیں کہ:۔
"یہ واقعہ بھی کفار مکہ کے اسی عذر کے جواب میں بیان کیا جا رہا ہے جس پر آیت نمبر ۵۷ (۵۷ / ۲۸) سے مسلسل تقریر ہو رہی ہے ۔اس سلسلے میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ جن لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے قومی مفاد پر ضرب لگنے کا خطرہ ظاہر کیا تھا۔ وہ دراصل مکہ کے بڑے بڑے سیٹھ ، ساہوکار اور سرمایہ دار تھے۔ جنہیں بین الاقوامی تجارت اور سودخواری نے قارون وقت بنا رکھا تھا۔ یہی لوگ اپنی جگہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اصل حق بس یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹو" (یہ ایک کھلی تہمت ہے کبھی کسی سرمایہ دار نے دولت سمیٹنے کو نہ حق سمجھا اور نہ کہا۔احسنؔ) اس مقصد پر

غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ
سوائے خدا کے کہ لے آوے تمہارے پاس روشنی کیا پس نہیں سنتے تم کہہ
اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
کیا دیکھا تم نے اگر کر دیوے اللہ اوپر تمہارے دن ہمیشہ دن یوم قیامت تک
مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ
کون ہے معبود سوائے خدا کے کہ لے آوے تمہارے پاس رات کو کہ آرام پکڑو
فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ
بیچ اس کے کیا پس نہیں دیکھتے اور مہربانی اپنی سے کیا واسطے تمہارے رات اور
النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝
دن کو تو کہ آرام پکڑو بیچ اس کے اور تو کہ چاہو فضل اس کے سے اور تا کہ تم شکر کرو
وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ
اور جس دن پکارے گا ان کو پس کہے گا کہاں ہیں شریک میرے جو کہ تھے تم
تَزْعُمُوْنَ ۝ وَ نَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا
دعویٰ کرتے اور کھینچ لیویں گے ہم ہر ایک اُمت میں سے گواہ پس کہیں
هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَ
گے ہم کہ لاؤ تم دلیل اپنی پس جان لیویں گے کہ تحقیق حق واسطے اللہ کے ہے اور
ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ
کھویا جاوے گا ان سے جو کچھ کہ تھے باندھ لیتے تحقیق قارون تھا قوم

جو تمہیں روشنی عطا کر دے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ (۷۲) ان سے یہ بھی کہہ دیں کہ کیا کبھی تم نے یہ سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر دن کر دے تو اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے جو تمہارے لئے رات پیدا کر دے تاکہ تم اس میں چین و سکون حاصل کر لیا کرو کیا تمہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا ہے (۷۳) یہ اسی کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے کام اور آرام کے لئے دن اور رات بنا دئے تاکہ تم ان میں سکون حاصل کرو اور تاکہ تم ان میں اللہ کے فضل کی تلاش کرو اور تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرو (۷۴) اور پھر یاد کرو کہ جس دن ان سے پکار کر پوچھا جائے گا کہ آج وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں تم ہمارے اقتدار و حکومت میں شریک کیا کرتے تھے؟ (۷۵) اور ہر اُمت میں سے ہم ان کے اعمال و افکار کی شہادت کے لئے ایک ایک چشم دید گواہ نکالیں گے اور ان اُمتوں سے ان کے غلط اعمال و عقائد پر دلیل طلب کریں گے اور وہ یقین کر لیں گے کہ حق اللہ ہی کے ساتھ ہے اور ان کے خود ساختہ عقائد گم ہو کر رہ جائیں گے (۷۶) حقیقتاً قارون موسیٰ کی قوم کا ایک فرد تھا جس نے اپنی قوم اور

جس چیز سے بھی آنچ آنے کا اندیشہ ہو وہ سراسر باطل ہے جسے کسی حال میں قبول نہیں کیا جا سکتا۔ (سارے قرآن میں علامہ والا اعتراض کفار مکہ پر نہیں کیا گیا۔ احسن) دوسری طرف عوام الناس دولت کے ان میناروں کو آرزو بھری نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اور ان کی غایت تمنا بس یہ تھی کہ جس بلندی پر یہ لوگ پہنچے ہوئے ہیں۔ ہمیں بھی اس تک پہنچنا نصیب ہو جائے۔ اس زرپرستی کے ماحول میں یہ دلیل بڑی وزنی سمجھی جا رہی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس توحید و آخرت کی اور جس ضابطۂ اخلاق کی دعوت دے رہے ہیں اسے مان لیا جائے تو قریش کی عظمت کا یہ فلک بوس قصر زمین پر آ رہے گا۔ اور تجارتی کاروبار تو درکنار جینے تک کے لالے پڑ جائیں گے'' (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۶۶۰ و صفحہ ۶۶۱)

علامہ کے اس بیان سے ہم تقریباً متفق ہیں۔ اور اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ ان سیٹھوں، ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کی وہ ذہنیت اور وہ خطرہ جو علامہ نے لکھا ہے ہرگز ہرگز تبدیل نہ ہوا تھا۔ اور یہ کہ وہی سیٹھ، ساہوکار اور سرمایہ دار تھے جنہوں نے اسلام کا نقاب پہن کر اسلام کو تبدیل کیا تھا تاکہ ان کے سرمایہ کے تحفظ کا کام دے سکے۔ چنانچہ ان سیٹھوں کا تذکرہ قرآن نے کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ان کے نظام معیشت میں دولت صرف سیٹھوں ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کے

مُوۡسٰى فَبَغٰى عَلَيۡهِمۡ‌ ۖ وَ اٰتَيۡنٰهُ مِنَ الۡكُنُوۡزِ

موسیٰؑ کی سے پس سرکشی کی اوپر ان کے اور دیا تھا ہم نے اس کو خزانوں سے

مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوۡٓاُ بِالۡعُصۡبَةِ اُولِى الۡقُوَّةِ ۗ اِذۡ

اس قدر کہ کنجیاں اس کی بھاری ہوتی تھیں ایک جماعت قوت والی پر جس وقت کہ

قَالَ لَهٗ قَوۡمُهٗ لَا تَفۡرَحۡ‌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

کہا واسطے اس کے قوم اس کی نے نہ خوش ہو تحقیق نہیں دوست رکھتا بہت

الۡفَرِحِيۡنَ‏ ﴿۷۶﴾ وَ ابۡتَغِ فِيۡمَاۤ اٰتٰٮكَ اللّٰهُ الدَّارَ

خوش ہونے والوں کو اور طلب کر بیچ اس چیز کے کہ دیا ہے تجھ کو اللہ نے گھر

الۡاٰخِرَةَ‌ وَ لَا تَنۡسَ نَصِيۡبَكَ مِنَ الدُّنۡيَا‌ وَ اَحۡسِنۡ كَمَاۤ

آخرت کا اور مت بھول حصہ اپنا دنیا سے اور احسان کر طرف خلق کی جیسا کہ

اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ‌ وَ لَا تَبۡغِ الۡفَسَادَ فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

احسان کیا اللہ نے طرف تیری اور مت چاہ فساد بیچ زمین کے تحقیق اللہ نہیں

يُحِبُّ الۡمُفۡسِدِيۡنَ‏ ﴿۷۷﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوۡتِيۡتُهٗ

دوست رکھتا فساد کرنے والوں کو کہا سوائے اس کے نہیں کہ میں دیا گیا ہوں مال

عَلٰى عِلۡمٍ عِنۡدِىۡ‌ ؕ اَوَلَمۡ يَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ قَدۡ

بسبب علم کے کہ میرے پاس ہے کیا نہ جانا اس نے یہ کہ اللہ نے تحقیق

اَهۡلَكَ مِنۡ قَبۡلِهٖ مِنَ الۡقُرُوۡنِ مَنۡ هُوَ اَشَدُّ مِنۡهُ

ہلاک کئے ہیں پہلے اس سے قرنوں میں سے جو وہ بہت زور آور تھے اس سے

موسیٰ کے خلاف بغاوت کی تھی اور ہم نے اسے اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ ان خزانوں کی کنجیاں طاقتور آدمیوں کی ایک جماعت مشکل سے اٹھا سکتی تھی۔ایک مرتبہ جب اس کی قوم والوں نے اس سے کہا خوشی سے پھولا نہ جا اللہ نخرے کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ (۷۷) اور اللہ نے جو دولت تجھے دی ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کیا کر اور اس دنیا میں بھی اپنے حصے کی ذمہ داری فراموش نہ کر بیٹھ ۔اور تو بھی لوگوں پر احسان سے پیش آیا کر جیسا کہ اللہ تیرے ساتھ احسان سے پیش آیا ہے اور دنیا بھر میں فساد پھیلانے کا نظام نہ چلا یقیناً اللہ فساد پھیلانے والوں کو محبوب نہیں رکھتاہے ۔ (۷۸) قارون نے جواب میں کہا کہ مجھے جو یہ دولت و حشمت اور خزانے دیئے گئے ہیں یہ میرے علم و عقل و کوشش کی بنا پر دیا گیا ہے کیا قارون نے اتنی سی بات نہ سمجھی تھی کہ علم و عقل بھی خدا ہی نے دی تھی اور یہ کہ اس سے پہلے اس سے زیادہ علم و قدرت والوں کو اور اس سے کہیں زیادہ افرادی قوت والوں کو پچھلی صدیوں میں اللہ نے تباہ و برباد کیا ہے اور مجرموں کو

چاروں طرف گھوما کرتی ہے لیکن اسلامی نظام میں ان تمام راستوں کو بند کر دیا گیا ہے جن سے دولت دولتمندوں کی اجارہ داری میں چلی جایا کرتی ہے۔(حشر ۷ / ۵۹) چنانچہ مال و دولت کی نگرانی اور تقسیم ان ہاتھوں میں رہے گی جو معصوم ہاتھ ہوں اور جن سے غبن اور خورد برد کا امکان ہی نہ ہو (حشر ۸ / ۵۹) اور کسی شخص کو چون وچرا کرنے کا اختیار ہی نہ ہو گا۔ یہ تھا وہ خطرہ جو تمام سیٹھوں اور ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کے چنگل سے پبلک کی دولت کو نکال لیتا تھا (۸۔۷ / ۵۹) اس نظام کی گرفت سے بچنے کے لئے سیٹھوں ساہوکاروں نے اسلام کی نقاب پہن کر عوام الناس کو اپنے ساتھ ملایا اور اللہ و رسولؐ سے بالا ہی بالا اپنے ساہوکارانہ نظام پر اسلام کا غلاف چڑھانا شروع کیا تھا۔ یہی سیٹھ اور ساہوکاروں و سرمایہ دار قرآن کی زبان میں اغنیاء کہلاتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو مسلم لیبل لگا کر کفر اور کافرانہ نظام کو اسلام کے ٹھپے کے ساتھ عوام میں پھیلاتے رہے ان کا تفصیلی تذکرہ قرآن میں جگہ جگہ مذکور ہے (مثلاً سورۂ توبہ ۹۶ تا ۹۳ / ۹) اور ان ہی سیٹھوں، ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کے لئے فرمایا ہے کہ:

علامہ کا ترجمہ: " یہ لوگ خدا کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے "وہ بات" نہیں کہی حالانکہ انہوں نے ضرور وہ

اتنا موقعہ بھی نہ دیا کہ ان سے ان کے کردار پر مواخذہ کیا جاتا ۔ (۷۹) چنانچہ ایک دفعہ وہ خوب سج دھج اور ٹھاٹھ کے ساتھ قوم کے سامنے سے نکلا تو دنیا طلب ذہنیت کے لوگوں نے کہا کہ اے کاش ہمیں بھی وہی کچھ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے یہ تو عظیم الشان نصیب والا ہے۔ (۸۰) اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا انہوں نے یہ سن کر کہا کہ افسوس ہے تمہاری حالت پر اس لئے کہ اللہ کا عطا کیا ہوا حلال کا بدلہ تو ہر اس شخص کے لئے قارون والی دولت سے کہیں بہتر ہے جو ایمان لانے کے ساتھ ساتھ نیک اعمال بجا لائے اور یہ حقیقی دولت صرف اس کو ملتی ہے جو صبر و شکر بجا لاتا رہے ۔ (۸۱) آخر کار ہم نے قارون کو اور اس کے مکانوں کو زمین میں دھنسا دیا پھر نہ کوئی اس کے حامیوں کا گروہ ایسا تھا جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کو آتا اور نہ وہ خود ہی اپنی مدد کر سکا ۔ (۸۲) اب وہی لوگ جو کل اس کی مانند دولت مند ہوجانے کی تمنا کر رہے تھے کہنے لگے

قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَ لَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۷۸

قوت میں اور جماعت والے تھے اور نہیں پوچھے جاتے گناہوں اپنوں سے گنہگار

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ

پس نکلا اوپر قوم اپنی کے بیچ آرائش اپنی کے کہا ان لوگوں نے جو چاہتے تھے زندگانی

الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ

دنیا کی اے کاش کہ ہو واسطے ہمارے جیسا دیا گیا ہے قارون تحقیق وہ بڑے

حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝۷۹ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ

نصیب والا ہے اور کہا ان لوگوں نے کہ دئے گئے تھے علم وائے ہے تم کو ثواب

اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا

خدا کا بہتر ہے واسطے اس شخص کے کہ ایمان لاتا ہے اور کام کرتا ہے اچھے اور نہیں

یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝۸۰ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ

سکھائی جاتی یہ بات مگر صبر کرنے والوں کو پس دھنسا دیا ہم نے اس کو اور

بِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ

گھر اس کے کو زمین میں پس نہ ہوئی واسطے اس کے کوئی جماعت کہ مددگار ہووے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ۝۸۱ وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ

اس کی سوائے خدا کے اور نہیں ہوا بدلہ لینے والوں سے اور صبح اٹھے وہ لوگ کہ

''کافرانہ بات'' کہی ۔ وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور انہوں نے وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جسے کر نہ سکے۔ یہ ان کا سارا غصہ اس بات پر ہے نا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیا ہے!''(توبہ ۷۴/ ۹) تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۱۶-۲۱۷۔ لہٰذا قارئین نوٹ کریں کہ اس اُمت میں ہر وہ شخص جو سیٹھ، ساہوکار اور سرمایہ دار ہے ۔ وہ ہرگز اسلامی نظام پر عمل نہیں کرتا ورنہ اسے بقول علامہ جینے کے لالے پڑ گئے ہوتے ۔ تعلیمات قرآن پر عمل کرنے والوں کے پاس کسی چیز کا اسٹاک یا فاضل ہونا ان کے کفر کی دلیل ہے (بقرہ ۲۱۹ / ۲) اس کفر سے بچنے کے لئے ہی انہوں نے ایسے افسانے گھڑے ۔ ایسی تاریخ تیار کی، ایسی تفسیر و تعبیر و تفہیم بیان کی کہ اسلام سرمایہ دار لوگوں کا محافظ بن کر رہ گیا۔ اسلام کے ایک سربراہ کے علاوہ تمام سیٹھ ساہوکار اور سرمایہ دار لوگ تھے اور انہوں نے اپنے اہل کاروں کے وظیفے اور تنخواہیں اتنی اتنی بڑی رکھی تھیں کہ وہ ایک صدی گزرنے سے پہلے پہلے سب لکھ پتی کروڑ پتی بن چکے تھے ۔ مثلاً معاویہ کی تنخواہ الفاروق میں دیکھ لیں تو تصدیق ہوجائے گی۔

(۱۲) آیت (۸۱ / ۲۸) قارون کے زمین میں دھنسنے کی وجہ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے خلاف سازش تھی۔

قارئین نوٹ کریں کہ قارون بڑا مدبر اور موقع شناس تھا وہ بنی اسرائیل کے ساتھ ہی مصر سے نکل آیا تھا اور قوم میں رہ کر اس نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے خلاف ایک سازش تیار کی جس میں کئی سو آدمی اس کے ہم خیال تھے اور

تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ
آرزو کرتے تھے مرتبے اس کے کی کل کو کہنے لگے تعجب ہے کہ اللہ کھول دیتا ہے
الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ ۚ لَوْ لَآ اَنْ مَّنَّ
رزق جسے چاہتا ہے بندوں اپنے سے اور تنگ کر لیتا ہے اگر نہ ہوتا یہ کہ احسان کیا
اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع ۸ / ۱۱
اللہ نے اوپر ہمارے دھنسا دیتا ہم کو بھی اور تعجب ہے کہ ہر گز نہیں فلاح پاتے کافر

افسوس ہے کہ ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قوانین قدرت کی پابندی سے رزق دیتا ہے اور اگر اس نے ہم پر احسان نہ کرنا ہوتا تو ہمیں بھی اس فراوانی کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا ہوتا ۔کیسا تعجب ہے کہ ہمیں یہ یاد نہ رہا کہ وہ حق پوشوں کو فلاح عطا نہیں کرتا

چاہتا تھا کہ وہ ان دونوں کے بعد یا ان کے زمانہ ہی میں بنی اسرائیل کی حکومت پر قبضہ جما لے ۔ سازش تیار ہوتے ہی وہ مع اپنے ساتھیوں اور مال و متاع کے زمین میں دھنستا چلا گیا ۔ جیسا کہ خود اسی کراچی میں ایک تین چار منزلہ بلڈنگ زمین میں غائب ہو گئی تھی ۔ اور جیسا کہ آغا دیر (Agadir Moroccan city ۱۹۶۰) ایسا غدار شہر زمین میں دھنس گیا اور آج وہاں سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے ۔

(۱۳) رزق و دولت و حکومت کسی کے برسر حق ہونے کی دلیل نہیں ہیں ۔(۷۱ تا ۸۲ / ۲۸)

چنانچہ یہ یاد رکھیں کہ کسی شخص یا گروہ کی دولت و حکومت کی کامیابیاں اس کے برسر حق ہونے کی دلیل نہیں ہوتی ہیں ہم نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ اور مناظرے کی کتابوں میں یہ لکھا گیا ہے کہ اگر عرب کی قومی حکومت برسر حق نہ ہوتی تو ان کے ہاتھوں اتنے ممالک ہر گز اللہ نے فتح نہ کرائے ہوتے اور اتنی ترقیاں کرنے کا موقع نہ ملا ہوتا ۔ اسی قسم کا دعویٰ قارون نے بھی کیا تھا (۷۸ / ۲۸) اسے اس دعویٰ میں غلط قرار دیا گیا اور بتایا گیا کہ اس سے بھی زیادہ صاحبان دولت و اقتدار اور صاحبان علم و بصیرت اس سے پہلی نسلوں میں یہی دعویٰ کرتے ہوئے گزرے اور تباہ کئے گئے تھے ۔ رہ گیا فتوحات کرنا ۔ اس پر خود خلیفہ اوّل ودوم نے افسوس کا اظہار کیا ہے کہ کاش ہم نے عجمیوں کے خلاف محاذ جنگ نہ کھولا ہوتا۔ ان کی تین تین ایسی باتیں ہیں کہ جن کے کرنے پر وہ پچھتائے اور جن کو نہ کرنے پر خود کو ملامت کی۔ بہرحال علامہ مودودی کی اسی ذیل میں چند باتیں ملاحظہ ہوں ۔ وہ سورۂ روم کی اوّلین تین چار آیات کا ترجمہ اور تشریح یوں لکھتے ہیں۔ ”ا۔ل۔م ۔ رومی قریب کی زمین میں مغلوب ہوگئے ہیں ۔ اور اپنی اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر وہ غالب آ جائیں گے۔ اللہ ہی کا اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور وہ دن وہ ہو گا جب کہ اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر مسلمان خوشیاں منائیں گے “(۴ تا ۱ / ۳۰) اس ترجمہ کی وضاحت میں تاریخ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

(۱۳ ۔ الف) اللہ کے عطا کردہ وسائل و دانش سے حکومت بنانا اور اقتدارِ حکومت کو اپنا دین پھیلانے میں استعمال کرنا۔

” ابن عباسؓ اور دوسرے صحابہ و تابعین کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ روم و ایران کی لڑائی میں مسلمانوں کی ہمدردیاں روم کے ساتھ اور کفار مکہ کی ہمدردیاں ایران کے ساتھ تھیں اس کے کئی وجوہ تھے ایک یہ کہ ایرانیوں نے اس لڑائی کو مسیحیت اور مجوسیت کی لڑائی کا رنگ دیا تھا۔ (جس طرح عربی حکومتوں نے اپنی جنگوں کو اسلام اور کفر کا رنگ دے کر اس کا نام جہاد رکھ دیا تھا۔احسن) اور وہ ملک گیری کے مقصد سے تجاوز کر کے اسے مجوسیت پھیلانے کا ذریعہ بنا رہے تھے(اسی طرح عرب کی قومی حکومتوں نے اپنے قتل عام اور لوٹ مار کو اسلام پھیلانے کا ذریعہ بنایا تھا ۔احسن) بیت المقدس کی فتح کے بعد خسرو پرویز نے جو خط قیصر روم کو لکھا تھا ۔ اس میں صاف طور پر وہ اپنی فتح کو مجوسیت کے برحق ہونے کی دلیل قرار دیتا ہے ۔(بعینہٖ قومی مسلمانوں کے خطوط ، لیکچر ، خطبے ، جرنلوں کے بیانات اور کل تک کی تمام تصنیفات اپنی فتوحات کو اپنے خود ساختہ اسلام کے برحق ہونے کی دلیل کہتے رہے ہیں ۔احسنؔ) اصولی اعتبار سے مجوسیوں کا مذہب مشرکین مکہ کے مذہب سے ملتا جلتا تھا ۔ کیونکہ وہ بھی توحید کے منکر

تِلۡكَ الدَّارُ الۡاٰخِرَةُ نَجۡعَلُهَا لِلَّذِيۡنَ لَا يُرِيۡدُوۡنَ عُلُوًّا

یہ گھر پچھلا کرتے ہیں ہم اس کو واسطے ان لوگوں کے کہ نہیں چاہتے بلندی

فِى الۡاَرۡضِ وَ لَا فَسَادًا ‌ؕ وَ الۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ۝۸۳ مَنۡ جَآءَ

بیچ زمین کے اور نہ فساد اور آخرت واسطے پرہیزگاروں کے ہے جو کوئی آوے

بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيۡرٌ مِّنۡهَا‌ ۚ وَ مَنۡ جَآءَ

ساتھ نیکی کے پس واسطے اس کے بہتر ہے اس سے اور جو کوئی آوے

بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزَى الَّذِيۡنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ

ساتھ برائی کے پس نہ جزا دیے جاویں گے وہ لوگ کہ کیں ہیں انہوں نے برائیاں

اِلَّا مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝۸۴ اِنَّ الَّذِىۡ فَرَضَ عَلَيۡكَ

مگر جو کچھ تھے کرتے تحقیق جس شخص نے کہ مقرر کیا ہے اوپر تیرے

الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ‌ ؕ قُلْ

حکم قرآن کا البتہ پھیر لے جانے والا ہے تجھ کو طرف جگہ پھر جانے کی کہہ

رَّبِّىۡۤ اَعۡلَمُ مَنۡ جَآءَ بِالۡهُدٰى وَ

رب میرا خوب جانتا ہے اس شخص کو کہ آیا ہے ساتھ ہدایت کے اور

مَنۡ هُوَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۝۸۵ وَ مَا كُنۡتَ تَرۡجُوۡۤا اَنۡ

اس شخص کو کہ وہ بیچ گمراہی ظاہر کے ہے اور نہ تھا تو امیدوار اس بات کا کہ

يُّلۡقٰٓى اِلَيۡكَ الۡكِتٰبُ اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ

اتاری جائے طرف تیری کتاب مگر رحمت کر پروردگار تیرے کی طرف سے

فَلَا تَكُوۡنَنَّ ظَهِيۡرًا لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ۝۸۶ وَ لَا يَصُدُّنَّكَ عَنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ

پس مت ہو پشتیبان واسطے کافروں کے اور نہ باز رکھیں تجھ کو نشانیوں اللہ کی سے

(۸۳) وہ مقام آخرت تو ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص کردیں گے جو دنیا میں بلندی اور اقتدار نہیں چاہتے اور نہ فساد کرتے ہیں اور اچھا انجام تو صرف متقی لوگوں کے لئے مقرر ہے۔ (۸۴) جو کوئی بھی بھلائیاں اور نیکیاں کرتا ہوا آئے گا اس کے لئے اس سے بھی بہتر نتیجہ ہے اور جو کوئی برائیوں کے ساتھ آئے گا تو ان لوگوں کو جنہوں نے برائیاں ہی کی ہوں گی اس کے علاوہ کوئی بدلہ نہ دیا جائے گا کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی (۸۵) حقیقت یہ ہے کہ جس ہستی نے اے رسولؐ تم پر قرآن کو از اوّل تا آخر فرض کردیا ہے وہی تمہیں تعلیماتِ قرآن کے بہترین نتائج نکلنے کی جگہ واپس پہنچائے گا اور بتا دو کہ میرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ وہاں کون کون ہدایت کے ساتھ پہنچتا ہے اور کون کون وہاں کھلی ہوئی گمراہی کے ساتھ آتا ہے (۸۶) اور اے نبیؐ آپؐ نے درخواست نہ کی تھی کہ کتاب تم سے ملاقات کے لئے آئے لیکن تیرے پروردگار کی رحمت ہونے کا یہی تقاضا ہوا لہٰذا تم حق پر پردہ ڈالنے والوں کی پشت پناہی سے الگ الگ رہنا۔ (۸۷) اور تمہیں اللہ کی آیات سے، نازل ہو چکنے کے بعد کوئی روکنے نہ پائے اور اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہو اور اللہ کی حکومت و اقتدار میں شرکت کے عقیدے والوں کی تائید نہ کرنا

تھے۔ (یہ تہمت بار بار واضح ہوئی ہے۔احسن) دو خداؤں کو مانتے تھے اور آگ کی پرستش کرتے تھے۔ اس لئے مشرکین کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔ ان کے مقابلہ میں مسیحی خواہ کتنے ہی مبتلائے شرک ہوگئے ہوں مگر وہ خدا کی توحید کو اصل دین مانتے تھے۔ آخرت کے قائل تھے۔ اور وحی و رسالت کو سرچشمہ ہدایت تسلیم کرتے تھے۔ اس بنا پر ان کا دین اپنی اصل کے اعتبار سے مسلمانوں کے دین سے مشابہت رکھتا تھا (مگر قومی مسلمانوں نے اس لئے عیسائی حکومتوں سے جنگ کی کہ ان کا خود ساختہ اسلام اپنی اصل کے اعتبار سے بھی مختلف تھا۔احسن) اور اسی لئے مسلمان قدرتی طور پر ان سے ہمدردی رکھتے تھے اور ان پر مشرک قوم کا غلبہ انہیں ناگوار تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ ایک نبیؑ کی آمد سے پہلے جو لوگ سابقؑ نبی کو مانتے ہوں وہ اصولاً مسلمان ہی کی تعریف میں آتے ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۷۳۰)

بَعۡدَ اِذۡ اُنۡزِلَتۡ اِلَيۡكَ وَ ادۡعُ اِلٰى رَبِّكَ وَ لَا تَكُوۡنَنَّ
پیچھے اس کے کہ اتاری گئیں طرف تیری اور پکار طرف پروردگار اپنے کی اور مت ہو
مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۚ‏ ﴿۸۷﴾ وَ لَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ‌ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ ۚ كُلُّ
شرک والوں سے اور مت پکار ساتھ اللہ کے معبود اور کو نہیں کوئی معبود مگر وہ ہر چیز
شَىۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ‌ ؕ لَـهُ الۡحُكۡمُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۸﴾
ہلاک ہونے والی ہے مگر ذات اس کی واسطے اس کے ہے حکم اور طرف اسی کے پھیرے جاؤ گے

(۸۸) اور اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ کسی اور معبود کی اطاعت کی دعوت نہ دینا۔ کوئی اور معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے ہر ہر شے فنا ہونے والی ہے سوائے وجہؑ اللہ کے اور کائنات کی حکومت اللہ کی ہے ۔ اور تم سب اللہ کی طرف رجوع کرائے جاؤ گے ۔

علامہ کا یہ بیان بڑی بے تکلفی اور حقیقت نگاری کا مظہر ہے ۔جو موضوع اس بیان میں زیر بحث ہے وہ اس دنیا میں روزانہ دیکھنے میں آتا ہے ۔چنانچہ ہر آدمی، ہر گروہ، ہر قوم، ہر پارٹی اپنی کامیابیوں کو اپنے حق بجانب ہونے کی دلیل سمجھتی ہے۔ اور اسی بنا پر وہ اپنے پروگرام، منشور اور اصولوں کا پرچار و تبلیغ کرتی ہے ۔ ممبر سازی کرتی ہے اور جہاں موقع ملتا ہے قوت و دولت و اقتدار اور جبر و تشدد کو استعمال کرتی ہے۔ چنانچہ رسولؐ کے بعد والے قومی لیڈروں نے جس طرح کا اسلام اختیار کیا تھا اس کو پھیلانے کے لئے وہ سب کچھ کیا جو ان کے عظیم ترین لیڈر کے متعلق اللہ نے پہلے ہی قرآن میں بیان کر دیا تھا۔(سورۂ بقرہ ۲۰۵ / ۲) اور عرب و عجم کے لوگوں کو ہی نہیں بلکہ خود اپنے رسولؐ کی نسل کو منقطع کرنے کے لئے دن رات قتل عام، لوٹ مار اور جلاوطنی کو پہلا نمبر دیا اور ماشاء اللہ آج تک جب موقع ملتا ہے وہ ظلم و ستم کو خدمت اسلام سمجھ کر اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کا اختیار کردہ اسلام دراصل مارشل ازم ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ ساری دنیا کی اقوام ان سے متنفر ہیں اور انہیں فقیر بنا کر رکھ دیا ہے۔

(۱۴) آیت(۸۵ / ۲۸) اور آیات (۵۴ تا ۵۲ / ۲۸) میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دور حکومت و رجعت کا ذکر ہے ۔

تشریح نمبر ۹ میں یہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ خاندان رسالت علیہم السلام ہی میں وہ حضرات تھے جو روز ازل سے حامل کتاب اللہ تھے اور ساری کائنات میں تمام مخلوقات سے پہلے مسلم یا بولتے چالتے مجسمۂ اسلام تھے ۔ وہاں اللہ نے فرمایا تھا کہ ان کے صبر و تحمل اور اُمت کی خیر خواہی پر انہیں دو مرتبہ اجر ملے گا (۵۴ / ۲۸) چنانچہ یہاں آیت (۸۵ / ۲۸) ان کے پہلے اجر کے ملنے کی جگہ کو معاد کہتی ہے اور یہ وہ زمانہ ہو گا جب محمدؐ و آلِ محمدؐ دوبارہ جسمانی ظہور فرمائیں گے ۔اور حضرت امام عصر صلوٰۃ اللہ علیہ کی حکومت الٰہیہ قائم ہو گی۔ساتھ ہی ان تمام لوگوں کو زندہ کر کے لایا جائے گا جنہوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے حقوق کو غصب کیا جنہوں نے ان پر مظالم کئے تھے ۔ انہیں ان کے جرائم کی دنیاوی سزا دی جائے گی اور وہ تمام مومنین بھی ظہور فرمائیں گے جنہیں قتل کیا گیا تھا ۔ جن پر مظالم ہوئے تھے ۔ انہیں بھی اس حکومت الٰہیہ میں اجر و ثواب ملے گا۔ یہ حکومت قیامت سے ہزاروں سال پہلے شروع ہو گی اور حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی قیام قیامت کا اعلان کریں گے ۔اس اعلان پر دورِ رجعت ختم ہو جائے گا۔ اب دوسرا ثواب قیامت میں دیا جائے گا ۔

(۱۵) آیت (۲۸/۸۶) سے قومی علما نے یہ تاثر پید کیا ہے کہ آنحضرتؐ کو بھی اچانک پکڑ کر نبیؐ بنا دیا گیا تھا۔

چونکہ قومی علما کے خود ساختہ اسلام میں اس محمدؐ کی گنجائش نہیں ہے جو اس پوری کائنات کی تخلیق سے اربوں سنکھوں سال پہلے کی نورانی تخلیق ہو ۔ جو روز ازل سے مسلم و مومن اور پوری کائنات کے لئے رحمت و ہادی و نذیر ہو ۔ جس کو اللہ نے اپنی تمام صفات کا مظہر بنایا ہو۔ جو تمام علوم خداوندی کا خزانہ یا ذخیرہ ہو ۔ جو باعث تخلیق کائنات ہو۔ جو ساری کائنات کی ربوبیت و رزق کے لئے باب خداوندی ہو ۔ جو مجسمۂ عصمت ہو اس لئے انہوں نے جہاں ایک جابر و ظالم اور اندھا خدا گھڑا وہیں ایک جاہل مطلق و خطا کار و کافر و کافر زادہ نبی اپنے لئے گھڑ لیا تاکہ وہ کافروں اور کافر زادوں اور جاہلوں و خطاکاروں کو اس خود ساختہ نبی کا جانشین بنا سکیں ۔ یہ سب کرنے کے لئے انہوں نے قرآن کی معنوی تحریف جاری رکھی ہزاروں متضاد

ترجمے اور تفسیریں تیار کیں ۔ حکومتوں کے درباروں میں اپنے خود ساختہ نبی کی طرف سے لاکھوں ایسی حدیثیں گھڑیں۔ ایسی افسانوی تاریخیں تیار کیں جن سے ان کا مذہب پیروں پر کھڑا ہو سکے ۔ چنانچہ ان کا مذہب ہر زمانہ میں بدلتا اور فرقہ واریت کا شکار رہتا چلا آیا ہے ۔ یہ اس لئے کہ حقیقی مسلمانوں اور ان کے حقیقی راہنماؤں نے دو دو مرتبہ اجر دلانے والے صبر سے مقابلہ کیا روزانہ انہیں ان کی غلط کاریاں دکھائیں انہیں بار بار باطل پر ثابت کیا۔ انہوں نے باطل کو چھوڑ حق قبول کرنے کے بجائے اپنے باطل مذہب اور اپنی باطل تاریخ وغیرہ کی اصلاح کرتے رہنے کو اختیار کیا، یوں ان کے تیار کردہ روایتی و تاریخی و تفسیری ریکارڈ میں وہ سب کچھ جمع ہو گیا کہ اگر کوئی صاحب عقل اسے دیکھ لے تو وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر اس ریکارڈ کو بکواس کا پلندہ کہے بغیر نہ رہے گا ۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ان کا باطل ہونا خود ان کے اپنے تیار کردہ ریکارڈ سے ثابت ہے ۔ اُسی باطل مذہب کی تائید کے لئے یہ ضروری ہے کہ نبیوںؑ کے متعلق یہ مانا اور منوایا جائے کہ کسی نبیؑ کو یہ علم نہیں ہوتا کہ اللہ اسے نبی بنانے والا ہے یا یہ کہ وہ پہلے سے نبی نامزد ہے ۔ یوں اچانک جس شخص کو اللہ چاہتا ہے پکڑ کر نبی بنا ڈالتا ہے ۔ اسے جبرئیلؑ کے ذریعہ مار پیٹ کر وحی وصول کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے ،وہ بار بار غلطیاں کرتا جاتا ہے، وحی آ کر اس کی اصلاح کرتی رہتی ہے اور ایک دن اسی غلط کاری کے عالم میں وہ مر جاتا ہے ۔ پھر ضرورت پڑنے پر کسی دوسرے کو پکڑ کر نبوت کی گاڑی میں جوت دیا جاتا ہے ۔ ہر نبی گویا پہلے دن قطعی جاہل ہوتا ہے ۔ ایک ایک دو دو کر کے آیات نازل ہوتی رہتی ہیں وہ پبلک کو سناتا اور یاد کرتا اور یاد کراتا رہتا ہے ۔ یوں اس کا اور اس کی مسلمان پارٹی کا علم برابر رہتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور ایک دن کتاب پوری ہو جاتی ہے ۔ جو نبی کے ساتھ اس کے سارے ساتھیوں کو یاد ہو جاتی ہے ۔ بالآخر نبی مر جاتا ہے اس کے ساتھی اس کی جگہ ایک آدمی کو سربراہ یا خلیفہ بنا لیتے ہیں اور اب پوری کتاب کو ملحوظ رکھ کر ضروریات زندگی کے مطابق قانون تیار ہوتا اور منسوخ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور بس۔ تقاضائے زمانہ کے ساتھ ساتھ دین اور دین کے مسائل بدلتے چلے جاتے ہیں اور یہ روز بدلتے رہنے والا نظام اسلامی نظام کہلاتا ہے ۔ لیکن قرآن کے الفاظ کو تبدیل نہ کر سکنے کی وجہ سے ان کے باطل مذہب اور خانہ ساز تفسیر و تفہیم و تاریخ اور روایات کی، قرآن کا صحیح صحیح ترجمہ کر کے پول کھولی جا سکتی ہے ۔ چنانچہ آیئے اور دیکھئے کہ آیا آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اچانک پکڑ کر نبی بنا دیئے گئے تھے؟ یا تمام اقوام عالم ان کی نبوت کو جانتی اور ان کی منتظر تھیں؟

(۱۵۔ الف) آنحضرتؐ کی بعثت و رسالت و نبوت کی اطلاع وپیشنگوئی پیدائش سے کئی صدیاں پہلے سے چلی آرہی تھی۔

قرآن کا ترجمہ بھی علامہ کے قلم سے دیکھیں تو زیادہ اچھا ہو گا تاکہ اس اقرار کے بعد ان کے انکار کو اسی مقصد کے ماتحت رکھا جا سکے جو اوپر کی چند سطور میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن سنئے اللہ کا ارشاد ہے ۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَـٰبَنِىٓ إِسْرَـٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُم بِٱلْبَيِّنَـٰتِ قَالُوا۟ هَـٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٦﴾ الصف

علامہ مودودی کا ترجمہ:۔ اور یاد کرو عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ:" اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسولؑ ہوں ، تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے ۔ اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسولؐ کی جو میرے بعد آئے گا ۔ جس کا نام احمدؐ ہوگا ۔ مگر جب وہ ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا یہ تو صریح دھوکا ہے" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۵۸ تا صفحہ ۴۷۶)

اس آیت اور ترجمہ سے ثابت ہو گیا کہ کم از کم آنحضرتؐ کی جسمانی پیدائش سے پانچ سو اکہتر (۵۷۱ء) سال پہلے آپؐ کی نبوت اور آپؐ کے نبیؑ ہونے کی پیش گوئی حضرت عیسیٰؑ کر چکے تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد (۵۷۱) سال سے آپؐ کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ اس ترجمہ کے بعد علامہ نے اپنا ایک لمبا چوڑا وضاحتی بیان دیا ہے جو تفہیم کے سترہ (۱۷) صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس بیان میں علامہ نے آنحضرتؐ کے متعلق کیا کیا تسلیم کیا ہے؟ وہ ہم چن چن کر آپ کے سامنے رکھتے ہیں تاکہ علامہ اینڈ کمپنی کا یہ عقیدہ بکواس بن جائے کہ آنحضرتؐ کو اپنی نبوت کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا،اور یہ کہ پوری عرب دنیا کو بھی یہ خبر نہ تھی کہ محمدؐ نبیؑ ہیں ۔ پہلے علامہ سے یہ سنئے کہ عربوں کو مذکورہ بالا آیت (۶ /۶۱) کیوں سنائی گئی تھی؟ ارشاد ہے :۔

(۱۵۔ ب) عربی و قومی مسلمانوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ساتھ وہی سلوک کرنا تھا جو بنی اسرائیل نے انبیاؑ سے کیا تھا۔

"یہ بنی اسرائیل کی دوسری نافرمانی کا ذکر ہے۔ایک نافرمانی وہ تھی جو انہوں نے اپنے دور عروج کے آغاز میں کی اور دوسری نافرمانی یہ ہے جو اس (عیسوی) دور کے آخری اور قطعی اختتام پر انہوں نے کی جس کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان پر خدا کی پھٹکار پڑ گئی ۔ مدعا ان دونوں واقعات کو بیان کرنے کا یہ ہے کہ مسلمانوں کو خدا کے رسُولؐ کے ساتھ بنی اسرائیل کا سا طرزِ عمل اختیار کرنے کے نتائج سے خبردار کیا جائے "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۵۸ وصفحہ ۴۵۹)

قارئین ہمارا بیان (تشریح ۱۵) اور سارے بیانات علامہ کی ان چند سطور سے صحیح ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا نوٹ کریں کہ اگر عہد رسوؐل کے اور بعد کے مسلمانوں نے اپنے رسوؐل کے ساتھ بنی اسرائیل والا سلوک نہ کرنا ہوتا تو انہیں یہ آیت (۶/ ۱۶) سنانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

(۱۵ ۔ ج) محمدؐ مصطفی کی نبوت و رسالت کی خوشخبری حضرت عیسیٰؑ سے پہلے حضرت موسیٰؑ نے دی تھی۔

اب یہ دیکھئے کہ حضرت عیسیٰؑ آنحضرتؐ کی نبوت ورسالت کی خوشخبری دینے میں منفرد نہیں ان سے پہلے توریت میں حضرت موسیٰؑ یہی خوشخبری دے چکے تھے ۔ یعنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہرت حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے سولہ سو (۱۶۰۰) سال پہلے سے اس دنیا میں پھیل چکی تھی۔ چنانچہ جناب علامہ زیر گفتگو آیت (۶/۶۱) کے معنی کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

" اور اس فقرے کو بعد والے فقرے کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے تیسرے معنی یہ نکلتے ہیں کہ میں اللہ کے رسوؐل احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد کے متعلق توراۃ کی دی ہوئی بشارت کی تصدیق کرتا ہوں اور خود بھی ان کے آنے کی بشارت دیتا ہوں۔ اس تیسرے معنی کے لحاظ سے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے اس قول کا اشارہ اس بشارت کی طرف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت موسیٰؑ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے دی تھی۔اس میں وہ (موسیٰؑ) فرماتے ہیں :

(۱۵۔ د) توریت کی آیات اور مودودی کا قلم بتاتے ہیں کہ حضوؐر کی نبوت اور آمد کا شہرہ ۲۱۷۱سال سے پھیلا ہوا تھا۔

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ (اے بنی اسرائیل۔احسنؔ) تم اس کی سننا یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا ۔ جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورِب میں کی تھی ۔ کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سُننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تا کہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا ۔ اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا"

(کتاب استثناء باب ۱۸۔ آیات ۱۵ تا ۱۹۔ تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۵۹)

سوچئے کہ کسی بھی شخص کو اچانک پکڑ کر نبی بنا دینا کہاں سے اختیار کیا گیا ہو گا ؟ یہاں تک کم از کم دو ہزار سال سے مشہور و موعود رسوؐل جس کا انتظار تمام اقوام اور اُمتیں کر رہی ہوں وہ خوؐد اور اس کا خاندان ہی ایسا رہ سکتا ہے کہ انہیں ان بشارتوں اور پیشنگوئیوں کی ذرہ برابر اطلاع نہ ملی ہو؟ پھر علامہ کو سنئے :

(۱۵ ۔ ہ) علامہ کا تیسری مرتبہ اقرار: "یہ تورات کی صریح پیشین گوئی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر چسپاں نہیں ہو سکتی ۔ اس میں حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا رہے ہیں کہ میں تیرے لئے تیرے بھائیوں میں سے ایک نبیؐ برپا کروں گا ۔

ظاہر ہے کہ ایک قوم کے "بھائیوں" سے مراد خود **اس قوم کا کوئی قبیلہ یا خاندان نہیں ہو سکتا** بلکہ ...

بھائی کہہ دینے سے ضروری نہیں کہ وہ ان ہی کی ماں باپ یا خاندان و قبیلہ سے ہو۔

اسی قوم کا قبیلہ یا خاندان نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی دوسری ایسی قوم ہی ہو سکتی ہے ۔ جس کے ساتھ اس کا قریبی نسلی رشتہ ہو ۔ اگر مراد خود بنی اسرائیل میں سے کسی نبی کی آمد ہوتی تو الفاظ یہ ہوتے کہ :" میں تمہارے لئے خود تم ہی میں سے ایک نبیؑ برپا کروں گا " لہٰذا بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد لامحالہ بنی اسماعیلؑ ہی ہو سکتے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہونے کی بنا پر ان کے نسبی رشتہ دار ہیں مزید برآں اس پیشین گوئی کا مصداق بنی اسرائیل کا کوئی نبی اس وجہ سے بھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی ایک نبی نہیں بہت سارے نبیؑ آئے ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۵۹۔۴۶۰)

(۱۵ ۔ و) حضورؐ کا مثیل موسیٰؑ ہونا اور کلام اللہ کا کلامِ رسولؐ بن کر انؐ کے منہ سے نکلنا توریت نے بتایا ۔

اس کے بعد علامہ نے حضورؐ کے مثیل موسیٰؑ ہونے اور کلام اللہ کے حضورؐ کے منہ میں ڈالے جانے پر بے تکی اور گھٹیا باتیں لکھی ہیں ۔ لیکن قرآن تصدیق کرتا ہے کہ:
اے عربو! ہم نے تمہارے پاس تمہارے اعمال و افکار پر گواہ رہنے والا رسولؐ اسی طرح بھیجا ہے جیسا کہ فرعون کے پاس رسُول (موسیٰؑ) کو بھیجا تھا (مزمل ۱۵ / ۷۳) پھر جس طرح حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارونؑ کو ان کا قوت بازو، ان کا فصیح و بلیغ ترجمان اور ان کا وزیر و خلیفہ اور شریک کار بنایا تھا۔ (طٰہٰ ۳۵ تا ۲۹ / ۲۰) اور (القصص ۳۵ تا ۳۴ / ۲۸) اسی طرح حضرت علیؑ کو آنحضرتؐ کا قوتِ بازو ، ان کی جان و نفس ، ان کا خلیفہ اور ان کا ولی و ترجمان و شریک کار بنایا تھا۔ پھر یہ ثابت ہوا کہ نزول قرآن کا وہ تصور جو قومی مسلمانوں نے دیا ہے باطل ہے ۔ حضورؐ کے قلب و دماغ میں (شعراء ۱۹۶۔۱۹۲ / ۲۶) پورا علم القرآن موجود تھا جو کلام اللہ بننے کے لئے کلام رسُولؐ کریم کہلایا (حاقہ ۴۴ تا ۴۰ / ۶۹) (تکویر ۲۵ تا ۱۹ / ۸۱) یہ ہیں موٹی موٹی وجوہات مماثلت اور آخری بات یہ کہ وہ رسُولؐ جو کچھ بھی منہ سے کہے گا وہ اللہ کا قول ہوگا (۶ تا ۱ / ۵۳ نجم) ۔

(۱۵ ۔ ز) وہ متفرق صفات جو سابقہ کتب میں آئی تھیں اور علامہ نے تصدیق کی ہے ۔

اس کے بعد علامہ وہ پیشینگوئیاں نقل کرتے ہیں جن میں حضورؐ کی صفات ، شناخت اور نبوت کو مشخّص و مشہور کیا گیا ہے ۔ ہم اختصار کی غرض سے مخصوص صفات و الفاظ جمع کرتے ہیں :۔ (۱) حضرت عیسیٰؑ نے آنحضرتؐ کو قیامت تک برقرار رہنے والا نوع انسان کا۔۱۔ مددگار فرمایا۔ ۲۔ روح حق قرار دیا۔ ۳۔روح القدس بنایا (یعنی خود جبرئیلؑ جس کے جسم کا ایک عضو ہو (شعراء ۱۹۶ تا ۱۹۲ / ۲۶) ۴۔ تمام تعلیمات دینے والا (عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۲۳۹﴾ البقرة) کہا ۔ ۵۔ دنیا کا سردار مانا (سرور دوعالم) ۶۔ اللہ میں سے صادر ہونے والا (نور خداوندی) ۷۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہنے والا (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ---﴿۳﴾ النجم) ۸۔ مستقبل وغیب کی اطلاعات دینے ولا (تکویر ۲۴ / ۸۱) ۹۔ علامہ نے سرور عالم مانا (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۶۴ تا ۴۶۲) تو بتائیں کہ سرور کے معنی کیا ہیں؟ اور جب حضورؐ سرور عالم ہیں تو انہیں اپنے مثل بشر کہنے کے کیا معنی ہیں ؟

(۱۵ ۔ ح) انجیل برناباس کی پیشینگوئیوں سے علامہ کی تصدیق شدہ حضورؐ کی صفات کا ذخیرہ :

۱۔تمام انبیاؑ اور مقدس ہستیوں کا نورؐ ۔ ۲۔عیسٰیؑ حضورؐ کے جوتوں کے تسمے کھولنے کے لائق نہ تھے۔ ۳۔خدا کی مُہر والا اور تمام اقوام عالم کی نجات کا ذمہ دار ۔۴۔ میں نے اور ہر نبیؑ نے اس رسُولؐ کو دیکھا اور میں نے اور تمام انبیاؑ نے اس کی تعظیم کی ہے (آل عمران ۸۱ / ۳) ۵۔ اس کے سر پر بادل سایہ رکھے گا۔ ۳۔ وہ رسُولؐ جس کے لئے کائنات بنائی گئی ہے۔ ۶۔وہ رسُولؐ حقیقی اور مطلق مسیح ہے ۔ ۷۔ اس کے بعد کوئی سچا نبی مبعوث نہ ہوگا ۔ ۸۔یہ ساری کائنات اور جنت محمدؐ کو تحفہ میں دی گئی ہے (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۷۱ تا ۴۷۴)
قارئین سوچیں کہ محمد و آل محمد صلوۃ اللہ علیہم کے متعلق جو کچھ ہمارے عقائد ہیں اور جو کچھ قرآن سے ہم نے ثابت کیا وہ یہی کچھ ہے جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور توریت وانجیل نے کہا ہے ۔اور تمام عقائد جو قومی علما نے پھیلائے بے بنیاد و باطل ہیں ۔

(۱۵ ۔ ط) رسولؐ اللہ کے ظہور کی قدامت اور رسالت و بعثت کی دعا ابراہیمؑ کے زمانہ میں ۔

علامہ نے قرآن کی آیت (بقرہ ۱۲۹ / ۲) میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا پر نوٹ دیا ہے کہ : " اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا جواب ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۱۳)

(۱۵ ۔ ی) عالم ذر میں نبوت محمدیہ کا اعلان اور ہر نبیؑ کے ظہور کی ہر سابق نبیؑ نے اطلاع دی ۔

تمام انبیاؑ نوع انسان کی بلکہ آدمؑ کی تخلیق سے پہلے کے متعین و مشخص اور ذمہ داری پر اللہ سے معاہدہ کئے ہوئے حضرات تھے(آل عمران ۸۱ / ۳) یعنی تمام انبیاؑ کو نہ صرف اپنی اپنی نبوت و رسالت کا علم تھا بلکہ یہ بھی معلوم تھا کہ انہیں اپنی نبوت کے زمانہ میں کیا کیا ذمہ داریاں پوری کرنا ہیں اور اسی آیت (۸۱ / ۳) کی ذیل میں علامہ نے لکھا ہے کہ:

"یہاں اتنی بات اور سمجھ لینی چاہئے کہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر نبیؑ سے یہی عہد لیا جاتا رہاہے اور اسی بناپر ہر نبیؑ نے اپنی اُمت کو بعد کے آنے والے نبیؑ کی خبر دی ہے اور اس کا ساتھ دینے کی ہدایت کی ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۶۹)

اس نوٹ میں علامہ یہ تاثر دیتے ہیں کہ اللہ نے ہر نبیؑ سے الگ الگ اور مختلف زمانوں میں مذکورہ عہد لیا تھا۔ حالانکہ آیت میں تمام انبیاؑ سے ایک دن ایک ساتھ عہد لیا گیا تھا۔ اور سب کو ایک ہی روز نبوت دی گئی تھی۔ کمال یہ ہے کہ علامہ نے آیت (۸۱ / ۳) کا ترجمہ صحیح کیا ہے یعنی:

"یاد کرو اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ:" آج ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازاہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۶۸) علامہ کے ترجمہ کی غلطیاں پکڑے بغیر یہ ثابت ہے کہ یہ عہد باربار یا الگ الگ ایام میں نہیں لیا بلکہ اس دن لیا گیا جسے اللہ نے " آج " فرمایا ہے ۔ اور اسی دن انہیں کتاب و حکمت میں سے کچھ(مِّن كِتَٰبٍ وَحِكۡمَةٍ) حصہ دیا گیا تھا ۔ نہ کہ بقول علامہ پوری کتاب و حکمت ۔ اور اس آیت میں اللہ نے "کوئی دوسرا رسول " ہرگز نہیں کہا بلکہ "رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ" فرمایا ہے اور ان سب کو آنحضرتؐ پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے ۔ اور یہ بتایا کہ جب حضورؐ ان کے پاس آئیں اور ان کو ملی ہوئی تعلیمات خداوندی کی تصدیق کریں تو انؐ پر ایمان لانا اور انؐ کی نصرت کرنا واجب ہے ۔

(۱۵ ۔ ۱۱) کتب احادیث و تواریخ سے ثابت ہے کہ بحیرا راہب نے ابوطالبؑ، آنحضرتؐ اور قافلہ کو مطلع کیا تھا۔

یہاں یہ بھی سن لیں کہ ملک شام کے سفر میں حضرت ابوطالبؑ مع جناب سروؐر دو عالم جب بصریٰ پہنچے تو ایک عیسائی راہب نے یہ بتایا کہ یہ بچہ سید المرسلین ہے ۔ لوگوں نے دلیل پوچھی تو کہا کہ جب تم پہاڑ سے اتر رہے تھے تو تمام درختوں اور پتھروں نے ان کو سجدہ کیا تھا ۔ یہ بھی موجود ہے کہ ایک ازدی عالم نے بھی اورخود بحیرا راہب نے بھی ابو بکر کو بتایا تھا کہ مکہ میں ایک نبیؑ پیدا ہو گا اور تم اس کے خلیفہ بن جاؤ گے ۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرتؐ کے آباؤ اجداد کے سلسلے کی پیشانیوں میں نور محمدیؐ چمکتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ اور آخر وہ نورعبداؑللہ بن عبدالمطلبؑ کی پیشانی میں چمکتا رہا ۔ لیکن جب حضورؐ حمل میں رہے تو وہ نور پیشانی سے نکل گیا تھا ۔ اور یہ بھی کہ یہ نور اور یہ نبوت اس قدر مشہور تھے کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے خواتین خود بھی اور ان کے والدین بھی اس خاندان میں لڑکی کی شادی کرنے کے متمنی رہتے چلے آتے تھے۔ الغرض مکہ کا بچہ بچہ اور سارا عرب جانتا تھا کہ حضورؐ رسوؐل اللہ ہیں ۔ مگر قومی علما نے تاریخوں میں لکھنے کے باوجود بھی ان حقائق کو چھپانے کی دھڑا بندی کر لی تھی ۔ اس کے باوجود بھی ان کے علما میں سے نیک لوگ ان واقعات کو مانتے اور لکھتے چلے آئے ہیں ۔(تفصیلات تاریخ طبری وغیرہ میں ملاحظہ ہوں)

مگر معتبر کتب حدیث و تاریخ میں دیکھتے ہوئے بھی بعض علما نے یہ کفر بہتر سمجھا ہے چنانچہ انہوں نے عہد رسوؐل کے ان کافروں کی پیروی ضروری سمجھی جن کا قرآن نے تذکرہ کیا ہے ۔اللہ فرماتا ہے کہ:

ٱلَّذِينَ ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ يَعۡرِفُونَهُۥ كَمَا يَعۡرِفُونَ أَبۡنَآءَهُمۡۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنۡهُمۡ لَيَكۡتُمُونَ ٱلۡحَقَّ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ ﴿١٤٦﴾ (بقرہ ۱۴۶ / ۲ انعام ۲۰ / ۲)

"وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہےوہ اُسؐ سے اس طرح متعارف ہیں جیسا کہ وہ خود اپنے بیٹوں سے تعارف رکھتے ہیں لیکن ان میں کا ایک فرقہ اس حقیقت پر پردہ ڈالنے میں کوشاں ہے اور وہ بھی جان بوجھ کر ایسا کرتے جا رہے ہیں" اور علامہ مودودی نے بھی مندرجہ بالا تمام حقائق کو قبول کیا اور پھر جان بوجھ کر

اس حقیقت کو چھپانے کے لئے لکھا کہ :
"پھر یہ بات کہ آپؐ خود بھی نبوت کے خواہش مند یا اس کے لئے متوقع اور منتظر نہ تھے ۔ بلکہ پوری بے خبری کی حالت میں اچانک آپؐ کو اس معاملہ سے سابقہ پیش آ گیا" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ٦٦٨) چند سطروں کے بعد لکھا ہے کہ:
"پھر وہ (خدیجہؓ۔احسن) آپ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس جاتی ہیں جو ان کے چچا زاد بھائی اور اہل کتاب میں سے ایک ذی علم اور راستباز آدمی تھے۔ وہ آپؐ سے سارا واقعہ سننے کے بعد بلا تامل کہتے ہیں کہ:
" وہ جو آپ کے پاس آیا تھا وہی ناموس (کارِ خاص پر مامور فرشتہ) ہے جو مؤسیٰ کے پاس آتا تھا ۔"
قارئین نے علامہ کے سابقہ بیانات بھی دیکھ لئے اور یہ انکار بھی سامنے ہے اب آپ کا دل چاہے تو منکر رہیں یا ایمان لے آئیں ۔ رہ گیا اس آیت (القصص ۸٦ / ۲۸) کا ترجمہ وہ اس لئے دلیل نہیں بنتا کہ علامہ اس لفظ (رجَا، تَرجُوْا ۔ یرجوا) کا ایک ترجمہ نہیں کرتے بلکہ موقع شناسی کے ساتھ ساتھ بدلتے جاتے ہیں ۔اس پر بھی ایک نظر ڈال لیں ۔

(١٦) علامہ کا ترجمہ ان کی پالیسی کی طرف جھکتا، بدلتا اور مڑتا چلا جاتا ہے ۔

علامہ معنی بدلنے کا اصول لکھتے ہیں کہ:" اصل الفاظ ہیں ۔ لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ ٱللَّهِ ﴿١٤﴾ الجاثیة۔ لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ: "جو لوگ اللہ کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے" لیکن عربی محاورے میں ایسے مواقع پر" ایام" سے مراد محض دن نہیں بلکہ وہ یادگار دن ہوتے ہیں جن میں اہم تاریخی واقعات پیش آئے ہوں۔۔۔۔۔۔یہاں ایام اللہ سے مراد کسی قوم کے وہ برے دن ہیں جب اللہ کا غضب اس پر ٹوٹ پڑے اور اپنے کرتوتوں کی پاداش میں وہ تباہ کرکے رکھ دی جائے۔ اسی معنی کے لحاظ سے ہم نے اس فقرے (یعنی آیت) کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ:" جو لوگ اللہ کی طرف سے برے دن آنے کا اندیشہ نہیں رکھتے " (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۸۵)
دیکھ لیا آپ نے علامہ نے خارجی اسباب اور غلط یا صحیح محاورے سے متاثر ہو کر "يَرْجُونَ " کے معنی " توقع رکھنا" کی جگہ اندیشہ رکھنا کر دیئے لیکن دوسرے مقامات پر يَرْجُونَ کے معنی وہی " امید رکھنا اور توقع رکھنا "کئے ہیں ۔

(١٦ ۔ الف) ایک ہی مادہ و مصدر سے نکلنے والے لفظ کے مختلف معانی جو علامہ کے ترجمہ و تفہیم میں موجود ہیں ۔

قارئین نوٹ فرمائیں کہ مندرجہ ذیل قرآن کے الفاظ کی بنیاد یا مادہ " ر۔ج۔و اور ر۔ج۔ی ہے ۔ اور قرآن کی قدیم ترین معتبر ترین لغت مفردات راغب اصفہانی میں اس مادہ سے نکلنے اور قرآن میں استعمال ہونے والے الفاظ کے معنی یوں لکھے ہیں کہ:

" (رجا) رجَا البئرو السماء وغيرهما جَانِبُهَا وَ الجمع اَرْجَاءُ ۔ قالَ تعالىٰ: وَٱلْمَلَكُ عَلَىٰٓ أَرْجَآئِهَا ﴿١٧﴾ (الحاقة) وَالرَّجَاءُ ظَنٌّ يقتضى حُصُولَ مَا فِيْهِ مَسَرَّةٌ وقوله تعالىٰ مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا (١٣۔نوح) قِيْلَ مَالَكُمْ لَا تَخَافُوْنَ۔ ووجه ذلك اَنَّ الرَّجَاءَ والْخَوْفَ يَتَلَازَمَانِ۔۔۔۔ (صفحہ ١٨٩)

" لفظ رجا کا استعمال جیسے کنویں یا آسمان کا کنارہ جسکی جمع ارجاء (کنارے) ہے ۔ اور اللہ نے فرمایا ہے کہ:" فرشتے اس کے کناروں پر ہیں ۔ اور دراصل رجا کی لفظ اس خیال یا گمان کو ظاہر کرنے کے لئے بولی جاتی ہے جس کے حصول میں مسرت ہو ۔ اور اللہ کا یہ فرمانا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے لئے وقارو عزت دینے والا ہونے کا ظن یا حسن ظن نہیں رکھتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے نہیں ڈرتے ۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ رجا اور خوف دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہیں " (کتاب مفردات القرآن صفحہ ۱۸۹)
اب ان اصولی معنی کو ذہن میں رکھ کر علامہ کے ترجموں میں استعمال شدہ معنی دیکھیں ۔

قرآن کے الفاظ علامہ کے معنی اور سورۂ و آیت اور تفہیم کے صفحات کے نمبر

یَرْجُوْنَ	اندیشہ	سورۂ جاثیہ ۱۴ / ۴۵	جلد ۴ صفحہ ۵۸۴
یَرْجُوْنَ	توقع	نباء ۲۷ / ۷۸	جلد ۶ صفحہ ۲۳۰
یَرْجُوْنَ	امیدوار	بقرہ ۲۱۸ / ۲	جلد ۱ صفحہ ۱۶۷
یَرْجُوْنَ	امیدوار	نساء ۱۰۴ / ۴	جلد ۱ صفحہ ۳۹۳
یَرْجُوْنَ	امیدوار	بنی اسرائیل ۵۷ / ۱۷	جلد ۲ صفحہ ۶۲۵
یَرْجُوْنَ	امیدوار	نور ۶۰ / ۲۴	جلد ۳ صفحہ ۴۲۳
یَرْجُوْنَ	متوقع	فاطر ۲۹ / ۳۵	جلد ۴ صفحہ ۲۳۳
یَرْجُوْنَ	اندیشہ	فرقان ۲۱ / ۲۵	جلد ۳ صفحہ ۴۴۵
یَرْجُوْنَ	توقع	فرقان ۴۰ / ۲۵	جلد ۳ صفحہ ۴۵۲
یَرْجُوْا	امیدوار	ممتحنہ ۶ / ۶۰	جلد ۵ صفحہ ۴۳۱
یَرْجُوْا	امید لگاتا ہے	زمر ۹ / ۳۹	جلد ۴ صفحہ ۳۶۳
یَرْجُوْا	توقع	عنکبوت ۵ / ۲۹	جلد ۳ صفحہ ۶۷۶
یَرْجُوْا	امیدوار	کہف ۱۱۰ / ۱۸	جلد ۳ صفحہ ۵۰
تَرْجُوْنَ	توقع	نوحؑ ۱۳ / ۷۱	جلد ۶ صفحہ ۱۰۱
تَرْجُوْنَ	امیدوار	نساء ۱۰۴ / ۴	جلد ۱ صفحہ ۳۹۳
تُرْجِی	الگ رکھنا	احزاب ۵۱ / ۳۳	جلد ۴ صفحہ ۱۱۶
وَارْجُوْا	امیدوار	عنکبوت ۳۶ / ۲۹	جلد ۳ صفحہ ۶۹۹
أَرْجَآئِهَا	اطراف وجوانب	حاقہ ۱۷ / ۶۹	جلد ۶ صفحہ ۷۵
أَرْجِهْ	روک لیجئے	شعراء ۳۶ / ۲۶	جلد ۳ صفحہ ۴۸۹
مَرْجُوًّا	توقعات	ھود ۶۲ / ۱۱	جلد ۲ صفحہ ۳۵۰
مُرْجَوْنَ	ٹھیرا ہوا	توبہ ۱۰۶ / ۹	جلد ۲ صفحہ ۲۳۱

آپ نے دیکھ لیا کہ علامہ نے ایک ہی مادہ ومصدر سے نکلنے والے الفاظ کے یہ سات مختلف معنی کئے ہیں ۔

۱۔ توقع۔ ۲۔ اندیشہ ۔ ۳۔ امیدوار۔ ۴۔ الگ رکھنا۔ ۵۔ اطراف وجوانب ۔ ۶۔ روک لینا ۔۷ ۔ ٹھیرا ہوا ۔

(۱۶ ۔ ب) علامہ کے اختیار کردہ و پسندیدہ معنی سے بھی رسولؐ اللہ کی قطعی لاعلمی ثابت نہیں ہے ۔

ان معنی میں سے ہمیں یہ اختیار ہونا چاہئے کہ جن معنی کو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذکورہ بالا پوزیشن کے مطابق چاہیں استعمال کر سکیں ۔ چنانچہ جس آیت پر گفتگو ہو رہی ہے وہ دوبارہ دیکھیں ۔

وَمَا كُنتَ تَرْجُوٓاْ أَن يُلْقَىٰٓ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَٰفِرِينَ ﴿٨٦﴾ القصص

علامہ کا ترجمہ: "تم اس بات کے ہر گز امیدوار نہ تھے کہ تم پر کتاب نازل کی جائے گی۔ یہ تو محض تمہارے رب کی مہربانی سے (تم پر نازل ہوئی ہے) پس تم کافروں کے مددگار نہ بنو" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۶۶۶۔۶۶۷) اس ترجمہ سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ نے کوشش کر کے یہ تصور پیدا کرنا چاہا ہے کہ رسولؐ کو اپنے اوپر قرآن اترنے کی ہر گز امید نہ تھی۔ بس اللہ مہربان ہوگیا اور قرآن نازل کر دیا۔ تاکہ علامہ کا وہ عقیدہ چسپاں ہو سکے جس میں رسولؐ روز ازل سے متعیّن و مشخّص نہیں ہوتے بلکہ راہ چلتے جس کو دل چاہا رسولؐ بنا دیا جاتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ قرآن کے الفاظ علامہ کے اس تصور اور ترجمہ کا ساتھ نہیں دیتے۔ ذرا بتائیے کہ اس ترجمہ کی ابتدا میں لکھے ہوئے چار الفاظ کہاں سے آئے ہیں؟ کیا اس چار لفظی جملے " اس بات کے ہر گز "کے لئے آیت میں عربی کے الفاظ موجود ہیں؟ کیا یہ علامہ نے اپنے عقیدے کی جیب خاص سے آیت کے ترجمہ میں اضافہ نہیں کیا ہے؟ اور اگر یہ خالص، بلا آیت کے تقاضے کے، اضافہ ہے؟ تو یہ ماننا پڑے گا کہ علامہ آیت کو مار پیٹ کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ پھر ترجمہ میں لفظ" نازل "کہاں سے اور کیوں لایا گیا؟ آیت میں اللہ نے ہر گز کتاب کے نازل کرنے کی بات نہیں کی ہے۔ وہاں تو لفظ "يُلْقَىٰٓ" ہے اور يُلْقَىٰٓ کے معنی ہر گز ہر گز " نازل کرنا " نہیں ہوتے اور علامہ نے بھی "يُلْقَىٰٓ" کے معنی جھونکنا کئے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے سوال کیا ہے :-

أَفَمَن يُلْقَىٰ فِى ٱلنَّارِ ﴿٤٠﴾ (فصلت: حٰمٓ السجدہ۔ ۴۰ / ۴۱)

علامہ کا ترجمہ: " آیا وہ شخص بہتر ہے جو آگ میں جھونکا جانے والا ہے ؟ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۶۲) اور اسی سورۂ میں صرف پانچ آیات پہلے لفظ "يُلْقَىٰٓ" کے معنی دو مرتبہ نصیب ہونا اور حاصل ہونا کئے ہیں چنانچہ آیت کہتی ہے کہ :

وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ٱلَّذِينَ صَبَرُواْ وَمَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٣٥﴾ حٰمٓ السجدہ (۳۵ / ۴۱)

علامہ کا ترجمہ: "یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیب والے ہیں(ایضاً صفحہ ۴۵۸) اور اسی لفظ يُلْقَىٰٓ کے معنی " اپنے سامنے پانا " بھی کئے ہیں۔ " كِتَٰبًا يَلْقَىٰهُ مَنشُورًا ﴿١٣﴾ (الإسراء: بنی اسرائیل ۱۳ / ۱۷) " نوشتہ اس کے لئے نکالیں گے جسے وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۰۴) لہٰذا ان کے ترجموں کا اعتبار وہی لوگ کر سکتے جو عربی زبان اور مقام مصطفوی سے ناواقف ہوں اور علامہ سے کسی طرح عقیدت رکھتے ہوں۔ علامہ کو اگر اپنا ہی پسندیدہ ترجمہ کرنا تھا تو صرف اتنا کافی ہوتا کہ۔

علامہ کے لئے علامہ ہی کا ترجمہ:

"تم امیدوار نہ تھے کہ تم سے کتاب کی ملاقات کرائی جائے گی۔ کتاب سے ملاقات اللہ کی مہربانی سے ہوئی ہے۔ لہٰذا تم کافروں کے پشت پناہ نہ بن جانا۔"

اگر یہ ترجمہ کیا جاتا اور پھر اس کی تشریح میں اپنا عقیدہ چسپاں نہ کیا گیا ہوتا تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا۔

اوّل اس لئے کہ لفظ رجَا۔ یرجوا۔ ارجوا۔ وغیرہ میں امید کے معنی داخل ہیں۔ امید نہ ہو گی تو درخواست کیوں ہو گی؟ دوم اس لئے کہ یہاں ایک ایک دو دو کر کے آیات نازل ہونے اور تئیس (۲۳) سال میں تنزیل مکمل ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ جس کی امید ماحول کی بنا پر ہوا کرتی ہے۔ یہاں تو پوری۔" ٱلْكِتَٰبُ "کی بات ہے۔ اور بات بھی پوری کتاب سے ملاقات کی بات ہے۔ لہٰذا اگر پوری کتاب سے اچانک ملاقات کی امید نہ بھی ہوتی تو وہ عقیدہ تو اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوتا جو علامہ نے مصلحتاً اختیار کیا ہوا ہے۔ قارئین جب لغات اٹھا کر دیکھیں گے۔ تو لفظ "رجا" کی ذیل میں انہیں۔ التماس کرنا۔ درخواست کرنا بھی ملیں گے۔ چاہنا بھی ملیں گے۔ اور یہ سب کچھ اسی صورت میں ہو گا جب کہ کسی چیز کے ملنے کی امید ہو گی ورنہ نہیں۔

سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ

سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ تِسْعَ وَ سِتُّوْنَ اٰیَۃً وَّ سَبْعُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ عنکبوت مکہ میں نازل ہوئی اس میں اُنہتر (۶۹) آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

الٓمّٓ ۚ ۞ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ

کیا گمان کیا ہے لوگوں نے یہ کہ چھوڑے جاویں گے اتنے ہی پر کہ

یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ ھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۞ وَ لَقَدْ فَتَنَّا

منہ سے کہہ لیویں ایمان لائے ہم اور وہ نہ آزمائے جاویں اور البتہ تحقیق آزمایا تھا

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ

ہم نے ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے پس البتہ ظاہر کردے گا اللہ ان لوگوں کو کہ

صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۞ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ

سچ بولے ہیں اور البتہ ظاہر کردے گا جھوٹوں کو کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ کہ

یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ۞ مَنْ کَانَ

کرتے ہیں برائیاں یہ کہ چڑھ جاویں ہم سے برا ہے وہ جو حکم کرتے ہیں جو کوئی

یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ ؕ وَ ھُوَ

امید رکھتا ہے ملاقات خدا کی پس تحقیق وعدہ اللہ کا البتہ آنے والا ہے اور وہ ہے

(۱) اَ۔ لَ۔ مَ ۔ (۲) کیا مکّیوں اور قریشیوں نے یہ حساب لگا لیا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور انہیں فتنوں میں سے گزار کر ان کے ایمان کو پرکھا نہ جائے گا ؟ (۳) حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کرچکے ہیں جو اہلِ مکہ و قریش سے پہلے گزر چکے ہیں اللہ کو تو ضروری ہے کہ معلوم کرے کہ سچے مسلمان کون سے ہیں اور یہ بھی ضرور معلوم کرے کہ خودساختہ جھوٹے اسلام کے دعویدار کون کون ہیں ؟ (۴) کیا وہ مسلمان جو ہم سے سبقت لے جانے کے لئے بڑے بڑے اقدامات کر رہے ہیں اپنا مجتہدانہ حساب لگا چکے ہیں ؟ تو بہت ہی برا ہے ان کا مجتہدانہ حکم اور فیصلہ۔ (۵) اور جن مسلمانوں کو نظامِ خداوندی کے نتائج حاصل کرنے کی امید ہے تو یقیناً اللہ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے اور اللہ

تشریحات سورۂ عنکبوت :

(۱) سورۂ کی ابتدا آلِ محمدؐ سے ۔

اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت سورۂ بقرہ اور آلِ عمرٰان کی طرح آلِ محمدؐ (الٓمّٓ) سے شروع ہوتی ہے اور شروع ہوتے ہی یہ سوال اٹھا دیا گیا ہے کہ کیا زبانی ایمان کا دعویٰ کرتے رہنا کافی ہے؟

(۲) ایمان لانے والوں کی دو قسمیں الگ الگ واضح کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے ۔

یہ سوال اس لئے اٹھایا گیا ہے کہ نظامِ اجتہاد نے اپنے خود ساختہ مسائل و عقائد پھیلانا شروع کر دیئے ہیں ۔ مسلمانوں کو خبردار کرنا ضروری ہوگیا کہ ان کا لگایا ہوا مجتہدانہ حساب نہ چلے گا بلکہ مسلمان کہلانے والوں کو بھی اُن فتنوں سے گزرنا ہو گا ۔ جو سابقہ اُمتوں کی راہ میں حائل ہوتے رہے ہیں ۔ اور اس اُمت میں وہ فتنہ سامنے آئے گا جس میں آلِ محمدؐ کے خلاف منصوبہ سازی ہو گی۔

(۳) آیات (۱۱ تا ۳ / ۲۹) میں اللہ کے کسی چیز یا حالت کو جاننے کا مطلب :

اور ان منصوبہ سازوں کو ساری اُمت اور ساری اقوام میں

السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۝ وَ مَنۡ جَاهَدَ فَاِنَّمَا

سننے والا جاننے والا اور جو کوئی محنت کرتا ہے خدا کے کام میں پس سوائے اس کے نہیں کہ

يُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ وَ

محنت کرتا ہے واسطے جان اپنی کے تحقیق اللہ البتہ بے پرواہ ہے عالموں سے اور

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَ

جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے البتہ دور کریں گے ہم ان سے برائیاں ان کی اور

لَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَحۡسَنَ الَّذِىۡ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ وَ وَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ

البتہ بدلا دیویں گے ہم ان کو بہتر اس چیز کا کہ تھے وہ کرتے۔اور حکم کیا ہم نے انسان کو

بِوَالِدَيۡهِ حُسۡنًا ؕ وَ اِنۡ جَاهَدٰكَ لِتُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَيۡسَ لَكَ

ساتھ ماں باپ کے بھلائی کرنا اور اگر جھگڑا کریں تجھ سے دونوں یہ کہ شریک لاوے تو

بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا ؕ

ساتھ میرے اس چیز کو کہ نہیں واسطے تیرے ساتھ اس کے علم پس مت کہا مان ان

ہر بات سننے اور جاننے والا ہے۔(۶) اور جو کوئی محنت و کوشش کرتا ہے وہ صرف اپنی ذات کے لئے کرتا ہے یقیناً اللہ تمام کائنات سے ضرور بے پرواہ ہے۔ (۷) اور جن لوگوں نے حقیقی طور پر ایمان اختیار کیا اور اصلاح پر کار بند رہے ہم ضرور ان کی برائیوں کو چھپا دیں گے اور جو کام انہوں نے کئے ہوں گے ان کا بدلہ انہیں ہم ان کے اعمال سے بھی بہترین عطا کریں گے۔ (۸) اور ہم نے تمام انسانوں کو وصیت کی ہوئی ہے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی لیکن اگر وہ دونوں تمہیں کسی ایسی ہستی کو میرے اقتدار میں شریک کرانے کی کوشش کریں کہ جس کو شریک کرنے یا نہ کرنے کا تمہیں علم نہ ہو تو تم ان کی اطاعت نہ کرنا۔تم سب کو میرے حضور میں

روشناس کرانے کا بندوبست اور انتظام کرنا اللہ کے ذمہ ہے۔ اس ذمہ کو پورا کرنے کے عملی طریقے کو اس سورہ کی ابتدائی تیسری اور پھر گیارہویں آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان آیات کے متعلق یہ عرض کرنا ہے کہ جب اللہ کائنات کی ہر ہر چیز اور ہر ہر حالت کا عالم ہے اور انسانوں کی ہر پوشیدہ بات کو جانتا ہے (بقرہ ۷۷ / ۲) تو یہ کیوں فرمایا کہ:
”ضروری ہے کہ اللہ معلوم کرے یا جان لے“ کیا وہ اس وقت تک جانتا نہ تھا؟ ہم بڑی بے تکلفی سے یہ اجازت دیتے ہیں کہ آپ یوں ہی سمجھ لیں کہ ہاں واقعی یا واقعاتی طور پر نہ جانتا تھا۔ ایسا ماننے اور ایسی اجازت دینے سے اللہ کے علم کی حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی البتہ ہمارے علم میں ترقی و تبدیلی ہونا ضروری ہے اور قرآن میں اس قسم کے جملے اسی علمی ترقی کے لئے فرمائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ کے علم پر غور کرنا ضروری ہو گیا۔ لہٰذا جاننا چاہئے کہ اللہ کا ایک علم یہ ہے کہ وہ ہر شے کی خصوصیات کا عالم ہے۔ اسے یہ علم ہے کہ فلاں فلاں اشخاص میں یہ اور وہ صلاحیتیں موجود ہیں۔ لیکن وہ اپنے اس علم پر کسی کو کوئی جزا یا سزا نہیں دے سکتا۔ اس کی جزا و سزا اس وقت تک جاری نہیں ہوتی جب تک ان فلاں فلاں اشخاص سے ان صلاحیتوں کا عملاً ظہور نہ ہو جائے اس لئے کہ یہ عدل و انصاف کے خلاف ہوگا۔ مثلاً ایک آدمی میں امانت دار بننے کی صلاحیت ہے اور یہ صلاحیت ہر شخص میں ہوتی ہے۔ اسی طرح خیانت کی صلاحیت ہے۔ اب جب تک ایسے مواقع سامنے آکر کھڑے نہ ہو جائیں یہ دونوں صلاحیتیں بروئے کار نہیں آسکتیں۔ اب ایک ایسا موقع آتا ہے کہ آدمی بھوکا ہے۔ قرض دار ہے۔ ضرورت مند ہے۔ لیکن وہ اپنے پاس رکھی ہوئی امانت کو اپنی ضرورت میں خرچ نہیں کرتا۔ بھوکا رہتا ہے۔ مقروض رہنا اور حاجت مند رہنا پسند کرتا ہے تکلیفیں سہتا ہے۔ اب عملاً اللہ کو اور تمام ماحول کو معلوم ہو گیا کہ وہ شخص امین ہے۔ اب اسے اس امانت داری کے بدلے میں جزا دینا عین عدل و انصاف کے مطابق ہے۔ دوسرا شخص امانت کو اپنی ضرورت میں استعمال کر لیتا ہے اور سوچتا ہے کہ پس انداز کر کے یہ روپیہ پھر جمع کر لوں گا۔ یہ خیانت ہے۔ اللہ کو علم ہے کہ وہ ایسا کر سکے گا یا نہیں۔ لیکن ابھی وہ اسے خیانت کی سزا نہیں دیتا۔ جب وہ اپنی عادت کے مطابق دوسرے جھمیلوں میں الجھ جاتا ہے اور مانگنے پر بھی امانت واپس نہیں کر سکتا تو اب وہ پکا خائن ہے اور ازروئے عدل و انصاف سزا کا مستحق ہے۔ اب اس کی ضرورت کا بہانہ محض بہانہ ہے۔ اس لئے اللہ کا وہ علم غیب تقاضا کرتا ہے کہ اس علم پر فیصلہ

إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
دونوں کا طرف میری ہے پھر آنا تمہارا پھر خبر دوں گا میں تم کو ساتھ اس چیز کے کہ
تَعْمَلُوْنَ ۞ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ
تھے تم کرتے اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے البتہ داخل کریں گے ہم ان کو
فِي الصّٰلِحِيْنَ ۞ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا
بیچ صالحوں کے اور بعضے لوگوں میں سے وہ شخص ہے کہ کہتا ہے ایمان لائے ہم
بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ
ساتھ اللہ کے پس جب ایذا دیا جاتا ہے بیچ راہ خدا کے کرتا ہے ایذا لوگوں کی کو
كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَ لَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا
مانند عذاب خدا کے اور اگر آوے مدد پروردگار تیرے کی طرف سے البتہ کہیں گے تحقیق تھے ہم
مَعَكُمْ ؕ اَوَ لَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ۞
ساتھ تمہارے کیا نہیں خدا خوب جاننے والا اس چیز کو کہ بیچ سینوں عالموں کے ہے

واپس آنا ہے ۔ چنانچہ اس وقت میں تم کو تمہارے اعمال و عقائد کے صحیح و غلط ہونے کی اطلاع دوں گا ۔ (۹) اور جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ کو ترک نہیں کیا ان کو ہم ضرور بالضرور ازلی و حقیقی صالحین میں داخل کرنے کا انعام دیں گے ۔ (۱۰) اور ان مسلمانوں میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ وہ منہ سے تو یہی کہتے رہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن انہیں اللہ پر ایمان کے بدلے میں جب ستایا گیا تو لوگوں کے پیدا کردہ اس فتنہ کو انہوں نے عذابِ خداوندی کی مانند بنا لیا اور اگر ان زبانی مومنین کو تیرے پروردگار کی طرف کوئی مدد ملی تو وہی لوگ کہہ دیتے ہیں کہ بلا شبہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ ہی تھے یعنی نصرت ہونا ہی چاہئے تھی کیا ساری کائنات کے باشندوں کے دلوں کا حال اللہ کو بخوبی معلوم نہیں ہے یعنی کیا اسے زبانی بکواس سے دھوکا دیا جا سکتا ہے

نہ کیا جائے ۔ لہٰذا وہ علم غیب جو اسے لوگوں کی صلاحیتوں کے بارے میں حاصل ہے عدل و انصاف کے لئے کافی نہیں ہے ۔ عدل و انصاف اس علم پر کہ فلاں شخص چوری کرے گا یا کرنے والا ہے نہیں کیا جاتا ۔ بلکہ اس علم پر منحصر ہے کہ فلاں شخص نے چوری کر لی ہے ۔ بس اس علم کے لئے اللہ کو وہ مواقع پیدا کرنا ہوتے ہیں جن میں انسانوں کی صلاحیتیں بر سر کار آنا لازم ہو جاتا ہے ۔ جو لوگ حالات کو سامنے دیکھتے ہی آگا پیچھا ، اچھا برا ، جائز و ناجائز دیکھ بھال کر اپنی صلاحیتوں کو روبعمل لے آتے ہیں ان کو واقعاتی علم حاصل ہو جانے کی بنا پر سزا دی جانا عدل کے تقاضے پورے کرتا ہے۔ اور جو لوگ حالات کے دباؤ کے سامنے نہیں جھکتے اور ایسی راہ عمل اختیار کرتے ہیں جو انہیں حق پر برقرار رکھے ایسے لوگوں کو مدح و ثنا کرنا اور اچھا بدلہ و جزا دینا بھی عدل کا تقاضا ہوتا ہے ۔ صلاحیتوں کو مدنظر رکھ کر ان کے روبکار آنے کے لئے موزوں ترین حالات فراہم کرنا اللہ کے لئے لازم ہے ۔ ورنہ وہ تہہ در تہہ جذبات میں پوشیدہ صلاحیت بیدار نہ ہو گی اور انسان صلاحیت و عمل کا فائدہ نہ اٹھا سکے گا ۔ ایسے حالات پیدا کرتے رہنے کو قرآن میں آزمائش کرنے کے معنی میں ظاہر کیا جاتا ہے ۔ اور اگر ان حالات کو پیدا کرنے میں لوگوں کا ارادہ و عقل استعمال ہوئی ہو اور ان کا مقصد دوسروں کو مصائب میں مبتلا کرنا ہو تو ان حالات کو فتنہ کہا جاتا ہے ۔ بہر حال اللہ کی طرف سے آزمائش کرنے اور علم حاصل کرنے کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ وہ ایسے حالات فراہم رکھے جن میں انسانی صلاحیتوں کو جاگنے ابھرنے اور روبعمل آنے کا پورا پورا موقع ملے اور ان کی عقل و ارادہ صحیح فیصلہ کرنے کا موقع پائے ۔ اور عمل کر چکنے کے بعد واقعاتی علم پر سزا و جزا دی جائے۔

(۴) آیات (۱۳ تا ۴ / ۲۹) میں قریشی رہنماؤں کے مجتہدانہ احکام و اقدامات پر ریمارکس دیئے ہیں ۔

اس آیہ مبارکہ (۴ / ۲۹) کے متعلق علامہ مودودی مانتے ہیں کہ سرداران قریش کو مخاطب کر کے تنبیہہ کی گئی ہے ۔ چنانچہ لکھا ہے کہ: ”اس سے مراد اگرچہ تمام وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں ۔ لیکن یہاں خاص طور پر روئے سخن قریش کے ان ظالم سرداروں کی طرف ہے جو اسلام کی مخالفت میں اور اسلام قبول کرنے والوں کو اذیتیں دینے میں اس وقت پیش پیش تھے مثلاً ولید بن مُغیرہ ، ابوجہل ، عُتبہ ، شیبہ ، عُقبہ بن ابی مُعَیط اور حنظلہ بن وائل وغیرہ “ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۶۷۶ و صفحہ ۶۷۷)

وَ لَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ

اور البتہ ظاہر کر دے گا اللہ ان لوگوں کو کہ ایمان لائے ہیں اور البتہ ظاہر کر

الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ

دے گا منافقوں کو اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے ہیں ان لوگوں کو کہ

اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَ لْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَ

ایمان لائے ہیں پیروی کرو راہ ہماری کی اور چاہئے کہ اٹھالیویں ہم گناہ تمہارے اور

مَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾

نہیں وہ اٹھانے والے گناہ ان کے سے کچھ تحقیق وہ البتہ جھوٹے ہیں

وَ لَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ٘ وَ

اورالبتہ اٹھاویں گے بوجھ اپنے اور بوجھ ساتھ بوجھوں اپنوں کے اور البتہ

لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ ع وَ لَقَدْ

پوچھے جاویں گے دن قیامت کے اس چیز سے کہ تھے باندھ لیتے اور البتہ تحقیق

اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ

بھیجا ہم نے نوحؑ کو طرف قوم اس کی کے پس رہا بیچ ان کے ہزار برس

(۱۱) اور یہ ضروری ہے کہ اللہ یہ معلوم کرکے رہے کہ کون کون لوگ حقیقی ایمان لائے ہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ منافقوں کا علم حاصل کیا جائے (۱۲) اور جن لوگوں نے حق پوشی کی اسکیم اختیار کی ہے انہوں نے مومنین سے کہا کہ تم لوگ محمدؐ کے بجائے ہماری اسکیم پر چلو اور اس سلسلے میں تم سے جو غلطیاں ہوں گی انہیں ہم ضرور مل کر بانٹ کر برداشت کرلیں گے اور بات یہ ہے کہ وہ لوگ ان کی لغزشوں اور خطاؤں کو سچ مچ برداشت کرنے والے نہیں ہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ وہ اپنی بات ہی میں سرے سے جھوٹے ہیں۔ (۱۳) اور لازم ہے کہ وہ اپنی اسکیم کی لادی ہوئی پابندیوں کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ ان پابندیوں سے پیدا ہونے والی تکلیفوں کی ذمہ داری بھی برداشت کریں اور قیامت کے روز ان پر ان کی مجتہدانہ پالیسیوں اور پابندیوں کے ایجاد کرنے پر ہم باز پرس کریں گے (۱۴) اور ہم نے نوحؑ کو بھی ان کی قوم میں بھیجا تھا اور وہ اس قوم میں پچاس کم ہزار برس رہے

علامہ نے یہاں خانہ پری کی ہے۔ نہ آیت کے الفاظ کا خیال رکھا اور نہ اصل حقیقت کو ہوا لگنے دی۔ انہیں نہ معلوم کہاں سے یہ اطلاع ملی کہ اس آیت میں عرب کے ظالم سرداروں اور ان کے ظلم کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہاں تو لفظ ظالم و ظلم کہیں ہے ہی نہیں۔ یہ آیت (۴ / ۲۹) تو ایسے دانشوروں کا تذکرہ کر رہی ہے جو احکام نافذ کرنے میں اللہ پر سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ یہ علما و دانشور لوگ ان احکام کو ایک مخصوص اسکیم کے ماتحت خود ہی ایجاد و افترا کر رہے ہیں(۱۳ / ۲۹) اور چاروں طرف باقاعدہ اپنے مسلک کے اصول و قواعد اور پابندیاں پھیلا رہے ہیں (۱۳ / ۲۹) اور لوگوں کی دنیا و عاقبت کی ذمہ داریاں سنبھال رہے ہیں (۱۳ / ۲۹) اور وعدہ کررہے ہیں کہ عوام کی خطائیں اور غلطیاں وہ حضرات بے اثر بنا دیں گے۔ (۱۲ / ۲۹) یہی وہ لیڈر ہیں جو یہ تصور پیدا کر رہے ہیں کہ اسلام کے احکام پر رسولؐ کی صواب دید کے مطابق عمل کرنے سے محض نقصان ہورہا ہے۔(۱۰ / ۲۹) اور جن معاملات میں انہیں منافع و مدد ملتی ہے انہیں اپنی شرکت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔(۱۰ / ۲۹) ان ہی کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم زبانی اسلام کے دعویداروں کو باقاعدہ عملی میدان میں دیکھ کر حکم جاری کرنے والے ہیں (۱۱ / ۲۹) کہ ان میں سے کون کون منافق ہے اور کون کون بہکایا ہوا ہے (۱۱ / ۲۹) اور ان کے راہنمایان قوم اور مبلغین مذہب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ آنحضرتؐ کے پیش کردہ اسلام کے مقابلہ میں اپنا صدیوں قدیم خود ساختہ اسلام قبول کرنے اورغلطیوں کو اجتہادی غلطیاں کہہ کر برداشت کر لینے کا لالچ دیتے ہیں اور اسی مسلک کے بانی مبانی کا تذکرۂ دین سازی (نساء ۱۵۰ / ۴) اور رسولؐ کا دین چھڑانے کی بات (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) قرآن میں ہوتی چلی آ رہی ہے۔

(۴۔الف) آیات (۲۳ تا ۱۴ / ۲۹) میں مسلسل قریشی دین سازوں کا تذکرہ ہوا ہے۔ اور آج بھی ان کے مذہب کے مسلمان دین سازی اور شریعت اسلامی گھڑنے

اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوۡفَانُ وَ هُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۴﴾

مگر پچاس برس پس پکڑا ان کو طوفان نے اور وہ ظالم تھے

فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَ اَصۡحٰبَ السَّفِیۡنَةِ وَ جَعَلۡنٰهَاۤ اٰیَةً

پس نجات دی ہم نے اس کو اور کشتی والوں کو اور کیا ہم نے اس کو نشانی

لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۵﴾ وَ اِبۡرٰهِیۡمَ اِذۡ قَالَ

واسطے عالموں کے اور بھیجا ہم نے ابراہیمؑ کو جس وقت کہا اس نے

لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوۡهُ ؕ ذٰلِكُمۡ خَیۡرٌ لَّكُمۡ

واسطے قوم اپنی کے کہ عبادت کرو اللہ کی اور ڈرو اس سے یہ بہتر ہے واسطے تمہارے

اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا

اگر ہو تم جانتے سوائے اس کے نہیں کہ عبادت کرتے ہو سوائے اللہ کے بتوں کی

وَّ تَخۡلُقُوۡنَ اِفۡكًا ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَا

اور بنالیتے ہو جھوٹ تحقیق جن کو عبادت کرتے ہو تم سوائے خدا کے نہیں

یَمۡلِكُوۡنَ لَكُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ الرِّزۡقَ وَ اعۡبُدُوۡهُ

مالک واسطے تمہارے رزق کے پس ڈھونڈو نزدیک خدا کے رزق اور عبادت کرو

وَ اشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنۡ تُكَذِّبُوۡا

اس کی اور شکر کرو اس کا طرف اس کے پھیرے جاؤ گے اور اگر جھٹلاؤ تم

فَقَدۡ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ

پس تحقیق جھٹلایا تھا اُمتوں نے پہلے تم سے اور نہیں اوپر پیغمبرؐ کے مگر پہنچا دینا

الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۸﴾ اَوَ لَمۡ یَرَوۡا كَیۡفَ یُبۡدِئُ اللّٰهُ الۡخَلۡقَ ثُمَّ

ظاہر کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ کیوں کر پہلی بار کرتا ہے اللہ پیدائش کو پھر

آخر کار اس کی قوم کو طوفان نے دبوچ لیا۔ اس حال میں کہ وہ خالص احکام خداوندی نافذ کرنے کے منکر تھے (ظالم۔مائدہ۔۴۵ /۵) (۱۵) پھر ہم نے نوحؑ کو اور کشتی میں سوار ہونے والوں کو نجات دی اور اس کشتی کو ایک معجزہ بنا کر چھوڑ دیا تاکہ پوری کائنات کے لئے مفید بنے۔ (۱۶) اور ابراہیمؑ کو جب بھیجا اور اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کیا کرو اور صرف اسی کے لئے متقی بن جاؤ وہ عملدرآمد تمہارے لئے بہت مفید ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ (۱۷) اور واقعہ تو صرف اس قدر ہے کہ تم لوگ اللہ کے سوا اجارہ داروں اور سرمایہ داروں کی اطاعتِ مطلق کرتے ہو اور کوشش کر کے یہ اطاعت کی اسکیم تخلیق کر رہے ہو اور سنو کہ بلاشبہ جن لوگوں کی تم مطلق اطاعت کر رہے ہو وہ تمہارے رزق پر کوئی دسترس نہیں رکھتے۔ چنانچہ تمہیں چاہئے کہ رزق اللہ سے مانگا کرو اور اسی کی عبادت کرو اور شکر بھی اسی کا ادا کیا کرو تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔ (۱۸) اور اگر تم رسولؐ کو اپنے ہتھکنڈوں سے جھٹلا دو تو تم سے پہلے والی اُمتوں نے بھی تمہاری ہی طرح رسولوں کو جھٹلایا ہے۔ اور رسولؐ کی ذمہ داری اس کے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں کہ وہ تعلیمات خداوندی کو انتہائی طور پر واضح اور عملی بنا کر پیش کر دے (۱۹) کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور کس طرح

کے لئے کمیٹیاں اور کونسلیں بنا رہے ہیں۔ ان اوّلین دین و شریعت سازوں کو قوم نوحؑ اور قوم ابراہیمؑ کی دین سازی اور تباہی کا ذکر سنایا جا رہا ہے۔ اور انہیں قرآن کی زبان میں ظالم کہا گیا ہے یعنی وہ احکام خداوندی کو مِن وعَن نافذ نہ کرتے تھے۔ بلکہ اپنے اجتہاد کی چاشنی دے کر نافذ کرتے تھے۔ اور ان ہی کو قرآن ظالم و کافر و فاسق قرار دیتا ہے۔ اور قریش کو اس ظلم و کفر و فسق کے برے نتائج کی خبر دے رہا ہے اور کہتا ہے کہ جو منصوبے اور اسکیمیں تم ایجاد کر رہے ہو ان کی اوّلین محرک اقوام تباہ کر دی گئی تھیں لہٰذا ہمارے رسولؐ کی ذمہ داری یہی تھی کہ وہ تمہیں خوب تفصیل سے سمجھا دے اور برے انجام سے خبر دار کر دے (۱۸ / ۲۹) تم خود بھی دنیا بھر کی سیر کر کے اپنے جیسی اقوام کا انجام دیکھ لو (۲۰ / ۲۹) اور پھر دردناک عذاب کے لئے تیاری کرتے رہو۔ (۲۳ / ۲۹)

يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۞ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

دوبارہ کرے گا اس کو تحقیق یہ اوپر اللہ کے آسان ہے کہہ سیر کرو بیچ زمین کے

فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ

پس دیکھو کہ کیوں کر شروع کیا ہے اللہ نے پیدائش کو پھر اللہ ہی پیدا کرے گا پیدائش

الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ

پچھلی کو تحقیق اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے عذاب کرتا ہے جس کو چاہے اور

يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ اِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ۞ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ

بخش دیتا ہے جس کو چاہے اور طرف اسی کی پھیرے جاؤ گے اور نہیں تم عاجز کرنے

فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

والے بیچ زمین کے اور نہ بیچ آسمان کے اور نہیں واسطے تمہارے سوائے اللہ کے

مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۞ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

کوئی دوست اور نہ مدد دینے والا اور جو لوگ کہ کافر ہوئے ساتھ نشانیوں اللہ کے

وَ لِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

اور ملاقات اس کی کے یہ لوگ ناامید ہوئے رحمت میری سے اور یہ لوگ واسطے ان

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا

کے ہے عذاب درد دینے والا پس نہ تھا جواب قوم اس کی کا مگر یہ کہ کہتے تھے

اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

مار ڈالو اس کو یا جلا دو اس کو پس نجات دی اس کو خدا نے آگ سے تحقیق بیچ اس کے

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۞ وَ قَالَ

البتہ نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے کہ ایمان لاتے ہیں اور کہا ابراہیمؑ نے

برابر تخلیق کو دہراتا رہتا ہے ۔ یقیناً وہ سب کچھ اللہ کے لئے آسان سی بات ہے۔ (۲۰) ان سے کہو کہ تم ساری دنیا کی سیر کر دیکھو اور اس میں یہ دیکھو کہ اللہ نے کس سہولت سے تخلیق کی ابتدا کی ہے پھر اللہ ہر تخلیق کی نشوونما کرتا ہے اور آخری مرحلہ تک پہنچاتا ہے یقیناً اللہ ہر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۔ (۲۱) مشیت کے ماتحت عذاب کرتا ہے اور مشیت ہی کے ماتحت رحم کرتا ہے اور تم سب انقلاب کے ساتھ اسی کی طرف پلٹنے والے ہو۔(۲۲) اور تم لوگ اللہ کو نہ اس زمین میں بے بس کر سکتے ہو اور نہ آسمانوں میں اسے عاجز کر سکو گے اور تمہارا کوئی اللہ کے علاوہ سربراہ ہو گا اور نہ مددگار ہو گا۔(۲۳) اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا اور اس سے ملاقات کا واقع ہونا چھپایا وہ میری رحمت سے مایوسی کا ثبوت ہوا اور ان ہی لوگوں کے لئے عذاب دردانگیز لازم ہو گیا(۲۴) چنانچہ ان باتوں کا ابراہیمؑ کی قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہہ دیا کہ یا تو اسے قتل کر ڈالو یا آگ میں جلا دو چنانچہ اللہ نے ابراہیمؑ کو آگ سے نجات دے دی ۔ حقیقت یہ ہے آگ سے بچانے لینے میں ایسی قوم کے لئے معجزات پوشیدہ ہیں جو حقیقی ایمان رکھتی ہو۔(۲۵) اور ابراہیمؑ نے یہ بھی کہا کہ

(۵) آیات (۹ اور ۷ / ۲۹) میں حقیقی مومنین صالحین کو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔ گناہ نیکیاں بن جائیں گے۔

قارئین جانتے ہیں کہ جو شخص اعمال صالحہ بجا لاتا ہے ۔ وہ صالح ہے ۔ اگر اسے صالح لوگوں کے ساتھ شمار کیا جائے یا صالح لوگوں میں لے جا کر بٹھا دیا جائے تو نہ اس کی پوزیشن میں کوئی ترقی ہوئی نہ صالحین میں شامل کر دینا اس کے لئے کوئی جزا اور انعام ہوا۔ سوچنا یہ ہے کہ اس آیہ مبارکہ (۹ / ۲۹) میں ان مومنین کو صالح لوگوں میں داخل کر دینے کا وعدہ کیا گیا ہے جو خود اعمال صالح بجا لاتے رہے تھے یعنی خود ہی صالح تھے ۔ اور بڑا زور دے کر یہ وعدہ ہوا ہے یعنی (لَنُدۡخِلَنَّهُمۡ) ”ہم انہیں ضرور بالضرور صالحین میں داخل کریں گے۔“ پھر اس زور کے ساتھ اللہ نے خود کو واحد و اَحد ہوتے ہوئے جمع (ہم) کے صیغے سے بات کی ہے ۔ یعنی اللہ اپنی رحیمی و کریمی کے جوش میں احسان و انعام کر رہا ہے ۔ اس الجھن کا حل یہ

اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ
سوائے اس کے نہیں کہ پکڑا ہے تم نے سوائے خدا کے بتوں کو دوستی سے
بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ
درمیان اپنے بیچ زندگانی دنیا کے پھر دن قیامت کے کافر ہو جائیں گے بعضے تمہارے
بِبَعْضٍ وَّ یَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ
بعضوں سے اور لعنت کریں گے بعضے تمہارے بعضوں کو اور جگہ رہنے تمہارے کی
النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَ
آگ ہے اور نہیں واسطے تمہارے کوئی مددگار پس ایمان لایا واسطے اس کے لوطؑ اور
قَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ
کہا ابراہیمؑ نے تحقیق میں وطن چھوڑنے والا ہوں طرف رب اپنے کی تحقیق وہی ہے
الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۶﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِیْ
غالب حکمت والا اور دیا ہم نے اس کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور کی ہم نے بیچ
ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ۚ وَ
اولاد اس کی کے پیغمبری اور کتاب اور دیا ہم نے اس کو ثواب اس کا بیچ دنیا کے اور
اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ
تحقیق وہ بیچ آخرت کے البتہ صالحوں سے ہے اور بھیجا ہم نے لوطؑ کو جس وقت کہا
لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ
اس نے واسطے قوم اپنی کے تحقیق تم کیا کرتے ہو تم بے حیائی نہیں پہلے کیا تم سے
بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ
اس کو کسی نے عالموں میں سے کیا تم تحقیق آتے ہو مردوں کے پاس اور کاٹتے ہو
السَّبِیْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ
راہ اور کرتے ہو بیچ مجلس اپنی کے بے حیائی پس نہ تھا جواب قوم اس کی کا

وقف لازم

یہ بات صاف ہوگئی کہ تم لوگوں نے اللہ کے علاوہ سرمایہ داروں اور اجارہ داروں کو دنیا کی زندگی میں آپس کی محبت و مروت و احترام (مَوَدَّةَ) کا ذریعہ بنا رکھا ہے لیکن قیامت کے روز تم میں سے بعض لوگ بعض لوگوں کی پوزیشن کو چھپانے اور ایک دوسرے کو محروم کرنے میں لگے ہوں گے اور تمہاری پناہ گاہ اس روز آگ میں ہوگی اور تمہارا کوئی نصرت کرنے والا نہ ہوگا۔ (۲۶) بہرحال ابراہیمؑ کی دعوت کو لوطؑ نے بجنسہٖ اعلانیہ قبول کر لیا تھا اور ابراہیمؑ نے کہہ دیا تھا کہ میں تو اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کر کے جا رہا ہوں یقیناً وہی ہر حال میں غالب رہنے والا حکیم ہے۔ (۲۷) اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ کو ہبہ کر دیا تھا اور ابراہیمؑ کی ذریت میں ہم نے نبوت اور کتاب کو مستقل کر دیا تھا۔ اور دنیا میں اسے اس کا اجر دے دیا تھا۔ اور بے شبہ وہ آخرت میں ضرور صالحینؑ کے ساتھ والا ہے۔ (۲۸) اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا تو جب اس نے اپنی قوم سے کہا تم تو ایسا شرمناک کام کرتے ہو جو تم سے پہلے کائنات میں کسی نے بھی نہ کیا ہو کیا تمہارا حال یہ نہیں ہے کہ تم شہوت رانی کے لئے مردوں کو استعمال کرتے ہو راہزنی کرتے ہو اور اپنی محفلوں اور اجتماعات میں بے حیائی کے کام کرتے نہیں شرماتے ہو؟ (۲۹) چنانچہ لوطؑ کی قوم کے پاس اور تو کوئی جواب نہ تھا

ہے کہ قرآن کریم سے پتہ لگایا جائے کہ کیا وہ کوئی مخصوص صالحینؑ ہیں جن میں داخلہ کوئی جزا یا انعام کہلا سکتا ہے؟ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ صرف مومن ہیں بلکہ صالح بھی ہیں نبیؑ اور رسوؑل بھی ہیں خلیل خداوندی اور امام بھی ہیں۔ اس سب کے باوجود وہ یہ تمنا اور دعا کرتے ہیں کہ انہیں "صالحین" میں داخل کیا جائے (سورۂ شعراء ۸۳ / ۲۶) اور پھر اللہ اس تمنا اور دعا کو پوری کرنے کا اعلان بھی کرتا ہے (نحل ۱۲۲ / ۱۶، بقرہ ۱۳۰ / ۲، عنکبوت ۲۷ / ۲۹)

اِلَّآ اَنۡ قَالُوا ائۡتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۲۹﴾

مگر یہ کہ کہتے تھے لے آ ہمارے پاس عذاب اللہ کا اگر ہے تو سچوں سے

قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِىۡ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۳۰﴾ وَ لَمَّا

کہا لوطؑ نے اے رب میرے مدد دے مجھ کو اوپر قوم مفسدوں کے اور جب

جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰى ۙ قَالُوۡۤا

آئے بھیجے ہوئے ہمارے ابراہیمؑ کے پاس ساتھ بشارت کے کہا انہوں نے

اِنَّا مُهۡلِكُوۡۤا اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ ۚ اِنَّ اَهۡلَهَا

تحقیق ہم ہلاک کرنے والے ہیں اہل اس بستی کے کو تحقیق رہنے والے اس کے

كَانُوۡا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيۡهَا لُوۡطًا ؕ قَالُوۡا نَحۡنُ اَعۡلَمُ

ہیں ظالم کہا تحقیق بیچ اس کے لوطؑ ہے کہا انہوں نے کہ ہم خوب جانتے ہیں

بِمَنۡ فِيۡهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهۡلَهٗۤ

اس شخص کو کہ بیچ اس کے ہے البتہ نجات دیں گے ہم اس کو اور اہل اس کے کو

ع ۳ / ۸ / ۱۵

البتہ انہوں نے یہ چیلنج کر دیا کہ اگر تو اپنے اعتراضات میں حق بجانب ہے اور اللہ کی ترجمانی کر رہا ہے تو تو اللہ کا عذاب ہم پر نازل کرا دے (۳۰) قوم سے جواب سن کر لوطؑ نے کہا کہ اے میرے پروردگار تو مجھے اس فساد پھیلانے والی قوم کے مقابلہ میں مدد دے (۳۱) اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے خوشخبری لے کر ابراہیمؑ سے ملے اور انہوں نے کہا کہ ہم لوطؑ کے مخالفوں کو جو اس بستی میں ہیں ہلاک و تباہ کرنے والے ہیں انہوں نے مجتہدانہ احکام نافذ کرنے اور خالص احکامِ خداوندی نافذ نہ کرنے (مائدہ ۔۴۵ / ۵) کی حد کر دی ہے (۳۲) ابراہیمؑ نے کہا کہ اس بستی میں لوطؑ بھی تو موجود ہے؟ فرشتوں نے کہا کہ وہاں کون کون ہے ہمیں معلوم ہے ۔ضروری ہے کہ لوطؑ کو اور اس کے اہل کو محفوظ کر دیں

پھر حضرت یوسف علیہ السلام بھی ان صالحینؑ کے ساتھ شامل کئے جانے کی دعا و تمنا کرتے ہیں (یوسفؑ ۱۰۱ / ۱۲) یہی دعا سلیمانؑ نے مانگی (نمل ۱۹ / ۲۷) یہی نہیں بلکہ اللہ نے تمام انبیاؑ و رسلؑ کو ان صالحینؑ میں شمار کیا ہے (انعام ۸۶ / ۶) اور اسلامی ریکارڈ اور قرآن مجید کی رو سے وہ صالحینؑ محمد وآل محمد صلواۃ اللہ علیہم ہیں ۔ اور ان کے ساتھ شمولیت سے بڑا کوئی انعام و اکرام ممکن نہیں ہے ۔ اس لئے کہ وہ پوری کائنات کے مالک ہیں ۔جسے ان کا قرب مل گیا اسے جنت اور جنت کے تمام عظیم ترین انعامات مل گئے اسے اللہ کی طرف سے وہ سب کچھ مل گیا جو ملنا ممکن تھا ۔

(۶) آیت (۲۹۔۲۸ / ۲۹) میں لوطؑ کی قوم نے برسرِ عام شہوت رانی کی رسم ایجاد کی تھی۔

قارئین حضرت لوطؑ کی قوم جس بھیانک بے حیائی پر عمل کر رہی تھی قرآن نے اسے نہایت مہذب زبان میں ادا کیا ہے اور اگر اسے احتیاط کے ساتھ ترجمہ کیا جائے تو ان کی ناہنجاریاں قرآن کے قاری پر کوئی اثر نہ ڈالیں گی اسے ان لوگوں سے نفرت و گھن محسوس نہ ہو گی جو اس وقت یہ کام برسرِ عام محفلوں میں کرتے تھے۔ سورۂ اعراف میں صرف اس قدر کہا گیا تھا کہ: ”تم خواہش نفس پوری کرنے کے لئے عورتوں کے علاوہ مردوں کے پاس بھی جاتے ہو“ (اعراف ۸۱ / ۷) پھر سورۂ نمل میں ذرا کھول کر فرمایا کہ: ”کیا تم اس قدر بگڑ چکے ہو کہ دیکھنے والی آنکھوں کے سامنے فحش کاری کرتے ہو“ (أَتَأۡتُونَ ٱلۡفَٰحِشَةَ وَأَنتُمۡ تُبۡصِرُونَ ﴿٥٤﴾ النمل) یہیں سے یہ تمام رسوم عربوں کے یہاں پہنچی تھیں ۔ چنانچہ قرآن نے عربوں کو بھی اس مردانہ جنسی بے حیائی میں مبتلا بتایا ہے۔ اور روک تھام کے لئے مردوں اور عورتوں دونوں کو ایذا دینے اور کوٹھڑیوں میں تاحیات قید رکھنے کا حکم دیا ہے ۔(نساء ۱۶۔۱۵ / ۴) اور یہ بھی فرما دیا ہے کہ اللہ اس غیر فطری جرم کی سزا کے لئے اور احکام بھی دے گا (۱۵ / ۴) معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں عورتیں عورتوں سے اور مرد مردوں سے جنسی ضرورت پوری کر لیا کرتے تھے اور مجمع اور محفل میں وہ اپنے اپنے اندام نہانی کو غیر محفوظ رکھنے کے عادی تھے تاکہ جس کا دل چاہے اور جب دل چاہے استعمال کر کے جنسی تسکین کر لے (نور ۳۱۔۳۰ / ۲۴) ان کا ننگا رہنا، حج کے جم غفیر میں برہنہ رہ کر طواف بجالانا اور انتہائی بے حیائی و بے شرمی کو تہذیب کی شناخت سمجھنا وہاں جائز تھا ۔

البتہ ان کی بیوی اپنی قوم کی خیر خواہ ہے جو عذاب میں مبتلا ہوگی ۔ (۳۳) اور جب ہمارے بھیجے ہوئے ملائکہ لوؑط کے پاس پہنچے تو لوؑط پریشانی اور گھبراہٹ سے نڈھال ہو گئے مگر فرشتوں نے کہا کہ تم کوئی خوف و ملال نہ کرو ہم تمہیں اور تمہارے اہل کو محفوظ کرلیں گے ۔ مگر آپ کی زوجہ اپنی قوم کے ساتھ عذاب میں مبتلا ہوگی (۳۴) ہم اس بستی کے تمام باشندوں پر ضرور آسمانی عذاب نازل کریں گے اور اس کا سبب وہی ہے کہ لوؑط کی قوم نے خالص احکام خداوندی کی جگہ اپنے مجتہدانہ احکام جاری کرر کھے تھے (مائدہ۔۴۷ / ۵) (۳۵) یہ حقیقت ہے کہ ہم نے اس بستی میں سے ایک کھلا معجزہ باقی رکھا ہے جو اہل عقل قوم کی راہنمائی کرتا رہے گا ۔ (۳۶) اور ہم نے مدین نامی قوم کے پاس اس کے بھائی شعیبؑ کو رسول بنا کر بھیجا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ اے میری قوم تم اللہ کی

اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَ لَمَّآ اَنْ جَآءَتْ

مگر جورو اس کی کہ ہے پیچھے رہنے والوں سے اور جب ہوا یہ کہ آئے

رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ

بھیجے ہوئے ہمارے لوطؑ کے پاس ناخوش ہوا ساتھ ان کے اور تنگ ہوا ساتھ ان کے

ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ

دل میں اور کہا انہوں نے مت ڈر اور مت غم کھا تحقیق ہم نجات دینے والے ہیں

وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا

تجھ کو اور اہل تیرے کو مگر عورت تیری کو کہ ہے پیچھے رہنے والوں سے تحقیق ہم

مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا

اتارنے والے ہیں اوپر رہنے والوں اس بستی کے عذاب آسمان سے بسبب اس کے کہ

يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ لَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ

تھے وہ فسق کرتے اور البتہ تحقیق چھوڑا ہم نے اس میں سے نشان ظاہر واسطے اس

يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ

قوم کے کہ جانتے ہیں اور طرف مدین کی بھائی ان کے شعیب کو پس کہا اے قوم میری

(۷) آیات (۳۳۔۳۲ / ۲۹) میں قوم کی وفاداری و محبت رسوؑلوں کی ازواج کو بھی جہنم و عذاب میں گرفتار کراتی ہے۔

بعض لوگوں کو یہ مغالطہ دیا گیا ہے کہ رسوؑلوں کی ازواج عذاب میں مبتلا نہ ہوں گی ۔ لیکن ان دونوں (اور کئی ایک) آیات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی ایک بیوی کو اس کی قومی وفاداریوں اور قومی پالیسی کی طرفداریوں نے جیتے جی عذاب میں مبتلا کیا تھا ۔ اور اگر لوؑط کی قوم کو عذاب آسمانی سے تباہ نہ کیا گیا ہوتا اور اسے بھی ایسا موقع دیا گیا ہوتا جیسا کہ رسولؐ اللہ کی نام نہاد قوم کو موقع دیا گیا تو لوؑط کی قوم بھی ان کی طرح ایسے افسانے گھڑتی اور ایسی روایات تیار کر لیتی جس سے حضرت لوؑط کی زوجہ کو مقدس اور سیدہ بنا کر دکھایا جاتا جس طرح انہوں نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ان ازواج کو مقدس بنادیا اور بات بات میں ان کو سیدہ اور طاہرہ کہا اور لکھا جاتا ہے ۔ جو اپنی قوم کی وفادار اور رسوؐل کے خلاف محاذ بنائے ہوئے تھیں (تحریم ۴ / ٦٦) جن کے رسوؐل کی عداوت اور قوم کی محبت میں قلوب ٹیڑھے ہو کر قوم کی طرف مستقلاً جھک گئے تھے(۴ / ٦٦) جن سے بہتر جن سے زیادہ ایمان والی اور وفادار، جن سے زیادہ عابد و پرہیزگار، کنواری اور بیوہ عورتیں اس وقت مسلمانوں میں موجود تھیں (۵ / ٦٦) جو رسوؐل کے راز فاش کر دیتی تھیں (۳ / ٦٦) جن کو اللہ نے ڈبل عذاب کی دھمکی دے رکھی تھی (احزاب (۳۰ / ۳۳) جو رسوؐل کی نیک بیویوں کی صحبت میں نیک نہ بنیں۔ (۲۹ / ۳۳) اور جو خدا پرست اور رسوؐل کی وفادار بیویوں کی موجودگی میں بھی لوگوں سے جنسی بے چینی پیدا کرنے والی باتیں کرتی رہتی تھیں (۳۲ / ۳۳) جو دن دہاڑے بناؤ سنگھار کر کے دعوت نظارہ دیتی پھرتی تھیں (۳۳ / ۳۳) لہٰذا علامہ کے قلم سے لوؑط کی زوجہ کے متعلق چند جملے دیکھ کر مذکورہ بالا عورتوں کے لئے خود ہی دوہری سزا کا فیصلہ کر لیں لکھا ہے کہ :۔

(۷۔ الف) نبیؑ کی زوجہ کے لئے علامہ کا بیان اور قومی وفاداری و رسوؐل سے غداری کی سزا۔ ”اس عورت کے

بندگی اختیار کرلو اوریوم آخر کے بہتر ہونے کی التجا کرو اور تم زمین میں فساد پھیلانے کی اسکیمیں جاری نہ کرو (۳۷) مگر ان کی قوم نے شعیبؑ کو جھٹلایا تو اس قوم کو زلزلے نے دھر لیا اور ایسی حالت میں صبح کی کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے مرے دھوپ کھا رہے تھے۔ (۳۸) اور اس طرح ہم نے قوم عاد و ثمود کو برباد کیا تھا۔اور اے قریشیو تمہارے لئے تو ان کے گھر آج تک ان پر مرثیہ کہتے ہوئے موجود ہیں اور شیطان نے ان کی نظر میں مجتہدانہ اعمال کو سجا کر اطمینان بخش بنا دیا تھا۔ اور اس طرح انہیں حقیقی راہ عمل تک پہنچنے سے روک دیا تھا اور وہ سب کے سب بڑے بابصیرت مجتہد تھے۔ (۳۹) اور ہم نے قارون و فرعون اور ہامان کو بھی تباہ کیا تھا۔حقیقت یہ تھی کہ ان کی اصلاح کے لئے موسٰیؑ واضح دلائل و معجزات لے کر پہنچے تھے مگر انہوں نے تکبر جاری رکھا دنیا میں بڑے بنے رہے لیکن ہم سے بچ کر آگے نہ نکل سکے۔ (۴۰) چنانچہ ہم نے ان سب کو ان کے غلط متعلقات کے ماتحت ماخوذ کیا تھا۔ چنانچہ ان میں سے بعض ایسے تھے کہ

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ

عبادت کرو اللہ کو اور امیدوار رہو دن پچھلے کے اور مت پھرو بیچ زمین کے

مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ

فساد کرتے پس جھٹلایا اس کو پس پکڑا ان کو زلزلے نے پس صبح اٹھے بیچ گھروں اپنے

جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ قَدْ تَّبَيَّنَ

کے زانو پر گرے ہوئے اور ہلاک کیا عاد کو اور ثمود کو اور تحقیق ظاہر ہیں

لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۟ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

واسطے تمہارے گھر ان کے اور زینت دی تھی واسطے ان کے شیطان نے عملوں ان کے کو

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَارُوْنَ

پس بند کیا ان کو راہ سے اور تھے وہ سب کچھ دیکھنے والے اور ہلاک کیا قارون کو

وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ ۟ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ

اور فرعون کو اور ھامان کو اور البتہ تحقیق آیا ان کے پاس موسیٰؑ ساتھ دلیلوں ظاہر کے

فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ مَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

پس تکبر کیا انہوں نے بیچ زمین کے اور نہیں تھے ہم سے آگے نکل جانے والے

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ

پس ہر ایک کو پکڑا ہم نے ساتھ گناہوں اس کے کے پس بعض ان میں سے

متعلق سورۂ تحریم میں (آیت ۱۰) میں بتایا گیا ہے کہ حضرت لوطؑ کی وفادار نہ تھی(لہٰذا باقی سورۂ تحریم والی عورتوں کا وہی حشر ہو گا جو لوطؑ کی زوجہ کا ہوا۔ احسن) اسی وجہ سے اس کے حق میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ بھی ایک نبیؑ کی بیوی ہونے کے باوجود عذاب میں مبتلا کر دی جائے۔ (چنانچہ رسوؐل کے خلاف محاذ بنانے والی عورتیں بھی عذاب میں مبتلا ہوں گی۔ احسن)۔ اغلب یہ ہے کہ جب حضرت لوطؑ ہجرت کرکے اردن کے علاقے میں آکر آباد ہوئے ہوں گے تو انہوں نے اسی قوم میں شادی کر لی ہو گی۔ لیکن ان کی صحبت میں ایک عمر گزار دینے کے بعد بھی یہ عورت ایمان نہ لائی (یہ علامہ کو شیطان نے الہام کے ذریعہ بتایا ہو گا۔ احسن) اور اس کی ہمدردیاں اور دلچسپیاں اپنی قوم ہی کے ساتھ وابستہ رہیں۔ چونکہ اللہ کے یہاں رشتہ داریاں اور برادریاں کوئی چیز نہیں ہیں ہر شخص کے ساتھ معاملہ اس کے اپنے ایمان و اخلاق کی بنیاد پر ہوتا ہے۔اس لئے پیغمبرؐ کی بیوی ہونا اس کے لئے کچھ بھی نافع نہ ہو سکا۔ اور اس کا انجام اپنے شوہر کے ساتھ ہونے کی بجائے اپنی اس قوم کے ساتھ ہوا جس کے ساتھ اس نے اپنا دین و اخلاق وابستہ کر رکھا تھا" (تفہیم القرآن ۳صفحہ ۶۹۷)
علامہ کا یہ بیان یہ تاثر دیتا ہے کہ اگر بقول ان کے لوطؑ کی زوجہ ایمان لے آتی اور لوطؑ کی وفادار نہ بھی ہوتی تو اس پر عذاب نہ ہوتا۔ دوسرا فیصلہ انہوں نے یہ کر دیا کہ حضرت لوطؑ نبی ہوتے ہوئے ایک کافر عورت سے جنسی تعلقات رکھتے رہے اور کافر عورت کو نبیوںؑ کی زوجہ بنانے میں علامہ کا ایمان واسلام برقرار رہا۔ حالانکہ قرآن نے کہیں اس زوجہ کو کافر نہیں کہا ہے صرف یہ فرمایا ہے کہ:

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ

وہ شخص ہے کہ بھیجا ہم نے اوپر اس کے مینہ پتھروں کا اور بعض ان میں سے وہ ہے کہ

اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ

پکڑا اس کو آواز سخت نے اور بعض ان میں سے وہ ہے کہ دھنسا دیا ہم نے اس کو

الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ

زمین میں اور بعض ان میں سے وہ ہے کہ ڈبو دیا ہم نے اس کو اور نہ تھا اللہ کہ

لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

ظلم کرے ان پر و لیکن تھے جانوں اپنی پر ظلم کرتے مثل ان لوگوں کی کہ پکڑتے ہیں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَ اِنَّ

سوائے اللہ کے دوست مانند مکڑی کے ہے کہ بناتی ہے گھر اور تحقیق بہت

ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسا کر تباہ کیا اور بعض ایسے تھے جن کو دھماکوں سے برباد کر دیا اور بعض وہ تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا کر مار ڈالا اور بعض ایسے تھے کہ جنہیں ہم نے پانی میں ڈبو کر فنا کیا اور اللہ کے لئے یہ تو موزوں نہ تھا کہ وہ ان پر ظلم کرے البتہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم ڈھاتے رہے۔(۴۱) جو اللہ کی مرضی کے خلاف لوگوں کو اپنا ہمدرد حاکم بنا لیتے ہیں ان کے اس انتظام کی مثال مکڑی کے انتظام کی سی ہے جو اپنا گھر بناتی رہتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تمام اقسام کے گھروں سے مکڑی کا گھر کمزور ہوتا ہے

ضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱمْرَأَتَ نُوحٍ وَٱمْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَٰلِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا وَقِيلَ ٱدْخُلَا ٱلنَّارَ مَعَ ٱلدَّٰخِلِينَ ﴿١٠﴾ التحریم

(علامہ کا ترجمہ دیکھیں)"اللہ کافروں کے معاملے میں نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کو بطور مثال پیش کرتا ہے۔ وہ ہمارے دو صالح بندوں کی زوجیت میں تھیں مگر انہوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی اور وہ اللہ کے مقابلے میں ان کے کچھ بھی کام نہ آسکے۔ دونوں سے کہہ دیا گیا کہ جاؤ آگ میں جانے والوں کے ساتھ تم بھی چلی جاؤ۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۳۔۳۴) معلوم ہوا کہ وہ دونوں ان شرائط پر تو پورا اترتی تھیں جس سے نکاح ہوا کرتا ہے۔ مگر نکاح میں آنے کے بعد انہوں نے رسولوںؑ سے خیانت شروع کر دی تھی۔ اس لئے کہ قوم نے ان کو ہدایت کی تھی کہ وہ ایمان کا نقاب اوڑھ کر نبیوںؑ کے گھروں میں جاسوسی کے لئے بیویاں بن جائیں۔ یہی کچھ ہمارے رسولؐ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ان کے بار بار انکار اور عذرات کے باوجود گھر سے چاندی اور روپیہ خرچ کر کے زوجہ بنایا گیا تھا۔ اور ان ہی ازواج نے رسولؐ کو زہر دیا تھا۔ انہوں ہی نے انقلاب پیدا کیا تھا۔ وہی قومی حکومت بنانے میں سب سے زیادہ مددگار ہیں۔ ان کا محمدؐ و آل محمدؐ سے بغض اور کینہ خود قومی ریکارڈ سے ثابت ہے۔ فرق یہ ہوا کہ نوحؑ اور لوطؑ کی اقوام پر دنیا میں فوری عذاب آیا مگر ان کو اور ان کی قوم کو ذرا لمبی ڈھیل دی گئی ہے تاکہ حضرت حجتؑ ان کو جسمانی سزا دے کر جہنم واصل کریں۔

(۸) آیات (۴۴ تا ۱ / ۲۹) میں بیان شدہ اور سارے قرآن میں مذکورہ مثالوں کے عالم کون ہیں؟

قارئین آیت (۴۳ / ۲۹) میں جن علما کا تذکرہ ہوا ہے ظاہر ہے کہ انہیں اس پورے قرآن کی عموماً اور اس سورۂ العنکبوت کی مثالوں سے کما حقہ واقف ہونا چاہئے۔ اور ان کے علاوہ باقی لوگوں کے عقلی مقام کی نفی کر کے کہا گیا کہ صرف وہی علما ان مثالوں پر عقلی دسترس رکھتے ہیں۔ یہ پتہ لگانے کے لئے کہ وہ علما کون حضرات ہیں قرآن کے چند مقامات دیکھنا ہوں گے۔ تاکہ ان علما کا علمی حدود اربعہ معلوم ہو سکے۔ چنانچہ پہلے یہ دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قرآن کی رو سے اس قرآن کے عالم و معلم تھے۔ (بقرہ ۲۳۹ / ۲) اور آپؐ سے تعلیم حاصل کرنے والے حضرات ہر اس چیز کے عالم ہو چکے تھے جو ان کو معلوم نہ تھی یعنی ان سے لاعلمی یا جہالت کی نفی ہو چکی تھی(بقرہ ۲۳۹ / ۲) گویا وہ حقیقی معنی میں عالم تھے۔ پھر ساری اُمت کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ تمہیں جو کچھ معلوم نہ ہو اور معلوم کرنا چاہو تو اہل ذکر سے سوال کر لیا کرو (نحل ۴۳ / ۱۶) پھر یہ کہ آنحضرتؐ کا ایک لقب ذکر بھی ہے۔ (طلاق ۱۱۔۱۰ / ۶۵) لہٰذا اہل ذکر وہ حضرات ہیں

کاش انہیں اس کا علم ہوتا (۴۲) جس جس قسم کے لوگوں کو یہ لوگ اللہ کے علاوہ مدد کو پکارتے ہیں اللہ ان سب کو خوب جانتا ہے اور وہ ان سب پر غالب حکمت والا ہے (۴۳) ہماری بیان کردہ وہ تمام مثالیں جو ہم انسانوں کے مختلف حالات و اقسام پر بیان کرچکے ہیں علماؑ کے علاوہ ان کو کوئی بھی عقلاً نہیں سمجھتا ہے (۴۴) اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو حق کے ساتھ تخلیق کیا ہے اور اس تخلیق میں ایمان رکھنے والے انسانوں کے لئے بہت سے معجزات ہیں **(۴۵) اے رسوؐل کتاب میں** سے تمہاری طرف جو وحی کی جا چکی ہے اس کی تلاوت کرکے سنا دیں اور نماز کو قائم کردیں حقیقت یہ ہے کہ نماز تمام قسم کی بے حیائیوں اور بے شرمیوں سے منع کردیتی ہے اور تمام ناپسندیدہ چیزوں سے

اَوۡهَنَ الۡبُیُوۡتِ لَبَیۡتُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ

سست گھروں میں البتہ گھر مکڑی کا ہے کاش کہ ہوتے جانتے تحقیق اللہ

یَعۡلَمُ مَا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ

جانتا ہے جو کچھ کہ پکارتے ہیں سوائے خدا کے کسی چیز سے اور وہ ہے غالب

الۡحَکِیۡمُ ﴿۴۲﴾ وَ تِلۡكَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ

باحکمت اور یہ مثالیں ہیں کہ بیان کرتے ہیں ہم ان کو واسطے لوگوں کے

وَ مَا یَعۡقِلُهَاۤ اِلَّا الۡعٰلِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ

اور نہیں سمجھتے ان کو مگر علم والے پیدا کیا ہے اللہ آسمانوں کو اور زمین کو

بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۴﴾ ع

ساتھ حق کے تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے واسطے ایمان والوں کے

اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ

پڑھ جو کچھ وحی کی جاتی ہے طرف تیری کتاب سے اور برپا رکھ نماز کو تحقیق نماز

جو رسوؐل کے اہل ہیں یا جنہیں ذکر والے کہا جا سکتا ہے ۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرات آل محمدؐ ہیں جو قیامت تک پیدا ہونے والے ہر سوال کا جواب دے سکنے کا علم رکھتے ہیں۔ اور وہ علما جن کا ذکر زیر بحث ہے اور آیت (۴۳ / ۲۹) میں وہ ہر مثال کو عقلی حیثیت سے سمجھتے اور سمجھا سکتے ہیں آل محمدؐ کے علاوہ اُمت محمدیہ میں اور کوئی نہیں ہو سکتا ۔ پھر یہ دیکھیں کہ خود اللہ تعالیٰ ان کا خالق و مالک اور علم عطا کرنے والا ہوتے ہوئے ان کے علم کی ہمہ گیری یوں ظاہر کرتا ہے کہ خود کو بھی ان ہی میں سے ایک عالم فرما کر ان کی عزت افزائی اور علمی وسعتوں کی تصدیق کی ہے ۔چنانچہ فرمایا ہے کہ: وَلَقَدۡ ءَاتَيۡنَآ إِبۡرَٰهِيمَ رُشۡدَهُۥ مِن قَبۡلُ وَكُنَّا بِهِۦ عَٰلِمِينَ ﴿۵۱﴾ (الأنبياء) اور یقیناً موسٰیؑ و ہارونؑ سے پہلے ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی طے شدہ ہوشمندی و بھلائی عطا کی تھی۔ اور ہم اس سے اور جو کچھ اسے دینا تھا اس کے جاننے والے علما تھے۔" یہاں جمع کے صیغے سے خود کو علما میں شمار فرمایا ہے یعنی کچھ اور علما بھی تھے جو یہ سب کچھ جانتے تھے۔ اور اسی سورۂ کی ایک آیت میں فرمایا کہ: وَكُنَّا بِكُلِّ شَيۡءٍ عَٰلِمِينَ ﴿۸۱﴾ الأنبياء (۸۱ / ۲۱) اور ہم ہر چیز کے جاننے والے علما تھے جن علما کو شریک فرما کر جمع کے صیغے بولے جا رہے ہیں ان کے متعلق الگ سے یہ بھی فرمایا کہ: وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦ خَلۡقُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَٱخۡتِلَٰفُ أَلۡسِنَتِكُمۡ وَأَلۡوَٰنِكُمۡۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ لِّلۡعَٰلِمِينَ ﴿۲۲﴾ (روم ۲۲ / ۳۰) اور اللہ کے معجزات میں سے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق ہے اور تمہاری زبانوں اور تمہارے مختلف رنگوں کا اختلاف ہے ۔ یقیناً تخلیق کائنات اور زبانوں اور رنگوں کے اختلاف میں جاننے والے علما کے لئے بھی معجزات موجود ہیں" یعنی جن علما کا ذکر ہو رہا ہے وہ تخلیق کائنات اور اس کے متعلقات کے عالم اور صاحب معجزہ ہیں ۔

(۹) آیت (۴۵ / ۲۹) میں ان اجتہادی ایجادات پر توجہ دلائی ہے جو عہد رسوؐل ہی میں نماز میں کی گئی ۔

اس آیہ مبارکہ (۴۵ / ۲۹) میں نماز کی دو صفات بیان ہوئی ہیں ۔ ہر قسم کی بے حیائی اور جنسی بے راہ روی کو روک دینا اور ان تمام اعمال و افکار و رسوم کی جڑیں اکھیڑ دینا جو دنیا میں ناپسند کی جاتی ہوں ۔ اس کے بعد فرمایا گیا کہ ذکر اللہ ضرور نماز سے بھی بزرگ تر ہے ۔ اور آیت کے آخری حصہ میں اپنے مخاطبوں سے کہا گیا کہ نماز اور ذکر اللہ کے متعلق تم

تَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لَذِکۡرُ اللّٰهِ اَکۡبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ

منع کرتی ہے بے حیائی سے اور نامعقول سے اور البتہ یاد اللہ کی بہت بڑی ہے اور اللہ

یَعۡلَمُ مَا تَصۡنَعُوۡنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَا تُجَادِلُوۡۤا اَهۡلَ الۡکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیۡ هِیَ

جانتا ہے جو کچھ کرتے ہو تم اور مت جھگڑو اہل کتاب سے مگر اس طرح کہ وہ بہت

اَحۡسَنُ ٭ۖ اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ وَ قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیۡۤ

اچھی ہے مگر جو لوگ کہ ظلم کریں ان میں سے اور کہو ایمان لائے ہم ساتھ اس چیز کے

اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا وَ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُکُمۡ

کہ اتاری گئی ہے طرف ہماری اتاری گئی ہے طرف تمہاری اور معبود ہمارا اور معبود تمہارا

وَاحِدٌ وَّ نَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۴۶﴾ وَ کَذٰلِکَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ ؕ

ایک ہے اور ہم واسطے اس کے مطیع ہیں اور اسی طرح اتاری ہم نے آپ پر کتاب

فَالَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ ۚ وَ

پس جو لوگ کہ دی ہم نے ان کو کتاب ایمان لاتے ہیں ساتھ اس کے اور

مِنۡ هٰۤؤُلَآءِ مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِهٖ ؕ وَ مَا

ان مکے والوں میں سے بعض وہ شخص ہے کہ ایمان لاتا ہے ساتھ اس کے اور نہیں

باز رکھتی ہے اور ذکر اللہ ان سے بھی بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ایجادیں کرتے رہتے ہو ۔ (۴۶) اور دیکھو اہل کتاب کے ساتھ دینی بحث میں جھگڑنے کے بجائے بہترین طریقہ اختیار کیا کرو سوائے ان اہل کتاب کے جو احکاماتِ خداوندی میں اجتہاد کرتے ہیں (مائدہ۔ ۴۵ / ۵) اور ان سے کہہ دو کہ ہم تو اس پر بھی ایمان لا چکے جو ہم پر نازل ہوا اور اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو تم پر نازل ہوا تھا اور ہمارا اور تمہارا معبود بھی ایک ہی ہے ۔ اور ہم نے اسے تسلیم کرلیا ہے۔ (۴۷) اور اے نبیؐ اسی طرح ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے چنانچہ وہ لوگ جنہیں ہم نے پہلے سے کتاب دی ہوئی ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان اہل مکہ میں سے بھی کچھ لوگ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات و معجزات کی سوچی سمجھی تردید تو حق پوشوں اور خالص حکمِ خداوندی نافذ نہ کرنے والوں (مائدہ ۔ ۴۴ / ۵)

جو کچھ ایجادات کر رہے ہو اللہ ان کو جانتا ہے(۴۵ / ۲۹) یہاں رک کر پہلے تو مسلمانوں کی نماز پر ایک نظر ڈال لیں اور دیکھیں کہ اس کے طریقے میں کتنی ایجادات ہو چکی ہیں؟ جن کی حد یہ ہے کہ اب مساجد اللہ کی نہیں بلکہ مختلف فرقوں کی ہیں اور بعض مساجد میں بعض مسلمان داخل ہونا ناپسند کرتے ہیں اور بعض میں داخلہ ممنوع ہے۔ اور ان مختلف طریقوں سے نمازیں پڑھی جاتی ہیں جن کا رسوؐل کی نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ بلکہ عہد رسوؐل سے لے کر کئی سو سال تک قومی مسلمانوں کے مجتہدین نے ان کو ایجاد کرکے عوام میں پھیلایا ہے ۔ اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ دن رات ان خود تراشیدہ نمازوں کو پڑھنے سے وہ تمام شرمناک اعمال و افکار و رسوم مسلمانوں میں آ گئی ہیں جو بے دین بھی ناپسند کرتے ہیں ۔ دنیا کی تمام اقوم سے بڑھ چڑھ کر گناہ اور جرائم مسلمانوں میں دن رات ہوتے ہیں اور آج دنیا کی کوئی قوم مسلمانوں سے بدتر نہیں ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کی لاکھوں مساجد آباد ہیں اور کروڑوں نمازی ان میں موجود ہیں وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے نماز میں خود ایجاد کردہ چیزیں داخل کیں اور "ذکر اللہ" سے بغاوت اختیار کرلی ۔

(۹ ۔ الف) محمدؐ و آل محمدؐ ذکر اللہ ہیں لیکن قوم نے ان کی جگہ خود سنبھالی ہوئی ہے ۔

ذرا دیر پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ محمدؐ خود ذکر ہیں (تشریح نمبر ۸ آیت ۱۱۔۱۰ / ۶۵) اور آل محمدؐ صاحبانِ ذکر ہیں اور قرآن کریم کی معصومؑ تفسیر میں جو متعلقہ تفصیلات ہیں اگر ہم ان کو قرآن کی آیات کے ساتھ ساتھ لکھتے جائیں تو یہ تالیف دس ہزار صفحات پر ختم ہو گی۔ یہی سبب ہے کہ ہم نے احادیث معصومین علیہم السلام کو برائے نام سامنے رکھا ہے ۔ لیکن ذہنی طور پر ترجمہ اور تفسیر میں ہر جگہ احادیث کی روشنی پڑتی چلی آئی ہے ۔ اور جہاں کہیں ترجمہ قومی تصورات کے خلاف معلوم ہو گا وہیں ہم حدیث معصوؐمین کے دباؤ سے متاثر ملیں گے ۔ چونکہ ہم صاحبانِ قرآن اور صاحبانِؑ ذکر صلوٰۃ اللہ علیہم کی ترجمانی

يَجۡحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الۡكٰفِرُوۡنَ ۝ وَ مَا كُنۡتَ تَتۡلُوۡا مِنۡ قَبۡلِهٖ

انکار کرتے ساتھ نشانیوں ہماری کے مگر کافر اور نہیں تھا تو پڑھتا پہلے اس سے

مِنۡ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيۡنِكَ اِذًا لَّارۡتَابَ

کچھ لکھا ہوا اور نہ لکھتا تھا تو اس کو داہنے ہاتھ اپنے سے اس وقت البتہ دھوکا کرتے

کے علاوہ اور کوئی کرتا ہی نہیں ہے ۔ (۴۸) اور تم اے رسولؐ اس (اب لکھنے پڑھنے) سے پہلے نہ تو قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے اور نہ اپنے دھنے ہاتھ سے قرآن کو لکھا کرتے تھے اگر تم ایسا کرتے ہوتے تو باطل پرستوں کو

کے خلاف قلم نہیں اٹھا سکتے ۔ اپنے اس جذبے اور جانبداری کا سبب دکھانے کے لئے یہاں معصومین علیہم السلام کے چند جملے پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ جناب عبداللہ بن عجلان رضی اللہ عنہ حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ :

عَنۡ ابی جعفرؑ فی قول اللّٰہ تعالیٰ عزّوجلّ " فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ (نحل ۴۳ / ۱۶) انبیاً ۷ / ۲۱) قَالَ: قَالَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم وَالذِّكۡرُ اَنَا وَالۡاَئِمَّةُ اَهۡلُ الذِّكۡرِ"
(اصول کافی باب اہل الذکر حدیث نمبر ا کتاب الحجۃ) جلد ا صفحہ ۴۰۱)

رسولؐ اللہ نے اس قول کے متعلق کہ : "تم اہل ذکر سے ہر وہ سوال معلوم کر لیا کرو جس کا جواب تمہیں معلوم نہ ہو "فرمایا ہے کہ میں ذکر ہوں اور آئمہؑ ذکر والے لوگ ہیں"

(۹ ۔ ب) آئمہؑ اہلبیتؑ نماز سے بھی بزرگ تر و برتر ہیں اور ان کو چھوڑ دینے کے بعد نماز بے اثر ہو جاتی ہے ۔

قَالَ یَاسَعۡدُ اُسمعك كَلَامَ القران؟ قال سعد: فَقُلۡتُ: بَلیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡكَ فَقَالَ: "اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ وَلَذِكۡرُ اللّٰهِ اَكۡبَرُ" فَالنَّهی کلام والفحشا والمنکر رِجَالٌ ونحنُ ذِکۡرُ اللّٰہِ وَنَحۡنُ اَکۡبَرُ" (اصول کافی کتاب فَضۡلُ القرآن حدیث نمبر ا۔ جلد چار صفحہ ۴۰۵)

اسی کتاب میں قرآن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ایک طویل حدیث کے آخر میں جناب امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ : حدیث کا ترجمہ نماز کا مضمون شامل کر کے: "سعد کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے ابو جعفرؑ ، میں قربان جاؤں کیا قرآن خود باتیں کر سکے گا؟ اس پر امام محمدؑ باقر مسکرائے اور فرمایا کہ اللہ شیعوں کے ضعیف العقل لوگوں پر رحم کرے وہ تو خاص طور پر ہماری باتوں کو تسلیم کرنے والے ہونا چاہئیں" پھر فرمایا کہ: "ہاں اے سعد قرآن ہی نہیں بلکہ نماز بھی باتیں کرتی ہے اور اسے اللہ نے مجسم کر کے ایک صورت و شکل بھی عطا کی ہے نماز حکم بھی دیتی ہے اور ممانعت بھی کرتی ہے ۔ سعد کہتے ہیں کہ یہ جواب سن کر میرا رنگ اڑ گیا اور میں نے عرض کیا کہ: "حضورؐ یہ تو ایسی بات ہے کہ میں اسے لوگوں کے سامنے بیان کرنے اور سمجھانے کی قدرت نہیں رکھتا ہوں ۔" امامؑ نے فرمایا کیا "شیعوں کے علاوہ بھی انسان کہلانے والے مستحق لوگ ہیں؟ سنو جو شخص بھی نماز کی معرفت نہیں رکھتا وہ ہمارے حقوق اور حقیقی مقام کا منکر ہے" پھر فرمایا کہ : " اے سعد کیا میں تمہیں وہ کلام نہ سناؤں جو قرآن لوگوں سے کہے گا؟

سعد کہتے ہیں کہ میں نے امامؑ سے عرض کیا کہ اللہ آپؑ پر درود و سلام بھیجے مجھے ضرور قرآن کا کلام سنائیے ۔ چنانچہ امامؑ نے فرمایا۔ " یقیناً نماز تمام قسم کی بے حیائیوں اور بے شرمیوں سے منع کر دیتی ہے اور تمام ناپسندیدہ چیزوں سے باز رکھتی ہے (۴۵ / ۲۹) اور ذکر اللہ اس سب سے بڑا بزرگ ہے (۴۵ / ۲۹) چنانچہ (امرو) نہی کلام ہے جو نماز کرتی ہے اور فحش و منکر دو آدمیوں کے متعلق کہا گیا ہے اور ہم ذکر اللہ ہیں اور ہم ہی ہر چیز سے بڑے و بزرگ تر ہیں ۔"
قارئین نوٹ کر لیں کہ احادیث معصوم علیہم السلام کی رو سے مسلمان وہ نماز نہیں پڑھتے جو اللہ نے دی تھی بلکہ خود ساختہ مختلف قسم کی نمازیں پڑھ رہے ہیں ۔اور سب نے ذکر اللہ یعنی اہلبیتؑ کو نماز سے خارج کر کے ان سے بغاوت کر رکھی ہے۔ اور ان کی مستقل تباہی ان کی خود ساختہ نماز کی وجہ ہو رہی ہے ۔اور ہوتی چلی جائے گی۔

(۱۰) آیات (۴۹ تا ۴۷ / ۲۹) میں آلِ محمدؐ کے پاس قرآن اور دیگر کتبہائے خداوندی کا پہلے سے موجود ہونا ثابت ہے۔

آپ نے قرآنی تفصیلات سے یہ دیکھ لیا ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ وغیرہ کو کہا گیا ہے۔ اور "وہ لوگ جن کو کتاب دی

بہانہ مل گیا ہوتا۔ (۴۹) لیکن تمہارا لکھنا پڑھنا تو ان لوگوں کے دلوں میں واضح آیات کی طرح ثبت ہے جن کو ہماری طرف سے ہمہ گیر و مکمل علم دیا جا چکا ہے اور ان لوگوں کے سینوں میں آیات کی موجودگی کی تردید ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں کرتا جو اللہ کے خالص احکام نافذ کرنے کے مخالف ہیں۔ (۵۰) اور انہوں نے رسالت کے خلاف یہاں تک کہہ دیا کہ اگر یہ رسوؐل ہے تو اس پر اس کے رب کی طرف سے آیات کیوں نہ اتاری گئیں ۔ تم کہہ دو کہ آیات پر اللہ کا قابو ہے اور میں تو صرف آیات کے ذریعہ سے ایک مشہور و معروف تنبیہہ کرنے والا ہوں ۔ (۵۱) کیا ان لوگوں کو آیات کے سلسلے میں یہ کافی نہیں معلوم ہوتا کہ ہم نے تم پر ایک ہمہ گیر و مکمل کتاب (اَلْكِتٰبَ)

الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

جھوٹے بلکہ وہ آیتیں ہیں روشن بیچ سینوں ان لوگوں کے کہ دئے گئے ہیں

الْعِلْمَ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ قَالُوْا

علم اور نہیں جھگڑا کرتے ساتھ آیتوں ہماری کے مگر ظالم اور کہا انہوں نے

لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ

کیوں نہیں اتاری گئیں اوپر اس کے نشانیاں رب اس کے سے کہہ

اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ

سوائے اس کے نہیں کہ نشانیاں نزدیک اللہ کے ہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ

اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا

میں ڈرانے والا ہوں ظاہر کیا نہیں کفایت کرتا ان کو یہ کہ اتاری ہم نے

گئی ہے " (اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ) آل محمدؐ کو فرمایا اور بتایا ہے ۔ محمدؐ و آل محمدؐ اعلان نبوت سے پہلے ہی قرآن کے حامل اور اس کے عالم تھے۔ (سورۂ قصص تشریح نمبر ۹) اس کی مزید تائید دیکھ کر یہ بھی سمجھ لیں کہ حضرت آدمؑ سے لے کر جناب عیسیٰؑ تک جو کتابیں انبیاء علیہم السلام کو ملیں وہ سب دست بدست منتقل ہوتی ہوئی محمدؐ و آل محمدؐ تک پہنچیں اور یہ کہ وہ حضرات ان تمام کتبہائے خداوندی کے عالم و معلم تھے۔ اختصار کے لئے ہم امامؑ کا نام اور کلام لکھتے ہیں ۔

امام محمدؐ باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں کہ:
(۱) "بلکہ وہ آیات تو ان لوگوں کے سینے میں واضح ہیں جن کو علم دیا جا چکا ہے " اپنے ہاتھ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا یعنی وہ آیات میرے سینے میں واضح ہیں" دوسری حدیث میں (جعفرؑ صادق نے) فرمایا کہ (۲) " وہ لوگ آئمہؑ ہیں جن کے سینوں میں وہ آیات ہیں" (۳) "محمدؐ باقر نے فرمایا ہمارے سوا اور کون ہوسکتا ہے جس کے سینے میں وہ آیات ہوں؟" (۴، ۵) ان دونوں احادیث میں بھی یہی فرمایا (ایضاً کتاب و باب صفحہ ۴۱۲۔۴۱۳) (۶) اس آیت کی تفسیر میں کہ: " وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہوئی ہے اسے تلاوت کے انتہائی

(۱) بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ (۴۹ / ۲۹ عنکبوت) فأومأ بيده إلى صدره
(اصول کافی کتاب الحجة باب إنّ الأئمةؑ قداوتوالعلم واثبت فی صدورهم حدیث نمبر ۱ جلد اوّل صفحہ ۴۱۲)
(۲) قال: هُمُ الْأَئِمَّة علیهما السلام
(۳) قال: مَنْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا غَيْرُنَا۔
(۶) " اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ "(بقرہ ۱۲۱ / ۲)
قال (جعفر صادقؑ) هُمُ الْأَئِمَّة علیهم السلام "

معیار کے مطابق پڑھتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں " فرمایا کہ وہ آئمہ علیہم السلام ہیں "(ایضاً اگلے باب کی آخری حدیث صفحہ ۴۱۶)

(۱۰۔ الف) آئندہ آل محمدؐ کی جگہ یہود و نصاریٰ مراد لینا قومی علما کا فریب سمجھا جانا چاہئے ۔

یہاں ہم قارئین کرام سے اپیل کرتے ہیں کہ قرآن میں جہاں جہاں ایسے حضرات کا ذکر آیا ہے جن کو نزول قرآن یا تلاوت قرآن یا اعلان نبوت محمدؐیہ سے پہلے کتاب دیئے جانے اور کتاب پر پہلے سے ایمان رکھنے کا ذکر ہو۔ (جیسے عنکبوت ۴۷ / ۲۹ وغیرہ میں) وہاں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو مراد لینے والوں کو فریب کار یا فریب خوردہ سمجھا جانا چاہئے۔ (تفصیل سورۂ قصص تشریح نمبر ۹) مندرجہ بالا چھ احادیث اور عملی واقعات سے ثابت ہے کہ وہ حضرات آئمہ اہلبیت علیہم السلام ہیں جو اس پوری کائنات کے ہادی و معلم اور اسلام و ایمانِ مجسم ہیں۔ جو سر سے پیر تک خود مجسم قرآن و نماز و

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ

اوپر تیرے کتاب پڑھی جاتی ہے اوپر ان کے تحقیق بیچ اس کے البتہ رحمت ہے اور

ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ

نصیحت واسطے اس قوم کے کہ ایمان لاتے ہیں کہہ دو کہ کفایت ہے اللہ درمیان میرے

وَ بَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ

اور درمیان تمہارے گواہ جانتا ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور زمین کے ہے اور وہ لوگ

اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾

کہ ایمان لائے ساتھ جھوٹ کے اور کفر کیا ساتھ اللہ کے یہ لوگ وہی ہیں ٹوٹا پانے والے

ع ۵

نازل کر دی جو انہیں تلاوت کر کے سنائی جا رہی ہے اور اس کے نزول میں ایمان والوں کے لئے رحمت و سبق آموزی ہے۔ (۵۲) ان سے کہہ دو کہ تمہارے اور میرے درمیان فیصلہ کن وہ ہر حال سے واقف گواہ اللہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کے اندر کی ہر چیز پر مطلع ہے اور جو لوگ کہ باطل پر ایمان لائے ہیں اور اللہ کی پوزیشن کو چھپا رہے ہیں وہی وہ لوگ ہیں جو گھاٹے میں رہیں گے۔

صراط مستقیم ہیں۔ اور تمام علوم و تعلیمات خداوندی کا ذخیرہ و خزانہ و خزانچی ہیں۔

(۱۰۔ب) محمدؐ و آل محمدؑ تمام کتبہائے خداوندی کے حامل و وارث و امین و عالم ہیں اور تمام کتابیں انکے پاس محفوظ ہیں۔

چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: "ہم دین خداوندی کے قابل ترین و ہمدرد ترین حاکم ہیں ہم علوم خداوندی کے خزانہ ہیں اور ہم اللہ کی وحی کے رازدار ہیں۔(جلد اوّل صفحہ ۳۶۷)

نَحْنُ ولاۃ امر اللّٰہ وخزنۃ علم اللّٰہ وعیبۃ وحی اللّٰہ (کتاب الحجۃ باب ولاۃ امر اللّٰہ۔ پہلی حدیث کافی) (۲) فقال بُریہ: "اَنّٰی لَکُمُ التورٰۃ والانجیل و کتب الانبیآء؟" قال: هِیَ عِنْدَنَا وراثۃً مِنْ عندهم نَقْرَؤُهَا کَمَا قَرَؤُوْهَا ونَقُوْلُها کَمَا قَالُوْا۔ اِنَّ اللّٰہ لَا یجعل حجۃً فی ارضه یسأل عن شیءٍ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ (کتاب الحجۃ۔ باب عندهم جمیع الکتب نزلت من عند اللّٰہ وانهم یَعْرِفُوْنَهَا عَلٰی اختلاف السنتها)

اگلی احادیث میں زمین و آسمان میں خود کو خزانہ علوم خداوندی فرمایا ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۳۹ پر ہے کہ: "بریہ نے پوچھا کہ آپؑ حضراتؑ کے پاس توریت و انجیل اور باقی انبیاؑ کی کتابیں کہاں سے اور کیسے آئیں؟ فرمایا کہ وہ ہمارے پاس خود ان کی طرف سے بطور وراثت دست بدست پہنچی ہیں اور ہم ان تمام کتابوں کو اسی طرح اُسی زبان میں پڑھتے ہیں جن زبانوں میں اور جس طرح وہ انبیاؑ پڑھا کرتے تھے اور ہم ان کتابوں کو اسی طرح نقل کرتے ہیں جیسے وہ کیا اور کہا کرتے تھے۔ یاد رکھو کہ اللہ اپنی زمین پر کسی ایسی ہستی کو اپنی حجت نہیں بناتا کہ جب اس سے کسی چیز پر سوال کیا جائے تو وہ کہہ دے کہ میں دلیل سے نہیں جانتا۔

(۱۱) آیت (۴۸ / ۲۹) میں آنحضرتؐ کا اعلان نبوت تک قرآن کا پڑھنا اور آیات کا لکھنا مصلحتاً منع تھا۔

اس آیت کے الفاظ بڑے واضح طریقے پر بتاتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نزول قرآن سے پہلے نہ تو قرآن کی تلاوت کر کے عوام کو سناتے تھے اور نہ قرآن کی آیات ہی لکھا کرتے تھے۔ اس بیان سے بھی سابقہ تشریح کا مضمون و مقصد ثابت ہے کہ قرآن رسولؐ اللہ کے پاس موجود تھا۔ مگر آپؐ اس لئے اس کو لکھتے اور پڑھتے نہ تھے کہ مکے کی سیاست اور وہاں کے سیاسی لیڈر قرآن کو حضورؐ کا ساختہ پرداختہ ثابت کرنے میں عملی مدد نہ لے سکیں۔ حالانکہ اس خاموشی اور احتیاط کے باوجود ان لوگوں نے قرآن کو "أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ" (پہلوں کی لکھی ہوئی سطریں) قرار دیا ہے (انعام ۲۵ / ۶) (انفال ۳۱ / ۸) (نحل ۲۴ / ۱۶) (مومنون ۸۳ / ۲۳) (فرقان ۵ / ۲۵) پہلے لوگوں کا سطروں میں لکھا ہوا ریکارڈ جو کوئی اس رسولؐ کو اِملا کراتا ہے) (نمل ۶۸ / ۲۷) (احقاف ۱۷ / ۴۶) (قلم ۱۵ / ۶۸) (تطفیف ۱۳ / ۸۳) قریشی لیڈروں کے پروپیگنڈے کا اس لئے اثر نہ ہوا کہ اس ماحول میں کبھی کسی غیر نے نہ حضورؐ کو تلاوت کرتے ہوئے سنا نہ لکھتے ہوئے دیکھا۔ لہٰذا یہ حقیقت ہوتے ہوئے کہ خانوادہ نبوت میں تمام کتبہائے خداوندی لکھی ہوئی موجود تھیں (سابقہ تشریح

(۵۳) اور تم سے عذاب نازل کرانے میں جلدی مچائے ہوئے ہیں اور اگر ان پر عذاب نازل ہونے کا ایک وقت مقرر نہ کر دیا ہوتا تو ضرور عذاب نازل ہو جاتا اور ضروری ہے کہ ان پر اچانک عذاب نازل ہو گا اس طرح کہ ان کو عذاب نازل ہونے کا

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ لَوْ لَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى

اور جلدی کرتے ہیں تجھ سے ساتھ عذاب کے اور اگر نہ ہوتا ایک وقت مقرر

لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ

البتہ آتا ان کے پاس عذاب اور البتہ آوے گا ان کے پاس ناگہاں اور وہ

نمبر ۱۰) قریشی باتیں بکواس بن کر رہ گئیں ۔ اور کسی نے اس صحیح بات کو بھی نہ مانا ۔ لہٰذا اللہ کا یہ کہنا کہ: ''تو کتاب میں سے کچھ بھی پہلے تلاوت نہ کرتا تھا''
بتاتا ہے کہ کتاب تو موجود تھی مگر اس کی تلاوت نہ کرتے تھے ۔ اور اگر کتاب موجود ہی نہ ہوتی تو یہ کہنا ہی غلط اور فضول ہو جاتا کہ نہ تو تم قرآن میں سے کچھ تلاوت ہی کرتے تھے اور نہ اس میں سے کچھ لکھا کرتے تھے۔ اس لئے کہ قرآن نہ پاس ہے نہ یاد ہے نہ (معاذاللہ) حضورؐ کو بقول مودودی قرآن ملنے کی امید ہی ہے ۔ آیت کے الفاظ اُدھر قرآن کی موجودگی اور اس کی تلاوت کر سکنے کو ثابت کرتے ہیں اور اِدھر لکھنے اور پڑھنے کو خود قرآن سے مخصوص کیا ہے ۔ یہ نہیں فرمایا کہ: ''تم کچھ بھی لکھتے اور پڑھتے نہ تھے'' نہ یہ فرمایا کہ: ''تم لکھنا پڑھنا ہی نہ جانتے تھے''
مگر قومی علما کی گاڑی اسی صورت میں چل سکتی تھی کہ وہ رسولؐ کو (معاذ اللہ) جاہل و اجہل و خاطی ثابت کر دیں تاکہ ان کے ان پڑھ، اجڈ و جاہل و مجرم لوگ رسولؐ کی جگہ حکومت کی گدی پر بٹھا دیئے جائیں ۔ اس مقصد کے لئے جہاں انہوں نے قرآن کے ہر اہم مسئلہ کو تبدیل کیا وہاں رسولؐ کو قطعاً ان پڑھ ثابت کرنے کے لئے لفظ ۔ اُمّی ۔ کے معنی مادہ اور مصدر کے خلاف '' ان پڑھ '' کر کے ساری دنیا میں مشہور کر دیئے ۔ آئیے ہم اس بحث کو مختصر کرنے کے لئے آپ کو معصومؑ حدیث سنا دیں تاکہ رسولؐ اللہ کی اور ان ملاعین کی پوزیشن ایک جھٹکے میں ثابت ہو جائے ۔

(۱۱ ۔ الف) رسولؐ اللہ کو ان پڑھ ثابت کرنے والے کاذب و لعنتی لیڈر تھے۔

ہم کتاب علل الشرائع مصنفہ علامہ صدوق رضی اللہ کے باب اَلْعِلَّةُ الَّتِیْ اَجْلِهَا سَمِّی النَّبِیَّ الْاُمِّی (اسکا سبب کہ نبیؐ کو اُمّی کیوں کہا گیا ہے) سے چند احادیث کے چند جملے لکھتے ہیں ۔ یاد رہے کہ یہ کتاب آج سے گیارہ سو سال ۱۱۰۰ پہلے کی لکھی ہوئی اور کافی کے ہم پلہ ہے ۔ ہم صرف ترجمہ لکھتے ہیں اصل عبارت اس ہر جگہ ملنے والی کتاب میں دیکھیں ۔

(۱) '' جعفر بن محمد صوفی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں نے امام محمدؑ تقی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ رسولؐ اللہ'' النّبیّ الْاُمّی کیوں کہلائے ہیں ؟ فرمایا کہ عوام الناس اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے بتایا کہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضورؐ لکھنا نہ جانتے تھے۔اس پر فرمایا: '' خدا ان پر لعنت کرے وہ جھوٹے ہیں ۔ اس لئے کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ: '' اللہ وہ ہستی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں سے ہی اُمّی لوگوں میں رسولؐ بھیجا جو اُن کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۔(سورہ جمعہ ۲ / ۶۲) بھلا جو خود ہی ان پڑھ ہو وہ دوسروں کو کس طرح تعلیم دے گا ؟ حقیقت یہ ہے کہ رسولؐ ۷۲ بہتر یا تہتر ۷۳ زبانوں میں لکھتے پڑھتے تھے ۔ رہ گیا اُمّی کہنا وہ اس لئے ہے۔ کہ آپؐ مکہ کے باشندوں میں سے تھے اور مکہ بستیوں کی ماں ہے چنانچہ اللہ نے بھی فرمایا کہ: وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (انعام ۹۲ / ۶) تاکہ آنحضرتؐ بستیوں کی ماں کو اور اس کے گردو نواح کو تنبیہہ کریں'' (علل الشرائع صفحہ ۱۲۴۔۱۲۵)

(۲) دوسری حدیث میں بھی آنحضرتؐ کو ان پڑھ اور لکھنے پڑھنے سے قاصر کہنے والوں کو ملعون اور کاذب کہا گیا ہے ۔ اور حضورؐ کے لکھنے پڑھنے کو ثابت کیا گیا ہے اور ام القریٰ کی بنا پر اُمّی کہلانا دکھایا ہے (علل صفحہ ۱۲۵)

اس سے پہلے قارئین دیکھ چکے ہیں کہ محمد مصطفیٰ اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام تمام انبیؑا کی کتابوں کو پڑھا کرتے تھے۔(تشریح نمبر ۱۰ / الف)

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ

نہیں جانتے ہوں گے جلدی کرتے ہیں تجھ سے ساتھ عذاب کے اور تحقیق دوزخ

لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ

البتہ گھیرنے والی ہے کافروں کو اس دن کہ ڈھانک لے گا ان کو عذاب اوپر ان کے

شعور تک نہ رہے گا ۔ (۵۴) اب تو وہ عذاب نازل کرانے کا تم پر تقاضا کرتے ہیں اور ادھر تمام حق پوشوں کو جہنم بتدریج گھیرتی چلی آرہی ہے ۔ (۵۵) جس روز جہنم کا یہ عذاب ان کو اوپر اور نیچے سے

(۱۱ ۔ ب) دشمنانِ محمدؐ و آل محمدؐ رسوؐل اللہ کی مسلمہ پوزیشن بگاڑنے میں دیانت و امانت ترک کر دیتے ہیں۔

جس طرح ہمارے یہاں حدیث کی کتابوں میں کافی معتبر ترین کتاب ہے اسی طرح قومی ریکارڈ میں بخاری کو صحیح ترین کتاب مانا جاتا ہے ۔ لیکن علامہ نے بخاری سے وہ احادیث نقل کرنے کے باوجود رسوؐل اللہ کو ان پڑھ ماننا ضروری سمجھا ہے ، جو آنحضرؐت کو لکھنے پڑھنے سے قاصر نہیں کہتیں (تفہیم جلد ۳ صفحہ ۱۷۳۔۱۷۴۔۱۷۵) اور جن میں حضوؐر کو لکھنے پڑھنے کا عالم ثابت کیا ہے۔ اور اپنے اسی باطل عقیدے کی بنا پر آیت زیر بحث کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے ۔ چنانچہ ان کا ترجمہ یہاں ملاحظہ فرمالیں تو بہتر ہو گا۔

(۱۱ ۔ ج) آیت (۴۸ / ۲۹) کے ترجمے میں مترجمین کی بددیانتی اور باطل تصور کی تائید موجود ہے ۔

(۱) "(اے نبیؐ) تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے"۔

(۲) اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے"(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۱۷)(۴۸ / ۲۹)

(۱) وَمَا كُنتَ تَتْلُواْ مِن قَبْلِهِۦ مِن كِتَٰبٍ
(۲) وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَ (العنکبوت-۴۸)

(۱۱۔د) علامہ کے ترجمہ پر تنقیدی نظر ڈال کر حق و باطل کو سمجھیں ۔

علامہ کے ترجمہ کو یا ہمارے ترجمہ کو جانچنے سے پہلے آپ اس بات پر غور کریں کہ اگر کسی شخص نے کبھی کوئی کام کیا ہی نہ ہو تو کیا اس سے یہ جملہ کہا جاسکتا ہے کہ: "تم اس سے پہلے یہ کام نہ کیا کرتے تھے" ؟ یہ جملہ تو اس شخص سے کہا جانا چاہئے جو کوئی ایسا کام کرتا ہوا نظر آئے جو اس نے پہلے کبھی نہ کیا ہو؟ ایسی صورت میں اس جملہ کا مطلب یہ ہو گا کہ: " اب جو کام تم کررہے ہو یہ کام اس سے پہلے تم کبھی نہ کرتے تھے" یعنی اس جملے سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ جو کام وہ پہلے نہ کرتا تھا اب وہ کام کر رہاہے ۔ لہٰذا اس آیت سے پہلے نمبر پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آنحضرؐت صلی اللہ علیہ و آلہ نے اس آیت کے نزول سے پہلے تلاوت اور کتابت شروع کر دی تھی۔ اور اگر بالفرض محال آپؐ نے تلاوت و کتابت ابھی شروع ہی نہیں کی تھی تو یہ اعلان کہ تم اس سے پہلے تلاوت و کتابت نہ کرتے تھے "بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ کیونکہ آپؐ نے پیدائش سے لے کر اس آیت (۴۸ / ۲۹) کے نزول تک یہ دونوں کام کئے ہی نہ تھے بلکہ (معاذاللہ) آپؐ کو یہ دونوں کام آتے ہی نہ تھے۔ قارئین جانتے ہیں اور سارے علما مانتے ہیں کہ حضوؐر تلاوت کرتے تھے اور برابر تئیس (۲۳) سال تک تلاوت کرتے رہے۔ لہٰذا خود بخود ثابت ہے کہ آپؐ کتابت بھی کرتے تھے ورنہ اللہ کو اپنے اعلان میں صرف یہ کہنا چاہئے تھا کہ "تم اس سے پہلے تلاوت نہ کیا کرتے تھے" کتابت کو تلاوت کے ساتھ ملانا ہی بتاتا ہے کہ حضوؐر نے اعلان نبوت کے بعد تلاوت اور کتابت دونوں کھل کر شروع کردی تھیں اس لئے کہ اب سیاسی لیڈروں کا حربہ بے کار ہو چکا تھا۔ اور حضوؐر کے اس عمل درآمد پر ان کی مدح کرتے ہوئے مومنین کو رسوؐل اللہ کی طویل خاموشی کا سبب بتایا گیا ہے ۔ اب قارئین اس آیہ مبارکہ (۴۸ / ۲۹) کے عربی الفاظ پر اور علامہ کے ترجمہ پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ علامہ نے اس آیت میں آئے ہوئے لفظ "بِيَمِينِكَ" (اپنے دہنے ہاتھ سے) کا ترجمہ نہیں کیا ہے ۔ حالانکہ یہ لفظ بہت اہم ہے ۔ اس ایک ہی لفظ سے پوری آیت کا تصور بدل سکتا ہے ۔ مثلاً۔ رسوؐل اللہ اپنے دھنے ہاتھ سے خط و کتابت اور تحریری کام نہ کرتے تھے مگر بائیں ہاتھ سے تحریری کام کرنے کی اس آیت میں نفی موجود نہیں ہے ۔ لہٰذا ممکن ہے کہ بائیں ہاتھ سے تحریر کا کام برابر کرتے رہے ہوں ۔ پھر اس لفظ کے معنی میں حقیقتاً ہاتھ (ید) داخل نہیں ہے ۔بلکہ مجازاً ۔" ہاتھ " یا " یدٌ " مراد لیا جاتا ہے ۔ جو صحیح تو ہے مگر حقیقت نہیں ہے بلکہ لغات القرآن (علامہ سید عبدالدائم الجلالی) میں یہ معنی لکھے ہوئے ملتے ہیں ۔

وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ يَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

سے اور نیچے پاؤں ان کے سے اور کہے گا اللہ تعالیٰ چکھو جو کچھ تھے تم کرتے

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ

اے بندو میرے جو ایمان لائے ہو تحقیق زمین میری کشادہ ہے پس مجھ ہی کو تم

فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ

عبادت کرو ہر جی چکھنے والا ہے موت کا پھر طرف ہماری پھیرے جاؤ گے اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ

جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے البتہ جگہ دیں گے ہم ان کو بہشت میں سے

لپیٹ لے گا اور ان سے کہے گا کہ اب تم اپنی سازشوں، منصوبوں اور بعدِ رسولؐ قیامت تک اپنی ان کوششوں کا مزا چکھو جو تم اپنے خود ساختہ مذہب کے ماتحت کرتے رہے ہو۔ (۵۶) اے میرے وہ بندو جو ایمان لا چکے ہو تمہارے لئے میری یہ زمین بہت کشادہ ہے چنانچہ تم صرف میری ہی اطاعت و بندگی کیا کرو۔ (۵۷) ہر وہ ذی حیات موت کو چکھے گا جو پیدا کیا گیا ہے اور پھر تم سب ہماری طرف پلٹائے جاؤ گے۔(۵۸) اور جو لوگ ایمان لانے کے بعد برابر اصلاحی اعمال بجا لاتے رہے ہیں ضروری ہے کہ ہم اُن کو اس جنت کے

(۱) "جہت ۔ دائیں سمت "(جلد ۶ صفحہ ۳۰۴) اور خود اس لفظ کے معنی یوں لکھتے ہیں

(۲) يَمِيْنُكَ ۔تیرا سیدھا ہاتھ۔ قبضہ ۔ ذات ۔ملکیت (جلد۶صفحہ ۳۰۴) اب اگر ہم اس لفظ "بِيَمِيْنِكَ "کے حقیقی معنی کو اس آیت (۴۸ / ۲۹) کے ترجمہ میں استعمال کریں تو مطلب یہ ہو گا کہ :

" تم کارِ تحریر کو اپنے ذاتی قبضے میں رکھ کر نہ کرتے تھے" یعنی کار تحریر تو کرتے تھے مگر ذاتی طور پر نہیں بلکہ بالواسطہ کراتے تھے۔ اور یہ وہ صورت ہے جو قطعی طور پر فطری اور حالات کے مطابق ہے۔اور آخری عمر تک برقرار بھی رہی ہے۔حضرت علیؑ اور خاندان بنی ہاشم کے دوسرے کئی افراد یہ کام انجام دے سکتے تھے اور برابر انجام دیتے رہے۔ بہرحال علامہ نے اپنی عادت کے مطابق اس اہم ترین لفظ کا ترجمہ جان بوجھ کر چھوڑ دیا تھا ترجمہ کی دوسری خیانت یہ ہے کہ علامہ نے لفظ "نَتۡلُوۡا" کا ترجمہ تلاوت نہیں کیا جو مسلمانوں کا بچہ بچہ سمجھتا ہے۔ بلکہ ایک گھٹیا اور عام ترجمہ کر دیا یعنی "پڑھتے تھے" حالانکہ عام تحریروں کو پڑھنے کے لئے عربی میں اور قرآن میں بھی لفظ "قِرأت" استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اللہ نے تنزیل قرآن کی وہ پالیسی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے جس سے قریشی لیڈروں کو قرآن کے الفاظ بدلنے یا مشکوک کرنے کا موقع نہ ملنے پایا۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ:

وَقُرۡءَانٗا فَرَقۡنَٰهُ لِتَقۡرَأَهُۥ عَلَى ٱلنَّاسِ عَلَىٰ مُكۡثٖ وَنَزَّلۡنَٰهُ تَنزِيلٗا ﴿١٠٦﴾ قُلۡ ءَامِنُواْ بِهِۦٓ أَوۡ لَا تُؤۡمِنُوٓاْۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ مِن قَبۡلِهِۦٓ إِذَا يُتۡلَىٰ عَلَيۡهِمۡ يَخِرُّونَۤ لِلۡأَذۡقَانِۤ سُجَّدٗا ﴿١٠٧﴾ (بنی اسرائیل: الإسراء) (اگلی دو آیات بھی ضرور پڑھ لیں)

یہ قرآن ہے جسے ہم نے روک روک کر اور وقفوں میں مناسب فرق دے دے کر ترکیب سے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو اس کی ترتیب و ترکیب کے ساتھ قرأت کر کے دکھا سکو(۱۰۶ / ۱۷) اور قریشی لیڈرو تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ مانو اس سے کوئی برا اثر نہیں پڑ سکتا اس لئے کہ جن لوگوں کو ہم نے نزول قرآن شروع کرنے سے کہیں پہلے ہی قرآن کا اور نزول قرآن کی پالیسی کے نتیجہ کا مکمل علم دے رکھا ہے۔ ان پر جب قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ وجد میں آ کر اپنی ٹھڈیوں کے بل سجدوں میں گر جاتے ہیں (۱۰۷ / ۱۷) اور پکار اٹھتے ہیں کہ بہت پاک و مبارک ہے ہمارا اللہ اس نے نزول قرآن کی پالیسی کے متعلق جو وعدہ ہم سے کیا تھا وہ تو پورا ہونا ہی تھا (۱۰۸ / ۱۷) ان آیات میں آپ نے دونوں باتیں دیکھ لیں۔ اوّل عام پڑھنے اور الفاظ کو ترتیب سے ملانا سکھانے کے لئے لفظ قرأت (تَقۡرَأَهٗ) استعمال ہوا اور مقاصد و مطالب کی اثر انگیزی کے لئے لفظ تلاوت (يُتۡلٰى) استعمال کیا گیا ہے اس سلسلے میں بھی آپ مندرجہ بالا لغت القرآن کا بیان سن لیں لکھا ہے کہ: "تلاوت کا لفظ آسمانی کتابوں کی اتباع اور پیروی کے لئے مخصوص ہے۔ جو کبھی ان کے پڑھنے اور کبھی ان کے مضامین امر و نہی اور ترغیب و ترہیب کے ذہن نشین کرنے سے حاصل ہوتی ہے "تلاوت" قرأت سے اَخَصّ ہے اسی لئے ہر تلاوت قرأت تو ہے لیکن ہر قرأت تلاوت نہیں۔ چنانچہ تِلُوْتُ رُقْعَتَكَ (میں نے تیرے رقعہ کی تلاوت کی) نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ قرآن مجید کے لئے تلاوت کا لفظ استعمال ہو گا "(جلد ۲ صفحہ ۱۷۹)

غُرَفًا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ

بالا خانوں میں کہ چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں ہمیش رہنے والے بیچ اس کے

نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝ۖ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰی رَبِّهِمْ

بہت اچھا ہے ثواب عمل کرنے والوں کا جن لوگوں نے صبر کیا اور اوپر پروردگار اپنے

بالاخانوں میں بود و باش کا موقع دیں گے جن کے اندر نہریں جاری رہتی ہیں وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔کتنا عمدہ اجر ہے جو ان عملی انسانوں کو ملے گا ۔(۵۹) جو برابر صبر سے کام لیتے اور اپنے پروردگار پر توکل

یہاں تک دو باتیں ثابت ہو گئیں اوّل یہ کہ علامہ نے چالاکی سے تلاوت کو جان بوجھ کر قرأت سے بدل دیا یعنی قرآن کے الفاظ میں ردوبدل اور اپنا ناپاک مقصد حاصل کرنے کے لئے تحریف کی ۔ دوم یہ کہ آیت میں قرآن کی تلاوت نہ کرنے کا ذکر ہوا تھا ۔ اور علامہ نے قرآن سے توجہ ہٹانے کے لئے نہ صرف تلاوت کو قرأت سے بدلا بلکہ انہوں نے قرآن کے الفاظ ''مِن کِتٰبٍ'' کا عام فہم ترجمہ (کتاب میں سے) بھی بدل دیا ۔ اور مِن کِتٰبٍ کا ترجمہ ''کوئی کتاب'' کر دیا ۔ حالانکہ جس کتاب کی تلاوت نہ کرتے تھے ۔ وہ قرآن تھی اور تلاوت عام کتاب کے لئے استعمال بھی نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا علامہ نے قرآن کو دوہری مار دی یعنی تلاوت کو عام پڑھنا بنایا اور قرآن کو عام کتاب قرار دے دیا۔ تب جا کر ان کا اُلّو سیدھا ہوا۔ لیکن ابھی ایک اور خیانت کرنا تھی تاکہ بات پکی ہو جائے اور وہ یہ کہ آیت میں اللہ نے یہ الفاظ رکھے ہیں ۔ ''وَلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ '' '' اور تم اس کی کتابت اپنے دہنے ہاتھ سے نہ کرتے تھے'' علامہ نے جہاں اس آخری لفظ۔ بِیَمِیْنِكَ ۔ کو آیت سے نکال دیا وہیں '' تَخُطُّهٗ '' میں سے آخری حرف '' ہ '' کو بھی چھپا لیا ۔ اس طرح ترجمہ یہ کیا کہ: '' اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے ''حالانکہ ان کو اس کاٹ چھانٹ کے بعد بھی یہ ترجمہ کرنا چاہئے تھا کہ :۔

'' اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے اس کو لکھتے تھے'' اس ترجمہ پر یہ سوال اٹھ کھڑا ہوتا کہ آنحضرتؐ ''کس کو'' نہ لکھتے تھے؟ یا وہ کیا چیز تھی جس کو آپؐ نہ لکھتے تھے؟ اور جواب خود بخود آیت سے ملتا کہ ---'' اسی چیز کو نہ لکھتے تھے جس چیز کی تلاوت نہ کرتے تھے ''چنانچہ بات صاف ہوجاتی کہ رسولؐ اللہ نزول قرآن سے قبل قرآن کی تلاوت و کتابت نہ کیا کرتے تھے تاکہ قریش کے حق کو باطل میں تبدیل کر دینے والے لوگ یعنی ''اَلْمُبْطِلُوْنَ'' معاملے کو الجھا نہ سکیں (ارتاب۔ ریب) مگر جب تنزیل کی وہ پالیسی شروع ہوئی کہ جتنا تلاوت کرکے یاد کرا دیا جائے اتنا ہی کتابت کرکے رکھوا دیا جائے ۔ تو لیڈروں کے لئے یہ موقع بھی نہ رہا کہ وہ کل آ کر کہیں یا بعد میں کہیں کہ فلاں آیت میں تو لفظ ''بِیَمِیْنِكَ '' تھا ہی نہیں یا لفظ '' تَخُطُّهٗ '' میں تو حرف '' ہ '' نازل ہی نہیں ہوا نہ رسولؐ نے اس '' ہ '' کے ساتھ اس لفظ کو پڑھا تھا۔ اب اگر وہ کہتے تو تمام لکھنے والے اور زبانی یاد کرنے والے ان کو دروغ گو اور فریب ساز کہتے لہٰذا یہ ایک معجزہ ہے جس پر آئمہ اہلبیتؑ سجدہ شکر بجا لاتے تھے (یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (۱۰۷ / ۱۷) اور یہ وہ پالیسی تھی جس نے قریش کے ہاتھ باندھ کر رکھ دیئے تھے ۔ قارئین نوٹ کرلیں کہ قرآن کی تلاوت کرنے کا یہ مخصوص واقعہ اس پارے میں رکھا ہے جس کا نام ہی ''تلاوت کر جو وحی کیا جا چکا'' ہے۔

(۱۲) آیات (۵۵ تا ۵۲ / ۲۹) میں عہد رسولؐ کے وہ لوگ زیر بحث ہیں جن کو ابلیس کی طرح قیامت تک مہلت ملی ہے۔

رسولؐ کی نام نہاد قوم اور قریشی لیڈروں کے اسلام کی حقیقت یہ بتائی ہے کہ وہ لوگ حقیقی اسلام پر ایمان نہیں لائے ہیں ۔ بلکہ انہوں نے اپنے ایمان کا دارومدار اپنے خود ساختہ باطل اسلام پر رکھا ہے ۔ اور اس اسلام میں اللہ کی پوزیشن کو چھپانے کی مہم جاری کی ہے (۵۲ / ۲۹) پھر یہ کہ انہیں اپنے گھڑے ہوئے عقائد و تصورات کے حق ہونے پر اتنا یقین ہے کہ رسولؐ اللہ کو بار بار اور جلد سے جلد عذاب نازل کرانے کا تقاضا کیا جاتا تھا۔ اور عذاب نازل نہ ہونا اپنے برحق ہونے کی دلیل سمجھی جاتی تھی اور آج تک قومی مسلمان عذاب کی تاخیر کو اپنے مذہب کی حقانیت پر دلیل کہتے چلے آئے ہیں حالانکہ اللہ نے بڑے سادہ اور واضح الفاظ میں یہ بتا دیا تھا کہ قریشی لیڈروں پر ویسا عذاب نہ آئے گا جیسا سابقہ اقوام پر عذاب نازل ہوکر انہیں ملیا میٹ کرتے رہے بلکہ انہیں رفتہ رفتہ چاروں طرف سے عذاب کے دائرے میں دھکیلا جائے گا۔ اور وہ برابر

يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ

کے توکل کرتے ہیں اور کتنے چلنے والے ہیں بیچ زمین کے کہ نہیں اٹھائے پھرتے

رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ ۖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾

رزق اپنا خدا ہی رزق دیتا ہے ان کو اور تم کو اور وہ ہے سننے والا جاننے والا

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ

اور اگر پوچھے تو ان سے کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اور مسخر کیا ہے

الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ

سورج کو اور چاند کو البتہ کہیں گے اللہ نے پس کہاں سے پھیرے جاتے ہیں اللہ

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ

کشادہ کرتا ہے رزق جسے چاہے بندوں اپنوں سے اور تنگ کرتا ہے واسطے اس کے

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ

تحقیق اللہ ساتھ ہر چیز کے جاننے والا ہے اور اگر پوچھے تو ان سے کون شخص

نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ

اتارتا ہے آسمان سے پانی پس زندہ کرتا ہے ساتھ اس کے زمین کو پیچھے

مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ

موت اس کی کے البتہ کہیں گے اللہ کہہ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے بلکہ

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ

اکثر ان کے نہیں سمجھتے اور نہیں یہ زندگانی دنیا کی مگر کھیل اور

لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾

مشغولہ اور تحقیق گھر آخرت کا البتہ وہ ہے زندگانی اگر ہوتے جانتے

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ

پس جس وقت سوار ہوتے ہیں بیچ کشتی کے پکارتے ہیں اللہ کو خالص کر کے

لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ

واسطے اس کے عبادت کو پس جب نجات دیتا ہے ان کو طرف جنگل کی ناگہاں وہ

کرتے رہے (۶۰) اور دنیا میں لاتعداد ایسے زمین پر چلنے والے ہیں جو اپنا رزق ساتھ ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے اس لئے کہ ان کو بھی اور تم کو بھی رزق اللہ ہی دیتا ہے۔ اور وہ رزق چاہنے والوں کی بات کو اور رزق کے ضرورت مندوں کو سننے اور جاننے والا ہے ۔(۶۱) اور اگر آپ قریشی لیڈروں سے یہ سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کیا ہوا ہے ؟ تو ان کا جواب ہو گا کہ ضرور اللہ نے پیدا کیا اور مطیع رکھا ہے چنانچہ ان سے کہو کہ پھر تم کن خطرناک منصوبوں میں الجھائے جا رہے ہو؟ (۶۲) اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے مشیت ہو رزق فراواں کر دیتا ہے اور جس کے لئے نہ ہو حساب کے مطابق رکھتا ہے یقیناً اللہ ہرچیز کا پورا علم رکھتا ہے (۶۳) اور اگر آپ قریشی لیڈروں سے پوچھیں کہ وہ کون ہستی ہے جو آسمانوں سے پانی نازل کرتی ہے اور اس پانی سے زمین کو مردہ ہو چکنے کے بعد بھی زندگی عطا کرتی ہے تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ وہ ہستی اللہ ہی ہے لیکن ان لیڈروں کی بہکائی ہوئی اکثریت اپنی عقل استعمال کرنا ہی نہیں چاہتی تقلید کئے جا رہی ہے (۶۴) اور یہ دنیاوی زندگی کھیل کود اور تفریح کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے حقیقی زندگی کے لئے تو آخرت کا مقام ہے کاش عوام کو معلوم ہوتا؟ (۶۵) اور یہ قومی قسم کے مسلمان جب کبھی کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو خالص خدائی عقائد کے مطابق مان کر اللہ سے بخیر و خوبی سفر گزرنے کی دعا کرتے ہیں ۔ پھر جب ہم انہیں بخیریت خشکی تک پہنچا دیتے ہیں تو فوراً ہی خود کو حق بجانب سمجھتے اور عذاب سے بے خوف ہو کر نعمات خداوندی کے امیدوار رہتے چلے جائیں یہاں تک کہ اچانک ان پر قیامت والے عذاب ٹوٹنا شروع ہو جائیں گے۔(۵۵۔۵۳ / ۲۹)

يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَ

شریک لاتے ہیں تو کہ کفر کریں ساتھ اس چیز کے کہ دی ہے ہم نے ان کو اور

لِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا

تو کہ فائدہ اٹھاویں پس البتہ جانیں گے کیا نہیں دیکھا انہوں نے یہ کہ کیا ہے ہم نے

حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ

حرم کو امن والا اور اُچکے جاتے ہیں لوگ گرد اس کے سے کیا پس ساتھ جھوٹ کے

يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ

ایمان لاتے ہیں اور ساتھ نعمت اللہ کے کفر کرتے ہیں اور کون ہے بہت ظالم

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ

اس شخص سے کہ باندھ لیا اس نے اوپر اللہ کے جھوٹ یا جھٹلایا سچ کو

لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾

جب آیا اس کے پاس کیا نہیں بیچ دوزخ جگہ رہنے کی واسطے کافروں کے

وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ

اور جن لوگوں نے محنت کی بیچ راہ ہماری کے البتہ دکھاویں گے ہم ان کو راہ اپنی

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾ ع

اور تحقیق اللہ البتہ ساتھ احسان کرنے والوں کے ہے

اپنے لیڈروں کو خیریت سے پہنچنے کا وسیلہ بنالیتے ہیں (٦٦) تاکہ ہمارے عطیات کی ناشکری کریں اور ہمارے عطیات سے فائدہ اٹھاتے چلے جائیں چنانچہ عنقریب اس کا نتیجہ معلوم کرلیں گے ۔ (٦٧) کیا انہوں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ ان کے گردو پیش کے لوگوں کو قتل و غارت کردیا جاتا ہے اور انہیں ہم نے پر امن رہنے کے لئے حرم میں جگہ دے رکھی ہے کیا اسی لئے یہ قریش باطل عقائد پر ایمان رکھتے ہیں اور ولایتِ خداوندی ایسی نعمت پر پردہ ڈالتے ہیں (٦٨) بتائیے اس شخص سے زیادہ غلط مذہب کس کا ہوگا جو اللہ کی طرف سے خود ہی جھوٹے احکام اپنے مذہب میں بھر دے یا جو حق کو حق جانتے ہوئے جھٹلا دے وہ بھی جب کہ حق خود اس کے پاس آیا ہو کیا یہ بات پکی نہیں ہے کہ حق پوشوں کا آخری و مستقل ٹھکانہ جہنم ہے؟ (٦٩) اور جو لوگ ہمارے حقیقی دین کو سمجھنے میں کوشاں رہتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنی راہوں تک ہدایت کردیتے ہیں بے شک اللہ احسان پیشہ لوگوں کا ساتھی ہے ۔

(۱۲ ۔ الف) سورۂ عنکبوت کے تتمّہ میں قریشی مسلمانوں کے عقائد و اعمال اور حق پوشی پر ریمارکس دیئے ہیں ۔

ہم نے بار بار قرآن سے دکھایا ہے کہ رسولؐ کی نام نہاد قوم دین اسلام یا دین ابراہیمؑ پر ہونے کا دعویٰ کرتی تھی اور بقول مودودی وہ لوگ بھی "بگڑے ہوئے مسلمان" تھے ۔ چونکہ وہ عہد ابراہیمؑ سے دین یا ملت ابراہیمؑ میں اجتہاد کرتے اور دین کو اپنی قوم اور ملکی مصلحتوں کے مطابق ڈھالتے چلے آرہے تھے ۔اس لئے جب ان کے پاس آنحضرتؐ حقیقی اسلام لے کر آئے تو ان کے مجتہدانہ مذہب میں اور حقیقی اسلامی تعلیمات و تصورات و عقائد میں بُعدُ المشرقین پیدا ہو چکا تھا ۔ عقائد و اعمال بالکل الٹ چکے تھے ۔اب ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ محمدؐ و آل محمدؐ کی مخالفت کر کے اسلام کی تبلیغ کو روک دیں یا مجبور ہوکر اسلام کو اپنی سابقہ پالیسیوں اور عقائد پر ڈھال لیں ۔ چنانچہ انہوں نے دونوں کام کئے۔ ایک گروہ کو فوراً ایمان کی نقاب پہنا کر رسولؐ کی تصدیق کرنے والوں میں شامل کر دیا ۔ دوسرا گروہ تیغ بکف میدان میں آ گیا ۔ جنگوں میں پے درپے شکستوں کے بعد خود بھی اپنے سابق الایمان دوستوں کی مدد سے مسلمانوں میں مل گیا۔ اور تمام اسلامی عقائد کے مقابلے میں اپنے سابقہ مذہب کے عقائد کو لا کھڑا کیا ۔ قوم کے تعصب اور یک جہتی کو بنی ہاشم کے خلاف ابھارا ۔ رسولؐ کی زندگی تک خاموش رد و بدل پر اکتفا کیا اور قوم کی کثرت کو بغاوت کے لئے تیار رکھا ۔رسولؐ کی آنکھیں بند ہوتے ہی قومی حکومت قائم کر کے اپنے خود ساختہ اسلام کو بزور شمشیر حقیقی اسلام کے نام سے پھیلایا ۔

سُوْرَۃُ الرُّوْمِ

سُوْرَۃُ الرُّوْمِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ سِتُّوْنَ اٰیَۃً وَّ سِتُّ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ روم مکہ میں نازل ہوئی اُس میں ساٹھ (۶۰) آیتیں اور چھ رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے | اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

الٓمّٓ ۝۱ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝۲ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ ھُمْ

مغلوب ہوگئے ہیں رومی بیچ بہت نزدیک زمین کے یعنی شام کے اور وہ

مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝۳ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۟ؕ لِلّٰہِ

پیچھے مغلوب ہوئے اپنے کے شتاب غالب آویں گے بیچ کئی ایک برس کے واسطے اللہ

الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۴

کے ہے حکم پہلے سب سے اور پیچھے سب سے اور اس دن خوش ہوں گے مسلمان

بِنَصْرِ اللّٰہِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝۵

ساتھ مدد خدا کے مدد کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہی ہے غالب مہربان

وَعْدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۶

وعدہ کیا ہے خدا نے نہیں خلاف کرتا اللہ وعدہ اپنا ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

یَعْلَمُوْنَ ظَاھِرًا مِّنَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚۖ وَ ھُمْ عَنِ الْاٰخِرَۃِ ھُمْ

جانتے ہیں ظاہر کو زندگانی دنیا کی سے اور وہ آخرت سے وہی ہیں

غٰفِلُوْنَ ۝۷ اَوَ لَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰہُ

غافل کیا نہیں فکر کیا انہوں نے بیچ جیؤں اپنے کے کہ نہیں پیدا کیا اللہ نے

(۱) ا۔ ل۔م (۲) ملک روم کی حکومت مغلوب ہوگئی ۔ (۳) وہ عرب سے قریبی سر زمین تک مغلوب ہوئی ہے لیکن اس ہزیمت کے بعد دشمن پر غالب آجائے گی (۴) اس غلبہ میں چند سال لگیں گے اور حکم تو بہرحال اللہ ہی کا پہلے بھی چلتا تھا اور اسی کا حکم بعد میں چلے گا ۔ مگر روم کی فتح کے روز مومنین جشن مسرت منائیں گے (۵)) اللہ کی مدد پر خوشیاں منائی جائیں گی جو جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہی ہر حال میں غالب اور رحیم ہے (۶) اللہ روم کی فتح کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ کبھی بھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا مگر اکثر لوگ ایسی فتح ہو سکنے کو نہیں جانتے ہیں ۔ (۷) لوگ تو دنیا کی زندگی میں ظاہری پہلوؤں کو جانتے ہیں اور وہ لوگ درحقیقت آخرت اور انجام کار سے غافل رہ جاتے ہیں ۔ (۸) کیا ان قریشی لوگوں نے کبھی بھی اپنے دلوں میں اس پر غور نہیں کیا کہ آخر اللہ نے

تشریحات سورۂ روم:

(۱) آیات (۷ تا ۱ / ۳۰) میں آلِ محمدؐ اور خاندانِ ابراہیمؑ کی قدیم حکومتوں سے تعارف ہوا ہے ۔

یہ سورۂ مبارکہ بھی آل محمد صلواۃ اللہ علیہم کے مبارک تذکرے سے شروع ہوتی ہے ۔ اور ایک خوشخبری اور پیشنگوئی سناتی ہے جو دس سال سے کم مدت (بِضْعِ سِنِیْنَ) میں پوری ہونا تھی۔ اور جو قرآن کو کلام الٰہی اور عالم الغیوب کی کتاب ثابت کرنے والی ہزاروں پیش گوئیوں میں سے ایک مسرت انگیز تاریخی شہادت ہے۔ اور جو اس قریب ترین رشتے کی مضبوطی اور خلوص کی مظہر ہے ۔ جو خانوادہ ابراہیمؑ کی دونوں حکمران شاخوں میں موجود تھا۔ اور اہل مکہ اور قریش جس رشتے اور تعلق پر پردے ڈالتے چلے آرہے تھے اسے اللہ نے سورۂ روم کا سرنامہ بنا

ان آسمانوں کو اور ان زمینوں کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان موجود ہے سب کو خواہ مخواہ بلا وجہ اور بلا کسی مدت کے پیدا کر دیا ہو گا اور ان کی تخلیق کے پیچھے کوئی حقیقت انگیز مقصد نہ ہو گا بات یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت اپنے رب سے ملاقات پر پردہ ڈالے رہتی ہے ۔ (۹) پھر کیا ان مکّیوں اور قریشیوں نے اس زمین کی سیر نہیں کی ہے؟ کیا ان کو یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ اس زمین پر ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو مکّیوں اور قریش سے پہلے ان سے طاقت میں کہیں زیادہ تھے اور جنہوں نے زمین کو زراعت کرکے اتنا آباد و تعمیر کر دیا تھا جتنا قریش نے نہیں کیا ہے اور جن کے پاس وہ رسولؑ آئے جو

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ

آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے مگر ساتھ حق کے اور

اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۞

وقت مقرر کے اور تحقیق بہت لوگ ساتھ ملاقات پروردگار اپنے کے البتہ کافر ہیں

اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا نہیں سیر کی انہوں نے بیچ زمین کے پس دیکھیں کیوں کر ہوا آخر کام

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا

ان لوگوں کا کہ تھے پہلے ان سے تھے زیادہ ان سے قوت میں اور پھاڑا تھا انہوں نے

الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ

زمین کو اور آباد کیا تھا اس کو زیادہ اس کے کہ آباد کیا انہوں نے اور آئے تھے

کر یہود و نصاریٰ اور مکہ کے مومنین کو تسلی دی اور بتایا کہ گھبرانے اور دل شکستہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے ۔ اس لئے کہ پوری کائنات میں آج اور کل ہر لحہ حکومت ہماری ہی ہے۔ ہماری ہی مشیت کے ماتحت روم کی حکومت کو شکست ہوئی ہے۔ لیکن چند سال میں ہمارے ہی حکم سے روم کی مذہبی حکومت پھر ایرانیوں پر فتح حاصل کر لے گی۔ اور ان سے اپنے تمام مفتوحہ علاقے چھین لے گی اور جس روز یہ فتح ہو گی اس روز تمام مومنین خوشیاں منائیں گے کہ اللہ نے اہل ایمان کو کفر پر فتح دی ہے اور یہ کہ اللہ ہی ہر حال میں غالب رہنے والا اور رحم کرنے والا ہے ۔ چنانچہ آج کے تمام مومنین سے اللہ نے فتح کا وعدہ کرلیا ہے اور سمجھ لو کہ فتح ہو کر رہے گی کیونکہ اللہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا ہے۔ مومنین ان حالات سے بالکل دل برداشتہ نہ ہوں جن میں انسانوں کی عقلی کثرت ایسی فتح کو ناممکن سمجھ رہی ہے ۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جو حالات حاضرہ پر ماضی کی عقلی روشنی ڈال کر مستقبل کے متعلق فیصلے کر لیا کرتے ہیں جن میں عاقبت و آخرت پر بات کرنے کی سوجھ بوجھ نہیں ہے جو خود اپنی آخرت سے غافل ہیں ۔ انہیں اپنی اپنی عقل کے مطابق زمین و آسمان کی تخلیق اور خالق اور مقصد تخلیق پر غوروفکر کرنا چاہئے ۔

(ا ۔ الف) محمدؐ و آل محمدؐ اور سلطنت روم کا رشتہ اور آپس کے تعلقات پر چند تعارفی جملے ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیلؑ تھے ،ان سے چھوٹے بیٹے جناب اسحاق علیہما السلام تھے ۔ ان دونوں بھائیوں کی اولاد برابر حکمران اور صاحبان اقتدار رہتی چلی آئی اور آپس میں برادرانہ رشتہ ہمیشہ محسوس و مشہود رہا اور وہ ہر آڑے وقت پر ایک دوسرے کے لئے خون پسینہ ایک کرتے رہے ہیں ۔عرب کی قومی حکومتوں نے ان دونوں خاندانوں کے اقتدار و تعلق کو نہایت بے رحمی سے چھپانا تھا۔ اس لیے اللہ نے قرآن میں ایک سورۂ کا نام سورۂروم رکھ کر وہ بنیاد رکھ دی جس پر خاندان ابراہیمؑ کی عظیم الشان عمارت تعمیر کی جاسکتی تھی اور ہم نے اپنی کتاب ”مرکز انسانیت“ میں اس عمارت کو سربلند کر کے دیکھا ہے ۔ ان دونوں خاندانوں کی تاریخ کے لئے بھی ہم عربوں کی خود ساختہ تاریخ و روایات کے محتاج نہ تھے ۔ یہ تاریخ، تاریخ روم وایران وتوریت میں لکھی ہوئی موجود ہے ۔ عربوں کی قومی حکومت نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شجرہ نسب کو بھی مشکوک کرنے کے لئے قیدار بن اسماعیلؑ سے ملا دیا ہے ۔حالانکہ قیدار کی نسل مدتوں پہلے منقطع اور ختم ہو چکی تھی ۔ہم نے ثابت کیا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کے بڑے بیٹے حضرت نابتؑ کی نسل میں مسلسل حکومت و اقتدار رہتا چلا آیا یہاں تک کہ عرب کے خلیفہ دوم کے زمانے میں جناب جبلہ بن ایھم نبطی حکومت کے

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

ان کے پاس پیغمبر ان کے ساتھ دلیلوں کے پس نہ تھا اللہ کہ ظلم کرے ان کو

وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ﴿۹﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ

ولیکن تھے جانوں اپنی کو ظلم کرتے پھر ہوا آخر کام ان لوگوں کا کہ

اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا

برائی کرتے تھے برا اس واسطے کہ جھٹلاتے تھے نشانیوں اللہ کی کو اور تھے

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

ساتھ ان کے ٹھٹھا کرتے اللہ پہلی بار کرتا ہے پیدائش پھر دوبارہ کرے گا اس کو

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ

پھر طرف اسی کے پھیرے جاؤ گے اور جس دن برپا ہو گی قیامت نا امید ہوں

ان کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے اور واضح دلائل لے کر پہنچے تھے چنانچہ وہ اللہ نہیں تھا جس نے ان پر ظلم کیا تھا۔ بلکہ وہ خود ہی اپنے اعمال سے اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے (۱۰) پھر جن لوگوں نے بد اعمالی پر کمر باندھے رکھی ان کا انجام بھی برا اور بدتر ہوا اس لئے کہ انہوں نے نہ صرف اللہ کی آیات کو اپنے اجتہاد سے جھٹلایا بلکہ وہ تو آیات کا مذاق بھی اڑاتے رہے۔ (۱۱) اللہ ہر قسم کی تخلیق کی بلا کسی نمونے کے ابتدا کرتا ہے اور پھر اس تخلیق کو برابر دہراتا چلا جاتا ہے اور اس طرح تم اس کی طرف واپس پیدا کر کے لائے جاؤ گے۔ (۱۲) اور جس روز قیامت قائم ہو گی اس دن تمام مجرم نجات سے مایوس

فرمانروا تھے۔ جو حکومت سے دست بردار ہو کر روم چلے گئے تھے۔ اور ان کے قلمرو پر خلیفہ دوم کا قبضہ ہو گیا تھا۔ یعنی اس خلافت نے اولاد ابراہیمؑ کی قدیم حکومت کو بھی غصب کیا تھا۔ یہی حکومت تھی جس کا تذکرہ قرآن کریم نے " مُّلْكًا عَظِيمًا "(نساء ۵۴ / ۴) کہہ کر کیا ہے۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اس حکومت کے حقیقی وارث و سربراہ جناب نابت علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوا کرتے تھے۔ اور اس کا نام ہی نابطی حکومت تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پرورش اور تربیت جناب ابوطالب علیہ الصلوۃ والسلام کی ذمہ داری تھی۔ اس لئے کہ اس وقت حضرت اسماعیل و حضرت نابت علیہما السلام کے آخری جانشین و امام وہی تھے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خواہ آنحضرتؐ مبعوث برسالت ہوتے یا نہ ہوتے خانوادہ ابراہیم علیہ السلام کی نبطی شاخ کے وارث اور جانشین حضرت ابوطالبؑ کے بعد حضرت علی علیہ الصلوٰۃ و السلام ہی تھے۔ یعنی ابراہیم و اسماعیل و نابط علیہم السلام کی جانشینی وراثتاً حضرت علی علیہ السلام کو ملتی تھی۔ یعنی وہ نہ صرف جانشین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی تھے بلکہ وہ اس عظیم الشان سلطنت کے وارث بھی تھے جسے اللہ نے قرآن میں مُّلْكًا عَظِيمًا فرمایا ہے (نساء ۵۴ / ۴) یہ سبب تھا کہ قریشی لیڈر حضرت محمدؐ سے اس قدر خائف نہ تھے جتنا علیؑ بن ابی طالبؑ سے ڈرتے تھے اور یہی دوہرا دوہرا حق حکومت تھا جس کی وجہ سے پورے عرب نے ان کی نسل منقطع کرنے اور ان کے تصور حیات کو دنیا سے مٹا دینے پر اتفاق کر لیا تھا اور بڑی بے رحمی و سنگدلی کے ساتھ آج تک اولاد علیؑ کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں مصروف چلے آ رہے ہیں۔ حالانکہ علیؑ نے کبھی نبطی حکومت سے مدد طلب نہیں کی تھی اور نہ کھلے بندوں ان سے رابطہ ہی رکھا تھا۔ اگر علیؑ چاہتے تو وہ حکومت اسی طرح مدد کرتی اور دشمنان خانوادہ نبوت کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتی جس طرح انصار نے نبطی حکومت سے یہود کے خلاف مدینہ میں مدد طلب کی تھی اور اس حکومت کی افواج نے آ کر یہود کو کبھی نہ بھولنے والا سبق دیا تھا۔ اور یہی وہ ملت ابراہیمؑ تھی جس کی پیروی و اتباع رسولؐ پر واجب کی گئی ہے (نساء ۱۲۵ / ۴) اور یہی وہ لوگ تھے جن کی اقتدا حضورؐ پر فرض تھی (انعام ۹۱ / ۶) اور یہی وہ قوم تھی جس کو اُمت محمدیہؐ کی وکالت سپرد تھی اور جو کسی طرح کافر ہونے والی نہ تھی (انعام ۹۰ / ۶) یہی وہ قوم تھی جس کو لانے اور قریش سے بدلہ لینے کی دھمکیاں بار بار دی گئی ہیں (توبہ ۳۹ / ۹) جسے اللہ محبوب تھا اور جو خدا کو محبوب تھی (مائدہ ۵۴ / ۵) یہی قوم تھی جو اسلامی قوانین پر اپنی پوری حکومت کو چلاتی تھی۔ جس کے حکمران و بادشاہ بھی کسی انسان کو اپنا خادم نہ بناتے تھے۔ اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے جنگلوں اور خیموں میں رہتے تھے جن کو شاہانِ ایران و روم اپنی مدد

ہو کر رہ جائیں گے ۔ (۱۳) اس لئے کہ ان کے لیڈر ان کی شفاعت کرنے سے قاصر ہوں گے اور وہ اپنے لیڈروں کے کافر ہو جائیں گے۔(۱۴) چنانچہ جس دن قیامت برپا ہو گی اس روز وہ سب تفرقہ میں مبتلا ہوجائیں گے ۔ (۱۵) چنانچہ مومنین جو اصلاح حالات پر کاربند رہتے رہے وہ چمنستان میں آرائش و زیبائش کا موقع پائیں گے ۔ (۱۶) اور رہے وہ لوگ جنہوں نے حق کو چھپایا اور ہماری آیات کو اپنی تاویلوں سے جھٹلایا اور آخرت کی ملاقات کو غلط قرار دیا وہی لوگ عذاب میں گرفتار کرکے حاضر کئے جائیں گے۔(۱۷) تسبیح کرو

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا

گے گنہگار اور نہ ہوں گے واسطے ان کے شریکوں ان کے سے کوئی شفاعت کرنے والے

وَ كَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ

اور ہو جاویں گے ساتھ شریکوں اپنے کے کافر اور جس روز قائم ہو گی قیامت اس دن

يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ

متفرق ہو جاویں گے پس جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے پس وہ بیچ باغ کے

يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

بناؤ کروائے جائیں گے اور اے پر جو لوگ کہ کافر ہوئے اور جھٹلایا نشانیوں ہماری کو

وَ لِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ

اور ملاقات آخرت کی کو پس یہ لوگ بیچ عذاب کے حاضر کئے جاویں گے پس پاکی ہے

کے لئے بلاتے تھے(دیکھو کتاب ارض القرآن علامہ سید سلیمان ندوی) جن سے قرض مانگتے تھے ۔یہی تھے جن کا پورے عرب پر تسلط رہا تھا۔ وہی عراق کے حکمران تھے ۔ خیبر و علاقۂ فدک اور باغات و زراعتِ فدک انہی کی ملکیت و جاگیریں تھیں اور اسی بنا پر باغات فدک حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا الصلوۃ والسلام کی ملکیت و جاگیر میں دیئے گئے تھے اور یوں بھی رسولؐ و امامؑ پوری کائنات کے مالک و وارث ہوتے ہیں ۔بہر حال حکومت روم کی شکست سے بنی ہاشم اور نبطی قوم کو سخت ملال و صدمہ تھا۔ اس سورۂ روم نے آکر انہیں جم کر رہنے کا حکم دیا، خوشخبری بھی سنائی ۔ یہ خوشخبری جس کسمپرسی کے عالم میں سنائی گئی تھی وہ ناقابل بیان تھا ۔ قریش کی طرف سے تمام بنی ہاشم ، خانوادہ رسالت اور دوستداران بنی ہاشم کا بائیکاٹ جاری تھا۔ مسلمانوں کو سخت ترین ایذائیں دی جا رہی تھیں اور ان میں اتنی سکت نہ تھی کہ مزاحمت کرسکیں۔ ادھر بادشاہ ایران خسرو پرویز اس قدر زبردست حملے کرتا اور فتح پر فتح حاصل کرتا چلا جا رہا تھا کہ اس نے بیت المقدس کو فتح کر کے وہاں نوے ہزار عیسائیوں کا قتل عام کیا۔ سب سے زیادہ مقدس کلیسا کو برباد کر دیا اصلی صلیب کو ، جس کے متعلق یہ سمجھا جاتا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کو (معاذاللہ) اسی پر سولی دیا گیا تھا ، لے کر مدائن بھیج دیا سب سے بڑے پادری زکریا کو قید کر کے لے گیا۔ تمام بڑے بڑے گرجے مسمار کر دیئے گئے اورعیسائیوں کے لئے کہیں چھپنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ بادشاہ روم ہرقل کو چھپتے پھرنا پڑ رہا تھا۔ اس نے مجبور ہوکر بڑی عاجزی سے خسرو پرویز سے امان طلب کرنے کا خط لکھا تھا اور خسرو نے اسے یہ جواب دیا تھا کہ:" سب خداؤں سے بڑے خدا ، تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینے اور بے شعور بندے ہرقل کے نام، تو کہتاہے کہ تجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے ۔کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچا لیا ؟" خسرو نے ہرقل کے ایلچی سے کہا تھا کہ:"اب میں قیصر ہرقل کو اس وقت تک امان نہ دوں گا جب تک وہ پابہ زنجیر میرے سامنے حاضر نہ ہو اور اپنے خدائے مصلوب کو چھوڑ کر خداوند آتش کی بندگی نہ اختیار کر لے "۔ خسرو پرویز بادشاہِ ایران کے سامنے کوئی رکاوٹ اور مزاحمت نہ تھی اسکی افواج منہ اٹھائے جدھر رخ کرتی تھیں لوگ سر جھکائے اطاعت کے لئے حاضر ہوتے جاتے تھے۔ ان حالات میں آنحضرتؐ سورۃ الروم سناتے ہیں۔ اور بڑے اطمینان کے ساتھ رومی حکومت کی فتح کی خوشخبری دے رہے ہیں اور قریشی لیڈر حضورؐ کا مذاق اڑا رہے ہیں ۔ سب طرف مسلمانوں کو چڑایا جا رہاہے اور کسی کے پاس ان آیات کے الفاظ کے علاوہ ان کے مذاق و اعتراض کا جواب نہیں تھا۔ اُدھر دھڑادھڑ رومیوں کو شکستیں ہوتی جا رہی ہیں، ایرانی پرچم چاروں طرف لہراتا بڑھتا جا رہاہے ۔ موقع شناس جوئے باز اور تجارت کے

اللہ کی جب تم پر شام آتی ہے اور جب تم صبح کرتے ہو ۔ (۱۸) اور ہر قسم کی حمد وثنا آسمانوں اورزمینوں میں اللہ ہی کے لئے ہونا چاہئے چنانچہ تم عبادت کرو سہ پہر میں اور جب تم پر ظہر کا وقت آتا ہے (۱۹)اللہ زندگی میں سے موت پیدا کردیتا ہے اور موت میں سے حیات نکال کر کھڑی کردیتا ہے اور زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد پھر زندگی عطا کرتا ہے اور اسی ردّ و بدل میں تم بھی نکال کر کھڑے کر دیئے جاؤ گے ۔(۲۰) اسی کے معجزات میں سے

اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ لَهُ

اللہ کو جس وقت کہ شام کرتے ہو تم اور جس وقت کہ صبح کرتے ہو تم اور واسطے اسی

الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

کے ہے سب تعریف بیچ آسمانوں کے اور زمین کے اور تیسرے پہر اور جب ظہر کرتے ہو تم

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ يُحْيِ

نکالتا ہے زندے کو مردے سے اور نکالتا ہے مردے کو زندے سے اور جلاتا ہے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ؑ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ

زمین کو پیچھے موت اس کی کے اور اسی طرح نکالے جاؤ گے تم اور نشانیوں

ماہرین اس قرآن کی پیشگوئی پر جوا کھیل رہے ہیں اور شرطیں لگائی جا رہی ہیں۔ سابقہ قدیم پیشینگوئیوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے ۔ آنحضرتؐ کے اطمینان و مسرت کو آلۂ کار بنا کر لوگ بازی لگا رہے ہیں ۔ بہر حال حالات ایسے تھے کہ روم کی دوبارہ زندگی ناممکن بن چکی تھی ۔ مگر حالات کے رخ بتدریج بدلتے رہے ۔ مکہ والوں کے مظالم سے تنگ آ کر مسلمانوں نے اپنی جانوں کے تحفظ سے مایوسی کا اظہار شروع کیا ۔ تو اللہ کی طرف سے فرما دیا گیا کہ: "میری زمین بہت وسیع ہے اور میری خالص عبادت ہر جگہ ہونا چاہئے "(عنکبوت ۵۶ / ۲۹) یعنی تم کیوں تعلیمات خداوندی کو اس شہر میں محدود کیے بیٹھے ہو۔ یہ تو ساری دنیا میں پھیلنا چاہئیں۔ لہٰذا مومنین خانوادۂ رسالت کے ایک راہنما حضرت جعفر طیار علیہ السلام کی زیر قیادت ملک حبش میں پناہ کے لئے روانہ ہو گئے اور یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ اور قریشی امراء و سرمایہ دار اور ان کے لیڈر انہیں حبش سے نکلوانے اور واپس لا کر ستانے کے لئے بادشاہ حبش کے سامنے مطالبہ لے کر کھڑے ہو گئے اور آخر ناکام و نامراد لوٹے، شاہ حبشہ نے اسلام اختیار کر لیا۔ ادھر اللہ نے رومی حکومت کی دستگیری کی۔ حضورؐ کی اور مومنین کی دعائیں بر سرکار آئیں اور ایرانیوں کی ہزیمتیں شروع ہوئیں ۔ آنحضرتؐ ہجرت کرکے مدینہ آ گئے اور دوسرے سال اُدھر روم نے ایران پر مکمل فتح پائی اِدھر رسولؐ اللہ کو جنگ بدر میں فتح ہوئی اور مومنین کو ایک نہیں بلکہ دوہری فتح کی عید نصیب ہوئی۔ یہ تھی سورۂ روم جس نے عالم کفر میں زلزلہ پیدا کر دیا اور اسلام کی حقانیت دور دور تک غیر ممالک میں اثر انگیزی دکھانے لگی ۔ لیکن قریشی لیڈروں نے خوفزدہ ہو کر سارے عرب کے سرمایہ داروں اور جاگیر داروں اور ساھوکاروں کو مجتمع کیا انہیں آنے والے حالات کے خلاف متفقہ اجتماعی اقدامات کرنے پر رضا مند کیا اور سامان جنگ جمع کرنا، چاروں طرف وفود بھیجنا اور افواج کی تیاری کرنا اپنا وظیفہ بنا لیا۔ اس کے بعد جنگ اُحد وخندق و خیبر میں ناکام ہوئے اور فتح مکہ ہوئی۔

(۲) آیات (۱۸۔۱۷ / ۳۰) میں عبادت خداوندی کا پروگرام بیان کیا گیا ہے ۔اس میں مُلّا ازم نہیں ہے ۔

لفظ سبحان کا مادہ (س۔ب۔ح) ہے اور اس مادہ ہی سے لفظ "تسبیح" نکلتا ہے ۔ اس لفظ کی حقیقت پر بھی پردہ ڈالنا ضروری سمجھا گیا تھا ۔ اس لئے کہ قرآن اور صاحبانِ قرآن کو قابو میں رکھنا ضروری تھا ۔ اور وہ تمام تصوراتی تعمیرات نظروں سے اوجھل کرنا بھی ضروری تھا جو قومی راہنماؤں کی جہالت پر بار گزرتے تھے۔ اور جن سے ان کے سامنے علمی رکاوٹیں آتی تھیں۔ ذرا لغات القرآن کے مؤلف کا ایک جملہ سنئے (اور موقع ملے تو باقاعدہ پڑھئے)

(۲ ۔الف) لفظ سبحان کے مصدر کو قتل کر کے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔آفاقی تصور سے فرار کیا ہے ۔

" امام سیوطی الاتقان میں رقمطراز ہیں :۔" سبحان ان مصادر میں سے ہے جن کے فعل کو مردہ کر دیا گیا ہے ۔(یعنی کبھی استعمال نہیں کیا گیا ہے) " (لغات القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۷۸ علامہ عبدالرشید نعمانی) مطلب یہ ہے کہ قرآن کو مجبور کرنے

اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ ﴿۲۰﴾ وَ اس کی سے ہے یہ کہ پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر ناگہاں تم انسان ہو چلتے پھرتے اور مِنۡ اٰیٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا نشانیوں اس کی سے ہے یہ کہ پیدا کیا واسطے تمہارے آپس تمہارے سے جوڑا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَیۡهَا وَ جَعَلَ بَیۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّ رَحۡمَةً ؕ اِنَّ تاکہ آرام پکڑو تم طرف اس کی اور کیا درمیان تمہارے پیار اور مہربانی تحقیق	یہ ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے وجود بخشا اور پھر ایک دن اچانک تم چلتے پھرتے بشر بن کر نمودار ہونا شروع ہو گئے (۲۱) اور یہ بھی اس کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ تمہارے لئے تمہارے ہی نفوس میں سے تمہاری ازواج کو پیدا کیا تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان احترام و محبت اور رحیمی پیدا کر دی ہے (کہ ایک دوسرے پر

والوں (فرقان ۳۰ / ۲۵) نے وہ عربی زبان بھی بدل دی تھی جس سے قرآن کا حقیقی مفہوم سمجھا جا سکتا تھا۔ لیکن قرآن میں یہ مصدر (سبحان) اور اس سے نکلنے والے فعل آج تک لکھے ہوئے ہیں اور خود مذکورہ لغت میں لکھے گئے ہیں۔ دیکھئے "سبحاً" مشغول ہونا۔ تیزی سے تیرنا۔ سَبَحَ۔ یَسْبَحُ کا مصدر ہے۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں" سَبْحٌ کے معنی۔ پانی اور ہوا میں تیز تیز گزرنے کے ہیں۔ حسب ذیل معنی میں بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (یٰسٓ ۴۰ / ۳۶) "اور ہر کوئی ایک چکر میں پیرتے ہیں"

۲۔ گھوڑے کے دوڑنے کے لئے جیسے وَٱلسَّٰبِحَٰتِ سَبْحًا (نازعات ۳ / ۷۹) "اور قسم ہے پیرنے والے گھوڑوں کی تیزی سے"

۳۔ إِنَّ لَكَ فِي ٱلنَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (مزمل ۷ / ۷۳)"" البتہ تجھ کو دن میں جلد شغل رہتا ہے لمبا "(لغات القرآن جلد سوم صفحہ ۱۷۸)

یہ اقتباس اس لئے نقل کیا ہے کہ قارئین یہ دیکھیں کہ قرآن کے الفاظ کے معنی میں کس قدر جدوجہد سے تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ مادہ۔ س۔ب۔ح سے بننے والے الفاظ کے حقیقی و بنیادی معنی ہواؤں میں تیرنے کے ہیں تو پھر ہر لفظ کی ساخت اور صیغہ کے مطابق معنی میں تغیر ہو گا۔ اور فضا میں یا ہوا میں یا پانی میں تیزی سے تیرنے کا مفہوم بہر حال برقرار رکھنا ہو گا۔ اور اپنی طرف سے عقیدتمندی یا سعادت مندی یا سابقہ مترجمین اور بزرگوں کی لاج رکھنے کی آڑ میں ہنر مندی اور لاگ لپیٹ نہیں دکھانا چاہئے۔ چنانچہ اگر لفظ " سبحان "واقعی مصدر ہے تو اس کے معنی " ہواؤں، فضاؤں اور پانی میں تیزی سے تیرنا " ہونا چاہئیں۔ جیسے لفظ علمٌ کے معنی "جاننا" اور تعلیم کے معنی "کسی اور کو جاننے میں مدد دینا " یا " سکھانا " ہیں۔ اسی طرح سبحٌ سے تسبیحٌ بنے گا۔ اور اس کے معنی "کسی اور کو ہواؤں، فضاؤں یا پانیوں میں تیرانا" یا "ہواؤں اور فضاؤں میں سے تیزی سے گزارنا" کرنا ہوں گے۔ نہ کہ مالا جپنا۔ دانے پر دانہ گراتے اور کچھ منہ سے فرماتے رہنا۔ یا یہ ماننا ہو گا کہ:"مالا جپنے سے ہم جس کو چاہیں ہواؤں اور فضاؤں میں تیزی کے ساتھ گزار سکتے ہیں " یعنی اگر اتنی دفعہ فلاں کام، فلاں آیت یا سورۂ پڑھیں تو اس کی تاثیر سے ہم خود یا کوئی اور ہواؤں اور فضاؤں سے گزر سکتے ہیں۔ یعنی جب ہم سبحان اللہ کہتے ہیں تو ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ وہ ہستی ہے جو فضاؤں اور ہواؤں میں سے تیزی کے ساتھ گزر سکتی ہے۔ لیکن اس کی صفات کی بنا پر اس کے لئے گزرنا، یا تیزی سے گزرنے کے مفہوم کی گنجائش نہیں اس لئے سبحان اللہ کے معنی اس کی ہر جگہ موجودگی اور لامحدودیت کے لئے جائیں گے۔ یعنی وہ پوری کائنات پر اس لامحدود تیزی سے تیر رہا ہے کہ ہر وقت ہر جگہ موجود اور کائنات کی تحریک میں مصروف ہے۔ لہٰذا آیات (۱۸۔۱۷ / ۳۰) کے معنی یہ ہوں گے کہ:۔ "شام کے وقت اور صبح کے وقت کائنات کی فضاؤں اور ہواؤں اور پانیوں پر سے نہایت تیزی کے ساتھ گزرتے رہنے کی اللہ سے قدرت مانگو۔ چونکہ ساری کائنات آسمانوں زمینوں میں ہر حمد وثناء اللہ ہی کے لئے وقف ہے۔ لہٰذا اب تم ظہر و عصر کے اوقات میں بھی اس کی حمد وثنا کیا کرو"۔

چونکہ اللہ نے اس سورۂ مبارکہ میں اپنے معجزات و کمالات اور تخلیق کا تذکرہ فرمایا ہے اس لئے منشاء یہ ہے کہ مومنین ان تمام مذکورہ حالات و معجزات و تخلیقات میں غور و فکر کریں اور ان ایجادات کی گہرائیوں میں اتریں ہر تخلیق کے متعلق اسباب و علل و وسائل پر فکر کریں۔ اور ان تمام معجزات میں معلمین قرآن اور اہل ذکر علیہم السلام سے مدد لیں اور ایک دن اس قابل ہو جائیں کہ یہ کائنات

فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ

بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے قوم کے کہ فکر کرتے ہیں اور نشانیوں اس کی سے

خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ

ہے پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا اور اختلاف بولیوں تمہاری کا اور رنگوں تمہارے کا

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ

تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں عالموں کے لئے اور نشانیوں اس کی سے ہے

فدا ہو جانا آسان سمجھو) اور اس انسانی تخلیق میں تو ایک تفکر کرتے رہنے والی قوم کے لئے بہت سے معجزات حاصل ہیں۔ (۲۲) اور تخلیق زمین میں اور آسمانوں کے پیدا کرنے میں اور تمہاری زبانوں کے اختلاف میں اور تمہارے مختلف رنگوں میں بھی تو اللہ کے معجزات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام تخلیقات میں حقیقی علماً کے لئے معجزات جمع کر دیئے گئے ہیں۔ (۲۳) اور تمہارا

بتدریج نوع انسان کے سامنے مسخر ہو جائے۔ اور مومنین ان حضرات کے زمرے میں شامل ہو جائیں جن کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ:

" سَخَّرَ لَكُم مَّا فِی ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِی ٱلْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُۥ ظَٰهِرَةً وَبَاطِنَةً ﴿۲۰﴾ لقمان الخ"(لقمٰن ۲۰ / ۳۱)

تمہارے لئے ہر اس چیز کو مطیع و فرمانبردار کر دیا ہے۔ جو ان آسمانوں اور زمینوں میں کہیں بھی موجود ہے۔ اور ہم نے تمہارے لئے اپنی تمام ظاہری اور باطنی نعمتوں کی بھر مار کر رکھی ہے"۔

(۲۔ب) اللہ کی عبادت کا حقیقی مقصد صفات خداوندی کو جذب کر کے لامحدود قدرت و حیات حاصل کرنا ہے۔

ہمیں بھی تسلیم ہے کہ ان آیات (۱۸۔۱۷ / ۳۰) میں اس نظام عبادت کا ذکر ہوا ہے جسے قومی علما نے لفظ "نماز" یا "صلوٰۃ" (پڑھنا) سے مانا ہے اور جسے انہوں نے اپنے مارشل ازم اور دنیا پر جبر و تسلط کے لئے نہایت سختی سے دین کا پہلا کام کہہ کر اپنایا ہے اور جس کے بجالانے والوں کی کثرت یہ بھی نہیں سمجھتی کہ وہ نماز کے دوران جو کچھ پڑھتے یا کہتے ہیں اس کے کیا معنی ہیں ؟ کیا مطلب ہے ؟ اور ان نمازیوں کی کثرت کے راہنما یعنی پیش نمازوں کی کثرت بھی اپنے مقتدیوں کی طرح تین چار قرآن کی سورتوں کو بلا معنی و مطالب کو سمجھے یاد کر لیتی ہے۔ اور ٹھاٹھ سے اسی رٹی ہوئی نماز کو اپنے مقتدیوں کو سناتے رہتے ہیں اور دنیا کی علمی و عملی ترقی میں اس قدر ماہر ہوتے ہیں کہ انہیں یہ پتہ نہیں چلتا کہ مسجد میں اور مسجد کی دکانوں کی بجلی کو کیا ہوا ؟ اندھیرا کیوں ہو گیا؟ چنانچہ مجھے اپنے آدمیوں کو بھیج کر سوئچ بورڈ کی تفتیش کر کے فیوز لگوانا پڑتا ہے۔ اور مولانا سے شکریہ قبول کرنا پڑتا ہے۔ یعنی نمازیوں کی کثرت ہی نہیں بلکہ جس قوم میں نمازی ہیں وہ قوم بھی عملاً اور بقول علامہ بلیغ الدین اس دنیا کی بدترین جاہل ترین مجرم ترین اور ملعون ترین قوم ہے۔ اور کائناتی علوم تو کہاں انہیں اپنے گردوپیش کے زمینی علوم حاصل کرنے کے لئے اپنے بقول کافروں کی احتیاج دامن گیر رہتی ہے۔ بہر حال انہوں نے حقیقی نماز(صلواۃ اللہ علیہم) کو چھوڑا اور وہ کنجیاں توڑ پھوڑ ڈالیں جن کے ذریعے سے نماز سے استفادہ کے دروازے کھولے جا سکتے تھے (کافی) ۔انہوں نے نماز کو گنتی اور پریڈ (parade) کی جگہ استعمال کیا تا کہ سارے اسلام کے نام لیوا جبراً و قہراً حاضر ہو کر افرادی قوت اور جنگی طاقت کا حساب کرنے میں ممد ہوں۔ انہوں نے زکوٰۃ کو حصول مال اور فوجی طاقت کو برقرار رکھنے کا ذریعہ بنایا اور غیر اقوام کو لوٹ کھسوٹ اور قتل کرنے کے لئے جہاد کو اختیار کیا۔ اور یوں حاصل شدہ دولت کو لوگوں پر استعمال کر کے انہیں قابو کرتے رہنے کا وسیلہ بنایا۔ لیکن رفتہ رفتہ اللہ نے ان کے مقابلے پر دوسری اقوام کو لا کھڑا کیا اور انہیں تتر بتر کر دیا۔ ان کی فوجی طاقت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اب وہ نماز انہیں شیرازہ بندی میں بھی مدد نہیں دیتی،وہ گنتی اور پریڈ کا مقصد بھی پورا نہیں کرتی،وہ ان کے لئے وبال جان بن کر رہ گئی ہے۔ بار بار کوشش کی جارہی ہے کہ اسلامی حکومت کے نام پر پھر نماز و زکوٰۃ کو جبراً نافذ کر کے شیرازہ بندی کر لیں مگر جب وہاں شیرازہ بندی نہ ہو سکی جہاں جبریہ نماز پڑھائی جاتی ہے،اور جسے خالص شرعی حکومت اور مسلمان مملکت کہا جاتا ہے،اور جہاں روپیہ اور دولت کی ریل پیل ہے ، تو یہاں وہ نماز انہیں جلد تباہ ہونے میں مدد دے گی۔ اور کچھ نہ کرے گی۔

مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ	رات کو اور دن کو سونا بھی اور اللہ کے فضل کو چاہنا بھی اللہ کے معجزات میں سے ہے۔اور دراصل تو ان تمام معجزات و حالات میں اس قوم کے لئے حصولِ معجزات کا بندوبست ہے جو رسولؐ کے احکام کو تعمیل کیلئے سنتے ہیں۔(۲۴) اور یہ بھی اللہ کے
سونا تمہارا بیچ رات کے اور دن کے اور ڈھونڈنا تمہارا فضل اس کے سے تحقیق بیچ	
ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ	
اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے کہ سنتے ہیں اور نشانیوں اس کی سے	

(۲۔ج) چوتھی صدی تک حقیقی نماز دشمنانِ اسلام کی قوت قاہرہ کی جڑیں اکھیڑ چکی تھی۔

جب خانوادہ رسولؐ کے خلاف پورے عرب نے اپنی قومی حکومت کی طاقت کو استعمال کیا اور خاندان رسولؐ کا کربلا میں قتل عام کردیا۔ اور دوستداران محمدؐ و آل محمدؐ اور طرفدارانِ اسلام پر یہ دنیا تنگ کر دی گئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب تصورِ اسلام مٹ جائے گا اب دنیا میں ان کا نام لیوا بھی کوئی نہ رہے گا۔لیکن وہ حقیقی نماز جو خاندانِ نبوت میں پڑھی جاتی تھی اور جس کے اختیار کرنے کی تاکید ازواج نبیؐ کو کی گئی تھی(احزاب ۳۳ / ۳۳) جس سے وہ اور ان کے جتھے کے لوگ خوفزدہ تھے وہ نماز رفتہ رفتہ برسرکار آئی تمام دوستدارانِ محمدؐ و آل محمدؐ اس نماز کو اپنا سہارا بنائے رہے ، وہ وہی نماز تھی جس کی آج تک اہل خلاف دوست و دشمن سب ہی تعریف کرتے ہیں جو کربلا میں پڑھی گئی تھی۔اس نماز نے ان جباروں قہاروں اور فراعنہ و نمارید کا تختہ پلٹ دیا جو رسولؐ کے خاندان کی حکومت و اقتدار کی جگہ اپنی حکومت و اقتدار قائم کرکے ساری دنیا پر چھا گئے تھے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) جن کی قدرت و قوت کا یہ حال تھا کہ انہوں نے خاندان رسولؐ کو دن دہاڑے میدان میں قتل و غارت کیا اور کوئی مزاحمت نہ ہوئی۔لیکن اس نماز کے پڑھنے والوں نے اس ظالم حکومت کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔مصر و افریقہ میں ایران و دیلم میں حکومتیں قائم کیں اور انہیں بے بس و بے دست و پا کر دیا۔ آخر انہیں مجبور ہوکر ان مظلوموں کا غم منانے کی اجازت دینا پڑی جو کربلا میں قتل کئے گئے تھے۔ جن کا نام تک لینا جرم اور موت کو دعوت دینا تھا۔ انہیں وہ مسجدیں برداشت کرنا پڑیں جہاں پانچ مرتبہ روزانہ علیؑ کو خلیفہ بلا فصل اذانوں میں پکار کر کہا جاتا تھا۔ انہیں روز عاشورہ تمام بازار بند رکھنا پڑے انہیں شیعہ وزیر رکھنا پڑے۔ لیکن افسوس کہ اس کے بعد شیعوں میں بھی نظام اجتہاد داخل کر دیا گیا اور یہاں بھی وہی نمازیں آ گئیں جو ادھر تھیں۔ حقیقی علما کو قتل و جلاوطن کیا جانے لگا۔ حقیقی مومنین پھر انڈر گراؤنڈ ہو گئے۔ اور غیبت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو گئی اور شیعہ لیبل کے مسلمانوں کو بھی اسی حال میں چھوڑ دیا گیا جس میں پہلی مخالف حکومتیں تھیں۔ اور آج ایک ہزار سال سے شیعوں کا بھی قطعاً وہی حال ہے جو ان کے بڑے بھائیوں کا ہے دونوں کے یہاں نمازوں کا بھی وہی حال و مقام ہے جو اوپر لکھا گیا ہے ان آیات (۱۸۔۱۷ / ۳۰) کی ذیل میں ہم نے یہ بیان کرنا حماقت سمجھا کہ یہ نمازوں کے اوقات مقرر کرنے والی آیات ہیں۔ اس لئے کہ یہ بات ساری دنیا کو ہزار سال سے معلوم ہے کہ نماز کا نظام اوقات قرآن ہی سے مرتب کیا گیا ہے۔ ہم نے وہ فرق بیان کیا ہے جو عوام کو معلوم نہیں تھا۔ نماز تسخیر کائنات کا ذریعہ ہے وہ پورا دین ہے (علیؑ) اور وہ ایسا نظام ہے کہ جس کے گرد مومنین کے تمام اعمال گھومنا اور اس کے ماتحت رہنا چاہیں (علیؑ نہج البلاغہ) اور اس نظام کے اوقات کار بھی انسان کی پوری زندگی پر حاوی ہیں اور پوری دنیا میں اس کے قیام کے اوقات میں بھی پریڈ والا تشدد نہیں ہے بلکہ فطرت کے عین مطابق ہے (تفصیلات ”ہماری نماز“ میں دیکھیں)

(۳) وہ آیات (۲۴ تا ۱۹ / ۳۰) اور وہ باتیں جن کا قومی مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

قارئین دیکھیں کہ اللہ نے ان چھ آیات (۲۴۔۱۹/ ۳۰) میں کیا کچھ مسلسل فرمایا ہے اور کئی دفعہ یہ کہا کہ: ”اللہ کے معجزات میں سے یہ بھی ہے“ اس جملہ کے بعد چند روزمرہ مشاہدہ میں آنے والے حقائق بیان کر کے یہ بھی کئی مرتبہ دہرایا کہ: ”یقیناً اس بیان میں معجزات ہیں“ اور ہر دفعہ ایک نیا گروہ سامنے رکھ کر کہا کہ: ”فلاں گروہ کے لئے اس بیان میں معجزات ہیں۔ اور ان گروہوں میں سے پہلے نمبر پر ”مفکر قوم“ پھر ”علما“ پھر ”اہل عقل قوم“ چنانچہ مفکرین و علما

يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
ہے کہ دکھلاتا ہے تم کو بجلی ڈر سے اور امید سے اور اتارتا ہے آسمان سے پانی
فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
پس زندہ کرتا ہے ساتھ اس کے زمین کو پیچھے مرنے اس کے کے تحقیق بیچ اس کے
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ
البتہ نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے کہ عقل پکڑتے ہیں اور نشانیوں اس کی سے ہے
اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ
یہ کہ قائم ہیں آسمان اور زمین ساتھ حکم اس کے کے پھر جب پکارے گا تم کو ایک بار
دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ لَهٗ مَنْ فِي
پکارنا زمین میں سے ناگہاں تم نکل آؤ گے اور واسطے اس کے ہے جو کچھ بیچ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ هُوَ
آسمانوں کے ہے اور زمین کے ہے سب واسطے اس کے فرمانبردار ہیں اور وہی ہے
الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ
جو پہلی بار کرتا ہے پیدائش کو پھر دوبارہ کرے گا اس کو اور وہ بہت آسان ہے اوپر
وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ
اس کے اور واسطے ان کے ہے صفت بلند بیچ آسمانوں کے اور زمین کے اور وہ ہی ہے

معجزات میں سے ہے کہ وہ تمہیں بارش سے پہلے برقی چمک کا خوفزدہ کرنے اور لالچ پیدا کرنے والا نظارہ دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی برسا دیتا ہے اور مردہ زمین کو موت کے بعد از سر نو زندہ کر دیتا ہے ۔ یقیناً اس نظام میں بھی اس قوم کے لئے معجزات کا حصول ہے جو عقل سے کام لیتے ہیں (۲۵) یہ بھی اللہ کے معجزات میں سے ہے کہ یہ آسمان اور زمین مستقل طور پر قائم ہیں اور اسی کے حکم سے موجود ہیں پھر جب وہ تم کو زمین سے بلائے گا تو ایک پکار پر تم سب اچانک زمین سے نکل کر حاضر ہو جاؤ گے (۲۶) اور اسی کے واسطے ہے جو کوئی بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ سب اللہ کے سامنے بے بس اور سپرد شدہ ہیں (۲۷) اور وہ اللہ ہی ہے جو ہر قسم کی تخلیق بلا نمونہ کی مدد کے شروع کرتا ہے اور پھر وہ تخلیق برابر دہراتا جاتا ہے اور ایسا کرتے رہنا اللہ کے لئے نہایت معمولی اور گھٹیا سی بات ہے اور اسی کے لئے کائنات میں اعلیٰ مثال ہے اور وہی ہر حال میں

اور دانشور وہ حضرات ہیں جن سے امید تھی کہ وہ ان چھ آیات میں نامزد ہو جانے کی وجہ سے مذکورہ بالا نظام معجزات میں سے استفادہ کرتے۔ معجزات کے قوانین علل و اسباب کا پتہ لگا کر ان معجزات کو بروئے کار لاتے اور نوع انسان کو استفادہ کا موقع فراہم کرتے۔ قارئین دیکھیں کہ قومی علما کی خودساختہ تاریخ میں بھی آپ کو کسی ایسے شخص کا نام نہ ملے گا جس نے قوم کے خود ساختہ مذہب کا پیرو ہوتے ہوئے کوئی ایک چیز بھی ایجاد کر کے نوع انسان کو فائدہ پہنچایا ہو ۔ البتہ دنیا کی تمام ایجادات ان لوگوں نے کی ہیں،اور تمام نوع انسان کو اور خود مسلمانوں کے علما و دانشوروں اور مذہبی راہنماؤں کو فائدہ پہنچایا ہے،جن کو یہ مارشل ازم کے مسلمان کافر کہتے چلے آئے ہیں ۔ سوچئے کہ یہ بہت زیادہ سوچنے کی بات ہے ۔ قرآن اُدھر نہیں اِدھر رہتا چلا آیا ہے قرآن پر ایمان کے دعویدار اُدھر نہیں اِدھر رہے ہیں ۔ قرآن کے حافظ اُدھر نہیں اِدھر رہے ہیں دن رات اور رمضان میں قرآن کی طوفان میل گاڑی اُدھر نہیں اِدھر چلتی رہی ہے مگر افسوس کہ قرآن سے انہیں یہ رسمی نماز ، پٹی ہوئی زکوٰۃ یہ احترام والے دکھاوے کے روزے ، یہ سمگلنگ والا حج ، یہ قربانی اور ذبح کرنے کا طریقہ ملا بتاؤ ! ان کے علاوہ مسلمانوں کے پاس کیا ہے ؟ وہ علوم کس قومی عالم کے پاس تھے جن کا ذکر یہ قرآن کرتا ہے جن سے ہزاروں میل دور محفوظ رکھی ہوئی چیز پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کی جاسکتی تھی۔ جن سے مردے زندہ ہوتے تھے ۔ اندھے بینائی پاتے تھے؟ پوچھو! چیخ چیخ کر ان سے پوچھو؟ کہ تمہیں چودہ سوسال میں اس قرآن اور دین اسلام سے کیا کچھ ملا ؟ جو کسی بے دین یا منکر کتب خداوندی کو نہ ملا ہو ؟ اگر تم ایک زندہ ضمیر رکھتے ہو ،اگر تم عقل سے بلا لاگ لپیٹ کے سوچ

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ

غالب حکمت والا بیان کی واسطے تمہارے مثال آپس تمہارے سے کیا ہے

لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ

واسطے تمہارے اس چیز سے کہ مالک ہیں داہنے ہاتھ تمہارے شریک

غالب حکمت والا ہے۔ (۲۸) اللہ تمہیں خود تمہاری ذاتی پوزیشن کی ایک مثال دیتا ہے کیا تمہارے مالکت ایمان میں سے کچھ ایسے مالکت ایمان بھی ہیں جو تمہارے ساتھ ان تمام وسائل حیات میں جو ہم نے دیئے ہیں تمہارے

سمجھ سکتے ہو تو یقیناً تم اس خود ساختہ مذہبی گھروندے کو مسمار کر کے محمدؐ وآل محمدؑ کے حقیقی اسلام اور قرآن اور ان کے حقیقی جانشین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف پلٹ آؤ۔ بھائی جن چیزوں کو قومی علما نے اپنے اسلام پر ہونے کی دلیل ٹھہرایا ہے وہ تمام چیزیں بکواس سے زیادہ نہیں ہیں۔ آپ تو ان سے یہ معلوم کریں کہ جناب اسلام پر قائم لوگوں کے لئے جن جن چیزوں کے ملنے کا قرآن نے ذکر کیا ہے ان میں سے کوئی چیز بیان کریں۔

(۴) آیات (۲۸ / ۳۰، نحل ۷۱ / ۱۶) کا سرمایہ دار قومی ذہنیت نے ہمیشہ انکار کیا آیات کی تکذیب کی مثال۔

قارئین نے اللہ سے قرآن میں بار بار یہ شکایت سنی ہے کہ لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے۔ ہماری آیات کی تکذیب کر رہے ہیں اور ہر ایسے مقام پر ایک مسلمان قاری کا ذہن مسلمانوں سے ہٹ کر کافروں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہ یہ سمجھتے چلے جاتے ہیں کہ قرآن کی آیات کو جھٹلانے والے ضرور غیر مسلم ہی ہوں گے۔ اسی لئے ہم نے ہر ایسے مقام پر ذہنی افتاد (جو قومی علما نے بگاڑی ہے) کو واپس لا کر یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ تکذیب کرنے والے لوگ ہر زمانہ میں مسلمان تھے۔ غیر مسلم لوگوں کو تکذیب یعنی جھٹلانے کی ضرورت کیوں ہو گی وہ تو صاف صاف کہہ دیتے تھے کہ ہم نہ فلاں شخص کو رسولؐ مانتے ہیں۔ نہ اس کی باتوں کو تسلیم کرتے ہیں یہ تو ڈھونگ ہے۔ جھٹلانے کا پہلا مطلب تو یہ ہے کہ جو بات جس غرض سے کہی جائے اس غرض یا مفہوم کو غلط کہہ کر کوئی دوسرا مطلب یا غرض بتائی جائے۔ بہر حال ہم یہ مطلب ٹھیک سے سمجھا سکیں یا نہ سمجھا سکیں اور آپ ہمارے اس مطلب کو سمجھیں یا نہ سمجھیں مگر اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ آیات کو یار سولوں کو جھٹلانے والے غیر مسلم نہیں بلکہ ایمان کے دعویدار لوگ ہوا کرتے تھے۔

(۴۔الف) علامہ مودودی کا ایک بیان جو مساوات اسلامی کی مخالفت اور غلامی رائج کرنے کی غمازی کرتا ہے؟

اس کی تفصیل اور مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور دکھاتے ہیں کہ آج تک قومی قسم کے علما قرآنی حقائق کو جھٹلاتے چلے آ رہے ہیں۔ پہلے علامہ کے قلم سے ایک آیت کا ترجمہ دیکھ لیں۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۚ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ النحل

علامہ کا ترجمہ: اور دیکھو اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا کی ہے۔ پھر جن لوگوں کو یہ فضیلت دی گئی ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنا رزق اپنے غلاموں کی طرف پھیر دیا کرتے ہوں۔ تا کہ دونوں اس رزق میں برابر کے حصہ دار بن جائیں۔ تو کیا اللہ ہی کا احسان ماننے سے ان لوگوں کو انکار ہے؟ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۵۴)

(۴۔ب) علامہ کے ترجمہ میں ذاتی مصلحت جس سے آیت کے مقصد کو جھٹلایا جا سکے؟؟

اس ترجمہ میں سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ ان مشرک مسلمانوں سے پہلے کسی نے "غلام یا غلاموں" کیا ہو۔ قرآن کریم نے غلاموں کے لئے لفظ "عباد" استعمال کیا ہے (سورۂ نور ۳۲ / ۲۴) اور کنیزوں کے لئے لفظ "اِمَاۗءِ کم" نازل ہوا ہے اور اس سے پہلی آیت میں الفاظ "مَامَلَکَتۡ اَیۡمَان" (۳۱ / ۲۴) بھی آئے ہیں۔ جس سے ثابت ہے کہ مالکت ایمان الگ ہیں اور غلام وکنیز علیحدہ ہیں دونوں ایک نہیں ہیں۔ پھر جس آیت کے ترجمہ پر نظر ڈالی جا رہی ہے اس کے بعد دو آیات چھوڑ کر اللہ نے زر خرید غلام کو "عَبۡدًا مَّمۡلُوۡکًا" (۶۵ / ۱۶) فرما کر یہ بتایا ہے کہ زر خرید غلام

فِيْ	مَا	رَزَقْنٰكُمْ	فَاَنْتُمْ	فِيْهِ	سَوَآءٌ	تَخَافُوْنَهُمْ

بیچ اس چیز کے کہ دیا ہم نے تم کو پس تم سب بیچ اس کے برابر ہو جاؤ ڈرو تم ان سے

كَخِيْفَتِكُمْ	اَنْفُسَكُمْ ؕ	كَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ

جیسا ڈرتے ہو تم آپس اپنے سے اسی طرح مفصل بیان کرتے ہیں ہم نشانیاں

لِقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۸	بَلِ	اتَّبَعَ	الَّذِيْنَ

واسطے اس قوم کے کہ عقل پکڑتے ہیں بلکہ پیروی کی ان لوگوں نے کہ

ساتھ برابر کے شریک ہوگئے ہوں اور کیا ان کی طرف سے بھی تمہیں اتنا ہی خوف لگا رہتا ہے جتنا تمہیں خود اپنی ذات (نفس) کے لئے رہتا ہے؟ ہم اسی طرح اپنی آیات کو عقل مند قوم کے لئے مفصل کر دیا کرتے ہیں ۔ (۲۹) حقیقتاً تم نے انہیں مساوی حقوق نہیں دیئے ہیں بلکہ جن لوگوں نے بلا کسی قرآنی دلیل کے اپنی ذاتی مصلحتوں کے

کو مملوک یا ملکیت میں لیا ہوا غلام کہتے ہیں ۔ یعنی "مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُ" زرخرید غلام نہیں ہوتے لہٰذا علامہ نے آیت زیر بحث (۱۶/۷۱) میں اپنے باطل مقصد و عقیدہ کی پیش بندی کے لئے مالکت ایمان کو غلام بنا کر غلط ترجمہ کیا ہے ۔ اور یہ کہ غلامی ان کے مذہب میں جائز بھی ہے ۔ پھر ان کے ترجمہ میں دوبارہ غور کریں اور دیکھیں کہ:

(۲) علامہ کے ترجمہ پر دوسری نظر: کہ زیر بحث آیت (۱۶/۷۱) میں ایسا لفظ نہیں ہے ۔ کہ جس کا ترجمہ "حصہ دار" کیا جا سکے یہ باطل مقصد کے لئے قرآن پر خالص اضافہ ہے ۔

(۳) علامہ کے ترجمے پر تیسری نظر: اس ترجمہ میں تیسری بات ایسی ہے جس کو سمجھنے کے لئے علامہ کی وہ تشریح اور اعتراض پڑھنا پڑے گا جو انہوں نے اسی زیر بحث آیت (۱۶/۷۱) کے متعلق لکھا ہے دیکھئے :۔

"زمانہ حال میں اس آیت سے جو عجیب و غریب معانی نکالے گئے ہیں ۔ وہ اس امر کی بدترین مثال ہیں کہ قرآن کی آیات کو ان کے سیاق و سباق سے الگ کر کے ایک ایک آیت کے الگ معنی لینے سے کیسی کیسی لاطائل تاویلوں کا دروازہ کھل جاتا ہے"

(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۵۴ حاشیہ نمبر ۶۲)

علامہ کے باقی بیان کو بعد میں سنیں گے پہلے یہ دیکھ لیں کہ زمانہ حال کے لوگوں نے قرآن کی آیات کو ان کے سیاق و سباق سے الگ کیا ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ کسی آیت کو اس کے آگے پیچھے والی آیتوں سے جدا کر کے معانی کرنا جائز اور صحیح ہے کہ نہیں؟ آپ یہ دیکھ لیں کہ علامہ نے اسی آیت زیر بحث (۱۶/۷۱) کے آخری جملے کو آیت میں آئے ہوئے مقصد اور کلام سے الگ کر لیا ہے ۔ لہٰذا آخری جملہ اور علامہ کا ترجمہ پھر سامنے رکھیں :۔

أَفَبِنِعْمَةِ ٱللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝۷۱ (۱۶/۷۱) " تو کیا اللہ ہی کا احسان ماننے سے ان لوگوں کو انکار ہے "

اس جملے کے اس ترجمہ کا وہ مفہوم جو اسی میں ایک لفظ " ہی کے " استعمال سے پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ :۔

(الف)" اللہ کو کچھ لوگوں سے یہ شکایت ہے کہ اللہ کے احسان کا تو انکار کرتے رہتے ہیں ۔ مگر باقی احسان کرنے والوں کے احسان کو مانتے ہیں ۔ اور ان کے شکر گزار ہوتے ہیں" یعنی :

(ب) " اگر وہ لوگ باقی احسان کرنے والوں کے احسان کا بھی انکار کر دیا کرتے یا باقی احسان کرنے والوں کے ساتھ ساتھ اللہ کے احسان پر بھی شکر ادا کرتے تو اللہ باقی احسان کرنے والوں کے برابر ہو جاتا اور یہ شکایت نہ کرتا "

قارئین اس آیت (۱۶/۷۱) میں تلاش کریں یا علامہ سے معلوم کریں کہ آیت زیر بحث (۱۶/۷۱) میں وہ لوگ کہاں ہیں جو احسان کرتے ہیں اور جن کے احسان کا انکار نہیں کیا جاتا ہے ؟؟؟

یوں علامہ کے ایک لفظ " ہی "نے آیت کے آخری جملے کو جو اسی آیت سے متعلق تھا، اٹھا کر اپنے ایک ذہنی تصور سے وابستہ کر کے آیت سے الگ کر دیا اور صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ آیت کے آخری جملے کے دو الفاظ کے معنی بھی غلط کئے ہیں ۔ یعنی لفظ " نِعْمَتَہٗ "کے معنی احسان کر دیئے حالانکہ احسان خود عربی کا لفظ ہے اور قرآن میں دس گیارہ

ماتحت احکامِ خداوندی میں اپنے اجتہادات ملا دئے ہیں اس پر تمہارا عمل ہے بات یہ ہے کہ جسے خدا ہی گمراہ کردے پھر اسے کون ہدایت کرے گا اور نہ ہی ان کا کوئی خدائی مددگار ہوگا ۔ (۳۰) اے نبیؐ تم انہیں نظر انداز کرکے اپنی تمام توجہات دین حنیف پر مرکوز کردو اللہ کا فطری قانون وہی ہے جس کے ماتحت انسانوں کو

ظَلَمُوٓا اَهۡوَآءَهُمۡ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ۚ فَمَنۡ يَّهۡدِىۡ مَنۡ

ظلم کیا انہوں نے خواہشوں اپنی کی بغیر علم کے پس کون ہدایت کرتا ہے اس شخص کو

اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمۡ

کہ گمراہ کرے اس کو اللہ اور نہیں واسطے ان کے کوئی مدد دینے والا پس سیدھا کر

وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ

منہ اپنا واسطے عبادت کے اوپر دین ابراہیمؑ کے ہو کر لازم پکڑ پیدائش خدا کی

جگہ استعمال بھی ہوا ہے۔ یعنی اللہ کو یہ معلوم ہے کہ لفظ احسان کہاں استعمال کیا جانا چاہئے۔ چنانچہ اسی زیر بحث سورۃ اور آیت (۷۱ / ۱۶) کے اندر (۸۹ / ۱۶) میں اور جگہ جگہ یہ لفظ احسان آیا ہے۔ مگر علامہ کے خیال میں یہاں (۷۱ / ۱۶) میں لفظ "نِعۡمَتَهٗ" کی جگہ احسان استعمال ہونا چاہیے تھا چنانچہ انہوں نے اپنے ترجمے سے قرآن کی اصلاح و ترمیم کردی ہے۔ پھر اسی آیت کے آخری جملے کا آخری لفظ "يَجۡحَدُوۡنَ" علامہ نے اس لفظ کے معنی انکار کئے ہیں حالانکہ الفاظ "انکار" "مُنۡكِر اور يَنۡكَرُ" عربی کے الفاظ ہیں اور قرآن کریم میں انکار کے معنی میں استعمال ہوتے رہے ہیں۔ لیکن علامہ قسم کے علماو مترجمین لفظ "انکار" کی آڑ میں عربی کے کئی ایک الفاظ کی معنویت کو چھپا جاتے ہیں ذرا دیکھئے اللہ نے فرمایا ہے اور علامہ نے ترجمہ کیا ہے :

(۴) علامہ کے ترجمہ پر چوتھی نظر :

۱۔ أَفَبِنِعۡمَةِ ٱللَّهِ يَجۡحَدُونَ ﴿۷۱﴾	النحل
۲۔ وَبِنِعۡمَتِ ٱللَّهِ هُمۡ يَكۡفُرُونَ ﴿۷۲﴾	النحل
۳۔ يَعۡرِفُونَ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا ﴿۸۳﴾	النحل

علامہ کا ترجمہ : ۱۔ تو کیا اللہ ہی کا احسان ماننے سے لوگوں کو انکار ہے ۔(۷۱ / ۱۶)

علامہ کا ترجمہ : ۲۔ اور اللہ کے احسان کا انکار کرتے ہیں ۔ (۷۲ / ۱۶ تفہیم القرآن جلد نمبر ۲ صفحہ ۵۵۶)

علامہ کا ترجمہ: ۳ ۔ یہ اللہ کے احسان کو پہچانتے ہیں ۔ اور پھر اس کا انکار کرتے ہیں ۔(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۶۱۔)

قارئین دیکھیں کہ علامہ نے تین مختلف المعنی مصدروں سے نکلنے والے تین الفاظ (يَجۡحَدُونَ ۔ يَكۡفُرُونَ ۔ اور ینکرون) کے معنی ایک لفظ انکار سے رگڑ دیئے ہیں اور ذرہ برابر فکر نہ کی کہ میں قرآن میں اصلاح کر رہا ہوں۔ یعنی علامہ نے یہ ثابت کردیا کہ اللہ نے خواہ مخواہ تین مختلف الفاظ کہہ کر اپنا اور قاری کا وقت ضائع کیا ہے ۔ حالانکہ اللہ نے تینوں مقامات پر یہ جملے تین معنی میں فرمائے ہیں ۔

اوّل یہ کہ۔ ۱۔وہ ہماری نعمتوں کی تردید (contradiction) کرتے ہیں "یا وہ ہماری نعمتوں میں کنجوسی کرتے ہیں"

دوم یہ کہ ۔۲۔ "وہ ہماری نعمتوں پر پردہ ڈالتے ہیں" یا "وہ ہماری نعمتوں کو چھپاتے ہیں"

سوم یہ کہ ۔۳۔"وہ ہماری نعمتوں کا انکار کرتے ہیں یعنی یہ کہ : " اللہ نے ہمیں کوئی نعمت دی ہی نہیں ہے ۔ یا یہ کہ: "یہ تو ہماری اپنی کوشش کا نتیجہ ہے کہ اللہ کا اس میں کچھ دخل نہیں"

قارئین یہ نوٹ کریں کہ یہ تینوں مقامات ایک ہی سورۃ میں آگے پیچھے آئے ہیں ۔ لیکن علامہ کو اپنے گروہ کے عقیدتمندوں پر بھروسا ہے کہ وہ ان تینوں جملوں کے معانی پر ہرگز غور نہ کریں گے ۔ بلکہ میں جو کچھ بھی لکھ دوں گا اسی کو پتھر کی لکیر اور فرمودۂ خدا سمجھ کر مطمئن رہیں گے ۔ یعنی ان کا حافظہ اور احساس اتنا کمزور ہے کہ وہ دس بارہ آیات تک بھی معنوی تسلسل کا تعاقب نہیں کرسکتے ۔ اور یہ بھی دیکھیں کہ ان تینوں جملوں (۷۱ / ۱۶۔ ۷۲ / ۱۶۔ اور ۸۳ / ۱۶) میں لفظ نعمت کا ترجمہ برابر احسان کرتے چلے گئے قارئین یہ نہ سمجھیں کہ علامہ نعمت کو احسان ہی سمجھتے ہوں گے ۔ نہیں ایسا نہیں ہے انہوں نے نعمت کا ترجمہ نعمت بھی کیا ہے ۔اور خود مذکورہ بالا آیات (۸۳ تا ۷۱ / ۱۶) کے اندر ہی کیا ہے دیکھئے :اللہ نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكُمۡ ﴿۸۱﴾ (۸۱ / ۱۶) ترجمہ دیکھیں ۔ " اس طرح وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرتا ہے" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۶۱)

الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ
کو جو پیدا کیا لوگوں کو اوپر اس کے نہیں بدلنا ہے واسطے پیدائش خدا کے یہی ہے
الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ مُنِيْبِيْنَ
دین درست ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے رجوع کرنے والے ہیں
اِلَيْهِ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝
طرف اس کی اور ڈرو اس سے اور برپا رکھو نماز کو اور مت ہو شریک لانے والوں سے

فطرت عطا کی ہے اللہ کی تخلیقات میں تبدیلی نہیں ہے اور وہی استقلال سے قائم رہنے والا دین ہے ولیکن انسانوں کی کثرت اس استقلالِ تخلیق کو دینِ قیّم نہیں جانتی ہے۔ (۳۱) اللہ کی نیابت اختیار کرتے ہوئے اس کے روبرو ذمہ دار بنو اور نماز کو قائم کرو اور ان مسلمان مشرکین میں سے نہ ہو جانا

نہ معلوم علامہ نے یہاں احسانوں کی تکمیل کیوں نہ لکھا؟ بہر حال یہ تھا علامہ کا وہ جال جو انہوں نے اپنے عقیدہ کی آڑ میں بچھایا تھا اور جسے اپنی تشریح میں چھپایا ہے۔ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۵۴ حاشیہ نمبر ۶۲)

(۴۔ج) آیت (۱۶/۷۱) سے فرار ہی کفرانِ نعمت، تردیدِ نعمت اور انکارِ نعمت ہے۔ آیت دوبارہ پڑھیں اور مانیں۔

اللہ نے اس آیہ مبارکہ (۱۶/۷۱) میں ان لوگوں کو اپنی مثال اور مذمت کا نشانہ بنایا ہے۔ جو کہ غلام گیری کے تو قائل ہیں مگر اپنے اموال میں ان کو مساویانہ حقوق نہیں دیتے اور یہی سلوک ان لوگوں کے ساتھ بھی کرتے ہیں جو جہاد کے دوران دو طرفہ معاہدہ کے ماتحت ان کی تحویل و تربیت میں دیئے گئے ہیں۔ یعنی علامہ کی طرح وہ سرمایہ دار بھی مالکت ایمان کو غلام ہی سمجھتے ہیں۔ ان پر یہ اعتراض قائم کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی مالی فراوانی کو اپنی ذات تک محدود رکھ کر اور اسلامی مساوات کی خلاف ورزی کر کے اللہ کی عطا کردہ نعمت میں کنجوسی اور تردید کرتے ہیں قارئین اس آیت (نحل ۱۶/۷۱) کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ اللہ ان سرمایہ داروں سے کس بات پر خفا ہے اور کیوں ان کو نعمت خداوندی کا بقول علامہ منکر اور بطور حقیقت تردید و کنجوسی کرنے والا فرمایا ہے؟ پھر اس آیت پر یوں نظر ڈالیں کہ اس میں دو طرح کے لوگوں کا ذکر ہوا ہے۔ اوّل وہ لوگ جو مالی فراوانی رکھتے ہیں۔ دوم وہ لوگ جنہیں مالکت ایمان فرمایا ہے اور جو مالی فراوانی نہیں رکھتے۔ یعنی اس آیت (۱۶/۷۱) میں ایک گروہ سرمایہ داروں کا ہے اور دوسرا گروہ غرباء اور ضرورت مندوں کا ہے۔ پہلا گروہ دوسرے گروہ کو اپنے ساتھ مالی مساوات میں رکھنے کا قائل نہیں ہے اور نعمت خداوندی کا منکر (بقول علامہ) یا رد کرنے والا ہے۔ ان حقائق کے بعد یہ دیکھئے کہ آیا غربا کو مالی مساوات فراہم کرنا اسلامی حکم ہے۔ یا نہیں؟ اور یہ کہ آیا اسلام میں کچھ لوگوں کا سرمایہ دار و اجارہ دار و دولتمند رہنا اور کچھ لوگوں کا محتاج و غریب رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ ہمیشہ سے عموماً اور آج کل خصوصاً "مساوات محمدیؐ" اور نظام مصطفویؐ قائم کرنے کے نعرے مارنے والے سب پاگل اور خلافِ اسلام راگ الاپ رہے ہیں؟ سنو قرآن میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ:

اوّل۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تمام فاضل دولت و سامان ضرورتمندوں کو دے دے (بقرہ ۲/۲۱۹) اور اس کا مطلب واضح اور آیت زیر بحث (۱۶/۷۱) پر حجت ہے یعنی جن لوگوں کو اللہ نے مالی فراوانی دے رکھی ہے ان کو مالی فراوانی سے دست بردار ہو کر، ضرورت مندوں کو دے کر مساوی ہو جانا چاہئے۔ عمل نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے (۱۶/۷۱)

دوم۔ تمام سرمایہ داروں اور صاحبانِ حیثیت لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ تمام غلاموں اور کنیزوں کا اپنے سرمایہ سے نکاح کر دیں اور عام مسلمانوں میں سے کسی کو غیر شادی شدہ نہ رہنے دیا کریں (نور ۲۴/۳۲) اور اگلی آیت میں ان ہی لوگوں کا ذکر ہے جنہیں آیت (۱۶/۷۱) میں مالکت ایمان کہا اور مساوی کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور یہاں اس قدر فرمایا گیا کہ تم مالکت ایمان کو اس مال میں سے (مساوی مال ۱۶/۷۱) دے دو جو تمہیں اللہ نے (فاضل ۱۶/۷۱، ۲/۲۱۹) عطا کیا ہوا ہے۔

(۴۔د) آیت (۳۰/۲۸) تمام نوع انسان کو مالی ہمسری و مساوات فراہم کرنا واجب کیا گیا ہے۔

اور اب وہ آیت ان سب آیات کی تائید میں دیکھیں جسے ہم نے اس تشریح (نمبر ۴) کا عنوان بنایا تھا۔ اور جو سورۂ روم

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا ؕ

ان لوگوں سے کہ ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے انہوں نے دین اپنا اور ہو گئے فرقے فرقے

كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ

ہر گروہ ساتھ اس چیز کے کہ پاس ان کے ہے خوش ہیں اور جب لگتی ہے لوگوں کو

ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ

سختی پکارتے ہیں پروردگار اپنے کو رجوع کرتے ہوئے طرف اس کی پھر جب

اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ

چکھاتا ہے ان کو اپنی طرف سے مہربانی ناگہاں ایک فرقہ ان میں سے ساتھ رب اپنے کے

يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ

شریک لاتے ہیں تو کہ کفر کریں ساتھ اس چیز کے کہ دی ہے ہم نے ان کو

(۳۲) جنہوں نے اسلام اختیار کیا پھر اپنے اپنے اجتہادات سے اس میں نئی نئی اشاعتیں کرنے اور فرقے بنانے والے ہوگئے اور ان کا ہر فرقہ اپنے اپنے اجتہادات پر خوش اور مطمئن ہے (۳۳) اور جب انسانوں کو کسی تکلیف دینے والی صورت حال سے سابقہ پڑتا ہے تو اپنے رب سے نیابت اختیار کرتے ہوئے دعائیں مانگنے لگتے ہیں پھر جب اللہ ان کو اپنی رحمت سے نوازتا ہے تو یکایک ان مسلمانوں میں سے ایک فرقہ اپنے لیڈروں کو اپنے رب کے ساتھ رحم کرنے میں شریک سمجھ لیتا ہے (۳۴) تاکہ ہمارے عطیات کو چھپا دیں چنانچہ تم ہمارے

میں ایک دفعہ پھر سرمایہ دارانہ اور اجارہ دارانہ عربی وعجمی ذہنیت کو جھنجھوڑتی ہے اور اللہ ایک بار پھر سورۂ نحل (۱۷ / ۱۶) میں وارد شدہ صورت حال کو دہراتا ہے ۔ فرمایا تھا کہ :" اے مکے اور عرب کے سرمایہ دارو اللہ تمہیں تمہاری ذاتی پوزیشن کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمہاری مثال دیتا اور پوچھتا ہے کہ کیا تمہارے مالکت ایمان میں سے کچھ ایسے مالکت ایمان بھی ہیں جو تمہارے ساتھ ہمارے عطا کردہ وسائل حیات (رزق) میں برابر کے شریک ہو گئے ہوں؟ اور کیا تمہیں ان کی طرف سے بھی اتنا ہی خوف لگا رہتا ہے ۔ جتنا تمہیں خود اپنی ذات (نفس) کے لئے رہتا ہے "(روم ۲۸ / ۳۰) یہ آیت یہ بتاتی ہوئی ختم ہوتی ہے کہ: یوں ہم اپنی آیات (۲۱۹ / ۲) (۱۷ / ۱۶ وغیرہ) کی تفصیل بیان کر دیا کرتے ہیں (۲۸ / ۳۰) بات واضح ہوگئی اور اللہ کا اعتراض بھی مکمل ہو گیا کہ جب تم ہمارے بار بار حکم دینے کے باوجود مالکت ایمان کو بھی برابر کا شریک نہ کرنا جائز سمجھتے ہو تو تمہیں اپنے اسی اصول پر حکومت الٰہیہ میں بھی کسی لیڈر کو شریک اور خلیفۂ خداوندی کے مساوی نہ کرنا چاہیے تھا۔ علامہ مودودی ان تمام حقائق پر شرک کی چادر ڈال کر چھپا دینا چاہتے ہیں ۔

(۵) آیات (۳۴تا۲۹ / ۳۰) میں ایک قائم رہنے والے مستقل دین کا تذکرہ ہے جس میں تبدیلیاں کرنے والے مشرک ہیں۔

ان کو بتائیے کہ آپ کا اس اسلام سے کوئی تعلق نہیں جسے قرآن نے دینِ قیّم کہہ کر پیش کیا ہے۔ تم تو دینِ اجتہاد کے قائل ہو یعنی تمہارے سائز کے علما احکامات و بیانات خداوندی کو اپنی سوجھ بوجھ سے موقع و محل کے مطابق بنا کر پیش کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے ان مواقع اور محل کے متعلق کوئی علم نہیں ہوتا اور اسی قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا ہے آیت(۲۹ / ۳۰) میں یعنی جو دنیا کے ہر ہر معاملے میں خالص کتاب اللہ کے احکام نہیں بلکہ اپنی رائے سے احکام جاری کرتے ہیں (مائدہ ۴۷تا۴۴ / ۵) حالانکہ اسلام وہ دین ہے جو عین فطرت انسانی کے مطابق ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی جو ہمیشہ مستقل اور غیر متبدل رہتا ہے (۳۰ / ۳۰) اور تمام انسانوں کو اور خود رسولؐ کو اسی دینِ قیّم پر متوجہ رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (۳۰ / ۳۰) اور ان لوگوں کو مشرک کہا گیا ہے جنہوں نے اپنے اجتہادات سے اسلام میں تبدیلیاں کر کے بہت سے فرقے تیار کرنے کی اسکیم جاری کی ہے اور حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفری اپنے اپنے خود ساختہ اجتہادی مذہبوں پر خوش و مطمئن ہیں (۳۲۔۳۱ / ۳۰) اور علامہ خود ان ہی فرقوں میں داخل ہیں اور جہاں کوئی نقصان ہوتا نظر آیا فوراً اجتہاد اور مجتہدین کو دین میں شریک کر لیتے ہیں۔ (روم آیات ۳۳۔۳۴)

فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا

پس لے لو فائدہ پس البتہ جانو گے کیا اتاری ہم نے اوپر ان کے کوئی دلیل

فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ اِذَآ

پس وہ بولتی ہے ساتھ اس چیز کے کہ تھے ساتھ اس کے شریک لاتے اور جس وقت

اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ

چکھاتے ہیں ہم آدمی کو رحمت خوش ہوتے ہیں ساتھ اس کے اور اگر پہنچے ان کو برائی

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

بسبب اس کے کہ آگے بھیجا ہے ہاتھوں ان کے نے ناگہاں وہ ناامید ہو جاتے ہیں

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ

کیا نہیں دیکھا انہوں نے یہ کہ اللہ کھول دیتا ہے رزق واسطے جس کے چاہے اور

يَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

بند کر دیتا ہے تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے کہ ایمان لاتے ہیں

عطیات سے مزے اڑا لو مگر جلد ہی نتیجہ معلوم ہو جائے گا ۔ (۳۵) کیا ہم نے ان کے اوپر کوئی ایسی سلطانی دلیل و سند نازل کی ہوئی ہے جو یہ کہتی ہو کہ جن لیڈروں کو وہ قومی مسلمان حکومت خداوندی میں شریک کرتے ہیں منجانب خدا ہیں؟ (۳۶) اور جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر انہیں ان کے بُرے اقدامات کے نتیجے میں برائی اور نقصان ہو جاتا ہے تو وہ یکایک مایوس ہو کر رہ جاتے ہیں (۳۷) کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ بلا شبہ اللہ ہی رزق میں کشادگی عطا کرتا ہے اور مشیت کے مطابق لگا بندھا بھی جس کو چاہے دیتا ہے ۔ یقیناً ان تمام اصولوں میں اس قوم کے لئے معجزات اور رزق کی کمی بیشی کے لئے قوانین ہیں جو حقیقی ایمان رکھتی ہے ۔

(۶) آیت (۳۵ / ۳۰) وہ سند و ثبوت مانگتی ہے جس کی رو سے کسی کو حکومت الٰہیہ میں شریک کیا جا سکے ۔

مشرک قسم کے مسلمان جس قسم کا شرک بیان کرتے ہیں وہ کبھی بھی سابقہ نام نہاد مشرک اقوام میں یا عہد رسولؐ کے مشرکین میں وجود نہ رکھتا تھا ۔یعنی کسی بھی انسان نے کسی بھی انسان کو اللہ کے کاموں میں دخیل ، صاحب اختیار اور شریک کار نہ سمجھا تھا۔ بلکہ ہم نے قرآن سے باربار ثابت کیا ہے کہ وہ جن لوگوں کو شریک کرتے یا سمجھتے تھے۔ انہیں بندۂ خدا و مجبور انسان مانتے تھے اور ساری کائنات کا خالق ورازق و مختار کار اللہ کو کہتے تھے۔ لیکن وہ سب اور مشرکین مکہ بھی خلافت الٰہیہ یا اقتدار الٰہیہ میں اپنے لیڈروں، علماء دانشوروں اور مجتہدین کو ضرور اس قابل سمجھتے تھے کہ وہ دنیا میں اللہ کی جگہ اور رسولوں کے مقام پر حکومت کریں اور وہ کسی انسان کے مطلق معصومؑ ہونے کے منکر تھے ۔تمام انبیاؑ کو بھی خطا کار سمجھتے تھے جیسا کہ مودودی نے فرمایا کہ:

”تھے وہ بندے اور بشر ہی ۔الوہیت ان میں سے کسی کو حاصل نہ تھی رائے اور فیصلے میں ان سے غلطی بھی ہو جاتی تھی۔ حتٰی کہ قصور بھی ان سے ہو جاتے تھے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ بھی ہوتا تھا۔“ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۶۳)

اس لئے وہ بھی اور سابقہ تمام مشرکین بھی حکومت الٰہیہ چلانے کے لئے غلط کاروں اور قصور واروں اور مواخذہ داروں کو جائز سمجھتے تھے۔ لیکن اللہ نے ان سب کو اسی شرکت کی بنا پر عموماً اور جنسیات میں شرکت کے عمل کی بنا پر خصوصاً مشرک قرار دیا ہے (۴۲ / ۳۰) اور اسی عقیدے پر ان سے کوئی سلطانی دلیل و ثبوت طلب کیا ہے ۔جس کے ذریعہ سے اللہ نے کسی خاطی غیر معصوم انسان کو خلافت الٰہیہ میں شرکت کے لئے اجازت دی ہو ۔چنانچہ ہم نے بار بار چیلنج کیا ہے کہ ایک ایسی آیت دکھا دو جس میں کسی غیر نبی غیر معصوم خطا کار انسان کے لئے رسولؐ اللہ کے بعد حکومت کرنے کی اجازت دی ہو ۔ البتہ سارا قرآن خلافت الٰہیہ میں شرکت کا عقیدہ رکھنے والوں کو مشرک کہتا ہے ۔ اور سینکڑوں آیات میں اور اس زیر نظر آیت (۳۵ / ۳۰) میں وہ دلیل و ثبوت مانگا گیا ہے ۔جو کسی بھی الہامی کتاب میں خطا کاروں کو حکومت خداوندی میں شریک کرتا ہو۔ اس کے برخلاف اس سورہ کی آیت (۳۸ / ۳۰) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے :۔

(۳۸) چنانچہ اے رسُول آپ قرابتؑ داری والے کو اور مسکینوں اور ابن السبیل والے کو اس کا حق دے دو اور قرابت داری والے کو اس کا حق پہنچ جانا ان تمام انسانوں کی فلاح اور کامیابی کا بہترین سبب بنے گا جو اللہ کے چہرےؑ یا توجہاتؑ کو اپنے اوپر مرکوز رکھنا چاہتے ہیں ۔ (۳۹) اور تم جو بڑھا ہوا مال اور زیادہ بڑھنے کے لئے مالدار لوگوں کو دے دیتے ہو وہ اللہ کے شمار میں بڑھا ہوا نہیں آتا ۔ اور وہ زکوٰۃ جو تم وجہؑ اللہ کے لئے سمجھ بوجھ کر دیتے ہو پس ویسے ہی لوگوں کے اموال اللہ کے حساب میں بڑھتے اور ڈبل ہوتے چلے جاتے ہیں ۔ (۴۰) اللہ تو وہ ہے جس نے

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ

پس دے قرابت والے کو حق اس کا اور فقیر کو اور مسافر کو یہ بہت بہتر ہے

لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ

واسطے ان لوگوں کے کہ ارادہ کرتے ہیں رضامندی خدا کی کا اور یہ لوگ وہی ہیں

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ

فلاح پانے والے اور جو کچھ کہ دیتے ہو تم سود کو تو کہ بڑھے بیچ مالوں لوگوں کے

فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ مَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ

پس نہیں بڑھتا نزدیک اللہ کے اور جو کچھ دیتے ہو تم زکوٰۃ سے کہ ارادہ کرتے ہو

وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ

رضامندی اللہ کی کا پس یہ لوگ وہی ہیں دگنا کرنے والے اللہ وہ ہے جس نے

---

(۷) رسُول کی نام نہاد قوم کی مرضی کے خلاف رسُول کے قریبی عزیز کو اس کا حق دینے کا حکم (۳۸۔۴۵)

کہ وہ اپنے قریب ترین رشتہ دار کو اس کا مقررشدہ حق دے دیں ۔ اور اس حق کو ادا کرنے کا سبب یہ بتایا ہے کہ ایساکرنا ان تمام لوگوں کے لئے خیر و خوبی ثابت ہو گا جو دنیا میں محض وجہ اللہ حاصل کرنے کو اپنا انتہائی مقصد سمجھتے ہیں اور جو اس غرض کو حاصل کرنے پر ہر وقت اپنے ہر ارادے اور عمل کو مرکوز رکھتے ہیں ۔ اس آیہ مبارکہ (۳۸ / ۳۰) پر اس طرح بھی غور کریں کہ کیا کوئی حقیقی معنی میں ایسا مسلمان بھی ہو سکتا ہے جو مسلمان رہتے ہوئے اپنا ہر ارادہ اور ہر عمل کو وجہ اللہ یا بقول عام علما ، رضائے خداوندی پر مرکوز رکھنا پسند نہ کرتا ہو؟ میرا جواب تو یہ ہے کہ یہ ساری کائنات وجہ اللہ کے حصول میں سرگرداں ہے ہم تو یہاں تک کہیں گے کہ خود وجہ اللہ کے علاوہ ہر مخلوق ، ہر انسان ، ہر نبیؑ اور ولی اور عمومی عقیدے کے مطابق خود ابوبکر و عمر و عثمان و عائشہ وغیرہم بھی رضائے خداوندی یا وجہ اللہ کے محتاج اور طلب گار ہیں۔ اور آیت میں مذکور مساکین و ابن السبیل بھی وجہ اللہ ہی کے لئے ارادہ اور عمل رکھتے ہیں ۔ پھر اس آیت کے متعلق یہ سوچیں کہ کیا اللہ کسی غلط عمل و عقیدہ رکھنے والے گروہ کو فلاح یافتہ اور ہر ہر معاملے میں کامیاب (اَلْمُفْلِحُوْنَ) قرار دے سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ جس حق کو ادا کرنے کا کھلا حکم دیا گیا اور جس حق کے ملنے سے نوع انسان کی فلاح لازم ہو جاتی ہے اور جس حق والے ہی کے لئے ساری کائنات ، سارے انبیاؑ اولیا اور انسان اپنے اپنے ہر ارادے اور عمل کو مرکوز رکھتے ہوں ۔ وہ حق اگر نہ دیا جائے یا نہ ملے تو اس کائنات سے فلاح کا حصول رخصت ہو جائے گا اور فساد ہی فساد پھیل جائے گا ۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ وہ حق عام انسانی حقوق میں سے کوئی حق نہیں ہے ۔ اس لئے کہ کسی بھی انسان کے حقوق میں سے کوئی ایک حق ایسا نہیں ہے جس پر ساری نوع انسان کی فلاح منحصر ہو سکے اور جس کے ملنے پر ساری کائنات کا ارادہ و عمل مرکوز رہتا ہو ۔ لہٰذا اس حق کو کوئی ایسا عظیم الشان اور ہمہ گیر حق ہونا چاہئے جس میں تمام انسانوں کا عموماً اور بے سہارا (مساکین) و راہ گیر (ابن السبیل) کا خصوصاً فلاح و کامیابی کا سامان ہونا لازم ہے اور ان سب کو اسی صورت میں فائدہ پہنچ سکتا ہے جبکہ وہ حق صرف اس شخص کو ملے جو القربیٰ والا یا القربیٰ کا سربراہ ہے ۔ ورنہ لوگوں کی محرومی اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جائے گا ۔ اور سود در سود کا رواج چل نکلے گا۔ زکوٰۃ اور پاکیزگی اور حقیقی افزائش رک جائے گی(۳۹ / ۳۰) اور خلافت الٰہیہ میں شریک ہونے والوں کی وجہ سے بحروبر میں فساد ہی فساد چھا جائے گا مجرموں کے لئے سزائے دنیا کی راہیں ہموار ہو جائیں گی (۴۱۔۴۰ / ۳۰) اور سابقہ روئے زمین

خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ

پیدا کیا تم کو پھر رزق دیا تم کو پھر مارے گا تم کو پھر جلاوے گا تم کو

هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۖ

کیا ہے شریکوں تمہارے میں سے کوئی کہ کرے اس میں سے کچھ

سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾

پاکی ہے اس کو اور بہت بلند ہے اس چیز سے کہ شریک لاتے ہیں

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ

پھیل گیا فساد بیچ جنگل کے اور دریا کے بسبب اس چیز کے کہ کمایا ہے

اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا

ہاتھوں لوگوں کے نے تو کہ چکھاوے ان کو بعض اس چیز کا کہ کرتے ہیں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ

تا کہ وہ پھر آویں کہہ سیر کرو بیچ زمین کے پس دیکھو کہ کیوں کر ہوا

تمہیں پیدا کیا اور تمہاری بقاو بہبود کے لئے سامانِ حیات فراہم کیا پھر تمہیں موت سے دوچار کرے گا پھر تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔کیا جن لوگوں کو تم حکومت الٰہیہ میں شریک کرتے ہو ان میں سے کوئی ایسا ہے جو تمہارے ساتھ ان میں سے کوئی سا کام بھی کرتا ہے ؟ اللہ پوری کائنات پر چھایا ہوا اور ان لیڈروں سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے جنہیں تم اس کی حکومت و اقتدار میں شریک کرتے ہو۔ (۴۱) خشکی اور تری اور سمندروں اور براعظموں میں فساد برپا کردیا گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کئے ہوئے باطل اعمال سے تاکہ انہیں ان کی کرتوت میں سے کچھ اعمال کی سزا دی جائے شاید اس کے بعد وہ غلط اعمال سے باز آسکیں۔ (۴۲) ان سے کہہ دو کہ تم ایک دفعہ باقاعدہ اس زمین کی سیر کرو اور اب کے یہ دیکھو کہ اُن

کے مشرکوں کی کثرت کی طرح اس اُمت میں بھی مسلمان نام کے مشرکوں کا دور دورہ ہو جائے گا (۴۲ / ۳۰) اور اس دن کا نفاذ ہوجائے گا جو دین قیّم کے مطابق خلافت الٰہیہ قائم نہ ہونے اور اس کی حقیقت کو چھپانے کی وجہ سے ٹالے نہ ٹلے گا (۴۴۔۴۳ / ۳۰) اور قومی مسلمان اپنا الگ راہنما بنا کر اس کے پیچھے دوڑنے اور نئے نئے تصورات او رفرقے گھڑنے لگیں گے (۳۲۔۳۱ / ۳۰) اس سب سے بد ترین صورت حال کو سنوارنے اور بہترین نتیجہ نکالنے کے لئے ضروری تھا کہ القربیٰ کے مالک یا صاحب یا القربیٰ والے (ذوالقربیٰ) کو اس کا حق بعدِ رسوؐل فوراً دے دیا جاتا۔ اب اسے محروم کرنے کی صورت میں تو اس کے حقوق کو ماننے والوں اور اِس سلسلے کے نیک اعمال کرنے والوں کو اللہ اپنے فضل سے جزا دے گا۔ ورنہ انہیں وہ جزا خود بخود ملتی چلی جاتی۔ (۴۵ / ۳۰)

(۷۔الف) القربیٰ کی مودۃ کے بغیر کوئی شخص نہ مسلمان ہے اور نہ اسے اسلام سے فائدہ پہنچ سکتا ہے (شوریٰ ۲۳ / ۴۲)

چونکہ رسوؐل کی قوم نے دھڑابندی یعنی اجماع کرکے یہ طے کرلیا تھا کہ ہر اس آیت اور ہر اس حدیث کو اجتہادات و تاویلات سے بدل دیا جائے جو مذکورہ القربیٰ والے شخص کے حقوق بیان کرتی ہو اور اس دھڑابندی کو اللہ اعلم الغیوب جانتا تھا اس لئے قرآن کی تلاوت اس حکیمانہ انداز میں کی گئی ہے کہ مخالف قوم کے مسلمان لیڈر قرآن کے الفاظ کو نہ بدل سکیں اور نہ ہی قرآن کے بیانات کو سیاسی حربہ بناکر رسوؐل پر کنبہ پروری کا الزام عائد کر کے عوام کو بھڑکا سکیں۔لہٰذا اللہ نے قرآن میں اسلام کے بدترین دشمنوں کا بھی نام نازل نہیں کیا (۳۰۔۲۷ / ۲۵) (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲وغیرہ) اسی طرح بڑی ہی حکمت کے ساتھ ہر جگہ اس بزرگ ترین ہستی کا نام بھی اس کی صفات و عادات میں لپیٹ دیا ہے جس نے اسلام کو نافذ کرنے میں قیامت تک کے لئے ٹھیکہ لیا اورخود کو اور اپنی اولاد کو اسلام پر فدا ہوجانے کی عملی و تاریخی مثال قائم کردی۔ اسی مبارک و بزرگ ترین ہستی کو یہاں (۳۸ / ۳۰) ذا القربیٰ ، القربیٰ والا یا القربیٰ کا صاحب و سربراہ فرمایا گیا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ لفظ "القربیٰ" کا قرآنی استعمال کیا ہے؟ علامہ مودودی اور ان کے ہم مسلک علما نے اس لفظ کو کن معنی میں اختیار کیا ہے؟ چنانچہ پہلے آپ زیر گفتگو آیت کا ترجمہ دیکھ لیں۔ لکھا ہے کہ :۔

(۷۔ب) علامہ مودودی آیت (۳۸ / ۳۰) کا مخاطب رسولؐ اللہ کی جگہ غیبی علم کے ذریعہ کسی مومن کو بتاتے ہیں۔

"پس (اے مومن) رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین و مسافر کو (اس کا حق) "یہ طریقہ" بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔"(روم ۳۸ / ۳۰ تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۷۵۷و۷۵۸)
آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ نے رسولؐ اللہ کو حکم دیا تھا کہ وہ یہ حق ادا کریں لیکن علامہ کو یہ پسند نہ تھا۔ انہوں نے اپنی طرف سے بریکٹ لگا کر " اے مومن" کا اضافہ کیا۔ حالانکہ نہ علامہ بتا سکے اور نہ کوئی بتا سکتا ہے کہ "وہ مومن" کون ہے کہ صرف جس پر یہ حق واجب الادا ہے؟ اس آیت (۳۸ / ۳۰) کے ترجمہ کے الفاظ " فَـَٔاتِ " (پس تو تنہا ایک شخص کو دے) اور " ذَا ٱلْقُرْبَىٰ" (اس تنہا ایک رشتہ دار کو) اور "حَقَّهُۥ" (اس تنہا شخص کا حق) تقاضا کرتے ہیں کہ مذکورہ حق ایک مرد پر واجب ہے اور ایک مرد حقدار ہے۔ اور یہ سب کچھ علامہ کے اضافہ کردہ ترجمہ سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا یہ علامہ اینڈ کمپنی کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اپنے خود ساختہ مومن کا نام بتائیں اور اس واحد شخص کا نام بتائیں جس کا حق اسی فرضی واحد شخص پر واجب تھا۔ اور یہ بتائیں کہ اس نے اب تک کیوں اس حق کو ادا نہیں کیا اور یہ کہ وہ کیا حق تھا ؟ یہاں نہ روپے اور مالِ دنیا کا ذکر ہے نہ زمین و جائیداد زیر بحث ہے۔ پھر علامہ نے آگے چل کر ایک اور لفظ "طریقہ" اپنی جیب خاص سے بڑھایا ہے۔ آیت میں کسی طریقے کا کوئی اشارہ تک بھی نہیں ہے۔ وہاں تو یہ ہے کہ" اس شخص مذکورہ کا حق ادا کر دینا ہی تمام ان انسانوں کے لئے خیر کا باعث ہو گا جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں" اب سوال یہ ہے کہ وہ ایسا کون سا حق ہو سکتا ہے جس کا ادا کرنا یہ ہمہ گیر نتیجہ پیدا کر دے گا؟ آیت کوئی پروگرام نہیں بتاتی دوسرے انسانوں سے کوئی بات نہیں کہتی صرف یہ بتاتی ہے کہ اس کی ادائیگی پر ساری نوع انسان کی فلاح اور رضائے خداوندی منحصر ہے۔ چونکہ اس آیت میں علامہ کے داخل کردہ اضافہ سے بھی ان کا مقصد حاصل نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے انہوں نے مزید اضافے کے لئے اپنا تشریحی بیان لکھا اور اس آیت کے ذمہ وہ کچھ چپکا دیا جس کی اس میں کسی طرح گنجائش نہیں ہے۔ ان کی تشریحات کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ وہ اس آیت میں ایک مومن کو مخاطب دکھا کر تشریح میں واحد کی جگہ تمام مومنین کو مخاطب دکھاتے ہیں یعنی گویا اللہ قیامت تک آنے والے تمام مومنین سے کہتا ہے کہ تم سب اپنے اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے رہا کرو تو فلاح یاب ہو جاؤ گے۔ مطلب یہ کہ علامہ نے آیت کی ہر بات کو بدل دیا (۱) ایک مخاطب کی جگہ ساری اُمت کو مخاطب بنا دیا۔(۲) ایک حقدار کی جگہ پوری نوع انسان کے حقداروں کو شامل کر دیا (۳) اور وہاں صرف ایک حق تھا لیکن علامہ نے تمام حقوق کی ادائیگی آیت کے سر چپکا دی ہے حالانکہ اللہ نے مالی حقوق اور ضرورت مندوں، محتاجوں، فقراء ومساکین کے بارے میں یتیموں اور مسافروں کے سلسلے میں اور والدین اور قرابتداروں رشتہ داروں کے حقوق اور قواعد تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں۔ اور ایسی بہت سی آیات میں سے ایک آیت کا ترجمہ علامہ کے قلم سے سنیں اور باقی آیات کو ان ہی کی تفہیم القرآن میں دیکھ لیں اور فیصلہ کر لیں کہ ان تفاصیل کی موجودگی میں اس آیت زیر بحث (۳۸ / ۳۰) کا مالی حقوق سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ پہلے ترجمہ دیکھیں:۔

(۷۔ج) قرابت داروں اور ضرور تمندوں مساکین و یتامی کے مالی حقوق کا تذکرہ کیسے کیا گیا ہے ؟؟

"ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔ قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتہ دار سے اجنبی ہمسائے سے ، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے اور ان لونڈی غلاموں سے (یہ مالکت ایمان کا ستیاناس کیا ہے۔ احسن) جو تمہارے قبضے میں ہوں احسان کا معاملہ رکھو"(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۳۵۱، ۳۵۲، سورۂ نساء ۳۶ / ۴)
قارئین اس ترجمہ میں یہ نوٹ کر لیں کہ علامہ اس فہرست میں آئے ہوئے لوگوں پر احسان کرنے کا حکم سمجھے ہیں۔ اور ایک ترجمہ اور دیکھیں جس میں مالی حقوق کا ذکر ہے۔ "اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے"(بقرہ ۱۷۷ / ۲ تفہیم جلد اوّل صفحہ ۱۳۷) یہ دونوں ترجمے سامنے رکھیں اور یہ آیت بھی دیکھ لیں (نساء ۸ / ۴ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۲۴، نحل ۹۰ / ۱۶، تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۶۴، نور ۲۲ / ۲۴، تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۳۷۲) ان پانچوں مقامات پر وہ مقصد مفصل بیان ہوا ہے جو علامہ نے زبردستی مندرجہ بالا زیر بحث آیت

(۳۸/ ۳۰) کے سرچپکا کر ایک ہمہ گیر حق کے غصب کرنے والوں کو چھپایا ہے۔ جس کی تشریح میں یہ مانا ہے کہ :۔

(۷۔ د) آیت (۳۸ / ۳۰) میں جو حق مانگا گیا ہے وہ احسان و عطیہ نہیں واجب الادا حق ہے۔

"یہ نہیں فرمایا کہ رشتہ دار و مسکین اور مسافر کو خیرات دے۔ ارشاد یہ ہوا ہے کہ: "یہ اس کا حق ہے جو تجھے دینا چاہئے۔ اور حق ہی سمجھ کر تو اسے دے" اس کو دیتے ہوئے یہ خیال تیرے دل میں نہ آنے پائے کہ یہ کوئی احسان ہے جو تو اس پر کر رہا ہے" اور تو کوئی بڑی ہستی ہے دان کرنے والی، اور وہ کوئی حقیر مخلوق ہے تیرا دیا کھانے والی۔ بلکہ یہ بات اچھی طرح تیرے ذہن نشین رہے کہ مال کے مالک حقیقی نے اگر تجھے زیادہ دیا ہے اور دوسرے بندوں کو کم عطا فرمایا ہے تو یہ زاید مال ان دوسروں کا حق ہے جو تیری آزمائش کے لئے تیرے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ تاکہ تیرا مالک دیکھے کہ تو ان کا حق پہچانتا اور پہنچاتا ہے یا نہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۷۵۸ زیر تشریح آیت ۳۸ / ۳۰)۔

(۷۔ ہ) علامہ نے زوردار الفاظ میں مانا کہ القربیٰ والے شخص پر کوئی احسان نہیں کیا جا رہا ہے، فاضل مال امانت ہے۔

اس بیان میں علامہ نے دو غلطیاں کی ہیں اوّل یہ ثابت کر دیا ہے کہ آیت (۳۸ / ۳۰) میں اللہ نے ایک شخص کو مخاطب کیا ہے تمام مسلمانوں یا مومنین کو نہیں۔ اور یہ کہ وہ حقدار بھی تنہا ہے بہت سے نہیں۔ اور یہ کہ اس پر کوئی احسان نہیں کیا جا رہا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا پانچ آیات میں مالی مدد کو حق نہیں فرمایا بلکہ احسان اور حسن سلوک قرار دیا ہے۔ یعنی جس کا دل چاہے مدد کرے یا نہ کرے معلوم ہوا کہ آیہ زیر بحث (۳۸ / ۳۰) میں مالی مدد یا سلوک کا ذکر نہیں بلکہ کوئی ایسا حق ادا کرنے کا حکم ہے کہ جسے ادا نہ کیا جائے تو نہ صرف گناہ و خیانت ہو گی بلکہ ساری دنیا فلاح سے محروم اور فساد سے دوچار ہو جائے گی۔ دوسری غلطی یہ کی ہے کہ اس حق پر پردہ ڈالتے ہوئے گھبراہٹ میں یہ بھول گئے کہ علامہ تو" فاضل مال و دولت کو لوگوں میں مساوات کے لئے بطور حق تقسیم کر دینے کے مخالف ہیں" چنانچہ واضح الفاظ میں مان لیا کہ جس کسی کے پاس فاضل مال و دولت ہے وہ اس کی ملکیت نہیں بلکہ اللہ کی عطا کردہ امانت ہے جس کو ضرورت مندوں کو پہنچانا واجب ہے احسان و خیرات نہیں۔

(۷۔ و) آیت (۳۸ / ۳۰) والے ذوالقربیٰ کی پوزیشن مسلمات میں سے ہے نہ یہ عام قربیٰ ہیں نہ وہ عام مومن ہے۔

اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ رسوؐل کو جس شخص کے حق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے وہ ہے کون؟ چنانچہ قرآن کریم پڑھئے اور مسٹر مودودی کا ترجمہ و تشریح دیکھئے اور ہمارے تمام بیانات کی تصدیق یا تردید کر دیجئے: ارشاد ہے کہ:

وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَىْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُۥ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ وَٱلْمَسَـٰكِينِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ إِن كُنتُمْ ءَامَنتُم ﴿٤١﴾ الانفال

" اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسوؐل اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اگر تم ایمان لائے ہو "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۴۵-۱۴۶)

یہاں قارئین اس لفظ ذی القربیٰ (یعنی ذالقربیٰ) کو نوٹ کر کے علامہ کی تشریح نمبر ۳۲ ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ مذکورہ بالا اور زیر بحث قرابت والے (ذالقربیٰ ۳۸ / ۳۰) شخصؑ کو اور اس کی شہرت اور حق کو چھپانے کے لئے کس طرح روایات گھڑی گئیں اور کوشش کی گئی کہ :۔" ٱلْقُرْبَىٰ " اور ذالقربیٰ" کا تعین و تشخص نہ ہونے پائے اس کے باوجود علامہ کا بیان ثابت کر دیتا ہے کہ لفظ " ٱلْقُرْبَىٰ " رسوؐل اللہ کے رشتے داروں کے لئے نازل ہوا تھا سنئے :۔

(۷۔ز) " ٱلْقُرْبَىٰ " رسوؐل کے رشتے دار ہیں تو۔ ذا القربیٰ ان کا سربراہ ہے ؟؟

"رشتے داروں (ٱلْقُرْبَىٰ) سے مراد نبی صلی اللہ علیہ (و آلہ۔احسن) وسلم کی زندگی میں تو حضورؐ ہی کے رشتہ دار تھے۔۔۔۔۔۔ اس لئے خمس میں آپؐ کے اقربا کا حصہ رکھا گیا تھا۔ لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد ذوی القربیٰ کا یہ حصہ کس کو پہنچتا ہے؟ ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ (پانچواں۔احسن) حصہ منسوخ ہو گیا۔ دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾

آخر کام ان لوگوں کا جو پہلے اس سے تھے تھے بہت ان کے شریک لانے والے

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ

پس سیدھا کر منہ اپنا واسطے دین درست کے پہلے اس سے کہ آوے ان کے پاس

يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾

وہ دن کہ نہیں پھر جانا اس کو اللہ کی طرف سے اس دن متفرق ہوں گے

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

جو کوئی کفر کریگا پس اوپر اس کے ہے کفر اس کا اور جو کوئی کرے نیکی

لوگوں کا انجام کیسا رہا جو تم سے پہلے تھے اور جن کی اکثریت مشرک (یعنی خلافت الٰہیہ میں لیڈروں کو شریک کرنے والوں کی کثرت) تھی۔ (۴۳) چنانچہ اے رسوؐل تم اس دن کے آنے سے پہلے پہلے قومی لیڈروں کے شریکِ خلافت والے عقیدے کے خلاف دین قیم پر توجہ مرکوز کردو جو دن اللہ کی طرف سے ٹال دیئے جانے والا نہیں ہے اور اس دن وہ سب سے کٹ کر ایک شخص کو اپنا مختار سربراہ بنالیں گے ۔ (۴۴) اور جو کوئی دین قیّم کے ماتحت حکومت الٰہیہ کی معنویت کو چھپائے اس کے چھپانے کا وبال اسی پر ہوگا اور جو اس عمل صالح میں

حضوؐر کے بعد یہ حصہ اس شخص کے اقرباء کو پہنچے گا جو حضوؐر کی جگہ خلافت کی خدمت انجام دے گا ۔ تیسرے گروہ کے نزدیک یہ حصہ خاندانؐ نبوت کے فقراء میں تقسیم کیا جاتا رہے گا۔ جہاں تک میں تحقیق کر سکا ہوں خلفائے راشدین کے زمانے میں اسی تیسری رائے پر عمل ہوتا تھا" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۴۶)

علامہ نے خلفائے راشدین کو بچانے کے لئے سوفیصد جھوٹی تحقیق کی ہے ۔ آپ الفاروق پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ خلفائے راشدین کے اوّلین خلیفہ نے جہاں مذکورہ بالا زیر بحث (۳۸ / ۳۰) حق سے محروم کیا اس نے فدک کی مقبوضہ اراضی اور باغات سے اور خمس سے اولاد رسوؐل کو محروم کردیا تھا ۔ قارئین اس بیان میں دو باتیں خاص طور پر نوٹ کرلیں کہ قرآن میں اللہ نے زیر تحقیق القربیٰ کا پانچواں حصہ مقرر فرمایا تھا اور چار حصے پوری اُمت کے لئے رکھے تھے جو حیات رسوؐل میں قرآن نے برقرار رکھے ۔ لیکن نہ معلوم وہ کون سی وحی تھی جس کے ماتحت یہ پانچواں حصہ قرآن مکمل ہو چکنے اور رسوؐل کی وفات کے بعد منسوخ ہوا تھا؟ اور نہ معلوم وہ کون سی آیت نازل ہوئی تھی جس میں کسی دوسرے غیر خاندان کے شخص کو رسوؐل کی جگہ حکومت کرنے کا اختیار دیا تھا۔ کہ اس کے خاندان کو وہ پانچواں حصہ ملا کرتا ؟ اس زیر بحث آیت میں یہ حکومتِ رسوؐل اور جانشینئ رسوؐل ہی تو وہ حق ہے جسے دینے کا حکم رسوؐل کو قرآن میں دیا گیا (۳۸ / ۳۰) اور جس کا اعلان اُسی ماہ ذی الحجہ میں رسوؐل اللہ نے حجۃ الوداع میں کیا تھا۔ اور تمام مسلمانوں نے اس حاکمؑ مطلق کی بیعت کی تھی اور بخٍ بخٍ لَكَ يَاعَلِيؑ کہہ کر مبارک باد دی تھی۔ لیکن اس قوم نے گٹھ جوڑ کر رکھا تھا کہ جو کچھ بھی ہو جائے نبوت کے بعد خاندان رسوؐل میں حکومت و خلافت نہ جانے دیں گے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) بہر حال اس آیہ مبارکہ (انفال ۴۱ / ۸) میں اور اسکے ترجمہ اور تشریح میں ثابت ہو چکا کہ اللہ نے قرآن میں لفظ "اَلْقُرْبٰى" رسوؐل کے قریبی رشتہ داروں کو فرمایا ہے؟ اب آپ الفاظ "ذی القربیٰ" کے معنی کو نہایت سہولت سے سمجھ سکتے ہیں ۔ یعنی وہ شخص جو رسوؐل کے زمانہ حیات میں بھی رسوؐل کے قریبی رشتہ داروں والا تھا، یا ان کا ذمہ دار و سربراہ تھا، یا ان کا صاحب و مالک اور کرتا دھرتا تھا۔ اس کے لئے اللہ نے رسوؐل اللہ کو حکم دیا تھا کہ: " آپؐ اسےؑ اس کا حق دے دیں" یعنی علیؑ کو اپنے بعد کے لئے بھی خلیفہ و جانشین بنا دیں ۔ اور قارئین جانتے ہیں کہ اسلام میں جتنی تبدیلیاں ، فرقہ پردازیاں ، قتل و غارت وقوع میں آیا وہ اس حق کو غصب کر لینے اور اس غصب کو جائز قرار دینے اور اسے غصب، باطل و ظلم ثابت کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور ابھی یہ سلسلہ ءِ تبدیل و تحریف و تفریق ختم نہیں ہوا ہے ۔ بلکہ روز افزوں ہوتا جا رہا ہے ۔

(۷۔ح) القربیٰ اور ذی القربیٰ ڈھکے چھپے حضرات نہ تھے یہ تو بعد کے ملاعین نے ان کو محروم کرکے چھپانے کی کوشش کی ہے۔

لیکن قرآن کریم آج بھی ہر صاحب عقل کو حقیقت حال بتانے کے لئے رسوؐل کی نام نہاد قوم کی نقاب اٹھا کر ان کا حال سناتا ہے ۔ کمی اس بات کی رہ جاتی

مد ہو گا وہ بھی اپنی بھلائی میں تمہید قائم کریں گے ۔ (۴۵) تاکہ ہم خلافت الٰہیہ کے مان لینے والوں اور اس کے متعلق اصلاحی اعمال کرنے والوں کو اپنے فضل و کرم سے جزا دیتے رہیں حقیقتاً اللہ حقِ خلافت الٰہیہ چھپانے والوں کو محبوب نہیں (دشمن) رکھتا ہے ۔ (۴۶) اور یہ بھی اللہ کے معجزات میں سے ہے کہ وہ خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت سے لطف اندوز کرے اور تاکہ ان ہواؤں سے کشتیاں چلیں اللہ کے قوانین کے مطابق اور تاکہ تم کشتیوں اور ہواؤں سے اللہ کا فضل تلاش کرو اور تاکہ شاید تم شکر گزاری کرو (۴۷) بلاشبہ ہم نے آپؐ سے پہلے ان کی قوم کے پاس پیغمبرؑ بھیجے تھے چنانچہ ان کے پاس جب پہنچے تو بڑی واضح دلیلوں کے ساتھ آئے تھے ۔ چنانچہ ہم نے ان سے ان کی سرکشی اور جرائم کا انتقام لے لیا تھا اور جو لوگ ایمان لائے تھے ان کی مدد کرنا، ان کا حق ہم پر واجب الادا ہے ۔ (۴۸) اللہ وہی ہستی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے چنانچہ وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں اور وہ بادلوں کو جس طرح چاہتا ہے آسمانوں میں پھیلاتا ہے اور انہیں تہہ در تہہ دبیز کرتا ہے پھر تُو دیکھتا ہے کہ بارش کی بوندیں ان ہی بادلوں میں سے ٹپکنے لگتی ہیں ۔ چنانچہ جب اللہ اس بارش کو اپنے بندوں میں سے

فَلِاَنۡفُسِهِمۡ يَمۡهَدُوۡنَۙ ﴿۴۴﴾ لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

پس واسطے جان اپنی کے جگہ کرتے ہیں تو کہ بدلا دیوے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۴۵﴾ وَ

اور کام کئے اچھے فضل اپنے سے تحقیق وہ نہیں دوست رکھتا کافروں کو اور

مِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ يُّرۡسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ

نشانیوں اس کی سے ہے یہ کہ بھیجتا ہے باؤں کو خوشخبری دینے والیاں اور

لِيُذِيۡقَكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَلِتَجۡرِىَ الۡفُلۡكُ بِاَمۡرِهٖ

تو کہ چکھادے تم کو مہربانی اپنی سے اور تو کہ جاری ہوویں کشتیاں ساتھ حکم اس کے

وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدۡ

کے اور تو کہ ڈھونڈو فضل اس کے سے اور تو کہ تم شکر کرو اور البتہ تحقیق

اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ فَجَآءُوۡهُمۡ

بھیجے ہیں ہم نے پہلے تجھ سے پیغمبر طرف قوم ان کی کے پس آئے ان کے یہاں

بِالۡبَيِّنٰتِ فَانۡتَقَمۡنَا مِنَ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا ؕ وَ

ساتھ دلیلوں ظاہر کے پس بدلا لیا ہم نے ان لوگوں سے کہ گناہ کرتے تھے اور

كَانَ حَقًّا عَلَيۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِىۡ يُرۡسِلُ الرِّيٰحَ

تھا لازم اوپر ہمارے مدد دینا ایمان والوں کا اللہ وہ شخص ہے کہ بھیجتا ہے باؤں کو

فَتُثِيۡرُ سَحَابًا فَيَبۡسُطُهٗ فِى السَّمَآءِ كَيۡفَ يَشَآءُ وَ

پس اٹھاتی ہیں بادلوں کو پس پھیلاتا ہے اس کو بیچ آسمان کے جس طرح چاہتا ہے اور

يَجۡعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الۡوَدۡقَ يَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ ۚ

کرتا ہے اس کو تہہ بہ تہہ پس دیکھتا ہے تو مینہ کو نکلتا ہے درمیان اس کے سے

ہے کہ لوگ لکیر کے فقیر بنے ہوئے قرآن کو (۹۹ء۹۹) ننانوے اعشاریہ نو نو فیصد بے معنی پڑھتے گزرتے چلے جاتے ہیں۔ قرآن کے تراجم و تفاسیر ان ہی کے مکتبہ فکر کی فکر کے ماتحت تیار کئے گئے ہیں ۔ جن میں الفاظ قرآن کو ملحوظ رکھنے کے بجائے اپنی پالیسیوں اور آل رسولؐ کے دشمنوں کی تائید کو ملحوظ رکھا جاتاہے ۔ رہ گئے شیعہ لیبل کے تراجم و تفاسیر ان پر بھی اجتہاد کا سایہ منڈلاتا چلا جاتاہے اور وہ بھی ان ہی اصول و قواعد کو مد نظر رکھ کر ترجمہ کرتے رہے ہیں ۔ جو ان کے لئے مذکورہ لوگوں کی فیکٹریوں میں گھڑے گئے اور مقبول عام کا جھوٹا درجہ دلائے گئے تھے ۔ لیکن ہم نہ ان کی تقلید کرتے ہیں نہ ان کے نام نہاد اہل زبان کے گھڑے ہوئے جھوٹے محاوروں کو قابل اعتنا سمجھتے ہیں ۔ اور قرآن کی تفسیر خود قرآن کی آیات اور قومی علما کی تصدیقات سے سامنے رکھ دیتے ہیں ۔ چنانچہ قرآن نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ :

فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

پس جب پہنچاتا ہے اس کو جس کو چاہتا ہے بندوں اپنے سے ناگہاں وہ خوشوقت ہو جاتے ہیں

وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾

اور تحقیق تھے پہلے اس سے کہ اتارا جاوے اوپر ان کے پہلے اس سے البتہ ناامید ہونے

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ

والے پس دیکھ طرف نشانیوں رحمت خدا کی کے کیوں کر زندہ کرتا ہے زمین کو پیچھے

مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

موت اس کی کے تحقیق وہی ہے البتہ زندہ کرتا مردوں کو اور وہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے

وَ لَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ

اور اگر بھیج دیں ہم ایک باؤ پس دیکھیں اس کو کبھی زرد ہوئی البتہ ہو جاویں پیچھے اس کے

جن کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے تو وہ یکایک مسرور و بشاش ہو جایا کرتے ہیں۔ (۴۹) اور وہ لوگ قبل اس کے کہ ان کے خوش ہونے سے پہلے ان پر بارش ہو بالکل ہی ناامیدی میں مبتلا تھے ۔ (۵۰) چنانچہ اللہ کی رحمت کے اثرات و نتائج کو دیکھو کہ وہ کس طرح مردہ زمین کو مرنے کے بعد زندہ کررہا ہے یقیناً اللہ ہی مردوں کو زندگی بخشنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے (۵۱) اور اگر ہم ایک ایسی ہوا ان کے کھیتوں پر بھیج دیں جس کے اثر سے وہ لوگ اپنی کھیتی کو زرد ہُوا دیکھیں تو وہ کفر اختیار کر لیں گے۔

مَّآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنْ أَهْلِ ٱلْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ وَٱلْمَسَـٰكِينِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ كَىْ لَا يَكُونَ دُولَةًۢ بَيْنَ ٱلْأَغْنِيَآءِ مِنكُمْ ۚ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿۷﴾ الحشر

(علامہ کا ترجمہ ایک آیت پہلے سے سن لیں ۔احسنؔ)" اور جو مال اللہ نے ان کے قبضے سے نکال کر پلٹا دیئے وہ ایسے مال نہیں ہیں جن پر تم نے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں بلکہ اللہ اپنے رسوّلوں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا فرما دیتا ہے ۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ جو کچھ بھی اللہ ان بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسوؐل کی طرف پلٹا دے وہ اللہ اور رسوؐل اور رشتہ داروں اور یتامٰی اور مساکین اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے ۔ جو کچھ رسوؐل تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روک دے اس سے رک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو اللہ سخت سزا دینے والا ہے"(سورۂ الحشر ۶۔۷ / ۵۹) تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۸۸ تا ۳۹۳)

(۷۔ط) علامہ کے ترجمہ سے پوری اُمت از خود کوئی فیصلہ نہ کرے اور مال فے میں کوئی حصہ نہیں رکھتی اور رسوؐل کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں لے سکتی۔

اس ترجمہ سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ مال فے (جس میں فدک کی اراضی اور باغات بھی شامل ہیں) میں اُمت کے کسی بھی فرد کا کوئی حق یا حصہ نہیں ہے ۔ اور ان آیات میں رسوؐل کی حیات اور ممات کی کوئی شرط بھی نہیں ہے ۔ لہٰذا قیامت تک اُمت کے کسی فرد کو یہ حق نہیں تھا کہ وہ فدک کے علاقے کو جناب فاطمہ علیہا السلام سے واپس لے لے ۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ رسوؐل اللہ کے حکم و اجازت کے بغیر کوئی مال کسی شخص کو لینے یا دلانے کا حق نہیں رہتا ہے ۔ ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہے کہ عہد رسوؐل کے سرمایہ داروں (اغنیاء) نے مال فے میں حصہ طلب کیا تھا۔ جواب میں یہ قانون بنایا گیا کہ دولت کسی صورت میں سرمایہ داروں میں رک کر گشت نہ لگاتی رہے ۔ ان دولتمندوں کو خدا سے ڈرتے رہنے کی تاکید کی گئی اور سخت سزا دیئے جانے کی دھمکی بھی دی گئی تھی ۔ لیکن اس سب کے باوجود اولادؑ رسوؐل سے سب کچھ چھین لیا گیا تھا۔

(۷۔ی) علامہ کی تشریح کا وہ خلاصہ جو ہمارے عنوان سے متعلق ہے (ذی القربیٰ)۔

ان دونوں آیات پر علامہ نے بڑی لمبی چوڑی تشریحات لکھی ہیں اور وہ فیصلے درج کئے ہیں جو حق خلافت نبوی کو غصب کرلینے والے علما نے

يَكۡفُرُوۡنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَ لَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ

کفر کرنے والے پس تحقیق تو نہیں سُناتا مُردوں کو اور نہیں سُناتا بہروں کو

الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ ﴿۵۲﴾ وَ مَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِ

پکارنا جس وقت کہ پھر جاتے ہیں پیٹھ پھیر کر اور نہیں تو راہ دکھانے والا

الۡعُمۡىِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ

اندھوں کو گمراہی ان کی سے نہیں سناتا تو مگر اس شخص کو کہ ایمان لاتا ہے

بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۵۳﴾ ع اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ

ساتھ نشانیوں ہماری کے پس وہ مطیع ہو جاتے ہیں اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تم

مِّنۡ ضُعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضُعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ

کو ناتوانی سے پھر کی پیچھے ناتوانی کے قوت پھر کی پیچھے

قُوَّةٍ ضُعۡفًا وَّ شَيۡبَةً ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الۡعَلِيۡمُ

قوۃ کے ناتوانی اور بڑھاپا پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اور وہ ہے جاننے والا صاحب

الۡقَدِيۡرُ ﴿۵۴﴾ وَ يَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يُقۡسِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۙ مَا

قدرت اور جس دن قائم ہوگی قیامت قسم کھاویں گے گنہگار کہ

لَبِثُوۡا غَيۡرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوۡا يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۵۵﴾

نہیں رہے تھے سوائے ایک ساعت کے اسی طرح تھے پھیرے جاتے

(حاشیہ: ع ۵ / ۸ — قرءحفص بضم الضاد وفتحها في الثلاثة لكن الضم مختار ۱۲)

(۵۲) اے نبیؐ تم مردہ لوگوں کو کچھ بھی نہیں سنا اور سمجھا سکتے اور نہ ان بہروں کو اپنی دعوت سنا سکتے ہو جو ولایت کی طرف سے پیٹھ پھرا چکے ہوں۔ (۵۳) اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر ہدایت کرسکتے ہو تم تو صرف ان ہی لوگوں کو پیغامِ اسلام سنا سکتے ہو جو ہماری آیات و ہدایات پر ایمان لانے پر آمادہ ہوتے ہیں اور یوں مسلم بن جاتے ہیں ۔ (۵۴) وہ تو اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور ایک کمزور حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتدا کی پھر اس ناتوانی کے بعد تمہیں قوی بنایا پھر قوت کے بعد تمہیں ضعیف اور بوڑھا کردیا اور وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی علم و قدرت کا مالک ہے ۔ (۵۵) اور جس روز قیامت برپا ہوگی تو تمام جرائم پیشہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں گھڑی بھر سے زیادہ رہے ہی نہیں تھے اسی طرح وہ دنیا میں زندگی کے دوران تباہ کن منصوبوں میں الجھائے گئے تھے ۔

اپنے اجتہاد سے قرآن کے خلاف اور قومی و ملکی مصلحتوں کے ماتحت کئے تھے۔ جن سے ہمارے عنوان کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ انہوں نے مانا ہے کہ: (۱)"مال فے میں پہلا حصہ اللہ و رسوؐل کا ہے (۲) دوسرا حصہ رشتہ داروں کا ہے ۔ اور ان سے مراد رسوؐل اللہ صلّی اللہ علیہ (و آلہ۔احسنؔ) وسلم کے رشتہ دار ہیں ۔(۳) رسوؐل کی وفات کے بعد یہ بھی ایک الگ اور مستقل حصہ کی حیثیت سے باقی نہیں رہا ۔(۴) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد حکومت میں حضوؐر کا حصہ اور رشتہ داروں (ذی القربیٰ) کا حصہ بنی ہاشم کو بھیجنا شروع کردیا تھا" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹۱و ۳۹۲) قارئین دیکھ لیں اور خود فیصلہ کرلیں کہ الفاظ ذالقربیٰ ، ذی القربیٰ، سے رسوؐل اللہ کے قریبی عزیز و رشتہ دار مراد ہیں اور جس ہستی کو یہاں ذا و ذی (۳۸ / ۳۰) سے ظاہر کیا گیا ہے ۔ وہ جناب علی مرتضٰی سلام اللہ علیہ ہیں اور ان کا حق، حق خلافت الٰہیہ ثابت ہے ۔ اور ان ہی کا ایک لقب وجہ اللہ (کافی) بھی ہے اور وہ ہی وہ ہستی ہیں جنہوں نے اپنی جان کے بدلے میں مرضات خداوندی خرید لی تھیں (بقرہ ۲۰۷ / ۲) لہٰذا وہ ہستی جسے حاصل کرنا تمام انسانوں کی تمنا ہو وہ حضرت علیؑ ہیں ۔(۳۸ / ۳۰) ان کے بغیر نہ کسی کو توجہات خداوندی مل سکتی ہیں نہ رضائے خداوندی نصیب ہوسکتی ہے ۔

(۸)(آیات ۵۶ تا ۵۸ / ۳۰) حقیقی علمأ وشہداءؑ کی ہمہ گیر پوزیشن کا ثبوت فراہم کرتی ہیں ۔

محمدؐ و آل محمدؐ و آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی زبان سے قرآن کی ہمہ گیری اور قیامت تک ضروریات انسانی کے حل کرتے چلے

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ الْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ

اور کہیں گے وہ لوگ کہ دئے گئے ہیں علم اور ایمان تحقیق وعدہ پر رہے تھے تم

فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ

بیچ کتاب اللہ کے دن زندہ کرنے تک پس یہ ہے دن زندہ کرنے کا

وَ لٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ

ولیکن تم تھے نہیں جانتے پس اس دن نہ نفع دے گا ان لوگوں کو کہ

ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ لَقَدْ

ظلم کرتے ہیں عذر ان کا اور نہ وہ توبہ قبول کئے جائیں گے اور البتہ تحقیق

ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ

بیان کیا ہم نے واسطے ان لوگوں کے بیچ اس قرآن کے ہر ایک مثال سے

وَ لَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ

اور اگر لاوے تو ان کے پاس کوئی نشانی البتہ کہیں گے وہ لوگ کہ

كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى

کافر ہوئے نہیں تم مگر جھوٹے اسی طرح مہر رکھتا ہے اللہ اوپر

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

دلوں ان لوگوں کے کہ نہیں جانتے پس صبر کر تحقیق وعدہ اللہ کا سچ ہے

وَّ لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۶

اور نہ سبک کریں تجھ کو وہ لوگ کہ نہیں یقین لاتے

(۵۶) مگر جن لوگوں کو ہم نے پہلے سے علم عطا کیا ہوا تھا وہ ان تمام جرائم پیشہ لوگوں کو جواب دیں گے کہ تم تو ابتدا سے لے کر قیامت میں کھڑے ہونے کے دن تک کتاب اللہ کو اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے قیامت میں کامیابی کا دعویٰ کرتے رہے ہو۔ لو آج وہ کھڑے ہونے کا دن آ گیا ہے لیکن تمہیں اسکے یوں آ کھڑے ہونے کا علم نہ تھا۔ (۵۷) چنانچہ آج ان لوگوں کو جو کتاب اللہ کے احکام کو خالص طور پر نافذ نہ کرتے تھے (مائدہ ۔۴۷ تا ۴۴ / ۵) ان کے عذرات کوئی فائدہ نہ پہنچائیں گے اور نہ ہی ان کی ناراضگی کا اثر لیا جائے گا۔ (۵۸) اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن میں سے انسانوں کے لئے قیامت تک پیش آنے والے مسائل پر مثالیں دے دی تھیں اور اے رسولؐ اگر تم اور ازلی اہل علم ان کے سامنے معجزہ بھی پیش کرو تو وہ ضرور کہہ دیں گے کہ تم لوگ باطل میں مبتلا کرنے والے ہو۔ (۵۹) وہی ذہنیت تو ہے جس کو مزید جرائم کے لئے پکا کرنے کے واسطے ہم انجان بننے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیا کرتے ہیں (۶۰) تم صبر سے کام لو یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے تمہیں کبھی بھی حقیر نہ کر سکیں گے۔

جانے کی قابلیت کا اعلان کرا دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ ابتدائے انسانیت سے وہ گروہ جسے ابلیس نے تیار کیا تھا برابر کتبہائے خداوندی پر قبضہ جماتا رہا ہے۔ اور اپنے اجتہادی احکام و خود ساختہ شریعت کو ہر نبی کی اُمت میں پھیلاتا رہا ہے اور یہ کہ بروز قیامت جب آئمہ اہلبیتؑ ساری نوع انسان پر ان کے افکار و اعمال کی شہادت دیں گے تو انہیں بتائیں گے کہ تم نے کتاب اللہ کی قائم کردہ عمارت میں اپنی اپنی زندگی بسر کی تم نے کتاب اللہ سے اسلامی نظام قائم کرنے کے دعوے کیے اور خود کو حقیقی مسلم و مومن کہتے اور لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ اور قیامت میں اپنے اور اپنے بنائے ہوئے مسلمانوں کے جنتی ہونے کا یقین رکھتے رہے۔ آؤ آج تمہیں جہنم کی راہ دکھائی جائے اور بتایا جائے کہ تم نے اسلام کی حقیقی تعلیم اور قرآن کے حقیقی معنی کو بدل کر اپنا خود ساختہ دین جاری کرنے کی مہم جاری رکھی۔ لیکن آج عذر و حیلہ نہ چلے گا۔

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ اَرْبَعٌ وَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّ اَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ لقمانؑ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چونتیس (۳۴) آیات اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

الٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝۲ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝۳

یہ آیتیں ہیں کتاب حکمت والی کی راہ دکھانا اور مہربانی واسطے نیکی کرنے والوں

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

کے وہ جو قائم رکھتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ ساتھ آخرت کے وہی

يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ

یقین لانے والے ہیں یہ لوگ اوپر ہدایت کے ہیں پروردگار اپنے کی طرف سے اور یہ

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ

لوگ وہی ہیں فلاح پانے والے اور بعض لوگوں میں سے وہ شخص ہے کہ مول لیتا ہے

لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا

غافل کرنے والی بات کو تو کہ گمراہ کردے راہ خدا کی سے بغیر علم کے اور پکڑے اس کو

(۱) الف۔ لام۔ میمٓ (۲) وہی از سرتاپا حکمت والی مکمل کتاب کی آیات ہیں (۳) ان احسان پیشہ لوگوں کے لئے مجسم ہدایت و رحمت ہیں (۴) جو کہ نماز کو قائم رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے چلے آتے ہیں اور انہیں آخرت پر عین الیقین فراہم ہے۔ (۵) وہی اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر قائم ہیں اور وہی وہ لوگ ہیں جو فلاح یافتہ ہیں (۶) اور رسولؐ کے مخاطبوں میں سے ایک وہ شخص ہے جو دین سے غافل رکھنے والی سابقہ گھڑی ہوئی حدیثوں کو قیمتاً خرید تا ہے تاکہ بلا کسی علمی دلیل کے لوگوں کو صراط خداوندی سے گمراہ کرسکے اور راہ راست کی دعوت کو مذاق بنا کر رکھ دے اس جیسے لوگوں

تشریحات سورۂ لقمانؑ:

(۱) آیات (۵ تا ۱ / ۳۱) آل محمدؐ مجسم آیات ہیں ان سے مکمل ہدایت ورحمت کے حصول کے لئے پہلے دین کی پابندی لازم ہے۔

جس طرح سورۂ بقرہ میں محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کو وہ کتاب (ذٰلِكَ الْكِتٰبُ) فرمایا گیا تھا۔ جس کتاب میں کسی قسم کا شش و پنج اور کوئی الجھن اور کوئی خرابی نہیں ہے۔ اور جس کتاب سے ہدایت پانے کے لئے پہلے سے متقی ہونا لازم تھا۔ بالکل اسی معیار پر سورۂ لقمانؑ کی یہ پانچ آیات نازل ہوئی ہیں اور اسی طرح بتاتی ہیں کہ احسان پیشہ ہونا مستقل نمازی ہونا، پابندی سے نظام زکوٰۃ میں حصہ لینا، اور قیامت کی جزا و سزا کا پہلے ہی سے یقین رکھنا وہ ابتدائی شرائط ہیں جن کی پابندی کے بعد ولایت محمدؐیہ و خلافت الٰہیہ سے استفادے کا الف شروع ہوتا ہے یعنی جہاں تمام نبوتوںؑ اور رسالتوںؑ کی تعلیم کی ''ی'' ختم ہوتی ہے وہاں سے ولایت و نظام خداوندی کی ابتدا یعنی ''الف'' شروع ہوتا ہے اور جہاں نظام ولایت محمدؐیہ کی ''ی'' آئے گی وہاں پہنچ کر انسان ''کن'' کہہ کر آناً فاناً اپنے سامنے تخلیق کا وجود دیکھ سکتا ہے جہاں اللہ نے انسان کو اپنا ہم مثل بنانے کا وعدہ کیا ہے۔

(۲) آیات (۷۔۶ / ۳۱) میں رسولؐ کی قوم کے عظیم ترین لیڈر کا سابقہ مذاہب کی احادیث پھیلانا دین کا مذاق بنانا۔

ان آیات میں نظام اجتہاد کے سب سے بڑے مجتہد اور قانون دان کے اس زمانہ کا ذکر ہوا ہے جب وہ مدینہ میں یہود و

هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَ اِذَا تُتْلٰى	کے لئے ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب مقرر ہے (۷) اور جب اس کے روبرو ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو اپنی ولایت پر تکبر کرتا ہے گویا کہ اس نے ان آیات کو سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈاٹیں لگی ہوئی ہیں۔ بہرحال اے نبیؐ آپ اس شخص کو گمراہ کن احادیث لانے اور پھیلانے پر دردناک عذاب کی
ٹھٹھا یہ لوگ واسطے ان کے عذاب ہے رسوا کرنے والا اور جب پڑھی جاتی ہیں	
عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا	
اوپر اس کے نشانیاں ہماری پیٹھ پھیر لیتا ہے تکبر کرتا ہوا گویا کہ نہ سنا اس نے ان کو	
كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ	
گویا کہ بیچ دونوں کانوں اس کے کے بوجھ ہے پس بشارت دے اس کو ساتھ عذاب	

نصاریٰ کے دینی مدارس میں جا کر بنی اسرائیل کے سابقہ مذہبی اجتہادات ان کی تیار کردہ احادیث اور دیگر مذہبی کتابوں سے وہ سامان جمع کیا کرتا تھا جسے وہ اسلام و قرآن کے مسائل میں سمو کر دین اسلام کو قوم و ملک کی پالیسیوں اور مفاد سے ہم آہنگ کر سکے ۔ اس لیڈر کی اس کوشش کو چھپانے کی کوشش کے باوجود وہ کسی نہ کسی طرح تاریخ میں ٹپکتی چلی آئی ہے ۔ چنانچہ جو کتابیں آپ کی دسترس میں ہیں ان میں سے علامہ شبلی مرحوم کی کتاب "الفاروق" ہے ۔ جہاں علامہ اس بزرگ لیڈر کی وسعت قلب اور رازداری دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

(۲۔الف) علامہ شبلی کی تحقیق کہ اسلام اور قرآن میں اجتہادات اور قانون سازی کا سہرا کس کے سر ہے ؟

(ا) ان واقعات سے معلوم ہو گا کہ صحابہ میں جن لوگوں کی فقہ (یعنی فیصلے۔احسنؔ) کا رواج ہوا وہ سب حضرت عمر کے تربیت یافتہ تھے حضرت عمر نے مسائل فقہیہ (یعنی شریعت سازی۔احسنؔ) میں جس قدر فکر و خوض کیا تھا صحابہ میں سے کسی نے نہیں کیا تھا۔ انھوں نے آغاز اسلام ہی سے فقہ کو مطمع نظر بنالیا تھا قرآن مجید میں جو مسائل فقہ مذکور ہیں ان میں جہاں کہیں ابہام (گنجلک۔احسنؔ) ہوتا تھا وہ خود رسولؐ اللہ صلعم سے دریافت کر لیتے تھے اور جب تک پوری تسلی نہیں ہوتی تھی بس نہیں کرتے تھے ... کلالہ کے مسئلے کو جو ایک دقیق اور نہایت مختلف فیہ (بنایا ہوا) مسئلہ ہے انھوں نے آنحضرتؐ سے اس قدر بار بار دریافت کیا کہ آپ دِق آ گئے اور فرمایا کہ:"سورۂ نساء کی اخیر آیت تیرے لیے کافی ہو سکتی ہے" جو مسائل زیادہ مشکل ہوتے (یعنی جن مسائل کو من وعن ماننا مشکل ہوتا تھا۔احسنؔ) ان کو یاداشت کے طور پر لکھ لیتے تھے اور ہمیشہ ان پر غور کیا کرتے تھے (یعنی انھیں مان لینے کے قابل بنانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔احسنؔ) ان کے متعلق جو رائے قائم ہوتی اس کو قلم بند کر لیتے تھے اور زیادہ غور و فکر سے اس (رائے۔احسنؔ) میں بھی محو و اثبات (کتر بیونت۔احسنؔ) کیا کرتے تھے۔ پھوپھی کی میراث کی نسبت جو یادداشت (پہلے پہل۔احسنؔ) لکھی تھی اور آخر اس کو محو کر دیا اس کا حال امام محمد نے (اپنی کتاب ۔احسنؔ) موطا میں لکھا ہے۔ قسطلانی نے شرح بخاری میں معتمد حوالے سے نقل کیا ہے کہ دادا کی میراث کے متعلق حضرت عمر نے ۱۰۰ مختلف رائیں (مختلف اجتہادی رائے اور فیصلے۔احسنؔ) قائم کیں۔ بعض بعض مسائل کے متعلق ان کو مرتے دم تک کاوش رہی اور کوئی قطعی رائے (فیصلہ۔احسنؔ) نہ قائم کر سکے" (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۱۰)

(۲۔ب) اسلامی مسائل میں ردوبدل ترمیم و تنسیخ اور کانٹ چھانٹ کا سامان کہاں سے لایا جاتا تھا؟

یہاں تک آپ نے یہ دیکھ لیا کہ حضرت عمر تنہا وہ شخص تھے جن کو رسولؐ اور قرآن کے بیان کردہ احکام و مسائل کافی نہ تھے جو اسلامی تعلیم شروع ہونے سے تا دم مرگ برابر شریعت سازی میں کوشاں رہے ۔ جو آغاز اسلام ہی سے برابر شریعت پر ایک تصنیف تیار کرتے رہے اور قرآن کے بیانات میں گنجلک پاتے تھے اور رسولؐ اللہ سے تشریح طلب کرنے میں انہیں حد بھر تنگ کرتے رہتے تھے ۔ اور انہوں نے تنگ آ کر انھیں قرآن کی سورۂ نساء کی آخری آیت کے بیان پر متوجہ کیا تاکہ وہ یہ دیکھ لیں کہ انھیں گمراہ ہونے سے بچانے کے لیے اللہ و رسولؐ نے کافی واضح مسائل بیان کیے ہیں"(نساء ۱۷۷ / ۴) مگر انھیں ضرور گمراہ رہنا ہے اس لئے تا حیات ناکام غور و خوض جاری رکھیں گے ۔یہاں قارئین سورۂ بقرہ کی

اَلِيْمٍ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ	خوشخبری سنا دو (۸) وہ لوگ جو ایمان
درد دینے والے کے تحقیق وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے واسطے ان کے	لے آئے اور اصلاحی اعمال پر کاربند رہے
جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ	ان کے لئے نعمتوں سے لبریز جنتیں ہیں (۹) جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ کا
بہشتیں ہیں نعمت کی ہمیش رہیں گے بیچ ان کے وعدہ اللہ کا ہوا سچ اور وہ غالب ہے	یہ وعدہ بھی سچا ہے اور وہ ہر حال میں غالب رہنے والا حکیم ہے ۔ (۱۰) اس نے
الْحَكِيْمُ ۞ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ	آسمانوں کو بلا کسی ستون کے پیدا و قائم
حکمت والا پیدا کیا آسمانوں کو بغیر ستون کے دیکھتے ہو تم ان کو اور ڈالے بیچ زمین کے	کیا جنہیں تم خود دیکھتے ہو اور زمین میں

آیات (۲۰۵-۲۰۴ / ۲) ضرور مطالعہ فرمالیں ۔ تاکہ حضرت عمر اور رسول اللہ کے متعلق مندرجہ بالا صورت حال زیادہ کھل جائے۔ پھر سورۃ الفرقان کی آیات (۳۰ تا ۲۷ / ۲۵) ضرور دیکھ لیں ۔ تاکہ ان کے اجتہادات سے ایک نیا دین پیدا کرکے اُمت میں نافذ کرنے اور قرآن کو بے دخل کرنے والی بات بھی ذرا سچ کر سامنے آ جائے ۔ پھر علامہ شبلی کا یہ بیان پڑھئے ۔"(۱) قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ پہنچ کر انہوں (عمر۔احسن) نے عبرانی زبان بھی سیکھ لی تھی روایات سے ثابت ہے کہ اس وقت تک توریت کا ترجمہ عربی زبان میں نہیں ہوا تھا۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں جب توریت کا کچھ کام پڑتا تھا تو عبرانی ہی نسخے کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا ۔ اور چونکہ مسلمان عبرانی نہیں جانتے تھے اس لئے یہودی پڑھ کر سناتے اور عربی میں ترجمہ کرتے تھے۔ "(الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۳۱)

(۲) "مسند دارمی میں روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر تورات کا ایک نسخہ آنحضرتؐ کے پاس لے گئے اور اس کو پڑھنا شروع کیا۔ وہ پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرتؐ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر عبرانی زبان اس قدر سیکھ گئے تھے کہ توریت خود پڑھ سکتے تھے ۔ یہ امر بھی صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ یہودیوں کے یہاں جس دن توریت کا درس ہوا کرتا تھا ۔حضرت عمر اکثر شریک ہوتے تھے ۔ ان کا خود بیان ہے کہ میں یہودیوں کے درس کے دن ان کے ہاں جایا کرتا تھا ۔ چنانچہ یہودی کہا کرتے تھے کہ تمہارے ہم مذہبوں میں سے ہم تم کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں کیونکہ تم ہمارے پاس آتے جاتے ہو۔ "(الفاروق حصہ ۲ صفحہ ۱۳۲)

(۲ ۔ ج) حضرت عمر نے یہودیوں سے استفادہ کیا عبرانی زبان اور توریت وغیرہ سے تفقہ و اجتہاد سیکھا اور نافذ کیا۔

علامہ شبلی کے ان دونوں بیانات سے ثابت ہوگیا کہ حضرت عمر نے باقاعدہ یہودیوں سے مذہبیات و اجتہادات کی تعلیم حاصل کی تھی اور یہ کہ تمام مسلمانوں کے مقابلہ میں یہودی ان سے خوش و مطمئن تھے ۔ علامہ نے یہ نہیں بتایا کہ جب حضرت عمر رسولؐ اللہ کو توریت سنا رہے تھے تو حضورؐ کا چہرہ کیوں متغیر ہوتا جا رہا تھا ؟ بہر حال ہم نے بار بار بتایا ہے کہ انہوں نے عہد رسولؐ ہی میں اپنی قوم کے عقائد میں انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ قرآن کے احکامات و بیانات کی یہود کی مدد سے ایسی تاویلات اور ان میں ایسے اجتہادات کر ڈالے تھے کہ سارا قرآن مہجور ہو کر رہ گیا تھا ۔ اور انہوں نے اعلان کر دیا تھا کہ قوم یہ نہیں چاہتی کہ جس خاندان میں نبوت رہی ہے اسی میں سے مسلمانوں کا حاکم بنایا جائے ۔ انہوں نے اپنی قوم کے لئے وہ دین گھڑ کر پیش کیا جو اللہ و رسولؐ کے دین کا مخالف دین تھا (فرقان ۳۰-۲۷ / ۲۵) علامہ کے اس دوسرے بیان کی آخری بات کا نتیجہ قرآن سے سنئے اور علامہ مودودی کی زبان سے سنئے :

"یہودی اور عیسائی تم سے ہر گز راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو۔ صاف کہہ دو کہ راستہ بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے ۔ ورنہ اگر اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آ چکا ہے ۔ تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار تمہارے لئے نہیں ہے"(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۱۰۶-۱۰۷)

وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ ٱلْيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ ٱتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُم بَعْدَ ٱلَّذِى جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٢٠﴾ البقرة

رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِکُمۡ وَ بَثَّ فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّةٍ ؕ
پہاڑ ایسا نہ ہو کہ ہِل جاوے ساتھ تمہارے اور پھیلائے بیچ اس کے ہر طرح کے جانور
وَ اَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ
اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی پس اگائے ہم نے بیچ اس کے ہر قسم کے جوڑے
کَرِیۡمٍ ۝ هٰذَا خَلۡقُ اللّٰهِ فَاَرُوۡنِیۡ مَا ذَا خَلَقَ الَّذِیۡنَ
نفیس سے یہ ہے پیدائش خدا کی پس دکھلا دو مجھ کو کیا پیدا کیا ہے ان لوگوں نے

پہاڑوں کے سلسلے کھڑے کر دیئے تاکہ زمین تم سمیت ڈگمگانے نہ پائے اور زمین میں ہمہ قسم کے جانوروں کو نشوونما دیا اور ہم ہی نے آسمان سے پانی نازل کیا ہم ہی نے زمین میں ہر قسم کے مفید نر و مادہ نباتات پیدا کی ہیں۔ (۱۱) یہ تو سب ہماری پیدا کی ہوئی مخلوق ہے اب تم مجھے میرے علاوہ کسی اور کی پیدا کی ہوئی مخلوق دکھا دو ورنہ سن لو کہ

(۲۔د) علامہ کی تشریح و ترجمہ سے ثابت ہے کہ حضرت عمر یہود کے مذہب و ملت کے پیرو تھے۔

ہم اپنا بیان محفوظ رکھ کر پہلے آپ کو علامہ کی وضاحت و تشریح سناتے ہیں۔ ارشاد ہے کہ: ”مطلب یہ ہے کہ ان (یہودو نصاریٰ۔احسن) لوگوں کی ناراضی کا سبب یہ تو ہے نہیں کہ وہ سچے طالب حق ہیں اور تم نے ان کے سامنے حق کو واضح کرنے میں کچھ کمی کی ہے۔ وہ تو اس لئے تم سے ناراض ہیں کہ: ا۔تم نے اللہ کی آیات اور اس کے دین کے ساتھ وہ منافقانہ اور بازی گرانہ طرزِ عمل کیوں نہ اختیار کیا، خداپرستی کے پردے میں وہ خودپرستی کیوں نہ کی؟ دین کے اصول و احکام کو اپنے تخیلات یا اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے میں اس دیدہ دلیری سے کیوں نہ کام لیا وہ ریاکاری اور گندم نمائی و جو فروشی کیوں نہ کی، جو خود ان کا اپنا شیوہ ہے۔ لہٰذا انہیں راضی کرنے کی فکر چھوڑ دو، کیونکہ جب تک تم ان کے رنگ ڈھنگ نہ اختیار کرلو، دین کے ساتھ وہی معاملہ نہ کرنے لگو جو خود یہ کرتے ہیں اور عقائد و اعمال کی ان ہی گمراہیوں میں مبتلا نہ ہو جاؤ، جن میں یہ مبتلا ہیں، اس وقت تک ان کا تم سے راضی ہونا محال ہے“
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۰۷ بقرہ کی آیت ۱۲۰ / ۲)

(۲۔ہ) حضرت عمر کی وہ پوزیشن جو ہم نے بار بار قرآن سے پیش کی ہے اس کی سو فی فیصد تصدیق ہو گئی ہے۔

یہاں تک یہ ثابت ہو گیا کہ یہود و نصاریٰ حضرت عمر سے اس لئے راضی و خوش تھے کہ انہوں نے ان کی ملت یعنی نظام اجتہاد کو ان سے پڑھا پھر آغاز اسلام ہی سے اپنی قوم کو تیار کیا اور انہیں اسلام کے نام پر ایک اجتہادی مذہب تیار کر کے دیا اور بقول علامہ شبلی اہل سنت والجماعت میں چاروں مجتہد یعنی ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے جو چار شریعتیں اختیار کی ہیں وہ سب حضرت عمر ہی کا مذہب ہے جس کی انہوں نے تقلید کی ہے (الفاروق حصہ ۲ صفحہ ۱۱۱۔۱۱۲) اور یہیں انہوں نے شاہ ولی اللہ کا یہ جملہ بھی لکھا ہے کہ:
”ہچنیں مجتہدین دردرس مسائل فقہ تابع مذہب فاروق اعظم اند و ایں قریب ہزار مسئلہ باشد“(صفحہ ۱۱۲)

معلوم و ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی کثرت کے پاس جو کچھ بھی اور جیسا بھی مذہب ہے وہ حضرت عمر نے ایجاد کیا تھا اور اسے اپنے دوست کو حاکم بنا کر ملک میں پھیلایا تھا اور قرآن نے ان تمام کارروائیوں کو اپنے اندر محفوظ رکھا ہے (فرقان ۳۰ تا ۲۷ / ۲۵) لہٰذا قرآن میں جہاں جہاں بھی سازش، کفر و نفاق اور ظلم و فسق و مکرو فریب کا تذکرہ ہوا ہے وہاں ہر جگہ رسولؐ کی نام نہاد قوم کا سب سے بڑا لیڈر اور معزز ترین فرد حضرت عمر مدنظر اور مرکز رہے ہیں۔ اور وہی حضرت ہیں جو ہمارے عنوان (نمبر ۲) اور لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ والی آیت (لقمٰن ۶ / ۳۱) کو یہود و نصاریٰ کے مدرسوں سے لا کر مسلمانوں اور قریش میں پھیلاتے تھے۔ تاکہ بلا کسی علمی قرآنی دلیل و ثبوت کے عوام الناس کو صراط مستقیم سے باز رکھیں وہی تھے جنہوں نے قوم کو یہ تصور دیا تھا کہ رسول اللہ کے بعد رسولؐ کی جانشینی و حکومت کو خاندان نبوت میں نہ رہنے دیا جائے ورنہ تم ایک مطلق العنان انسان کے پنجوں میں ایسے پھنسو گے کہ پھر قیامت تک نکلنا ممکن نہ رہے گا۔ اسی لیڈر نے نہایت حکمت عملی کے ساتھ مشاورت اور وزارت کا عہدہ سنبھالا تھا اور اپنے دوست کو حاکم بنا کر اس کے ذریعہ اپنا تیار کردہ

مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۱﴾ وَ لَقَدْ

جو سوائے اس کے ہیں بلکہ ظالم لوگ بیچ گمراہی ظاہر کے ہیں اور البتہ تحقیق

اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَ مَنْ یَّشْكُرْ

دی ہم نے لقمان کو حکمت یہ کہ شکر کر واسطے اللہ کے اور جو کوئی شکر کرتا ہے

فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ

پس سوائے اس کے نہیں کہ شکر کرتا ہے اپنے نفع کے لئے اور جو کوئی کفر کرتا ہے

احکام خداوندی کو خالص طور پر قبول نہ کرنے والے (ظالم۔ ۴۵ / ۵) لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ (۱۲) اور بلا شبہ ہم نے لقمانؑ کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ کی شکر گزاری کرے اور جو کوئی بھی اللہ کا شکر گزار ہوتا ہے وہ اپنا ذاتی فائدہ کرتا ہے اور جو کوئی حق کو پردوں میں چھپاتا ہے

اسلام جاری کیا اور رسولؐ کا لایا ہوا دین چھڑا دیا تھا (فرقان ۳۰۔۲۷ / ۲۵) اور خود کو دوسرے نمبر پر حاکم بننے کے لئے محفوظ رکھا تاکہ اسے آغاز اسلام سے اللہ کا خود فہمیدہ دین نافذ کرنے میں جس قدر جھگڑا اور بحثیں کی تھیں ان کے ہر ہر پہلو کو اپنے دوست سے نافذ کرائے۔ قارئین آپ یہاں رک کر سورۂ حج کی آیات (۳۔۴ و ۸ تا ۱۳ / ۲۲) کو ذرا سا غور و فکر سے پڑھ لیں اور دیکھیں کہ ہمارے بیانات کا ہر لفظ ان میں جھلکتا ہے یا نہیں اور الفاظ ثَانِیَ عِطْفِهٖ پر ڈکشنری دیکھ کر فیصلہ کرلیں۔ کہ قرآن میں جہاں شرک کی ممانعت ہوئی ہے وہاں اسی لیڈر کے عقائد سے بچنے کی تاکید ہے۔ اور جہاں یہ کہا گیا ہے کہ تم ان کے (اَهواء) ذہنی تصورات و خواہشات اور مصلحتوں کی پیروی نہ کرنا وہاں اسی لیڈر کے اجتہادات سے احتراز کا حکم ہے۔ یعنی یہ شخص جہاں اسلام اور رسولؐ اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ وہیں یہ شخص دنیاوی تقاضات اور ان کے مادی حل پیش کرنے میں حیرانی اور تعجب کی حدود تک دلچسپ اور من موہن قسم کا آدمی تھا۔ اور رسولؐ ایسی ہستی کو پھسلانے اور اپنی ڈوری پر لگا لینے کی قابلیت رکھتا تھا۔ (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) اور اسی کے عمل درآمد کو چھپانے یا حق بجانب ثابت کرنے کے لئے لاکھوں روایات گھڑی گئی تھیں اس نے تمام اہل قلم اور اہل زبان کو خریدا اور خریدتے رہنے کا نظام جاری کیا تھا۔

(۲۔و) آیت (۶ / ۳۱) کا ترجمہ علامہ کے قلم سے اور وہ کوشش جس سے آیت کا رخ موڑ دیا گیا تھا۔

اس آیت (۶ / ۳۱) کا صحیح مصداق معلوم ہو جانے کے بعد اب آپ علامہ کا ترجمہ دیکھیں جس سے وہ اس آیت کو ایک فرضی ہیرو کی طرف موڑتے ہیں۔ارشاد ہے کہ:"اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دل فریب (لَهْوَ الْحَدِیْثِ ۔احسنؔ) خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس (اللہ کے۔احسنؔ) راستے کی دعوت کو مذاق میں اڑا دے" (تفہیم القرآن جلد۴ صفحہ۸۔۹) یہ صحیح ہے کہ اللہ نے اس شخص کو موقعہ دینے کے لئے اسے لفظ "اَلنَّاسِ" کی بھیڑ میں چھپایا تھا۔ مگر عقل کہتی ہے کہ اس وقت مکہ میں ساری انسانیت نہ جمع تھی نہ سب سے بات ہو رہی تھی۔ نہ سارے انسان مراد تھے۔ بات مکہ کے باشندوں سے عموماً اور قریشی قوم سے خصوصاً ہو رہی تھی لہٰذا انسانوں یعنی اَلنَّاسِ سے مراد قریش تھے اور بقول علامہ وہ دل فریب کلام خریدنے اور اس سے قریش اور اہل مکہ کو گمراہ کر کے صراط مستقیم سے باز رکھنے والا شخص قریشی تھا۔ اور عوام و خواص سب کو گمراہ کر سکنے والا آدمی ایک کامیاب دانشور لیڈر ہی ہوا کرتا ہے لہٰذا بات یہ ہوئی کہ قریش میں ایک لیڈر ایسا موجود ہے جو دل فریب کلام نہیں بلکہ انبیاؑ کے نام پر گھڑی ہوئی جھوٹی احادیث خرید کر لاتا ہے۔ اور اسلام کی تعلیمات کو ان احادیث کے سانچوں میں ڈھال کر قریشی عوام و خواص کے سامنے پیش کرتا اور حقیقی تعلیم میں عیوب و نقائص نکال نکال کر لوگوں کے سامنے ان کا مذاق اڑاتا ہے۔اور علامہ شبلی نے بتا دیا کہ جناب عمر یہود و نصاریٰ کے پسندیدہ آدمی تھے وہ ان کے یہاں سے درس توریت اور سابقہ اجتہادات سیکھتے تھے۔ لہٰذا وہ شخص جناب عمر تھے اور کوئی نہ تھا۔ چونکہ یہ آیت تقاضا کرتی تھی کہ ایک ایسا شخص ضرور موجود ہونا چاہئے اس لئے قومی حکومتوں نے جب روایات گھڑنا شروع کیں تو انہیں ایسے ہیرو کی ضرورت پڑی جو ان کے راہنما کی جگہ بدنامی کا تاج پہن لے تو انہوں نے ایک شخص نضر بن حارث کو ان کی جگہ پیش کیا اور ایسا سجا کر پیش کیا کہ آج تک شیعہ

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۱۲﴾ وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ

پس تحقیق اللہ بے پرواہ ہے تعریف کیا گیا اور جس وقت کہا لقمان نے

لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا

واسطے بیٹے اپنے کے اور وہ نصیحت کرتا تھا اس کو اے چھوٹے بیٹے میرے مت

تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾ وَ وَصَّیْنَا

شریک لا ساتھ اللہ کے تحقیق شرک البتہ ظلم ہے بڑا اور حکم کیا ہم نے

تو اللہ بہرحال بے پرواہ اور حمد وثنا کا حقدار ہے (۱۳) اور جب لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو وعظ کرتے ہوئے نصیحت کی کہ اے بیٹے تو اللہ کی حکومت و اقتدار میں اللہ کی مرضی کے خلاف کسی کو بھی شریک نہ سمجھنا اس لئے کہ ایسی شرکت کا عقیدہ احکام خداوندی کے خلوص کے خلاف سب سے بڑی شریعت سازی ہے (۱۴) اور ہم نے تمام انسانوں کو اپنے

مترجمین اور مفسرین بھی نضر بن حارث کو اس آیت (۶ / ۳۱) کا مصداق لکھتے چلے آئے ہیں ۔ لیکن ہمارا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کے بیان کو قرآن ہی سے واضح کیا جائے اور تلاش کیا جائے کہ وہ کون شخص ہو سکتا ہے، کہیں اور بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے یا نہیں؟ چنانچہ یہ تو ایسا ہیرو ہے جو قرآن میں دشمنی و گمراہی میں وہی درجہ رکھتا ہے جو اسلام میں اور ہدایت میں حضرت علی علیہ السلام کا درجہ ہے (بقرہ ۲۰۶ تا ۲۰۴ / ۲ اور ۲۰۸ تا ۲۰۷ / ۲) دونوں ہیرو ایک جگہ ملتے ہیں ۔

(۳) آیت (۱۳ / ۳۱) میں شرک کو ظلم عظیم قرار دیا گیا ہے --- شرک ، شراکت ، شریک ، اشتراک ، عربی زبان کے عام اور روزمرہ استعمال ہونے والے الفاظ میں سے ہیں ۔ یہ الفاظ بذاتہٖ نہ بُرے ہیں نہ اچھے ہیں ۔ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ انسان ان الفاظ کو کس قسم کے اعمال و افکار میں اختیار کرتا ہے ۔ یعنی ان کا استعمال انہیں اچھا یا برا بنائے گا۔ جیسے گناہ میں شرکت بری شرکت ہے نیکیوں میں شرکت یا شریک اچھی شرکت ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں جس شرک کی بات ہوئی ہے اس کو خود اللہ نے واضح کر دیا ہے ۔ یعنی خدا کی قدرت و طاقت میں کسی کو شریک سمجھنا اور اسکی شرکت کے بغیر اللہ کا کوئی کام نہ کر سکنا۔ ایسا شرک اور ایسا مشرک انسانوں میں کوئی نہیں گزرا ہے ۔ لہٰذا مشرکین قریش ہوں یا سابقہ اقوام کے مشرک ہوں وہ سب دو طرح کے شرک کی بنا پر مذمت ، مواخذہ اور سزا کے حقدار رہے ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ لوگ بلا کسی خدائی سند کے اپنے لیڈروں ، علما اور بزرگوں کو حکومت و اقتدار و اطاعت میں خدا کے ساتھ شریک سمجھتے تھے ۔ دوم یہ کہ ان میں سے بعض اقوام جنسی شرکت کے قائل یا اس پر عامل تھے ۔ چنانچہ شرک اپنی ان تینوں صورتوں میں ظلم عظیم ہے اور ظلم کے معنی کسی کام کو اس کے صحیح وقت پر بجانہ لانے کے ہیں۔ چنانچہ جس طرح شرک ہر ہر حال میں برا نہیں ہے اسی طرح ظلم بھی ہر حال میں برا نہیں ہے ۔ اس میں بھی ظلم کا استعمال دیکھنا ہو گا۔ لیکن شرک و شرکت کی طرح ظلم کے معنی ننانوے فی صد لوگ صحیح نہیں سمجھتے بلکہ ظلم کو جبر و ستم خیال کرتے ہیں اس لئے ہر ظلم و ظالم کو برا سمجھتے ہیں۔ آیئے علامہ راغب اصفہانی علیہ الرحمہ کی کتاب سے علامہ محمد عبدالرشید کی زبانی ظلم کے معنی دیکھ لیں پھر باقی باتیں خود بخود سمجھ میں آجائیں گی۔ ارشاد ہے کہ :

امام راغب اصفہانی رقم طراز ہیں: ’’اہل لغت اور بہت سے علما کے نزدیک ظلم کہتے ہیں کسی شے کو اس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر نقصان (کمی) کے ساتھ یا زیادتی کے ساتھ یا وقت بدل کر یا جگہ بدل کر بے جگہ رکھ دینے کو ---- اور ظلم کا استعمال حق ، سے کہ جو نقطہ دائرہ کا حکم رکھتا ہے تجاوز کرنے کے لئے ہوتا ہے ۔ اور خواہ تجاوز کثیر ہو یا قلیل دونوں کے لئے بولا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ کبیرہ گناہ ہو یا صغیرہ دونوں کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے‘‘ (لغات القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۲۹۔۱۳۰) اس بیان سے ظلم کے حقیقی معنی آپ کے سامنے آگئے ۔ لہٰذا وہ حضرات جو کسی حالت میں بھی کسی چیز کو غلط جگہ ، غلط وقت ، غلط مقدار وغیرہ میں استعمال نہ کریں وہ سو فیصد عادل کہلائیں گے ۔ اور یہ اس وقت تک انسانوں کے لئے ناممکن رہے گا جب تک انہیں کائنات کی ہر شے ، ہر وقت اور ہر مقدار اور ہر مقامِ استعمال وغیرہ معلوم نہ ہو جائے ۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کی اصولی اور اہم ترین صفت توحید کے ساتھ عدل کو عقائد میں پہلا نمبر دیا گیا ہے ۔ لہٰذا اللہ ہی وہ ہستی ہے جس

الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى

انسان کو بیچ ماں باپ اس کے کے اٹھاتی ہے اس کو ماں اس کی سستی سے اوپر

وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ

سستی کے اور دودھ چھٹانا اس کا بیچ دو برس کے یہ کہ شکر کرو واسطے میرے اور

لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ

واسطے ماں باپ اپنے کے طرف میری ہے پھر آنا اور اگر شدت کریں تجھ سے

عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ

اوپر اس کے کہ شریک لاواسطے میرے اس چیز کو کہ نہیں واسطے تیرے ساتھ اس کے

عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا

کچھ علم پس مت کہا مان ان دونوں کا اور صحبت رکھ ان سے بیچ دنیا کے

والدین کا حق پہچانتے رہنے کی پشت در پشت وصیت کرائی ہے اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اور دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور پھر دو سال اس کو دودھ پلانے میں اور سنبھالنے میں لگے چنانچہ اسے تاکید کی گئی ہے کہ میرے شکر کے ساتھ ساتھ اپنے والدین کا بھی شکر گزار رہے میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہو گا ۔ (۱۵) اور اگر اطاعت کی وجہ سے وہ تجھ پر دباؤ ڈال کر یہ کوشش کریں کہ تو حکومت و اقتدار الٰہیہ میں کسی ایسی ہستی کو شریک مان لے جس کی شرکت کا تجھے علم نہیں ہے ایسی صورت میں ان دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور ویسے دنیاوی زندگی میں پسندیدہ طریقے سے ان کا ساتھی اور

سے کسی صورت میں بھی ظلم سرزد نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ اللہ کے احکام و ہدایات انبیاؑ و آئمہ علیہم السلام کی عملی وساطت اور وسیلے سے پہنچتے ہیں اور وہ اللہ کے نائب و خلیفہ و جانشین ہوتے ہیں اور ان کا ہر قول قولِ خداوندی اور ہر عمل رضائے خداوندی ہوتا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ان کی تخلیق و تربیت مخصوص قوانین کے ماتحت کی جائے تاکہ ان کے قول و فعل میں بھی ظلم کا وجود نہ ہو۔ ہر بات اور ہر تصور ہر خیال و عمل عدل ہی عدل ہو چنانچہ اللہ نے یہ فیصلہ قرآن میں محفوظ کر دیا ہے کہ عہدہ امامت خدا کی طرف سے کسی ایسے شخص کو نہیں مل سکتا جو لفظ ظالم کے دائرے میں آتا ہو (بقرہ ۱۲۴ / ۲) یعنی جس سے مندرجہ بالا تینوں قسم کا ظلم سرزد ہو سکے۔ یعنی وہ اللہ کی اطاعت و احکام و ہدایات میں ظلم کر سکے یا لوگوں کے ساتھ ظلم کر سکتا ہو یا جس سے خود اپنی ذات پر ظلم سرزد ہونے کا اندیشہ ہو۔ اپنی ذات یا اپنے نفس پر ظلم دو طرح کا ہو سکتا ہے اوّل یہ کہ اللہ کے احکام و ہدایات کے خلاف اپنے جسم اور اعضاء اور کوششوں کو استعمال کرنا اور دوم یہ کہ اپنی قوت و وسعت کو اللہ کی اطاعت اور رضامندی حاصل کرنے میں ایسے اقدامات میں استعمال کرنا جو اسکی قوت و وسعت سے زیادہ قوت و وسعت چاہتے ہوں۔ مثلاً لاکھوں دشمنانِ دین سے ایسی حالت میں جنگ کرنا جب کہ اپنی تعداد چند سو ہو اور کھانے پینے تک کا سامان بھی موجود نہ ہو۔ جب کہ ان پر پانی بھی بند کر دیا جائے۔ جب کہ یہ یقین حاصل ہو کہ ہم سب کو قتل کر دیا جائے گا۔ ہمارے بچوں اور عورتوں کو لوٹ لیا جائے گا۔ انہیں قیدی بنا لیا جائے گا اور پھر نسل در نسل قتل عام و لوٹ مار جاری رکھی جائے گی۔ اور ایسی حالت میں باجماعت مکمل نماز پڑھنا کہ تیروں کی بارش ہو رہی ہو۔ اور قرآن میں نماز خوف کی اجازت معلوم ہو (نساء ۱۰۳۔۱۰۲ / ۴) اور یہ تمام مظالم اپنی جان پر ایسی حالت میں کر گزرنا جب کہ دشمن سے صلح اور انعام اور راحت و دولت مل سکنے کا یقین ہو۔ اسی ظلم کی مدح وثناء میں قرآن نازل ہوا (فاطر ۳۳ / ۳۵) اور اسی پر دنیا نے خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ماہ محرم کو زندگی بخش وحیات پرور یادگار بنا لیا اور جناب معین الدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

شاہ ہست حسینؑ و بادشاہ ہست حسینؑ | دین ہست حسینؑ و دین پناہ ہست حسینؑ
سرداد و نہ داد دست در دست یزیدؑ | حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ

اپنے نفوس پر ظلم کی یہ وہ مثال ہے کہ خالقِ کائنات اور یہ پوری کائنات اس پر فخر و مباہات کرنے اور انؑ پر درود وسلام بھیجنے میں مصروف ہیں ۔

مَعۡرُوۡفًا ۫ وَّ اتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ
اچھی طرح اور پیروی کر راہ اس شخص کی کہ رجوع کرتا ہے طرف میری پھر طرف
مَرۡجِعُکُمۡ فَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵﴾
میری ہے پھر آنا تمہارا پس خبر دوں گا تم کو ساتھ اس چیز کے کہ تھے تم کرتے
یٰبُنَیَّ اِنَّہَاۤ اِنۡ تَکُ مِثۡقَالَ حَبَّۃٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَکُنۡ
اے چھوٹے بیٹے میرے تحقیق وہ چھوٹی چیز اگر ہوتی برابر ایک ادنیٰ رائی کے پس ہو
فِیۡ صَخۡرَۃٍ اَوۡ فِی السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِی الۡاَرۡضِ یَاۡتِ بِہَا اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ
بیچ پتھر کے یا بیچ آسمانوں یا بیچ زمین کے لے آتا ہے اس کو اللہ تحقیق اللہ
لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ ﴿۱۶﴾ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَ اۡمُرۡ
باریک دیکھنے والا خبر دار ہے اے چھوٹے بیٹے میرے قائم کر نماز کو اور حکم کر
بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ انۡہَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ اصۡبِرۡ عَلٰی مَاۤ اَصَابَکَ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ
ساتھ بھلائی کے اور منع کر برائی سے اور صبر کر اوپر اس چیز کے کہ پہنچے تجھ کو تحقیق یہ
مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿ۚ۱۷﴾ وَ لَا تُصَعِّرۡ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمۡشِ
بڑے کاموں میں سے ہے اور مت موڑ گالوں اپنے کو لوگوں سے اور مت چل
فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ ﴿ۚ۱۸﴾
بیچ زمین کے اترا کر تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا ہر تکبر کرنے والے شیخی کرنے والے کو
وَ اقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ وَ اغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ ؕ اِنَّ اَنۡکَرَ
اور بیچ کی راہ لے بیچ چال اپنی کے اور نرم کر آواز اپنی کو تحقیق بہت ناپسندیدہ
الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ ﴿٪۱۹﴾ اَلَمۡ تَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمۡ
آواز البتہ آواز گدھے کی ہے کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ نے مسخر کیا واسطے تمہارے

ذمہ دار بن کر رہو مگر پیروی اس شخص کے راستے کی کرو جو میری نیابت پر ایمان و عمل رکھتا ہو اور تم میری ہی طرف رجوع کروگے چنانچہ میں تمہیں تمہارے اعمال کی صحیح پوزیشن بتاؤں گا۔ (۱۶) اے ننھے بیٹے کوئی چیز خواہ ایک رائی کے دانے کے برابر چھوٹی سی ہو اور وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں کہیں چھپی ہو اللہ اسے نکال لائے گا۔اس لئے کہ اللہ کے وجود اور نظر کے سامنے کوئی چیز حجاب نہیں بنتی ۔ وہ یقیناً تمام موجودات پر نگاہ رکھنے والا اور خبردار رہنے والا ہے (۱۷) اے ننھے منے بیٹے تو نماز کو قائم رکھنا اور عالمی طور پر پسندیدہ اعمال و افکار رکھنے کا حکم دیتے رہنا اور عالمی طور پر ناپسندیدہ اعمال و افکار سے روکتے رہنا اور جو مصیبت آئے اس پر صبر سے کام لینا یقیناً وہ تمام کام بجا لاتے رہنا بڑے کام کی بات ہے۔ (۱۸) اور دیکھو تم ضرورت مندوں سے روگردانی نہ کرنا اور نہ ہی اکڑ اکڑ کر چلنے کو اور اترانے کو زمین پر اختیار کرنا۔ یقیناً اللہ خود پسندی اور فخر جتانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ (۱۹) اپنی رفتار میں اعتدال کو اپنا معمول بنا لے اور اپنی آواز میں دھیما پن اور نرمی پیدا کرلے سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے ۔ (۲۰) کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے

(۳۔ الف) شرک ظلم عظیم کیوں ہے ؟ قریشی لیڈروں نے نہ صرف یہ کہ خلافت الٰہیہ میں ان لوگوں کی شرکت کو جائز کر دیا جن کے لئے امامت ممنوع و حرام تھی اور جن سے قدم قدم پر ظلم وقوع میں آنا تھا۔ بلکہ انہوں نے خلافت و امامت الٰہیہ کو غصب کیا اور حقیقی وارثانِ حکومت الٰہیہ کو محروم و قتل کیا اور ایسا کرنے میں دین کے تمام تصورات اور احکام کو غلط مقام پر قائم کر دیا اور خود مسلمان رہتے ہوئے اسلام کو قتل کر ڈالنا اسلام ہی سے حلال کر لیا اس لئے شرک ظلم عظیم بن کر رہ گیا اوران کے شرک و ظلم پر قیامت تک ماتم و لعنت ہوتی رہے گی ۔

(۳۔ ب) آیات (۲۱۔۲۰ / ۳۱) میں پھر حقیقی ظالم و مظلومین کا تقابلی تذکرہ کیا گیا ہے؟ اس شرک عظیم

مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَیْکُمْ

جو کچھ بیچ آسمانوں کے ہے اور جو کچھ بیچ زمین کے ہے اور پورا کیا اوپر تمہارے

نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ

نعمتوں اپنی ظاہر اور باطن کی کو اور بعض لوگوں میں سے وہ شخص ہے کہ جھگڑا کرتا ہے

فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًی وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ﴿۲۰﴾ وَ اِذَا

بیچ خدا کے بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن کے اور جب

قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ

کہا جاتا ہے واسطے ان کے پیروی کرو اس چیز کی کہ اتاری ہے اللہ نے کہتے ہیں بلکہ

نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ

پیروی کریں گے ہم اس چیز کی کہ پایا ہے ہم نے اوپر اس چیز کے باپوں اپنوں کو

اَوَ لَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ یَدْعُوْهُمْ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۲۱﴾ وَ مَنْ یُّسْلِمْ

کیا اگرچہ ہو شیطان بلاتا ان کو طرف عذاب دوزخ کے اور جو کوئی مطیع کرے

وَجْهَهٗۤ اِلَی اللّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ؕ

منہ اپنا طرف خدا کی اور وہ نیکی کرنے والا ہے پس تحقیق محکم پکڑا اس نے کڑا مضبوط

وَ اِلَی اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا یَحْزُنْكَ

اور طرف اللہ کی ہے پچھاڑی سب کام کی اور جو کوئی کافر ہووے پس نہ غم میں

كُفْرُهٗ ؕ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ

ڈالے تجھ کو کفر اس کا طرف ہماری ہے پھر آنا ان کا پس خبر دیں گے ہم ان کو

بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾

ساتھ اس چیز کے کہ کیا انہوں نے تحقیق اللہ جاننے والا ہے سینے والی بات کو

نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰی عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۲۴﴾

فائدہ دیں گے ہم ان کو تھوڑا پھر بے بس کریں گے ہم ان کو طرف عذاب گاڑھے کی

زمینوں اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے سب کو تمہارا مطیع و فرمانبردار و غلام بنا دیا ہے اپنی تمام ظاہری اور پوشیدہ نعمتوں کو تمہارے لئے انبار در انبار لامحدود کر رکھا ہے اس کے باوجود کئی لوگوں میں ایک وہ لیڈر ہے جو بلا کسی خدائی ہدایت کے اور بلا کسی خدائی کتاب کی سند کے اور بلا کسی حقیقی علم کے اپنے خود ساختہ عقائد کو اللہ کا دین قرار دے کر جھگڑتا رہتا اور رسولؐ کے ساتھ دلچسپ بحث کرتا رہتا ہے۔ (بقرہ ۲۰۴ / ۲) (۲۱) جب اس کی بہکائی ہوئی قوم سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ ہر ہر معاملے میں اللہ کے نازل کردہ فیصلوں پر عمل کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس معاملے میں اسی طریقے پر عمل کریں گے جس پر ہمارے آباؤ اجداد عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ کیا وہ ایسی پیروی تب بھی کرتے رہیں گے جب کہ شیطان انہیں جہنم کے عذاب کی دعوت دے رہا ہو؟ (۲۲) اور جو کوئی اپنی تمام توجہات اسلام لا کر وجہ اللہ کے سپرد کردے اور وہ احسان پیشہ بھی بن جائے تو یقیناً اس نے ایک قابل وثوق اور بھروسے کے لائق مضبوط سہارا اور وسیلہ اختیار کر لیا ہے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ (۲۳) اور جو کوئی حقائق پر پردہ ڈالنے کا کام کر رہا ہے تجھ کو اس پردہ ڈالنے سے ملال نہ ہونے پائے اس لئے کہ انہیں اور تم سب کو ہمارے سامنے پلٹنا ہے چنانچہ وہاں ہم ان کو ان کے کرتوت بتائیں گے یقیناً اللہ ان کے سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے (۲۴) ہم انہیں تھوڑے دنوں مزے اڑانے کا موقع دیں گے پھر انہیں مجبور کر کے نہایت ثقیل عذاب کی طرف لائیں گے

کے نتیجے میں مظلومین علیہم السلام کے لئے اور ظالموں پر ماتم و لعنت کرنے والوں کے لئے اللہ نے بتایا ہے کہ یہ پوری کائنات اور اس میں موجود تمام مخلوقات کو مسخر کر دیا گیا تھا (۲۰ / ۳۱) لیکن مظلومؑ نے ظالموں کو زیر کرنے اور ان کے ظلم سے بچنے کے لئے اس کائنات کو استعمال نہیں کیا بلکہ صبر و ضبط سے کام لیا (۱۷ / ۳۱) اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کام لیا (۱۷ / ۳۱) اور اپنے عظیم ترین عزم مصمم کو قابل تقلید بلند ترین معیار پر کر کے دکھا دیا۔ ادھر آیت (۲۰ / ۳۱)

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ

اور اگر سوال کرے تو ان سے کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو البتہ کہیں گے

اللّٰهُ ؕ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۵﴾

اللہ نے کہہ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے

لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

واسطے اللہ کے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے ہے اور زمین کے ہے تحقیق اللہ وہی ہے

الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿۲۶﴾ وَ لَوۡ اَنَّ مَا فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ شَجَرَةٍ اَقۡلَامٌ

بے پرواہ تعریف کیا گیا اور اگر ہو یہ کہ جو کچھ بیچ زمین کے ہے درختوں سے قلمیں

وَّ الۡبَحۡرُ يَمُدُّهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ سَبۡعَةُ اَبۡحُرٍ مَّا نَفِدَتۡ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ

اور دریا ہو سیاہی اس کی پیچھے اس کے ہوں سات دریا نہ تمام ہوویں گی باتیں اللہ کی

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلۡقُكُمۡ وَ لَا بَعۡثُكُمۡ اِلَّا كَنَفۡسٍ

تحقیق اللہ غالب ہے حکمت والا نہیں بنانا تمہارا اور نہ جِلانا تمہارا مگر مانند

وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌۢ بَصِيۡرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

ایک جان کی تحقیق اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے کیا نہ دیکھا تو نے یہ کہ اللہ

يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَ يُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ وَ سَخَّرَ

داخل کرتا ہے رات کو بیچ دن کے اور داخل کرتا ہے دن کو بیچ رات کے اور حکم

الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجۡرِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ

اپنے میں لگا رکھا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک وقت مقرر تک اور یہ کہ

(۲۵) اور اگر تم ان سے یہ پوچھو کہ ان آسمانوں اور اس زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔اُن سے کہو الحمدُللہ، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ انجان بنے ہوئے ہیں۔ (۲۶) اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں موجود ہے اور یقیناً اللہ ان سے بھی بے پرواہ اور ستائش شدہ ہے (۲۷) اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں ان سب کے قلم بنا لئے جائیں اور سمندر دوات بن جائے اور اس کے بعد بھی اور سات سمندر روشنائی فراہم کریں (اور سارے ملائکہ و جن و انس مل کر لکھیں) تب بھی اللہ کے کلمات ختم و کم نہ ہو سکیں گے۔ یقیناً اللہ تو ہر حال میں غالب حکمتوں والا ہے۔ (۲۸) تمام تمہارے ایسے انسانوں کا پیدا کرنا اور پھر دوبارہ زندہ کرکے اٹھا دینا اللہ کے لئے ایسا ہی ہے جیسے کسی ایک نفس کو پیدا کرنا ہے۔ یقیناً اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے (۲۹) کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں گوندھ دیتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو مطیع و فرمانبردار بنا رکھا ہے اور سورج کا سارا نظام ایک نامزد گھڑی تک رواں دواں چلا جا رہا ہے اور یقیناً اللہ ان سب اعمال سے خبردار ہے

نے ختم ہوتے ہوتے اس حقیقی (فرقان ۲۷ / ۲۵) ظالم کو اللہ اور اللہ کے دین کی بحثوں اور مجادلوں میں پھر مصروف دکھا دیا اور بتا دیا کہ وہ ایک مجسم شیطان ہے اور پوری قوم کو جہنم میں لے جانے کی ذمہ داری پوری کر رہا ہے۔ (۲۱-۲۰ / ۳۱) اور فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ خاندان رسولؐ کو حکومت سے محروم کرکے قومی حکومت بنائے گا۔ (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اور (بقرہ ۲۰۵ / ۲) اور مومنین سے کہا گیا کہ تم محمدؐ و آل محمدؐ سے تمسک رکھو وہ ہی مستقل و مضبوط اور قابل اعتماد سہارا اور نجات کا ذریعہ ہیں۔ (۲۲ / ۳۱) اور رسولؐ کو تسلی دی گئی کہ تم اس قومی لیڈر کے کفر پر ملال نہ کرو وہ بھی ہمارے پاس حاضر ہوگا (۲۳ / ۳۱) اور وہاں وہ اور اس کا جگری یار دونوں سخت گرفت میں ہوں گے (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) اور واصل جہنم کئے جائیں گے۔(۲۴ / ۳۱) البتہ دنیا میں انہیں کچھ فائدہ اٹھانے کا موقع دے دیا گیا ہے۔(۲۴ / ۳۱) تاکہ وہ اصلاح کے تمام مواقع پاکر انہیں ٹھکرائیں اور پوری سزا پائیں۔

(۴) آیت (۲۷ / ۳۱) میں محمدؐ و آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے مقامات بلند کی طرف اشارہ ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں وہ حقیقت پھر دوہرائی گئی ہے۔ جو اس سے قبل سورۂ کہف میں مختصر طور پر فرمائی گئی تھی اور ہم وہاں

جو تم کرتے رہتے ہو۔ (۳۰) وہ سب کچھ اللہ اور نظام کائنات کے برحق ہونے کا ثبوت ہے اور یہ کہ جنہیں وہ اللہ کے علاوہ مدعو کرتے ہیں وہ باطل ہیں اور یہ کہ اللہ ہی بلند مرتبہ اور بزرگ ترین ہے ۔ (۳۱) کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ سمندروں میں جو کشتیاں چلتی ہیں وہ اللہ کی نعمت کے سہارے چلتی ہیں

اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ

اللہ ساتھ اس چیز کہ کرتے ہو تم خبر دار ہے یہ بسبب اس کے ہے کہ اللہ وہ ہے حق ثابت

وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ

اور یہ کہ جو کچھ پکارتے ہیں سوائے اس کے نابید ہو جانے والا ہے اور یہ کہ اللہ وہ ہے

الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ

بلند مرتبہ بزرگ کیا نہ دیکھا تو نے یہ کہ کشتیاں چلتی ہیں بیچ دریا کے ساتھ نعمتوں اللہ کے

سے اس لئے خاموش گزر آئے تھے۔ کہ ہمیں سورۂ لقمانؑ کی آیت (۲۷ / ۳۱) کا انتظار تھا۔ اور بھی بہت سے ایسے مقامات آئے جہاں الفاظ ” کلمۃ یا کلمات“ بیان ہوئے ہیں ۔ لیکن ہم زیر نظر آیت کے آنے تک قارئین کی توجہ سلسلہء کلام سے ہٹانا نہ چاہتے تھے۔یہاں یہ گزارش کرنا ہے کہ ان الفاظ کے معنی بیان کرنے میں طرح طرح کے تکلفات اور آنا کانی سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ اور عموماً ان کا ترجمہ ”بات، کلام، فرمودات“ کر لیا جاتا ہے ۔ کہیں اسے فیصلہ قرار دیا جاتا ہے ۔ الغرض موقع شناسی کو ملحوظ رکھ کر کچھ نہ کچھ کہہ دیا جاتا ہے ۔ حالانکہ قرآن میں جب یہ لفظ سب سے پہلے آیا تھا وہاں ضروری تھا کہ علما چونکیں اور سوچیں کہ ان الفاظ کے لئے ”عام بات چیت“ ترجمہ کرنے سے حقیقت چھپ جائے گی فرمایا یہ گیا تھا کہ:

(۴۔ الف) حضرت آدمؑ اور کلمات خداوندی۔ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ البقرۃ

علامہ رفیع الدین کا ترجمہ:”پس سیکھ لیں آدم نے پروردگار اپنے سے کچھ باتیں پس پھر آیا اوپر اس کے تحقیق وہی ہے پھر آنے والا مہربان“

(۲) علامہ مودودی کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو: علامہ کا ترجمہ:”اس وقت آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی، جس کو اس کے رب نے قبول کر لیا،کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔“(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۷۔۶۸)

(۳) علامہ اشرف علی کا ترجمہ : ”بعد ازاں حاصل کرلئے آدم نے اپنے رب سے چند الفاظ تو اللہ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی ان پر یعنی توبہ قبول کرلی بیشک وہی ہیں بڑے توبہ قبول کرنے والے مہربان“(مترجمہ قرآن تاج کمپنی صفحہ ۱۰)

(۴) فرمان علی کا ترجمہ: ”پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے) چند الفاظ سیکھے پس خدا نے (ان الفاظ کی برکت سے) آدم کی توبہ قبول کرلی بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے“(مترجمہ قرآن صفحہ ۱۰)

(۵) علامہ مقبول احمد کا ترجمہ : ”پس آدمؑ کو اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمات ملے (جن سے) خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے “(مترجمہ قرآن صفحہ ۱۰)

(۶) علامہ امداد حسین کا ترجمہ: ”پس آدم نے اپنے پروردگار سے کلمے سیکھے(ان کی برکت سے) اللہ تعالیٰ نے آدم (کے اس بے محل فعل) سے درگزر کیا بے شک وہ بڑا درگزر کرنے والا مہربان ہے“(مترجمہ قرآن صفحہ ۸)

(۴۔ب) شیعہ سنی ترجموں کی جانچ اور ان دونوں کی طرف سے غلط تصورات کا اضافہ:

بات شروع کرنے سے پہلے یہ سن لیں کہ ان ترجموں میں پہلے تین تراجم اہل سنت لیبل کے علما کے ہیں اور دوسرے تین شیعہ لیبل کے مترجمین ہیں ۔ اور اگر آپ تمام ترجموں کو خود دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ جناب علامہ اشرف علی تھانوی اور جناب مقبول احمد صاحبان کے علاوہ ان میں سے کوئی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قابل تعظیم نہیں سمجھتا۔ اس لئے کہ

لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ	تا کہ تمہیں اللہ اپنی آیاتؐ میں سے کچھ آیات دکھا دے یقیناً ان کشتیوں کے چلنے میں اور اس نعمتؐ کو سمجھنے میں تمام صبر و شکر کرنے والوں کے لئے معجزات ہیں (۳۲) اور جب کشتیوں کے مسافروں کو آسمان بوس موجیں گھیر لیتی ہیں
تا کہ دکھلاوے تم کو نشانیوں اپنی سے تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے ہر	
صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ	
صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے اور جب ڈھانکتی ہے ان کو موج مانند سائبانوں کے	

انہوں نے ان کے نام پر نہ تو حرف صاد (صلی اللہ علیہ) لکھا نہ عین(علیہ السلام) بنایا۔ پھر یہ دیکھیں کہ اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے ۔ جس کا ترجمہ "سیکھے" "سیکھ لیں" یا "سیکھ کر" یا "حاصل کر لئے" کیا جا سکے اور نہ آیت میں آدمؑ کے معافی مانگنے یا توبہ کرنے کا تذکرہ ہوا ہے ۔ اور نہ درگزر کرنے معاف کرنے یا بخشنے کے لئے کوئی لفظ موجود ہے ۔ رہ گئے آیت کے اندر آئے ہوئے الفاظ ان کی ذمہ داری ہمارے سر ہے ان میں وہ مطلب نہیں ہے جو ان علما کے سر میں بھرا ہوا خود ساختہ عقیدہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حکم خدا کے خلاف (معاذاللہ) نافرمانی کا گناہ یا ترک اولیٰ کیا تھا۔ اور اس لئے کہ انہوں نے گویا ان علما کی زبان میں ہاتھ جوڑ کر، ناک زمین پر رگڑ کر معافی طلب کی اور اللہ نے درگزر یا معافی دے دی۔ یہ تصور اس لئے بھی غلط و باطل ہے کہ قصور ، خطا ، گناہ یا غلطی کے بعد محض معافی مانگ لینا یا بقول ان علما کے توبہ کرلینا کافی تھا تو کلمات کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ پھر ہم چیلنج کرتے ہیں کہ حضرت آدمؑ سے نہ غلطی ہوئی نہ ترک اولیٰ سرزد ہوا اس لئے کہ نہ تو قرآن سے ثابت ہے نہ انبیاؑ سے غلطیاں ہوتی ہیں ۔ ہمیں یا قارئین کو وہ حکم دکھایا جائے جس کی آدمؑ نے خلاف ورزی کی تھی؟ وَلَا تَقْرَبَا کے معنی لَا تَاْ کُلَا نہیں ہیں ۔ بات قرآن سے ہوگی ذاتی تصورات و خود ساختہ تفہیمات سے نہیں ۔اس آیۂ مبارکہ (۳۷ / ۲) میں دو الفاظ قابل غور ہیں اوّل "فَتَلَقّٰٓى" دوم "تَابَ" تاب کے معنی اصلاح کے لئے پلٹ کر آنا اور کام کو وہیں سے شروع کرنا جہاں سے اصلاح کی ضرورت سامنے آئی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں لفظ یا فعل تاب کا فاعل آدمؑ نہیں بلکہ اللہ ہے۔ اگر علما اس لفظ کے اردو والے معنی توبہ کرنا۔ ہاتھ جوڑنا وغیرہ کرنا چاہئیں تو یہ کام آدمؑ نے نہیں بلکہ اللہ نے کیا ہے آدمؑ نے جو کچھ بھی اس آیت میں کیا ہے اس کا تعلق لفظ فَتَلَقّٰٓى سے ہے اور اس لفظ پر اور اس کی بنیاد(مادہ) پر ہم سورۂ قصص کی تشریح نمبر ۱۶ میں گفتگو کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ لفظ تَلَقّٰى کا مادہ ل۔ق۔ی ہے اور اس مادہ میں ملاقات ، ملنا ، آمنے سامنے رُو در رُو ہونا ، کسی چیز کو کسی کے سامنے پیش کرنا لازمی معنی ہیں۔ چنانچہ آیت (۳۷ / ۲) کا ترجمہ یہ ہوگا کہ:"چنانچہ آدمؑ نے اپنے رب کے کلمٰتؑ سے ملاقات کی (یا کلمات کے سامنے پیش ہوئے) تو اللہ نے ان (آدمؑ) کی راہنمائی و اصلاح کی طرف توجہ دی اللہ بیشک سب سے زیادہ راہنمائی اور اصلاح کے لئے متوجہ ہونے والا رحیم ہے" بات ختم ہوگئی کہیں گناہ و غلطی و ترک اولیٰ کی بات ہے نہ کچھ سیکھنے یا سکھانے کا موقع ہے نہ کسی اور کہانی یا روایت کی احتیاج ہے ۔ کلماتؑ سے ملاقات ہو جانا یا کلمٰتؑ کے سامنے جناب آدمؑ کا پیش ہوجانا ہی اس بات کی ضمانت تھا کہ آئندہ آدمؑ و بنی آدم کی راہنمائی و اصلاح اور دستگیری کے لئے اللہ ذمہ داری قبول کر لے ۔

(۴ ۔ج) کلمٰتؑ خداوندی کے متعلق مولویانہ تصور مودودی کے قلم سے :

علامہ نے تو لکھ دیا کہ: (۱)" آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جس کو اس کے رب نے قبول کرلیا " مگر علامہ کو یہ بتانا چاہئے تھا کہ وہ" کلمات" کیا تھے؟ جن سے توبہ قبول ہونے میں دیر نہ لگی اور یہی نہیں کہ (معاذاللہ) قصور و غلطی و گناہ معاف کردیا بلکہ اللہ نے ان کو اسی وقت مجتبٰی و مصطفٰی بھی بنا دیا تھا (طٰہٰ ۱۲۲ / ۲۰ اور آل عمران ۳۳ / ۳) اور اس کے بعد زمین پر بھیجا تھا۔ (طٰہٰ ۱۲۳ / ۲۰)

(۲) علامہ نے یہ بھی مانا ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کوکَلِمٰتٍ سے آزمایا اور نتیجہ میں ابراہیمؑ کو درجہ امامت پر فائز کر دیا گیا تھا۔ لیکن کلمات سے وہ مشکلات مراد لی ہیں جو انہیں ان کی زندگی میں پیش آئیں حالانکہ اللہ نے کہیں ان مشکلات کو کلمات قرار نہیں دیا بلکہ ان کی پوری سرگزشت بیان کی ہے ۔ اور اسی قسم کی دقتیں، مصائب و مشکلات تمام انبیاؑ کو پیش

دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۚ فَلَمَّا

پکارتے ہیں اللہ کو خالص کر کر واسطے اس کے دین کو یعنی عبادت کو پس جب

نَجّٰىهُمۡ اِلَى الۡبَرِّ فَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ؕ وَ مَا

نجات دیتا ہے ان کو طرف جنگل کی پس بعض ان میں سے بیچ کی راہ پر رہتے ہیں اور نہیں

يَجۡحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوۡرٍ ۝۳۲ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا

انکار کرتا ساتھ نشانیوں ہماری کے مگر ہر ایک عہد توڑنے کفر کرنے والا اے لوگو ڈرو

تو اب پورے دینی خلوص کے ساتھ اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور جب اللہ انہیں طوفان سے نجات دے کر خشکی میں پہنچاتا ہے تو ان میں سے اعتدال پر قائم ہو جانے والے بھی ہوتے ہیں اور ہماری آیتوں کا جانا بوجھا انکار اور تردید کرنے والے تو سارے ہی غدار اور ناشکرے ہوتے ہیں۔(۳۲)اے قریش وغیرہ لوگو تم اپنے پروردگار کے

آئے ہیں کیا ان سب کو اس نے امامت کا درجہ دیا تھا؟ یہاں علامہ نے آیت کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔ سنئے:

وَإِذِ ٱبۡتَلَىٰٓ إِبۡرَٰهِـۧمَ رَبُّهُۥ بِكَلِمَٰتٖ فَأَتَمَّهُنَّۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامٗا ﴿١٢٤﴾ البقرة

علامہ کا ترجمہ:۔"یاد کرو کہ جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے "چند باتوں میں آزمایا" اور وہ سب میں پورا اتر گیا۔ تو اس نے کہا "میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۱۰)

یہاں ہمیں صرف لفظ کلمات کے متعلق توجہ دلانا ہے اللہ نے فرمایا کہ "فَأَتَمَّهُنَّ" اور علامہ نے اس کا ترجمہ کیا کہ:

علامہ کا ترجمہ : "وہ ان سب میں پورا اتر گیا" حالانکہ اللہ نے یہ کہا تھا کہ:

رفیع الدین کا ترجمہ:"پس پورا کیا ان کو" یعنی خود ابراہیمؑ پورے نہیں اترے بلکہ کلمات کو مکمل کیا۔ یعنی ابراہیمؑ کے امتحان میں تمام "کلمات" نہ تھے بلکہ چند کلمات (بِكَلِمَٰتٖ) تھے۔ ابراہیمؑ کی آزمائش یہ تھی کہ وہ کلمات کی تعداد میں کمی کو محسوس کر کے ان کی پوری تعداد بتائیں۔ چنانچہ انہوں نے تمام کَلِمَٰتٍ پورے پورے بتا دیئے (أَتَمَّهُنَّ) جیسے حضرت آدمؑ نے تمام اسماء کے مسمّٰی بتا دئے تھے (بقرہ ۳۳۔۳۲ / ۲) اور یہاں بھی ان ہی کلماتؑ کے نام بتائے گئے تھے۔ اور ان ہی کلماتؑ سے ملاقات کی بنا پر مجتبیٰ و مصطفیٰ بنائے گئے تھے۔ بہر حال علامہ کلمات کے متعلق یہ بھی مانتے ہیں کہ:

(۳)۔"باتوں"(كَلِمَٰتٍ)سے مراد اس کے کام اور کمالات اور عجائب قدرت و حکمت ہیں"(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۰ حاشیہ نمبر ۸۰)

(۴) اور اللہ کی باتوں (کلمات) سے مراد ہیں اس کے تخلیقی کام اور اس کی قدرت و حکمت کے کرشمے "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۳۔حاشیہ نمبر ۴۸) قارئین غور فرمائیں کہ علامہ نے ترجمہ تو کلمات کا "باتوں" کیا لیکن یہاں باتوں کو اللہ کے کام مان لیا۔ اور کام بھی وہ جو قدرت و کمال و عجائبات سے تعلق رکھتے ہوں۔ اب ایک قدم اور آگے بڑھیں تا کہ حقیقی کلمات صلواۃ اللہ علیہم تک رسائی میں سہولت ہو جائے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

(۴۔د) کلماتؑ، الفاظ یا باتیں نہیں اور کام بھی نہیں بلکہ چند معزّز ترین بزرگ ہستیاں ہیں:

(علامہ کی زبانی سنئے:" اور جب فرشتوں نے کہا" اے مریم اللہ تجھے اپنے ایک فرمان(کلمۃ کا ترجمہ فرمان کیا ہے۔احسنؔ) کی خوشخبری دیتا ہے۔ اس کا نام مسیح عیسٰی ابن مریم ہو گا۔ دنیا و آخرت میں معزز ہو گا۔ اللہ کے مقربؑ بندوں میں شمار کیا جائے گا۔ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا۔ اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۵۱ آیت آل عمران ۴۵ / ۳ اور ۴۶ / ۳) قارئین کو علامہ کی سینکڑوں ہیرا پھیریوں کے باوجود یہ معلوم ہو گیا کہ بہت سے کلمات میں سے ایک کلمہ کا نام "عیسٰیؑ مسیح ابن مریمؑ"،علیہما السلام بھی ہے۔ اور وہ بھی باقی کلمات کے ساتھ مقرب بندوں میں شمار ہو گا۔ یعنی باقی کلمات بھی نہ باتیں ہیں۔ نہ کام ہیں اور نہ فرمودات ہیں بلکہ مقرب بارگاہِ خداوندی بندے ہیں۔ اور یہ کہ وہ بندے بھی کم از کم اندھوں کو بینائی عطا کرنے والے، مُردوں کو زندگی بخشنے والے، علمِ غیب کی اطلاع دینے والے کوڑھیوں کو تندرست کر دینے والے اور ہر زمانہ اور ہر عمر میں بولنے والے اور مجسم معجزات ہیں۔

رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَ

پروردگار اپنے سے اور ڈرواس دن سے کہ نہ کفایت کرے گا باپ بیٹے اپنے سے اور

لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا

نہ کوئی اولاد کفایت کرنے والی ہے باپ اپنے سے کچھ تحقیق وعدہ اللہ کا سچا ہے پس نہ

تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۳۳

فریب دے تم کو زندگانی دنیا کی اور نہ فریب دے تم کو ساتھ اللہ کے فریب دینے والا

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي

تحقیق اللہ کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ بیچ

سامنے ذمہ دار بنو اور اس دن سے عاجزی اختیار کرو جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کو بدلہ نہ دے سکے گا۔ اور نہ ہی کوئی اولاد ایسی ہے جو اپنے والد کو کوئی جزا دے سکے یقیناً اللہ کا وعدہ برحق اور سچا ہے چنانچہ تمہیں یہ دنیا کی دل چسپ زندگی فریب میں مبتلا نہ کردے اور نہ ہی تمہیں وہ مجسم غرور لیڈر اللہ کے متعلق دھوکا دے سکے (۳۴) یقیناً اللہ کو قیامت تک کا علم ہے اور فریاد رسی نازل کرتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ بچہ دانیوں میں کیا کچھ

(۴۔ ہ) کلماتؑ کے تعارف میں مرحلہ وار ایک اور قدم بڑھا کر محمدؐ و آل محمدؐ کی طرف آیئے۔

اب قارئین یہ دیکھیں کہ اللہ نے کس حسن و احتیاط کے ساتھ حقیقی کلمات صلوٰۃ اللہ علیہم کی طرف راہنمائی کی ہے۔ ارشاد خداوندی یہ ہے کہ:" اور ابراہیمؑ نے اپنے عقیدہ کو ایک باقی رہنے والے کلمہ کی صورت میں اپنے بعد اپنے خاندان میں چھوڑا تھا۔ چنانچہ ان قریشی لوگوں کو اور ان کے باپ دادوں کو اس سے نفع اندوزی کرنے کا ہم نے کافی موقع دیا یہاں تک کہ ان کے پاس مکمل حق اور مشہور و معروف رسولؐ پہنچ گیا"(زخرف ۲۹۔۲۸ / ۴۳) آپ یہ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد میں ایک مسلسل قائم رہنے والی مسلم اُمت کی دعا کی تھی(بقرہ ۱۲۸ / ۲) اور اسی اُمت میں سے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مبعوث ہونے کی دعا کی تھی (۱۲۹ / ۲) اور یہ دعا بھی کی کہ اے اللہ میرے لئے آخری زمانہ والوں میں ایک راست گو زبان قائم کردینا (شعراء ۸۴ / ۲۶) اور جواب میں اللہ نے فرمایا تھا کہ ہم نے ابراہیمؑ ہی نہیں بلکہ ان کی اولاد کے انبیاً اسحٰاق ویعقوبؑ کے لئے بھی علیؑ کو راست گو زبان مقرر کیا ہے(مریم ۵۱ / ۱۹)۔ لہٰذا خالص قرآن کے بیانات سے جناب محمدؐ مصطفیٰ اور علی مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہما کلمات خداوندی ثابت ہوگئے۔ اب ان کے صفات وا لقابات احادیث سے سن کر دیکھیں کہ چودہ سمندر ہی نہیں اور اس دنیا کے تمام درخت ہی نہیں بلکہ اگر ساری کائنات کی فضائیں اور خشکیاں بھی روشنائی میں تبدیل ہو جائیں اور کائنات کی ہر مخلوق درخت بن کر قلم بن جائیں اور تمام جن و انس وملائکہ منشی اور اہل قلم بن جائیں تب بھی یہ سامان ختم ہوجائے گا۔ مگر اللہ کے ایک کلمہ کی صفات و خصوصیات و قدرت احاطہ تحریر میں نہ آسکے گی۔

(۴۔ و) حدیث میں کلمۃ اللہ کی پوزیشن مقام محمدیؐ و مصطفویؐ و مرتضویؐ:

چنانچہ علمائے اسلام عموماً اور مودودی خصوصاً مانتے ہیں کہ کلمات کی ذیل میں اللہ نے جو فرمایا ہے وہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔سنئے :"یہ مضمون اس سے ذرا مختلف الفاظ میں سورۂ کہف آیت ۱۰۹ میں بھی بیان ہوا ہے۔بظاہر ایک شخص یہ گمان کرے گا کہ شاید اس قول میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ لیکن اگر آدمی تھوڑا سا غور کرے تو اسے محسوس ہو گا کہ درحقیقت اس میں ذرہ برابر مبالغہ نہیں ہے۔ جتنے قلم اس زمین کے درختوں سے بن سکتے ہیں اور جتنی روشنائی زمین کے موجودہ سمندر اور ویسے ہی سات مزید سمندر فراہم کرسکتے ہیں ان سے اللہ کی قدرت و حکمت اور اس کی تخلیق کے سارے کرشمے تو درکنار شاید موجوداتِ عالم کی مکمل فہرست بھی نہیں لکھی جاسکتی۔ تنہا اس زمین پر جتنی موجودات پائی جاتی ہیں اسی کا شمار مشکل ہے کجا کہ اس اتھاہ کائنات کی ساری موجودات ضبط تحریر میں لائی جاسکیں" (تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۲۳)

کلمات خداوندی میں اللہ کی پوری قدرت:

علامہ نے جو کچھ لکھا اور جس دل سے لکھا اور جس مقصد سے لکھا اس سے قطع نظر کرکے اتنا تو سمجھ میں آگیا ہوگا کہ علامہ کے نزدیک بھی اللہ نے

ہو رہا ہے اور کوئی ذی حیات ایسا نہیں ہے جو مادی دلیل کے ساتھ یہ جانتا ہو کہ کل وہ کیا کچھ کمائی کرے گا اور کوئی ذی حیات یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کس خطہ زمین پر مرے گا یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا خبر دار رہنے والا ہے۔

الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِیْ

پیٹوں ماں کے ہے اور نہیں جانتا کوئی جی کیا کماوے گا کل کو اور نہیں جانتا کوئی

نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۳۴﴾ ع

جی کس زمین میں مرے گا تحقیق اللہ جاننے والا خبردار ہے

اپنی ساری کائنات کی موجودات، اپنی قدرت کی انتہا، اپنے کرشموں اور معجزات و کمالات کو ظاہر کرنے کے لئے لفظ "کلمات" کا استعمال کیاہے۔ قارئین کے سمجھنے میں سہولت کے لئے ہم دو جملے اور لکھنا چاہتے ہیں ۔ تاکہ جب ان کے سامنے احادیث کے حیران کن بیانات آئیں تو انہیں بجائے مبالغہ کے، حقیقت سمجھنے کی کوشش کریں۔ ذرا سوچئے کہ حضرت آدمؑ و حضرت حوا علیہما السلام سے قیامت تک کتنے انسان پیدا ہوںگے؟ کیا ان کا شمار آسان ہے ؟ پھر کیا یہ سمجھنا کوئی مشکل بات ہے کہ اللہ نے آدمؑ و حوّا میں ساری نوع انسان کو سمیٹ دیا تھا ؟ کیا وہ دونوں پوری نوع انسان کی بنیاد نہیں ہیں ؟ پھر حوّا کی بنیاد بھی تو خود آدمؑ ہیں اس لئے کہ انہیں حضرت آدمؑ ہی سے وجود بخشا تھا (نساء ۱ / ۴) پھر آدمؑ ایک نبی ہیں اور انبیاء بھی کلمہ ہونے کی وجہ سے لفظ "کلمات" میں داخل ہیں (آلِ عمران ۴۵ / ۳) لہٰذا حضرت آدمؑ خود بھی ایک کلمہ ہیں تو کیا اس کلمہ کو بیان کرنے کے لئے ساری نوع انسان اور اس کے تمام متعلقات کا بیان کرنا آسان ہے؟ پھر آدمؑ ہوں یا کوئی اور نبیؑ ہو ان کی بھی تو کوئی بنیاد ہوگی؟ لہٰذا علامہ کی یہ بات صحیح ہے کہ لفظ "کلمات" پوری کائنات و تخلیقات و عجائبات و معجزات اور اللہ کی ساری قدرتوں کے مجموعے کا خلاصہ ہے ۔ اب احادیث سنئے اور کلمات کے کرشمے دیکھئے ۔

(۴ ۔ ز) امام زین العابدینؑ کی زبان مبارک سے "کلمات" پر آیات و بیانات: امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ:

قَوْلَهٗ تَعَالٰی قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ الکهف" وَتَلَا اَیْضًا" وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (۲۷) لقمان" یَا جَابِرُ اَثْبَاتُ التَّوْحِیْدِ وَ مَعْرِفَةُ الْمَعَانِیْ اِمَّا اِثْبَاتُ التَّوْحِیْدِ وَ مَعْرِفَةُ اللّٰهِ الْقَدِیْمُ الْغَائِبُ الَّذِیْ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (۱۰۴) الانعام" وَهُوَ غَیْبٌ بَاطِنٌ سَتُدْرِكُهٗ كَمَا وَصَفَ بِهٖ نَفْسَهٗ وَاَمَّا الْمُعَانِیْ فَنَحْنُ مَعَانِیْهِ وَ ظَاهِرُهٗ فِیْكُمْ اَخْتَرَعَنَا مِنْ نُوْرِ ذَاتِهٖ وَفَوَّضَ اِلَیْنَا اُمُوْرَ عِبَادِهٖ فَنَحْنُ نَفْعَلُ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ وَ نَحْنُ اِذَا شِئْنَا شَآءَ اللّٰهُ وَ اِذَا اَرَدْنَا اَرَادَ اللّٰهُ وَ نَحْنُ اَحَلَّنَا اللّٰهُ عزّوجلّ هٰذَا المحلّ وَاصْطَفٰنَا مِنْ بَیْنِ عِبَادِهٖ وَجَعَلَنَا حُجَّتَهٗ فِیْ بِلَادِهٖ فَمَنْ اَنْكَرَ شَیْئًا مِنْ ذٰلِكَ وَرَدَّهٗ فَقَدْ رَدَّ عَلَی اللّٰهِ جَلَّ اِسْمُهٗ وَ كَفَرَ بِاٰیٰتِهٖ وَ اَنْبِیَآئِهٖ وَ رُسُلِهٖ یَا جَابِرُ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ تَعَالٰی بِهٰذِهِ الصِّفَةِ مُوَافِقَةً لِمَا فِی الْكِتٰبِ المنزل وَذٰلِكَ قَوْلَهٗ تَعَالٰی لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ عَلِیْمٌ وَ قَوْلَهٗ تَعَالٰی لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ الانبیاء" قَالَ جَابِرُ...الخ

ترجمہ: اللہ نے فرمایا ہے کہ: "(اے محمدؐ) کہہ دو کہ اگر تمام سمندر کلمات اللہ (صلی اللہ علیہم) کی تفصیل لکھنے کے لئے روشنائی بن جائیں تو ان کی روشنائی ختم ہو جائے گی لیکن میرے پروردگار کے کلمات کی تعریف ختم نہ ہو سکے گی ۔ بلکہ اگر ہم اتنی ہی روشنائی اور فراہم کردیں تو وہ بھی کلمات اللہ کی توصیف و تعریف و تفصیل کے لئے کافی نہ ہو گی۔" پھر یہ آیت بھی تلاوت فرمائی کہ زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور زمین کے تمام سمندر روشنائی بن جائیں اور مزید سات سمندر مل کر سیاہی فراہم کریں تب بھی کلمات خداوندی کی تفصیل ختم نہ ہوگی ۔ بے شبہ اللہ اسی وجہ سے تو ہرحالت میں غالب حکمت والا ہے۔

اے جابرؓ اللہ کی یگانگت اور اُس معنی کی معرفت کے متعلق یہ سمجھ لو کہ اللہ کی ذات اور اس کی معرفت اس کی قدامت اور غیبت میں اس طرح ہے کہ وہ وہی ذات ہے کہ "تمام آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ ہر آنکھ کا ادراک رکھتا ہے۔" اور یہ کہ اس کو مثالوں سے بھی نہیں سمجھا جا سکتا کیوں کہ اس کی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔ حالانکہ وہ سننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے اور وہ غائب اور پوشیدہ ہے لہٰذا ادراک کر سکتا ہے جیسا کہ خود اس نے اپنی صفات میں فرمایا ہے۔ رہ گئے توحید اور اس کی معرفت کے معنی و مطالب! چنانچہ اس کی توحید و یگانگت اور معرفت کے معنی و مفاہیم ہم خود ہیں اور ہمیں تمہارے درمیان ظاہر کر کے دکھا دیا گیا ہے۔ اللہ نے ہمیں اپنی ذات کے نور سے اختیار کیا ہے اور ہمیں اپنے بندوں کے امور سونپ دیئے ہیں۔ چنانچہ ہم جو چاہتے ہیں اس کی اجازت سے کرتے ہیں۔ اور جب ہم چاہتے ہیں تو اللہ چاہتا ہے اور ہم جب ارادہ کرتے ہیں تو اللہ ارادہ کرتا ہے (یعنی ہم اس کے ارادہ اور منشاء کے ماتحت رہتے ہیں۔احسنؔ) اور ایسے تمام مقامات پر اللہ کی نمائندگی بجا لاتے ہیں۔ اس نے ہمیں اپنے تمام بندوں میں سے انتخاب کر کے مصطفیٰ بنایا اور اپنی تمام آبادیوں میں اپنی حجت قرار دیا ہے۔ اور جو کوئی ان مذکورہ مقامات کا انکار کرے یا ان میں سے کسی ایک بات کا منکر ہو یا کسی منزلت کی تردید کرے۔ تو وہ براہ راست اللہ کی تردید کرنے والا ہے اور اس کی واضح آیات پر پردہ ڈالنے والا ہے۔ اور اس کے نبیوںؑ اور رسُولوں کی پوزیشن کو چھپانے والا ہے اور اے جابر جو کوئی اللہ کی معرفت مذکورہ صفات کے ساتھ حاصل کرلے تو اس نے توحید کو ثابت کر دیا۔ اس لئے کہ یہی وہ صفات ہیں جو نازل شدہ کتاب کے مطابق ہیں اور اس کا وہی قول ہے کہ "اُسے آنکھوں سے پایا نہیں جاسکتا اور وہ آنکھوں کو پاتا اور دیکھتا ہے۔ اس کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جا سکتی اور یہ کہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا بھی ہے "(۲۱/۲۳)۔اور اسی نے فرمایا ہے کہ "کوئی بھی اس کے کسی فعل پر جواب طلب نہیں کر سکتا اور لیکن باقی تمام قابل باز پرس ہیں۔" (حدیث مسلسل جاری ہے)

(۲) کلمات خداوندی کی دوسری جھلک:

جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ: "میں زمین کی راہوں اور طریقوں کی بہ نسبت آسمانی راستوں اور طریقوں کی زیادہ معرفت رکھتا ہوں۔ ہم وہ نام ہیں جسے اللہ نے اپنے علمی خزانے اور راز و رموز کی کان میں رکھا ہوا ہے۔ اور ہم اللہ کے وہ حسین نام ہیں جن کا اس نے قرآن میں چار جگہ ذکر کیا ہے اور جن کے وسیلے سے دعائیں مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور ہم وہ اسمائے گرامی ہیں جو عرش پر لکھے ہوئے چلے آ رہے ہیں اور ہمارے ہی لئے اللہ نے آسمانوں اور زمینوں اور عرش اور کرسی اور جنت و جہنم پیدا کئے تھے۔ ہم ہی سے ملائکہ نے تسبیح کرنا، اللہ کو مقدس کر کے پیش کرنا اور کلمۂ توحید و تہلیل و تکبیر کرنا سیکھا ہم ہی وہ کلمات ہیں جن سے آدمؑ کی ملاقات کرائی گئی تھی۔ اور ان کی ہدایت کاری اور اصلاح حال کی ذمہ داری لی گئی تھی۔"

> اِنِّی لَاَعْرَفُ بِطُرُقِ السَّمٰوٰتِ مِنْ طُرُقِ الْاَرْضِ نَحْنُ الْاِسْمُ الْمَخْزُوْنَ الْمَكْنُوْن نحن اسماء الْحُسنیٰ الَّتِیْ اِذَا سئل اللہ عزّوجَلَّ بِھَا (وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا۔ اعراف ۱۸۰/ ۷، بنی اسرائیل۱۱۰/ ۱۷، طٰہٰ ۸/۲۰، حشر ۲۴ / ۵۹) اجاب نحن الاسماء المکتوبۃ عَلیَ العرش ولِاَجلنا خلق اللہ عزّوجَلَّ السمآء والارض والعرش والکرسی و الجنّۃ والنار ومنا تعلّمت الملائکۃ التَّسبِیْح والتّقدیس والتّوحید والتّھلیل والتّکبیر ونحن الکلمات الّتِی تِلَقَاھا آدمؑ من رَبِّہ فتاب علیہ

(۳) کلمات خداوندی کی تیسری جھلک:

جناب طارق بن شہاب رضی اللہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ: "حضورؐ نے فرمایا کہ اے طارق امام ہی اللہ کا کلمہ ہے وہی اللہ کی حجت ہے اور وہی وجہ اللہ یا اللہ کی توجہ ہوتا ہے وہی اللہ کا نور ہوتا ہے وہی اللہ کے

> اَلْاِمَامُ کَلِمَۃُ اللہِ و حُجَّۃُ اللہ وَ وجہُ اللہ وَ نور اللہ و حجاب اللہ و اٰیۃ اللہ یختارہ اللہ وَ یجعل فیہ ما یشآء و یوحب لَہٗ بِذٰلك الطاعۃ والولایۃ علیٰ جمیع خَلْقہ فھو وَ لیُّہ، فی سَمٰوٰتِہٖ و ارضِہٖ اِخذلہ بِذٰلك العھد علیٰ جمیع عبادہ فَمَنْ تَقدّم علیہ کفر باللہ من فوق عرشہ فھو یفعل ما یشآء واذا شآءَ اللہ شآء و یکتب علیٰ عُضدہ و تَمّتُ کَلِمَۃ ربّك صدقاً وعدلا فھو الصدق والعدل و ینصب لہ عمود مِن نور مِنَ الارض الیِ السمآء و

لئے پردہ ہوتا ہے اسی کو اللہ کی آیت یا معجزہ کہتے ہیں اللہ نے اسے اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اس کے لئے جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور وہی سبب ہے کہ امامؑ کی اطاعت وولایت و حکومت کو اپنی تمام مخلوقات پر واجب کر دیتا ہے پس امامؑ ہی اللہ کی طرف سے اس کا حاکم ہے اس کی حکومت آسمانوں پر بھی اور زمین پر بھی ہوتی ہے اور اسی حکومت و اطاعت کے لئے اس نے اپنے تمام بندوں سے عہد لے رکھا ہے۔ چنانچہ جو کوئی امامؑ پر تقدم حاصل کرکے خود کو امامؑ بنا لے تو اس نے عرش کی بلندیوں پر اللہ سے کفر کیا اور وہ کافر ہے۔ چنانچہ امامؑ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور امامؑ اسی وقت چاہتا ہے جب پہلے اللہ چاہے اور اللہ امامؑ کے بازو پر لکھ دیتا ہے کہ تیرے رب کا کلمہ سچائی اور عدل کے ساتھ مکمل ہوگیا ہے۔ چنانچہ امامؑ ہی مجسم صدق و عدل ہوتا ہے۔ اور اللہ امامؑ کے لئے ایک نور کا ستون بلند کردیتا ہے جو زمین سے لے کر آسمانوں کی پہنائیوں میں سے گزرتا ہے۔اور امامؑ اس نوری ستون میں تمام بندگان خدا کے اعمال دیکھتا رہتا ہے اور ضمیروں کے احوال اور واردات کو جانتا ہے اور غیب پر مطلع رہتا ہے۔وہ متصرف علی الاطلاق ہوتا ہے اور مشارق و مغارب کے درمیان سب کچھ دیکھتا ہے۔ چنانچہ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی نہ کائنات کے اندر نہ ملکوت کے اندر"

> يَرَى فيه اعمال العباد ويلبس الهيبة ويعلم ما فى الضمير ويطلع على الغيب ويعطى التصرف على الاطلاق ويرى ما بين المشرق والمغرب فلا يخفى عليه شيء من عالم الملك والملكوت الخ۔۔۔۔

یہ حدیث بہت طویل و مفصل ہے اور اس میں کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو امامؑ کے لئے ثابت نہ ہو گئی ہو۔اسی میں فرمایا ہے کہ:

> وَهُمْ الْكَلِمَةُ الْعُلْيَا (وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۝٤٠ التوبة) و مبدا الوجود و غايته وقدرة الرّب و مشيّته وَ اُمّ الكتاب و خاتمته و خزنة الوحى و حفظته اَنَا آخِذُ العهد على الارواح فى الازل انا المنادى لهم اَلَسْتُ بربّكم بامر قيوم لم يزل اَنَا كَلِمَةُ اللهِ الناطِقَةِ۔ اَنَا وَجْهُ الله، اَنَا جنب الله اَنَا يدالله انا عين الله، انا القرآن الناطق و انا برهان الصادق و انا اللوح المحفوظ، انا قلم الاعلىٰ انا الٓمّٓ ذلك الكتاب، انا كٓهٰيٰعٓصٓ انا طٰه اَنَا كلمة الله الَّتِى يجمع بها المتفرق و يفترق بِهَا المجتمع و وَ اَنَا اسمآء الحسنىٰ و امثاله العليا و آياته الكبرىٰ واَنَا صاحب الجنّة والنّار، اَسْكن اهل الجَنة الجَنة واهل النار النار

وہی اللہ کا بلند رہتے جانے والا کلمہ ہیں۔ اور یہ کہ: اور وہ تمام موجودات کی بنیاد ہیں اللہ کی قدرت اور اس کی مشیت وہی ہیں اور وہی اُم الکتاب یعنی کتاب کی بنیاد ہیں اور وہی کتاب کا مجسم خاتمہ ہیں۔ (کتاب العوالم فضائل آل محمدؐ) اور یہ جملہ بھی جناب علی مرتضیٰ صلوۃ اللہ علیہ وسلامہ نے فرمایا تھا کہ:" میں ہی وہ ہستی ہوں جس نے اللہ کے حکم سے تمام ارواح سے روز ازل عہد لیا تھا اور میں ہی وہ ندا کرنے والا ہوں جس نے سب سے پوچھا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں اور میں مسلسل اللہ کی مخلوقات کے اندر ایک بولتا ہوا اللہ کا کلمۃ رہا ہوں" اور یہ بھی فرمایا کہ:" میں ہی اللہ کا چہرہ یا وجہ ہوں میں ہی اللہ کا پہلو ہوں میں اللہ کا ہاتھ ہوں میں اللہ کی آنکھیں ہوں۔ میں بولتا ہوا قرآن ہوں۔ میں سچ نکلنے والی دلیل ہوں میں ہی لوح محفوظ ہوں، میں ہی بلند مرتبہ قلم ہوں میں ہی آلمّٓ والی کتاب ہوں میں ہی کٓھٰیٰعٓصٓ ہوں میں ہی طٰہ ہوں" اور یوں بھی واضح کیا کہ:" میں ہی اللہ کا وہ کلمہ ہوں جو منتشر اجزاء کو ایک صورت میں مجتمع اور موثر کرتا ہے اور مجتمع اجزاء اور صورتوں کو بکھیر کر متفرق کر دیتا ہے۔ اور میں ہی اللہ کے حسن انگیز ناموں کا مجموعہ ہوں اور اللہ کی بزرگ ترین مثالیں ہوں اور میں ہی اللہ کی بڑی آیات ہوں اور میں ہی جنت کا مالک ہوں اور میں جنت کے حقداروں کو جنت میں بساؤں گا اور میں ہی جہنم کا مالک ہوں اور جہنم کمانے والوں کو جہنم میں جھونک دوں گا۔"

گزارش: یہاں جن حضرات کو مبالغہ معلوم ہو وہ اتنی سی بات سوچیں کہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد اگر سچ مچ وہ سب کچھ نہ ہوتے جو آپ نے ابھی ابھی پڑھا ہے تو انہیں اور انکی اولاد کو بھی وہی کچھ کرنا چاہئے تھا جو یزید و معاویہ کے زمانہ میں باقی خلفاء کی اولاد نے کیا۔ ان کو بھی اپنی جان ومال کا تحفظ کرنا چاہئے تھا ،اُنہیں بھی قرآن کے عطا کردہ ان حقوق کی آڑ میں چھپ جانا چاہئے تھا جو باقی مدینہ کے تمام صحابہ اور ان کی اولاد نے اختیار کی تھی۔
چونکہ ان کو وہ رعایات حاصل نہ تھیں جو خلفاء اور ان کی اولاد و دیگر صحابہ اور اُمت کو رعایات دی گئی تھیں کہ خطرات سے بچیں جان کا خطرہ ہو تو کفر اختیار کرلیں شرابی کو خلیفہ مان لیں، غاصبوں، ظالموں، کے سامنے دست بستہ رہیں۔اس لئے انہوں نے اپنی اور اپنی

اولاد کی جان و مال و عزت سب اُمت اور دین کے لئے قربان کی ۔ وہ خود دین تھے وہ دین کی عطا کردہ رعایات سے کیسے فائدہ اٹھاتے اور دین کو تباہ ہوجانے دیتے ؟ یہ کائنات کا سارا کاروبار ان کی ذمہ داری تھی وہ کس طرح خود اپنے کاروبار کو تباہ ہونے دیتے ؟ ان پر لازم تھا کہ وہ لعنت کے حق داروں کو دین کی آڑ سے نکالتے ان کے چہروں سے اسلامی نقاب نوچ کر پھینک دیتے لہٰذا انہوں نے وہ کچھ کر دکھایا جو افرادی و مالی قوتوں سے ناممکن تھا آج دنیا کی عظیم کثرت کے سامنے وہ لوگ برہنہ کھڑے ہیں جو مقدس مآب بن گئے تھے۔ آج وہ کثرت کافروں یہود و نصاریٰ اور بے دینوں کے سامنے محتاج وفقیر و ملعون بنی کھڑی ہے ۔ جو ان حضراتؑ کے خلاف اٹھی تھی ۔ آج ان کا دین دنیا کے تمام فلسفوں کے سامنے ذلیل و رسوا اور لا یعنی و بے معنی ہے اور ان کی وجہ سے اور ان کی تفہیمات سے یہ قرآن ایک ناقابل اعتناء کتاب بن کر رہ گیا ہے جو مجتہدین کے اجتہاد کی ٹانگوں سے چلتاہے ۔ جو نظام اجتہاد کے سہارے کھڑا ہوتا ہے ۔ اور آج اس کی ضرورت کسی مسلمان کو بھی نہیں پڑتی ان کے تمام پروگرام قرآن کے بغیر بنتے اور مکمل ہوتے ہیں ۔ آج قرآن کو سمجھنے کی کسی مسلمان کو ضرورت نہیں ہے ۔ آج قرآن کے نام نہاد علما بھکاری ہیں بکاؤ مال ہیں۔ دن میں کئی کئی مرتبہ بکتے ہیں ۔ الغرض وہ دین جسے اسلام کہا گیا تھا۔ اس کا صرف نام رہ گیا ہے اور قرآن کے صرف الفاظ رہ گئے ہیں ۔ نہ ان کی معنوی حیثیت باقی ہے نہ ان میں کوئی اثر باقی ہے ۔ اور یہ سب کچھ اس لئے کہ مکے کے لیڈروں نے اللہ و رسولؐ و قرآن کو اپنے اجتہاد کے ماتحت کرلیا ہے ۔

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّ ثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اوراس میں تیس (۳۰) آیتیں اور تین رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

(۱) الف۔لام۔ میم کی موجودگی میں۔(۲) اس کتاب کے رب العالمین کی طرف سے نازل ہونے میں کسی قسم کا شش و پنج اور گنجلک نہیں ہے (۳) کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کتاب کو خود ہی ایجاد کرلیا ہے؟ بلکہ ان سے کہہ دو کہ یہ تو حقائق کا مجموعہ ہے تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا تاکہ تم ایک ایسی قوم کو تنبیہ کرسکو جس کے پاس آپ سے پہلے ماضی قریب میں کوئی نذیر نہیں آیا تھا شاید وہ ہدایت حاصل کرلیں (۴) اللہ وہی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان موجود ہے چھ دن میں پیدا کیا اور پھر عرش پر مکمل مرکزِ حکومت قائم کیا

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ ط

اتارنااس کتاب کانہیں شک بیچ اس کے کہ پروردگار عالموں کی طرف سے ہے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

کیا کہتے ہیں کہ باندھ لیاہے اس نے بلکہ وہ حق ہے پروردگار تیرے کی طرف سے

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

تو کہ ڈراوے تو اس قوم کو کہ نہ آیا ان کے پاس کوئی ڈرانے والا پہلے تجھ سے

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ

تو کہ وہ راہ پاویں اللہ وہ شخص ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور

مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ط

جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے بیچ چھ دن کے پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ	اور تمہارے لئے اس کے سوا کوئی ہمدرد و
نہیں واسطے تمہارے سوائے اس کے کوئی دوست اور نہ شفاعت کرنے والا	حاکم اور اللہ کا جوڑی دار یا اس کے کاموں
اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ	میں مداخلت کرنے والا کوئی نہیں ہے ۔کیا تم اس سے سبق نہیں لیتے ؟(۵) اللہ آسمان سے
کیا پس نہیں نصیحت پکڑتے تدبیر کرتا ہے کام کی آسمان سے طرف زمین کی پھر	زمین کی طرف امر حکومت کی تدبیریں کرتا ہے پھر ہر تدبیر کا رد عمل پستی سے بلند ہوتا ہوا
ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ	ایک ایسے دن میں نتیجہ خیز ہو جاتا ہے جس کی
چڑھ جاتا ہے طرف اس کی وہ کام بیچ ایک دن کے کہ تھی قدر اس کی ہزار برس	مقدار تمہاری گنتی کے ایک ہزار برس ہوتی ہے

تشریحات سورۂ سجدہ :

(۱) آیت (۴ / ۳۲) کَلِمَةَ اللّٰهِ کی پوزیشن کے خلاف مشرکین قریش کی سازش کا اہم رخ۔

ہم نے اپنی تشریحات میں قرآن کی آیات سے یہ بات ثابت کردی ہے کہ جب قرآن کے واضح احکام نے قریش کے خود ساختہ بزرگوں کی خودساختہ بزرگی اور تقدس کو فنا کر دیا تو قریشی لیڈروں نے یہ طے کر لیا کہ وہ جوابی طور پر ان تمام بزرگوں اور بزرگیوں کو فنا کر کے رہیں گے جنہیں قرآن بزرگی عطا کر کے ہم پر مسلط کر رہا ہے ۔ قارئین نے قرآن میں یہاں تک بار بار قریش کے مختلف عقائد و اصول ملاحظہ کیے ہیں اور دیکھا ہے کہ وہ ہرگز ہرگز خدا کی خلاّقیت و رزّاقیت اور قدرت و کمالات و معجزات کے منکر نہ تھے بلکہ ہم یہاں تک ثابت کر چکے ہیں کہ وہ بالکل ایسے ہی مسلمان تھے جیسا کہ ایک ہزار سال سے مسلمانوں کے علما کی کثرت مسلمان رہتی چلی آئی ہے ۔ جس طرح یہ علما ایسے مردوں اور عورتوں کو بزرگ بنائے ہوئے ہیں جن کی بزرگی قرآن سے ثابت ہونے کے بجائے ان کی مذمت سے قرآن بھرا پڑا ہے ۔ اور یہ علما ان کو اپنے خطبات میں نام بنام شامل رکھتے ہیں اور ان کے لئے صِدق و رُشد و محبوبیت و مقبولیت کے خودساختہ افسانے سناتے رہتے ہیں۔ حالانکہ قرآن نے ان کو ملعون قرار دیا ہے ۔ اور ہم چیلنج کرتے ہیں کہ قرآن کی ایک آیت ان میں سے کسی ایک کے نام کے ساتھ ان کی بزرگی پر سنا دو تو ہم ان سب کو بزرگ مان لیں گے ۔ مگر افسوس کہ ان کے اختیار و تیار کردہ بزرگوں کے حق میں ایک آیت بھی نہیں مل سکتی۔ وہ کرتے یہ ہیں کہ جن آیات میں نیک مسلمان صحابہ کا ذکر ہوا ہے انہیں پڑھ کر اور خود ساختہ افسانوں کو ان آیات کے ساتھ جوڑ کر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں اور فلاں اور فلاں کی مدح میں نازل ہوئی تھیں۔ لیکن قرآن فلاں اور فلاں اور فلاں پر لعنت بھیجتا ہے اور ان کو رسوؐل کا دشمن اور رسوؐل کے دین کے خلاف دین گھڑنے اور قرآن کو چھوڑنے و مہجور کرنے کا جرم عائد کرتا ہے (فرقان ۳۱۔۲۷ / ۲۵) بہرحال بات یہ ہو رہی تھی کہ قریش عہد رسوؐل سے پہلے بھی مسلمان تھے۔ فرق اتنا تھا کہ انہوں نے بھی اپنے بعض محسنوں اور لیڈروں کو بلا کسی الہامی دلیل اور خدا کی اجازت کے اپنی دعاؤں کے قبول ہونے، اور اپنی نجات کے لئے وسیلہ اور شفیع بنا رکھا تھا ۔ ان سے قرآن نے باربار وہ دلیل و ثبوت طلب کیا ہے جس میں خدا نے انہیں اجازت دی ہو کہ فلاں اور فلاں کو اپنا وسیلہ یا شفیع بنا لیں ۔ (یونس ۶۸ / ۱۰) ان سے کہا گیا کہ:"تم نے جن لوگوں کے نام خود ہی بزرگوں میں شمار کر رکھے ہیں ان کے لیے اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی ہے"(اعراف ۷۱ / ۷) (یوسف ۴۰ / ۱۲) (نجم ۲۳ / ۵۳) لہٰذا سوال یہ تھا کہ تمہارا کسی کو وسیلہ بنا لینا یا اپنا شفیع سمجھنا حق بجانب ہوتا اور تمہیں مشرک نہ کہا جاتا اگر تم نے اللہ کی اجازت یا حکم کے بعد ان کو وسیلہ یا شفیع مانا ہوتا ۔ چنانچہ عہد رسوؐل کے قبل کے مسلمان صرف غلط وسیلہ اور شفیع اختیار کرنے کی بنا پر مشرک کہلائے اور انکی طرح طرح قرآن میں مذمت ہوئی ۔ لیکن رسوؐل پر جو مشرک ایمان لائے انہوں نے اپنے بزرگوں کے انتقام میں ان وسائل اور شُفَعَاء (شفیعوں) کے ماننے کو بھی شرک قرار دے دیا جن کو اللہ نے وسیلہ اور شفیع بنانے کا حکم دیا تھا۔اور سابقہ مسلمانوں کے لئے یہ مشہور کیا کہ وہ اپنے بزرگوں کو اللہ کی خالقیت و رازقیت اور قدرتوں میں برابر کا شریک قرار دیتے تھے۔

مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶﴾

ان برسوں سے کہ گنتے ہو تم یہ ہے جاننے والا غیب کا اور حاضر کا غالب مہربان

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ

وہ شخص کہ اچھی طرح بنایا ہر چیز کو کہ پیدا کیا ہے اس کو اور شروع کیا پیدا کرنا

الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾

انسان کا مٹی سے پھر کی اولاد اس کی خُلاصے پانی حقیر سے

(۶) وہ سب کچھ کرنے والا ہی ذاتی طور پر غیب کا عالم اور موجودات کا جاننے والا اور ہر حال میں غالب اور مہربان ہے۔ (۷) وہی ہے جس نے ہر ہر چیز کو حسین انداز میں پیدا کیا اور انسانوں کی پیدائش کی ابتدا طین سے کی تھی (۸) پھر انسانی نسل کو ایک بہت مہین قسم کے پانی کے خلاصے سے جاری رہنے کا بندوبست کردیا تھا

اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے بزرگوں کی عبادت کرتے تھے۔ اور یہ دونوں باتیں ان پر اتہام و الزام اور قرآن کے خلاف سفید جھوٹ ہیں۔ اس لئے کہ اللہ نے قرآن میں سابقہ مشرک مسلمانوں کی طرف سے بتایا ہے کہ:

(ا۔ الف) نام نہاد مسلمان علما کے خلاف مشرکین مکہ اور قریش اللہ کو مانتے تھے۔شفاعت کے قائل تھے قیامت پر یقین تھا۔

”اہل مکہ اور قریش اللہ کے علاوہ ان کی بندگی بھی بجا لاتے ہیں جو نہ تو انہیں فائدہ پہنچائیں گے اور نہ ان کا نقصان ہی کر سکیں گے اور کہتے یہ ہیں کہ یہ حضرات ہمارے لئے اللہ کے حضور میں شفاعت کرنے والے ہیں(وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ﴿۱۸﴾ یونس) اس آیت کو قرآن میں پورا پڑھیں اور سوچیں کہ اگر وہ لوگ قیامت اور حشر و نشر اور جنت جہنم کو نہ مانتے ہوتے اور ان چیزوں پر ان کا ایمان نہ ہوتا تو انہیں نہ کسی قسم کی اور کسی کی عبادت کی ضرورت تھی نہ کسی کو اپنا شفیع بنانے کی احتیاج ہوتی لہٰذا ثابت ہوگیا کہ قومی علما کا یہ کہنا کہ عہد رسولؐ کے قریش اللہ پر ایمان نہ رکھتے تھے۔ وہ خدا کو چھوڑ کر بت پوجا کرتے تھے سوفیصد کذب افتراء اور تہمت ہے۔

(ا۔ ب) مشرکین قریش اللہ کی قائم کردہ ولایت کے علاوہ کچھ لوگوں کو اپنا ولی سمجھتے تھے۔

پھر اللہ نے یہ بھی تصدیق کی ہے کہ مشرکین مکہ و قریش نہ صرف اللہ کے حضور شفاعت اور شفاعت کرنے والوں ہی کی ضرورت سمجھتے تھے۔” بلکہ وہ اللہ کی قائم کردہ ولایت کے ساتھ ساتھ ایک اور واجب الاطاعت ولایت اور اولیا کے بھی قائل تھے جن کے توسط اور وسیلے سے انہیں اللہ کے حضور تقرب حاصل ہو سکے۔“

وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ الخ ﴿۳﴾ الزمر

اس آیت میں مذمت کا وہی پہلو مشترک ہے کہ وہ لوگ” اللہ کے علاوہ (مِن دُونِهِۦٓ) اپنی خود ساختہ ولایت کے بھی قائل تھے۔ لہٰذا ان کا قصور یہ تھا کہ وہ اپنے خود ساختہ شفیع اور شفاعت اور ولی و ولایت کو شامل کرتے تھے۔ اور اسی غلط عقیدے اور عمل کی بنا پر انہیں مشرک قرار دیا گیا ہے۔ ورنہ وہ بالکل ایسے ہی مسلمان تھے جیسا کہ ایک ہزار سال سے نام نہاد مسلمان علما مسلمان ہیں۔ اس لئے کہ یہ بھی حکومت وولایت الٰہیہ میں ایسے لوگوں کو شریک کئے ہوئے ہیں جن کے لئے قرآن میں کوئی سند، دلیل یا سلطان نازل نہیں ہوا ہے۔ ہماری اس تمہید کو سامنے رکھتے ہوئے اب یہ سنئے اور سمجھنے اور برداشت کرنے کی کوشش کریں کہ شفیع کے حقیقی اور بنیادی معنی بھی وہ نہیں ہیں جو قرآن کو مہجور کرنے والی قومی حکومتوں نے مشہور کرا دیئے ہیں۔ اور یہ صرف اس لئے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو شافع محشر اور شفیع المذنبین مانا گیا ہے۔ اور جس طرح ہم قرآن میں معنوی تبدیل و تحریف کرنے والوں کو قرآن ہی سے مجرم ثابت کرتے آئے ہیں اسی طرح الفاظ۔ ا۔ شافع۔ ۲۔ شفعا۔ ۳۔ شفاعۃ۔ ۴۔ شفیع کے حقیقی معنی بھی قرآن ہی سے اور خود تحریف کرنے والوں اور ان کے ہم مسلک علما کی ترجمانی سے دکھاتے ہیں۔ چنانچہ قارئین ایک دم قرآن کے تیسویں پارہ میں سورۂ الفجر کھولیں اور دیکھیں کہ اللہ نے اس سورۂ مبارکہ کی ابتدا چند چیزوں کی قسم کھا کر کی ہے پہلی قسم کسی عظیم الشان صبح (فجر) کی کھائی

ہے ۔ دوسری قسم دس راتوں کی ہے۔ اور تیسری قسم یہاں پوری لکھ کر اس کے مختلف ترجمے دکھائیں گے تاکہ باطل کے پردے ہٹا کر حقیقی معنی سب کو معلوم ہو جائیں ۔ قرآن سنئے اور تراجم دیکھئے :

وَالْفَجْرِ ﴿١﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ﴿٢﴾ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ﴿٣﴾ الفجر

رفیع الدین : قسم ہے فجر کی، اور راتوں دس کی ، اور جفت اور طاق کی ۔ (مترجم قرآن)

اشرف علی : قسم ہے (فجر کے وقت کی) اور (ذی الحجہ کی) راتوں دس کی ، اور جفت اور طاق کی۔(مترجم قرآن)

عبدالقادر : قسم ہے فجر کی، اور راتوں دس کی ، اور جفت اور طاق کی۔ (مترجم قرآن)

مودودی : قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی ، اور جفت اور طاق کی۔ (تفہیم القرآن جلد۶ صفحہ ۳۲۶)

شاہ ولی اللہ : قسم بصبح وبشبہائے دہگانہ و قسم بجفت وطاق (مترجم قرآن صفحہ ۷۸۲)

آپ تمام ترجمے دیکھ جائیں ماشاء اللہ شیعہ سنی دونوں قسم کے مترجمین نے اس آیت (۸۹/۳) کا ترجمہ یہی جفت (شفع) اور طاق (وتر) کیا ہے۔ ترجمہ یہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ عربی زبان میں جفت کو مزوج اور طاق کو فرد سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ بہر حال اس ترجمہ سے یہ پتہ چل گیا کہ مادہ ش۔ف۔ع سے بننے والے الفاظ کے معنی میں سفارش کو کوئی دخل نہیں ہے۔ لہٰذا لفظ شفیعٌ یا شافعٌ یا شفعا کے معنی ہر گز سفارش کرنے والا نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے معنی میں "جفت" یا "جوڑی" یا "ساتھی" یا "دوہرا" اور "ڈبل" (DOUBLE) کی قسم کا مفہوم ہونا چاہئے۔ جسے ہم بیان کرنے والے ہیں۔ لیکن پہلے یہ دیکھ لیں کہ ان دو لفظوں۔ ا۔ شفعٌ اور ۲۔ وترٌ کے لئے قومی حکومتوں کو اور ان کے تنخواہ دار مترجمین اور مفسروں کو اور ان کے قدم بقدم چلنے والے مجتہدین کو کتنے پاپڑ بیلنا پڑے؟ علامہ مودودی سے سنئے اور تفصیل لغات القرآن اور تفسیروں میں دیکھئے۔ ارشاد ہے کہ:

" ان آیات کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان بہت اختلاف ہوا ہے ۔ حتّٰی کہ "جفت اور طاق" کے بارے میں تو ۳۶ اقوال ملتے ہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۲۶)

(ا ۔ ج) شافع، شفیع، اور شفعا کے حقیقی معنی عدالتوں اور اہل حق کے درمیان معلوم و مشہور ہیں؟؟

قارئین مفسرین اور علامہ کو ان کے حال پر چھوڑ کر آپ ایک بہت آسان اور روزمرہ استعمال ہونے والے لفظ سے سمجھ لیں تو بہتر ہو گا۔ اور وہ لفظ حقِ شفعہ ہے اس لفظ کو اور اس حق کو تمام وکلاء اور تمام عدالت کے جج اور تمام لکھے پڑھے لوگ اور ان پڑھوں کی کثرت جانتی اور استعمال کرتی ہے ۔ یہ حق وہ حق ہے جو ہر اُس شخص کو حاصل ہے جس کی رضامندی کے خلاف کوئی مالک اپنی ملکیت کی کسی چیز کو فروخت نہیں کر سکتا ۔ اور اگر فروخت کر دے تو اس کے خلاف عدالت میں شفع یا شفعہ دائر کیا جائے گا۔ اور عدالت یہ دیکھنے کے بعد کہ واقعی مدعی کو اس چیز پر شفع کا حق ہے، حکمیہ وہ چیز سابقہ خریدار سے واپس لے کر مناسب قیمت میں اس دوسرے حقدار کو فروخت کرائے گی۔ چنانچہ مالک اور پہلا خریدار مجبور ہو کر رہ جائیں گے ۔ یہ ہے وہ "جوڑی دار" جو شفع کی وجہ سے مالک کے ساتھ جفت رہتا ہے ۔ اور مالک مالک رہتے ہوئے بھی اس کی رضامندی کے خلاف اپنی ملکیت کی چیز کو اس کے سوا کسی اور کو فروخت نہیں کر سکتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ نے آیت مندرجہ بالا (۳ / ۸۹) میں اپنے کسی ایسے جوڑی دار کی قسم کھائی ہے جو اللہ پر حق شفع رکھتا ہے ۔ اور لفظ شافع اور شفیع کے یہی معنی ہیں کہ وہ ایسا حق رکھتا ہے کہ اس کی رضامندی کے بغیر کوئی فرد کسی کو متعلقہ چیز دے نہیں سکتا۔ اور مومنین کرام آج تک محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان ہی معنی میں شافع محشر اور شفیع المذنبین سمجھتے اور مانتے چلے آئے ہیں کہ اللہ حضورؐ کی رضامندی کے بغیر کسی شخص کو جزا و سزا نہیں دے سکتا۔ اس لئے کہ وہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی اور عطا کردہ حق کے خلاف نہیں کر سکتا۔ اور یہ وعدہ جس ہولناک قربانی کے بدلے میں ملا ہے اس کی یادگار پرسوں دس محرم بروز پیر گیارہ دسمبر ۱۹۷۸ء کو دنیا بھر میں منائی جانے والی ہے اور جس پر محمدؐ و آل محمدؐ اور ان کے فداکاروں

نے اتنا خون چھڑکا جس سے ایک سمندر بھر جاتا ان کے اتنے افراد قتل ہوئے کہ ایک ہمالہ پہاڑ کی اونچائی پوری ہو جاتی اور ہر یادگار کے منانے میں منوں خون سڑکوں اور گلیوں میں چھڑک دیا جاتا ہے اور اپنے گوشت کا قیمہ اچھال کر محبت محمدؐ و آل محمدؐ اور کربلا کے شہداء کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے ۔ تین ماہ تک آرام و چین عیش و راحت کو خیر باد کہہ کر سوگ منایا جاتا ہے ۔ اس سب کے بدلے میں حق شفع کوئی وزن دار چیز نہیں ہے۔ انہوں نے خودکو فروخت کرکے اللہ سے اس کی تمام رضامندیاں خرید لیں (بقرہ ۲۰۷ / ۲) لہٰذا رضامندیوں کے مالکؑ ہی وہ ہستیاںؑ ہیں جو نوع انسان کی نجات کے ضامن و ذمہ دار ہیں ان کی قربانیاں ہی تو مدنظر تھیں کہ انہیں کلمۃ اللہ بنایا گیا ۔ انہیں مشیت اللہ و ارادۃ اللہ مقرر کیا گیا۔یہی تو وجہ ہے کہ ان کی زبان اللہ کی زبان اور ان کا قول قرآن اور اللہ کا قول کہلایا۔ رہ گئے وہ لوگ جو مشرکوں کی اولاد ہیں ۔ جو دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ کے پرستار ہیں۔ وہ کیوں ان حقائق کو تسلیم کریں؟ انہیں آخر جہنم میں جانے سے کون روکے گا؟؟ لیکن وہ دنیا میں دوبارہ آنے اور ایمان کی تمنا کریں گے(۱۲ / ۳۲) مگر دوزخ میں رہیں گے ۔

(۱ ۔د) سورۂ یونس آیت (۳ / ۱۰) کے ترجمہ کا وعدہ اورمقام شفاعت کا منجانب اللہ ہونا :

ہم بعض مقامات پر عام مترجمین کا ترجمہ اختیار کرلیتے ہیں تا کہ جب تک بنیادی اصول سمجھ میں نہ آجائے قارئین کی توجہ کو نہ ہٹایا جائے ۔چنانچہ ہم نے بھی لفظ شفیع اور شفاعۃ کا عام ترجمہ کردیا تھا اور قارئین سے وعدہ کیا تھا کہ وہ زیر نظر آیت اور سورۂ (سجدہ ۴ / ۳۲) کا انتظار فرمائیں ۔یہاں مادہ ش۔ف۔ع سے بننے والے الفاظ کے معنی قرآن (۳ / ۸۹) سے ثابت ہو جانے کے بعد اب آپ سورۂ یونس کی آیت (۳ / ۱۰) پڑھیں اور صحیح و بنیادی ترجمہ دیکھیں ۔

إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ ۖ يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ ۖ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِنۢ بَعْدِ إِذْنِهِۦ ۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمْ فَٱعْبُدُوهُ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾ یونس

”یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ روز میں وجود بخشا اور پھر عرش پر مکمل مرکز حکومت الٰہیہ قائم کیا اور اس میں کسی کو دخل اندازی کا اور حق شفعہ حاصل نہیں ہے البتہ اللہ کی اجازت کے بعد یہ حقِ شفعہ حاصل ہو سکتا ہے ۔اس پوزیشن والا ہے اللہ تمہارا پروردگار چنانچہ تم اس کی بندگی کرو کیا تم سبق اندوزی نہیں کرتے ہو“۔

اس آیت کا عام ترجمہ کرکے اس لئے انتظار کرایا گیا تھا کہ اسی آیت کی تفصیل و وضاحت سورۂ سجدہ میں آنا تھی۔ چنانچہ جو کچھ اس ایک آیت (۳ / ۱۰) میں فرمایا گیا وہی کچھ سورۂ سجدہ کی تین آیات میں آیتوں کے نمبروں کا لحاظ رکھتے ہوئے بیان کیا گیا گویا اگر سورتوں کا نمبر ہٹا لیا جائے تو مضمون مسلسل معلوم ہو یعنی آیت نمبر ۳ میں وہ کچھ کہا جو (۳ / ۱۰) میں ہے ۔پھر آیات ۴۔ ۵۔ ۶۔ میں وہ تفصیل بیان کی ۔ جو (۶۔۴ /۳۲) میں ہے پھر سورۂ فجر کی تیسری آیت میں وہ معنی متعین کئے جو لفظ شفاعت اور شفیع کے ہوتے ہیں ۔ لہٰذا یہ سورتوں کے نمبر اور یہ آیتوں کے نمبر قرآن کی حقیقت اور تسلسل کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے ۔ اہل علم عنوان و موضوع پر نظر رکھتے ہیں اور اللہ کی تنزیلی حکمت کو جانتے ہیں ۔ اس لئے ان کی نظریں فاصلہ ہو جانے سے دھوکہ نہیں کھاتیں ۔ چنانچہ اللہ نے سورۂ سجدہ (آیات (۴۔۶ / ۳۲) میں تخلیق کائنات اور مرکز حکومت الٰہیہ کا قیام تو عرش پر اسی طرح بیان فرمایا جیسا کہ آیت (۳ / ۱۰) میں تھا۔ لیکن یہاں (۶ تا ۴ / ۳۲) حق شفع رکھنے کے ذکر کے ساتھ اس ولیؑ کی ولایت کا تذکرہ بھی کر دیا جس کے لئے مرکز حکومت قائم کیا تھا۔ اور پھر اس ولیؑ مطلق کو اور شفاعتؑ والے جوڑی دار یا جفت کو پوری کائنات میں احکام جاری کرنے اورنتائج برآمد کرنے میں ساتھ ساتھ رکھا اور پھر اپنی حکمت اور غلبہ اور علم و قدرت کی طرف اشارہ فرما دیا ہے۔(۴ تا ۶ / ۳۲) یہ تھی وہ جوڑی (شفیعؑ و ولیؑ کی) جس کے لئے سورۂ فجر میں قسم کھائی ہے ۔ یہ ہے وہ جفت جسے حق شفاعت یا شفعہ دیا گیا ہے ۔ (۳ / ۸۹)

(۱ ۔ ہ) وتر (۳ / ۸۹) کے حقیقی معنی کا تعین ہو جانے سے سورۂ فجر کی پہلی چاروں آیات واضح ہو جاتی ہیں ۔

سورۂ فجر کی آیت (۳ / ۸۹) میں آئے ہوئے لفظ”وَٱلْوَتْرِ“کے معنی بھی بگاڑے گئے اور اس کا غلط مقامات پر استعمال کر لیا

گیا تاکہ قرآن کی عظیم الشان حقیقت کو شک و شبہات اور مترجموں اور مفسروں کے تصورات کے پردوں میں چھپا دیا جائے۔ ان پردوں کو ہٹانے کے لئے پہلے آپ یہ دیکھیں کہ و-ت-ر وہ مادہ یا بنیاد ہے جس سے الفاظ متواتر۔ تواتر۔ وتیرہ (مستقل طرز عمل) بنتے ہیں۔ سوچئے کہ ان الفاظ میں لفظ طاق کی گنجائش کہاں ہے؟ اب ان ہی معنی کو ہمارے اصول کے مطابق قرآن کریم اور اس کے فریب خوردہ مترجمین سے تصدیق کر لیں اللہ نے فرمایا ہے:

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۖ كُلَّ ﴿٤٤﴾ المؤمنون

ترجمہ مودودی: "پھر ہم نے پے در پے اپنے رسولؑ بھیجے" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۷۹)

ترجمہ اشرف علیؒ: "پھر ہم نے اپنے پیغمبرؑوں کو یکے بعد دیگرے بھیجا" (مترجم قرآن صفحہ ۵۵۰)

ترجمہ شاہ عبدالقادر: "پھر بھیجتے رہے ہم اپنے رسولؑ لگا تار" (مترجمہ قرآن صفحہ ۵۷۰)

ترجمہ رفیع الدین: "پھر بھیجے ہم نے پیغمبرؑ اپنے پے در پے" (مترجمہ قرآن صفحہ ۳۸۸)

قارئین اس آیت کے تمام شیعہ سنی ترجمے دیکھ جائیں۔ کہیں بھی آپ کو لفظ "طاق" کا مفہوم نہ ملے گا۔ ہر جگہ لگاتار، پے درپے، متواتر، یکے بعد دیگرے ہی ملے گا۔ پھر ان میں سے کسی بھی عالم سے لفظ تَتْرَا کی بنیاد یا مادہ پوچھئے تو ہر عالم و طالب علم اس کا مادہ "و-ت-ر" بتائے گا۔ لہٰذا ازروئے قرآن اور علما ثابت ہوا کہ "الوتر" کے معنی "طاق" نہیں ہیں۔ ایک قدم اور بڑھائیے اور لغات القرآن علامہ عبدالرشید دیکھئے:

تَتْرَ کے معنی لغات القرآن سے اور اس کے مادہ و مصدر کی تصدیق۔

"تَتْرَا پےدرپے، مسلسل، تابڑ توڑ، یکے بعد دیگرے آنا، تَتْرٌ سے" جلد دوم (صفحہ ۸۸)

اگر قارئین علامہ راغب اصفہانی اعلی اللہ مقامہ کی کتاب مفردات القرآن دیکھیں گے تو یہ لفظ تتراء ت کی تختی میں نہ ملے گا۔ بلکہ واؤ کی ذیل میں ملے گا۔ اس لئے کہ علامہ قرآن کے ہر لفظ کو مادہ و مصدر کی ترتیب سے لکھتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تَتْرَا بھی وتر کے خاندان کا لفظ ہے اور اس کے بنیادی معنی طاق نہیں ہیں۔ اب ایک عام عربی اردو لغت سے الوتر کے چند استعمالات و معنی دیکھیں اور عربوں کی سازش کے باوجود اس لفظ الوتر کے حقیقی مفہوم پر غور کریں۔

عام عربی اردو لغت سے لفظ "الوتر" کے وہ معنی جن کا لفظ "طاق" سے تعلق نہیں ہے۔

"(وَتَرَ يَتِرُ وَتْرًا وَتِرَةً) ا۔گھبرا دینا۔۲۔ستانا۔۳۔ گھٹا دینا۔۴۔ جفت کو طاق کر دینا۔۵۔ کمان پر چلہ چڑھانا۔ ۶۔کمان کو زہ کرنا کھینچنا۔ ۷۔ نفرت کرنا۔۸۔ نقصان دینا۔۹۔ ٹھگنا۔۱۰۔ رشتہ داروں کو مار کر اکیلا بنانا" (المعجم الاعظم جلد ۵ صفحہ ۳۰۶۰ محمد حسن الاعظمی)

قارئین غور فرمائیں کہ یہاں و-ت-ر مادہ سے بننے والا ماضی "وَتَرَ" ہے اور مضارع "يَتِرُ" ہے اور مصدر وَتْرٌ (وَتْرًا) لایا گیا ہے۔ اور ان کے اوّلین تین معنی اور آخری چھ معنی وہ معنی ہیں جو اس لفظ الوتر کے حقیقی معنی ہیں اور ان سب معانی میں کسی کو نقصان پہنچا کر اس کی حیثیت میں کمی کرنا داخل ہے۔ اور یہاں لفظ طاق یا اکیلا اس وقت معنی میں داخل ہوتا ہے جب کسی کا سب کچھ لوٹ کر۔ ٹھگ کر نقصان پہنچا کر ایسا کر دیا جائے کہ وہ تنہا، اکیلا یا طاق رہ جائے اور یہ سب کچھ اس لئے کیا جائے کہ اس سے دشمنی و نفرت تھی۔ ان معنی کی تصدیق بھی قرآن سے کرتے چلیں اللہ نے فرمایا ہے کہ:

الوتر کے حقیقی معنی قرآن اور مترجمین سے تصدیق شدہ ہیں قرآن دیکھیں۔

فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ سورہ محمدؐ

ترجمہ رفیع الدین: "پس مت سستی کرو اور مت بلاؤ ان کو طرف صلح کی اور تم ہی غالب ہو اور اللہ ساتھ تمہارے ہے اور ہرگز نہ چھین لے گا تم سے عمل تمہارے۔"

ترجمہ شاہ عبدالقادر: "سو تم بودے نہ ہوئے جاؤ اور پکارنے لگو صلح اور تم ہی ہوئے اوپر اور

اللہ تمہارے ساتھ ہے اور نقصان نہ دے گا تم کو تمہارے کاموں میں"
ترجمہ اشرف علی: "سو تم ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا"۔
یہ تین ترجمے حق کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اس آیت میں الوتر سے مضارع یَتِرُ استعمال ہوا ہے۔ اور یہ بات خاص طور پر نوٹ کریں کہ یہ بیان سورۂ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں آیا ہے۔ اس لئے کہ الوتر کی ذیل میں جو کچھ ہوا اور جس کی قسم کھائی گئی ہے وہ محمدؐ ہی کے ساتھ ہوا تھا۔ ایک قدم اور بڑھئے اور اب سب سے معتبر لغت سے لفظ الوتر کے معنی کی وضاحت سنئے:

عام لغت المنجد سے الوتر کے وہ حقیقی معنی جو کربلا میں خانوادۂ نبوت پر گزرے۔

مطلب یہ ہے کہ جب کسی کے لئے لفظ وتر بولا جاتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے خلاف جبر و ظلم وستم کیا گیا ہے۔ دشمنی کی بنا پر انتقام لیا گیا۔ اس کا حق غصب کیا گیا۔ اسے نقصان پہنچایا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ خاندان قتل کیا گیا۔ آخر میں ایک انگریزی زبان والوں کی لغت پر نظر ڈالیں۔

"وَتَرَ يَتِرُ وَتْرًا وَتِرَةً فَلَانًا : اَصَابَهُ بِظُلْمٍ اَوْ مَكْرُوْهٍ اَفْزَعَهُ ۔فَلَانًا مَالَهُ اَوْ حَقَّهُ نقصه اِيَّاهُ اَلْوَتر وَالْوِتر : الانتقام اَوِ الظلم فيه ۔اَلْوَتِيْرَة۔ اَلْاِنْتِقَامُ اَوِ الظلم فيه ۔ الموتور ۔ مَنْ قُتِلَ له قتيل فَلَمْ يدرك بدمه (المنجد صفحہ ۸۸۵)

ایک عربی اور فارسی کی لغت جو انگریزی میں مطلب بتاتی ہے۔وتر کے معنی:

وتر A (V.N) Prosecuting کسی کے درپے ہو جانا
Terrifying کسی کو خوفزدہ یا ہراساں رکھنا
Promoting Evil برائیوں کو ترقی دینا
Fomenting enmity عداوت کو گرم رکھنا
Prompting to Revenge انتقام پر اکساتے رہنا۔
Defrauding دھوکے سے کسی کا حق مارلینا
Persian-English Dictionary Page **1445**

ہمیں امید ہے کہ ہمارے قارئین یہاں تک سمجھ گئے ہوں گے کہ الوتر کے معنی طاق کیوں کئے تھے؟ کیا یہ تاریخ کی چیختی چلاتی حقیقت نہیں ہے کہ قومی حکومت کی فوجوں نے خانوادۂ رسولؐ کا اور اس خانوادہ کے اعزاء و اقرباء اور تمام طرفداروں کا قتل عام کرکے جناب امام زین العابدین علیہ الصلوۃ والسلام کو تنہا و یگانہ چھوڑ دیا؟ لہٰذا معلوم و ثابت ہوا کہ اللہ نے اس آیت (۳ / ۸۹) وَٱلشَّفۡعِ وَٱلۡوَتۡرِ میں قریشی سازش اور آل محمدؐ کو حکومت سے محروم کرنے کے منصوبے کی تمام تفصیلات و اقدامات کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ جس میں ان کی فریب سازی، ان کے مظالم اور بے رحمی کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ اور اس خانوادہ کی اور اس کے فداکاروں اور شہداء کی یاد دلا کر اس تنہا جوانؑ کی قسم کھائی ہے جس نے کربلا کے بعد خانوادہ رسولؐ کی خواتین اور یتیم بچوں کی اور اسلام کی بحالی کی ذمہ داری سنبھالی اور اس دور کا آغاز کیا جو ظہور حضرت حجۃ علیہ الصلوۃ والسلام تک جاری رہنا ہے۔ اورمزید یہ کہ اس سورہ کا نام بھی سیّدالساجدین کی نسبت سے سورۂ سجدہ رکھا گیا ہے اور ہر مومن پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ اس سورہ کی تلاوت میں سجدہ بجا لائے تاکہ اپنے سیّد و نجاتؑ دہندہ کے ساتھ شمار ہو سکے۔

(ا۔و) سورۂ فجر عاشورہ محرم اور امام حسین علیہ السلام کے مشن کی یاد دہانی سے شروع ہوتی ہے۔

بہر حال اب یہ فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ سورۂ فجر کی یہ چاروں (۱ تا ۴ / ۸۹) آیات اور ان میں مذکورہ یہ پانچوں قسمیں محمدؐ و آل محمد صلواۃ اللہ علیہم اور کربلا کی شہادت عظمیٰ کے چاروں طرف گھومتی ہیں اور ان کے مقام بلند اور بے

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ

پھر تندرست کیا اس کو اور پھونکا بیچ اس کے روح اپنی سے اور کیا واسطے تمہارے

السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا

سننا اور دیکھنا اور دل تھوڑا سا شکر کرتے ہو اور کہا انہوں نے کیا جب

ضَلَلْنَا فِى الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ بَلْ هُمْ

کھوئے جاویں گے ہم بیچ زمین کے کیا ہوں گے ہم بیچ پیدائش نئی کے بلکہ وہ

بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ

ساتھ ملاقات رب اپنے کے کافر ہیں کہہ قبض کرے گا تم کو فرشتہ موت کا

الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱ ع وَ

وہ جو مقرر کیا گیا ہے ساتھ تمہارے پھر طرف رب اپنے کی پھیرے جاؤ گے اور

لَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ

کاش کہ دیکھے تو جس وقت گنہگاروں کو نیچے ڈالے ہوں گے سر اپنا نزدیک

(۹) پھر رحم مادر میں اس کے بچہ کو موزوں صورت عطا کی جاتی ہے اور پھر اس میں اپنی روح داخل کی جاتی ہے پھر اس نے تمہارے سننے کے لئے کان دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سمجھنے کے لئے دل و دماغ بنائے ہیں تم اے مسلمانو بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔ (۱۰) اور لیڈران قوم نے یہ اعتراض بھی کیا کہ ہمارے زمین میں دفن اور گم ہو چکنے کے بعد بھی ہمیں دوبارہ نئی صورت میں پیدا کر دیا جاسکے گا؟ یہی نہیں بلکہ وہ تو اپنے رب کی ملاقات کو بھی چھپانے والے لوگ ہیں۔ (۱۱) اے نبیؐ ان سے کہہ دو کہ تمہیں موت کا وہ فرشتہ وفات دیتا ہے جو تمہارے اوپر تمہاری موت کے لئے وکیل بنایا گیا ہے اس کے مارنے کے بعد پھر تم اپنے پروردگار کی طرف واپس لائے جاؤ گے۔ (۱۲) اور کاش کہ تم اس وقت دیکھو جب یہ قریشی مجرم سر جھکائے

مثل قربانیوں پر خراج تحسین پیش کرتی ہیں چنانچہ وَالْفَجْرِ اسی صبح کی قسم ہے جو جناب علی اکبر علیہ السلام کی آخری اذان سے شروع ہوئی تھی۔ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وہی عاشورہ کے شب و روز ہیں جن میں دس دن ایسے روح فرسا و غم انگیز تھے کہ انہیں بھی راتوں میں شمار کیا گیا۔ یعنی جس طرح ہم ایک دن کہہ کر رات کو اس دن میں شمار کر لیتے ہیں اسی طرح دس راتیں کہہ کر ان دنوں کو راتوں میں شمار کیا گیا ہے اور چونکہ ہمارا دن شروع ہی چاند دیکھ کر ہوتا ہے اور اس میں رات پہلے آتی اور اپنے ساتھ دن کو لاتی ہے اس لئے بھی صرف راتوں کا ذکر عشرہ کی موزوں ترین صورت ہے۔ پھر وَالشَّفْعِ وہی جوڑی ہے جو اس کائنات کی ابتدا اور ربوبیت کی بنیاد ہے اور جس جوڑی نے پوری کائنات کی نجات اور اللہ کی عبادت اور اس کے ذاتی و صفاتی تعارف کا نظام جاری کیا اور ایسے افراد تیار کئے جن پر اللہ اور جن و انس اور ملائکہ فخر کرتے رہنے اور درود و سلام بھیجتے رہنے کو واجب سمجھتے ہیں۔ اور اسی سلسلے میں وَالْوَتْرِ فرما کر ان کی قسم کھائی ہے۔ اور آخری (وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴ الفجر) قسم اس رات کی آمد پر کھائی گئی ہے جو ایسی صورت میں آنے والی تھی کہ میدان کربلا چھ مہینے کے شیر خوار بچے سے لیکر اور جوانوں بڈھوں کی مظلوم لاشوں سے پٹا پڑا تھا۔ رسولؐ کی بیٹیاں اور بہویں جلے ہوئے خیموں کے ڈھیر کے پاس باقی ماندہ بچوں کو لئے ہوئے بے مقنع و چادر بیٹھی ہوئی اس رات کے اندھیرے کا انتظار کر رہی تھیں۔ جو انہیں چادر بن کر دشمنوں کی نظروں سے محفوظ کرنے آ رہا تھا۔ یہ وہ رات تھی جو اس دنیا میں پہلی اور آخری بار آئی تھی۔ جس کا افتتاح شام غریباں کے اجتماع سے ہونا تھا۔ جس رات کو حضرت حر علیہ السلام کی زوجہ چار روز سے بھوکے پیاسے بچوں کے لئے پانی اور غذا لے کر آئی اور خانوادہ رسولؐ کی قافلہ سالار اور ذمہ دار جناب زینب علیہاالسلام کے حضور میں سر نیاز جھکایا تھا۔ اور جن کے پاس اپنی مہمان بیوہ کی آمد پر سامانِ مہمان نوازی نہ تھا۔ یہ تھیں وہ ذوات مقدسہ اور وہ شب و روز جو اس دنیا میں عالمگیر یادگار بن کر جاری ہیں۔ جنہوں نے رسولؐ کی حکومت چھیننے والوں کی حکومتوں کی بنیادوں کو ہلا ہلا کر تباہ کر دیا اور جو آج بھی دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ کے باطل ارادوں اور اقدامات میں سب سے بڑی اور خطرناک رکاوٹ ہیں۔ قارئین غور فرمائیں کہ قرآن کے صحیح معنی اختیار کرلینے سے سارے پردے اٹھ گئے اور حقیقت آپ کے سامنے ہے۔

رَبِّهِمْ ط رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ	اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے حق و باطل کا فرق خوب دیکھ لیا خوب سن لیا اب تو ہمیں دنیا میں ایک دفعہ پھر واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک اعمال کر سکیں ہمیں اب یقین آ گیا ہے (۱۳) اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہر صاحب حیات کو اس کی ہدایات پر مجبور کر دیتے مگر میری اس بات نے پورا ہو کر رہنا تھا کہ
رب اپنے کے اے رب ہمارے دیکھا ہم نے اور سنا ہم نے پس پھیر ہم کو کہ	
صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا	
عمل کریں اچھے تحقیق ہم یقین لانے والے ہیں اور اگر چاہتے ہم البتہ دیتے ہم	
كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ	
ہر ایک جی کو ہدایت اس کی و لیکن ثابت ہوئی بات میری طرف سے کہ	

(۲) ادارۂ نبوتؑ و امامتؑ کے افراد میں (۱۱ / ۳۲) ملائکہ بھی شامل و شریک ہیں اور ادارہ کی قوت و قدرت ہیں۔

اس آیہ مبارکہ (۱۱ / ۳۲) میں اس قوت و قدرت کا نام موت کا فرشتہ بتایا ہے جو تمام ذی حیات کی مقررشدہ زندگی یا عمر کو ختم کرکے موت سے دوچار کرتا ہے۔ اس فرشتے کو اللہ نے موت دینے کی ذمہ داری (وکالت) سونپی ہوئی ہے۔ اس کی وضاحت علامہ کی زبان سے بھی سنتے چلیں لکھا ہے کہ:

''موت کچھ یوں ہی نہیں آجاتی کہ ایک گھڑی چل رہی تھی، کوک (چابی۔احسن) ختم ہوئی اور وہ چلتے چلتے یکا یک بند ہو گئی۔ بلکہ دراصل اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص فرشتہ مقرر کر رکھا ہے۔ جو آ کر باقاعدہ روح کو ٹھیک اسی طرح وصول کرتا ہے جس طرح ایک سرکاری امین(OfficilReceiver) کسی چیز کو اپنے قبضے میں لیتا ہے۔ قرآن کے دوسرے مقامات پر اس کی مزید تفصیلات جو بیان کی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس افسر موت کے ماتحت فرشتوں کا ایک پورا عملہ ہے جو موت وارد کرنے اور روح کو جسم سے نکالنے اور اس کو قبضے میں لینے کی بہت سی مختلف النوع خدمات انجام دیتا ہے''(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۳)

(۲۔ الف) کیا قرآن میں تضاد و اختلاف ہے؟ نہیں بلکہ ملائکہؑ اور رسولوں کے اعمال کو اللہ کے افعال سمجھیں۔

یہ دیکھ لینے کے بعد کہ اللہ نے موت پر ملک الموت کو وکیل بنا کر اسے اپنی ایک صفت ''مُمِیْت'' میں شریک کرلیا ہے یا تو یہ مانئے کہ اللہ جسے چاہے اپنی صفات کے ظہور کے لئے یا اپنے کاموں میں شریک کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ اور یا یہ مان لیں کہ قرآن میں تضاد و اختلاف موجود ہے۔ لہٰذا یہ بقول قرآن اللہ کی کتاب نہیں ہے (نساء ۸۲ / ۴) اس لئے کہ موت دینے میں کئی متضاد آیات ہیں۔

وہ آیات جن میں غیر مسلم تضاد و اختلاف بتاتے ہیں۔

(۱) اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ﴿۴۲﴾ (الزمر) موت کے وقت اللہ ہر ذی حیات کو وفات دیتا ہے اور یہ بھی کہ:
(۲) هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ﴿۵۶﴾ (یونس) وہی زندگی دیتا اور وہی مارتا ہے۔

مخالف و متضاد آیت:

(۱) تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ﴿۳۲﴾ (النحل) ان کو ملائکہ مارتے یا موت دیتے ہیں۔
(۲) اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ﴿۳۷﴾ (الاعراف) ان کو ہمارے رسولؑ مارتے ہیں۔
(۳) يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ ﴿۱۱﴾ (السجدۃ) تمہیں ملک الموت مارتا ہے۔

پہلی دونوں آیات اور اس سلسلے کی اور بہت سے آیات کے خلاف تین آیات میں مارنے والے کئی افراد ہیں لہٰذا مارنے کا کام ان میں سے کوئی ایک نہیں بلکہ سب کرتے ہیں۔ لہٰذا خدا کی خصوصیت ختم ہو گئی۔ اور ایک مثال دیکھیں:

لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ۝۱۳ فَذُوۡقُوۡا

البتہ بھر دوں گا میں دوزخ کو جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے پس چکھو بہ سبب

بِمَا نَسِيۡتُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيۡنٰكُمۡ وَ

اس کے کہ بھول گئے تھے تم ملاقات اس دن اپنے کی تحقیق ہم بھول گئے تم کو اور

ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡخُلۡدِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝۱۴ اِنَّمَا

چکھو عذاب ہمیش کا بہ سبب اس کے کہ تھے تم کرتے سوائے اس کے نہیں کہ

جو میں نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔ (۱۴) پس اب تم آج کے دن کی ملاقات کو بھول جانے کا مزا چکھو یقیناً ہم نے بھی تمہیں آزاد چھوڑ کر آج کی ملاقات تک بھلائے رکھا اور اب تم لوگ اپنے مظالم و فریب کارانہ سازشوں کا دائمی عذاب برداشت کرو۔ (۱۵) سوائے اس کے نہیں کہ

(۱) وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىۡءٍ وَكِيلٌ ﴿۱۲﴾ (ھود) اور اللہ ہر چیز پر وکیل ہے۔ لیکن اس کے خلاف کہا ہے کہ:

يَتَوَفَّىٰكُم مَّلَكُ ٱلۡمَوۡتِ ٱلَّذِى وُكِّلَ بِكُمۡ ﴿۱۱﴾ (السجدۃ) ملک الموت تمہیں وفات دیتا ہے جو تم پر وکیل ہے یا وکیل بنایا گیا ہے۔ اور ملاحظہ ہو۔

(۲) وَنَكۡتُبُ مَا قَدَّمُواْ وَءَاثَـٰرَهُمۡ ﴿۱۲﴾ (یٰس)

"اور ہم ان کی کارگزاری اور دیگر قابل یادگار کارناموں کو لکھتے رہتے ہیں" اور یہ بھی کہ:

(۳) سَنَكۡتُبُ مَا يَقُولُ (۸۰) (مریم) ہم لکھیں گے جو کچھ وہ کہتا ہے اور

(۴) سَنَكۡتُبُ مَا قَالُواْ ﴿۱۸۱﴾ (آل عمران) ہم لکھتے ہیں جو انہوں نے کہا ہے۔ اور ان سب کے خلاف یہ کہہ دیا کہ:

(۱) إِنَّ رُسُلَنَا يَكۡتُبُونَ مَا تَمۡكُرُونَ ﴿۲۱﴾ (یونس) یقیناً تمہاری تمام مکاریاں ہمارے رسوؐل لکھتے رہتے ہیں۔ اور

(۲) وَإِنَّ عَلَيۡكُمۡ لَحَـٰفِظِينَ ﴿۱۰﴾ كِرَامًا كَـٰتِبِينَ ﴿۱۱﴾ يَعۡلَمُونَ مَا تَفۡعَلُونَ ﴿۱۲﴾ (الانفطار)

یقیناً تم پر محافظ مقرر ہیں۔ عزت دار لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے رہتے ہو۔

(۲۔ب) قرآن میں بد عقیدہ اور بے اصول لوگوں کو ہمیشہ تضاد ملے گا۔ حضرت علیؑ کا جواب۔

وہ لوگ جو اسلامی عقائد و اصول کو معصومین علیہم السلام سے ہٹ کر ان لوگوں سے سیکھتے ہیں جو خود خطاکار و جاہل تھے۔ انہیں قرآن نے کبھی فائدہ نہیں پہنچایا وہ وارثان و حافظان قرآن ہوتے ہوئے بھی کافروں کی مہربانیوں کے سہارے زندگی گزارتے اور ان کے علم و عقل سے استفادہ کرتے چلے آئے ہیں۔ انہیں اور تو اور اس قرآن میں اسلامی نظام نہیں ملتا۔ وہ قرآن کے ایسے عالم ہوتے ہیں کہ دانشوران حکومت ان سے قوانین نہیں بنواتے بلکہ ان لوگوں کو زیادہ قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ جنہوں نے یہود و نصاریٰ اور کافروں کے مقننین کی شاگردی میں عمر گزاری ہو، اُن کے ممالک میں قانون پڑھا ہو ان ہی سے سند و ڈگری لی ہو۔ بہر حال آئیے ہم آپ کو معصوؑم عقائد سے متعارف کرواتے ہیں۔

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کے سامنے یہ سوال اٹھایا گیا تھا کہ خدا نے کہیں تو یہ فرمایا ہے کہ میں روحوں کو قبض کرتا ہوں، کہیں یہ کہا کہ ملکُ الموت روح قبض کرتا ہے۔ اور کہیں یہ کہہ دیا کہ رسوؐل روحیں قبض کرتے ہیں اور کہیں یہ کہہ گزرا کہ ملک الموت ہی نہیں بلکہ عام ملائکہ روح قبض کرتے ہیں۔ آپؑ نے جواب میں فرمایا کہ:

فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَجَلّ وَاَعظَمُ مِنۡ اَنۡ يَّتَولّٰى بِنَفۡسِهٖ وَفِعۡلُ رُسُلِهٖ وَمَلَائِكَتِهٖ فِعۡلُهٗ لَاَنَّهُمۡ بِاَمۡرِهٖ يَعۡمَلُوۡنَ۔ فَاصۡطَفٰى مِنَ الۡمَلٰئِكَةُ رُسلاً وَّ مُرۡسلاً وَّ سفرة بَيۡنَهٗ وَبَيۡنَ خَلۡقِهٖ وهم الذين

"فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات سے بلند و بالا اور ارفع و عالی ہے کہ وہ اس قسم کے معاملات میں خود بذاتہٖ مداخلت کرے اور

يُؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِّرُوۡا بِهَا

ایمان لاتے ہیں ساتھ نشانیوں ہماری کے وہ لوگ کہ جب یاد دلائی جاتی ہے ان کو

خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوۡا بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ

گر پڑتے ہیں سجدہ میں اور پاکی بیان کرتے ہیں ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے

وَ هُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۩ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ

السجدة ۹

اور وہ نہیں تکبر کرتے دور ہوتی ہیں کروٹیں ان کی بچھونوں سے

ہماری آیات پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جن کے روبرو جب آیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے پروردگار کے فضاؤں اور ہواؤں پر حاوی و محیط ہونے کے ذکر سے حمد و ثنا کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے ۔ (۱۶) ان کے پہلو چارپائیوں اور بستروں سے الگ رہتے ہیں اور وہ

خود انجام دے چنانچہ اس کے رسؑولوں اور ملائکہ کا فعل خود اس کا اپنا فعل ہوتا ہے ۔ یہ اس لئے کہ رسؑول اور ملائکہؑ اس کے حکم کے ماتحت عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان واسطہ اور ذریعہ کے لئے ملائکہ میں سے بھی رسؑول انتخاب کرلئے ہیں اور اسی سلسلے میں فرمایا ہے کہ

قال فیھم يَصۡطَفِىۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ﴿۷۵﴾ (الحج) يَصۡدُرُ عنهم فعل القبض وفعلهم فعله وكُل ماياتونهٗ منسوب اليه فاذا كان فعلهم فعل ملك الموت ففعل مِلك الموت فعل الله لَانّه يتوفى الانس علىٰ يَدِ مَنۡ يشآء و يعطى و يمنع و يثيب و يعاقب علىٰ يَدِ مَنۡ يشآء و ان فعل فعل امنآ فعله كما اقل مَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّآ اَنۡ يَّشَآءَ الله

اللہ نے ملائکہ میں سے اور انسانوں میں سے اپنے رسؑول انتخاب کرلئے ہیں۔" اور ملک الموت کے لئے فرشتوں میں سے کچھ فرشتے بطور مددگار و معاون ہیں۔ ان معاون فرشتوں سے مارنے (قبضِ روح) کا فعل صادر ہوتا ہے اور ان کا فعل ملک الموت کا فعل ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ملک الموت کے ماتحت ہیں ۔ اور اسی قاعدے سے وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ سب ملک الموت کا کیا ہوا کہلاتا ہے۔ اور اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ جس طرح معاون فرشتوں کا فعل ملک الموت کا فعل کہلاتا ہے ۔ اسی طرح ملک الموت کا فعل اللہ کا فعل کہلاتا ہے ۔ چونکہ مارنے کا کام وہی کرتا ہے ۔ جس کے ہاتھ سے وہ مارنا چاہتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے عطیات کی (رزق وغیرہ) فراہمی یا عطیات میں بندش اور ثواب و عذاب کا دیا جانا اسی کے ہاتھ سے ہوتا ہے ۔ جسے اللہ چاہتا ہے ۔ اور اللہ کے امین بندوں کا ہر فعل اللہ کا فعل ہوتا ہے ۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ جب تک اللہ نہ چاہے تم چاہتے ہی نہیں ہو(سورۂ دہر ۳۰ / ۷۶) اور (سورۂ تکویر ۲۹ / ۸۱) (کتاب الصافی اور احتجاج)

(۲۔ج) اللہ کی تخلیق قدرت اور مخلوقات کی اقسام پر چند مددگار جملے۔

اللہ نے مخلوقات کو پیدا کرنے کے لئے دو لفظ ۔۱۔ خلق اور ۲۔امر فرمائے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کہ أَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ ﴿۵۴﴾ (الاعراف) خبردار رہو کہ اللہ کے لئے پیدا کرنا اور بے روک ٹوک چلنے اور نافذ ہوجانے والا حکم مخصوص ہیں(اعراف ۵۴ / ۷) مختصراً اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کوعدم سے بلا کسی مادی مدد کے وجود میں لانا اور ایسا حکم چلانا جو کسی طرح نافذ ہونے سے نہیں روکا جا سکتا اللہ کے لئے ہی مخصوص ہیں۔ یعنی یہ بھی ممکن نہیں کہ اللہ کسی کو ان دونوں چیزوں کی قدرت عطا کر سکے یعنی ایسی قدرت کا عطا کرنا اسی طرح ناممکن ہے ۔ جیسا خدا کے لئے اپنے ایسا خدا بنا دینا ناممکن ہے ۔ ان دونوں خصوصیات سے یہ سمجھ لیں کہ اللہ کسی چیز کو وجود میں لانے کے لئے دو طریقے استعمال کرتا ہے ایک یہ کہ فوراً ایک مکمل چیز وجود میں آجائے یہ امری صورت ہے ۔ دوم یہ کہ وہ چیز کسی امری صورت سے پیدا شدہ چیز کی مدد اور وسیلے سے بتدریج اپنا وجود اختیار کر کے تکمیل تک پہنچ جائے ۔ مثال کے طور پر نور محمدؐی وہ وجود تھا جسے کسی سابقہ پیدا شدہ چیز کی مدد کے بغیر وجود بخشا گیا تھا۔ یعنی عدم سے وجود میں لایا گیا تھا ۔ کوئی نور محمدؐی کو نہ بھی مانے تو بھی کوئی ایک پہلی مخلوق ایسی ماننا قانون کا تقاضا ہے جو کسی سابقہ مخلوق کی مدد سے نہ بنی ہو ورنہ یہ کہنا ناممکن اور چکر ہو جائیگا ۔ کہ فلاں چیز پہلی مخلوق ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے ایک اور چیز موجود ماننا پڑے گی۔ لہٰذا نور محمدؐی کے بعد تمام مخلوق نور محمدؐی کی مدد اور اس کے ذریعہ سے پیدا ہوتی چلی گئیں ۔

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

پکارتے ہیں پروردگار اپنے کو ڈر سے اور طمع سے اور اس چیز سے کہ دیا ہے

يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ

ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں پس نہیں جانتا کوئی جی کیا چھپائی گئی ہے

لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اَفَمَنْ

واسطے ان کے ٹھنڈک آنکھوں سے بدلہ اس چیز کا کہ تھے کرتے کیا پس

خوف اور طمع کے ساتھ اپنے پروردگار سے دعائیں کرتے رہتے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ سامانِ حیات دے رکھا ہے اس میں سے ضرورت مندوں کی احتیاج رفع کرتے ہیں (۱۷) اور ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں جانتا کہ اللہ نے ان کی مسرتوں اور خوشیوں کے لئے ان کے پسندیدہ اعمال کے بدلے میں کیا کیا شاندار سامان چھپا رکھا ہے (۱۸) بھلا کہیں

چنانچہ حضرت آدمؑ پہلے سے موجود مٹی اور روح کی مدد سے پیدا ہوئے حضرت حواؑ آدمؑ سے پیدا ہوئیں اور اس کے بعد شوہر و زوجہ سے بتدریج نوع انسان پیدا ہوتی جا رہی ہے۔لہٰذا اللہ کے سوا باقی تمام خالق اللہ کی پیدا کردہ سابقہ اشیا کی مدد سے پیدا کرسکتے ہیں۔ اس لئے وہ حقیقی معنی میں خالق نہیں ہوتے اسی لئے اللہ احسن الخالقین ہے۔ اور باقی اچھے بُرے، گھٹیا بڑھیا خالق ہوسکتے ہیں۔ اس کے بعد یہ سمجھئے کہ اللہ یہ قدرت رکھتا ہے کہ نور محمدؐی کی طرح پوری کائنات اور اس کی تمام موجودات کو آناً فاناً پیدا کر دیتا۔لیکن چونکہ ایسا نہیں کیا لہٰذا حکمت اور نفع بخشی اسی میں تھی کہ کائنات کو بتدریج وجود اور تکمیل دی جائے۔ مثلاً اگر ایک دم سب کچھ پیدا ہو کر سامنے آ گیا ہوتا۔ تو ملائکہ اپنے سامنے آدمی تو دیکھتے مگر یہ کیسے پتہ چلتا کہ انکی بناوٹ میں کیا کچھ استعمال ہوا؟ کیسے اور کتنا کب استعمال ہوا روح کیا ہے جسم میں کس طرح داخل ہوئی اور کس طرح اسے نکالا جائے؟ یعنی پہلی ضرورت یہ تھی کہ ان تمام بنیادی مخلوقات کو بتدریج عملاً وہ علم دیا جاتا جس کے ذریعہ سے وہ قوانین خداوندی کی تکمیل کرنا سیکھتے جاتے۔یہی مطلب ہے نور محمدؐی کے روبرو نور محمدؐی سے باقی مخلوقات کا نمبر وار پردہ ظہور پر بتدریج لائے جانے کا، تاکہ رحمت للعالمینؐ رحمت سے متعلق فرائض منصبی انجام دے سکے۔ نذیرؐ للعالمین ہر پیدا ہوتے جانے والی مخلوق کو عبادت کرنا سکھا سکے اور معلّم الملائکہ کہلا سکے۔ چنانچہ اللہ نے سب سے پہلے ادارہ نبوتؐ و امامتؑ مکمل کیا۔ جس میں محمدؐ اور ان کے نور سے پیدا ہونیوالے باقی محمدؐ اور ملائکہ نے جب وجود حاصل کرلیا تواب ان کے اعمال اور آئندہ تخلیق میں برسرکار آنے والے تمام اقدامات اللہ کے افعال و اعمال و اقدامات کہلاتے چلے گئے یہی مطلب ہے ان حضرات کے مشیّت اللہ ہونے کا (دہر ۳۰ / ۷۶، تکویر ۲۹ / ۸۱) ارادۃ اللہ، وجہ اللہ، لسان اللہ، حبیب اللہ، عین اللہ، کلمۃ اللہ، آیات اللہ، نعمۃ اللہ، باب اللہ ہونے کا۔ حجۃ اللہ اور خلیفۃ اللہ کے لئے کم از کم ان کو نائب خداوندی تو ماننا ہوگا۔ تو ہر وہ چیز جو اللہ کی اطاعت کرتی ہے۔ خواہ ملائکہ ہوں یا ارواح اور چاند سورج ستارے ہوں انہیں نائب خداوندی کا بھی مطیع ہونا چاہئے۔لہٰذا ملائکہ کے تمام افعال پہلے امام مطلق، ولیؑ،خلیفۃ اللہ کے اعمال و افعال ہوں گے اور خلیفۃ کے تمام افعال اللہ کے افعال ہوں گے۔

(۲ - د) ادارۂ نبوتؐ و امامتؑ کے ماتحت ملائکہ کا کام کرنا اور اللہ کے نظام کو چلانا۔ یہاں سے ہم یہ دکھائیں گے کہ توحید توحید اور شرک شرک کے نعرے لگانے والے قومی عالم لاشعوری طور پر ہمارے بیانات کی تصدیق اور اپنی تردید کرتے ہیں۔

اوّل۔اللہ کی جگہ ملائکہ نظام کائنات چلاتے ہیں: علامہ نے لکھا ہے کہ (۱)"بالفاظ دیگر یہ (فرشتے۔احسن) سلطنت کائنات کے وہ کارکن ہیں جن کے ہاتھوں دنیا کا سارا انتظام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چل رہا ہے"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۳۸) (۲) "یہ ملائکہ شخصیت رکھنے والی ہستیاں ہیں جن سے اللہ اپنی اس عظیم الشان سلطنت کی تدبیر و انتظام میں کام لیتا ہے۔یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ سلطنت الٰہی کے اہل کار ہیں جو اللہ کے احکام کو نافذ کرتے ہیں"(تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ ۶۲) (۳) "فرشتوں کے انسانی شکل میں آکر کام کرنے پر کسی کو حیرت نہ ہو۔ وہ سلطنت الٰہی کے کارپرداز ہیں۔اپنے فرائض

كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ۱۸ وقف غفران

جو شخص کہ ہو ایمان والا مانند اس شخص کی ہے کہ ہو نافرمان نہیں برابر ہوتے

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى

اے پر جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے پس واسطے ان کے بہشتیں ہیں

نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۱۹ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا

رہنے کی مہمانی بسبب اس کے کہ تھے کرتے۔ اور اے پر جو لوگ کہ فاسق ہیں

یہ صحیح ہو سکتا ہے کہ جو شخص مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو جائے جو خدا کے خالص احکام پر عمل کو غلط سمجھتا ہو یہ دونوں کبھی مساوی نہیں ہوسکتے ۔ (۱۹) چنانچہ جو لوگ کہ ایمان لائے اور اصلاح پر کاربند رہے ان کی مہمانی، خاطر و تواضع کے لئے ان کے اعمال کے نتیجے میں جنتوں کی قیام گاہیں ہیں ۔(۲۰) اور رہ گئے وہ لوگ جنہیں اللہ کے خالص احکام ناپسند ہیں

منصبی کے سلسلے میں جس وقت جو صورت اختیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ اسے اختیار کرسکتے ہیں"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۹۸) (۴)"ساری کائنات کا انتظام چلانے والے کارکن جس خدا کے آگے جھکے ہوئے ہیں اسی کے آگے وہ بھی جھک جائے "(تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۱۱۵)

دوم۔ان چاروں بیانات کی تردید: (۱)" پوری کائنات کو سنبھالنے اور اس کا انتظام کرنے والا تنہا اللہ ہے "(تفہیم القرآن جلد اوّل کی فہرست) (۲)" اللہ کے بل بوتے ہی پر کائنات کا یہ سارا نظام قائم ہے " (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۹۴) علامہ کی ان چھ باتوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے اور تضاد کو مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ علامہ یہ مان لیں کہ ملائکہ اور رسولوں کے اعمال و افعال اللہ کے اعمال و افعال ہوتے ہیں۔ ان کی قوت و قدرت اورانتظام اللہ کی اپنی قوت و قدرت اور انتظام ہوتا ہے۔

سوم ۔تمام ملائکہ ازروئے قرآن بھی ادارۂ نبوّت و امامتؑ کے ماتحت و طرفدار :

اب یہ دیکھیں کہ قرآن میں سلطنت الٰہیہ یا حکومت الٰہیہ کو سمجھنے کے لئے علامہ دنیاوی حکومت اور اس کے متعلق اصطلاحات کے استعمال پر متوجہ کرتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ ۔

"ہم نہ یہ جان سکتے ہیں کہ عرش کیا چیز ہے اور نہ یہی سمجھ سکتے ہیں کہ قیامت کے روز آٹھ فرشتوں کے اس کو اٹھانے کی کیفیت کیا ہو گی؟ مگر یہ بات بہرحال قابل تصور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوگا اور آٹھ فرشتے اس کو عرش سمیت اٹھائے ہوئے ہونگے ۔ آیت میں یہ بھی نہیں کہا گیا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہو گا ۔۔ اور ذات باری کا جو تصور ہم کو قرآن مجید میں دیا گیا ہے وہ بھی یہ خیال کرنے میں مانع ہے کہ وہ جسم اور جہت اور مقام سے منزّہ ہستی کسی جگہ متمکن ہو اور کوئی مخلوق اسے اٹھائے ۔۔۔البتہ یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حکومت و فرمانروائی اور اس کے معاملات کا تصور دلانے والے لوگوں کے سامنے وہی نقشہ پیش کیا گیا ہے جو دنیا میں بادشاہی کا نقشہ ہوتا ہے ۔ اور اس کے لئے وہی اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں جو انسانی زبانوں میں سلطنت اور اس کے مظاہر و لوازم کے لئے مستعمل ہے ۔کیونکہ انسانی ذہن اسی نقشے اور انہی اصطلاحات کی مدد سے کسی حد تک کائنات کی سلطانی کے معاملات کو سمجھ سکتا ہے۔ یہ سب کچھ اصل حقیقت کو انسانی فہم سے قریب تر کرنے کے لئے ہے ۔ اس کو بالکل لفظی معنوں میں لینا درست نہیں ہے " (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۷ آیت حاقہ ۱۷ / ۶۹ کا حاشیہ ۱۱)

اس بیان کا آخری جملہ ہی تو وہ قومی پالیسی ہے جس کو عملاً واضح کرنے کے لئے ہم نے قرآن کے حقیقی اور لفظ بلفظ مفاہیم پیش کرنے کی مشقت اپنے سر لی ہے ۔ اور اسی پالیسی نے تو قرآن کے الفاظ کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے تمام مطالب کو خود ساختہ افسانوں میں تبدیل کر کے قرآن کو عہد رسولؐ ہی میں مہجور کر دیا تھا (فرقان ۳۰ / ۲۵) یہ پالیسی ہی تو وہ پردہ ہے جو محمدؐ و آل محمدؐ کی حکومت اور ان کے مقام بلند پر ڈالا گیا ہے ۔ بات سیدھی سی ہے کہ قرآن میں کائناتی حکومت اسی طرح قائم ہے جس طرح دنیا کی حکومتیں ہوتی ہیں ۔ فرق قدرت و اختیارو وسعتوں کا ہے ۔ کائنات کا ایک سلطان یا مطلق العنان بادشاہ ہے جسے اللہ رب العالمین کہا ہے ۔ اس نے عالم الغیب ہوتے ہوئے اور پوری کائنات کی ارتقاء و ترقی کے

فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ

پس جگہ رہنے ان کے کی آگ ہے جب ارادہ کریں یہ کہ نکلیں اس میں سے

اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ قِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ

پھیرے جاویں گے بیچ اس کے اور کہا جاوے گا ان کو چکھو عذاب آگ کا جو تھے تم

بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ

ساتھ اس کے جھٹلاتے اور البتہ چکھاویں گے ہم ان کو عذاب نزدیک سے سوائے

ان کی پناہ گاہ آگ میں ہے جب بھی وہ آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم لوگ اس آگ کا لطف اٹھائے جاؤ جسے تم ماننے کے بجائے جھٹلایا کرتے تھے اور پھر انہیں اسی آگ میں دھکیل کر واپس پہنچا دیا جائے گا۔ (۲۱) قیامت میں بڑے عذاب میں مبتلا کرنے سے پہلے پہلے بھی ہم ان کو

خیال سے اپنی جگہ ایک مشہود و محسوس بادشاہ بنایا جو تمام وہ کام انجام دے جن سے اللہ قاصر ہے۔ اسے خلیفہ کہا اور اس کا نام محمدؐ رکھا اسے وہ تمام علوم و قدرتیں حاصل کرتے رہنے کے قابل بنایا جن کی ضرورت اسے اپنے مطلق العنان احکام نافذ کرنے میں پیش آنے والی تھیں ان قوتوں میں سے ایک قوت ملائکہ ہیں اور دوسری قوت امامت ہے۔ اور یہ دونوں قوتیں خود محمدؐ ہی کے نور کی داخلی قوتیں ہیں جو کسی وقت مشہود و محسوس خلیفہ یا بادشاہ محمدؐ سے جدا و الگ نہیں ہو سکتیں یہ دونوں اسی طرح اپنے کام بے چون و چرا کرتی ہیں جیسے کسی انسان کے اپنے اعضائے جسمانی کام کرنے میں مطیع رہتے ہیں یہاں رک کر اللہ کی چند باتیں سن لیں فرمایا ہے کہ:

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝٤ التحریم

علامہ کا ترجمہ:" اور اگر نبیؐ کے مقابلہ میں تم نے باہم جتھہ بندی کی تو جان رکھو کہ اللہ اس کا مولیٰ ہے اور اس کے بعد جبرئیلؑ اور تمام صالح اہل ایمان اور سب ملائکہ اس کے ساتھی اور مددگار ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۲۔۲۶)

چہارم۔ادارۂ نبوّت و امامتؑ کے حدود اربعہ اور تمام افراد قرآن سے:

علامہ کے اس ترجمہ کو بحال رکھتے ہوئے بھی یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ اس آیت میں۔۱۔ اللہ ۲۔محمدؐ۔۳۔ جبرئیلؑ۔۴۔ مومنین۔۵۔ملائکہ وہ افراد ہیں جن پر ادارۂ نبوّت و امامتؑ مشتمل ہے۔ چنانچہ اللہ خالق و مالک اور حقیقی بادشاہ ہے۔ محمدؐ اللہ کا محسوس و مشہود جانشین و خلیفہ و بادشاہ ہے۔ کائنات میں اللہ کے وہ انتظام کرے گا جو واجب الوجود کے لئے خود کرنا ممکن نہیں ہے پھر ملائکہ اور مومن باطنی اور ظاہری قوتیں ہیں جو محمدؐ کی مددگار ہیں۔ اور ان پانچوں نے نظام کائنات میں اپنا اپنا فرض منصبی پورا کرنا ہے۔ جہاں آخر الذکر تینوں افراد کی عطا شدہ قدرت و علم کو مزید علم و قدرت کی احتیاج ہوتی ہے۔ فوراً اللہ کی طرف سے فراہم ہوتی رہتی ہے۔ اور اگر آپ علامہ اینڈ کمپنی کے اس ترجمہ سے وہ چالاکی اور ہاتھ کی صفائی نکال کر صحیح ترجمہ کرلیں تو آپ کو شفیعؐ محشر کے ساتھ کا جوڑی دارؑ (شفع) اور امامت کا سربراہ بھی نظر آجائے گا۔

(۲۔ ہ) ادارۂ نبوت وامامتؑ کے افراد۔۱۔اللہ ،۲۔نبیؐ مطلق ۳۔ امام مطلق ۴۔ ملائکہ ۵۔ جبرئیل۔

چنانچہ اس آیت میں دوالفاظ۔۱۔ صَالِحُ۔۲۔مومنین کو سامنے رکھیں یعنی "صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ" پر غور کریں اور کسی عربی دان سے یہ پوچھیں کہ اس مرکب کا کیا نام ہے؟ یعنی کیا یہ مرکب توصیفی ہے؟ یا یہ مرکب اضافی ہے؟یا یہ کہ یہ صفت و موصوف کا جملہ ہے یا مضاف اور مضاف الیہ کا جملہ ہے؟ ان سے کہئے کہ صفت و موصوف والے یعنی مرکب توصیفی والے جملے میں صفت و موصوف دونوں کی حالت یکساں ہوتی ہے۔ مثلاً اگر صفت معرفہ ہے تو موصوف بھی معرفہ ہوگا۔ یعنی معرفہ ہونگے تو دونوں اور نکرہ ہوں گے تب بھی دونوں نکرہ ہوں گے۔ لیکن اس جملے میں دونوں الفاظ کی شکل و صورت یکساں نہیں ہے۔ ایک لفظ (صَالِحُ) نکرہ ہے دوسرا (اَلْمُؤْمِنِيْن) معرفہ ہے۔ پھر جملہ توصیفی میں دونوں واحد یا دونوں جمع ہوں گے۔یہاں ایک لفظ (صَالِحُ) واحد ہے تو دوسرا جمع ہے۔ الغرض اس جملے کے معنی اگر تمام صالح مومنین یا تمام نیک

الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ

عذاب بڑے کے تو کہ وہ پھر آویں اور کون ہے بہت ظالم اس شخص سے کہ

ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ط

نصیحت دیا گیاہے ساتھ نشانیوں پروردگار اپنے کے پھر منہ پھیر لیا ان سے

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

تحقیق ہم گنہگاروں سے بدلہ لینے والے ہیں ۔

۲ ع ۱۱ ۱۵

چھوٹے چھوٹے عذابوں سے دوچار کرتے رہیں گے تاکہ ان کے لئے صحیح عقائد کی طرف پھر آنے کا موقع رہے ۔ (۲۲) اور اس شخص سے زیادہ خالص احکام کا دشمن اور کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیتوں سے سبق دیا جائے اور وہ مان کر بھی ان سے روگردانی اختیار کرلے یقیناً ہم (دشمنان رسوؐل) (۳۱ / ۲۵) مجرموں (۱۲۰۲ عدد والوں) سے انتقام لیں گے ۔

مومنین کرنا ہوں؟ تو اس جملے میں دو تین تبدیلیاں کرنا ہوں گی اور سب سے پہلی تبدیلی یہ ہوگی کہ ان دونوں الفاظ کی جگہ بدلنا پڑے گی ۔ یعنی صالح کو دوسرے نمبر پر اور مومنین کو پہلے نمبر پر رکھنا پڑے ۔ جیسا کہ " اَلْمُؤْمِنِيْن صَالِحٌ " یہ اس لئے کہ عربی زبان میں موصوف پہلے نمبر پر آتا ہے اور صفت اس کے بعد آتی ہے ۔چونکہ یہاں صالح یا نیک ہونا صفت ہے اس لئے اسے دوسرے نمبر پر رکھنا پڑے گا ۔پھر نیک ہونا یا صالح ہونا مومنین کی صفت مانی گئی ہے تو مومنین موصوف ہوئے لہٰذا لفظ مومنین کو پہلے نمبر پر لانا ہوگا ۔ دوسری تبدیلی یہ ہوگی کہ دونوں کو واحد یا دونوں کو جمع لکھنا پڑے گا جیسے کہ نکرہ کرنے میں مُؤْمِنٌ صَالِحٌ (ایک نیک مومن) یا پھر مُؤْمِنِيْنَ الصَّالِحِيْنَ (بہت سے یاتمام نیک مومن) ۔ اور معرفہ کرنے کہ صورت میں المومن الصالح (ایک خاص نیک مومن) یا پھر جمع میں اَلْمُؤْمِنِيْن الصالحین (بہت سے یا تمام نیک مومن) معلوم ہوا کہ یہ جملہ قرآن میں جملہ توصیفی نہیں ہے ۔ لہٰذا علامہ اینڈ کمپنی کا ترجمہ قومی پالیسی کی طرف جھکا ہوا اور غلط ہے ۔ اور یہ غلطی عمداً اس لئے کی جاتی رہی ہے کہ پوری قوم کی بھیڑ میں یا بہت سے مومنین کے ہجوم میں حقیقی شخص کو چھپا دیا جائے ۔ لہٰذا سنئے کہ یہ جملہ "صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ "مرکب اضافی ہے اس میں لفظ " صَالِحُ "مضاف ہے اور اسی لئے پہلے آیاہے۔ دوسرا لفظ اَلْمُؤْمِنِيْن مضاف الیہ ہے ۔ اور مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے حالت جرّی میں اَلْمُؤْمِنِيْن ہو کر آیا ہے ورنہ اسے " اَلْمُؤْمِنُوْنَ " ہونا چاہیے تھا۔جو جملہ توصیفی میں لازمی تھا ۔یعنی یا تو اَلْمُؤْمِنُوْنَ الصَّالِحُوْنَ ہو کر آتا یا کسی سابقہ عامل کی وجہ سے اَلْمُؤْمِنِيْنَ الصَّالِحِيْنَ ہو کر آتا ۔ لیکن جملہ اضافی کی شرط یہ ہے کہ مضاف الیہ ہمیشہ حالت جر میں رکھنا ہوگا ۔ مثلاً كِتَابُ اللهِ (اللہ کی کتاب) اس میں لفظ کتاب مضاف ہے اور اسے حالت رفعی یا کسی عامل کی وجہ سے حالت جری میں رکھنا ہوگا مگر مضاف الیہ کبھی کسی حالت میں حالت رفعی میں نہیں لایا جا سکتا۔ یعنی مضاف الیہ کے آخری حرف کے نیچے زیر رکھنا ہوگا یا اگر مضاف الیہ جمع ہے تو اسے حالت جرّی میں مثلاً مومنون سے مومنین کرنا ہوگا ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اس آیت (۴ / ٦٦) میں جملہ "صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ " جملۂ اضافی ہے اور اس کے معنی " تمام مومنین کا صالح" جیسے احسن الخالقین یعنی تمام خالقوں کا بہترین خالق ۔ لہٰذا فرمایا یہ گیا ہے کہ:۔

" اگر تم دونوں نبیؐ کے مقابلہ میں قوم کی دھڑا بندی میں شامل رہو گی تو سمجھ لو کہ اللہ محمدؐ کا مولیٰ ہے اور اللہ کے بعد جبرئیل اور تمام مومنین کا صالح ترین شخص اور ملائکہ محمدؐ کے پشت پناہ ہیں"۔

یوں قومی پردہ اٹھتے ہی اللہ ، محمدؐ ، جبرئیلؑ ، علیؑ اور ملائکہ ادارۂ نبوّت وامامتؐ کے ارکان سامنے آجاتے ہیں ۔ اور یہی پانچوں ملحوظ ہوتے ہیں جہاں اللہ جمع کے صیغے سے بات کرتا ہے جیسے کہ:

(۱) وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ (الحجر) " یقیناً ہم ہی ضرور زندگی بخشتے ہیں اور بخشتے رہیں گے اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور مارتے رہیں گے اور ہم ہی وارث ہیں"

(۲) وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا ۔ الخ ﴿۱۲﴾ (یٰس) " ہم ان کے اعمال و اقدامات لکھتے ہیں اور لکھتے رہیں گے"

مانیں یا نہ مانیں مگر یاد رکھیں کہ ملائکہ کو تمام احکام اور مخلوق کو تمام رزق معصومینؑ علیہم السلام کے وسیلے سے ملتے ہیں کائنات کا نشوونما انؑ ہی کی وجہ سے ہو رہا ہے ۔

وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ فَلَا تَکُنۡ فِیۡ مِرۡیَۃٍ
اور البتہ تحقیق دی ہے ہم نے موسیٰؑ کو کتاب پس مت رہ تو بیچ شک کے
مِّنۡ لِّقَآئِہٖ وَ جَعَلۡنٰہُ ہُدًی لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۲۳﴾ وَ
ملاقات اس کی سے اور کیا ہم نے اس کو ہدایت واسطے بنی اسرائیل کے اور
جَعَلۡنَا مِنۡہُمۡ اَئِمَّۃً یَّہۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا
کئے ہم نے ان میں سے پیشوا کہ تھے ہدایت کرتے ساتھ حکم ہمارے کے جب
صَبَرُوۡا ؕ وَ کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ
صبر کیا انہوں نے اور تھے ساتھ نشانیوں ہماری کے یقین لاتے تحقیق
رَبَّکَ ہُوَ یَفۡصِلُ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کَانُوۡا فِیۡہِ
پروردگار تیرا وہی فیصل کرے گا درمیان ان کے دن قیامت کے بیچ اس چیز کے
یَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۲۵﴾ اَوَ لَمۡ یَہۡدِ لَہُمۡ
کہ تھے بیچ اس کے اختلاف کرتے کیا نہیں راہ دکھائی واسطے ان کے اس بات نے کہ
کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ یَمۡشُوۡنَ فِیۡ مَسٰکِنِہِمۡ ؕ
کتنے ہلاک کئے ہیں ہم نے پہلے ان سے قرنوں سے کہ چلتے ہیں بیچ گھروں ان کے کے

(۲۳) اور ہم نے بلا شبہ موسیٰ کو کتاب دی تھی چنانچہ تم لوگ توریت سے ملاقات والی حالت نچوڑ کر حاصل کرنے میں نہ لگے رہو اور ہم نے تو توریت کو بنی اسرائیل کے لئے ذریعۂ ہدایت بنایا تھا۔ (۲۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کے اندر بھی اسی طرح اُمت کے لئے امام قائم کئے تھے جو خالص ہمارے احکامات سے ہدایت کاری کرتے تھے انہوں نے اپنے اور اُمت کے حصے کا صبر بھی خود ہی کیا اور وہ ہماری آیات و معجزات پر یقین کرتے تھے (۲۵) یقیناً آپؐ کا پروردگار ہی قیامت کے روز ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں بنی اسرائیل آئمہؑ کے متعلق اپنے اختلافات میں الجھا رہے ہیں (۲۶) کیا ان قریشیوں کو اس سے کوئی ہدایت نہیں ملتی کہ ان سے پہلے کی کتنی اقوام اور زمانے ہم نے ہلاک و تباہ کر دیئے تھے جن کے گھروں اور ٹھکانوں کو آج یہ قریشی روندتے پھرتے ہیں۔

(۳) آیات (۲۲۔۲۱ / ۳۲) میں دشمنان محمدؐ وآل محمدؐ سے انتقام کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ہم نے مسلسل قریش کے لیڈروں کی سازشیں اور محمدؐ و آل محمدؐ سے دشمنی واضح کی ہے اور دو عظیم ترین لیڈروں کا باقاعدہ قرآن نے تذکرہ کیا ہے۔ جنہوں نے اپنی قومی حکومت بنانے اور رسولؐ کی حکومت پر قبضہ کرنے کی اسکیم چلائی تھی۔ (بقرہ ۲۰۶ تا ۲۰۴ / ۲) (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) انہوں نے قرآن کی جگہ اجتہاد و طاغوت کو اپنا راہنما بنا لیا تھا (نساء ۶۰ / ۴) اور اجتہادی چٹکلوں سے قرآن کو مہجور کر دیا تھا (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور رسوؐل اللہ کے لائے ہوئے اسلام کو بدل کر ایک قومی اسلام نافذ کیا تھا۔(۲۹۔۲۷ / ۲۵) اور اللہ نے بتایا تھا کہ وہ ازلی دشمنانِ اسلام ہیں (۳۱ / ۲۵) ان مجرموں کے لئے یہ دونوں آیات (۲۲۔۲۱ / ۳۲) دہرائی گئی ہیں۔ اور بتایا گیا ہے کہ انہوں نے رسولؐ سے تعلیم پائی اور بظاہر مومنین میں شرکت رکھی لیکن قلوب ہمیشہ روگردان رہے۔ ان کو اور ان کی قوم کو قیامت تک زیر عتاب اور مبتلائے عذاب رکھتے چلے جانے کی پیشنگوئی کر کے پوری قوم کا تشخص کرا دیا۔ آج ساری دنیا ان کو پہچانتی ہے۔ وہ بڑی افسوسناک حالت میں ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں اذانیں دیتے ہیں۔ روزے رکھتے حج کرتے ہیں قرآن حفظ کرتے ہیں۔ مگر اللہ نے ان پر عتاب و عذاب کو کم نہیں کیا ان میں انتشار و افتراق اور مادی و روحانی افلاس ترقی پر ہے تمام اقوام عالم کے محتاج ہیں۔ حقیقی مجرمین کے تعارف میں آیت (۲۲ / ۳۲) کا آخری جملہ ان لوگوں کا پتہ بتاتا ہے جو اوّلین گمراہ کنندہ تھے۔

(۴) آیت (۲۴ / ۳۲) میں بنی اسرائیل کے آئمہ اپنے نہیں بلکہ اللہ کے امر سے ہدایت کرتے تھے۔

اس آیت میں یہ بات واضح ہے کہ بنی اسرائیل کے اماموںؑ کا عمل درآمد اجتہاد پر نہیں تھا بلکہ خالص امر خداوندی سے

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ؕ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا

تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں کیا پس نہیں سنتے کیا نہیں دیکھا انہوں نے

اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ

کہ ہم چلاتے ہیں پانی طرف زمین خالی یعنی بنجر کی پس نکالتے ہیں ساتھ اس کے

زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَ اَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾

کھیتی کھاتے ہیں اس میں سے جانور ان کے اور آپ وہ کیا پس نہیں دیکھتے ؟

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ یَوْمَ

اور کہتے ہیں کب ہوگی یہ فتح اگر ہو تم سچے کہہ کہ دن

الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِیْمَانُهُمْ وَ لَا هُمْ

فتح کے نہیں فائدہ دے گا ان کو جو کافر ہوئے ایمان ان کا اور نہ وہ

یُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ انْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

ڈھیل دئے جائیں گے پس منہ پھیر لے ان سے اور منتظر رہ تحقیق وہ بھی منتظر ہیں

حقیقت یہ ہے کہ اس عمل درآمد میں اللہ کے یقینی معجزات ہیں کیا قریشی لوگ بہرے ہیں سنتے نہیں (۲۷) اور کیا ان قریشی مخالفین نے کبھی اس پر بھی غور نہیں کیا کہ ہم ایک بے آب و گیاہ زمین کی طرف پانی بہا کر لے آتے ہیں پھر اس زمین سے وہ فصلیں اگاتے ہیں جس سے وہ خود اور ان کے مویشی بھی کھاتے ہیں اور پلتے ہیں کیا انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا (۲۸) اور وہ تو یہ بھی دریافت کر کے طعن کرتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہی بتا دو کہ تمہارے وعدہ والی فتح کب کو ہوگی ؟ (۲۹) آپؐ ان سے کہہ دیں کہ فتح کا دن آنے کے بعد ان لوگوں کو ان کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ (۳۰) چنانچہ اے نبیؐ تم ان کو نظر انداز کر کے انتظار کرو یقیناً وہ لوگ بھی منتظر رہیں گے ۔

ہدایات نافذ کیا کرتے تھے۔ اور خالص احکام الٰہی سے راہنمائی کا ثبوت یہ دیا ہے کہ انہیں آیات خداوندی پر پورا پورا یقین حاصل تھا۔ اگر یقین نہ ہوتا تو ضرور وہ بھی سیاسی خلفائے اسلام کی طرح اجتہادی اور پنچائتی احکام سے کام چلاتے ان کا خالص کتاب اللہ کے احکام نافذ کرنا قرآن کریم نے سورۂ مائدہ (۴۷-۴۴ / ۵) میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور اسی جگہ آنحضرتؐ کو قریشی علما اور لیڈروں کے مجتہدانہ تصورات اور تجاویز کو رد کر دینے کا حکم دیا ہے (۴۹-۴۸ / ۵) اور بتایا ہے کہ عہد رسولؐ کے یہود و نصاریٰ نے اجتہاد اختیار کر رکھا تھا اور قریش اس اجتہاد کو اسلام میں جاری کرنا چاہتے تھے۔

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ

سُوْرَةُ الْاَحْزَاب مَدَنِیَّةٌ وَّ هِیَ ثَلٰثٌ وَسَبْعُوْنَ اٰیَةً وَّ تِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ احزاب مدینہ میں نازل ہوئی اس میں تہتر (۷۳) آیتیں اور نو (۹) رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ ؕ

اے نبیؐ ڈرا کر اللہ سے اور مت کہا مان کافروں کا اور منافقوں کا

(۱) یا نبیؐ تم اللہ کے سامنے ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے حق پر پردہ ڈالنے والوں اور عارضی طور پر ایمان لانے والوں کے دل فریب فلسفے (بقرہ ۲۰۴ / ۲) کی اطاعت نہ کرنا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ وَّ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى

تحقیق اللہ ہے جاننے والا حکمت والا اور پیروی کر اس چیز کی کہ وحی کی جاتی ہے

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ

طرف تیری رب تیرے سے تحقیق اللہ ہے ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم خبر دار

وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ مَا جَعَلَ اللّٰهُ

اور توکل کر اوپر اللہ کے اور کفایت ہے اللہ کارساز نہیں کئے اللہ نے

لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ

واسطے کسی شخص کے دو دل بیچ پیٹ اس کے کے اور نہیں کیا بیبیوں تمہاری کو

الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ

جن کو ماں کہہ لیتے ہو ان سے مائیں تمہاری اور نہیں کیا لے پالکوں تمہارے کو

اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ

بیٹے تمہارے یہ ہے بات کہنا تمہارا ساتھ مونہوں تمہارے کے اور اللہ کہتا ہے سچ

وَ هُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ

اور وہ دکھاتا ہے راہ پکارو ان کو نسبت کر کر باپوں ان کے کی وہ بہت انصاف ہے

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي

نزدیک اللہ کے پس اگر نہ جانو تم باپوں ان کے کو پس بھائی تمہارے ہیں بیچ

یقیناً اللہ ان فریب سازوں کی پالیسی کو جاننے اور حکمت سے اسے رد کرنے والا ہے۔ (۲) اور آپؐ تو اپنے اوپر آنے والی وحی ہی کی پیروی کرتے رہیں یقیناً اے مجتہدین جو کچھ تم کررہے ہو اللہ اس سے خبر دار ہے (اور رسوؐل کو خبر دار رکھتا ہے) (۳) اور اے رسوؐل تم پنچایت کے بجائے اللہ پر توکل رکھو اور اللہ کی وکالت تمہارے لئے بالکل کافی ہے (آل عمران ۱۵۹ / ۳) (۴) اللہ نے کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں رکھے اور نہ ہی تمہاری ان بیویوں کو تمہارے ماں کہہ دینے سے تمہاری ماں بنا دیا ہے اور نہ ہی اللہ نے تمہارے زبانی دعوے اور مَن سمجھوتے اور پنچائتی فیصلے سے تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنا دیا ہے یہ تو تمہارا ذاتی فیصلہ ہے جو تمہاری مصلحتوں کے ماتحت تمہارے منہ سے نکلا ہے۔ حالانکہ اللہ جو کچھ کہتا ہے وہ حق ہوتا ہے اور وہی صحیح راہِ عمل کی ہدایت کرتا ہے۔ (۵) لہٰذا تم اجتہاد کے فیصلے رد کر کے ان لے پالکوں کو ان کے باپ دادوں کی اولاد کہا کرو۔ اللہ کے نزدیک وہی سابقہ نسبی سلسلہ بہترین ترتیب ہے۔ چنانچہ ایسے حالات میں جب کہ تمہیں کسی

تشریحات سورۂ احزاب:

(ا) آیات (۱ تا ۶ / ۳۳) میں نظام اجتہاد اور مجتہدین کا وجود ان سے خبر دار رہنے کی تاکید اور مقام محمدؐ و آل محمدؐ۔

سب سے پہلے قارئین یہ دیکھیں کہ سابقہ سورۂ سجدہ (۲۲ / ۳۲) میں جن مجرمین کی بات ہو رہی تھی وہ مجرم جو کچھ کرنا چاہتے تھے اس کی طرف اس سورۂ میں توجہ دلائی گئی ہے۔ یعنی وہاں ایک جماعت موجود ہے جو چند قومی و پنچائتی یا مجتہدانہ مسائل پر آنحضرؐت کو متوجہ کرتی ہے۔ اور کچھ ایسی تجاویز حضوؐر کے روبرو رکھتی ہے۔ جو وحی خداوندی کے خلاف ہیں اور جن پر عمل پیرا ہو جانا تقویٰ کے خلاف جاتا ہے۔ مثلاً ایک مسئلہ یہ ہے کہ جس بیوی کو غصہ میں ماں یا بہن کہہ دیا جائے تو اب وہ گویا اپنے شوہر کی ماں بن کر زوجیت سے نکل کر حرام ہو جاتی ہے۔ اور کسی بچے کو اپنا بیٹا کہنے اور پرورش کرنے کے بعد وہ سچ مچ کا بیٹا بن جاتا ہے۔(۴ / ۳۳) بہر حال ان چھ آیات میں اللہ یہ بتاتا ہے کہ قریشی علما اور دانشوروں کے مجتہدانہ اور قومی مصلحتوں کے زیر اثر فیصلے آنحضرؐت پر ٹھونسے جا رہے تھے اور اسلامی شریعت کو اجتہاد کی لپیٹ میں لینے کی کوشش کی جارہی تھی۔ اس پر اللہ نے ایک طرف مسلمانوں کو خبر دار کیا اور دوسری طرف قریشی مجتہدوں کو بتایا کہ تم اللہ کے احکام کے بجائے اپنے خود ساختہ فیصلوں کو چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا کرو جو اللہ کی طرف سے رسوؐل اللہ اپنی زبان سے بتا رہے ہیں۔ لہٰذا نسب ناموں کو بدلنا بند کر دو لوگوں کو ان کے حقیقی والدین اور دادا پردادا کے نام سے ان کی اولاد کہہ کر پکارا کرو اس لیے کہ

کے صحیح خاندان کا علم نہ ہو تو بلا باپ (حرامزادہ) کہنے کے بجائے ایسے سب مسلمانوں کو اپنا دینی بھائی اور اپنی ولدیت میں شریک سمجھ لیا کرو تم پر ایسی صورت میں گناہ نہیں کہ تم غلطی سے دل آزار بات کہہ گزرو و لیکن گناہ اسی صورت میں ہوتا ہے جب کہ تم سمجھ بوجھ کر اپنے قلبی ارادہ سے کچھ کہو یا کرو۔ اور اللہ تحفظ فراہم کرنے اور رحم کو برسرکار رکھنے والا ہے ۔ (۶) محمدؐ نبیؐ مومنین کے ہر معاملے میں ان سب کے مقابلے میں ان کی اپنی سوجھ بوجھ حتّٰی کہ جان سے بھی زیادہ ہمدرد حاکم ہے اور اس پر کوئی سبقت نہیں رکھتا اور نبیؐ کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں ۔ اور اسؐ کے رحمی رشتہ داروں میں سے بعض لوگ اپنے رشتہ داروں سے بھی اور باقی تمام اہل ایمان سے بھی اور تمام مہاجرین سے بھی کتاب اللہ کی رو سے رسولؐ کی مانند حاکم ہیں سوائے اس کے کہ تم لوگ اُنؐ کے بعد اپنے دوسرے حاکموں کے ساتھ قاعدہ کا پسندیدہ سلوک کرو وہ جو کہ کتاب کے اندر سطروں میں لکھا ہوا موجود ہے ۔ (۷) اور جب ہم نے مخصوص نبیوںؑ سے نبیوںؑ کا عہد لیا تھا

الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ ؕ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَاۤ

دین کے اور چیلے تمہارے ہیں اور نہیں اوپر تمہارے گناہ بیچ اس چیز کے کہ

اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ كَانَ

خطا کرو تم ساتھ اس کے اور لیکن جو قصد کر کے کریں دل تمہارے اور ہے

اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ

اللہ بخشنے والا مہربان نبیؐ بہت شفقت کرنے والا ہے مسلمانوں پر

مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ

جانوں ان کی سے اور بیبیاں اس کی مائیں ہیں تمہاری اور قرابت والے

بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ

بعضے ان کے نزدیک تر ہیں بعضوں سے بیچ کتاب اللہ کے ایمان والوں سے اور

الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ

ہجرت کرنے والوں سے مگر یہ کہ کرو طرف دوستوں اپنے کے احسان ہے

ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ

یہ بیچ کتاب کے لکھا ہوا اور جس وقت کہ لیا ہم نے نبیوںؑ سے

حقیقت بھی یہی ہے اور اللہ کے نزدیک بھی پسندیدہ اور صحیح ہے (۵ تا ۱ / ۳۳) اور اگر تمہارے قدیم بزرگوں نے نسلوں اور خاندانوں کو اس طرح تہہ در تہہ مخلوط کر دیا ہو کہ یہ پتہ ہی نہ چلے کہ کون حقیقت میں کس کا بیٹا اور کون سے خاندان سے ہے تو پھر یہ کرو کہ آخر تم سب کے سب آدمؑ کی اولاد ہو اور اب دین اسلام میں داخل ہو کر دینی بھائی ہو لہٰذا مخلوط النسل کے لوگوں کو اپنا مسلمان بھائی سمجھا کرو اور آئندہ غلط نسلوں اور خاندانوں سے منسوب نہ کیا کرو۔ گناہ کی بات وہی ہے جو جان بوجھ کر کی جائے اور غلط ہو ۔

(۱۔الف) قریش اور عرب کے باشندوں میں جنسی شرکت سے پیدا ہونے والے اور غلط خاندانوں سے منسوب لوگ۔

بہرحال جہاں ان آیات نے ایسے مسلمان لیڈروں کی ڈپلومیسی کو واضح کر دیا جو خالص قرآنی احکام کی جگہ قومی لیڈروں کی سوجھ بوجھ اور اجتہاد کو نافذ کرنا چاہتے تھے ، وہیں یہ بھی بتا دیا کہ اللہ و رسولؐ اور قرآن کے مخاطب لوگوں میں وہ لوگ بھی تھے جو غلط والدین غلط خاندانو ں اور غلط نسلوں سے منسوب تھے ۔ اور نہ صرف یہ کہ حرامزادے ہوتے ہوئے حلال زادے بنے ہوئے تھے بلکہ بعض لوگ غیر نسلوں کے افراد ہوتے ہوئے خود کو اور اپنے خاندان کو نسل ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اور خانوادۂ ہاشمؑ سے منسوب کئے ہوئے تھے۔ چونکہ ایسے لوگ مشہور اور عوام میں معروف و معلوم تھے اس لئے ان کو اس غلط نسبت اور غلط فخر پر ٹوکنے والے لوگ بھی مسلمانوں میں موجود تھے ۔ اور اس نوک جھونک کے دوران ناگوار صورت حال پیدا ہوتی رہتی تھی ۔ اس کو روکنے کے لئے ان آیات (۵۔۴/ ۳۳) میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اس صورت حال کو جانتے ہوئے بھی نظر انداز کرتے رہیں ۔ اور انسانی اخلاق و بھائی بندی کی فضا قائم کرنے میں کوشاں رہیں ۔ قومی حکومت نے اس پہلو پر سارا زور خرچ کر دیا اور ضروری مواقع پر بھی غلط نسلوں اور نطفوں کے تذکرے اور صحیح النسبی پر

فخر کو قانون اور قوت سے روک دیا اور غلط لوگوں اور غلط نسلوں سے نسبتوں کو از سر نو پختہ کر دیا چنانچہ قحطانی نسل کے لوگ ابراہیمیؑ نسل کے لوگ کہلاتے اور رسولؐ کے چچا بھتیجے بنے چلے آرہے ہیں حتّٰی کہ آنحضرتؐ کو قیدار کی اولاد میں شمار کرانے کی کوشش کی گئی۔ اور مسلمانوں کی کثرت انہیںؑ حضرت نابت علیہ السلام کی اولاد کی بجائے قیداری ہی سمجھتی آئی ہے۔ (دیکھو ہماری کتاب مرکز انسانیت)

(۲) آیت (۶۔ ۳۳) میں محمدؐ مصطفی کو تمام ایمان لانے والوں پر حاکمیت و ولایت کا درجہ دیا گیا۔

اس آیہ مبارکہ (۶۔ ۳۳) میں یہ حد بندی نہیں ہے کہ حضورؐ کس زمانے کے مومنین سے اور کس قسم کے مومنین سے اَولٰی ہیں۔ لہٰذا اہل ایمان کو یہ سمجھنے سے نہیں روکا جا سکتا کہ کائنات کی ابتدا سے لیکر اس کی انتہا تک جو بھی ایمان لایا یا ایمان لائے گا۔ جناب محمدؐ مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اس کے ولی وحاکم وہمدرد ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ پر ایمان لانا اور ان کی ہر زمانہ میں نصرت کرنا تمام انبیاء علیہم السلام پر بھی واجب ہے (آل عمران ۸۳تا ۸۱ / ۳) لہٰذا یہ سمجھنا کہ آپؐ تمام انبیاؑ کے بھی نبی و رسولؐ اور ولی اور حاکم ہیں قرآن سے تصدیق شدہ ہے۔ اور چونکہ تمام ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفۃ اللہ اور نبی مان کر سجدۂ اطاعت کیا تھا،اور آدمؑ سب سے پہلے نبی اور تمام انبیاء و انسانوں کے باپ ہیں لہٰذا تمام ملائکہ اور تمام انبیاء کا اُمت محمدیہ میں شمار ہے۔ اور حضورؐ سب کے حاکم اور ولی ہیں اور ملائکہ کے لئے مسجود ہیں۔ یعنی ملائکہ آدمؑ کی طرح محمدؐ کو بھی روز ازل سے سجدہ بجا لاتے ہیں۔ اورچونکہ مدبرات امور خداوندی (النّٰزعٰت ۵ / ۷۹) اور ناظم کائنات ہیں۔ (دیکھو سابقہ تشریح سورۂ سجدہ تشریح نمبر ۲) اور ملائکہ کا تدبر و تدبیر کائنات کرنا بھی محمدؐ مصطفی کے حکم سے اور ان کی ماتحتی میں ہے۔ چنانچہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:
عبداللہؓ بن سنانؓ نے بتایا کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو یوں درود پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ فرماتے تھے "یا اللہ درود و سلام بھیج محمدؐ پر جو تیرے برگزیدہ تھے۔ جو تیرے دوست تھے جو تیرے ہمراز تھے اور جو تیرے امر کی تدبیر کرنے والے مدبر الامور تھے"

> عبداللہؓ بن سنانؓ عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال : سَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ محمدٍ صَفِیّكَ وَ خَلِیْلِكَ وَ نَجِیِّكَ اَلْمُدَبِّرِ لِاَمْرِكَ (کافی کتاب الحجۃ باب مولد النبی)

(۲۔ الف) محمدؐ مصطفی کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں (۶ / ۳۳) جن سے نکاح حرام ہے۔

یہ بات ساری اُمت میں متفقہ طور پر تسلیم کی گئی ہے کہ محمدؐ مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج سے قیامت تک نکاح کرنا تمام مومنین پر حرام ہے اور یہ کہ ازواج رسولؐ مومنین کی مائیں تھیں اور یہ دونوں حکم اسی سورۂ مبارکہ میں موجود ہیں (۵۳ / ۳۳ اور ۶ / ۳۳) لیکن نظام اجتہادنے رسولؐ کی ازواج سے پیدا ہونے والی اولاد کو اُمت کے لئے حلال اور قابل نکاح قرار دیا ہے۔ حالانکہ جو عورت خود اُمت پر حرام ہو اور اس لئے حرام ہو کہ وہ عورت بمنزلہ والدہ کے ہے تو اس کی بیٹیاں بھی اُمت پر حرام ہونا چاہئیں۔ یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنی ماں کی بیٹیوں سے کوئی مومن نکاح کر لے پھر یہ بھی نہیں سوچا گیا کہ ازواج رسولؐ کو حرام کرنے والی آیت میں لفظ "أَبَدًا" کی کیا ضرورت تھی؟ یعنی اگر آیت میں یہ لفظ نہ بھی ہوتا تو بھی ازواج رسول سے نکاح حرام ہی رہتا آیت دیکھئے اور غور کیجئے۔

> وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا۟ رَسُولَ ٱللَّهِ وَلَآ أَن تَنكِحُوٓا۟ أَزْوَٰجَهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦٓ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ ٱللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾ الاحزاب

اور نہ تمہارے لئے یہ جائزہے کہ رسولؐ اللہ کو ایذا پہنچاؤ نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کے انتقال کے بعد قیامت تک ان کی ازواج سے نکاح کرو ورنہ تم پر اللہ کے نزدیک عظیم ترین گناہ ہو گا "(۵۳ / ۳۳)
اس آیت میں سے لفظ أَبَدًا نکالنے کے بعد بھی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد رسولؐ کی ازواج تمام مومنین پر حرام رہتی ہیں۔ چنانچہ علامہ مودودی اور ان کے ہم مسلک مترجمین نے اس لفظ "أَبَدًا" کو مجبور ہوکر قرآن سے نکالا تو نہیں مگر آپ دیکھ لیں کہ اس لفظ کی موجودگی میں بھی اس کا ترجمہ کسی نے نہیں کیا۔ ہم جانتے ہیں کہ لفظ۔ أَبَدًا ۔ کا ترجمہ یا معنی (قیامت تک نہیں اس کے معنی قیامت سے آگے بڑھ کر اس لامعلوم

و لامحدود زمانہ کے آخری وقت تک جاتے ہیں جب تک جنت و جہنم اور کائنات کے متعلقات اور جنتی و جہنمی رہیں گے ۔ چونکہ یہ موقع کہ انسان دنیا میں نکاح کرسکے، طلاق دے سکے اور زندگی کے دوسرے کام کر سکے قیامت تک ملا ہوا ہے اس لئے آیت کے جملے کے معنی کی حدود قیامت تک محدود ہیں ۔ یعنی اللہ نے یہ فیصلہ سنایا ہے کہ اُمت کو جب تک زندہ رہنے اور زندگی بسر کرنے کا موقع دیا گیا ہے وہ ہرگز نبیؐ کی ازواج سے نکاح نہیں کرسکتی ۔ یعنی اس حکم میں صرف وہی لوگ مراد نہیں ہیں جو نزول قرآن کے دوران سامنے تھے بلکہ قیامت تک اُمت کا ہر فرد اس حکم سے پابند کیا گیا ہے ۔ ورنہ لفظ أَبَدًا کی کوئی ضرورت نہ تھی اگر یہاں اللہ کو زمانہ کی کوئی حد مقرر کرنا ہوتی تو اللہ نے اسی انداز میں حکم دیا ہوتا جیسے بنی اسرائیل کا وہ جواب قرآن میں بتایا ہے جوانہوں نے حضرت موسیٰؑ کو دیا تھا ۔ اور جیسا کہ قوم کے بزرگ لیڈروں نے جنگ احزاب میں عمر بن عبدود کے مقابلہ پر جانے سے بچنے کے لئے دیا تھا ۔ آیت سنئے بنی اسرائیل کے لیڈروں نے کہا ۔

قَالُوا۟ يَـٰمُوسَىٰٓ إِنَّا لَن نَّدْخُلَهَآ أَبَدًا مَّا دَامُوا۟ فِيهَا ۖ فَٱذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَـٰتِلَآ إِنَّا هَـٰهُنَا قَـٰعِدُونَ ﴿٢٤﴾ المائدۃ

علامہ کا ترجمہ سنئے:"لیکن انہوں نے پھر یہی کہا کہ اے موسیٰ ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں موجود ہے بس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں ۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۶۰) مطلب واضح ہے کہ اگر وہ قیامت تک وہاں رہیں یا ہمیشہ رہیں تو ہم بھی قیامت تک یا ہمیشہ ہمیشہ لڑنے نہ جائیں گے لیکن نہ وہ قیامت تک یا ہمیشہ رہنا تھے نہ یہ رہنے والے تھے اس لئے لفظ کے معنی محدود ہوگئے ۔ تو اگر اللہ کو بھی یہ حکم ازواج رسوؐل کی زندگی تک کے لئے دینا ہوتا تو وہ بھی اپنے حکم میں حد بندی کر دیتا یہ بھی معلوم ہونا چاہے کہ یہ لفظ "أَبَدًا" اللہ نے قرآن میں بیسیوں مرتبہ استعمال کیا ہے اور زیادہ تر جنت کے داخلہ کے سلسلے میں فرمایا ہے اور یہ مطلب لیا ہے کہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔یعنی وہ "ابدی زندگی" ہو گی۔ جو کبھی ختم نہ ہوگی اس لئے اکثر اس لفظ ۔ أَبَدًا ۔ کا ترجمہ "کبھی نہیں" یا "کبھی بھی نہیں" کر لیا جاتا ہے ۔ جو معنوی حیثیت سے صحیح اور ناقابل اعتراض ہے مگر علامہ اینڈ کمپنی تو اس لفظ کا کوئی سا ترجمہ بھی نہیں کرتے ۔ دیکھئے ۔

"تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اللہ کے رسوؐل کو تکلیف دو ،اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۲۱۔۱۲۲ (۵۳ / ۳۳)

حالانکہ انہوں نے باقی ہر جگہ اس لفظ کا ترجمہ کیا ہے مثلاً اسی سورۃ میں بارہ آیات کے بعد ترجمہ کیا ہے کہ:

خَـٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ﴿٦٥﴾ الاحزاب "جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے"(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۳۳)

اس لفظ کا تقاضا ہے کہ قیامت تک ایسے نکاح کا وجود باقی رہے گا کہ اس کے کرنے والے ازواج رسوؐل سے نکاح کرنے کے مجرم ہوں گے ۔ چنانچہ حضرت خدیجہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کی اولاد قیامت تک موجود رہے گی اور ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنا ویسا ہی عظیم گناہ ہوگا جیسا کہ ان کی ماؤں یا ازواج رسوؐل سے نکاح کرنا۔ چونکہ نظام اجتہاد نے ازواج رسوؐل سے نکاح کرنے کا اعلان حیات رسوؐل ہی میں کیا تھا ۔ جب ہی اس سورۃ اور اس آیت (۶ / ۳۳) کو سامنے لایا گیا تھا اور مسلمانوں کے مجتہد لیڈروں سے کہا گیا تھا کہ ایسے ارادے اور اعلان کرکے رسوؐل اللہ کو تکلیف و ایذا نہ دیا کرو کہ ہم رسوؐل کے مرنے کے بعد ان کی ازواج سے نکاح کریں گے اور یہی وجہ ہوئی کہ پوری اُمت پر انہیں حرام کیا گیا ۔ اور آئندہ انہیں ان کی ماؤں کا منہ دیکھنے سے بھی محروم کر دیا گیا ۔ یعنی ان لوگوں کو یہ ابدی سزا دی گئی تھی ۔ جو ایسا اعلان کرتے تھے کہ آئندہ انہیں پلّو بھی دیکھنے کا موقع نہ رہا ۔ یہ دوسری بات ہے کہ حکم خدا و رسوؐل کے خلاف وہ خود ہی گھروں سے نکل پڑیں ۔ اور لاکھوں اُمتیوں کے سامنے آجائیں ۔ علامہ ان لوگوں کا ذکر بالکل پی گئے جنہوں نے نکاح کا اعلان کرکے رسوؐل کو ایذا دی تھی۔ اس لئے کہ وہ سب علامہ کے بزرگ تھے۔

(۲ ۔ ب) رسوؐل اللہ کے رحمی یا خون کے رشتہ دار تمام اُمت کے افراد سے اولیٰ اور ان کے حاکم ہیں ۔

قرآن پر ایمان رکھنے والوں کے نزدیک اس آیہ مبارکہ (۶ / ۳۳) کے بعد محمدؐ و آل محمدؐ صلوۃ اللہ علیہم اور ان کی ازواج

کے متعلق مزید کسی آیت یا بحث و ثبوت کی ضرورت نہیں رہتی۔یہاں جس طرح آنحضرتؐ تمام اُمت سے اولیٰ ہیں اسی طرح رسولؐ کے مذکورہ رشتے دار پوری اُمت سے اولیٰ ہیں ۔ اس کے بعد نبیؐ کے رشتہ دار رہ جاتے ہیں ان میں فطری طور بھی اور کارکردگیوں کی بنا پر بھی آپس میں بعض بعض سے افضل اور قابل اطاعت و فرمانبرداری تھے ۔ لیکن ان سب پر قانونی طریقے سے حضرت علی علیہ السلام ابوطالب علیہ السلام کے جانشین ہونے کی بنا پر بھی حاکم و سربراہ تھے۔ اور قرآن کی رو سے بھی تمام قربیٰ کے سربراہ اور نگر ان و حاکم تھے (بنی اسرائیل ۲۶/۱۷، الروم ۳۸ / ۳۰) یوں تو علامہ اینڈ کمپنی آیات کے معنی تجویز کرنے میں سیاق وسباق پر بڑا زور دیتے ہیں لیکن اس آیۂ مبارکہ (۶ / ۳۳) کے آگے یا پیچھے کہیں دور دور بھی میراث کا ذکر نہیں اس کے باوجود انہوں نے یہاں میراث کے حقداروں کو لاگھسایا ہے ۔ اور کیوں نہ ہو انہیں اپنے چند نام نہاد مہاجرین کا تحفظ تو کرنا ہی تھا۔ یہاں خود ان کا اپنا جملہ ان پر صادق آتا ہے ۔فرمایا ہے کہ:

"بعض لوگ قرآن سے ہدایت لینے نہیں بیٹھتے بلکہ اسے ہدایت دینے بیٹھ جاتے ہیں"(تفہیم القرآن جلد۴ صفحہ ۷۵) اور یہ کام قومی علمانے مسلسل کیا ہے ۔ قرآن کے الفاظ کے معنی بدلنا ۔ قرآن کے الفاظ موجود ہوتے ہوئے ان کا ترجمہ نہ کرنا۔ قرآن سے سیدھے سادے بیان کو قومی افسانوں میں لپیٹ (sandwich) کر قومی پالیسی پر فٹ کرنا۔

(۲ ۔ ج) رسولؐ کی نام نہاد قوم مہاجر کہلائی تخریب میں نمایاں کردار ادا کیا آیت (۶ / ۳۳) کے خلاف محاذ جاری رکھا اور کامیاب ہوئی۔

ساری دنیا مانتی ہے کہ مکہ معظمہ سے جو بھی مدینہ آکر مسلمانوں میں شامل ہو گیا وہ مہاجر کہلایا اور رسولؐ اللہ کی مصنوعی اور خود ساختہ قوم مکہ سے مدینہ آئی لہٰذا وہ بھی لفظ مہاجر کی آڑ میں چھپ گئی اور دنیا یہ بھی جانتی ہے کہ لفظ ہجرت اور مہاجر کی ابتدا کرنے والے وہ لوگ تھے جو مکہ سے ملک حبش کو گئے تھے ۔ اور وہاں اسلام کی تبلیغ کرکے بادشاہِ حبش کو مسلمان کیا تھا۔ یعنی حقیقی اور تمام مسلمانوں کے لئے قابل احترام مہاجر وہی حضرات تھے اور قرآن کریم نے ان کی پوزیشن کو واضح کر کے مسلمانوں کے لئے ریکارڈ کردیا ہے ۔ ساتھ ہی نہ تمام مہاجرین کو پسندیدہ و قابل احترام قرار دیا ہے اور نہ لفظ انصار کے ماتحت آنے والے تمام لوگوں کو پسندیدہ اور قابل احترام کہا ہے ۔ جن کو پسند فرمایاہے اور جن کا احترام بھی واجب ہے وہ مہاجرین اور انصار میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے سبقت (پہل) کرنے میں اوّلیت حاصل کی تھی ۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ :

(۱) قومی علما تمام مہاجرین کو پسندیدہ و قابل احترام بنانے کے لئے ترجمہ میں رد و بدل کرتے ہیں ۔

وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ وَأَعَدَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي تَحۡتَهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۚ ذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾ التوبة

اس آیت کے اوّلین ترجمے دیکھیں جن میں کم سے کم ردوبدل ہوئی ہے

اوّل ۔ رفیع الدین " اور آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں ان کی ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کی ہیں واسطے ان کے بہشتیں چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیش رہیں گے بیچ ان کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانا بڑا "(مترجمہ قرآن صفحہ ۲۲۷)

اس آیت سے کون لوگ مراد ہیں ؟ اور ان کا مقام کتنا ارفع و اعلیٰ ہے ؟

قارئین اس ترجمے پر آخر سے نظر ڈالتے ہوئے ابتدا کی طرف آئیں اور ان حضرات کا تعین کریں جو اس میں مذکور ہیں ۔ لہٰذا وہ لوگ جو اس آیت کے اندر داخل ہیں ان کو اللہ نے :

۱۔ جیتے جی جنتی اور عظیم ترین کامیاب لوگ قرار دیا ہے ۔ یعنی وہ دنیا سے ایسی حالت میں رخصت ہوں گے کہ ان پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا ۔ لہٰذا وہ تمام صحابہ جو اپنے اوپر مواخذہ لازم سمجھتے تھے ان حضرات میں داخل نہیں ۔

۲۔ ان کے متعلق یہ فیصلہ ہوگیا کہ اللہ ان سے خوش تھا اور وہ اللہ سے خوش تھے اور یہ وہی لوگ ہیں کہ جب ان کا نام لیا جائے گا تو ہمیں رضی اللہ عنہم کہنا چاہئے ۔ لہٰذا یہ غلط ہے کہ عہد رسولؐ کے ہر شخص کے نام کے ساتھ رضی

اللہ عنہ یا عنہم کہا جاتا رہے ۔ یہ ایک قومی سازش ہے جس سے قومی علما عہد رسولؐ کے ہر فرد کو مقدس بنانا چاہتے ہیں ۔ یہاں (۱۰۰ / ۹) میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا ہے نہ کہ عہد رسولؐ کے تمام مسلمانوں کا ذکر:
اوّل: وہ لوگ جو مہاجروں میں سے یا انصار میں سے سارے مہاجرین اور تمام انصار سے سبقت میں اوّل درجہ پر آتے ہیں ۔
دوم: وہ لوگ جنہوں نے سو فیصد قدم بقدم آیت (سورۂ حجر ۶۵ / ۱۵) کے مطابق اوّل نمبر کے لوگوں کی پیروی کی تھی اور بس ۔ ان دونوں قسم کے لوگوں کے علاوہ باقی تمام مہاجرین اور تمام انصار اس فضیلت سے محروم تھے ۔ ہمارا یہ بیان علامہ رفیع الدین کے ترجمہ سے بھی اور آیت کے الفاظ سے بھی سو فیصد ثابت ہے ۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ تمام مہاجرین یا تمام انصار یا تمام صحابہ کو مقدس بنانا اور رسولؐ کی قوم کو مسلمانوں میں پیبٹ کر چھپا دینا ایک بڑی سازش تھی ۔ تاکہ قرآن میں جو اس نام نہاد قوم کی عموماً اور اس کے لیڈروں اور علما کی خصوصاً مذمت ہوئی ہے اس کا رخ موڑ کر اس قوم کو بچا لیا جائے ۔

ہم شکر گزار ہیں ان علما کے **سازش ثابت کرنے والی تفسیر علامہ جناب اشرف علی قابل داد ریکارڈ چھوڑتے ہیں۔** جنہوں نے نہایت بے تکلفی سے اپنے مخالفِ قرآن عقائد کو لکھا اور مذہب حقہ کی تائید میں مددگار ہوئے سنئے :
''وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ میں سب مہاجرین و انصار آگئے اور وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم میں بقیہ مومنین'' (مترجمہ قرآن اشرف علی مع تفسیر صفحہ ۳۲۲حاشیہ نمبر ۳، اوائل ایڈیشن)

(۲) اللہ نے آیت (۶ / ۳۳) میں اپنے قاعدے کے خلاف مہاجرین سے انصار کو کیوں الگ رکھا ؟

دیکھا آپ نے کہ علامہ اشرف نے قرآن کی آیت میں سے لفظ ''مِنَ'' نکال کر یہ مطلب نچوڑا ہے ۔ یعنی مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ'' کو بدل ڈالا تو ان کے لیڈر اور ان کی قوم مقدس لوگ بن گئے ۔ بہرحال ہمیں یہ دکھانا ہے کہ قرآن میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو مہاجرین کہا گیا ہے اور دوسری بڑی جماعت انصار کہلاتی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیت (۱۰۰ / ۹) میں اور (۱۱۷ / ۹ ، انفال ۷۲ / ۸) کئی جگہ مذکور ہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ نے آیت (۶ / ۳۳) میں مہاجرین کے ساتھ انصار کا تذکرہ کیوں نہیں کیا ہے ؟ اور یہ کیوں نہ فرمایا کہ :

> ٱلنَّبِيُّ أَوۡلَىٰ بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ مِنۡ أَنفُسِهِمۡۖ وَأَزۡوَٰجُهُۥٓ أُمَّهَٰتُهُمۡۗ وَأُوْلُواْ ٱلۡأَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ أَوۡلَىٰ بِبَعۡضٖ فِي كِتَٰبِ ٱللَّهِ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ وَٱلۡمُهَٰجِرِينَ إِلَّآ أَن تَفۡعَلُوٓاْ إِلَىٰٓ أَوۡلِيَآئِكُم مَّعۡرُوفٗاۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي ٱلۡكِتَٰبِ مَسۡطُورٗا ﴿٦﴾ الاحزاب

''نبیؐ ہر حیثیت سے اور ہر زمانہ کے مومنین کی جان سے بھی اولیٰ ہے اور اِس کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔ اور اسؐ کے رحمی رشتہ داروں میں سے بعض لوگ اپنے رشتے داروں سے بھی اور باقی زمانوں کے مومنین سے بھی اور تمام مہاجرین (اور انصار سے بھی) کتاب اللہ میں رسولؐ کی مانند اولیٰ ہیں سوائے اس کے کہ تم (مخاطب) لوگ ان کے بعد اپنے دوسرے اولیا کے ساتھ قاعدہ کا پسندیدہ سلوک کرو جو کہ کتاب کے اندر سطروں میں لکھا ہوا ہے ''
اگر اللہ نے اس آیت (۶ / ۳۳) کو اس طرح رکھا ہوتا جس طرح ہم نے بریکٹ میں انصار کو شامل کر کے لکھا ہے۔ تو رسولؐ اللہ کی حکومت اور اولیٰ ہونا مکمل ہو جاتا لیکن انصار کو شامل نہ کرنے سے چند سوال پیدا ہوتے ہیں :
اوّل ۔ یہ کہ کیا انصار آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ کی حکومت و ولایت سے خارج ہیں؟ یا یہ کہا جائے کہ وہ ان مومنین میں شامل ہیں کہ جن کا ذکر اس آیت (۶ / ۳۳) میں لفظ کتاب اللہ کے فوراً بعد اور مہاجرین سے پہلے آیا ہے؟ اور یہ کہ :
دوم۔ مہاجرین ان مومنین سے کیوں خارج کئے گئے جن میں انصار کو شامل یا خارج رکھا گیا ہے؟ اور
سوم ۔ یہ کہ اگر انصار اور مہاجرین دونوں مذکورہ مومنین میں داخل ہیں تو مہاجرین کا ذکر الگ سے کرنے میں کونسی حکمت یا خصوصیت ہے جو انصار میں موجود نہ تھی ؟

ہم جو کچھ سمجھتے ہیں اور جو کچھ اب تک قرآن کریم کے بیانات سے سامنے آچکا ہے وہ یہ ہے کہ :

(۳) قریش کے مہاجرین ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے منصوبہ بنا کر قومی حکومت بنائی تھی۔

وہ تمام لوگ مہاجر ہی تھے جنہوں نے رسولؐ کے اولیٰ بمعنی حاکم ہونے کو کبھی دل سے تسلیم نہ کیا تھا۔ اور رسولؐ کے قربیٰ یا اہلِ ذکر یا اولوالارحام کو حکومت رسولؐ سے محروم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور ان کی اپنی لکھی ہوئی تاریخ وحدیث و تفسیر پکار پکار کر کہتی ہے کہ انہوں نے :

۱۔ قومی اجتماعی فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ کسی قیمت پر نبوت کے خاتمہ کے بعد رسولؐ کے خاندان والوں کو حکومت و ولایت و امامت و خلافت کے پاس نہ پھٹکنے دیں گے۔ چنانچہ جناب خلیفہ دوم نے عبداللہ بن عباس سے صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ :

حضرت عمر " تمہاری قوم تمہارا سردار ہونا گوارا نہ کرتی تھی ۔"

عبداللہ بن عباس "کیوں" ؟

حضرت عمر "وہ نہیں پسند کرتے تھے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت اور خلافت دونوں آجائیں" (الفاروق علامہ شبلی حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)

قارئین الفاروق ضرور پڑھیں اس کتاب سے زیادہ جانبدارانہ دوسری کوئی کتاب خلیفہ کی سوانح عمری پر نہ لکھی گئی ہے اور نہ لکھی جاسکے گی ہم نے مندرجہ بالا دونوں حضرات کے مکالمہ میں سے یہ دوتین جملے لکھے ہیں لیکن شبلی نے نہ صرف کافی مفصل لکھا ہے بلکہ تاریخ طبری کے صفحات ۲۷۶۸ تا ۲۷۷۱ کا حوالہ بھی دیا ہے وہ بھی دیکھ لیں ایمان بڑھے گا۔ ہمارے اس حوالے کے بعد کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور ہماری اس قرآنی تفہیم اور دیگر تصنیفات کا ہر جملہ اور ہر لفظ حق بجانب ثابت ہوجاتا ہے۔ لیکن چند ایسے اشارے اور ضروری ہیں جو مسلمانوں کو فوراً معلوم ہو سکتے ہوں۔

۲۔ قارئین نے دیکھا کہ قومی حکومت کے طرفدار علما نے ان تمام الفاظ کے معنی تبدیل کئے جن کے حقیقی معنی کرنے سے خانوادۂ رسولؐ کی یا علیؑ کی حکومت یا ولایت یا امامت و خلافت ثابت یا معلوم ہو سکتی ہو۔ اور اسی لئے ہم نے یہ تفسیر لکھنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے "و۔ل۔ی" سے بننے والے تمام الفاظ کے معنی کا ہر جگہ ستیاناس کیا ہے اور بڑی ڈھٹائی اور مستقل بے حیائی سے لفظ مولیٰ ۔ولی ۔اولیا اور(آیت زیر بحث ، ۶ / ۳۳) اولیٰ کے معنی بھول کر بھی "ہمدرد حاکم" نہیں کئے اور اسی ابلیسی منصوبے کی تائید میں یہاں اس آیت (۶ / ۳۳) میں بلا کسی قرینے اور لفظ کے مسئلہ میراث لا گھسایا ہے اور اسی خبیث پالیسی کے خلاف ثبوت فراہم کرنے کے لئے یہاں مہاجرین کو انصار اور مومنین سے خارج کر کے انہیں خانوادۂ رسولؐ کے رحمی رشتہ داروں کے اولیٰ کی ماتحتی میں الگ سے بیان کیا ہے۔ اور دیکھ لو کہ حضرت عمر ہی وہ شخص ہیں جو یہ بتاگئے کہ انہیں اور تمام مہاجرین کو یہ پسند نہ تھا کہ محمدؐ کے بعد ان کے اولوالارحام میں خلافت و حکومت جائے۔ اور اس آیت (۶ / ۳۳) کے معنی بدل کر بھی کام نہ چلا تو ایک عدد روایت گھڑ کر قومی حکومت کا جواز نکال لیا یعنی "امام قریش میں سے ہوں گے "(اَلْاَئِمَّةُ مِنَ الْقُرَيْشِ) اس لئے کہ کوئی یہ نہ کہہ دے کہ مہاجرین کا اولیٰ(۶ / ۳۳) اور مولیٰ اور ولیؑ (مائدہ ۵۵ / ۵) علیؑ ہے۔ اور جنہوں نے انہیں سب سے پہلے ٹوکا وہ انصار ہی تھے۔ اسی روک ٹوک کی پاداش میں مہاجروں کی قومی حکومت نے انصار کو کبھی حکومت میں کوئی کلیدی مقام نہ دیا بلکہ ان کے قبیلوں کا قتل عام کیا اور ان کے عورتوں بچوں کو کنیز و غلام بنایا۔ منجملہ اس کے مالک بن نویرہ کو مع اس کی قوم کے تباہ کر دینا مشہور و معلوم ہے۔

(۳) آیت (۷ / ۳۳) قومی حکومت کی سازش پر ایک اور ضرب یعنی انبیاؑ روز ازل سے مقرر و متعین تھے۔

اس آیہ مبارکہ (۷ / ۳۳) میں تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا جانا تو ثابت بھی ہے اور علامہ مانتے بھی ہیں اور اس پر اپنی قسم کی حاشیہ آرائی بھی کرتے ہیں مگر یہ نہیں کہتے کہ یہ عہد کب لیا گیا تھا؟ مگر آیت کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ عہد بھی اسی طرح عالم ذر میں لیا گیا تھا۔ جیسا کہ تمام نوع انسان سے انبیاؑ کے متعلق عہد لیا گیا تھا (آلِ عمران ۸۱ / ۳) لہٰذا قومی مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ اللہ جسے چاہتا ہے پکڑ کر نبی بنا ڈالتا ہے اور یہ کہ نبی کو علم تک نہیں ہوتا کہ وہ نبی ہے۔ (دیکھو سورۂ آل عمران تشریح نمبر ۱۶) سراسر کذب و افتراہے۔

مِیۡثَاقَهُمۡ وَ مِنۡكَ وَ مِنۡ نُّوۡحٍ وَّ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ مُوۡسٰی وَ عِیۡسَی

عہد ان کا اور تجھؐ سے اور نوحؑ سے اور ابراہیمؑ سے اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ

ابۡنِ مَرۡیَمَ ۠ وَ اَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّیۡثَاقًا غَلِیۡظًا ۙ﴿۷﴾ لِّیَسۡـَٔلَ

بیٹے مریمؑ کے سے اور لیا ہم نے ان سے عہد گاڑھا تو کہ سوال کرے

الصّٰدِقِیۡنَ عَنۡ صِدۡقِهِمۡ ۚ وَ اَعَدَّ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۸﴾

سچوں کو راستی ان کی سے اور تیار کیا ہے واسطے کافروں کے عذاب درد دینے والا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَآءَتۡکُمۡ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو نعمت اللہ کی اوپر اپنے جس وقت کہ آیا اوپر

جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ رِیۡحًا وَّ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا ؕ

تمہارے لشکر پس بھیجی ہم نے اوپر ان کے باؤ اور لشکر کہ نہ دیکھا تھا تم نے اس کو

وَ کَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرًا ۚ﴿۹﴾ اِذۡ جَآءُوۡکُمۡ

اور ہے اللہ ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم دیکھنے والا جس وقت کہ آئے تم پر

مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ وَ مِنۡ اَسۡفَلَ مِنۡکُمۡ وَ اِذۡ زَاغَتِ الۡاَبۡصَارُ وَ

اوپر تمہارے سے اور نیچے تمہارے سے اور جس وقت کہ کج ہوئیں نظریں اور

بَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوۡنَا ﴿۱۰﴾

پہنچ گئے دل حلق کو اور تم گمان کرتے تھے ساتھ اللہ کے طرح طرح کے گمان

اور تم سے تمہارا عہد لیا تھا اور نوحؑ سے و ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ بن مریمؑ سے بھی عہد لیا اور ہم نے ان سے بہت ہی مستحکم و پختہ عہد لیا تھا (۸) تاکہ سچوں سے ان کی سچائی کے نتائج و قدر و قیمت پر سوالات کئے جاسکیں ۔ اور حق و راستی کو چھپانے والوں کے لئے تو دردناک عذاب تیار ہے ہی ۔ (۹) اے مومنین تم ہماری اس نعمت کا بھی تذکرہ کر لیا کرو جو ہم نے ایسی حالت میں دی تھی کہ جب تمہارے اوپر دشمنوں کے لشکروں کی یلغار تھی تو ہم نے دشمن افواج کو ہوائی طوفان کی مار دی تھی اور تمہاری مدد کے لئے ایسی افواج بھیجی تھیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تھے ۔ اور اس وقت تم کیا کرتب دکھا رہے تھے اللہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ (۱۰) یعنی جب دشمن کی افواج نے تمہیں اوپر اور نیچے سے نرغہ میں لے لیا تھا تو اللہ پر بھروسہ چھوڑ کر خوف سے تمہاری آنکھیں پتھرا کر ٹیڑھی ہوگئی تھیں اور تمہارے دل پھٹ کر کلیجے منہ کو آگئے تھے اور تم اللہ کے متعلق طرح طرح کے شکوک و شبہات میں الجھ کر طرح طرح کی بدعقیدگی اور بدگمانیاں کرنے لگے تھے

(۴) آیات (۲۰ تا ۹ / ۳۳) عہد رسولؐ کے مومنین ان کے اعمال و افکار و عقائد ۔

قارئین ہر محراب و منبر سے عہد رسولؐ کے مومنین کے متعلق بہت کچھ غپ شپ سنا کرتے ہیں مگر کسی عالم کے منہ سے کبھی یہ بھی سنا کہ رسولؐ کے صحابہ میں ایسے حضرات بھی تھے جو اسلام اور رسولؐ اسلام اور باقی مومنین کو خطرے میں دیکھ کر دم دبا کر بیٹھ جایا کرتے تھے ۔ جو طوطے کی طرح رسولؐ سے آنکھیں بدل بدل کر ، پتلیاں گھما گھما کر بے ہوشی اور غشی کا نظارہ دکھایا کرتے تھے؟ تاکہ انہیں دیکھ کر باقی مجاہدوں کے دل بھی چھوٹ جائیں۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سورۂ احزاب جنگ خندق پر مختصر سا تبصرہ کرتی ہے ۔اور وہ نظارہ پیش کرتی ہے جب عمر بن عبدود خندق پر سے گھوڑا کُدا کر مسلمانوں کے سامنے آکھڑا ہوا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ جہاد میں جو شخص تم میں سے مارا جاتا ہے وہ جنت میں جاتا ہے۔ لہٰذا تم میں سے جسے جنت میں جانا ہو وہ میرے مقابلہ پر آجائے میں اسے فوراً جنت روانہ کردوں گا ۔ ادھر دشمنوں کا یہ شہسوار مسلمانوں کو طرح طرح طعنے دے رہا تھا ۔ اُدھر صحابہ کا وہ حال تھا جو اللہ نے بیان کیا ہے (۱۳ تا ۸ / ۳۳) کلیجے منہ کو آ رہے تھے ۔ موت سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی، نبضیں چھوٹ رہی تھیں، سر گھوم رہے تھے۔ اس حالت اور خاموشی کو بیان کرنے میں قومی مورخین نے بھی ایک ضرب المثل کو استعمال کیا ہے اور لکھا ہے کہ:"مومنین اس طرح خاموش اور بے حس و حرکت بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندہ بیٹھا تھا (کَاَنَّمَا عَلٰی رُؤُسِھِمُ الطَّیر) اس عربی جملے کی ایجاد پر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ وَ اِذْ

اس جگہ آزمائے گئے ایمان والے اور ہلائے گئے ہلائے جانا سخت اور جس وقت کہ

يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا

کہتے تھے منافق اور وہ لوگ کہ بیچ دلوں ان کے کے بیماری ہے نہیں

وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ وَ

وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ نے اور رسولؐ اس کے نے مگر فریب دینے کو اور

اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ

جس وقت کہا ایک طائفہ نے ان میں سے اے لوگو مدینے کے نہیں جگہ رہنے کی

لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ

واسطے تمہارے پس پھر جاؤ اور اذن مانگتا تھا ایک فرقہ ان میں سے پیغمبر سے

يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ

کہتے ہیں کہ تحقیق گھر ہمارے خالی ہیں اور نہیں وہ خالی نہیں ارادہ کرتے مگر

(۱۱) احزاب کی جنگ میں مومنین کو خوب خوب آزمایا گیا اور خوب سختی کے ساتھ ہلا کررکھ دیا تھا۔ (۱۲) وہی وقت تو تھا جب عارضی مسلمان اور نظام اجتہاد کے قومی مسلمانوں نے کہ جن کے دلوں میں قومی حکومت بنانے کا منصوبہ تھا کہا کہ اللہ نے اور اللہ کے رسولؐ نے ہم کو بہلانے کے لئے جنگ میں کامیابی کا وعدہ کیا تھا۔ (۱۳) اور جب اسی وقت ان منافقوں اور منصوبۂ حکومت رکھنے والوں نے کہا تھا کہ اے یثرب کے باشندو اب تمہارا یثرب میں کوئی مقام نہیں رہا لہٰذا پلٹ جاؤ۔اور ساتھ ہی منافقوں اور منصوبہ سازوں کا ایک فرقہ رسولؐ سے یہ کہہ کر جدائی کی اجازت مانگ رہا تھا کہ حضورؐ ہمارے مکانات غیر محفوظ ہیں حالانکہ ان کے گھر غیر محفوظ نہیں تھے۔ فرار کے سوا ان کا اور کوئی

اونٹ کے سر میں جب چیچڑیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور کوّا اس کے سر پر بیٹھ کر انہیں چن چن کر کھاتا ہے تو اسے آرام ملتا ہے اور وہ اس خوف سے سر نہیں ہلاتا کہ کہیں کوّا نہ اڑ جائے تو بے حس و حرکت ہو کر بیٹھا رہتا ہے۔ ایسی بے حسی پر عرب یہ جملہ بولا کرتے تھے۔ بہر حال عمر ابن عبدود کے مقابلہ پر صحابہ بے حس و حرکت موت کو سامنے کھڑا دیکھ رہے تھے۔ لیکن حضرت علیؑ اس کے ہر چیلنج پر اٹھتے اور بٹھا دیئے جاتے تھے تاکہ صحابہ کو خوب ہلا ہلا کر آزما لیا جائے اور آئندہ کوئی بہادری و شجاعت کی غپ نہ مار سکے۔ عمر بن عبدود سے حضرت علی علیہ السلام کا مقابلہ بڑا دلچسپ حیرت انگیز اور سبق آموز ہے۔ لَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ وَلَا سَيْفَ اِلَّا ذُوْالْفِقَار اسی سے متعلق ہے۔ لیکن ہم علامہ شبلی کے چند جملے لکھتے ہیں تاکہ سند رہیں۔ سیرۃ النبیؐ میں لکھا ہے کہ" عمرو بن عبدود پکارا کہ مقابلہ کو کون آتا ہے؟ حضرت علیؑ نے اٹھ کر کہا میں لیکن آنحضرتؐ نے روکا کہ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ حضرت علیؑ بیٹھ گئے۔ لیکن عمرو کی آواز کا اور کسی (صحابی کی) طرف سے جواب نہیں آتا تھا۔ عمرو نے دوبارہ پکارا اور وہی صرف (علیؑ کی) ایک صدا جواب میں تھی۔ تیسری دفعہ جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے۔ تو حضرت علیؑ نے عرض کی ہاں میں جانتا ہوں کہ یہ عمرو ہے۔ غرض آپؐ نے اجازت دی۔ خود دست مبارک سے تلوار عنایت کی سر پر عمامہ باندھا" (جلد اوّل صفحہ ۴۲۶) (تاریخ الخمیس ،روضۃ الصفا روضۃ الاحباب اور حبیب السّیر) بس اس سے زیادہ کی اس عنوان میں ضرورت نہیں ہے۔صحابہ کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ ان کی فداکاری کے تمام سچے کارنامے بھی علیؑ کے مقابلہ میں ناقابل توجہ اور حقیر ثابت ہو گئے اور یہی وہ علیؑ ہے نا؟ جس کو ابھی ابھی تمام مہاجرین و انصار و مومنین پر حاکم اور اولیٰ فرمایا گیا تھا (۶ / ۳۳)؟ اور کیا کوئی اور ہو سکتا تھا جو بعد رسولؐ یا حیات رسولؐ میں برابری کے لئے کوئی گنجائش رکھتا ہوتا؟

(۴۔الف) آیت (۹ / ۳۳) میں یہ ثابت ہے کہ قومی لیڈر اللہ و محمدؐ و علیؑ کے حقیقی مقام کو چھپایا کرتے تھے۔

یہ ہی تو وہ بات ہے جو اللہ پوچھنا چاہتا ہے اور رسولؐ کی نام نہاد قوم پر اعتراض قائم کیا ہے کہ تم اس واقعہ کو بالکل چھپا دینا چاہتے ہو جبکہ تم انتہائی بزدلی اور شرمناک نامردی کا مظاہرہ کر رہے تھے اور ہم نے تمہاری مدد کی تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ

ارادہ نہ تھا۔ (۱۴) اور اگر کہیں مدینہ کے اطراف سے دشمن شہر میں داخل ہو جاتے اور مسلمانوں کے اس فرقہ کو فتنہ کی دعوت دیتے تو یہ دشمن سے تعاون کرتے ہوئے مسلمانوں کی خوں ریزی کرتے ۔اور مشکل تھا کہ وہ دشمن کی درخواست پر ذرا ورا سی کمی کے ساتھ فتنہ پھیلاتے ۔ (۱۵) اور یہ وہی مسلمان تھے جنھوں نے اس سے پہلے اللہ کے رسولؐ سے یہ عہد کیا تھا کہ ہم قیام ولایت سے پشت نہ پھیریں گے لہٰذا ان سے اللہ کے عہد پر ضرور باز پرس ہونا ہے ۔ (۱۶) اے رسولؐ ان قومی مسلمانوں سے کہو کہ

اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَ لَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ

بھاگنے کا اور اگر پیٹھ آویں مدینے میں اوپر ان کے طرفوں اس کی سے پھر

سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَ مَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ

مانگی جاوے ان سے خانہ جنگی البتہ دیں گے اس کو اور نہ ڈھیل کریں گے اس میں

اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَ لَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا

مگر تھوڑا اور البتہ تحقیق تھے کہ عہد باندھا تھا اللہ سے پہلے اس سے کہ نہ

يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَ كَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ

پھیریں گے پیٹھ کو اور ہے عہد اللہ کا سوال کیا گیا کہہ کہ ہر گز نہ فائدہ دے گا

اس وقت تم کیسے کیسے منصوبے تیار کر رہے تھے ۔(۹ / ۳۳) اور قارئین دیکھیں گے کہ جنگ خیبر کے حالات و تفصیلات کو طرح طرح سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش برابر جاری رہتی چلی آئی ہے اور علامہ مودودی نے تو اس جنگ کے حالات بالکل غائب کر لئے ہیں ۔ کسی کا لڑنا دکھایا ہی نہیں ہے ۔ بس یہ کہ سازش ہوئی ، افواج آئیں ،محاصرہ ہوا۔ آندھی آئی اور کافر بھاگ گئے۔ بہرحال ان قومی لیڈروں کی پالیسی خود اس آیت (۹ / ۳۳) میں بھی یہی تھی کہ ہر وہ بات چھپا دو جس سے اظہار حق ہوتا ہو۔ جس سے ان کی پول کھلتی ہو۔ ان ہی کی سنت پر ان کے پجاری اور علامہ لوگ چلتے آئے ہیں ۔

(۴۔ب) قومی مومنین کے عقائد کو منافقوں کے سر لگانا اور انہیں بچانا یہاں بھی ثابت ہے ۔

چنانچہ قارئین دیکھیں کہ آیات (۱۱ تا ۹ / ۳۳) میں خالص طور پر مومنین کا ذکر ہوا ہے۔ اور يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴿۹﴾ (الاحزاب) ۔ کہہ کر خدا نے مومنین سے بات کی ہے مگر بات چونکہ ڈوب مرنے کی ہے ۔ ان مومنین کی بدعقیدگی کا اعلان ہے ، اس لئے علامہ یہ جرأت کرتے ہیں کہ وہاں صرف مومنین مخاطب نہیں ہیں بلکہ ”ایمان لانے والوں سے مراد یہاں وہ سب لوگ ہیں جنھوں نے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسولؐ مان کر اپنے آپ کو حضورؐ کے پیروؤں میں شامل کیا تھا۔ جن میں سچے اہل ایمان بھی شامل تھے اور منافقین بھی ۔اس پیراگراف میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے گروہ کا مجموعی طور پر ذکر کیا ہے“ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۷۶،۷۷) علامہ سے کون پوچھے کہ ان کی معلومات کا قیاسات و اجتہادات کے علاوہ اور کون سا ایسا ذریعہ ہے جس پر یقین کرنا لازم ہو اور جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ اللہ مومن اور منافق کے فرق کو جانتے ہوئے بھی مومنین کو منافق اور منافقین کو مومن کہہ دیا کرتا ہے۔ اور جب کہ اس نے منافقین کا ذکر اگلی آیت (۱۲ / ۳۳) میں الگ سے کر دیا ہے؟ قارئین یاد رکھیں کہ جنگ احزاب میں مومنین دو حصوں میں تقسیم تھے ایک گروہ تھا جو جنگ کی مختلف ذمہ داریوں پر تعینات و مصروف تھا۔ اور ایک گروہ وہ تھا جو کوئی کام نہ کرتا تھا بلکہ رسولؐ اللہ کے ساتھ لگا رہتا تھا۔ تاکہ خطرہ سے بچے رہیں یا موقع ملے تو رسولؐ کو گرفتار کر کے دشمنوں کے حوالے کر دیں ۔ یہ دوسرا گروہ وہی تھا جو اپنے اجتہاد کے ماتحت ایمان لایا اور مومن تھا۔ اسی گروہ کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے جاسوس اور ہدایت کار بھی رہتے تھے۔ اور اسی گروہ کے ساتھ وہ لوگ بھی رہتے تھے جو اس سے متاثر اور ان کی مجتہدانہ اسلامی تفہیم کو پسند کرتے تھے۔ ہم قرآن کریم سے یہ دکھا چکے ہیں کہ منافق وہ لوگ تھے جو دشمنان اسلام کی طرف سے مسلمانوں کے حالات کا پتہ لگانے کے لئے یا قریشی مومنین کو ہدایات فراہم کرنے کے لئے مکہ کے قریشی مرکز سے یا مدینہ کے یہودی مرکز سے عارضی طور پر مسلمان بن کر آتے جاتے رہتے تھے اور قریشی مومنین کو پسند کرنے والوں کو دل کے بیمار (فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ) کہہ کر بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا مومنین کی دو قسموں میں سے ایک حقیقی مومنین تھے۔ ۲۔ دوسرے قومی پالیسی کے تحفظ یا

الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ

تم کو بھاگنا اگر بھاگو تم موت سے یا قتل سے اور اس وقت نہ فائدہ دئے جاؤ گے

اِلَّا قَلِيْلًا ۞ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ

مگر تھوڑا کہ کون ہے وہ جو بچاوے گا تم کو اللہ سے اگر ارادہ کرے

بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَ لَا يَجِدُوْنَ

ساتھ تمہارے برائی کا یا ارادہ کرے ساتھ تمہارے رحمت کا اور نہ پاویں گے

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۞ قَدْ يَعْلَمُ

واسطے اپنے کو سوائے خدا کے کوئی دوست اور نہ مدد دینے والا تحقیق جانتا ہے

اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ

اللہ منع کرنے والوں کو تم میں سے اور کہنے والوں کو واسطے بھائیوں اپنے کے کہ

هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَ لَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۞ اَشِحَّةً

چلے آؤ طرف ہماری اور نہیں آتے لڑائی میں مگر تھوڑے بخیلی کرتے ہوئے

عَلَيْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ

اوپر تمہارے پس جب آوے ڈر دیکھے گا تو ان کہ دیکھتے ہیں طرف تیری پھرتی ہیں

اگر تم موت یا قتل سے بھاگو گے تو یہ بھاگنا تمہارے لئے کچھ بھی نفع بخش نہ ہوگا اس کے بعد زندگی میں تمہیں زندگی سے فائدہ اٹھانے کا تھوڑا ہی سا موقع ملنے والا ہے (۱۷) اور کون ہے جو تمہیں اللہ کی گرفت سے محفوظ کردے جب کہ وہ تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک کرنے کا فیصلہ کرلے یا جب کہ وہ تمہارے ساتھ کوئی اچھا اور رحم کا ارادہ کرلے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ کے علاوہ اور کوئی نہ مددگار ملے گا نہ ہی کوئی ان کا حقیقی ہمدرد حاکم ہوگا۔ (۱۸) اے مومنین اللہ ان نام نہاد مسلمانوں کو جانتا ہے جو تم میں رہتے ہوئے اللہ کے مقاصد میں بڑی چالاکی سے رکاوٹیں ڈالتے رہتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں سے کہا کرتے ہیں کہ تم ہماری پالیسی اختیار کرلو اور خود بھی بہت کم ہی جنگ میں حصہ لیتے ہیں۔ (۱۹)اور تمہارے اوپر مجسم کنجوسی اور بخیلی بن کر چھا جانا چاہتے ہیں اور جب کوئی خوفناک مہم سامنے آتی ہے تو اے نبیؐ تم دیکھتے ہو کہ ان کی پتلیاں اور آنکھیں اس طرح گھومنے اور چکر کھا کر

اجتہاد کے ماتحت ایمان لائے تھے۔ تیسرے مومنین میں شامل اور ملے جلے رہنے والے دل کے بیمار یا قومی منصوبے کو پسند کرنے والے اور چوتھے منافق جو ایک مقصد تک مسلمان رہنا طے کرکے آتے تھے۔ چنانچہ یہاں آیات (۱۲ تا ۱۶ / ۳۳) میں منافقانہ سرگرمیوں کا باقاعدہ تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور ان سرگرمیوں کو پورا کرنے میں قریشی لیڈر اور مومنین مددگار رہا کرتے تھے۔ یہ بات بھی ان ہی آیات سے ثابت شدہ ہے۔ لہٰذا علامہ نے اپنے راہنماؤں کے تحفظ میں جھوٹ بولا ہے کہ اللہ نے مومنوں کے ساتھ منافقوں کو بھی مخاطب کیا تھا وہاں (۹ تا ۱۲ / ۳۳) صرف قریشی مومنین کا تذکرہ ہوا ہے اور بتایا ہے کہ وہ اللہ کے متعلق کچھ اجتہادی وظنی اور قیاسی عقائد رکھتے اور پھیلاتے تھے۔

(۴۔ج) قومی مومنین کو مختلف مواقع پر مراکز اجتہاد کی طرف سے عقائد و اعمال پر منافقوں کے ذریعہ ہدایات۔

یہ حقیقت بار بار قرآن سے ثابت کی جاتی رہی ہے کہ قریش کا سب سے بڑا لیڈر باقاعدہ یہودی مرکز اجتہاد سے تعلیم و ہدایات حاصل کیا کرتا تھا (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۳۲) اسی ضرورت کو بروقت اور ہر وقت پورا کرتے رہنے کے لئے مکہ اور مدینہ کے اجتہادی مرکز اپنے جاسوسوں یا منافقوں کے وسیلے سے ہدایات جاری کرتے رہتے تھے۔ یہاں ان آیات (۱۲ تا ۱۶ / ۳۳) میں منافقین کو ہی اللہ کے وعدوں کو غرور یعنی دل بہلاوا قرار دینے کی ترغیب دی گئی تھی اور ان ہی کی شہ پر قومی مومنین نے اللہ کے متعلق ظنی عقائد قائم کئے تھے (۱۰، ۱۲ / ۳۳) ان منافقوں اور قومی مومنین کے ہمدردوں ہی نے چاہا تھا کہ تمام اہل یثرب اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر روانہ ہو جائیں یا قریش کا مذہب اختیار کرلیں (۱۳ / ۳۳) وہ چونکہ دشمن کے ایجنٹ تھے اس لئے دشمنوں کے ذرا سے اشارہ پر مدینہ میں فتنہ پھیلانے میں شریک ہو جاتے (۱۴ / ۳۳) اب پھر قریش کے قومی مومنین کا ذکر کیا اور بتایا کہ انہوں نے بھی باقی تمام مومنین کے ساتھ رسولؐ اللہ کی بیعت اور اسلام پر

تمہیں دیکھنے لگتی ہیں گویا کہ وہ تمہیں بتا رہے ہوں کہ۔" نبیؐ صاحب اب تم غشی کے عالم میں گرنے والے ہو۔" ہم پر تو موت کی غشی طاری ہے اور جب حالت خوف جاتی رہتی ہے تو یہ قومی لیڈر تمہارے مجمعوں میں اپنی زبانی کرشمہ سازیاں اور موشگافیاں کرنا اور حقیقی الخیرؐ کے بارے میں بخیلیاں دکھانے لگتے ہیں سنو وہ لوگ حقیقی ایمان نہیں لائے اس لئے اسلام کے نام پر کئے ہوئے ان کے نیک اعمال ضائع کردیئے اور وہ ضائع کرنا اللہ کے لئے آسان بات تھی (۲۰) اور قومی مسلمان یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ

اَعۡيُنُهُمۡ كَالَّذِىۡ يُغۡشٰى عَلَيۡهِ مِنَ الۡمَوۡتِ ‌ۚ

آنکھیں ان کی مانند اس کے کہ غشی آتی ہے اوپر اس کے موت سے

فَاِذَا ذَهَبَ الۡخَـوۡفُ سَلَقُوۡكُمۡ بِاَلۡسِنَةٍ حِدَادٍ

پس جس وقت جاتا رہتا ہے ڈر بیٹھتے ہیں بیچ تمہارے ساتھ زبانوں تیز کے

اَشِحَّةً عَلَى الۡخَيۡرِ‌ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا فَاَحۡبَطَ

بخیلی کرتے ہوئے اوپر بھلائی کے یہ لوگ نہ ایمان لائے تھے پس نلپید کر دئے

اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ‌ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا‏ ﴿۱۹﴾ يَحۡسَبُوۡنَ

اللہ نے عمل ان کے اور ہے یہ اوپر خداکے آسان گمان کرتے ہیں

قربان ہو جانے کا عہد کر رکھا تھا لیکن عہد شکنی کر گئے اور ان میں سے ایک نے بھی اسلام کے لئے جان نہ دی جیسا کہ باقی مومنین میں سے کچھ نے جان دے کر اور کچھ نے جنگ کر کے اپنا عہد پورا کر دیا (۲۳، ۱۵ / ۳۳) لیکن قومی مومنین نے ہر قدم پر اس عہد کو جھوٹا معاہدہ ثابت کیا نہ صرف بزدلی اور نامردی دکھائی (۱۹ / ۳۳) بلکہ اس فکر میں رہے کہ موقع ملے تو جنگلوں اور بادیہ نشینوں میں چلے جائیں (۲۰ / ۳۳) یہی لوگ تھے جو دین میں موشگافیاں کیا کرتے تھے۔ اور آج تک نت نئے عقائد گھڑتے چلے آئے ہیں۔

(۴۔ د) یداللہ ہی وہ ذاتِ پاک ہو سکتی تھی جس کی جنگ کو اللہ نے اپنی اور کامیاب جنگ قرار دیا ہے۔

جنگ خندق مین جن مسلمان بہادروں نے تیغ زنی کی تھی ان میں قریش کے نام نہادلیڈروں اور سرداروں اور بڑے بڑے صحابہ میں سے کسی نے بھی حصہ نہیں لیا تھا۔ حد یہ ہے کہ وہ بعد میں تمام اُمت اور تمام صحابہ سے بزرگ بن جانے والے صحابہ بھی آنحضرتؐ کے باربار تقاضوں کے باوجود گشت کرنے اور دشمن کے حالات کی خبر لانے تک کے لئے نہ گئے اور صاف انکار کر دیا تھا۔ آئیے پہلے ہم ایک ایسے عالم کی کتاب سے ابتدا کریں جو قومی لیڈروں کے تحفظ میں دین و دنیا دونوں کی پرواہ نہیں کرتا اور ہر وہ خیانت اور بد دیانتی جائز سمجھتاہے جسے چور اور ڈاکو بھی ناپسند کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بڑی تلاش کے بعد ایک ایسی روایت کو لکھتا ہے جو بہت بعد میں گھڑی گئی تھی لیکن مشہور ترین اور قدیم ترین روایت کا ذکر صرف حاشیہ میں ثانوی حیثیت سے کرتا ہے سنئے۔

(ا) ابوبکر و عمر کی اللہ و رسوؐل سے ہمدردی: "ایک دفعہ آنحضرتؐ نے لوگوں سے خطاب کرکے فرمایا کہ کوئی ہے جو باہر نکل کر محاصرین کی خبر لائے؟ تین دفعہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے لیکن حضرت زبیرؓ کے سوا اور کوئی صدا نہ آئی۔ آنحضرتؐ نے اسی موقع پر حضرت زبیر کو حواری کا لقب دیا" (سیرۃ النبیؐ جلد اوّل صفحہ ۲۴۳)

اس بیان میں علامہ نے کیا کیا چھوڑا اور کتنا لکھا؟ اس کو بعد میں دیکھنا پہلے یہ دیکھ لیں کہ بڑے صحابہ میں سے کوئی نہ بولا۔ حالانکہ رات کے اندھیرے میں دوچار سو قدم جانا اور ادھر ادھر نظر ڈال کر چلے آنا تھا۔ وہاں کوئی عمرو بن عبدود تلوار لئے قتل کے لئے تیار نہ بیٹھا تھا۔ اب علامہ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے کہ:

"صحیح بخاری غزوۂ احزاب صحیح مسلم کتاب الفضائل۔ لیکن ابن ہشام میں اس موقع پر حذیفہؓ بن الیمان کا نام ہے۔ اس لئے محدثین میں ان دونوں ناموں کے واقعوں کی تطبیق میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن حجر اور زرقانی نے بہ دلائل یہ ثابت کیا ہے کہ محاصرین میں سے قریش کی تحقیق حال کے لئے حضرت حذیفہ اور بنو قریظہ کی تحقیق خبر کے لئے حضرت زبیر گئے تھے" (سیرۃ النبیؐ جلداوّل صفحہ ۲۴۳ حاشیہ نمبر ۱)

الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا

جماعتوں کفار کی کو کہ نہیں گئیں اور اگر آویں جماعتیں دوست رکھیں

لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ

کاش کہ وہ جنگل میں رہتے بیچ گنواروں کے پوچھا کرتے خبروں تمہاری کو

وَ لَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ۝۲۰ لَقَدْ كَانَ

ع ۲ / ۱۲ / ۱۸

اور اگر ہوتے درمیان تمہارے نہ لڑتے مگر تھوڑا البتہ تحقیق ہے

لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ

واسطے تمہارے بیچ رسولؐ خدا کے پیروی اچھی واسطے اس شخص کے کہ

کافروں کی حملہ آور جماعتیں ابھی گئی نہیں ہیں چنانچہ اگر وہ جماعتیں دوبارہ حملہ کردیں تو ان کو یہ زیادہ محبوب ہے کہ وہ اس موقع پر کہیں صحرا میں بدوؤں میں پناہ گزیں ہوجائیں اور وہیں سے تمہارے اوپر گزرنے والے حالات آتے جاتے رہنے والوں سے دریافت کرتے رہیں تمہارے درمیان اگروہ ٹھہرے بھی رہیں تو بھی وہ بڑی کمی ہی سے جنگ کرتے ہیں ۔ (۲۱) یقیناً تم میں سے جو لوگ اللہ ہی سے طلب کرتے ہیں اور اس کا تذکرہ بہت کرتے ہیں اور آخرت کے دن کے لئے ذمہ دار رہتے ہیں

دیکھا آپ نے کہ ایک قدیم روایت کو چھوڑ کر علامہ شبلی نے بعد کی تیار کردہ روایت کو اختیار کیا اور اس طرح روایت سازوں نے ترکیب کے ساتھ زبیر کو بھی شامل کر دیا تھا۔ مگر علامہ نے اصل متن میں صرف زبیر کو ہیرو بنایا۔ لیکن ذرا حقیقت حال ملاحظہ کرلیں ۔

معارج النبوۃ ،روضۃ الصفاء ،مدارج النبوۃ اور تاریخ الخمیس میں حذیفہ بن الیمان کا یہ بیان لکھا ہے کہ:

''بخدا اس رات کو بھوک اور سردی نے ہمیں ایسا ستایا تھا کہ خدا ہی جانتا ہے کسی قدر رات گزرے حضرت خواب سے بیدار ہوئے اور چند رکعت نماز ادا کرکے بعض صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ کون ہے کہ جاوے اور ان لوگوں کی خبر ہم تک لاوے تاکہ اس کو خدائے تعالیٰ بہشت میں میرا رفیق گردانے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کسی نے خوف اور بھوک اور سردی کے سبب سے جواب نہ دیا۔ حضرت پھر نماز میں مصروف ہو گئے اور فارغ ہو کر پھر فرمایا کہ کوئی ہے جو اس قوم کی خبر ہم تک لاوے تاکہ خدائے تعالیٰ اسے بہشت میں میرا رفیق کرے؟ اس دفعہ بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ جب تین دفعہ اسی طرح آواز دے چکے اور کسی نے جواب نہ دیا تو صحابہ میں سے تین یا چار نام لے کر کہا ان میں سے ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ پناہ مانگتا ہوں میں خدا سے اور اس کے رسولؐ سے کہ مجھے اس مقام پر اس مشقت سے معاف رکھا جائے اور کہیں نہ بھیجا جائے ۔ اس کے بعد میرا نام لیا میں نے عرض کیا لبیک یا رسولؐ اللہ ۔ فرمایا کہ کیا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ آج رات کو ہماری حراست کرے تاکہ قیامت کے دن تو ہمارے ساتھ ہو؟ میں نے عرض کی بیشک یا رسولؐ اللہ ۔ مگر بھوک اور سردی نے مجبور کر رکھا ہے ۔ حضرت نے دعا کی میری بھوک اور سردی جاتی رہی اور میں حضرتؐ کے حکم سے مخالفین کے لشکر کی خبر لایا۔ واپس آیا تو پھر ویسی ہی سردی معلوم ہونے لگی ''

(ترجمہ از تاریخ اسلام صفحہ ۱۰۸ مرتبہ ایس ۔ذاکر حسین جعفر) ---حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

''تفسیر دُرِّ منثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۵ میں لکھا ہے ''ابراہیمؒ تیمی راوی ہے کہ اس کے باپ نے حضرت حذیفہ سے کہا کہ اگر ہم رسولؐ اللہ کی خدمت میں پہنچتے تو حضرتؐ کی خدمت کرتے ۔ حذیفہ نے کہا شب جنگ خندق ہم رسولؐ اللہ کے ساتھ تھے ۔ حضرتؐ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ ایسی سرد رات تھی کہ اس سے قبل یا بعد کبھی ایسی سرد رات ہم نے نہیں دیکھی۔ حضرتؐ ہم لوگوں کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا ''ہے کوئی مرد جو اس قوم کی طرف جائے اور خبر لائے؟ خدا اس کو ہمارے ساتھ قیامت میں جگہ دے گا ۔ حضرت کے اس کلام پر کوئی نہ اٹھا۔ پھر حضرتؐ نے اس کلام کا اعادہ کیا کسی نے جواب نہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا ''اے ابوبکر'' ابوبکر نے کہا استغفراللہ و رسولہٗ (میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے معافی چاہتا ہوں) حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے تو جا سکتے تھے ۔پھر فرمایا کہ ''اے عمر ''وہ بھی استغفراللہ کہہ کر رہ گئے۔ تب آپ نے فرمایا کہ ''اے حذیفہ'' تو ہم نے کہا لبیک اور حاضر ہوئے حالانکہ سردی کی شدت سے کانپ رہا تھا ۔ حضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے

يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَ لَمَّا رَاَ

امید رکھتا ہے خدا کی اور دن پچھلے کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت اور جس وقت دیکھا

الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ

ایمان والوں نے جماعتوں کافروں کی کو کہا یہ ہے جو وعدہ دیا ہم کو اللہ نے اور

رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۫ وَ مَا زَادَهُمْ

رسولؐ اس کے نے اور سچ کہا تھا اللہ نے اور رسولؐ اس کے نے اور نہ زیادہ کیا

اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا

ان کو مگر ایمان اور اطاعت بعضے مسلمانوں میں سے وہ مرد ہیں کہ سچ کہا انہوں نے

ان کے لئے رسولؐ اللہ کا قول و فعل بہترین نمونہ ہے۔ (۲۲) اور جب حقیقی مومنین نے دشمنوں کے گروہوں کو دیکھا تھا تو ڈرنے اور گھبرانے کے بجائے یہ کہا تھا کہ یہ تو وہی وعدہ سامنے ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے کیا ہوا تھا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کا فرمانا بالکل سچا ثابت ہوگیا۔اور ان جماعتوں کو دیکھ کر ان کے ایمان اور تسلیم زیادہ بڑھ گئے۔ (۲۳)مومنین میں وہ مومن مرد بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ہے چنانچہ ان میں سے کچھ تو وہ مرد ہیں جنہوں نے

میرے سر اور چہرے کا مسح کیا اور فرمایا کہ جا کر اس قوم کی خبر لا اور کوئی نئی بات نہ کرنا جب تک ہمارے پاس نہ پھر آؤ پھر آپ نے دعا دی کہ خدایا اس کی حفاظت کر آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے اور فوق و تحت سے جب تک یہ پھر کر آئے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ جب میں ادھر روانہ ہوا تو ایسی گرمی معلوم ہوتی تھی جیسے کہ میں حمام میں جا رہا ہوں۔ وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ خدا نے ان پر ایسی ہوا مسلط کر رکھی ہے کہ خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں۔ جانور ان کے بھاگ گئے۔ برتن ان کے الٹ گئے کوئی چیز ان کے پاس نہیں سب کو ہوا نے تباہ کر دیا ہے الخ"(مطابق ضرورت) قارئین وہ لوگ جو اپنے منصوبوں اور قومی ہتھکنڈوں اور اجتماعی کوششوں سے خانہ ساز یا قوم ساز بزرگ بن بیٹھے وہ نہ علامہ شبلی کے بیان میں نظر آتے ہیں نہ حقیقت میں اسلام اور اللہ و رسولؐ کے ہمدرد ہیں اور بنی اسرائیل کے لیڈروں کی طرح جم کر اور رسولؐ کو چھوڑ کر لیٹے رہتے ہیں اور معذرت کر لیتے ہیں (مائدہ ۲۴ / ۵) بلکہ سیرۃ الحلبیہ اور سیرۃ محمدیہ میں تو یہ ہے کہ "ابوبکر نے کہا یا رسولؐ اللہ حذیفہ کو بھیج دیجئے"

(۲) حضرت عمر کیوں میدان جنگ میں نہ نکلتے تھے اور کیوں کوئی زخم نہ لگا تھا؟؟

قارئین نے نوٹ کیا ہو گا کہ ہم قرآن کے بیانات کو قرآن ہی کے بیانات سے تصدیق کراتے ہیں۔ حدیث و تاریخ کی تائیدات اس لئے نہیں لاتے کہ کتاب کی ضخامت کئی گنا بڑھ جائے گی۔ لیکن کہیں کہیں ضروری ہو جاتا ہے کہ قرآن کے باہر سے بھی تائید و تصدیق کرائی جائے۔ چنانچہ یہاں بھی ہم آپ کو اس اہم ترین حقیقت اور بہت درد انگیز سوال کا جواب دینے کے لئے علامہ شبلی کے قلم سے دکھاتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر جنگ کے لئے میدان میں کیوں نہ نکلتے تھے اور اتنی جنگوں میں شرکت کے باوجود کبھی ان کے جسم پر کوئی زخم یا خراش بھی نہ آئی؟ سنئے علامہ شبلی حضرت علیؑ کو عمر بن عبدود کے مقابلہ میں دکھاتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت علیؑ نے وار کیا ان کی تلوار شانہ کاٹ کر نیچے اتر آئی۔ ساتھ ہی حضرت علیؑ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور فتح کا اعلان ہو گیا۔ عمرو کے بعد (اس کے ساتھی بہادروں) ضرار اور جبیرہ نے حملہ کیا لیکن جب ذوالفقار کا ہاتھ بڑھا تو پیچھے ہٹنا پڑا (یعنی بھاگے) حضرت عمر فاروق نے ضرار کا تعاقب کیا۔ ضرار نے مڑ کر برچھے کا وار کرنا چاہا لیکن روک لیا اور کہا "اے عمر اس احسان کو یاد رکھنا"(سیرۃ النبیؐ جلد اوّل صفحہ ۲۴۴)

ہمارے ریمارکس پورا واقعہ سننے کے بعد دیکھنا پہلے یہ دیکھ لیں کہ شبلی کس طرح حقائق میں کانٹ چھانٹ کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ذاکر حسین اپنی تاریخ اسلام میں روضۃ الاحباب، حبیب السیر، تاریخ الخمیس وروضۃ الصفا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: "ضرار بن خطاب بن مرداس فہری حضرت علیؑ کی صورت دیکھتے ہی بھاگا۔ حضرت عمر نے بھاگتا دیکھ کر سخت تعاقب کیا۔

مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ
اس چیز کو کہ عہد باندھا اللہ سے اوپر اس کے پس بعض ان میں سے وہ ہے کہ
قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَ مَا بَدَّلُوْا
پورا کر چکا کام اپنا اور بعض ان میں سے وہ ہے کہ انتظار کرتا ہے اور نہیں بدل ڈالا
تَبْدِيْلًا ۙ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ
انہوں کچھ بدل ڈالنا۔ تاکہ بدلہ دے اللہ سچوں کو بدلے سچ ان کے کے اور
يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ
عذاب کرے منافقوں کو اگر چاہے یا توبہ کرے اوپر ان کے تحقیق اللہ

اپنی شرط پوری کر دی اور ان میں ابھی وہ بھی ہیں جو اپنی شرائط پوری کرنے کے انتظار میں موجود ہیں اور انہوں نے اپنے رویے اور معاہدوں میں کوئی بھی تبدیلی نہیں کی ہے۔ (۲۴) تاکہ اللہ صادقین کو ان کے صدیق ہونے کی اور سچ کی جزا دے اور اگر چاہے تو منافقوں پر عذاب نازل کرے یا توبہ کا موقع دیتا چلا جائے۔ حقیقتاً اللہ تو ہے ہی تحفظ دینے والا مہربان (۲۵) اور ان لوگوں کو اللہ نے

ضرار پھر پڑا اور نیزہ کا وار کرنا چاہا پھر یہ کہہ کر کہ اگر میں نے یہ عہد نہ کیا ہوتا کہ کسی قریش کو نہ ماروں گا تو قتل کر ڈالتا، رک گیا اور نیزہ سر پر چھوا کر کہا کہ نعمت مشکورہ ہے کہ میں نے تم پر ثابت کی۔ جاؤ یاد رکھنا۔ احسان نہ بھولنا (ازالۃ الخفا بھی متفق) "(تاریخ اسلام صفحہ ۱۱۰)

اب ہمیں یہ کہنے کا اور قارئین کو یہ یقین کرنے کا حق ہے کہ ابوبکر و عمر و عثمان اور اسی سائز کے لیڈران قریش خواہ اسلامی لباس میں تھے یا لباس کفر پہنتے تھے وہ سب آپس میں بھائی بھائی اور ہم عہد تھے۔ وہ ہر گز نہ چاہتے تھے کہ ان میں سے کوئی ان میں سے کسی کے یا ان کے کسی آدمی کے ہاتھ سے مارا جائے (دیکھو قرآن آلِ عمران ۱۵۴ / ۳) قارئین یہ نوٹ کریں کہ قریش کے جنگی محاذ نے اپنے داخلی محاذ کے لیڈروں سے یہ طے کر رکھا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو محاذِ رسولؐ پر فتح پائے اور ان کا اقتدار اپنے قابو میں لے آئے وہ دوسرے محاذ کو برابر کا حق دے دے گا۔ اس کا ثبوت ضرار کے احسان نے دے دیا ہے یہ احسان اسی لئے یاد رکھنا تھا کہ بعد میں قومی حکومت میں بدلہ دیا جائے۔ اور یہاں یہ حقیقت سمجھ لیجئے کہ یہ جنگ خندق کی انتہائی بزرگی ہے کہ اللہ نے اس کی فتح اور تیغ زنی کو اپنی فتح اور اپنا ذاتی جنگ کرنا قرار دیا ہے۔

وَكَفَى ٱللَّهُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱلْقِتَالَ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴿٢٥﴾ الاحزاب

مطلب یہ ہے کہ یہ جنگ مومنین کو لڑنا نہیں پڑی بلکہ اللہ کا مومنین کی طرف سے لڑنا ہی کافی ہو گیا اور اللہ تو ویسے بھی صاحب قوت اور ہر حالت میں غالب رہنے والا ہے " قارئین دیکھیں کہ اس جنگ کو لڑنے اور فتح کرنے والی بزرگ ترین ذات پاک حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ جن کے لئے اسی جنگ میں اللہ کی تلوار ذوالفقار اتری۔ جن کے لئے ہاتف غیبی نے پکار کر سب کو سنایا کہ:

لَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ وَلَا سَيْفَ اِلَّا ذُوْالْفِقَار

اور اسی آیت (۲۵ / ۳۳) کی رو سے کہا گیا۔ شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار۔

اور حضورؐ کا ایک لقب غالب علیٰ کل غالب ہوا ان ہی کے لئے رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا۔ بَرَزَ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ اِلَى الْكُفْرِ كُلِّهٖ آج مکمل و مجسم ایمان مکمل و مجسم کفر کے مقابلہ پر گیا" علیؑ کی جنگ ہی تو اللہ کی جنگ کہلانا چاہئے۔ اس لئے کہ علیؑ اللہ کے دست و بازو (یداللہ) ہیں جن سے ذوالفقار چلی۔ وہ نفس اللہ ہیں وہ عین اللہ وہ لسان اللہ ہیں۔ وہی وجہ اللہ بھی ہیں اور جنب اللہ بھی ہیں اور کائنات میں کلمۃ اللہ بھی ہیں۔ ان کا ہر فعل اللہ کا فعل ہے۔ اس لئے بھی کہ وہی مشیت اللہ و ارادۃ اللہ ہیں۔

(۴۔ ہ) کن کن حضراؑت نے آیت ۲۳ / ۳۳ پر عمل کیا اور کون کون حضرات منتظر تھے؟

اس عنوان کے لئے بہت سی معصوم احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنا عہد منت اور شرائط پوری کر چکنے والے جناب حمزہؑ، جعفرؑ

كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ۝۲۴ وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ہے بخشنے والا مہربان اور پھیر دیا اللہ نے ان لوگوں کو کہ کافر ہوئے تھے

بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ

ساتھ غصے ان کے کے نہیں پہنچے بھلائی کو اور کفایت کیا اللہ نے مسلمانوں کو

الْقِتَالَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۚ۝۲۵ وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ

لڑائی سے اور ہے اللہ زبردست غالب اور اتارا اللہ نے ان لوگوں کو کہ

ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

مددگار ہوئے تھے اہل کتاب سے قلعوں ان کے سے اور ڈالا بیچ دلوں ان کے کے

الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۚ۝۲۶ وَ اَوْرَثَكُمْ

ڈر ایک فرقہ کو مار ڈالتے ہو تم اور بند کرتے ہو تم ایک فرقہ کو اور وارث کیا تم کو

اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا

زمین ان کی کا اور گھروں ان کے کا اور مالوں ان کے کا اور اس زمین کا کہ

لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۧ۝۲۷ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ

پاؤں نہ رکھا تھا تم نے اس پر اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کے قادر اے نبیؐ

قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا

کہہ واسطے بیبیوں اپنی کے اگر ہو تم ارادہ کرتیاں زندگانی دنیا کا اور بناؤ اس کا

فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸

پس آؤ کہ کچھ فائدہ دوں میں تم کو اور رخصت کروں میں تم کو رخصت کرنا اچھا

رکوع ۱۹

واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا جو حق پوشی کی فکر میں تھے وہ اپنے دل کا غصہ دل ہی میں لئے پلٹ گئے اور انہیں کوئی بھی بھلائی حاصل نہ ہو سکی اور مومنین کی طرف سے اللہ کا خود جنگ کرنا مومنین کے لئے کافی ہو گیا اور اللہ تو ہے بھی قوت والا غالب ہر حال میں۔ (۲۶) اور اہل کتاب میں جن لوگوں نے حملہ آور گروہوں کا ساتھ دیا تھا انہیں اللہ ان کی کمین گاہوں سے اتار لایا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب قائم کر دیا چنانچہ تم ان میں سے ایک فرقہ کو قتل کر رہے ہو اور ایک فرقہ کو گرفتار کر رہے ہو۔ (۲۷) اور اللہ نے تمہیں ان کی زمین کا وارث کر دیا ان کے مکانات اور اموال تمہیں دے دیئے اور تمہیں وہ علاقہ بھی دے دیا جہاں تمہارے قدم کبھی نہ گئے تھے۔ اور اللہ تو ہر ایک چیز پر قدرت رکھتا ہی ہے۔ (۲۸) اے نبیؐ آپؐ اپنی ازواج کو یہ تنبیہ کر دو کہ اگر تم نے دنیا ہی کی زندگی کو اپنا مقصد بنایا ہے اور دنیاوی آرائش تم چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دوں۔

طیار، عبیدہ اور شہدائے بدر و اُحد سلام اللہ علیہم تھے اور انتظار کرنے والوں میں حضرت علیؑ، حضرت امام حسنؑ و حسینؑ، شہدائے کربلا سلام اللہ علیہم اور وہ تمام مومنین جو محمدؐ و آل محمدؐ کی نصرت و محبت میں فدا ہوئے۔

(۵) ازواج النبیؐ اگر تقویٰ اختیار کر کے تقویٰ کے خلاف مذکورہ اعمال بند کر دیں تو ان کی بزرگی مسلم ہے۔

یہاں آیات (۳۴ تا ۲۸ / ۳۳) پر غور و فکر مطلوب ہے اس سلسلے میں یہ بات پہلے ہی سے ذہن میں رہنا چاہئے کہ حضرت خدیجہ صلوۃ اللہ علیہا کا ان آیات سے مدح وثنا اور فضائل کی حد تک تعلق ہے۔ ان آیات میں جہاں تک مذمت مذکور ہے وہ بھی تمام ازواج رسولؐ سے متعلق نہیں ہے۔ جن سے اللہ و رسولؐ کو شکایت ہے اور جن کو تنبیہ کی گئی ہے اور جن کی ہدایت و اصلاح مقصود ہے وہ بھی تمام ازواج رسولؐ نہیں بلکہ چند یا ایک دو ہیں۔ لہٰذا ان آیات میں تمام ازواج رسولؐ کو مخاطب نہیں سمجھنا چاہئے اور پتہ لگانا چاہئے کہ کون کون سی ازواج مخاطب تھیں یا مخاطب ہو سکتی تھیں؟ یہ یاد رہے کہ آپ کو اسی سورۂ میں (۶ / ۳۳) یہ بتایا جا چکا ہے کہ ازواج رسولؐ اُمت کے لئے بمنزلہ والدہ کے ہیں اور یہ کہ ان سے

وَ اِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ وَ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ

اور اگر ہو تم ارادہ کرتیاں خدا کا اور رسولؐ اس کے کا اور گھر پچھلے کا

فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡكُنَّ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ۝۲۹

پس تحقیق اللہ نے تیار کیا ہے واسطے نیکی کرنے والیوں کے تم میں سے ثواب بڑا

يٰنِسَآءَ النَّبِىِّ مَنۡ يَّاۡتِ مِنۡكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفۡ

اے بی بیو نبیؐ کی جو کوئی آوے تم میں سے ساتھ بے حیائی ظاہر کے دوچند کیا

لَهَا الۡعَذَابُ ضِعۡفَيۡنِ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا ۝۳۰

جاوے گا واسطے اس کے عذاب دو برابر اور ہے یہ اوپر اللہ کے آسان

وَ مَنۡ يَّقۡنُتۡ مِنۡكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ

اور جو کوئی فرمانبرداری کرے تم میں سے اللہ کی اور رسولؐ اس کے کی اور

تَعۡمَلۡ صَالِحًا نُّؤۡتِهَاۤ اَجۡرَهَا مَرَّتَيۡنِ ۙ وَ اَعۡتَدۡنَا

عمل کرے اچھے دیویں گے ہم اس کو ثواب اس کا دوبار اور تیار کیا ہے ہم نے

لَهَا رِزۡقًا كَرِيۡمًا ۝۳۱ يٰنِسَآءَ النَّبِىِّ لَسۡتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

واسطے اس کے رزق اچھا اے بی بیو نبیؐ کی نہیں تم مانند ہر ایک کی عورتوں میں

اِنِ اتَّقَيۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ الَّذِىۡ

سے اگر پرہیزگاری کرو تم پس مت نرمی کرو بات میں پس طمع کرے وہ شخص کہ

فِىۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ۝۳۲ وَ قَرۡنَ فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ

بیچ دل اس کے کے بیماری ہے اور کہو بات سیدھی اور ٹکی رہو بیچ گھروں اپنے کے

(۲۹) اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضامندیوں اور آخرت کی طلبگار ہو تو یقیناً اللہ تم میں سے جو نیکو کار عورتیں احسان پر کاربند رہیں گی ان کے لئے عظیم الشان اجر تیار کر رکھا ہے (۳۰) اور خبردار رہو کہ تم میں سے جو ازواج بھی کھلی کھلی بے حیائی اختیار کرے گی اسے بڑھا کر دوہرا عذاب دیا جائے گا اور نبیؐ کی ازواج ہوتے بھی تمہیں دوگنا سزا دینا اللہ کے لئے آسان بات ہے۔ **(۳۱) اور تم میں سے جو زوجہ خود کو اپنے** افکار و اعمال میں اللہ کے اور اس کے رسولؐ کے سپرد کردے گی اور اصلاحی اعمال پر کاربند رہے گی تو ہم اس زوجہ کو اس کا اجر دوبارعطا کریں گے۔ اور ہم نے اس کے لئے مفید سامان حیات تیار کیا ہوا ہے۔ (۳۲) اے نبیؐ کی ازواج اگر تم تقویٰ اختیار کرلو تو تم باقی عورتوں میں کسی ایک عورت کے بھی مانند نہیں ہو چنانچہ تم اپنے انداز گفتگو میں ایسا لوچ لگاوٹ اور شیرینی نہ گھول دیا کرو کہ جنسیات کے مریض لوگوں کی ہمت افزائی ہو جائے اس کے بجائے اب تم عالمی طور پر پسندیدہ طریقے سے بات کیا کرو (۳۳) اور آئندہ تم اپنے اپنے گھروں کے اندر رہا کرنا

اُمت کا نکاح حرام ہے۔ اب آپ زیر عنوان سات آیات پر غور کریں اور سوچیں کہ اللہ نے ازواج نبیؐ کے سامنے دو راستے پیش کئے ہیں اوّل دنیا اور سامان دنیا سے استفادہ کرنا دوم اللہ و رسولؐ اور آخرت کے لئے کام کرنا۔ پہلی صورت میں انہیں رسول کی زوجیت سے خارج کرنا طے کیا گیا دوسری صورت میں وہ رسولؐ کے ساتھ زوجگی میں رہ سکتی ہیں (۲۸ / ۳۳) سوال یہ ہے کہ کیا اللہ خواہ مخواہ بلا کسی قصور کے ازواج نبیؐ کو طلاق دلانے اور زوجیت سے خارج کرانے کی دھمکی دے سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اللہ بے قصوروں کو سزا نہیں دیتا لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ازواج رسولؐ قصور وار تھیں۔ اور ان کا قصور اسی آیت (۲۸ / ۳۳) میں یہ ہے کہ وہ اللہ ورسولؐ کے مقاصد اور مشن کے خلاف دنیاوی زندگی ہی کو مدنظر رکھتی تھیں اور دنیاوی ٹھاٹھ آرائش و زیبائش اور سامان زینت کی دلدادہ تھیں (۲۸ / ۳۳) اور یہی نہیں کہ وہ سج دھج اور بناؤ سنگھار اپنے گھر اور شوہر تک محدود رکھتیں بلکہ وہ تو اعلان نبوّت سے پہلے والی آزاد رسوم کے مطابق سج دھج اور بناؤ سنگھار کے ساتھ اپنے گھروں سے نکلتی تھیں اور اپنے حسن و جمال کی نمائش کرتی پھرتی تھیں اور غیر مردوں کے جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے والا انداز گفتگو اختیار کرتی تھیں (۳۳۔۳۲ / ۳۳) اور یہ تمام اعمال اور طرز زندگی کسی بھی شریف شوہر کو پسند نہیں آسکتے تھے

اور زمانہ کفر و گمراہی کی طرح اپنی سج دھج اور حسن اور رعنائی کی نمائش کرتی نہ پھرا کرنا ۔اور تم نماز قائم کیا کرنا اور زکوۃ دیا کرنا اور اللہ اور اللہ کے رسوؐل کی اطاعت کیا کرنا حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اے مردُمان اہلبیتؑ رسوؐل، اللہ نے ازواج پر پابندیاں لگا دیں کہ تم سے ہر قسم کی گندگی کو دور کردینے کا ارادہ کیا ہوا ہے اور یہ بھی کہ تمہیں ہر ناپسندیدہ حالت سے ایسا پاک کردیا جائے جو پاکیزگی کی انتہا کہلا سکے۔ (۳۴) اور اے ازواج رسوؐل آیات اور حکمتِ خداوندی میں سے جو کچھ تمہارے گھروں میں تلاوت کرنے والے پڑھتے ہیں تم اسے یاد کرکے ان کے ساتھ ذکر میں لگی رہا کرو یقیناً اللہ بڑا باریک بین و خبردار ہے (۳۵) حقیقتاً جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں ، مومنات ہیں، خود سپردہ مرد اور عورتیں ہیں، راستباز مرد اور عورتیں ہیں ، صابر مرد اور صابر

وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ

اور مت بناؤ کرو تم بناؤ جاہلیت پہلی کا اور قائم کرو نماز کو اور دیا کرو

الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا

زکوٰۃ کو اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور رسولؐ اس کے کی سوائے اس کے نہیں کہ

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ

ارادہ کرتا ہے اللہ تاکہ دور کرے تم سے پلیدی اے اس گھر والو اور

يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ﴿۳۳﴾ وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ

پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا اور یاد کیا کرو جو کچھ پڑھا جاتا ہے بیچ

بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

گھروں تمہارے کے نشانیوں اللہ کی سے اور حکمت سے تحقیق اللہ ہے

لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۠﴿۳۴﴾ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ ع

لطف کرنے والا خبردار تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد

وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ

اور ایمان والی عورتیں اور قرآن پڑھنے والے اور قرآن پڑھنے والیاں اور

یہ وجوہات تھیں جن کی بنا پر متعلقہ ازواج رسوؐل کو طلاق دلا کر رخصت کرانے کی تجویز سامنے رکھی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ ایسی صورت میں تمہارا رسوؐل کی زوجیت میں رہنا ممکن نہیں ۔ پھر دوسری صورت پیش کی گئی جس میں تقویٰ کی شرط کے ساتھ دیگر ہدایات دی گئی ہیں ۔ ان کی تشریح سے پہلے علامہ مودودی کی وہ تشریح دیکھ لیں جو اسی آیت(۳۳-۳۲ / ۳۳) پر وہ پیش کرتے ہیں تاکہ آپ یہ دیکھ لیں کہ ہم نے آیت کی غلط ترجمانی تو نہیں کی ہے ۔ارشاد ہے کہ:

(۱) (۳۲ / ۳۳) "ے۴۸ یعنی ضرورت پیش آنے پر کسی مرد سے بات کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن ایسے مواقع پر عورت کا لہجہ اور انداز گفتگو ایسا ہونا چاہئے جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزرے کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جاسکتی ہے ۔ اس کے لہجے میں کوئی لوچ نہ ہو ، اس کی باتوں میں کوئی لگاوٹ نہ ہو، اس کی آواز میں دانستہ کوئی شیرینی گھلی ہوئی نہ ہو جو سننے والے مرد کے جذبات میں انگیخت پیدا کردے اور اسے آگے قدم بڑھانے کی ہمت دلائے اس طرز گفتگو کے متعلق اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ یہ کسی ایسی عورت کو زیب نہیں دیتا جس کے دل میں خدا کا خوف اور بدی سے پرہیز کا جذبہ ہو ۔دوسرے الفاظ میں یہ فَاسِقَات وفَاجِرَات کا طرز کلام ہے نہ کہ مُومنات مُتَّقِیَات کا ۔اس کے ساتھ اگر سورۂ نور کی وہ آیت (۳۱ / ۲۴) بھی دیکھی جائے جس میں اللہ فرماتا ہے کہ: وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ﴿۳۱﴾ النور

اور وہ زمین پر اس طرح پاؤں مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا علم لوگوں کو ہو جائے ۔

(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ۸۹) دوسری آیت کے معنی وتشریح دیکھ لیں لکھا ہے کہ:

(۲) (۳۳ / ۳۳) " ۴۹ ۔ عورت کے لئے جب لفظ تَبَرُّج استعمال کیا جائے تو اس کے تین مطلب ہوں گے ایک یہ کہ وہ

الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ

سچ بولنے والے اور سچ بولنے والیاں اور صبر کرنے والے اور صبر کرنے والیاں اور

الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ

عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات دینے والے اور

الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِیْنَ وَ الصّٰٓئِمٰتِ وَ الْحٰفِظِیْنَ

خیرات دینے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور نگہبانی کرنے والے

فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ

شرمگاہ اپنی کی اور نگہبانی کرنے والیاں اور یاد کرنے والے اللہ کو بہت اور

الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۳۵﴾ وَ مَا كَانَ

یاد کرنے والیاں تیار کیا ہے اللہ نے واسطے ان کے بخشش اور ثواب بڑا اور نہیں ہے

لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ

لائق واسطے کسی مرد مسلمان کے اور نہ عورت مسلمان کے جس وقت کہ مقرر کرے خدا

وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ

اور رسولؐ اس کا کوئی کام یہ کہ ہووے واسطے ان کے اختیار کام اپنے سے اور جو کوئی

یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ﴿۳۶﴾ وَ اِذْ

نافرمانی کرے اللہ کی اور رسولؐ اس کے کی پس تحقیق گمراہ ہوا گمراہی ظاہر اور جس وقت

تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ

کہتا تھا تو واسطے اس شخص کے کہ نعمت رکھی ہے اللہ نے اوپر اس کے اور نعمت رکھی ہے

عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ

تو نے اوپر اس کے تھام رکھ اوپر اپنے بی بی اپنی کو اور ڈر خدا سے اور چھپاتا تھا تو

فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَی النَّاسَ ۚ وَ

بیچ جی اپنے کے جو کچھ کہ اللہ ظاہر کرنے والا ہے اس کا اور ڈرتا تھا تو لوگوں سے اور

عورتیں ہیں، عاجزی پسند مرد اور عورتیں ہیں ، صدقہ دے کر اسلام کی صداقت ثابت کرنے والے مرد اور عورتیں ہیں، اور روزہ رکھنے والے مرد اور عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کو ناجائز استعمال سے بچانے والے مرد یا عورتیں ہیں اور اللہ سے متعلق بہت تذکرہ کرتے رہنے والے مرد اور عورتیں۔ ان تمام مومنین و مومنات کے لئے اللہ نے تحفظ اور عظیم الشان اجر تیار کر رکھا ہے ۔ (۳۶) کسی مومن کے لئے اور کسی مومنہ کے لئے یہ حق نہیں دیا گیا کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کوئی بھی فیصلہ کر دیں تو پھر ان کے لئے اپنے کسی معاملہ میں کسی ردو بدل کا اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی ایسی ردو بدل کرکے اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلی کھلی گمراہی میں داخل ہوجائے گا (۳۷) اور اے رسولؐ جب تم اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا تھا اور جسے تم نے بھی نعمت دی تھی کہ اپنی زوجہ کو زوجیت میں رکھو اور ذرا ذمہ داری اختیار کر لو جو اللہ کی طرف سے ضروری ہے اور اے رسولؐ آپؐ اپنے دل میں ایک اندیشہ چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ اب ظاہر کئے دے رہا ہے اور تم لوگوں کی رسم سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے اعتراض سے ڈرا جائے

اپنے چہرے اور جسم کا حسن لوگوں کو دکھائے۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے لباس اور زیور کی شان دوسروں کے سامنے نمایاں کرے۔ تیسرے یہ کہ وہ اپنی چال ڈھال اور چٹک مٹک سے اپنے آپ کو نمایاں کرے یہی تشریح اس لفظ کی اکابر اہل لغت اور اکابر مفسرین نے کی ہے مجاہد ، قتادہ اور ابن ابی نُجیح کہتے ہیں کہ " تَبَرُّج کے معنی ہیں ناز و ادا کے ساتھ لچکے کھاتے اور اٹھلاتے ہوئے چلنا "مقاتل کہتے ہیں کہ "عورت کا اپنے ہار اور اپنے بندے اور اپنے گلا نمایاں کرنا" المبرد کا قول ہے یہ کہ

اللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيۡدٌ مِّنۡهَا

اللہ بہت لائق ہے اس کا کہ ڈرے تو اس سے پس جب ادا کر لی زید نے اس سے

وَطَرًا زَوَّجۡنٰكَهَا لِكَىۡ لَا يَكُوۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ حَرَجٌ

حاجت بیاہ دیا ہم نے تجھ سے اس کو تو کہ نہ ہووئے اوپر ایمان والوں کے تنگی

فِىۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِيَآئِهِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ

بیچ بی بیوں لے پالکوں ان کے کے جب ادا کر لیں ان سے حاجت اور ہے حکم خدا کا

مَفۡعُوۡلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِىِّ مِنۡ حَرَجٍ فِيۡمَا فَرَضَ اللّٰهُ

کیا گیا نہیں ہے اوپر نبیؐ کے کچھ تنگی بیچ اس چیز کے کہ مقرر کی ہے اللہ نے

لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَكَانَ

واسطے اس کے راہ مقرر کی اللہ نے بیچ ان لوگوں کے کہ گزرے پہلے اس سے اور ہے

اَمۡرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقۡدُوۡرَا ۙ﴿۳۸﴾ الَّذِيۡنَ يُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ

کام اللہ کا اندازے پر مقرر کیا ہوا وہ لوگ کہ پہنچاتے ہیں پیغام خدا کا اور

يَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا يَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

ڈرتے ہیں اس سے اور نہیں ڈرتے کسی سے مگر اللہ سے اور بس ہے اللہ

حَسِيۡبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنۡ

کفایت کرنے والا نہیں ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم باپ کسی کا

رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ

مردوں تمہارے میں سے ولیکن پیغمبرؐ خدا کا ہے اور ختم کرنے والا تمام نبیوں کا

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوا اللّٰهَ

اور ہے اللہ ہر چیز کو جاننے والا اے لوگو جو ایمان لائے ہو یاد کرو اللہ کو

ذِكۡرًا كَثِيۡرًا ۙ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِىۡ يُصَلِّىۡ

یاد کرنا بہت اور پاکی بیان کرو اس کی صبح اور شام وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے

جب زید اپنی زوجہ سے اپنا مقصد طے کر چکا تو ہم نے اس کی زوجہ کا تم سے نکاح کر دیا تاکہ آئندہ مومنین پر لے پالک یا پروردہ لڑکوں کی ازواج سے نکاح کرنے میں رکاوٹ نہ رہے۔ جب کہ وہ لے پالک اپنا مقصد پورا کر چکیں اور حکم خداوندی پر عمل ہونا ہی تھا۔ (۳۸) نبیؐ پر کسی ایسے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جو خود اللہ نے ان پر بجا لانا فرض کر دیا ہو اللہ کی یہی سنت ان انبیاء اور اُمتوں کے زمانوں میں بھی رہی ہے جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور اللہ کا حکم تو ایک قطعی مقدر کیا ہوا فیصلہ ہوتا ہے۔ (۳۹) اور اب بھی وہ لوگ جن پر پیغاماتِ خداوندی کا عملاً پہنچانا فرض کیا گیا ہے وہ تبلیغ میں مصروف ہیں اور رہیں گے وہ اللہ کے سوا نہ کسی اور سے ڈرتے ہیں نہ وہ آئندہ ڈریں گے اس لئے کہ حساب لینے والا اللہ ہی انہیں کافی ہے۔ (۴۰) ساری دنیا سن رکھے کہ محمدؐ تم لوگوں میں سے کسی بھی مرد کا باپ نہیں ہے تمہارا اور اس کا رشتہ صرف اللہ کا رسولؐ ہونے کا ہے اس لئے کہ وہ تمام نبیوںؑ اور رسولوںؑ کے ختم ہونے کے بعد قیامت تک نبیؐ و رسولؐ ہے اور اللہ سلسلہ نبوت و رسالت کے متعلق بھی ہر ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ (۴۱) اے مخصوص مومنین تم اللہ کا کثرت سے تذکرہ کیا کرو اور ہر وقت اس میں مصروف رہو (۴۲) اور اللہ کی ہمہ گیری کو صبح شام برابر ثابت کرتے رہو۔ (۴۳) اور وہی تو ہے اور اس کے ملائکہ ہیں جو

عورت اپنے وہ محاسن ظاہر کردے جن کو اسے چھپانا چاہئے" ابو عبیدہ کی تفسیر ہے "یہ کہ عورت اپنے جسم و لباس کے حسن کو نمایاں کرے جس سے مردوں کو اس کی طرف رغبت ہو" (آگے لکھتے ہیں کہ) "اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرز عمل سے عورتوں کو روکنا چاہتا ہے وہ انکا اپنے حسن کی نمائش کرتے ہوئے گھروں سے نکلنا ہے۔ وہ ان کو ہدایت فرماتا ہے کہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۹۱)

تمہیں گمراہیوں میں سے نکالنے اور نورؑ سے وابستہ کرنے کے لئے تم پر صلاۃ بھیجتے ہیں اور اللہ حقیقی مومنین پر مہربان ہے (۴۴) ان حقیقی مومنین کی طرف سے، اللہ سے ملاقات کے دن سلام ہی سلام پیش کیا جائے گا ۔اور ان کے لئے مفید جزا تیار کر رکھی ہے (۴۵) اے نبیؐ ہم نے تمہیں گواہ بنا کراور خوشخبریاں دینے والا اور تنبیہہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (۴۶) اور اپنے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا بنایا ہے اور نورؑ پھیلا دینے والا چراغ مقرر کیا ہے (۴۷) اور مومنین کو یہ خوشخبری سنا دیں کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے (۴۸) اورآپؐ کسی طرح حق کو چھپانے والوں اور ان کے جاسوسوں کی اطاعت نہ کرنا اور ان کی ایذا رسانی کی طرف سے لاپرواہ رہ کر اللہ پر توکل کرلو اور اللہ تمہاری وکالت کے لئے کافی ہے (۴۹) اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرلو اور اس کے بعد انہیں جنسی تعلقات قائم کرنے سے پہلے ہی طلاق دینا چاہو تو تمہارے لئے ان کو عدت گزارنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ تم انہیں گن کر چار ماہ دس دن روکے رکھو۔ چنانچہ انہیں نکاح کے بالعیوض مالی فائدہ پہنچاؤ اور پھر انہیں بڑی خوبی سے رخصت کردو ۔ (۵۰) اے نبیؐ ہم نے آپؐ کے لئے آپ کی وہ بیویاں

عَلَيۡكُمۡ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ؕ وَ

اوپر تمہارے اور فرشتے اس کے تو کہ نکالے تم کو اندھیروں سے طرف روشنی کے اور

كَانَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَحِيۡمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمۡ يَوۡمَ يَلۡقَوۡنَهٗ

ہے ساتھ ایمان والوں کے مہربان دعا ان کی جس دن ملاقات کریں گے اس سے

سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَهُمۡ اَجۡرًا كَرِيۡمًا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ

سلام ہے اور تیار کیا ہے واسطے ان کے ثواب بزرگ اے نبیؐ تحقیق ہم نے بھیجا ہے

شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيۡرًا ۙ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ

تجھ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور پکارنے والا طرف اللہ کی

بِاِذۡنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيۡرًا ﴿۴۶﴾ وَ بَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

اور ساتھ حکم اس کے کے اور چراغ روشن اور خوش خبری دے ایمان والوں کو

بِاَنَّ لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ فَضۡلًا كَبِيۡرًا ﴿۴۷﴾ وَ لَا تُطِعِ

ساتھ اس کے کہ واسطے ان کے ہے اللہ کی طرف سے فضل بڑا اور مت کہا مان

الۡكٰفِرِيۡنَ وَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَ دَعۡ اَذٰٮهُمۡ وَ تَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ

کافروں کا اور منافقوں کا اور چھوڑدے ایذا دینا ان کا اور توکل کر اوپر اللہ کے اور

كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ﴿۴۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَكَحۡتُمُ

کفایت ہے اللہ کام بنانے والا اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت کہ نکاح کرو تم

الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ فَمَا

ایمان والیوں کو پھر طلاق دو تم ان کو پہلے اس سے کہ ہاتھ لگاؤ ان کو پس نہیں ہے

لَكُمۡ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ عِدَّةٍ تَعۡتَدُّوۡنَهَا ۚ فَمَتِّعُوۡهُنَّ وَ

واسطے تمہارے اوپران کے گنتی دنوں کی کہ گنوا سکو پس کچھ فائدہ دو ان کو اور

سَرِّحُوۡهُنَّ سَرَاحًا جَمِيۡلًا ﴿۴۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَحۡلَلۡنَا لَكَ

رخصت کروان کو رخصت کرنا اچھا اے نبیؐ تحقیق ہم نے حلال کیں واسطے تیرے

(۵ ۔الف) اللہ ازواج نبیؐ کی آزاد روی کو روکنا اور انہیں اہلبیتؑ رسولؐ کے معیار پر لانا چاہتا تھا۔

آپ نے دیکھا کہ اللہ نے کم سے کم الفاظ میں نہایت ہی مہذبانہ انداز میں ازواج رسولؐ کے بدترین وخطرناک عمل درآمد کو بیان کیا ہے اور یہ بھی کہ ہم نے اپنی ترجمانی و تفہیم میں خود کو قرآن کے الفاظ کے دائرے کے اندر محدود رکھا ہے لہٰذا ہر قاری متفق ہو گا کہ اللہ کا بیان کیا ہوا طرز عمل رسولؐ تو رسولؐ ہیں کوئی شریف انسان بھی اپنی بیوی کے لئے پسند

اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ

بی بیاں تیری وہ جو دیا ہے تو نے مہر اُن کا اور جن کا کہ مالک ہوا ہے داہنا ہاتھ تیرا

مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ

اس چیز سے کہ پھیر لایا اللہ اوپر تیرے یعنی طرف تیری مال کفار سے اور

بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ

بیٹیاں چچاؤں تیرے کی اور بیٹیاں پھوپھیوں تیری کی اور بیٹیاں ماموں تیرے کی

وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَ امْرَاَةً

اور بیٹیاں خالاؤں تیری کی وہ جو وطن چھوڑ آئی ہیں ساتھ تیرے اور حلال کی عورت

مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ

ایمان والی اگر بخش دیوے یعنی بغیر مہر کے جان اپنی واسطے نبیؐ کے اگر ارادہ کرے نبیؐ

اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

یہ کہ نکاح کرے اس سے خالص واسطے تیرے یعنی واسطے اپنے سوائے مسلمانوں کے

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ

تحقیق جان لیا ہے ہم نے جو کچھ مقرر کیا ہے ہم نے اوپر ان کے بیچ حق بی بیوں ان کی

وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ

کے اور بیچ حق اس چیز کے کہ مالک ہوئے ہیں داہنے ہاتھ ان کے تو کہ نہ ہو

عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۰ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ

اوپر تیرے تنگی اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان ڈھیل دیوے تو جس کو چاہے

حلال کر دی ہیں جن کو تم جنسی تعلقات اور نکاح کا اجر دے چکے ہو اور وہ عورتیں بھی حلال کر دی ہیں جو اللہ نے مال فے کی صورت میں غاصبانہ قبضے سے نکال کر تمہارے داہنے ہاتھ کی ملکیت بنا دی ہیں ۔ اور تمہاری چچازاد، پھوپھی زاد اور ماموں زاداور خالہ زاد بہنیں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ مومن عورت جو خود کو نبیؐ کے لئے ہبہ کر دے یعنی مہر وغیرہ نہ مانگے وہ بھی حلال ہے اگر نبیؐ اسے اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہو اور یہ اجازت اے نبیؐ مومنین کو نہیں ہے صرف تمہارے لئے جائز ہے کہ ایسی عورتوں کو اپنی زوجیت کی عزت بخشو ۔ رہ گیا اُمت کے مومنین کا معاملہ اس کا بھی ہمیں علم ہے کہ ہم نے ان پر ان کی ازواج کے کیا کیا حقوق مقرر کئے ہیں اور ان کے داہنے ہاتھ کے معاہدے والوں کے لئے کیا فرض کیا ہے اور یہ قانون خاص اس لئے ہے کہ تمہیں اپنی ذمہ داریوں کے بجا لانے میں تنگی محسوس نہ ہونے پائے اور اس لئے کہ اللہ تحفظ فراہم کرنے والا رحیم ہے ۔ (۵۱) تمہیں اختیار ہے کہ اپنی ازواج میں سے تم جسے چاہو اپنی پناہ (آویٰ) میں رکھو

نہ کرے گا۔ چنانچہ اللہ نے مذکورہ بالا طرز زندگی کو بدلنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی صورت میں ازواج رسوؐل کو بتایا ہے کہ اگر تم یہ فاجرات و فاسقات والا طریقہ چھوڑ کر مومنات و متقیات والی زندگی اختیار کر لو تو تمہارے مقابل باقی عام عورتیں نہیں آ سکتیں (۳۲ / ۳۳) لیکن اگر تم ازواج رسوؐل رہتے ہوئے آئندہ کوئی بھی بے حیائی کا کام کروگی تو تمہیں دوہرا دوہرا عذاب دیا جائے گا ۔ (۳۰ / ۳۳) اور اگر تم نے اپنے قول وفعل و ارادے کو اللہ اور اللہ کے رسوؐل کے ماتحت کر دیا اور اپنی اصلاح حال پر کار بند رہیں تو تم میں سے جو ایسا کرے گی اسے دوہرا اجر دیا جائے گا اور اس کے لئے عظیم الشان مفید سامانِ بقا تیار رکھا ہوا ہے (۳۱ / ۳۳) چنانچہ اگر تمہیں اللہ و رسوؐل اور آخرت درکار ہیں تو آئندہ ایسی باتیں کرنا بند کر دو جن سے کسی عاشق مزاج کے دل میں ہیجان پیدا ہو ۔ اور جس سے بات کرو اس طرح کرو کہ جو ساری دنیا کے غیور و نیک لوگوں میں پسند کی جاتی ہیں ۔ اپنے گھروں میں رہا کرو۔ نمازیں پڑھا کرو ۔ زکوۃ دیا کرو ۔ اور دیکھو جو کچھ تمہارے گھروں کے اندر آیات و حکمت خداوندی کی تلاوت ہوتی رہتی ہے۔ اس کو یاد کر کے تلاوت کرنے والوں کے ساتھ تم بھی تذکرہ کیا کرو ۔ (۳۴، ۳۲ / ۳۳)

مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ

ان میں سے اور جگہ دیوے طرف اپنی جس کو چاہے اور جس کو بلوا بھیجے تو

مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ

ان میں سے کہ ایک کنارے کر دیا تھا اس کو پس نہیں گناہ اوپر تیرے یہ

اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَ لَا یَحْزَنَّ

بہت نزدیک ہے اس بات سے کہ ٹھنڈی رہیں آنکھیں ان کی اور نہ غم کھاویں

وَ یَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ

اور راضی رہیں ساتھ اس چیز کے کہ دیتا ہے تو ان کو ساریاں اور اللہ جانتا ہے

مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾ لَا یَحِلُّ

جو کچھ بیچ دلوں تمہارے کے ہے اور ہے اللہ جاننے والا تحمل والا نہیں حلال

لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ

واسطے تیرے عورتیں پیچھے ان کے اور نہ یہ کہ بدل ڈالے تو ان سے اور بیبیاں

وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ ؕ

اور اگرچہ خوش لگے تجھ کو حسن ان کا مگر جن کے مالک ہو گئے ہیں داہنے ہاتھ تیرے

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ﴿۵۲﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا

اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کے نگہبان اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت

تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى

داخل ہو بیچ گھروں پیغمبرؑ کے مگر یہ کہ اذن دیا جاوے واسطے تمہارے طرف

اور جس کے لئے تمہاری مشیت ہو اس کو پناہ سے نکال دینے کی درخواست کردو اور جس سے تم نے عُزلت اختیار کی ہوئی ہے اسے بھی چاہو تو پناہ میں طلب کرلو اس معاملے میں تم پر کوئی پابندی اور حرج نہیں ہے وہ رویہ اس نتیجے کے لئے بہت قریب ہے کہ ان کی آنکھیں بھی ٹھنڈی رہیں اور رنجیدہ بھی نہ ہوں اور جو کچھ تم نے انہیں دے رکھا ہے اس پر وہ سب راضی بھی رہیں گی اور اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ جو تمہارے دلوں میں آئندہ کے لئے ارادے ہیں بات یہ ہے اس علم کے باوجود اللہ بڑا بردبار بھی ہے۔ (۵۲) اور اے رسولؐ اب اس فیصلے کے بعد تمہارے لئے وہ مخصوص عورتیں (النساء) حلال نہیں ہیں اور نہ ہی یہ حلال ہے کہ انہیں جیتے جی (اپنی حیات میں) کچھ دوسری عورتوں سے بدل لے خواہ تمہیں ان کا حسن و جمال تعجب انگیز ہی کیوں نہ لگے۔ البتہ جو عورتیں غاصبوں کے قبضے سے نکل کر تمہارے داہنے ہاتھ کی ملکیت میں ہیں وہ عُزلت کے بعد بھی حلال ہیں اور اللہ تو ہر چیز پر قریبی نگران ہے (۵۳) اے مومنین تم کو اگر کھانے کے لئے رسولؐ اجازت دے کر بلائیں تو خیر

(۵۔ب) آیات (۵۷ تا ۵۳ / ۳۳) میں زیر بحث ازواج رسولؐ کے مذکورہ عمل درآمد کا ردِّ عمل رسولؐ کے لئے اذیّت کا دروازہ بن گیا۔

قارئین نے قرآن کریم کے صاف اور سادہ بیان میں چند مخصوص ازواج رسولؐ کا وہ رویہ دیکھ لیا جس کو جاری رکھنے کی صورت میں انہیں رسولؐ کی زوجیت سے خارج کر دیا جانا ضروری ہو گیا تھا۔ لیکن جب ان ازواج کے سامنے اللہ کی یہ دھمکی آئی (۲۸ / ۳۳) اور ان کے سامنے بے حیائی کی صورت میں دوہرے عذاب کا فیصلہ رکھا گیا (۲۹ / ۳۳) تو انہوں نے وہ تمام شرطیں قبول کر لیں جو آپ نے آیات (۳۴ تا ۳۰ / ۳۳) میں تفصیل سے ملاحظہ کر لی ہیں۔ لیکن ان پر ان پابندیوں کے عائد کرنے کا جو سبب ہوا وہ بھی قرآن کریم نے بیان کر دیا ہے۔ جو مذکورہ ازواج کے سابقہ رویے نے پیدا کیا تھا۔ قرآن کریم کا بیان علامہ مودودی کے ترجمہ میں ملاحظہ ہو۔

(ا) سورۂ احزاب ہی میں اس گروہ کا تذکرہ بھی موجود ہے جو ازواج رسولؐ سے ساز باز کر رہے تھے۔

سورۂ احزاب کی آیات (۵۷ تا ۵۳ / ۳۳) کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ

کھانے کی نہ انتظار کرنے والے پکنے اس کے کے ولیکن جب بلائے جاؤ تم

فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا

پس داخل ہو پس جب کھا چکو پس متفرق ہو جاؤ اور مت بیٹھے رہو

ورنہ تم بلا پوچھے بلا اجازت رسوؐل کے گھروں میں ان کی ازواج کے پاس نہ آیا جایا کرو چنانچہ تم نبیؐ کے کسی گھر میں بھی مت داخل ہوا کرو۔ اور صرف بلانے پر نبیؐ کی موجودگی میں مکان میں داخل ہوا کرو۔ اور جیسے ہی کھانے سے فارغ ہو فوراً تو دوگیارہ ہو جایا کرو۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو نبیؐ کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو، نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو۔ ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ مگر جب کھانا کھا لو تو منتشر ہو جاؤ باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ تمہاری یہ حرکتیں نبیؐ کو تکلیف دیتی ہیں۔ مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے۔ اور اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا نبیؐ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردہ کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔ تمہارے لئے یہ ہر گز جائز نہیں کہ اللہ کے رسوؐل کو تکلیف دو۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ تم خواہ کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ کو ہر بات کا علم ہے"(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۱۹ تا ۱۲۲) علامہ کا یہ ترجمہ آیت (۵۳ / ۳۳) سے (۵۴ / ۳۳) تک نقل کیا گیا۔ اس کے بعد نبیؐ کی ازواج کو اپنے رشتہ داروں سے مل سکنے کی اجازت دی گئی ہے (۵۵ / ۳۳) اس کے بعد اللہ نے اسی طرح اپنی توجہات، دلجوئی، دلاسہ اور عنایات مبذول کی ہیں جس طرح پہلے ازواج رسوؐل کی طرف سے ستائے جانے کے بعد اپنی مہربانیوں کا ذکر فرمایا (۳۳ / ۳۳) اور جسے ہم بعد میں مستقل عنوان کے ماتحت لکھیں گے وہ دونوں آیات (۳۳ / ۳۳ اور ۵۶ / ۳۳) سلسلہ کلام کو روک کر بیچ میں بیان کی گئی ہیں۔ گو موضوع سے متعلق ہیں لیکن الگ تشریح چاہتی ہیں۔ فی الحال آپ علامہ کے اس ترجمہ پر ایک اور نظر ڈالیں۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ انہوں نے اپنے قومی لیڈروں کی طرفداری میں ترجمہ کا رخ اور زور تو نہیں بدلا؟ چنانچہ علامہ نے اس ترجمہ میں اپنے راہنما لیڈروں کا حق کما حقہٗ ادا کر دیا ہے۔ پہلے نمبر پر انہوں نے ترجمہ اس انداز سے اور ایسی زبان میں کیا ہے کہ دونوں آیات کا حقیقی منشاء دھندلا گیا ہے۔

(۲) علامہ اپنے ترجمہ میں اپنے عقیدے کی بنا پر جانبدار رہے ہیں۔

اللہ نے ان آیات میں چند کلیدی اور اصولی باتیں فرمائی ہیں۔

اوّل یہ کہ زیر گفتگو آیات(۵۴۔۵۳ / ۳۳) میں کچھ مسلمان رسوؐل اللہ کو ایذا دیتے ہیں۔دوم یہ کہ ایذا دینے کے لئے وہ بلا کسی اجازت و اختیار کے رسوؐل کی عدم موجودگی میں رسوؐل کے گھروں میں جب دل چاہتا ہے چلے آتے ہیں۔ رسوؐل کی ازواج سے باتیں کرتے ہیں۔۳۔ وہ باتیں کچھ ایسی ہیں جنہیں وہ عموماً ظاہر نہیں کرتے بلکہ دلوں میں چھپاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو لوگ مردوں یا شوہروں کی عدم موجودگی میں بلااجازت ان کی ازواج سے ملا کرتے ہیں ان کی کچھ باتیں ایسی ہونا چاہئیں جو سوائے ہم رازوں کے یا اپنی قسم کے لوگوں کے اور کسی پر ظاہر کرنے کی نہیں ہوتیں۔ ان باتوں کو سمجھنے کے لئے اللہ نے آیت میں ایک لفظ رکھا ہے یعنی۔نمبر ۴۔وہ جو ازواج رسوؐل کے پاس بیٹھتے یا رہتے ہیں تو اس دوران وہ مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ میں مصروف رہنا چاہتے ہیں۔اس جملے کا صحیح ترجمہ ہے "ایسی باتیں کرنا جن سے انس و گرویدگی بڑھتی رہے" اور اسی جملے والے عمل درآمد پر فرمایا ہے کہ "تمہارے اس عمل سے نبیؐ کو ایذا پہنچتی ہے ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ "اور یہی وہ قلبی خفیہ باتیں ہیں جو وہ چھپاتے ہیں مگر اللہ انہیں جانتا ہے اور یہی باتیں کہنے سے رسوؐل اللہ حیا کرتے ہیں۔ یعنی یہ بے حیائی کی پوشیدہ رکھی ہوئی باتیں ہیں اور ان ہی باتوں کو آگے بڑھنے اور گھناؤنی بے حیائی بن جانے سے روکنے کے لئے اللہ نے فرمایا تھا کہ تمہیں دوگنا عذاب بڑھا کر دیا جائے گا (۳۰ / ۳۳) یعنی ان آیتوں (۵۴۔۵۳ / ۳۳) میں مذکور وہی لوگ ہیں جو ازوج رسوؐل کو گھروں کے اندر اور گھروں کے باہر بھی ایسی باتوں میں مصروف رکھتے ہیں جن سے قلبی مریض سکون پاتے ہیں (۳۲ / ۳۳) اور زیادہ طمع کرتے ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ متعلقہ و متاثرہ ازواجِ رسوؐل کی صحبت میں رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور عورتوں کی مصروفیات کے اوقات میں بھی جا دھمکتے ہیں کھانے کے برتنوں (نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ) کی تلاشی لینے،

وہاں پہلے سے جاکر برتنوں کی تلاشی نہ لیا کرو اور کھانے کے بعد گرویدگی بڑھانے والی باتوں میں نہ لگے رہا کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رسولؑ کی ازواج سے گرویدگی اور شرم انگیز باتیں کرنا رسولؑ کو قلبی تکلیف پہنچاتا ہے اور وہ تم سے تمہاری شرمناک باتوں کی شکایت کرتے ہوئے اخلاقاً شرماتا ہے ولیکن اللہ

مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ

جی لگارہنے واسطے باتوں کے تحقیق یہ کام ہے ایذادیتا نبیؑ کو

فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ ۫ وَ اللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ

پس شرماتا ہے تم سے اور اللہ نہیں شرماتا حق بات سے اور

دھونے دھلانے اور پکانے میں مدد کے بہانے وہاں جمے رہتے ہیں اور وہ تمام حرکتیں کرتے ہیں جن سے شوہرؑ و ازواج میں ناچاقی پیدا ہو جائے۔ بات بڑھ کر طلاق تک جا پہنچے اور اس کے بعد وہ اپنی کوشش میں کامیابی کا اعلان ان ازوج سے نکاح کی صورت میں کر دیں اس ساری اسکیم، کوشش اور رویہ کو روکنے کے لئے گھروں سے نکلنا بند ہوا (۳۳ / ۳۳) نماز و روزہ زکوٰۃ اور تلاوت قرآن میں مشغول رہنے کا حکم ملا (۳۳ / ۳۳ ، ۳۴ / ۳۳) باریک بینی سے نگرانی کرنے کا کام اللہ نے اپنے ذمہ لیا (۳۴ / ۳۳) ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کسی اور شخص سے نکاح حرام کیا گیا (۵۳ / ۳۳) اور غیرت دلانے کے لئے انہیں مومنین کی مائیں بنایا گیا (۶ / ۳۳ ، ۵۳ / ۳۳) ادھر مذکورہ مومنین سمیت سب کو رسولؑ کے گھروں میں داخلہ سے روک دیا گیا۔ پردہ کے پیچھے مکان سے باہر کھڑے ہو کر مہذبانہ انداز میں کچھ مانگنے یا کہنے کی اجازت ملی (۵۳ / ۳۳) اور انہیں اگلی آیت (۳۵ / ۳۳) میں ان صفات و اعمال کو گن گن کر بتایا گیا جو اللہ کو پسند ہیں اور ازواج رسولؑ کو بھی ان پر عمل کرنا لازم ہے۔ آپ نے دیکھا کہ ہم نے قرآن کے الفاظ کے دائرے میں محدود رہتے ہوئے جو کچھ پیش کیا علامہ کے تراجم و تشریح میں اس کا ذرہ برابر پتہ نہیں چلتا۔ بہرحال یہ تھیں وہ ازواج رسولؑ جو اپنی قوم کے منصوبوں اور اسکیموں کو کامیاب بنانے کے لئے رسولؑ کے گھر میں زوجہ بن کر آئیں اور دن رات اپنی قوم کے لئے کام کیا۔ طلاق اس لئے نہ لی کہ اس گھر میں رہ کر ہی سازش کو کامیاب بنایا جا سکتا تھا۔ طلاق کے بعد اس دروازے اور اہل بیت کے افراد تک رسائی ناممکن ہو جاتی اس لئے قرآن کی رو سے نہیں بلکہ قومی تاریخ کی رو سے انہوں نے مذکورہ دھمکی (۲۸ / ۳۳) کے بعد تمام شرطیں قبول کر لی تھیں۔ مگر ان پر کہاں تک عمل کیا؟ یہ پھر ایک داستان الم ہے۔

(۵۔ج) علامہ مودودی اور ان کے ہم مسلک علما کا ایک باطل مسئلہ اور رسولؑ کے خلاف جسارت۔

ابھی ازواج رسولؑ کا عنوان ختم نہیں ہوا ہے مگر ضروری ہو گیا کہ آگے بڑھنے اور علامہ اینڈ کمپنی کی سازشی عورتوں کی مزید تلاشی لینے کو روک کر علامہ کا ایک مسئلہ سنیں کہ جسے انہوں نے تفصیل سے یہاں لکھا ہے اور تمام مجتہدین نے اسی آیت (۲۸ / ۳۳) سے اُمت کے لئے بہت سارے مسائل گھڑے ہیں اور حلال و حرام کے فیصلے کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

"اصطلاح میں اس کو "تخییر" کہتے ہیں یعنی بیوی کو اس امر کا اختیار دینا کہ وہ شوہر کے ساتھ رہنے یا اس سے جدا ہو جانے کے درمیان کسی ایک چیز کا خود فیصلہ کرلے۔ یہ تخییر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حضورؐ کو حکم دیا تھا۔ (چند سطروں کے بعد لکھا ہے کہ) جن ازواج نے اللہ اور اس کے رسولؐ اور دار آخرت کو پسند کرلیا انہیں طلاق دینے کا اختیار حضورؐ کے لئے باقی نہ رہا۔ کیونکہ تخییر کے دو ہی پہلو تھے۔ ایک یہ کہ دنیا کو اختیار کرتی ہو تو تمہیں جدا کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اللہ اور اس کے رسولؑ اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہو تو تمہیں جدا نہ کیا جائے۔ اب ظاہر ہے کہ ان میں سے جو پہلو بھی کوئی خاتون اختیار کرتی ان کے حق میں دوسرا پہلو آپ سے آپ ممنوع ہو جاتا تھا" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۸۵) اس بیان سے یہ فیصلہ ہو گیا کہ علامہ اینڈ کمپنی کے مقتیوں کے نزدیک ان آیات (۲۹۔۲۸ / ۳۳) کے بعد آئندہ رسول اللہ، اللہ کے حکم کی رو سے متعلقہ ازواج کو طلاق نہیں دے سکتے۔ اس فیصلے کو مزید واضح اور پختہ کرکے باطل ثابت کرنے کے لئے یہ بھی علامہ سے معلوم کرلیں کہ اللہ نے اس نام نہاد تخییر کا حکم کب دیا تھا؟ یعنی یہ دونوں آیات (۲۹۔۲۸ / ۳۳) یا یہ سورۃ الاحزاب کب نازل ہوئی تھی؟ فرماتے ہیں کہ:

حق بات کہنے میں عالم الغیب ہونے کی بنا پر نہ جھٹلایا جاسکتا ہے ۔ نہ شرماتا ہے اور جب تمہیں رسولؐ کی ازواج سے کچھ سامان مانگنے کی ضرورت پڑے تو تم گھر سے باہر کھڑے ہو کر ان سے سوال کیا کرو تمہارے دلوں کو اور ان کے دلوں کو

اِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـَٔلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ

جس وقت مانگا چاہو ان سے کچھ اسباب پس مانگ لو ان سے پیچھے

حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَ

پردے کے سے یہ بہت پاک کرنے والا ہے واسطے دلوں تمہارے کے اور

سورۂ الاحزاب کب نازل ہوئی ؟ ”اس سورۃ کے مضامین تین اہم واقعات سے بحث کرتے ہیں ایک غزوہ احزاب جو شوال ۵ ھ میں پیش آیا۔ دوسرے غزوہ بنی قریظہ جوذی القعدہ ۵ ھ میں پیش آیا۔ تیسرے حضرت زینب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جو اسی سال ذی القعدہ میں ہوا۔ ان تاریخی واقعات سے سورۂ کا زمانہ نزول ٹھیک متعین ہو جاتا ہے“ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۴)

قارئین نوٹ کرلیں کہ ۵ ھ میں بقول علامہ اینڈ کمپنی اللہ نے رسولؐ پر واجب کر دیا تھا کہ وہ مذکورہ بالا اپنی ازواج کو طلاق نہیں دے سکتے تھے ۔

(۵۔د) سوائے دو عورتوں کے تمام ازواجِؓ رسولؐ پوری ہی اُمت کے لیے واجب الاحترام اور رسولؐ کی جنت میں رفیق ہیں۔

قارئین کے سامنے قرآن کے بیانات سے ان مومنین کا گروہ آ چکا جو قومی سازش کے ماتحت نہ صرف اسلامی عقائد کو جمہوری اور قومی بنا رہا تھا بلکہ وہ چند ازواج رسولؐ کی وساطت سے خانوادۂ رسولؐ میں انتشار پیدا کرکے انہیں قوم کی نظر میں گرا دینا چاہتا تھا اور ان ازواج کو سیاسی مقاصد اور جاسوسی کے لئے استعمال کر رہا تھا جو کسی نہ کسی طرح لے دے کر رسولؐ کے حرم میں بھیج دی گئی تھیں ۔اور آتے ہی اپنے خاندانی افراد کو مسلمانوں میں معزز و محترم بنانے کے لئے رسولؐ کی طرف سے جھوٹی روایات سناتی رہتی تھیں اور یہ کام انہوں نے تاحیات جاری رکھا ۔اور جمہوری حکومت کے قیام میں اپنی قوم کی پوری پوری مدد کی قرآن کریم نے ان دونوں کا رسولؐ کی تاکید کے باوجود جاسوسی کرنا اور قومی محاذ کی تائید کے لئے داخلی محاذ بنانا کھلے الفاظ میں بیان کیا ہے اور یہ اتنی واضح سازش تھی کہ اس کا بالکل چھپا دینا قومی حکومتوں کی قوت و استبداد سے بھی ممکن نہ ہوسکا۔ اور وہ اس لئے کہ اللہ نے قرآن میں ان دونوں عورتوں کی محاذ آرائی ، مجرمانہ بے حیائی اور خدا و رسولؐ سے دشمنی واضح الفاظ میں بیان کردی ہے ۔سنئے اللہ فرماتا ہے کہ:

(۵۔ہ) نبیؐ کی ایک زوجہ جو نبیؐ کا ہر راز قومی لیڈروں کو بتاتی رہتی تھی۔

وَإِذۡ أَسَرَّ ٱلنَّبِيُّ إِلَىٰ بَعۡضِ أَزۡوَٰجِهِۦ حَدِيثٗا فَلَمَّا نَبَّأَتۡ بِهِۦ وَأَظۡهَرَهُ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ عَرَّفَ بَعۡضَهُۥ وَأَعۡرَضَ عَنۢ بَعۡضٖۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِۦ قَالَتۡ مَنۡ أَنۢبَأَكَ هَٰذَاۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ ٱلۡعَلِيمُ ٱلۡخَبِيرُ ﴿۳﴾ التحریم

علامہ ہی کا ترجمہ دیکھ لیں : ”(اور یہ معاملہ بھی قابل توجہ ہے کہ) نبیؐ نے ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی۔ پھر جب اس بیوی نے (کسی اور پر) وہ راز ظاہر کردیا اور اللہ نے نبیؐ کو اس (افشائے راز) کی اطلاع دے دی تو نبیؐ نے اس پر کسی حد تک (اس بیوی کو) خبردار کیا اور کسی حد تک اس سے درگزر کیا۔ پھر جب نبیؐ نے اسے (افشائے راز کی) یہ بات بتائی تو اس (بیوی۔احسن) نے پوچھا آپ کو اس (افشائے راز۔احسن) کی کس نے خبر دی؟ نبی نے کہا مجھے اس نے خبر دی جو سب کچھ جانتا ہے اور خوب باخبر ہے۔“(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۱)

علامہ سے یہ کبھی نہ ہو گا کہ وہ اللہ کے کلام کا ترجمہ کرتے وقت اپنے راہنماؤں کے خود ساختہ افسانوں سے اثر لئے بغیر وہی کچھ لکھ دیں جو اللہ نے کہا ہے ۔آپ دیکھئے کہ اس آیت کی ابتدا ” وَإِذۡ أَسَرَّ ٱلنَّبِيُّ “سے ہوئی ہے اور اس کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ ”نبیؐ نے ایک بات ... راز میں کہی“یہاں ایک دو بات کا ہرگز تذکرہ نہیں ہے فرمایا تو یہ گیا ہے کہ ”جب بھی نبیؐ نے کوئی بات اپنی ایک بیوی سے بطور راز کہی “”وَإِذۡ أَسَرَّ ٱلنَّبِيُّ إِلَىٰ بَعۡضِ أَزۡوَٰجِهِۦ حَدِيثٗا یہاں لفظ ”اذا“ کا تقاضا بطور عادت ہے ۔یعنی ”جب بھی “یعنی اگر وہ کہانی ذہن میں نہ ہو جو قومی حکومتوں نے اپنی مددگار (partner) عورت کا جرم

قُلُوْبِهِنَّ ط وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ

دلوں ان کے کے اور نہیں لائق واسطے تمہارے یہ کہ ایذا دو رسولؐ

اللّٰهِ وَ لَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ط

خداکے کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو بیبیوں اس کی کو پیچھے اس کے کبھی

جنسی ناپاکی سے پاک رکھنے کے لئے یہ طریقہ بہت مناسب ہے اور تمہارے لئے نہ تو اللہ کے رسولؐ کی ازواج سے غلط تعلق رکھ کر انہیں ایذا دینا ہی جائز ہے اور نہ ہی تمہارے لئے یہ حلال ہے کہ رسولؐ اللہ کے بعد قیامت تک کبھی ان کی ازواج سے نکاح کرو

ہلکا کرنے کے لئے تیار کی ہے تو ترجمہ اس عورت کی عادت بتائے گا کہ وہ ہر راز کی بات اپنے قومی لیڈروں کو بتاتی رہتی تھی۔ یعنی وہ رسولؐ کے گھر میں رہ کر جاسوسی کی خدمات بھی انجام دیا کرتی تھی۔
لیکن علامہ اینڈ کمپنی اپنی اس طاہرہ اور صدیقہ کے لئے صرف ایک دفعہ اور ایک راز فاش کرنا جانتے ہیں اور ہمارے لئے اتنا بھی کافی ہے ۔

(۵۔و) وہ نجی راز نہ تھا۔ اسلام کے خلاف سازش جاری تھی ۔ نبیؐ کی ازواج میں کمزوری اور افشائے راز سے خطرہ۔

ازواج رسولؐ میں ایک ایسی عورت موجود تھی جس نے رسولؐ کے ساتھ راز داری میں خیانت کی تھی اور قرآن میں اس کا خیانت کے بعد معاف کردیا جانا مذکور نہیں ہے بلکہ اسی سورۂ تحریم میں زوجہ نوحؑ او رزوجۂ لوطؑ کی خیانت کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ رسولوں کی خیانت کار عورتوں میں اس کو تیسرے نمبر پر رکھا اور تینوں کو خیانت کی وجہ سے جہنمی سمجھا جائے (تحریم ۱۰ / ۶۶) بہر حال علامہ اس آیت (۳ / ۶۶) کی تشریح میں پہلے ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو اس کوشش میں رہیں کہ اس بات کا پتہ لگایا جائے جو اس عورت سے راز میں رکھنے کی امید تھی۔ اور کہا کہ ہمیں اس کا کھوج نہ لگانا چاہئے مطلب یہ ہے کہ اس بات پر بھی پردہ (کفر) ڈال دو اور اس عورت کو بھی کچھ نہ کہو۔ بہرحال ان کی تشریح سے چند باتیں سنتے چلیں ۔

علامہ کے نزدیک افشائے راز کی اہمیت: ”ازواج مطہرات میں سے ایک کو اس غلطی پر ٹوکناہے کہ ان کے عظیم المرتبہ شوہر نے جو بات راز میں ان سے کہی تھی اسے انہوں نے راز نہ رکھا اور اس کا اِفشا کر دیا یہ محض ایک نجی معاملہ ہوتا، جیسا کہ دنیا کے عام میاں اور بیوی کے درمیان ہوا کرتا ہے، تو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ براہ راست وحی کے ذریعہ سے حضورؐ کو اس کی خبر دیتا اور پھر محض خبر دینے ہی پر اکتفا نہ کرتا بلکہ اسے اپنی اُس کتاب میں بھی درج کر دیتا جسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ساری دنیا کو پڑھنا ہے۔ لیکن اسے یہ اہمیت جس وجہ سے دی گئی وہ یہ تھی کہ وہ بیوی کسی معمولی شوہر کی نہ تھی۔ بلکہ اس عظیم ہستی کی بیوی تھیں جسے اللہ تعالیٰ نے انتہائی اہم ذمہ داری کے منصب پر مامور فرمایا تھا۔ جسے ہر وقت کفار و مشرکین اور منافقین (یہ بھی کہہ دیں کہ قوم کے سازشی مومنین ۔احسنؔ) کے ساتھ ایک مسلسل جہاد سے سابقہ درپیش تھا۔ جس کی قیادت میں کفر کی جگہ اسلام کا نظام برپا کرنے کے لئے ایک زبردست جدوجہد ہو رہی تھی۔ ایسی ہستی کے گھر میں بے شمار ایسی باتیں ہو سکتی تھیں جو اگر راز نہ رہتیں اور قبل از وقت ظاہر ہو جاتیں تواس کار عظیم کو نقصان پہنچ سکتا تھا جو وہ ہستی انجام دے رہی تھی۔ اس لئے جب اس کے گھر کی ایک خاتون سے پہلی مرتبہ (یہ کون سی آیت میں ہے؟۔احسنؔ) یہ کمزوری صادر ہوئی کہ اس نے ایک ایسی بات کو جو راز میں اس سے کہی گئی تھی کسی اور پر ظاہر کر دیا تو اس پر فوراً ٹوک دیا اور درپردہ نہیں بلکہ قرآن مجید میں بر ملا ٹوکا گیا“(تفہیم القرآن جلد۶صفحہ ۲۱۔۲۲)
ذرا دیر بعد ہم علامہ کے قلم سے راز افشا کرنے والی عورت کا نام بھی لکھوائیں گے ۔یہاں تو آپ سورۂ تحریم کی آیات کو وہاں تک پڑھیں جہاں ان دشمن خدا و رسولؐ عورتوں کا پورا کچا چٹھا مکمل ہو جاتا ہے اور سورۂ احزاب والی پوری سازش کا نچوڑ سامنے آجاتا ہے ۔

(۵ - ز) رسولؐ کے خلاف محاذ بنانے والی دو عدد ازواج رسولؐ تھیں جنہیں آخر کار چیلنج کر دیا گیا۔

چنانچہ آپ راز

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ
تحقیق یہ ہے نزدیک اللہ کے بڑا گناہ اگر ظاہر کرو تم کچھ چیز یا
تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾
پوشیدہ کرو اس کو پس تحقیق اللہ ہے ساتھ ہر چیز کے جاننے والا

ایسا کرنا تمہارے حق میں اللہ کے نزدیک بہت ہی عظیم جرم ہو گا۔ (۵۴) تمہارا رسولؐ کی ازواج سے رابطہ رکھنے میں کچھ باتوں کو ظاہر کرنا اور کچھ چیزوں کو چھپاتے رہنا مفید نہیں اور نہ یہ راز ہی ہیں اس لئے کہ اللہ تو ہر شے کا علم رکھتا ہے

اِن تَتُوبَآ إِلَى ٱللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۖ وَإِن تَظَٰهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ ٱللَّهَ هُوَ مَوْلَىٰهُ وَجِبْرِيلُ وَصَٰلِحُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۖ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴿۴﴾ التحریم

فاش کرنے کے بعد والی آیات کو مسلسل پڑھتے جائیں اور دیکھیں گے کہ: ایک نہیں بلکہ دو عورتوں سے کہا جا رہا ہے کہ: ”اگر تم دونوں اللہ کے حضور توبہ کر کے باز آجاؤ تو خیر ورنہ تم دونوں کے دل تو ٹیڑھے ہو ہی چکے ہیں اس لئے اگر تم دونوں نے آپس میں گروہ بندی کر کے نبیؐ کے خلاف محاذ جاری رکھا تو سن لو کہ اللہ یقیناً رسولؐ کا ہمدرد ترین حاکم ہے اور اللہ کے علاوہ جبرئیل اور تمام ملائکہ اور تمام مومنین سے صالح ترین شخصؐ رسولؐ کے ساتھی و طرف دار ہیں“۔

یہاں یہ معلوم ہوگیا کہ لوگوں کو رسولؐ کی اجازت کے بغیر گھروں میں بلانا ان سے انس و محبت کی باتیں کرنا۔ انہیں کھانا کھلانا ان کی تلاش میں اپنے گھروں سے نکل کر سج دھج کی نمائش کرتے پھرنا ان سے جذبات انگیز باتیں کرنا۔ رسولؐ کے راز اور اسکیمیں انہیں بتانا وغیرہ یہ صرف دو عورتوں کا کام تھا۔ اب علامہ اینڈ کمپنی سے اس آیت کی تشریح اور مذکورہ بالا دونوں عورتوں کے نام اور ان کے کام دیکھ لیں۔ارشاد ہے کہ:

(۵۔ح) دل ٹیڑھے ہو جانا علامہ اور مختلف علما کی طرف سے اس کی وضاحت و تفصیل:

”اصل الفاظ ہیں۔“ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا “ صَغُو عربی زبان میں مڑ جانے اور ٹیڑھا ہو جانے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس فقرے کا ترجمہ کیا ہے ”ہر آئینہ کج شدہ است دلِ شما“ اور شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ ہے ”کج ہو گئے دل تمہارے“ حضرات عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، سفیان ثوری اور ضحاک نے اس کا مفہوم بیان کیا ہے ” زَاغَتْ قُلُوْبُكُمَا یعنی ”تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں“ امام رازی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں عَدَلَتْ وَمَالَتْ عَنِ الْحَقِّ وَهُوَ حَقُّ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وسلم “ حق سے ہٹ گئے ہیں اور حق سے مراد رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے ”اور علامہ آلوسی کی تشریح یہ ہے: مَالَتْ عَنِ الْوَاجِبِ مِنْ مُوَافقیته صلی اللہ علیہ وسلم بِحُبِّ مَا يُحِبُّهٗ وَ کراھة ما یکرھه اِلٰی مخالفته یعنی ” تم پر واجب تو یہ ہے کہ رسولؐ اللہ جو کچھ پسند کریں اسے پسند کرنے میں اور جو کچھ آپؐ نا پسند کریں اسے ناپسند کرنے میں آپؐ کی موافقت کرو مگر تمہارے دل اس معاملہ میں آپؐ کی موافقت سے ہٹ کر آپؐ کی مخالفت کی طرف مڑ گئے ہیں “(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۲۔۲۳) آپ ان دونوں کے نام جلد ہی پڑھنے والے ہیں۔ یہاں تو یہ دیکھ لیں کہ ان دونوں کے قلوب میں محمدؐ و آل محمدؐ اور دین اسلام کے خلاف کتنا بغض و عناد تھا اور یہ کہ قرآن کے ایک ایک لفظ میں کتنے گہرے مطالب بھرے ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ کیا ایسے دلوں کے مالکوں کی بخشش ہو سکتی ہے؟ پھر یہ دیکھیں کہ ان دونوں کی جتھا بندی پر خود قومی علما نے کیا لکھا ہے سنئے:

(۵۔ط) رسولؐ اللہ کے مقابلہ پر جتھابندی اور محاذ آرائی کی تشریح علامہ اینڈ کمپنی؟

”اصل الفاظ ہیں“وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ “ تظاہر کے معنی ہیں کسی کے مقابلہ میں باہم تعاون کرنا یا کسی کے خلاف ایکا کرنا۔ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ ہے ”اگر تم دونوں چڑھائی کروگیاں اس پر“ (یہ فوج کشی علیؑ کے مقابلہ میں ہوئی تھی۔احسنؔ) مولانا اشرف علی صاحب کا ترجمہ ہے ”اور اگر اس طرح پیغمبرؐ کے مقابلے میں تم دونوں کاروائیاں کرتی رہیں“اور مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”اگر تم دونوں اسی طرح کارروائیاں اور مظاہرے کرتی رہیں“ آیت کا خطاب صاف طور پر دو خواتین کی طرف

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَ لَآ

نہیں گناہ اوپر ان کے بیچ باپوں ان کے کے اور نہ بیچ بیٹوں ان کے کے اور نہ

اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَ لَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَ لَا

بیچ بھائیوں ان کے کے اور نہ بیچ بیٹوں بہنوں ان کے کے اور نہ بیچ

(۵۵) ازواج نبیؐ کے لئے یہ جائز ہے کہ ان کے والد اور ان کے سابقہ شوہر سے پیدا ہوئے بیٹے ان کے بھائی اور ان کے بھائیوں کے بیٹے یعنی بھتیجے اور ان کی بہنوں کے بیٹے یعنی بھانجے اور

ہے اور سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواتین رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ہیں کیونکہ :

(۵۔ی) وہ دونوں ازواج رسوؐل عائشہ اور حفصہ تھیں علامہ کی تشریح و ثبوت : اس سورے کی پہلی آیت سے پانچویں آیت تک مسلسل حضوؐر کی ازواج کے معاملات ہی زیر بحث آئے ہیں ۔ اس حد تک تو بات خود قرآن مجید کے انداز بیان سے ظاہر ہو رہی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ دونوں بیویاں کون تھیں۔ اور وہ معاملہ کیا تھا جس پر یہ عتاب ہوا ہے اس کی تفصیل ہمیں حدیث میں ملتی ہے۔ مسند احمد ، بخاری ، مسلم ، ترمذی اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک مفصل روایت نقل ہوئی ہے ۔ جس میں کچھ لفظی اختلافات کے ساتھ یہ قصہ بیان کیا گیا ہے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : " میں ایک مدت سے اس فکر میں تھا کہ حضرت عمر سے پوچھوں کہ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے وہ کون سی دو بیویاں تھیں جنھوں نے حضوؐر کے مقابلہ میں جتھہ بندی کر لی تھی اور جن کے متعلق اللہ تعالٰی نے یہ آیت ارشاد فرمائی ہے کہ : إِن تَتُوبَآ إِلَى ٱللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا لیکن ان کی ہیبت کی وجہ سے ہمت نہ پڑتی تھی ۔" آخر ایک مرتبہ وہ حج کے لئے تشریف لے گئے اور میں ان کے ساتھ گیا۔ واپسی پر راستہ میں ایک جگہ ان کو وضو کراتے ہوئے مجھے موقع مل گیا۔ اور میں نے یہ سوال پوچھ لیا انہوں نے جواب دیا "وہ عائشہ اور حفصہ تھیں "(تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۲۳) قارئین ہم نے باقی قصہ چھوڑ دیا ہے اس لئے کہ ہمیں علامہ کے قلم سے ابن عباس کے بیان سے اور حضرت عمر کی زبان سے ازواج رسوؐل کے نام درکار تھے ۔ اور بس ۔ اس قصہ کو آپ ضرور پڑھ لیں اس میں ازواج رسوؐل کی بد زبانی لڑنے جھگڑنے اور زبان درازی کے واقعات ملیں گے ۔ بہرحال یہاں دو باتوں کی ضرورت ہے اوّل یہ کہ ابن عباس یعنی عبداللہ ہی نہیں بلکہ مدینہ کا بچہ بچہ ازواج رسوؐل کے متعلق عموماً اور عائشہ و حفصہ کے متعلق خصوصاً سب کچھ جانتا تھا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ عبداللہ ابن عباس عائشہ اور حفصہ کی محاذ آرائی سے ناواقف رہ گئے ہوں یہ تو ایسا سنجیدہ معاملہ تھا کہ ایک مرتبہ رسوؐل اللہ نے ایک ڈیڑھ ماہ تک تمام ازواج کا مقاطعہ رکھا اور سب سے الگ رہے اور مدینہ کے یہود و نصارا اور تمام باشندوں کواس کا علم ہوا ۔ ایسی صورت میں عبداللہ ابن عباس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ بعد وفات رسوؐل ان دونوں عورتوں کے نام حضرت عمر کی زبان سے کہلوانا اور پبلک کو سنوانا چاہتے تھے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ عبداللہ ابن عباس ہی نہیں بلکہ ہر وہ صحابی جو قرآن کریم کی تلاوت کرتا تھا ۔ اس نے لازم ہے کہ سورۂ تحریم کی یہ آیات (۵ تا ۱ / ۶۶) پڑھی ہوں اور رسوؐل اللہ سے ان دونوں ازواج کے نام پوچھے ہوں یا یہ کہنا پڑے گا کہ رسوؐل اللہ لوگوں کو قرآن کی آیات رٹا کر بِلا وضاحت چھوڑ دیا کرتے تھے ۔ یہ بات اُدھر قرآن کے بیانات کے خلاف ہے اور اِدھر منصب رسالت کی توہین ہے ۔

(۵۔۱۱) عائشہ اور حفصہ سے بہتر عورتیں مسلمانوں میں موجود تھیں، رسوؐل اللہ انہیں ہر حال میں طلاق دے سکتے تھے۔

چند ازواج رسوؐل کی قومی حکومتوں کی سطح سے مدح و ثنا اوران کے تقدس و علم و عرفان کے قصے وروایات ، ان کی محبوبیت کی کہانیاں بے اصل ،خود ساختہ اور لیلیٰ مجنوں کے ناولوں سے زیادہ بے قدر و قیمت ہیں ۔ قرآن کریم نے ان کی نقاب کشائی کر کے دکھایا ہے کہ ان میں کوئی خوبی ایسی نہ تھی کہ جو اُمت کی عام عورتوں سے زیادہ ہو ۔ قرآن سنئے اور ان دونوں ازواج رسوؐل کو دوبارہ قرآن کے آئینے میں دیکھئے ان کے مذکورہ بالا گٹھ جوڑ اور قومی محاذ کی طرف داری میں رسوؐل کے خلاف جتھا بندی پر علامہ مودودی ہی کے قلم سے سنئے کہ اللہ نے مسلسل کیا فرمایا ہے ؟۔

نِسَآئِهِنَّ وَ لَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ

بی بیوں ان کی کے اور نہ بیچ اس چیز کے کہ مالک ہوئے داہنے ہاتھ ان کے

وَ اتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

اور ڈرو اے عورتو اللہ سے تحقیق اللہ ہے اوپر ہر چیز کے حاضر

ان کی اپنی سہیلیاں اور ان کی تحویل کے وہ لوگ جن سے دہنے ہاتھوں کا معاہدہ ہوا ہے ان کے پاس بلا نبیؐ سے اجازت لئے ہوئے آتے جاتے رہیں۔ لیکن ازواج رسولؐ کو مذکورہ تقویٰ اور پابندیاں (۳۰ / ۳۳ تا ۳۵ / ۳۳) نہ بھولنا چاہئیں۔ اس لئے کہ بلاشبہ اللہ ان پر بھی چشم دید گواہ ہے

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ﴿۵﴾ التحریم

"بعید نہیں کہ اگر نبیؐ تم سب بیویوں کو طلاق دے دے تو اللہ اسے ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں عطا فرما دے جو تم سے بہتر ہوں سچی مسلمان، باایمان، اطاعت گزار، توبہ گزار، عبادت گزار اور روزہ دار خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۶۔۲۹)

(۵۔۱۲) اللہ اور رسولؐ کی دشمن مگر اپنی قوم کی دوست عورتوں کی طرفداری میں ہزاروں علماء نے جہنم کمایا ہے۔

علامہ حضور نے اپنی عاقبت تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے مگر وہ قابل داد ہیں کہ انہوں نے اپنے لیڈروں اور راہنما عورتوں کے لئے اپنا دین و دیانت سب نثار کر دیا ہے یوں تو ہر جگہ وہ ان مجرم و ناہنجار عورتوں کی طرفداری میں رطب اللسان رہے تھے مگر یہاں بھی انہوں نے ڈبل بے ایمانی کی ہے یعنی مندرجہ بالا ترجمہ میں لفظ عَسٰى کا غلط ترجمہ کیا ہے اور دو کے بجائے تمام ازواج نبیؐ کو مجرم قرار دے دیا ہے۔ اور اپنے اس مستقل اصول کو ترک کر دیا ہے۔ کہ سیاق و سباق کو دیکھ کر ترجمہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ سابقہ آیت میں دو ازواج کو مجرم قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس آیۂ مبارکہ (۵ / ۳۳) میں طلاق بھی ان ہی دونوں کو دیئے جانے کی بات ہے۔ نہ کہ تمام بے قصور ازواج کی طلاق لیکن علامہ کو طرفداری و جانبداری نے اندھا اور بہرا کر دیا ہے اور دو مجرم عورتوں کی طرف داری میں ازواج رسولؐ کی کثرت کو طلاق دلانے کی فکر کی ہے۔

(۵۔۱۳) اپنے قریشی لیڈروں کے جرائم کو ہلکا کرنے یا چھپانے کے لئے متضاد ترجمے۔

پھر طلاق کی اہمیت اور دھمکی کو بھی غلط ترجمے کی تاریکی میں چھپانا چاہا ہے لیکن علامہ کے قلم سے صحیح ترجمہ پیش کرکے ہم اس طلاق کی اہمیت کو ثابت کئے دیتے ہیں۔ چنانچہ قارئین چند ایسے مقامات دیکھ لیں جہاں علامہ خالی الذہن اور ایک دیانتدار مترجم کی طرح ترجمہ کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔

(ا) چور اگر چوری چھوڑتا ہے تو ہیرا پھیری نہیں چھوڑتا مگر قریشی مومنین سے دوسری اقوام بہتر ہوسکتی ہیں۔

لفظ عَسٰى کا صحیح ترجمہ کرتے ہوئے بھی اپنی قسم کے مومنین اور مومنات کے لئے خدا کا منشاء چھپا لیا اللہ نے فرمایا تو یہ تھا کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ ﴿۱۱﴾ الحجرات

اے مومنین تم ایک قوم کی حیثیت سے کسی دوسری قوم کا مذاق نہ اڑایا کرو۔ مگر علامہ نے ترجمہ یوں کر دیا کہ: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۸۴) یہاں قارئین دیکھ لیں کہ علامہ نے لفظ قوم کا ترجمہ "مرد" کرنے میں تکلف نہیں کیا مگر الحمدللہ لفظ عَسٰى کا ترجمہ دونوں دفعہ "ہو سکتا ہے کہ" کر کے زیر بحث آیت (۵ / ۶۶) کے ترجمہ کو صحیح کر لینے کا موقع دے دیا۔ یعنی اللہ ان دونوں یا بقول علامہ تمام ازواج سے کہتا ہے کہ: "عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ﴿۵﴾ التحریم "ہو سکتا ہے کہ اگر نبی تم سب بیویوں کو (تم دونوں کو۔ احسن) طلاق دے دے تو اللہ اسے ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں

عطا فرما دے جو تم (سب) (تم دونوں) سے بہتر ہوں" یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ رسولؐ اپنی ازواج کو طلاق دینے میں آزاد ہیں۔ اور ساتھ ہی علامہ مودودی صاحب اور مسئلہ تخییر گھڑنے والے تمام مجتہدین کا ذب ثابت ہو گئے علامہ نے کہا تھا کہ:
(۱) "انہیں طلاق دینے کا اختیار حضورؐ کے لئے باقی نہ رہا" اور
(۲) "حضورؐ پر یہ واجب تھا کہ اس صورت میں ان کو جدا کر دیتے"(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۸۵)
اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ سورۂ احزاب اور تخییر والی آیات (۲۹۔۲۸ / ۳۳) ۵ ھ میں نازل ہوئی تھی ۔ لیکن زیر بحث آیت (۵ / ٦٦) حضورؐ کو ۸ ھ میں طلاق دینے پر مختار وآزاد ثابت کررہی ہے۔ اس لئے کہ سورہ تحریم کا نزول علامہ نے یہی لکھا ہے کہ:
(۳) "ان تاریخی واقعات سے یہ بات قریب قریب متعین ہو جاتی ہے کہ اس سورہ (تحریم) کا نزول ۷ ھ یا ۸ ھ کے دوران کسی وقت ہوا تھا"(تفہیم القرآن جلد٦صفحہ ۱۰)
لہٰذا معلوم ہوا کہ نہ رسولؐ اللہ پر طلاق دینا واجب ہوا تھا نہ طلاق دینے کی کبھی ممانعت واجب ہوئی تھی ۔ بلکہ متعلقہ ازواج رسولؐ کے حالات بیان کر کے پبلک کو ان کی پوزیشن بتانا ہی مقصود تھا اور یہ طے کر دیا تھا کہ اگر وہ اپنا رویہ تبدیل نہ کریں تو ان پر کوئی بھی مسلمان طلاق عائد کر سکتا ہے ۔ اور کوئی طلاق دے یا نہ دے وہ رسولؐ کی زوجیت سے خارج اور بطور سزا قیامت تک اُمت کے مردوں پر حرام تھیں ۔

(۲) علامہ ان مقامات پر صحیح ترجمہ کر دیتے ہیں جہاں ان کا مذہب یا لیڈر خطرے میں نہ ہوں ۔

بہر حال عَسَىٰٓ کے صحیح معنی کے لئے علامہ کا ذرا دور تک تعاقب ضروری ہے چنانچہ چند اور مقامات دیکھ لیں اللہ نے فرمایا ہے اور علامہ نے ترجمہ کیا کہ:

(۱) قَالَ عَسَىٰ رَبِّيٓ أَن يَهۡدِيَنِي سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ ﴿٢٢﴾ القصص (۲) عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ أَوۡ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدٗا ﴿٩﴾ القصص
(۳) عَسَىٰٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّي شَقِيّٗا ﴿٤٨﴾ مریم
(۴) قُلۡ عَسَىٰٓ أَن يَكُونَ رَدِفَ لَكُم بَعۡضُ ٱلَّذِي تَسۡتَعۡجِلُونَ ﴿٧٢﴾ النمل

(۱) "امید ہے کہ میرا رب مجھے ٹھیک راستے پر ڈال دے گا۔" (تفہیم القرآن جلد۳صفحہ ٦۲۵۔٦۲٦)
(۲) "کیا عجب کہ یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو یا ہم اسے بیٹا ہی بنا لیں"(تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ٦۱۷)
(۳) "امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہ رہوں گا" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۷۱)
(۴) "کہو کیا عجب کہ جس عذاب کے لئے تم جلدی مچارہے ہو اس کا ایک حصہ تمہارے قریب ہی آلگا ہو"(تفہیم القرآن جلد۳صفحہ ٦۰۱)
لفظ عَسَىٰٓ کے یہ تمام ترجمے بتاتے ہیں کہ اوّل علامہ اپنے عقائد اور دشمنانِ خدا و رسولؐ کے تحفظ میں جھوٹ بولتے اور قرآن کا غلط ترجمہ کرتے رہتے ہیں دوم یہ کہ جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے یہ امید تھی کہ وہ ان ازواج کو کبھی بھی طلاق دے دیں اور ایسا وقت مذکورہ بالا بدمعاشیوں ، بے حیائیوں اور جتھہ بندیوں اور محاذ آرائیوں کے بعد وہی ہو سکتا تھا کہ وہ ازواج بذاتِ خود حضورؐ کے خلاف فوج کشی کریں ۔ چنانچہ وہ وقت آیا جس کے لئے اللہ نے اس آیت (۵/ ٦٦) میں الفاظ "عَسَىٰ رَبُّهُۥٓ إِن طَلَّقَكُنَّ" فرما کر گنجائش رکھ دی تھی اور آخر نفسِ رسول پر (آلِ عمران ٦۱/ ۳) باقاعدہ فوجکشی کی گئی ۔ فرزند رسولؐ کے جنازے پر تیر بارانی کرائی گئی اور پھر خاندانِ رسولؐ کا قتل عام کرا دیا گیا اور آج تک جب موقع ملتا ہے تو اولادِ رسولؐ اور دوستدارانِ آل رسولؐ کو قتل کرا دیا جاتا ہے۔ محکموں میں محلّوں میں چاروں طرف ان کو ستایا اور ترقی کے میدان سے پیچھے ہٹایا جاتا ہے اس سلسلے میں بھی جناب علامہ ایک اشارہ فرماتے ہیں سنئے :

(۲) حضرت عائشہ کا امیر المومنین علیؑ پر فوج کشی کرنا اور میدان میں افواج کی قیادت کرنا قومی مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔

"عورت کے بیرون خانہ سرگرمیوں کے جواز میں بڑی سے بڑی دلیل جو پیش کی جاتی ہے ۔ وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں حصہ لیا تھا۔ لیکن یہ استدلال جو لوگ پیش کرتے ہیں انہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ خود حضرت عائشہ کا اپنا خیال اس باب میں

کیا تھا۔ عبداللہ بن احمدؒ بن حنبل نے کتاب زوائد الزھد ، میں اور ابن المنذر ، ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اپنی کتابوں میں مسروق کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ جب تلاوت قرآن کرتے ہوئے اس آیت وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ﴿۳۳﴾ الاحزاب (تم اپنے گھروں میں جم کر پابندی سے رہو) پر پہنچتی تھیں تو بے اختیار رو پڑتی تھیں ۔یہاں تک کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا ۔کیوں کہ اس پر انہیں اپنی وہ غلطی یاد آجاتی تھی جو ان سے جنگ جمل میں ہوئی تھی "(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۹۰۔۹۱)

(۳) حضرت عائشہ کی وہ آخری غلطی جس نے انہیں زوجیت رسوؐل سے خارج کر کے ذلیل و خوار کر دیا۔

علامہ نے تفہیم القرآن کے قاریوں کو یہ نہیں بتایا کہ عائشہ نے وہ کونسی غلطی کی تھی جس پر زندگی بھر رونا پڑا اور قرآن کی رو سے عاقبت (وَٱلدَّارَ ٱلْآخِرَةَ ۲۹ / ۳۳) تباہ ہو کر رہ گئی بہرحال علامہ نے وہ آیت لکھ دی ہے ۔ یعنی اسے اللہ نے گھر میں مقید رہنے کا حکم دیا تھا ۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ﴿۳۳﴾ الاحزاب لیکن انہوں نے حضرت علیؑ پر فوج کشی کے لئے اللہ کے اس حکم کی خوب ہی خوب مخالفت کی ۔ افواج کے جوانوں کے جمگھٹے میں رہیں فوج کی سپہ سالار رہیں ۔ اور وہ تمام کام کئے جن سے انہیں قرآن نے منع کیا تھا۔ (۲۸ تا ۳۳ / ۳۳) اور یہی وہ کھلا کھلا اعادہ اور خلاف ورزی تھی جس کے لئے ان کا زندگی بھر رونا بھی ضائع ہو گیا۔ اور جس کو سامنے رکھ کر رسوؐل نے عائشہ کو مدت دراز پہلے خبردار کر دیا تھا۔ اور عائشہ کو اچھی طرح یاد تھا اور وہ باربار اپنے اس ارادے اور فوج کشی سے رک رک جاتی تھیں ۔ لیکن قریشی لیڈروں کے دباؤ اور لحاظ سے باربار ارادہ بدلتی ہوئی آخر میدان جنگ تک جا پہنچیں ۔ اس سفر میں حوّاب کے چشمے پر انہیں کتوں نے بھونک بھونک کر شور مچا کر رسوؐل اللہ کی پیشنگوئی یاد دلائی ۔ اور عائشہ نے یاد کرکے سفر کا ارادہ ترک کیا اور رخ موڑ لیا مگر عبداللہ ابن زبیر نے جھوٹی قسم کھائی اور پچاسیوں جھوٹی گواہیاں دلائیں کہ یہ چشمہ حوّاب نہیں ہے ۔(طبری خلافت علیؑ) اور جب ان سے جنگ جمل کے بعد مدینہ لوٹ جانے اور تاحیات گھر میں رہنے کے لئے کہا گیا تو برابر انکار کرتی رہیں۔ لیکن جب حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کے ہاتھوں وہ پیغام بھیجا (جس کا علامہ مودودی انکار کرتے اور تمام محدثین و مورخین اقرار کرتے ہیں) تو اس پیغام کو سن کر عائشہ سٹ پٹا گئیں ۔ اپنا سامان جمع کرنے اور روانگی کی تیاری کرنے میں باربار دوڑتی اور گرتی پھرتی تھیں۔ اور پوچھنے والوں سے کہا تھا کہ : "اب مجھے پورا اندیشہ ہے کہ کہیں علیؑ کی زبان سے ایسا لفظ نہ نکل جائے جس کا تدارک ناممکن ہو جائے "۔ (روضتہ الاحباب ،حبیب السئیر،تاریخ اعثم کوفی) بہرحال قرآن کریم نے حضرت عائشہ کو محمدؐ مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہٖ کے خلاف ان کے مقابلے میں جتھہ بند کرنے کا مجرم قرار دیا ان کے ساتھیوں کے اور خود ان کے دلوں کا حق کے خلاف مخالفت کے لئے مڑ جانا بتایا اور بتایا کہ ان کے مقابلے پر اللہ ، جبرئیلؑ ملائکہ اور علیؑ مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم محمدؐ کے پشت پناہ ہیں (۴ / ۶۶ تحریم) اور قارئین سمجھ لیں کہ جن کے خلاف اللہ کی یہ جماعت ہو یقیناً اس کی دنیا و آخرت تباہ ہے ۔ اور قرآن سے ثابت ہو گیا کہ جن عورتوں نے رسوؐل کے خلاف محاذ بنا رکھا تھا ان سے بہتر اور ایمان والی ازواج بدلے میں لائی جاسکتی ہیں ۔ علامہ اشرف علی تھانوی کے الفاظ میں سن لیں :

"اگر پیغمبرؐ تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد (لفظ عَسَىٰ کا ترجمہ) تمہارے بدلے انؐ کو تم سے اچھی بیبیاں دے دیگا ۔ جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، فرمانبرداری کرنے والیاں ، توبہ کرنے والیاں ، عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں ہوں گی ۔ کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں "(مترجمہ قرآن صفحہ ۶۷۷) (۵ / ۶۶) سابقہ تمام متعلقہ آیات کو سامنے رکھ کر یعنی (۳۵تا ۲۸ / ۳۳) اور اس ترجمہ والی آیت (تحریم ۵ / ۶۶) کا جملہ "فرمانبرداری کرنے والیاں" (قَٰنِتَٰتٍ) دیکھ کر ان عورتوں سے ۱۔اسلام ۔۲۔ایمان ۔۳۔فرمانبرداری ۔۴۔توبہ ۔۵۔عبادت ۔۶۔روزہ کی نفی کردیں اور سورۂ احزاب کی مذکورہ آیت (۳۳ / ۳۳) کے معنی سمجھ لیں کہ وہ عورتیں نماز بھی نہ پڑھتی تھیں اس لئے حکم ملا تھا کہ : وَأَقِمْنَ ٱلصَّلَوٰةَ تم نماز پڑھا کرو ۔ اور یہ کہ وہ عورتیں زکوٰۃ بھی نہ دیا کرتی تھیں اس لئے کہا گیا کہ وَءَاتِينَ ٱلزَّكَوٰةَ اور تم زکوٰۃ بھی دیا کرو ۔ اور یہ کہ وہ عورتیں اللہ و رسوؐل کی مخالفت کیا کرتی تھیں اس لئے حکم دیا گیا تھا کہ: وَأَطِعْنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ تم اللہ و رسوؐل کی اطاعت کیا کرو ۔ انااللہوانا الیہ راجعون ۔

اگر زیر مذمت عورتیں سچ مچ مسلمان اور ایماندار ہوتیں اگر وہ حقیقتاً عبادت گزار اور اللہ و رسوؐل کی اطاعت شعار ہوتیں تو

بدلے میں لائی جانے والی عورتوں کی مذکورہ صفات بیان کرنا حماقت ہوتا کہہ دیا جاتا کہ: "تم سے بہتر عورتیں" تم سے زیادہ مسلمان و ایماندار عورتیں تم سے زیادہ فرمانبردار عورتیں، تم سے زیادہ توبہ گزار و عبادت گزار عورتیں تم سے زیادہ روزے رکھنے والی عورتیں فراہم کر دیں گے۔ اور کنواری عورتوں کا ذکر کر کے یہ بات پختہ کردی کہ زیر مذمت عورتوں میں کوئی کنواری عورت بھی رسولؐ کی ازواج میں آئی تھی۔ اور ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ حمیرا یا عائشہ تھی۔یہاں دو باتیں پھرنوٹ کرلیں کہ:

(۴) طلاق دیئے جانے کی مستحق عورتوں سے بہت بہتر عورتیں عہد رسولؐ کے مسلمانوں میں موجود تھیں اور طلاق ملتوی کر دی گئی تھی۔

اوّل یہ کہ عہد رسولؐ میں رسولؐ کی ازواج سے بہتر نیکوتر اور اللہ و رسولؐ کے معیار پر پوری اترنے والی عورتیں اُمت میں موجود تھیں اور ان ازواج میں جو ۵ ھ سے رسولؐ کی زوجگی میں تھیں کوئی قابل اعتنا صفت نہ تھی بلکہ ان میں سرکش اور بدباطن وبے حیا عورتیں بھی موجود تھیں۔ دوم یہ کہ اس آیت (۵۱ / ۳۳) کی رو سے رسولؐ کو اللہ نے یہ اختیار بھی دے دیا تھا کہ وہ اپنی زوجیت کی پناہ سے جس عورت کو خارج کرنا چاہیں خارج کردیں اور جسے فی الحال ڈھیل دینا چاہیں اس کے اخراج کو ملتوی رکھ کر اسے مناسب موقع پر خارج کرنے کے لئے درخواست کردیں۔ ظاہر ہے کہ یہ درخواست(تُرجِیۡ۔رِجَآ۔اِرۡجَاء) یا تو اللہ سے کی جاسکتی تھی یا اپنے بعد کے ہم پلہ موؐلیٰ، حاکم، ولیؑ اورخلیفہ اور ہمنام (کُلّنا محمدؐ) سے کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ تمام تواریخ و احادیث کی کتابوں میں مذکور ہے اور یہی وہ خوف تھاجس کی بنا پر حضرت عائشہ جنگ جمل کے بعد بصرہ سے واپس مدینہ آئیں تھیں ورنہ انہوں نے ابھی جنگ صفین کی قیادت بھی کرنا تھی۔ آخر میں یہ بات بھی توجہ چاہتی ہے کہ:

(۵)اس پارہ (۲۲) کا نام بھی ان ازواج کے سازشی کردار کو دیکھنے کا تقاضا کرتا ہے مگر عربی سے محروم کیا گیا ہے۔

اس پارہ کا یہ نام "وَمَن یَقۡنُتۡ" ہر پڑھنے والے پر تقاضا کرتا ہے کہ وہ ازواج رسولؐ کے کردار پر نظر ڈالے اور ان میں سے ان عورتوں کے حالات قرآن میں اپنی آنکھوں سے دیکھے اور دشمن خدا و رسولؐ عورتوں کو مومنات کے ساتھ شمار نہ کرے۔

(۵۔۱۴) اللہ،رسولؐ اور بزرگ مرتبہ ازواجِ رسولؐ اور تمام اہلِ ایمان سے مودودی کی زبان میں معذرت۔

اس عنوان میں ہم نے جو کچھ لکھا وہ سب قرآن کے الفاظ کا ترجمہ وتعبیر تھی۔ اس کے باوجود ہم اپنی طرف سے عذر و معذرت کے لئے علامہ کا ایک بیان لکھتے ہیں (تفصیل آپ خود پڑھ لیں) سنئے اور دیکھئے کہ علامہ آخر ان مخصوص ازواج کے لئے حق بات کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جن کی تعریفوں کے سینکڑوں پل باندھے اور جن کی خاطر انہوں نے اپنا دین و دیانت تباہ کئے۔

(۵۔۱۵) علامہ کے قلم سے عائشہ و حفصہ کی صحیح پوزیشن: "بعض دوسرے لوگ ہمارے اس ترجمے کو سوءِ ادب (بے ادبی و توہین) قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ سوءِ ادب اگر ہو سکتا تھا تو اس صورت میں جب کہ ہم اپنی طرف سے اس طرح کے الفاظ حضرت حفصہؓ کے متعلق استعمال کرنے کی جسارت کرتے۔ ہم نے تو حضرت عمرؓ کے الفاظ کا صحیح مفہوم ادا کیا ہے۔ اور یہ الفاظ انہوں نے اپنی بیٹی کو اس کے قصور پر سرزنش کرتے ہوئے استعمال کئے ہیں۔ اسے سوءِ ادب کہنے کے معنی یہ ہیں کہ یا تو باپ اپنی بیٹی کو ڈانٹتے ہوئے بھی ادب سے بات کرے، یا پھر اس کی ڈانٹ کا ترجمہ کرنے والا اپنی طرف سے اس کو با ادب کلام بنا دے۔ اس مقام پر سوچنے کے قابل بات دراصل یہ ہے کہ اگر معاملہ صرف ایسا ہی ہلکا اور معمولی سا تھا کہ حضورؐ کبھی اپنی بیویوں کو کچھ کہتے تھے اور وہ پلٹ کر جواب دے دیا کرتی تھیں، تو آخر اس کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے براہ راست خود ان ازواج مطہرات کو شدت کے ساتھ تنبیہہ فرمائی؟ اور حضرت عمر نے اس معاملہ کو کیوں اتنا سخت سمجھا کہ پہلے بیٹی کو ڈانٹا اور پھر ازواج مطہرات میں سے ایک ایک کے گھر جا کر ان کو اللہ کے غضب سے ڈرایا؟ اور سب سے زیادہ یہ کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کے خیال میں ایسے ہی زود رنج تھے کہ ذرا ذرا سی باتوں پر بیویوں سے ناراض ہو جاتے تھے؟ اور کیا معاذ اللہ آپ کے نزدیک حضورؐ کی تنگ مزاجی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی

کہ ایسے ہی باتوں پر ناراض ہو کر ایک دفعہ سب بیویوں سے مقاطعہ کر کے اپنے حجرے میں عزلت گزیں (ایک ڈیڑھ ماہ کے لیے۔احسن) ہو گئے تھے؟ ان سوالات پر اگر کوئی شخص غور کرے تو اسے لا محالہ ان آیات کی تفسیر میں دو ہی راستوں میں سے ایک کو اختیار کرنا پڑے گا یا تو اسے ازواج مطہرات کے احترام کی اتنی فکر لاحق ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر حرف آجانے کی پرواہ نہ کرے یا پھر سیدھی طرح یہ مان لے کہ اس زمانہ میں ان ازواج مطہرات کا رویہ فی الواقع ایسا ہی قابل اعتراض ہو گیا تھا کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض ہو جانے میں حق بجانب تھے۔ اور حضورؐ سے بڑھ کر خود اللہ تعالیٰ اس بات میں حق بجانب تھا کہ ان ازواج کو اس رویہ پر شدت سے تنبیہہ فرمائے"(تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۲۵۔۲۶)

قارئین جہاں تک اللہ اور رسولؐ اور ان عورتوں کے والد کی ڈانٹ ڈپٹ وغیرہ کا ترجمہ کرنے کا جرم ہے وہ میں نے کیا ہے اور میں اس جرم پر شرمندہ نہیں ہوں صحیح ترجمانی کرنے کا جرم مسلسل کروں گا۔

(۵۔۱۶) ازواج رسولؐ کی سازشوں اور مسلسل مخالفت وغیرہ کی حمایت کرنے والے گروہ نے رسولؐ پر پابندی لگا دی۔

تمام علما کے خلاف اللہ کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ گزارش کروں گا کہ رسولؐ کی ازواج جس قوم کی حکومت اور اقتدار قائم کرنے کے لئے رسولؐ اللہ کے خلاف محاذ بنائے ہوئے تھیں اس قوم نے آخر اپنی حکومت قائم کرکے ان دشمنان خدا و رسولؐ عورتوں کی طرف داری میں جہاں انہیں مقدس بنایا وہیں رسولؐ پر نکاح نہ کرسکنے کا حکم بھی قرآن کریم کی آیت (۵۲ / ۳۳) کا رخ موڑ کر اُمت میں مشہور کر دیا اور آیت (۵۲ / ۳۳) کے ترجمہ کو ایسا سکہ بند کرکے سجا کر پیش کیا کہ تمام شیعہ مترجمین بھی وہی ترجمہ کرنے لگے جو رسولؐ کی نام نہاد قوم کے لیڈروں نے الٹ کر جاری کیا تھا۔ لیکن ہم نہ کسی مجتہد کی پرواہ کرتے ہیں نہ شہرت ورسم ورواج کو کوئی مقام دیتے ہیں اس لئے ہم وہی کچھ کہیں گے جو قرآن میں اللہ کے الفاظ کا تقاضا ہو گا۔ چنانچہ آپ پہلے اس آیت (۵۲ / ۳۳) کا شیعہ سنی ترجمہ دیکھ لیں تا کہ پھر ہماری معروضات سے ان ترجموں کی غلطی سمجھنے میں سہولت ہو جائے۔

(۱) آیت (۵۲ / ۳۳) کا سکہ بند، مشہور و معروف اور تمام علمائے شیعہ سنی میں مقبول مگر سو فیصد غلط ترجمہ۔

اللہ نے نبیؐ کو ایک مخصوص اور تمام مومنین سے زیادہ رعایت دی کہ وہ ہر اس عورت سے بھی نکاح کرسکتے ہیں جو بلا کسی مہر و شرط کے خود کو رسولؐ اللہ کی زوجیت میں دینا چاہے یہ وہ رعایت ہے جو پورے قرآن میں صرف رسولؐ کو دی گئی ہے۔ اور باقی تمام اُمت کو خاص طور پر اس رعایت سے محروم (مِن دُونِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ) کر دیا ہے۔(۵۰ / ۳۳) اس کے بعد دو اختیارات دیئے ہیں جو مذکورہ بالا سرکش ازواج پر استعمال کئے جائیں گے (۵۱ / ۳۳) اختیارات و رعایت کے بڑھانے کے بعد فرمایا کہ:

لَّا يَحِلُّ لَكَ ٱلنِّسَآءُ مِنۢ بَعۡدُ وَلَآ أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ أَزۡوَٰجٖ وَلَوۡ أَعۡجَبَكَ حُسۡنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتۡ يَمِينُكَۗ ﴿٥٢﴾ الاحزاب

شیعہ ترجمہ: (اے رسولؐ) اب ان (نو) کے بعد (اور) عورتیں تمہارے واسطے حلال نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بدلے (ان میں سے کسی کو چھوڑ کے) اور بیبیاں کرلو اگرچہ تم کو اُن کا حُسن کیسا ہی بھلا (کیوں نہ) معلوم ہو مگر تمہاری لونڈیاں (اس کے بعد بھی جائز ہیں) اور خدا تو ہر چیز کا نگران ہے۔" (فرمان علی مترجمہ قرآن صفحہ ۶۷۸)

سُنی ترجمہ:" اس کے بعد تمہارے لئے دوسری عورتیں حلال نہیں اور نہ اس کی اجازت ہے کہ ان کی جگہ اور بیویاں لے آؤ خواہ ان کا حسن تمہیں کتنا ہی پسند ہو البتہ لونڈیوں کی تمہیں اجازت ہے اللہ ہر چیز پر نگران ہے"(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۱۱۸)

قارئین جس ترجمہ کو اٹھائیں گے اس میں کم وبیش یہی ترجمہ ملے گا اور مترجم پوری طرح مطمئن ہو کر یہ تصور پیش کرے گا کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسولؐ اللہ پر نیا نکاح کرنا حرام ہوگیا تھا۔ مگر ہم اس تصور اور ترجمہ کو باطل ثابت کریں گے۔ شرط یہ ہے کہ اس آیت کے الفاظ اور اس عنوان پر دوسری آیات کے مفاہیم پر قائم رہ کر بات کی جائے۔ اور لٹھ بند مولویوں کے دباؤ اور شہرت کو بالائے طاق رکھ دیا جائے چنانچہ ہمارا سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ:

(۲) مندرجہ بالا ترجمہ پر سوالات اور اس کے غلط ہونے پر قرآن کے دلائل و آیات:

❁ اوّل۔ کیا سورۂ

احزاب کی آیات (۵۱۔۵۰ / ۳۳) میں دی ہوئی رعایات قطعاً فضول و بیکار نہیں ہو گئیں ۔ جب کہ جس سانس میں نئے بلا مہر نکاح وغیرہ کی رعایات و اختیارات دیتے ہی اسی سانس میں اگلی آیت (۵۲ / ۳۳) میں ان رعایات و اختیارات کو ضبط کرکے آئندہ ہر قسم کا نکاح حرام کرنا تسلیم کرلیا جائے؟ ان تینوں آیات کے نزول میں صرف ایک سانس خرچ ہوئی ہے ۔ اگر آیات (۵۱۔۵۰ / ۳۳) کے نازل ہونے کے بعد دو چاربرس گزر گئے ہوتے اور پھر آیت (۵۲ / ۳۳) نازل ہوئی ہوتی تو یہ کہنے کا موقع نہ رہتا کہ اللہ نے (معاذاللہ) رسوؐل اللہ کا دل بہلانے یا بیوقوف بنانے کے لئے وہ رعایات و اختیارات دیئے تھے ۔یعنی آیت میں اس جملے کا مطلب پورا بھی نہ ہونے دیا کہ "مِنۢ بَعۡدُ"(اس کے بعد) سوال یہی تو ہے کہ "کس کے بعد نیا نکاح حرام ہے؟ "بعد" تو وجود میں آیا ہی نہیں کہ تیسری آیت (۵۲ / ۳۳) پڑھ دی گئی اور اسی سانس میں آئندہ نکاح حرام ہوگیا بلا مہر ایک دو نکاح کرنے دیئے ہوتے اور حسب سابق دو چار نکاح مہر کیساتھ ہو جانے دیتے پھر آئندہ حرام کر دیتے لہٰذا یہ ترجمہ اور مفہوم دونوں غلط ہیں ۔

❁ دوسرا سوال ۔ پھر یہ ہے کہ کیا وہ تمام مصلحتیں اور ضرورتیں ختم ہو گئیں تھیں؟ جن کی موجودگی میں علما نے حضوؐر کے لئے کثرت ازواج کو جائز قرار دیا ہے؟ یعنی (بقول علامہ مودودی)

(۱) کیا آئندہ نئی ازواج سے تبلیغ دین کی ضرورت نہ تھی؟ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۱۵)

(۲) کیا آئندہ کسی قوم یا قبیلے کو داماد بن کر دوست و بہی خواہ بنانے کی احتیاج نہ تھی؟ (ایضاً) کیا یہودیوں کی طرح عیسائیوں کی دوستی ضروری نہ تھی؟ اور کیا یہ طے ہوچکا تھا کہ اب کوئی عورت خود کو نبی کے لئے ہبہ نہ کرے گی؟ کیا سورۂ احزاب کی اس آیت (۵۲ / ۳۳) کے نزول کے بعد عرب میں کوئی قبیلہ اور کوئی قوم دشمن نہ رہی تھی ؟ کیا جنگ خندق کے بعد اور کوئی جنگ نہیں ہوئی تھی ؟ اگر جنگیں ہوئیں؟ اگر دشمن موجود تھے؟ تو وہ تمام مصلحتیں موجود تھیں جن کے لئے کثرت ازواج جائز تھا لہٰذا آیت زیر بحث (۵۲ / ۳۳) کا ترجمہ اور مفہوم خود ساختہ اور منشائے خداوندی اور دینی ضرورت کے خلاف اور جھوٹا ہے ۔

❁ تیسرا سوال یہ ہے کہ ۔کیا مالملکت ایمان سے ،جنہیں علما قرآن کے خلاف (نور ۳۳ / ۲۴وغیرہ) غلام اور کنیزیں کہتے رہتے ہیں ، بلا نکاح جنسی تعلق قرآن کی کسی آیت سے جائز ہے؟ وہ کون سی آیت ہے جس میں یہ مفہوم یا بیان موجود ہو کہ: "مومنین مالملکت ایمان سے یا کنیزوں (اماء) سے یا غلاموں (عباد) سے بلا نکاح جنسی تعلق قائم کرلیا کریں یا بلا نکاح ان کو زوجہ بنا لیں" ؟ جب کہ پورے قرآن میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ رسوؐل اللہ کے لیے نیا نکاح کرنا ممنوع نہ تھا۔ اس لئے کہ آیت ۵۲ / ۳۳ میں وَمَا مَلَكَتۡ يَمِينُكَ کو جائز مان لیا گیا ہے ۔

❁ چوتھا سوال یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں کہ: لَّا يَحِلُّ لَكَ ٱلنِّسَآءُ مِنۢ بَعۡدُ ﴿٥٢﴾ الأحزاب "اس کے بعد تیرے لیے ٱلنِّسَآءُ حلال نہیں ہیں" یہاں اللہ نے واضح الفاظ میں رسوؐل اللہ پر "عورتیں" حرام کر دی ہیں۔ سمجھنا یہ ہے کہ کیا کنیزیں یا مالملکت یمین عورتیں نہیں ہوتیں؟ اور کیا جو عورتیں رسوؐل کی ازواج کی صورت میں حلال تھیں کیا وہ بھی عورتیں ہونے کی بنا پر آئندہ رسوؐل اللہ پر حرام ہیں ؟ یہ ملحوظ رہے کہ لفظ "ٱلنِّسَآءُ" کے معنی یا تو پوری نسوانی جنس لینا پڑیں گے یا دوسرے درجہ پر اس کے معنی "کچھ مخصوص عورتیں" کرنا پڑیں گے اور یہ بھی سامنے رکھنا ہو گا کہ رسوؐل اللہ کے لئے آئندہ نکاح کی ممانعت نہیں ورنہ آیت (۵۳ / ۳۳) کی طرح رسوؐل اللہ سے بھی یہ کہاجاتا کہ: "لَا تنکح ٱلنِّسَآءُ مِن بعد" یعنی " تو اس کے بعد عورتوں سے نکاح نہ کرنا " رہ گیا عورتوں کا حلال نہ رہنا وہ نکاح کے دوران نکاح کی موجودگی میں بھی حرام ہو سکتی ہیں یعنی ایسی کئی صورتیں ہیں جن میں نکاح تو باطل نہ ہوا ہو مگر جنسی تعلق حرام ہوگیا ہو مثلاً مجتہدین کا مسئلہ تخییر اور علامہ کی تصریحات (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۸۵ تا ۸۸) اور آسان مثال یہ ہے کہ زمانہ حیض میں ہر شوہر پر اس کی زوجہ حرام ہے جب تک حیض سے فارغ ہوکر غسل کرکے پاک نہ ہوجائے (بقرہ ۲۲۲ / ۲)

❁ پانچواں سوال یہ ہے کہ اگر واقعی اس آیت کی رو سے آنحضرؐت کے لئے آئندہ ہر عورت حرام ہوگئی تھی تو اللہ کو یہ اندیشہ کیوں ہوا کہ کہیں رسوؐل اپنی موجودہ ازواج کو کچھ اور نئی عورتوں سے بدل کر ان نئی عورتوں کو حلال کر لیں گے؟ کیا وہ بدلے میں لائی جانے والی عورتیں لفظ "ٱلنِّسَآءُ" میں شامل نہ ہوتیں؟ جب کہ گھر میں موجود عورتوں کے علاوہ کوئی

عورت حلال ہے ہی نہیں تو خواہ کسی عورت کو بدلے میں لائیں یا بلا بدلے لائیں وہ حرام ہی رہے گی؟

❁ چھٹا سوال یہ ہے کہ قومی علما نے دنیا کو یہ بتایا ہے کہ نہ رسولؐ اللہ موجودہ عورتوں کو طلاق دینے کا اختیار رکھتے تھے نہ اور نئی عورتوں سے نکاح کر سکتے تھے یعنی اللہ نے انہیں مجبور کر دیا تھا کہ انہی سرکش ساز باز کرنے والی غیر مردوں کے جذبات بھڑکانے والی حسن وجمال کی نمائش کرنے والی اور مکمل بے دین عورتوں اور محاذ بنانے والی بیویوں کے ساتھ رہیں سوچنا یہ ہے کہ اللہ نے بجائے ان عورتوں کو سزا دینے کے رسولؐ اللہ کو سزا کیوں دے دی ؟ اور کہیں یہ نہیں کہا کہ ان عورتوں نے توبہ کرلی تھی اور آئندہ وہ تمام مذکورہ جرائم سے باز رہی تھیں ۔ یعنی ان کو محض باتیں سنا کر زبانی ڈانٹ کر چھوڑ دیا گیا اور رسولؐ اللہ کو عملاً سزا دے دی گئی تھی ۔

❁ ساتواں سوال یہ ہے کہ اگر واقعی مذکورہ ازواج کے بعد کسی عورت سے نکاح حلال نہ تھا تو جنگ خیبر کے بعد ام حبیّبہ بنت ابو سفیان سے اور صفیّہ سے نکاح کیوں حلال تھا ؟ جب کہ باقی تمام عورتیں ۵ ھ میں حرام ہو گئیں تھیں معلوم ہوا کہ جس طرح سورۂ تحریم ،(جو ۷ یا ۸ ھ میں نازل ہوئی) میں حضورؐ کو طلاق دینے اور موجودہ ازواج کے بدلے میں بہتر عورتیں لانے کا اختیار ثابت ہے اسی طرح جناب ام حبیّبہ ،صفیّہ ، ماریہ قبطیّہ سے نکاح کرنے میں بھی مختار تھے لہٰذا زیر بحث آیت ۵۲ / ۳۳ سے نہ حضورؐ پر موجودہ ازواج کے علاوہ اور عورتیں حرام ہوئیں نہ آپ سے طلاق کا حق ضبط کیا گیا تھا۔ پھر اس آیت(۵۲ / ۳۳) کا کیا مطلب ہے؟ اور وہ کون سی عورتیں تھیں جو حلال نہ رہیں؟ جواب خود بخود یہ ہے کہ وہ عورتیں حرام کی گئیں تھیں جنہوں نے خانوادہ رسالت کے لئے نہایت شرم ناک حالات پیدا کئے تھے جنہوں نے اپنی قوم کی طرف داری کے لیے ایک گھناؤنا اور جنسی گٹھ جوڑ کرکے یہ موقع پیدا کر دیا تھا کہ رسولؐ ان کو طلاق دینے پر مجبور ہو جائیں اور طلاق کے بعد وہ ازواج رسولؐ اپنے سازشی اور نئے شوہروں کے ساتھ داد عیش و عشرت دیں ۔ اور رسولؐ کے خلاف نقصان دینے والے پروپیگنڈے میں جھوٹی اورگھر کی بھیدی گواہ بن کر رسولؐ کو ناکام کر دیں ۔ چنانچہ ان کے پاس دن رات رسولؐ کی اجازت و اطلاع کے بغیر آنے جانے والوں نے رسولؐ کی ازواج سے نکاح کرنے اور اس نکاح پر ازواج رسولؐ کے رضامند ہونے کو اتنی شہرت دے دی تھی کہ علامہ مودودی صاحب جیسے متعصب اور قومی محاذ کے طرفدار محدثین کو بھی اس سازش کو لکھنا پڑا سنئے لکھا ہے کہ:

(۳) عائشہ وہ عورت تھی جو سازش کی سرگروہ تھی اور دوسرے نکاح کی فکر میں رہتی تھی۔

قوله " اِنۡ تُبۡدُوۡا شَیۡـًٔا " اَی اِنۡ تَظۡهَرُوۡا شَیۡـًٔا مِّنۡ تَزۡوِیۡجِ اُمَّهَاتَ المومنين عَلٰی اَلۡسِنَتِکُمۡ الخطاب لِمَنۡ اَرَادَ نِکَاحَ عَائِشَةَ بعده صلى الله عليه وسلم كَذَافِي القسطلاني قال البغوی قال رجل مِنۡ اَصۡحَابِ النَّبِیِّ صلّى الله عليه وسلم اِنۡ قَبَضَ النبی صلی الله علیه وسلم لَاَنۡكِحَن عَائِشَةَ فَاَخۡبَرَ الله تعالیٰ اَنَّ ذٰلِكَ محرم (بخاری جلد دوم صفحہ ۷۰۷ حاشیہ نمبر ۸ مطبوعہ کراچی اصح المطابع نور محمد)

ہمارا ترجمہ : "اللہ نے قرآن میں ان لوگوں کو رسولؐ کی ازواج سے رسولؐ کی اجازت و اطلاع کے بغیر ملاقاتیں کرنے اور شرمناک عمل درآمد سے روکنے کے بعد ان ہی کو مخاطب کر کے کہاہے کہ تم اپنے شرمناک رویے کو چھپانے کے لئے لوگوں کے سامنے جو کچھ ظاہری عذرات رکھتے ہو وہ سب اللہ کو معلوم ہیں (۵۴۔۵۳ / ۳۳) ان سے یہ سب کچھ اس لئے کہا گیا کہ وہ پارٹی اُمہات المومنین سے نکاح کرنے کا عذر زبان پر رکھے ہوئے تھی ۔ اور یہ خطاب اس صحابی رسولؐ سے ہے جو یہ کہا کرتا تھا کہ میں رسولؐ اللہ کے مرجانے کے بعد عائشہ سے نکاح کروں گا ۔ جیسا کہ علامہ قسطلانی نے لکھا ہے۔ علامہ بغوی نے بیان کیا ہے کہ رسولؐ کے ایک صحابی نے کہا تھا کہ اگر رسولؐ کا انتقال ہو گیا (یا رسولؐ اللہ عائشہ سے دستکش ہو گئے تو پرواہ نہیں کرنا چاہئے اس لیے کہ میں) عائشہ سے نکاح کر لوں گا ۔ اس پر اللہ نے خبر دی کہ ایسا کرنا ہرحال میں حرام ہے" (علامہ محدث الحافظ شیخ احمد علی سہار نپوری)

(۴) آیت (۵۲۔۳۳) میں سازشی عورتیں منکوحہ رہتے ہوئے بھی بطور سزا حرام کی گئیں، اُمت پر حرام ہوئیں تاکہ جنسیات سے محروم مریں۔

اب آپ ان تمام آیات (سورۂ احزاب کی ۳۰تا۳۶ / ۳۳) اور ۵۴۔۵۳ / ۳۳) سورۂ تحریم ۶ تا ۱ / ۶۶) کو جن کی تعداد پندرہ ہے

(۵۶) یقیناً اللہ خود بنفس نفیس اور اس کے تمام فرشتے نبیؐ پر درود و سلام بھیجتے رہے۔ اور بھیجتے رہیں گے اے تمام وہ لوگو جو ایمان لانے کا اعلان کرتے رہتے ہو تم بھی اللہ کے نبیؐ پر ہمیشہ درود بھیجتے رہو اور ان کو ایسا سلام کیا کرو جو حقیقی اور قلبی سلام ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا
تحقیق اللہ اور فرشتے اس کے درود بھیجتے ہیں اوپر نبیؐ کے اے لوگو
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾
جو ایمان لائے ہو درود بھیجو اوپر اس کے اور سلام بھیجو سلام بھیجنا

سامنے رکھ لیں اور ہمارا یہ نتیجہ دیکھیں اور جن کو قرآن و عربی دانی کا دعویٰ ہو ان سے ہمارے خلاف قرآنی دلیل لانے کے لئے تقاضا و چیلنج کر دیں۔ سنئے کہ ان محاذ بنانے والی عورتوں کو پہلی سزا یہ دی گئی کہ:
۱۔ انہیں دو گنا دوہرا عذاب دیئے جانے کی خوشخبری سنا کر ان کا دل ہلایا گیا۔ (۳۰ / ۳۳)
۲۔ شاعرانہ و عاشقانہ کلام سے روک کر دل کے ارمان زبان تک لانے سے محروم کیا گیا۔ (۳۲ / ۳۳)
۳۔ اسی طرح ان کے عاشقوں کو تنہائیوں میں درد دل سنانے اور تسلی پانے سے محروم کر دیا۔ (۵۳۔۳۲ / ۳۳) پھر
۴۔ انہیں ان کی حسرتوں کے خلاف مہذب و شریفانہ زبان میں گفتگو کرنے پر مجبور کیا۔
۵۔ انہیں تا حیات گھر کی چاردیواری میں قید کر کے شربت دیدار پینے اور پلانے سے محروم کیا۔ (۳۳ / ۳۳) آرائش و زیبائش و سج دھج سے محروم کر کے پھٹے پرانے لباس میں رہنے کی سزا دی گئی (۲۸ / ۳۳، ۳۳ / ۳۳،) پھر
۶۔ان کے حقیقی مذہب و مسلک کے خلاف نمازیں پڑھنے زکوٰۃ دینے اور رسولؐ کی بے چوں وچرا اطاعت کرنے پر مجبور کیا گیا(۳۳/۳۳)
۷۔ انہیں تلاوت قرآن مجید اور ذکر خداوندی کے لئے اہلؑ قرآن و اہلؑ ذکر کے ماتحت نگرانی میں دے دیا (۳۴ / ۳۳)
۸۔ انہیں یہ بتا کر کہ اب تمہارے اوپر سوکنیں لانے کے لئے رسولؐ کو اور رسولؐ پسند عورتوں کو بلا مہر نکاح کرنے کی چھوٹ دے دی ہے (۵۰ / ۳۳) اور یہ بھی کہ یہ چھوٹ باقی مومنین یعنی تمہارے چاہنے والوں کو نہیں ہے (۵۰ / ۳۳)
۹۔ اور یہ کہ تم میں سے جسے چاہے طلاق دے کر یا بلا طلاق الگ رہنے پر مجبور کر سکتا ہے(۵۱ / ۳۳)
۱۰۔ یہ بھی کہ تمہیں رسولؐ کی زوجیت کے اعزاز و افتخار سے بھی محروم کیا جاسکتا ہے (۵۱ / ۳۳)
۱۱۔ پھر یہ کہ تمہیں قیامت تک جنسی بھوک سے مرنا پڑے گا کوئی تمہیں زوجہ بنا کر تمہارے شرمناک ارمان پورے نہ کر سکے گا (۵۳ / ۳۳) اور آخری یا بارہویں سزا یہ ہے کہ ہم نے تمہیں جنسی سکون سے محروم رکھنے کے لئے رسولؐ پر بھی حلال نہیں رہنے دیا ہے (۵۲ / ۳۳) اور تمہیں اور تمہارے پسندیدہ مومن مردوں کو اس دنیا میں اور پھر آخرت میں لعنتی قرار دے دیا ہے (۵۷ / ۳۳) اور یہ کہ ان پر اللہ و ملائکہ اور تمام باضمیر انسان لعنت بھیجتے رہیں گے (آل عمران ۸۷ / ۳ اور بقرہ ۱۵۹ / ۲)۔

(۵ ـ ۱۷) آیات(۵۶۔۳۳ / ۳۳) میں رسولؐ کی ازواج کو داخل و شامل کرنے کی سازش۔ اگر قارئین نے جذبہ داری، تعصب اور جھوٹے افسانوی تقدس کو الگ رکھ کر قرآن کریم کی یہ چند آیات دیکھ لی ہیں۔ تو ان کے سامنے ازواج رسولؐ کی قدر و قیمت ذرہ برابر باقی نہیں رہ سکتی تھی۔ اب آپ یہ سوچئے کہ ان لعنتی ثابت ہو جانے والی عورتوں پر اور ان کے ساتھی و پسندیدہ صحابۂ رسولؐ پر اللہ اور ملائکہ لعنت کی جگہ دردود سلام بھی بھیج سکتے ہیں؟ اور جن کے دلوں کو جنسی خباثت اور گندگی سے بچانے اور دور رکھنے کے لئے پردہ کے پیچھے رہنے کا جبر لازم ہو گیا ہو (۵۳ / ۳۳) کیا ان کے لئے الفاظ ”طاہرہ“ اور ”مطہرات“ صادق آ سکتے ہیں؟ اور کیا خداخود اُن کو اسی قرآن میں طاہرہ و مطہرات کہہ سکتاہے جس میں ان کی بد عملیاں اور مذمتیں بھری پڑی ہیں؟ ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آیات (۵۶ ،۳۳ / ۳۳) کے لئے مستقل عنوان قائم کریں گے۔ چنانچہ آپ نے ہمارے قلم سے ان دونوں آیات کا ترجمہ دیکھ لیا ہے۔ اور سرسری سے چند وضاحتی الفاظ بھی دیکھ لئے یہاں پہلے یہ دیکھ لیں کہ ان آیات کا ترجمہ اور منشاء کیا ہے؟ چنانچہ علامہ کا ترجمہ اور ان کا مسلک دیکھتے چلیں:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ لَعَنَهُمُ

تحقیق جو لوگ کہ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور رسولؐ اس کے کو لعنت کی ہے ان

اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا

پر اللہ نے بیچ دنیا کے اور آخرت کے اور تیار کیا ہے واسطے ان کے عذاب

(۵۷) اس حقیقت کو سب لوگ سن لیں کہ جو مومن ہو کر اللہ کو اور اس کے رسولؐ کو رسولؐ کی ازواج پر ہاتھ ڈال کر ایذا دے رہے ہیں یا آئندہ ایذا دیں گے ان پر اللہ نے دنیا و آخرت میں لعنت کی بوچھاڑ کرنا طے کر لیا ہے اور ان کے لئے ذلیل و رسوا کرتے رہنے والا

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿۳۳﴾ الاحزاب

(۱) علامہ مودودی کا ترجمہ و تشریح :

"اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبیؐ سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے "(تفہیم القرآن ۴ صفحہ ۹۲)

(۲) علامہ کے نزدیک اس آیت میں ازواج رسولؐ مخاطب ہیں۔

اس ترجمہ کے بعد لکھتے ہیں کہ : "جس سیاق و سباق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں "اہل بیت" سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ کیونکہ خطاب کا آغاز ہی یٰنِسَاءَالنبی کے الفاظ سے کیا گیا ہے اور ماقبل ومابعد کی پوری تقریر میں وہی مخاطب ہیں۔ علاوہ بریں "اہل البیت" کا لفظ عربی زبان میں ٹھیک انہی معنی میں استعمال ہوتا ہے جن میں ہم "گھر والوں" کا لفظ بولتے ہیں ۔ اور اس کے مفہوم میں آدمی کی بیوی اور اس کے بچے دونوں شامل ہوتے ہیں۔ بیوی کو مستثنیٰ کر کے "اہل خانہ" کا لفظ کوئی نہیں بولتا" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۹۲) اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں کہ:

(۳) آیت تطہیر پر عائشہ کی تصدیق اور چادر میں داخلہ نہ ملنے پر ان کا بیان۔

"ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ سے ایک دفعہ حضرت علیؑ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "تم ایسے شخص کے متعلق پوچھتے ہو جو رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین لوگوں میں سے تھا۔ اور جس کی بیوی حضورؐ کی وہ بیٹیؑ تھی جو آپؐ کو سب سے بڑھ کر محبوب تھی" (تَسَآلُنِی عن رجل کان من احبّ النّاس اِلیٰ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تحتہ ابنتہ واحبّ النّاس الیہ) اس کے بعد حضرت عائشہ نے یہ واقعہ سنایا کہ حضورؐ نے حضرت علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان پر ایک کپڑا ڈال دیا اوردعا فرمائی : اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاۤءِ اھلُ بیتی فَاذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْراً خدایا یہ میرے اہلؑ بیت ہیں ان سے گندگی کو دور کر دے اور انہیں پاک کردے۔" حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا میں بھی تو اہل بیت میں سے ہوں (یعنی مجھے بھی اس کپڑے میں داخل کر کے میرے حق میں دعا فرمائیے) حضورؐ نے فرمایا۔ تم الگ رہو تم تو خیر ہو ہی۔" اس سے ملتے جلتے مضمون کی بکثرت احادیث مسلم ، ترمذی ، احمد، ابن جریر ، حاکم، بیہقی وغیرہ محدثین نے ابو سعیدؓ خُدری ، حضرت عائشہؓ ، حضرت انسؓ ، حضرت ام سلمہؓ ، حضرت واثلہؓ بن اَسقع اور بعض دوسرے صحابہ سے نقل کی ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۹۳) اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ :

(۴) حدیث کے بل پر قرآن کی ثابت شدہ واضح حقیقت کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

"ان میں سے بعض احادیث میں جو یہ بات آئی ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کو نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس چادر کے نیچے نہیں لیا۔ جس میں حضورؐ نے ان چاروں اصحاب کو لیا تھا۔ اُس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور نے ان کو "اپنے گھر والوں" سے خارج قرار دیا تھا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیویاں تو اہل بیت میں شامل تھیں ہی ، کیونکہ قرآن نے انہی کو مخاطب کیا ہے ۔ لیکن حضورؐ کو اندیشہ ہوا (یعنی اللہ سے غلط کام کر لینے کی امید ہوئی ۔ احسنؔ) کہ ان دوسرے اصحابؓ کے متعلق ظاہر قرآن کے لحاظ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ یہ اہل بیت سے خارج ہیں ۔ اس لئے آپؐ نے تصریح کی ضرورت ان کے حق میں محسوس فرمائی نہ کہ ازواج مطہرات کے حق میں ۔" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۹۳) دوستداران اہلؑ بیت کے خلاف یہ لکھا کہ:

عذاب مقرر کر رکھا ہے۔ جو تیار رکھا ہوا ہے۔ (۵۸) اور وہ مومنین جو حقیقی مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ناکردہ شرمناک اعمال کا الزام لگا کر ایذا دیتے ہیں یا آئندہ ایذا دیا کریں گے ان پر یقیناً بہتان طرازی کے کھلے ہوئے گناہ کا

مُّهِينًا ۝ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ
رسوا کرنے والا اور وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں مسلمانوں کو اور مسلمان عورتوں کو
بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا
بغیر اس کے کہ برا کیا ہو انہوں نے پس تحقیق اٹھایا انہوں نے بہتان

(۵) شیعوں پر منافقانہ اعتراض یہ کہ انہوں نے غلط طور پر محمدؐ و آل محمدؐ کو معصوم قرار دیا ہے۔

"ایک گروہ نے اس آیت (۳۳ / ۳۳) کی تفسیر میں صرف اتنا ہی ستم نہیں کیا کہ ازواج مطہرات کو "اہل بیت" سے خارج کرکے صرف حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور ان کی اولاد کے لئے اس لفظ کو خاص کر دیا بلکہ اس پر مزید ستم یہ بھی کیا ہے کہ اس کے الفاظ "اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے" سے یہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور اُن کی اولاد انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ گندگی سے مراد خطا اور گناہ ہے۔ اور ارشاد الٰہی کی رو سے یہ اہل بیتؑ اس سے پاک کر دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ آیت کے الفاظ یہ نہیں ہیں کہ تم سے گندگی دور کر دی گئی اور تم بالکل پاک کر دیئے گئے ہو۔ بلکہ الفاظ یہ ہیں اللہ تم سے گندگی کو دور کرنا اور تمہیں پاک کر دینا چاہتا ہے۔" سیاق و سباق بھی یہ نہیں بتاتا کہ یہاں مناقب اہل بیت بیان کرنے مقصود ہیں۔ بلکہ یہاں تو اہل بیت کو نصیحت کی گئی ہے کہ تم فلاں کام کرو اور فلاں کام نہ کرو۔ اس لئے کہ اللہ تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے۔ بالفاظ دیگر مطلب یہ ہے کہ تم فلاں رویہ اختیار کرو گے تو پاکیزگی کی نعمت تمہیں نصیب ہوگی ورنہ نہیں۔ تاہم اگر يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ.... وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا کا مطلب یہ لے لیا جائے گا۔ کہ اللہ نے انہیں معصوم کر دیا تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ وضو اور غسل اور تیمم کرنے والے سب مسلمانوں کو معصوم نہ مان لیا جائے کیونکہ ان کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ ۝ مگر اللہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے۔ (المائدۃ) (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۹۴)

(۵ ۔ ۱۸) آیت تطہیر (۳۳ / ۳۳) اور عصمت اہل بیتؑ پر علامہ کے بیانات پر تنقید اور ان کی تردید و مذمت۔

قارئین نے دیکھ لیا ہے کہ اپنے قدیم راہنماؤں کی ساکھ بنانے کے لئے علامہ جائز و ناجائز کوئی پہلو استعمال کئے بغیر نہیں رہتے۔ چنانچہ آل محمدؐ کی ضد میں انہوں نے یہ مان لیا کہ آیت تطہیر میں کسی کو پاک نہیں کیا گیا بلکہ نصیحت کی گئی ہے کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام نہ کرو۔ یعنی ازواج رسوؐل جو کہ بقول علامہ آیت (۳۳ / ۳۳) میں مخاطب ہیں اور جو کہ ضرور اہل بیت ہیں، سے کہا گیا کہ "تم فلاں رویہ اختیار کروگے تو پاکیزگی کی نعمت ملے گی ورنہ نہیں" (علامہ کی آخری سطریں)

(۱) علامہ کے بیان کے نتائج....ازواج رسوؐل کو مطہرات لکھنا ایک افتراہے۔ علامہ کے اس ضداً اقرار کے بعد میں چیلنج کرتا ہوں کہ قرآن میں کہیں ان ازواج رسوؐل کا توبہ کرلینا اور ان کے شرمناک اور گندے جرائم کا بخش دیا جانا مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا وہ جیسی ناپاک و مجرم قرآن کی سترہ (۱۷) آیات میں بتائی گئیں بدستور ویسی ہی ناپاک و مجرم قیامت میں اٹھائی جاویں گی۔ اور علامہ صاحب والا کوئی عذر و حیلہ کام نہ آئے گا۔

(۲) علامہ اپنا اُلوؑ سیدھا کرنے کے لئے سیاق و سباق کی آڑ میں مذکر و مونث کا فرق غائب کرجاتے ہیں۔

چنانچہ ازواج رسوؐل کو آیت تطہیر میں شامل کرنے کے عذرات آپ نے دیکھ لئے اور عذرات ان کے ہم عقیدہ لوگوں اور عقیدت مندوں کے لئے بڑے زوردار دلائل اور اطمینان بخش ثبوت ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ تمام عذرات مغالطات ہیں عذرات و دلائل نہیں رہیں۔ ذرا دیر میں آپ سب ہم سے متفق ہوجائیں گے۔ پہلی بات تو یہ سن لیں کہ واقعی آیت تطہیر کے الفاظ کے ظاہری معنی سے کسی کو پاک کیا گیا ہے نہ معصوم بنایا گیا اس سلسلے کے وہ تمام بیانات غلط و باطل ہیں جن

وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ ع يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ

اور گناہ ظاہر اے نبیؐ کہہ واسطے بیبیوں اپنی اور بیٹیوں اپنی کے

وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ

اور بی بیوں مسلمانوں کی کے نزدیک کرلیں اوپر اپنے بڑی چادریں اپنی

جرم عائد کیا جائے گا۔ (۵۹) اے نبیؐ تم اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ بدنظری کی ایذا رسانی سے بچنے کے لئے اپنے پُرکشش اعضاء کو اپنے اوپر چادر سے پوشیدہ کرلیں تا کہ انہیں پردہ نشین

میں یہ سمجھا، یا سمجھایا گیا ہے کہ اس آیت کے آنے کے بعد آل محمدؐ یا جناب علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم کو پاک یا معصوم کر دیا گیا تھا۔ یہ شیعوں کا عقیدہ نہیں بلکہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو رسولؐ کو نزول قرآن سے پہلے کافر و ناپاک مانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جبرئیل نے سینہ چاک کر کے انہیں پاک کیا تھا اور اسی نے یا اس کے کسی بھائی بہن نے رسولؐ کو ایمان و قرآن عطا کیا تھا (شوریٰ ۵۲ / ۴۲) اور اسی عقیدہ کا تقاضا ہے کہ وہ علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو بھی آیۂ تطہیر کے ذریعہ پاک و معصومؑ سمجھیں لیکن ہم انہیں مجسم ایمان و دین و قرآن و عصمت سمجھتے ہیں مگر یہ سب کچھ آیت تطہیر کی بنا پر نہیں ہے۔ ساتھ ہی ہم لفظ اہل بیت میں نہ صرف اہل خانہ کی ازواج کو شامل سمجھتے ہیں بلکہ اس کی تحویل میں جو افراد ہوں سب کو اہل بیت یعنی گھر والوں میں شمار کرتے ہیں۔ بلکہ گدھوں، گھوڑوں اور اونٹوں اور مرغیوں کو بھی لفظ "گھر والوں" سے خارج نہیں سمجھتے لیکن ہم اس آیت (۳۳ / ۳۳) تطہیر میں بھی مردوں کو مرد اور عورتوں کو عورت سمجھے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ صحیح ہے کہ اس آیت میں بھی اور اس سے پہلے کی آیات میں بھی اور اس آیت سے اگلی آیت میں بھی ازواج رسولؐ مخاطب ہیں۔ مگر اللہ نے اچانک اس آیت میں یہ جملہ بول دیا ہے:

"لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ" ایک عربی کا طالب علم اس جملے میں لفظ عَنکُمْ کی بنا پر وہ ترجمہ کرے گا جو ہم نے کیا ہے یعنی "تاکہ اے مردانِ اہل بیت تم سے گندگی کو دور کردے" اور اگر یہاں مستورات اہل بیت کہنا ہوتا تو لفظ "عَنکُمْ" کی جگہ عَنْکُنَّ لازم تھا لہٰذا اللہ نے اہل بیتؑ کی مستورات پر پابندیاں عائد کرتے کرتے علامہ کے مندرجہ ذیل مسلّمہ قاعدے کی رو سے اپنا خطاب اہل بیتؑ کے مردوںؑ کی طرف موڑ دیا۔

(۳) سیاق و سباق کو برقرار رکھتے ہوئے اللہ اپنا مخاطب بدل دیا کرتا ہے۔ "ایک ہی مضمون مختلف طریقوں سے مختلف الفاظ میں دہرایا جا رہا ہے۔ ایک مضمون کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اچانک شروع ہو جاتا ہے۔ بلکہ ایک مضمون کے بیچ میں دوسرا یکایک آجاتا ہے۔ مخاطب اور متکلم بار بار بدلتے ہیں۔ اور خطاب کا رخ رہ رہ کر مختلف سمتوں میں پھرتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۴ مقدمہ)

ہم علامہ کے اوپر ان کا "مقدمہ" بطور حجت دائر کر کے اپنے قارئین سے انصاف چاہتے ہیں کہ وہ پہلے یہ بتائیں کہ آیت (۳۳ / ۳۳) تطہیر میں بھی اگر اللہ اپنے خطاب کو عورتوں سے ہٹا کر مردوں کی طرف پھیر لے تو علامہ کو کیوں پسند نہیں آتا؟ صرف اس لئے نا کہ وہ بھی ان عورتوں کے اسی طرح اندھے پرستار ہیں جس طرح آپ نے آیات میں دیکھ لیا ہے۔ پھر قارئین یہ بتائیں کہ کیا الفاظ عَنکُمْ اور عَنْکُنَّ میں زنانہ و مردانہ فرق موجود ہے یا نہیں ہے؟ پھر یہ سنیں کہ مرد جب شادی شدہ ہوتے ہیں اور ان کی ازواج کی اجازت سے لوگ ان کی اجازت کے بغیر اور بلا اطلاع دیئے میل جول پیدا کر لیتے ہیں۔ اور عورتیں ایسے میل جول کو پسند کر لیتی ہیں۔ تو اس میل جول سے مردوں یعنی شوہروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ بیویوں کو نہیں ہوا کرتی۔ اسی بنا پر یہ کہا گیا کہ ان حرکتوں سے رسولؐ کو ایذا پہنچتی ہے۔ چنانچہ اہلؑ بیت کے مردوں کی تکلیف اور ایذا کو رفع کرنے کے لئے اللہ نے ان عورتوں اور مردوں پر پابندیاں عائد کر کے مردوں کو یہ بتایا کہ ہم نے یہ پابندیاں لگا کر تمہیں ان ناپاک اور تکلیف دہ صورت حالات سے علیحدہ کرنے کا بندوبست کر دیا ہے۔ تاکہ تمہارے بلند کردار پاکیزہ ماحول کو بلند تر مقام کی طرف بڑھایا جا سکے۔ یہ کہہ کر پھر عورتوں پر پابندیوں میں اضافہ فرمایا ہے۔ اور ازواج رسولؐ کو تلاوت قرآن وغیرہ میں مصروف رہنے کا تقاضا کیا ہے اور بتایا ہے کہ تمہارے گھروں میں جو تلاوت قرآن ہوتی رہتی ہے

سمجھاجائے نظر بد سے بچنے کا وہ طریقہ شرفا کی مستورات کے تعارف کا ادنیٰ سا طریقہ ہے اور اس صورت میں اللہ تحفظ فراہم کرنے والا اور رحیم ہے (۶۰) اگر دشمن محاذ کے نقاب پوش مسلمان جاسوس اور وہ مومنین جو

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَ كَانَ
یہ بہت نزدیک ہے اس سے کہ پہچانی جاویں پس نہ ایذا دی جاویں اور ہے
اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۹ لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ
اللہ بخشنے والا مہربان البتہ اگر نہ باز رہیں گے منافق اور وہ لوگ کہ بیچ

تم بھی اس میں شامل رہا کرو وغیرہ وغیرہ۔ بتائیے اس صاف و سادہ اور علامہ کے مسلّمہ طریقے پر بات کرنے میں کیا نقص اور کیا عیب ہے؟ اور علامہ قرآن کی کونسی آیت یا کس لفظ کو دلیل بنا کر ان عورتوں کی طرف داری کرتے ہیں جنہوں نے بقول قرآن رسوؐل کے خلاف جنگی محاذ بنا رکھا ہے جنہوں نے غیر مردوں سے رسوؐل کی اجازت و اطلاع کے بغیر شرمناک اور تکلیف دہ انسیت افروز تعلق پیدا کر رکھا ہے۔اور جنہیں بقول علامہ : اللہ شدت سے تنبیہ فرمائے :(تفہیم القرآن جلد ۶۔صفحہ ۲۵۔ ۲۶) ان کی جانبداری کرنا کیا اللہ و رسولؐ کے خلاف محاذ کی جانبداری نہیں ہے؟ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اس آیت (۳۳ / ۳۳) میں اہلبیتؑ کے مناقب بیان نہیں ہوئے ہیں بلکہ سیاق و سباق بتاتا ہے کہ ان آیات میں بڑی رسوا کن مذمت بیان ہوئی ہے اور اسی کا تقاضا تھا کہ مردوں کو ان رسوا کن مذمتوں اور حالت سے مستثنیٰ ہونے کی فوراً اطلاع دی جائے اور بتایا جائے کہ حقیقی معنی میں اہلبیتؑ رسولؐ کون ہیں ؟ اور جن کی مذمت ہوئی ہے وہ کون کون ہیں ؟ چنانچہ اگلی آیت (۳۴ / ۳۳) میں مسلسل بتا دیا کہ وہ وہی عورتیں ہیں جو تلاوت قرآن میں حصہ نہیں لیتیں جو ذکراللہ سے دلچسپی نہیں لے سکتیں اور آوارہ گردی کرتی پھرتی ہیں آئندہ وہ تلاوت اور دینی تذکرے میں حاضر رہیں گی اور مردوں کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ انہیں حاضر رکھیں اور خلاف ورزی پر انہیں آیت (۵۱ / ۳۳) کے ماتحت ماخوذ کر کے عزلت کی سزا دیں تخریب کاری کرنے والی عورتوں سے استفادہ کرنے والے پھر ایک بار سنیں کہ جب تک قرآن کی ایک ایسی آیت نہیں دکھائی جائے جس میں مذکورہ دونوں عورتوں کی توبہ اور بخشش موجود ہو اور اللہ کا حکم ہو کہ ان دونوں کو آئندہ طاہرہ کہا کرو صدیقہ سمجھو اس وقت تک ایسا کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

(۴) علامہ نے ازواج کو اہلبیت میں شامل رکھنے کی قرآنی سند میں بھی مغالطہ دیا ہے: ہم ازواج کو ”گھر والوں“ میں داخل سمجھتے ہیں اور اس سلسلے میں علامہ کی پیش کردہ آیت(قصص ۱۲ / ۲۸) پر ان کی بات ذرا تکلف سے مان لیتے ہیں کہ حضرت موسیؑ کی بہن نے جن اہلبیت کا ذکر کیا اس میں وہ خود اور ان کی والدہ شامل تھیں لیکن علامہ نے دوسری آیت (ھود ۷۳ / ۱۱) میں اسی طرح فریب دیا ہے جس طرح یہاں آیت تطہیر میں ”ضمیر جمع مذکر و مؤنث “ مخاطب میں فریب دیا ہے یہ صحیح ہے کہ وہاں فرشتہ زوجہ ابراہیمؑ سے بات کر رہا تھا اور بات اس لئے کرنا پڑی کہ وہ پیش گوئی سن کر یقین کرنے کی بجائے حیران و ششدر رہ گئیں جو ابراہیمیؑ خاندان کی تعلیم و تربیت کے خلاف بات تھی لہٰذا فرشتے نے ان پر تعجب کرنے کا الزام عائد کرتے ہوئے مردانؑ اہلبیتؑ کو رحمت و برکت کی دعا دے کر ان کو اس عورت کی کمزوری نوٹ کرائی تھی اور وہاں بھی لفظ عَلَيْكِ یا عَلَيْكُنَّ نہیں کہا کہ رحمت و برکت عورتوں کی طرف جائے بلکہ لفظ عَلَيْكُمْ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ ۝۷۳ ھود (تم مردان اہلبیتؑ پر) کہا تھا، نہ کہ عورت یا عورتوں پر۔ ورنہ کہا جاتا کہ عَلَيْكُنَّ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ یہ ہے وہ فریب جو عربی جانتے ہوئے علامہ نے دیا۔

۵۔ غسل و وضو وغیرہ والی آیت (مائدہ ۶ / ۵) سے ڈبل فریب اور سیاق و سباق کی خلاف ورزی ۔

پھر ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ نے مسئلہ وضو، غسل اور تیمم کے سلسلے میں بھی تقریبا وہی الفاظ فرمائے ہیں جو آیت تطہیر کی ذیل میں کہے ہیں آپ دونوں جملوں کو یہاں ایک جگہ دیکھ لیں ۔

۱۔ آیت تطہیر میں کہا:”إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ ---أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝۳۳ الاحزاب

حکومت چھین لینے کی بیماری میں مبتلا ہیں اور وہ لوگ جو خطرناک پروپیگنڈے کی مہم چلارہے ہیں اپنی کارروائیوں سے باز نہ آئے تو اے نبیؐ ہم آپؐ کو ان کے تعاقب میں لگا دیں گے اور پھر انہیں تمہارے ساتھ ساتھ سائے کی طرح لگا رہنے کا	قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ دلوں ان کے کے بیماری ہے اور بد خبر اڑانے والے بیچ شہر کے لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ البتہ پیچھے لگادیں گے ہم تجھ کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے تیرے

۲۔ وضو غسل کے لئے کہا: وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكُمْ ﴿٦﴾ المائدۃ

گو ان دونوں جملوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے مگر ہم فی الحال یہ مانے لیتے ہیں کہ ان دونوں جملوں میں کوئی فرق نہیں ہے مگر اس کو کیا کریں کہ وضو اور غسل اور تیمم میں اللہ اپنے مخاطبین کو پاک نہیں کرتا بلکہ انہیں پانی یا مٹی استعمال کر کے خود کو خود اپنے ہاتھوں سے پاک کرنے کی ترکیب بتا کر ان پر غسل و تیمم اور وضو کو واجب کرتا ہے لیکن آیت تطہیر میں یہ کام بلا کسی مادی ذریعہ کے اپنے ہاتھ میں لیا ہے ۲۔ اور وہاں وہ لوگ سچ مچ خارج سے آنے والی ناپاکی میں مبتلا ہوتے ہیں یعنی پہلے ناپاک ہوتے ہیں تو انہیں اس خارجی ناپاکی اور گندگی کو دور کر کے پاک رہنا واجب کرتا ہے لیکن اہل بیتؑ تو کسی خارجی گندگی سے ملوث نہ تھے بلکہ وہاں تو باوضو عورتیں بھی نا قابل برداشت ناپاک ہی تھیں ایسے لوگوں کو پاک کرنا صرف اللہ ہی کا کام ہو سکتا ہے جن کے لئے ایسی صحبت بھی شایان شان نہ ہو ذرا علامہ والی اس آیت (مائدہ ۶ / ۵) کا ترجمہ خود علامہ کے قلم سے ملاحظہ کریں اور ناک پر رومال رکھ لیں۔ ارشاد ہے۔

(۶) علامہ کی بد دیانتی کہ وہ سچ مچ کے ناپاک لوگوں کو اہلبیتؑ کے برابر لائے۔ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے لئے اٹھو تو چاہئے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لو سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔ اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر ''پاک ہو جاؤ''۔ اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے شاید کہ تم شکر گزار بنو''۔ (تفہیم القرآن جلد ۱۔ صفحہ ۴۴۸، ۴۴۹) اس ترجمہ پر علامہ نے تین حاشیے یا تشریحات لکھی ہیں۔

(۷) غسل و تیمم والی آیت کے مخاطبوں کو علامہ نے ناپاکی کی حالت میں مانا ہے۔ علامہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس آیت (۶ / ۵) کے مخاطب لوگ ناپاک ہوتے ہیں چنانچہ ترجمے میں ان کو پاک رہنے کا تقاضا موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ان کو ''پاک کرنا'' نہیں بلکہ '' پاک رکھنا چاہتا ہے ''۔ تاکہ وہ ناپاکی کی حالت میں نہ نماز پڑھیں، نہ مسجدوں میں جائیں، نہ قرآن پڑھیں۔ اس طرح چونکہ ان ناپاک رہنے والے لوگوں کو پاک رہنے پر مجبور کیا گیا ہے اس لئے کہا کہ ہمارا یہ حکم تمہاری زندگی دوبھر کرنے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ تم لوگوں کو ہم پاک صاف رکھنا چاہتے ہیں تاکہ تم عبادت کے لئے اور شریفوں سے ملاقات کے لئے فٹ رہو اور اس طرح وہ نعمتیں تمہیں بھی مل سکیں جو ناپاکی کی حالت میں نہیں دی جا سکتیں۔ بتائیے اس صورت حال کو علامہ نے بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ اہلبیتؑ کی حالت کے برابر کرنے کی جسارت کی ہے۔ حالانکہ ان مخاطبوں کی یہ ناپاکی ان کے ساتھ ہمیشہ برقرار رہے گی۔ روزانہ انہیں خود نہا کر پاک ہونا پڑا کرے گا۔ لہٰذا اس ناپاکی کو دور کرنے کے لئے تو ان سے آلات شہوت یا شہوت کو سلب کرنا پڑے گا اور کھانا پینا بند کرنا یا ڈاٹ لگانا پڑے گا۔ تب جا کر وہ ویسے پاک رہیں گے جیسا کہ اہلبیتؑ بلا کسی تکلف کے پاک تھے۔ یہی مستقل اور کبھی نہ چھوٹنے والی ناپاکی تھی۔ اس لئے ان کے سلسلے میں لفظ ''إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ'' نہیں آیا۔ پھر مستقل ناپاک ہوتے رہنے ہی کی وجہ سے ان کے لئے وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا نہیں فرمایا۔ اور اسی بنا پر یہ نہیں کہا کہ ہم تم سے ناپاکی کو دور کر رہے ہیں اور ہمیشہ ناپاکی دور رکھیں گے (لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ) علامہ کو بتا دو کہ یہاں مضارع کا صیغہ دونوں جگہ پر ہے اور اس کے معنی

فِيهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا

بیچ اس کے مگر تھوڑے دنوں لعنت مارے جہاں پائے جاویں پکڑے جاویں

وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ

اور قتل کئے جاویں اور خوب قتل کرنا عادت خدا کی بیچ ان لوگوں کے کہ

موقع بہت کم ملا کرے گا۔ (۶۱) ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہوگی جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور جیسا کہ چاہئے قتل کئے جائیں گے۔ (۶۲) یہ اللہ کی سنت سابقہ گزرے ہوئے مجرموں کے لئے بھی جاری ہوتی آئی ہے

قواعد کی رو سے یہ ہوتے ہیں کہ "اللہ نے اھلبیتؑ سے گندگی کو دور رکھتے رہنے کا ارادہ کر رکھا ہے" اور "اللہ اہلبیؑت کو حق طہارت کی انتہائی حدود تک طاہر رکھتا چلا آیا ہے اور رکھتا چلا جائے گا۔" یعنی جب بھی کسی قسم کی گندگی کو انؑ کے ساتھ وابستہ ہو جانے کا موقع پیدا ہو گا تو اللہ عادت کے طور پر اس گندگی کو دور یا الگ کر دے گا۔" چنانچہ جب وہ مخصوص قسم کی عورتیں اپنے ناپاک عزائم و اعمال کے ساتھ سامنے آئیں انہیں الگ کر دیا گیا اور اس کی اطلاع مردمان اھلبیتؑ کو دے دی گئی۔ یہ مطلب نہیں کہ اس آیت کی بنا پر انہیں پاک کیا گیا تھا ورنہ اس سے پہلے (معاذاللہ) وہ پاک نہ تھے۔ یا اس آیت سے انہیں معصوم قرار دیا گیا تھا اور پہلے وہ خطا کار تھے۔ وہؑ تو ایسی نورانی مخلوق تھے کہ ساری کائنات اور کائنات کی پاکیزگی ان کے نور کی شعاعوں سے پیدا ہوئی۔ وہ تو ہر اچھائی کی بنیاد (اَصَلَ کُلِ خَیۡر) ہیں۔ یہاں یہ بھی نوٹ کر لیں کہ سورۂ مائدہ کی وضو والی آیت (۶ / ۵) میں ہرگز پاؤں کو ٹخنوں تک یا کہیں اور تک دھونے کا حکم نہیں ہے۔ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے جسے ذاتی اجتہادات کی رو سے قرآن کے سر تھوپا جاتا ہے۔ جن اعضاء کو وضو میں دھونا واجب کیا ہے ان پر اسی آیت میں مسح کرنے کا حکم آیاہے اور جن پر مسح کا حکم تھا (سر اور پیر) وہ ساقط ہو گیا ہے۔ اور ان لوگوں کا چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا بھی ان کے باطل اجتہاد کا ایک موٹا سا ثبوت ہے۔ پاگلوں کے لئے موزوں پر مسح جائز پیروں پر ناجائز ہے۔

(۵۔۱۹) آیت (۵۶ / ۳۳) ایذادینے اور ازواج رسولؐ سے گٹھ جوڑ کرنے والے صحابہ پر لعنت سے پہلے رسولؐ پر صلوٰۃ۔

جس طرح محاذ آرائی اور بے حیائی پر کاربند عورتوں کی ہدایت و مذمت کے دوران رک کر مردمان اھلبیتؑ کو مطمئن کیا تھا (۳۳ / ۳۳) اسی طرح سازش کرنے والے صحابہ کی مذمت اور ان کو پابند کرتے کرتے رسول اللہ کو مبارکباد کے طور پر درود و سلام بھیجنے کا ذکر کیا گیا اور تمام ایمان لانے والوں پر درود و سلام بھیجنا واجب کیا گیا تھا۔ (۵۶ / ۳۳) اور جس طرح پھر ازواج رسولؐ کا ذکر جاری رکھا تھا اسی طرح ان ملعون صحابہ کا ذکر بھی جاری رکھا گیا تھا۔ لیکن علامہ نے پلٹ کر یہ نہیں کہا کہ سیاق و سباق کو چھوڑ کر اللہ نے اچانک درود بھیجنے اور بھجوانے کا تذکرہ کیوں کر دیا؟ لیکن ہمیں یہ بتانا ہے کہ یہ درود و سلام بھی ان ہی حضرات پر بھیجنا واجب ہوا ہے جن کے خلاف مذکورہ ازواج رسولؐ اور اصحاب رسولؐ نے محاذ آرائی کر رکھی تھی۔ جو اپنی ناہنجار و زشت اسکیموں سے رسولؐ کو اور مردمان رسولؐ کو ایذا پہنچا رہے تھے تاکہ جہاں ان کے تقدس و طہارت اور مقام بلند کا ذکر کر کے دشمنان دین ازواج واصحاب کی ناپاکی کو الگ کر دیا جائے وہیں یہ بتایا جائے کہ اھلبیتؑ پر تمام مومنین کو درودوسلام بھی بھیجنا واجب ہے اور یہ کہ اللہ اور ملائکہ خود یہ کام کرتے رہتے ہیں۔

(ا) علامہ درودوسلام کے قائل تو ہیں مگر آل محمدؐ میں سارے مسلمانوں کو شریک کرتے ہیں۔

قومی علما اور لیڈروں کو آل محمدؐ اور پاک و پاکیزہ اہلبیؑت سے ایسی عداوت ہے کہ انہوں نے آل محمدؐ کے باقی حقوق کے ساتھ خود درود و سلام کو بھی غصب کر لیا ہے۔ اور یہ اس طرح کہ انھوں نے مذکورہ ازواج و اصحاب ہی کو نہیں بلکہ پوری اُمت کو بھی رسولؐ کی آل بنا کر آل محمدؐ کو عوام الناس کے برابر لا کھڑا کیا ہے۔ چنانچہ علامہ نے لکھا کہ "رہا آل کا لفظ تو وہ محض حضورؐ کے خاندان والوں کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس میں وہ سب لوگ آ جاتے ہیں جو آپؐ کے پیرو ہوں اور آپؐ کے طریقے پر چلیں۔ عربی لغت کی رو سے آل اور اہل میں فرق یہ ہے کہ کسی شخص کی آل وہ سب لوگ سمجھے جاتے ہیں جو اس کے ساتھی، مددگار اور متبع ہوں، خواہ وہ اس کے رشتے دار ہوں یا نہ ہوں۔ اور کسی شخص کے اہل وہ سب لوگ کہے

خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝٦٢

گزرے پہلے ان سے اور ہر گز نہ پاوے گا تو واسطے عادت اللہ کے بدل ڈالنا

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا

سوال کرتے ہیں تجھ سے لوگ قیامت سے کہہ سوائے اس کے نہیں کہ

اور آپؐ اللہ کی اس سنت میں کسی قسم کی تبدیلی کا ہو جانا نہ پاؤ گے (۶۳) قریشی لوگ تم سے قیامت کا وقت پوچھتے ہیں ان کو بتادو کہ قیامت کے واقع ہونے کا علم اللہ کے پاس محفوظ ہے اور تجھے درایتاً کیا معلوم کہ شاید وہ

جاتے ہیں جو اس کے رشتے دار ہوں، خواہ وہ اس کے ساتھی اور متبع ہوں یا نہ ہوں ۔۔۔ پس آل محمدؐ سے ہر وہ شخص خارج ہے جو محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر نہ ہو خواہ وہ خاندان رسالت ہی کا ایک فرد ہو اور اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو حضورؐ کے نقش قدم پر چلتا ہو خواہ وہ حضورؐ سے کوئی دور کا بھی نسبی تعلق نہ رکھتا ہو ۔ البتہ خاندان رسالت کے وہ افراد بدرجہء اولیٰ آل محمدؐ ہیں جو آپؐ سے نسبی تعلق بھی رکھتے ہوں اور آپؐ کے پیرو بھی ہوں ۔"(تفہیم القرآن جلد ۴ / ۱۲۶)

(۲) اگر تمام پیروان محمدؐ آل محمدؐ ہیں تو محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجنا کن لوگوں پر واجب یا سنت ہوا ہے ؟

علامہ نے اپنے بیانات میں یہ بھی بتایا ہے کہ :

اوّل: "جب بھی حضورؐ کا نام آئے تو درود پڑھنا مستحب ہے۔"

دوم: "نماز میں اس کا پڑھنا مسنون (سنت) ہے۔"

سوم: "پوری عمر میں حضورؐ پر ایک مرتبہ درود پڑھنا فرض ہے ۔"

چہارم: " یہ کلمہ شہادت کی طرح ہے کہ جس نے ایک مرتبہ اللہ کی الٰہیّت اور رسولؐ اللہ کی رسالت کا اقرار کرلیا اس نے فرض ادا کر دیا۔ اسی طرح جس نے ایک دفعہ درود پڑھ لیا وہ فریضہ صلوٰۃ علی النبی سے سبکدوش ہو گیا۔ اس کے بعد نہ کلمہ پڑھنا فرض ہے نہ درود ۔"

پنجم: "ایک اور گروہ نماز میں اس کا پڑھنا مطلقاً واجب قرار دیتا ہے ۔ مگر تشہد کے ساتھ اسکو مقید نہیں کرتا۔"

ششم: "ایک دوسرے گروہ کے نزدیک ہر دعا میں اس کا پڑھنا واجب ہے ۔"

ہفتم: "کچھ اور لوگ حضورؐ کا نام سنتے یا کہتے وقت درود پڑھنا واجب کہتے ہیں ۔"

ہشتم: " یہ اختلافات صرف وجوب کے معاملے میں ہیں ۔ باقی رہی درود کی فضیلت اور اس کا موجب اجر و ثواب ہونا اور اس کا ایک بہت بڑی نیکی ہونا تو اس پر ساری اُمت متفق ہے۔ اس میں کسی ایسے شخص کو کلام نہیں ہو سکتا جو ایمان سے کچھ بھی بہرہ رکھتا ہو۔ درود تو فطری طور پر ہر اس مسلمان کے دل سے نکلے گا جسے یہ احساس ہو کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بعد ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں ۔"(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۲۷)

قارئین ہم نے یہ آٹھ عدد بیانات اس لئے لکھے ہیں کہ آپ کو جہاں یہ معلوم ہو جائے کہ درود کے متعلق علما اور لیڈروں نے کیا کیا فیصلے کئے ہیں وہاں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ درود کا پڑھنا واجب کہنے میں کس قدر تکلف کیا گیا ہے؟ حالانکہ اللہ نے آیت میں یہ بتایا تھا کہ "اللہ اور فرشتے نبیؐ پر ہر وقت درود پڑھتے رہتے ہیں ۔(۵۶ / ۳۳) اور ہمیشہ درود پڑھتے رہیں گے ۔"اس لئے کہ " يُصَلُّوْنَ " مضارع ہے اور اس میں حال و مستقبل اور عادت پوری طرح داخل ہیں ۔ لیکن علما نے درود پڑھنا زندگی بھر میں ایک دفعہ کافی قرار دے دیا ہے ۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان علما سے اللہ و ملائکہ خوش ہوں گے؟ ہمارا جواب یہ ہے کہ شکر کیجئے کہ علما نے زندگی میں ایک مرتبہ درود پڑھنا تو مان لیا ۔ ورنہ صورت حال تو یہ ہے کہ جب وہ علما اور ان کے عوام رسولؐ اللہ کی آل ہیں تو ان پر نہ درود پڑھنا واجب ہے نہ سنت ہے بلکہ وہ تو وہ لوگ خود ہیں جن پر درودوسلام بھیجا جانا چاہئے۔ لہٰذا اللہ و ملائکہ ہی کو نبیؐ پر درود بھیجنا واجب ہے ۔ اور کسی پر واجب نہیں ہے۔

(۳) علامہ اینڈ کمپنی کے متضاد بیانات باطل اور دشمنیِ آل محمدؐ پر مبنی ہیں ۔

قارئین نے دیکھ لیا کہ محمدؐ و آل محمدؐ کے ساتھ ان کی نام نہاد اور دشمن

عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا يُدۡرِيۡكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوۡنُ
علم اس کا نزدیک اللہ کے ہے اور کیا چیز معلوم کرواتی ہے تجھ کو شاید کہ قیامت ہو
قَرِيۡبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الۡكٰفِرِيۡنَ وَ اَعَدَّ لَهُمۡ سَعِيۡرًا ﴿۶۴﴾
نزدیک تحقیق اللہ نے لعنت کی ہے کافروں کو اور تیار کیا ہے واسطے ان کے دوزخ

ساعت کہیں قریب ہی وقوع میں آنے والی ہو ؟ (۶۴) حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے حق کو چھپانے والوں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے آگ کے گڑھے تیار کر رکھے ہیں۔

قوم (فرقان ۳۱۔۳۰ / ۲۵) کے لیڈروں نے کیسا کیسا ظلم و ستم کیا ہے ۔ لیکن الحمدللہ کہ قرآن کریم محمدؐ و آل محمدؐ کے مقام بلند کا پورا پورا تحفظ کرتا ہے اور ہم صرف اور خالص قرآن صامت و قرآن ناطقؑ کے پیرو ہیں ۔ اور ہمارے اسلامی عقائد و تصورات نہ صرف ان دونوں کے فرمانات پر پورے اترتے ہیں بلکہ دشمنان آل محمدؐ بھی ہماری تصدیق کرنے پر مجبور ہوتے چلے آئے ہیں ۔ چنانچہ اگر علامہ کے اس باطل تصور کے ساتھ ساتھ وہ آٹھ مختلف فیصلے موجود نہ ہوتے تو ہمارے لئے ذرا مشکل ہو جاتی لیکن اب تو صاف دیکھا جا سکتا ہے کہ مولانا خود اپنے متضاد بیانات کی زد میں آ کر پوری امّت کو ۔ آل محمدؐ بنا ڈالنے میں باطل پرست ثابت ہو گئے ۔ اس لئے کہ اللہ نے تمام مومنین کو یہ کہہ کر درود بھیجتے رہنے کا حکم دیا تھا کہ :"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ﴿۵۶﴾ "(الاحزاب ۵۶ / ۳۳) "اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو ۔" (علامہ کا ترجمہ تفہیم القرآن جلد ۴ ۔۱۲۳)

یہاں یہ دیکھنا ہے کہ اس حکم کے سلسلے میں کون کون افراد متعلق ہیں ؟

اوّل ۔ اللہ ہے جس نے یہ حکم نافذ کیا ہے ۔

دوم ۔ محمدؐ رسولؐ اللہ ہیں جن پر اللہ و ملائکہ کے ساتھ تمام ایمان لانے والوں کو درود و سلام بھیجنا واجب کیا گیا ہے ۔

سوم ۔ مومنین یعنی وہ تمام انسان ہیں جو اللہ اور محمدؐ کی خدائی و رسالت و اطاعت پر ایمان لائیں۔ ان تینوں افراد میں جس فرد پر یہ حکم عائد نہیں ہوتا وہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہیں ۔ اب اگر کوئی یہ کہہ دے کہ تمام مومنین محمدؐ ہیں تو اسے یقیناً پاگل یا دشمن خدا و رسولؐ کہا جائے گا ۔ اس لئے کہ وہ تمام مومنین کو محمدؐ بنا ڈالنے اور ان کو اللہ کے حکم و اطاعت سے خارج کرنے کا مجرم ہے ۔ اور زبردستی اللہ و ملائکہ کو اپنا دعا گو بناتا ہے ۔ اسی طرح وہ تمام مومنین مجرم ہیں جو خود کو اور تمام ایمان لانے والوں کو اپنی خباثت نفسی کی بنا پر یا غلطی سے آل محمدؐ بناتے اور بتاتے ہیں ۔ لہٰذا علامہ بہر حال محمدؐ و آل محمدؐ (صلوٰۃاللہ علیہم) کے دشمنان میں شمار ہوں گے ۔

(۴) بخاری کی پہلی حدیث میں صحیح درود ہے ۔ ازواج و اصحاب خارج ۔ کتاب بخاری، جسے اہل سنت علمانے قرآن اور اس لئے بھی کہ ان کی سب سے معتبر کے بعد دوسری کتاب کا درجہ دیا ہوا ہے،اس کے خلاف اس کی پہلی حدیث کو قطعاً چھپا کر درود و سلام میں ازواج و اصحاب اور ساری امّت کو گھسا دیا ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ : کعب بن عجرہ کا بیان ہے کہ رسولؐ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ حضورؐ ہم آپ کو سلام کرنا تو جان چکے ہیں مگر یہ فرمائیے کہ آپؐ پر درود کیسے اور کیا کہہ کر بھیجا جائے ۔ فرمایا کہ تم یوں کہا کرو کہ "اے اللہ تو محمدؐ اور آلؑ محمد پر درود بھیج جیسا کہ تو نے ابراھیمؑ کی آل پر درود بھیجا ہے ۔ بیشک تو صاحب و لائق حمد و عزت ہے ۔ اے اللہ تو محمدؐ اور آل محمدؐ پر برکتیں نازل فرما جیسا کہ ابراھیمؑ کی آل پر برکتیں نازل کی ہیں ۔ اور تو بلا شبہ قابل حمد و بزرگی ہے ۔"

حدثنی سعید بن یحییٰ قال حدثنی ابی قال حدثنی مسعر عن الحکم عن ابی لیلیٰ عن کعب بن عُجرۃ قیل یارسولؐ اللہ اَمّاالسلام عَلَيۡكَ فقد عرفناہ فکیف الصلوۃ؟ قال قولوا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيۡتَ عَلٰی آلِ اِبۡرَاهِيۡمَ اِنَّكَ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ اَللّٰھُمَّ بارك علیٰ محمد وآل محمد كَمَا بَارَكۡتَ عَلٰی آلِ اِبۡرَاهِيۡمَ اِنَّكَ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ۔ بخاری کتاب التفسیر باب اِنَّ اللہ و ملائکتہ یُصَلُّون عَلَی النبیّ ۔الخ، مطبوعہ نور محمدؐ اصح المطابع (جلد دوم صفحہ ۷۰۸۔۷۰۷، ۱۳۸۱ ہجری۔۱۹۶۱ عیسوی

قارئین نوٹ فرمالیں کہ صحیح بخاری بعد از کتاب باری کے درود وسلام میں یہاں نہ ازواج رسولؐ کو شامل کیا گیا ہے نہ اصحاب رسولؐ کا کہیں پتا

ہے ۔ اور یہ کہ جن روایات میں آلؐ محمد کے ساتھ ازواج و اصحاب کو لایا گیا ہے وہ ان لوگوں کی خود ساختہ پرداختہ روایات ہیں جنھوں نے محمدؐ و آل محمدؐ کے دیگر ہزاروں حقوق غصب کئے تھے ۔ انہوں نے ازواج و اصحاب کی شان بڑھانے کے لئے ہزاروں روایات گھڑوائیں ہزاروں کتابیں لکھوائیں جو سب ان کے طرفدار ہونے کی بنا پر ہر عدالت میں ساقط الاعتبار ہیں۔ پھر یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ اس مندرجہ بالا درود میں آل ابراھیم علیہ السلام بھی خود محمدؐ و آلؐ محمد اور ان کا اپنا خاندان اور سربراہان خاندان مثلاً حضرات قصیٰؑ، ھاشم، عبدالمطلب اور ابی طالب وغیرھم علیہم السلام ہی ہیں ۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس درود میں محمدؐ سے آلؐ محمد کو دور رکھنے والا لفظ ''علیٰ'' دو مرتبہ نہیں لایا گیا ہے۔ یعنی علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ پر درود بلا فصل واجب ہے ۔ نہ کہ علیٰ محمدؐ وعلیٰ آل محمدؐ۔ ایسا درود بھی رسولؐ کے لئے ناپسندیدہ ہے۔ خواہ اس میں ازواج و صحابہ نہ بھی ہوں ۔ اور علمائے شیعہ جنہوں نے دو دفعہ لفظ علیٰ والا درود لکھا ، یا پڑھا ، یا سکھایا وہ بھی ملاعین اور دشمنان محمدؐ و آلؐ محمد ہیں جو شیعہ نقاب میں منافق گزرے ہیں ۔ اور آخری بات یہ نوٹ کریں کہ درود کی مندرجہ بالا حدیث میں علامہ نے اپنی طرف سے دو مرتبہ علیٰ محمدؐ و علیٰ آل محمدؐ کا اضافہ کر کے بددیانتی اور دشمنیٔ آل محمدؐ کا مزید ثبوت دیا ہے ۔(تفہیم القرآن جلد ۴ ۔۱۲۵) اور بڑی ڈھٹائی اور ترکیب سے بخاری کا حوالہ بھی دیا ہے ۔ اگر وہ ذرہ برابر بھی ایمان و دیانت رکھتے ہوتے تو اس حدیث کو بجنسہٖ لکھتے خواہ پھر تردید کر دیتے اور انھوں نے اس میں بخاری کے خلاف دو دفعہ ''علیٰ ابراھیمؑ '' بھی درود میں اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔

(۵) خود ساختہ مختلف درودوں میں بھی ''ازواج محمد'' کو الگ رکھا گیا ہے ۔ بہرحال علامہ اینڈ کمپنی پوری امّت کو ''آل محمدؐ'' بنانے میں کاذب اور ناکام رہی ہے ۔ چنانچہ ان کے نقل کردہ درودوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیں چنانچہ آپ علامہ کے لکھے ہوئے کل سات عدد درود دیکھیں گے ۔ جن میں سے چھ درودوں میں نہ اصحاب ہیں اور نہ ازواج ہیں۔ اور ان کے متعلق ہم تو یہ کہیں گے کہ درود میں نہ اصحاب کو شامل کیا جا سکتا ہے نہ ازواج اس قابل ہیں کہ ان پر محمدؐ و آلؐ محمد کے ساتھ درود بھیجا جائے ۔ لیکن علامہ اینڈ کمپنی یہ حیلہ کرسکتی ہے کہ ازواج واصحاب اور تمام مومنین چونکہ آلؐ محمد میں شامل و شریک ہیں اس لئے ان کا تذکرہ ان درودوں میں الگ سے کرنے کی ضرورت نہ تھی اور آلؐ محمد پر درود بھیجتے ہی تمام صحابہ اور ازواج و دیگر مومنین پر درودو سلام پہنچ گیا۔ اگر اتنا ہی ہوتا تو پھر ہمارے لئے مشکل پیدا ہو جاتی مگر اپنی بد قسمتی سے دشمنانِ اھل بیتؑ نے ایسے درود بھی گھڑ دیئے جن میں ازواج کو لایا گیا اور آل محمدؐ کی جگہ رسولؐ کی ذریت کو بیان کیا گیا ہے ۔ وہ درود یہ ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وذُرِّیّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (تفہیم القرآن جلد۴ صفحہ ۱۲۵)

اے اللہ تو محمدؐ اور اس کی ازواج اور اسکی ذریّت پر درود بھیج جس طرح تو نے ابراھیمؑ پر درود بھیجا تھا ۔ اور برکت نازل فرما محمدؐ اور اس کی ازواج اور اس کی ذریت پر جیسے کہ تو نے برکت نازل کی تھی ابراہیمؑ کی آل پر حقیقتاً تُو وہ ہے جس کی حمدوثنا اور بزرگی بیان ہوتی چلی آئی ہے ''

(٦) اس درود کا من گھڑت اور گھڑنے والوں کے لئے مصیبت ہونا ۔ اس درود کو باربار پڑھ کر یہ دیکھیں کہ صرف یہی اکیلا درود ہے جو باقی تمام منقولہ چھ درودوں سے نہ صرف مختلف ہے بلکہ اس درود میں حضرت ابراہیمؑ والا دوسرا حصہ ناقص و نامکمل رہ گیا ہے ۔ ہم اس خانہ ساز درود کو ان تمام درودوں کے مستقل معیار پر لانے کے لئے وہ الفاظ بڑھاتے ہیں جو اس کے گھڑنے والوں سے رہ گئے ہیں ۔
پہلا نقص یہ ہے کہ اس میں وہی کچھ حضرت ابراہیمؑ کے لئے بھی ہونا چاہئے تھا جو حضرت محمدؐ کے لئے طلب کیا گیا ہے۔ یعنی اسے یوں ہو نا چاہئے تھا ۔
پہلا حصہ حضورؐ کے لئے : اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیّتِہٖ ''اے اللہ درود بھیج محمدؐ اور اس کی ازواج اور اس کی ذریت پر''
دوسرا حصہ جس کے مانند درود طلب کیا ہے : کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ ؑ (وَّ اَزْوَاجِہٖ و ذُرِّیّتِہٖ) ''جیسا کہ درود بھیجا تھا تو نے

ابراہیمؑ (اور اس کی ازواج اور ذریت پر) "

پہلا حصہ حضورؐ کے لئے ۔ وَبَارِكْ عَلىٰ مُحَمَّدٍوَّ اَزْوَاجِهٖ وذُرِّيَّتِهٖ "اور برکت نازل فرما محمدؐ اور اس کی ازواج اور ذریت پر "

دوسرا حصہ جس کے مانند درود طلب کیا گیا ۔ كَمَا بَارَكْتَ عَلىٰ اِبْرَاهِيْمَؑ (وَّ اَزْوَاجِهٖ وذُرِّيَّتِهٖ) وآلِ اِبْرَاهِيْمَؑ ۔

"جیسا کہ برکت نازل کی تو نے (ابراہیم اور اس کی ازواج اور اس کی ذریت) اور اس کی آل پر "قوسین میں لکھے ہوئے افراد وہ ہیں جو اس درود میں قاعدے کے مطابق ہونا لازم تھے۔ لیکن درود گھڑنے والوں نے حضرت ابراہیمؑ کو مثال میں رکھا مگر مثالی حصہ کو غلطی سے پورا نہ کرسکے ۔ بہرحال جس کے مانند درود طلب کیا گیا وہ حضرت ابراہیمؑ تھے اور چونکہ ان کی ازواج درود میں شامل نہ تھیں اس لئے ازواج رسولؐ کو درود میں شامل کرنا غلط ہو گیا ۔ اور جب ابراہیمؑ کی ازواج پر درود لکھا ہی نہیں تو ازواج رسولؐ پر درود لکھنا اور مانند کہنا بکواس بن گیا ۔ پھر جب ذریت ابراہیمؑ پر درود نہیں تو ذریت رسولؐ پر کس کی مانند درود طلب کیا گیا اور کیوں ؟ بہر حال اس خود ساختہ درود میں بھی ازواج ،آل اور ذریت سے باہر رکھی گئی ہیں ۔ اور خود علامہ بھی ازواج کو نہ آل میں شمار کرتے ہیں نہ ذریت میں۔ چنانچہ خالی الذہن ہونے کی حالت میں یہ جملہ ان کے قلم سے نکلاہے ۔سنئے :

" ثانیاً حضورؐ کی شانِ کرم نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ تنہا اپنی ہی ذات کو اس دعا کے لئے مخصوص فرما لیں بلکہ آپؐ نے اپنے ساتھ اپنی آل اور ازواج اور ذریت کو بھی شامل کرلیا" (تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۱۲۶)

بات ختم ہوگئی علامہ محض فریب دینا چاہتے تھے ورنہ ان کے اس بیان میں آل محمدؐ میں تمام اہل ایمان یا پوری اُمت تو کہاں خود رسولؐ کی ازواج اور ذریت بھی شامل نہیں ہیں ۔ لہٰذا وہ تمام مسلمان باطل پرست ہیں جو ازواج رسولؐ یا صحابہ رسولؐ کو درود میں شامل کرتے ہیں ۔

(۷) ازواج رسولؐ ہرگز اہل بیتؑ یا ذریت رسولؐ میں داخل نہیں ہیں آخری فیصلہ : پہلے یہ سمجھ لیں کہ حضرات حسن و حسین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی وہ تمام اولاد جو قیامت تک پیدا ہو گی ذریت رسولؐ ہے اور ان میں سے وہ لوگ جو حتی الوسع پیروی محمدؐ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام میں ہر تکلیف برداشت کرنے میں تامل نہیں کرتے وہ مجازی طور پر آل محمدؐ کے پسندیدہ حضرات ہیں ۔ لیکن حقیقی آل محمدؐ ،محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہم پلہ اور ان کے متعین کردہ اور ان کے نور کے ٹکڑے علیؑ فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور باقی آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں ۔ جن سب کو كُلُّنَا مُحمدٌ فرمایا گیا ہے جو سب نفسِ رسولؐ اور زبان و جانِ رسولؐ ہیں ۔ اب آپ علامہ اینڈ کمپنی کی معتبر ترین کتابوں سے چند فیصلے سن کر یہ فیصلہ کر ڈالیں کہ نہ تو تمام اہلِ ایمان آلِ رسولؐ میں داخل ہیں نہ ازواج و اصحاب آلؐ و اہلِ بیتِؐ رسولؐ میں شامل ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں یہ بحث کرتے ہوئے کہ آیا غیر نبیؑ پر فرداً فرداً درود بھیجا جا سکتا ہے یا نہیں اس کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ :

قال ابن القاسم المختار ان يصلى عَلىَ الانبيآء والملائكة و ازواج النبىؐ صلعم و آلهٖ وذرّيّتِهٖ واهل الطاعة عَلىٰ سبيل الاجمال و يكره فِى غير الانبيآء لشخص مفرد كذا فى القسطلانى (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۴۱ نور محمد)

"ابن قاسم کہتے ہیں کہ جو مسئلہ اختیار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر نبیوںؑ پر اور ملائکہ اور ازواج النبیؐ اور ہر نبیؐ کی آل اور نبیؐ کی ذریت اور تمام اطاعت کرنے والے مومنین پر اجمالی حیثیت سے درود بھیج دیا جائے تو ٹھیک ہے مگر کسی خاص شخص پر الگ درود بھیجنا مکروہ سمجھا گیا ہے ۔ جیسا کہ قسطلانی میں بیان کیا ہوا ہے " اس بیان میں چھ مختلف افراد کا نام لیا گیا ہے ۔یعنی : ۱۔انبیأ ۔۲۔ملائکہ۔ ۳۔ ازواج رسولؐ ۔۴۔ آل رسولؐ ۔۵۔ رسولؐ کی ذریت ۔۶۔ اور رسولؐ کے پیرو ۔

اگر علامہ اینڈ کمپنی کا عقیدہ صحیح ہوتا تو یہ چھ الگ اور مختلف افراد بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ: ۱۔ازواج رسولؐ آلِ رسولؐ نہیں ورنہ الگ ذکر نہ ہوتا ۔پھر ۲۔رسولؐ کی ذریت بھی آلِ رسولؐ نہیں اس لئے الگ تذکرہ ہوا ہے ۔ پھر ۳۔۴۔انبیأ و ملائکہ بھی آلِ رسولؐ میں شامل نہیں ان کو الگ رکھنا ضروری ہوا ۔ ۵۔رسولؐ یا اسلام کے پیرو بھی آلِ رسولؐ نہیں ہیں ۔اوریہی بات زیر بحث ہے جسے ہم نے ہر ہر حیثیت سے باطل و بکواس بناکر رکھ دینا ہے۔ اور ہر گز مضمون کے

طویل ہو جانے کی پرواہ نہیں کرنا ہے۔ اور یہ بھی ساتھ کے ساتھ دکھاتے جانا ہے کہ آل محمدؐ کو حکومت الٰہیہ سے الگ رکھنے والی حکومتوں کے لیڈروں اور علما نے حقائق سے کفر کرنے میں کس حد تک بددیانتی جاری رکھی ہے۔

(۸) صحیح مسلم کی احادیث سے ازواج رسولؐ نہ تو آلِ رسولؐ ہیں نہ اہلبیتِ رسولؐ ہیں۔

آئیے آپ کو قرآن کی مشہور آیت کی تفسیر صحیح مسلم سے دکھائیں۔

"جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلا لو اور ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلا لو اور ہم اپنے جان برابر لوگوں کو بلاتے ہیں تم بھی اپنے نفوس کو بلا لو" تب رسولؐ اللہ نے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور اللہ سے عرض کیا کہ اے اللہ یہ ہیں میرے اہل۔"

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ (۶۱/۳آل عمران) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ وَعَلَیہ وسلم عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَناً وَحُسَيْناً فقال اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِي۔ (مسلم کتاب الفضائل باب فضائل علیؑ جلد دوم صفحہ ۲۷۸)

لہٰذا علامہ نے حضرت عائشہ کی روایت میں غلط تصور پیش کیا تھا اور خود اپنی طرف سے لکھا تھا کہ "تم تو اہلبیتؑ ہو ہی" حالانکہ رسولؐ اللہ نے ان کی درخواست کے باوجود انہیں چادر میں داخل ہونے سے روک کر یہ بتایا تھا کہ تم جن معنی میں اہل بیت ہو ان معنی میں تو گھر کے جانور بھی داخل ہوتے ہیں۔ یہاں بات ان لوگوں کی ہو رہی ہے جو میری جان و روح و نور میں برابر کے شریک ہیں۔ اور ان کی پاکیزگی کی حد یہ ہے کہ:

۲۔ ازواجِ رسولؐ آلؑ و اہل بیتؑ رسولؐ سے علیحدہ ہیں وہ ایسی چیزیں کھا سکتی ہیں جو آلِ رسولؐ پر حرام ہوں

ازواج رسولؐ جو خوراک کھا سکتی ہیں وہ آلِ رسولؐ کے لئے ناپاک و حرام ہیں۔ ان دونوں کے تقدس میں زمین و آسمان اور کفر و ایمان کا فرق ہے۔ چنانچہ حدیث ملاحظہ ہو جناب زید بن ارقم سناتے ہیں کہ:

"زید نے بیان کیا کہ ہمارے درمیان رسولؐ اللہ خطبہ دینے لگے تو فرمایا کہ .... پھر آخر میں کہا کہ میں تمہارے درمیان دو ثقلین چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت و نور ہے اس سے تمسک رکھنا اور دوسری میرے اہل بیت ہیں۔
۱۔میں تمہیں اللہ کے حضورؐ اپنے اہلبیتؑ سے تمسک کی تاکید کرتا ہوں۔ ۲۔میں تمہیں اللہ کے حضورؐ اپنے اہلبیتؑ سے تمسک کی تاکید کرتا ہوں۔ ۳۔میں تمہیں اللہ کے حضورؐ اپنے اہلبیتؑ سے تمسک کی تاکید کرتا ہوں۔ زید سے پوچھا گیا کہ رسولؐ کے اہل بیتؑ کون ہیں؟ کیا رسولؐ کی ازواج رسولؐ کی اہل بیت نہیں ہیں۔ زید نے کہا کہ وہ اہل خانہ تو ہیں مگر اہل بیتؑ تو وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ کا مال کھانا حرام کیا گیا ہے۔ پوچھا گیا وہ کون کون ہیں؟ زید نے کہا کہ وہ علیؑ کی آل ہے، عقیل کی آل ہے، جعفرؑ کی آل ہے۔ اورعباس کی آل ہے۔ پوچھا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے زید نے کہا ہاں حرام ہے؟

قَالَ قَامَ رَسُولُ اللہ صلی اللہ عَلَیہ وسلم یوماً فینا خطیباً ۔۔۔ اما بعد اَلَا یا ایھا الناس فانما انا بشر یوشك ان یاتی رسول ربی فاجیب وَاَنَا تَارِكٌ فیکم ثقلین اوّلھما کتاب اللّٰہ فیہ الھدیٰ والنور فخذو ایکتاب اللہ واستمسکو ا بہ ۔۔۔ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَيْتِي اذکر کم اللّٰہ فِی اھل بَیْتی، اذکر کم اللہ فی اھل بیتی، اذکر کم اللہ فی اھل بیتی۔ فقال لہ حصین و مَنْ اھل بیتہ؟ یا زید؟ اَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ (زید) نِسَاؤُهُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ وَلٰكِنْ اَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِّمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ۔ قَالَ وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ هُمْ آل عَلِيّ وَآل عَقِيل و آل جعفر و آل عباس۔ قال کُلّ ھٰؤُلاء حرم الصدقۃ؟ قَالَ نعم۔ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ کتاب الفضائل باب فضائل علیؑ)

قارئین دیکھ لیں کہ ازواجِ رسولؐ آلِ رسولؐ میں ہرگز شمار نہیں ہیں اور ساری اُمت، تمام علما متفق ہیں کہ ازواج رسولؐ پر صدقہ حرام نہ تھا۔ رہ گئے بقول زید آلِ علیؑ کے علاوہ دوسرے مذکورہ لوگ؟ ان سے ہمیں یہاں تعرض کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اتنا ضرور کہنا ہے کہ عباس بنی ہاشم سے نہیں تھے یہ کھلا فریب ہے۔ اور اس حدیث میں خاص بات یہ ہے کہ حضورؐ کو معلوم تھا کہ ان کی نام نہاد قوم اہلؑ بیت کے ساتھ ظلم وستم کا رویہ اختیار کرنے کا انتظام کر رہی ہے۔ اس لئے تین مرتبہ اہل بیت سے تمسک کی اپیل کی تھی۔ مگر جو کچھ اہلؑ بیت کے ساتھ کیا گیا اسے تمام اقوامِ عالم جانتی ہیں اور یہ

محرم کا مہینہ جو کل ختم ہوا ہے ان ہی کے ظلم و ستم کی یاد دلاتا چلا آ رہا ہے۔ اور مودودی اینڈ کمپنی نے ابھی اپنے ظلم و ستم سے ہاتھ نہیں اٹھایا ہے وہ آج بھی ساری اُمت کو آلِ محمدؐ بنا کر خود بھی علیؑ و فاطمہؑ کے برابر ہوجانا چاہتے ہیں (لعنتہ اللہ علی الکاذبین) صحیح مسلم کے اگلے صفحہ پر پھر زید بن ارقم سے ازواج رسولؐ کے متعلق وضاحت چاہنے کا تذکرہ سن لیں ۔

(۳) ازواج رسولؐ اہل بیتؑ رسولؐ نہیں تھیں ۔ ایسا کہنا غلط ہے ۔

"چنانچہ ہم نے زید سے کہا کہ کیا ازواجِ رسُول، رسُول کے اہلبیتؑ نہیں؟ زید نے کہا کہ نہیں ۔ اس لئے کہ ایک عورت زوجہ بن کر دنیا میں ایک مدت تک شوہر کے ساتھ رہتی ہے ۔ چنانچہ اگر وہ اس عورت کو طلاق دے دے (یا مرجائے) تو وہ عورت اپنے باپ اور اپنی قوم سے ملحق ہو جاتی ہے رسولؐ کے اہلِ بیت تو اس کی بنیاد سے تعلق رکھتے ہیں اس کے قریب تر عزیز ہوتے ہیں ۔ چنانچہ رسولؐ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے" یہاں زید نے سابقہ بیان میں آئے ہوئے لفظ "رسولؐ کی بیویاں گھر والوں میں شمار ہیں" کی وضاحت کرتے ہوئے انہیں خارج کر دیا ہے ۔

فَقُلْنَا مِنْ اهل بَيْتِهٖ نِسَاۗؤُهٗ قَالَ لا ۔ وايم الله اِنَّ الْمَرْاَةَ تَكُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ العصر مِنَ الدهر ثُمَّ يطلقها فترجع اِلٰى اَبِيْهَا وَ قومها اهلبيته اَصْلُهٗ و عصبتهُ الذين حرّموا الصدقة بعده (ايضا صفحه ۲۸۰)

(۴) علامہ نواوی ازواجِ رسولؐ کو مذکورہ احادیث کی تشریح میں اہلِؑ بیت نہیں مانتے ہیں ۔

اب قارئین اہل سنت کے ایک زبردست عالم کی تشریحات ملاحظہ فرمائیں جو صحاح ستہ کے شارحین میں ایک سربرآوردہ شارح ہیں وہ لکھتے ہیں کہ :

"رسولؐ اللہ کا یہ فرمانا کہ میں تم میں دو ثقل چھوڑ رہا ہوں اس کے لئے علما نے یہ کہا ہے کہ ثقلین ان دونوں یعنی قرآن اور اہلِؑ بیت کی عظمت، شان اور بزرگی کو ظاہر کرتاہے۔ اور زید کا یہ کہنا کہ اہلبیتؑ وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہوا ہے ہمارے نزدیک صدقہ کا مطلب زکوٰۃ ہے اور وہ بنی ہاشمؑ اور مطلب کی اولاد پر حرام ہے امام مالک نے کہا ہے کہ صرف بنی ہاشم پر حرام ہے اور کہا یہ بھی گیا ہے کہ قصیؑ کی اولاد پر بھی صدقہ حرام تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام قریش پر بھی صدقہ حرام تھا ۔ اور دوسری روایت میں یہ جو کہا کہ پھر ہم نے پوچھا کہ کیا رسولؐ کی ازواج اہلِؑ بیت ہیں تو زید نے کہا کہ نہیں رسولؐ کی ازواج اہلِؑ بیت نہیں ہیں زید کا یہ انکار اس بات کی مستحکم دلیل و ثبوت ہے کہ قریش پر ہرگز صدقہ حرام نہ تھا۔ یہ قول باطل ہے اس کی مثال یہ ہے کہ رسولؐ کی بیویاں عائشہ، حفصہ، ام سلمہؓ، سودہ اور ام حبیبہ قریشی عورتیں تھیں۔ اور پہلی روایت میں یہ جو کہا کہ رسُول کی ازواج اہلِؑ بیت تو ہیں مگر اہلبیتؑ تو وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ زید نے ازواج رسولؐ کو اس بنا پر اہلِؑ بیت کہا کہ وہ تمام لوگ اہل خانہ یا گھروالوں میں شمار تھے جو رسولؐ کے مکانوں میں سکونت رکھتے تھے ۔ چنانچہ رسولؐ کی بیویوں وغیرہ پر صدقہ حرام نہیں تھا ۔ اور زید نے یہ جو کہا کہ ایک عورت ایک مدت کسی کے نکاح میں رہتی ہے مطلب یہ ہے کہ پھر وہ الگ ہو جاتی ہے ۔ اس کے اہلِ بیتؑ میں نہیں رہتی ہے۔" (صحیح مسلم ایضا صفحہ ۲۷۹ و صفحہ ۲۸۰) ہم سمجھتے ہیں کہ علامہ اینڈ کمپنی کی کافی درگت بن چکی ہے اور دشمنی اہلِؑ بیت ثابت ہوگئی ہے ساتھ ہی محمدؐ و آل محمدؐ کی شان

وقوله صلى الله عليه وسلم (و اَنَا تَارِكٌ فِيْكُمُ الثقلين فذكر كتاب الله و اهل بيته) قال العلماء سميا ثقلين بِعَظمهما و كبير شانهما ۔ و قيل للثقل العمل لهما (و قوله لٰكِنْ اهل بيته من حرم الصدقة) والمراد بالصدقة الزكوة وهى حرام عندنا علىٰ بنى هاشم و بنى المطلب و قال مالك بنو هاشم فقط و قيل بنو قصى و قيل قريش كُلّها و (قوله فى الرواية الاخرى فقلنا من اهل بيته نساؤه قال لا) هذا دليل لابطال قول من قال هم قريش كلّها فقد كان فى نساءة قرشيات وهُن عايشة و حفصة وام سلمة و سودة و ام حبيبةؓ ..... فتتاول الرواية الاولىٰ علىٰ اِنّ المراد مِنْ اهل بيته الذين يساكنونه ... فنساؤه واخلات فى هذه كلّه ولا يدخلن فيمن حرم الصدقة و قدا شار الىٰ هذا فى الرواية الاولىٰ بقوله نساؤه مِنْ اهل بيته ولكن اهل بيته من حرم الصدقة و (قوله المراة تكون مع الرجل العصر من الدهر) اى القطعة منه

واضح تر ہو کر سامنے آگئی ہے۔ اور ان تمام مومنین پر لعنت واقع ہو چکی ہے جو محمدؐ و آل محمدؐ کو اذیت دیا کرتے تھے یا آئندہ اذیت دینے والے تھے۔ (۵۷-۵۸ / ۳۳)

(۵ - ۲۰) رسوؐل کے ذمہ غیروں کے بیٹے اور بیٹیاں لگانا قرآن کے دشمنوں کا کام ہے۔

آیت (۵۹ / ۳۳) میں لفظ بنات کو دیکھ کر دشمنان محمدؐ کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ رسوؐل کی کئی ایک بیٹیاں ہونا قرآن سے ثابت کردیں۔ اور پھر یہ کہیں کہ دیکھو(معاذاللہ) محمدؐ چالیس سال تک اللہ کی کسی شریعت اور کسی الہامی کتاب سے واقف نہ تھے اس لئے خود کافر رہا اور اپنی تین بیٹیوں کو کافروں کی زوجہ بنایا تھا۔ اور یہ کہ اگر فاطمہؑ کو علیؑ کی زوجیت میں دے دیا تو اس دامادی سے علیؑ کو فخر حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ رسوؐل کے تین بڑے داماد سولہ آنے کافر تھے۔ یہ بھی قریش کی رسوؐل اور آل رسوؐل سے دشمنی کا ایک اہم پہلو ہے۔ اور ہم کو اللہ نے یہ موقع عطا کیا ہے کہ وہ تمام پردے اٹھا کر دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ کی تمام چالاکیاں پبلک کے سامنے رکھ کر ان لوگوں کو بے نقاب کردیں جو حقیقتاً دشمنان اسلام ہوتے ہوئے بڑے مقدس لوگ بن گئے تھے۔ اور آج تک ان کی یاد میں روٹی توڑتے ہوئے بھی مسلمانوں کی کثرت ان کو یارانِ محمدؐ سمجھتی ہے۔ لہٰذا ہم نہایت آسانی سے قارئین کو یہ سمجھا دیں گے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صرف ایک بیٹی تھی۔ جیسا کہ انہوں نے ابھی ابھی سابقہ احادیث کے بیان میں معتبر ترین کتابوں سے یہ دیکھا کہ رسوؐل اللہ نے کئی مقامات پر علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو اپنے اہل بیتؑ اور اپنی آلؑ فرمایا ہے۔ اور کہیں بھول کر بھی کسی اور بیٹی کا ذکر نہیں کیا۔ اور نہ ان مواقع پر محدثین اور علما نے کہیں باقی تین بیٹیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اور یہ کافی ثبوت ہے اس بات کا کہ رسوؐل اللہ کی حقیقی بیٹی صرف فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا تھیں۔ اب قرآن کی دو آیات کا ترجمہ سامنے رکھ لیں پھر ہماری بات سنیں۔ ان آیات میں کی ایک آیت ابھی ابھی گزری ہے دوبارہ دیکھیں:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا۟ نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿٦١﴾ آل عمران

(۱) اُمت کے مردوں میں سے کوئی شخص رسوؐل کا بیٹا نہیں تھا۔

علامہ رفیع الدین کا ترجمہ: ”پس جو کوئی جھگڑے تجھ سے بیچ اس کے پیچھے اس کے کہ آیا تیرے پاس علم سے پس کہہ آؤ بلاویں ہم بیٹوں اپنوں کو اور بیٹوں تمہارے کو اور بیبیوں اپنی کو اور بیبیاں تمہاری کو اور جانوں اپنی کو اور جانوں تمہاری کو پھر التجا کریں پس کریں ہم لعنت اللہ تعالیٰ کی اوپر جھوٹوں کے“ (مترجمہ قرآن، ترجمہ سورہ آل عمران)

علامہ اشرف علی کا ترجمہ: ”پس جو شخص آپؐ سے عیسیٰؑ کے باب میں (اب بھی) حجت کرے آپ کے پاس علم (قطعی) آئے۔ پیچھے تو آپ فرمادیجئے کہ آجاؤ ہم (اور تم) بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم (سب مل) کر خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں“ (مترجمہ قرآن ترجمہ سورہ آل عمران)

آج کے بدترین دشمن کا ترجمہ: ”یہ علم آجانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملے میں تم سے جھگڑا کرے تو اے محمدؐ! اس سے کہو کہ ” آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو“(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۶۰)

شاہ ولی اللہ کا ترجمہ: ”پس ہر کہ مکابرہ کند باتو درباب عیسیٰؑ بعد از آنچہ آمد بتواز دانش، پس بگو بیائید تابخوانیم فرزندانِ خود را و فرزندانِ شما را و زنانِ خود را و زنانِ شما را و ذاتہائے خود را و ذات ہائے شما را پس ہمہ بزاری دعا کنیم پس لعنت خدا گوئیم بر دروغ گویاں“ (مترجمہ قرآن صفحہ ۷۶)

قادیانی ترجمہ مودودی سے بہتر اور صحیح ہے ”اب جو شخص تیرے پاس علم الٰہی کے آچکنے کے بعد تجھ سے اس کے متعلق بحث کرے تو تو اسے کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو، اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو، اور ہم اپنے نفوس کو اور تم اپنے نفوس کو پھر گڑ گڑا کر دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں“(مترجمہ قرآن صفحہ ۸۷)

دوسری آیت: ترجمہ علامہ مودودی :
"لوگو محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ۔ مگر وہ اللہ کے رسولؐ اور خاتم النبین ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے " (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۰۳)

" مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾ الاحزاب

(۲) اگر لفظ وَبَنَاتِكَ کی وجہ سے رسولؐ کی کئی بیٹیاں تھیں ؟ تو لفظ أَبْنَآءَنَا کی وجہ سے بہت سے صلبی بیٹے بھی ماننا ہوں گے ۔

علامہ مودودی نے آیت (۵۹ / ۳۳) کا سہارا لے کر رسولؐ اللہ کی چار بیٹیاں ثابت کرنا چاہا ہے ۔ اور چند قومی کتابوں کا حوالہ بھی دیا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ ہر وہ کتاب اور ہر وہ ریکارڈ جو قومی حکومتوں نے تیار کرایا ہے وہ خود ان حکومتوں کی تائید میں لکھوایا گیا ہے ۔ اس لئے ہم پر اس ریکارڈ کا سامان حجت نہیں ہے ۔ البتہ ہم اس ریکارڈ سے علامہ اینڈ کمپنی پر حجت قائم کرنے کا حق رکھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ جب صحیح مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرتؐ نے حسنین علیہما السلام کو بیٹوں کی جگہ پیش کیا اور جناب فاطمہؑ کو عورتوں کی جگہ لائے اور حضرت علیؑ کو نفوس کی جگہ پیش کیا۔ تو انہوں نے اس (۶۱ / ۳) کے ترجمہ میں اس حدیث کو مد نظر کیوں نہ رکھا اور کیوں ۔ا۔ أَبْنَآءَنَا ۔ ۲۔ وَنِسَآءَنَا ۔اور وَأَنفُسَنَا کا غلط ترجمہ "بال بچوں" کردیا ؟ صرف اس لئے نا کہ تمہیں ان چاروں حضرات سے عداوت ہے؟ اور صرف اس لئے کہ رسولؐ نے اپنے منہ سے جمع کے صیغے کے ساتھ اپنے بیٹوں کے وجود کا اعلان کیا ہے؟ اور تمہارے ہم مسلک مترجمین نے اس آیت میں لفظ أَبْنَآءَنَا کا ترجمہ بیٹے کیا ہے اور صحیح مسلم نے ان بیٹوں کے نام (حسنؑ و حسینؑ) لکھے ہیں ۔ لہٰذا تمہیں دوباتیں ماننا پڑیں گی ۔ اوّل یہ کہ رسولؐ اللہ کے صلبی بیٹے تین یا تین سے زیادہ آیت مباہلہ کے وقت مدینہ میں موجود تھے جن کو میدان مباہلہ میں لانے کے لئے فرمایا تھا۔ دوم یہ کہ اللہ و رسولؐ کے بیانات میں یا خود اللہ کے اپنے بیانات و آیات میں تضاد ہے اس لئے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ: (۱) محمدؐ کا کوئی بیٹا نہیں ہے ۔ یا یہ کہ وہ کسی بیٹے کے باپ نہیں ہیں " اور یہ بھی کہ (۲) محمدؐ اپنے موجود بیٹوں کو میدان میں بلائیں گے " اور اگر ان آیات (۶۱ / ۳) (۵۹ / ۳۳) میں تضاد نہیں ہے اور محمدؐ کے کوئی صلبی بیٹا بھی نہیں ہے ۔ تو یہ اسی طرح صحیح ہو گا ۔ جب کہ لفظ بَنَات اور اَبْنَآء کے حقیقی معنی کئے جائیں ۔ جیسا کہ ہم نے سورۂ ہودؑ کی تشریح نمبر ۹ میں تفصیل سے بیان کئے ہیں ۔ لہٰذا یہ جبراً و قہراً ماننا ہی پڑتا ہے کہ حضورؐ کی صرف ایک صلبی بیٹی تھی ۔ باقی افسانوی اور قومی بیٹیاں ہیں جیسا کہ حضرت لوطؑ کی بیٹیوں (ھود ۷۸ / ۱۱) کے بارے میں علامہ نے خود تسلیم کیا ہے کہ علاوہ بریں اگر زیر بحث بیٹیاں بقول علامہ گیلڑ(تفہیم القرآن جلد۴صفحہ ۱۳۰) بھی ہوتیں تب بھی ان کو اسی طرح میدان مباہلہ میں لایا جاسکتا تھا۔ جس طرح حسنینؑ علیہما السلام کو لایا گیا تھا۔ وہ بھی صلبی بیٹے نہ تھے ۔ مگر دو ہوتے ہوئے قرآن میں استعمال شدہ جمع کے صیغہ پر پورے اترتے تھے ۔ یعنی صرف دو نہ تھے ۔ بلکہ لاتعداد و بے شمار بلکہ تمام نوع انسان کے سچے مردوں کی جگہ اور بزرگ تر تھے ۔ ادھر ان کی والدہ گرامی تنہا ہوتے ہوئے قرآن کی جمع سے بڑھ کر تھیں ۔ اگر کوئی اور عورت ایسی ہوتی کہ اس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ہوتا تواسے بھی لایا جاتا اس لئے کہ آیت میں بیٹیاں نہیں بلکہ نِسَاء کہا گیا ہے ۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ جو حضراتؑ تمام جھوٹے لوگوں پر لعنت کرنے کی پوزیشن میں تھے وہ صرف پانچ افراد تھے۔

(۳) خود کو یا خوداپنی جان یا ذات کو میدان مقابلہ میں بلانے کا تصور مضحکہ خیز ہے ۔

پھر یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ ان پانچوں ترجموں میں ہر مترجم یہ تصور پیش کرنا چاہتا ہے کہ لفظ "وَأَنفُسَنَا "سے مراد خود حضورؐ کی ذات پاک ہے ۔ یعنی محمدؐ خود کو کہیں گے کہ :"اے محمدؐ تو بھی میدان مباہلہ میں آجا" اس قسم کا خطاب ایسے مواقع پر صرف پاگلوں سے متوقع ہو سکتا ہے ۔ حضورؐ کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو لائیں۔ اپنی عورتوں کو لائیں اور اپنے نفوس کو لائیں۔ یعنی جن افراد کو لائیں وہ محمدؐ کے علاوہ ہوں گے۔ چنانچہ آپؐ خود اور حسنینؑ اور فاطمہؑ میدان میں آتے تو ان مترجمین کے حساب سے کافی ہو جاتا ۔ لیکن وہاں تو وہ ہستیؑ بھی لائی گئی ۔ جو منافقوں، قریشی مومنوں اور کافروں کے لئے مصیبت تھی اور جس سے بچ کر نکلنا ضروری رہتا چلا گیا ہے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۚ﴿۶۵﴾

ہمیش رہیں گے بیچ اس کے ہمیشہ نہ پاویں گے بیچ اس کے دوست اور نہ مدد دینے والا

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ

جس دن کہ پھیرے جاویں گے منہ ان کے بیچ آگ کے کہیں گے اے کاش کہ ہم نے

اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَ قَالُوْا

فرمانبرداری کی ہوتی اللہ کی اور فرمانبرداری کی ہوتی رسولؐ کی اور کہیں گے

رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ

اے رب ہمارے تحقیق ہم نے فرمانبرداری کی ہے سرداروں اپنے کی اور

كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ

بڑوں اپنے کی پس گمراہ کر دیا انہوں نے ہم کو راہ سے اے رب ہمارے دے ان کو

ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ ع ۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دوگنا عذاب سے اور لعنت کر ان پر لعنت بڑی اے لوگو جو ایمان لائے ہو

لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ

مت ہو مانند ان لوگوں کے کہ ایذا دی انہوں نے موسیٰؑ کو پس پاک کیا اس کو

(۶۵) جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہاں ان کو نہ کوئی ہمدرد و حکمران ملے گا نہ کوئی ان کا مددگار ہی ہوگا۔ (۶۶) جس دن ان کے چہرے آگ پر کباب کی طرح الٹ پلٹ کئے جائیں گے تو وہ اس تکلیف میں کہیں گے کہ اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور کاش ہم نے رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی۔ (۶۷) اور یہ بھی کہیں گے کہ اے پروردگار ہمارے ہم نے اپنے خود ساختہ سیدوں اور بزرگوں کی اطاعت کی تھی انہوں نے ہمیں صراط مستقیم سے گمراہ کر دیا تھا۔ (۶۸) اے ہمارے پروردگار تو ہمارے ان سب سیدوں اور بزرگوں کو دوگنا عذاب دینا اور ان سیدوں اور بزرگوں پر بڑی سی لعنت کرنا۔ (۶۹) اے قریشی مومنین تم ان لوگوں کی طرح رسولؐ کو ایذا دیتے نہ رہ جانا جس طرح بنی اسرائیل موسیٰؑ کو ایذا دیتے رہے۔ پھر اللہ نے موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کی بنائی ہوئی باتوں سے بری

(۶) قریشی مومنین محمدؐ و آل محمدؐ کو ایذا و نقصان رسانی کے لیے ایمان لائے اور موذی مذہب اختیار کیا۔(۶۶۔۶۹)

قریشی مومنین آنحضرتؐ کے بعد علی وآل علی علیہم السلام کو دنیا سے مٹانے کے انتظامات کرتے رہے چنانچہ قرآن کریم بار بار اور طرح طرح سے ان کو روشناس کراتا جا رہا ہے۔ سورۂ احزاب ختم ہو رہی ہے لیکن مذکورہ ازواجِ رسولؐ والا مومنوں کا گروہ برابر سامنے لایا جاتا رہا ہے۔یہاں آیات (۶۹ تا ۶۶ / ۳۳) میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ عہد رسولؐ میں قریشی مومنین اپنے سرداروں (سیدوں) اور بزرگوں کی اطاعت کے سامنے اللہ و رسولؐ کی اطاعت نہ کرتے تھے۔ اور جہنم میں داخل ہو جانے کے بعد انہوں نے اپنی سرکشی کا اقبال کیا اور اپنی گمراہی اپنے لیڈروں کے ذمہ عائد کی اور اپنے لیڈروں کے لئے ڈبل عذاب کا مطالبہ کیا اور ان پر لعنت بھیجتے جاتے رہنے کی التجا کی (۶۸ تا ۶۶ / ۳۳) پھر یہ بتایا کہ وہ مومنین رسولؐ اللہ کو اسی قدر اور اسی انداز میں ایذا دیا کرتے تھے جس انداز سے بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو ستایا کرتے تھے۔ چنانچہ ان مومنین سے کہا گیا کہ تم آنحضرتؐ کی ایذا رسانی میں مستقل نہ ہو جانا اور یہاں باقاعدہ ان ستانے والوں کو "يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ" کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ لہٰذا علامہ اینڈ کمپنی اور ان کے ہم مسلک علما کے لئے یہ گنجائش نہیں ہے کہ وہ ان ستانے والے مومنین پر نفاق کی چادر ڈال کر اپنے راہنماؤں کو چھپا دیں۔ انہیں مسلسل اے مومنین کہہ کہہ کر مخاطب کیا جا رہا ہے۔ انہیں فریب کارانہ انداز گفتگو سے منع کیا جا رہا ہے۔ اور سورۂ احزاب کی آخری آیت میں یہ کہہ کر سورۂ کو مکمل کر دیا گیا ہے کہ نقاب پوش مومنین و مومنات کو جو جنسی نظام میں شریک رہتی تھیں، جہنم کی خوشخبری سنا دی ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ ایک مجسم ظلم وستم و جہالت نے خلافت الٰہیہ ایسی عظیم الشان خدائی امانت پر ہاتھ ڈالا تھا۔ چنانچہ جس طرح ابلیس کو قیامت تک مہلت دی گئی تھی اسی طرح ابلیس کے لئے اس کے نظام کو انتہا تک پہنچانے والا آخری لیڈر

اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۟ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اللہ نے اس چیز سے کہ کہتے تھے اور تھا وہ نزدیک اللہ کے آبرو والا اے لوگو جو

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۟ يُّصْلِحْ لَكُمْ

ایمان لائے ہو ڈرو اللہ سے اور کہو بات مضبوط سنواردے گا واسطے تمہارے

اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ

عمل تمہارے اور بخشے گا واسطے تمہارے گناہ تمہارے اور جو کوئی کہا مانے گا اللہ کا

وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۟ اِنَّا عَرَضْنَا

اور رسولؐ اس کے کا پس تحقیق وہ مراد کو پہنچا مراد کو پہنچنا بڑا تحقیق روبرو کیا تھا

الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ

ہم نے امانت کو اوپر پیش کیا آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے پس انکار کیا

کر دیا تھا اور وہ تو اللہ کے نزدیک ایک معزز فرد تھا۔ (۷۰) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ کے حضور میں ذمہ دار بنو اور بلا ہیر پھیر کے ٹھیک ٹھیک بات کرنا اختیار کرلو۔ (۷۱) اللہ تمہارے اعمال کی تمہارے حق میں اصلاح کردے گا اور تمہارے متعلقات میں بھی تحفظ فراہم کرے گا اور جو اللہ کی اطاعت اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا تو وہ حقیقی اور عظیم الشان مراد مندی کو پہنچا (۷۲) یقیناً ہم نے ایک خاص امانت کو آسمانوں اور زمین کے اور پہاڑوں کے روبرو پیش کیا لیکن ان میں سے کوئی اس امانت کے اٹھانے اور امین بننے کو تیار نہ ہوا وہ سب اس کے سامنے عاجزی کرنے لگے

بھی مشخص کر دیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں بھی علامہ نے لمبا چوڑا قابل دید بیان دیا ہے۔ جس کی روح ہم یہاں لکھے دیتے ہیں۔

(۷) آیات (۷۲۔۷۳ / ۳۳) میں ابلیس کے مددگاروں کا آخری سردار جو روز ازل سے غاصبِ خلافت ہے۔

زیر نظر آیات کا مودودی ترجمہ پہلے پڑھ لیں تاکہ ہمارے ترجمہ اور ریمارکس کی تصدیق بھی ہو جائے اور آنے والے حقائق کی تمہید بھی قائم ہو سکے سنئے ارشاد ہے۔

علامہ کا ترجمہ (۱) ''ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ اس بارِ امانت کو اٹھانے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اللہ منافق مردوں اور عورتوں، اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے اور مومن مردوں اور عورتوں کی توبہ قبول کرے۔ اللہ درگزر فرمانے والا رحیم ہے۔'' (۷۲۔۷۳ / ۳۳) (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۳۵ و ۱۳۶)

(۲) خلافت ہی جزا و سزا کا سبب۔ بنی آدمؑ کے خلیفہ بن چکنے کے بعد کا حادثہ۔ قارئین نے قرآن سے یہ دیکھ لیا تھا کہ اللہ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق کے ساتھ ہی تمام آسمانی مخلوقات ملائکہ، ارواح اور جنات کے سامنے حضرت آدمؑ کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور اس سلسلے میں ان سب کو مطمئن کرنے کے لئے حضرت آدمؑ کے اس عظیم ترین علم کا مظاہرہ کیا تھا جس کی بنا پر حضرت آدمؑ نے چند عالیؑ مرتبہ (عالینؑ) مجسموں کے نام صحیح صحیح بتا کر فرشتوں کو تعلیم دی تھی اور ابلیس کے علاوہ تمام باقی مخلوقات نے آدمؑ کے حضورؑ سجدۂ اطاعت کیا تھا۔ ابلیس نے جب حضرت آدمؑ کی ذریت اور ان کی خلافت کے مقابلہ میں محاذ بنانے کا اعلان کیا تو یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں اولاد آدمؑ ہی میں سے اپنے مددگار اور نبوت و رسالت و امامت وخلافت کے دشمن بناؤں گا۔ (نساء ۱۱۸ / ۴) چنانچہ اسے اللہ نے دوبارہ انسانوں کے اٹھائے جانے کے دن تک کی مہلت دی وہ تمام قدرت و اختیارات اور وسائل دیئے جن سے وہ نوع انسان کی مکمل اور بلانقص آزمائش کر سکے اس کے بعد اللہ نے پوری نوع انسان کو ان کا جسم و عقل عطا کرکے اپنے سامنے حاضر کیا اور آدمؑ کو عطا شدہ خلافت کو انسانوں کے روبرو بھی پیش کیا تاکہ وہ لوگ مشخص ہو جائیں جو ابلیس کا کاروبار چلانے میں مختلف زمانوں میں مددگار رہیں گے۔ اس وقت اس خاص انسان نے آگے بڑھ کر خلافت کو اٹھا لیا (وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۷۲ / ۳۳) اور خود کو ابلیس کا سب سے بڑا نمائندہ بنا دیا۔ پھر اللہ نے نوع انسان کو آدمؑ کے وجود میں سمیٹ کر سمو دیا اور پھر ہر زمانہ میں وہ لوگ پیدا ہوتے رہے جنہوں

اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ

سب نے یہ کہ اٹھاویں اس کو اور ڈر گئے اس سے اور اٹھالیا اس کو انسان نے تحقیق وہ

كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ

تھا بے باک نادان تو کہ عذاب کرے اللہ منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو اور

الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ وَ يَتُوْبَ اللّٰهُ

شرک کرنے والوں کو اور شرکت کرنے والیوں کو اور پھر آوے اللہ ساتھ رحمت کے

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۧ

اوپر ایمان والوں کے اور ایمان والیوں کے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

اور انکار کر دیا مگر الانسان نے بڑھ کر اس امانت کو اٹھا لیا اور وہ وہی خاص انسان تھا جو تمام مظالم اور پوری جہالت کا ذخیرہ ثابت ہو چکا ہے ۔ (۷۳) اس کے امانت کو اچک لینے کی وجہ سے اللہ عذاب کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا منافق مردوں اور عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو اور متوجہ رہتا رہا ہے اور متوجہ رہے گا حقیقی مومنوں پر اور حقیقی ایمان لانے والی عورتوں پر اور اللہ تعالیٰ تو ہے بھی حفاظت دینے والا اور رحیم ۔

نے ابلیس کی طرف داری و تائید میں انبیاؑ کے خلاف محاذ بنائے رکھا ۔ ان ہی کے لئے اللہ نے دونوں یاروں کا حال و اعمال سناتے ہوئے فرمایا تھا کہ ہم نے ہر ہر نبیؑ کے دشمن پہلے ہی سے مقرر کر رکھے ہیں (فرقان ۳۱تا ۲۷ / ۲۵) چنانچہ مومن کو جزا اور تخریب کار کو سزا کا ضابطہ تیار ہوتا رہا اور ہر اُمت کے مومنین و مومنات کو اجر و ثواب ملتا رہا اور دشمنان اسلام اور ان کے ہوا خواہوں کو یعنی منافقوں اور مشرکوں کو اسی روز کے ضابطہ کے ماتحت سزائیں ملتی رہیں اور یہی کچھ علامہ کے اس ترجمہ میں بھی جھلکتا ہے ۔ اور ان کی تشریحات میں ہمارے بیان کا اتا پتا مل جائے گا۔ اور جو چیز علامہ چھپانا یا بات بنانا چاہیں گے تو قارئین فورًا سمجھ جائیں گے ۔

(۳) علامہ کے ترجمہ میں ہمارے طرز ترجمانی کی کھلی مثال و سند ہے ۔ آپ علامہ کے مندرجہ بالا ترجمے اور آیات کے الفاظ کو دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ علامہ نے یہ جملہ بلا کسی بریکٹ کے ترجمہ میں بطور اضافہ لکھا ہے کہ :

"اس بارِ امانت کو اٹھانے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ" اس جملے کے لئے ان دونوں آیات (۷۳۔۷۲ / ۳۳) میں الفاظ نہیں ہیں ۔ اس کے باوجود یہ جملہ "قرآن میں خود ساختہ اضافہ" نہیں کہلا سکتا اس لئے کہ دونوں آیات میں اس جملہ کا مفہوم موجود ہے اور صرف ایک حرف لام نے آکر یعنی " لِيُعَذِّبَ "کے اس لام نے یہ مفہوم پیدا کر دیا ہے اسی مفہوم کو ہم نے یوں لکھا تھا کہ" اس کے امانت کو اچک لینے کی وجہ سے"چنانچہ یاد رکھنا چاہئے کہ آپ ہر ترجمہ میں ہر جملے کو اضافہ نہیں کہہ سکتے ۔ اضافہ وہ ہو گا جس کا آیت میں کوئی قرینہ موجود نہ ہو ۔

(۴) علامہ اس امانت کو خلافت الٰہیہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں ۔ چنانچہ صحیح ترجمانی کے لئے الفاظ و عبارت کی کمی وزیادتی کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ قرآن کے الفاظ کے معنی و مفہوم کو دیکھا جانا چاہئے ۔ اب علامہ کی تشریحات پڑھئے اور اس امانت یا خلافت الٰہیہ کی اہمیت اور اس میں خیانت کاری پر نظر رکھئے ارشاد فرماتے ہیں کہ :

اوّل"اس جگہ "امانت" سے مراد وہی "خلافت" ہے جو قرآن مجید کی رو سے انسان کو زمین میں عطا کی گئی ہے"(تفہیم القرآن جلد۴ صفحہ۱۴۶)

دوم "زمین و آسمان کے سامنے اس بار امانت کا پیش کیا جانا اور ان کا اسے اٹھانے سے انکار کرنا اور ڈر جانا ہو سکتا ہے کہ لغوی معنی میں ہو ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ بات استعارے کی زبان میں ارشاد ہوئی ہو ۔"

اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات کے ساتھ جو تعلق ہے اسے ہم نہ جان سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں ۔ زمین اور سورج اور چاند اور پہاڑ جس طرح ہمارے لئے گونگے بہرے اور بے جان ہیں ۔ ضروری نہیں کہ اللہ کے لئے بھی وہ ایسے ہی ہوں۔ اللہ اپنی ہر مخلوق سے بات کر سکتا ہے ۔ اور وہ اس کو جواب دے سکتی ہے ۔ اس کی کیفیت کا سمجھنا ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے ۔ اس لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ فی الواقع اللہ نے ان کے سامنے یہ بار گراں پیش کیا ہو اور وہ اسے دیکھ کر کانپ اٹھے

ہوں اور انہوں نے اپنے مالک و خالق سے یہ عرض کیا ہو کہ "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۳۶)
سوم "اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہماری موجودہ زندگی سے پہلے پوری نوع انسان کو اللہ تعالیٰ نے کسی اور نوعیت کا وجود بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا ہو" (تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۱۳۷)
چہارم "البتہ یہ امر بھی اتنا ہی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات محض تمثیلی انداز میں فرمائی ہو اور صورتِ معاملہ کی غیر معمولی اہمیت کا تصور دلانے کے لئے اس طرح کا نقشہ پیش کیا گیا ہو کہ "گویا" ایک طرف زمین و آسمان اور ہمالہ جیسے پہاڑ کھڑے ہیں اور دوسری طرف ۵۔۶ فیٹ کا آدمی کھڑا ہوا ہے اللہ پوچھتا ہے کہ:

(۵) رفتہ رفتہ علامہ نے رخ بدل کر چکر دے ہی دیا۔ پنجم " میں اپنی ساری مخلوقات میں سے کسی ایک کو یہ طاقت بخشنا چاہتا ہوں کہ وہ میری خدائی میں رہتے ہوئے خود اپنی رضا و رغبت سے میری بالاتری کا اقرار اور میرے احکام کی اطاعت کرنا چاہے تو کرے، ورنہ وہ میرا انکار بھی کر سکے گا اور میرے خلاف بغاوت کا جھنڈا بھی لے کر اٹھ سکے گا۔ یہ آزادی دے کر میں اس سے اس طرح چھپ جاؤں گا کہ گویا میں کہیں موجود نہیں ہوں۔ اور اس آزادی کو عمل میں لانے کے لئے میں اس کو وسیع اختیارات دوں گا، بڑی قابلیتیں عطا کروں گا، اور اپنی بے شمار مخلوقات پر اس کو بالادستی بخش دوں گا، تاکہ وہ کائنات میں جو ہنگامہ بھی برپا کرنا چاہے کر سکے۔ اس کے بعد میں ایک وقت خاص پر اس کا حساب لوں گا۔ جس نے میری بخشی ہوئی آزادی کو غلط استعمال کیا ہو گا اسے وہ سزا دوں گا جو میں نے کبھی اپنی کسی مخلوق کو نہیں دی ہے اور جس نے نافرمانی کے سارے مواقع پا کر بھی میری فرماں برداری ہی اختیار کی ہو گی اسے وہ بلند مرتبے عطا کروں گا کہ جو میری کسی مخلوق کو نصیب نہیں ہوئے ہیں۔ اب بتاؤ تم میں سے کون اس امتحان گاہ میں اترنے کو تیار ہے؟" یہ تقریر سن کر پہلے تو ساری کائنات میں سناٹا چھا جاتا ہے۔ پھر ایک سے ایک بڑھ کر گراں ڈیل مخلوق گھٹنے ٹیک کر التجا کرتی چلی جاتی ہے کہ اسے اس کڑے امتحان سے معاف رکھا جائے۔ آخر کار یہ مشت استخواں اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے رب، میں یہ امتحان دینے کو تیار ہوں "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۳۷)

(۲) علامہ کی ان تشریحات کا قرآن اور آیات (۳۳/۷۲-۷۳) سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ مغالطات ہیں۔ قارئین ذرا سوچیں کہ علامہ نے بتدریج "خلافت" کو آزادی و اختیار ملنے میں تبدیل کر دیا ہے۔ حالانکہ خلافت اور خلیفہ کی تعریف اور اس کے معنی یہ لکھے تھے کہ:

پہلا مغالطہ "خلیفہ وہ جو کسی کی مِلک میں اس کے تفویض کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے۔ خلیفہ مالک نہیں ہوتا بلکہ اصل مالک کا نائب ہوتا ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۲) (خلیفہ کی یہ تعریف خود ساختہ ہے)
اس تعریف اور ان معنی سے خلیفہ بننا یا مذکورہ امانت کا امین بننا تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ اللہ اس کو اپنا نائب بنا کر کہیں چھپ نہ جائے بلکہ ہر قدم پر اس کو اپنی منشاء اور احکام سے مطلع و خبردار رکھے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کو یہی کہہ کر زمین پر بھیجا تھا کہ تمہارے پاس میری ہدایات آتی رہیں گی (بقرہ ۳۸ / ۲) اور ساری دنیا جانتی ہے کہ اللہ نے وحی کے ذریعہ اپنے تمام خلفاء سے ہر لمحہ رابطہ رکھا "لہٰذا چھپ جانا" ایک غلط تصور ہے۔ یہ بات کسی خلیفہ یا خلافت کے امین سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ اور جب کہ یہ مان لیا کہ خلیفہ خدا کا نائب ہوتا ہے تو اس کا ہر قول و فعل اللہ کا قول و فعل ہو گا اور باقی تمام انسان اور مخلوقات اس کے ماتحت و مطیع ہوں گے۔ اور انسانوں کو خلیفہ سے الگ تخلیقی طور پر اختیارات اور فکر و عمل کی آزادی دی جا چکی ہو گی۔ لہٰذا خلافت اور اختیار وآزادی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ خلیفہ وہ ہے جو اختیار وارادہ اور آزادی رکھنے والوں پر حکومت کرے۔ یعنی ایک حاکم ہے دوسرا محکوم ہے۔ لہٰذا آیات (۷۳۔۷۲ / ۳۳) میں انسانی تخلیق اور انہیں اختیارات و آزادی دینے کی بات ہے ہی نہیں۔ یہ ایک مغالطہ ہے جو علامہ نے قسطوں میں دیا ہے۔
دوسرا مغالطہ "قارئین نے دیکھا تھا کہ علامہ نے پہلے بڑے زوردار الفاظ میں یہ ثابت کیا کہ اللہ نے فی الواقع زمین و آسمان اور پہاڑوں سے بات چیت کی تھی۔ لیکن بتدریج یہاں پہنچے کہ آخر امانت کے اس قصہ کو بالکل ایک تمثیل و استعارہ بنا کر رکھ دیا (تشریح نمبر ۴، ۵) اور اسی طرح خود اپنی اس تحریر کو باطل کر دیا کہ:

"ہماری موجودہ زندگی سے پہلے پوری نوع انسانی کو اللہ تعالیٰ نے کسی اور نوعیت کا وجود بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا ہو" (تفہیم القرآن ۴ صفحہ ۱۳۷) لیکن علامہ اس سے پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ:

(۷) علامہ اپنی تردید میں خلافت کے قصے کو تمثیلی کہنے والوں پر خفا ہوئے اور اسے من و عن واقعہ مان لیا۔

"اس (خلافت کے۔احسن) معاملے کو بعض لوگ محض تمثیلی اندازِ بیان پر محمول کرتے ہیں۔لیکن ہم اس تاویل کو صحیح نہیں سمجھتے۔قرآن اور حدیث دونوں میں اسے بالکل ایک واقعہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔اور صرف بیان واقعہ پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ قیامت کے روز بنی آدم پر حجت قائم کرتے ہوئے اس ازلی عہد و اقرار کو سند میں پیش کیا جائے گا.... ہمارے نزدیک یہ واقعہ بالکل اسی طرح پیش آیا تھا جس طرح عالم خارجی میں واقعات پیش آیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فی الواقع ان تمام انسانوں کو جنہیں وہ قیامت تک پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا،بیک وقت زندگی اور شعور اور گویائی عطا کر کے اپنے سامنے حاضر کیا تھا۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۹۶)
دوسری وضاحت "جیسا کہ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ تخلیق آدمؑ کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اس وقت جس طرح فرشتوں کو جمع کر کے انسان اوّلؑ کو سجدہ کرایا گیا تھا اور زمین پر انسان کی خلافت کا اعلان کیا گیا تھا۔ اسی طرح پوری نسلِ آدم کو بھی جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی ،اللہ تعالیٰ نے بیکِ وقت وجود اور شعور بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا تھا"(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۹۶) یہی علامہ تھے جنہوں نے اس واقعہ کو تمثیلی بنانے کے لئے ابھی ابھی لکھا تھا کہ :
"بالکل ممکن ہے کہ ہماری موجودہ زندگی سے پہلے پوری نوع انسانی کو اللہ تعالیٰ نے کسی اور نوعیت کا وجود بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا ہو" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۳۷) اگر علامہ یہ چالاکی نہ کرتے تو اس واقعہ کو تمثیلی نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ بہر حال علامہ کے یہ تمام بیانات ہمارے مستحکم و جامع بیان کی کسی نہ کسی طرح تصدیق کرتے ہیں ۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ وہ شخص جو ان آیات (۷۲-۷۳ / ۳۳) میں زیر وحی ہے ۔ اور جسے شیطان ثانی اور ظلم وستم و جہالت کا مجسمہ قرار دیا گیا ہے وہ علامہ کے بزرگ ترین راہنما، لیڈر اور خود ساختہ رضی اللہ عنہ بنے بیٹھے ہیں ۔ ہماری احادیث میں ان دونوں کا نام موجود ہے ۔ مگر قرآن ان یاروں کو فلاں کہہ کر چھوڑ دیتا ہے ۔ (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) (البقرہ ۲۰۵ / ۲)

سُوْرَةُ سَبَا

سُوْرَةُ سَبَا مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ اَرْبَعُ وَ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّ سِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ سبا مکہ میں نازل ہوئی اس میں چوّن (۵۴) آیتیں اور چھ رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ①

سب تعریف واسطے اللہ کے وہ جو واسطے اس کے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے ہے اور جو کچھ بیچ زمین کے ہے اور واسطے اس کے ہے سب تعریف بیچ آخرت کے اور وہی ہے حکمت والا خبر دار

(۱) ہر حمد و ثنا کلیتاً اس اللہ کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمینوں کی ہر ہر چیز کا مالک ہے اور دنیا کے علاوہ آخرت میں بھی ہر ستائش اللہ ہی کے لئے ہے اور وہی حکمت کا خالق و مالک و خبر دار ہے

يَعۡلَمُ مَا يَلِجُ فِى الۡاَرۡضِ وَ مَا يَخۡرُجُ مِنۡهَا
جانتا ہے جو کچھ کہ داخل ہوتا ہے بیچ زمین کے اور جو کچھ کہ نکلتا ہے اس میں سے
وَ مَا يَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعۡرُجُ فِيۡهَا ؕ وَ هُوَ
اور جو کچھ کہ اترتا ہے آسمان سے اور جو کچھ کہ چڑھتا ہے بیچ اس کے اور وہی ہے
الرَّحِيۡمُ الۡغَفُوۡرُ ۝ وَ قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَاۡتِيۡنَا
مہربان بخشش کرنے والا اور کہا ان لوگوں نے کہ کافر ہوئے ہیں نہ آوے گی
السَّاعَةُ ؕ قُلۡ بَلٰى وَ رَبِّىۡ لَتَاۡتِيَنَّكُمۡ ۙ
ہمارے پاس قیامت کہہ کہ یوں نہیں قسم ہے رب میرے کی البتہ آوے گی تمہارے پاس
عٰلِمِ الۡغَيۡبِ ۚ لَا يَعۡزُبُ عَنۡهُ مِثۡقَالُ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى
جاننے والا پوشیدہ کا نہیں پوشیدہ اس سے برابر ایک بھنگے کے بیچ آسمانوں کے اور نہ بیچ

(۲) وہ ہر اس چیز پر مطلع رہتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو کچھ کہ زمین سے نکلتا ہے اور جو کچھ کہ آسمانوں سے نازل ہوتا ہے اور جو کچھ کہ آسمان کی طرف عروج پذیر ہوتا ہے اور وہی رحیم و غفور بھی ہے (۳) اور جن قریشی لوگوں نے حق پوشی کا مشن اپنایا ہے وہ یہ کہہ چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک قیامت واقع نہ ہوگی آپ ان سے کہہ دیں کہ قسم ہے عالم الغیب پروردگار کی وہ تم پر آکے رہے گی اس سے اس زمین اور آسمانوں کی ذرہ برابر چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے۔ نہ ہی ذرہ سے چھوٹی یا بڑی کوئی چیز ایسی موجود ہے

تشریحات سورۂ سبا۔

(۱) قرآن کریم میں اس کائنات کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کا پورا پورا بیان اور ریکارڈ ہے۔(۱۔۳)

قرآن کریم کے متعلق اس قوم کا اور اس قوم کے لیڈروں اور علما کا عقیدہ کیسا ہونا چاہئے ؟ جس کے لئے رسولؐ اللہ نے اللہ سے یہ شکایت کی ہو کہ ”اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ کر اپنا راہنما طاغوت کو بنانے کے لئے ہجرت کرلی ہے اور قرآن کو مہجور کردیا ہے“(فرقان ۳۰ / ۲۵) (نساء ۶۰۔۵۹ / ۴)
لہٰذا علامہ اینڈ کمپنی اپنے ان قومی لیڈروں اور علما کی اتباع میں اگر قرآن کو ایک ناقص اور اجتہاد کی محتاج کتاب نہ کہیں تو اور کون کہے گا ؟ وہ لوگ آیت (۳ / ۳۴) میں کئے ہوئے اعلان کو نہیں مانتے بلکہ وہ قرآن کے ہر اس اعلان کے منکر ہیں جن میں یہ کہا گیا ہو کہ ”قرآن میں ہر ہر چیز کی تفصیل موجود ہے (یوسفؑ ۱۱۱ / ۱۲) یعنی قرآن کسی مُلّا کے اجتہاد کا محتاج نہیں اس میں قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کی ضروریات و مسائل و مشکلات کا حل موجود ہے“ اس اصول کے ماتحت وہ نہیں مانتے کہ ”کتاب مبین میں ہر ہر ذرہ اور ذرات سے بھی چھوٹی یا بڑی چیزوں کا ذکر کردیا گیا ہے “(۳ / ۳۴) اور اس انکار کے لئے یہ ترکیب کی جاتی ہے کہ ”کتاب مبین“کو کبھی تو لوح محفوظ کہہ دیا جاتا ہے اور کبھی اللہ کے پاس رہنے والا کوئی ریکارڈ یا کتاب بتا دی جاتی ہے ۔ مثلاً علامہ کے اس ترجمہ کو دیکھ لیں اور فیصلہ کرلیں کہ بڑی چالاکی سے مسلمان عوام کو فریب دیتے ہیں ۔

(۱۔الف) علامہ کی ترجمانی مسلمانوں کو فریب دینے کا شاہکار ہے مگر ہم انہیں ان کے قلم سے ماخوذ کرتے ہیں۔

”اس سے ذرہ برابر کوئی چیز نہ آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے نہ زمین میں ۔ نہ ذرے سے بڑی اور نہ اس سے چھوٹی سب کچھ ایک نمایاں دفتر میں درج ہے “(تفہیم القرآن جلد۴صفحہ۱۷۴)
یوں علامہ نے لفظ ”کتاب مبین“ کا ترجمہ ”ایک نمایاں دفتر“ کرکے قرآن پر اپنے کفر کی چادر ڈال دی اور اس کی عظمت کو چھپا دیا ہے ۔مگر ایک سوال ہے کہ علامہ کا بتایا ہوا ”نمایاں دفتر“خود اللہ ہی ہے؟یا کوئی الگ رجسٹر،کتاب یا فائل (FILE) ہے؟ جس میں ہر ذرے کی تفصیل لکھی ہوئی یا درج ہے ۔

الْاَرْضِ وَ لَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۳

زمین کے اور نہ چھوٹا اس سے اور نہ بڑا مگر بیچ کتاب بیان کرنے والی کے ہے

لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ

تو کہ بدلا دیوے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے یہ لوگ واسطے ان کے

مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ۴ وَ الَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْۤ اٰیٰتِنَا

بخشش ہے اور رزق باکرامت اور جن لوگوں نے سعی کی بیچ نشانیوں ہماری کے

مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۵

عاجز کرنے والے ہو کر یہ لوگ واسطے ان کے عذاب ہے سخت قسم سے درد دینے والا

جو کتاب مبین یعنی قرآن کریم میں موجود نہ ہو یعنی قرآن مجید میں اس کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا پورا تعارف موجود ہے۔ (۴) یہ ذرہ ذرہ کا علم قرآن میں اس لئے رکھا گیاہے کہ ان لوگوں کو جزا عطا کرے جو ایمان اور اصلاحی اعمال پر کاربند رہے چنانچہ ان لوگوں کے لئے مکمل تحفظ ہے اور مفید ترین رزق طے شدہ ہے۔(۵) اور جن لوگوں نے ہماری آیات میں مین میخ نکال کر ہمیں عاجز کردینے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے ان کے لئے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے

(۱) لوح یا دفتر کون اور کہاں ہے ؟ قرآن کے الفاظ ''کتاب مبین'' بھی اور علامہ کے ترجمے کے الفاظ بھی یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ خود نہ وہ کتاب مبین ہے نہ ہی وہ دفتر ہے تو پھر یہ بتانا ہو گا کہ وہ دفتر، یا کتاب مبین، یا لوح محفوظ کہاں ہے؟ کس کی تحویل میں ہے؟ ظاہر ہے کہ علامہ ان دونوں سوالات کا جواب نہیں دے سکتے۔ لہٰذا انہیں یہ بتا کر گفتگو کو جاری رکھیں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود ہی لوح محفوظ ہیں۔ وہی قلم مبارک ہیں اور انہی کو علوم خداوندی کا ذخیرہ اور خزانہ فرمایا گیا وہی عرش و کرسی ہیں (کافی اور دیگر کتب احادیث)

(۲) علامہ کے ترجموں سے حق ثابت کرنے کے لئے ان کی باطل کوششوں کو دیکھنا ہو گا۔

اب ہم دکھاتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں بڑے سادہ اور واضح الفاظ میں کتاب مبین کے معنی قرآن مجید بتائے ہیں اور علامہ کو مجبور کیا ہے کہ وہ وہاں پر صحیح معنی کریں۔ آیت پڑھئے ارشاد ہے:

الٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۱ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا ۲ یوسف

علامہ کا ترجمہ: ا،ل،ر، یہ اُس کتاب کی آیات ہیں جو اپنا مدعا صاف صاف بیان کرتی ہے، ہم نے اسے نازل کیا ہے قرآن بنا کر عربی زبان میں تاکہ تم (اہل عرب) اس کو اچھی طرح سمجھ سکو''(تفہیم القرآن جلد۲ صفحہ ۳۸۳) قارئین دیکھ لیں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ قرآن کو ہی ''کتاب مبین'' کہتا ہے۔ اور یہ کہ ''مبین'' کے معنی علامہ کے نزدیک بھی ''اپنے مدعا کو صاف صاف بیان کرنے'' کے ہیں۔ لہٰذا سابقہ اور زیر بحث آیت میں علامہ نے جس ''کتاب مبین'' کو ایک ''نمایاں دفتر'' لکھا تھا۔ اسے علامہ ہی کی رو سے ایک ایسا دفتر ہونا چاہئے جو کہ انسانوں کے سامنے لایا جاسکے اور جو اپنے مدعا کو صاف صاف بیان کر سکے اور کیوں یہ تکلف کیا جائے کیوں نہ مان لیا جائے کہ کتاب مبین قرآن ہے جس میں ہر ذرہ کی تفصیل صاف صاف بیان کر دی گئی ہے؟ مگر افسوس کہ قرآن کو غصب کرنے والے سب کچھ تھے مگر قرآن کے عالم نہ تھے چنانچہ اگر وہ جاہل یہ مان لیتے کہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ اس میں ساری کائنات کی مخلوقات کا حال اور ان سب کی ضروریات کا تدارک صاف صاف بیان کر دیا ہے تو وہ دنیا کو ہر ضروری بات قرآن سے نکال کر کیسے دکھاتے؟ اور ایسا ہوتا تو ان کی لیڈری کیسے چمکتی اور انہیں امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین بن جانے کا موقع کہاں ملتا؟ وہ جاہل تھے۔ ظالم و جابر تھے انہوں نے خدا بھی ایسا بنایا جس کے لئے عدل ضروری نہ ہو۔ وہ خطاکار و گنہگار تھے انہوں نے رسولؐ کو بھی خطاکار و گناہگار مانا ان کا علم محدود و سطحی تھا لہٰذا انہوں نے قرآن کو ایک ایسی کتاب مانا جو ہر زمانے کے علما اور سرپنچوں کے اجتہادات و تجربات کی محتاج رہے گی لہٰذا علامہ قرآن کو ایسی کتاب کیسے مانیں جس میں ساری کائنات کے ذرے ذرے کا علم موجود ہو؟ لہٰذا جہاں جہاں قرآن ہمہ گیری کا دعویٰ کرتا ہے وہ اس دعویٰ کو گھما پھرا کر جہالت و محدودیت کی طرف موڑ لاتے ہیں لیکن ہم ان کی خیانتیں ان کی عمداً چوریاں اور ان کی بد دیانتی خود ان کے قلم اور ان کے مسلمات سے دکھاتے جا رہے ہیں۔

وَ يَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ
اور جانتے ہیں وہ لوگ کہ دئے گئے ہیں علم وہ جو اتارا گیا ہے طرف تیری
مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَ يَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ
پروردگار تیرے سے وہ ہے حق اور راہ دکھاتا ہے طرف راہ غالب
الْحَمِيْدِ ۝ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ
تعریف کئے گئے کی اور کہا ان لوگوں نے کہ کافر ہوئے کیا راہ بتاویں ہم تم کو

(۶) اے نبیؐ وہ لوگ جنہیں ہم نے وہی علم عطا کر رکھا ہے جو تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے خوب جانتے ہیں کہ تم پر نازل ہونے والا ضابطہ حیات حق ہے اور خدائے غالب و مستحق حمد وثنا کے برقرار رہنے والے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے ۔ (۷) اور جن لوگوں نے حق پوشی کی اسکیم شروع کی ہوئی ہے انہوں نے کہا کہ کیا ہم تمہیں ایسے شخص کا

(۳) قرآن ہی کتاب مبین ہے بقلم علامہ: چنانچہ آپ دوسرا مقام دیکھیں جہاں علامہ کتاب مبین کو قرآن مانتے ہیں ۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ المائدۃ

علامہ کا ترجمہ: " تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آ گئی اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ سے .. (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۵۶)

(۴) محمدؐ مجسم نوؔر ہیں ۔ اس آیہ مبارکہ میں حضوؐر کو نوؔر فرمایا گیا ہے اور انہیں بشر بھی فرمایا ہے ۔جس کے معنی ایک "نوری بشر" ہوتے ہیں اور کچھ نہیں ۔ قرآن کریم کو کتاب مبین اور کتاب مبین کو قرآن مجید ماننے کا ایک اور مقام ملاحظہ ہو ۔ جہاں خود قرآن کے الفاظ بھی جبر کر رہے ہیں ۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ الشعراء

علامہ کا ترجمہ: "یہ کتاب مبین کی آیات ہیں" حاشیہ ا ۔ یعنی یہ آیات جو اس سورے میں پیش کی جارہی ہیں اس کتاب کی آیات ہیں جو اپنا مدعا صاف صاف کھول کر بیان کرتی ہے ۔" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۷۶)

(۵) علامہ کے اقبال جرم پر چوتھی آیت کی گواہی ۔ علامہ کی بد دیانتی اور غلط ترجمانی اور قرآن کی ہمہ گیری کے انکار پر ایک اور مقام دیکھ لیں ۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ :

تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ النمل

علامہ کا ترجمہ "یہ آیات ہیں قرآن اور کتاب مبین کی، ہدایت اور بشارت ان ایمان لانے والوں کے لئے۔الخ (سورۃ نمل ۱ / ۲۷ تفہیم القرآن ۳ جلد صفحہ ۵۵۴)

طول کے خوف سے یہاں علامہ پر مزید گرفت کو بند کر کے قارئین سے پوچھنا ہے کہ کیا آیہ زیر بحث (۳ / ۳۴) میں ہم نے غلط ترجمہ کیا ہے ؟ کیا اس آیت سے یہ سمجھنا غلط ہے کہ اللہ نے اس قرآن میں کائنات کے ذرہ ذرہ اور اس کی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی اور ہر جاندار و بے جان کی تفصیل بیان فرما دی ہے؟ اگر آپ اب بھی اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں تو اس آیت کا بھی انکار کر دیں جس میں اللہ نے فرمایا ہے اور علامہ نے ترجمہ کیا ہے کہ:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴿۸۹﴾ النحل

"ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کر دی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے (تفہیم القرآن ۲ جلد صفحہ ۵۶۴)

(۶) آیات (۶ تا ۴ / ۳۴) میں قرآن اور صاحبانؑ قرآن کو کائناتی ہمہ گیری دینے کا سبب نوع انسانی کی ترقی وجزا ہے۔

چونکہ تخلیق کائنات کا سبب اور مقصد نوع انسانی کی ارتقائی ترقی اور انہیں لا انتہیٰ قدرت و حیات فراہم کرنا ہے ۔ اس لئے ایسے ضابطہ حیات اور ایسے معلمینؑ کی ضرورت تھی کہ جو ہر زمانے کے انسانوں کو بے روک ترقی کا وہ تمام سامان ہدایات فراہم کر سکیں جس کی مختلف زمانوں میں انسانوں کو ضرورت و احتیاج پیش آئے ۔ لہٰذا اللہ نے اس لامحدود کائنات میں وہ تمام چیزیں پیدا کیں اور پیدا کرتا جائے گا جن کی انسانوں کو ضرورت پڑتی جائے ۔ چنانچہ اس ہمہ گیر کائنات کے ہمہ گیر

عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ

اوپر اس شخص کے کہ خبر دیتا ہے تم کو جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے نہایت

مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۚ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى

ریزہ ریزہ ہو جانا تحقیق تم البتہ بیچ پیدائش نئی کے ہوگے کیا باندھ لیا ہے اس نے

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اوپر اللہ کے جھوٹ یا اس کو جنون ہے بلکہ وہ لوگ کہ نہیں ایمان لاتے

بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَ الضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا

ساتھ آخرت کے بیچ عذاب کے اور گمراہی دور کی ہیں۔ کیا پس نہیں دیکھا انہوں نے

اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ

طرف اس چیز کی کہ آگے ان کے ہے اور جو کچھ پیچھے ان کے ہے آسمان سے

وَ الْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ

اور زمین سے اگر چاہیں ہم دھنسا دیویں ساتھ ان کے زمین کو یا ڈال دیں اوپر ان کے

اتا پتا بتائیں جو تمہیں غیبی خبر دے گا کہ جب تمہارے جسم کا ذرہ ذرہ منتشر ہو کر بکھر چکا ہو گا اس کے بعد تمہیں نئے سرے سے پیدا کر دیا جائے گا (۸) اللہ جانے وہ شخص اللہ کے نام سے جھوٹی ایجادات کر رہا ہے یا پھر اسے پاگل پن کا عارضہ ہے نہیں ایسا نہیں بلکہ جو لوگ اللہ کو ماننے والے ہو کر آخرت کے نتائج پر ایمان نہیں رکھتے وہ اِدھر دور پار کی گمراہی میں مبتلا ہیں اور اُدھر عذاب سے گھرے ہوئے ہیں (۹) کیا انہوں نے اپنے سامنے اور پیچھے زمین و آسمان کو کبھی نہیں دیکھا جو انہیں گھیرے ہوئے ہیں چنانچہ اگر ہم چاہیں تو ان سمیت زمین کو دھنسا دیں اور اگر چاہیں تو ان کے اوپر اس آسمان کے ٹکڑے گرا دیں بلاشبہ اس بیان میں ہر اس بندے کیلئے معجزہ کی تعلیم موجود ہے

معلمینؑ میں سے پہلے اور سب سے چھوٹے معلمؑ حضرت آدمؑ کو اللہ نے مندرجہ بالا مقصد کے لئے پوری کائنات اور کائنات کی تمام مخلوقات و موجودات سے تعارف کرایا تھا۔ انہیں کائنات کی ہر چیز کی تعلیم دے کر دنیا میں بھیجا تھا۔ (بقرہ،۳۱/ ۲) تاکہ وہ پوری قدرت و علمی قابلیت سے دنیا کو مطلوبہ دنیا بنانے کی تمہید شروع کریں ان کے بعد بتدریج بڑے سے بڑے پروگرام والے معلمؑ آتے رہے جنہیں زندگی اور موت تک پر اختیار دیا جاتا رہا جو ہواؤں اور فضاؤں کو مسخر کرنے کی تعلیم دیتے رہے یہاں تک کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی ظاہری و مادی نبوت کا اعلان فرمایا جو ہر ہر حیثیت سے ظہور خداوندی ہیں جن کی ذات پاک اور علم و صفات کے لئے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اس کے سو فیصد نمائندے اور اس کی تمام قدرت و علم و صفات کے مظہر ہیں خود لوح محفوظ اور مجسم قرآن ہیں اور اس کائنات پر محیط ہیں۔ اور اس کے ہر ذرہ پر مطلع ہیں جیسا کہ آیت (۳ / ۳۴) میں فرمایا ہے۔ اور یہ علم و قدرت اس لئے دی گئی ہے اور کائناتی معلومات و قوانین اس لئے کتاب میں جمع کر دیئے ہیں کہ اطاعت شعار بندوں کو ان کی جزا اور انعامات دیئے جاتے رہیں اور ان کی ترقی کے لئے بہترین سامان فراہم کیا جاتا رہے (۴ / ۳۴) اور جو لوگ قرآن کی فراہم کردہ ہدایت و آیات کی خلاف ورزی کر کے نتائج کو تبدیل کرنے میں کوشاں ہوں ان کو سخت ترین عذاب و آلام کے دائرے میں گھیر دیا جائے (۵ / ۳۴) اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ نبیؐ کے ساتھ کچھ ایسے بزرگ ترین افراد بھی ہیں جن کو وہی کچھ پہلے سے عطا کیا جا چکا ہے۔ جو نبیؐ پر نازل ہوا ہے اور جس کی حسب ضرورت لوگوں کو تعلیم دی جا رہی ہے۔ (۶ / ۳۴) تاکہ یہ حضراتؑ قیامت تک اس نظام کو جاری رکھیں جس کا تذکرہ آیات (۵۔۴ / ۳۴) میں ہوا ہے اور جس کے ابتدائی مراحل کو حضورؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم طے کرا رہے ہیں۔ ان ہی حضراتؑ کے لئے فرمایا گیا تھا کہ یہ قرآن تو پہلے ہی سے ان حضرات کے سینوں میں آیات کی صورت میں لکھا ہوا ہے۔ جنہیں روز ازل سے علم عطا کیا جا چکا ہے (عنکبوت ۴۹ / ۲۹) ان کو پہلے سے کتاب دیئے جانے اور اسے حق سمجھنے کی اطلاع قرآن نے دی ہے (بقرہ ۱۴۴ / ۲) یہ وہ اہل کتاب نہیں جو ہزاروں معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے (بقرہ ۱۴۵ / ۲) یہ وہ اہل کتاب ہیں جو پہلے ہی سے ایمان رکھتے ہیں۔

كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ؏
ٹکڑا آسمان سے تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے واسطے ہر بندے رجوع کرنے والے
وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ
کے اور البتہ تحقیق دی ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بزرگی اے پہاڑ رجوع سے
اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَ الطَّيْرَ ۚ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ⑩
تسبیح کرو ساتھ اس کے اور اڑتے جانور اور نرم کیا ہم نے واسطے اس کے لوہا
اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ
یہ کہ بنا زرہیں پوری اور اندازہ رکھ ایک دوسرے کے پرونے میں اور عمل کرو اچھے
اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ⑪ وَ لِسُلَيْمٰنَ
تحقیق میں ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم دیکھنے والا ہوں اور واسطے سلیمان کے
الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا
مسخر کیا باؤ کو کہ صبح کی سیر اس کی ایک مہینے کی راہ اور شام کی سیر اس کی
شَهْرٌ ۚ وَ اَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَ
ایک مہینے کی راہ اور بہایا ہم نے واسطے اس کے چشمہ گلے ہوئے تانبے کا اور
مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ
جنوں میں سے ایک لوگ تھے کہ خدمت کرتے تھے آگے اس کے ساتھ حکم
رَبِّهٖ ؕ وَ مَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ
رب اس کے کے اور جو کوئی کجی کرے ان میں سے حکم ہمارے سے چکھاویں گے ہم اس کو
مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ
عذاب دوزخ کے سے بناتے تھے واسطے اس کے جو کچھ وہ چاہتا تھا قلعوں سے اور

جونبیوںؑ کی نیابت خداوندی کو ماننے اور عمل کرنے والا ہو ۔ (۱۰) اور یقیناً ہم نے داؤدؑ کو اپنی طرف سے بہت فضیلت عطا کی تھی اور ہم نے حکم دیا تھا کہ اے پہاڑو اور اڑنے والی مخلوق تم سب مل کر اس کے ساتھ ہم آہنگی اور تعاون اختیار کرلو اور ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا (۱۱) اور ہدایت کر دی تھی کہ تو اس نرم لوہے سے زرہیں اور اسلحہ تیار کر اور ان کو ٹھیک پیمائشوں کے اندر اندر رکھا کرنا اور یہ کہ اس کے ساتھی سب اعمال صالحہ بجا لائیں یقیناً میں تمہارے تمام اعمال کو دیکھتا ہوں (۱۲) اور سلیمانؑ کے لئے ہم نے ہواؤں کو مسخر کر دیا تھا ۔ وہ صبح کے اور شام کے اوقات میں ایک ماہ کے سفر کے برابر سیر و سفر کرلیتا تھا ۔ اور ہم نے اس کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کر دیا تھا۔ اور جنوں میں سے ضرورت کے مطابق جنات ان کے ماتحت ہمارے قانون کے مطابق مختلف خدمات انجام دیا کرتے تھے اور جس کسی جن نے بھی ہمارے حکم کی اطاعت میں کدورت اور سرتابی کی ان کو بھڑکتی ہوئی آگ کا مزا چکھائیں گے ۔ (۱۳) جنوں کا یہ عملہ جو کچھ سلیمانؑ چاہتا تھا وہی کچھ کرتے تھے ۔ اونچی محراب دار عمارتیں

(۱۲۱ / ۲ بقرہ) بہرحال اس حقیقت کا انکار تو کافروں سے بھی نہ ہو سکا کہ علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام ساری اُمت کے لئے واجب التعظیم ہیں اور جو اپنے معاملات میں مختار رہیں اور رسوؐل کی طرف سے جن پر باز پرس نہیں ہے اور جن سے بے توجہی خود رسوؐل کو ظالموں کے گروہ میں ڈھکیل سکتی ہے۔ (انعام ۵۳۔۵۲ / ۶)

(۳) آیات (۱۴ تا ۱۰ / ۳۴) میں فضائل حضرات داؤدؑ و سلیمانؑ کو بلفظہا ماننا لازم ہے ۔

نظام اجتہاد چونکہ درپردہ اسلام دشمن محاذ ہے اس لئے تمام مجتہدین کبھی بھی معجزات اور فضائل انبیاء علیہم السلام کو من و عن تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کو مادی صورت دے کر قبول کیا کرتے ہیں ۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہے کا نرم ہو جانا انہوں نے یوں نہیں مانا

تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ

ہتھیاروں سے اور تصویریں اور لگن مانند تالابوں کے اور دیگیں ایک جگہ دھری

اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ

رہنے والیں عمل کرو اے آل داؤدؑ کی واسطے شکر کے اور تھوڑے ہیں بندوں میرے

الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ

سے شکر کرنے والے پس جب مقرر کیا ہم نے اوپر اس کے موت کو نہ خبر دار کیا

عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا

ان کو اوپر موت اس کی کے مگر کیڑے نے گھن کے کہ کھاتا تھا عصا اس کا پس جب

خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي

گر پڑا جانا جنوں نے یہ کہ اگر ہوتے جانتے غیب کو نہیں رہتے بیچ

الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ

عذاب ذلیل کرنے والے کے البتہ تحقیق تھی واسطے قوم سبا کے بیچ

مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ

گھروں ان کے کے نشانی دو باغ داہنی طرف سے اور بائیں طرف سے کھاؤ رزق

رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ

پروردگار اپنے کے سے اور شکر کرو واسطے اس کے شہر ہے پاکیزہ اور پروردگار ہے

غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ

بخشنے والا پس منہ پھیر لیا انہوں نے پس بھیجی ہم نے اوپر ان کے رَو زور کی اور

بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ

بدل دیا ہم نے ان کو بدلے دو باغوں ان کے کے دو باغ میووں والے بدمزہ اور جھاؤ اور

اور تصویریں اور مجسمے اور بڑے بڑے حوضوں تالابوں جیسے تسلے اور اپنی جگہ سے ہٹائی نہ جانے والی دیگیں بناتے رہتے تھے اے داؤدؑ کی آلؑ تم لوگ شکر ادا ہوتے رہنے والے اعمال بجا لاتے ہو اس لئے کہ باقی لوگوں کی کثرت اور انبوہ میں میرے بندوں میں شکر گزار بہت کم ہیں ۔ (۱۴) اور جب ہم نے سلیمانؑ کے لئے موت کا حکم نافذ کر دیا تو ان کے ماتحت جنات کو سلیمانؑ کی موت کا پتہ دینے والی اور کوئی چیز نہ تھی سوائے گھن کے اس کیڑے کے جواُن کے عصا کو کھاتا جا رہا تھا۔ چنانچہ جب عصا اور سلیمان گر پڑے تب جنوں پر ان کی موت کی حقیقت کھل گئی کہ اگر وہ غیب کی باتیں جانتے ہوتے تو اس رسوا کرنے والے عذاب میں مبتلا نہ رہتے (۱۵) قوم سبا کے لئے تو خود ان کے اپنے گھروں اور علاقے میں ایک معجزہ موجود تھا یعنی دو قدرتی باغ تھے ایک دہنی طرف والا دوسرا بائیں طرف کا ان کو یہ سہولت حاصل تھی کہ اپنے پروردگار کے دیئے ہوئے اس رزق میں سے جس طرح چاہیں کھائیں پئیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہیں جو کہ سامان تحفظ فراہم کرنے اور پالنے والا ہے ۔ (۱۶) مگر انہوں نے روگردانی کر لی لہٰذا ہم نے ان پر ایسا سیلاب بھیجا جو بند کے ٹوٹنے سے آیا تھا اور سابقہ دونوں باغوں کے بدلے میں دو اور باغ ایسے دیدئے جن میں کڑوے کسیلے پھل والے درخت اور جھاؤ کے درخت

کہ داؤد علیہ السلام ہاتھ لگائیں تو لوہا موم کی طرح نرم ہو کر ایسا ہو جاتا تھا کہ وہ اسے جس صورت میں چاہتے تھے تبدیل کرتے چلے جاتے تھے بلکہ انہوں نے یوں بیان کیا ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اپنے سے پہلے کے لوگوں کے نسخوں کو استعمال کیا لوہے کو پگھلانا سیکھا اور پگھلے ہوئے لوہے کو استعمال کرنے کو لوہے کا نرم ہو جانا مانا ہے ۔ اسی طرح حضرت سلیمانؑ کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے کو بھی مانا ہے۔ ہواؤں کی تسخیر کو بھی بادبانی کشتیوں کے استعمال سے تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے کہ بحری بیڑے اور جہازوں کی کثرت تھی ۔

(۳۔ الف) انبیاؑ کی قدرت کا انکار اور بادل ناخواستہ اقرار کی ترکیب: اور بڑے تکلف سے یہ بھی لکھا ہے کہ "اللہ

تعالیٰ کا حضرت سلیمانؑ پر یہ کرمِ خاص تھا کہ ہوا ہمیشہ ان کے دونوں بحری بیڑوں کو ان کی مرضی کے مطابق ملتی تھی ۔

شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَ هَلْ

کچھ بیر سے تھوڑے یہ بدلا دیا ہم ان کو بسبب اس کے کہ کفر کیا انہوں نے اور نہیں

نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾ وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ الْقُرَى

جزا دیتے ہم مگر ناشکر کو اور کیا تھا ہم نے درمیان ان کے اور درمیان ان گاؤں کے

الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِيْهَا

کہ برکت دی ہم نے بیچ ان کے بستیاں ظاہر اور مقرر کر دی تھیں ہم نے بیچ ان کے

السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَ اَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا

سرائیں اترنے کی چلو بیچ اس کے راتوں کو اور دنوں کو امن سے پس کہا انہوں نے

رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

اے رب ہمارے دوری ڈال درمیان سفروں ہمارے کے اور ظلم کیا انہوں نے جانوں اپنی کو

فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ

پس کر دیا ہم نے ان کو باتیں اور ٹکڑے ٹکڑے کیا ہم نے ان کو نہایت ٹکڑے کرنا

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَ

تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے اور

لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا

البتہ تحقیق سچا کیا اوپر ان کے ابلیس نے گمان اپنا پس پیروی کی اس کی مگر

تھے اور تھوڑی سی بیریاں تھیں۔ (۱۷) وہ ان کی حق پوشی کی جزا تھی جو ہم نے ان کو دی تھی اور ناشکرے انسانوں کے علاوہ ہم ایسا بدلہ کسی اور کو نہیں دیا کرتے۔ (۱۸) اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان، جن کو ہم نے برکت دی تھی، نمایاں بستیاں آباد کر دی تھیں اور ان میں سفر کی مسافتیں ایک اندازے پر رکھ دی تھیں۔ چلو پھرو ان راستوں میں رات دن پورے امن کے ساتھ۔ (۱۹) مگر انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہمارے سفر کی مسافت لمبی کر دے انہوں نے اپنے اوپر خود ظلم و زیادتیاں کی تھیں چنانچہ ہم نے انہیں داستانِ پارینہ بنا کر رکھ دیا۔ اور انہیں بہت بری طرح توڑ پھوڑ کر منتشر کر کے رکھ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان واقعات وبیانات میں مکمل طور پر صبر و شکر کرنے والوں کے لئے معجزات موجود ہیں۔ (۲۰) اُن کے اعمال و افکار کے ذریعہ سے ابلیس نے اپنے اعلان کردہ گمان اور تخمینہ کو سچ کر دکھایا (۸۲ / ۳۸) اور ان میں سے مومنوں کے ایک فرقے کے علاوہ

تاہم اگر ہوا پر حضرت سلیمانؑ کو حکم چلانے کا بھی کوئی اقتدار دیا گیا ہو جیسا کہ: تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ ﴿۳۶﴾ ص (اس کے حکم سے چلتی تھی) کے ظاہر الفاظ سے مترشح ہوتا ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے وہ اپنی مملکت کا آپ مالک ہے۔ اپنے جس بندے کو جو اختیارات چاہے دے سکتا ہے۔ جب وہ خود کسی کو کوئی اختیار دے تو ہمارا دل دکھنے کی کوئی وجہ نہیں" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۷۷) آپ نے دیکھا کہ علامہ نے آیت کے وہ الفاظ بھی لکھ دئے جن کی رو سے ہوا کا حضرت سلیمانؑ کے حکم سے چلنا ثابت ہے لیکن اس کے باوجود جملہ "تاہم اگر ہوا پر حضرت سلیمانؑ کو حکم چلانے کا بھی کوئی اقتدار دیا گیا ہو" لکھ کر ثابت کر دیا کہ دیا گیا ہوتا تو علامہ ضرور مان لیتے مگر تاہم دیا نہیں گیا تھا بحری بیڑوں کی بات ہے۔

(۴) آیات (۲۱-۲۰ / ۳۴) میں ثابت ہے کہ مومنین کے ہمیشہ سے دو فرقے رہتے آئے ہیں۔

ہمارے اس ترجمے اور تشریحات کا اوّلین مقصد یہ ہے کہ ہم یہ دکھائیں کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضورؐ ختمی مرتبت تک ہر نبیؑ کے ساتھ ابلیسی نظام برسرپیکار رہتا اور حقیقی دین میں تبدیلیاں کرتا چلا آیا ہے۔ اور یہ کہ آنحضرتؐ کی تعلیمات اور قرآن کے ساتھ بھی وہ تبدیل و تحریف کا نظام وابستہ رہا اور اس نے اس قرآن کے مفاہیم و مطالب کو اپنے اجتہاد سے الٹ کر پیش کیا تھا (فرقان ۳۱ تا ۲۷ / ۲۵) چنانچہ یہاں آیات (۲۱-۲۰ / ۳۴) میں اس ابلیسی نظام کی قدامت اور کامیابی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ ابلیس نے حضرت آدمؑ کی مخالفت اور نبوت و رسالت کے خلاف محاذ کا اعلان کرتے وقت یہ دعویٰ کیا تھا کہ اے اللہ:

فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۰﴾ وَ مَا كَانَ لَهٗ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اِلَّا
ایک فرقے نے ایمان والوں سے اور نہیں تھا واسطے اس کے اوپر ان کے کچھ غلبہ مگر
لِنَعۡلَمَ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَةِ مِمَّنۡ
تو کہ ظاہر کریں ہم اس شخص کو کہ ایمان لاتا ہے ساتھ آخرت کے جدا اس شخص سے کہ
هُوَ مِنۡهَا فِىۡ شَكٍّ ؕ وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ حَفِيۡظٌ ﴿۲۱﴾
وہ اس آخرت سے بیچ شک کے ہے اور پروردگار اوپر ہر چیز کے نگہبان ہے

باقی مومنوں کافروں اور دوسرے لوگوں نے ابلیس کی پیروی اختیار کرلی تھی۔ (۲۱) حالانکہ ابلیس کو ان پر کوئی اقتدار و غلبہ حاصل نہ تھا۔ مگر جو کچھ ہوا وہ اس لئے ہوا کہ ہم یہ دیکھنا اور جاننا چاہتے تھے کہ کون کون آخرت کو ماننے والا ہے اور کون کون آخرت کے بارے میں مشکوک ہے اے رسولؐ تیرا پروردگار تو ہر ہر چیز پر نگہبانی رکھتا ہے۔

(۴۔ الف) ابلیس کے اعلانات اور دعاوی۔ (۱) ''میں صراط مستقیم پر اپنا کیمپ قائم کرکے اولاد آدمؑ کو روکنے کے لئے انہیں چاروں طرف سے گھیرے میں رکھوں گا اور نتیجہ یہ ہو گا کہ تو ان کی کثرت کو ناشکرا پائے گا۔(اعراف ۱۷۔۱۶ / ۷)
(۲) ''میں اس دنیا کی زندگی اس طرح سجا کر اور دلفریب بنا کر پیش کروں گا کہ تیرے چند خاص خاص بندوں کے علاوہ باقی سب کو اغوا و گمراہ کرکے چھوڑوں گا'' ۔(حجر ۴۰۔۳۹/۱۵)
(۳)) ''میں اولاد آدمؑ کے تھوڑے لوگوں کے علاوہ باقی تمام کی جڑ بنیاد ہی اکھیڑ دوں گا ۔ (بنی اسرائیل ۶۲/۱۷)
اللہ نے یہاں (۲۱۔۲۰ / ۳۴) تصدیق فرما دی ہے کہ آخر کار ابلیس نے جو دعویٰ کیا تھا اسے صحیح ثابت کر کے دکھایا ہے۔ اور ابلیس کی جدوجہد کا نتیجہ یہ برآمد ہو چکا ہے کہ قوم سباء میں جو لوگ ایمان لائے تھے ان میں سے بھی صرف ایک فرقہ ایسا بچا جو کسی طرح ابلیسی نظام پر نہ چلا۔ چنانچہ مومنین کے دو فرقے ثابت ہو گئے جن میں سے ایک فرقہ حق پر قائم رہا اور دوسرا گمراہ ہو گیا۔ مطلب یہ نہیں کہ وہ کافر ہو گیا یا منافق رہا یا اپنے سابقہ باطل مذہب پر واپس چلا گیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان ہی ایسا لایا جو ایمان نہ تھا بلکہ اجتہاد تھا۔

(۴ ۔ ب) آیت (۲۰ / ۳۴) میں علامہ اینڈ کمپنی کو خطرہ محسوس ہو کر رہا ہے۔ چونکہ بات اجتہادی ایمان کی تھی اس لئے علامہ سمجھ گئے اور ترجمہ میں آیت کا رخ اجتہادی مومنین کی طرف سے ہٹا کر کافروں کی طرف موڑ دیا یعنی ترجمہ یوں کر دیا: وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُۥ فَٱتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۰﴾ سبأ
علامہ کا غلط ترجمہ : ان کے معاملہ میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا اور انہوں نے اُسی کی پیروی کی، بجز ایک تھوڑے سے گروہ کے جو مومن تھا۔''(تفہیم القرآن جلد۴ صفحہ ۱۹۳۔۱۹۴)
علامہ کے ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے ابلیس کی اتباع نہیں کی وہ تمام مومنین تھے''یعنی مومنین میں سے کسی نے بھی ابلیس کی پیروی نہیں کی تھی''اور آیت کہتی ہے کہ ''مومنین میں سے ایک فرقہ کے علاوہ باقی تمام مومنین نے بھی ابلیس کی اتباع کرلی تھی'' مطلب یہ ہوا کہ علامہ نے ان مومنین کو محفوظ کر لیا جو ایمان لا کر بھی ابلیس کے پیرو رہتے ہیں یعنی ایمان ہی ابلیسی اجتہاد کے ماتحت لاتے ہیں۔ وہ اللہ ، رسولؐ اور قرآن کو من و عن نہیں مانتے۔ بلکہ جیسا اللہ جیسا رسولؐ اور جیسا قرآن اجتہاد بتاتا ہے ویسا مانتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے بار بار دکھایا ہے کہ علامہ اپنے بزرگ مجتہدین کو محفوظ رکھنے کے لئے عہد رسولؐ کے اجتہادی مومنین کو مومن ماننے کے بجائے ان کے مخالفانہ اعمال پر نفاق کی چادر ڈال کر منافقوں کے سر لگا دیا کرتے ہیں۔ مگر ہم علامہ کے ترجمہ کی یہ چوری بھی حسب سابق ان ہی کے اپنے ترجمہ سے پکڑ کر دکھاتے ہیں۔ آپ اس بات کو یاد رکھیں کہ اللہ نے آیت (۲۰ / ۳۴) فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ (مومنین میں سے ایک فرقہ نے) فرمایا ہے۔

علامہ کا اپنا ترجمہ انہیں بددیانت ثابت کرتا ہے۔ اب اسی جملہ کا صحیح ترجمہ علامہ کے قلم سے دیکھ لیں۔اللہ نے فرمایا ہے کہ:
وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ لَكَـٰرِهُونَ ﴿۵﴾ الأنفال علامہ کا ترجمہ : اور مومنوں میں سے ایک گروہ کو یہ سخت ناگوار تھا''

(۲۲) ان سے کہہ دو کہ تم اپنے ان مقدس لیڈروں کو بلاؤ جنہیں تم اللہ کے علاوہ قابل اطاعت سمجھتے ہو وہ نہ تو آسمانوں میں ذرہ برابر کسی چیز کے مالک ہیں نہ زمین میں کوئی چیز ان کی ملکیت ہے اور نہ ہی ان لیڈروں کو زمین و آسمان میں کسی قسم کی شرکت حاصل ہے اور نہ ہی ان میں اللہ کا کوئی پشت پناہ ہے۔ (۲۳) اور اللہ کے حضور کوئی سفارش بھی مفید نہیں ہوسکتی بجز اس شخص کے کہ جس کے لئے اللہ نے سفارش کرنے کی اجازت دے رکھی ہو حتّٰی کہ جب لوگوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو وہ سفارش کرنے والوں سے پوچھیں گے کہ

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ

کہہ کہ پکارو تم ان لوگوں کو کہ گمان کرتے ہو تم ان کو سوائے خدا کے نہیں مالک ہوتے

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ

برابر ایک ذرہ کے بیچ آسمانوں کے اور نہ بیچ زمین کے اور نہیں واسطے ان کے

فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾

بیچ ان دونوں کے کچھ ساجھا اور نہیں واسطے اس کے ان میں سے کوئی پشتیبان

وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ

اور نہیں فائدہ دیتی شفاعت نزدیک اس کے مگر واسطے اس شخص کے کہ اذن دیوے

لَهٗ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ

وہ واسطے اس کے وہ منتظر رہتے ہیں حکم اس کے کے یہاں تک کہ جب دور کیا جاتا ہے

(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۳۱) دیکھا آپ نے کہ یہاں وہی جملہ "فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" آیا ہے۔ اور علامہ نے صرف اس لئے صحیح ترجمہ کر دیا کہ سارے مومنین رسولؐ کے مخالف ثابت نہ ہو جائیں۔ ورنہ آیت (۲۰ / ۳۴) کے ترجمہ کی طرح اس آیت کا ترجمہ بھی یوں ہونا چاہئے تھا کہ "اور یقیناً ایک گروہ کو یہ سخت ناگوار تھا جو مومن گروہ تھا" یا یہ کہ "مومن گروہ کو یہ سخت ناگوار تھا" معلوم و ثابت ہوا کہ علامہ نے غلط ترجمانی و تفہیم کرکے اجتہادی مومنین کو بچانے کی راہ نکالی تھی۔ ورنہ یہ فیصلہ ہو گیا کہ ہر زمانہ میں مومنین کے دو گروہ یا دو فرقے رہے ہیں۔ ایک وہ جو حقیقی مومن ہوا کرتے تھے اور دوسرے وہ جو اپنے اجتہادی نظریات پر ایمان لاتے اور مومنین کہلاتے تھے۔ اسی قسم کے مومنین سے کہا گیا ہے کہ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا "اے مومنین تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی کتاب پر بھی ایمان لاؤ جو اس کے رسولؐ پر اتری ہے اور ان کتابوں پر بھی ایمان لاؤ جو قرآن سے پہلے نازل ہوئی تھیں "(نساء ۱۳۶ / ۴) یعنی وہ مومن تو تھے مگر اللہ، رسولؐ، قرآن اور سابقہ کتب کو اپنے اجتہاد کے ماتحت پوزیشن دیتے تھے۔ اس لئے ایمان سے خارج مومن تھے۔

(۵) آیات (۲۳۔۲۲ / ۳۴) میں نائبِ خداوندی مِلکِ خداوندی میں باذنِ خدا تصرف کر سکتا ہے۔

ان دونوں آیات میں ان لوگوں کو باطل پرست قرار دیا گیا ہے جو ایسے لیڈروں یا بزرگوں کی اطاعت کے قائل ہوتے ہیں جن کی ملکیت کسی بھی چیز پر ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ کی طرف سے اطاعت میں شریک وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کو یہاں ملکیت حاصل ہو۔ یہاں چند پہلو قابل غور ہیں۔ اوّل یہ کہ اگر ہم انسانوں کو ان کے جسم و جان سے لے کر باقی دنیاوی سامان روپیہ، پیسہ یعنی مال و دولت و جائیداد کا مالک مان لیں تو انہیں اللہ کے ساتھ اطاعت میں شریک بھی ماننا ہو گا۔ لہٰذا یہ عقیدہ بھی باطل عقیدہ ہے کہ یہاں لوگوں کو دنیا کی چیزوں پر حق ملکیت حاصل ہے۔ دوم یہ کہ علامہ نے خلیفہ کی تعریف کرتے ہوئے بتایا تھا کہ جو کسی کی ملکیت میں اس کی اجازت اور مرضی کے مطابق تصرّف کرے وہ خلیفہ ہوتا ہے (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۲ ہماری تشریح نمبر ۷ کا (۶) سورۂ احزاب) لہٰذا تمام انبیا عموماً اور آنحضرتؐ خصوصاً نائب خداوندی اور خلیفۃ اللہ ہیں اور وہ اللہ کی مِلک میں اس کے نائب کی حیثیت سے عمل درآمد تصرّف کرنے میں مختار مانے جائیں گے۔ اور اسی بنا پر ان کی شفاعت کا حق ماننا لازم ہے۔ اور اسی بنا پر ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ ان کا حکم اللہ کا حکم ہے۔ اور جب وہ کسی کی سفارش یا شفاعت کریں گے تو وہ سفارش یا شفاعت خود اللہ کی اپنی سفارش اور شفاعت ہو گی۔ اور

تمہارے پروردگار نے تمہاری سفارش پر کیا جواب دیاہے سفارش کرنے والے بتائیں گے کہ اللہ نے سراپا حق جواب دیا ہے اور وہ تو ہے ہی بڑا علی۔ (۲۴) اے رسولؐ ان سے پوچھو کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے ؟ کہہ دو کہ اللہ ہی رزق دیتا ہے اب یا تو ہم حق پر ہیں اور تم باطل پر اور یا تم ہدایت یافتہ ہو اور ہم کھلی گمراہی میں ہیں (۲۵) اور ان کو یہ بھی بتا دو کہ تم سے ہمارے جرائم پر سوال نہ ہو گا بلکہ ہمیں ماخوذ کیا جائے گا ۔ اسی طرح تمہارے اعمال کی باز پرس ہم سے نہ ہوگی بلکہ تمہیں پکڑا جائے گا ۔ (۲۶) اور یہ بھی بتا دو کہ ہمارا پروردگار تمہیں اور ہمیں ایک جگہ جمع کرے گا اور پھر ہمارے دونوں کے درمیان حق و باطل کی حقیقت کو کھول کر رکھ دے گا اور وہ تو ہرچیز کو کھولنے والا علیم ہے ۔ (۲۷) اے رسولؐ اُن سے کہو کہ مجھے تم اُن لوگوں کو دکھا دو جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ اطاعت میں شامل کر رکھا ہے تم ہرگز نہ دکھاؤ گے ۔

عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ

اضطراب دلوں ان کے سے کہتے ہیں آپس میں کیا کہا پروردگار تمہارے نے ؟

قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ

کہتے ہیں کہ کہا حق اور وہ بلند ہے بڑا کہہ کون رزق دیتا ہے تم کو

مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّاۤ اَوْ

آسمانوں سے اور زمین سے کہہ کہ اللہ اور ہم یا تم البتہ اوپر ہدایت کے ہیں یا

اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ

بیچ گمراہی ظاہر کے کہہ اے محمدؐ نہیں پوچھے جاؤ گے تم اس چیز سے کہ

اَجْرَمْنَا وَ لَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ

گناہ کرتے ہیں ہم اور نہ پوچھے جاویں گے ہم اس چیز سے کہ کرتے ہو تم کہہ کہ

يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ

جمع کرے گا ہم سب کو رب ہمارا پھر حکم کریگا درمیان ہمارے ساتھ حق کے اور

هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ

وہ ہے حکم کرنے والا جاننے والا کہہ کہ دکھاؤ مجھ کو ان لوگوں کو کہ ملا دیا ہے تم نے

یہ تصور نہایت نامعقول ہو گا کہ اللہ کو اپنی شفاعت و سفارش کے لئے اپنی اجازت کی ضرورت پڑے یا یہ کہ اللہ خود اپنی سفارش اور شفاعت کو نامنظور کر دے ۔ نیز یہاں یہ بڑے واضح الفاظ میں شفاعت کا کیا جانا اور اللہ کی طرف سے شفاعت کے جواب میں برحق جواب دینا اور شفاعت کو منظور کر لینا ثابت ہے (۲۳ / ۳۴) اور یقیناً ایسے حضرات کا موجود ہونا بھی ثابت ہے جن کو شفاعت کے اختیارات و اجازت ملی ہوئی ہے ورنہ اللہ کے جواب میں غصہ اور عتاب کا پایا جانا ضروری تھا ۔

(۶) مشرکین قریش بتوں کی نہیں زندہ لیڈروں کی اطاعت کرتے تھے(۲۷ / ۳۴)

جو علما قریش کو مشرک و غیر مسلم ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں وہ آیت (۲۷ / ۳۴) پر غور فرمائیں شاید ان کی سمجھ میں آ جائے کہ قریش منکرین اسلام کے معنی میں مشرک نہ تھے ۔ بلکہ وہ بگڑے ہوئے مسلمان ہی تھے وہ اپنے نظام اجتہاد کی وجہ سے مشرک کہلائے ہیں ۔ وہ لیڈر اور علما پرست تھے ۔ اور عہد رسولؐ میں رسولؐ کی مخالفت بھی چند لیڈروں کی اطاعت میں کر رہے تھے ۔ ورنہ اگر وہ بتوں کی اطاعت کرتے ہوتے تو ان سے یہ نہ کہلوایا جاتا کہ ذرا مجھے ان لیڈروں کو دکھاؤ جن کو تم اللہ کے ساتھ اطاعت میں شریک مانتے ہو اس لئے کہ وہ سینکڑوں بتوں کو دکھا سکتے تھے۔ اور انہیں دکھانے یا دیکھنے کی ضرورت بھی نہ تھی اس لئے کہ وہ روزمرہ کے دیکھے بھالے بت تھے ۔ یہ تقاضا تو اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ لیڈرانِ قوم اسلام کا نقاب ڈال کر مسلمانوں میں شامل کر دیئے گئے تھے۔ جن کا نام تک چھپانا ضروری تھا چہ جائیکہ انہیں سامنے لا کر کھڑا کر دیا جاتا اور پورا راز کھول دیا جاتا ؟ چونکہ وہ ان واجب الاطاعت لیڈروں کو پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے اس لئے رسولؐ اللہ سے چیلنج کرایا گیا ہے کہ لاؤ مجھے ان لوگوں کا منہ تو دکھا دو جن کے احکام اللہ کے احکام کی طرح واجب التعمیل ہیں؟ یہ تو وہی دونوں دوست تھے جن کا نام خود اللہ نے صیغۂ راز میں رکھا اور ”فلاں“ کہہ دینا کافی سمجھا ہے (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵)

بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَ

ساتھ خدا کے شریک مقرر کرکے ہرگز نہیں بلکہ وہ ہے اللہ غالب حکمت والا اور

مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ

نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر کافی واسطے سب لوگوں کے خوشخبری دینے والا اور

نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا

ڈرانے والا ولیکن بہت لوگ نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ کب ہے یہ

الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا

وعدہ اگر ہو تم سچے کہہ کہ واسطے تمہارے وعدہ ہے ایک دن کا نہیں

تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّ لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ

پیچھے رہو گے اس سے ایک گھڑی اور نہ آگے بڑھو گے اور کہا ان لوگوں نے کہ

كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ لَا بِالَّذِيْ

کافر ہوئے ہرگز نہ ایمان لاویں گے ہم ساتھ اس قرآن کے اور نہ ساتھ اس چیز کے کہ

وہ ہستی جو قابل اطاعت و عبادت ہے صرف اللہ ہر حال میں غالب حکیم ہی ہے (۲۸) اور اے نبیؑ ہم نے تمہیں رسوؐل نہیں بنایا مگر یہ کہ پوری نوع انسان کے لئے خوشخبری دینے والا اور نذیر رسوؐل بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ کائناتی رسالت و بشارت و نذارت کو جانتے نہیں ہیں (۲۹) وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ تمہارا کیا ہوا یہ وعدہ کب کو ظہور میں آئے گا (۳۰) ان کو بتا دو کہ تمہارے لئے اس وعدہ کی جو معیاد مقرر ہے اس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے اور نہ تم اس دن سے ایک گھڑی آگے نکل سکو گے۔ (۳۱) اور حق پر پردہ ڈالنے والے لوگوں نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ "ہم نہ اس قرآن پر من و عن ایمان لائیں گے نہ اس سے پہلی کتابوں کو من و عن مانتے ہیں" اور

(۷) آیت (۲۸ / ۳۴) آنحضرتؐ کو پوری نوع انسان کا رسوؐل و بشیر و نذیر ثابت کرتی ہے۔

جیسا کہ حضوؐر کا اوّلین نذیر ہونا (النجم ۵۶ / ۵۳) اور پوری نوع انسان کے لئے نذیر ہونا (فرقان ۱ / ۲۵) رحمت ہونا (انبیاء ۱۰۷ / ۲۱) وغیرہ وغیرہ ثابت ہے اس طرح اس آیت (۲۸ / ۳۴) میں ساری نوع انسان کا ہادی و راہنما ہونا بھی ثابت ہے۔ اس لئے کہ لفظ كَآفَّةً کا تقاضا ہے کہ بشارت و نذارت کا کوئی پہلو باقی رہ نہ جائے اور اسی طرح اولادِ آدم میں کا کوئی فرد اس دائرے سے باہر نہ رہ جائے۔ جس کو حضوؐر سے بشارت و تنذیر نہ ملی ہو۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ عہد رسوؐل کے لوگ اس حقیقت کو جاننے سے قاصر تھے کہ محمدؐ مصطفیٰ روز ازل سے نبیؑ و رسوؐل ہیں اور اپنی پیدائش سے بھی پہلے تمام انبیاء اور نوع انسان کے ہادی و راہنما رہتے چلے آئے ہیں۔ اور اس کا موٹا سا سبب یہ تھا کہ قرآن بتدریج سنایا جا رہا تھا ان کو یہ موقع حاصل نہ تھا کہ ہماری طرح سارے قرآن کو بہ نظر غائر و ترتیب موضوعات کے ساتھ دیکھ سکیں۔

(۸) آیات (۳۸ تا ۳۱ / ۳۴) میں قریشی اجتہاد اور ان کے مقلدین کی پوری تفصیل و نظام اجتہاد موجود ہے۔

قارئین کرام نے سورۂ فرقان (۳۱ تا ۲۷ / ۲۵) میں وہ نظارہ دیکھا تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی قوم کے دو لیڈر اللہ کے حضور پیش ہوئے تھے۔ اور جو کہ آپس میں ایک دوسرے کے یار دوست بھی تھے۔ جنہوں نے رسوؐل کی تعلیمات کے برخلاف ایک خود ساختہ طرز زندگی یا راہ عمل اختیار کی تھی۔ اور اس خود پسند مسلک کو اختیار کرنے کے لئے انہوں نے قرآن ہی کو الٹ پلٹ کر استعمال کیا تھا جس کی شکایت رسوؐل اللہ نے اسی وقت اس پیشی میں بھی اللہ سے کی تھی (۳۰ / ۲۵) اس پیشی میں دونوں یاروں میں سے بڑا یار اپنے اس ہاتھ کو چبا چبا کر بیان دے رہا تھا جس سے اس نے بیعت لے کر وہ جابر و ظالم حکومت قائم کی تھی جس کا منصوبہ اس کے دوست نے رسول اللہ سے بیان کیا تھا جس میں ساری دنیا کو تہس نہس کرنے اور قتل و غارت نے کا میدان بنا ڈالنے کی تفصیل تھی (بقرہ ۲۰۵-۲۰۴ / ۲) ان آیات اور واقعات تاریخی کو سامنے رکھ کر اس عنوان کی آیات (۳۸ تا ۳۱ / ۳۴) پر پہلے علامہ کی تشریحات سن لیں پھر ہمارے تتمہ کو دیکھئے گا۔ علامہ فرماتے ہیں کہ:

بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ

آگے اس کے ہے اور کاش کہ دیکھے تو جب کہ ظالم کھڑے کئے جاویں گے نزدیک

رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ

پروردگار اپنے کے پھیریں گے بعضے ان کے طرف بعض کی بات کو کہیں گے

الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْ لَاۤ اَنْتُمْ

وہ لوگ کہ ناتواں کئے گئے تھے واسطے ان کے جو تکبر کرتے تھے اگر نہ ہوتے تم

لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ

البتہ ہوتے ہم ایمان والوں سے کہیں گے وہ لوگ کہ تکبر کرتے تھے واسطے ان کے

اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ

جو ناتوان کئے گئے تھے کیا ہم نے بند کیا تھا تم کو ہدایت سے پیچھے اس کے کہ

جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ

آئی تمہارے پاس بلکہ تھے تم قوم گنہگار اور کہیں گے وہ لوگ جو

اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ

ضعیف کئے گئے تھے واسطے ان لوگوں کے کہ تکبر کرتے تھے بلکہ مکر کرتے تھے تم

الَّيْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ

رات کو اور دن کو جس وقت کہ تم حکم کرتے تھے ہم کو یہ کہ کفر کریں ہم ساتھ اللہ کے

وَ نَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا

اور مقرر کریں ہم واسطے اللہ کے شریک اور چھپاویں گے پشیمانی جس وقت کہ

اے رسولؐ کاش تم اس وقت وہ سماں دیکھ سکتے جب کہ یہ احکام خداوندی کو خالص طور پر نافذ نہ کرنے والے لوگ (مائدہ ۴۵ / ۵ ظالم کے معنی) اللہ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور ان میں سے بعض لوگ اپنے بعضے ساتھیوں سے رجوع ہو کر بات کریں گے چنانچہ جو لوگ دنیا میں دبا کر رکھے گئے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو دنیا میں ان کے وڈیرے اور بڑے لوگ تھے کہ اگر تم لوگوں نے اپنے طاقتور انتظام سے ہمیں دبا کر اور مصنوعی اطمینان دلا کر نہ رکھا ہوتا تو ہم آج تک مومنین کی حیثیت سے رہے ہوتے۔ (۳۲) یہ سن کر حکمران لیڈروں نے جواب دیا کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت یاب ہونے سے زبردستی روکے رکھا جب کہ ہدایت تمہارے پاس آ چکی تھی ؟ یہ بات نہیں بلکہ تم خود ہی جرائم پیشہ لوگ تھے۔ (۳۳) حکمرانوں کے اس جواب پر ضعیف و ناتوان لوگوں نے انہیں بتایا کہ یوں سادہ سی بات نہیں ہے۔ بلکہ تم تو دن رات مکر و فریب کے نئے نئے جال بچھاتے رہے اور فریب دے کر ہی ہم سے کہا تھا کہ تم اللہ کے دین کی حقیقت پر پردہ ڈال دو اور اللہ کے لئے مشکوک کرنے والے برابر کے حیلے استعمال کرو اور وہ سب عذاب کو اپنے روبرو دیکھیں گے تو اپنی ندامت کو

(۸۔ الف) اللہ کے سامنے رسولؐ اللہ کے بعد والے حکمرانوں اور رعایا کی پیشی پہلے رعیت کی تشریح۔

" اَلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا یعنی عوام الناس جو آج دنیا میں اپنے لیڈروں، سرداروں، پیروں اور حاکموں کے پیچھے آنکھیں بند کئے چلے جا رہے ہیں۔ اور ان کے خلاف کسی ناصح کی بات پر کان دھرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہی عوام جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ حقیقت کیا تھی اور ان کے یہ پیشوا انہیں کیا باور کرا رہے تھے۔ اور جب انہیں یہ پتہ چل جائے گا کہ ان راہنماؤں کی پیروی انہیں کس انجام سے دوچار کرنے والی ہے، تو یہ اپنے ان بزرگوں پر پلٹ پڑیں گے اور چیخ چیخ کر کہیں گے کہ کم بختو، تم نے ہمیں گمراہ کیا، تم ہماری ساری مصیبتوں کے ذمہ دار ہو، تم ہمیں نہ بہکاتے تو ہم خدا کے رسولوں کی بات مان لیتے " (تفہیم القرآن جلد۴ صفحہ ۲۰۴)

(۸۔ ب) علامہ کی تشریح حکمران طبقہ کا جواب قیامت میں اپنی رعایا کو: " اَلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا " یعنی وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس ایسی کوئی طاقت نہ تھی جس سے ہم چند انسان تم کروڑوں انسانوں کو زبر دستی اپنی پیروی پر مجبور کر دیتے۔

دَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَ جَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْٓ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ

دیکھیں گے عذاب اور کر دیں گے ہم طوق بیچ گردنوں ان لوگوں کی کہ

كَفَرُوْا ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَآ

کافر ہوئے نہیں جزا دیئے جاویں گے مگر جو کچھ کہ تھے وہ عمل کرتے اور نہیں

اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ

بھیجا ہم نے بیچ کسی بستی کے کوئی ڈرانے والا مگر کہا دولتمندوں اس کے نے

اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ

تحقیق ہم ساتھ اس چیز کے کہ بھیجے گئے ہو تم ساتھ اس کے کافر ہیں اور

قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾

کہا انہوں نے ہم زیادہ تر ہیں مال میں اور اولاد میں اور نہیں ہم عذاب کئے گئے

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ

کہہ کہ تحقیق پروردگار میرا کھولتا ہے رزق کو واسطے جس کے چاہتا ہے

یَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ؑ وَ مَآ اَمْوَالُكُمْ

اور بند کرتا ہے ولیکن بہت لوگ نہیں جانتے اور نہیں مال تمہارے اور

وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ

نہ اولاد تمہاری وہ جو نزدیک کرے تم کو نزدیک ہمارے نزدیک کر کر مگر جو شخص کہ

چھپانے کی کوشش بھی کریں گے اور ہم ان کی گردنوں میں طوق و زنجیر ڈال دیں گے جنہوں نے حقائق کو چھپایا تھا اور کیا اس کے علاوہ بھی کوئی جزا ہو گی کہ جیسا کرتے تھے ویسا بھرنا پڑے (۳۴) اور کوئی بستی ایسی نہ رہی کہ جب ہم نے وہاں کوئی برے نتائج سے ڈرانے والا بھیجا تو وہ وہاں کے خوش خوروں اور سہولت پسندوں نے کہا کہ تم جن ہدایات و تعلیمات کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم ان کو غائب کر دینے والے لوگ ہیں ۔ (۳۵) اور انہوں نے یہ دلیل بھی دی کہ ہمیں جو مال و دولت اور اولاد و افرادی قوت میں انعامات کے طور پر تم سے بڑھایا گیا ہے ۔اس لئے نہیں کہ ہمیں عذاب وسزا دی جائے ۔ (۳۶) ان سے کہہ دو کہ رزق و مال اور اولاد کی کمی و زیادتی اللہ کی مشیت و مصلحت پر منحصر ہے حقانیت اور نجات کی دلیل نہیں ولیکن انسانوں کی کثرت لاعلم ہے۔ (۳۷) اور یہ بھی کہ تمہیں ملی ہوئی دولت اور اولاد وہ وسائل نہیں ہیں جن سے تمہیں ہماری قربت و رضامندیاں حاصل ہو جائیں

اگر تم ایمان لانا چاہتے تو ہماری سرداریوں اور پیشوائیوں اور حکومتوں کا تختہ الٹ سکتے تھے۔ ہماری فوج تو تم ہی تھے ہماری دولت اور طاقت کا سرچشمہ تو تمہارے ہی ہاتھ میں تھا۔ تم نذرانے اور ٹیکس نہ دیتے تو ہم مفلس تھے ۔ تم ہمارے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے تو ہماری پیری ایک دن نہ چلتی ۔ تم زندہ باد کے نعرے نہ مارتے تو کوئی ہمارا پوچھنے والا نہ ہوتا ۔ تم ہماری فوج بن کر دنیا بھر سے ہمارے لیے لڑنے کے لئے تیار نہ ہوتے تو ایک انسان پر بھی ہمارا بس نہ چل سکتا تھا ۔ اب کیوں نہیں مانتے کہ دراصل تم خود اس راستے پر نہ چلنا چاہتے تھے جو رسولوںؑ نے تمہارے لئے تمہارے سامنے پیش کیا تھا۔ تم اپنی اغراض اور خواہشات کے بندے تھے۔ اور تمہارے نفس کی یہ مانگ رسولوںؑ کی بتائی ہوئی راہ تقویٰ کے بجائے ہمارے یہاں پوری ہوتی تھی۔ تم حرام و حلال سے بے نیاز ہو کر عیش دنیا کے طالب تھے۔ اور وہ ہمارے پاس ہی تمہیں نظر آتا تھا۔ تم ایسے پیروں کی تلاش میں تھے جو تمہیں ہر طرح کے گناہوں کی کھلی چھوٹ دے دیں اور کچھ نذرانے لے کر خدا کے یہاں تمہیں بخشوانے کی خود ذمہ داری لے لیں ۔ تم ایسے پنڈتوں اور مولویوں کے طلب گار تھے جو ہر شرک و بدعت اور تمہارے نفس کی ہر دل پسند چیز کو عین حق ثابت کر کے تمہارا دل خوش کریں اور اپنا کام بنائیں ۔ تم کو ایسے جعل سازوں کی ضرورت تھی جو خدا کے دین کو بدل کر تمہاری خواہشات کے مطابق ایک نیا دین گھڑیں ۔ تم کو ایسے لیڈر درکار تھے جو کسی نہ کسی طرح تمہاری دنیا بنا دیں خواہ عاقبت بگڑے یا درست ہو ۔ تم کو ایسے حاکم مطلوب تھے جو خود بد کردار اور بد دیانت ہوں اور ان کی سرپرستی میں تمہیں ہر قسم کے گناہوں اور بد کرداریوں کی چھوٹ ملی رہے ۔ اس طرح ہمارے اور تمہارے

اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ

ایمان لائے اور کام کئے اچھے پس یہ لوگ واسطے ان کے ہے جزا دوگنی بسبب اس کے کہ

بِمَا عَمِلُوْا وَ هُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ الَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ

جو کیا انہوں نے اور وہ بیچ بالا خانوں کے نڈر ہیں اور جو لوگ کہ سعی کرتے ہیں بیچ

اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

نشانیوں ہماری کے واسطے عاجز کرنے کے یہ لوگ بیچ عذاب کے حاضر کئے جاویں گے

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ

کہہ کہ تحقیق پروردگار میرا کھولتا ہے رزق کو واسطے جس کے چاہتا ہے

مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ

بندوں اپنے سے اور تنگ کرتا ہے واسطے اس کے اور جو کچھ خرچ کرتے ہو تم

مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ وَ یَوْمَ

کسی چیز سے پس وہ بدلا دیتا ہے اس کا اور وہ بہت بہتر رزق دینے والا ہے۔اور جس دن

البتہ حقیقی ایمان و عمل صالح کرنے والوں کے لئے ہماری قربت طے شدہ ہے اور ان ہی لوگوں کو ان کے نیک اعمال کی دوگنی جزا ملے گی اور ان کے لئے جنت کے بالا خانے ہیں جہاں وہ امن و اطمینان سے رہیں گے ۔ (۳۸) اور جن لوگوں نے ہماری آیات کی تاویل و تشریح کے ذریعہ ہمارے نظام کو بے بس کر دینے کا منصوبہ چلا رکھا ہے وہ سب لوگ عذاب کے لئے حاضر ہونے والے ہیں ۔ (۳۹) پھر کہہ دو کہ وہ میرا پروردگار ہی ہے جو رزق کی فراوانی اور نپا تُلا رزق اپنی مشیت کے حساب سے جس بندے کو جتنا چاہتا ہے دیتا ہے ۔اور تم جو ضرورت مندوں پر خرچ کرتے ہو اس کی جگہ بھی تمہیں اور دیتا ہے ۔اور تمام مخصوص رزق دینے والوں سے بہتر رزق دینے والا ہے ۔ (۴۰) اور جس روز

درمیان برابر کے لین دین کا سودا ہوا تھا۔ اب تم کہاں یہ ڈھونگ رچانے چلے ہو کہ گویا تم بڑے معصوم لوگ تھے اور ہم نے زبردستی تمہیں بگاڑ دیا ۔" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۰۵)

(۸۔ج) علامہ کی تشریح لیڈروں حکمرانوں اور علماء کو عوام کا جواب الجواب، جھانسہ فریب اور پروپیگنڈا۔

"تَأْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ "دوسرے الفاظ میں ان عوام کا جواب یہ ہوگا کہ تم اس ذمہ داری میں ہم کو برابر کا شریک کہاں ٹھہرائے دے رہے ہو؟ کچھ یہ بھی یاد ہے کہ تم نے اپنی چالبازیوں ،فریب کاریوں اور جھوٹے پروپیگنڈوں سے کیا طلسم باندھ رکھا تھا اور رات دن خلق خدا کو پھانسنے کے لئے کیسے کیسے جتن تم کیا کرتے تھے ۔ معاملہ صرف اتنا ہی تو نہیں ہے کہ تم نے ہمارے سامنے دنیا پیش کی اور ہم اس پر ریجھ گئے ۔ امر واقعہ یہ بھی تو ہے کہ تم شب و روز کی مکاریوں سے ہم کو بے وقوف بناتے تھے اور تم میں سے ہر شکاری روز ایک نیا جال بن کر طرح طرح کی تدبیروں سے اللہ کے بندوں کو اس میں پھانستا تھا "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۰۵۔۲۰۶)

(۸۔د) ان ہی آیات (۳۸ تا ۳۱ / ۳۴) پر علامہ نے پہلی دفعہ یوں وضاحت کی تھی۔

علامہ نے سورۂ اعراف کی آیت (۳۹ / ۷) کی تشریح میں یہ بھی لکھا تھا کہ : "اہل دوزخ کی اس باہمی تکرار کو قرآن مجید میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے ۔ مثلاً سورۂ سبا کی آیات ۳۱۔۳۳ میں ارشاد ہوتا ہے کہ "کاش تم دیکھ سکو اس موقع کو جب یہ ظالم اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے پر باتیں بنا رہے ہوں گے ۔ جو لوگ دنیا میں کمزور بنا کر رکھے گئے تھے۔ وہ ان لوگوں سے جو بڑے بن کر رہے تھے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے وہ بڑے بننے والے ان کمزور بنائے ہوئے لوگوں کو جواب دیں گے "کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روک دیا تھا جب کہ وہ تمہارے پاس آئی تھی؟ نہیں، بلکہ تم خود مجرم تھے" مطلب یہ ہے کہ تم خود کب ہدایت کے طالب تھے ؟ اگر ہم نے تمہیں دنیا کے لالچ دے کر اپنا بندہ بنا لیا تھا تو تم بھی لالچی تھے جب ہی تو ہمارے دام میں گرفتار ہوئے ۔ اگر ہم نے تمہیں خریدا تو تم خود بکنے کو تیار تھے جب ہی تو ہم خرید سکے ۔ اگر ہم

نے تمہیں مادہ پرستی اور دنیا پرستی اور قوم پرستی اور ایسی ہی دوسری گمراہیوں اور بداعمالیوں میں مبتلا کیا تو تم خود خدا سے بے زار اور دنیا کے پرستار تھے ۔ جب ہی تو تم نے خدا پرستی کی طرف بلانے والوں کو چھوڑ کر ہماری پکار پر لبیک کہا۔ اگر ہم نے تمہیں مذہبی قسم کے فریب دئے تو ان چیزوں کی مانگ تو تمہارے اندر ہی موجود تھی جنہیں ہم پیش کرتے تھے۔ اور تم لپک لپک کر لیتے تھے۔۔۔۔۔ تم چاہتے تھے کہ خشک و بدمزہ دینداری اور پرہیز گاری اور قربانی اور سعی و عمل کے بجائے نجات کا کوئی اور راستہ بتایا جائے جس میں نفس کے لئے لذتیں ہی لذتیں ہوں اورخواہشات پر پابندی کوئی نہ ہو ۔ ہم نے ایسے خوشنما مذہب تمہارے لئے ایجاد کر دئے ۔ غرض یہ کہ ذمہ داری تنہا ہمارے ہی اوپر نہیں ہے تم بھی برابر کے ذمہ دار ہو ۔ہم اگر گمراہی فراہم کرنے والے تھے تو تم اس کے خریدار تھے۔'' (تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۲۹۔۳۰)

(۸ ۔ ہ) علامہ کی تشریحات لاشعوری طور پر قریشی عوام اور حکمرانوں کے حالات ہیں ۔

قارئین کرام سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ علامہ نے صرف تین آیات کی تشریح میں وہ تمام پہلو پیش کر دیئے ہیں جن سے عوام الناس کو گمراہ کیا جا سکتا ہے ۔ اور آپ نے بار بار دیکھا ہے کہ یہ سب ہی حربے اہل مکہ اور قریشی محاذ نے استعمال کئے تھے ۔ پھر یہ دیکھیں کہ علامہ نے انسانوں کے ان تمام گروہوں کو نام بنام لکھ دیا ہے جو عوام الناس کو گمراہ کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں گمراہ کرتے ہیں اور جن پر عوام الناس کو کامل اعتماد رہتا چلا آیا ہے ۔ مثلاً لیڈر لوگ اور ان کے حربے ۔ ۲۔ پیر صاحبان اور ان کے کام ۳۔ سردارانِ قوم اور ان کا طریقہ ۔۴۔ پیشوا ۔۵۔ بزرگ۔۶۔راہنما۔ ۷۔پنڈت ۔۸۔ مولوی اور ۔۹ ۔ حکمران اور حکمرانوں کی پالیسیاں مکرو پروپیگنڈا اور جھوٹ کو سچ اور حق کو باطل بنا ڈالنے والے حربوں کو تسلیم کر لیا ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا بہت صحیح ہے کہ رسوؐل کی قوم کے یہاں سردارانِ قوم بھی تھے ان میں ان کے بزرگ اور پیرومرشدو راہنما بھی تھے۔ ان کو یہودو نصاریٰ کے علما ، مولویوں، پیشواؤں کی امداد و تعلیم بھی حاصل تھی اور یہ تمام صفات بقول علامہ شبلی خلیفہ دوم میں یکجا جمع تھیں ۔ وہ قوم کے سردار اور عظیم الشان لیڈر بھی تھے ان کی قوم ان کے اشاروں پر چلتی تھی اور قوم کے لیڈروں نے ہی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ حکومت کو خاندان نبوت میں نہ رہنے دیا جائے گا تاکہ حکومت کو قوم کی کثرت کے منشا اور قومی تقاضوں کے ماتحت چلایا جاسکے اور شخص واحد کی آمریت کو تسلط سے روک دیا جائے ۔ علامہ نے مانا ہے کہ عوام الناس کی آزادروی کے لئے مذہب کو بدلنا ضروری تھا اور قومی لیڈروں اور حکمرانوں نے اپنی قوم کو ان کی پسند کا مذہب تیار کر کے دیا تھا اور قوم کے عوام الناس نے سوچ سمجھ کر قرآن کو مہجور کیا تھا (۳۰ / ۲۵) اور قرآن کو بدلنے کی تجویز پیش کی تھی (یونس ۱۵ / ۱۰) اور قیامت کے روز اللہ کے سامنے ماخوذ ہونے والے ان حکمرانوں اور عوام کا کہنا ہی یہ تھا کہ ہم اس قرآن پر بلفظہٖ ایمان نہیں لا سکتے یعنی اس کو اجتہادی اصول کے ماتحت بدل کر قومی تقاضوں کے مطابق بنا کر ماننا ہو گا ۔ اسی بات کو اللہ نے ان تمام حکمرانوں اور رعایا کو '' اَلظّٰلِمُوْنَ '' کہہ کر دوہرایا ہے۔ تاکہ قرآن کی تعریف کی رو سے سمجھ لیا جائے کہ وہ سب لوگ قرآن کے خالص اور بلفظہٖ احکام کو پسند نہ کرتے تھے بلکہ اجتہادی احکام کو پسند کرنے والے لوگ تھے (مائدہ ۴۴ / ۵) پھر یہ بھی مان لیا گیا ہے کہ عوام الناس آنکھیں بند کر کے اپنے لیڈروں اور حکمرانوں کی پیروی کیا کرتے ہیں اور کسی نصیحت کرنے والے کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوا کرتے۔ قریش کے لیڈروں اور عوام کے سلسلے میں اس بات کو سوفیصد کربلا کے قتل عام میں تصدیق کرلیں جنگ جمل و صفین میں دیکھ لیں ۔ پہلی حکومت کے زمانہ میں مسلمانوں کو زکوۃ کے نام پر قتل و غارت کرنے میں ملاحظہ کرلیں ۔ اور آج اپنے چاروں طرف مسلمان عوام کے طرز عمل میں یہی عادت دیکھ لیں ۔ زندہ باد کے نعرے ، نعرے لگانے والے اور لیڈروں میں استعمال ہونے والے حربے ملاحظہ کرلیں ۔ بہر حال جو کچھ علامہ نے لکھا وہ ان کی آپ بیتی ہے وہ ان کے راہنماؤں یاروں، علما اور مولویوں کے کارنامے ہیں اور قومی مسلمان اور قومی لیڈر حساب کے موقف میں کھڑے ہوں گے ۔ اور ایک دوسرے کے بیانات اور تصدیق سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ مومن نہ تھے ۔ اور اسی لئے انہیں دنیا میں حقیقی ایمان لانے کی ہدایت کی جاتی تھی (نساء ۱۳۶ / ۴) اور انہیں جھوٹا مومن کہا جاتا تھا۔ عوام کا یہ کہنا کہ تم دن رات مکر کیا کرتے تھے ۔ یعنی لوگوں کو حقیقی تعلیمات سے ہٹانے کی ترکیبیں کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ دیکھیں کہ اللہ و رسوؐل کے

يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ يَقُوۡلُ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَاۤءِ اِيَّاكُمۡ كَانُوۡا

کہ جمع کرے گا ان کو اکٹھے پھر کہے گا واسطے فرشتوں کے کیا یہ تم کو تھے

يَعۡبُدُوۡنَ ۝ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ اَنۡتَ وَلِيُّنَا مِنۡ دُوۡنِهِمۡ ۚ بَلۡ

عبادت کرتے کہیں گے پاکی ہے تجھ کو تو کارساز ہمارا ہے سوائے ان کے بلکہ

كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ اَكۡثَرُهُمۡ بِهِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ ۝

وہ تھے عبادت کرتے جنوں کی اکثر ان کے ساتھ جنوں کے ایمان رکھتے ہیں

فَالۡيَوۡمَ لَا يَمۡلِكُ بَعۡضُكُمۡ لِبَعۡضٍ نَّفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ

پس آج کے دن نہ اختیار میں رکھے گا بعض تمہارا واسطے بعضوں کے نفع کو اور نہ ضرر کو

وَ نَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ

اور کہیں گے ہم واسطے ان لوگوں کے کہ ظلم کرتے تھے چکھو عذاب آگ کا

الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ بِهَا تُكَذِّبُوۡنَ ۝ وَ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا

وہ جو تھے تم اس کو جھٹلاتے اور جب پڑھی جاتی ہیں اوپر ان کے نشانیاں ہماری

بَيِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيۡدُ اَنۡ يَّصُدَّكُمۡ عَمَّا

ظاہر کہتے ہیں نہیں یہ مگر ایک مرد ہے کہ چاہتا ہے یہ کہ بند کرے تم کو اس چیز سے

ہم تمام بندوں کو اپنے روبرو حاضر کریں گے تو فرشتوں سے بھی پوچھیں گے کہ کیا یہ لوگ تمہاری بھی عبادت کرتے تھے؟ (۴۱) فرشتے جواب دیں گے کہ تو ساری کائنات پر محیط ہے ہمارا حاکم بھی تو ہی ہے ان کا ہم پر کوئی دباؤ نہیں ہے کہ سچ بات نہ کہیں دراصل یہ لوگ جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان کی کثرت جنوں کی مومن ہے۔ (۴۲) چنانچہ روز محشر تم میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ کسی دوسرے کو کوئی فائدہ یا نقصان فراہم کر سکے اور ہم ان لوگوں سے کہیں گے جو احکام کو خالص طور پر بلا اجتہاد نہ مانتے تھے (مائدہ ۴۴ / ۵) کہ اب تم اس آگ کا لطف اٹھاؤ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ (۴۳) اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری منہ بولتی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ بیانات اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس مرد نے یہ مضامین اس ارادے سے تیار کئے ہیں کہ تمہیں اس نظام عبادت و اطاعت سے روک دے

احکام پر کس طرح اندھا دھند روایات گھڑی اور پھیلائی گئیں اور ایک ہی مسئلہ پر کئی کئی متضاد اقوال پیش کر کے اجتہاد کی ثالثی سے حسب منشاء ایک نیا اور قرآن کے خلاف حکم جاری کیا جاتا رہا۔ اسی لئے نماز کی کئی قسمیں اور طریقے جاری ہوئے اور مجتہدین آج بھی نئے احکام گھڑنے میں مصروف ہیں۔

(۹) آیت (۳۶ / ۳۴) کو آیت (۳۹ / ۳۴) میں دہرایا اور مخصوص رازقین کا ذکر فرمایا ہے۔

یہاں علامہ نے صحیح ترجمہ و تصور پیش کرنے کی ہمت کی ہے۔ اور مان لیا ہے کہ اللہ کے علاوہ بھی کچھ رازق ہیں۔ کچھ خالق ہیں اور موجد وغیرہ ہیں اور اللہ کی بہت سی دوسری صفات کے مظہر انسان انسانوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ یہاں ان کے غلط و صحیح ترجموں کو اکٹھا دیکھیں اور پھر حقیقی عقیدہ کی تصدیق ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) علامہ کے غلط ترجمے اور وہابی عقیدہ کا دباؤ۔ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾ المائدۃ

اوّل "اور تو بہترین رازق ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۱۴، ۵۱۵)
دوم "اللہ ہی بہترین رازق ہے" (حج ۵۸ / ۲۲، تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۴۶)
سوم "اور وہ بہترین رازق ہے" (مومنون ۷۲ / ۲۳ تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۹۲)
یہاں تک تین مرتبہ لفظ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ آیا اور تینوں مرتبہ دوسرے رازقوں کو چھپاتے رہے۔

(۲) جادو کی طرح حق بھی سر چڑھ کر بولتا ہے علامہ کی زبان پر حق جاری ہو گیا۔ وہی الفاظ جو تین مرتبہ آ چکے تھے۔

وَهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ﴿۳۹﴾ سبأ علامہ کا صحیح ترجمہ: "وہ سب رازقوں سے بہتر رازق ہے" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۰۸)

جس پر تمہارے آباؤ اجداد عمل کرتے چلے آئے ہیں اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ تو ایک تباہ کن ایجاد ہے اور جن لوگوں نے حقائق پر پردہ ڈالتے رہنے کا پروگرام چلا رکھا ہے اور حق کے آجانے کے بعد بھی اسے چھپا رہے ہیں انہوں نے تو اسے کھلا ہوا جادو ہی کہہ ڈالا۔ (۴۴) اور اے نبیؐ یہ تیرے مخاطب لوگ جو چند کتابیں پڑھتے ہیں وہ ہم نے ان کو نہیں دی ہیں اور نہ ہی ان کے پاس تجھ سے پہلے ہم نے کسی برے نتائج سے خبردار کرنے والے (نذیر) بھیجا تھا۔ (۴۵) اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں وہ کتابوں اور رسولوںؑ کو جھٹلا چکے ہیں اور یہ تیری نام نہاد قوم تو اس مال و دولت و افرادی قوت کے دسویں حصے کی بھی مالک نہ ہوسکی۔ جو ہم نے ان کو دیا تھا مگر انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو ان کی کیسی بری گت بنائی گئی؟ (۴۶) اے نبیؐ ان سے کہہ دو کہ

كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكٌ

کہ تھے عبادت کرتے باپ تمہارے اور کہتے ہیں نہیں یہ مگر جھوٹ

مُّفْتَرًى ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا

باندھ لیا ہوا اور کہا ان لوگوں نے کہ کافر ہوئے واسطے حق کے جس وقت کہ

جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ

آیا ان کے پاس نہیں یہ مگر جادو ظاہر اور نہیں دیں ہم نے ان کو کتابیں کہ

يَّدْرُسُوْنَهَا وَ مَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾

پڑھتے ہوں ان کو اور نہیں بھیجا ہم نے طرف ان کی پہلے تجھ سے کوئی ڈرانے والا

وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا

اور جھٹلایا تھا ان لوگوں نے کہ پہلے ان سے تھے اور نہیں پہنچے یہ

مِعْشَارَ مَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا

دسویں حصے کو اس چیز سے کہ دیا تھا ہم نے ان کو پس جھٹلایا انہوں نے

رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ ع قُلْ اِنَّمَاۤ

پیغمبروںؑ میرے کو پس کیوں کر ہوا تھا عذاب میرا کہہ سوائے اس کے نہیں کہ

(۹۔ الف) علامہ مشیت اور رضا کا فرق اور رزق اور رازقوں کی تفصیل پر مطلع تھے۔

جو لوگ قرآن میں الفاظ۔ مَنْ يَّشَآءُ کے ساتھ آنے والے کاموں کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ "اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے" اور "جس کا چاہے رزق بند کر دیتا ہے" یعنی اللہ اندھا دھند ڈنڈا گھمائے چلا جا رہا ہے۔ اور الٹا سیدھا جو دل میں آئے کرتا رہا ہے اور آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ وہ حضرات علامہ کا بیان سنیں اور اپنے عقائد کی اصلاح کریں۔ ارشاد ہے کہ: "اس مضمون کو بتکرار (۳۹۔۳۶ / ۳۴ میں۔احسنؔ) بیان کرنے سے مقصود اس بات پر زور دینا ہے کہ رزق کی کمی بیشی اللہ کی مشیت سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ "اس کی رضا سے" مشیت الٰہی کے تحت اچھے اور برے ہر طرح کے انسانوں کو رزق مل رہا ہے۔ خدا کا اقرار کرنے والے بھی رزق پا رہے ہیں اور اس کا انکار کرنے والے بھی۔ نہ رزق کی فراوانی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آدمی خدا کا پسندیدہ ہے۔ اور نہ اس کی تنگی اس امر کی علامت ہے کہ وہ آدمی اس کا مغضوب ہے مشیت کے تحت ایک ظالم اور بے ایمان آدمی پھلتا پھولتا ہے، حالانکہ ظلم اور بے ایمانی خدا کو پسند نہیں ہے۔ اور اس کے برعکس مشیت ہی کے تحت ایک سچا اور ایمان دار آدمی نقصان اٹھاتا ہے اور تکلیفیں سہتا ہے،حالانکہ یہ صفات خدا کو پسند ہیں۔ لہٰذا وہ شخص سخت گمراہ ہے جو مادی فوائد کو خیر و شر کا پیمانہ قرار دیتا ہے۔ اصل چیز خدا کی رضا ہے اور وہ ان اخلاقی اوصاف سے حاصل ہوتی ہے جو خدا کو محبوب ہیں، ان اوصاف کے ساتھ اگر کسی کو دنیا کی نعمتیں حاصل ہوں تو یہ بلا شبہ خدا کا فضل ہے جس پر شکر ادا کرنا چاہئے۔ لیکن اگر ایک شخص اخلاقی اوصاف کے لحاظ سے خدا کا باغی و نافرمان بندہ ہو اور اس کے ساتھ دنیا کی نعمتوں سے نوازا جا رہا ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سخت بازپرس اور بدترین عذاب کے لیے تیار ہو رہا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۰۸)

اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ
نصیحت کرتا ہوں میں تم کو ساتھ ایک بات کے یہ کہ کھڑے ہو واسطے اللہ کے
مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ
دو دو اور ایک ایک پھر فکر کرو نہیں یار تمہارے کو کچھ جنون نہیں
هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾
وہ مگر ڈرانے والا ہے واسطے تمہارے آگے عذاب سخت کے

میری ساری تعلیمات اس ایک بات کے سوا کچھ نہیں ہیں جس کی نصیحت میں تمہیں کرتا چلا آیا ہوں اور نصیحت کرتا رہوں گا۔ لہٰذا تم اللہ کے اس فیصلے پر غور وفکر کرنے کے لئے ایک ایک کرکے تنہائی میں بھی توجہ رکھو اور دو دو ہو کر نتائج کو دیکھو مگر یہ ملحوظ رکھو کہ تمہارا یہ ساتھی اپنی اس بات میں پاگل نہیں ہے اور یہ کہ وہ تو تمہیں مستقبل میں آنے والے ایک سخت ترین عذاب سے خبردار کرنے کے سوا اور کوئی غرض نہیں رکھتا ہے۔

یہاں علامہ اپنے عقائد کو محفوظ رکھنے کے لئے دو الفاظ "خدا کا باغی" اور "خدا کا نافرمان" لکھ گئے ہیں۔ تاکہ یہ کہہ سکیں کہ: (ا) نمازی لوگ جو تنگ حالی اور کفار سے بھیک مانگنے والی زندگی بسر کر رہے ہیں وہ خدا کے باغی و نافرمان نہیں ہیں لہٰذا انہیں آخرت میں اجر ملے گا" اور (۲) غیر مسلم جو نمازی نہیں وہ خدا کے باغی و نافرمان ہیں لہٰذا ان کو نعمتیں اس لئے دی جارہی ہیں کہ ان کو آخرت میں عذاب دیا جائے گا۔ لیکن علامہ ایک غلطی کر گئے۔ وہ "اخلاقی اوصاف" کی عملی اور صحیح شرط پیش کر چکے ہیں۔ اس کے بعد یہ کہنا ہوگا کہ جو آدمی اخلاقی اوصاف پر کاربند ہوتے ہیں وہ ہی اللہ کے فرمانبردار و اطاعت شعار لوگ ہوتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے آج دنیا کی تمام اقوام نام نہاد نمازی مسلمانوں سے اخلاقی اوصاف اور خدمتِ نوعِ انسان اور احترامِ قوانین میں آگے ہیں اور ان پر نعمتوں کی بارشیں بطور انعام ہو رہی ہیں۔ نمازی روزہ دار اور حاجی اور زکاتی اور جہادی تو وہ سب لوگ تھے جو امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں آئے تھے۔ اور اولادِ رسولؐ اور دوستدارانِ رسولؐ کا قتل عام کرکے انہوں نے وہیں نماز جماعت ادا کی تھی۔ خدا کے باغیوں میں قومی قسم کے نمازی مسلمانوں کا نمبر سب باغیوں سے بڑھا ہوا ہے۔ ایسے نمازیوں پر قرآن میں لعنت و ملامت آئی ہے جیسے نمازی نظامِ اجتہاد بناتا ہے۔ علامہ اینڈ کمپنی جن لوگوں کو اپنا بزرگ اور اوّل درجے کے راہنما مانتے ہیں اتفاق سے وہ سب ملاعین تھے۔ ان کے اعمال میں مذکورہ قسم کی نماز کے علاوہ کوئی اخلاقی صفت نہ تھی۔ ان سے تو ابلیس بھی شرمندہ ہے ان سے دنیا کا ہر گنہگار بہتر ہے۔ رزق اور مشیت کے متعلق یہ خاص طور پر نوٹ کرلیں کہ اللہ نے ہر چیز کو حاصل کرنے کے لئے قوانین بنا دیئے ہیں جو بھی ان قوانین پر عمل کرے گا۔ وہ دولت و ثروت و دنیاوی جاہ و جلال اختیار کرلے گا۔ وہ شخص جو حرام و حلال اور جائز و ناجائز کی پرواہ نہ کرے جتنا چاہے مال و دولت بٹور سکتا ہے۔ بشرطیکہ جیل اور گرفت سے بچنے کے لئے بھی جائز و ناجائز حیلے اور طریقے استعمال کرتا رہے۔ رہ گئے متقی لوگ وہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کو مدنظر رکھ کر مالِ دنیا حاصل کریں گے اور جو ملے گا ضرورت مندوں کو دیتے رہیں گے۔ وہ دنیا میں کبھی مال و دولت کی فراوانی حاصل ہی نہ کرسکیں گے یہاں تک کہ دنیا میں کوئی ضرورت مند ہی نہ رہ جائے۔ علامہ سے ان کے راہنماؤں اور حکمرانوں میں سے کسی ایسے شخص کا نام معلوم کرو جو ہمیشہ غریب اور بے مایہ رہا ہو؟ انہوں نے مادی معنی میں امیر المومنین کے القاب اختیار کئے تھے۔ یعنی تمام ایمان دار لوگوں سے بڑے سرمایہ دار جاگیر دار و اجارہ دار لوگ علامہ کے حکمران تھے۔ دوسری تشریح میں یہ فرماتے ہیں کہ:

(۹۔ب) علامہ رازقیت کی طرح اللہ کی دوسری صفات کے مظہر بھی انسانوں کو مانتے ہیں۔

"رازق، صانع، موجد، معطی (عطا کرنے والا۔ احسن) اور ایسی دوسری بہت سی صفات ہیں جو اصل میں تو اللہ تعالیٰ ہی کی صفات ہیں مگر مجازاً بندوں کی طرف بھی منسوب ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ہم ایک شخص کے متعلق کہتے ہیں کہ اس نے فلاں شخص کے روزگار کا بندوبست کر دیا۔ یا اس نے یہ عطیہ دیا، یا اس نے فلاں چیز بنائی یا ایجاد کی اسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ کا لفظ استعمال کیا ہے "(تفہیم القرآن ۴ صفحہ ۲۰۹) یہاں بھی علامہ نے یہ صفات عوام الناس کے لئے تسلیم کی ہیں۔ مگر وہ ہرگز انبیاء علیہم السلام کے لئے یہ الفاظ خالق، رازق، صانع، اور موجد وغیرہ نہ مانیں گے۔ بہرحال ہم اپنے رسولؐ اور آئمہ صلوٰۃ اللہ علیہم کو خالق ورازق و رحیم وکریم وغیرہ سب کچھ مانتے اور ثابت کرتے ہیں اور علامہ اینڈ کمپنی کو اسی انکار کی بنا پر جہنمی سمجھتے ہیں۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ
کہہ جو کچھ مانگا ہو میں نے تم سے کچھ بدلا پس وہ واسطے تمہارے ہے نہیں بدلا میرا
اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ
مگر اوپر اللہ کے اور وہ اوپر ہر چیز کے حاضر ہے کہہ تحقیق پروردگار میرا
یَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا
ڈالتا ہے حق کو جاننے والا ہے غیبوں کا کہہ کہ آیا حق اور نہ پہلی بار

(۴۷) یہ بھی بتا دو کہ میں نے تبلیغ رسالت پر جو اجر تم سے مانگا تھا وہ تو تمہارے ہی لئے تھا۔ میرا ذاتی اجر تو صرف اللہ ہی دے سکتا ہے اور اسی پر واجب ہے کہ مجھے میرا اجر دے اور وہ ہم تم پر ہی نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز پر دانا وبینا گواہ ہے۔ (۴۸) یہ بھی کہہ ڈالو کہ حقیقتاً میرا پروردگار اس بات سے مجسم حقؑ کو قائم کرتا ہے اور وہ اس حق کے قیام کے متعلق بھی تمام پوشیدہ منصوبوں کا عالم ہے۔ (۴۹) یہ بھی بتا دو کہ

(۱۰) آیات (۵۴ تا ۴۶ / ۳۴) میں (مائدہ ۶۷ / ۵) کے حکم کو یاد دلایا گیا اور تنہائیوں میں بھی سوچنے کی دعوت دی ہے۔

ان آیات پر غوروفکر کی دعوت جس طرح عہد رسولؐ کے لوگوں کو دی گئی تھی اسی طرح ہمیں بھی ان پر غوروفکر کرنا لازم ہے۔ہم سے پہلے زمانوں میں قرآن کو سمجھنے کی راہ میں وہ روایات رکاوٹ بنتی رہیں جو قومی حکومتوں کے دانشوروں نے گھڑوا کر قرآن کے تمام اہم مقامات کا مدعا اور رخ بدلا تھا۔ اور جسے ہم براہ راست قرآن کے الفاظ میں ثابت کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس سلسلے میں ہم ایک ایسے علامہ کے بیان کو پیش کریں جو شیعوں کا اس زمانہ میں سب سے بڑا دشمن مگر مسٹر ہونے کی وجہ سے روشن خیالوں میں شامل ہے۔ وہ یہ مانتے ہیں کہ آج جو دین اسلام کے نام سے ان کے اور باقی تمام مسلمانوں کے یہاں رائج ہے۔ وہ ایک ازسرتاپا بگڑا اور بگاڑا ہوا دین ہے۔ اور انہوں نے اس دین کو بگاڑنے کا جرم ایرانیوں پر یا دوسرے الفاظ میں علیؑ کے شیعوں پر عائد کیا ہے اور اپنے علم وقدرت کے مطابق اسے ثابت کر کے چھوڑا ہے چنانچہ جس طرح ہم دین کو بگاڑنے میں عربی سازش کو ثابت کرتے ہیں اور قرآن کے الفاظ میں رسولؐ کی قوم کو دین اور تعلیمات قرآن کو بگاڑنے کا مجرم قرار دیتے ہیں (۳۱ تا ۲۷ / ۲۵) اسی طرح مسٹر و علامہ پرویز عجمی سازش کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ مگر قرآن سے نہیں بلکہ اپنے اور تاریخی قیاسات کو دلیل بناتے ہیں۔ بہرحال وہ عجمی سازش کی ذیل میں رقم طراز ہیں کہ۔

(۱۰۔ الف) قرآنی تعلیمات اور دین کو کس نے اور کیسے بگاڑا گیا؟ پرویز کا بیان۔

"انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح اس نظام کو درہم برہم کر دیا جائے۔ اور ساتھ ہی "مسلمانوں کو قرآن سے مہجور کر دیا جائے" تاکہ یہ دوبارہ اس نظام کی طرف آ ہی نہ سکیں۔ لہٰذا وہ تسبیح بدست اور خرقہ بدوش ان کے اندر آئے۔ ان کی خفیہ تدبیر یہ تھی کہ مسلمانوں میں پہلے یہ عقیدہ عام کر دیا جائے کہ اسلام کا سرچشمہ قرآن ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ بہت کچھ اور بھی ہے۔ اس سے ان کے لئے غیر اسلامی عناصر کو اسلام میں داخل کرنے کی راہیں کشادہ ہو جاتی تھیں۔ انہوں نے اس عقیدہ کو عام کیا اور اس کے ساتھ ہی روایات وضع کر دیں۔ ادھر روایات کو پھیلایا اور ادھر انہیں مدوّن شکل میں جمع کرنا شروع کیا تاکہ یہ کتابیں آسانی سے قرآن کی جگہ لے لیں۔ جب روایات کے یہ مجموعے یعنی (موطا اور صحاح ستہ اور حدیث کی دوسری کتابیں۔ احسن) دین قرار پاگئے تو انہی کی رو سے قرآن کی تفسیریں ہونے لگیں۔ اور ان ہی سے مسلمانوں کی تاریخ مرتب ہونے لگی۔ تھوڑے عرصے کے بعد ہو یہ گیا کہ ہر غیر اسلامی عنصر کی سند "دین کے ان سرچشموں" سے ملنے لگی۔ جو کچھ تفاسیر میں لکھا تھا وہ خدا کا حکم قرار پاگیا جو روایات میں تھا وہ سنت رسولؐ بن گیا" (مقام حدیث حصہ دوم صفحہ ۳۸۔۳۹)

آپ نے دیکھا کہ جو کچھ مسٹر پرویز نے قلم برداشتہ بلا کسی سند کے لکھا ہے ہم نے یہی کچھ قرآن کے الفاظ کے سادہ ترجموں سے ثابت کردیا ہے۔ بہر حال یہ اقتباس بھی اس لئے سامنے لایا گیا ہے کہ قومی حکومتوں کے خود ساختہ افسانوں کو نظر انداز کرنا اور قرآن کریم کے الفاظ سے اللہ کا منشاء سمجھنے کی کوشش کرنا ہمارے ذمہ واجب ہے۔ لہٰذا ہمیں معلوم ہے کہ اللہ نے رسولؐ اللہ کو نہایت تاکید و تنبیہہ کے ساتھ یہ حکم بھیجا تھا کہ :

يُبۡدِئُ الۡبَاطِلُ وَ مَا يُعِيۡدُ ﴿۴۹﴾ قُلۡ اِنۡ ضَلَلۡتُ

پیدا کرتا معبود باطل اور نہ دوبارہ کرتا ہے کہہ کہ اگر گمراہ ہو جاؤں میں

فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفۡسِىۡ ۚ وَ اِنِ

پس سوائے اس کے نہیں کہ گمراہ ہوتا ہوں میں اوپر جان اپنی کے اور اگر

اهۡتَدَيۡتُ فَبِمَا يُوۡحِىۡۤ اِلَىَّ رَبِّىۡ ؕ

راہ پاؤں میں پس ساتھ اس چیز کے وحی کی کہ ہے طرف میری رب میرے نے

مجسمہء حقؑ تمہارے سامنے آگیا ہے رہ گیا باطل تو وہ اسے نہ ایجاد کرسکتا ہے اور نہ ہی اس کا اعادہ کرسکے گا ۔ (۵۰) یہ بھی بتا دو کہ اگر تمہارے خیال میں میرا اس بات کی تاکید کرنا میری گمراہی کی دلیل ہے تو اس کا وبال بھی میری اپنی ہی ذات تک محدود ہے اور اگر تم مجھے ہدایت یافتہ سمجھو تو یہ اس ہدایت یافتگی کی تصدیق تو میرا پروردگار مجھ پر وحی کے ذریعے سے کر ہی رہا ہے

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهُۥۚ وَٱللَّهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴿٦٧﴾ المائدة

اس آیہ مبارکہ کے ترجمہ اور تشریحات کو یہاں دہرانا مقصود نہیں ہے صرف اتنا دیکھ لیں اور اپنے اپنے مترجمہ قرآنوں سے تصدیق کرلیں کہ اس آیت میں یہ حقیقت ثابت ہے کہ یہاں اللہ نے حضورؐ کو ''اے رسولؐ'' کہہ کر مخاطب کیا ہے اور آگے چل کر رسالت کی تبلیغ نہ کرنے پر دھمکی دی ہے۔ اور کہا ہے کہ اس بات کی تبلیغ کر دو جو ہم تم پر پہلے سے نازل کئے ہوئے تبلیغ کے انتظار میں ہیں اور تم نے اب تک اس بات کو لوگوں تک نہیں پہنچایا ہے۔ اور سنو کہ ہم تمہیں لوگوں کے غیظ و غضب اور غم و غصہ کی زد سے محفوظ رکھیں گے۔ اس وعدہ کے بعد بھی اگر تم نے اس بات کو عملاً کرکے نہ دکھایا وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ تو تم نے پوری رسالت کی کوئی بات بھی نہیں پہنچائی۔ یعنی تمہاری رسالت ہی منسوخ سمجھی جائے گی ۔ قارئین اس آیت میں وہ بات یا کام نہیں ہے جس کی تبلیغ کا یا کر کے دکھانے کا حکم اس عتاب کے ساتھ دیا گیا ہے ۔ اور نہ قرآن میں کہیں، اور کسی اور عالم نے اس حکم کی نشاندہی کی ہے ۔ بہرحال یہ دو باتیں اس آیت میں صاف صاف اور واضح ہیں کہ وہ بات : (۱) ایسی تھی جو عملاً کرکے دکھانا تھی اور جس کے کرنے یا کہنے سے تمام متعلقہ لوگوں کے غیظ و غضب اور انتقامی جذبہ کے بھڑک اٹھنے کا خطرہ تھا اور (۲) وہ اکیلی بات یا کام پوری رسالت کا نچوڑ یا پوری رسالت کے برابر تھا۔ اور اسی بات کو زیر نظر آیت (۴۶ / ۳۴) میں بلا تفصیل بتائے یاد دلایا گیا ہے ۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ پوری قوم وہ بات پسند نہیں کرتی اور ہرگز اسے برداشت کرنے کو تیار نہیں ہے ۔ یہ کہا گیا ہے کہ تم اپنی تنہائیوں میں اکیلے اکیلے اس پر غور کرو یا زیادہ سے زیادہ دو آدمی مل کر غور کریں۔ مطلب یہ ہے کہ اس قوم کی کثرت کے تہیّہ اور فیصلے میں اختلاف پیدا ہوجائے اور دو دو ایک ایک کرکے لوگ اپنی رضامندی رسولؐ کو چپکے چپکے بتاتے رہیں ۔ تاکہ اندازہ ہوسکے کہ آیا متفقین کی تعداد اتنی ہے کہ اس بات کو جب نافذ کر دیا جائے تو مخالفین کچھ بگاڑ نہ سکیں گے؟ چنانچہ وہ بات جسے ساری قوم نہ چاہتی تھی بقول علامہ شبلی اور جناب عمر، علیؑ کی حکومت تھی (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اور وہ کام جو رسولؐ اللہ نے غدیر خم پر ہزارہا مسلمانوں کے مجمع میں کر کے دکھایا تھا وہ ساری دنیا کو معلوم اور تمام احادیث کی کتابوں میں مرقوم ہے ۔ کہ علیؑ کو تمام اُمت پر اولیٰ بتصرف اور مولیٰ بنا کر تمام مسلمانوں سے بیعت کرائی تھی ۔ اور عمر نے بخٍ بخٍ لک یا علیؑ کہہ کر مبارکباد دی تھی۔ اور یہی وہ بات تھی جو مقصد نبوت و رسالت تھا۔ اور تمام انبیاؑ نے قیام ولایت علویہ کے لئے تعلیمات و رسالات خداوندی کو پہنچایا تھا۔ اور یہی وہ بات تھی جس کو رسولؐ کی نام نہاد قوم کے لیڈر بطور الزام اپنا حربہ بنا کر اس پر روز اوّل سے قائم رہے ،کہ یہ رسولؐ اپنے خاندان کا اقتدار قائم کرنے کے لئے نبوت کا ڈھونگ رچا رہا ہے اور سابقہ پیشن گوئیوں کی بنا پر رسولؐ کے ساتھ ہو لئے تاکہ حکومت کو ان کے خاندانوں میں اچانک چلے جانے سے روکا جائے اور پیشنگوئیوں کے غلط نکل جانے کے امکان کو مدنظر رکھ کر ایک تیغ بکف محاذ بھی قائم کیا۔ تاکہ داخلی اور خارجی محاذوں میں سے جو محاذ کامیاب ہو وہ پوری قوم کو اقتدار میں شریک رکھے ۔ (اسی کو اللہ نے نظام شرک سے یاد کیا ہے) اور یہی وہ پہلی تبلیغ تھی اور پہلا حکم تھا جو زبان رسالت سے جاری ہوا تھا کہ:

اِنَّهٗ سَمِیۡعٌ قَرِیۡبٌ ﴿۵۰﴾ وَ لَوۡ تَرٰۤی اِذۡ فَزِعُوۡا
تحقیق وہ سننے والا نزدیک ہے اور کاش دیکھے تو جس وقت کہ یہ گھبر اویں گے
فَلَا فَوۡتَ وَ اُخِذُوۡا مِنۡ مَّکَانٍ قَرِیۡبٍ ﴿۵۱﴾ وَّ قَالُوۡۤا
پس نہیں بھاگ سکیں گے اور پکڑے جاویں گے مکان نزدیک سے اور کہیں گے
اٰمَنَّا بِہٖ ۚ وَ اَنّٰی لَہُمُ التَّنَاوُشُ مِنۡ مَّکَانٍۭ
ایمان لائے ہم ساتھ اس کے اور کہاں ممکن ہے واسطے ان کے پکڑنا مکان
بَعِیۡدٍ ﴿ۚۖ۵۲﴾ وَّ قَدۡ کَفَرُوۡا بِہٖ مِنۡ قَبۡلُ ۚ وَ یَقۡذِفُوۡنَ
دور سے اور تحقیق کافر ہوئے تھے ساتھ اس کے پہلے اس سے اور پھینکتے تھے
بِالۡغَیۡبِ مِنۡ مَّکَانٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۵۳﴾ وَ حِیۡلَ بَیۡنَہُمۡ وَ بَیۡنَ
گمان بن دیکھے مکان دور سے اور پردہ ڈالا گیا درمیان ان کے اور درمیان
مَا یَشۡتَہُوۡنَ کَمَا فُعِلَ بِاَشۡیَاعِہِمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ
اس چیز کے کہ چاہتے تھے جیسا کیا گیا ساتھ پیشواؤں ان کے کے پہلے اس سے
اِنَّہُمۡ کَانُوۡا فِیۡ شَکٍّ مُّرِیۡبٍ ﴿۵۴﴾ ع ۷ / ۱۲
تحقیق وہ تھے بیچ شک اضطراب میں ڈالنے والے کے

یقیناً وہ سب کی باتیں ہر جگہ قریب سے سننے والا ہے ۔(۵۱) اے رسولؐ کاش تم اس وقت وہ نظارہ دیکھ سکو جب یہ تیری ولایت کے خلاف محاذ بنانے والے اپنے قریب پکڑنے والوں سے گھبرا گھبرا کر پکڑے جارہے ہوں گے اور کوئی بھاگ نہ سکے گا ۔ (۵۲) اور مواخذہ کے دوران کہیں گے کہ ہم اس (ولایت علویہ) پر اب ایمان لاتے ہیں حالانکہ بہت دور نکل چکنے والی چیز اب کہاں ہاتھ آتی ہے (۵۳) اس مواخذہ سے پہلے وہ ولایت پر پردہ ڈالتے رہے اور رسولؐ پر دیوانہ و شاعروساحر ہونے کی دور دور کی غائبانہ خبریں دیتے رہے ۔ (۵۴) اس دار و گیر (زمانہ رجعت) میں انہیں اس چیز سے محروم کر دیا جائے گا جس کی تمنا میں یہ خود ساختہ دین پر عمل کرتے رہے جیسا کہ ان کے ان سے قبل والے باطل دین کی اشاعت کرنے والوں کو محروم کیا تھا یقیناً وہ سب شش و پنج میں ڈالنے والے شک میں تھے ۔

"یہ علیؑ ہے یہ میرا بھائی ، میرا خلیفہ ، اور وزیر ہے میری زندگی میں بھی اور میری وفات کے بعد بھی تم سب اس کی بات کو سنو اور اس کی اطاعت کرو۔"
اسی بات کا مذاق اڑاتے ہوئے سردارانِ قوم نے بطور طنز حضرت ابوطالبؑ سے کہا تھا۔ کہ آج سے تم اپنے بیٹے کے ماتحت ہو اس کی اطاعت کیا کرنا ۔"

(۱۰۔ ب) انبیاؑ و رسلؑ کی بعثت کی غرض قیام ولایت علویہؑ تھی ۔ احادیث معصومینؑ ۔

قارئین کرام یہاں بطور نمونہ مختصراً احادیث معصومین علیہم السلام سے اس زیر بحث آیت (۴۶ / ۳۴) کی تشریح پر چند الفاظ سن لیں چنانچہ:
جناب ابی حمزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام محمدؑ باقر علیہ السلام

عن اَبِی حمزۃ :سَاَلۡتُ اَبَا جعفر علیه السلام عن قول الله تعالیٰ " قُلۡ اِنَّمَا اَعِظُکُمۡ بواحدۃ (۴۶ / ۳۴) فقال: اِنَّمَا اَعِظُکُمۡ بِوِلَایَۃِ عَلِیّ علیه السلام ھِیَ الۡوَاحِدَۃُ الَّتِی قال الله تبارك و تَعَالیٰ اِنما اعظکم بواحدۃ(کافی کتاب الحجۃ باب نکت و نتف حدیث نمبر ۴۱)

سے اللہ کے اس قول کے متعلق پوچھا کہ "کہہ دو اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں تمہیں صرف ایک ہی وعظ کرتا رہا ہوں اور کرتا رہوں گا (مضارع) امامؑ نے فرمایا کہ اللہ نے یہ کہنے کا حکم دیا تھا کہ " میں تمہیں ولایت علوّیہ کے سوا اور کوئی وعظ نہیں کرتا رہا ہوں اور نہ کروں گا" اور دین میں ایک ہمہ گیر چیز صرف ولایت کا قیام ہے اسی لئے اللہ نے ایک نصیحت فرمایاہے"
قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اہم آیات کی تفسیر والی روایات کو جگہ نہیں دی گئی ہے اور اسی لئے انہیں لفظ "صحیح "کے لقب سے نوازا گیا ہے ۔

(۲) ولایت علویہؑ کی قدامت :

اوّل ۔جناب عبدالرحمٰنؒ امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانی کہتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا کہ ہماری ولایت اللہ کی وہ ولایت ہے کہ اللہ نے کسی نبیؑ کو مبعوث ہی نہیں کیا مگر یہ کہ اسے ولایت علویہؑ کا ذمہ دار بنا کر بھیجا۔

اوّل: عن عبدؒالرحمٰن عن ابی عبداللہ علیہ السلام قَالَ: وِلَايَتُنَا وِلَايَةُ اللهِ الَّتِي لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا قط اِلاَّبِهَا۔ دوم :عن محمدؒ بنؒ الفضیل عن ابی الحسن علیہ السلام قَالَ: وِلَايَةُ عَلِيٍّ علیہ السلام مَكْتُوْبَةٌ فِيْ جَمِيْعِ صُحُفِ الْاَنْبِيَاءِ وَلَنْ يَبْعَثَ اللهُ رَسُوْلاً اِلَّا بِنَبُوَّةِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَوَصِيَّة عليؑ (ایضاً کافی کتاب الحجۃ باب نتف وجوامع صفحہ ۵ اور صفحہ ۶)

(کافی کتاب الحجۃباب فیہ نتف وجوامع۔۔۔ الخ حدیث نمبر ۳) یا

دوم ۔جناب محمد بن فضیل نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا ہے کہ ولایت علویہ تمام انبیاؑ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔اور اللہ نے کوئی رسوؐل نہیں بھیجا سوائے اس کے کہ اسے نبوت محمدؐیہ اور وصیۃ علویہؑ کی تاکید نہ کر دی ہو"(ایضا کتاب و باب حدیث نمبر ۶)

(۱۰۔ ج) آیت (۴۶ / ۳۴) پر علامہ اینڈ کمپنی کا رد عمل قومی سازش کے عین مطابق ہے۔

ہم نے آیت زیر بحث کے متعلق قرآن اور احادیث کا ربط پیش کر دیا اور اس آیت کی قرآنی تشریح برابر آیت نمبر ۵۴ تک چلی جارہی ہے اگر ترجمہ ہماری طرح نہ کیا جائے گا تو یہ نو آیتیں بالکل بے جوڑ اور بے معنی ہو کر رہ جائیں گی بہر حال اب ہم اس آیت (۴۶ / ۳۴) پر غوروفکر کے حکم کو قومی تصورات اور تراجم دکھا کر مکمل کرتے ہیں لہٰذا سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ اس آیت میں اللہ نے یہ فرمادیا ہے کہ :

"تمہارا صاحب پاگل نہیں ہے"آپ جس ترجمہ کو اٹھا کر دیکھیں گے وہاں آپ کو حضوؐر سے جنون کی نفی ملے گی اور یہ نفی قرآن میں اس لئے باربار آئی ہے کہ رسوؐل کی نام نہاد قوم کے لیڈروں نے بار بار آنحضرؐت کو دیوانہ ، پاگل اور مجنوں کہا ہے۔ پہلے یہی الزامات بطور نمونہ دیکھ لیں چنانچہ : قرآن کریم بتاتا ہے کہ :

(۱۰۔د)رسوؐل کی تعلیمات سے عوام کو دور رکھنے کے لئے قریشی لیڈر حضوؐر کو پاگل کہا کرتے تھے۔

(۱) لَمَّا سَمِعُواْ ٱلذِّكۡرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُۥ لَمَجۡنُونٌ ﴿٥١﴾ القلم
(۲) ثُمَّ تَوَلَّوۡاْ عَنۡهُ وَقَالُواْ مُعَلَّمٌ مَّجۡنُونٌ ﴿١٤﴾ الدخان
(۳) وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓاْ ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجۡنُونِۭ ﴿٣٦﴾ الصافات
(۴) وَقَالُواْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِي نُزِّلَ عَلَيۡهِ ٱلذِّكۡرُ إِنَّكَ لَمَجۡنُونٌ ﴿٦﴾ الحجر

(۱) "جب وہ قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص یقیناً دیوانہ ہے۔"
(۲) "پھر اس کے خلاف ولایت کا تصور اختیار کیا اور کہا کہ یہ تو سیکھا سکھایا پاگل ہے"
(۳) "اور کہتے ہیں کہ کیا ہم ایک دیوانہ شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟"
(۴) "اور انہوں نے کہا اے وہ شخص جس پر قرآن نازل ہوا تو یقیناً ضرور پاگل ہے"

یہ چاروں مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ قریشی لیڈر یہ طے کر چکے تھے کہ حضوؐر کو پاگل بنا کر راستہ سے ہٹا دیں اُدھر اللہ نے یہ طے کرر کھا تھا کہ قریش کے اس الزام سے رسوؐل اللہ کو بری کر کے رہے گا۔ چنانچہ اس نے بار بار اس الزام کی نفی کی ہے۔

(۱۰ ۔ ہ) اللہ نے قریش کے الزام کی نفی میں آیات نازل کیں۔

اور قرآن میں فرمایا ہے کہ:

(۱) أَمۡ يَقُولُونَ بِهِۦ جِنَّةُۢۚ بَلۡ جَآءَهُم بِٱلۡحَقِّ ....الخ ﴿٧٠﴾ المؤمنون
(۲) وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجۡنُونٖ ﴿٢٢﴾ التکویر
(۳) مَآ أَنتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُونٖ ﴿٢﴾ القلم (طور ۲۹ / ۵۲)
(۴) "أَفۡتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِۦ جِنَّةُۢ ﴿٨﴾ سبأ

(۱) "کیا وہ اسے پاگل کہتے ہیں ؟ بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا ہے اور حق انہیں پسند نہیں۔"

(۲) ”تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے “
(۳) ”تم اپنے پروردگار کی نعمتوں کی وجہ سے دیوانے نہیں ہو “
(۴) اور اسی زیر تشریح سورۃ میں فرمایا گیا ہے کہ:
(۴) ” کیا یہ رسولؐ،اللہ کے خلاف جھوٹی ایجادات کر رہا ہے یا وہ دیوانہ ہے یہ بات نہیں بلکہ آخرت کے منکر سخت گمراہی اور عذاب کی لپیٹ میں ہیں(۸ / ۳۴) اللہ اِدھر نفی کرتا رہا اور دشمنان دین اُدھر پاگل پاگل کا شور مچاتے مچاتے دیوانے ہوتے جارہے تھے ایسی صورت میں یہ سمجھنا کہ اللہ نے آیت زیر بحث (۴۶ / ۳۴) میں مخالفین کو اس بات پر غور کرنے کے لئے کہا ہے کہ آیا محمدؐ دیوانہ ہے یا نہیں ؟ ایک دیوانگی کی بات ہے ۔ اس لئے کہ بار بار دیوانگی کی نفی کرتے رہنے کے باوجود مخالف محاذ کی یہ ضد برقرار ہے کہ رسولؐ رسول نہیں بلکہ ایک پاگل شخص ہے ایسی صورت میں ان دشمنان دین کو فیصلہ کے لئے کہنا اور ان سے راست گوئی کی امید کرنا خلاف امید ہے بہر حال علامہ اس آیت (۴۶ / ۳۴) سے یہی کچھ سمجھے ہیں اور اس کے ترجمے میں سے تمام مترجمین اور قرآن کے الفاظ کے خلاف دیوانگی کی نفی کو ساقط کردیا ہے ۔ علامہ کا ترجمہ دیکھیں ۔

علامہ کا تمام مترجمین کے خلاف ترجمہ: ”اے نبیؐ ان سے کہو کہ:” میں تمہیں بس ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں خدا کے لئے تم اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اپنا دماغ لڑاؤ اور سوچو، تمہارے صاحب میں آخر ایسی کون سی بات ہے جو جنون کی ہو، وہ تو سخت عذاب آنے سے پہلے تم کو متنبہ کرنے والا ہے۔ “(تفہیم القرآن جلد۴صفحہ ۲۱۱ آیت ۴۶ / ۳۴)

مطلب یہ ہے کہ علامہ نے آنحضرتؐ کو دشمنوں کے رحم وکرم اور فیصلے پر چھوڑ دیا ہے اور یہ امید موہوم قائم کی ہے کہ وہ دشمنانِ حق و صداقت ضرور سچ بولیں گے اور اپنی ضد چھوڑ کر اپنے باربار کئے ہوئے اعلانات کے خلاف حضور کو دانش مند مان لیں گے حالانکہ اس سے پہلے اللہ ان سے ایسی اپیل کرکے مایوس ہو چکا ہے اور وہ اس اپیل کے بعد بھی آنحضرتؐ کو دیوانہ کہتے رہے ہیں ۔ سنئے ان سے کہا گیا تھا کہ :

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِم مِّن جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿١٨٤﴾ الأعراف

”کیا اِن لوگوں نے کبھی اس پر غور و فکر نہیں کیا ہے کہ اِن کا ساتھی پاگل نہیں بلکہ وہ تو ایک بولتا چالتا تنبیہات کرنے والا ہے“ ؟

قارئین غورو فکر کریں کہ سورۂ اعراف میں اللہ یہ فرما چکا ہے کہ:”کیا انہوں نے غوروفکر نہیں کیا ہے “ تو یہاں سورۂ سبا (۴۶ / ۳۴) میں غوروفکر کی شرط دوبارہ لگا نا آزمودہ را آزمودن کے سوا اور کیا ہے ؟ اور یہ ہر عقل مند آدمی سمجھ سکتا ہے کہ دشمنوں نے بڑے غوروفکر کے بعد دیوانگی کو حربہ بنایا تھا اور اب وہ خود اپنے خلاف ہرگز فیصلہ نہ کرسکتے تھے یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اگر ان سے (معاذاللہ) رسولؐ اللہ کی دیوانگی اور فرزانگی ہی پر فیصلہ لینا تھا تو یہ ایک ایک اور دو دو ہو کر غوروفکر کرنے کی پابندی کیوں؟ کیوں نہ سب مل کر غور و فکر کریں ؟ ایک یا دو آدمی اگر کہہ بھی دیں کہ آنحضرتؐ دیوانہ نہیں بلکہ فرزانہ ہیں تو کیا فائدہ متصور تھا؟ کثرت تو بہر حال دیوانگی کا سرٹیفیکیٹ دے رہی تھی لیکن ہم کہتے ہیں کہ ”دیوانہ بکار خویش ہوشیار “یا یہ کہ علامہ دیوانہ وار مقام محمدؐ وآل محمدؐ پر پردہ ڈالنے میں برابر مصروف رہتے ہیں اور کبھی نہیں سوچتے کہ ان کی تفہیم کا بُنا ہوا یہ جال کوئی توڑ پھوڑ کر رکھ سکتا ہے ۔

بہر حال قارئین نے بار بار دیکھا ہے کہ علامہ ہر اس آیت کے ترجمہ کو الٹ دیتے ہیں جو آنحضرتؐ کے بعد والی حکومت کی وضاحت کرتی ہو یا جس میں ان کے لیڈروں کی مذمت ہو رہی ہو ۔ حالانکہ باقی مترجمین ایسے مقامات پر علامہ کے تصورات ومسلک کے خلاف ترجمہ کرتے رہے ہیں اور علامہ نے وہ تراجم و تفاسیر پڑھی ہیں الغرض اس آیۂ مبارکہ میں تمام الفاظ اس انداز سے رکھے گئے ہیں کہ اس سے کوئی دوسرا مفہوم اخذ کرنے میں وہ تسلسل ٹوٹ کر منشا الٹ جائے گا جو اللہ نے مسلسل پانچ مرتبہ ” قُلْ “ فرما کر بیان کیا ہے اور یہاں (۴۶ / ۳۴) سے وہاں (۵۰ / ۳۴) تک برابرپے در پے ” الحقؑ “کی حکومت کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے اوررجعت امام زمانہؑ میں ان کے ایمان اور محروم رہنے پر آ کر اس بات کو ختم کیا جس پر غوروفکر اُس وقت درکار تھا ۔

سُوْرَۃُ فَاطِرٍ

سُوْرَۃُ فَاطِرٍ مَّکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ خَمْسٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّ خَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ فاطر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتالیس (۴۵) آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے || شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ

سب تعریف واسطے اللہ کے ہے پیدا کرنے والا آسمانوں کا اور زمین کا کرنے والا

الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ

فرشتوں کا پیغام لانے والے پروں والے دو دو اور تین تین اور چار چار زیادہ کرتا ہے

فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ① مَا

بیچ پیدائش کے جس کو چاہتا ہے تحقیق اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے جو کچھ کہ

یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا ج

کھول دیوے اللہ واسطے لوگوں کے رحمت سے پس نہیں بند کرنے والا واسطے اس کے

وَ مَا یُمْسِکْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ ؕ وَ ھُوَ

اور جو کچھ بند کرلیوے پس نہیں چھوڑ دینے والا واسطے اس کے پیچھے اس کے اور وہ

الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ② یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ؕ ھَلْ

غالب ہے حکمت والا اے لوگو یاد کرو نعمت اللہ کی کو اوپر اپنے کیا ہے کوئی

(۱) ہر ستائش آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والے اور فطرت عطا کرنے والے کے لئے ہے اور جو ملائکہ کو پیغمبری دینے والا ہے ایسے فرشتے جن کو دو دو اور تین تین اور چار چار پر عطا کئے ہیں اور اپنی تخلیقی کاریگری کے لئے جو مشیت کا تقاضا ہو تو اور اضافہ کرتا رہتا ہے یقیناً اللہ ہر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے (۲) اللہ جس پر اپنی کسی رحمت کا دروازہ کھول دے تو اسے بند کرنے یا روکنے والا کوئی نہیں اور جسے وہ بند کر دے تو اس کے بعد اور کوئی اسے کھولنے والا یا واپس بھیجنے والا نہیں ہے ۔ اور وہ ہر طرح غالب رہنے والا حکیم ہے (۳) اے لوگو تمہیں اللہ نے جو جو نعمتیں عطا کی ہوئی ہیں تم ان کا تذکرہ اور شکریہ جاری رکھو کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود بھی موجود ہے

تشریحات سورۂ فاطر ۔

(۱) آیت (۱ / ۳۵) کی روشنی میں سورۂ نساء کی تیسری آیت کو پھر دیکھ لیں تو بہتر ہوگا۔

اس آیت (۱ / ۳۵) میں اللہ نے فرشتوں کے پروں (WINGS) کی تعداد بھی اسی انداز میں بتائی ہے جس طرح سورۂ نساء (۳ / ۴) میں عورتوں کی تعداد کا بیان فرمایا تھا۔ وہاں ہم نے عرض کیا تھا کہ یہاں چار عورتوں کی حد یا پابندی نہیں ہے ۔ بلکہ یہ طرز بیان اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد خواہ کتنی بھی زیادہ ہو انہیں شوہر فراہم کرکے ان کی فطری خدا داد جنسی ضرورت کو پورا کیا جائے ۔ اور یہ کہ ان کی تعداد کسی زمانہ میں بھی مردوں کے مقابلہ میں چار گنی سے زیادہ نہیں ہو سکتی ۔ دلیل آیت میں یہ ہے کہ "چار چار" سے آگے کچھ نہیں فرمایا گیا ہے ۔ اسی آیت کی رو سے آنحضرتؐ نے چار سے زیادہ عورتوں کو شرف زوجیت بخشا تھا اس لئے کہ جہاں یہ ضروری ہے کہ مستورات کو ان کا فطری حق فراہم کیا جائے اور تعداد کی پرواہ نہ کی جائے، وہیں یہ ضروری ہے کہ مردوں کی صحت و سلامتی اور قابلیت اور مالی استطاعت کو بھی ملحوظ اور ترقی پذیر رکھا جائے ۔ چنانچہ عورتوں کی تعداد کو ایسے لوگوں سے نکاح کرکے تقسیم

مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ

پیدا کرنے والا سوائے خدا کے کہ رزق دیوے تم کو آسمان سے اور زمین سے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ

نہیں کوئی معبود مگر وہ پس کہاں سے پھیرے جاتے ہو اور اگر جھٹلاویں تجھ کو

فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

پس تحقیق جھٹلائے گئے ہیں پیغمبرؑ پہلے تجھ سے اور طرف اللہ کی پھیرے جاتے ہیں

الْاُمُوْرُ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ

سب کام اے لوگو تحقیق وعدہ اللہ کا سچا ہے پس نہ فریب دے تم کو زندگانی

الدُّنْيَا ٚ وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

دنیا کی اور نہ فریب دے تم کو ساتھ اللہ کے فریب دینے والا تحقیق شیطان

لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا

واسطے تمہارے دشمن ہے پس پکڑو اس کو دشمن سوائے اس کے نہیں کہ پکارتا ہے

حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ ۝ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

گروہ اپنے کو تو کہ ہوویں رہنے والوں دوزخ کے سے جو لوگ کہ کافر ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

واسطے ان کے عذاب ہے سخت اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ

واسطے ان کے بخشش ہے اور ثواب بڑا کیا پس وہ شخص کہ زینت دیا گیا واسطے اس کے

جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق عطا کرتا ہو؟ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے ایسی صورت میں تمہیں کس جگہ اور کون سی بات پر فریب دیا جا رہا ہے (۴) اور اگر اے نبیؐ یہ لوگ تمہیں جھوٹا ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں تو یہ نئی بات نہیں تم سے پہلے بہت سے رسولؐ جھٹلائے جا چکے ہیں مگر تمام معاملات آخر کار اللہ کے سامنے پلٹا کر لائے جانے والے ہیں ۔ (۵) اے لوگو اللہ کا وعدہ برحق ہے چنانچہ تمہیں یہ دنیاوی سازو سامان بہلا بہلا کر لاپرواہ نہ کر دے اور نہ ہی تمہیں وہ مجسمۂ غرور بہلا کر اللہ سے دور رکھنے پائے ۔ (۶) یقیناً شیطان تمہارا پکا دشمن ہے چنانچہ تمہیں بھی اسے اپنا دشمن سمجھ کر سلوک کرنا چاہیئے ۔ بات اتنی سی ہے کہ شیطان اپنے گمراہ کئے ہوئے گروہ کو جہنمی بنانے کی دعوت دیتا رہتا ہے ۔ (۷) وہ لوگ جنہوں نے حق پر پردے ڈالے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور جن لوگوں نے ایمان اور اعمالِ صالح کو اختیار کیا ہے ان کے لئے ہر قسم کا تحفظ اور عظیم ترین اجر مقرر ہے (۸) ہر وہ آدمی جس کے لئے اس کی بدکرداری مفید بن جاتی ہے تو وہ اپنے اعمال کو بھی صحیح

اور پورا کیا جانا چاہیئے ۔ جو حقوق زوجیت کے ادا کرنے اور مستورات کو ترقی کرانے کے قابل ہوں اس لئے ایک ایک دو دو تین تین اور چار چار کے الفاظ دراصل حد بندی نہیں ہیں ۔ بلکہ قابلیت اور فطری حالات کو مدنظر رکھنے کے لئے ہیں اگر ایک شخص اس جوہر سے خالی ہے جس کی بنا پر نکاح کی ضرورت ہوتی ہے تو اسے ایک عورت بھی نکاح میں دینا غلط ہوگا۔ کمزور آدمی کو ایک ہی، طاقتور کو زیادہ اور نہایت قابل اور صحت مند کو اور بھی زیادہ تعداد نکاح میں دی جائے گی یہ ایک ذمہ داری ہے تفریح نہیں ہے ۔ جسے ادا کرانے ، عدل و انصاف برقرار رکھنے اور معاشرہ کو بحیثیت مجموعی ترقی پذیر رکھنے کے لئے سربراہ اسلام علیہم السلام احکام جاری کرے گا۔ اور پہلے خود عمل کر کے دکھائے گا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اس سلسلے میں ہمہ قسم کی عورتیں نکاح میں لیں ۔ اور ان کے پیدا کردہ حالات سے عہدہ برآ ہونے کا پروگرام عملاً کر کے دکھایا اور ہر ایک کے ساتھ اس کے کردار کے مطابق سلوک کیا۔ فرشتوں کے پروں کی تعداد چار تک بیان کرنے کے بعد اللہ نے پروں کی ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے اور ملائکہ کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے یہ جملہ بھی فرما دیا کہ ”ہم اپنی تخلیق میں ضرورت کے ساتھ ساتھ اضافہ بھی کرتے رہتے ہیں “ یعنی ایک ایک ۔دو دو۔تین تین ۔اور چار چار کی تعداد کوئی حد

سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ

برا عمل اس کا پس دیکھا اس کو اچھا پس تحقیق اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے

وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ

اور راہ دکھاتا ہے جس کو چاہتا ہے پس نہ جاتا رہے جی تیرا اوپر ان کے افسوس سے

اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝۸ وَ اللّٰهُ الَّذِیْۤ

تحقیق اللہ جاننے والا ہے ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہیں اور اللہ وہ شخص ہے کہ

اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی

بھیجتا ہے باؤں کو پس اٹھاتی ہیں بادلوں کو پس ھانک لاتے ہیں ہم اس کو طرف

بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ

شہر مردے کی پس زندہ کیا ہم نے ساتھ اس کے زمین کو پیچھے موت اس کی کے

كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝۹ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ

اسی طرح قبروں سے نکلنا ہے جو شخص کہ چاہتا ہے عزت پس واسطے اللہ کے ہے

الْعِزَّةُ جَمِیْعًا ؕ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ

عزت ساری طرف اسی کی چڑھتے ہیں کلمات پاکیزہ اور عمل نیک

یَرْفَعُهٗ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ

بلند کرتا ہے اس کو اور جو لوگ کہ مکر کرتے ہیں برائیوں کے واسطے ان کے عذاب ہے

شَدِیْدٌ ؕ وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ یَبُوْرُ ۝۱۰ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

سخت اور مکر ان کا وہی ہلاک ہووے گا اور اللہ نے پیدا کیا تم کو مٹی سے

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَ لَا

پھر نطفے سے پھر کئے واسطے تمہارے جوڑے اور نہیں اٹھاتی کوئی عورت اور نہیں

اور اچھا سمجھنے اور برابر کرنے لگتا ہے یہی وہ اصول ہے جس کے مطابق اللہ کی مشیت سے لوگ گمراہ ہوتے رہتے ہیں اوراسی طرح اللہ کی مشیت لوگوں کو ہدایت کرتی رہتی ہے ۔ ان حالات سے گمراہ ہونے والوں پر حسرت و افسوس کرتے کرتے تم اپنی جان نہ دے ڈالنا ۔ یقیناً اللہ ان کی تمام صنعت کاریوں اور چالاکیوں کا بھی عالم ہے (۹) اور اللہ ہی وہ ہستی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ان سے بادلوں کو اٹھواتا ہے اور پھر بادلوں کو دوش ہوا پر بیکار و مردہ پڑی ہوئی بستیوں کی طرف لاتا ہے۔ چنانچہ ہم وہاں کی زمین کو دوبارہ زندہ کردیتے ہیں یہی تو وہ قدرت اور قانون ہے جس سے مرنے کے بعد ہم انسانوں کا حشرونشر کریں گے (۱۰) اورتم میں سے جو کوئی عزت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ جان لے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔اور اللہ کی طرف بلند ہونے والی چیزوں میں سے پاکیزہ کلماتؔ بھی ہیں اور ان کو ان کے صالح اعمال عروج پر لے جاتے ہیں (یعنی معراج خواہ مخواہ نہیں ہوا کرتی ہے) اور جو لوگ ان پاکیزہ کلماتؔ کو ناکام کرنے کے لئے بدترین مکرو حیلے کررہے ہیں ان کے لئے سخت عذاب طے شدہ ہے لہٰذا ان کو ان کے مکر سمیت برباد کردیا جائے گا (۱۱) اللہ نے تمہیں آدمؑ کی صورت میں پہلے مٹی سے پیدا کیا پھر آدمؑ کے نطفے سے تمہاری نسل جاری کی پھر آدمؑ کی اولاد میں تمہیں تزویج کے ذریعہ جوڑیاں بنایا

بندی نہیں ہوا کرتی بلکہ یہ طرز گفتگو اس لئے ہے کہ ضرورت کے وقت پانچ پانچ اور چھ چھ وغیرہ وغیرہ کا اضافہ کیا جاتا ہے تاکہ مقصد کی تکمیل ہو سکے ۔ اسی اصول کے مطابق جب چار چار سے مقصد حاصل ہو اور کوئی عورت جنسی ضرورت کی محتاج نہ رہے ٹھیک ہے، ورنہ پانچ پانچ اور دس دس اور زیادہ زیادہ سے نکاح کیا جائے گا ۔

(۲) آیت (۱۰ / ۳۵) میں اللہ نے انسانوں سے عزت کی نفی نہیں کی ہے وہابی سوچیں ۔

اس آیت (۱۰ / ۳۵) کی قسم کے بیانات سے وہابی یا علامہ اینڈ کمپنی یہ تاثر دیا کرتی ہے کہ بس فلاں صفت یا قدرت صرف اللہ ہی کو حاصل ہے اور کسی غیر اللہ میں اس صفت یا قدرت کا ماننا شرک ہے ۔ ہم ماننے پر مجبور ہیں کہ اس کائنات میں

تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَ مَا یُعَمَّرُ مِنۡ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا یُنۡقَصُ

جنتی مگر ساتھ علم اس کے کے اور نہیں عمر دیا جاتا کوئی عمر دیا گیا اور نہ کم کیا جاتا

مِنۡ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ ﴿۱۱﴾ وَ

عمر اس کی سے مگر بیچ کتاب کے لکھا ہوا ہے تحقیق یہ اوپر اللہ کے آسان ہے اور

مَا یَسۡتَوِی الۡبَحۡرٰنِ ۖ هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ

نہیں برابر ہوتے دو دریا یہ جو ہے شیریں ہے پیاس کھونے والا آسانی سے گزرنے والا

شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ ؕ وَ مِنۡ کُلٍّ تَاۡکُلُوۡنَ لَحۡمًا طَرِیًّا

گلے میں سے اور یہ کھاری ہے کڑوا اور ہر ایک سے کھاتے ہو تم گوشت تازہ

وَّ تَسۡتَخۡرِجُوۡنَ حِلۡیَةً تَلۡبَسُوۡنَهَا ۚ وَ تَرَی الۡفُلۡكَ فِیۡهِ

اور نکالتے ہو گہنا کہ پہنتے ہو اس کو اور دیکھتا ہے تو کشتیاں بیچ اس کے کہ

مَوَاخِرَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِهٖ وَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾ یُوۡلِجُ

پھاڑتی ہیں پانی کو تو کہ ڈھونڈو فضل اس کے سے اور تو کہ تم شکر کرو داخل کرتا ہے

الَّیۡلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوۡلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیۡلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ

رات کو بیچ دن کے اور داخل کرتا ہے دن کو بیچ رات کے اور مسخر کیا ہے سورج کو

لہٰذا اس کے بعد جس عورت کو حمل قرار پاتا ہے یا جو عورت بچہ جنتی ہے اس سب کا اللہ کو علم رہتا ہے اور تم میں سے جسے عمر عطا کی جاتی ہے اور جس کی عمر میں کمی کی جاتی ہے وہ عطیہ اور کمی اور عمر کی زیادتی سب کتاب میں لکھی ہوئی تمہارے پاس موجود ہے اور ہر چیز کا لکھا ہوا ریکارڈ بھیجنا اللہ کے لئے بہت آسان کام ہے۔ (۱۲) اور دونوں سمندر مساوی نہیں ہیں ایک میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے دوسرا سخت نمکین ہے کہ حلق چھیل کر رکھ دے مگر دونوں میں سے تم لوگ تازہ گوشت حاصل کر کے کھاتے ہو اور پہننے کے لئے تم زیب و زینت کے سامان اس میں سے نکالتے ہو اور اسی پانی میں تم یہ دیکھتے ہو کہ کشتیاں پانی کو چیرتی چلی جاتی ہیں۔ تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس کا شکر بھی ادا کرو۔ (۱۳) وہ رات کو دن کے اندر پرو دیتا ہے اور دن کو رات کے اندر سمو دیتا ہے۔ اور اس نے سورج اور چاند کو مطیع و فرمانبردار بنا رکھا ہے

حقیقی وجود، حقیقی قوت و قدرت و اختیار و عزت و حکومت و بقا وغیرہ وغیرہ اللہ ہی کو حاصل ہیں مگر ساتھ ہی اللہ کے بیانات و تعلیمات اور اپنے مشاہدات کی وجہ سے یہ بھی ماننے پر مجبور ہیں کہ اللہ نے اپنی تمام صفات و قدرت میں انسانوں کو حصہ دار بنایا ہے اور وہ تمام چیزیں انسانوں کو بھی دی ہیں جو اس کی ذات میں مکمل طور پر موجود ہیں اور جنہیں دینے سے اس کی قوت و قدرت میں کمی واقع نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا یہاں فرمایا ہے کہ:

(۱) فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِیۡعًا ﴿۱۰﴾ فاطر ....
(۲) وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸﴾ المنافقون

(۱) ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ: (۲) اور عزت اللہ کے لئے رسولؐ کے لئے اور مومنین کے لئے ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ نے مومنین کو اور رسولؐ کو اپنی عزت میں شامل کر کے انہیں عزت دی ہے۔ سوال یہ ہوگا کہ وہ مومنین کون ہیں؟ جواب یہ ہے کہ جوؑ رسولؐ ایسے ہوں۔ اور جن کو اُسی وقت سے عزت ملی ہو جب رسولؐ اللہ کو معزز کیا گیا تھا۔

(۳) آیت (۱۰ / ۳۵) میں کلماتُ اللہ کی پاکیزگی اور معراج کی قابلیت اور اس کی وجہ بتائی ہے۔

اس آیۂ مبارکہ میں محمدؐ مصطفیٰ اور آئمہ ھدیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم کی اس قابلیت و قدرت کو واضح کیا گیا ہے جس سے وہ حضرات پوری کائنات کی بلندیوں اور پستیوں کو عبور کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ حقیقی معنی میں اعمال صالحہ پر کار بند رہتے ہیں اور دوسروں کو صالحیت فراہم کرتے ہیں اور اعمال صالحہ کو برقرار رکھنے کے لئے اُنؑ کا صعود و نزول جاری رہنا لازم ہے جو کائنات میں اس وقت سے جاری ہونا چاہیے جب سے کائناتی بلندیاں اور پستیاں وجود میں آئی تھیں۔ اور اسی صعود و نزول کو اللہ نے معراج قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ سمجھنا غلط ہے کہ محض ایک مرتبہ اور محض اتفاق سے وہ معراج

وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

اور چاند کو ہر ایک چلتے ہیں وقت مقرر تک یہی ہے اللہ پروردگار تمہارا

لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ

واسطے اسی کے ہے بادشاہی اور جس کو پکارتے ہو تم سوائے اس کے نہیں مالک

مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ

ایک چھلکے کھجور کی گٹھلی کے اگر پکارو تم ان کو نہ سنیں گے پکارنا تمہارا اور اگر

سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ

سنیں گے نہیں جواب دیں گے تم کو اور دن قیامت کے کفر کریں گے

بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ ع

ساتھ شرک تمہارے کے اور نہ خبر دے گا تجھ کو مانند حق تعالیٰ خبردار

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ

کی اے لوگو تم محتاج ہو طرف اللہ کی اور اللہ وہی ہے بے احتیاج

الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ۚ وَ

تعریف کیا گیا اگر چاہے لے جاوے تم کو اور لے آوے پیدائش نئی اور

یہ سب ہی ایک مقررہ وقت تک رواں دواں چلے جا رہے ہیں وہ ہے تمہارا اللہ تمہارا پالنے والا جس نے یہ نظام برپا کیا ہے اور جن لوگوں کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تو اس کائنات میں ایک کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں ۔ (۱۴) اگر تم انہیں آواز دو تو اوّل تو وہ سنیں گے ہی نہیں اور اگر وہ سننے والے ہوئے اور انہوں نے سن بھی لیا تو جواب میں مدد نہ کر سکیں گے اور جب قیامت قائم ہوگی تو تمہارے ساتھ شریک کار ہونے کے جرم کو چھپائیں گے اور تمہیں حقیقت حال کی ایسی صحیح خبریں خبیر کی مانند کوئی اور نہیں دے سکتا ہے ۔(۱۵) اے لوگو تم سب اللہ کے سامنے اس کے محتاج ہو اور صرف اللہ ہی ہے جو کہ نہ صرف یہ کہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ اس کی حمد و ثناء ہوتی چلی آئی ہے۔(۱۶) اگر وہ چاہے تو تمہیں راہ سے ہٹا کر نئی مخلوق تمہاری جگہ لا کھڑا کرے۔ (۱۷) اور اس کے لئے تمہیں فنا کرنا اور نئی مخلوق کو موجود کرنا کچھ بڑی سخت بات نہیں ہے ۔

ہوئی تھی۔ احادیث میں معراج کا وقوع میں آنا (۱۰۰) مرتبہ سے زیادہ ثابت ہے ۔ فرق یہ ہے ایک معراج اس قسم کی تھی جس میں اللہ نے خود بلایا اور باقی وہ تھیں جن میں وہ حضرتؑ خود گئے ۔

(۴) آیت(۱۴ / ۳۵) میں اُس خبیرؑ کا ذکر ہے جو اللہ کے علاوہ محسوس و مشہود خبیرؑ ہے ۔

قارئین کرام نے سورۂ فرقان (۵۹ / ۲۵) میں اس خبیرؑ کا تذکرہ پڑھا تھا ۔ جہاں اللہ نے آنحضرتؐ کو حکم دیا ہے کہ متعلقہ باتوں پر اُس خبیر سے سوالات کرلیا کرو ۔ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ الفرقان
یہاں یہ بات قطعاً واضح ہے کہ یہ خبیر اللہ نہیں ہے اللہ تو حکم دے رہا ہے ۔ اور رسولؐ کو حکم دیا جا رہا ہے ۔ لہٰذا وہ خبیر اللہ و رسولؐ کے علاوہ کوئی اور ہونا لازم ہے ۔ اور اسی لئے علامہ نے یہ ترجمہ کیا تھا کہ :
''اُس کی شان بس کسی جاننے والے سے پوچھو''(تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ۴۶۰)
یعنی علامہ کا مذہب یہ ہے کہ نہ اللہ اپنی شان بیان کر سکا نہ رسولؐ اللہ ذاتی طور پر اللہ کی شان سے واقف ہیں نہ قرآن میں وہ شان بیان ہوئی ہے۔ بلکہ رسولؐ کو چاہئے کہ گلی گلی پکارتے پھریں کہ :
''ہے کوئی اللہ کی شان جاننے والا؟ اور جب کوئی مل جائے تو اس سے دریافت کرکے جو وہ کہے اسی کو اللہ کی شان مان لیں۔ اور یہ جاننے والا یقیناً مسلمانوں میں تو ہو نہیں سکتا ورنہ رسولؐ اللہ اسے خود ہی جانتے ہوتے ۔ علامہ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ اُن کے راہنما خلیفہ دوم کی طرح یہودیوں یا عیسایوں سے اللہ کی شان کی تعلیم حاصل کرلیں اور اسی لئے علامہ نے آیت فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (النحل) کا ترجمہ و تشریح کرتے ہوئے لکھا تھا کہ :یعنی علمائے اہل کتاب اور دوسرے (یہودی و عیسائی۔احسن) لوگ جو چاہے سکہ بند علما نہ ہوں مگر بہرحال کتب آسمانی کی تعلیمات سے واقف اور

مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ
نہیں یہ اوپر اللہ کے مشکل اور نہیں بوجھ اٹھاتا کوئی بوجھ اٹھانے والا بوجھ
اُخْرٰی ؕ وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا
دوسرے کا اور اگر پکارے کوئی جان بوجھ والی طرف بوجھ اپنے کے نہ
يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ؕ اِنَّمَا
اٹھایا جاوے گا اس سے کچھ اور اگرچہ ہووے صاحب قرابت سوائے اس کے
تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ
نہیں کہ ڈراتا ہے تو ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں پروردگار اپنے سے بن دیکھے اور
اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا
قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کوئی ستھرائی کرے پس سوائے اس کے نہیں کہ
يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ وَ مَا
ستھرائی کرتا ہے واسطے جان اپنی کے اور طرف اللہ کی ہے پھر جانا اور نہیں
يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۝ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ۝ وَ لَا
برابر ہوتا اندھا اور دیکھنے والا اور نہ اندھیرا اور نہ روشنی اور نہ
الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ۝ وَ مَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَ لَا
سایہ یہ اور نہ دھوپ اور نہیں برابر ہوتے زندے یعنی عالم اور نہ

(۱۸) اور نہیں ذمہ دار بنتا کوئی پیچیدہ ذمہ داریوں کا ذمہ دار شخص کسی دوسرے کی پیچیدہ ذمہ داریوں کا اور اگر کوئی زمینی کھنچاؤ سے (کشش ثقل Gravity) بچنے کے لئے اور اپنے بھاری پن کو بانٹنے کے لئے کسی کو بلائے تو کوئی اس کے کھنچاؤ اور بھاری پن میں ذرا بھی کمی نہ کرسکے گا۔ اور خواہ وہ شخص اس کے بڑے ہمدردوں میں سے القربیٰ والا ہی کیوں نہ ہو ۔تم تو صرف ان لوگوں تک اپنی تنذیر کو محدود کر چکے ہو جو پہلے ہی سے اپنے پروردگار کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ اور نمازیں قائم رکھتے ہیں اور ان میں سے بھی جو کوئی اپنے نفس کو پاکیزہ کر رہا ہے تو وہ خود اپنے لئے بھلائی کر رہا ہے یعنی تم پر نہ کسی کے ایمان لانے کا احسان ہے اور نہ تزکیہ نفس کرنے کا احسان ہے اور واپسی تو بہرحال اللہ ہی کی طرف ہونا ہے ۔ (۱۹) اور یہ کہ نہ تو نابینا اور بینا برابر ہوتے ہیں (۲۰) اور نہ ہی اندھیرا اور روشنی برابر ہیں (۲۱) اور نہ چھاؤں اور دھوپ برابر ہو سکتے ہیں ۔ (۲۲) اور نہ ہی زندہ اور مردہ برابر ہوئے ہیں یقیناً اللہ ہی ہے

انبیائے سابقین کی سرگزشت سے آگاہ ہوں " (تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۵۴۳)یعنی جب تک قرآن اور مسلمان دنیا میں موجود رہیں تو قیامت تک پیش آنے والے تمام سوالات عیسائیوں اور یہودیوں سے معلوم کرتے رہیں گے ۔ چنانچہ علامہ اور ان کے بزرگ روز اوّل سے آج تک اپنی تمام مشکلات میں یہود و نصاریٰ و مجوس کو بلا کر اپنا مشیر بناتے رہے ۔ پہلی، دوسری اور تیسری خلافت ہو یا معاویہ اور اس کی جانشین خلافتیں ہوں آپ کو تاریخ بتائے گی کہ مسلمانوں کو حکومت اور بندوبست سکھانے والے غیر مسلم مشیر برابر ساتھ ساتھ رہے ہیں ۔ جب مسٹر ایوب اسلامی قانون بنا رہے تھے۔ اس وقت بھی ایک غیر مسلم ماہر قانون کی خدمات حاصل کی گئی تھیں اور آج بھی وزارت امور مذہبی اور علما کے ماتحت نہیں ہے وہ سب برٹش لاء اور عیسائی و یہودی سنت سے اخذ فیض کر رہے ہیں ۔ اور کریں گے یہ دوسری بات ہے کہ عوام سے اس حقیقت کو چھپایا جائے ۔

(۵) آیت (۱۸ / ۳۵) میں وزارت اور وزیر کی قسم کی ذمہ داریوں کا تذکرہ ہے نہ کہ گناہوں کے عام بوجھ کا۔

اس آیہ مبارکہ میں جو الفاظ آئے ہیں وہ قرآن میں پانچ مقامات پر دھرائے گئے ہیں (سورۂ انعام ۱۶۵ / ۶) سورۂ بنی اسرائیل (۱۵ / ۱۷) سورۂ زمر (۷ / ۳۹) سورۂ نجم (۳۸ / ۵۳) اور عموماً یہ سمجھا گیا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ میں ماخوذ نہ ہو گا ۔ لیکن ان پانچوں مقامات پر نہ تو کہیں ایسا لفظ ہے جس کے معنی گناہ ہوں نہ ایسا لفظ ہے جس کے مصدری و مادی معنی بوجھ ہوں ۔ اور ساری دنیا جانتی ہے کہ "وزن" جو عربی زبان کا لفظ ہی نہیں بلکہ قرآن میں وہ کئی جگہ استعمال بھی ہوا ہے ۔

الۡاَمۡوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُسۡمِعُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ مَاۤ اَنۡتَ

مردے یعنی جاہل تحقیق اللہ سنا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور نہ تو

بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ ﴿۲۲﴾ اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا نَذِیۡرٌ ﴿۲۳﴾

سنانے والا ہے ان شخصوں کو کہ بیچ قبروں کے ہیں نہیں تو مگر ڈرانے والا

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ؕ

تحقیق ہم نے بھیجا ہے تجھ کو ساتھ حق کے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا

وَ اِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ ﴿۲۴﴾ وَ

اور نہیں کوئی اُمت مگر گزرا بیچ اس کے ڈرانے والا اور اگر جھٹلاویں تجھ کو پس

اِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۚ جَآءَتۡہُمۡ

تحقیق جھٹلایا ہے ان لوگوں نے کہ پہلے ان سے تھے آئے تھے ان کے پاس

رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالۡکِتٰبِ الۡمُنِیۡرِ ﴿۲۵﴾

پیغمبرؑ ان کے ساتھ دلیلوں کے اور ساتھ چھوٹی کتابوں کے اور کتاب روشن کے

ثُمَّ اَخَذۡتُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۲۶﴾ ع

پھر پکڑا میں نے ان لوگوں کو کہ کافر ہوئے پس کیوں کر ہوا عذاب میرا

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا

کیا نہیں دیکھا تو نے یہ کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پس نکالے ہم نے

بِہٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُہَا ؕ وَ مِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیۡضٌ

ساتھ اس کے میوے کہ مختلف ہیں رنگ ان کے اور پہاڑوں سے ٹکڑے ہیں سفید

جو جسے چاہتا ہے ہدایت کی باتیں سنوا دیتا ہے اور تم ان لوگوں کو ہدایت کی تبلیغ نہیں کر سکتے جو قبروں میں دفن ہیں (۲۳) تم تنبیہہ کرنے والے کے سوا کچھ نہیں ہو ۔ (۲۴) یقیناً ہم نے تمہیں خوشخبریاں دینے والا اور تنبیہہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے اور ایسی کوئی اُمت نہیں گزری جس میں نذیر نہ بھیجا گیا ہو ۔ (۲۵) اور اگر تمہاری نام نہاد قوم تمہیں جھوٹا ثابت کرنا چاہتی ہے تو یہ نئی بات نہیں ہے ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی اسی طرح جھٹلایا تھا ان کے پاس بھی ان کے رسوؐل آئے تھے اور کھلی کھلی تعلیمات اور زبوروں اور روشن کتاب لے کر پہنچے تھے ۔ (۲۶) پھر میں نے ان میں سے ان لوگوں پر گرفت کی تھی جو حقائق کو جان بوجھ کر چھپاتے اور جھٹلاتے رہے اور ان پر کیسا کیسا برا عذاب نازل کیا تھا (۲۷) کیا آپؐ نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے آسمان سے پانی اتارا اور اس سے مختلف رنگوں اور ذائقوں والے پھل پیدا کئے اور پہاڑوں میں بھی سفید اور سرخ اور گہری سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں ۔

اور جو کچھ اس آیت (۱۸ / ۳۵) میں ہے اس کی بنیادیا مادہ و۔ز۔ر ہے جس سے الفاظ وزیر اور وزارت اور اوزار وغیرہ بنتے ہیں ۔ چنانچہ وزیر کی

وَالۡوَزۡنُ یَوۡمَئِذٍ الۡحَقُّ ۚ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ﴿۸﴾ (الاعراف)
وَاَقِیۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تُخۡسِرُوا الۡمِیۡزَانَ ﴿۹﴾ (الرحمٰن)

ذمہ داریاں بڑی پیچیدہ ہوتی ہیں اسے وزیر ہونے کی بنا پر دوست، دشمن اور لیڈروں کے دفاع و حفاظت کا نہایت تہہ در تہہ پیچیدہ انتظام کرنا لازم ہے اور اوزار بھی وہیں استعمال ہوتا ہے ۔ جہاں انسان کے ہاتھ کام نہ کر سکیں ۔ لہٰذا ہمارا ترجمہ یہ بتاتا ہے کہ جس شخص کے اعمال و اقدامات و انتظامات کا کوئی دوسرا وزیر ذمہ دار نہ ہو گا وہ وزیر ہے ورنہ ہم ہر شخص کو ہر شخص کے لئے ذمہ دارو جوابدہ مانتے ہیں ۔اور ایک گناہ میں گناہ گار کے علاوہ ایک جم غفیر ماخوذ ہو گا ۔ زنا کی سزا زانی کو ثبوت کے بعد لازمی ملے گی ۔لیکن زنا کا موقع فراہم کرنے والوں اور زنا سے بچنے کا انتظام نہ کرنے والوں کو بھی مختلف سزائیں ملیں گی ۔ یہ ایک وسیع الاطراف مسئلہ ہے جس کی وضاحت کی یہاں گنجائش نہیں ہے ۔ مانیں یا نہ مانیں یہ سن لیں کہ گناہگار کے ساتھ بہت سے متعلقین ماخوذ ہوں گے ۔

(۲۸) اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے جو لوگ علم رکھتے ہیں وہی اللہ کے حضور میں عاجزی کا رویہ اختیار کیا کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ اللہ ہر حال میں غالب رہنے والا تحفظ فراہم کرنے والا ہے۔ (۲۹) بلاشبہ جو لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ان کو اللہ نے دے رکھا ہے اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ حاجت مندوں کی ضروریات پر خرچ کرتے رہتے ہیں اور امید رکھتے اور چاہتے ہیں کہ ان کی یہ تجارت ہرگز ہلاک نہ ہوگی۔ (۳۰) تاکہ انہیں ان کا اجر و ثواب پورا پورا دیا جائے اور اس سے بھی زیادہ اپنی عنایت اور فضل سے عطا کرے گا اور وہ تو یقیناً تحفظ فراہم کرنے والا اور قدردانی کرنے والا ہے۔ (۳۱) اور وہ چیز جو ہم نے اے نبیؐ آپؐ کی طرف الکتاب میں سے وحی کر دی ہے وہ سراسر حق ہی حق ہے اور وہ تمام سابقہ اور سامنے موجود کتابوں کی تصدیق بھی کرتی ہے بلاشبہ اللہ اپنے تمام بندوں سے خبردار اور انہیں نظر میں رکھنے والا ہے۔ (۳۲) پھر ہم نے اسی سلسلے میں الکتٰب کی وراثت اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو دی جن سب کو ہم نے مصطفیٰ بنا دیا تھا۔ چنانچہ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو اپنی ذات پر ظلم کرنے والے ہیں اور وہ بھی ہیں جو اعتدال اور سیاسی کفایت شعاری پر عمل پیرا رہیں گے (POLITICAL ECONOMY) اور کچھ وہ ہیں جو اختیارات کے استعمال میں

وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَ مِنَ النَّاسِ وَ

اور سرخ کہ مختلف ہیں رنگ ان کے اور بھجنگ ہیں کالے اور لوگوں سے اور

الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ

جانوروں سے اور چارپایوں سے کہ مختلف ہیں رنگ ان کے اسی طرح سے

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

سوائے اس کے نہیں کہ ڈرتے ہیں اللہ سے بندوں اس کے میں سے عالم تحقیق اللہ

عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا

غالب ہے بخشنے والا تحقیق وہ لوگ کہ پڑھتے ہیں کتاب اللہ کی اور قائم رکھتے ہیں

الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً

نماز کو اور خرچ کرتے ہیں اس چیز سے کہ دیا ہے ہم نے ان کو پوشیدہ اور ظاہر

يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَ

امید رکھتے ہیں سوداگری کی ہرگز نہ ہلاک ہوگی تو کہ پورا دیوے ان کو ثواب ان کا اور

يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَ الَّذِيْٓ

زیادہ دے ان کو فضل اپنے سے تحقیق وہ بخشنے والا قدر دان ہے اور وہ چیز کہ

اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

وحی کی ہے ہم نے طرف تیری کتاب سے وہ حق ہے سچا کرنے والی اس چیز کو کہ

يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ

آگے اس کے ہے تحقیق اللہ ساتھ بندوں اپنے کے خبردار ہے دیکھنے والا پھر

اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ

وارث کیا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو کہ برگزیدہ کیا ہم نے بندوں اپنوں کو

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ

پس بعض ان میں سے ظلم کرنے والا ہے واسطے جان اپنی کے اور بعض ان میں سے

(۶) آیات (۳۵ تا ۳۱ / ۳۵) میں آل محمدؐ اور ذریت محمدیہ کے اعلیٰ و ادنیٰ افراد کا ذکر ہے۔

ان پانچ آیات میں پنجتن علیہم السلام اور ان کی پوری نسل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور اس تذکرے کا افتتاح قیام ولایت و استحکام "حق" سے کیا گیا ہے۔ اس بات کو عام مترجمین نے حتّٰی کہ شیعہ مترجمین نے بھی رواداری میں چھپا دیا ہے۔ فرمایا تو یہ گیا تھا کہ: وَالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ هُوَ ٱلْحَقُّ ﴿٣١﴾ (فاطر) "اور وہ چیز جو ہم نے کتاب میں

سب پر سبقت لے جائیں گے اور ان تینوں اقسام کے مصطفیٰ حضرات کی یہ اقسام اللہ نے اپنے حکم اور اجازت سے مقرر کی ہیں اور وہ اللہ کا بزرگ ترین فضل و کرم ہے (۳۳) ان تینوں قسم کے مصطفیٰ بندوں کے لئے ہی ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن میں یہ حضرات داخل کئے جائیں گے وہاں انہیں سونے کے زیورات کنگن وغیرہ اور موتیوں سے آراستہ کیا جاتا رہے گا۔ اور ان کے تمام لباس ریشمین ہوا کریں گے ۔ (۳۴) وہ حضرات جنت میں خدا کی حمد و ثنا میں مصروف رہیں گے اور کہا کریں گے تمام ستائش کا حق اس اللہ کو ہے جس نے ہماری مستقل غمزدہ زندگی کو ہم سے دور کردیا یقیناً ہمارا پروردگار ضرور ہی تحفظ فراہم کرنے والا اور قدر شناس ہے (۳۵) وہی ہے جس نے ہمیں اپنے فضل و عنایات کے ساتھ اس ابدی مقام میں جگہ دی جہاں ہمیں نہ تو کسی مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور نہ ہی یہاں پر ہمیں تھکن اور سستی چھوتی ہے (۳۶) اور جن لوگوں نے حقائق پر پردہ ڈالنے کی

مُّقْتَصِدٌ ج وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ

میانہ رو ہے اور بعض ان میں سے آگے نکلنے والا ہے ساتھ بھلائیوں کے

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

ساتھ حکم اللہ کے یہ وہ ہے بزرگی بڑی باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے کہ داخل ہوں گے

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ج

ان میں گہنا پہنائے جاویں گے بیچ ان کے کنگن سونے کے اور موتی

وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ

اور پوشاک ان کی بیچ ان کے ریشمی ہے اور کہیں گے سب تعریف واسطے اللہ کے ہے

الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾

جس نے دور کیا ہم سے غم تحقیق پروردگار ہمارا البتہ بخشنے والا قدردان ہے

الَّذِيْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ج لَا يَمَسُّنَا

جس نے اتارا ہم کو بیچ گھر ہمیش رہنے کے مہربانی اپنی سے نہیں لگتی ہم کو

فِيْهَا نَصَبٌ وَّ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

بیچ اس کے محنت اور نہیں لگتی ہم کو بیچ اس کے ماندگی اور وہ لوگ کہ کافر ہوئے

سے تمہاری طرف بذریعہ وحی بھیجی الحق ہے " اور سمجھا یہ گیا کہ: " وَٱلَّذِىٓ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبِ هُوَ ٱلۡحَقُّ ﴿۳۱﴾ (فاطر) یعنی تمام ہی مترجمین نے اس آیت میں سے حرف " مِنَ " کو خارج کر دیا ہے جس سے معنی یوں بدل گئے کہ: موودودی ترجمہ: "(اے نبیؐ جو کتاب ہم نے تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے وہی حق ہے" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۳۳) مترجمین کی ایسی چالاکیاں یا مجتہدانہ بدہضمیاں ہی وہ چیز ہیں جنہوں نے قرآن کو مہجور (۳۰ / ۲۵) کئے رہنے کا مسلسل انتظام رکھا ہے ۔ اللہ تو یہ کہتا ہے کہ "میں نے قرآن کے حقائق میں سے ایک خاص حق وحی کیا ہے" اور مترجمین نے یہ سمجھا کہ "میں نے قرآن ہی کو حق بنا کر وحی کیا ہے" تاکہ قارئین اس خاص حق کی تلاش و جستجو میں نہ لگ جائیں جو باقی اور حقائق کے ساتھ ساتھ قرآن میں نازل ہوا ہے ۔ اور یہ وہی حق ہے جس کو حقدار کے سپرد کرنے کا حکم ملا تھا۔ وَءَاتِ ذَا ٱلۡقُرۡبَىٰ حَقَّهُۥ ﴿۲۶﴾ (الإسراء) کہ قرابت والے کو اس کا حق دے دو۔ اس تمہید کے بعد ان اپنے مصطفیٰؑ بندوں کا ذکر فرمایا ہے جو سب کے سب قرآن کے حقیقی وارث ہیں ۔ یہاں یہ بات خود بخود واضح ہے کہ نہ ساری اُمت مصطفیٰ ہے نہ عہد رسولؐ کے سارے مسلمان مصطفیٰ ہو سکتے تھے۔ اس لئے کہ ان میں تو ایسے ایسے خبیث لوگ بھی تھے جن کی مذمت قرآن نے اپنا وظیفہ بنائے رکھا اور جن پر طرح طرح سے اور بار بار لعنت کی ہے اس کے ساتھ ہی ساری اُمت ان دونوں حضرات پر ایمان رکھتی ہے۔ جو مصطفائی اور مرتضائی کی بنیادؐ و حقیقتؐ تھے۔ چنانچہ جناب مصطفیٰ اور مرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہما کی اولادؐ و ذریت ہی وہ لوگ ہیں جن کو ہر حال میں مصطفی مانا جائے گا اور پوری اُمت اس نسلی اور قرآنی مصطفائی ہی کی بنا پر ہر سید نام کے شخص کی عزت کرتی چلی آئی ہے ۔ چنانچہ اللہ نے خود اپنی اجازت و حکم سے اس مصطفیٰ گروہ کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا ہے ۔ ان میں اوّل درجہ کے وہ حضراتؑ ہیں جنہوں نے کسی کے ساتھ کسی بھی حیثیت سے اور کسی بھی مقدار میں ظلم

لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا
واسطے ان کے آگ ہے دوزخ کی نہ تو تمام کیا جاتا ہے اوپر ان کے پس مر جاویں
وَ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِىْ
اور نہ ہلکا کیا جاوے گا ان سے عذاب ان کے سے اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم
كُلَّ كَفُوْرٍ ۚ﴿۳۶﴾ وَ هُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَاۤ
ہر کفر کرنے والے کو اور وہ چلاّویں گے بیچ اس کے اے پروردگار ہمارے
اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِىْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَ لَمْ
نکال ہم کو عمل کریں ہم اچھے سوا اس کے کہ تھے ہم عمل کرتے کیا نہیں
نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ
عمر دی تھی ہم نے تم کو اس قدر کہ نصیحت پکڑے بیچ اس کے جو کوئی
تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا
نصیحت پکڑتا ہے اور آیا تھا تمہارے پاس ڈرانے والا پس چکھو پس نہیں
لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۧ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ
واسطے ظالموں کے کوئی مدد گار تحقیق اللہ جانتا ہے پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی

ع ۱۶

مہم جاری رکھی ان کے لئے جہنم کی آگ میں مسلسل جلتے رہنے کا عذاب مقرر ہے اس لئے کہ نہ تو انہیں اس عذاب سے مر کر چھٹکارا ملنے والا ہے اور نہ ہی جہنم کے عذاب میں کوئی کمی واقع ہونے والی ہے اور وہی طریقہ ہے جس سے ہم حق کو چھپانے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ (۳۷) وہ کفّار وہاں چیخیں مار مار کر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں جہنم کے عذاب سے نکال موقع دے کہ ہم جو اعمال پہلے کرتے رہے ان کے خلاف اب نیک اعمال بجا لاسکیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اگر کوئی ہدایت اختیار کرنا چاہتا تو اتنی مدت میں ہدایت اختیار کر سکتا ؟ اور تمہارے پاس تو سمجھانے اور تنبیہ کرنے والا بھی رہا تھا۔ چنانچہ اب تم عذاب کا مزہ چکھتے رہو اب ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ (۳۸) یقیناً اللہ تو زمین اور آسمانوں میں کی ہر پوشیدہ چیز کا جاننے والا اور سینوں میں

نہیں کیا بلکہ خود کو ہر ظلم و زیادتی اور جور وستم کا نشانہ بنائے رکھنے میں کمال کر دیا اور کسی سے قرآن کی اجازت و عطا کردہ اختیارات کے مطابق بھی انتقام اور بدلہ نہ لیا ہمیشہ نوع انسان کی اصلاح و بہبود میں قربانیوں پر قربانیاں دیتے چلے گئے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے بگاڑے ہوئے دین کو سنوارنے اور بگاڑنے والے حکمرانوں کے مقابلہ میں محاذ قائم کیا اور حدودِ کتاب و سنت کے اندر رہتے ہوئے دین کے حقائق کو پبلک تک پہنچایا۔ دین کا حقیقی ریکارڈ تیار کیا قومی حکومتوں کی خود ساختہ تاریخ و روایات کی پول کھولی اور حکومتوں کا تختہ الٹ دیا۔ تیسری قسم میں وہ حضرات داخل ہیں جنہوں نے وفات رسولؐ کے بعد قرآن کے سونپے ہوئے اختیارات کو ان کی آخری حدود تک استعمال کیا اور غیبت کے پردوں میں رہتے ہوئے باقی دونوں اقسام کے حضرات کی مدد کی اور ظہورِ حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بے روک ترقی کرانے کے لئے قرآنی اختیارات دوسروں کو بھی عطا کریں گے اور اس دنیا کو وہ دنیا بنائیں گے۔ جسے رشکِ جنت کہا جا سکے گا۔ جس کی تیاری کے لئے تمام نبوتیں اور رسالتیں برسر کار رہیں۔ لیکن ابلیس اور اس کے گروہ پر اتمام حجت کے لئے ان کی شرائط کے مطابق موقعہ دیتے رہے۔ لیکن اتمام حجت کے اختتام پر حضرت امام مہدی بن الحسن عسکری علیہم السلام اعلان فرما دیں گے کہ اب کسی شخص کو دین فہمی کے لئے تجربات اور خرافات کا موقع نہ دیا جائے گا۔ اور ہر مخالف کو تہہ تیغ کرنے میں کوئی تکلف نہیں ہوگا۔یعنی پورے اختیارات و قدرت پر عمل ہوگا۔ اور نتیجے میں لا محدود و قدرت و اختیار فراہم کیا جائے گا۔

(۶۔الف) علامہ اینڈ کمپنی کے نزدیک تمام مسلمان ،یزیدؒ اور اس کے سرپرست بھی مصطفیٰ لوگ ہیں ؟؟

علامہ نے ان آیات پر بڑے لمبے چوڑے بیانات دیئے ہیں۔ اور ثابت کیا ہے کہ تمام کلمہ گو مسلمان ان آیات کے مصداق ہیں۔ ہم ان کے چند جملے یہاں نقل کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کو علامہ کی اور ان کے ہم مذہب علما کی دیانت اور لفظ "مصطفیٰ" کی قدر و قیمت معلوم ہو جائے۔

وَ الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَکُمۡ

اور زمین کی تحقیق وہ جاننے والا ہے سینے والی بات کو وہی ہے جس نے کیا تم کو

خَلٰٓئِفَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ فَمَنۡ کَفَرَ فَعَلَیۡهِ

جائے نشین بیچ زمین کے پس جو شخص کہ کفر کرے پس اوپر اس کے ہے

کُفۡرُهٗ ؕ وَ لَا یَزِیۡدُ الۡکٰفِرِیۡنَ کُفۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ

کفر اس کا اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کو کفر ان کا نزدیک پروردگار ان کے کے

پوشیدہ منصوبے کا بھی عالم ہے۔ (۳۹) اللہ وہی ہستی تو ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے چنانچہ خلیفہ ہوتے ہوئے جو خلیفہ جان بوجھ کر قومی مفاد کے لئے حق کو چھپائے گا تو اس کی حق پوشی اسی کے ذمہ ہوگی اور حق کو چھپانے والوں کے لئے ان کی حق پوشی اللہ کے یہاں ان کے حق میں غیظ و غضب بھڑکانے کے علاوہ اور کوئی

(۱) علامہ کے نزدیک مصطفیٰ لوگ کون ہیں ؟ اوّل "چن لیا (اَصۡطَفَیۡنَا) سے" مراد ہیں مسلمان جو پوری نوع انسانی میں سے چھانٹ کر نکالے گئے ہیں تاکہ وہ کتاب اللہ کے وارث ہوں "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۳۴)

دوم "یعنی یہ مسلمان سب کے سب ایک ہی طرح کے نہیں بلکہ یہ تین طبقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں :

(۱) "اپنے نفس پر ظلم کرنے والے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کو سچے دل سے اللہ کی کتاب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمانداری سے اللہ کا رسولؐ تو مانتے ہیں مگر عملاً کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ کی پیروی کا حق ادا نہیں کرتے۔ مومن ہیں مگر گناہگار ہیں۔ مجرم ہیں مگر باغی نہیں ہیں "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۳۴)

(۲) تمام مجرم اور گناہ گار مسلمان مصطفیٰ ہیں۔ قارئین علامہ کے دونوں بیانات کو دیکھیں اور ہمیں ان علما کے نام بتائیں جنہوں نے یزید، ابن زیاد، عمر سعد، شمر اور دیگر قاتلان حسینؑ کو کافر یا منافق لکھا ہو ؟ وہ سب متفقہ طور پر مسلمان مانے گئے اور علما کی کثرت یزید کو ملعون کہنے سے ناک بھوں چڑھاتی ہے اور اکثر اس کے لئے دعائے مغفرت کے قائل ہیں۔ چنانچہ سمجھ لیں کہ جس مذہب میں یزید جیسے لوگ بھی مصطفیٰ ہوں اس مذہب کو کیا کہا جائے گا ؟

(۳) یزید و ابن زیاد وغیرہ کے تمام اقدامات کو اللہ کے اذن کے تحت حق بھی مانئے۔ اور ساتھ ہی مصطفیٰ بنانے والی اُس آیت (۳۲ / ۳۵) کی رو سے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یزید اور دیگر قاتلان حسینؑ نے جو کچھ کیا وہ سب اللہ کی اجازت اور حکم سے کیا تھا اور اسی لئے اگلی آیات میں ان تمام مصطفیٰ بندوں کو جنتی فرمایا گیا ہے۔ یعنی اس اُمت کے تمام مجرم اور گناہگار مسلمان بلا کسی منت و سماجت اور بلا کسی شفاعت کے جنتی ہیں۔ ہے کوئی مسلمان یا کافر جو اس ملعون علامہ کے ان عقائد کو اسلامی قرار دے سکے ؟

ہاں یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ ثلاثہ اینڈ کمپنی نے جو اسلام جاری کیا تھا اس کے یہی عقائد تھے۔ اس میں ہر انسان مجبور ہے اور اُن کا ہر عمل اللہ کے حکم و اجازت سے صادر ہوتا ہے۔ اور اسی عقیدہ کی بنا پر انہوں نے رسولؐ کو زہر دیا اُن کی حکومت غصب کی آل رسولؐ کو تمام انسانی حقوق سے محروم کیا ان کا قتل عام کیا اور اس دنیا کو فتنہ و فساد اور قتل و غارت کا اکھاڑہ بنائے رکھا اور اُسی عقیدہ کے لئے یہاں بھی اولاد و ذریتِ رسولؐ کو ان پانچ آیات سے الگ کر کے تمام جرائم پیشہ اور ناہنجار مسلمانوں کو جنتی بنا دیا یہ تھی علامہ کی مصطفائیت جو یوں سستی کر کے بانٹ دی گئی۔

(۶ ۔ ب) علامہ اپنے ہر بیان میں جھوٹے ہیں۔ قرآن اور ان کی اپنی تحریریں ان کی مخالف ہیں۔

قارئین نے یہ بھی دیکھا ہے کہ علامہ نے یہاں کتاب کی وراثت سے قرآن سمجھا ہے اور اسی لئے اپنے گھریلو خود ساختہ و خود رو مسلمانوں کو مصطفیٰ اور جنتی بنایا ہے لیکن وہ کاذب ہونے کی بنا پر یہ بھول گئے کہ انہوں نے تو قرآن کی جھوٹی تصدیق میں ہر نبیؑ کی اُمت کو مسلمان مانا تھا لیکن اپنے ان بیانات سے انہوں نے باقی تمام نبیوںؑ کے مومنین کو اسلام اور جنت اور مصطفائی

اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

مگر ناخوشی اور نہیں زیادہ کیا کافروں کو کفران کے نے مگر نقصان کہہ کیا دیکھا تم نے

شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا

شریکوں اپنوں کو جن کو پکارتے ہو تم سوائے خدا کے دکھلاؤ مجھ کو کیا کچھ

خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ

پیدا کیا ہے انہوں نے زمین میں سے یا واسطے ان کے ساجھا ہے بیچ آسمانوں کے

فائدہ انہیں نہ دے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حق کو چھپانے والوں کو ان کی حق پوشی نے خسارہ اور نقصان کے علاوہ اور کسی چیز میں اضافہ نہ کیا۔ (۴۰) اے رسولؐ ان سے پوچھو کہ کیا ان لوگوں میں جنہیں تم حکومت الٰہیہ میں بلا کسی خدائی سند کے شریک کرنا چاہتے ہو اللہ کی جانشینی کی قابلیت دیکھی ہے ذرا مجھے دکھاؤ کہ اس زمین میں ان کے تخلیقی کارنامے کیا کیا

سے خارج کر دیا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو انہیں یہ ماننا پڑے گا کہ تمام سابقہ جرائم پیشہ اور گناہ گار مسلمان بھی مصطفیٰ اور قرآن کے وارث اور جنتی تھے یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسولؐ اللہ سے پہلے کے تمام نبیؐ اور اُن کی اُمتیں مسلمان اور جنتی اور وارثان کتاب اللہ نہ تھے۔ اور علامہ ان میں سے جس بات کو بھی مانیں دونوں طرح ان کا کافر اور جہنمی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۶۔ج) کیا سابقہ انبیاؑ اور ان کی اُمتیں مسلمان تھیں؟ اور کیا سابقہ تمام جرائم پیشہ مسلمان بھی مصطفیٰ و جنتی ہیں ؟

قرآن اور علامہ دونوں مانتے ہیں کہ سابقہ تمام انبیاؑ مسلمان تھے اور یہ کہ ان کی اُمتیں بھی مسلمان تھیں۔سنئے ارشاد ہے کہ:
(۱) ”مطلب یہ کہ اللہ کی طرف سے جو پیغمبرؑ بھی دنیا کے کسی گوشے اور کسی زمانہ میں آیا اُس کا دین اسلام ہی تھا“
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۴۰) (آیت ۱۹ / ۳ آلِ عمران)
(۲) ”(حضرت نوحؑ نے کہا) اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ (خواہ کوئی مانے نہ مانے) میں خود مسلم بن کر رہوں۔“
(یونسؑ ۷۲ / ۱۰) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)
(۳) ”ایک نبیؐ کی آمد سے پہلے جو لوگ سابق نبیؐ کو مانتے ہوں وہ اصولاً مسلمان ہی کی تعریف میں آتے ہیں اور جب تک بعد کے آنے والے نبیؐ کی دعوت انہیں نہ پہنچے اور وہ اس کا انکار نہ کر دیں ان کا شمار مسلمانوں ہی میں رہتا ہے“ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۷۳۰)
(۴) ”حضرت موسیٰؑ کا یہ ارشاد صاف بتا رہا ہے کہ بنی اسرائیل کی پوری قوم اس وقت مسلمان تھی“ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۰۶)
اب علامہ اور قرآن کے اقرار کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ علامہ نے ان تمام انبیاؑ اور تمام مسلمان اُمتوں کو اگر اسلام اور مسلمانی سے خارج نہیں کیا تو کیا وہ سابقہ تمام اُمتوں کے جرائم پیشہ اور گناہان کبیرہ وصغیرہ کے مرتکب مسلمانوں کو مصطفیٰ، جنتی اور وارثانِ کتاب اللہ ماننے کو تیار ہیں؟ یا ان سب کو اسلام اور مسلمانی سے خارج کر کے جان چھڑانا پسند کرتے ہیں ؟ بہرحال علامہ پسند کریں یا نہ کریں لیکن انہوں نے مسلمان کی جو تعریف و شناخت بتائی ہے اس کی رو سے خود علامہ بھی اور علامہ کے بنائے ہوئے مصطفیٰ اور خود ساختہ جنتی لوگ اور زبردستی وارثان قرآن بن بیٹھنے والے لیڈر اور عوام، اسلام سے خارج ہوجاتے ہیں علامہ سے مسلمان ہونے کی شرطیں یا مسلم کی تعریف سن کر فیصلہ کر لیں ارشاد ہے کہ :

(۶۔د) علامہ اینڈ کمپنی اور ان کے خود ساختہ مصطفیٰ اور جنتی لوگ اور وارثان قرآن اسلام سے خارج ہوگئے۔

”مسلم“ وہ شخص ہے ۔۱۔ جو خدا کے آگے سر اطاعت خم کر دے ۔۲۔ خدا ہی کو اپنا مالک، آقا، حاکم اور معبود مان لے۔ ۳۔ جو اپنے آپ کو بالکلیہ خدا کے سپرد کر دے اور ۔۴۔ اس ہدایت کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرے جو خدا کی طرف سے آئی ہو ۔۵۔ اس عقیدے اور اس طرز عمل کا نام ”اسلام“ ہے اور یہی تمام انبیاء کا دین تھا جو ۔۶۔ ابتدائے آفرینش سے دنیا کے مختلف ملکوں اور قوموں میں آئے ۔“ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۱۳)
اس تعریف اور ان شرائط کے سامنے علامہ کے پسندیدہ اور مصطفیٰ اور جنتی اور وارثان قرآن کو لاؤ جو علامہ کے مذکورہ بالا اسلامی طرز عمل کے خلاف جرائم پیشہ اور گناہوں میں مبتلا رہ کر مر گئے ہوں یا زندہ ہوں اور بتائیں کیا وہ تمام لوگ اسلام سے خارج ہیں یا نہیں ؟

ہیں؟ یا یہ بتاؤ کہ آسمانوں کے معاملے میں ان کی شرکت کہاں کہاں ہے؟ یا یہ بتاؤ کہ اللہ نے اُن پر کوئی اپنی کتاب نازل کی ہوئی ہے؟ جس کی رو سے وہ ان لیڈروں کو حکومت الٰہیہ میں شریک کرنے کے دعویٰ میں برسرِ حق ہیں؟ اے رسولؐ ان میں سے کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے بلکہ ہوا یہ ہے کہ بعض لوگوں نے اپنے اجتہاد کے ذریعہ (ظلم کے معنی۔ ۴۴ / ۵) عوام کو جھانسہ دے رکھا ہے۔ (۴۱) وہ اللہ کی جانشینی کیسے کرسکتے ہیں

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ

یا دی ہے ہم نے ان کو کوئی کتاب پس وہ اوپر دلیل ظاہر کے ہیں اس سے

بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ

بلکہ نہیں وعدہ دیتے ظالم بعضے ان کے بعضوں کو مگر فریب دینا تحقیق

اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ

اللہ نے تھام رکھا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اس سے کہ ٹل جاویں

علامہ کا خوشامدانہ جھوٹ: مندرجہ بالا بیان کا نمبر ۶ بھی غلط اور جھوٹا دعویٰ ہے اس لئے کہ پہلا نبیؑ حضرت آدمؑ ابتدائے آفرینش سے کروڑوں اربوں سنکھوں سال بعد پیدا کئے گئے تھے۔ جب کہ یہ دنیا کروڑوں قسم کی مخلوقات سے چھلک رہی تھی اور اس سے بھی پہلے جنات اس دنیا میں رہ چکے تھے۔یہاں علامہ خوشامد میں مناقب کہہ رہے تھے۔

(۷) آیات(۴۵ تا ۳۷ / ۳۵) میں قومی مسلمانوں کے کردار کا نتیجہ اور ان کی قومی حکومت و خلافت ہے۔

قارئین نے سورۂ یونس کی آیت(۱۶ تا ۱۴ / ۱۰) میں رسولؐ کی نام نہاد قوم کی قومی ملکی حکومت و خلافت کا ذکر پڑھا تھا اور دیکھا تھا کہ یہ قوم بحیثیت مجموعی یہ کہتی تھی اس قرآن کی تعلیمات تب ہی نتیجہ خیز ہوں گی جب کہ اس کے احکامات اور پالیسیوں کو قومی وملکی اور انسانی تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لئے معنوی تبدیلیوں کا اصول مان لیا جائے۔ چنانچہ ان کو اس طرز فکر کو آزمانے کی شرط پر خلافت دیئے جانے کااعلان کردیا گیا تھا۔ اب یہاں بھی اسی قومی خلافت کا نتیجہ جہنم بیان کیا گیا اور دکھایا گیا کہ وہ قومی لیڈر خلافتِ حقّہ کی اطاعت اور نیک اعمال کرنے کا موقع مانگتے ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہیں عمر اور زمانہ دیا گیا تھا اور تمہارے اندر ایک نذیرؐ بھی موجود تھا(۳۷ / ۳۵)اور سورۂ یونس میں حضورؐ کا بیان قلم بند کیا گیاتھا" کہ میں نے اپنی ساری عمر تمہارے اندر رہتے ہوئے گزار دی ہے" (۱۶ / ۱۰) مطلب یہ کہ اب دوبارہ اطاعت ونیک اعمال کا موقع دینا غلط ہے تمہیں عمر دی جا چکی (۳۷ / ۳۵) اور میں بھی تمہاری اصلاح کے لئے تمہاری عمر بھر ساتھ رہا اور تم نے ہدایت قبول نہ کی۔ یہ دوبارہ عمر و موقع مانگنا،اور رسولؐ کا عمر بھران میں رہنا اور انہیں خلیفہ بنایا جانا بتاتا ہے کہ دوجگہ (سورۂ یونس اور سورۂ فاطر میں) رسولؐ کی قوم کی بات اور خلافت و حکومت کی بات ہو رہی ہے۔ سورۂ یونس میں کہا گیا تھا کہ تمہیں یہ خلافت تمہارے کردار کو عملی دنیا میں دیکھنے کے لئے دی جا رہی ہے۔(۱۴ / ۱۰) اور یہاں (سورۂ فاطر ۳۹ / ۳۵میں) یہ فرمایا گیا کہ تم حق کو نہ چھپانا یعنی کفر نہ کرنا ورنہ اس حق پوشی کا تم سے مواخذہ کیا جائے گا اور یہ حق پر پردے ڈالنا دنیا میں تمہارے نقصان اور اللہ کے غیظ و غضب کو بھڑکانے کا سبب بنے گا (۳۹ / ۳۵) ساتھ ہی ان پر اتمام حجت کرنے کے لئے اللہ نے بتا یا ہے کہ : (ا) میں زمین اور آسمانوں کے غیوب کا عالم ہوں۔(۳۸ / ۳۵) میں زمین اور آسمانوں کوسنبھالنے والا ہوں (۴۱ / ۳۵) میرا جانشین بننا اور میرے لئے کائناتی ذمہ داریاں سنبھالنا ان لوگوں کے بس کی بات نہیں جنہیں تم خلافت الٰہیہ میں شریک کرنا چاہتے ہو کیاتم نے ان میں ایسی قابلیت دیکھی ہے؟ کیا وہ احسن الخالقین کی جانشینی کے لئے کسی قسم کے خالق ہیں؟ ذرا ہمارے رسولؐ کو ان کی پیدا کی ہوئی کوئی چیز تو دکھاؤ؟ کیا ان شرکاء کے لئے ہماری کسی کتاب میں کوئی تحریر اور گنجائش ہے لاؤ وہ تحریر دکھاؤ؟ یا کسی طرح کائناتی کاموں میں ان کا مدبر ہونا دکھا دو یہ سوالات کرتے کرتے یہ کہہ کر خلافت الٰہیہ کی پوزیشن مکمل کردی کہ اصل بات یہ ہے کہ نہ ان میں قابلیت ہے نہ ان کو کوئی سند حاصل ہے۔ بلکہ آیات خداوندی میں معنوی تبدیلیاں کرنے والے بعض (ظالم) بعض عوام کو لیڈروں کی خلافت کے برحق ہونے کا جھانسا (غُرُوْرًا) دیتے رہتے ہیں (۴۰ / ۳۵) پھر ان فریب اور جھانسا دینے والوں کا یہ جھوٹا دعویٰ سامنے لایا گیاہے کہ ہم اس قدر قابل اور ہدایت یافتہ

تَزُوْلَا ۚ وَ لَئِنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ

اپنی جگہ سے اور اگر ٹل جاویں نہ تھامے گا ان دونوں کو کوئی شخص پیچھے اس کے

اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

تحقیق وہ ہے تحمل والا بخشنے والا اور قسم کھائی انہوں نے ساتھ اللہ کے بڑی سخت

اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى

قسم اپنی اگر آوے ان کے پاس ڈرانے والا البتہ ہوں گے بہت راہ پانے والے

مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا

ہر ایک اُمت سے پس جب آیا ان کے پاس ڈرانے والا نہ زیادہ کیا ان کو مگر

نُفُوْرَا ۝ اِۨسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَ مَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَ لَا

بیزاری بسبب تکبر کرنے کے بیچ زمین کے اور مکر کرنے برائی کے اور نہیں

يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ

گھیر تا مکر برا مگر مکر کرنے والوں کو اس کے پس نہیں انتظار کرتے مگر عادت

الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَ لَنْ

پہلوں کی کا پس ہر گز نہ پاوے گا تو واسطے عادت اللہ کے بدل ڈالنا اور ہر گز نہ

جب کہ اللہ کا ایک کام یہ بھی ہے کہ زمین اور آسمانوں کو قابو میں رکھے اور زلزلوں سے بچائے اور اگر ان میں زلزلہ آجائے اور وہ ڈگمگا جائیں تو ان کو سنبھالنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ یقیناً اللہ حلیم اور تحفظ فراہم کرنے والا ہے ۔ (۴۲) اور اے رسولؐ تیری اس قوم نے اللہ کے نام پر بڑے محکم اجتہاد سے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ اگر ان کے پاس کوئی رسولؐ ، نبیؐ یا نذیر آئے گا تو وہ ان کو اور ان کے مجتہدانہ فیصلوں اور مذہب کو تمام اُمتوں سے بہتر اور زیادہ ترقی و ہدایت یافتہ پائے گا ۔مگر جب ان کے پاس تم ایسا نذیر آیا تو انہوں نے اپنی گمراہی چھپانے کے لئے نفرت سے زیادہ اور کچھ نہ دکھایا ۔ (۴۳) اور اپنی قومی بزرگی اور بالادستی کو دنیا میں برقرار رکھنے کے لئے بدترین مکر و منصوبے اختیار کرلئے اور برے اور کمینہ مکر وفریب تو خود ان ہی کو الجھا لیا کرتے ہیں جو برے مکر کرتے ہیں چنانچہ کیا یہ قریشی اجتہادی مومن اپنے سے پہلے کے اوّلین نظام اجتہاد کی سنت کے نفوذ کی امیدو انتظار میں ہیں چنانچہ تم اللہ کی سنت میں تو کوئی

اور اللہ کے دین پر سوفیصد کار بند ہیں کہ اگر کوئی نبیؐ یا نذیر آجائے تو وہ پکار اٹھے گا کہ ہم ساری دنیا میں سب سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں اور کوئی اُمت ہم سے بڑھ کر ہدایت کی بلندیوں پر نہیں پہنچی ہے ۔ لیکن جب آنحضرتؐ ایسا بزرگ ترین نذیر ان کے پاس آیا تو بجائے اس کہ اپنی ہدایت یافتگی کا ثبوت دیتے اپنی گمراہی کو چھپانے کے لئے ان سے اظہار نفرت کی حد کردی (۴۲ / ۳۵) اور اپنی قومی بزرگی اور بالا دستی کی آڑ لے لی اور لگے بدترین قسم کے مکر و حیلے کرنے ۔لیکن مکر وحیلے تو دراصل خود مکاروں ہی کو گھیر لیا کرتے ہیں انہیں بتا دو کہ خلافت و حکومت الٰہیہ کے سلسلے میں بھی اللہ کے قوانین مستقل ہیں ان میں ہیر پھیر اور تبدیلی نہیں ہوا کرتی (۴۳ / ۳۵) ان لوگوں نے دنیا بھر کی سیروسیاحت کی ہے انہیں معلوم ہے کہ ان سے زیادہ طاقتور اقوام خدا کو عاجز نہ کرسکیں اور ان کا انجام بدترین تباہی و بربادی کی صورت میں سامنے آتا رہا ہے (۴۴ / ۳۵) چنانچہ ہم فی الحال اپنے قانون مہلت وآزمائش کے ماتحت انہیں خلافت دے رہے ہیں تاکہ ان کے بہانے ختم ہو جائیں اور ہماری تو عادت ہے کہ ہم جلدی میں گرفت ومواخذہ نہیں کیا کرتے ورنہ یہاں دنیا میں نہ انسان باقی رہتے نہ جانور بچتے چنانچہ جب ان کی خلافت کی مدت ختم ہوگی تو انہیں ان کا اللہ دیکھنے کے لئے تیار ملے گا (۴۵ / ۳۵) یہاں یہ سورۃ اور قومی خلافت کا قصہ ختم ہوگیا۔ چونکہ یہ قصہ اچھا نہیں ہے اس لئے علامہ اینڈ کمپنی نے ان آیات کو اپنی قومی خلافت اور قومی خلفاء کے حق بجانب ہونے میں پیش نہیں کیا ہے ۔ بلکہ جمہوری عقیدہ یہ ہے کہ :

(۷۔ الف) قومی خلافت کا قرآن میں کئی بار ذکر ہوا ہے مگر قومی علمانے اس کو سند نہیں بنایا: قرآن میں اس خلافت کا تذکرہ ہے ہی نہیں جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد قائم ہوئی تھی۔اس انکار سے علامہ اینڈ کمپنی کو جہاں یہ نقصان ہوا کہ ان کی قومی خلافت اور خلفاء قرآنی سند سے محروم رہے

تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَ لَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ

پاوے گا تو واسطے عادت اللہ کے پھیر دینا کیا نہیں سیر کی انہوں نے بیچ زمین کے

فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ کَانُوْۤا اَشَدَّ

پس دیکھیں کیوں کر ہوا آخر کام ان لوگوں کا کہ پہلے ان سے تھے اور تھے بہت سخت

مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعْجِزَهٗ مِنْ شَیْءٍ فِی

ان سے قوت میں اور نہیں ہے اللہ اس لائق کہ عاجز کرے اس کو کوئی چیز بیچ

السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ کَانَ عَلِیْمًا قَدِیْرًا ﴿۴۴﴾ وَ لَوْ یُؤَاخِذُ

آسمانوں کے اور نہ بیچ زمین کے تحقیق وہ ہے جاننے والا قدرت والا اور اگر پکڑے

اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰی ظَهْرِهَا مِنْ

اللہ لوگوں کو ساتھ اس چیز کے کہ کماتے ہیں نہ چھوڑے اوپر پشت زمین کے کوئی

دَآبَّةٍ وَّ لٰکِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ

چلنے والا ولیکن ڈھیل دیتا ہے ان کو ایک وقت مقرر تک پس جب آوے گا

اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِیْرًا ﴿۴۵﴾ ع ۱۷

وقت مقرر ان کا پس تحقیق اللہ ہے ساتھ بندوں اپنے کے دیکھنے والا

تبدیلی نہ پاؤ گے اور ساتھ ہی اللہ کے قوانین میں ہیر پھیر بھی نہیں کیا جا تا ہے ۔ (۴۴) کیا انہوں نے دنیا کی سیر نہیں کی ہے انہیں خبر ہے کہ ان سے پہلے کی اقوام جو بہت طاقتور تھیں ان کا انجام اسی اجتہاد کی بنا پر کیسا رہا؟ یہ جان لینا چاہئے کہ اس زمین اور اُن آسمانوں کی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اللہ کو عاجز کر سکے حقیقت یہ ہے کہ اللہ علیم بھی ہے صاحبِ قدرت بھی ہے ۔ (۴۵) اور یہ کہ اگر اللہ انسانوں کو ان کی غلط کاری کے ساتھ فوراً ہی گرفت کرنے لگے تو اس سرزمین میں انسان تو انسان ہیں کوئی جاندار چلنے والا جانور بھی باقی نہ رہے مگر اللہ تو اپنے بندوں کو ڈھیل اور موقع پر موقع دیتا چلا جاتا ہے اور یہ طریقہ ایک مقررہ وقت تک جاری رہتا ہے ۔ چنانچہ جب وہ مقرر شدہ وقت آجاتا ہے تو پھر اللہ اپنے بندوں کو نظر میں رکھتا ہے۔

ہیں وہیں انہیں یہ فائدہ ہوا کہ انہیں عوام الناس کو بہکانے کا اچھا خاصا موقع ملا کہ جب قرآن میں خلافت بعد رسوؐل کا ذکر ہی نہیں تو علیؑ کی خلافت کا ذکر کہاں ہو گا؟ لیکن ان کا یہ بہانہ جہاں سنت اللہ کا مخالف ہے وہیں قرآن کی سینکڑوں آیات کو جھٹلاتا ہے اور ان سے اس کے سوا اور کیاامید کی جاسکتی ہے کہ وہ قرآن کو جھٹلائیں اس لئے کہ خود اللہ نے رسوؐل سے فرمایا تھا کہ "تیری قوم نے قرآن کو جھٹلایا ہے" وَکَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ ﴿۶۶﴾ (الانعام) اور اسی قوم کے لئے فرمایا تھا کہ "اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کر دیا ہے (فرقان ۳۰ / ۲۵)

(۷۔ب) علامہ نے جھینپتے ہوئے جھجک جھجک کر آیت (۳۹ / ۳۵) میں قومی خلافت کو مانا ہے۔

بہر حال علامہ نے بالواسطہ یہاں (۳۹ / ۳۵) بھی قومی خلافت کی طرف اشارہ ضرور کر دیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ: "تمہیں خلیفہ بنایا ہے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس نے پچھلی نسلوں اور قوموں کے گزر جانے کے بعد اب تم کو ان کی جگہ اپنی زمین میں بسایا ہے ۔ اور دوسرا یہ کہ اس نے تمہیں زمین میں تصرف کے جو اختیارات دئے ہیں وہ اس حیثیت سے نہیں کہ تم ان چیزوں کے مالک ہو بلکہ اس حیثیت سے ہیں کہ تم اصل مالک کے خلیفہ ہو" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۳۸) اس کے بعد ان دونوں مطالب کی مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :"اگر پہلے فقرے کا یہ مطلب لیا جائے کہ تم کو پچھلی قوموں کا جانشین بنایا ہے تو اس فقرے (یعنی کفر کا وبال اسی پر ہے کے معنی۔احسنؔ) کے معنی یہ ہوں گے کہ جس نے گزشتہ قوموں کے انجام سے کوئی سبق نہ لیا اور وہی کفر کا رویہ اختیار کیا جس کی بدولت وہ قومیں تباہ ہو چکی ہیں، وہ اپنی حماقت کا نتیجۂ بد دیکھ کر رہے گا اور اگر اس فقرے کا مطلب یہ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے خلیفہ کی حیثیت سے زمین میں اختیارات عطا کئے ہیں تو اس فقرے کا مطلب یہ ہو گا کہ جو اپنی حیثیتِ خلافت کو بھول کر خود مختار بن بیٹھا یا جس

نے اصل مالک کو چھوڑ کر کسی اور کی بندگی اختیار کرلی وہ اپنی اس باغیانہ روش کا برا انجام دیکھ لے گا" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۳۸) بہر حال یہ آیات (۴۵ تا ۳۷ / ۳۵) اسی خلافت اور خلفاء کی شان میں ہیں جو رسوؐل کی وفات کے بعد خود رو و خود ساختہ طریقے پر خود قوم نے بنائی تھی۔

(۷۔ج) آیات (۴۵ تا ۳۷ / ۳۵) میں لفظ کفر اور کافرین سے دھوکہ نہ کھائیں وہ مومن تھے۔

علامہ نے بھی اپنی دونوں تشریحات میں یہ سوال نہیں اٹھایا کہ ان آیات میں جن کو خلافت دی جارہی ہے۔ وہ مومن تھے یا کافر تھے؟ مگر ہمیں یہ بات پھر صاف کر دینا ہے کہ کافر یا کفر کے معنی منکر یا انکار کرنے والوں نے عوام الناس کو فریب دیا ہے اس لفظ کے حقیقی اور اوّلین اور بنیادی و مصدری معنی "کسی چیز یا حقیقت کو اپنے حق میں مفید سمجھ کر چھپانا ہیں" چنانچہ علامہ نے مانا ہے کہ:

کفر کے معنی پر علامہ متفق ہیں: "کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں اسی سے انکار کا مفہوم پیدا ہوا اور یہ لفظ ایمان کے مقابلے میں بولا جانے لگا" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹) چونکہ قومی حکومتوں نے الفاظ کے معنی بدلنے کی پالیسی جاری رکھی اور اس طرح قرآن کے ہر لفظ کے معنی کو یا تو تبدیل کر دیا یا کم از کم مشکوک الحال بنا دیا۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ عربی الفاظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں بہر حال قرآن نے کاشتکاروں کو اس لئے کفار کہا ہے کہ وہ غلہ کو زمین میں چھپا کر یہ امید کرتے ہیں کہ کئی گنا اناج فصل سے وصول ہوگا۔(حدید ۲۰ / ۵۷) بہرحال جن کو خلافت دینے کی اطلاع دی گئی ہے وہ منکر لوگ نہیں تھے بلکہ اجتہادی مومن تھے اور ان کے مومن ہونے کی دلیل خود آیت (۴۲ / ۳۵) میں موجود ہے یعنی ان کی جدوجہد و اجتہاد یا قسم اور معاہدے اللہ کے وجود کو سامنے رکھتے تھے وہ رسالتؐ ، نبوّت و نذارت اور وحی و ہدایات خداوندی کے قائل تھے۔ اور چونکہ ان کا اجتہاد آخری درجہ کا اور سابقہ تمام اُمتوں کے اجتہاد سے ترقی یافتہ تھا اس لئے ان کا ساری دنیا کی اقوام اور اُمتوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہونے کا دعویٰ حق بجانب تھا مگر وہ اس کو کیا کریں کہ قرآن اجتہاد کو حرام قرار دیتا ہے (مائدہ ۴۷ تا ۴۴ / ۵) خالص وحی کی اتباع لازم کرتا ہے (۱۵ / ۱۰) اور ان لوگوں کو ظالم و فاسق و کافر قرار دیتا ہے جو مُنزّل من اللہ احکام کو خالص طور پر نافذ نہ کریں (مائدہ ۴۷۔۴۴ / ۵) اسی اجتہاد کے لئے وہ قرآن میں معنوی تبدیلی چاہتے تھے (یونس ۱۵ / ۱۰) لیکن رسوؐل اللہ سے کہلوا دیا گیا کہ میں تو صرف اس وحی کی لفظ بلفظ اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے اور اس کی خلاف ورزی عذاب عظیم کو لازم کرتی ہے۔ (۱۵ / ۱۰)

سُوۡرَةُ یٰسٓ

سُوۡرَةُ یٰسٓ مَکِّیَّةٌ وَّ هِیَ ثَلٰثُ وَثَمَانُوۡنَ اٰیَةً وَّ خَمۡسُ رُکُوۡعَاتٍ

سورۂ یسین مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں تراسی (۸۳) آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

یٰسٓ ۚ ﴿۱﴾ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۙ ﴿۲﴾ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۙ ﴿۳﴾

اے سید قسم ہے قرآن محکم کی تحقیق تو البتہ بھیجے ہوؤں

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ؕ ﴿۴﴾ تَنۡزِیۡلَ الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ ۙ ﴿۵﴾

سے ہے اوپر راہ سیدھی کے اتارا ہے خدا غالب مہربان نے

(۱) اے سردار کائنات! (۲) حکمت کی تعلیم دینے والے قرآن کی قسم (۳) یقیناً آپؐ مرسلینؑ میں سے ایک ہیں (۴) صراط مستقیم پر قائم ہیں (۵) ہر حال میں غالب رہنے والے رحیم کی طرف سے نازل شدہ

(۶) تاکہ آپؐ اس قوم کو خبردار باش کہیں جس کے باپ دادوں کو کسی نے ایسی تنبیہہ نہیں کی ہے اور اس لئے وہ حقیقی دین سے غافل ہو چکے ہیں (۷) ان کی کثرت پر ابلیس کا قول صادق آچکا ہے چنانچہ وہ نہ حقیقی ایمان لاتے ہیں اور نہ حقیقی ایمان کبھی لائیں گے (۸) ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈالنا طے کرلیا ہے جو ان کی ٹھوڑیوں تک لٹکے گا

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾

تاکہ ڈراوے تو اس قوم کو کہ نہیں ڈرائے گئے باپ ان کے پس وہ بے خبر ہیں

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾

البتہ تحقیق سچ ہوئی بات اوپر بہتوں انہوں کے پس وہ نہیں ایمان لاتے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ

تحقیق کیا ہم نے بیچ گردنوں ان کی کے طوق پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں

تشریحات سورۂ یٰسین :

(۱) آیت (۱ / ۳۶) کے ترجمہ پر علامہ رفیع الدین کو خراج تحسین :

حروف مقطعات کی ذیل میں بھی ہم نے علامہ مرحوم اعلیَ اللہ مقامہ کی مدح و ثنا اور شکریہ بیان کیا تھا۔ اور یہاں بھی ہم انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان کی کوتاہیوں کو سردارؐ کائنات اور ان کی آل علیہم السلام کے صدقے میں بخش کر انہیں محمدؐ و آلؑ محمدؐ کے قرب میں جگہ دے آمین۔ علامہ نے حتی المقدور خود کو متعصب مترجمین کی صف سے الگ رکھا ہے اور اسی لئے ہم نے ان کے ترجمہ کو ہمیشہ کے لئے اپنی اس تفہیم میں جگہ دی ہے۔ اور اپنے عالمگیر قلمی نظام تعلیم میں عربی طالب علموں کے لئے علامہ کے اسی ترجمہ کی منظوری دی تھی۔ جس کی وجہ سے لاکھوں طالب علموں نے علم حاصل کیا اور فائدہ اٹھایا۔ ہم نے ان کے ترجمہ میں اسّی فیصد (٪ ۸۰) حق موجود ہونا تسلیم کیا ہے۔ اور بیس فیصد ترجمہ کو خاندانی و قومی کثرت کے دباؤ کا نتیجہ مانا ہے۔۔ اور کہیں بھی ان کے تراجم میں محمدؐ و آل محمدؐ سے بغض نہیں دیکھا۔ رہ گئی وہ غلطیاں جو علمی کمی کی بنا پر ہوا کرتی ہیں اور جو ہم سے بھی ہوتی ہیں۔ وہ مترجم کے خلوص اور محمدؐ و آلؑ محمدؐ صلواۃ اللہ علیہم سے محبت کی بنا پر ناقابل اعتناء ہوا کرتی ہیں۔ بہرحال علامہ شیعہ و سنی مترجمین میں پہلے مترجم ہیں جنہوں نے لفظ یٰسٓ کا صحیح ترجمہ کیا تھا۔ جزاہُ اللہ و رسولہ۔

(۲) آیت (۲ / ۳۶) میں قرآن ناطقؑ و مجسمۂ حکمت کی قسم کھائی گئی ہے۔

سورۂ یٰسٓ کی دوسری آیت کو ٹھیک سے سمجھنے کے لئے ایسے دو قاعدے جاننا ضروری ہیں۔ جن پر تمام علما کا اتفاق ہے۔ پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جب موصوف کی کوئی ایسی صفت بیان کی جائے جو اس میں مستقل طور پر اور ہر وقت موجود رہتی ہو تو ایسی صفت کو صفتِ مُشَبّہ کہتے ہیں۔ مثلاً عالم اُس ہستی کو کہیں گے جو جاہل نہ ہو۔ لیکن علیم اس ہستی کو کہا جائے گا جس سے علم کسی وقت کسی لمحہ کے لئے بھی جدا نہ ہوا ہو۔ یعنی ایک عالم پر جہالت کا زمانہ گزرنا مان لیا جائے گا۔ مگر علیم وہ ہستی ہو گی کہ جس کے وجود میں جس کی ذات میں علم داخل ہو۔ یہی بات لفظ حکیم کے لئے ہے۔ اس لئے حکیم اس ہستی کو کہا جائے گا جس کی ذات میں حکمت داخل ہو جو کسی وقت حکمت سے جدا نہ رہا ہو۔ یا جس سے کسی وقت حکمت جدا نہ رہی ہو۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ علیم یا حکیم صاحبان عقل و ارادہ و اختیار کی صفت ہے کسی بے عقل و بے اختیار وغیرہ مخلوق کے لئے یہ صفات مُشَبّہ استعمال نہیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس آیت (۲ / ۳۶) میں جس قرآن کی قسم کھائی گئی ہے۔ وہ کاغذوں پر لکھا ہوا یہ قرآن نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ صاحبِ اختیار و ارادہ چیز نہیں ہے۔ وہ وہی قرآن ہے جو اُمت میں "قرآنؑ ناطق" کے لقب سے مشہور ہے۔ اور وہی حقیقی معنی میں "وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ" ہے اور اسی کے لئے اللہ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ :

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۴﴾ الزخرف

حٰمٓ۔ قسم ہے کتاب مبین کی بے شک ہم نے کتاب مبین کو عربی زبان کا قرآن بنا دیا ہے۔ اس لئے کہ شاید تم عقل استعمال کرکے اس سے فائدہ اٹھا سکو۔ اور بے شک وہ کتاب

فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ

پس وہ سر اونچا کر رہے ہیں اور کی ہم نے آگے ان کے سے ایک دیوار اور

مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَ

پیچھے ان کے سے ایک دیوار پس ڈھانکا ہم نے ان کو پس وہ نہیں دیکھتے اور

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾

برابر ہے اوپر ان کے کیا ڈراوے تو ان کو یا نہ ڈراوے تو ان کو نہیں ایمان لانے کے

اور تم دیکھو گے کہ وہ اپنا سر بلند رکھنے کے لئے زور لگا رہے ہیں (۹) لیکن ہم نے ان کے آگے اور پیچھے ایک دیوار بنا دی ہو گی یعنی جہنم میں انہیں چاروں طرف سے گھیر دیا جائے گا۔ اور انہیں ہم اس طرح ڈھک دیں گے کہ انہیں کچھ بھی نظر نہ آئے گا (۱۰) اور تمہارا انہیں تنبیہہ کرنا یا تنبیہہ نہ کرنا دونوں ہی مساوی ہیں وہ بہر حال تمہاری تبلیغ سے حقیقی ایمان نہ لائیں گے

مبین یا قرآن کتاب کی بنیادی کتاب کی ماں کے اندر محفوظ ہے جو کہ ہمارے یہاں مجسمۂ حکمت علیؑ ہے (زخرف۴ تا۱ / ۴۳)۔ یہ تھا اِس قرآن اور اُس قرآن کا فرق۔ ان میں سے ایک کتاب ہے۔ دوسرا کتاب کا حاملؑ ہے۔ ایک ضابطۂ حیات ہے۔ دوسرا حیات کائناتِ اور راہنمائے جن و انس و ملائک و جمادات ونباتات و حیوانات ہے۔

(۳) آیات (۱۰تا٦ / ۳٦) قریش کے حالات اور انجام پر فیصلہ سناتی ہیں۔ قارئین کرام قرآن کی ہر سورت میں کئی کئی مرتبہ یہ دیکھتے چلے آ رہے ہیں کہ رسولؐ اللہ سے اختلاف کرنے والوں اور آخر تک ان کا مخالف رہنے والوں کو جہنم کی دھمکیاں دی جاتی رہی ہیں۔ اور اکثر وہ نظارہ بھی سامنے لایا جاتا رہا ہے جو قیامت میں بازپرس کے وقت یا جہنم کے اندر ان مخالفوں کے ساتھ وقوع میں آئے گا۔ اور کہیں کہیں رسولؐ سے فرمایا گیا کہ اے نبیؐ کاش تم اس وقت اپنے ان مخالفوں کا وہ حال دیکھو جو ان پر قیامت میں گزرنے والا ہے (سورۂ سبا ۵۴ تا ۵۱ / ۳۴) بالکل اسی طرح اس سورۂ (یٰسٓ ۹تا۸ / ۳٦) میں بھی اہل مکہ کے لوگوں کو جہنم میں دکھایا گیا ہے۔ اور جہنم میں جانے کا سبب یہ بتایا ہے کہ ان کی کثرت ایمان نہ لائے گی اور یہ کہ ان پر جہنم میں جانے کا قول یا وعدہ سچا ہو چکا ہے (۷ / ۳٦ ، ۱۳ /۳۲) یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کو تبلیغ کرنا اور برے نتائج سے ڈرانا بے کار ہے وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں (۱۰ / ۳٦)

(۳۔ الف) اللہ کا فیصلہ یہ تھا کہ اہل مکہ کی کثرت ایمان نہ لائے گی اور ہر زمانہ کے مسلمانوں کی کثرت کا فیصلہ یہ ہے کہ سب ایمان لائے تھے۔

قارئین مذکورہ بالا ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سی آیات میں اللہ نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ اہل مکہ کی کثرت ایمان نہ لائے گی تم ان کو مسلمان کرنے کے لئے اپنی جان نہ کھپاؤ (بقرہ ۷ تا ٦ / ۲) بار بار ان کو ان کے حال پر چھوڑنے اور ان سے منہ موڑ لینے کا حکم دیا گیا (نجم ۲۹ / ۵۳ ،حٰمٓ سجدہ ۱۳ / ۴۱، زخرف ۸۹ / ۴۳، قمر ٦ تا ۹ / ۵۴، ذاریات ۵۴ / ۵۱) اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک طرف اللہ کا یہ فیصلہ ہے اور بار بار اور بڑی تاکید اور شد و مد سے کیا ہوا فیصلہ ہے اور دوسری طرف آپ مسلمانوں کی کسی بھی تاریخ کو اٹھا کر دیکھ لیں ان کا فیصلہ یہ ہے کہ تمام اہل مکہ اسلام لائے تھے۔ اور گنتی کے چند آدمی جو جنگوں میں قتل ہو گئے تھے کافر مرے تھے۔ قارئین بتائیں کہ اللہ نے سچ کہا تھا یا تمام مسلمانوں نے سچ کہا؟ اور ان دونوں میں جھوٹا کون ہے؟ بات وہی صحیح ہے کہ اہل مکہ حقیقی ایمان نہ لائے تھے بلکہ اپنے لیڈروں والا اجتہادی ایمان لائے اور ان سے اسی حقیقی ایمان کی نفی کی جاتی رہی ہے اور انہیں اجتہادی یا کافر قسم کا مومن کہہ کر اللہ نے ایمان لانے کا تقاضا بھی بار بار کیا ہے (نسا ۱۳٦ / ۴) چنانچہ یہاں پھر ایک بار یہ طے ہو گیا کہ مکہ کے وہ باشندے جو ہجرت سے پہلے مخاطب تھے، حقیقی مومن نہ تھے اور مکہ والوں میں سے جو بھی ایمان لائے وہ قومی ایمان تھا انہوں نے رسولؐ کی حکومت پر قبضہ جمانے کے لئے اسلام کا نقاب پہنا تھا اور یہ کہ وہ اور ان کی حکومت اور اس حکومت کو سنبھالنے اور چلانے والے تمام خلیفہ اسلام کے دعوے میں جھوٹے تھے۔ البتہ بظاہر مسلمان تھے اور ظاہری اسلام کی بنا پر ان سے شادی اور دیگر تعلقات رکھنا جائز رہا اور یہ پھر یاد کر لیں کہ گو سورۂ احزاب، سورۂ سبا اور سورۂ فاطر ختم ہو گئیں مگر ازواجِ رسولؐ والی تنبیہہ کو اس بائیسویں

اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكۡرَ

سوائے اس کے نہیں کہ ڈراتا ہے تو اس شخص کو کہ پیروی کرے قرآن کی

وَ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ ۚ فَبَشِّرۡہُ بِمَغۡفِرَۃٍ وَّ اَجۡرٍ کَرِیۡمٍ ﴿۱۱﴾

اور ڈرے خدا سے بن دیکھے پس خوشخبری دے اس کو بخشش اور ثواب بزرگ کے

اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَ نَکۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا

تحقیق ہم زندہ کریں گے مردوں کو اور لکھا ہے ہم نے جو آگے بھیجا انہوں نے

وَ اٰثَارَھُمۡ ؕ وَ کُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰہُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۲﴾ؑ

ع ۱۲ ۱۸ وقف غفران

اور نشانیوں ان کی کو اور ہر چیز شمار کر رکھا ہے ہم نے اس کو بیچ لوح محفوظ کے

وَ اضۡرِبۡ لَھُمۡ مَّثَلًا اَصۡحٰبَ الۡقَرۡیَۃِ ۘ اِذۡ

وقف لازم

اور بیان کر واسطے ان کے ایک مثال رہنے والے گاؤں کے جس وقت کہ

جَآءَھَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۳﴾ۚ اِذۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡھِمُ اثۡنَیۡنِ فَکَذَّبُوۡھُمَا

آئے ان کے پاس بھیجے ہوئے جب بھیجے ہم نے طرف ان کی دو پیغمبرؑ پس جھٹلایا

(۱۱) تم تو صرف ان لوگوں کو تنذیر کررہے ہو جو الذکرؑ کے نشان قدم پر چلتے ہیں اور رحمٰن کے نظامِ غیبت کے سامنے عاجزی سے پیش آتے ہیں چنانچہ ایسے تمام لوگوں کو آپؐ تحفظ اور نہایت مفید اجر کی خوش خبری سنا دیں۔ (۱۲) حقیقت یہ ہے کہ ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور ان لوگوں نے جو کردار اور آثار آگے بھیجے ہیں ان کو لکھتے جائیں گے اور ہم نے تو کائنات کی ہر ہر چیز کی تفصیل اس امامؑ کے سپرد کردی ہے جو بولتا چالتا جیتا جاگتا امامؑ ہے (۱۳) اے رسولؐ تم اہل مکہ کے سامنے اس گاؤں کی مثال بیان کر دو جس میں ہمارے رسولؐ پہنچے تھے (۱۴) چنانچہ جب ہم نے وہاں دو پیغمبرؑ بھیجے تو ان گاؤں والوں نے ان دونوں پیغمبروںؑ کو جھٹلایا

پارہ نے برابر دہرایا اور قارئین ہمارے ہر صفحہ پر یہ جملہ پڑھتے رہے کہ "وَمَن یَقۡنُتۡ مِنکُنَّ " تم میں سے جو زوجہ خود کو اللہ کے سپرد کر دے" مطلب یہ کہ اللہ نے نبیؐ کی ازواج کے نافرمان اور باغی ہونے کو برابر تین سورتیں بعد تک دہرایا ہے۔

(۳۔ ب) اہل مکہ کا اسلام اس لئے قابل قبول نہ تھا کہ انہوں نے "الذکرؑ" کی پیروی نہ کی تھی۔

اہل مکہ نے چونکہ رسوؐل اللہ کے خانوادہ کی حکومت تسلیم نہ کی یعنی علیؑ مرتضٰی علیہ السلام کی پیروی انہیں منظور نہ تھی (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اس لئے ان تمام لوگوں کا ایمان قابل قبول نہیں ہے جنہوں نے علیؑ مرتضٰی کو بلا فصل خلیفہ نہیں مانا ہے۔

(۴) آیت (۱۲ / ۳۶) کے واضح الفاظ کے بعد بھی غلط ترجمہ و تصور پیش کیا گیا ہے۔

چونکہ قومی قسم کے علما اور ان کی پیروی میں شیعوں کے مجتہدین یہ مانتے ہی نہیں کہ اللہ نے اپنے سوا کسی اور کو ہر شے کا علم دیا ہے نہ وہ قرآن میں ہر چیز کی تفصیل اور ہر چیز کا بیان مانتے ہیں۔ نہ وہ آنحضرتؐ کو تمام اشیا کا عالم سمجھتے ہیں۔ تو ان سے کس بنا پر یہ امید ہو سکتی ہے کہ وہ آئمۂ اہل بیت علیہم السلام کو کائنات کی ہر چیز کا عالِم مان لیں گے ؟ لیکن ان کے نہ ماننے کے باوجود قرآن ، رسوؐل اور امامؑ اس کائنات کے ذرہ ذرہ پر محیط ہیں۔ اور ان تمام مترجمین کے ترجمے اس پر متفق ہیں۔ لہٰذا اُن سب پر لفظ کافر اسی لئے صادق آتا ہے کہ ان تینوں حقیقتوں کو ماننے کے پردہ میں چھپاتے ہیں۔ یعنی ترجمہ صحیح کرتے ہیں مگر مفہوم سے متفق نہیں ہوتے اور تاویلیں کرتے کرتے صاف انکار کر دیتے ہیں یعنی وہ نہ صرف کافر مسلمان ہیں بلکہ وہ منکر مسلمان بھی ہیں لہٰذا عربوں کو یا اہل مکہ کو قرآن میں ان ہی دونوں بنیادوں پر کافر و منکر قرار دیا گیا ہے۔یہاں اس آیۂ مبارکہ میں بڑا سادہ اور روزمرہ استعمال ہونے والا لفظ "امامٌ مُّبِینٍ ﴿۷۹﴾ الحجر" آیا ہے۔یہاں "امامٌ مُّبِینٍ" کو علامہ نے ایک کھلی کتاب بتا دیا ہے جس کی مثال قرآن میں نہیں ملتی۔ کتاب کو امام تو کہا جاسکتا ہے (ھوؐد ۱۷ / ۱۱، احقاف ۱۲ / ۴۶) اس لئے کہ کتاب سے رہنمائی مل سکتی ہے مگر کتاب کو ہرگز امامٌ مُّبِینٍ نہیں کہا جا سکتا اسی دھاندلی کے لئے قومی ذہنیت کے مترجمین نے "امامٌ مُّبِینٍ" کا ترجمہ بڑی سڑک بھی کر دیا ہے (حجر ۷۹ / ۱۵) یاد رکھیں کہ

پھر ہم نے ایک تیسرے پیغمبرؑ کو بھیج کر ان دونوں پیغمبروں کی قوت میں اضافہ کیا اور تینوں نے گاؤں والوں سے کہا کہ ہم یقیناً تمہاری ہی طرف بھیجے گئے ہیں (۱۵) گاؤں والوں نے کہا کہ تم تو ہماری ہی مثل بشر ہو اور یہ کہ رحمٰن نے تو کچھ نازل کیا ہی نہیں اور تم تینوں صرف جھوٹ باتیں رحمان کے ذمہ لگا رہے ہو (۱۶) رسولوںؑ نے کہا کہ اس بات کو ہمارا پروردگارخوب جانتا ہے کہ ہم تمہارے طرف بھیجے جانے والے رسولوں میں سے ہیں (۱۷)اور ہماری ذمہ داری صرف اس قدر ہے کہ تمہیں اچھی طرح اچھا برا نیک و بد سمجھا کر تمہیں آزاد چھوڑ دیں (۱۸) بستی والوں نے کہا کہ ہم تو تمہاری موجودگی ہی کو فالِ بد سمجھتے ہیں ۔ اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کردیں گے اور تم ہم سے بڑی درد ناک سزا پاؤگے (۱۹) رسولوں نے جواب دیا کہ تمہاری بدشگونی تو تمہارے ساتھ چمٹی ہوئی ہے کیا تم ہمیں سزا دینے کی دھمکی اس لئے دے رہے ہو کہ ہم نے تمہیں نصیحت کی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ تم حدود فراموش قوم ہو (۲۰) اتنے میں ایک مرد شہر کے دور دراز علاقے سے بڑی کوشش کرکے پہنچ گیا اور بولا کہ اے میری قوم کے لوگو تم رسولوں کی پیروی اختیار کرلو۔ (۲۱) ان کی پیروی تو اس لئے بھی کرنا چاہئے کہ وہ بے غرض ہیں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتے اور ہیں بھی ہدایت یافتہ (۲۲) آخر میں کیوں نہ اس ذات کی بندگی اختیار کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور ہمیں تمہیں سب کو اسی کے حضور واپس بھی جانا ہے (۲۳) کیا میں اس کے علاوہ بھی کسی اور کو معبود بنا لوں

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا

انہوں نے ان دونوں کو پس قوت دی ہم نے ساتھ تیسرے کے پس کہا انہوں نے

اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝۱۴ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ

تحقیق ہم طرف تمہاری بھیجے گئے ہیں کہا انہوں نے نہیں تم مگر آدمی مانند ہماری

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝۱۵ قَالُوْا

اور نہیں اتاری رحمٰن نے کچھ چیز نہیں تم مگر جھوٹے کہا انہوں نے

رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۝۱۶ وَمَا

پروردگار ہمارا جانتا ہے تحقیق ہم طرف تمہاری البتہ رسولوںؑ سے ہیں اور نہیں

عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۷ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ

اوپر ہمارے مگر پہنچا دینا پیغام ظاہر کہا انہوں نے تحقیق ہم بد جانتے ہیں رہنا تمہارا

لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا

اگر نہ باز رہو گے تم البتہ سنگسار کریں گے ہم تم کو اور البتہ لگے گا تم کو ہم سے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۸ قَالُوْا طَاۗىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَىِٕنْ

عذاب درد دینے والا کہا انہوں نے بدی تمہاری ساتھ تمہارے ہے کیا

ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝۱۹

نصیحت دئے جاتے ہو تم اور فال پکڑتے ہو تم بلکہ تم ایک قوم ہو حد سے نکل جانے والی

وَجَاۗءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ

اور آیا کنارے دور اس شہر کے سے ایک مرد دوڑتا ہوا کہا اے قوم میری

اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝۲۰ۙ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔــلُكُمْ اَجْرًا

پیروی کرو بھیجے گئیوں کی پیروی کرو اس شخص کی کہ نہیں مانگتا تم سے مزدوری

وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۲۱ وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ

اور وہ راہ پائے ہوئے ہیں اور کیا ہے میرے تئیں کہ نہ عبادت کروں میں

الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۲ ءَاَتَّخِذُ

اس شخص کی کہ پیدا کیا مجھ کو اور طرف اسی کے پھیرے جاؤ گے کیا پکڑوں میں

یہاں بھی امامٌ مُّبِینٍ حضرت علی علیہ السلام ہیں وہاں راستہ یا سڑک کو لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝۷۶ کہا گیا ہے ۔ (الحجر ۷۶ / ۱۵)

مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ

سوائے اس کے معبود اگر چاہے خدا میرے تئیں ایک نقصان نہ کفایت کرے مجھ سے

شَفَاعَتُهُمْ شَیْــٴًـا وَّ لَا یُنْقِذُوْنِ ۝۲۳ اِنِّیْۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ

سفارش ان کی کچھ اور نہ چھوڑیں مجھ کو تحقیق میں اس وقت البتہ بیچ گمراہی

مُّبِیْنٍ ۝۲۴ اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝۲۵

ظاہر کے ہوں تحقیق میں ایمان لایا ساتھ پروردگار تمہارے کے پس سنو بات میری

قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۝۲۶

کہا گیا اس کو داخل ہو بہشت میں کہا حبیب نے اے کاش کہ قوم میری جانتی

بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ۝۲۷

ساتھ اس چیز کے کہ بخشا مجھ کو پروردگار میرے نے اور کیا مجھ کو کرم کئے گیوں

وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ

سے اور نہیں اتارا ہم نے اوپر قوم اس کی کے پیچھے اس کے سے کوئی لشکر

مِّنَ السَّمَآءِ وَ مَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ ۝۲۸ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً

آسمان سے اور نہیں تھے ہم اتارنے والے نہیں تھا عذاب ان کا مگر ایک آواز تند

فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ۝۲۹ یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ

پس اس وقت وہ بجھے ہوئے تھے اے ارمان اوپر ان بندوں کے کہ نہیں آیا ان

مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۰ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ

کے پاس کوئی پیغمبرؑ مگر تھے ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے کیا نہیں دیکھتے کہ کتنے

اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا

ہلاک کئے ہم نے پہلے ان سے قرنوں سے اہل زمانہ سے یہ کہ وہ طرف ان کی نہ

یَرْجِعُوْنَ ۝۳۱ ؕ وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝۳۲ ع

پھیرے جاویں گے اور نہیں ہیں سب مگر سب جمع ہو کر نزدیک ہمارے حاضر کئے گئے ہیں

حالانکہ اگر خدائے رحمٰن مجھے تکلیفیں دینے کا ارادہ کرلے تو نہ ان خود ساختہ معبودوں کی شفاعت میرے کام آئے گی اور نہ وہ مجھے اللہ کی گرفت سے بچا سکیں گے (۲۴) اگر میں اللہ کے علاوہ بھی معبود بنالوں تو میں فوراً انتہائی گمراہی میں مبتلا پایا جاؤں گا (۲۵) چنانچہ میں پورے یقین و اطمینان سے اے رسولؑو تمہارے پروردگار پر ایمان لاتا ہوں آپ حضرات سن لیں اور میرے ایمان پر گواہ رہیں (۲۶) اُس کو خوشخبری دی گئی کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ اس نے جنت میں داخلہ کے وقت کہا کہ کاش میری قوم کو بھی اس کا علم ہو جاتا کہ: (۲۷) میرے پروردگار نے کس فراخدلی سے صرف ایمان لانے پر بخش دیا اور نہایت بزرگ حضرات میں شامل کر دیا (۲۸) اس کے بعد ہم نے اس قوم کو تباہ کرنے کے لئے آسمان سے فوجیں نہیں بھیجیں نہ اس حقیر سے کام کے لئے ہمیں فوجیں اتارنے کی ضرورت تھی (۲۹) بس ایک دھماکہ کیا گیا تھا اور وہ قوم اس دھماکے ہی سے کوئلے کی طرح بجھ کر کوئلہ بن گئی تھی (۳۰) افسوس ان بندوں کے حال پر ہے جن کے پاس جو بھی رسولؑ آیا تو انہوں نے صرف یہ کہ اس کی بات نہ مانی بلکہ ہر ایک کا مذاق اڑاتے رہے (۳۱) کیا ایسے لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں اور تہذیبوں کو تباہ و ہلاک کر چکے ہیں اور اس ہلاکت کے بعد پھر وہ دوبارہ پلٹ کر اپنا اقتدار قائم نہ کر سکے (۳۲) ان سب کو ایک روز ہمارے حضور میں حاضر کیا جانے والا ہے۔

(۴۔ الف) (۲۶ / ۳۶) میں ایک ایمان لانے والے کے جنت میں داخلہ پر حیرانی۔ اس آیت کے متعلق مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس لئے قابل قبول نہیں کہ انہوں نے جن تین رسولوں کا تذکرہ یہاں ہوا ہے، انہیں حضرت عیسیٰؑ کے حواری سمجھا ہے جو ہر گز رسولؑ نہ تھے اور غیر رسولؑ کو اللہ ہر گز رسولؑ نہیں کہتا۔ اور ان تینوں کو بار بار رسولؑ فرمایا گیا ہے (۱۳، ۱۴، ۱٦، ۲۰، ۳۰ / ۳٦) علاوہ ازیں ان پر بھی باقی رسولوں کی طرح بشر ہونے کا اعتراض کیا

وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚۖ اَحْیَیْنٰهَا وَ

اور نشانی ہے واسطے ان کے زمین مردہ کہ زندہ کیا ہم نے اس کو اور

اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ۝۳۳ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا

نکالا ہم نے اس سے اناج پس اسی سے کھاتے ہیں وہ اور کئے ہم نے بیچ اس کے

جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ۝۳۴

باغ کھجوروں سے اور انگوروں سے اور جاری کئے ہم نے بیچ اس کے چشموں سے

لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا

تاکہ کھاویں میووں اس کے سے اور نہیں کیا اس کو ہاتھوں ان کے نے کیا پس نہیں

یَشْكُرُوْنَ ۝۳۵ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا

شکر کرتے پاک ہے وہ جس نے پیدا کئے جوڑے سب چیز کے اس چیز سے کہ

تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۳٦ وَ

اگاتی ہے زمین اور جانوں ان کی سے اور اس چیز سے کہ نہیں جانتے اور

اٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا

نشانی ہے واسطے ان کے رات کہ کھینچتے ہیں ہم اس میں سے دن کو پس ناگہاں

هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝۳۷ وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ

وہ آنے والے ہیں بیچ اندھیروں کے اور سورج چلتا ہے ان مکانوں میں کہ

لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝۳۸ وَ الْقَمَرَ

مقرر ہیں واسطے اس کے یہ حکم خداوند غالب جاننے والے کا ہے اور چاند کو

قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۝۳۹

مقرر کردیں ہم اس کی منزلیں یہاں تک کہ ہو جاوے مانند شاخ کھجور سوکھی کی

(۳۳) اور ان کے سمجھنے کے لئے ایک عاجز کر دینے والی صورت ہمارا مُردہ زمین کو زندہ کردینا ہے جس میں سے ہم اناج پیدا کرتے ہیں جو ان کی خوراک بنتا ہے۔ (۳۴) اور ہم ہی نے زمین میں باغات پیدا کئے ہیں کھجوروں کے الگ اور انگوروں کے الگ اور ہم ہی نے زمین میں چشموں سے پانی جاری کیا (۳۵) تاکہ انسان ان باغوں سے پیدا شدہ پھل کھائیں اور وہ بھی سب کچھ کھائیں جو وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی ضرورتوں کے مطابق بناتے رہتے ہیں کیا ان مہربانیوں کے لئے تم شکر گزاری نہ کرو گے ؟ (۳٦) کتنی ہمہ گیر ہے وہ ذات پاک جس نے زمین سے اور تم سے پیدا ہونے والی تمام چیزوں کی جوڑیاں اور نر و مادہ بنائے اور جن چیزوں کو تم نہیں جانتے ان میں بھی جوڑے بنائے ہیں تاکہ ترقی جاری رہتی چلی جائے (۳۷) اور ان کو عاجز کر دینے والے تو یہ رات اور دن بھی ہیں۔ دیکھنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ ہم کس طرح رات میں سے دن کو کھینچ کر جدا کرتے ہیں اگر ایسا نہ کریں تو وہ تاریکیوں میں بھٹکتے پھریں (۳۸) اور سورج پر غور کریں کہ وہ اپنے قرار پکڑنے کی جگہ کی طرف رواں دواں جا رہا ہے وہ سب نظام زبردست ہمہ دان ہستی کی مقرر کی ہوئی تقدیر سے بندھا ہوا ہے (۳۹) اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں طے کرتے رہنا مقدر کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ ان میں لوٹتا پلٹتا کھجور کی سوکھی شاخ کی مانند رہ جاتا ہے

گیا ہے (۱۵ / ۳٦) اور یہ کہہ کر انہیں جھٹلایا گیا کہ تم پر رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے تم جھوٹ موٹ اللہ کو بدنام کر رہے ہو۔ الغرض اُن تینوں حضراتؑ کا رسول ہونا ثابت ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کے نام نہ ہمیں معلوم ہیں نہ قرآن میں مذکور ہیں۔ لہٰذا وہ قصے محض افسانہ ہیں جن میں کسی حبیب نجار کا قتل کیا جانا مذکور ہے۔ یہ قتل بھی اس لئے غلط ہے کہ قرآن کی رو سے ان لوگوں کے نزدیک واجب القتل تو یہ تینوں رسوؐل تھے لہٰذا وہ اگر قتل کرتے تو ان تینوں کو قتل کرتے اس شخص کی اتنی بڑی خطا نہ تھی کہ اسے قتل کر دیتے، اور جو ان کے دین کے خلاف تعلیم دے کر اوروں کو اس شخص جیسا بنانا چاہتے تھے، انہیں چھوڑ دیتے۔ اصل بات یہ ہے کہ علما کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ اُسے زندگی میں یہ کیسے اور کیوں کہہ دیا کہ "تو جنت میں داخل ہو جا" انہیں نہیں معلوم کہ کچھ لوگوں کو اسی زندگی میں جنت عطا

لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَہَاۤ اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ وَ لَا الَّیۡلُ

نہیں سورج لائق ہے واسطے اس کے یہ کہ پالیوے چاند کو اور نہ رات

سَابِقُ النَّہَارِ ؕ وَ کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۴۰﴾ وَ اٰیَۃٌ

آگے بڑھنے والی ہے دن سے اور سب ستارے بیچ آسمان کے چلتے ہیں اور نشانی

لَّہُمۡ اَنَّا حَمَلۡنَا ذُرِّیَّتَہُمۡ فِی الۡفُلۡکِ الۡمَشۡحُوۡنِ ﴿ۙ۴۱﴾ وَ

واسطے ان کے یہ کہ اٹھایا ہم نے باپ ان کے کو بیچ کشتی بھری ہوئی کے اور

خَلَقۡنَا لَہُمۡ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ مَا یَرۡکَبُوۡنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنۡ نَّشَاۡ

پیدا کیا ہم نے واسطے ان کے مانند اس کشتی کے جو سواری کریں اس پر اور اگر چاہیں

نُغۡرِقۡہُمۡ فَلَا صَرِیۡخَ لَہُمۡ وَ لَا ہُمۡ یُنۡقَذُوۡنَ ﴿ۙ۴۳﴾

غرق کردیں ہم ان کو پس نہیں مددگار واسطے ان کے اور نہ وہ چھڑائے جاویں گے

اِلَّا رَحۡمَۃً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا قِیۡلَ

مگر رحمت ہماری سے اور فائدہ پہنچایا ان کو ایک وقت مقرر تک اور جب کہا جاتا ہے

لَہُمُ اتَّقُوۡا مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ مَا خَلۡفَکُمۡ

واسطے ان کے ڈرو اس عذاب سے کہ آگے تمہارے ہے اور جو پیچھے تمہارے ہے

لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا تَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ اٰیَۃٍ مِّنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِمۡ

شاید کہ تم رحم کئے جاؤ اور نہیں آئی پاس ان کے کوئی نشانی نشانیوں رب ان کے سے

اِلَّا کَانُوۡا عَنۡہَا مُعۡرِضِیۡنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اَنۡفِقُوۡا

مگر تھے ان سے منہ پھیرنے والے اور جب کہا جاتا ہے واسطے ان کے خرچ کرو

مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ۙ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ

اس چیز سے کہ دیا تم کو اللہ نے کہتے ہیں وہ جو کافر ہیں ان لوگوں کو کہ

اٰمَنُوۡۤا اَنُطۡعِمُ مَنۡ لَّوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطۡعَمَہٗۤ ٭ۖ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا

ایمان لائے ہیں کیا کھلاویں ہم اس شخص کو اگر چاہتا اللہ کھلا دیتا اس کو نہیں تم مگر

(۴۰) نہ سورج کے لئے پسندیدہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے یہ تمام چاند سورج اور ستارے نظام فلکی میں تیزی سے تیر رہے ہیں (۴۱) ان کے لئے تو وہ کشتی بھی معجزہ تھی جس پر سوار کرکے ہم نے ان کی پچھلی ذریت کو بھری ہوئی کشتی سے محفوظ اتارا تھا (۴۲) اور ہم نے اسی کی مانند اور کشتیاں بنوا دیں جن میں وہ سواری کرتے رہتے ہیں (۴۳) اور اگر ہم چاہیں تو انہیں کشتی سمیت غرق کردیں کوئی ان کی چیخیں سننے والا بھی نہ ہو اور نہ ہی وہ طوفان سے بچائے جا سکیں (۴۴) البتہ ہماری رحمت سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور ایک وقت مقررہ تک دنیاوی استفادہ کرسکتے ہیں (۴۵) اور جب ان سے ذمہ دارانہ زندگی بسر کرنے کو کہا جاتا ہے اور آگے آنے والے اور پیچھے گزر چکنے والے نتائج پر نظر رکھنے کی تاکید کی جاتی ہے تاکہ تم پر رحم کیا جاسکے (۴۶) اور ان کے پاس اللہ کی آیات میں سے جو بھی آیت آئی وہ لوگ اس سے رو گردانی ہی کرتے رہے (۴۷) اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ تمہیں اللہ نے دے رکھا ہے اس میں سے ضرورت مندوں پر خرچ کیا کرو تو حق کو چھپانے والا گروہ مومنین سے کہتا ہے کہ کیا ہم ایسے اشخاص کی ضرورت دور کریں اور انہیں کھانا کھلائیں جنہیں اللہ نے ضرورت مند و محتاج بنایا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں رزق دے سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے نہیں دیا تو ہم کیوں انہیں دیں؟ تم لوگ تو بالکل ہی گمراہ ہوگئے ہو

کردی جاتی ہے۔ یہ شخص جو بھی تھا ہمیں اس سے بحث نہیں ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ اللہ جس کو چاہے موت سے محفوظ کردے اور جنت میں جیتے جی بھیج دے۔ وہ اللہ نہیں جو مارنے کے بعد جنت دینے پر مجبور ہو۔

(۵) آیت (۴۷ / ۳۶) میں اہل مکہ اور قریش تقدیر کے اسی طرح قائل تھے جیسا کہ علامہ اینڈ کمپنی ہیں۔

قریشی لیڈروں کا یہ جواب نہ صرف بہت شاطرانہ تھا بلکہ انہوں نے یہاں اپنے اختیار کردہ مسئلہ تقدیر کو بھی سامنے رکھ دیا

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
بیچ گمراہی ظاہر کے اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر ہو تم
صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ
سچے نہیں انتظار کرتے مگر ایک آواز تند کا کہ پکڑ لے ان کو اور
هُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّ لَاۤ اِلٰۤى اَهْلِهِمْ
وہ بیچ جھگڑے کے ہوں پس نہ سکیں گے وصیت کرنا اور نہ طرف اہل اپنے کی
يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ
پھر جاویں گے اور پھونکا جاوے گا بیچ صور کے پس ناگہاں وہ قبروں میں سے
اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ
طرف پروردگار اپنے کی دوڑیں گے کہیں گے اے وائے ہم کو کس نے
بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ٚ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ
اٹھایا ہے خواب گاہ ہماری سے یہ ہے جو کچھ وعدہ کیا تھا خدا نے اور سچ کہا تھا

اور خود خدا کی منشاء کے خلاف کام کرنے کا تقاضا کرتے ہو (۴۸) اور یہ بھی کہتے ہیں کہ تمہارے یہ دھمکیوں والے وعدے کب تک پورے ہوں گے اگر تم واقعی سچے لوگ ہو تو یہ ہی بتا دو کہ وہ عذاب کب آئے گا؟ (۴۹) یہ لوگ اب صرف اس کا انتظار کررہے ہیں کہ ایک شدید قسم کا دھماکہ ہو اور یہ سب جھگڑتے ہوئے تباہ ہو کر رہ جائیں (۵۰) چنانچہ اُس عذاب کے وقت نہ تو ایک دوسرے کو اپنے بعد کے لئے کوئی وصیت کرسکیں گے اور نہ انہیں اپنے اہل وعیال سے تسلی و دلاسہ کا موقع ملے گا کہ واپس جاکر کچھ بتاسکیں (۵۱) اور قیامت کے روز بھی یہی ہوگا کہ صور پھونک دیا جائے گا صور کے بجتے ہی تمام انسان اپنی قبروں سے اللہ کے حضور پیشی کے لئے روانہ ہوجائیں گے (۵۲) افسوس کرتے اور کہتے جائیں گے کہ ہمیں ہماری

ہے۔ منشاء ان کا یہ ہے کہ اگر اللہ نے لوگوں کو خود امیر و غریب، محتاج و غنی بنایا ہے تو ہم محتاجوں اور ضرورتمندوں کو ان کی ضروریات میں مدد دے کر اللہ کے مخالف ٹھہریں گے۔ اس لئے کہ وہ تو انہیں غریب و محتاج و کنگال رکھنا چاہتا ہے اور ہم اس کی اسکیم کے خلاف ان کی مدد شروع کرکے انہیں غنی بنا دینے میں کوشاں ہو جائیں۔ قارئین اگر واقعی یہ صحیح ہے کہ رزق کی کمی بیشی اللہ کی پسندیدہ پالیسی ہے اور وہ بعض لوگوں کو محتاج اور بعض کو غنی رکھنے میں خوش ہے تو قریش کا یہ اعتراض برحق اور لاجواب ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہرگز ایسا نہیں ہے اللہ نہ کسی کو محتاج رکھنے میں خوش ہے نہ کسی کو رئیس و غنی بنا کر خوش ہے۔ یہ سب کام اللہ کی مشیت کے ماتحت وقوع میں آتے ہیں اور اللہ کی مشیت اور رضامندی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس کو اگر ہر آیت کی تلاوت کے وقت ملحوظ نہ رکھا جائے تو ہر برا عمل ہر بری بات ہر گناہ اور تمام کفر و بغاوت اللہ کے ذمہ عائد ہو جاتی ہے۔ اور انسان بے قصور و مجبور و بے گناہ اور مظلوم ثابت ہو جاتا ہے اور یہی کوشش رہی ہے وفات رسولؐ کے بعد تمام لیڈروں اور حکومتوں اور ان کے گھڑے ہوئے فلسفوں اور مذاہب کی کہ ان کا ہر فعل ان کا ہر گناہ اللہ کے ذمہ عائد ہوتا چلا جائے اور انہیں ان کے قتل و غارت اور ظلم و ستم پر برا کہنے کے بجائے یہ کہا جائے گا کہ بھائیو جو کچھ اللہ نے چاہا وہ ہو کر رہا۔ اس کے آگے تمام انسان بے بس ہیں صبر کرو اگر اللہ نہ چاہتا تو تم پر یہ تباہی نہ آئی ہوتی۔ یہی مذہب چلا آتا ہے۔ تمام قومی علما اور تمام سادہ دل لوگ یہی جملہ استعمال کرنے کے عادی بنا کر رکھ دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہ تمام شیطانی عقائد ہیں جن کو دل نشین کرتے چلے جانے کی علامہ اینڈ کمپنی نے پوری پوری کوشش کی ہے ہم ان کی کوشش کی ایک جھلک دکھاتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں کہ :

(۱) "اِذنِ الٰہی کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۲۷)

(۲) "تمام تغیرات کے پیچھے خدا کا دست قدرت ہے" (ایضاً کالم دوسرا)

(۳) "ہدایت اور ضلالت، اللہ کے اختیار میں ہے" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۷۰)

(۴) "رزق کی کمی و بیشی اللہ کے اختیار میں ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۷۰)

خواب گاہوں سے کس نے اٹھا کر کھڑا کر دیا ہے ان کو بتایا جائیگا کہ یہی تو وہ وعدہ ہے جو رحمٰن نے کیا تھا اور رسولؑوں کا بیان سچا ہوگیا ہے (۵۳) بہر حال یہ سب کچھ ایک ہی زور دار دھماکے کی آواز ہوگی اور وہ سب کے سب ہمارے حضور میں حاضر ہو جائیں گے ۔ (۵۴) اور اس روز کسی بھی ذی حیات کے ساتھ غلط سلوک نہ کیا جائے گا اور ہر کسی کو وہی جزا دی جائے گی جو اس کے اعمال کا تقاضا ہوگا

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ

پیغمبروںؑ نے نہیں تھا یہ ہونا مگر ایک آواز تند میں پس اس وقت وہ

جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا

سب نزدیک ہمارے حاضر ہونے والے ہیں پس آج کے دن نہ

تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّ لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾

ظلم کیا جاوے گا کوئی جی کچھ اور نہ جزا دئے جاؤگے مگر جو کچھ تھے تم کرتے

(۵) جب تک اللہ نہ چاہے کسی کے لئے کچھ نہیں ہو سکتا "(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۷۸۸)
(۶) اوّل و آخر تمام اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں "(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۷۸۸)
(۷) رزق رسانی اللہ کے اختیار میں ہے "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۳۶)
(۸) اللہ جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۷۹۶)
(۹) اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت بخشتا ہے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۶۰۵)
علامہ نے اسی قسم کے سینکڑوں جملے استعمال کئے ہیں۔ اور بے تحاشا اور بے تکلف حسب ذیل تاثر سادہ دلوں میں پیدا کیا ہے۔یعنی،
(۱) خواہ لوٹ مار ہو یا چوری و زنا ہو سب اللہ کے اذن سے ہوتا ہے ۔ اور
(۲) کسی کو قتل کرکے اس کے خاندان کے حالات کو بدل دینا بھی خدا کا ہاتھ کرتا ہے ۔اور
(۳) جس قدر لوگ گمراہ ، کافر یا منافق ہیں وہ سب اللہ نے کئے ہیں ۔
(۴) لوگوں کو کنگال و محتاج اللہ خود کرتا ہے ۔ وہی سرمایہ داری اور اجارہ داری کا ذمہ دار ہے ۔
(۵) جب اللہ چاہتا ہے تب ہی ایک زانی زنا کرتا ہے اسی کے چاہنے سے قاتل قتل کرتا ہے ۔ ڈاکو ڈاکہ ڈالتا ہے ہر گناہ تب ہی ہوتا ہے جب اللہ چاہتا ہے ۔
(۶) تمام انسان مجبور ہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اپنے اختیار سے کراتا ہے ۔
ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں جہاں الفاظ: شَآءَ ۔ یشآء ۔ اذن آئے ہیں ۔ علامہ نے بلا تکلف مندرجہ بالا تاثر دیا ہے ۔اور ترجمہ میں ذرہ برابر رعایتی الفاظ استعمال نہیں کئے مثلاً :

(۵ ۔ الف) علامہ کا اللہ ظالم ہے ۔ وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ﴿۱۰۲﴾ البقرۃ

"اذن الٰہی کے بغیر وہ اس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے۔"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۹۹) یعنی لوگ جسے بھی نقصان پہنچاتے ہیں وہ اللہ کے اذن سے پہنچاتے ہیں۔یعنی نقصان پہنچانے والا مجرم نہیں ہے وہ تو اللہ کے اذن کی تعمیل کرنے والا فرمانبردار بندہ ہے ۔ بتائیے کیا اس ترجمہ سے اس کے سوا کوئی اور تصور پیدا ہوتا ہے؟ یا ہو سکتا ہے ؟ اس کے برعکس اس آیت کا ہم نے یوں ترجمہ کیا ہے: "اور یہ تو ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ قانونِ خداوندی کے بغیر کوئی کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا ہے "(بقرہ ۱۰۲ / ۲) مثلاً اللہ کا قانون یہ ہے کہ ایک دھار دار آلہ اگر گردن یا کسی اور نرم چیز پر مارا جائے تو گردن اور وہ نرم چیز کٹ جائے گی ۔ مجرم وہ ہوگا جو قانون خداوندی کو غلط جگہ استعمال کرے۔

(۵ ۔ ب) علامہ کے قلم سے ان کے حقیقی عقائد کی تردید بھی دیکھ لیں تو بات ہو گی ۔ بہرحال علامہ کہیں کہیں اپنی تشریحات میں اعتراضات سے بچنے کے لئے حق بات بھی کہہ جاتے ہیں ۔ لیکن وہ کون ہے جو ہر آیت کے ترجے

(۵۵) اس روز جنتی لوگ پھلوں اور پسندیدہ چیزوں کے ہجوم میں مشغول ہیں ۔ (۵۶) وہ خود اور ان کی ازواج بھی چھاؤں میں بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے (۵۷) اور جنت میں ان کے لئے پھلوں کا اور جو چیزیں انہیں درکار ہوں گی ان سب کا انبار ہوگا (۵۸) ان کے مہربان پروردگار کی طرف سے ان پر سلام بھیجا جاتا رہے گا (۵۹) اور جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ آج تم اے جرائم پیشہ لوگو بالکل ممتاز ہو کر الگ ہو جاؤ۔ (۶۰) کیا اے اولادِ آدمؑ میں نے تم سب سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی اطاعت نہ کرو گے اس لئے کہ وہ تو

اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡيَوۡمَ فِىۡ شُغُلٍ فٰكِهُوۡنَ ۚ‏ ﴿۵۵﴾ هُمۡ وَ

تحقیق رہنے والے بہشت کے آج کے دن بیچ ایک کام کے خوش ہیں وہ اور

اَزۡوَاجُهُمۡ فِىۡ ظِلٰلٍ عَلَى الۡاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوۡنَ‏ ﴿۵۶﴾ لَهُمۡ

بی بیاں ان کی بیچ سایوں کے اور تختوں کے تکیہ لگائے ہوئے واسطے ان کے

فِيۡهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمۡ مَّا يَدَّعُوۡنَ ۚ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قف قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ

بیچ اس کے میوہ اور واسطے ان کے جو کچھ چاہیں سلام کہا جاوے گا پروردگار

رَّحِيۡمٍ‏ ﴿۵۸﴾ وَامۡتَازُوا الۡيَوۡمَ اَيُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ‏ ﴿۵۹﴾ اَلَمۡ

مہربان کی طرف سے اور جدا ہو جاؤ آج کے دن اے گنہگارو کیا نہیں

اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا

عہد کیا تھا میں نے طرف تمہاری اے بیٹو آدمؑ کے یہ کہ نہ عبادت کرو تم

کے ساتھ ساتھ ہر ایک تشریح بھی پڑھے اور یاد رکھے؟ بہرحال ہم علامہ کی ایک ایسی تشریح نقل کرتے ہیں جو ان کی پوری تفہیم القرآن میں تمام تشریحات سے بڑھ کر ہے ۔ لیکن آپ نے اگر اسے غور سے پڑھا تو علامہ الزام کو دور کرتے کرتے بھی اللہ کو نہایت چابک دستی سے مجرم بنا جاتے ہیں ۔ اور اپنے عقیدے کو لپیٹ سپیٹ کر بہر حال بحال رکھتے ہیں ۔ سنیئے ہم ان کے چالاک جملوں یا الفاظ کو نمایاں کرتے چلیں گے :

”یہاں ہماری سابق تشریحات کے علاوہ یہ حقیقت بھی اچھی طرح ذہن نشین ہو جانی چاہیئے کہ قرآن کی رو سے اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی رضا میں بہت بڑا فرق ہے جس کو نظر انداز کر دینے سے بالعموم شدید غلط فہمیاں واقع ہوتی ہیں کسی چیز کا اللہ کی مشیت اور اس کے اذن کے تحت رونما ہونا لازمی طور پر یہ معنی نہیں رکھتا (یعنی دوسرے طور پر یہ معنی رکھتا ہے۔احسن ؔ) کہ اللہ اس سے راضی بھی ہے ۔ اور اسے پسند بھی کرتا ہے ۔ دنیا میں کوئی واقعہ کبھی صدور میں نہیں آتا۔ ۲۔ جب تک کہ اللہ اس کے صدور کا اذن نہ دے اور اپنی عظیم الشان اسکیم میں اس کے صدور کی گنجائش نہ نکالے اور اسباب کو اس حد تک مساعد نہ کردے کہ وہ واقعہ صادر ہو سکے ۔۳۔ کسی چور کی چوری، کسی قاتل کا قتل، کسی ظالم و مفسد کا ظلم و فساد اور کسی کافر و مشرک کا کفر و شرک اللہ کی مشیت کے بغیر ممکن نہیں ہے ۔ ۴۔ اور اسی طرح کسی مومن اور کسی متقی انسان کا ایمان و تقویٰ بھی مشیت الٰہی کے بغیر محال ہے ۔ دونوں قسم کے واقعات یکساں طور پر مشیت کے تحت رونما ہوتے ہیں ۔ ۵۔ مگر پہلی قسم کے واقعات سے اللہ راضی نہیں ہے اور اس کے برعکس دوسری قسم کے واقعات کو اس کی رضا اور اس کی پسندیدگی و محبوبیت کی سند حاصل ہے ۔۶۔ اگرچہ آخرکار کسی خیر عظیم ہی کے لئے فرمانروائے کائنات کی مشیت کام کر رہی ہے ۔۷۔ لیکن اس خیر عظیم کے ظہور کا راستہ، نور و ظلمت خیر و شر اور صلاح و فساد کی مختلف قوتوں کے ایک دوسرے کے مقابلہ میں نبرد آزما ہونے ہی سے صاف ہوتا ہے اس لئے اپنی بزرگ تر مصلحتوں کی بنا پر وہ طاعت اور معصیت ، ابراہیمیت اور نمرودیت موسویّت اور فرعونیت، آدمیّت اور شیطنیت ، دونوں کو اپنا اپنا کام کرنے کا موقع دیتا ہے۔ ۸۔ اس نے اپنی ذی اختیار مخلوق (جن و انسان) کو خیر و شر میں سے کسی ایک کے انتخاب کر لینے کی آزادی عطا کردی ہے۔ جو چاہے اس کارگاہ عالم میں اپنے لئے خیر کا کام پسند کرلے اور جو چاہے شر کا کام ۔ دونوں قسم کے کارکنوں کو ۔ ۹۔ جس حد تک خدائی مصلحتیں اجازت دیتی ہیں ، اسباب کی تائید نصیب ہوتی ہے ۔ لیکن اللہ کی رضا اور اس کی پسندیدگی صرف خیر ہی کے لئے کام کرنے والوں کو حاصل ہے ۔ اور اللہ کو محبوب یہی بات ہے کہ اس کے بندے اپنی آزادی

درحقیقت تمہارا کھلا دشمن ہے ۔ (۶۱) اور اس عہد میں یہ بھی تھا کہ تم لوگ میری ہی عبادت کیا کروگے اور میری عبادت کرنا ہی برقرار رہنے والا راستہ ہے (۶۲) لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمہیں شیطان نے بالکل فطری طریقہ پر کثیر تعداد میں گمراہ کر دیا ہے کیا تم عقلاً یہ حقیقت نہیں مانتے؟ (۶۳) لہٰذا یہ جہنم ہے جس میں داخلے کی تمہیں دھمکیاں اور وعدے دیئے جاتے تھے اور تم پرواہ نہ کرتے تھے (۶۴) اب اس میں داخل ہوجاؤ وجہ وہی تمہارا حق پر پردے ڈالنا ہے (۶۵) آج ہم تمہاری بکواس بند رکھنے کے لئے تمہارے ہونٹوں پر مہر لگاتے ہیں اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور انکے پاؤں ان کے اکتساب اور اقدامات پر گواہی دیں گے (۶۶)اور اگر ہماری مشیت کا تقاضا ہوا تو ہم ان کی

وقف غفران

الشَّيۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَـكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعۡبُدُوۡنِىۡ ؕ

شیطان کی تحقیق وہ واسطے تمہارے دشمن ہے ظاہر اور یہ کہ عبادت کرو میری

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدۡ اَضَلَّ مِنۡكُمۡ جِبِلًّا كَثِيۡرًا ؕ

یہ ہے راہ سیدھی اور البتہ تحقیق گمراہ کیا تم میں سے خلق بہت کو یعنی شیطان نے

اَفَلَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۶۳﴾

کیا پس نہیں ہو تم کہ سمجھو یہ دوزخ ہے وہ جو تھے تم وعدہ دئے جاتے

اِصۡلَوۡهَا الۡيَوۡمَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ ﴿۶۴﴾ اَلۡيَوۡمَ

داخل ہو اس میں آج کے دن بسبب اس کے کہ تھے تم کفر کرتے آج کے دن

نَخۡتِمُ عَلٰٓى اَفۡوَاهِهِمۡ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيۡدِيۡهِمۡ

مہر ماری ہم نے اوپر مونہوں ان کے کے اور باتیں کریں گے ہم سے ہاتھ ان کے

وَتَشۡهَدُ اَرۡجُلُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوۡ نَشَآءُ

اور گواہی دیں گے پاؤں ان کے بہ سبب اس کے کہ تھے کماتے اور اگر چاہیں ہم

انتخاب سے فائدہ اٹھا کر خیر کو اختیار کریں نہ کہ شر کو ۔ اس کے ساتھ یہ بات اور سمجھ لینی چاہیئے کہ یہ جو اللہ تعالیٰ دشمنان حق کی مخالفانہ کاروائیوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی مشیت کا بار بار حوالہ دیتا ہے اس سے مقصود دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، اور آپؐ کے ذریعہ سے اہلِ ایمان کو، یہ سمجھانا ہے کہ تمہارے کام کی نوعیت فرشتوں کے کام کی سی نہیں ہے جو کسی مزاحمت کے بغیر احکام الٰہی کی تعمیل کر رہے ہیں۔ بلکہ تمہارا اصل کام شریروں اور باغیوں کے مقابلہ میں اللہ کے پسند کردہ طریقہ کو غالب کرنے کے لئے جدوجہد کرنا ہے۔ اللہ اپنی مشیت کے تحت ان لوگوں کو بھی کام کرنے کا موقع دے رہا ہے جنہوں نے اپنی سعی و جہد کے لئے خود اللہ سے بغاوت کے راستے کو اختیار کیا ہے اور اسی طرح وہ تم کو بھی، جنہوں نے اطاعت وبندگی کے راستے کو اختیار کیا ہے ،کام کرنے کا پورا موقع دیتاہے ۔ اگر چہ اس کی رضا اور ہدایت۔۱۰۔ و راہنمائی۔ اور تائید و نصرت تمہارے ہی ساتھ ہے ،(یہ غلط ہے ۔ احسنؔ) کیونکہ تم اس پہلو میں کام کر رہے ہو جسے وہ پسند کرتا ہے ۱۱۔ لیکن تمہیں یہ توقع نہ رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی فوق الفطری مداخلت سے ان لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کر دے گا جو ایمان نہیں لانا چاہتے ، یا ان شیاطینِ جن و انس کو زبردستی تمہارے راستے سے ہٹا دے گا جنہوں نے اپنے دماغ کو اور دست و پا کی قوتوں کو اور ۔۱۲۔ اپنے وسائل و ذرائع کو حق کی راہ روکنے کے لئے استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے ۔ نہیں، اگر تم نے واقعی حق اور نیکی اور صداقت کے لئے کام کرنے کا عزم کیا ہے تو تمہیں باطل پرستوں کے مقابلہ میں سخت کشمکش اور جدوجہد کر کے اپنی حق پرستی کا ثبوت دینا ہو گا۔ ورنہ معجزوں کے زور سے باطل کو مٹانا اور حق کو غالب کرنا ہوتا تو تمہاری ضرورت ہی کیا تھی اللہ خود ایسا انتظام کر سکتا تھا کہ دنیا میں کوئی شیطان نہ ہوتا اور کسی شرک وکفر کے ظہور کا امکان نہ ہوتا "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۷۳۔۵۷۴)

(۵ ۔ ج) علامہ کی چابک دستیوں اور اس طویل بیان کے مغالطات پر ایک سنجیدہ نظر ڈالیں ۔

سب سے پہلے تو یہ سن لیں کہ علامہ نے جو صفائی پیش کی ہے اور جہاں تک وہ حقیقت حال کے قریب پہنچے ہیں اس کے

لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى

البتہ ناپید کر دیں آنکھیں ان کی پس آگے پکڑیں گے ایک راہ پس کہاں سے

يُبْصِرُوْنَ ۝ وَ لَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ

دیکھیں گے اور اگر چاہیں ہم البتہ مسخ کر دیں ان کو اوپر جگہ ان کی کے

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ وَ مَنْ نُّعَمِّرْهُ

پس نہ کر سکیں گزرنا اور نہ پھریں اور جو شخص کہ عمر دیتے ہیں ہم اس کو

نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَ مَا عَلَّمْنٰهُ

نگوں سار کرتے ہیں ہم اس کو بیچ خلق کے کیا پس نہیں سمجھتے اور نہیں سکھایا ہم نے

آنکھیں ناپید کر دیں گے اور وہ راستہ ٹٹولتے ہوئے آگے بڑھیں گے تو دیکھیں گے کیسے ؟ (٦٧) اگر ہماری مشیت کا تقاضا ہو تو ہم انہیں جہاں جہاں وہ ہوں وہیں پر اس طرح مسخ کر دیں کہ وہ لوگ نہ آگے چل سکیں نہ پیچھے پلٹ سکیں (٦٨) اور جس آدمی کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو جسمانی قوتوں اور حالات کو الٹ دیتے ہیں کیا وہ لوگ بڑھاپے کے حالات پر عقلی غور نہیں کرتے ؟ (٦٩) اور ہم نے اپنے نبیؐ کو شاعری کی تعلیم نہیں دی

لئے اس طویل بیان کی ہر گز ضرورت نہ تھی اس لئے کہ وہ نہایت مختصر اور چند جملوں میں بیان ہو سکتا تھا لیکن چونکہ علامہ کو دفع دخل کرتے کرتے اپنے عقائد کو بھی بحال رکھنا تھا۔ اس لئے یہ طومار جمع کیا ہے جس میں ہم نے نمبروار بارہ باتیں آپ کو نوٹ کرائی ہیں جن میں علامہ نے مشیت اور اذن اور اللہ کی رضا کا فرق بتانے کے باوجود اپنا اُلو بہر حال سیدھا رکھا ہے۔لہٰذا آئیے علامہ کے اس بیان پر یوں نظر ڈالیں کہ علامہ نے تفہیم القرآن کی اس پہلی جلد میں دھڑا دھڑ جبر کا عقیدہ ترجمہ میں دکھانا شروع کیا۔ اور جب طرح طرح سے اور بار بار قاریوں کے ذہن میں وہ باطل عقائد جما چکے تو پانچ سو بہتر صفحات کے بعد یہ وضاحتی بیان لکھا اور اسے بھی بارہ مرتبہ کمزور اور مشکوک کیا تاکہ جو کچھ دلوں میں جمایا تھا وہ بدستور جما رہے یعنی اگر علامہ کا بیان بے عیب اور قطعاً صحیح عقیدہ واضح کرتا تب بھی یہ تو کہا ہی جاسکتا تھا کہ علامہ نے پانچ سو چوہتر صفحات میں سے صرف ڈیڑھ صفحہ میں حق اور پانچ سو بہتر صفحات میں باطل بیان کیا ہے لیکن انہوں نے پہلی ہی بات میں ساری عمارت تعمیر کرنے سے پہلے گرا دی اور کہہ دیا کہ :

(۱) "کسی چیز کا اللہ کی مشیت اور اس کے اذن کے تحت رونما ہونا لازمی طور پر یہ معنی نہیں رکھتا کہ اللہ اس سے راضی بھی ہے اور اسے پسند بھی کرتا ہے "(پہلا جملہ) علامہ کا مطلب واضح ہے کہ مشیت اور اذن کے ماتحت رونما ہونے والے واقعات سے عموماً اللہ راضی بھی ہوتا ہے اور وہ واقعات اللہ کو پسند بھی ہوتے ہیں ۔ مگر یہ لازم نہیں ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوگا کہ وہ واقعات اللہ کی رضااور پسند کے خلاف ہوں ۔یعنی نہ یہ لازم ہے کہ اللہ راضی ہو نہ یہ لازم ہے کہ اللہ کو ناپسند ہی ہو ۔یعنی علامہ کی ساری اگلی پچھلی بحث اور دلائل خاک میں مل گئے اور عقیدہ جبر باقی رہا۔

(۲) دوسری بات بھی بالکل صاف ہے کہ خواہ قتل ہو یا زنا ہو اللہ ان کے وقوع میں لانے کے لئے نہ صرف اجازت دیتاہے بلکہ قاتل اور زانی کے لئے اسباب و ذرائع فراہم کرتا ہے ۔بتائیے اور کیا باقی رہا ؟جو اللہ کو ان جرائم کا ذمہ دار بنائے ؟

(۳) تیسری اور چوتھی بات تو صحیح ہے ہم متفق ہیں لیکن یہ پہلی دونوں باتیں انہیں مسمار کر دیتی ہیں لہٰذا بے کار و مہمل ہیں ۔

۴) پانچویں بات اس لئے غلط ہے کہ اگر وہ راضی نہ ہوتا تو قاتل و زانی کو بڑھ کر اجازت کیوں دیتا اور اسے بروقت وسائل و ذرائع کیوں فراہم کرتا ؟

(۵) چھٹی بات کوئی خیر عظیم بتائی گئی جو علامہ کو بھی معلوم نہیں اور نہ ان کے قاری معلوم کرسکتے ہیں لہٰذا مجہول بات کوئی یقین و اطمینان فراہم کرنے سے قاصر رہا کرتی ہے ۔

(٦) ساتویں بات خیر عظیم کی بنیادوں میں شر و فساد و ظلمت ،معصیت ،نمرودیت ،فرعونیت اور شیطنیت کا مکسچر ڈالنے کے بعد خیر خود ایک مشکوک چیز بن جاتی ہے لہٰذا وہ خیر عظیم نہ صرف یہ کہ مجہول چیز ہو گئی بلکہ وہ باطل پر تعمیر ہو کر باطل بھی ہوگئی البتہ علامہ کا یہ کلام شاعرانہ و ادیبانہ ضرور ہے ۔مگر حق سے بے تعلق ہے ۔

لِّشِّعۡرَ وَ مَا یَنۡۢبَغِیۡ لَہٗ ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ وَّ قُرۡاٰنٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۶۹﴾ۙ

اس کو شعر اور نہیں لائق اس کے نہیں وہ مگر ایک نصیحت اور کتاب روشن

لِّیُنۡذِرَ مَنۡ کَانَ حَیًّا وَّ یَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَی

تا کہ ڈراوے اس شخص کو کہ جیتا ہے اور سچ یعنی ثابت ہوئی بات عذاب کی اوپر

الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۷۰﴾ اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَہُمۡ مِّمَّا

کافروں کے کیا نہیں دیکھتے کہ پیدا کیا ہم نے واسطے ان کے اس چیز سے کہ

عَمِلَتۡ اَیۡدِیۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَہُمۡ لَہَا مٰلِکُوۡنَ ﴿۷۱﴾

کئے ہم نے ساتھ ہاتھوں قدرت اپنی کے چارپائے پس وہ واسطے ان کے مالک ہیں

وَ ذَلَّلۡنٰہَا لَہُمۡ فَمِنۡہَا رَکُوۡبُہُمۡ

اور فرمانبردار کیا ہم نے ان کو واسطے ان کے پس بعض ان میں سے واسطے سواری ان کی کے

نہ شاعری اس کے شایان شان ہی تھی۔ وہؐ تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہؐ مجسم ذکر اور بولتاؐ قرآن ہے (۷۰) تا کہ وہ نذیر و ذکر اور بولتا چالتا قرآن ان لوگوں کو برے اعمال سے روکنے کے لئے تنبیہہ کردے جو سچ مچ کے زندہ ضمیر لوگ ہیں (۷۱) کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا ہے کہ ہم نے ان کے لئے اپنے ہاتھوں سے چارپائے اور مویشی وغیرہ پیدا کئے ہیں جن کے آج وہ مالک بنے ہوئے ہیں (۷۲) اور ہم نے ان تمام جانوروں کو ان کے سامنے فرمانبرداری کی ذلت میں مبتلا کیا ہوا ہے چنانچہ ان میں سے وہ اپنی سواری کے کام میں لاتے ہیں

---

(۷) آٹھویں بات سو فیصد صحیح ہے مگر سابقہ باتوں اور نویں بات اللہ کی مصلحتوں اور تائیدات کو شامل کرنے سے یہ سو فیصد صحیح بات بھی باطل ہوگئی۔ اور علامہ نے دسویں بات میں کھل کر کہہ دیا کہ قاتل و زانی اور ہر مجرم کو بھی اللہ کی تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے اس لئے کہ دونوں کو اللہ نے برابر کا موقع دینا ہے۔

(۸) علامہ نے گیارہویں بات میں بھی اور پہلے بھی یہ کہہ دیا ہے کہ اللہ مومنین کے لئے اپنی مافوق الفطرت تائید شامل حال نہیں کرتا نہ اس سلسلے میں معجزہ دکھاتا ہے اور یہ دونوں باتیں قرآن اور خود علامہ کے بیانات کے خلاف ہیں۔ وہ ملائکہ کے لشکر بھیج کر چند مومنین کو غالب کرتا ہے وہ معجزہ دکھا کر کافروں اور مجرموں کے دل ہلا دیتا ہے انہیں ہلاک و تباہ کرڈالتا ہے اور ہرگز ایسا نہیں ہے کہ وہ مومن و کافر دونوں کو برابر کا موقع دیتا ہو۔ موقع دیتا ہے مگر برابر کا نہیں۔ یہ تھا علامہ کا طول طویل بیان جو لفاظی اور مغالطات سے زیادہ کوئی حقیقی وزن نہیں رکھتا۔

(۵۔د) اللہ کی مشیت، اذن و تقدیر اور رضا پر مختصر بیان: حقیقت صرف اس قدر ہے کہ اللہ نے تمام انسانوں کو مختار و آزاد پیدا کیا ہے اور کائنات کی باقی تمام مخلوق کو اپنے قوانین کی پابندی میں جکڑ دیا ہے یعنی وہ انسان کی طرح اپنے افعال میں آزاد نہیں ہیں ان میں ذاتی ارادہ اور قدرت بھی نہیں ہے۔ وہ ہر اس انسان کی اطاعت کرتے ہیں جو ان پر متعلقہ قانون استعمال کرے اور اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ اس کی تائید کریں گے۔ ان کو اُس کی نہ خبر ہوتی ہے نہ انہیں ضرورت ہے کہ انہیں غلط جگہ استعمال کیا جا رہا ہے یا صحیح جگہ پر کام لیا جا رہا ہے اسی طرح انسان کے اعضاء نہ یہ جانتے ہیں نہ انہیں اس کی ضرورت ہے کہ انہیں اچھے کام میں لگایا جا رہا ہے یا ان سے برا کام لیا جا رہا ہے۔ جب وہ چاہے گا خود اس کے ہاتھ اس کے گلے پر چھری چلانے میں تکلف نہ کریں گے۔ چنانچہ کائنات کی اشیاء کو ہر صاحب اختیار و ارادہ اور قوانینِ خداوندی سے واقف شخص اپنی عقل و بضاعت کے مطابق استعمال کر سکتا ہے۔ یہ ہے قانونِ خداوندی یہ ہے اذنِ خداوندی اور یہ ہے مشیتِ خداوندی۔ یہ بکواس ہے کہ ہر دفعہ اللہ ان چیزوں کو اجازت دیتا ہے یا اشیائے کائنات کو تائید کے لئے کہتا ہے اور اسباب و وسائل و ذرائع کو ہم آہنگ کرتا پھرتا رہتا ہے۔ اشیاء میں یا انسان میں جو خواص و قدرت و تاثیر وغیرہ موجود ہے وہ اللہ کی طرف سے مستقل طور پر عطا شدہ ہے انسان اپنے خواص و قابلیت میں کائناتی قانون اور سامان استعمال کر کے ترقی و تنزل اختیار کر سکتا ہے۔ باقی اشیاء میں قانونِ خداوندی کے ماتحت ردوبدل کر سکتا ہے اور کوئی چیز اسے منع نہیں کرتی کہ مجھے استعمال نہ کرو

وَ مِنۡهَا يَاۡكُلُوۡنَ ﴿۷۲﴾ وَ لَهُمۡ فِيۡهَا مَنَافِعُ وَ

اور بعض ان میں سے کھاتے ہیں اور واسطے ان کے بیچ ان کے فائدے اور

مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً

پینا ہے کیا پس شکر نہیں کرتے اور پکڑے ہیں سوائے خدا کے معبود

لَّعَلَّهُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۷۴﴾ؕ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ نَصۡرَهُمۡ ۙ وَ هُمۡ لَهُمۡ

شاید وہ مدد کئے جائیں نہیں کر سکیں گے مدد ان کی اور وہ واسطے ان کے

جُنۡدٌ مُّحۡضَرُوۡنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحۡزُنۡكَ قَوۡلُهُمۡ ۘ اِنَّا

وقف لازم

لشکر ہیں حاضر کئے گئے پس نہ غمگین کریں تجھ کو باتیں ان کی تحقیق ہم

نَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَ مَا يُعۡلِنُوۡنَ ﴿۷۶﴾ اَوَ لَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ

جانتے ہیں جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں کیا نہیں دیکھا آدمی نے

اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۷۷﴾

یہ کہ پیدا کیا ہم نے اس کو پانی منی کے سے پس ناگہاں وہ جھگڑنے والا ہے ظاہر

اور ان کا گوشت کھاتے ہیں (۷۳) اور ان میں انسانوں کے لئے بہت سے فوائد اور مشروبات موجود ہیں کیا وہ اس کا شکر بھی ادا کرنے کو تیار نہیں ہیں ؟ (۷۴) الٹا انہوں نے اللہ کی مرضی کے خلاف اپنے لئے معبود بنا لئے ہیں تاکہ شاید وہ لیڈر ان کی مدد کر سکیں (۷۵) لیکن ان کے وہ معبود نما لیڈر ان کی مدد نہ کر سکیں گے بلکہ یہ لوگ تو خود ہی اُن لیڈروں کی بے دام فوج بنے ہوئے ہیں (۷۶) اے نبیؐ تمہیں ان قریشیوں کی باتیں رنجیدہ نہ کریں ہم وہ سب کچھ جانتے ہیں جو ان کے ظاہری اور پوشیدہ منصوبے کے مقاصد ہیں (۷۷) کیا ان کے لیڈر اور مخصوص انسان کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ہم نے اسے نطفہ کی ایک بوند سے جنم دیا تھا۔وہ اس حقیر ترین چیز سے پیدا ہو کر بھی اپنے خالق کا مدمقابل بننا چاہتا ہے ۔

یا یوں نہیں یوں استعمال کرو۔ اس صورت حال میں تمام انسان یکساں ہیں ۔ مومن و کافر دونوں کے لئے یہ سامان موجود ہے اب جو شخص اشیائے کائنات کو اللہ کے حکم و ہدایت کے ماتحت رکھتا اور استعمال کرتا ہے اللہ اس کو پسند کرتا ہے اس سے خوش ہوتا ہے جو اشیاء کو اللہ کی ہدایات کے خلاف استعمال کر تا ہے ، اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔یعنی ہر انسان اپنے تمام اعمال میں مختار اور ہر عمل کا خود ذمہ دار ہے۔ اللہ مومنین کے کاموں کی اصلاح میں مفید دخل اندازی کر دیتا ہے مگر مخالفِ اسلام کے عمل میں کوئی دخل نہیں دیتا یعنی یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک مومن اپنی ناواقفیت سے کسی کام کو صحیح سمجھ کر کرے اور حقیقتاً وہ غلط اور مضر ہو تو اللہ اس کی غلطی کو سنوار دے اور نقصان سے محفوظ کر دے ۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک مخالفِ کی غلط کاری کی اصلاح کر کے اسے نقصان سے بچا لے یعنی مخالف کو قانونی فوائد تو مشیت کے ماتحت ملتے ہیں لیکن قانونی غلطی پر اسے ہرگز نقصان سے نہیں بچایا جاتا بلکہ ہو سکتا ہے کہ اسے دوگنا یا کئی گنا نقصان ہو جائے۔ اور یہی ثبوت ہے اللہ کی تائید اور پسند کرنے کا ۔

(۵ ۔ ہ) علامہ مجبوراً ہمارے اس اصولی و تخلیقی بیان کی جگہ جگہ تائید و تصدیق کرتے ہیں ۔

اُدھر جناب علامہ اینڈ کمپنی کے لئے بڑی مشکل ہے کہ انہیں مسلمان بھی کہلانا ہے اورکفر بھی پھیلانا ہے انہیں قرآن کو ماننا بھی ہے اور قرآن کی منشاء کے خلاف پالیسیاں بھی جاری رکھنا ہیں ۔ اس متضاد و متخالف صورت حال میں انہیں جگہ جگہ حق کو ماننا پڑ تا ہے اور مناسب مواقع پر حق کو چھپانے کے لئے باطل کی چادریں ڈالنا پڑتی ہیں ۔ بہرحال ہم ان کی دونوں پالیسیوں کو برہنہ طور پر آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں ۔ تاکہ آپ حق و باطل میں بے دریغ امتیاز کر سکیں اور یہ راز سمجھ سکیں کہ لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے علامہ انسان کو ایک آزاد و خود مختاروصاحب عقل و ارادہ مخلوق مانتے ہیں۔ مگر یہ نہیں چاہتے کہ انسان کے گناہوں اور جرائم سے اللہ کو الگ رکھیں تاکہ اُن کے راہنماؤں، خلفاء اور لیڈروں کے جرائم میں اللہ بھی ملوث رہے اور ان کی بے بسی اور تعمیلِ ارشادِ خداوندی کو آڑ بنایا جا سکے ۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:

وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ

اور بیان کی واسطے ہمارے ایک مثال اور بھول گیا پیدائش اپنی کہا کہ کون

یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ هِیَ رَمِیْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ

زندہ کرے گا ہڈیوں کو اور وہ گل گئی ہوں گی کہہ زندہ کرے گا وہ ان کو جس نے

اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۙ ﴿۷۹﴾

پیدا کیا ان کو پہلی بار اور وہ ساتھ سب پیدا کئے گئے کے جاننے والا ہے

ۣالَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ

جس نے پیدا کی واسطے تمہارے درخت سبز سے آگ پس اس وقت تم اس میں سے

تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ

روشن کرتے ہو کیا نہیں وہ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو قدرت والا

(۷۸) اس لیڈر نے ہمارے لئے تو ایک مثالی بہانہ تراش لیا لیکن خود اپنی پیدائش کی حقیقت کو سامنے نہ رکھا اور کہہ دیا کہ بتاؤ گلی سڑی ہڈیوں کو کون اور کیسے زندہ کرکے آدمی بنائے گا (۷۹) ان کو بتاؤ کہ وہی ہستی زندہ کرے گی جس نے انسان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ تمام مخلوق اور تخلیق کا پورا علم رکھنے والا ہے(۸۰) وہی ہستی جس نے تمہارے لئے سبز و شاداب درختوں میں آگ کو پوشیدہ اور محفوظ کیا ہے جسے تم روزمرہ روشن کرتے اور بھڑکاتے ہو۔ (۸۱) کیا جس ہستی نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ

اوّل۔ انسان آزاد و خود مختار ہے اس کو کائناتی سامان پر تصرف کے پورے اختیارات حاصل ہیں ۔

(۱) ”اللہ نے انسان کو دنیا میں ایک ذمہ دار مخلوق کی حیثیت سے پیدا کیا ہے اسے تصرف کے اختیارات دئے ہیں۔ طاعت و عصیان کی آزادی بخشی ہے“ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۳۶)

ان چند سطروں سے ایک بچہ بھی یہ سمجھ جائے گا کہ انسان اللہ کی اطاعت اور مخالفت میں آزاد ہے اور ہر ایسا کام کرنے پر قدرت اور اختیار رکھتا ہے ۔ جو اللہ کو پسند یا ناپسند ہو ۔ جو نیکی یا گناہ ہو ۔ اور اس نیک کام یا جرم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وہ کائنات کے متعلقہ سامان اور وسائل میں تصرف کر سکتا ہے ۔یعنی سجدہ کر سکتا ہے اس کا جسم و اعضاء منع نہ کریں گے۔ قتل کر سکتا ہے اس کے ہاتھ، تلوار اور قوت انکار نہ کرے گی اور سنیئے اور اس آزادی و اختیار کو خوب واضح کرلیجئے ۔ ارشاد ہے :

(۲) ”یعنی تمہاری فطرت کی ہر مانگ پوری کی، تمہاری زندگی کے لئے جو جو کچھ مطلوب تھا مہیا کیا، تمہارے بقاء اور ارتقاء کے لئے جن جن وسائل کی ضرورت تھی سب فراہم کر دئے۔“ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۸۸ زیر آیت سورۃ ابراہیمؑ ۳۴ / ۱۴)

اس بیان سے بھی سابقہ بیان کی تائید ہوتی ہے اور ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ انسانی فطرت میں جتنی خواہشات و ضروریات مضمر ہیں ان سب کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے سامان فراہم کر رکھا ہے اور قیامت تک انسانوں کو جن جن چیزوں یا اسباب و وسائل کی حاجت ہو گی وہ تمام انسان کے چاروں طرف پھیلا دی ہیں ۔ اب یہ انسانوں کا اپنا آزاد و مختارانہ فیصلہ ہو گا کہ وہ کس چیز کو یا کس سامان کو کہاں کیسے اور کتنا استعمال کریں ؟ایسا نہیں ہے کہ سامان موجود ہو اور انسان اسے استعمال کرنا چاہتا ہو، اور وہ سامان استعمال ہونے سے منع کردے یا پھر یہ کہ اللہ چل کر آئے اور اس سامان سے کہے کہ تو اس کے استعمال میں آجا یا نہ آنا۔ اور سنیئے اور دیکھیئے کہ علامہ برابر فطری اور صحیح عقائد کی تائید میں بیان دے رہے ہیں ۔

(۳) ”یعنی اللہ کے ہاں انسان کی ذمہ داری اس کی مقدرت کے لحاظ سے ہے ۔ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ بندہ ایک کام کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور اللہ اس سے باز پرس کرے کہ تو نے فلاں کام کیوں نہ کیا ۔ یا ایک چیز سے بچنا فی الحقیقت اس کی مقدرت سے باہر ہو اوراللہ اس پر مواخذہ کرے کہ تو نے اس سے پرہیز کیوں نہ کیا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اپنی مقدرت کا فیصلہ (جو اللہ کو منظور اور حقیقت کے مطابق ہو۔احسن) کرنے والا انسان خود نہیں ہے ۔اس کا فیصلہ اللہ ہی کر سکتا ہے کہ ایک شخص فی الحقیقت کس چیز کی قدرت رکھتا تھا اور کس چیز کی نہ رکھتا تھا“(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۲۴)

عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾

اوپر اس کے کہ پیدا کرے مانند ان کی البتہ اور وہی ہے پیدا کرنے والا جاننے والا

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ

سوائے اس کے نہیں کہ حکم اس کا جب چاہے پیدا کرنا کسی چیز کا یہ کہ کہتا ہے

لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ

واسطے اس کے ہو پس ہو جاتی ہے پس پاکی ہے اس ذات پاک کو کہ بیچ ہاتھ اس کے ہے

مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

بادشاہی سب چیزوں کی اور طرف اسی کے پھیرے جاؤ گے

ہڈیوں میں زندگی یا دوسرے آسمان و زمین پھر پیدا کر سکے؟ یقیناوہ قادر ہے اور وہی اصلی اور بڑا خالق ہے اور صاحب علم ہستی ہے (۸۲) بات اتنی سی ہے کہ جب اسے کچھ پیدا کرنا ہوتا ہے تو اس چیز کو وجود میں آنے کا حکم دیتا ہے اور وہ تمام خواص و صفات کے ساتھ وجود میں آجاتی ہے (۸۳) وہ ہمہ گیر ذات پاک ہے اسی کے ہاتھ میں پوری کائنات کی ملکوتیت ہے اور تم سب کو اسی کے حضور پلٹنا ہے۔

اس بیان سے بھی سابقہ بیانات کی تصدیق ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے انسانوں کو قدرت و اختیار دیا ہے لہٰذا جن لوگوں نے جتنی قدرت حاصل کرلی ہے اس قدرت کے اندر اندر وہ بلا کسی مزید مدد و اجازت کے اپنے اپنے اعمال و اقدامات بجا لا سکتے ہیں۔جو شخص مقدرت ہوتے ہوئے نیک کام نہ کرے ماخوذ ہوگا اور مجرم ہے۔ لہٰذا پھر معلوم ہوا کہ ہر آدمی اپنی قدرت کے ماتحت تمام اچھے اور برے کام کرسکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ ایک کام ہماری قدرت کے اندر ہے وسائل فراہم و موجود ہیں لیکن جب تک اللہ اجازت نہ دے ہم وہ کام کر ہی نہیں سکتے۔ ایسی باتیں پاگل یا مکار و دھوکہ باز لوگ ہی کرسکتے ہیں۔ ایک اور زیادہ واضح بیان سنیئے فرمایا ہے کہ: (۴) "انسان کے اندر جو روح پھونکی گئی ہے وہ دراصل صفات الٰہی کا ایک عکس یا پرتو ہے۔حیات، علم ،قدرت ، ارادہ ، اختیار اور دوسری جتنی صفات انسان میں پائی جاتی ہیں ، یہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی صفات کا ایک ہلکا سا پرتو ہے جو اس کالبدِ خاکی پر ڈالا گیا ہے "(تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۵۰۵) اس بیان میں علامہ نے انسان کی صفات کو مانا اور ان کا انسانوں میں حضرت آدمؑ کے زمانے سے موجود رہتے چلے آنا تسلیم کیا۔ اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان جہاں خودکشی پر قدرت و اختیار رکھتاہے ، وہیں وہ اپنی حیات میں ترقی کرنے کا علم و قدرت بھی حاصل کر سکتا ہے یعنی وہ اپنی تمام صفات میں ترقی کرنے اور تنزل کرنے پر بھی قادر و مختار ہیں اور ترقی و تنزل کے لئے تمام سامان و وسائل فراہم کئے ہوئے ہیں۔ جو چاہے جب چاہے اور جتنی چاہے ترقی و تنزل کرسکتا ہے۔ ایسا کہنا غلط اور فریب ہے کہ انسان ترقی و تنزل کی قدرت و اختیار نہیں رکھتا ہے۔ متعلقہ سامان و وسائل موجود ہیں اور وہ ترقی یا تنزل کرنا چاہتا ہے مگر نہ ترقی کرسکتا ہے نہ تنزل کرسکتا ہے جب تک از سرنو اللہ آ کر اجازت اور اپنی قدرت شامل نہ کر دے۔ اور آخری بات سن لیں تو پھر علامہ کی فریب کارانہ پالیسی سامنے رکھیں گے۔ارشاد ہوتا ہے کہ:

(۵) "اس کی مشیت ایک ایسی ذی اختیار مخلوق کو وجود میں لانے کی متقاضی تھی جو اپنی پسند اور اپنے انتخاب سے صحیح اور غلط ، ہر طرح کے راستوں پر جانے کی آزادی رکھتی ہو۔ اسی آزادی کے استعمال کے لیے اس کو علم کے ذرائع دئے گئے، عقل و فکر کی صلاحیتیں دی گئیں ، خواہش اور ارادے کی طاقتیں بخشی گئیں۔ اپنے اندر اور باہر کی بے شمار چیزوں پر تصرف کے اختیارات عطا کئے گئے ،اور باطن و ظاہر میں ہر طرف سے بے شمار ایسے اسباب رکھ دئے گئے جو اس کے لئے ہدایت اور ضلالت دونوں کے موجب بن سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ بے معنی ہو جاتا اگر وہ پیدائشی طور پر راست رو بنا دیا جاتا۔ اور ترقی کے ان بلند ترین مدارج تک بھی انسان کا پہنچنا ممکن نہ رہتا جو صرف آزادی کے صحیح استعمال ہی کے نتیجے میں اس کو مل سکتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی راہنمائی کے لئے جبری ہدایت کا طریقہ چھوڑ کر رسالت کا طریقہ اختیار فرمایا تاکہ انسان کی آزادی بھی برقرار رہے، اور اس کے امتحان کا منشاء بھی پورا ہو ، اور راہ راست بھی معقول طریقے سے اس کے سامنے پیش کردی جائے" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۲۸،۵۲۹)

بس جناب یہ ہے علامہ کا آخری بیان جو ہم پیش کرنا چاہتے تھے اور اس بیان میں وہ سب کچھ ہے جو اللہ اور انسان کے تعلق پر صحیح ترین عقیدہ اسلام اور قرآن دیتا ہے ۔ اور جو عقل انسانی قبول کرتی ہے ۔ اس میں انسان کو صاحبِ اختیار وارادہ، صاحب عقل و بصیرت اور صاحب قدرت و استطاعت مانا گیا ہے ۔ اُسے اپنی خواہش و ارادے کے مطابق عمل کرنے کی آزادی مانی گئی اور اس کی ضرورت کا تمام سامان و وسائل کی فراہمی تسلیم کر لی گئی ۔ اور لکھ دیا گیا کہ انسان اپنی اس آزادی کے ماتحت وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو اس کے علم و قدرت اور وسائل کی موجودگی میں ممکن ہے ۔ اُسے مزید کسی رضامندی ، اجازت اور مدد کی ضرورت نہیں ہے مگر علامہ اور ان کے ملعون لیڈر تو اس طرح پھنس گئے کہ ان کے بچنے کی تو تمام راہیں بند ہو گئیں ۔ ان راہوں کو کھولنے کے لئے اب علامہ کی قلابازیاں بھی ملاحظہ کر لیں ۔

دوم۔پوری کوشش اور خواہش اور وسائل کی موجودگی میں بھی انسان خدا کی اجازت اور مدد کے بغیر گناہ نہیں کر سکتا ہے۔

وہ اللہ کو ہر انسان کے ہر گناہ اور جرم میں شامل رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ نہایت دبے پاؤں آتے ہیں اور نہایت خاموشی اور عیارانہ احتیاط سے انسانوں سے مندرجہ بالا آزادی ، قدرت اور اختیارات کو الگ کر کے انہیں قطعاً مجبورومفلوج کرکے رکھ دیتے ہیں ۔ اور تمام قوت اور اختیار اللہ کی تازہ اجازت اور مدد پر مرکوز و مشروط کر دیتے ہیں۔ ان کا بیان سنیئے فرماتے ہیں کہ :
"انسان جو کچھ بھی کرنا چاہے وہ اسی وقت کر سکتا ہے جب کہ اللہ بھی یہ چاہے کہ انسان کو وہ کام کرنے دیا جائے۔ یہی معاملہ ہدایت و ضلالت کا بھی ہے۔ انسان کا محض خود ہدایت چاہنا اس کے لئے کافی نہیں کہ اسے ہدایت مل جائے ، بلکہ اسے ہدایت اس وقت ملتی ہے جب اللہ اس کی اس خواہش کو پورا کرنے کا فیصلہ فرما دیتا ہے ۔ اسی طرح ضلالت کی خواہش بھی محض بندے کی طرف سے ہونا کافی نہیں ہے " (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۵۷)
ان چند سطروں میں علامہ نے مذکورہ پانچوں بیانات کا ستیاناس کرکے اپنا راستہ صاف کرلیا اور یہ بتا دیا کہ انسان پوری عقل و بصیرت اور تمام متعلقہ سامانِ گناہ موجود ہوتے ہوئے اپنی تمام کوششوں کے باوجود گناہ نہیں کرسکتا ۔یعنی اُسے دیئے ہوئے تمام اختیارات و قدرت بے کار ہیں ۔ مثلاً :
ایک جوان و شکیل و صحت مند انسان اور ایک جوان و صحت مند و حسین عورت دونوں ایک نہایت آراستہ پیراستہ کمرے میں موجود ہیں دونوں جنسی ضرورت پوری کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بغل گیر ہیں کوئی رکاوٹ حائل نہیں۔یہاں تک کہ لباس بھی جسم پر نہیں کوئی دیکھنے یا منع کرنے والا بھی نہیں شہوت و ہیجان اپنی انتہا پر ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے ترستے رہے ہیں آج یہ موقع ملا ہے وہ پورے جوش و ارمان کے ساتھ برسرِ وصل ہیں ۔
علامہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں زنا نہیں کرسکتے جب تک کہ اللہ بھی ان میں شامل نہ ہوجائے اور اجازت نہ دے ۔ سوچیے کہ اس صورت حال میں اُن دنوں کو زنا سے کیسے روکا جائے گا؟ اور کیوں روکا جائے گا؟ اور اس روک دینے کے بعد کیسے کہا جائے گا کہ انہوں نے اپنی خوشی و رضامندی سے زناسے دست کشی اختیار کی تھی؟ اور اس طرح زنا سے باز رہنے کا ثواب و اجر کس کو ملے گا ؟ ہر عقل کا مالک انسان اس طرح جبراً زنا سے روکنے والے کو ثواب واجر کا مستحق قرار دے گا ۔ اور نہ روکنے اور اجازت دینے والے کو زنا کا مجرم قرار دے گا ۔ یہ ہے علامہ کا مذہب اور یہ ہے اس عیارانہ ومکارانہ فریب کاری کا مقصد کہ ان کے لیڈر نہ رسولؐ کی حکومت غصب کرسکتے تھے نہ کربلا کا قتل عام کرکے خاندان رسولؐ کو تباہ کرسکتے تھے۔ یہ تو خدا کی اجازت اور شمولیت سے وقوع میں آئے لہٰذا وہ ملاعین بے قصور تھے اور خدا کے اطاعت شعار بندے تھے ۔ وہ سب معاملات خدا کے رازو رموز ہیں ان میں اُمت کو دخل نہ دینا چاہئے ۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ لہٰذا اللہ نے جو چاہا وہ کیا اور اس میں بھی بہرحال بہتری تھی ۔ یہ ہے وہ مقصد جس کو حاصل کرنے کے لئے یہ تفہیم القرآن لکھی گئی ہے اور اس میں قرآن کے تمام اہم مطالب و مفاہیم کو الٹ کر رکھ دیا گیا ہے مگر عقیدت مندوں کو خبر تک نہ ہوسکی ۔

(۵ ۔ و) وہ بزرگ ترین ہستیاں جو مشیت خداوندی اور رضائے الٰہی کے خلاف کبھی کچھ چاہتی ہی نہیں تھیں جو مشیت اللہ تھیں۔

بار بار اور طرح طرح قرآن سے محمدؐ اور آئمہ اہلؑ بیت علیہم السلام کے مقامات بلند واضح کئے جاتے رہے ہیں ۔ جن کا مخزنِ علومِ خداوندی ہونا ثابت کیا

جا چکا ہے ۔ جن کی اطاعت خدا کی اطاعت جن کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہو جن کا قول خود قرآن بن جائے (۴۰ / ۶۹ اور ۱۹ / ۸۱) جن کے لئے قرآن یہ فرمائے کہ ان کی ہر بات اور منہ سے نکلنے والا ہر قول وحی خداوندی ہوتا ہے ان کی شان میں فرمایا گیا ہے کہ :

وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٢٩﴾ التکویر

شاہ ولی اللہ کا ترجمہ : "ونمی خواہیدہ مگر وقتیکہ بخواہد خدا پروردگار عالمھا"

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ: "اور تم جب ہی چاہو گے کہ چاہے اللہ جہان کا صاحب"(سورۂ تکویر ۲۹ / ۸۱)

شاہ رفیع الدین کاترجمہ: "اور نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ پروردگار عالموں کا"(ایضاً)

اشرف علی تھانوی کا ترجمہ: "اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے"(ایضاً)

شاہ محمد احمد رضا کا ترجمہ : "اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ سارے جہاں کا رب"(ایضاً)

قارئین ان پانچوں تراجم کو دیکھیں ان میں اوّلین تین ترجے ہماری اور علامہ مودودی کی پیدائش سے بہت پہلے کے ہیں اور یہ وہ علما ہیں جو اہل سنت میں اپنا جواب نہیں رکھتے اور اردو و فارسی زبانوں میں ان سے پہلے کوئی ترجمہ نہیں ہوا تھا۔یعنی یہ اوّلین و قدیم مترجم ہیں ۔ شیعہ مترجمین نہ صرف یہ کہ ان کے بعد کے مترجم ہیں بلکہ انہوں نے ان تراجم سے فائدہ اٹھایا اور ترجمہ میں ان ہی کی پیروی بھی کی ہے ۔ اِلّا یہ کہ کہیں کہیں حاشیوں میں اپنے اختلاف کا اظہار کیا ہے ۔ اب آپ ہمارا ترجمہ دیکھیں جو قرآن کے الفاظ اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے مقام بلند کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے ۔

ہمارا ترجمہ مضارع کے اصول پر "اور تم تو نہ کبھی چاہتے ہو اور نہ کبھی چاہو گے جب تک کہ سارے جہانوں کاپروردگار نہ چاہے "(تکویر ۲۹ / ۸۱) ان تمام ترجموں کے مفہوم و مقصد کو سامنے رکھیں اور علامہ مودودی کی وہ کوشش دیکھیں جو اس عنوان نمبر ۵ میں برابر چلی آرہی ہے اور جس کو پروان چڑھانے کے لئے وہ قرآن کو اپنے مقصد پر قربان کرتے ہیں۔ اور اپنے پانچ بزرگوں کے تراجم کے خلاف نیا اور غلط ترجمہ کرتے ہیں۔ سنیئے:

(۵ ۔ ز) علامہ مودودی اپنے باطل مقاصد کے لئے قرآن کا ترجمہ بدل کر فریب دیتے ہیں ۔	وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٢٩﴾ التکویر وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ ﴿٣٠﴾ (دھر)

"اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ رب العالمین نہ چاہے "(تکویر ۲۹ / ۸۱) اور

"اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اللہ نہ چاہے "(دھر ۳۰/ ۷۸) (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۰۳ اور صفحہ ۲۷۰)

ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیا کہیئے ؟

ہم سوائے اس کے اور کیا کہیں کہ علامہ نے اپنا دین و دانش حمایتِ باطل پر قربان کردیا ہے ۔علامہ کے اس ترجمہ کی عبارت کو کسی عربی دان کے سامنے لے جائیں اور اسے یہ نہ بتائیں کہ یہ قرآن کی فلاں فلاں آیت کا مودودی ترجمہ ہے اور اس سے کہیں کہ ذرا اس اردو کی عربی بنا کر آپ کو دے دے ۔یقین کیجیے کہ ساری دنیا کے عربی دان آپ کو جو عربی بنا کر دیں گے وہ ہرگز یہ عبارت نہیں ہوسکتی جو اِن آیات (۳۰ /۷۶، ۲۹ / ۸۱) میں ہے اور اسی سے علامہ کی فریب سازی کی پول کھل جائے گی ۔ بہرحال کسی عالم نے آج تک ایسا غلط ترجمہ نہیں کیا ہے ۔ اسی لئے ہم نے علامہ کو اپنا مستقل ہدف بنایاہے ۔

سُوْرَةُ الصَّافَّاتِ

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِاءَةٌ وَّ اثْنَان وَ ثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّ خَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ صافات مکہ میں نازل ہوئی اوراس میں ایک سو بیاسی (۱۸۲) آیتیں اور پانچ رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا میں ہوں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ

قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھتے ہیں صف باندھنے کر پھر ڈانٹ دینے والوں کی

زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾

ڈانٹ دینے کر پھر تلاوت کرنے والوں کی ذکر کر تحقیق معبود تمہارا اکیلا ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ

پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے اور

رَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

پروردگار مشرقوں کا یعنی مشرق و مغرب کا تحقیق ہم نے زینت دی آسمان دنیا کو

(۱) بے مثل مقابلہ کے لئے صف بندی کرنے والوں (الصف ۴/۶۱) کی صفوف کی قسم (۲) پھر مخالف گروہ کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے والوں کی تنذیر کی قسم (۳) پھر ذکرِ خداوندی کا اٹل سلسلہ قائم کرنے والوں کی قسم (۴) تمہارا معبود ایک ہے اور معبود کا یگانہ و بے مثل ہونا ضروری ہے (۵) جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا اور ان دونوں کے اندرو باہر جو کچھ بھی ہے اور تمام سورجوں کے بلند ہونے کے مقامات کا پرورش کرنے والا ہے (۶) یقیناً ہم نے اس دنیا پر محیط آسمان کی زینت کے لئے

تشریحات سورۂ صافات :

(۱) آیات (۱ تا ۵ / ۳۷) میں وحدانیت پر شہدائے کربلا کو دلیل و حجت بنا کر ربوبیت عالمین کا ثبوت ہے ۔

قارئین اِن آیات (۱تا۵ / ۳۷) کی مختلف قسم کی تشریحات و تفسیرات پڑھ چکے ہوں گے ۔ لیکن کسی شارح اور مفسر نے ان تشریحات پر قرآن سے سند نہیں لی ہے ۔ اور اپنا مدار جہلاء کی بیان کردہ روایات پر رکھا ہے ۔ ہم اپنی تشریحات میں خود قرآن کو بنیاد بنانا لازم سمجھتے ہیں ۔ چنانچہ زیر نظر سورۂ کا نام "اَلصَّافَّاتُ" ہے یعنی کچھ "مخصوص صف بندی کرنے والے حضرات" اور اسی قرآن میں ایک سورۂ کا نام "اَلصَّفُ" ہے یعنی ایک "مخصوص صف" مطلب واضح ہے کہ ایک سورت صف باندھنے اور صف کی ترتیب و بقا کا انتظام کرنے والوں سے منسوب کی گئی ہے اور ایک سورت کو اس مخصوص صف سے نسبت دی ہے جسے قائم کیا گیا تھا ۔ سُوْرَةُ الصَّفُ کا نچوڑ اور مختصر منشا علامہ مودودی سے سنیں تو زیادہ بہتر ہو گا ۔ وہ لکھتے ہیں کہ :

(۱ ۔ الف) سُوْرَةُ الصَّفُ میں اَلصَّافَّات لقب والے بزرگوں کا تعارف و امتیاز وخصوصیات بیان کی ہیں ۔

"کسی معتبر روایت سے اس سورۃ الصّف کا زمانہ نزول معلوم نہیں ہوسکا لیکن اس کے مضامین پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ غالباً جنگ اُحد کے متصل زمانہ میں نازل ہوئی ہو گی ۔ کیوں کہ اس کے بین السطور میں جن حالات کی طرف اشارہ محسوس ہوتا ہے وہ اسی دور میں پائے جاتے ہیں" (مسلسل لکھتے ہیں کہ) **سورۂ صف کا موضوع اور مضمون ۔** "اس کا موضوع ہے مسلمانوں کو (۱) ایمان میں اخلاص اختیار کرنے اور (۲) اللہ کی راہ میں جان لڑانے پر ابھارنا ۔ اس میں (۳) ضعیف الایمان مسلمانوں کو بھی

مخاطب کیا گیا ہے ،اور ان لوگوں کو بھی جو(۴) ایمان کا جھوٹا دعویٰ کر کے اسلام میں داخل ہو گئے تھے ،اور ان کو بھی جو (۵) مخلص تھے۔ بعض آیات کا خطاب پہلے (۲) دونوں گروہوں سے ہے ۔ بعض میں صرف (۷) منافقین مخاطب ہیں۔ اور بعض کا روئے سخن صرف (۵) مخلصین سے ہے۔ انداز کلام سے خود معلوم ہوجاتا ہے کہ کہاں کون مخاطب ہے۔ آغاز میں تمام ایمان لانے والوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں نہایت مبغوض ہیں وہ لوگ جو (۸) "کہیں کچھ اور کریں کچھ" اور (۹) نہایت محبوب ہیں وہ لوگ جو"راہ حق میں لڑنے کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ کر کھڑے ہوں" پھر آیات ۵۔ سے ۷۔ تک رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (۱۰) اُمت کے لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اپنے رسوؐل اور اپنے دین کے ساتھ تمہاری روش وہ نہ ہونی چاہئے جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل نے اختیار کی تھی ۔ حضرت موسیٰؑ کو وہ خدا کا رسوؐل جاننے کے باوجود (۱۱) جیتے جی تنگ کرتے رہے ، اور حضرت عیسیٰؑ سے کھلی کھلی نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود ان کو (۱۲) جھٹلانے سے باز نہ آئے ۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اُس قوم (بنی اسرائیل) کے مزاج کا (۱۳) سانچا ہی ٹیڑھا ہو کر رہ گیا اور اُس سے ہدایت کی توفیق سلب ہو گئی۔ پھر آیت ۸۔۹ میں پوری تحدی کے ساتھ اعلان کیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور ان سے ساز باز رکھنے والے منافقین اللہ کے اس نور کو بجھانے کی چاہے کتنی ہی کوشش کرلیں، یہ پوری آب و تاب کے ساتھ دنیا میں پھیل کر رہے گا اور مشرکین کوخواہ کتنا ناگوار ہو ، رسوؐل برحق کا لایا ہوا دین ہر دوسرے دین پر غالب آ کر رہے گا ۔ اس کے بعد آیات ۱۰۔۱۳ میں (۱۴) اہل ایمان کو بتایا گیا ہے کہ دنیا اور آخرت میں کامیابی کی راہ صرف ایک ہے، اور وہ یہ ہے کہ "(۱۵) اللہ اور اس کے رسوؐل پر سچے دل سے ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرو" آخرت میں اس کا ثمرہ خدا کے عذاب سے نجات ، گناہوں کی مغفرت اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کا حصول ہے ، اور دنیا میں اس کا انعام خدا کی تائید و نصرت اور فتح وظفر ہے ۔ آخر میں اہل ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (۱۶) حواریوں نے اللہ کی راہ میں ان کا ساتھ دیا اسی طرح وہ بھی (۱۶) انصار اللہ بنیں تاکہ کافروں کے مقابلہ میں ان کو بھی اُسی طرح اللہ کی تائید حاصل ہو (۱۷)جس طرح پہلے ایمان لانے والوں کو حاصل ہوئی تھی۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۵۲۔۴۵۳) قارئین کرام نے یہ پورا ریویو پڑھا اب اس کا تجزیہ کرنا ہوگا تاکہ سورۂ صافات میں مذکور حضرات سے باقاعدہ تعارف، اُن کا کردار اور مشن معلوم ہو جائے ۔

(ا ۔ ب) صف بندی کرنے والے حضرات مخالفین اسلام کے مقابل دائمی محاذ قائم کرنے والے مجاہد تھے۔

علامہ کے بیان میں وہ مقامات دیکھتے جائیں ۔ جن پر ہم نے نمبر دیے ہیں ۔سورۂ صف میں مذکور و مطلوب وہ مومنین ہیں جو (۱)پُر خلوص اور (۲) اسلام کی راہ میں جانباز ہیں(۸) جو اپنے قول و فعل میں ہمیشہ ہم آہنگ رہے ہوں (۹) اور راہ حق میں لڑنے اور اسلام کے تحفظ میں ہر حال میں سینہ سپر اور سیسہ پلائی دیوار کی طرح غیر متزلزل رہے ہوں اور کسی وقت اور کسی حال میں میدان سے نہ ہٹے ہوں ۔ (۹) جن کی صف یا صفوں میں کبھی رخنہ نہ پڑا ہو یعنی ان میں سے کوئی فرد بھی مقابلہ سے منہ موڑ کر نہ گیا ہو ۔ اور کسی کو کسی سے اختلاف نہ رہا ہو (۱۳) جن کے مزاج کا سانچہ ہمیشہ سو فیصد رضائے خداوندی اور قضائے الٰہی کے معیار پر برقرار رہا ہو ۔(۱۵) جنہوں نے اپنی جان اور اپنے بچوں کی جان اور مال اور خون کی ایک ایک بوند میدان میں قربان کی ہو (۱۶) جو حواریان عیسیٰؑ کے لئے باعث رشک و افتخار رہے ہوں اور جنہیں ہمیشہ تائیدات خداوندی حاصل رہیں (۱۷) ان پرمائدہ اترا ملائکہ نازل ہوئے فخر ومباہات سے انہیں نوازا گیا۔

(ا ۔ ج) آیات (۱ تا ۳ / ۳۷) میں ملائکہ یا کوئی اور ہرگز مراد نہیں لیا جا سکتا ہے ۔

علامہ اینڈ کمپنی ان آیات میں ملائکہ کو مراد لیتی ہے اور علماو مترجمین ومفسرین کی کثرت نے ملائکہ ہی کو ہیرو بنایا ہے۔ لیکن عملی دنیا میں ملائکہ کی اگر کوئی صف بندی ہو بھی تو انسانوں کے لئے نمونہ و اسوۂ حسنہ قرار نہیں پا سکتے۔ پھر کہیں بھی ان کا انسانوں کو ڈانٹنا یا پھٹکارنا یا سامنے آکر تنذیر کرنا ثابت نہیں ہے رہ گیا بقول علامہ ملائکہ کا خود کو "صافون"(۱۶۵ / ۳۷) کہنا اگر صحیح بھی ہو تو وہ ان پرندوں کے برابر ہی رہتے ہیں جن کو اللہ نے واضح الفاظ میں وَالطَّيْرُ صَافَّاتٍ ﴿۴۱﴾ النور (صف بستہ پرندے) (النور ۴۱ / ۲۴) فرمایا ہے ۔ اور ان کا تسبیح و تہلیل و نماز پڑھنا بھی بتایا ہے (۴۱ / ۲۴) لیکن ان آیات (۱۶۶ تا ۱۵۴ / ۳۷) میں کہیں

نہ لفظ ملائکہ ہے نہ ملائکہ کی کوئی ضمیر یا اشارہ ہے ۔ نہ کوئی ایسا قرینہ ہے جس سے ملائکہ کا مراد لینا لازم ہو جائے ۔ وہاں جو صفات بیان ہوئی ہیں وہ بھی اللہ کے مخلص بندوں کی ہیں ۔ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٠﴾ الصافات ان میں کوئی خصوصیت ایسی نہیں کہ ملائکہ مراد لئے جائیں ۔کسی کے لئے کوئی ''مقام معلوم'' ہونا کوئی فضیلت نہیں ہر انسان و حیوان کا ایک مقام معلوم ہوتا ہے اچھا ہو یا برا ۔ رہ گیا تسبیح پڑھنا تو کائنات کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے (۴۱ / ۲۴) اور صف بندی بھی کرتی ہے ۔ یہ جن مخصوص بزرگوں کا ذکر ہے انہیں صَٰفَّٰتٍ نہیں بلکہ ''اَلصّٰفّٰت'' مخصوص صف بندی کرنے والے صاحبانِ اختیار و ارادہ حضرات کہا ہے نہ کہ بے بس و مجبور ملائکہ ایسی مخلوق، جن کے لئے نہ کوئی اجر ہے نہ ثواب ہے ۔ یہ تو وہ حضرات ہیں جو زجر و توبیخ وتنذیر و تلاوت کا تسلسل قائم رکھنے والے بزرگ ہیں۔ ان اختیاری اور بامقصد اعمال و اقدامات سے ملائکہ کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ علامہ کو بتا دیں کہ تم نے لفظ تَالِيَات کے نہ حقیقی معنی لئے نہ مجازی۔ بلکہ اس لفظ کے معنی ہی غائب کرگئے ۔ اگر تم بھی باقی علما کی طرح لفظ تَالِيَات کے گھٹیا معنی تلاوت کرنا لے لیتے تو ملائکہ کے لئے ثابت کرنا پڑتا کہ وہ سب پابندی سے تلاوت قرآن و کتب مقدسہ کرتے ہیں ۔یہاں بھی علامہ نے محمدؐ و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے فضائل اور ان کی عظیم الشان قربانیوں کو اپنے کفر کے پردوں میں چھپا لیا ہے ۔

(ا ۔ د) علامہ بڑی چابک دستی سے حقائق کا رخ موڑ دیتے ہیں اور قاری کو خبر تک نہیں ہوتی ۔

آپ نے بھی علامہ کے بیان کا آخری جملہ غور سے نہیں پڑھا اسے دوبارہ دیکھیں ۔ وہ یہ ہے ۔

''جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اللہ کی راہ میں ان کا ساتھ دیا تھا ۔ اسی طرح وہ بھی انصار اللہ بنیں تاکہ کافروں کے مقابلہ میں ان کو بھی اسی طرح اللہ کی تائید حاصل ہو جس طرح (عیسیٰؑ کے حواریوں کو حاصل ہوئی تھی۔ احسن) پہلے ایمان لانے والوں کو حاصل ہوئی تھی'' غور کیا آپ نے مثال تو دی ہے حواریانِ عیسیٰؑ کی جو قرآن کی رو سے انصار اللہ تھے اور لاکھڑا کیا ہے اُن کو ''جو کبھی کسی پر پہلے ایمان لائے تھے''۔جن کا نہ اتا نہ پتا نہ نام نہ نشان ۔ نہ یہ کہ وہ پہلے ایمان لانے والے کبھی انصار اللہ بنے تھے ؟ جو اُن کی جزا کی تمنا کی جائے؟ اور اُن کو حواریانِ عیسیٰؑ کی جگہ مع ان کی کارکردگی کے کیوں نہ لایا گیا ؟ کہ دنیا دیکھتی کہ وہ کون لوگ تھے؟ اور انہوں نے کیا کارنامہ انجام دیا ؟ یہ ہے علامہ کے ہاتھ کی صفائی کہ آپ کو خبر تک نہ ہوئی اور جیب کٹ گئی ۔

(ا ۔ ہ) علامہ نے اس بیان میں اپنے رہنماؤں اور لیڈروں کو مذمت سے بچانے کے لئے فریب کیا ہے ۔

آپ علامہ کے اس طویل بیان میں دیا ہوا ہمارا نمبر دس نوٹ کریں علامہ نے فرمایا ہے کہ :

''پھر آیات ۵ سے ۷ تک رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اپنے رسولؐ اور اپنے دین کے ساتھ تمہاری روش وہ نہ ہونی چاہئے جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل نے اختیار کی تھی۔''(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۵۲) آپ سورۃ الصف کی آیات ۵ تا ۷ اپنی آنکھوں سے پڑھیں ۔ آپ کو کہیں لفظ ''اُمت '' یا ''اُمتِ محمدؐیہ'' نہ ملے گا۔ پانچویں آیت میں اُمت موسیٰؑ کی مذمت ہے (۵ / ۶۱) چھٹی آیت (۶/ ۶۱) میں حضرت عیسیٰؑ کی زبانی آنحضرتؐ کی بعثت کی پیش گوئی اور احمدؐ نام مذکور ہوا ہے اور کہا گیا کہ جب حضورؐ مبعوث ہوئے تو قریش نے ان پر جادوگری کا الزام لگایا۔ ساتویں آیت میں قریش کی مذمت ہے آٹھویں آیت اُن کا نور محمدؐی کو بجھانے میں کوشاں ہونا مذکور ہے ۔ لہٰذا نہ اُمت محمدؐیہ کا ذکر ہے نہ رسولؐ کے بعد والے مسلمانوں کا تذکرہ ہے ۔ سوچنا یہ ہے کہ پھر علامہ نے کیسے کہا کہ اُمت کو خبردار یا متنبہ کیا گیا ہے؟ آپ دیکھیں گے کہ علامہ نے چھٹی آیت (۶ / ۶۱) کے پہلے جملے ''وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ﴿٦﴾ الصف ''کا ترجمہ شروع کرتے ہی نمبر ۶ بطور حاشیہ ڈالا ہے ۔ اور پھر چھٹے حاشیے میں یہ لکھا ہے کہ :

''مدعا ان دونوں واقعات کو بیان کرنے کا یہ ہے کہ مسلمانوں کو خداکے رسولؐ کے ساتھ بنی اسرائیل کا سا طرز عمل اختیار کرنے کے نتائج سے خبر دار کیا جائے (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۵۸، ۴۵۹) یہ ہے وہ صورت حال جس کا رخ عہد رسولؐ کے مسلمان لیڈروں کی طرف سے موڑ کر علامہ نے پوری اُمت کی طرف پھیر دیا ہے ۔ قارئین علامہ کے طویل بیان میں یہ کہا گیا تھا کہ بنی اسرائیل نے حضرات موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو جیتے جی ستایا اور جھٹلایا تھا ۔ لہٰذا عہد رسولؐ کے قریش سے یہ کہا گیا کہ تم رسولؐ اللہ

بِزِيْنَةِ ِ الْكَوَاكِبِ ۙ وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ

ساتھ زینت کے کہ تارے ہیں اور واسطے محافظت کے ہر شیطان سرکش سے

لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ

نہیں سن سکتے ہیں طرف بڑے فرشتوں بلند کی اور پھینکے جاتے ہیں یعنی آگ ہر

جَانِبٍ ۖ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ اِلَّا مَنْ

طرف سے واسطے بھگانے کے اور واسطے ان کے عذاب ہے لازم ہو جانے والا مگر جو کوئی

ستاروں سے سجایا ہے ۔ (۷) اور اس کی تمام سرکش شیاطین سے حفاظت بھی ستاروں ہی سے کی ہے (۸) وہ شیاطین بلندترین عالم ارواح سے لبریز علاقہ کی سن گن نہیں لے سکتے ان پر ہر طرف سے مار پڑتی ہے اور (۹) کھدیڑ دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے نہایت سنجیدہ عذاب کا انتظام ہے (۱۰) تاہم اگر ان میں سے کوئی

کے ساتھ ویسا سلوک نہ کرنا۔ لہٰذا یہ تنبیہہ ان لوگوں کو مخاطب کرتی ہے جن کے زمانہ میں آنحضرتؐ زندہ رہے۔ لہٰذا علامہ کے قلم سے ھیر پھیر کے باوجود مسلمانوں میں وہ گروہ نمایاں ہوگیا جس نے حضورؐ کے لئے وہی کچھ کیا جو بنی اسرائیل نے کیا تھا۔اور حدیث میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ تم وہ سب جرائم و گناہ کرو گے جو سابقہ تمام اقوام عالم نے اپنے زمانہ میں کئے تھے۔ (بخاری و مسلم) علامہ نے اپنے طویل بیان میں منافقوں کے ساتھ ساتھ ایک ضعیف الایمان مسلمان گروہ کا وجود بھی مانا ہے۔ لیکن سورۂ صف میں کہیں بھی لفظ منافقون یا منافقین استعمال نہیں کیا گیا ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جس گروہ نے رسولؐ کو بنی اسرائیل کی طرح اذیت دی اور ستایا اور ان کے خلاف مذہب پھیلایا وہ منافق نہیں بلکہ مسلمان گروہ تھا۔ اور اکثریت میں تھا اور ان ہی میں علامہ کے راہنما لیڈر تھے جن کا تذکرہ قرآن سے باربار کیا جا چکا ہے۔ جو نور محمدیؐ کو بجھانے اور ان کے دین کو اپنی حقیقی صورت میں پھیلنے سے روک رہے تھے۔ جسے علامہ نے یہود و نصاریٰ اور منافقوں کے سر چپکایا ہے۔

(۱۔ و) دین اسلام کب ساری دنیا میں مقبول ہو گا ؟ کب کفر کا زور ٹوٹے گا ؟

پھر علامہ نے آیات(۹۔۸ / ۶۱) کے متعلق یہ مانا ہے کہ عہد رسولؐ کے لوگ نور محمدیؐ کو بجھانا چاہتے تھے اور اللہ اس نورؐ کو حق پوشوں کی مرضی اور پسند کے بر خلاف مکمل کر کے رہے گا۔ اور یہ کہ ایک روز اسلام تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ وعدہ پورا ہو گیا ہے ؟ کیا اسلام آج تک کسی زمانہ میں تمام دنیا میں مقبول ہوا اور باقی تمام مذاہب ختم ہوئے ؟ قارئین نوٹ کریں کہ یہ وعدہ تب پورا ہوگا جب پہلے مسلمانوں کو بنی اسرائیل والے انجام میں مکمل طور پر مبتلا کر دیا جائے اور جب نور محمدیؐ کو بجھانے کی ساری کوششیں مکمل ہو چکیں۔ ابھی تو مسلمانوں میں نور محمدیؐ کے انکار کرنے والوں کی کثرت ہے۔ ابھی تو کسی نہ کسی صورت میں ان کی چھوٹی موٹی حکومتیں بھی باقی ہیں۔ جب وہ بنی اسرائیل کی طرح سو فیصد ملعون ومقہور و مغلوب ہو چکیں گے ، جب غربت و افلاس کا عذاب مکمل ہو چکے گا، اس کے بعد تکمیلِ نور محمدؐ ہو گی اور دنیا کا ہر انسان حقیقی اسلام سے روشناس ہو کر اسے اختیار کرے گا۔ اور یہ زمانہ وہ ہے جس میں حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ظہور کا اعلان فرمائیں گے اور حقیقی اسلام کو دنیا میں نافذ کریں گے۔

(۱۔ ز) امام حسینؑ اور شھدائے کربلا و اسیرانِ کربلا ہی وہ حضرات ہیں جن کی صف بندی پر اللہ نے فخر کیا ہے۔

ظہور کے اعلان سے پہلے پہلے قومی مذہبِ اسلام کی نقاب اتاری جا چکی ہوگی۔ اس اسلام کا خود ساختہ ہونا ثابت ہو چکا ہو گا۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے از سرنو اسلام کی بنیاد رکھی تھی انہوں نے جس صف کو نماز پڑھائی تھی وہ دنیا میں بے مثل و بے نظیر تھی نہ کبھی ویسی نماز پڑھی گئی نہ کبھی ویسی صف وجود میں آئی نہ کبھی ویسے نماز کے محافظ دیکھنے میں آئے۔ قرآن میں عہد رسولؐ کے صحابہ کا میدان سے بھاگنا صفوں کا بکھر جانا ان کے ذاتی اختلافات اور رسولؐ کی حکومت و اقتدار پر قبضہ جمانے کی کوششیں اللہ و رسولؐ کے خلاف بدگمانیاں آپ نے سورۂ آل عمران (۱۵۹ تا ۱۵۲ / ۳) میں دیکھ لیں۔

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

اچک لے گیا ہے ایک بار اچک لے جانا پس پیچھے لگتا ہے اس کے شعلہ چمکتا

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ

پس پوچھ ان سے کیا وہ سخت ہیں پیدائش میں یا جو ہم نے پیدا کئے ہیں

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَ

تحقیق ہم نے پیدا کیا ان کو مٹی چپکتی سے بلکہ تعجب کیا تو نے اور

يَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا

ٹھٹھا کیا انہوں نے اور جس وقت نصیحت دی جاتی ہے نہیں یاد رکھتے اور جب

رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ قَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

دیکھتے ہیں کوئی نشانی ٹھٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں نہیں یہ مگر جادو ہے ظاہر

ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا

کیا جب مرجاویں گے ہم اور ہو جاویں گے ہم مٹی اور ہڈیاں کیا ہم

لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَ اَنْتُمْ

اٹھائے جاویں گے یا باپ ہمارے پہلے ؟ کہہ کہ ہاں اور تم

دٰخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا

ذلیل ہو گے پس سوائے اس کے نہیں کہ وہ اٹھانا ڈانٹنا ہے ایک بار پس ناگہاں

ٹھہرنے کی کوشش کرتا ہے تو شہاب ثاقب قسم کے ستارے اس کا پیچھا کرتے ہیں ۔ اور فضاؤں سے بھگا و جلا دیتے ہیں (۱۱) اے رسوؐل آپ ذرا اپنی نام نہاد قوم کے علما سے فتوٰی لیں کہ کیا ان کا پیدا کرنا ہمارے لئے زیادہ اہم تھا یا ان دوسری چیزوں کا جو ہم نے پیدا کر رکھی ہیں انہیں تو ہم نے طین سے پیدا کرنا شروع کیا تھا (۱۲) تخلیق کائنات پر تمہیں تو حیرانی ہوتی ہے لیکن وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں (۱۳) اور جب ان قریشی لیڈروں کو یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو اپنے حافظہ اور یادداشت کو استعمال نہیں کرتے (۱۴) اور جب کسی آیت کو دیکھتے ہیں تو اس کو مضحکہ خیز بنا لیتے ہیں (۱۵) اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ جو رسوؐل پیش کررہا ہے جادو کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ (۱۶) کیا جب ہم مرکر ہڈیاں اور پھر مٹی ہوجائیں گے اس کے بعد بھی ہمیں زندہ کرکے اٹھایا جائے گا اور کیا (۱۷) ہماری نسل کے اوّلین افراد و آباؤ اجداد کو بھی زندہ کیاجائے گا ؟ (۱۸) ان کو بتاؤ کہ ہاں ہاں ضرور سب کو اٹھایا جائے گا اور تمہیں تو بہت ذلیل و خوار بھی کیا جائے گا (۱۹) اور تمہارا اٹھا کر کھڑا کرنا کچھ زیادہ محنت نہ لے گا بلکہ صرف ایک ڈانٹ اور پھٹکار ہو گی

(۲) آیات (۳۹ تا ۱۱ / ۳۷) میں کسی قدیم مذہب کے لوگوں کی بات نہیں یہ مسلمانوں کی گفتگو ہے ۔

سورۂ صافّات کی ابتدائی پانچ آیات کے بعد قریشی مسلمانوں کا تذکرہ شروع ہوگیا ہے ۔ انہیں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیھما السلام اور بنی اسرائیل کے حالات سنائے گئے تاکہ وہ اپنے رسوؐل پر ایمان لانے کے بعد بنی اسرائیل والا رویہ اختیار نہ کریں پھر انہیں یہ دکھایا گیا کہ بروز محشر کس طرح ان پر مواخذہ ہوگا اور وہاں وہ اپنے راہنماؤں اور لیڈروں کو اپنا طرفدار نہ پائیں گے ۔ اگر یہ کسی اور مذہب کے پیرو ہوتے تو ان کے لیڈروں کو انہیں اغوا کرنے اور بہکانے کی ضرورت پیش ہی نہ آتی اس لئے کہ عوام تو اپنے قدیم مذہب پر اس سختی سے قائم ہوتے ہیں کہ وہ کسی کی بات ہی نہیں سنا کرتے اور اپنے مذہب کی ہر بات کو صدق دل سے مانا کرتے ہیں ۔ ان کا یہ کہنا کہ "تم ہمیں ہمارے مذہب سے ہٹانے اور اپنے مذہب پر لانے کے لئے دھنے بائیں سے ہم پر یلغار کرتے رہتے تھے" بتاتا ہے کہ کافروں کے مذہب پر نہ تھے ۔ ورنہ کافر مبلغین ان کو کیوں اغوا کرتے ؟ اور کیوں مذہب کفر سے ہٹاتے ؟ جبکہ دونوں کا مذہب کفر تھا ؟ معلوم ہوا کہ مبلغین کا مذہب اور تھا اور عوام کا مذہب اور تھا اور مبلغین کے مذہب کے خلاف تھا ۔ ثابت ہوا کہ وہ عوام مسلمان تھے ۔ اور مبلغین کچھ اور مذہب رکھتے تھے ۔ اور چونکہ وہ مبلغین اللہ کو اپنا رب کہتے ہیں (۳۱ / ۳۷) اور قرآن کی اس آیت پر ایمان رکھتے ہیں کہ جس میں اللہ نے منکرین سے دوزخ کو بھر دینے کا اعلان فرمایا تھا (سجدہ ۱۳ / ۳۲) اور چونکہ ان قریشی مبلغین نے یہ کہا

هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ هٰذَا يَوْمُ

وہ دیکھتے ہوں گے اور کہیں گے اے وائے ہم کو یہ ہے دن جزا کا یہ ہے دن

الْفَصْلِ الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ

فیصل کرنے والا وہ جو تھے تم اس کو جھٹلاتے اکٹھا کرو ان لوگوں کو کہ

ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝

ظلم کرتے تھے اور قسم قسم ان کی کو اور جو کچھ کہ عبادت کرتے تھے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۝ وَقِفُوْهُمْ

سوائے اللہ کے پس دکھلا دو ان کو راہ دوزخ کی اور کھڑا کرو ان کو

اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۝

تحقیق ان سے پوچھنا ہے کیا ہے تم کو نہیں مدد کرتے تم ایک دوسرے کی

اور تم دیکھتے رہ جاؤ گے (۲۰) اور تم اور وہ سب کہیں گے کہ ہائے افسوس ہماری حالت پر کہ یہ جزا کا آخری دن آپہنچا (۲۱) ہاں ہاں یہی تمام فیصلے چکانے والا وہ دن ہے جسے تم برابر جھٹلاتے رہے تھے (۲۲) اچھا اب ان تمام لوگوں کو گھیر کر اکٹھا کرو جو احکاماتِ خداوندی کو خالص طور پر نافذ نہ کرتے تھے (مائدہ ۴۷-۴۴ / ۵) اور ان کے تمام جوڑی داروں اور معبودوں کو بھی جمع کرو (۲۳) جو اللہ کی سند کے بغیر پوجے جاتے تھے ۔چنانچہ ان سب کو جہنم کی راہ دکھاؤ اور جحیم کی طرف ہانکو (۲۴) اور ذرا اُن کو روک کر کھڑا کرو ان سے مواخذہ کرنا ہے ۔ (۲۵) ارے اے سرکشو آج تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ہمارے خلاف ایک دوسرے کی مدد نہیں کر رہے ہو ؟

ہے کہ "تم بھی تو مومن نہ تھے" (۲۹ / ۳۷) معلوم ہوا کہ اغوا ہونے سے پہلے بھی وہ حقیقی ایمان نہ رکھتے تھے اور اغوا ہو جانے کے بعد بھی وہ ایسے مومن بنے جو جہنمی تھے ۔ یعنی انہیں رسولؐ کے مشن کے خلاف قومی مفاد کے خود ساختہ منصوبے کا طرف دار بنایا گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حکومت الٰہیہ کے خلاف ہو گئے اور قومی حکومت کے لئے ان مبلغین کے ساتھ ہولئے اور آج جھگڑا اسلام پر نہیں ہے بلکہ خلافت و ولایت کی مخالفت نے انہیں جہنم پہنچایا ہے ۔

(۲۔ الف) آیت (۲۲ / ۳۷) میں عوام اور ان کی ہم خیال ازواج اور ان کے واجب الاطاعت لیڈر گرفت میں ہیں۔

اس آیت (۲۲ / ۳۷) میں جن لوگوں پر گرفت اور عذاب واجب ہوا ہے ۔ اس میں عوام الناس مرد اور ان کی ہم خیال و طرف دار عورتوں اور ان کے لیڈروں کو محشور کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور الفاظ کے اوّلین معنی میں پجاری اور معبود فرمایا گیا ہے ۔ ذرا آگے چل کر یہ دکھایا گیا ہے کہ یہ دونوں فریق آپس میں بحث کرتے ہیں اور عوام اپنے راہنما لیڈروں پر گمراہی کا الزام عائد کرتے ہیں ۔ اور لیڈر اپنی صفائی پیش کرتے ہیں (۲۹ تا ۲۷ / ۳۷) معلوم ہوا کہ جنہیں معبود کہا گیا ہے وہ ان کے لیڈر تھے اور وہاں عبادت کے معنی بے چوں چرا اطاعت کے ہیں ۔ (۲۲ / ۳۷)

(۳) آیات (۳۹ تا ۲۳ / ۳۷) میں قریش کا حال اور ان کا مکالمہ ہے اور آیات (۶۲ تا ۴۰ / ۳۷) میں حقیقی مومنین کا مکالمہ ہے۔

علامہ مودودی صرف یہ کہہ کر رہ گئے تھے کہ سورۂ صف میں اُمت کو متنبہ کیا گیا ہے (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۵۶ ، ۴۵۷) لیکن اس سورہ اَلصَّافّات میں سورۂ صف والے لوگوں کا آخری انجام دکھایا گیا ہے ۔ اور مومنین کے دونوں گروہوں کے مکالموں میں ان کی زبانی یہ واضح کر دیا ہے کہ قریشی لیڈروں نے مسلمانوں میں اپنی کوشش سے دو گروہ پیدا کر دیئے تھے۔ ایک ایسے مومنین تھے جو انسانوں کے اعمال کو خدا کے سر لگاتے تھے یعنی انسان جو بھی کرتا ہے وہ اللہ کراتا ہے تب کرتا ہے ورنہ نہ اس کے اختیار میں گمراہی اختیار کرنا ہے نہ ہدایت حاصل کرنا ہی اُس کے بس کی بات ہے ۔ لہٰذا اس صورت میں قیامت، جنت، جہنم کے قصے عملی صورت اختیار نہ کریں گے ۔ لیکن جنتی شخص نے جنت میں یہ راز کھول دیا کہ اس کا ایک ملنے والا قرین سب سے بڑا مبلغ تھا۔ وہ اپنے ہر دوست کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔اسی قرین یا مبلغ کا ذکر اللہ نے سورۂ فرقان میں (۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) کیا ہے ۔ اور اس کے ایک گمراہ کردہ قرین یا دوست کا بیان قلم بند کر دیا ہے ۔

بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ۞ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

بلکہ وہ آج کے دن فرماں بردار ہیں اور منہ کریں گے بعض ان کے اوپر بعض کے

يَّتَسَآءَلُوْنَ ۞ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ۞

پوچھتے ہوئے کہیں گے تحقیق تم ہی تھے آتے ہمارے پاس داہنی طرف سے

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۞ وَ مَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ

کہیں گے بلکہ تم نہیں تھے ایمان والے اور نہیں تھا ہم کو اوپر تمہارے کچھ

سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۞ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ

غلبہ بلکہ تھے تم ایک قوم سرکش پس ثابت ہوئی اوپر ہمارے بات رب ہمارے کی

اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ۞ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا

تحقیق ہم البتہ چکھنے والے ہیں عذاب پس گمراہ کیا تھا ہم نے تم کو جیسے ہم تھے

غٰوِيْنَ ۞ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۞ اِنَّا

گمراہ پس تحقیق وہ آج کے دن بیچ عذاب کے شریک ہیں تحقیق ہم

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۞ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ

اسی طرح کرتے ہیں ساتھ گناہ گاروں کے تحقیق یہ تھے جس وقت کہ کہا جاتا

لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۞ وَ يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا

واسطے ان کے نہیں کوئی معبود مگر اللہ تکبر کرتے اور کہتے تھے کیا ہم

(۲۶) بات یہ ہے کہ وہ آج آخر کار مجبوراً فرمانبردار بن گئے ہیں (۲۷) اور وہ لوگ ایک دوسرے کو مخاطب کرکے آپس میں سوال و جواب کریں گے کہ (۲۸) یقیناًوہ تم ہی تو ہو جو ہم کو اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کے لئے دہنے بائیں سے ہم پر سوار رہتے تھے (۲۹) وہ جواب میں کہیں گے کہ تم تو خود بھی محمدؐ پر ایمان رکھنے والے لوگ نہ تھے (۳۰) اور ہم کو تمہارے اوپر جبر کرنے کا اقتدار تو حاصل نہ تھا بلکہ تم تو خود بھی قریشی سرکش و باغی قوم تھے (۳۱) چنانچہ ہم پر ہمارے پروردگار کا وہ قول صادق آگیا کہ میں جہنم کو بھر دوں گا لہٰذا ہمیں جہنم کا مزا چکھنا ہی ہوگا۔ (۳۲) اس لئے کہ ہم نے تمہیں اغوا کرکے حقیقی اسلام سے باز رکھا اور یقیناً ہم ہی اغوا کرنے والے تھے (۳۳) چنانچہ آج وہ گمراہ کرنے والے اور گمراہ ہونے والے عذاب میں برابر کے شریک ہیں (۳۴) اور ہم جرائم پیشہ لوگوں کے ساتھ اسی قسم کا سلوک کیا کرتے ہیں۔ (۳۵) حقیقت یہ تھی کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو یہ لوگ اپنی بڑائی اور بالا دستی کو سامنے رکھ لیتے تھے۔ (۳۶) اور کہا کرتے تھے کہ

(۴) آیات (۸۳ تا ۷۶ / ۳۷) میں تحریک تشیع اور شیعہ بزرگوں کا تذکرہ ہوا ہے۔ قارئین ان آیات (۸۳تا۷۶ / ۳۷) میں سب سے پہلے تو یہ نوٹ کرلیں کہ جن افراد کو لفظ ''اہل'' میں داخل کیا جاتا ہے وہ سب لفظ ''ذریت'' میں داخل نہیں ہوتے اسی لئے اللہ نے ان تمام لوگوں کو''اہل'' فرمایا ہے جنہیں حضرت نوحؑ کے ساتھ ساتھ دشمنوں کی ایذا رسانی سے نجات دی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نجات پانے والے لوگ حضرت نوحؑ پر ایمان لائے تھے۔ ان میں ازواج و اولاد و اقربا اور اُمت کے تمام افراد شامل تھے۔ اور خود حضرت نوحؑ بھی ان میں داخل تھے جنہوں نے نجات پائی تھی۔ مگر نوح علیہ السلام نبیؑ تھے اور نجات یافتہ لوگ ان کی طرف منسوب ہوئے یعنی اَهْلَهٗ کہلائے۔ اس لئے نوحؑ تمام نجات پانے والوں سے الگ اور افضل و اعلیٰ اور باعث نجات ٹھہرتے ہیں۔ اور یہ معلوم ہے کہ نجات پانے والوں میں جانور بھی تھے۔ لہٰذا لفظ اہل میں متعلقہ جانور بھی شمار ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ کسی کا محض اہل ہونا باعث عزت و احترام نہیں ہے جب تک اہل کے ساتھ کوئی ایسا لفظ نہ لگایا جائے جو''اہل'' کا درجہ و مقام متعین کرے۔ یہی حال مختصر صورت میں لفظ اہل بیت کا ہے، جب تک کوئی خصوصیت بیان نہ کی جائے۔ لیکن ذریت کہتے ہی تمام اولاد اس میں داخل ہوجاتی ہے اور ازواج وغیرہ اس سے خارج ہو جاتی ہیں۔ اس لئے حضرت نوحؑ کی ذریت کو الگ سے بیان کیا گیا ہے (۷۷ / ۳۷) اور بتایا گیا کہ حضرت نوحؑ کی ذریت برابر اسلام پر برقرار وباقی رہے گی۔ اور آخری نبیؐ کے زمانے تک اسلام کو پہنچائے گی (۷۸ / ۳۷) یہ بھی نوٹ کرنے کی

لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ

چھوڑ دینے والے ہیں معبودوں اپنوں کو واسطے ایک شاعر دیوانہ کے بلکہ

جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا

لایا ہے حق کو اور سچا کیا ہے پیغمبروںؑ کو تحقیق تم البتہ چکھنے والے ہو

الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَ مَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾

عذاب درد دینے والا اور نہیں جزادئے جاؤ گے مگر جو کچھ تھے تم کرتے

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾

مگر بندے اللہ کے خالص کئے گئے یہ لوگ واسطے ان کے رزق ہے معلوم

فَوَاكِهُ ۚ وَ هُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ

میوے اور وہ عزت دئے جاویں گے بیچ باغوں نعمت کے اور تختوں کے

مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ

آمنے سامنے پھرایا جاوے گا اوپر ان کے پیالہ شراب لطیف کا سفید

لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾

مزہ دینے والا واسطے پینے والوں کے نہیں بیچ اس کے خرابی اور نہ وہ اس سے بیہودہ کہیں گے

وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾

اور نزدیک ان کے بیٹھی ہوں گی نیچی نظر رکھنے والیاں خوبصورت آنکھوں والیاں

کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں ؟(۳۷)ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ محمدؐ حق کے ساتھ مبعوث ہوا ہے اور اس نے تمام سابقہ رسولؑوں کو برسر حق ثابت کردیا ہے (۳۸) اور تم یقیناً دردناک عذاب کے مزے اڑانے والے ہو (۳۹) اور تمہیں تمہارے اپنے اعمال کے علاوہ کوئی سزا نہ دی جائے گی (۴۰) رہ گئے اللہ کے پر خلوص بندے (۴۱) ان کے لئے تو سامان حیات و قدرت ہمیں معلوم ہی ہے (۴۲) پھلوں کا ڈھیر اور معزز و مفید زندگی (۴۳) نعمتوں سے لبریز جنتیں (۴۴) جہاں وہ تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھا کریں گے۔ (۴۵) شراب کے چشموں سے بھرے ہوئے جام ان کے درمیان گشت کرتے رہیں گے (۴۶) چمکتی ہوئی شراب جو پینے والوں کے لئے لذیذ ترین ہوگی (۴۷) نہ تو ان میں اس سے کوئی جسمانی خرابی پیدا ہوگی نہ وہ بے عقلی کی باتیں کریں گے (۴۸) ان کی صحبت میں نگاہیں جھکانے والی خوبصورت آنکھوں والی نازنینیں ہوں گی

بات ہے کہ حضرت نوحؑ کو عام مومنین میں سے ایک فرد کہنا اُن کی توہین ہے ۔یہاں اللہ نے ان کو ازلی و ابدی مومنین یعنی محمدؐ و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم میں شمار فرمایا ہے (۸۱ / ۳۷) اور سب سے مخصوص حقیقت یہ بیان کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھے ۔یعنی وہ اس دین کی اشاعت کر رہے تھے جو حضرت نوحؑ کا دین تھا۔ ہم نے سورۂ قصص کی تشریحات (۱۵ / ۲۸) میں لفظ شیعہ کی مختصر سی وضاحت کرتے ہوئے اس کے معنی ''شائع یا اشاعت کرنے والا''بتائے تھے اور یہ وہ حقیقی معنی ہیں جو ہم نے ہر اس جگہ استعمال کئے ہیں جہاں جہاں لفظ شیعہ آیا ہے ۔یہاں اس آیت (۸۳ / ۳۷) میں حضرت ابراہیمؑ کو نوحؑ کا شیعہ کہا گیاہے ۔ معلوم ہوا کہ تمام انبیاؑ کا حقیقی اور عملی لقب شیعۃ ہے اور وہ لوگ جو اپنے نبیؑ کے دین کی مسلسل اشاعت کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے داخلی و خارجی دشمنوں سے دین کا تحفظ کرتے ہیں شیعہ کہلاتے ہیں ۔ چنانچہ قرآن کریم جماعتِ شیعہ کو ہر نبیؑ کے ساتھ ساتھ وابستہ دکھاتا ہے ۔ اور اسی غرض سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت نوحؑ کا شیعہ فرمایاگیا ہے ۔ چونکہ دشمنان اسلام مغلوبیت کے زمانہ میں خود بھی ایک خفیہ محاذ قائم کر کے ہر نبی کی اُمت میں داخلی تخریب اور زوال کی داغ بیل ڈالتے رہتے تھے ۔ اس لئے مخالفوں کے اس خفیہ محاذ کو ظاہر کرنے کے لئے بھی شیعہ کہا جاتا ہے ۔ اور ان دونوں قسم کے شیعوں کا قرآن کریم میں بار بار تذکرہ کیا گیا ہے ۔آنحضرتؐ کی نام نہاد قوم کی سارے قرآن میں طرح طرح اور بار بار مذمت کی گئی ہے۔ کہیں اُسے مکذّبِ قرآن کہا گیا ہے (انعام ۶۶ / ۶) کہیں اُسے قرآن کو چھوڑ کر (مہجور کرکے) طاغوت کے نظام کو راہنما بنا لینے والی

(۴۹) وہ ایسی معلوم ہوں گی جیسے سفید چمکدار انڈوں کے برابر موتی جھلک رہے ہوں (۵۰) اور وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر سوال و جواب کریں گے (۵۱) ان میں سے ایک شخص سنائے گا کہ میرا ایک قریبی ہم نشین تھا (۵۲) اور کہا کرتا تھا کہ کیا تم بھی محمدؐ کے دین کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟ (۵۳) بھلا بتاؤ کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے اس وقت کس طرح کسی کو جزا دی جا سکے گی؟ (۵۴) پھر اس جنتی نے کہا کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ اس شخص کو دیکھو (۵۵) یہ کہہ کر وہ جوں ہی دیکھنے لگے تو اس منکر کو جحیم کے موزوں مقام میں جلتے ہوئے دیکھا۔ (۵۶) اس مومن نے اُس سے کہا کہ تو قسم بخدا مجھے تباہ کر کے رکھ دینے کی باتیں کیا کرتا تھا (۵۷) اور اگر مجھے اللہ نے جنتوں کی نعمتوں کے لئے مخصوص نہ کر دیا ہوتا تو آج میں بھی ان جرائم پیشہ لوگوں میں پکڑا گیا ہوتا۔

كَاَنَّهُنَّ بَيۡضٌ مَّكۡنُوۡنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ

گویا کہ وہ انڈے ہیں چھپائے ہوئے پس منہ کریں گے بعضے ان کے اوپر بعض کے

يَّتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ اِنِّىۡ كَانَ لِىۡ

سوال کرتے ہوئے کہے گا ایک کہنے والا ان میں سے تحقیق تھا واسطے میرے

قَرِيۡنٌ ۙ﴿۵۱﴾ يَّقُوۡلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الۡمُصَدِّقِيۡنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا

ایک ہم نشین دنیا میں کہتا تھا کیا تو قیامت کو ماننے والوں سے ہے کیا جب

مِتۡنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيۡنُوۡنَ ﴿۵۳﴾

مر جاویں گے ہم اور ہو جاویں گے ہم مٹی اور ہڈیاں کیا ہم جزا دئے جاویں گے

قَالَ هَلۡ اَنۡتُمۡ مُّطَّلِعُوۡنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِىۡ سَوَآءِ الۡجَحِيۡمِ ﴿۵۵﴾

کہے گا کیا تم جھانکنے والے ہو پس جھانکا پس دیکھا اس کو بیچ دوزخ کے

قَالَ تَاللّٰهِ اِنۡ كِدْتَّ لَـتُرۡدِيۡنِ ۙ﴿۵۶﴾ وَلَوۡلَا

کہے گا قسم ہے خدا کی تحقیق نزدیک تھا کہ ہلاک کر ڈالے مجھ کو اور اگر نہ ہوتی

نِعۡمَةُ رَبِّىۡ لَـكُنۡتُ مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ ﴿۵۷﴾

نعمت پروردگار میرے کی البتہ ہوتا میں حاضر کئے گیوں سے عذاب میں

قوم بتایا گیا ہے اور سابقہ انبیاءؑ کی اقوام کی طرح ایک مجرم قوم فرمایا گیا ہے (فرقان ۳۱-۳۰ / ۲۵) اور بار بار اُس دشمن قوم کو یہ دھمکی دی گئی ہے کہ تمہاری جگہ ہم ایک دوسری قوم کو لے آئیں گے۔ جو کبھی کافر نہ ہو گی (انعام ۹۰ / ۶) کہیں جہاد میں سستی کرنے پر دوسری قوم سے بدلنے اور عذاب الیم کی دھمکی دی (توبہ ۴۰-۳۹ / ۹) کہیں یہ کہا گیا کہ اگر تم اسلام سے مرتد ہو جاؤ تو پرواہ نہیں ہم ایسی قوم لے آئیں گے جو اللہ کو پیاری ہے اور اُسے اللہ محبوب ہے (مائدہ ۵۴ / ۵) کہیں رسولؐ کی اس مخاطب قوم کو جھگڑالو اور مذاق اڑانے والی کہا گیا (زخرف ۵۸-۵۷ / ۴۳) یہاں مومنین سوچیں کہ وہ قوم جو بدلے میں لائی جانے والی تھی کہیں آسمان سے نازل نہ ہونا تھی۔ وہ قوم خود مسلمانوں میں ملی جلی اور دور دراز کے علاقوں میں بھی آباد تھی۔ اور اس میں نہ صرف وہ تمام صفات موجود تھیں جن کا مذکورہ بالا اور دیگر سینکڑوں آیات میں تذکرہ ہوا ہے بلکہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس قوم کی اتباع کا حکم بار بار دیا گیا ہے (نحل ۱۲۳ / ۱۶، نساء ۱۲۵ / ۴) اور ملت ابراہیمیؑ ہی وہ قوم تھی جو حضرت آدمؑ کے زمانہ سے ہر نبیؑ سے تربیت و تعلیم پاتی ہوئی چلی آئی تھی۔ اور جس طرح حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کے شیعہ تھے۔ اُسی طرح یہ قوم یہ ملت اور یہ جماعت ابراہیمؑ کی شیعہ تھی۔ اور آنحضرتؐ کے عہد میں پہلے سے موجود و تیار تھی۔ یہی وہ شیعہ جماعت تھی جس نے قومی حکومتوں سے محاذ آرائی جاری رکھی اور ایک روز اُن کا تختہ الٹ کر رکھ دیا۔ یہی جماعت تھی جنہوں نے عباسی خلفاء کے عہد میں بغداد میں وہ تمام یادگاریں قائم کیں جنہیں قومی حکومتیں مٹانے کی کوشش میں مٹتی چلی آئی تھیں۔ بغداد میں علیاً ولی اللہ اور خلیفۃ بلافصل کی اذانیں اور عزاداری امامؑ مظلوم اُسی شیعہ محاذ نے جاری کی تھی۔ اور آج وہ شیعہ کروڑوں کی تعداد میں ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ علامہ مودودی نہ صرف اُن کو جانتے اور اُن سے خوفزدہ رہتے ہیں بلکہ وہ علامہ خمینی کو حال ہی میں اپنے تعاون کی پیش کش کر چکے ہیں۔ اس سب کے باوجود وہ اس لفظ شیعہ پر کوئی وضاحت نہیں کرتے۔ دو قسم کے شیعہ محاذوں میں سے کسی کو اپنے قارئین

اَفَمَا نَحۡنُ بِمَيِّتِيۡنَ ۙ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوۡتَتَنَا الۡاُوۡلٰى وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ ﴿۵۹﴾

کیا پس ہم نہیں مریں گے مگر موت ہماری پہلی اور نہیں ہم عذاب کئے گئے

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثۡلِ هٰذَا

تحقیق یہ البتہ وہی ہے مراد پانا بڑا واسطے ایسی ہی چیز کے پس چاہئے کہ

فَلۡيَعۡمَلِ الۡعٰمِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَيۡرٌ نُّزُلًا اَمۡ شَجَرَةُ الزَّقُّوۡمِ ﴿۶۲﴾

عمل کریں عمل کرنے والے کیا یہ بہتر ہے مہمانی یا درخت سینڈھ کا

اِنَّا جَعَلۡنٰهَا فِتۡنَةً لِّلظّٰلِمِيۡنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ

تحقیق کیا ہم نے اس کو بلا واسطے ظالموں کے تحقیق وہ ایک درخت ہے کہ

تَخۡرُجُ فِىۡۤ اَصۡلِ الۡجَحِيۡمِ ۙ﴿۶۴﴾ طَلۡعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوۡسُ الشَّيٰطِيۡنِ ﴿۶۵﴾

نکلے گا بیچ جڑ دوزخ کے سر اس کے گویا کہ سر ہیں سانپوں کے

فَاِنَّهُمۡ لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡهَا فَمٰلِـُٔوۡنَ

پس تحقیق وہ البتہ کھانے والے ہیں اس میں سے پس بھرنے والے ہیں

(۵۸) سنو کہ اب ہم کو اور کوئی موت آنے والی نہیں ہے (۵۹) جو موت ہمیں آنا تھی وہ پہلے والی موت تھی جو آ چکی اب ہمیں عذاب سے کوئی تعلق نہیں رہا (۶۰) اور میری یہ موجودہ حالت بہت ہی عظیم الشان مراد مندی اور کامیابی ہے (۶۱) تمام عمل کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ اس مراد مندی کے مانند کام کریں (۶۲) کیا یہ صورت حال بہتر ہے جس میں میری مہمان نوازی ہو رہی ہے یا وہ صورت اور غذائیں جو جہنمی کے لئے تھوھر کی غذا ہے (۶۳) یقیناً ہم نے اس درخت کو احکام خداوندی میں اجتہاد کرنے (۴۷ تا ۴۴ / ۵) والوں کے لئے فتنہ بنا رکھا ہے (۶۴) وہ درخت جحیم کی بنیادوں سے نکلتا ہے (۶۵) اُس کے شگوفے ایسے ہیں گویا کہ وہ شیطانوں کے ابھرے ہوئے سر ہوں (۶۶) اہل جحیم اسی کو کھا کر اپنا پیٹ بھرا

سے روشناس و متعارف نہیں کراتے ۔ بلکہ اس لفظ ہی کے معنی بدل بدل کر مشکوک وغیر اہم بناتے چلے آئے ہیں ۔ اور اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شیعہ ہونے پر بھی خاموشی سے لفظ شیعہ کے معنی بدل کر چل دیئے ہیں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں آپ علامہ کے وہ معنی ایک جگہ دیکھ لیں جو وہ اس لفظ شیعہ کے مادہ (ش۔ی۔ع) سے نکلنے والے الفاظ کے ساتھ کرتے رہے ہیں ۔ تاکہ علامہ کی معنوی تحریف سامنے آجائے :

(۴ ۔ الف) علامہ مودودی لفظ شیعہ سے بچ بچ کر گزرتے اور معنی بدلتے چلے آئے ہیں۔

اوّل۔ وہ شیعہ جو دین میں فرقہ سازی یعنی تفریق و تخریب کرتے رہتے تھے ۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ وَكَانُوۡا شِيَعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ ﴿۱۵۹﴾ الانعام

علامہ کا ترجمہ ۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکرے ٹکرے کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے یقیناً ان سے تمہارا کچھ واسطہ نہیں، ” (انعام ۱۵۹ / ۶ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۰۴)

علامہ نے غلط ترجمہ کرکے تمام سنی شیعہ فرقوں کو بچالیا حالانکہ وہ دین سے خارج ہیں ۔ اس آیت کی رو سے وہ تمام لوگ دین اسلام سے خارج ہیں جنہوں نے اسلام میں کئی ایک فرقے (فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ) جان بوجھ کر بنائے تھے اور آج مسلمان، مع علامہ ، کم از کم چار فرقوں میں تقسیم ہیں ۔۱۔ حنفی ۔۲۔مالکی ۔۳۔شافعی ۔ ۴۔ حنبلی۔ علامہ نے اپنی تشریح میں تمام فرقوں کو باطل قرار دیا ہے مگر مسلمانوں کے فرقوں کا ذکر نہیں کیا صرف حضورؐ سے پہلے کے مذاہب اور فرقوں کو گمراہ کہہ کر رک گئے ۔لیکن اللہ نے ان تمام لوگوں کو باطل پرست قرار دیا ہے جو بھی اپنے دین اسلام میں تفریق کرکے فرقے بنائیں ۔(فَرَّقُوۡا دِيۡنَهُمۡ) اور پھر اُن فرقوں کی اشاعت اور توسیع کا کام کریں۔ (وَكَانُوۡا شِيَعًا)

دوم ۔علامہ قرآن کی موجودگی میں اپنے راہنماؤں کو بچا نہیں سکتے بعد رسولؐ بننے والے تمام فرقے گمراہ ہیں ۔

قارئین نوٹ کریں کہ فَرَّقُوۡا کے معنی فرقہ سازی ہیں ہم اُدھر علامہ کے ترجمہ کو ان کے اپنے قلم سے غلط اور ان کے تمام

کریں گے (٦٧) اور اوپر سے انہیں کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا (٦٨) اور ھِر پھر کر انہیں رہنا توجحیم ہی میں ہے (٦٩) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا تھا اور (٧٠) وہ ان ہی کے نقش قدم پر سرپٹ دوڑتے رہے ۔ (٧١) اور یقیناً ان سے پہلے کے اوّلین لوگوں کی کثرت گمراہ رہی تھی (٧٢) اور ان کے خبردار کرنے کے لئے ہم نے ان میں تنبیہہ کرنے والے بھیجے تھے

مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ ؕ﴿٦٦﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمۡ عَلَيۡهَا لَشَوۡبًا مِّنۡ حَمِيۡمٍ ۚ﴿٦٧﴾

اس سے پیٹوں کو پھر تحقیق واسطے ان کے اوپر اس کے ملونی ہے آب گرم سے

ثُمَّ اِنَّ مَرۡجِعَهُمۡ لَاۡاِلَى الۡجَحِيۡمِ ﴿٦٨﴾ اِنَّهُمۡ اَلۡفَوۡا

پھر تحقیق پھر جانا ان کا البتہ طرف دوزخ کی ہے تحقیق انہوں نے پایا تھا

اٰبَآءَهُمۡ ضَآلِّيۡنَ ۙ﴿٦٩﴾ فَهُمۡ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمۡ يُهۡرَعُوۡنَ ﴿٧٠﴾ وَ لَقَدۡ

باپوں اپنوں کو گمراہ پس وہ اوپر پیران کے دوڑے جاتے ہیں اور البتہ تحقیق

ضَلَّ قَبۡلَهُمۡ اَكۡثَرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۙ﴿٧١﴾ وَ لَقَدۡ

گمراہ ہو گئے پہلے ان سے بہت پہلے لوگوں میں کے اور البتہ تحقیق

فرقوں کو گمراہ اور جہنمی دکھاتے ہیں ۔سنئے :

كَمَآ أَنزَلۡنَا عَلَى ٱلۡمُقۡتَسِمِينَ ﴿٩٠﴾ ٱلَّذِينَ جَعَلُواْ ٱلۡقُرۡءَانَ عِضِينَ ﴿٩١﴾ الحجر

علامہ کا ترجمہ :"یہ اُسی طرح کی تنبیہہ ہے جیسی ہم نے اُن تفرقہ پردازوں کی طرف بھیجی تھی جنہوں نے اپنے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا ہے " (حجر ٩١۔٩٠ / ١٥ ۔ تفہیم القرآن جلد ٢ صفحہ ٥١٨) اس ترجمہ میں علامہ نے دو جگہ بے ایمانی کی ہے اوّل انہوں نے أَنزَلۡنَا کے معنی ماضی بعید میں "بھیجی تھی"کئے ہیں۔ دوم قرآن سے پہلے لفظ "اپنے" اپنے پاس سے اضافہ کر دیا تاکہ وہ "اپنے قرآن "سے مراد توریت لے سکیں ۔ چنانچہ "اپنے قرآن"کے لئے آیت میں قُرۡاٰنَهُمۡ ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ قُرۡاٰنَهُمۡ سے بھی دنیا کا کوئی شخص توریت نہیں سمجھ سکتا تھا جب تک آیت میں بنی اسرائیل یا موسیٰؑ کی قوم کا ذکر نہ ہوتا۔ بہرحال آیت سامنے ہے ۔ قرآن کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے والے وہی رسولؐ کی نام نہاد قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کو مہجور کیا تھا (فرقان ٣٠ / ٢٥) اور جنہوں نے قرآن کو جھٹلایا تھا(انعام ٦٦ / ٦) جنہوں نے قرآن میں معنوی تبدیلیاں اور اجتہاد کرنے کی تجویز پیش کی تھی (یونس ١٥۔١٤ / ١٠) اور جو بظاہر رسولؐ کے ساتھ مگر بباطن طاغوتی نظام اجتہاد کے ساتھ تھے ۔ (٦١۔٦٠ / ٤۔نساء) یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے عہد رسولؐ ہی میں اسلام کے اندر فرقہ سازی شروع کی تھی اور رفتہ رفتہ سینکڑوں فرقے بنائے تھے جن میں سے چار کو تو سارے مسلمان برحق مانتے ہیں ۔ لیکن رسولؐ کے بعد جتنے بھی فرقے بنے ہوں وہ ایک دین اسلام میں تفرقہ ڈال کر بنے تھے اور وہ سب اس آیت (انعام ١٦٠ / ٦) کی رو سے نہ صرف گمراہ و باطل پرست ہیں بلکہ جہنمی بھی ہیں۔ اگر کوئی فرقہ ان میں سے شیعہ کہلاتا ہے وہ بھی اسی طرح باطل و جہنمی ہے ۔ لیکن حقیقی شیعہ تو کم از کم حضرت نوحؑ کے زمانے سے موجود ہیں۔

سوم ۔علامہ مودودی نے لفظ شیعہ کے معنی ،گروہ کہاں کہاں کئے ہیں ؟ اختصار کی غرض سے ہم ان آیات کے نمبر اور تفہیم القرآن کے صفحات لکھے دیتے ہیں جہاں علامہ شیعہ کے معنی گروہ کرتے رہے ہیں ۔

١۔ انعام ٦٥ / ٦ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ٥٤٨ ۔گروہ
٢۔ قصص ٤ / ٢٨ تفہیم القرآن جلد ٣ صفحہ ٦١٣ ۔گروہ
٣۔ مریم ٦٩ / ١٩ تفہیم القرآن جلد ٣ صفحہ ٧٧ ۔گروہ

یہ تینوں مقامات دیکھ لینے کے بعد ایک عام آدمی یہ سمجھے گا کہ شیعہ کے معنی واقعی گروہ ہوتے ہوں گے ۔ ایسے سادہ دل عقیدت مندوں کو دیکھنا چاہیئے کہ ان کے علامہ ہرگز حقیقی معنی کی پابندی نہیں کرتے اور جو معنی وہ اپنی پالیسی کے ماتحت اختیار کرتے ہیں اُن پر بھی کاربندوپابند نہیں رہتے دیکھئے اللہ نے فرمایا ہے کہ :

(۷۳) چنانچہ دیکھ لو ان کا انجام کیسا رہا تھا (۷۴) اس بد انجامی سے اللہ کے وہی بندے محفوظ رہے جنہیں اللہ نے خالص و مخلص کر دیا تھا (۷۵) اور یقیناً نوحؑ نے ہمیں مدد کے لئے پکارا تھا تو دیکھو کہ ہم اُن کی پکار کا کیسا اچھا جواب دینے والے تھے۔ (۷۶) اور ہم نے نوحؑ کو اور اس کے

أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

بھیجے تھے ہم نے بیچ ان کے ڈرانے والے پس دیکھ کیوں کر ہوا آخر کام

الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَ لَقَدْ نَادٰنَا

ڈرائے گئیوں کا مگر بندے اللہ کے خالص کئے گئے اور البتہ تحقیق پکارا ہم کو

نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ نَجَّيْنٰهُ وَ

نوحؑ نے پس البتہ بہت اچھے جواب دینے والے تھے اور نجات دی ہم نے ان کو اور

علامہ کا ترجمہ، شیعہ قوم کا وجود: ”وہاں اُس نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں ایک اُس کی ”اپنی قوم کا تھا“ اور دوسرا اس کی دشمن قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اُس کی قوم کے آدمی نے دشمن قوم والے کے خلاف اُسے مدد کے لئے پکارا۔ موسیٰ نے اُس کو ایک گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا“ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۶۲۱)

فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِن شِيعَتِهِۦ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِۦ ۖ فَٱسْتَغَٰثَهُ ٱلَّذِى مِن شِيعَتِهِۦ عَلَى ٱلَّذِى مِنْ عَدُوِّهِۦ فَوَكَزَهُۥ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ﴿۱۵﴾ القصص

چہارم۔ علامہ کی قلابازی اور شیعہ کے معنی کی وضاحت، دشمنانِ دین سے محاذ آرائی۔ آپ نے دیکھ لیا کہ لفظ شیعہ کے معنی اب گروہ کی جگہ قوم ہو گئے اور پہلے شیعہ کے معنی گروہ تھے۔ حالانکہ گروہ کے لئے قرآن میں لفظ حزبٌ آتا ہے۔ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۵۷ آیت ۳۲ / ۳۰) اور قوم تو ساری دنیا جانتی ہے کہ قرآن میں بار بار استعمال ہوا ہے (انعام ۶۷ / ۶) بہرحال قارئین نوٹ کرلیں کہ جن شیعوں کا تذکرہ ہو رہا ہے وہ انبیاؑ کے دشمنوں سے برسرپیکار رہا کرتے تھے اور آیت کے الفاظ نے بھی شیعوں کو انبیاؑ کے دشمنوں کے مد مقابل دکھایا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ ”نبیؐ کا دشمن شیعوں کا دشمن اور شیعوں کا دشمن اللہ و انبیاؑ کا دشمن“ ہوا کرتا ہے۔ قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ شیعہ جماعت یا شیعہ قوم یا شیعہ مذہب آنحضرتؐ کی وفات کے بعد کی جماعت یا قوم یا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ تمام انبیاؑ کا مسلک ہے اور تمام انبیاؑ شیعوں کے ساتھ محشور ہوں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پنجم۔ مظالم کے دفاع میں مظلوم تحریک تشیع اختیار کرتے ہیں۔ اور حقیقی امامت و حکومت شیعوں کے سربراہ کا حق ہوتا ہے۔

علامہ مودودی اینڈ کمپنی نے قرآن کریم میں تحریف و تبدیل کے جو ہولناک مگر خاموش مظالم کئے ہیں۔ ان مظالم کی نقاب کشائی کرنے اور قرآن کے حقیقی مفاہیم کو اُمت تک پہنچانے کے لئے ہم نے بھی تحریک تشیع کی اطاعت میں یہ ترجمہ اور تفہیم پیش کی ہے۔ اگر یہ کمپنی اس قدر مظالم نہ کرتی تو میں اس ذمہ داری کو اختیار نہ کرتا۔ اس طرح تحریک تشیع ہمیشہ مظالم اور دشمنان اسلام کی سرکوبی کے لئے اٹھتی ہے اور ان کے اعلانیہ اور پوشیدہ منصوبوں کو بے اثر اور بے نتیجہ بناتی چلی آئی ہے۔ چونکہ ابھی ابھی جناب موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے شیعوں اور ان کے دشمنوں کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ فراعنہ کی پالیسیوں اور جبر و ظلم کی طاقت سے اپنی اپنی حکومتوں کی بقا کی کوششوں پر ایک نظر ڈالیں۔ اور دیکھیں کہ تحریک تشیع کس طرح برسرکار آنے پر مجبور کی گئی تھی، اور کس طرح اللہ نے شیعوں کے صبر و استقامت اور دانشورانہ اقدامات اور قربانیوں کے نتیجے میں اُنہیں دولتِ امامت سے نوازا تھا۔ سنیئے اللہ فرعونی پالیسی بیان فرماتا ہے:

علامہ کا گروہی ترجمہ، فرعون کی بالادستی، اپنے شیعوں کی مدد، انبیاؑ کے شیعوں کی نسل کشی، اور قیام امامت

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى ٱلْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ

اَهۡلَهٗ مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ ۝ وَ جَعَلۡنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ

اہل اس کے کو سختی بڑی سے اور کیا ہم نے اولاد اس کی کو وہی ہوئے

الۡبٰقِيۡنَ ۝ وَ تَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ۝ سَلٰمٌ

باقی رہنے والے اور چھوڑا ہم نے اوپر اس کے بیچ پچھلوں کے سلام ہو جیو

عَلٰى نُوۡحٍ فِى الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى

اوپر نوحؑ کے بیچ سب عالموں کے تحقیق ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں

الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ ثُمَّ

احسان کرنے والوں کو تحقیق وہ بندوں ہمارے ایمان والوں سے تھا پھر

اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِيۡنَ ۝ وَ اِنَّ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِيۡمَ ۝ اِذۡ

ڈبو دیا ہم نے اوروں کو اور تحقیق تابعوں اس کے سے البتہ ابراہیم تھا جس وقت کہ

جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ ۝ اِذۡ قَالَ

آیا رب اپنے کے پاس ساتھ دل سلامت کے جس وقت کہ کہا اس نے

وقف لازم

اہل کو عظیم الشان کوفت سے بچا لیا تھا (۷۷) اور اُسی کی ذریت کو باقی و برقرار رکھا تھا (۷۸) اور مستقبل میں دوسرے لوگوں اور اُمتوں میں اُن کا اور اُن کی اولاد کا تذکرہ جاری رکھا تھا (۷۹) پوری کائنات اور تمام عالمین میں نوحؑ پر سلام ہوتا رہاہے (۸۰) حق یہ ہے کہ ہم احسان پیشہ لوگوں کو اسی طرح اجر و جزا دیا کرتے ہیں (۸۱) یقیناً نوحؑ ہماری بندگی کرنے والے حقیقی مومنین میں سے ایک فرد تھا (۸۲) پھر ہم نے نوحؑ کے مخالف تمام لوگوں کو ڈبو کر فنا کر دیا تھا (۸۳) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ابراہیمؑ نوحؑ کے شیعوں میں سے تھا (۸۴) چنانچہ جب ابراہیمؑ نے اپنے پروردگار کے حضور مستقلاً صحیح و سلامت رہنے والا دل پیش کر دیا (۸۵) اور جب اسی سلسلے میں ابراہیمؑ نے اپنے والد اور والد کی قوم سے کہا کہ

وَيَسۡتَحۡىِۦ نِسَآءَهُمۡ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ مِنَ ٱلۡمُفۡسِدِينَ ﴿٤﴾ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى ٱلَّذِينَ ٱسۡتُضۡعِفُواْ فِى ٱلۡأَرۡضِ وَنَجۡعَلَهُمۡ أَئِمَّةً وَنَجۡعَلَهُمُ ٱلۡوَٰرِثِينَ ﴿٥﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمۡ فِى ٱلۡأَرۡضِ وَنُرِىَ فِرۡعَوۡنَ وَهَـٰمَـٰنَ وَجُنُودَهُمَا مِنۡهُم مَّا كَانُواْ يَحۡذَرُونَ ﴿٦﴾ وَأَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰٓ أُمِّ مُوسَىٰٓ أَنۡ ﴿٧﴾ القصص

"واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اُس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا۔ اس کے لڑکوں کو قتل کرتا اور اس کی لڑکیوں کو جیتا رہنے دیتا تھا۔ فی الواقع وہ مفسد لوگوں میں سے تھا۔ اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں اُن لوگوں پر جو زمین میں ذلیل کر کے رکھے گئے تھے اور انہیں پیشوا بنا دیں اور اُن ہی کو وارث بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں اور اُن سے فرعون وہامان اور اُن کے لشکروں کو وہی کچھ دکھلا دیں جس کا انہیں ڈر تھا۔ ہم نے موسیٰ کی ماں کو اشارہ کیا کہ۔ الخ" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۶۱۳ تا ۶۱۶)

علامہ کا یہ مجتہدانہ اور قومی ترجمہ بھی حق کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے لیکن اس ترجمہ میں اور روشنی پیدا ہو جاتی اگر علامہ اپنی چابکدستی سے باز رہ جاتے بہرحال یہاں علامہ لفظ شیعہ کا ترجمہ بھی گروہ کرتے ہیں اور لفظ طائفہ کے معنی بھی گروہ لکھتے ہیں۔ جو اہل عقل کے لئے یقیناً ایک سوال ہو گا اور اس کا جواب وہی ہو گا کہ علامہ کے یہاں قرآن کے الفاظ کے معنی میں کسی استقلال اور پختگی کی ضرورت نہیں ہے پھر اس آیت میں لفظ بنات نہیں بلکہ نساء ہے جس کے معنی لڑکیاں کر کے علامہ نے آیت کی وسعت کو محدود کیا ہے۔ اس لئے کہ "عورتوں" کہنے سے لڑکیاں شامل ہوتی ہیں مگر لڑکیاں یا بیٹیاں کہنے سے ازواج و دیگر رشتے کی عورتیں خارج ہو جاتی ہیں۔ آیات میں لفظ ذلیل نہیں ہے۔ لہٰذا ضعیف و ناتواں کرنے اور افرادی قوت کو ختم کرنے کو چھپا دیا۔ ذلیل و رسوا کرنا تو ڈانٹ ڈپٹ اور گالیاں دینے سے بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی لفظ کی سنگینی کو علامہ نے ضائع کر دیا ہے۔ اور یہ جملہ إِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِى ٱلۡأَرۡضِ بہت اہم تھا۔ اس کے معنی تو یہ تھے کہ فرعون نے ساری دنیا یا ساری روئے زمین میں عَلَوِيَّتۡ قائم کرنا چاہی تھی یا یہ کہ وہ عَلِیٌّ بن گیا تھا۔ زمین میں سرکشی ایک گھٹیا تصور تھا جو قاری کے سامنے رکھ دیا گیا آیات میں امامت اور آئمہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ علامہ نے پیشوا ترجمہ کر کے لوگوں کو چونکنے اور سوچنے

لِاَبِيۡهِ وَ قَوۡمِهٖ مَا ذَا تَعۡبُدُوۡنَ ۚ﴿۸۵﴾ اَئِفۡكًا

واسطے باپ اپنے کے اور قوم اپنی کے کس چیز کی عبادت کرتے ہو آیا جھوٹ

اٰلِهَةً دُوۡنَ اللّٰهِ تُرِيۡدُوۡنَ ؕ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمۡ بِرَبِّ

باندھ کر معبود سوائے اللہ کے چاہتے ہو پس کیا گمان ہے تمہارا ساتھ پروردگار

الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظۡرَةً فِى النُّجُوۡمِ ۙ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّىۡ

عالموں کے پس نظر کی اس نے ایک نظر بیچ تاروں کے پس کہا تحقیق میں

سَقِيۡمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوۡا عَنۡهُ مُدۡبِرِيۡنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمۡ

بیمار ہوں پس پھر گئے اس سے پیٹھ پھیرتے۔ پس پوشیدہ گیا طرف معبودوں ان کے کے

فَقَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ ۚ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمۡ لَا تَنۡطِقُوۡنَ ﴿۹۲﴾

پس کہا ان سے پس کیا نہیں کھاتے تم کھانے کو کیا ہے تم کو کہ نہیں بولتے

فَرَاغَ عَلَيۡهِمۡ ضَرۡبًۢا بِالۡيَمِيۡنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقۡبَلُوۡۤا

پس پھر آیا اوپر ان کے مارتا ہوا ساتھ داہنے ہاتھ کے پس متوجہ ہوئے

یہ کیا ہے جس کی تم بندگی کررہے ہو؟ (۸۶) کیا اللہ کے خلاف خطرناک اور تباہ کن اسکیم بنا کر اللہ کے علاوہ بھی تم معبودوں کو اختیار کرنا چاہتے ہو ؟ (۸۷) بتاؤ کہ ساری کائنات کے رب کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے ؟ (۸۸) پھر انہوں نے چاند تاروں پر ایک بھرپور نظر ڈالی اور (۸۹) کہا کہ میں ذرا اپنے اندر خامی پاتا ہوں (۹۰) پھر وہ لوگ انہیں تنہا چھوڑ کر اپنی ولایت کی طرف چلے گئے (۹۱) خود کو فارغ کرکے ابراہیمؑ ان کے معبودوں کے مندر میں داخل ہوئے اور بتوں سے کہا کہ تم اس کھانے کو کھاتے کیوں نہیں ؟ (۹۲) تمہیں کیا ہو گیا تم بات کیوں نہیں کرتے ؟ (۹۳) پوری تیاری اور فراغت سے ان پر دہنے ہاتھ سے خوب ضربیں ماریں (۹۴) واپسی پر وہ لوگ

سے محروم کردیا ہے۔ يَحۡذَرُوۡنَ کے معنی ڈرنا نہیں بلکہ کسی برے نتیجہ سے ڈر کر محتاط اقدامات کرنا يَحۡذَرُوۡنَ اور حَذَرٌ کے معنی ہیں۔ اور علامہ کی آخری بد دیانتی یہ ہے کہ انہوں نے سینکڑوں مقامات پر لفظ وَاَوۡحَيۡنَاۤ کے معنی "ہم نے وحی کی" (تفہیم القرآن جلد۴ صفحہ ۲۳۳ فاطر ۳۱ / ۳۵) کرتے رہنے کے باوجود حضرت موسیٰ کی والدہ کے لئے وَاَوۡحَيۡنَاۤ کے معنی "ہم نے موسیٰ کی ماں کو اشارہ کیا" کر دیئے ہیں۔ لیکن اللہ نے جو کچھ اس جگہ (قصص ۷ تا ۴ / ۲۸) فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ: "حکومت الٰہیہ کو سیاسی حربوں اور مکر و فریب سے فرعون و ہامان نے غصب کر لیا تھا اور اس خوف سے کہ کہیں پھر انبیاء علیہم السلام کی ذریت اپنا اقتدار واپس نہ لے لے (يَحۡذَرُوۡنَ کے معنی) فرعون نے اپنی بالا دستی (عَلَوِيَّتْ) کو برقرار رکھنے کے لئے انبیاؑ کے شیعوں کو بے دست و پا کرنے اور اپنے شیعوں کو مضبوط و مستحکم بنانے کی مہم شروع کی۔ جس طرح بعد رسولؐ، رسولؐ کی نام نہاد قوم نے خاندان رسولؐ اور نسل رسولؐ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی مہم جاری رکھی تھی۔ چنانچہ حکومت کی سطح سے انبیاؑ کے شیعوں کی نسل کشی کی جاتی رہی۔ اُدھر اللہ نے یہ طے کر رکھا تھا کہ وہ شیعوں کو بے دست و پا نہ ہونے دے گا بلکہ انہیں اُن کی امامت و حکومت و اقتدار واپس دلائے گا۔ اور اُن کے ہاتھوں غاصب حکمران قوم کو وہ دن دکھائے گا جس دن سے بچنے کے لئے وہ شیعوں پر مظالم اور اُن کی نسل کشی کر رہے تھے، تاکہ اُن کے لشکر اور افواج بھی ان کے کام نہ آسکیں۔ اللہ نے اپنے اس ارادے کو پورا کرنے کی تمہید میں حضرت موسیٰ کی والدہ سلام اللہ علیہما سے رابطہ قائم کرنے کے لئے سلسلہ وحی جاری کیا اور انہیں ہدایات دیں۔ حضرت موسیٰ کو فرعون کے گھر میں پہنچایا۔ اور وہ انقلاب پیدا کر دیا کہ مصر میں ایک دن خلافت الٰہیہ قائم ہو کر رہی۔ بالکل اسی طرح اللہ نے قومی حکومت کا تختہ الٹنے، انہیں بے دست و پا اور ذلیل و خوار کرنے کی مہم شیعوں سے شروع کرائی تھی جو آج تک جاری ہے۔ یہاں تک کہ امامت و خلافتِ حقّہ قائم ہو۔

ششم۔ شیعہ کے معنی میں علامہ کی آخری قلا بازی تمام معنی کے خلاف: قارئین نے یہاں تک لفظ شیعہ کے معنی ۔۱۔ گروہ ۔۲۔ قوم۔ ۳۔ ٹکڑے ٹکڑے وغیرہ دیکھ لیئے اب وہ آیت سامنے لائیں جہاں علامہ لفظ شیعہ کے معنی طریقہ کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ: وَاِنَّ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِيۡمَ ﴿۸۳﴾ الصافات

اِلَيۡهِ يَزِفُّوۡنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا

طرف اس کی دوڑتے ہوئے کہا کیا عبادت کرتے ہو تم اس چیز کی کہ

تَنۡحِتُوۡنَ ﴿۹۵﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَ مَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾

آپ ہی تراشتے ہواور اللہ نے پیدا کیا تم کو اور جو کچھ کرتے ہو تم

قَالُوا ابۡنُوۡا لَهٗ بُنۡيَانًا فَاَلۡقُوۡهُ فِى الۡجَحِيۡمِ ﴿۹۷﴾

کہا انہوں نے کہ بناؤ واسطے اس کے ایک عمارت پس ڈال دو اس کو بیچ دوزخ کے

فَاَرَادُوۡا بِهٖ كَيۡدًا فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَسۡفَلِيۡنَ ﴿۹۸﴾ وَ قَالَ

پس ارادہ کیا ساتھ اس کے مکر کا پس کیا ہم نے ان کو نیچے اور کہا ابراہیمؑ نے

اِنِّىۡ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىۡ سَيَهۡدِيۡنِ ﴿۹۹﴾

تحقیق میں جانے والا ہوں طرف پروردگار اپنے کی البتہ راہ دکھلاوے گا مجھ کو

رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرۡنٰهُ

اے رب میرے بخش مجھ کو اولاد صالحوں سے پس بشارت دی ہم نے اس کو

بِغُلٰمٍ حَلِيۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡىَ قَالَ

ایک لڑکے تحمل والے کے پس جس وقت پہنچا ساتھ اس کے دوڑنے کو کہا

يٰبُنَىَّ اِنِّىۡۤ اَرٰى فِى الۡمَنَامِ اَنِّىۡۤ

اے چھوٹے بیٹے میرے تحقیق میں دیکھتا ہوں بیچ خواب کے کہ تحقیق میں

رواں دواں ابراہیمؑ کے پاس پہنچے (۹۵) ابراہیمؑ نے کہا کہ کیا تم خود تراشیدہ چیزوں کی عبادت کو عقل مندی سمجھتے ہو؟حالانکہ (۹۶) تمہیں اللہ نے پیدا کیا ہے اور وہ سب کچھ بھی اسی کی تخلیق ہے جسے تم عمل میں لاتے ہو۔ (۹۷) اُن لوگوں نے کہا کہ اس کے لئے ایک ایسی عمارت بناؤ جو جحیم کی نمائندہ ہو پھر اسے اس جحیم میں پھینک دو (۹۸) انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ فریب سازی کی اسکیم بنائی چنانچہ ہم نے انہیں نیچا دکھایا، ناکام کیا۔ (۹۹) ابراہیمؑ نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہی میری راہنمائی کرے گا ۔ (۱۰۰) اے میرے پروردگار تو مجھے ازلی و ابدی صالح حضرات میں سے ایک بیٹا عطا کر دے (۱۰۱) چنانچہ ہم نے اسے ایک بردبار بیٹے کی خوشخبری سنا دی ۔ (۱۰۲) چنانچہ جب وہ لڑکا ابراہیمؑ کے ساتھ جدوجہد کرنے کی عمر تک آ پہنچا تو ابراہیمؑ نے ایک دن اس سے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے بچے میں تمہیں

علامہ کا شیطانی ترجمہ ۔"اور نوحؑ ہی کے طریقے پر چلنے والا ابراہیم تھا" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۹۱)

بہرحال قارئین کو یہاں تک یہ معلوم ہو گیا کہ ہر نبیؑ کے زمانہ میں اسلام کی تعلیم دی جاتی رہی ان کے پیرو مسلم کہلاتے رہے لیکن مسلمانوں میں ایک مخصوص فداکار جماعت قائم رہی جن کے سربراہ اور وہ جماعت شیعہ کے لقب سے پکارے جاتے رہے اور آج بھی وہ جماعت موجود ہے لیکن علامہ نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے ۔

(۵) آیات (۱۰۸ تا ۱۰۲ / ۳۷) میں شہید کربلا امام حسینؑ علیہ السلام کی شہادت کی تمہید ہے ۔ واقعہ کربلا اب دنیا کی تمام اقوام میں نہ صرف معلوم و مشہور ہے بلکہ ساری دنیا میں عزاداری شہدائے کربلا منائی جاتی ہے ۔ اور دنیا کا کوئی واقعہ ایسا نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا ہیرو گزرا ہے جس کی یادگار اس طرح منائی جاتی ہو ۔ اس زمین پر بہت سے مظلوم گزرے بہت سے ظالم اس آسمان کے سائے میں مظالم کرتے رہے لیکن نہ کربلا ایسے مظلوم تاریخ میں ملیں گے نہ ویسے ظالم اور ملاعین ملیں گے اور نہ اس واقعہ سے زیادہ کسی اور عنوان پر لکھا گیا ۔ نہ کسی اور ظلم پر اتنے آنسو قربان کئے گئے اور نہ یادگار کربلا منانے والوں سے زیادہ کسی کا خون بہایا گیا ۔ نہ کسی اور یادگار کے روکنے پر ایسے وحشیانہ مظالم کئے گئے ۔ چنانچہ آج (۲ ربیع الاوّل) شہدائے کربلا کے سوگ اور عزا کے ختم ہونے میں چھ روز باقی ہیں ۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ اگر جناب اسماعیل علیہ السلام کو قربان کر دیا جاتا تو واقعہ کربلا ہی نہیں بلکہ حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی عالم وجود میں نہ آتے ۔

اَذۡبَحُكَ فَانۡظُرۡ مَا ذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ

ذبح کرتا ہوں میں تجھ کو پس دیکھ کیا دیکھتا ہے تو کہا اے باپ میرے

افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾

کر جو کچھ حکم کیا جاتا ہے تو شاب پاوے گا مجھ کو اگر چاہا ہے اللہ نے صبر کرنے والوں

فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ ۚ﴿۱۰۳﴾ وَ

سے پس جب مطیع ہوئے دونوں حکم الٰہی کے اور پچھاڑا اس کو ماتھے پر اور

نَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ ۙ﴿۱۰۴﴾ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا ۚ اِنَّا

پکارا ہم نے اس کو کہ اے ابراہیمؑ تحقیق سچ کیا تو نے خواب کو تحقیق ہم

كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓـؤُا

اسی طرح جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو تحقیق یہ بات وہی ہے آزمائش

الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ

ظاہر اور چھٹا لیا ہم نے اس کو بدلے قربانی بڑی کے اور چھوڑا ہم نے اوپر اس کے

فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ۖ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجۡزِى

بیچ پچھلوں کے سلامتی ہو جیو اوپر ابراہیمؑ کے اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم

الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۱﴾ وَ

احسان کرنے والوں کو تحقیق وہ بندوں ہمارے ایمان والوں سے تھا اور

خواب میں ذبح کرتے ہوئے دیکھتا ہوں اب تم بتاؤ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اس پر عمل فرمائیں آپ مجھے انشاء اللہ ازلی و ابدی صابروں میں سے پائیں گے (۱۰۳) چنانچہ جب دونوں باپ بیٹا نظامِ سلامتی میں داخل ہو گئے اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا (۱۰۴) تو ہم نے جلدی سے آواز دی کہ اے ابراہیمؑ (۱۰۵) یقیناً تم نے اپنے خواب کو نہایت خوبی سے سچا کر دکھایا ہے اور یقیناً ہم بھی احسان پیشہ لوگوں کو اسی طرح کی جزا دیا کرتے ہیں۔ (۱۰۶) یقیناً یہ تمہاری آزمائش بہت کھلی کھلی آزمائش تھی (۱۰۷) اور ہم نے اسماعیلؑ کو ایک عظیم الشان قربانی کے وقوع میں لانے کے لئے محفوظ کر لیا اور (۱۰۸) مستقبل میں اس قربانی کو آخری اُمت کے لئے موقوف کر دیا تاکہ (۱۰۹) ابراہیمؑ پر آخری زمانوں تک سلام جاری رہے (۱۱۰) اُسی طریقے پر ہم احسان پیشہ افراد کو جزا دیا کرتے ہیں (۱۱۱) یقیناً ابراہیمؑ ہمارے ازلی و ابدی مومن بندوں میں سے تھا (۱۱۲) اور ہم نے

حضرت ابراہیمؑ کی اس نسل کو جاری رکھنے کے لئے جناب اسماعیل علیہ السلام کو زندہ رکھا گیا تاکہ آخری نبیؐ عالم وجود میں آئیں۔ اور اسی لئے حضرت عبداللہ علیہ السلام کو زندہ رکھا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اُن کی نورِ نظر حضرت فاطمہؑ اور اُن سے حسنین صلوٰۃ اللہ علیہا و علیہما وجود میں آئے تب جا کر وہ عظیم الشان شہادت اور یوم عاشورہ کی قربانیاں پیش کی جا سکیں۔ اسی ذبح عظیم کا ذکر فرمایا گیا ہے مندرجہ بالا آیات میں اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی جرأت و ہمت و فداکاری اور جذبہ جان نثاری کا امتحان لیا گیا تاکہ ان سے توارثِ صفات ورثہ میں ملتی اور ہر نسل میں ترقی پر ترقی کرتی چلی جائیں اور اس طرح اولاد اسماعیلؑ کی ہر پشت انہیں یاد کرتی اُن پر سلام بھیجتی اس امانت عظمیٰ کو پروان چڑھاتی چلی آئے۔ یہاں تک کہ آخری اُمت کے لوگ وجود اختیار کر لیں، تبلیغات محمدؐیہ حاصل کر لیں۔ اس مقدس صورت حال کو علامہ مودودی قطعاً چھپا جاتے ہیں اور نہایت بے رحمانہ طریقہ پر محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ صلوٰۃ اللہ علیہم کو محروم کرنے میں قاتلانِ حسینؑ سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔ سنیئے علامہ کی بکواس مبین سنیئے:

(۶) آیت (۱۰۷ / ۳۷) پر علامہ کی دشمنی محمدؐ و آل محمدؐ ملاحظہ کریں۔ "بڑی قربانی" سے مراد جیسا کہ بائیبل اور اسلامی روایات میں بیان ہوا ہے۔ ایک مینڈھا ہے جو اُس وقت اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے حضرت ابراہیمؑ کے سامنے پیش کیا تاکہ بیٹے کے بدلے اس کو ذبح کریں۔ اسے بڑی قربانی کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ وہ ابراہیمؑ جیسے وفادار بندے

بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ
بشارت دی ہم نے اس کو ساتھ اسحاقؑ کے جو نبیؑ تھا صالحوں سے اور
بٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَ عَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا
برکت دی ہم نے اوپر اس کے اور اوپر اسحاقؑ کے اور اولاد ان دونوں کی سے
مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع
احسان کرنے والے بھی ہیں اور ظلم کرنے والے بھی ہیں جان اپنی پر ظاہر
وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ نَجَّيْنٰهُمَا
البتہ تحقیق احسان کیا ہم نے اوپر موسیٰؑ کے اور ہارونؑ کے اور نجات دی ہم نے
وَ قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَ نَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ
ان دونوں کو اور قوم ان کی کو سختی بڑی سے اور مدد دی ہم نے ان کو پس ہوئے وہی
الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَ هَدَيْنٰهُمَا
غالب اور دی ہم نے ان دونوں کو کتاب بیان کرنے والی اور دکھلائی ہم نے ان کو
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾
راہ سیدھی اور چھوڑا ہم نے اوپر ان کے بیچ پچھلوں کے سلام ہو جیو
سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾
اوپر موسیٰؑ اور ہارونؑ کے تحقیق اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم احسان کرنے والوں کو

اسے اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی خوشخبری بھی دی تھی جو ازلی صالحین میں سے ایک نبیؑ ہونے والا تھا۔ (۱۱۳) اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کو بابرکت بنایا اور ان کی ذرّیت میں وہ افراد بھی ہیں جو احسان کرنے والے (علیھم السلام) اور اپنی ذات پر کھلا ظلم و زیادتی کرنے والے ہیں (۱۱۴) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نے منت کے مطابق موسیٰؑ اور ہارونؑ پر احسانات کئے تھے (۱۱۵) اور ان دونوں کو اور ان دونوں کی قوم کو ہم نے بہت بڑی تکلیفوں سے نجات دی تھی (۱۱۶) اور ہم نے ان کی اس طرح نصرت کی کہ آخر وہی غالب رہے تھے۔ (۱۱۷) اور ہم نے ان دونوں کو ایک بیان کرنے والی کتاب دی تھی (۱۱۸) اور ہم نے ان دونوں کو صراط مستقیم (ولایت علویہ) کی ہدایات دیں (۱۱۹) اور آخری اُمت کے لوگوں تک ان کا تذکرہ اور کارنامے جاری رکھے تاکہ (۱۲۰) موسیٰؑ اور ہارونؑ پر سلام جاری رہتا چلا جائے (۱۲۱) ہم احسان پیشہ لوگوں کو یوں ہی جزا دیتے چلے آئے ہیں

کے لئے فرزندِ ابراہیمؑ جیسے صابر و جان نثار لڑکے کا فدیہ تھا۔ اور اُسے اللہ نے ایک بے نظیر قربانی کی نیت پورا کرنے کا وسیلہ بنایا تھا۔ اس کے علاوہ اُسے "بڑی قربانی" قرار دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ قیامت تک کے لئے اللہ نے یہ سنت جاری کر دی کہ اسی تاریخ کو تمام اہلِ ایمان دنیا بھر میں جانور قربان کریں اور وفاداری و جان نثاری کے اس عظیم الشان واقعہ کی یاد تازہ کرتے رہیں۔" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۹۷)

علامہ کے نزدیک بائیبل ناقابل اعتبار تغیر و تبدل اور تحریف شدہ کتاب ہے۔ لیکن ذبح عظیم کا رخ موڑنے کے لئے وہ معتبر سمجھی گئی ہے بہر حال علامہ کا یہی ایمان ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ حقیقی ذبح عظیم کے قاتل خود اُن کے راہنما اور صحابہ تھے۔

(۷) آیت (۱۱۳ / ۳۷) میں سورۂ فاطر (۳۲ / ۳۵) کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور اوّل درجے کا تشخص ہے۔

قارئین کرام سورۂ فاطر (۳۲ / ۳۵) کی تشریح نمبر (۲) دوبارہ ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس آیۂ مبارکہ (۳۲ / ۳۵) میں ایک ایسی جماعت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جو پوری کی پوری مصطفیٰ، برگزیدہ اور اللہ کی منتخب اور پسندیدہ جماعت ہے اور اس جماعت کے افراد کو تین قسم کے لوگوں میں تقسیم کر کے ان کی خصوصیات کو الگ الگ بیان کر دیا ہے۔ اور تینوں کو ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز کرنے کے لئے لفظ "وَمِنْهُم" (اُن میں سے ایک وہ ہے) تین دفعہ ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ الگ الگ استعمال فرمایا گیا ہے پھر دیکھئے:

اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ اِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ	(۱۲۲) یقیناً موسیٰ و ہارون بھی ہمارے ازلی و ابدی مومن بندوں میں سے ہیں (۱۲۳) اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ الیاسؑ بھی رسولوں میں سے ایک رسولؑ تھا (۱۲۴) جب الیاسؑ نے اپنی قوم سے سوال کیا کہ تم ذمہ دار کیوں نہیں بنتے
تحقیق وہ دونوں بندوں ہمارے ایمان والوں سے تھے اور تحقیق الیاسؑ تھا البتہ	
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾	
بھیجے گیوں سے جس وقت کہا اس نے واسطے قوم اپنی کے کیا نہیں ڈرتے تم	

(۱) فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (۲) وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (۳) وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ

(۱) اُن میں سے ایک وہ ہے جنہوں نے اپنی ذات پر ظلم کیا۔ (۲) ان میں سے ایک وہ ہے جو اعتدال اور سیاسی کفایت شعاری پر عامل ہے۔(۳) ان میں سے ایک وہ ہے جو اختیارات کے استعمال میں سبقت لے گئے۔

یہ تینوں قسمیں الگ الگ دیکھ لینے اور تینوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کے طریقے کو سمجھ لینے کے بعد اب آپ اس آیت (۱۱۳ / ۳۷) کی عربی عبارت کو دیکھیں اور پتا لگائیں کہ کیا اس میں بھی دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا ہے؟

(۱) وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا (۲) مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ (الصافات)

(۱) اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسحاقؑ پر برکت کی اور ان دونوں کی ذریت میں سے (۲) محسن اور اپنے نفس پر ظالم بھی ہیں۔

کیا یہاں یہ کہا گیا ہے کہ ان کی ذریت میں ایک وہ لوگ ہیں جو احسان ہی احسان پر عمل کریں گے اور ایک وہ لوگ ہیں جو صرف اپنی ہی ذات پر ظلم کرتے رہیں گے؟
کیا محسن اور ظالم کے درمیان میں حرف واؤ آ جانے سے دو قسم کے لوگ ہو جاتے ہیں؟ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ "میرے ساتھیوں میں لکھے پڑھے اور دانشور لوگ بھی ہیں" کیا اس بیان سے کوئی شخص یہ سمجھے گا؟ کہ اس کے ساتھیوں کی ایک وہ قسم ہے جو لکھے پڑھے لوگوں کی جماعت ہے اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو دانشور ہیں؟ کیوں نہ یہ سمجھا جائے کہ لکھے پڑھے اور دانشور لوگ ایک ہی جماعت ہے اور باقی ساتھی اَن پڑھ و جاہل لوگ ہیں۔جیسا کہ:
خوبصورت اور عالم۔ایک شخص کی دو صفات ہیں اسی طرح محسن اور ظالم بھی ایک ہی شخص یا جماعت کی دو صفات ہیں نہ کہ واؤ کی وجہ سے دو الگ الگ گروہ؟ اور کیا یہاں حرف واؤ کی وجہ سے ہم تین الگ قسمیں کرنے میں حق بجانب ہوں گے؟:

مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۲۵﴾ النساء

ان میں سے جو اسلام پر اپنی توجہات اللہ کے لئے مرکوز کردے اور وہ محسن بھی ہو اور وہ ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی بھی کرے (سورۂ نساء ۱۲۵ / ۴)
لہٰذا ہر ہر حیثیت سے آیت (۱۱۳ / ۳۷) میں صرف ایک جماعت کا تذکرہ ہوا ہے۔ جو ایسی محسن اور احسان کرنے والی جماعت ہے جو دوسروں پر احسان کرنے میں اس کی فکر نہیں کرتی کہ اس کی اپنی ذات اپنے جائز اور واجب حقوق سے محروم رہ جائے گی۔ مثلاً خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی بھوکا رکھ کر دوسروں کو اپنا کھانا کھلا دینا خود پر اور اپنے بچوں پر ظلم کئے بغیر ممکن نہیں تھا۔ اسی طرح اپنی جان کو دوسروں کی نجات اور تحفظ میں قربان کر دینا بھی اپنی ذات پر ظلم کئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور شہید ہونے والے شخص کی زوجہ اور بچے بھی اپنے شوہر اور باپ سے محروم ہو کر ان فوائد اور وسائل سے محروم ہو جاتے ہیں جو وہ شہید زندہ رہتا تو فراہم کرتا لہٰذا ہر شہید اپنی زوجہ اور بچوں پر ظلم کرتا ہے۔ بہرحال جب مصطفیٰ حضرات علیہم السلام کی تین قسمیں بیان کی تھیں تو پہلی قسم کے لئے لفظ "ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ﴿۳۲﴾ فاطر" فرمایا تھا اُسی کی وضاحت سورۂ الصافات (۱۱۳ / ۳۷) میں مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ﴿۱۱۳﴾ الصافّات کہہ کر کی گئی ہے یعنی اپنی ذات پر اس لئے ظلم کرنے والے کہ باقی انسانوں پر احسان کرنے کی اسلامی اسکیم کی تکمیل کریں۔ اور وہ اس لئے کہ قومی قسم کے مسلمان ان تمام راہوں کو بند کرنے پر عمل پیرا ہیں جن سے نوع انسان کو مساوات اور ارتقائی ترقی پر لایا جا سکتا ہے۔ تاریخ، یعنی خود قومی حکومتوں کی تیار کی ہوئی افسانوی تاریخ بھی بتاتی ہے کہ عہد رسولؐ سے لے کر آج تک مسلمانوں کی کثرت غربت و جہالت و افلاس میں مبتلا رہتی چلی آئی ہے۔ حالانکہ قرآن نے طرح

(۱۲۵) تم شوہر نامی مجسمہ کی بندگی کیوں کرتے ہو اور سب سے بہتر خالق کی توہین کیوں کرتے ہو؟ (۱۲۶) اللہ ہی تو تمہارا پروردگار ہے اور تمہارے تمام اوّلین و آخرین باپ دادوں کا بھی وہی رب ہے (۱۲۷) چنانچہ الیاسؑ کی قوم نے اسے جھٹلایا لہٰذا وہ یقیناً سزا کے لئے حاضر ہونے والے ہیں (۱۲۸) اللہ کے ان بندوں کے علاوہ جنہیں اللہ نے پُر خلوص بنا دیا ہے (۱۲۹) اور آخری اُمت تک اس کا تذکرہ جاری رکھا۔ (۱۳۰) چنانچہ الیاسؑ اور آلؑ یٰسِینؑ پر سلام جاری رکھا ہے (۱۳۱) یقیناً ہم اسی طریقے سے احسان پیشہ لوگوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ (۱۳۲) یقیناً الیاسؑ ہمارے

اَتَدۡعُوۡنَ بَعۡلًا وَّ تَذَرُوۡنَ اَحۡسَنَ الۡخَالِقِیۡنَ ﴿۱۲۵﴾

کیا پکارتے ہو تم بعل کو اور چھوڑدیتے ہو بہتر سب سے پیدا کرنے والے کو

اللّٰہَ رَبَّکُمۡ وَ رَبَّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۲۶﴾ فَکَذَّبُوۡہُ

اللہ کہ پروردگار تمہارا اور پروردگار باپوں تمہارے پہلوں کا ہے پس جھٹلایا اس کو

فَاِنَّہُمۡ لَمُحۡضَرُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ

پس تحقیق وہ البتہ حاضر کئے جاویں گے بیچ عذاب کے مگر بندے اللہ کے

الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَرَکۡنَا عَلَیۡہِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ

خالص کئے گئے اور چھوڑا ہم نے اوپر اس کے بیچ پچھلوں کے سلامتی ہو جیو

عَلٰۤی اِلۡ یَاسِیۡنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّہٗ

اوپر الیاسؑ کے تحقیق ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو تحقیق وہ

طرح سے غرباء و مساکین اور جہلاء اور نادانوں کی مدد کو واجب کیا ہے۔ اور زکوٰۃ و خیرات و خمس و صدقات ادا کرنے کے احکام دیئے ہیں۔ لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ قومی حکومتوں اور قومی اجتہاد نے ایسی اسکیم جاری کی تھی کہ بقول ان کے زکوٰۃ و خیرات و خمس وصدقات ادا کئے جاتے رہنے کے باوجود غربت و جہالت میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی ہے۔ اس مخالف اسکیم نے حقیقی راہنماؤں اور مومنین کو مجبور کیا کہ وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر غریبوں کو کھانا کھلائیں۔ خود پھٹے پرانے کپڑے پہنیں اور غرباء کے تن ڈھکنے کا انتظام کریں چنانچہ آپ سورۂ حشر (۱۰ تا ۷ / ۵۹) میں اس کی تفصیل ملاحظہ کریں گے جہاں یہ اصول مقرر کر دیا گیا ہے کہ دولت اور وسائل حیات کو سرمایہ داروں کے اندر محدود ہو کر نہ رہ جانا چاہئے۔ لیکن رسولؐ کی بعثت سے پہلے بھی سرمایہ داروں کا راج تھا۔ اور حضورؐ کے بعد توخلافت و حکومت ہی سرمایہ داروں کے قابو میں چلی گئی تھی۔ اور آج تک غریب انسانوں کو حکومت میں کوئی اہم یا غیر اہم مقام نہیں مل سکا۔ اس ذہنیت کے خلاف مذکورہ بالا حضراتؑ نے اپنا قربانیوں اور ایثار کا نظام قائم کیا اور اپنے علاوہ تمام انسانوں کو بلاشرط مذہب و ملت و قوم و رنگ و نسل اپنے اوپر ترجیح دینا شروع کی (حشر ۹ / ۵۹) یہ ایثار ہی وہ ظلم ہے جو اپنی ذات پر کرکے لوگوں میں جذبۂ قربانی پیدا کرنے کا اثر انگیز حربہ ہے۔ آج ایثار کرنے والوں ہی کے انتقام کے لئے وہ تمام نظام برسرکار آئے ہیں جو سرمایہ داری کے ساتھ ساتھ سرمایہ داروں کو بھی مٹا دینے کی تعلیم دیتے ہیں۔اور آج نوع انسان کی کثرت سرمایہ داروں کے خلاف مجتمع ہو چکی ہے اور افسوس ہے کہ آج بھی سرمایہ داروں اور اجارہ داروں کو مسلمان حکومتوں اور مسلمان علما اور مسلمان دانشوروں اور مسلمان عوام کا تحفظ حاصل ہے۔ وہ اسلامی نظام اس لئے گھڑنا چاہتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام کی عمر بڑھائی جا سکے۔

(۸) آیت (۱۳۰ / ۳۷) میں چہاردہ معصومینؑ پر سلام بھیجا گیا ہے۔ ([۴۴۴])

ہماری تفاسیر و احادیث میں بھی اور قرآن کے رسم الخط میں بھی اس آیت (۱۳۰ / ۳۷) میں آل یَاسِینؑ پر سلام بھیجا گیا ہے اور آل یَاسِینؑ آل محمدؐ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ یہاں یہ کہنا کہ ''آل یَاسِینؑ'' الیاسؑ ہی کا ایک نام ہے یا یہ کہنا کہ آل یَاسِینؑ اُن کے والد کا نام تھا محض قیاس آرائی ہے۔ سورۂ یٰسٓ آنحضرتؐ کے لقب سے شروع ہوتی ہے۔ اور علمائے صالحین نے یٰسٓ اور یاسین کا ترجمہ بھی ''یا سید'' کیا ہے۔ لہٰذا اگر آدمی کے سر میں عقل موجود ہے اور آل محمدؐ سے بغض و عداوت نہیں ہے تو آل یَاسِینؑ سے آل محمدؐ سمجھنے میں کوئی تکلف نہیں کرسکتا۔ رہ گئے دشمنانِ آل محمدؐ وہ تو قرآن کو زیر و زبر کر ڈالتے ہیں۔ متضاد و متخالف تاویلیں اور ہیر پھیر کرتے

مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

بندوں ہمارے ایمان والوں سے تھا اور تحقیق لوطؑ البتہ پیغمبروںؑ سے تھا

اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا

جس وقت کہ نجات دی اس کو ہم نے اور لوگوں اس کے کے سب کو مگر

عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ اِنَّكُمْ

ایک بڑھیا پیچھے رہنے والوں سے تھی پھر ہلاک کیا ہم نے اوروں کو اور تحقیق تم

لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

البتہ گزرتے ہو اوپر ان کے صبح کو اور رات کو کیا پس نہیں سمجھتے

وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ

اور تحقیق یونسؑ البتہ پیغمبروں سے تھا جس وقت بھاگ گیا طرف کشتی

الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ

بھری ہوئی کے پس قرعہ ڈالا پس ہوگیا دھکیلے گیوں سے پس نگل گئی اس کو

الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْ لَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

مچھلی اور وہ ملامت میں پڑا ہوا تھا پس اگر نہ ہوتی یہ بات کہ ہوا وہ تسبیح کرنے والوں

لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

سے البتہ رہتا بیچ پیٹ اس کے کے اس وقت تک کہ اٹھائے جاویں مُردے

ازلی و ابدی مومنین میں سے تھا (۱۳۳) اور یقیناً لوطؑ بھی رسولوں میں سے ایک رسولؑ تھا۔ (۱۳۴) اور جب کہ ہم نے لوطؑ کو اور اس کے تمام قسم کے اہل کو نجات دی تھی (۱۳۵) سوائے اس بڑھیا کے جو اپنی قوم کی ہمدردی میں پیچھے رہ جانے والی تھی۔ (۱۳۶) پھر ہم نے دوسرے باغیوں کو ہلاک و برباد کر دیا تھا۔ (۱۳۷) اور اے قریشیو تم تو صبح و شام ان کے کھنڈرات پر سے گزرتے رہتے ہو (۱۳۸) اور دن رات دیکھتے ہوئے بھی کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ہو؟ (۱۳۹) یقیناً یونسؑ رسولوں میں سے ایک تھا (۱۴۰) جب کہ یونسؑ ایک روانہ ہونے والی بھری ہوئی کشتی کی طرف لپکے (۱۴۱) پھر کشتی پر چڑھنے میں دوسروں سے ٹکرائے اور نیچے پانی میں جا گرے (۱۴۲) جہاں انہیں ایک بہت بڑی مچھلی نگل گئی تھی (۱۴۳) اور اگر یونسؑ عابد و تسبیح گزار نہ ہوتے تو (۱۴۴) وہ مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتے یہاں تک کہ وہ دن آجاتا جس دن مُردوں کو اٹھایا جائے گا

ہیں۔ مگر حتی الوسع آل محمدؐ کے فضائل و مناقب کو چھپانے کی کوشش کرتے چلے جاتے ہیں۔ انہوں نے قرآن کے رسم الخط میں سینکڑوں تبدیلیاں کیں۔ انہوں نے شانِ نزول کی آڑ میں ہزار ہا افسانے تراش کر قرآن کے مقاصد کو تبدیل کیا۔ الفاظ کی معنوی تبدیلیاں کیں۔ کسی لفظ کے معنی میں استقلال نہ رہنے دیا۔ نت نئے معنی گھڑتے اور مفاہیم بدلتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ چیزیں ثابت ہوجانے کے بعد نہ ان کے تراجم قابل اعتبار ہیں نہ ان کی تفسیر و تفہیم قابلِ اعتماد ہے۔

(۹) آیت (۱۴۱ / ۳۷) میں حضرت یونسؑ کے قرعہ اندازی کرنے وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہوا ہے۔

"اس آیت (۱۴۱ / ۳۷) میں لفظ "سَاهَمَ" کے معنی قرعہ اندازی کئے گئے ہیں۔ اور تمام مترجمین نے یہ لکھا اور سمجھا ہے کہ کشتی میں بھیڑ تھی جس سے کشتی کے ڈوب جانے کا خطرہ تھا۔ لہٰذا اس بات پر قرعہ اندازی کی گئی کہ جن کے نام کشتی سے اتارنے کے لئے نکلیں انہیں دریا میں پھینک یا اتار دیا جائے۔ چنانچہ بقول مفسرین حضرت یونس کا نام نکلا اور انہیں دریا میں پھینک دیا گیا اور اس طرح انہیں مچھلی نگل گئی۔ یہاں قارئین دیکھیں کہ قرآن کی اس آیت کے الفاظ اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں کرتے مگر ایک قصہ گھڑ اگیا۔ اُسے قال قال کی غپ شپ کے ذریعہ معتبر بنایا گیا اور حضرت یونسؑ کو مجرم بنا دیا گیا۔ لیکن ہم تمام انبیاؑ کو معصوم ثابت کرتے ہیں اور نہیں مانتے کہ ان سے کسی طرح اور کسی وقت کوئی غلط کام ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس قسم کے افسانوں اور روایات کو ہم یکسر باطل کا پلندہ سمجھتے ہیں جن سے انبیاؑ کی شان میں عیب و نقص نکلتا ہو۔

(۱۴۵) آخرکار ہم نے یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے ناقص حالت میں ایک چٹیل زمین پر نکلوا دیا۔ (۱۴۶) اور ہم نے اس کی خوراک اور سائے کے لئے اس کے اوپر ایک بیلدار درخت پیدا کر دیا تھا۔ (۱۴۷) اور ہم نے یونسؑ کو ایک لاکھ کی بڑھتے رہنے والی تعداد کی طرف رسوؐل کی حیثیت سے بھیجا تھا (۱۴۸) چنانچہ جب وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک مقررہ مدت تک ہر فائدہ پہنچایا تھا (۱۴۹) اے رسوؐل تم اپنے ان مخاطبوں کے علما سے فتویٰ طلب کرو کہ آیا تیرے پروردگار کے لئے تو بیٹیاں حصے میں آئی ہیں اور خود ان کے لئے بیٹے مخصوص ہیں؟ (۱۵۰) یا یہ کہ ہم نے ان کی موجودگی میں فرشتوں کو مونث پیدا کیا تھا اور وہ چشم دید گواہ ہیں؟ (۱۵۱) خبردار رہو کہ وہ تو اپنے ایک خطرناک منصوبے اور اجتہاد سے یہ کہتے ہیں کہ (۱۵۲) اللہ نے اولاد پیدا کی ہے اور صاحب اولاد ہے۔ (۱۵۳) کیا اللہ نے بیٹوں پر بیٹیوں کو کوئی فضیلت دے رکھی ہے؟ (۱۵۴) تمہیں کیا ہوگیا ہے

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ هُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَ اَنْۢبَتْنَا

پس ڈال دیا ہم نے اس کو زمین بن گھاس والی میں اور وہ بیمار تھا۔ اور اگایا ہم نے

عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى

اوپر اس کے ایک درخت بیل والا یعنی کدو کا اور بھیجا ہم نے اس کو طرف

مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى

لاکھ آدمیوں کے بلکہ زیادہ کے پس ایمان لائے پس فائدہ دیا ہم نے ان کو ایک

حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ

مدت تک پس پوچھ ان سے کیا واسطے رب تیرے کے بیٹیاں ہیں اور واسطے ان کے

الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ

بیٹے ہیں کیا پیدا کیا ہے ہم نے فرشتوں کو عورت اور وہ حاضر تھے خبردار ہو

اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمْ

تحقیق وہ طوفان اپنے سے البتہ کہتے ہیں کہ جنایا ہے خدا نے اور تحقیق وہ البتہ

لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ

جھوٹے ہیں کیا پسند کر لیا ہے بیٹیوں کو اوپر بیٹوں کے کیا ہے واسطے تمہارے

چنانچہ اس افسانے پر ہمارا پہلا اعتراض یہ ہے کہ وحی کی موجودگی میں انبیاؑ کو قرعہ اندازی کی ہرگز ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ وہ نہ قرعہ اندازی کو حکمِ خدا سمجھتے ہیں اور نہ ان سے اللہ کی وحی کا رابطہ ختم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ تمام قصہ بکواس مبین ہے۔ پھر یہ دیکھیں کہ لفظ سَاهَمَ کا مادہ س،ھ،م ہے اس بنیاد یا مادے سے جو اوّلین الفاظ اور ان کے تحقیقی معنی نکلتے ہیں وہ دیکھئے:

(۹۔ الف) قومی علما اور حکومتوں نے بڑی حکمت عملی سے قرآن کے الفاظ کو مشکوک و بے معنی بنایا۔

اوّل۔(سَهَمَ۔ سَهُمَ سُهُومَةً وسُهُومًا) ا۔لاغری سے چہرے کا بدل جانا، دُبلے پن سے متغیر اللون (رنگ) ہونا زرد رو اور دبلا ہوجانا۔ ۲۔تیوری چڑھانا۔ ۳۔ قرعہ اندازی میں غالب آنا۔ (المعجم الاعظم جلد ۳ صفحہ ۱۴۶۶) آپ عربی کی تمام لغات دیکھ جائیں آپ کو اس مادہ س۔ہ۔م یا مصدر سُهُمٌ کے اوّلین معنی میں قرعہ اندازی نہ ملے گا کہیں دوسرے نمبر پر لکھ دیا گیا ہوگا۔ کہیں چھٹے نمبر پر آئے گا۔ لیکن یہ کسی لغت میں نہ ملے گا کہ اس مادہ اور مصدر سے یہ بے تکے اور بے جوڑ معنی کیسے اور کیوں گھڑے گئے ہیں؟ جب کہ عربی زبان میں قرعہ اندازی کے لئے خود لفظ "قُرعہ" موجود ہے۔ پھر کیوں ایک غیر متعلقہ مصدر اور مادہ کے سر یہ قرعہ اندازی چپکائی گئی ہے؟ ہم اس چالاکی کا سبب بتائیں گے پہلے آپ یہ دیکھ لیں کہ "قُرعہ" اندازی خود عربی کا لفظ ہے۔ اور اس مطلب کو ظاہر کرنے کے لئے کسی اور لفظ کی ضرورت نہ تھی مگر عربی زبان کو مشکوک کرنا ضروری تھا تاکہ قرآن میں معنوی تبدیلیاں ممکن ہو جائیں۔

دوم۔ عربی زبان کو کس طرح مشکوک کیا گیا ہے۔

"قَرَعَ۔ قَرْعًا۔ اَلْبَابَ۔ دروازہ کھٹکھٹانا۔ ۲۔ الرجل مارنا (آدمی کو) ضرب لگانا چوٹ مارنا" (لغت ایضا جلد نمبر ۴ صفحہ ۲۲۶۳) اس مصدر سے دس بارہ معنی لکھے ہیں لیکن قرعہ اندازی کا ذکر نہیں کیا گیا لیکن دوبارہ اس مصدر کو مضارع کی صورت بدل

كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ
کیوں کر حکم کرتے ہو کیا پس نہیں نصیحت پکڑتے تم یا واسطے تمہارے کوئی
سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَ
دلیل ہے ظاہر پس لے آؤ تم کتاب اپنی کو اگر ہو تم سچے اور
جَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَ لَقَدْ
تحقیق ثابت کیا انہوں نے درمیان خدا کے اور درمیان جنوں کے ناتا اور البتہ تحقیق

کیسے اجتہادی فیصلے صادر کرتے ہو ؟ (۱۵۵) کیا تم نے غور و خوض وتذکّر بالکل ہی چھوڑ دیا ہے (۱۵۶) یا مجتہدانہ فیصلوں کے لئے تمہارے پاس کوئی کھلی دلیل خداوندی ہے ؟ (۱۵۷) چنانچہ اپنی وہ خدائی کتاب لا کر پیش کرو اگر تم راست گو ہو ؟ (۱۵۸) اور ان لوگوں نے تو اپنے اجتہاد سے اللہ اور جنّوں کے مابین رشتہ ناتہ اور سلسلۂ نسب قائم کر دیاہے اور حقیقت یہ ہے

کر لایا گیا اور یہ معنی لکھے گئے :" (قَرَعَ - قَرْعًا) فلاناً قُرعہ میں غالب آنا ۔ قُرعہ ڈالنے میں جیتنا۔ جوئے میں غالب آجانا۔ ۲۔قُرِعَ عَلَيْهِ تیر اندازی میں مغلوب ہونا " (ایضا صفحہ ۲۲۶۳) بہرحال یہ معلوم ہوگیا کہ اگر کسی کو عربی زبان والوں سے قرعہ اندازی کی بات کرنا ہو تو وہ اس مستقل لفظ قُرعہ کو استعمال کرے گا۔

سوم۔قرآن اور علامہ کی مدد سے زبان کے بدلنے کی نقاب کشائی کی مثال ۔ مگر عربوں نے تو زبان کو یکسر بدل دینا تھا۔ تاکہ قرآن کی معنوی دنیا خود بخود بدل جائے ایک آیت سنیئے اور علامہ کا ترجمہ و تشریح دیکھئے ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ ﴿۹۰﴾ المائدۃ

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہ شراب اور جوا یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو"

علامہ کی تشریح راز کھولتی ہے ۔ آیت میں آئے ہوئے لفظ "ازلام" کی تشریح سنیئے :

"آستانوں اور پانسوں کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو سورۂ مائدہ حاشیہ نمبر ۱۲ ،۱۴۔ اسی سلسلے میں جوئے کی تشریح بھی حاشیہ نمبر ۱۴ میں مل جائے گی ۔ اگرچہ پانسے (ازلام) اپنی نوعیت کے اعتبار سے میسر (جوئے) ہی کی ایک قسم ہیں ۔ لیکن اُن دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ عربی زبان میں ازلام فال گیری اور قرعہ اندازی کی اس صورت کو کہتے ہیں جو مشرکانہ عقائد اور وہمیات سے آلودہ ہو"۔(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۰۱)(مشرکانہ اس لئے لکھاہے کہ قرعہ اندازی علامہ کے اسلام میں جائز ہے۔احسنؔ)
قارئین یہ سوچتے رہیں کہ علامہ اینڈ کمپنی کے نزدیک الفاظ سَاهَمَ کے معنی بھی قرعہ اندازی کے ہیں اور ازلام بھی قرعہ اندازی کو ہی کہتے ہیں یعنی جس لفظ کو چاہیں استعمال کرلیں کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ اب علامہ کی نشان دہی کے مطابق سورۂ مائدہ کا حاشیہ نمبر ۱۴ دیکھ کر ذرا راز و رموز سے اور قریب ہو جائیں ۔
"اس آیت (۳ / ۵) میں جس چیز کو حرام کیا گیا ہے ۔اس کی تین بڑی قسمیں دنیا میں پائی جاتی ہیں اور آیت کا حکم ان تینوں پر حاوی ہے ۔ "(۱) مشرکانہ فال گیری۔جس میں کسی دیوی یا دیوتا سے قسمت کا فیصلہ پوچھا جاتاہے ۔ یا غیب کی خبر دریافت کی جاتی ہے یا باہمی نزاعات کا تصفیہ کرایا جاتا ہے ۔ مشرکین مکہ نے اس غرض کے لئے کعبہ کے اندر ہُبَل دیوتا کے بت کو مخصوص کر رکھا تھا۔ اُس کے استھان میں سات تیر رکھے ہوئے تھے جن پر مختلف الفاظ اور فقرے کندہ تھے۔ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہو، یا کھوئی ہوئی چیز کا پتہ پوچھنا ہو ، یا خون کے مقدمہ کا فیصلہ مطلوب ہو، غرض کوئی کام بھی ہو اس کے لئے ہُبَل کا پانسہ دار (صاحب القداح) (یعنی تیروں کے پاسبان۔ احسن) کے پاس پہنچ جاتے ۔ اس کا نذرانہ پیش کرتے اور ہبل سے دعا مانگتے کہ ہمارے اس معاملے کا فیصلہ کر دے ۔ پھر پانسہ دار اُن تیروں کے ذریعہ سے فال نکالتا اور جو تیر بھی فال میں نکل آتا اس پر لکھے ہوئے لفظ کو ہُبَل کا فیصلہ سمجھا جاتا تھا۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۴۲)۔

چہارم ۔لفظ ۔قدح یا قداح بھی تیر کی جگہ استعمال کردیا گیا ہے ۔ قارئین نوٹ کرلیں کہ تیروں کو قرعہ اندازی میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اور یہ کہ

عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ
جانتے ہیں جن کہ تحقیق وہ البتہ حاضر کئے جاویں گے پاکی ہے اللہ کو
عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ
اس چیز سے کہ بیان کرتے ہیں مگر بندے اللہ کے خالص کئے گئے پس تحقیق تم
وَ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفٰتِنِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا
اور جس کو کہ عبادت کرتے ہو نہیں تم خلاف اس کے بہکانے والے مگر

کہ جنوں کو یہ معلوم ہے کہ وہ مواخذہ کے لئے حاضر ہونے والے ہیں ۔ (۱۵۹) اللہ ان کی بیان کردہ صفات سے بزرگ تر وپاکیزہ تر ہے (۱۶۰) البتہ اللہ نے اپنے جن بندوں کو مخلص بنایا ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ (۱۶۱) تم بھی اے قریش اور وہ بھی جنہیں تم پوجتے ہو (۱۶۲) اللہ کے خلاف کسی کو فتنہ میں مبتلا نہیں کر سکتے ہو (۱۶۳) سوائے اس کے

قرعہ اندازی کا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے الفاظ سَاهَمَ اور ازلم دونوں استعمال ہوتے رہے ہیں پھر یہ دیکھیں کہ بات یہاں ختم نہیں ہوئی بلکہ علامہ نے قرعہ اندازی کرنے والے شخص کو خواہ مخواہ صاحب القداح نہیں کہہ دیا ہے بلکہ لفظ قدح اور قداح کے ساتھ بھی لفظ تیر کو بطور معنی چپکا دیا ہے ۔سنیئے "(القدح) جمع قداح و اقدح وقدحان اور جمع کی جمع اقادیح تیر بغیر پر ، بے پر تیر جس میں نہ پر لگائے گئے ہوں نہ پیکان ۔۲۔جوئے کا تیر ۔۳۔تیر کا ڈنڈا۔۴۔سوراخ ۔ چھید" (ایضاً جلد ۴) قومی علما اور حکومتوں کی مکاریوں کو یہاں روک کر یہ نوٹ کراتے ہیں کہ قرعہ اندازی کے حقیقی لفظ کے ساتھ ساتھ ان لوگوں نے بہت سے دوسرے الفاظ کو بھی اُسی مطلب کے لئے استعمال کرکے عربی زبان کو ناقابل اعتبار اور مشکوک قرار دیا ہے ۔ جس سے قرآن کے الفاظ کے ساتھ بازیگری آسان ہو گئی ۔ اور ان کے مترجمین نے جب چاہا جس لفظ کا چاہا مفہوم بدل دیا۔ چونکہ انہوں نے لفظ سَاهَمَ کو بھی تیر کے معنی میں استعمال کیا تھا اور تیروں سے قرعہ اندازی کی تھی اس لئے لفظ سَاهَمَ کا ترجمہ قرعہ اندازی کردیا گیا۔ اور اس طرح ایک نبیؑ کو وحی سے ہٹا کر قرعہ اندازی کی تُک بندی پر عمل کرنے والا دکھا دیا یہی نہیں بلکہ انہوں نے یہ بھی لکھ دیا کہ :

پنجم۔ قومی اسلام میں آنحضرتؐ کو بھی (معاذ اللہ) قرعہ اندازی کرتے دکھایا گیا ہے۔

"ان تین اقسام کو حرام کر دینے کے بعد قرعہ اندازی کی صرف وہ سادہ صورت اسلام میں جائز رکھی گئی ہے جس میں دو برابر کے جائز کاموں یا دو برابر کے حقوق کے درمیان فیصلہ کرنا ہو--- نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالعموم ایسے مواقع یہ طریقہ اختیار فرماتے تھے جب کہ دو برابر کے حقداروں کے درمیان ایک کو ترجیح دینے کی ضرورت پیش آجاتی تھی اور آپؐ کو اندیشہ ہوتا تھا کہ اگر آپ خود ایک کو ترجیح دیں گے تو دوسرے کو ملال ہو گا۔"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۴۲۔۴۴۳)

(۹ ۔ ب) علامہ کے بزرگوں یا صحابہ کا مذہب خلافِ قرآن اجتہاد ،حضرت یونسؑ پر الزام ۔

علامہ کے اس قرعہ اندازی والے بیان سے ظاہر ہوا کہ آنحضرتؐ (معاذاللہ) قرعہ اندازی کو نہ صرف جائز سمجھتے تھے بلکہ اس پر عمل بھی کیا کرتے تھے۔مگر سوال یہ ہے کہ ہمیں وہ کتاب یا آیت دکھائی جائے جس میں قرعہ اندازی کرنا اور قرعہ اندازی سے نکلے ہوئے حکم پر عمل کرنا جائز ہو؟ قارئین نوٹ کرلیں کہ قرعہ اندازی قرآن میں آیات (مائدہ ۹۰ ،۳ / ۵) کی رو سے اور علامہ کی تصدیق کی روشنی میں حرام ہے ۔ اور ان دونوں آیات کے علاوہ کوئی ایسی آیت ہرگز موجود نہیں جس میں کسی قسم کی قرعہ اندازی حلال ہو ۔ لہٰذا علامہ اینڈ کمپنی کے اجتہادی مسائل میں قرعہ اندازی حلال و جائز ہے اور حج کے زمانہ میں آج بھی قرعہ اندازی سے حج کے لئے حکم نکالا جاتا ہے ۔ جو فعل حرام ہے اور اسی فعل حرام کو رسوؐل اللہ کے ذمہ لگا کر جائز کیا ہے ۔ لہٰذا یہ اجتہاد قرآن کے حرام کو حلال کرتا ہے اسلئے باطل و شیطانی فعل ہے ۔
دوسری بات یہ دیکھیں کہ عہد رسوؐل میں ایسے مسلمان موجود تھے جو رسوؐل اللہ کے فیصلوں پر ، بقول علامہ ، ملول یا خفا ہوتے تھے ۔ ایسے مسلمانوں کے لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ :

مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَ مَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ

اس شخص کو کہ وہ جانے والا ہے دوزخ کا اور نہیں ہم سے کوئی مگر واسطے اس کے مقام ہے

مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ اِنَّا لَنَحْنُ

معلوم اور تحقیق ہم حق تعالیٰ کی بندگی میں صف باندھنے والے ہیں اور تحقیق ہم

الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَ اِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا

واسطے اس کے تسبیح کرنے والے ہیں اور تحقیق تھے یہ کہتے اگر ہوتا نزدیک ہمارے

ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا

مذکور پہلوں کا البتہ ہوتے ہم بھی بندوں اللہ کے سے خالص کئے گئے پس کفر کیا انہوں نے

بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا

ساتھ اس ذکر کے پس شتاب جان لیویں گے اور البتہ تحقیق پہلے گزری ہے بات ہماری

جو جحیم سے وابستہ کئے جانے والا ہے (۱۶۴) اور ہم میں سے کوئی بھی تو ایسا نہیں ہے جس کے لئے ایک مقام معلوم نہ مقرر ہوا ہو (۱۶۵) اور یقیناً ہم بھی صف بندی کرنے والے ہیں (۱۶۶) اور یقیناً ہم بھی تسبیح کرتے رہتے ہیں (۱۶۷) اور اگر چہ یہی قریش کہا کرتے تھے کہ (۱۶۸) کاش اگر ہمارے پاس وہ ذکر ہوتا جو اوّلینؑ لوگوں سے چلا آ رہا تھا تو (۱۶۹) ہم بھی اللہ کے مخلص بندے بن گئے ہوتے (۱۷۰) چنانچہ اس ذکرؐ کے آجانے کے بعد ان قریشیوں نے اس کی حقیقت کو چھپانا شروع کر دیا لہٰذا بہت جلد انہیں علم ہو جائے گا (۱۷۱)

"نہیں نہیں اے محمدؐ تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں ،پھر جب تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سربسر تسلیم کرلیں" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۶۸۔۳۶۹)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۶۵﴾ النساء

علامہ کی تشریح کا خلاصہ یہ ہے: "اس آیت کا حکم صرف حضورؐ کی زندگی تک محدود نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے لئے ہے....وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن سند ہے اور اس سند کو ماننے یا نہ ماننے ہی پر آدمی کے مومن ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ ہے" (ایضا صفحہ ۳۶۹) علامہ نے مان لیا ہے کہ عہد رسولؐ میں علامہ کے مسلمہ ایسے مسلمان موجود تھے جن کے ملول و خفا ہو جانے کے خطرے کو دور کرنے کے لئے حضورؐ (معاذاللہ) قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ ہم اسی قسم کے مسلمانوں کو قومی مسلمان، قومی مومنین اور اجتہادی مومنین کہتے ہیں اور یہاں علامہ کی تصدیق سے اُن کا وجود عہد رسولؐ میں ثابت ہے۔ تیسری بات یہ بھی دیکھ ہی لیں کہ معنی کی گفتگو میں لفظ سَاھَمَ کی اور لفظ قرع کی ذیل میں یہ دیکھا گیا تھا کہ سَاھَمَ کے معنی قرعہ اندازی میں غالب آنا یا جیت جانا ہیں۔ لہٰذا علامہ اینڈ کمپنی نے حضرت یونسؑ کو اپنی طرف سے قرعہ اندازی میں ہار جانے اور سمندر میں پھینکے جانے والا کہہ کر ان کے ساتھ زیادتی کی تھی۔

(۱۰) علامہ اینڈ کمپنی نے جنات کو ملائکہ بنایا اور پھر ملائکہ کو قیامت میں پکڑے جانے والا بنایا۔

قارئین کو چاہئے کہ وہ آیات (۱۶۶ تا ۱۵۹ / ۳۷) کو دوبارہ دیکھیں علامہ نے ہی نہیں بلکہ اکثر مترجمین اور علما نے ان آیات میں ملائکہ کو مراد لیا ہے چنانچہ علامہ کی تشریح اور دلیل ملاحظہ ہو فرماتے ہیں کہ:

"اصل میں ملائکہ کے بجائے اَلْجِنَّۃَ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ لیکن بعض اکابر مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں جن کا لفظ اپنے لغوی مفہوم (پوشیدہ مخلوق) کے لحاظ سے ملائکہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ ملائکہ بھی اصلاً ایک پوشیدہ مخلوق ہی ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۱۲)

مفسرین کی اس خیالی پلاؤ کی بنا پر علامہ نے اس آیت کے ترجمہ میں بھی جنات کی جگہ ملائکہ لکھا ہے یعنی:

"انہوں نے اللہ اور ملائکہ کے درمیان نسب وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا....وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۵۸﴾ الصافات

کا رشتہ بنا رکھا ہے۔ حالانکہ ملائکہ خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ مجرم کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۱۲)

لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَ اِنَّ

واسطے بندوں ہمارے پیغمبروںؑ کے تحقیق وہی ہیں مدد دئے گئے اور تحقیق

جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ وَّ

لشکر ہمارے وہی ہیں غالب پس منہ پھیر لے ان سے ایک مدت تک اور

اَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝ اَفَبِعَذَابِنَا

دیکھ ان کو پس البتہ دیکھ لیویں گے کیا پس ساتھ عذاب ہمارے کے

يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ

جلدی کرتے ہیں پس جس وقت اترے گا انگنائی ان کی میں پس بری ہو گی صبح

الْمُنْذَرِيْنَ ۝ وَ تَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ وَّ اَبْصِرْ فَسَوْفَ

ڈرائے گیؤں کی اور منہ پھیرلے ان سے ایک مدت تک اور دیکھ پس البتہ

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پیغمبرؑ بندوں کے لئے تو ہمارا کلمہ پہلے ہی سبقت لے گیا ہے (۱۷۲) یقیناً وہی پیغمبرؑ نصرت پائے ہوئے ہیں (۱۷۳) اور یقیناً ہماری افواج ہی غالب ہو کر رہنے والی ہیں (۱۷۴) چنانچہ اے رسولؐ تم ان کے خلاف ولایت قائم کرنے میں ایک مدت کا تعین کر دو (۱۷۵) اور ان پر نظر جمائے رہو وہ بھی عنقریب دیکھ لیں گے (۱۷۶) کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کو بلانے میں جلدی کر رہے ہیں؟ (۱۷۷) چنانچہ جس وقت ہمارا عذاب ان کے علاقہ میں اترے گا تو ان متنبہ ہو چکنے والوں پر بہت بُری صبح آئے گی (۱۷۸) اور آپؐ ان کے خلاف ولایت قائم کرنے میں ایک مدت کا تعین کرتے (۱۷۹) اور ان کے اقدامات پر نظر رکھتے رہیں اور وہ بھی جلد ہی آپؐ کا انتظام دیکھ لیں گے

علامہ کا یہ ترجمہ تمام مترجمین کے خلاف ہی نہیں بلکہ اس میں مفہوم کا رخ موڑنے کے لئے اپنے پاس سے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔جس سے جنوں کی جگہ ملائکہ کو لایا گیا اور پھر نہ معلوم کس کو جنات کی جگہ مواخذہ کے لئے فرض کر لیا ہے ۔ یہ بات سمجھنے کے لئے آپ اس آیت کا ترجمہ دوسرے چند مترجمین کے قلم سے دیکھ لیں ۔ اور علامہ کے ترجمہ کو نظر میں رکھیں ۔ اور دیکھیں کوئی بھی جنات کو ملائکہ نہیں بناتا اور سب کے سب جنات کو جواب دہ کہتے ہیں ۔

(۱۰ ۔ الف) علامہ مودودی کے ترجمہ کو تمام اہل سنت ترجمے باطل ثابت کرتے ہیں ۔ چند نمونے دیکھ لیں ۔

(ا) شاہ ولی اللہ کا قدیم ترین فارسی ترجمہ :ومقرر کردند کافران میان خدائے تعالیٰ ومیانِ جنیان خویشی را وہر آئینہ دانستہ اند جنّیان کہ ایشان البتہ حاضر کردگانند" (صافات ۱۵۸ / ۳۷)

شاہ ولی اللہ کی وضاحت : م نمبر ا ۔یعنی برائے حساب و عذاب "(مترجمہ قرآن صفحہ ۶۰۲)

شاہ صاحب کی فارسی کا اردو ترجمہ :" اور کافروں نے اللہ اور جنات کے درمیان رشتہ داری طے کر رکھی ہے اور جنات بلا شبہ جانتے ہیں کہ وہ اللہ کے حضور حاضر کئے جانے والے ہیں یعنی ان سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اور عذاب دیا جائے گا"

(۲) شاہ عبدالقادر کا ترجمہ :" اور ٹھیرایا ہے اس میں اور جنوں میں ناتا اور جنوں کو معلوم ہے کہ وہ پکڑے آتے ہیں"

(ایضا صفحہ ۶۰۲ مشترک ترجمہ)

(۳) اشرف علی تھانوی کا ترجمہ :اور ان لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں (بھی) رشتہ داری قرار دی ہے اور (جس جس کو یہ لوگ خدا کا شریک ٹھیرا رہے ہیں ان کی تو یہ کیفیت ہے کہ ان میں جو) جنات ہیں خود ان کا یہ عقیدہ ہے کہ (ان میں جو کافر ہیں) وہ (عذاب میں) گرفتار ہوں گے "(مترجمہ قرآن صفحہ ۷۲۱)

(۴) شاہ محمد احمد رضا کا ترجمہ :"اور اس میں اور جِنوں میں رشتہ ٹھہرایا اور بے شک جِنوں کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر لائے جائیں گے "(مترجمہ قرآن صفحہ ۶۵۴)

علامہ نے جِنوں کو جہنم میں عذاب کے لئے لایا جانا حاشیہ نمبر ۱۴۴ میں مانا ہے ۔

(۵) قادیانی خلیفہ کا ترجمہ اور تشریح مودودی سے بہتر ہے:"اور یہ لوگ اس کے (یعنی خدا کے) اور جنوں کے درمیان رشتہ تجویز کرتے ہیں ۔ حالانکہ جِن کے نام کی مستحق قوم (بڑے آدمی اور پہاڑوں پر رہنے والے) خوب جانتی ہے

يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾	(۱۸۰) ان کے مجتہدانہ اوصاف سے کہیں بلند و بالا ہے تیرا عزت کا مالک پروردگار
دیکھ لیویں گے پاکی بیان کر اپنے پروردگار عزت والے کی اس چیز سے کہ بیان کرتے ہیں	(۱۸۱) اور تمام پیغمبروں پر سلام بھیجو اور
وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾	(۱۸۲) ہر قسم کی حمدوثنا سارے عالموں
اور سلامتی ہے اوپر پیغمبروں کے اور سب تعریف واسطے اللہ پروردگار عالموں کے ہے	کے پالنے والے کے لئے مخصوص رکھو ۔

کہ وہ بھی (اگر دین حق پر قائم نہ ہوگی تو) اسے بھی عذاب کی کیفیت دکھائی جائے گی "(مترجمہ قرآن صفحہ ۵۹۴)

ان تمام تراجم میں کسی نے جنات کو ملائکہ نہیں کہا اور سب نے باز پرس کے لئے جنّات ہی کو قیامت میں حاضر کئے جانے والا مانا ہے ۔ مگر یہ سب آیات (۱۶۶ تا ۱۶۴ / ۳۷) میں ملائکہ مراد لیتے ہیں ۔جس کے لئے ان کے پاس علامہ مودودی کی بیان کردہ دلیل ہے یعنی الفاظ ٱلصَّآفُّونَ اور ٱلْمُسَبِّحُونَ جن کا جواب اور بطلان تشریح نمبر ایک میں دے چکے ہیں ۔ اور ہمارے نزدیک یہ آیات (۱۶۶۔۱۶۴ / ۳۷) مخلص بندوں سے متعلق ہیں اور یہی احادیث و تفسیر معصومینؑ میں فرمایا گیا ہے۔

(۱۱) تمام رسولوں پر سلام واجب و لازم ہوا ہے اور سب کو آل محمدؐ سے ربط دیا ہے ۔

قارئین نے دیکھا کہ اس سورۂ مبارکہ میں اللہ نے چند ایسے حضرات کا ذکر بھی فرمایا ہے جنہیں نظام اجتہاد کے علما رسوؐل نہیں مانتے اور نہ ان پر کسی کتاب و شریعت کا نزول ہی مانتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ حضرات ایسے نبیؑ تھے جو کسی دوسرے رسوؐل کی کتاب و شریعت پر عمل کراتے اور کرتے تھے ۔ حالانکہ اللہ نے تمام نبیوں پر بھی (بقرہ ۲۱۳ / ۲) کتابوں کا نازل ہونا بتایا ہے اور تمام رسولوں پر بھی (حدید ۲۵ / ۵۷) اور انبیاً و رسل علیہم السلام میں کوئی علمی و تعلیمی فرق کرنے کی ممانعت کی ہے (نساء ۱۵۲۔۱۵۰ / ۴) چنانچہ اس سورۂ میں تمام باطل عقائد کو ختم کر دیا گیا ہے۔ وہ لوگ جو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اس لئے براہ راست سلام نہیں بھیجتے کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے ۔ انہیں اس سورۂ میں تمام سابقہ انبیاً پر سلام بھیج کر ان کے اعمال کو باطل قرار دیا ہے ۔ اور تمام رسولوں کو وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي ٱلْآخِرِينَ ﴿۷۸﴾ الصافات کہہ کر محمدؐ و آل محمدؐ سے مربوط کر دیا ہے ۔ جو تمام رسولوں کی تعلیمات کے نتائج کو مرتب کرنے کے ذمہ دار ہیں ۔ اور جن کی قربانیوں اور جدوجہد سے تعلیمات خداوندی دنیا میں اس طرح پھیلیں کہ اب انہیں نہ بھلایا جا سکتا ہے نہ مٹایا جا سکتا ہے ۔ حقّا کہ بنائے لا الٰہ ھست حسینؑ

(۱۲) مخلص بندوں پر نہ گرفت ہوگی اور نہ وہ نپی تلی جزا اور نعمتیں پائیں گے ۔

قارئین نے اس سورۂ میں بار بار ان حضرات کا ذکر دیکھا ہے جن کو اللہ نے خود مخلص بنایا تھا ۔ اور جن کے لئے اللہ نے ذمہ داری لی ہے کہ وہ شیطانی اغواسے کبھی متاثر نہ ہوں گے ۔(حجر ۴۲ / ۱۵) اور جن کو ابلیس پہلے سے جانتا تھا اور مانتا رہا ہے کہ ان پر اس کے ہتھکنڈے کارگر نہ ہوں گے (حجر ۴۰ / ۱۵) اور جن میں سے ایک بندہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں (یوسف ۲۴ / ۱۲) لہٰذا ایسے بندوں کے لئے اس سورۂ (الصافات) میں بھی یہ فرمایا گیا ہے کہ جس طرح باقی تمام انسانوں کو باز پرس کے لئے حاضر کیا جائے گا (۱۲۷ / ۳۷) اس طرح مخلص بندوں کی حاضری اور محاسبہ نہ ہوگا (إِلَّا عِبَادَ ٱللَّهِ ٱلْمُخْلَصِينَ ﴿۱۲۸﴾ الصافات) اور یہ بھی طے کر دیا گیا ہے کہ جس طرح عوام الناس کو ان کے اعمال کے تناسب سے جزا ملے گی(۴۰ / ۳۷) مخلص بندوں کی جزا لامحدود ہوگی (۴۲ تا ۴۱ / ۳۷) اور یہ بھی کہ اللہ کی وہی صفات اللہ کو منظور ہیں جو یہ حضرات بیان فرمائیں ۔ (۱۶۰ / ۳۷)

(۱۳) آیات (۱۷۴۔۱۷۳ / ۳۷) اور (۱۷۹۔۱۷۸ / ۳۷) میں قیام ولایت علویہ کی پالیسی کا ذکر ہوا ہے ۔

ان آیات کو عموماً رسوؐل اللہ کے غلبہ پر فٹ کیا گیا ہے۔ حالانکہ حضوؐر کے غلبہ سے پہلے قریش اور دیگر مخالفین پر کوئی عذاب نازل نہ ہوا تھا جس کی خبر اس غلبہ سے پہلے دی گئی ہے ۔ (۱۷۷ / ۳۷) جس کے بعد تمام رسولوں کی کامیابی اور نصرت کے طور پر یہ غلبہ ہوگا اور اس کے بعد اسلام کو یا اسلام کے نام لیوا لوگوں کو کوئی ہزیمت و ناکامی نہ ہوگی جب کہ یہ اب تک مغلوب ہیں ۔

سُوْرَةُ صٓ

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ ثَمَانٌ وَّ ثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّ خَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ص مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھاسی (۸۸) آیتیں اور پانچ رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝١ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ

قسم ہے قرآن نصیحت کرنے والے کی بلکہ وہ لوگ کہ کافر ہوئے ہیں بیچ

عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ۝٢ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ

غلبے کے ہیں اور خلاف کے کتنے ہلاک کئے ہم نے پہلے ان سے قرنوں سے

فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝٣ وَ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ

پس پکارتے پھرے اور نہیں تھا وقت خلاص کا اور تعجب کیا یہ کہ آیا ان کے پاس

مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝٤ اَجَعَلَ

ڈرانے والا انہیں میں سے اور کہا کافروں نے یہ جادو گر ہے جھوٹا کیا کر دیا اس نے

الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝٥

سب معبودوں کو معبود ایک تحقیق یہ ایک چیز ہے بہت تعجب کی

(۱) الذکرؐ والے قرآن کی قسم ہے کہ مجسمۂ صداقت (ص) محمدؐ حق پیش کر رہا ہے (۲) مگر جو لوگ حق کو چھپانا چاہتے ہیں وہ اپنی مصنوعی عزت بحال رکھنے کے لئے عوام میں توڑ پھوڑ اور تفرقہ پھیلا رہے ہیں۔ (۳) ہم نے قریش سے پہلے ایسی بہت سی قوموں اور تہذیبوں کو برباد کیا اور جب ان کی شامت آئی تو وہ فریاد کرتے چیختے پھرے مگر وہ خلاصی پانے کا وقت نہیں تھا (۴) انہیں اس پر تعجب ہے کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک تنبیہہ کرنے والا آ گیا اور حق پوش گروہ نے کہہ دیا کہ یہ تو ایک جھوٹا اور جادو گر شخص ہے (۵) کیا اس نے تمام ہی خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے؟ یہ تو بہت حیرت انگیز چیز ہے ۔

تشریحات سورۂ ص:

(۱) آیت (۱ / ۳۸) میں آنحضرتؐ کے دو القاب کو سامنے لایا گیا ہے ۔

اس سورۂ مبارکہ کا نام حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام پر رکھا گیا ہے ۔ لفظ ص کے لئے قدیم مفسرین کی زبانی علامہ نے لکھا ہے کہ :

"ابن عباس اور ضحاک کا یہ قول بھی کچھ دل کو لگتا ہے کہ اس سے مراد "صَادِقٌ فِيْ قَوْلِهٖ یا صَدَقَ محمدٌ" یعنی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں جو کچھ کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں" (تفہیم القرآن جلد القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۱۹)

(۲) آیات (۷ تا ۲ / ۳۸) قریشی مُلّا اور مذہبی راہنما اپنی بالا دستی اور تقدس کا تحفظ کرتے ہیں ۔

حضورؐ کا دوسرا لقب الذکر مشہور و معروف ہے ۔ یہاں یہ یاد کریں کہ آل محمدؐ کو اہلؑ الذکرؐ فرمایا جاتا رہا ہے لہٰذا اُسی انداز اور اسی مقام کو ذی الذکر کہہ کر قرآن کو بھی اہل ذکر قرار دے دیا گیا ہے یعنی آنحضرتؐ جس طرح اہلؑ بیت سے منسوب ہیں اسی طرح قرآن سے بھی منسوب ہیں اور یہ دوسرا ثبوت ہے قرآن و اہل بیتؑ کے حلیف و ردیف ہونے کا ۔

یعنی اگر آپ کو تعلیمات محمدؐیہ کا ہمہ گیر و خاموش ریکارڈ درکار ہے تو قرآن کریم اس کا حامل ہے ۔ اور اگر آپ کو تعلیمات محمدؐیہ کا بولتا چالتا عملی و لامحدود ریکارڈ مطلوب ہے تو علیؑ اور آئمہ معصومین علیہم السلام بذات خود تمام محمدؐ ہیں۔ اور اسی

وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰٓى

اور چلے سردار ان میں سے کہتے ہوئے یہ کہ چلو اور صبر کرو اوپر

اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۚۖ ۝۶ مَا سَمِعْنَا

معبودوں اپنے کے تحقیق یہ ایک چیز ہے کہ ارادہ کی جاتی ہے۔ نہیں سنی ہم نے

بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۚۖ ۝۷ ءَاُنْزِلَ

یہ بات بیچ دین پچھلے کے نہیں ہے یہ مگر جی اپنے سے بنا لینا کیا اتارا گیا

عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ

اوپر اس کے ذکر درمیان ہمارے سے بلکہ وہ بیچ شک کے ہیں یاد میری سے بلکہ

لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ؕ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ

نہیں چکھا انہوں نے عذاب میرا کیا نزدیک ان کے ہیں خزانے رحمت

(۶) اور قریشی مُلّا یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ چلو اپنے معبودوں پر قناعت اور صبر کرو یہ بات تو کسی خاص منصوبے کو چلانے کے ارادے سے کہی گئی ہے۔ (۷) ہم نے اس انداز میں آخری ملت کی تبلیغ میں بھی کوئی بات نہیں سنی تھی۔ یہ تو سب کچھ ایک جدید تخلیق کے علاوہ کچھ اور ہے ہی نہیں (۸) کیا ہم میں سے وہی اس قابل تھا کہ اس پر اَلذّکرؑ اتارا جائے۔ یہ آپ کے مقام پر اعتراض نہیں بلکہ یہ تو میرے الذکرؑ کی پوزیشن میں مشکوک ہیں بلکہ یہ کہو کہ انہوں نے ابھی میرے عذاب کی جھلک نہیں دیکھی ہے (۹) کیا تیرے پروردگار اور عطیات دینے والے غالب کے رحمت کے خزانے قریشیوں کے

لئے فرمایا گیا تھا کہ میں تم میں ثقلین چھوڑرہا ہوں اگر تم نے ان دونوں سے تمسک برقرار رکھا تو ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں ہر حال میں ہروقت ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ رہیں گے یہاں تک کہ پوری نوع انسان کو محشر کے حوالے کرکے میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔

ان چھ آیات (۷ تا ۲ / ۳۸) میں وہ ابتدائی صورت حال سامنے رکھی گئی ہے۔ جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمام سرداران قوم اور مقدس بابانِ قریش اور دانشورانِ مکہ کو جمع کیا تھا۔ اور اتمام حجت کے لئے اپنی خلافت و حکومت و وزارت و اخوت و وصایت و جانشینی کے لئے ان میں سے ایک شخص مانگا تھا۔ اور یہ کہا تھا کہ تم میں سے کون ہے جو میرا خلیفہ، میرا وزیر، اور میرا وصی بن کر میری تائید و مدد کرے؟ اس واقعہ کو قومی تاریخ نے دعوت ذوی العشیرہ کا نام دیا ہے۔ اور تسلیم کیا ہے کہ اس دعوت ذوی العشیرہ کے دن تک ابوبکروغیرہ مسلمان ہو چکے تھے۔ اور یہ کہ مسلمانوں کی کل تعداد چالیس سے زیادہ تھی۔ لیکن حضوؐر کا خلیفہ، وزیر اور بھائی بننے کے لئے نہ ابوبکر تیار ہوئے نہ کوئی اور ہی حضوؐر کا بھائی، وصی، وزیر اور خلیفہ بننے کو تیار ہوا۔ اس لئے کہ اس وقت کسی کو یہ وہم تک بھی نہ ہو سکتا تھا کہ آنحضرتؐ ایک روز سارے عرب کے مطلق العنان حاکم ہو جائیں گے۔ اور انہیں اس مہم میں وزیر ومشیر و جانشین وخلیفہ کی ضرورت پڑے گی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کوئی اتنا بھی نہ سمجھ سکتا تھا کہ ساری دنیا کے آدمیوں کی طرح حضوؐر کو بھی ایک بھائی کی ضرورت تو ہر حال میں پڑ ہی سکتی ہے۔ اور موت کے وقت وصیت بھی ہر آدمی کیا کرتا ہے۔ تو کیا ابوبکر اتنا بھی نہیں کرسکتے تھے کہ آگے بڑھتے اور کہتے کہ جناب میں خلافت وِلافت اور وزارت وغیرہ کا قائل تو نہیں ہوں لیکن آپؐ کا دست و بازو بھائی اور وصی بننے کو حاضر ہوں؟ قارئین وہی دن تھا جس کی وجہ سے آنحضرتؐ نے مدینہ کی بھائی چارے والی اسکیم میں بھی ابوبکر کو اپنابھائی نہ بنایا تھا۔ بلکہ اس کا بھائی بنایا جس نے اس کی عاقبت کو تباہ کر دیا اور وہ بروز قیامت پچھتا پچھتا کربڑا عبرت خیز بیان دیں گے (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵)

(۲۔ الف) محمدؐ وعلیؑ دنیا کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔

بہرحال جس وقت سرکاؐر دو عالم نے حاضرین سے ایک شخص طلب کیا اس وقت کے لئے شبلی کا ایک بہت محتاط اور پر تکلف جملہ سن لیں فرماتے ہیں کہ: ”تمام مجلس میں سناٹا چھاگیا۔ دفعتہً حضرت علیؑ نے اُٹھ کر کہا گو مجھ کو آشوب چشم ہے، گو میری ٹانگیں پتلی ہیں اور گو میں سب سے نوعمر ہوں تاہم میں آپؐ کا ساتھ دوں گا“ قریش کے لئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا

رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۚ﴿۹﴾ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

پروردگار تیرے غالب بخشنے والے کے کیا واسطے ان کے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور

الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۟ فَلْيَرْتَقُوْا فِي

زمین کی اور جوکچھ درمیان ان کے ہے پس چاہیئے کہ چڑھ جاویں بیچ

الْاَسْبَابِ ﴿۱۰﴾ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ

رسیوں آسمان کی لشکر بڑے بڑے اس جگہ شکست پاگئے فرقوں میں سے جھٹلایا تھا

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۙ﴿۱۲﴾ وَ ثَمُوْدُ

پہلے ان سے قوم نوحؑ کی نے اور عاد نے اور فرعون میخوں والے نے اور ثمود نے

قابو یا ٹھیکے میں ہیں (۱۰) کیا یہ قریش اور ان کے مُلّا زمین اور آسمانوں کے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کے مالک ہیں؟ اچھا تو انہیں چاہئے کہ وہ ارتقاء کے تمام سامان کو جمع کرکے دکھائیں (۱۱) یہ قریشی لشکر تو ایسی فوج ہے جو تمام اقوام اور گروہوں کی پشت پناہی کے باوجود یہیں اسی جگہ مکہ میں شکست کھائے گی (۱۲) ان سے پہلے بھی نوحؑ کی قوم اور عاد اور میخوں والا فرعون جھٹلا چکے ہیں (۱۳) اور قوم ثمود بھی

کہ دو شخص (جن میں ایک سیزدہ (۱۳) سالہ نوجوان ہے) دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں "(سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۲۱۱)
اس کے بعد آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمام حاضرین کو پہلا حکم دیا کہ :
"یہ علیؑ میرا بھائی میرا وصی میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہے تم پر لازم ہے کہ تم علیؑ کی بات سنو اور تعمیل کرو" (تمام مستند تواریخ)
حضورؐ کا یہی پہلا اسلامی حکم تھا جس پر قریشی سردار اور مقدس مآب مُلّا اُٹھ کر چل دیئے (۷۔۷ / ۳۸) اور جناب ابو طالب علیہ السلام سے طنزاً کہا کہ اب سے "تم اپنے بیٹے کے ماتحت ہو اس کی اطاعت کیا کرنا۔"

(۲۔ب) قریشی مولویوں کے لئے حضورؐ کا وہ کھلا حکم جو پہلے کسی نبیؑ نے نہیں دیا تھا۔

قارئین نوٹ کریں کہ قریشی مُلّاؤں کا یہ کہنا کہ :"پچھلی ملت میں ایسی کوئی بات ہم نے نہیں سنی تھی" یہی بات تھی کہ سرکار دو عالم کے مندرجہ بالا حکم میں تمام چھوٹے بڑے علیؑ کے ماتحت کر دیئے گئے یہاں تک کہ خود والد کا استثناء بھی اس حکم میں نہیں تھا۔ قریش کو سابقہ تمام مِلّتوں کے قوانین و احکام معلوم تھے۔ وہ جانتے تھے کہ نبیؑ کے ماتحتی میں ماں، باپ اور تمام بزرگ آتے ہیں۔ مگر اس حکم میں حضورؐ نے علیؑ کو بھی وہی مقام دے دیا تھا جو نبیؑ کے لئے مخصوص سمجھا گیا ہے یعنی اس تازہ نبیؑ کا بھائی، وصی، وزیر اور خلیفہ بھی ایک مطلق العنان اور ہمہ گیر حاکم ہے جس کی اطاعت ہر شخص پر حتّٰی کہ خود ماں باپ پر بھی واجب ہے۔ حکم کے اس پس منظر کو سامنے رکھ کر قریشی علما و دانشوروں نے کہا تھا کہ : اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ﴿۶﴾ صٓ
"اس چیز میں بڑا دور رس ارادہ (منصوبۂ حکمرانی) جھلک رہا ہے" اور اسی وقت اسی دن رسوؐل کی نام نہاد قوم قریش نے طے کر لیا تھا کہ ہم کسی صورت میں بھی حکومت و وزارت و خلافت کو خانوادۂ رسوؐل میں نہ جانے دیں گے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اور اسی دن یہ طے ہو گیا تھا کہ اس نبوت و حکومت و خلافت کی اسکیم کی جان توڑ مزاحمت لازم ہے پورے عرب اور تمام اقوام و قبائل کو مجتمع کر کے محمدؐ اور بنی ہاشم اور ان کے طرفداروں کو کچل دیا جائے گا۔ اسی فیصلے کے خلاف اللہ نے فرمایا ہے کہ تمہیں اور تمہارے حلیفوں کی افواج کو یہیں اسی شہر مکہ میں کمر توڑ شکست دی جائے گی (۱۱ / ۳۸) اور تمہاری جنگی قوت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا جائے گا۔اور تمہاری یہ مصنوعی عزت خاک میں ملا دی جائے گی جس کو برقرار رکھنے کے لئے تم پبلک کے اتحاد کو پارہ پارہ رکھنے کی پالیسی پر چلتے ہو (۲ / ۳۸) اور اس نبوت اور نبیؑ کو برحق جانتے ہوئے بھی اس حقیقت کو چھپا دینا چاہتے ہو۔ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾ صٓ

(۲۔ج) علامہ مودودی پہلو بچا بچا کر مانتے ہیں کہ یہ سورۂ قیامِ حکومت و ولایت و خلافت سے متعلق ہے۔

چونکہ علیؑ مرتضی علیہ الصلوۃ والسلام کی حکومت قریش کو اور قریش کے ہم مذہبوں کو روز اوّل سے منظور نہ تھی اور انہوں

وَ قَوۡمُ لُوۡطٍ وَّ اَصۡحٰبُ لۡـَٔیۡکَۃِ ؕ اُولٰٓئِکَ الۡاَحۡزَابُ ﴿۱۳﴾

اور قوم لوطؑ کی نے اور رہنے والے بن کے نے یہ لوگ تھے بڑی بڑی جماعتیں

اِنۡ کُلٌّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ ع

نہیں تھے یہ سب مگر جھٹلاتے تھے پیغمبروںؑ کو پس ثابت ہوا ان پر عذاب میرا

وَ مَا یَنۡظُرُ ھٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً مَّا لَھَا مِنۡ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾

اور نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر ایک آواز تند کا کہ نہیں اس کو کچھ ڈھیل

لوطؑ کی قوم بھی اور بیابانوں کے باشندے وہ جماعتیں اور گروہ تھے جنہوں نے رسولوںؑ کی مخالفت کی تھی (۱۴) ان سب نے ہی رسوؑلوں کو جھٹلایا تھا چنانچہ ان پر میرا عذاب حق بجانب ہوگیا تھا (۱۵) قریش بھی بس ایک دھماکے کے منتظر ہیں جس کے بعد کسی دوسرے دھماکے کی ضرورت نہ ہوگی

نے اپنا دین و دنیا تباہ کر کے علیؑ کی حکومت کو غصب کیا تھا۔ اس لئے انکا قومی ومذہبی فریضہ ہے کہ وہ کوئی ایسی بات منہ اور قلم سے نہ نکالیں جس سے علیؑ کا خلیفہ بلا فصل ہونا ظاہر ہو جائے اس لئے انہیں مسلّمات کے بیان کرنے میں بھی بڑے چکر کاٹنا اور تکلفات کرنا پڑتے ہیں۔ وہ کسی دینی یا تاریخی بات کو قلم برداشتہ نہ لکھتے ہیں نہ ثابت کرسکتے ہیں۔ انہیں قوم کی گھڑی ہوئی روایات اور افسانوں کی بیساکھیاں لگائے بغیر دو قدم بھی چلنا نصیب نہیں ہوتا۔ بہر حال آپ علامہ کے بیانات میں سے وہ باتیں دیکھ لیں جو انہوں نے قلم سے لکھ دی ہیں۔

(۱) سورۂ صٓ کا نزول اعلان وزارت وخلافت مرتضوی پر ہوا اور قریش میں ہل چل مچی: زمانہ نزول"جیسا کہ آگے چل کر بتایا جائے گا بعض روایات کی رو سے یہ سورۃ اس زمانہ میں نازل ہوئی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں اعلانیہ دعوت کا آغاز کیا تھا۔ اور قریش کے سرداروں میں اس پر کھلبلی مچ گئی تھی۔ اس لحاظ سے اس کا زمانہ نزول تقریباً نبوت کا چوتھا سال قرار پاتا ہے" (تفہیم القرآن جلد القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۱۶)

اس بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں اوّل یہ کہ یہ سورۂ صٓ حضوؐر کی اعلانیہ دعوت پر نازل ہوئی اور اس میں وہ حالات ہیں جو قریش سے رد عمل کے طور پر ظاہر ہوئے دوم یہ کہ تین سال میں سینکڑوں لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور ابو بکر ان میں سے ایک ہیرو تھے جو اس دعوت کے وقت موجود تھے اور سنئے :

(۲) یہ دعوت ابوطالبؑ کے بالمواجہ دی گئی اور قریش نے ابوطالبؑ کو مخاطب کیا تھا۔ (۲) "ابن سعد کی روایت کے مطابق یہ ابوطالبؑ کے مرض وفات کا نہیں بلکہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضوؐر نے دعوت عام کی ابتدا کی تھی اور مکہ میں پے در پے یہ خبریں پھیلنی شروع ہوگئی تھیں کہ آج فلاں آدمی مسلمان ہوا اور کل فلاں۔ اس وقت سردارانِ قریش یکے بعد دیگرے کئی وفد ابو طالبؑ کے پاس لے کر پہنچے تھے تاکہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تبلیغ سے روک دیں اور ان ہی وفود میں سے ایک وفد کے ساتھ یہ گفتگو ہوئی تھی"(تفہیم القرآن جلد القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۱۷)

علامہ تویہاں یہ ذکر نہ کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو حضوؐر نے اپنا وزیر و خلیفہ بنایا تھا اس لئے کہ ان آیات کی تشریح میں وہ پہلو بچا سکتے ہیں اور وہ کہہ چکے ہیں کہ :

(۳) علامہ کا اہم مباحث کو ٹالنے کا ارادہ : "حواشی میں میری انتہائی کوشش یہ رہی ہے کہ کوئی ایسی بحث نہ چھیڑی جائے جو ناظر کی توجہ قرآن سے ہٹا کر کسی دوسری چیز کی طرف پھیر دے"(تفہیم القرآن جلد القرآن جلد اوّل دیباچہ صفحہ ۱۱) یہ تھی وہ ترکیب جس سے علامہ ہر اس گفتگو کو ٹالتے چلے گئے جو حکومت الٰہیہ اور علیؑ کو درمیان میں لا کھڑا کرے لیکن علامہ ہر اس غلط بحث کو چھیڑتے رہے اور کئی کئی صفحات کالے کرتے رہے جو ان کے مسلک کو تقویت پہنچاتے تھے۔ مثلاً اسی سورۂ صٓ کی ذیل میں وہ ابو بکر وعمر کو ہیرو بنانے کے لئے ایک ایسی گفتگو کرتے ہیں اور خوب زور دے کر

وَ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ

اور کہا انہوں نے اے پروردگار ہمارے جلد دے ہم کو چٹھی ہماری پہلے دن

الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا

حساب کے سے صبر کر اوپر اس چیز کے کہ کہتے ہیں اور یاد کر بندے ہمارے

دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا

داوٗدؑ صاحب قوت کو تحقیق وہ رجوع کرنے والا تھا تحقیق مسخر کیا ہم نے

الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَ الطَّيْرَ

پہاڑوں کو ساتھ اس کے کہ تسبیح کہتے تھے سورج ڈھلے اور سورج نکلے اور جانور

مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَ شَدَدْنَا

اکٹھے ہوئے ہر ایک واسطے اس کے جواب دینے والے تھے اور زبردست کی ہم نے

مُلْكَهٗ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَ هَلْ اَتٰىكَ

سلطنت اس کی اور دی ہم نے اس کو حکمت اور فیصل کرنے والی بات اور کیا آئی ہے

نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾

تیرے پاس خبر جھگڑنے والوں کی جس وقت کہ دیوار پر چڑھ کر آئے عبادت خانے میں

وقف لازم

(۱۶) اور یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب یوم الحساب سے پہلے ہی ہمارا لیکھا جوکھا ہمارے سامنے رکھ دے۔ (۱۷) اے نبیؐ آپ ان کی تمام باتوں اور اسکیموں پر صبر سے اپنا کام کرتے جاؤ اور ہمارے ہر وقت رجوع رکھنے والے بندے داوٗدؑ کی مثال کو اپنے سامنے رکھو اور دیکھو کہ قدرت والے ہاتھ دیئے گئے تھے (۱۸) اور ہم نے پہاڑوں تک کو اس کے تابع کر دیا تھا جو صبح شام داوٗدؑ کے ساتھ مل کر ہمہ گیری میں تعاون کرتے تھے (۱۹) اور تمام پرندے سمٹ کر جمع ہو جایا کرتے تھے اور وہ سب داوٗدؑ کی طرف رجوع رہتے تھے (۲۰) اور ہم نے داوٗدؑ کی حکومت کو خوب مضبوط و شدید کر دیا تھا اور اسے ہم نے حکمت اور صحیح فیصلہ کا علم عطا کیا ہوا تھا (۲۱) اور کیا اے نبیؐ آپ کو ان دو جھگڑنے والوں کی اطلاع ہے جو اچانک حملہ آوروں کی طرح ان کے کمرہ عدالت میں گھس آئے تھے

کرتے ہیں۔

(۴) علامہ ابوبکر و عمر کو ہیرو بنانے کے لئے غلط اور بلا ماخذ بحث میں الجھے ہیں۔ اس گفتگو کے لئے خود مانتے ہیں کہ اس گفتگو کی کوئی سند اور کوئی ماخذ ان کو نہیں مل سکا ہے۔ سنئے اور دیکھئے کہ قومی مفسرین بے اصل بے بنیاد باتیں کرتے رہے ہیں۔ ”زمخشری، رازی، نیشاپوری اور بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں یہ وفد ابوطالبؑ کے پاس اس وقت گیا تھا جب حضرت عمر کے ایمان لانے پر سردارانِ قریش بوکھلا گئے تھے۔ لیکن کتب روایات میں سے کسی میں اس کا حوالہ ہمیں نہیں مل سکا ہے اور نہ ان مفسرین نے اپنے ماخذ کا حوالہ دیا ہے۔ تاہم اگر یہ صحیح ہو تو یہ ہے سمجھ میں آنے والی بات۔ اس لئے کفار قریش پہلے ہی یہ دیکھ کر گھبرائے ہوئے تھے کہ اسلام کی دعوت لے کر ان کے درمیان سے ایک ایسا شخص اٹھا ہے جو اپنی شرافت، بے داغ سیرت اور دانائی و سنجیدگی کے اعتبار سے ساری قوم میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اور پھر اس کا دست راست ابوبکر جیسا آدمی ہے جسے مکے اور اس کے اطراف کا بچہ بچہ ایک نہایت شریف، راستباز اور ذکی انسان کی حیثیت سے جانتا ہے۔ اب جو انہوں نے دیکھا ہو گا کہ عمر بن الخطاب جیسا جری اور صاحب عزم آدمی بھی ان دونوں سے جا ملا ہے تو یقیناً انہیں محسوس ہوا ہو گا کہ خطرہ حدّ برداشت سے گزرتا جا رہا ہے“(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۱۷)

(۵) ابوبکر نے حضورؐ کا خلیفہ اور وزیر نہ بن کر کفار کی حمایت کی تھی۔ قارئین اس کے بیان کے بعد یہ طے ہو جانا چاہئے کہ علامہ اینڈ کمپنی کے علماء مفسرین و مترجمین و مورخین بے اصل، بے بنیاد اور بلا ماخذ افسانے لکھ کر ابوبکر و عمر کو ہیرو بنانے میں مصروف رہے ہیں اور یہ کہ ان کی تفسیر و ترجمے اور تاریخ ہرگز قابل اعتماد نہیں ہے۔ بہرحال ہم کہتے ہیں کہ ابوبکر چونکہ مخالف محاذ کی طرف سے متعین مسلمان تھے۔ اس لئے انہوں نے کفار کی اجازت کے بغیر اس پہلی دعوت ذوی العشیرہ میں حضورؐ کی درخواست کے

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ

جس وقت داخل ہوئے اوپر داوٗدؑ کے پس ڈرا ان سے کہا انہوں نے مت ڈر ہم ہیں دو جھگڑنے

بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ

والے زیادتی کی ہے بعضے ہمارے نے اوپر بعض کے پس حکم کر درمیان ہمارے ساتھ حق کے

وَ لَا تُشْطِطْ وَ اهْدِنَاۤ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِیْ ۘ

اور مت زیادتی کر اور راہ دکھا ہم کو طرف راہ سیدھی کی تحقیق یہ ہے بھائی میرا

لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۘ فَقَالَ

واسطے اس کے ہیں ننانویں دُنبیاں اور واسطے میرے ہے ایک دُنبی پس کہا اس نے مجھ کو

(۲۲) اور جب داوٗدؑ نے انہیں گھستے دیکھا تو گھبرا گئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ڈرنے کی بات نہیں ہم تو اپنے مقدمہ کے فیصلے کے لئے آئے ہیں۔ ہم دونوں میں جو زیادتی پر ہو اس کا فیصلہ بلا کمی زیادتی کر دیں اور ہماری موزوں طرز عمل کی طرف ہدایت کر دیں (۲۳) بات یہ ہے کہ یہ بھی میرا دینی بھائی ہے اور اس کے پاس ننانوے (۹۹) دُنبیاں ہیں۔ جب کہ میرے پاس ایک ہی ہے۔ چنانچہ اس کا کہنا یہ ہے کہ

باوجود آپؐ کا بھائی، وصی اور وزیر و خلیفہ بننے سے گریز کیا تھا۔ اور جب مخالف محاذ نے حکومت پر قبضہ کرلینے کی پالیسی اختیار کی تو رسوؐل کی حکومت غصب کرنے اور آلؑ محمدؐ کو حکومت سے محروم کرنے کے لئے اپنے تمام وسائل استعمال کئے تھے۔ رہ گیا ابو بکرو عمر کا قصیدہ وہ اس قدر ہے کہ قریش میں یہ نہایت ادنیٰ اور گھٹیا درجے کے مجہول وغیر معروف لوگ تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد یہ کفار مکہ کی پناہ میں تھے یعنی ان کا اپنا کوئی مقام واثر قوم پر نہ تھا۔ یہ شرافت و جرأت وغیرہ کے افسانے حکومتوں نے بعد میں گھڑوائے تھے۔ جن کی اصل و بنیاد نہیں ہے ان دونوں حضرات کے حالات قبل از اسلام پڑھنے سے ہمارے ہر ہر لفظ کی تصدیق ہو جائے گی۔

(۶) علامہ نے مانا ہے کہ قریشی لیڈر رسوؐل کی حکومت و علیؑ کی خلافت نہ چاہتے تھے۔ اب یہ بھی دیکھ لیں کہ اس دعوت ذوی العشیرہ میں آنحضرتؐ پر یہ الزام عائد کر دیا گیا تھا کہ یہ شخص اپنی حکومت قائم کر کے ہم پر تسلط چاہتا ہے اور قریش کے لیڈر اور مقدس مآب مُلّا ابوطالبؑ کی مجلس سے وہی کچھ کہتے ہوئے چلتے بنے جو آیت (۶ / ۳۸) میں اللہ نے بتایا ہے علامہ کا حاشیہ یوں ہے۔

اوّل: ” وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ ۔ اشارہ ہے ان سرداروں کی طرف جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر ابوطالب کی مجلس سے اٹھ گئے تھے “ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۲۰)

دوم: ”ان کا مطلب یہ تھا کہ اس دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے۔ (اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ) دراصل یہ دعوت اس غرض سے دی جارہی ہے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابع فرمان ہو جائیں اور یہ ہم پر اپنا حکم چلائیں “(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۲۱) یہاں تک یہ بات واضح ہو گئی کہ سورۂ صٓ کی آیات (۸ تا ۱ / ۳۸) میں آنحضرتؐ نے اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے قریش سے تعاون چاہا ان سے وزیر و خلیفہ بن جانے کی اپیل کی انہوں نے نامنظور کر دی اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنا وزیر اور خلیفہ بنا دیا گیا

(۲۔ د) آیات (۲۲ تا ۸ / ۳۸) میں اس حکومت کا ذکر ہے جو ساری کائنات پر قائم ہو گی۔

اور ساتھ ہی یہ فرما دیا گیا کہ: ”قریش یا کسی اور قوم کو اللہ کی ہمہ گیر اور مطلق العنان رحمت و عنایات میں دخل دینے کا حق نہیں۔ نہ انہیں یہ قدرت ہے کہ ہماری کائناتی حکومت میں ٹانگ اڑائیں ہم مختار ہیں کہ اس حکومت کی جانشینی جس کو چاہیں عطا کریں اور اگر وہ تمہاری حکومت کو روک سکتے ہیں تو وہ تمام سامان برسر مقابلہ لے آئیں جو ان کے اختیار میں ہوں ہم دکھائیں گے کہ وہ اب بھی اپنی تمام افواج سمیت اسی جگہ شکست کھائیں گے جیسا کہ فرعون اور دوسری اقوام نے ہزیمت اٹھائی تھی اور اس روز بھی صرف ایک دھماکے میں تباہ ہو جائیں گے جس دن ہم اتمام حجت ختم کریں گے چنانچہ ان کی اسکیموں کے خلاف تم صبر و تحمل کی اسکیم جاری کردو اور دیکھو کہ ہم تمہیں داوٗدؑ و سلیمانؑ کی طرح ہمہ گیرو کائناتی حکومت دیں گے۔ چرند و پرند تمام مطیع و فرمانبردار ہوں گے۔ داوٗد اگر ہاتھوں والا تھا تو تم یدؑاللہ والے یعنی اللہ کے ہاتھوں سے کام لینے والے ہو گے۔ (۲۰۔۸ / ۳۸)

اکۡفِلۡنِیۡہَا وَ عَزَّنِیۡ فِی الۡخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدۡ

سونپ دے وہ بھی اور غلبہ کیا مجھ پر بیچ بات کے کہا حضرت داؤدؑ نے کہ

ظَلَمَکَ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِکَ اِلٰی نِعَاجِہٖ ؕ وَ

ظلم کیا اس نے تجھ پر ساتھ مانگ لینے دُنبی تیری کے طرف دُنبیوں اپنی کی اور

اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡخُلَطَآءِ لَیَبۡغِیۡ بَعۡضُہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ اِلَّا

تحقیق بہت شرکت والے زیادتی کرتے ہیں بعضے ان کے اوپر بعض کے مگر

الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِیۡلٌ مَّا ہُمۡ ؕ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ

جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے اور کم ہیں وہ اور جانا داؤدؑ نے

اَنَّمَا فَتَنّٰہُ فَاسۡتَغۡفَرَ رَبَّہٗ وَ خَرَّ

کہ کچھ آزمایا ہے ہم نے اس کو پس بخشش مانگی رب اپنے سے اور گر پڑا

رَاکِعًا وَّ اَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرۡنَا لَہٗ ذٰلِکَ ؕ وَ اِنَّ

السجدۃ ۱۰

عاجزی کرتا ہوا اور رجوع کیا بحق پس بخشا ہم نے واسطے اس کے یہ اور تحقیق

لَہٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰی وَ حُسۡنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

واسطے اس کے نزدیک ہمارے مرتبہ ہے نزدیکی کا اور اچھی جگہ پھر جانے کی

اس ایک دنبی کو بھی میری کفالت میں دے دے اور اس سلسلے میں اس نے مجھے دلائل دے کر لاجواب کر دیا ہے۔ (۲۴) داؤدؑ نے مدعی سے کہا کہ اس نے تجھ سے تیری دُنبی کو اپنی کفالت میں لینے اور اپنی دُنبیوں کے ساتھ تیری دُنبی کا کفیل بننے کی تجویز سے تجھ سے غیر مناسب سلوک کیا ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر مل جل کر رہنے والے لوگوں میں بعض لوگ بعضوں سے ایسی زیادتی کر گزرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان و اعمال صالحہ ہی کے پابند ہوں جو عموماً تعداد میں کم ہوا کرتے ہیں ۔ یہ کہتے کہتے داؤدؑ کو محسوس ہوا کہ شاید ہم نے اس مقدمہ میں اس کا امتحان لیا ہے چنانچہ انہوں نے اپنے پروردگار کے حضور میں اظہار عجز و نیاز کرتے ہوئے مزید تحفظ طلب کیا اور نیابت کی درخواست کی (۲۵) چنانچہ ہم نے انہیں مزید تحفظ عطا کیا تاکہ وہ ایسے فیصلوں میں قوت پائے اور یقیناً یوں بھی اسے ہماری قربت اور بہترین مقام حاصل تھا

(۳) قریش اور اہل مکہ آیت (۱۶ / ۳۸) کی رو سے منکر اسلام نہیں اجتہادی مومن تھے۔

قارئین اس آیت (۱۶ / ۳۸) میں دیکھیں کہ رسولؐ کے مخاطب لوگ ایسے ہی مسلمان تھے جیسے بعدِ رسولؐ اجتہاد کے ماتحت رہنے والے مسلمان تیار ہوئے تھے اور جن کی آج بھی کثرت ہے وہ لوگ بھی سب کچھ مانتے تھے مگر وہ ، آج کل کی کثرت کی طرح ہر اس مسئلہ کا انکار کرتے تھے جس میں انہیں علی مرتضٰی علیہ السلام کی طرفداری ،فضیلت یا حکومت کی بو آجاتی تھی ۔

(۴) آیات (۲۵ تا ۲۱ / ۳۸) کے بیان سے قومی قسم کے علما نے حضرت داؤدؑ کو غلط کار سمجھا ہے ۔

ہم نے بار بار قرآن سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت ثابت کی ہے اور یہ دکھایا ہے کہ جن حضرات کی غیر مشروط اطاعت واجب ہوتی ہے جن کے حکم کی تعمیل میں سوچ بچار کر کے عمل کرنے کی اجازت نہ ہو ان حضرات سے اگر غلطیاں ممکن ہوں تو ان کی بے چوں و چرا اطاعت کرنے والے گمراہ ہونے اور غلطیاں کرنے سے محفوظ نہیں رہ سکتے ۔ اور جب تک دوبارہ اللہ اپنے نبیوںؑ کو ان کی غلطی سے مطلع کرے اور نبیؐ اپنے حکم میں تبدیلی کرے ۔ اور اس تبدیلی کی آخری آدمی تک اطلاع پہنچے اس غلط حکم کی تعمیل کرنے والوں کے گناہ اور جرائم اللہ کو معاف کرنا پڑیں گے اور چند روز کے بعد نبیؐ پھر غلط حکم دے گا لوگ غلط کام کریں گے اللہ پھر وحی سے رسولؐ کو مطلع کرے گا اور اس طرح ہر دفعہ جرائم و گناہ اور غلطیاں انسانوں سے جاری رہیں گے۔ اور نبیؐ کے انتقال کے بعد یہی کچھ ہو گا جو ہوا اور اللہ کو ان تمام فرقوں کو بخشنا پڑے گا جنہیں آج یہی فرقے گمراہ و جہنمی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ تمام فرقے نبیؐ کے احکام میں خطا کا امکان مان کر بے خطا احکام تیار کرنے کے لئے اجتہاد کرتے اور طرح طرح کے فرقوں میں پھیلتے اور اپنی اصلاح کرتے چلے گئے ان سب کی ہر غلطی

(۲۶) ہم نے کہا کہ اے داؤدؑ ہم نے تمہیں روئے زمین پر خلیفہ بنایا ہے لہٰذا تم حقیقت واقعی کے مطابق احکام جاری کرو اور اپنے فیصلوں میں ظاہری تقاضوں کی طرف جھکاؤ اختیار نہ کرو ورنہ یہ طریقہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کر دے گا حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ راہ خداوندی سے گمراہ ہو جاتے ہیں اس کے نتیجے میں ان کے لئے اس واسطے شدید ترین عذاب ہے کہ انہوں نے حساب و مواخذہ کے دن کو بھلائے رکھا۔
(۲۷) اور ہم نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے خواہ مخواہ باطل و بے فائدہ پیدا نہیں کیا ہے۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ
اے داؤدؑ تحقیق ہم نے کیاہے تجھ کو نائب بیچ زمین کے پس حکم کر درمیان
النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ
لوگوں کے ساتھ حق کے اور مت پیروی کر خواہش نفس کی پس گمراہ کر دیوے
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
گی تجھ کو راہ خدا کی سے تحقیق جو لوگ کہ گمراہ ہوجاتے ہیں راہ خدا کی سے
لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ وَ مَا
واسطے ان کے عذاب ہے سخت بسبب اس کے کہ وہ بھول گئے دن حساب کا اور نہیں
خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ
پیدا کیا ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے بے فائدہ

کو معاف کرنا اور انہیں بخشنا پڑے گا اور یہ بہت ہی افسوس ناک صورت ہوگی اور تمام گمراہی اللہ کے ذمہ عائد ہوگی ہم ایسے باطل عقائد کو اس دلیل سے باطل قرار دیتے ہیں کہ نبیؑ اللہ کا حقیقی اور مکمل نمائندہ ہوتا ہے اس کا قول و فعل اللہ کا قول وفعل ہوتا ہے اور بس۔ چنانچہ یہاں حضرت داؤدؑ کے قصے میں بھی اس اصولی صورت حال کو مختصراً سامنے رکھ دیا گیا ہے یعنی اللہ نے ان کو اپنا خلیفہ، جانشین و نائب بنایا۔ ان کے ماحول اور قوتوں کو ان کا مطیع و فرمانبردار بنایا اور دہرا کر بتایا کہ داؤدؑ ہر لمحہ اللہ سے رجوع اور رابطہ رکھتے تھے۔ انہیں دولت و حکومت و حکمت عطا کی اور قوت فیصلہ سے نوازا (۲۰ تا ۱۷ / ۳۸) کیا یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ ان سے فیصلوں اور احکامات میں غلطیاں ہوتی رہیں؟ یا یہ کہئے کہ کیا انہیں نامکمل و ناقص حکمت دی تھی؟ کیا انہیں لنگڑی قسم کا فصل الخطاب دیا گیا تھا؟ کیا پہاڑوں اور چرند و پرند کو ایک غلط کار آدمی کا مسخر و فرمانبردار بنا دیا تھا؟ اگر ہر غلطی پر ان کی باربار وحی سے اصلاح کرنی تھی تو نہ حکمت کی ضرورت تھی نہ فصل الخطاب دینے کی کوئی وجہ تھی۔ ضرورت یہ تھی کہ اللہ داؤدؑ پر نظریں جمائے رہتا ان سے صحیح کام سرزد ہوتا تو چپ رہتا غلطی ہو جاتی تو فرشتے کو دوڑا کر غلطی پر متنبہ کرتا اور صحیح فیصلہ سکھا دیتا۔یوں نبوت کی گاڑی چلتی چلی جاتی اور جو لوگ نبیؑ کے غلط حکم کی بنا پر غلطیاں کرتے انہیں معاف کرتا بخشتا اور پچھتاتا چلا جاتا۔یہی دو صورتیں ہیں تیسری کوئی صورت نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ احمقانہ ہے۔ رہ گیا دُنبیوں والا مقدمہ یا معاملہ اس کی قرآنی صورت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ان کے پاس بلا اطلاع، اچانک کمرہ عدالت میں دو شخص غیر معمولی حالت میں گھس آتے ہیں۔ اس پر گھبرا جانا اور تحفظ کا بندوبست کرنا نہ صرف عقل مندی ہے بلکہ فطری بھی ہے۔ جو معاملہ پیش کیا گیا اس میں ایک شخص جو ننانوے دُنبیوں کو پہلے سے پال رہاہے وہ دوسرے شخص سے ایک دُنبی نہ زبردستی مانگتا ہے نہ چھینتا ہے بلکہ اس شخص کو اس ایک دُنبی کی کفالت کی خدمات پیش کرتاہے۔ اگر آپ کفالت کے معنی جانتے ہیں؟ تو آپ اس شخص کا احسان محسوس کریں گے جو غیر مشروط طور پر اس بد نصیب شخص کو خواہ مخواہ کے اخراجات و انتظامات سے محفوظ کرنا چاہتا ہے جہاں ننانوے دُنبیاں رہتی اور کھاتی پیتی ہوں وہاں ایک اور دُنبی کے بڑھ جانے سے نہ خرچ بڑھے گا نہ انتظامی صورت تبدیل ہوگی مفت میں اس کا احسان ہو گا۔ اور مفت میں اس کی دُنبی پلتی اور بڑھتی رہے گی اور وہ شخص دُنبی سے متعلق ہر چیز کا کفیل رہے گا۔ لہٰذا اہل عقل و ہوش آدمیوں کے نزدیک ننانوے دُنبیوں والے شخص کا نہ کوئی قصور ہے نہ غلطی ہے بلکہ وہ تو احسان و سلوک کرنا چاہتا ہے۔ حضرت داؤدؑ کا ایک دُنبی والے شخص سے یہ کہنا کہ اس شخص نے تم سے دُنبی کی کفالت میں لینے کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا ہے یہی

ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

یہ ہے گمان ان لوگوں کا کہ کافر ہوئے پس وائے ہے ان لوگوں کو کہ کافر ہوئے

مِنَ النَّارِ ۝ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

آگ سے کیا کردیویں ہم ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے

كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝۲۸

مانند مفسدوں کی بیچ زمین کے یا کردیویں گے ہم پرہیزگاروں کو مانند بدکاروں کے

ویسا خیال ان لوگوں کا ہے جو حقیقت کو چھپاتے ہیں چنانچہ قابل ملامت و آتش زدنی ہیں وہ لوگ جو حق پر پردے ڈالتے ہیں۔ (۲۸) کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور اصلاح میں مصروف رہتے ہیں اور ان کو جو روئے زمین پر فساد پھیلانے میں مصروف ہیں یکساں اور برابر کردیں؟ کیا ذمہ دار اور پرہیزگاروں کو ہم بدکاروں کی مانند شمار کرلیں گے

کہنا ہے کہ تجھ ایسے ناعاقبت اندیش آدمی پر احسان کرنا دراصل ظلم کرنا ہے۔ لہٰذا یہ شخص خطا وار ہے کہ احسان کو غلط جگہ استعمال کرنے کا ارادہ کر کے ظلم کر رہا ہے لہٰذا یہاں سے دفعہ ہو جا خود اپنی دُنبی کو سنبھال اور تمام زحمتیں برداشت کرتا رہ۔ دوسرے شخص کو نہ کچھ کہنے کی ضرورت تھی نہ حضرت داؤدؑ نے اس سے بات کی وہ خود بلا سمجھائے سمجھ گیا اور دل میں نادم اور اپنی بے وقوفی پر شرماتا چلا گیا اس صورت حال میں داؤدؑ کا یہ ظن و گمان کہ شاید اللہ نے ان کا امتحان لیا ہے ظن و گمان ہی ہے کسی وحی نے آکر ان کی کوئی غلطی بیان نہیں کی ہے۔ اور محتاط و متقی لوگوں اور انبیاؑ کا یہ سوچنا کہ کہیں مجھ سے غلطی نہ ہو گئی ہو یا آئندہ نہ ہو جائے اللہ ہی کو نہیں بلکہ ہر عقل مند انسان کو بھی پسند ہے اور ایسے مقدس جذبات کا دل و دماغ پر طاری رہنا ان تمام انعامات کا مستحق بناتا ہے جو حضرت داؤدؑ کو اس کے بعد عطا کئے گئے۔ دُنبیوں والے معاملہ میں ایک صورت تو یہ تھی جو حضرت داؤدؑ نے اختیار کی یعنی اس بے وقوف آدمی کو اس کی بے وقوفی کی سزا اور نقصان سے نہیں بچایا۔ جو ٹھیک تھا بلکہ اگر اسے دو عدد کوڑے بلا اجازت گھس آنے پر لگا دیئے جاتے تب بھی درست تھا اس نے نہ سلام کیا نہ کسی مہذب آدمی جیسا سلوک کیا جو اس پر واجب تھا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ اسے بٹھا کر سمجھاتے کہ او جاہل آدمی یہ شخص تیری دُنبی کی مفت میں کفالت کر کے تجھے درد سر اور اخراجات سے بچانا چاہتا ہے۔ دُنبی تیری ہی رہے گی وہ حق الخدمت بھی نہ مانگے گا دُنبی اس کے حوالے کردے جب ضرورت ہو واپس لے لینا یہ صورت احسان کی ہوتی۔ مگر نبیؑ نے دیکھا کہ وہ احسان کا حق دار نہیں ہے اس پر احسان ظلم کے مترادف ہے لہٰذا نہ خود احسان کیا نہ کفیل کو احسان کرنے دیا اس پر یہ خیال آسکتا ہے کہ شاید اللہ احسان کی صورت میں زیادہ خوش ہوتا اس لئے نبی نے مزید تحفظ (مغفرت) اور مزید رجوع کا اہتمام کیا تھا۔ یہ بیان میرا گمان اور ظن ہے جس میں ہر وقت غلطی کا امکان ہے مگر یہ ظن و گمان و قیاس نبیؑ کی عصمت کے تحفظ میں ہے نبیؑ کو گناہ گار وخطاکار ثابت کرنے والوں کا قیاس و گمان و اجتہاد اگر معاف ہو سکتا ہے تو میں بھی قابل معافی ہوں۔ لیکن مجھے آیات کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اجتہاد وھوٰی پر عمل سے نبیوں کو بھی منع کیا گیا ہے اور اسے گمراہی کا یقینی سبب بتایا گیا ہے اور نتیجہ میں عذاب شدید کی دھمکی یہیں چند قدم پیچھے گزری ہے (۲۶ / ۳۸) اس لئے وہ تمام علما جہنمی ہیں جنہوں نے ان دُنبیوں والی آیات (۲۵ تا ۲۱ / ۳۸) سے حضرت داؤدؑ کو کسی صورت میں خطاکار قرار دیا یا سمجھا ہے یہ تو اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت داؤدؑ کا فیصلہ اجتہادی اور ھوائی نہ تھا(۲۶ / ۳۸)۔ اس لئے کہ اس قصہ کے فوراً بعد یہ آیت آئی ہے اگر آپ نے غلطی کی ہوتی تو حضرت داؤدؑ کو خلافت فی الارض کی اطلاع کی جگہ انہیں ان کی غلطی پر مطلع کیا جاتا۔ رہ گیا توریت میں اُوریا کا قصہ وہ تفصیل سے لفظ بلفظ بیان کیا جا چکا ہے اور ہم سے پہلے بیان کرنے والے تمام مفسرین نے اس کے بیان میں غلطیاں کی ہیں اور گناہ گار ہوئے ہیں۔

(۵) آنحضرتؐ کی ولایت وخلافت کی توثیق کے لئے حضرت داؤدؑ کا قصہ درمیان میں لایا گیا۔

چونکہ یہ سورۂ (صٓ) مبارکہ دعوت ذوی العشیرہ اور اعلان اخوت و وصایت وخلافت و وزارت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو دامن میں لائی ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ اور ان کی نام نہاد قوم کو فوراً حضرت داؤدؑ کے عظیم الشان فضائل، ان کی قدرت اور وسیع

(۲۹) یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو ہم نے تم پر نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غورو فکر و تدبر کرسکیں اور تاکہ وہ لوگ سبق حاصل کریں جو ہر بات کی تہہ تک پہنچا کرتے ہیں (۳۰) اور ہم نے داؤدؑ کو سلیماںؑ جیسا عمدہ بندہ ہر وقت رجوع رہنے والا بیٹا بطور ہبہ عطا کیا تھا (۳۱) جب ایک شام کو سلیمانؑ کے ملاحظہ کے لئے بڑے تیزرو اور

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا

یہ کتاب ہے کہ اتاری ہے ہم نے اس کو طرف تیری برکت والی تو کہ فکر کریں بیچ

اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ط

آیتوں اس کی کے اور تاکہ نصیحت پکڑیں صاحب عقل کے اور دیا ہم نے داوٗدؑ کو سلیمانؑ

نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ

بہت اچھا بندہ تھا تحقیق وہ رجوع کرنے والا تھا جس وقت کہ روبرو لائے گئے

ترین اختیارات و حکومت کا ذکر یاد دلایا گیا تاکہ اس سے ان فضائل و قدرت و اختیار و حکومت کا تصور آسان ہو جائے جس کی وزارت و خلافت کی بات ہو رہی تھی۔ آیات کے تسلسل کو توڑنے کے لئے مترجمین و مفسرین نے دُنبیوں والے قصے کو بیچ میں لا کر الٹا حضرت داوٗدؑ ہی کو نشانہ بنا لیا اور قارئینِ قرآن کی بصیرت کے آگے پردے لٹکا دیئے۔ اور اپنے دماغ سے دیوار پھاند کر آنا اور بالا خانے پر چڑھ جانا دکھا کر لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا حالانکہ آیت میں نہ کہیں دیوار کا ذکر ہے نہ پھاندنے اور دیوار پر چڑھنے کے لئے کوئی لفظ ہے۔ نہ بالاخانہ مذکور ہے اس سلسلے میں علامہ مودودی کی بات سنتے چلیں۔ فرماتے ہیں کہ:

علامہ کی غلط ترجمانی تاکہ مفہوم الٹ جائے:

''۹۵۔ اصل میں لفظ غُرْفَه استعمال ہوا ہے جس کے معنی بلند و بالا عمارت کے ہیں۔ اس کا ترجمہ عام طور پر بالاخانہ کیا جاتا ہے جس سے آدمی کے ذہن میں ایک دو منزلہ کوٹھے کی سی تصویر آجاتی ہے''(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۷۱ بابت آیت(فرقان ۷۵ / ۲۵)۔)

علامہ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ غُرْفَه کا ترجمہ چوبارہ یا بالا خانہ پسند نہیں کرتے بلکہ زیادہ عمدہ ترجمہ بلند و بالا عمارت کرتے ہیں۔ اس بیان کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ اس آیت میں (۲۱ / ۳۸) تو یہ الفاظ ہیں: اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ صٓ

علامہ کا ترجمہ: ''جو دیوار چڑھ کر اس کے بالا خانے میں گھس آئے تھے''(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۲۴)

پھر علامہ بالا خانہ کہاں سے لے آئے؟ رہ گیا لفظ محراب اس کا ترجمہ علامہ کے نزدیک بالا خانہ نہیں ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ: ''لفظ محراب سے لوگوں کا ذہن بالعموم اس محراب کی طرف چلا جاتا ہے جو ہماری مسجدوں میں امام کے کھڑے ہونے کے لئے بنائی جاتی ہے لیکن یہاں محراب سے یہ چیز مراد نہیں ہے، صوامع اور کنیسوں (گرجاؤں) میں اصل عبادت گاہ کی عمارت سے متصل سطح زمین سے کافی بلندی پر جو کمرے بنائے جاتے ہیں۔ جن میں عبادت گاہ کے مجاور، خدام اور معتکف لوگ رہا کرتے ہیں۔ انہیں محراب کہا جاتا ہے اسی قسم کے کمروں میں سے ایک کمرے میں حضرت مریم معتکف رہتی تھیں''(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۴۹) قارئین بتائیں کہ محراب تو بالاخانے کو نہیں کہتے، کرسی دے کر بنائے ہوئے کمرے کو کہتے ہیں۔ تو پھر علامہ بالا خانہ کہاں سے لائے ہیں؟ اور ہم تو محراب کے علامہ والے معنی سے بھی متفق نہیں ہیں اس لئے کہ محراب سے ہر اردو دان واقف ہے۔ بہرحال یہ ثابت ہے کہ علامہ اینڈ کمپنی نے حکومت وخلافت و وزارت علویہ کے تسلسل کو توڑ کر قارئین کے خیالات کو پراگندہ کیا ہے۔ لیکن قرآن نے قریشی مُلّاؤں اور سرداروں کے اٹھ کر چل دینے کے بعد آنحضرتؐ کو ان کی ہمہ گیر حکومت کا تصور دینے کے لئے جناب داوٗدؑ و سلیمان علیہما السلام کی حکومتوں کا ذکر سنایا ہے اور بات وہاں تک مسلسل بیان کی ہے کہ جب حضرت سلیماںؑ آزمائش میں کامیاب ہو گئے تو انہوں نے ایک بے مثل و نظیر حکومت کی درخواست کی اور انہیں ہواؤں اور جنات پر قدرت عطا کی اور فرما دیا کہ تیری عنایات پر کوئی حساب نہ ہو گا۔ (۴۰ تا ۳۸/۱۷)

جس کے معنی یہ ہیں کہ حضورؐ کو بھی چند امتحانات کے بعد اس دنیا میں داوٗدؑ و سلیمانؑ ایسی حکومت عطا ہو گی ان کی وزارت و خلافت بھی کم از کم جنات اور ہواؤں پر حکمرانی کرے گی۔ اس قدر تو قرآن کے بیان اور مثالوں سے ثابت ہے اور جب احادیث معصومینؑ کو اور قرآن کے دوسرے مقامات کو شامل کرلیا جائے۔ تو اس کائنات کی ہر مخلوق پر حکومت محمدؐیہ اور دسترس علویہ سامنے آجاتی ہے۔ جس پر مکے کے مخالفین حسد کرنے لگے تھے کہ خانوادۂ محمدؐ کو عظیم الشان حکومت کیوں دی

عَلَيۡهِ بِالۡعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الۡجِيَادُ ۝۳۱ فَقَالَ	اشاروں پر کام کرنے والے گھوڑے پیش کئے گئے تو (۳۲) انہوں نے کہا کہ میں نے ہر کار خیر کی محبت اپنے رب کا ذکر پھیلانے کے لئے اختیار کی ہے یہاں تک کہ جب وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو حکم دیا کہ (۳۳) ان کو پھر میرے پاس لاؤ۔ پھر سلیمانؑ گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر پیار سے ہاتھ پھرانے لگے۔ (۳۴) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نے سلیمانؑ کو ایک تصوراتی ہستی سے اسی کی کرسی پر ملاقات کرا کے آزمایا
اوپر اس کے تیسرے پہر گھوڑے ایک پاؤں اٹھانے والے بہت خاصے پس کہا	
اِنِّيۡۤ اَحۡبَبۡتُ حُبَّ الۡخَيۡرِ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّيۡ	
سلیمانؑ نے تحقیق میں نے دوست رکھا محبت مال کی کو یاد پروردگار اپنی سے	
حَتّٰى تَوَارَتۡ بِالۡحِجَابِ ۝۳۲ رُدُّوۡهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ	
یہاں تک کہ چھپ گیا سورج پردے میں پھیر لاؤ ان کو اوپر میرے پس شروع کیا	
مَسۡحًۢا بِالسُّوۡقِ وَ الۡاَعۡنَاقِ ۝۳۳ وَ لَقَدۡ فَتَنَّا سُلَيۡمٰنَ وَ	
ہاتھ پھیرنا پاؤں پر اور گردنوں پر اور البتہ تحقیق آزمایا ہم نے سلیمانؑ کو اور	

گئی ہے (نساء ۵۴ / ۴) اور دعوت ذوی العشیرہ میں قریشی لیڈروں اور علما کا حضورؐ کی وزارت و خلافت کو قبول نہ کرنا بھی اسی حسد و بغض کی بنا پر تھا۔ اور اسی لئے وہ ابوطالب علیہ السلام کو طعنہ دے کر چل دیئے تھے (۶ / ۳۸) اور کہا تھا کہ کیا یہی رہ گیا تھا جس پر یہ تذکرہ نازل ہوتا (۸ / ۳۸) اور اللہ نے فرمایا کہ دراصل انہیں ذکر (علیؑ) کی حکومت ہی میں شک ہے۔

(۶) آیات (۳۳ تا ۳۱ / ۳۸) کا ترجمہ اگر کسی نے تقریباً صحیح کیا ہے تو وہ رفیع الدینؒ اور مودودی ہیں۔

آپ نے ہمارا ترجمہ دیکھا ہمیں اس ترجمے میں صرف اتنی اصلاح کرنا پڑی ہے کہ صرف لفظ خیر کا ترجمہ مال نہیں کیا باقی ہمارا ترجمہ وہی ہے جو ان دونوں حضرات نے لکھا ہے۔ اور ان آیات کا صحیح ترجمہ کرنے پر ہم علامہ مودودی کو داد دیتے ہیں کہ انھوں نے تمام سابقہ مترجمین اور مفسرین کی تقلید نہیں کی بلکہ ان کے خلاف نہ صرف صحیح ترجمہ کر دیا بلکہ تمام بڑے بڑے مفسرین کے خلاف مدلل بیان دے کر بڑا کام کیا ہے اور اپنے قارئین کو اندھی تقلید سے روکا ہے ہم یہاں ان کا پورا بیان من و عن نقل کریں گے تاکہ ہمارے قاری یہ دیکھ لیں کہ اندھی تقلید نے کس طرح قرآن سے عوام کو اور اُمت کی ذہنیت کو دور رکھا ہے اور کس طرح یہ قرآن ایک بے اثر کتاب بنا دی گئی ہے علامہ کا بیان سنئے اور علما کا حال دیکھئے۔

(۶۔ الف) آیات (۳۳ تا ۳۱ / ۳۸) کے شیعہ سنی ترجمے اور مختلف تفسیریں مودودی کے قلم سے؟

"۳۵۔ اِن آیات کے ترجمے اور تفسیر میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے ایک گروہ ان کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے معائنے اور انکی دوڑ کے ملاحظہ میں اس قدر مشغول ہوئے کہ نماز عصر بھول گئے یا بقول بعض اپنا کوئی خاص وظیفہ پڑھنا بھول گئے جو وہ عصر و مغرب کے درمیان پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ سورج چھپ گیا تب انہوں نے حکم دیا کہ اُن گھوڑوں کو واپس لاؤ اور جب وہ واپس آئے تو حضرت سلیمانؑ علیہ السلام نے تلوار لے کر ان کو کاٹنا یا بالفاظ دیگر اللہ کے لئے ان کو قربان کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ ذکر الٰہی سے غفلت کے موجب بن گئے تھے۔ اس مطلب کے لحاظ سے ان آیات کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے: "تو اس نے کہا کہ میں نے اس مال کی محبت کو ایسا پسند کیا کہ اپنے رب کی یاد سے (نماز عصر) (یا وظیفہ خاص) سے غافل ہو گیا۔ یہاں تک کہ (سورج پردۂ مغرب میں) چھپ گیا۔ (پھر اُس نے حکم دیا کہ) واپس لاؤ ان (گھوڑوں) کو (اور جب وہ واپس آئے) تو لگا ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار کے) ہاتھ چلانے"۔ یہ تفسیر اگرچہ بعض اکابر مفسرین نے کی ہے، (قارئین قریشی مسلک کے بڑے مفسرین کا حال اور علم و اعتماد نظروں میں محفوظ کر لیں۔احسن) لیکن یہ اس وجہ سے قابل ترجیح نہیں کہ اس میں مفسر کو تین باتیں اپنی طرف سے بڑھانی پڑتی ہیں۔ جن کا کوئی ماخذ نہیں ہے۔

تو اس نے نیابت اختیار کرلی اور (۳۵) کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے وہ ملک و بادشاہت ہبہ کر دے جو کسی اور کو میرے بعد نہ دی جاسکے بلاشبہ تو بہت ہبہ کرنے والا ہے (۳۶) اس درخواست کے بعد ہم نے ہواؤں کو اس کے حضور میں مسخراور مطیع بنا دیا تھا جو اس کے حکم پر جدھر وہ چاہتا تھا چلتی تھیں اور اس کی مرضی کی رفتار سے جاری رہتی تھیں جہاں بھی وہ جاتا اسے لے جاتی تھیں (۳۷) اور تمام شیاطین تعمیرات اور سمندر سے مال نکالنے میں مصروف رہتے تھے (۳۸) اور زنجیروں کے ذریعہ ایک دوسرے سے مربوط رکھے جاتے تھے (۳۹) یہ ہیں ہماری عطا کردہ نعمتیں لہٰذا اے سلیمانؑ تم ان میں سے جسے چاہو جتنا چاہو منت پر عطا کرو اور جتنا چاہو اور جس کو نہ چاہو نہ دو تم سے کوئی باز پرس نہیں (۴۰) اور یقیناً

اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ

ڈال دیا ہم نے اوپر کرسی اس کی کے ایک بدن پھر رجوع کیا بحق کہا

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ

اے پروردگار میرے بخش مجھ کو اور دے مجھ کو ملک کہ نہیں لائق ہو واسطے کسی کے

مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ

پیچھے میرے تحقیق تو ہی ہے بخشنے والا پس مسخر کیا ہم نے واسطے اس کے باؤ کو

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَ الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ

چلتی تھی ساتھ حکم اس کے کے ملائم جہاں پہنچنا چاہتا اور مسخر کئے شیاطین ہر ایک

بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي

عمارت بنانے والا اور دریا میں غوطہ مارنے والا اور طرح کے جکڑے ہوئے بیچ

الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَ اِنَّ

زنجیروں کے یہ ہے بخشش ہماری پس بخش دے یا بند کر بغیر حساب کے اور تحقیق

(۱) تین ایسی باتیں جو مفسرین نے اپنی طرف سے بلا ماخذ بڑھا دیں۔

اوّلاً: وہ فرض کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی نماز عصر اس شغل میں چھوٹ گئی یا ان کا کوئی وظیفہ خاص چھوٹ گیا جو وہ اس وقت پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن کے الفاظ صرف یہ ہیں کہ:

اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ﴿۳۲﴾ صٓ

ان الفاظ کا ترجمہ یہ تو کیا جا سکتا ہے کہ: ”میں نے اس مال کو اتنا پسند کیا کہ اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا۔ لیکن ان میں نماز عصر یا کوئی خاص وظیفہ مراد لینے کے لئے کوئی قرینہ نہیں ہے۔ (قرینہ علامہ نے مان لیا اور ذکر خداوندی سے غافل ہو جانا ہی وہ قرینہ ہے۔ دیکھو ہمارا ترجمہ وہاں غفلت کا نام و نشان نہیں یہ ترجمہ میں غلطی ہے۔احسنؔ)

ثَانِيًا: وہ یہ بھی فرض کرتا ہے کہ سورج چھپ گیا حالانکہ وہاں سورج کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ بلکہ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ کے الفاظ پڑھ کر آدمی کا ذہن بلا تامل اَلصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ کی طرف پھرتا ہے۔ جس کا ذکر پچھلی آیت میں ہو چکا ہے۔

ثَالِثاً: وہ یہ بھی فرض کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر خالی مسح نہیں کیا بلکہ تلوار سے مسح کیا۔ حالانکہ قرآن میں مَسْحًاۢ بِالسَّيْفِ کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور کوئی قرینہ بھی ایسا موجود نہیں ہے جس کی بنا پر مسح سے مسح بِالسَّيْفِ مراد لیا جاسکے۔ ہمیں اس طریقۂ تفسیر سے اصولی اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن کے الفاظ سے زائد کوئی مطلب لینا چار ہی صورتوں میں درست ہو سکتا ہے۔

(۲) قرآن کے الفاظ سے زائد مطالب آیات کے ترجمہ میں داخل کرنے کے لئے جائز اصول۔

۱۔ یا تو قرآن ہی کی عبارت میں اس کے لئے کوئی قرینہ موجود ہو۔ یا۔ ۲۔ قرآن میں کسی دوسرے مقام پر اس کی طرف کوئی اشارہ ہو۔ یا۔ ۳۔ کسی صحیح حدیث میں اس اجمال کی شرح ملتی ہو۔ یا۔ ۴۔ اس کا کوئی اور قابل اعتبار ماخذ ہو مثلاً تاریخ کا معاملہ ہے تو تاریخ میں اس اجمال کی تفصیلات ملتی ہوں (علامہ زیادہ تر قومی خود ساختہ تاریخ پر قرآن کو ڈھالتے ہیں۔احسنؔ) آثار کائنات کا ذکر ہے۔ تو مستند علمی تحقیقات سے اس کی تشریح ہو رہی ہو اور احکام شرعیہ کا معاملہ ہے تو فقہ

لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ

اس کو نزدیک ہمارے مرتبہ ہے قرب کا اور اچھی ہے جگہ پھر جانے کی اور یاد کر بندے ہمارے ایوبؑ کو جس وقت کہ پکارا اس نے پروردگار اپنے کو یہ کہ ہاتھ لگایا ہے مجھ کو شیطان نے ساتھ ایذا کے اور عذاب کے لات مار پاؤں اپنے سے

سلیمانؑ کو ہمارے یہاں داد رسی کا اچھا مقام اور تقرب حاصل تھا (۴۱) اور اے نبیؐ تم ہمارے بندے ایوبؑ کو بھی سامنے رکھو جس نے اپنے پروردگار کو جب پکار کر یہ بتایا کہ مجھے ایک مجسمۂ شیطنت نے عذاب میں مبتلا کرنے کے لئے اپنا انتہائی زور لگا دیا ہے (۴۲) ہم نے کہا کہ تو اپنے پیر سے ایڑ لگا اور

اسلامی کے ماخذ اس کی وضاحت کررہے ہوں ۔ جہاں ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ہو وہاں محض بطور خود ایک قصہ تصنیف کرکے قرآن کی عبارت میں شامل کر دینا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ "(اور اسی اصول کے ماتحت ہم قرآن کے مطالب میں ان قصوں کو داخل کرنا، جو سابقہ حکومتوں نے شان نزول کے لئے گھڑے تھے ،باطل سمجھتے ہیں ۔ احسنؔ)

(۳) تفسیروں کی غلطی کی آڑ میں رسولؐ اور علیؑ کے لئے بھی رجعتِ شمس کا کھلا انکار کردیا۔

علامہ کا بیان مسلسل جاری ہے فرماتے ہیں ۔ "ایک گروہ نے مذکورہ بالا ترجمہ وتفسیر سے تھوڑا سا اختلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ۔ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ اور رُدُّوْهَا عَلَيَّ (اِلَيَّ۔احسنؔ) دونوں کی ضمیر سورج ہی کی طرف پھرتی ہے یعنی جب نماز عصر فوت ہو گئی اور سورج پردۂ مغرب میں چھپ گیا تو حضرت سلیمانؑ نے کارکنان قضا و قدر سے کہا کہ پھیر لاؤ سورج کو تاکہ عصر کا وقت واپس آ جائے اور میں نماز ادا کرلوں، چنانچہ سورج پلٹ آیا اور انہوں نے نماز پڑھ لی۔ لیکن یہ تفسیر اوپر والی تفسیر سے بھی زیادہ ناقابل قبول ہے اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سورج کو واپس لانے پر قادر نہیں ہے ۔ بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں فرمایا ہے، حالانکہ حضرت سلیمانؑ کے لئے اتنا بڑا معجزہ صادر ہوا ہوتا تو وہ ضرور قابل ذکر ہونا چاہئے تھا۔ اور اس لئے بھی کہ سورج کا غروب ہو کرپلٹ آنا ایسا غیر معمولی واقعہ ہے کہ اگر وہ درحقیقت پیش آیا ہوتا تو دنیا کی تاریخ اسکے ذکر سے ہرگز خالی نہ ہوتی ۔

(۴) غلط تفسیر کے لئے تیار کردہ احادیث کا وجود مانا اور ان کو قبول کرنے سے انکار کیاہے ۔

اس تفسیر کی تائید میں یہ حضرات بعض احادیث بھی پیش کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سورج کا غروب ہو کر دوبارہ پلٹ آنا ایک ہی دفعہ کا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ کئی دفعہ پیش آیا ہے ۔ قصّہٴ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے سورج کو واپس لائے جانے کا ذکر ہے ۔ غزوہ خندق کے موقع پر بھی حضورؐ کے لئے واپس لایا گیا اور حضرت علیؑ کے لئے بھی، جب کہ حضورؐ ان کی گود میں سر رکھے سو رہے تھےاور ان کی نماز عصر قضا ہو گئی تھی ،حضورؐ نے سورج کی واپسی کی دعا فرمائی تھی اور وہ پلٹ آیا تھا ۔ لیکن ان روایات سے استدلال اس تفسیر سے بھی زیادہ کمزور ہے۔جس کی تائید کے لئے انہیں پیش کیا گیا ہے ۔ حضرت علیؑ کے متعلق جو روایت بیان کی جاتی ہے ۔ اس کے تمام طُرُق اور رجال پر تفصیلی بحث کرکے ابن تیمیہ نے اسے موضوع ثابت کیا ہے ۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے ، اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ وہ بلا شک و شبہ موضوع ہے ۔ غزوہ خندق کے موقع پر سورج کی واپسی والی روایت بھی بعض محدثین کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک موضوع ہے ۔ رہی قصہء معراج والی روایت، تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب نبیؐ کفار مکہ سے شب معراج کے حالات بیان فرما رہے تھے تو کفارنے آپ سے ثبوت طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بیت المقدس کے راستے میں فلاں مقام پر ایک قافلہ ملا تھا، جس کے ساتھ فلاں واقعہ پیش آیا تھا۔ کفار نے پوچھا کہ وہ قافلہ کس روز مکے پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا فلاں روز ۔ جب وہ دن آیا تو قریش کے لوگ دن بھر قافلے کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ شام ہونے کو

آ گئی ۔ اس موقع پر حضورؐ نے دعا کی کہ دن اس وقت تک غروب نہ ہو جب تک قافلہ نہ آجائے ۔چنانچہ فی الواقع سورج ڈوبنے سے پہلے وہ پہنچ گیا ۔اس واقعہ کو بعض راویوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اس روز دن میں ایک گھنٹہ کا اضافہ کر دیا گیا اور سورج اتنی دیر تک کھڑا رہا۔سوال یہ ہے کہ اس قسم کی روایات کیا اتنے بڑے غیر معمولی واقعہ کے ثبوت میں کافی شہادت ہیں ؟جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں،سورج کا پلٹ آنا،یا گھنٹہ بھر رکا رہنا کوئی معمولی واقعہ تو نہیں ہے ۔ایسا واقعہ اگر فی الواقع پیش آ گیا ہوتا تو دنیا بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہوتی ۔بعض اخبارِ احاد تک اس کا ذکر کیسے محدود رہ سکتا تھا؟'' (تفہیم القرآن جلد۴صفحہ ۳۳۳ تا ۳۳۵)

اس کے بعد علامہ نے علما کی وہ تفسیر لکھی ہے جس کے ماتحت خود اپنا ترجمہ و تشریح لکھی ہے ۔اور اس کی تعریف میں یہ جملے بھی لکھے ہیں کہ : ''یہی تفسیر ہمارے نزدیک صحیح ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کے الفاظ سے پوری مطابقت رکھتی ہے اور مطلب کی تکمیل کے لئے اس میں ایسی کوئی بات بڑھانی نہیں پڑتی جو نہ قرآن میں ہو نہ کسی حدیث میں نہ بنی اسرائیل کی تاریخ میں '' (تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۳۳۵)

(۶ ۔ب) قومی علماء ان کی تاریخ و تفسیر و روایات تمام ناقابل سند و اعتبار ہیں اور رجعتِ شمس برحق ہے ۔

علامہ نے رجعتِ شمس والی تمام روایات کو باطل و خود ساختہ یعنی موضوع قرار دینے کے لئے جن لوگوں کے نام لکھے ہیں وہ ان ہی کے مسلک کے اور مسلّمہ دشمنانِ محمدؐ و آل محمدؐ اور منکرین معجزہ اور رسوؐل اللہ کو خطا کار و گناہ گار ماننے والے بد عقیدہ قومی گروہ کے علما ہیں اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اہل سنت کے وہ تمام راوی اور وہ تمام طریقے غلط و باطل ہیں جن سے رجعتِ شمس والی احادیث غلط اور موضوعی ثابت ہوتی ہیں تو پہلے نمبر پر تو قومی احادیث کا ذخیرہ باطل کا پلندہ ثابت ہو جائے گا ۔ اور دوسرے نمبر پر یہ کہنا ہو گا کہ قومی راوی اور قومی محدثین جب چاہتے تھے غلط روایات کے ذریعہ سے اپنا اُلو سیدھا کر لیا کرتے تھے اور جب بعد میں دل چاہتا تھا تو اپنی خود ساختہ روایات و احادیث کو باطل قرار دیدیا کرتے تھے ۔ اور ہم یہ پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ رسوؐل اللہ کی جگہ حکومت سنبھالنے والے حکمرانوں نے قرآن اور حقائق اسلام کو بدلنے کے لئے ایک باطل تاریخ و ریکارڈ تیار کیا تھا ۔ اور تمام ایسے حقائق کو کالعدم کر دیا تھا جن سے ان کی لوٹ مار قتل و غارت اور سلب ونہب کا پتہ چلتا ۔ لہٰذا تاریخ میں کسی واقعہ کا نہ ملنا بھی انہی کی کرتوت ہے ۔ ان کے حکم سے لاکھوں کتابیں جلا کر راکھ کا ڈھیر کی جاتی رہیں۔ رجعتِ شمس تو بڑی چیز ہے ۔ آج تاریخِ فرشتہ میں وہ واقعات نہیں ہیں جو پہلے مورخ نے لکھے تھے اور پرانی تاریخ فرشتہ میں موجود ہیں ۔ یعنی ہر اشاعت میں وہ سامان شائع نہیں کیا جاتا رہا ہے جو اُن خبیثوں کی پول کھولتا تھا ۔ یہ چوری قرآن کے تراجم و تفاسیر و تواریخ اور کتب حدیث تک میں جاری رہتی آئی ہے۔

(۷) آیات (۴۰ تا ۳۴ / ۳۸) میں حضرت سلیمانؑ کو محمدؐ اور حکومت محمدؐیہ دکھائی گئی ۔

قارئین اس سورۂ صٓ کی ابتدا دعوت ذوی العشیرہ اور خلافت و وزارت محمدؐیہ سے ہوئی۔ پھر قریش کا مخالفانہ جواب و منصوبہ سامنے لایا گیا۔ ان کا حسد کرنا دکھایا گیا پھر اللہ نے اپنی ہمہ گیر حکمرانی پر بات کی اور حضرت داوٗدؑ و سلیمان علیہ السلام پر اپنی نوازشات اور ان کے امتحانات کا ذکر کیا یہاں تک کہ خود حضرت سلیمانؑ کے امتحان کی ذیل میں ایک جسد کو ان کی کرسی پر دکھانے کی بات ہوئی۔ یہاں بھی علما اور مترجمین نے مکھی پر مکھی ماری ہے اور عجیب و غریب و مضحکہ خیز تفسیریں کر ڈالی ہیں ۔ اور یہ خرافات اس لئے ممکن ہو گئی کہ انہوں نے لفظ وَأَلْقَيْنَا کے معنی ''ہم نے ڈال دیا'' کر لئے اور لفظ جسد کے معنی ۔۱۔مردہ جسم۔۲۔ناقص دھڑ ۔نامکمل بچہ ۔اور بقول علامہ مودودی ایک کندۂ ناتراش ۔کر لئے گئے اور ان سراسر غلط معنی کی بنیادوں پر باطل کی فلک بوس عمارت اور افسانے تیار ہو گئے ۔

بہرحال چونکہ مودودی آج کل کے قومی مفسرین میں پہلے نمبر پر ہیں اس لئے انہوں نے بڑی احتیاط و تکلف سے اس آیت پر یہ تشریح لکھی ہے : ''حقیقت یہ ہے کہ یہ مقام قرآن مجید کے مشکل ترین مقامات میں سے ہے ۔ اور حتمی طور پر اس کی کوئی تفسیر بیان کرنے کے لئے ہمیں کوئی یقینی بنیاد نہیں ملتی ۔ لیکن حضرت سلیمانؑ کی دعا کے یہ الفاظ کہ :

”اے میرے رب مجھے معاف کردے اور مجھ کو وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کے لئے سزا وار نہ ہو“ اگر تاریخ بنی اسرائیل کی روشنی میں پڑھے جائیں تو بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے دل میں غالباً یہ خواہش تھی کہ ان کے بعد ان کا بیٹا جانشین ہو اور حکومت و فرمانروائی آئندہ ان ہی کی نسل میں باقی رہے ۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فتنہ قرار دیا اور اس پر وہ اس وقت متنبہ ہوئے جب ان کا ولی عہد رَحُبْعَام ایک ایسا نالائق نوجوان بن کر اٹھا جس کے کچھن صاف بتا رہے تھے کہ وہ داؤدؑ و سلیمانؑ کی سلطنت چار دن بھی نہ سنبھال سکے گا ۔ ان کی کرسی پر ایک جسد لا کر ڈالے جانے کا مطلب غالباً یہی ہے کہ جس بیٹے کو وہ اپنی کرسی پر بٹھانا چاہتے تھے وہ ایک کُندۂ ناتراش تھا ۔ تب انہوں نے اپنی اس خواہش سے رجوع کیا، اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر درخواست کی کہ بس یہ بادشاہی مجھی پر ختم ہو جائے ، میں اپنے بعد اپنی نسل میں بادشاہی جاری رکھنے کی تمنا سے باز آیا“ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۳۸)

(۷ ۔ الف) علامہ کی تشریح پر ایک نظر : علامہ نے قرآن کے اس مقام کو مشکل ترین مقام قرار دیا ہے ۔ انہوں نے اپنی تشریح کو غیر یقینی اور بے بنیاد قرار دیا ہے ۔ اور جو کچھ لکھا ہے اس میں آیت کے مفہوم کو الٹ کر اسرائیلی متضاد روایات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اور کھینچ تان کر آیت کو رَحُبْعَام (رَحُبْ عَام) کی نالائقی اور حضرت سلیمانؑ کی پشیمانی پر لا کر ختم کر دیا ہے ۔ سلیمانؑ کی کرسی پر کسی کو بٹھانے کے بجائے کرسی سے دور رکھنے کا قصہ سنایا حالانکہ ترجمہ میں کرسی پر جسد ڈالنے کو مانا ہے۔ بہرحال آئیے اور ان آیات میں ڈالی ہوئی الجھنیں دور کرنے کی کوشش کریں ان الفاظ کی تشریح کریں جن کے غلط معنی کرنے سے آیات کا مفہوم الٹ گیا ہے ۔

(۷ ۔ ب) آیات(۴۰ تا ۳۴ / ۳۸) میں آئے ہوئے الفاظ کے معنی صحیح کر لیں ۔ جن الفاظ کے صحیح معنی کر لینے سے ان آیات کی صحیح مراد اور مفہوم متعین ہو جائے گا ۔وہ تین الفاظ ہیں ۔ ٱغْفِرْ ۔ وَأَلْقَيْنَا ۔ جَسَدًا

اوّل۔لفظ ٱغْفِرْ کا مادہ یا بنیاد غ۔ف۔ر ہے ۔اور اس مادہ سے جو الفاظ بنتے ہیں ان کے اوّلین اور بنیادی معنی نقصان یا تکلیف پہنچانے والی چیزوں سے تحفظ فراہم کرنا ہوتے ہیں ۔ لہٰذا سلیمانؑ نے یہ عرض کیا تھا کہ: ”اے میرے پروردگار میرے لئے ہر نقصان و مضرت وغیرہ سے تحفظ فراہم کردے ۔ رَبِّ ٱغْفِرْ لِي ﴿٣٥﴾ صٓ

قارئین سوچیں کہ اگر حضرت سلیمانؑ سے کوئی قصور یا غلطی سرزد ہوئی ہوتی تو انہیں دوسرے شریف انسانوں سے کچھ زیادہ ہی دیر یا دنوں تک شرمندگی رہی ہوتی ۔ اور وہ ہرگز اسی سانس اور اسی آیت میں اتنی عظیم الشان تمنا نہ کرتے کہ:

”اے میرے پروردگار مجھے ہر قسم کا تحفظ عطا فرما اور ایک ایسا ملک یا ایسی حکومت و مملکت مجھے ھبہ کر دے جیسی میرے بعد کسی کو دی ہی نہ جاسکے۔ رَبِّ ٱغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيٓ ﴿٣٥﴾ صٓ

ایسی تمنا تو تب کی جا سکتی ہے جب کسی نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہو اور یہ وہ کارنامہ ہے جو اس سے پہلی آیت میں لفظ ”ثُمَّ أَنَابَ“ سے اللہ نے ظاہر فرمایا ہے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ علامہ اینڈ کمپنی لفظ أَوَّابٌ (۳۰ / ۳۸) کے معنی بھی رجوع کرنے والے کرتی رہے۔ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۲۳۔۳۳۲)

اور لفظ أَنَابَ کے معنی بھی رجوع کرنا ہی کرتی جائے ۔ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۲۵۔۳۳۵)

اور یہ تیسری بات ہے کہ سیدھے سادے مسلمان قاریوں کو شبہ تک نہ ہو کہ قرآن کو ایک گروہ عہد رسولؐ ہی سے مہجور و متغیر کرتا چلا آ رہا ہے (فرقان ۳۰ / ۲۵) ارے حضور لفظ أَنَابَ کا مادہ ن۔و۔ب ہے ۔اس ہی بنیاد سے نیابت نائب اور نوّاب جیسے الفاظ نکلتے ہیں ۔لہٰذا لفظ أَنَابَ کے معنی ہوئے ۔ ”کسی شخص (مرد) نے کسی کی نیابت اختیار کر لی“ ”یا کوئی مرد کسی کا نائب بن گیا“ چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے جیسے ہی اپنی کرسی پر کسیؑ کو دیکھا تو فوراً اس کی نیابت کے لئے آمادہ ہو گئے۔ یعنی اپنی کرسی پر دیکھ کر نہ خفا ہوئے نہ رنجیدہ ہوئے بلکہ اسؑ کی عظمت کے سامنے سر جھکا دیا۔اور چونکہ وہؑ تھا بھی ایک عظیم شخصؑ اس لئے اس کا نائب (خلیفہ) بن جانے کو اپنے لئے باعث عزت و افتخار سمجھا اور یہی وہ ٹیڑھی آزمائش تھی جس میں کامیاب ہو کر اس حکومت کی نیابت کی دعا اور تمنا کی تھی ۔جس حکومت کا سربراہ اپنی کرسی پر نظر آیا تھا۔ اور چونکہ

وہ اس دعا کے بعد اسؑ حکمران کے نائب بنا دیئے گئے تھے ۔ اس لئے اب حضرت سلیمانؑ کا نائب یا جانشین کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا ۔ اس لئے کہ نائب ، جانشین یا خلیفہ تو کسی مطلق العنان حکمران کا ہوا کرتا ہے ۔ نہ کہ نائب کا نائب یا خلیفہ کا خلیفہ ؟
دوم ۔اب دوسرا لفظ لیجئے ۔لفظ ۔ وَأَلْقَيْنَا کا مادہ یا بنیاد ل۔ق۔ی ہے ۔ اور اس مادہ سے بننے والے تمام الفاظ میں ملاقات ہونے ، نظروں کے روبرو ہونے ، آمنے سامنے ہونے ، تصور میں راسخ ہونے کا مفہوم برقرار رہتا ہے ۔ چنانچہ ہم آپ کے سامنے علامہ ہی کے قلم سے ان معنی اور مفہوم کی تصدیق کراتے ہیں ۔

غلط ترجمہ کرنے والے علامہ کو بھی قرآن کی طاقت سے حق پر مجبور کر دیں ۔

اللہ نے فرمایا کہ : ”إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ﴿٥﴾ المزمل “
علامہ کا ترجمہ: ”ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں“ ۔ (مزمل ۵ / ۷۳) (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۲۶ ،۱۲۷)
اس آیت میں دوسرا لفظ ”جمع متکلم مضارع کا صیغہ ہے “ س میں حرف ”ن“ جمع متکلم کی علامت ہے اور حرف ” س“ ”جلدی اور عنقریب “ کو ظاہر کرتا ہے اور باقی لفظ ” لقی “ ہے ۔اور اسی کے معنی علامہ نے نازل کرنا کئے ہیں۔ یعنی اللہ نے ایک مشکل بات آنحضرتؐ کے قلب و ذہن میں پہنچا دینا ہے ۔ یا ایک مشکل مہم حضورؐ کے سامنے پیش کر دینا ہے ۔ یا سرکارؐ کو ایک دشوار منصوبے سے دوچار کر دینا ہے ۔
اور سنئے اللہ نے کہا کہ : سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ ﴿١٥١﴾ آل عمران
علامہ کا ترجمہ:”عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب ہم منکرین حق کے دلوں میں رعب بٹھا دیں گے ۔(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۹۴)
اور سنئے اللہ نے فرمایا ہے کہ : وَلَقَدْ كُنتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِن قَبْلِ أَن تَلْقَوْهُ ﴿١٤٣﴾ آل عمران
علامہ کا ترجمہ: ” تم تو موت کی تمنائیں کر رہے تھے مگر یہ اس وقت کی بات تھی جب موت سامنے نہ آئی تھی“
(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۹۰،۲۹۱)
قارئین دیکھتے جائیں کہ مادہ ل۔ق۔ی سے مختلف صورتوں میں الفاظ آ رہے ہیں علامہ صحیح ترجمہ کرتے جا رہے ہیں اور دیکھئے کہ علامہ لفظ أَلْقَوْا کے معنی بالکل غائب کر جاتے ہیں ۔

فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾

علامہ کا ترجمہ:”اس پر ان کے وہ معبود انہیں صاف جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو ۔اس وقت یہ سب اللہ کے آگے جھک جائیں گے اور ان کی وہ ساری افترا پردازیاں رفو چکر ہو جائیں گی“(نحل ۸۶۔۸۷ / ۱۶) (تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۵۶۳)
یہاں دو مرتبہ لفظ ۔ أَلْقَوْا آیا ہے ۔ مگر علامہ اس کے معنی کو اپنے محاورہ میں چھپا گئے ہیں ۔ مگر ہم ابھی ان کو پکڑ کر تین دفعہ اسی لفظ أَلْقَوْا کا غلط ترجمہ کرائے دیتے ہیں ۔

قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّا أَلْقَوْا ﴿٨١﴾ یونس

علامہ کا ترجمہ: ” موسیٰؑ نے ان سے کہا ”جو کچھ تمہیں پھینکنا ہے پھینکو پھر جب انہوں نے اپنے انچھر پھینک دئے۔ “
(تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۳۰۳)
دیکھ لیا آپ نے یہاں محاورہ کا پردہ نہ ڈالا جا سکا تو معنی پھینکنا یعنی ڈالنا کر لئے ۔ مطلب یہ ہوا کہ علامہ ایک ہی مادہ سے نکلنے والے الفاظ کا جہاں چاہتے ہیں صحیح ترجمہ کرجاتے ہیں اور جہاں ضرورت ہوتی ہے چھپا دیتے ہیں ۔ اور جب ضرورت ہو تو غلط ترجمہ کر گزرتے ہیں ۔ اسی مادہ سے نکلنے والے الفاظ کا ایک اور ڈبل غلط ترجمہ دیکھ کر پھر انہی الفاظ کا صحیح ترجمہ ملاحظہ کریں ۔ اللہ فرماتا ہے ۔ قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ أَلْقُوا ﴿٦٦﴾ طٰہٰ

یہاں تین الفاظ تُلۡقِیَ ۔ أَلۡقَىٰ ۔ أَلۡقَوۡاْ کا ترجمہ دیکھیں ۔

علامہ کا ترجمہ: ”جادو گر بولے موسیٰ تم پھینکتے ہو یا پہلے ہم پھینکیں؟ موسیٰ نے کہا نہیں تم ہی پھینکو“(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۰۳)

اب ان تین الفاظ کو نوٹ کرکے صحیح ترجمہ دیکھ لیں اللہ نے کہا کہ:

إِذَا تَمَنَّىٰٓ أَلۡقَى ٱلشَّيۡطَٰنُ فِيٓ أُمۡنِيَّتِهِۦ فَيَنسَخُ ٱللَّهُ مَا يُلۡقِي ٱلشَّيۡطَٰنُ ﴿٥٢﴾ الحج

علامہ کا ترجمہ: ”جب اس نے تمنا کی شیطان اس کی تمنا میں خلل انداز ہو گیا۔ اس طرح جو کچھ بھی شیطان خلل اندازیاں کرتا ہے اللہ ان کو مٹا دیتا ہے“ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۳۷)

دیکھ لیجئے یہاں ترجمہ ”نہ ڈالنا“ ہے نہ ”پھینکنا“ ہے۔ قلب و ذہن میں تصورات پیدا کرکے خلل اندازی کو مان لیا ہے۔ ایک اور مثال: لِمَن كَانَ لَهُۥ قَلۡبٌ أَوۡ أَلۡقَى ٱلسَّمۡعَ ﴿٣٧﴾ قٓ

علامہ کا ترجمہ: ”ہر اس شخص کے لئے، جو دل رکھتا ہو یا جو توجہ سے بات کو سنے۔“(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۲۴)

اس کے بعد آخری مثال میں اسی مادہ کے لفظ لِقَآءَ کے معنی دیکھ لیں۔

فَذُوقُواْ بِمَا نَسِيتُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هَٰذَآ ﴿١٤﴾ السجدة

علامہ کا ترجمہ: ”پس اب چکھو مزا اپنی اس حرکت کا کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا“(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۵)

یہ تھا دوسرے لفظ کا حال: اور اس کے معنی میں ہیرا پھیری بھی ثابت ہو گئی۔ نیز علامہ نے اس معنی و مفہوم کی کئی طرح تصدیق بھی کر دی جو ہم نے کئے ہیں۔ اب آپ تیسرے لفظ کے متعلق سنئے:

سوم۔ کہ لفظ جسد کا مادہ ج۔س۔د ہے۔ اور اس سے بننے والے الفاظ کے معنی میں بدن اور جسم ایک مخصوص صورت میں موجود رہتا ہے جو لازم نہیں کہ مادی طور پر بھی موجود ہو۔ تخلیقی اور تصوراتی جسم یا بدن کو بھی جسد کہا جاتا رہا ہے۔ یعنی ایسا جسم جس میں تینوں پیمائشیں (لمبائی۔چوڑائی۔موٹائی) موجود ہوں۔ مادی بدن یا جسم ہوتا ہے لیکن جسد میں ضروری نہیں کہ تینوں پیمائشیں موجود ہوں۔ چنانچہ علامہ بھی نیک مزاجی کے عالم میں صحیح ترجمہ کرتے رہے ہیں۔ دیکھئے:

۱۔ مِنۡ حُلِيِّهِمۡ عِجۡلٗا جَسَدٗا ﴿١٤٨﴾ الأعراف
۲۔ فَأَخۡرَجَ لَهُمۡ عِجۡلٗا جَسَدٗا ﴿٨٨﴾ طٰهٰ
۳۔ وَمَا جَعَلۡنَٰهُمۡ جَسَدٗا لَّا يَأۡكُلُونَ ٱلطَّعَامَ ﴿٨﴾ الأنبياء

۱۔”زیوروں سے ایک بچھڑے کا پتلا بنایا۔“ یعنی سچ مچ کا بچھڑا نہیں بلکہ بچھڑے نما پتلا بنایا تھا“ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۸۰) ۲۔”ان کے لئے ایک بچھڑے کی مورت نکال لایا“(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)۔“ آپ جانتے ہیں کہ مورت یا تصویر ٹھوس جسم یا بدن نہیں ہوتی۔ ۳۔ان رسولوں کو ہم نے کوئی ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھاتے نہ ہوں۔(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۴۹)“۔

بات مکمل ہو گئی ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ مادہ ل۔ق۔ی سے بننے والے الفاظ کے متعلق دنیا کی سب سے پہلی اور قدیم لغت القرآن سے علامہ راغب اصفہانی کی ایک قانونی اور اصولی بات دکھا کر آگے بڑھیں فرماتے ہیں۔

يَقَالُ لَقِيَهُ، يَلۡقَا ولقيا، لقاء ويقال ذٰلِكَ فِي الادراك بِالحِس و بِالبَصِيرة و بِالبصر (مفردات ۴۶۹)

”اس مادہ سے نکلنے والے الفاظ عموماً حسی ہوتے ہیں جو نظر یا بصیرت سے محسوس ہوتے ہوں۔ یعنی چھونے اور چکھنے سے تعلق نہیں رکھتے۔

آیات کے ان تینوں الفاظ کے معنی اور تصدیق کے بعد اب آپ یہ سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں گے کہ:
”اللہ نے حضرت سلیمانؑ کو ان کی کرسی پر ایک ایسی عظیم الشان ہستیؑ کو تشریف فرما دکھایا جنہیں اپنی کرسی پر دیکھ کر نہ غصہ آسکا نہ ملال ہوا۔ بلکہ حضرت سلیمانؑ سمجھ گئے کہ یہ عظیم المرتبت انسان اور اس کا جاہ و جلال و حکمرانی ایسی ہے کہ مجھے جلدی سے خود کو اس کی نیابت و خلافت و وزارت کے لئے سر جھکا کر درخواست کرنا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا (ثُمَّ أَنَابَ) (۳۵۔۳۴ / ۳۸) کیا قارئین کو یاد نہیں ہے کہ سورۂ صٓ دعوت ذوی العشیرہ پر تبصرہ کرتی ہوئی تلاوت ہوئی

اور قریش و اہل مکہ کی اس بنا پر مذمت کرتی رہی کہ ان لوگوں نے حضورؐ کی اخوت و وصایت و وزارت و خلافت کو قبول نہ کیا پھر اس حکومت کی مدح و ثنا شروع کی جو کم از کم داؤدؑ و سلیمانؑ کو دی گئی تھی۔ اور ان قدرت و اختیارات کو سامنے رکھا جو داؤدؑ و سلیمانؑ کو عطا کئے گئے پھر حضرت سلیمانؑ کو مکاشفہ کے ذریعہ وہ سب کچھ دکھا دیا جو ایک آخری دور کی حکومت میں ہو گا۔ اور خود سلیمانؑ کے منہ سے اس حکومت کی مدح وثنا کرا لی اور انہیں اس حکومت کی وزارت و نیابت سونپ دی۔ چنانچہ اگر آپ قرآن کی سورتوں میں عنوان کو مسلسل رکھیں اور دوران تلاوت بیچ میں آ جانے والے مددگار جملوں کے ساتھ بہہ کر دور نہ نکل جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ قرآن ہر عنوان پر مسلسل ہدایات دیتا ہے۔ بیچ میں آنے والے جملے تو اس لئے ہیں کہ تحریف و تغیر کرنے والے لوگوں کو کم سے کم موقع ملے اور اگر وہ تحریف کریں تو فوراً پکڑے جائیں جیسا کہ علامہ مودودی کے ساتھ ہوتا چلا آ رہا ہے کہ ان کا سارا مکر و فریب کافور ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۸) آیت (۳۶ / ۳۸) میں پورے قرآنی بیانات اور انبیأ کی قدرت و اختیارات پر فیصلہ کن دلیل ہے۔

علامہ اینڈ کمپنی کے خود ساختہ مذہب میں اس عقیدہ کے لئے قرآن کی ان آیات پر بڑا زور دیا جایا کرتا ہے۔جہاں قرآن انبیاء علیہم السلام سے مافوق الفطرت کام کا ظہور ہونا دکھاتا ہے خصوصاً جہاں لفظ بِإِذْنِ اللهِ یا بِإِذْنِهِ آجاتا ہے۔ تاکہ وہ یہ دکھائیں اور مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کریں کہ نبیوںؑ کو بذاتہٖ کوئی قدرت و اختیار نہیں ہوتا اللہ جب چاہتاہے تو ان کے ہاتھ سے کوئی مافوق الفطرت کام کرا دیتا ہے۔ یعنی وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ نے فطری و تخلیقی حیثیت سے نبیوںؑ کو کوئی اختیار نہیں دیا جب ضرورت پڑتی ہے تو اللہ نئے سرے سے ہر دفعہ اِذن دیتا رہتا ہے۔ یہ آیت ان ملاعین کا دندان شکن جواب ہے جس میں خود اللہ نے بتایا ہے کہ ہر وقت اِذن اِذن پکارنا اللہ کا کام نہیں ہے۔ بلکہ ہواؤں کو ایک دفعہ حکم دے دیا بس اس کے بعد وہ حضرت سلیمانؑ کی مطیع تھیں ان کے حکم پر ان کی ضرورت کے مطابق چلا کرتی تھیں۔

(۹) آیات (۳۸ تا ۳۷ / ۳۸) میں دریاؤں اور سمندروں میں غوطہ زنی سے مال نکالنا ہے۔

ان آیات کے ترجمہ میں قدیم و جدید مترجمین ومفسرین نے حتّٰی کہ علامہ مودودی نے بھی کچھ جنات کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دکھایا ہے۔مگر یہ نہیں سوچا کہ زنجیروں سے باندھ کرڈالنا کس طرح مفید تھا؟ اورباندھ جوڑ کر ڈالنے کے بعد وہ کام کیسے کر سکتے تھے جن کا کرنا ان آیات میں بیان ہوا ہے۔یہاں بھی معنوی غلطی ان کی غلط فہمی کا سبب بنی ہے۔ آیت میں کچھ جنوں کو "مُقَرَّنِينَ فِي ٱلۡأَصۡفَادِ ﴿٣٨﴾ صٓ" کہا ہے۔ جس کے معنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے اوربقول علامہ مودودی "پابند سلاسل"بیڑیاں پہنے ہوئے مانا ہے۔ اس لئے کہ لفظ مقرّنین کے معنی سمجھ کر نہیں لکھے ہیں۔ قارئین نوٹ کرلیں کہ اس لفظ کو قواعد کی رو سے "مفعول جمع مذکر"کہتے ہیں اور اس کا مادہ ق۔ر۔ن ہے اور اس مادہ سے نکلنے یا بننے والا لفظ قرین اسی پارہ میں سورۃ الصّٰفّٰت (۵۱ / ۳۷) میں استعمال ہوا تھا۔ اور علامہ کے ترجمہ میں اس کے معنی "ایک ہم نشین "کئے گئے تھے۔ اگر علامہ اپنے ان معنی پر دوبارہ نظر ڈال لیتے اور اندھی تقلید کے دھارے پر نہ بہہ جاتے تو لفظ۔مقرّنین کا اردو ترجمہ یہ ہوتا کہ:

"کچھ دوسرے شیاطین یا جِنّ زنجیروں کے ذریعہ سے یا زنجیروں سے باندھ کرہم نشین بنا کر رکھے جاتے تھے۔"

اور یہ ترجمہ بہرحال صورت حال کو اتنا بدتروبے معنی نہ بنا دیتا جتنا کہ پابند سلاسل یا زنجیروں میں جکڑے ہوئے نے بنا دیا ہے۔ بات سیدھی سی ہے کہ غوطہ خور جنوں یا شیاطین کا ذکر ہو رہا ہے۔کسی کا غوطہ مارنا اور کوئی چیز سمندر کی تہہ میں ڈھونڈنا اور اسے لے کر ہر دفعہ اوپر آنا اور دوبارہ غوطہ مار کر وہاں پہنچنا ایک تضیع اوقات ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ کشتی یا جہاز سمندر میں لنگر انداز ہوتا ہے اور جہاز کے کناروں پر وہی مشینی انتظام ہوتاہے جو کنویں سے پانی نکالنے کے لئے ہوا کرتا ہے۔ غوطہ خور پانی میں غوطہ مارتا ہے اس کے ساتھ ملحق ایک زنجیر ہوتی ہے جسے وہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ زنجیر ایک گراری کے اوپر سے چلتی ہے غوطہ خور اپنی تلاش کی ہوئی چیزیں اس زنجیر میں بندھی ہوئی تھیلی میں ڈالتا ہے اور زنجیر کو کھینچتا ہے جس سے زنجیر چلتی ہے اور وہ ٹوکری او پر جہاز میں پہنچ جاتی ہے اور دوسری خالی ٹوکری نیچے آ جاتی ہے۔ اوپر والا جوڑی دار آئی ہوئی ٹوکری یا جھولی کو خالی کرتا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس زنجیر سے ہر جوڑی متصل و

یہ سامنے نہانے اور پانی پینے کا گھاٹ ہے وہاں پہنچ جا(۴۳) اور وہاں ہم نے اسے وہ تمام متعلقہ اہل و عیال و مدد گار ہبہ کر دیئے اور اپنی رحمت سے اسی طرح کے ماننے والے بھی دے دیئے جو بات کی تہہ تک پہنچنے والوں کے لئے سبق و یاد گار بن گئے (۴۴) اور اے ایوبؑ تم گھوڑے کو ہانکنے کیلئے مختلف ٹہنیاں لے لو اور ان سے ہانکو غلط راہ کی طرف نہ مڑنا سچ یہ ہے کہ ہم نے ایوبؑ کو ایک صابر بندہ پایا اور وہ بہت اچھا اور ہر وقت ہم سے وابستہ رہنے والا تھا۔(۴۵) داؤد و سلیمانؑ و ایوبؑ کے بعد پھر تم ہمارے ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ صاحبانِ دست و بازو و قدرت و بصیرت بندوں کا تذکرہ بھی کردو اور بتا دو کہ (۴۶) ہم نے خاص طور پر بذاتِ خود ان کو اخلاص کے انتہائی معیار پر مخلص بنایا تھا کہ وہ ایک خاص جگہ کا ذکر کرتے رہیں (۴۷) اور وہ سب حقیقتاً ہمارے یہاں ہمارے مصطفیٰ اور صاحبانِ اختیارو مختار لوگوں میں سے تھے (۴۸) اور آپؐ لگے ہاتھ اسماعیلؑ اور الیسعؑ اور ذاالکفلؑ کا تذکرہ بھی کردو اور جو سب کے سب صاحبانِ اختیار لوگوں میں سے تھے ۔ (۴۹) یہ ہے حقیقی ذکرؐ اور یقیناً ذمہ دار زندگی بسر کرنے والوں کے لئے بہترین مقامِ داد رسی ہے ۔

هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَ وَهَبۡنَا لَهٗۤ اَهۡلَهٗ وَ

یہ ہے جگہ نہانے کی ٹھنڈی اور پینے کی اور دئے ہم نے اس کو اہل اس کے اور

مِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنَّا وَ ذِكۡرٰی

مانند ان کی ساتھ ان کے بوجہ رحمت یعنی مہربانی کے اپنی طرف سے اور یادگار

لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۴۳﴾ وَ خُذۡ بِیَدِكَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبۡ بِّهٖ وَ لَا

واسطے عقلمندوں کے اور لے بیچ ہاتھ اپنے کے جھاڑو پس مار ساتھ اس کے اور مت

تَحۡنَثۡ ؕ اِنَّا وَجَدۡنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ

جھوٹی کر قسم اپنی تحقیق پایا ہم نے اس کو صبر کرنے والا اچھا بندہ تحقیق وہ

اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَ اذۡكُرۡ عِبٰدَنَاۤ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ

رجوع کرنے والا تھا بحق اور یاد کر بندوں ہمارے ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ

اُولِی الۡاَیۡدِیۡ وَ الۡاَبۡصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ بِخَالِصَةٍ

ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تحقیق ہم نے خالص کیا ان کو ساتھ صفت خالص کے

ذِكۡرَی الدَّارِ ﴿۴۶﴾ ۚ وَ اِنَّهُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَیۡنَ الۡاَخۡیَارِ ﴿۴۷﴾ ؕ

کہ وہ یاد تھی آخرت کی اور تحقیق وہ نزدیک ہمارے چنے ہوئے بہتر لوگوں میں تھے

وَ اذۡكُرۡ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ الۡیَسَعَ وَ ذَا الۡكِفۡلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الۡاَخۡیَارِ ﴿۴۸﴾ ؕ

اور یاد کر اسماعیلؑ اور الیسعؑ کو اور ذوالکفلؑ کو اور ہر ایک بہتروں سے تھے

هٰذَا ذِكۡرٌ ؕ وَ اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ لَحُسۡنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ ۙ

یہ ہے نصیحت اور تحقیق واسطے پرہیز گاروں کے البتہ اچھی ہے جگہ پھر جانے کی

مربوط رہتی ہے۔ اور یہی ہے مُقَرَّنِينَ فِي ٱلۡأَصۡفَادِ ۔ یہ مطلب نہیں کہ جنوں کی مشکیں باندھ کر کسی جگہ قید کیا جاتا تھا۔

(۱۰) آیات (۴۴تا۴۱ / ۳۸) میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کو بتایا گیا ہے کہ تمہیں لامحدود حکومت کے لئے صبر ایوبؑ بھی درکار ہے۔

اللہ نے سورۂ کی ابتدا ہی میں قریش مکہ کے دعوت ذوی العشیرہ کو رد کر دینے اور مخالفانہ منصوبہ اختیار کرلینے پر تسلی دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ: ”ان کے منصوبوں اور اعلانات و بیانات سنتے اور صبر سے اپنا کام کرتے رہو (۱۷ / ۳۸) اور پھر حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کے طریقہ کار پر متوجہ رہنے کا تقاضا کیا تھا اسی صبر کے سلسلے میں جناب ایوب علیہ السلام کے صبر کو یاد دلایا گیا ہے تاکہ کم از کم آل محمدؐ اتنی تیاری تو کر ہی لے کہ ایوبؑ کی طرح کامیاب ہو جائیں ۔

(۱۰ ۔الف) محمدؐ و آل محمدؐ کو صبر و ضبط و تحمل سے کائناتی حکومت الٰہیہ تک پہنچنے کی تاکید:

یہاں یہ دکھانا ضروری ہے کہ حضورؐ کو اور ان کی آلؐ کو کس طرح بار بار صبر و ضبط و تحمل سے اس حکومت تک پہنچنے کی

(۵۰) اور ہمیشہ بر قرار رہنے والی جنتیں بھی ہوں گی اور ان متقی لوگوں کے لئے جنتوں کے دروازے کھلے ہوئے چشم براہ رہیں گے (۵۱) اور وہ سب جنتوں میں تکیہ لگائے تشریف فرما ہوں گے اور ان کے لئے بہت سے میوے اور مشروبات طلب کئے جائیں گے ۔ (۵۲) اور ان کے پاس شرم حضور نظر بچائے رکھنے والی ہم سن بیویاں بھی ہوں گی ۔ (۵۳) حساب اور باز پرس کے دن جو وعدہ متقین سے کیاجاتا ہے یہ وہی کچھ بیان ہوا ہے (۵۴) اور یہی ہمارا

جَنّٰتِ عَدۡنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ
بہشتیں ہیں ہمیش رہنے کی کھولے ہوئے ہوں گے واسطے ان کے
الۡاَبۡوَابُ ۝۵۰ مُتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا
دروازے ان کے تکیہ کئے ہوئے ہوں گے بیچ ان کے منگوادیں گے بیچ ان کے
بِفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ وَّ شَرَابٍ ۝۵۱ وَ عِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ
میوے بہت اور پینے کی چیزیں اور نزدیک ان کے ہوں گی بند رکھنے والیاں نظر کو
الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ ۝۵۲ هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِيَوۡمِ الۡحِسَابِ ۝۵۳ اِنَّ
اور طرف سے ہم عمر یہ ہے جو وعدہ دئے جاتے ہو تم واسطے دن حساب کے تحقیق

تاکیدیں اور ہدایات ہوتی رہیں جو پوری کائنات پر عملاً قائم کرنا تھی تاکہ قارئین کو یہ معلوم ہوسکے کہ محمدؐ کے خاندان نے کس لئے اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے مسلح بغاوت نہ کی ؟ کیوں کربلا میں اپنا بچہ بچہ ذبح کرا دیا ؟ کیوں اپنے خاندان کو قید سے نہ بچایا؟ اور کیوں آج تک لاکھوں جانیں اسلام کے نام پر قربان کر دیں ؟ آیئے قرآن پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ اللہ نے اس سلسلے میں کیا کیا فرمایا ہے ۔ ہم آیات کے ترجمہ کا خلاصہ لکھیں گے آپ تفصیلات قرآن میں خود دیکھ لیں ۔

(۱) تا حکم ثانی صبر کرتے رہو۔ "دوسرا حکم ملنے تک وحی کی پیروی کئے جاؤ ۔(یونس ۱۰۹ / ۱۰)

(۲) ان کی باتوں پر صبر و عبادت سے کام لو اور عبادت میں رات دن ایک کردو (طٰہٰ ۱۲۹۔۱۳۰ / ۲۰) (قٓ ۴۰۔۳۹ / ۵۰)

(۳) ان کی مکارانہ پالیسیوں فریب سازیوں اور منصوبہ بازیوں پر بھی دن رات عبادت کرو۔ "کیا یہ لوگ کوئی چال بازی کرنا چاہتے ہیں یا یہ خود کسی کے مکرو کید کا شکار ہیں وہ دن عنقریب آنے والا ہے جب ان کا مکرو کید کام نہ دے گا اور انہیں اور بھی عذاب دیا جائے گا۔ چنانچہ تم صبر سے کام لو تم پر ہماری نظر جمی ہوئی ہے ۔ لہٰذا صبح شام اور راتوں کو عبادت جاری رکھو۔(الطور ۴۹ تا ۴۲ / ۵۲)

(۴) اے محمدؐ تم مجھے موقع دو اور میری صوابدید پر چھوڑ دو اور صبر سے کام لو "تم مجھے اور تکذیب کرنے والوں کو ہمارے حال پر چھوڑ دو ہم انہیں بتدریج گرفت میں لیں گے میں انہیں ڈھیل دئے جا رہا ہوں ۔ ورنہ میری چالیں زیادہ سنجیدہ ہیں۔ تم اپنے پروردگار کے حکم تک صبر کرو "۔ (قلم ۴۸۔۴۴ / ۶۸) قارئین سوچیں کہ کیا اس گھرانے اور ان کے گھر والوں سے زیادہ عبادت کسی نے کی ہے ؟ اسی کا نتیجہ ملک عظیم ہے ۔ پھر سوچئے کہ کیا اس گھرانے سے زیادہ صبر و تحمل کسی اور گھرانے نے کیا ہے ؟ کیا کسی اور خاندان کے ساتھ اس قدر مظالم ہوئے ہیں؟ کیا ان سے زیادہ قربانیاں کسی اور خانوادہ نے دی ہیں ؟ بہر حال اللہ کے حکم کے مطابق محمدؐ وآل محمدؐ نے اللہ اور قریش کو آپس میں نبٹنے کے لئے چھوڑ دیا اور صبر و عبادت اختیار کرلی ادھر اللہ نے قریش کو ابلیس کے ساتھ لمبی عمر و مہلت دے دی اس مہلت کا خاتمہ اور اسلام کی ہمہ گیر حکومت الٰہیہ کا قیام حضرت حجۃ علیہ الصلوۃ والسلام کے اعلان پر ہو گا۔ جن کی حکومت عظمیٰ کا تذکرہ کرتے رہنے کا اللہ نے تمام انبیاؑ کو حکم دیا تھا اور تمام انبیاؑ و رسلؑ کو اپنی خاص قدرت و حکمت سے مخلص بنایا تھا۔ اور صاحب الدار علیہ السلام کی نصرت کے لئے تیار کیا تھا ۔(۴۶ / ۳۸) اس آیت میں حضرت حجت علیہ السلام کے مقام (اَلدَّارِ ۝۴۶ صٓ) کے تذکرے کا ذکرہے ۔اور یہ لقب "صاحبُ الدَّار" جناب محمد بن الحسن عسکری (صلی اللہ علیہما) کے لئے مخصوص ہے ۔ اور دنیا میں کسی کا یہ لقب نہیں ہے ۔ (اصول کافی باب غیبت صاحبُ اَلدَّارِ)

هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ ۚۖ هٰذَا ؕ وَ اِنَّ

یہ ہے رزق ہمارا نہیں واسطے اس کے کم ہونا بات یہ ہے اور تحقیق

لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ ۙ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ

واسطے سرکشوں کے بری جگہ ہے پھر جانے کی دوزخ داخل ہوں گے اس میں

فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ ۙ وَّ اٰخَرُ

پس برا ہے بچھونا یہ ہے عذاب پس چکھو اس کو گرم پانی اور پیپ اور اسی کی

مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ ؕ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ

جنس سے قسمیں بہت یہ جماعت ہے بیٹھنے والی ساتھ تمہارے نہ خوشی ہو جیو

مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ

ساتھ ان کے تحقیق وہ داخل ہونے والے ہیں آگ میں کہیں گے بلکہ تم بھی

لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ

ناخوشی ہو جیو ساتھ تمہارے تم تحقیق تم ہی نے آگے تیار کرر کھا تھا واسطے ہمارے

فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ

پس بری ہے جگہ رہنے کی کہیں گے اے رب ہمارے جس نے پہلے تیار کرر کھا

لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَ

واسطے ہمارے یہ پس زیادہ کر واسطے اس کے عذاب دوگنا بیچ آگ کے اور

قَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ ؕ

کہیں گے کیا ہے ہم کو کہ نہیں دیکھتے ہم ان مردوں کو کہ تھے ہم گنتے ان کو شریروں سے

وہ سامان ترقی و بقا ہے جو کسی صورت میں ختم اور کم نہیں ہو سکتا ۔ (۵۵) یہ تو ہے متقیوں کا انجام ۔اور طاغوتی نظام والوں کے لئے بدترین داد خواہی کا مقام ہے (۵۶) جیسا کہ ان کی تمہید ہی جہنم میں داخلے اور جھلسے جانے سے شروع ہو گی (۵۷) یہ ہے عذاب ان کے لئے پس وہ لطف اٹھائیں کھولتے ہوئے پانی اور پیپ لہو (۵۸) اور ان ہی کی قسم کی دوسری گھناؤنی اور گندی غذاؤں کا (۵۹) اس گروہ کے مشابہ فوج کی فوج ہو گی جو کہے گی کہ یہ بھی تمہارے ہی ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے اور انکے لئے کوئی خوش آمدید کہنے والا بھی نہ ہو گا (۶۰) یہ لوگ جواب میں کہیں گے کہ تم ہمارا ذکر تو رہنے دو تمہارے لئے بھی کوئی خوش آمدید کہنے والا نہیں ہے اور تم ہی تو وہ لوگ ہو جنہوں نے ہمارے لئے بھی یہ انجام پیدا کیا بہر حال اب گمراہ کرنے والوں اور گمراہ ہونے والوں کے رہنے کی یہ بدترین جگہ ہے (۶۱) وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار جس نے ہمارے گمراہ کرنے کا یہ منصوبہ بنایا تھا اور پہلے ہی تیاری کی تھی اسے تو آگ سے دو گنا عذاب دینا (۶۲) اور کہیں گے کہ ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہمیں یہاں کہیں وہ لوگ نہیں دکھائی دیتے جن کو ہم شرپسند شمار کرتے تھے ؟

(۱۱) آیات (۶۵ تا ۵۵ / ۳۸) میں قریش ان کے علما و لیڈر اور باقی ہم مذہبوں کا مباحثہ ہوا ہے ۔

ان آیات میں جو مباحثہ ہوا ہے اس کے نتیجے میں یہ بات تو بالکل ثابت ہے کہ جن لوگوں میں یہ جھگڑا و مباحثہ ہوا وہ سب کے سب جہنمی تھے۔ اور ان کو گمراہ کر کے جہنم تک پہنچانے والا ایک شخص واحد تھا ۔ (مَن قَدَّمَ ﴿۶۱﴾ صٓ) اور اس گمراہ کنندہ کو یہاں شیطان نہیں سمجھا جا سکتا اس لئے کہ شیطان ظاہری طور پر سامنے آکر آدمی کی طرح نہیں بہکا سکتا ۔یہاں جن گمراہ کرنے والے دوسرے چھوٹے لوگوں کا ذکر ہے وہ تو سامنے نظر آ رہے ہیں (۶۰ / ۳۸) اسی طرح وہ منفرد اور حقیقی گمراہی پھیلانے والا لیڈر آدمی ہونا چاہئے جس نے گمراہ کن منصوبہ بنایا اور لوگوں کو تیار کیا جو اس منصوبے پر عمل کریں اور دوسروں کو عمل کے لئے تبلیغ کریں اور دبا کر رکھیں اور شرپسند سمجھ کر اپنے مخالفوں پر نظر رکھیں (۶۳۔۶۲ / ۳۸) لہٰذا یہ صرف قریشی عوام اور قریش کے اس عظیم لیڈر کا ذکر ہے جس نے اپنے ایک دوست کو اپنے منصوبے پر عمل کرانے کے لئے اپنا یار و دست و بازو بنایا تھا (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) اور جیسے قرآن لفظ " فلاں "سے ظاہر کرتا ہے۔ اور اکثر مقامات پر اسے لفظ "مَن "سے روشناس کراتا رہا ہے ۔جیسے فرمایا کہ:

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ

کیا پکڑا تھا ہم نے ان کو زیردست محکوم یا کج ہو گئیں ان سے

الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ قُلْ

آنکھیں ہماری تحقیق یہ ہے البتہ حق جھگڑنا دوزخ والوں کا کہہ

اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا

سوائے اس کے نہیں کہ میں ڈرانے والا ہوں اور نہیں کوئی معبود مگر

اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا

اللہ اکیلا غالب پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ

بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾

درمیان ان کے ہے غالب بخشنے والا کہہ کہ وہ قیامت کی خبر بڑی ہے

(۶۳) کیا وہ اس لئے یہاں نہیں ہیں کہ ہم نے انہیں بے دست و پا و مسخربنا کر رکھا تھا یا اس لئے کہ ہماری نظریں ان سے جھجک کر کترا رہی ہیں ؟ (۶۴) آگ میں جلنے والوں کا وہ مباحثہ اور جھگڑا ایک ایسی حقیقت ہے جو بروز قیامت وقوع میں آکر رہے گی (۶۵) اے رسولؐ قریش کو بتا دو کہ میں ایک خبر دار رکھنے والا شخص ہوں اس لئے تمہیں تمہارے انجام کی اطلاع دی ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ تنہا ایک اور جو چاہے جبراً کرا کے چھوڑنے والا ہے (۶۶) وہی تمام زمینوں اور آسمانوں کا پیدا کرکے پرورش کرنیوالا ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا رب ہے اور ہر حال میں غالب اور تحفظ فراہم کرنے والاہے (۶۷) اے نبیؐ کہہ دو کہ اس سورہ میں جو عظیم الشان غیب کی خبر بیان ہوئی ہے

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُۥ ﴿۲۰۴﴾ البقرۃ (اور ان ہی لوگوں میں سے وہ شخص ہے جس کی باتیں تمہیں حیرانی کی حد تک پسند آتی ہیں (۲۰۴ / ۲) پھر اگلی آیت میں اس کا جہاں گیر تباہ کن منصوبہ مذکور ہے (بقرہ ۲۰۵ / ۲) لہٰذا معلوم ہو گیا کہ ان آیات میں قریشی عوام ،چھوٹے لیڈروں اور ان کے اُس سربراہ ہی کا تذکرہ ہوا ہے جس نے رسولؐ اللہ کے قائم کردہ نظام اسلام کی جگہ ایک خود ساختہ اسلام جاری کرایا تھا۔ اور خود دوسرے نمبر پر سربراہی اختیار کی تھی اور اللہ نے جس کا ذکر پھر لفظ مَن سے یوں کیا ہے کہ:

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُجَٰدِلُ فِى ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَٰبٍ مُّنِيرٍ ﴿۸﴾ ثَانِىَ عِطْفِهِۦ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ لَهُۥ فِى ٱلدُّنْيَا خِزْىٌ ۖ وَنُذِيقُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ عَذَابَ ٱلْحَرِيقِ ﴿۹﴾ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّٰمٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۱۰﴾ الحج

"اے رسولؐ پھر سنو کہ تمہاری قوم کے لوگوں میں سے وہ لیڈر جو اللہ کے دین میں سے ایک نئی راہ نکال رہا ہے۔ وہ نہ علم حقیقی کی رو سے حق ہے نہ وہ ہدایت کہلا سکتا ہے اور نہ اس کا روشن کتاب کی تعلیم سے تعلق ہے۔ اس نے دوسرے نمبر پر رہنے میں رغبت کی ہے تاکہ وہ پہلے سربراہ کو (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) اور باقی اپنی پوری قوم کو آسانی سے اللہ کی مقررکردہ راہ سے گمراہ کر سکے (۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) اس کے لئے دنیا میں بھی قیامت تک رسوائی جاری رہے گی۔ اور قیامت کے دن تو ہم اسے جلا ڈالنے والے عذاب میں مبتلا کریں گے ۔وہ اس لئے کہ اس کے دو دستی (بیعت والے) معاہدہ نے پہلے ہی سے اپنے اور دوسروں کے لئے عذاب سمیٹنا شروع کردیا تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ از خود اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے "۔اور مسلسل فرمایا کہ "اور اے رسولؐ تیری قوم کے لوگوں میں کا وہ مذکورہ (حج ۴ / ۲۲ اور ۱۰تا ۸ / ۲۲) لیڈر دین میں تفسیر و تحریف کے لئے اللہ کی عبادت کرتا ہے ۔(عَلَىٰ حَرْفٍ ﴿۱۱﴾ الحج) چنانچہ اگر اس کااجتہادی مسئلہ اور حکم مفید نکلتاہے تو اطمینان سے اجتہاد جاری رکھتا ہے ۔ اور اگر اس کے اجتہاد سے الجھاؤ یا فتنہ برآمد ہو جاتا ہے تو اجتہادی غلطی کا عذر کر کے رخ بدل لیتا ہے ۔ اس نے دنیا و آخرت میں خسارہ حاصل کیا اور وہی بہت واضح نقصان ہے ۔(حج ۱۱ تا ۱۳ / ۲۲) (مسلسل پڑھتے جائیں ۔)

قارئین نوٹ کریں کہ یہ کتنا نمایاں بیان ہے؟ کتنے واضح اور تاریخی الفاظ میں قریش کی نقاب کشائی کی گئی ہے ۔ اسی بیان کی وجہ سے تو قیامت میں اس لیڈر کے لئے آگ کا عذاب طلب کیا گیا ہے ۔کیونکہ انہیں قرآن کے الفاظ "عَذَابَ ٱلْحَرِيقِ"

(۶۸) تم اسی سے روگردانی اور مخالفت میں لگے ہوئے ہو (۶۹) اور یہ کہ مجھے اس مباحثہ اور مخاصمت کا کچھ علم نہیں ہے جو تمہارے بقول بلند ترین ارواح سے لبریز عالم میں واقع ہوئی تھی۔ (۷۰) مجھے تو تمام حالات کی وحی صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ میں ایک مشہور و معروف نذیر ہوں (۷۱) جس وقت اے رسولؐ تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ میں طین سے ایک بشر کی تخلیق کرنے والا ہوں۔ (۷۲) چنانچہ جب میں اس بشر کو موزوں ترین صورت دے لوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم سب اس کے حضور سجدہ میں گرے ہوئے پائے جاؤ (۷۳) چنانچہ تمام ملائکہ نے مجموعی طور پر آدمؑ کو سجدہ کیا تھا (۷۴) مگر

اَنۡتُمۡ عَنۡهُ مُعۡرِضُوۡنَ ۞ مَا كَانَ لِىَ مِنۡ عِلۡمٍۭ بِالۡمَلَاِ

تم اس سے منہ پھیرنے والے ہو نہیں ہے مجھ کو کچھ علم ساتھ فرشتوں سرداروں

الۡاَعۡلٰٓى اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ ۞ اِنۡ يُّوۡحٰٓى اِلَىَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا

بلند کے جس وقت کہ جھگڑتے تھے نہیں وحی کی جاتی طرف میری مگر یہ کہ میں

نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۞ اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ

ڈرانے والا ہوں ظاہر جس وقت کہا پروردگار تیرے نے واسطے فرشتوں کے

اِنِّىۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِيۡنٍ ۞ فَاِذَا

تحقیق میں پیداکرنے والا ہوں انسان کو مٹی سے پس جس وقت کہ

سَوَّيۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ فَقَعُوۡا

درست کروں اس کو اور پھونکوں میں بیچ اس کے روح اپنی میں سے پس گر پڑو

لَهٗ سٰجِدِيۡنَ ۞ فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ۞ اِلَّاۤ

واسطے اس کے سجدہ کرتے ہوئے پس سجدہ کیا فرشتوں سب ساروں نے۔ مگر

یاد رہیں گے یہ قرآن کا کمال ہے کہ بیک وقت قریش مکہ میں مخاطب بھی ہیں اور عین اُسی وقت اُن کو قیامت میں مواخذہ کا نظارہ اور اُن کو اُن کے جوابات و مباحثہ دکھایا جا رہا ہے اور قریش ان لوگوں کو ڈھونڈھ رہے ہیں جنہیں اُنہوں نے دنیا میں شر پسند اور شریر لوگ کہہ کر ہمیشہ بے دست وپا اور مجبور و مقہور کئے رکھا تھا۔ سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو وہ تلاش کر رہے تھے۔ وہ، وہ لوگ تو ہو نہ سکتے تھے جو ابتدا میں اسلام لائے تھے اس لئے کہ اوّل تو وہ چند لوگ تھے دوم یہ کہ وہ چند روز قیدو بند میں رہے تھے۔ پھر آزاد ہوئے اور ایک دفعہ اہل مکہ خود مقہورو مجبور کر دیئے گئے تھے۔ لہٰذا وہ تو وہ لوگ ہیں جن کو قریش نے اپنی حکومتوں کے زور سے دبا کر رکھا اور جنہیں اپنے مذہب کی تبلیغ اور عمل پر شدید ترین بے رحمانہ سزائیں دیتے رہے۔ زیارت امام حسین علیہ السلام کی سزا میں جن کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے تھے۔ سولی دیا جاتا رہا۔ جن کے کٹے ہوئے سر برسوں برسوں قلعوں کی فصیلوں پر لٹکتے رہتے تھے۔ جن کی لاشیں درختوں میں لٹکی ہوئی سوکھ جاتی تھیں۔ جن پر بغاوت و شرارت کا جرم ہمیشہ عائد رہا۔ جن کی پوری پوری آبادیاں فوجوں سے گھیر کر جلائی جاتی تھیں۔ ان کو تلاش کررہی تھیں قریش کی آنکھیں۔ ان آیات (۵۵ تا ۶۵ / ۳۸) میں قریش کے حالات ہونے کی یہ داخلی دلیل بھی ہے کہ ان کو اَلطّٰغِيۡنَ (۳۰ / ۳۷۔۵۵ / ۳۸) فرمایا گیا ہے۔ اور قریش ہی وہ قوم ہے جس کے لئے اللہ نے قرآن میں بار بار اور واضح الفاظ میں طاغوت پرست کہا ہے (نساء/ ۵۱ تا ۵۲، ۶۰۔۶۱) اور طاغوت، نظام اجتہاد کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا۔ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۶۷حاشیہ نمبر ۹۱)

(۱۲) آیات (۶۷۔۶۸ / ۳۸) میں عظیم ترین غیبی خبر ولایتِ محمدؐیہ و حکومت علویہؑ کے قیام کی خبر ہے۔

قارئین جانتے ہیں کہ لفظ خبر عربی زبان کا لفظ ہے اور قرآن میں جگہ جگہ باربار استعمال ہوتا رہا ہے (قصص ۲۹ / ۲۸) اور اسی مادہ سے اللہ کا نام خَبِيۡرٌ آتا ہے۔دوسرا لفظ جس کے معنی قومی علا خبر کرتے رہتے ہیں نبأ ہے۔جس کا مادہ ن۔ب۔الف ہے۔ اس سے لفظ نبی اور انبیاء بنتے ہیں۔چنانچہ لفظ نبأ کے حقیقی معنی غیبی خبر کے ہیں۔ عام خبر یا اطلاع کے نہیں ہیں۔ اسی لئے نبی اسے کہتے ہیں جو غیب کی خبریں مہیا کرے۔ چنانچہ آیات زیرعنوان میں نَبَؤٌا عَظِيۡمٌ دراصل نباءٌ عظیمٌ ہے۔چونکہ

ابلیس نے اپنی بزرگی کی آڑ لے لی اور وہ حق کو چھپانے والوں میں سے پہلا فرد ہو گیا (۷۵) اللہ نے کہا کہ اے ابلیس بتا کہ تجھے کس چیز نے اس ہستی کو سجدہ کرنے سے باز رکھا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے سجدہ کے قابل بنایا ؟ کیا تونے خود کو اس سے بڑا سمجھا یا تو ہے ہی اعلیٰ درجے کے لوگوں میں سے ؟ (مِنَ الْعَالِینَ) (۷۶) ابلیس نے جواب دیا کہ

اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا
ابلیس نے تکبر کیا اور تھا کافروں سے کہا اے ابلیس کس چیز نے
مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ
منع کیا تجھ کو یہ کہ سجدہ کرے تو واسطے اس چیز کے کہ بنایا میں نے
بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝ قَالَ
ساتھ دونوں ہاتھوں اپنے کے کیا تکبر کیا تونے یا تھا تو بلند مرتبہ والوں سے کہا کہ

قرآن کے اوّلین کاتب جس لفظ کو جس طرح لکھ گئے اسی طرح لکھنے کا دستور پڑ گیا ہے اس لئے یہ شکل بھی چلی آ رہی ہے۔ حالانکہ صحیح صورت بھی قرآن میں موجود ہے ۔(سورۃ النباء ۲ / ۷۸) بہرحال قرآن کے ساتھ کیا کیا مظالم ہوئے ہیں وہ تو خود رسوؐل اللہ نے بیان فرما دیئے ہیں ۔(فرقان ۳۰ / ۲۵) یہاں تو یہ سن لیں کہ اللہ نے زیر نظر آیات میں یہ بتایا ہے کہ رسوؐل کے مخاطب لوگ ایک عظیم المرتبت غیبی خبر کی طرف سے روگردانی کر رہے تھے ۔(۶۸۔۶۷ / ۳۸) ۔یعنی بے توجہی اور لاپرواہی و ناگواری کے ساتھ سنتے تھے ۔یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ عظیم المرتبت خبر کون سی تھی ؟ کیا تھی ؟ اس میں کیا عظیم بات تھی ؟اور وہ قریش کو مع اس کی عظمت کے کیوں پسند نہ تھی ؟ جو چیز یا جو خبر عظیم کے مرتبہ کی ہو اس سے تو کوئی بھی روگردانی نہیں کرتا۔ اسے کوئی ٹالنا نہیں چاہتا معلوم ہوتا ہے کہ وہ غیبی خبر یقیناً قریش کو نقصان پہنچانے والی تھی ورنہ لازم تھا کہ نہ وہ اسے ٹالتے نہ اس سے روگردانی اور لاپرواہی کرتے ۔ بہرحال سوال اپنی جگہ موجود ہے کہ وہ عظیم الشان غیبی خبر تھی کیا ؟ علامہ مودودی نے اس خبر کو اپنے کشف و کمال سے بلا کسی دلیل و ثبوت کے اسی سورہ کی پانچویں آیت کا بیان بتایا ہے یعنی "وحدانیت خداوندی "وہ خبر ہے ۔لیکن سوال یہ تھا کہ وہ نہ صرف ایک خبر ہے بلکہ عظیم الشان خبر ہے اور غیبی خبر ہے اللہ کا ایک ہونا یا نبی کا اللہ کو ایک قرار دینا عربوں کے لئے نہ نئی خبر ہے نہ عظیم اور غیبی خبر ہے ایک معبود کا پرچار ہوتے ہوئے تو ہزاروں سال گزر گئے تھے ۔کوئی مانے یا نہ مانے یہ خبر ہر آدمی کو تھی کہ کچھ لوگ ہمیشہ سے ایک معبود یا ایک اللہ مانتے اور کہتے چلے آئے ہیں ۔اور جس چیز کو اہل مکہ نے عجیب قرار دیا (۵ / ۳۸) اور جس کے لئے یہ کہا کہ وہ کسی بھی ملت یا دین میں مذکور نہیں ہوئی ہے ۔ (۷ / ۳۸) وہ توحید کا عقیدہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہر دین و ملت میں اللہ کا ایک ہونا ،ایک معبود کی عبادت کرنا بیان ہوتا چلا آیا ہے ۔وہ تو وہ بات ہے جس کے پیچھے چھپے ہوئے ارادے پر اہل مکہ نے شک کیا ہے اور کہا ہے کہ: اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝۶ صٓ

(یہ بات تو کسی اور ہی غرض سے کہی جا رہی ہے " (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۲۰) اور وہ عظیم المرتبت خبر تو ایسی ہے جو اہل مکہ کے نزدیک نبیؐ نے مستقبل میں کسی خاص منصوبے کی تمہید کے لئے خود ہی گھڑلی تھی۔(۶ تا ۷ / ۳۸) یعنی وہ عظیم الشان خبر نہ اللہ یا اِلٰہ کی وحدانیت تھی نہ ایک معبود کی اطاعت و عبادت تھی۔ بلکہ وہ خبر تو کوئی ایسا منصوبہ تھا جس سے قریش کے تمام منصوبے خاک میں مل جاتے تھے ۔ اور جس کو علامہ اور قریش دونوں سمجھ گئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ :

"ان کا مطلب یہ تھا کہ اس دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے دراصل یہ دعوت اس غرض سے دی جا رہی ہے کہ ہم محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) کے تابع فرمان ہو جائیں اور یہ ہم پر اپنا حکم چلائیں۔ "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۲۱ آیت ۷ / ۳۸) بات صاف ہے کہ وہ دعوت ، دعوت ذوی العشیرہ تھی اور اس دعوت میں نبیؐ کی طرف سے پہلا سوال اور پہلا حکم سامنے آیا تھا اور جب قریش نے رسوؐل اللہ کا سوال یا اپیل رد کردی تو انہیں یہ خبر دی تھی کہ: "یہ علیؑ ہے یہ میرا بھائی، میرا وصی، میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہے " اور حکم یہ دیا تھا کہ:"تم سب اس کی بات سنو اور تعمیل و اطاعت کرو "یہ تھی وہ عظیم الشان خبر جس کا وقوع میں آنا اس وقت پردہ غیب میں پوشیدہ اور قریش کے نزدیک ناممکن تھا ۔یہی وہ خبر تھی جس کو خود گھڑ لینا قرار دیا تھا۔ اور اسی سے قریش نے مکمل اعراض یا روگردانی کی تھی ۔ انہوں نے دین کی ہر بات کو اپنے اجتہاد سے

میں آدمؑ سے اس لئے زیادہ بہتر ہوں کہ تونے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے طین سے پیدا کیا ہے (۷۷) اللہ نے کہا کہ بہرحال اب تو یہاں سے نکل جا اور یقیناً آج سے تو رجم کیا ہوا ہے (۷۸) چنانچہ تجھ پر نتائج برآمد ہونے کے روز تک یقیناً میری طرف سے محرومی (لعنت) جاری رہے گی۔ (۷۹) ابلیس نے درخواست کی اے میرے پالنے والے

اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ ؕ خَلَقۡتَنِىۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَهٗ

میں بہتر ہوں اس سے پیدا کیا تو نے مجھ کو آگ سے اور پیدا کیا ہے تو نے

مِنۡ طِيۡنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ ﴿۷۷﴾ وَّ

اس کو مٹی سے کہا پس نکل ان آسمانوں میں سے پس تحقیق تو راندہ گیا ہے۔ اور

اِنَّ عَلَيۡكَ لَعۡنَتِىۡۤ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ

تحقیق اوپر تیرے لعنت ہے میری دن جزا تک کہا اے پروردگار میرے

منظور کیا، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، خمس وغیرہ پر جیسا سمجھے عمل کیا۔ وحدانیت کو مانا۔ نبوت کو مانا۔ قیامت کو مانا۔ مگر نہ مانا تو اسی عظیم المرتبت غیبی خبر کو نہ مانا اور پوری قوم نے متفقہ طور پر وہ فیصلہ کیا تھا کہ جسے تاریخوں میں نمایاں مقام ملتا چلا آیا ہے۔ اور وہ فیصلہ خلیفہ دوم نے عبداللہ ابن عباس کو سنایا تھا کہ:

"تمہاری قوم نہ چاہتی تھی کہ نبوت اور حکومت دونوں ایک ہی خاندان میں رہیں" (الفاروق صفحہ ۱۰۳ حصہ اوّل) چنانچہ قارئین نے دیکھا ہے کہ سورۂ صٓ پوری کی پوری اسی حکومت و وزارت و خلافت کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرتی چلی آئی ہے۔ اسی عظیم الشان غیبی خبر کے متعلق اللہ نے ایک سورۂ اسی نام (اَلنَّبَا) کی نازل کی ہے اور قریش کی بے چینیوں اور اس عظیم خبر پر چہ میگوئیوں پر یوں روشنی ڈالی ہے۔

"یہ لوگ کس چیز کے متعلق سوال و جواب کر رہے ہیں؟ کیا یہ لوگ اس عظیم الشان غیبی خبر پر نکتہ چینیوں میں لگے ہوئے ہیں؟ کیا یہ اسی خبر میں اختلاف اور انتشار پھیلا رہے ہیں؟ ان کے تمام اقوال و خیال غلط ہیں وہ جلد ہی حقیقت کو جان لیں گے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ ان کے اقوال و خیال درست نہیں وہ جلد ہی صحیح بات جان لیں گے۔"

عَمَّ يَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۲﴾ الَّذِىۡ هُمۡ فِيۡهِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۳﴾ كَلَّا سَيَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾ النبأ

قارئین سب سے پہلے یہ نوٹ کرلیں کہ یہ سورہ اس عظیم الشان خبر کو لے کر نازل نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ اس کے متعلق مباحثہ و اختلاف کرنے والوں کے ذکر سے شروع ہوتی ہے۔ یعنی وہ عظیم خبر پہلے آ چکی تھی اس پر قیاس آرائیاں اور بحثیں کی جا رہی تھیں اس لئے سورۂ نبا قریش کی نقطہ آفرینوں کا جواب دینے اور انہیں مزید تنذیر کرنے کے لئے نازل ہوئی تھی مگر یہ عظیم غیبی خبر سورۂ صٓ میں دے دی گئی تھی۔ اور یہ ولایت و وزارت و حکومت الٰہیہ کے قیام کی خبر تھی۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عبداللہ بن کثیرؒ نے اللہ کے اس فرمان کی توضیح چاہی کہ:

"یہ لوگ کس چیز کے متعلق سوال و جواب کر رہے ہیں؟ کیا یہ لوگ اس عظیم الشان غیبی خبر پر نکتہ چینیوں میں لگے ہوئے ہیں؟ امام نے فرمایا کہ وہ عظیم خبر قیام ولایت کے متعلق ہے" عبداللہ نے اس آیت کے متعلق دریافت کیا کہ: "اللہ کی حقیقی ولایت یہی تو ہے"۔ (کہف ۴۴ / ۱۸) فرمایا کہ یہ بھی امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولایت کا اعلان ہے"۔ (کافی) اس معصومؑ بیان کے بعد وہ تمام افسانوی اور خود ساختہ تفسیریں باطل

عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ عمّ یتسألون عن النبأ العظیم قال النبأ العظیم الولایۃ۔ وسألتہ عن قولہ: هُنَالِكَ الۡوَلَايَةُ لِلّٰهِ الۡحَقِّ؟ قال: ولایۃ امیر المومنین علیہ السلام۔ (اصول کافی کتاب الحجۃ باب نکت ونتف)

کا ڈھیر بن جاتی ہیں۔ جن میں ولایت علویہ کو چھپا کر اور چیزوں کو عظیم الشان غیبی خبر قرار دیا گیا ہے لہٰذا یہ وہی غیبی اور اسلام کی عظیم خبر تھی جس کے خلاف قریش نے محاذ بنایا اور جس سے حتی الامکان بچنے کے لئے قرآن میں اور اسلامی احکام و مسائل میں اجتہادی تبدیلیاں کیں تاکہ ان کی غاصبانہ حکومتوں کو جواز ملے اور ان کی اجارہ داری اور نوع انسان کا استحصال جاری رہے۔

فَاَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ

پس ڈھیل دے مجھ کو اس دن تک کہ اٹھائے جاویں مردے کہا

فَاِنَّکَ مِنَ الۡمُنۡظَرِیۡنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ

پس تحقیق تو ڈھیل دیے گیوں سے ہے دن اس وقت معلوم تک کہا

فَبِعِزَّتِکَ لَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا

پس قسم ہے عزت تیری کی البتہ گمراہ کردوں گا میں ان کو اکٹھے مگر

عِبَادَکَ مِنۡہُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالۡحَقُّ ۫ وَ

بندے تیرے ان میں سے خالص کئے ہوئے کہا کہ پس سچ بات یہ ہے اور

تو مجھے اپنی طرف سے اس انتظار کی مہلت دے کہ میں اپنا موقف ثابت کرسکوں۔ اور یہ مہلت تمام مُردوں کے اٹھائے جانے والے دن تک ہونا چاہئے۔ (۸۰) اللہ نے کہا کہ تجھے تجربے اور انتظار کی مہلت تو ہے مگر (۸۱) یومِ بعثت تک نہیں بلکہ ایک ایسے دن تک مہلت ہے جس کا وقت ہمیں معلوم ہے (۸۲) منظوری مل جانے کے بعد ابلیس نے کہا کہ میں تیری ہی عزت کی قسم کھا کر دعویٰ کرتا ہوں کہ میں تیرے تمام بندوں کو مجموعی حیثیت سے بہکا دوں گا (۸۳) البتہ جن بندوں کو خود تو نے خالص کر رکھا ہے ان کو اغوا نہ کر سکوں گا (۸۴) اللہ نے فرمایا کہ سن لے کہ حق یہی ہے اور

(۱۲۔ الف) آیات (۸۸ تا ۶۹ / ۳۸) ولایت علوؑیہ و خلافت محمدؐیہ ہی کو عظیم الشان غیبی خبر ثابت کرتی ہیں۔

ہم نے سابقہ زیر بحث آیات (۶۸۔۶۷ / ۳۸) کو تنہا رکھ کر بات کی ہے۔ اور اگلی آیات میں آئی ہوئی مثال و تفصیل کو بعد کے لئے اٹھا رکھا تھا۔ اب جب کہ "اَلنَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ" کا ایک حیثیت سے تعین ہوچکا ہے کہ وہ آنحضرؐت کے مقرر کردہ وزیر و خلیفہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کی حکومت کی خبر ہے تو یہ دیکھئے کہ اللہ نے مسلسل اگلی آیات میں کیا فرمایا ہے اور کیوں فرمایا ہے؟ لیجئے ہم تسلسل کے لئے دوبارہ ترجمہ لکھے دیتے ہیں تاکہ ذہن اصل گفتگو کی طرف پوری طرح رجوع ہوسکے "اے رسوؐل ان کو بتا دو کہ وہ (ھُوَ) عظیم الشان غیبی خبر ہی ہے کہ تم جس سے روگردانی کررہے ہو (۶۸۔۶۷ / ۳۸) اور یہ بھی کہہ دو کہ مجھے اس مباحثہ اور جھگڑے کا کچھ علم نہیں جو مَلَاِ الۡاَعۡلٰۤی میں ہوا تھا (۶۹ / ۳۸) یہ مسلسل اگلی آیت (۶۹ / ۳۸) بتاتی ہے کہ قریشی علما نے آنحضرؐت سے مَلَاِ الۡاَعۡلٰۤی میں واقع ہونے والے کسی جھگڑے کی تفصیل دریافت کی تھی جس پر اللہ نے انہیں رسوؐل کی لاعلمی کا جواب دلوا دیا ہے۔ اس کے بعد والی آیات میں حضرت آدمؑ کی تخلیق ان کو سجدہ کرایا جانا اور ابلیس کا سجدہ نہ کرکے رجیم و لعنتی قرار پانا مذکور ہوا ہے۔ اور سورۂ صٓ تقریباً اسی قصہ کو مکمل کرتی ہوئی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر آپ اس قصہ کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ لیں تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ عظیم الشان غیبی خبر واقعی حضرت علیؑ کی ولایت اور حکومت الٰہیہ کے قیام کو بتاتی ہے۔ اس قصہ کے اجزا اور اہم پہلو یوں ہیں۔

(۱۲۔ ب) حضرت آدمؑ کی خلافت اور حکومت الٰہیہ کا اعلان اور اس کے قیام میں ابلیسی مزاحمت:

(۱) حضرت آدمؑ کو زمین پر خلیفہ بنا کر حکومت الٰہیہ قائم کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ (بقرہ ۳۰ / ۲)
(۲) ملائکہ نے اس مطلق العنان حکومت کے نتائج سے بحث کی اور اللہ نے جواب میں وضاحت کی اور بات ختم ہوگئی ملائکہ نے سر نیاز سجدہ میں رکھ دیا اور آج تک اطاعت میں مصروف ہیں۔ (۳۰ / ۲، ۳۴ / ۲ وغیرہ)
(۳) ابلیس نے سجدہ اطاعت نہیں کیا۔ اپنے حقدار خلافت ہونے کی بحث نکالی۔ اجتہاد کیا دلائل دیئے۔ اور تجربہ و آزمائش کے لئے مہلت اور متعلقہ قدرت و اختیارات ووسائل طلب کئے جو دے دیئے گئے۔ (۸۳۔۷۸ / ۳۸ وغیرہ)
(۴) ابلیس نے اعلان کیا کہ میں اولاد آدمؑ کی جڑیں نکال دوں گا اور تو کبھی ان کی کثرت کو حکومت الٰہیہ پر متفق نہ پائے گا (اعراف ۱۷ تا ۱۴ / ۷) اور یہ کہ
(۵) میں خود انسانوں میں ایسی جماعت برقرار رکھوں گا جو نبیوؐں کے مقابلہ پر میری مرضی کے مطابق حکومت اور مذہب جاری رکھے گی۔ (نساء ۱۱۸ / ۴) اب قارئین سورۂ صٓ کی نبا عظیم والی آیات پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ اس عظیم خبر کو

الْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ

سچ کہتاہوں میں البتہ بھر دوں گا میں دوزخ کو تجھ سے اور ان سے جو

تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ

پیروی کرتے ہیں تیری ان میں سے اکٹھے کہہ نہیں سوال کرتا میں تم سے

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا

اوپر اس قرآن کے کچھ بدلا اور نہیں میں تکلف کرنے والوں سے نہیں یہ قرآن مگر

ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

نصیحت واسطے عالموں کے اور البتہ جان لوگے خبر اس کی پیچھے ایک مدت کے

میں حق بات ہی کہا بھی کرتا ہوں کہ (۸۵) میں تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والے تمام آدمیوں سے مجموعاً جہنم کو بھر دوں گا (۸۶) اے رسولؐ آخر میں ان کو یہ بھی بتا دو کہ میں اس غیبی خبر کے بدلے میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور میں تکلف نوازوں میں سے بھی نہیں ہوں (۸۷) وہ تو پوری کائنات کے لئے ایک تذکرہ تھا جو کر دیا گیا ہے (۸۸) اور تمہیں ویسے بھی اس کی غیبی خبر کچھ مدت کے بعد مل ہی جائے گی۔

قریش نے پسند نہیں کیا (۶۸ / ۳۸) اس سے روگردانی کرلی اور سورۂ ''النباء'' کی رو سے اس نبا عظیم پر طرح طرح کی بحثیں نکالیں اور اس خبر میں طرح طرح کے اختلافات پیدا کردئے (نباء ۵تا ۱ / ۷۸) اور علامہ اینڈ کمپنی آج تک اس خبر کو بدلنے اور مختلف بنانے میں لگی ہوئی ہے۔ اب سورۂ صٓ کی آیت (۶۹ / ۳۸) ملاءِ اعلیٰ والے جھگڑے اور مخاصمت پر لاعلمی کا اظہار کرکے وہ قصہ سناتی ہے کہ ہاں ہاں ملاءِ اعلیٰ میں بھی اسی نباء عظیم پر بحث و مزاحمت ہوئی تھی وہاں بھی ابلیس نے اجتہاد کر کے خود کو آدمؑ سے افضل اور زیادہ حقدار کہا تھا۔ اور تم بھی وہی کچھ کر رہے ہو تمہیں بھی اسی خلافت و وزارت پر اختلاف و اعتراض ہے شیطان نے روگردانی کی تھی تم بھی رو گردانی کر رہے ہو اس لئے کہ تم اس کی وہی جماعت ہو جسے تیار کرتے رہنے کا ابلیس نے اعلان کیا تھا۔ اور اسی نے آج تک اس خلافت و حکومت الٰہیہ کے مقابلے پر حکومتیں قائم کرائی ہیں۔ تم بھی ایسا کرو گے لیکن جس طرح تم ہمیشہ کے لئے حکومت باطل قائم نہ رکھ سکے اور نہ رکھ سکو گے تاکہ ابلیس کی محرومی ثابت رہے، اُسی طرح اِن مہلت اور تجربہ کے ادوار میں حکومت الٰہیہ مستقلاً قائم نہ ہو سکی مگر اُس دن اور اُس وقت جو معلوم ہے، حکومت علویہ مستقلاً قائم ہو کر رہے گی جس دن اور جس وقت ابلیس کی مہلت اور تجربہ کا ہر پہلو ختم و مکمل ہو جائے گا۔ چنانچہ تم وہی کچھ کر رہے ہو جو ملاءِ اعلیٰ سے لے کر آج تک ابلیس نے کیا ہے اور تم نے بھی اسی طرح مخاصمت کی جیسی ملاءِ اعلیٰ پر ہوئی تھی۔

اگر وہ عظیم الشان خبر قیامِ ولایت کی نہ ہوتی تو ہرگز ولایتِ و خلافت آدمؑ کے ذکر کی یہاں ضرورت نہ تھی۔ لہٰذا جو حکومت رسولؐ کے بعد قائم ہوئی وہ ابلیسی حکومت تھی اور اس کی محرومی کی دلیل تھی۔ حقیقی ولایت ابھی قائم ہونا ہے۔ اور اسے ساری کائنات میں پھیل کر قائم ہونا ہے (۸۷ / ۳۸) اور آج وہ وقت آ گیا ہے کہ ساری دنیا کی اقوام اور مذاہب و ملل کے دانشوروں کی زبان سے یہ غیبی خبر مل رہی ہے (۸۸ / ۳۸) کہ دنیا میں حقیقی امن و سلامتی اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک ایک عالمی حکومت اور ایک عالمی مذہب قائم نہ ہوجائے۔

سُوْرَةُ الزُّمَر

سُوْرَةُ الزُّمر مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ خَمسٌ وَّ سَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّ ثَمَانُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ زُمر مکہ میں نازل ہوئی اس میں پچھتر (۷۵) آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے	اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اِنَّآ

اتارنا اس کتاب کا اللہ عزت والے حکمت والے کی طرف سے ہے تحقیق ہم نے

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا

اتاری ہے طرف تیری کتاب ساتھ حق کے پس بندگی کر اللہ کی خالص کر کر

لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَ الَّذِيْنَ

واسطے اس کے عبادت کو خبر دار ہو واسطے اللہ کے ہے عبادت خالص اور جن لوگوں نے

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا

پکڑے ہیں سوائے اس کے دوست کہتے ہیں نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر

لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ

تو کہ نزدیک کریں ہم کو طرف اللہ کی نزدیک کرنے کر تحقیق اللہ حکم کرے گا

بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

درمیان ان کے بیچ اس چیز کے کہ وہ بیچ اس کے اختلاف کرتے ہیں تحقیق اللہ نہیں

وقف لازم

(۱) اس کتاب کا نزول ہر حال میں غالب رہنے والے حکیم اللہ کی جانب سے ہوا ہے (۲) ہم نے اے رسولؐ آپ کی طرف اس کتاب کو برحق نازل کیا ہے لہٰذا آپ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ دین خالصتاً اللہ کے لئے ہو کر رہ جائے (۳) تمام مخاطب خبردار رہیں کہ خالص دین صرف اللہ کے لئے ہے اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا اپنے ہمدرد حاکم بنائے ہوئے ہیں یہ غور کرتے ہیں کہ ہم اِن حاکموں کی عبادت نہیں کرتے سوائے اس کے کہ وہ ہمیں اللہ کی قربت بہم پہنچا دیں ۔ اللہ یقیناً ان کے درمیان ان تمام عقائد اور مسائل کا فیصلہ کردے گا جن میں حقیقی اسلام سے اختلاف کرکے عمل کرتے رہتے ہیں ۔ اللہ کسی بھی ایسے شخص کو ہدایت نہیں کیا کرتا جو بہت جھوٹا اور حقائق کو بہت چھپانے

تشریحات سورۂ زمر :

(۱) اہل مکہ اور قریش اسلام کے منکر نہ تھے بلکہ انہوں نے اجتہادی اسلام اپنایا ہوا تھا۔(۱ تا ۳)

قرآن میں اہل مکہ اور خصوصاً قریش کے لئے ایسی آیات (۳ / ۳۹) بار بار آتی ہیں جن میں یہ کہاجاتاہے کہ: "اللہ ان کے اختلاف کا خود فیصلہ کرے گا (۳ / ۳۹) یعنی وہ لوگ دنیا میں رہتے ہوئے برابر اُن اختلافی و اجتہادی عقائد و اعمال پر عمل کرتے رہیں گے ۔ کبھی اپنی اصلاح نہ کریں گے ۔ یہاں تک کہ تمام معاملات کو اللہ اپنے ہاتھ میں لے لے اور انہیں عملاً یہ بتائے کہ تمہارے سامنے حقیقی احکام پیش کئے گئے ، تمہارے سامنے ان حقیقی مسائل پر عمل کرنے والے لوگ رہتے رہے، جنہوں نے تمہارے جبر و ظلم وستم و قہر و غلبہ کے باوجود ان احکام پر عمل کرنا نہ چھوڑا ۔ قتل ہوئے، اپنے بچوں کو قتل ہوتے دیکھا ،گھر اور سامان لٹنا برداشت کیا ، مگر اپنے عقائد و اعمال سے باز نہ آئے۔ تم نے اس کے باوجود بھی اپنے مخالفانہ احکام و عقائد پر عمل جاری رکھا اور کبھی نہ سوچا کہ دوسرا فریق کیوں اپنے مخالفانہ احکام و عقائد ترک نہیں کرتا ؟ حالانکہ ترک کرنے پر

يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝۳ لَوۡ اَرَادَ اللّٰهُ اَنۡ يَّتَّخِذَ

راہ دکھاتا اس شخص کو کہ وہ جھوٹا ہے کفر کرنے والا اگر ارادہ کرتا اللہ یہ کہ پکڑے

وَلَدًا لَّاصۡطَفٰى مِمَّا يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ

اولاد البتہ چن لیتا اس چیز سے کہ پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے پاک ہے وہ وہ ہے

اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ۝۴ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيۡلَ

اللہ اکیلا غالب پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو ساتھ حق کے لپیٹتا ہے رات کو

والا ہو (۴) اگر اللہ کسی کو بیٹا بنانے کا ارادہ کرلیتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا مصطفیٰ بنا کر بیٹا بنا لیتا مگر وہ تو ایسی احتیاج سے بلند و ارفع ہے اور اللہ تنہا ہوتے ہوئے بھی تمام مخلوقات پر قوت سے قابو رکھنے والا ہے ۔ (۵) اسی نے آسمانوں اور زمینوں کو برحق افادہ کے لئے پیدا کیا ہے وہی ہے جو رات کو دن میں لپیٹتا ہے اور دن کو رات میں لپیٹ کر لاتا ہے اور اسی

تم خوش رہتے اور انہیں تمہارے والی تمام سہولتیں اور اقتدار حاصل ہوتا دنیا میں عیش و راحت کی زندگی بسر کرنا نصیب ہوتی؟ اور کبھی اس پر غور نہ کیا کہ وہ کون سی ایسی قیمتی چیز ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے یہ لوگ نہ حکومت و اقتدار کو کوئی قیمت دیتے ہیں نہ اس کے سامنے مال و دولت و جاہ وجلال کی پرواہ کرتے ہیں نہ انہیں اپنی زندگی عزیز ہے چونکہ ان لوگوں پر اتمام حجت ہو چکا ہوگا۔ اور تمام عذرات اور بہانے ختم ہو چکے ہوں گے اس لئے اب وہ وقت آنا چاہیے کہ ان لوگوں کو عملاً ان حالات میں سے گزارا جائے جن حالات میں سے انہوں نے حق پرستوں کو گزرنے پر مجبور رکھا تھا۔

(ا ۔الف) تمام انسانوں کو اسلامی انصاف اور جزا و سزا دنیا کی زندگی میں مکمل کر کے جنت و جہنم ملیں گے ۔

چنانچہ اللہ نے پہلے ہی سے ایک ایسا وقت مقرر کر رکھا ہے جب ان لوگوں کے سامنے وہ تمام اختلافات رکھے جائیں ۔ جو ان لوگوں نے دین میں پیدا کئے تھے اور خود اللہ انہیں بتائے کہ یہ تمام اختلافات باطل ہیں ۔ تمہیں انبیاء نے سمجھایا تم نہ جانے تمہیں آئمہ نے بتایا تم نے تسلیم نہ کیا بلکہ سمجھانے اور بتانے والوں کو قید کیا قتل کیا اور چاہا کہ دنیا سے ان تعلیمات کو یکسر مٹا دیا جائے تاکہ تمہیں بُرا کہنے والا کوئی نہ رہے ۔ تم نے اور ابلیس نے اللہ کی دی ہوئی مہلت ، قدرت اور وسائل سے بھرپور فائدہ اٹھایا اب تم تیار ہو جاؤ کہ تمہیں بھرپور نقصان و اذیت پہنچائی جائے اور وہ لوگ اپنی آنکھوں سے تمہارا حال دیکھیں اور تمہارے صبر و استقلال اور ہمت کو دیکھیں ۔ کہ تم مصائب و آلام اور قتل و غارت کو کس جرأت سے برداشت کرتے ہو اور کس طرح وہ بہادری اور جرأت دکھاتے ہو جو تم نے رسولؐ کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو قتل کرنے، رسولؐ زادیوں کو لوٹنے اور قید کرنے میں لوگوں کو دکھائی تھیں؟ جس طرح تم چھوٹے چھوٹے بچوں کو پیاس سے تڑپتا دیکھ کر ہنستے تھے ۔ ان کی طرف پانی کا گلاس بڑھاتے تھے اور جب وہ لینے کے لئے ہاتھ پھیلاتے تھے تو تم پانی زمین پر بہادیتے تھے اور پھر ان کے رونے پر قہقہے لگاتے تھے اسی طرح تمہیں پیاسار کھا جانا اور تمہارا مذاق اڑایا جانا عدل و انصاف کا تقاضہ ہے اسی طرح تمہیں بھوکا پیاسا رکھ کر ترسا ترسا کر قتل کرنا تمہاری سنگ دلی اور مظالم کی صحیح جزا ہے۔اور اس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

اوّل۔جزا و سزا اعمال کے مطابق، جیسی کرنی ویسی بھرنی: علامہ کا ترجمہ : ا۔"ہماری نشانیوں کو جس کسی نے جھٹلایا اورآخرت کی پیشی کا انکار کیا اس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے کیا لوگ اس کے سوا کچھ اور جزا پا سکتے ہیں کہ جیسا کریں ویسا بھریں"؟(تفہیم القرآن جلد۲ صفحہ۷۹)

۲۔"اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام رکھنے میں راستی سے

ا۔ وَالَّذِينَ كَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَا وَلِقَآءِ ٱلۡأٓخِرَةِ حَبِطَتۡ أَعۡمَٰلُهُمۡۚ هَلۡ يُجۡزَوۡنَ إِلَّا مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ O(الأعراف: ۱۴۷ / ۷)

۲۔وَذَرُواْ ٱلَّذِينَ يُلۡحِدُونَ فِيٓ أَسۡمَٰٓئِهِۦۚ سَيُجۡزَوۡنَ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ O(الأعراف:۱۸۰ / ۷)

۳۔ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتۡ أَيۡدِيكُمۡ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَيۡسَ بِظَلَّٰمٖ لِّلۡعَبِيدِ O (انفال ۵۱ / ۸)

۴۔ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُواْ ذُوقُواْ عَذَابَ ٱلۡخُلۡدِ هَلۡ تُجۡزَوۡنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمۡ تَكۡسِبُونَ O (یونس ۵۲ / ۱۱)

۵۔ مَن جَآءَ بِٱلۡحَسَنَةِ فَلَهُۥ خَيۡرٞ مِّنۡهَاۖ وَمَن جَآءَ بِٱلسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزَى ٱلَّذِينَ عَمِلُواْ ٱلسَّيِّـَٔاتِ إِلَّا مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ O (القصص ۸۴)

عَلَى النَّهَارِ وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ

اوپر دن کے اور لپیٹتا ہے دن کو اوپر رات کے اور مسخر کیا سورج اور چاند کو

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾

ہر ایک چلتا ہے ایک وقت مقرر تک خبر دار ہو وہی ہے غالب بخشنے والا

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ

پیدا کیا تم کو جان ایک سے پھر پیدا کیا اس میں سے جوڑا اس کا اور اتارے

نے چاند اور سورج کو مطیع و فرمانبردار بنایا ہے اور وہ سب کے سب ایک وقت مقررہ تک رواں دواں مقاصد خداوندی کی تکمیل میں مصروف عمل ہیں ۔ خبردار ہو جاؤ کہ اللہ ہی ہر حال میں غالب رہنے والا تحفظ دینے والا ہے۔ (۶) تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کر دیا اور پھر اس نفس میں سے ہی اس کا جوڑا پیدا کر دیا اور تمہارے لئے چوپاؤں میں سے آٹھ جوڑے

منحرف ہو جاتے ہیں جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں اس کا بدلہ وہ پا کر رہیں گے "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۰۳) ۳۔ "یہ وہ جزا ہے جس کا سامان تمہارے ہاتھوں نے پیشگی مہیا کر رکھا تھا ورنہ اللہ تو اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے "(تفہیم القرآن ۲ صفحہ ۱۵۰۔۱۵۱) ۴۔ "پھر ظالموں سے کہا جائے گا اب ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو جو کچھ تم کماتے رہے ہو اس کی پاداش کے سوا اور کیا بدلہ تم کو دیا جا سکتا ہے ؟" (تفہیم القرآن ۲ صفحہ ۲۹۱) ۵۔ "جو کوئی بھلائی لے کر آئے گا اس کے لئے اس سے بہتر بھلائی ہے اور جو برائی لے کر آئے تو برائیاں کرنے والوں کو ویسا ہی بدلہ ملے گا جیسے عمل وہ کرتے تھے "۔(قصص ۸۴ / ۲۸ تفہیم القرآن ۳ صفحہ ۶۶۵)

دوم ۔اعمال مختلف تو جزا و سزا بھی مختلف ہو گی نہ کہ ایک ہی : قرآن کریم میں ان پانچوں آیات کی مانند مفہوم کی بہت سی آیات ہیں اور سب میں یہ اصول بیان کیا ہے کہ انسانوں کو ان اعمال کی وہی جزا ملے گی جو اُن کے عمل کا تقاضا ہو گا مثلاً ایک قاتل کو قتل کیا جائے گا ایک چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے ایک زانی کو سنگسار کیا جائے گا ایک شرابی کو کوڑے لگائے جائیں گے ایک تہمت تراش کو تازیانوں کی سزا دی جائے گی ایک ڈاکو کو لوٹا جائے گا اور اسے محتاج و بے سہارا کر دیا جائے گا۔ ظالم پر ظلم کیا جائے گا یعنی ایسا نہ ہو گا کہ ایک قاتل کو جہنم زانی کو بھی جہنم یعنی جرم کی سزا میں صرف جہنم کی سزا نہ ہو گی بلکہ جہنم تو ان تمام لوگوں کی آخری سزا ہے جس میں تمام مجرموں کی آئندہ لامحدود زندگی بسر ہو گی اسی طرح جنت تمام نیکو کاروں کی آخری اور ابدالآباد رہنے کی جگہ کا نام ہے مگر ان کو پہلے ان تمام وسائل حیات کی فراہمی کا انعام ملے گا جو مجرموں نے ان سے جبراً یا چوری سے یا ظلماً چھین لیا تھا قومی علما نے اسلام کے مخالفین کے لئے صرف ایک سزا مراد لی ہے اور ہر جرم کی پاداش جہنم قرار دی ہے ۔ جو نہ صرف انصاف کے خلاف جرم ہے بلکہ منشائے قرآن کے سراسر مخالف ہے سوچئے کہ ایک دشمن اسلام نے ایک مومن کو عمداً قتل کیا اور یہاں دنیا میں اسے کوئی سزا نہ ملی تو قیامت میں اسے جہنم واصل کیا جائے گا ۔پھر ایک مجرم نے ایک نبیؑ کو قتل کیا اسے بھی جہنم۔ ایک شخص نے پچاس مومنین کو قتل کیا اسے بھی جہنم ۔ ایک شخص نے چوری بھی کی ڈاکے بھی مارے قتل عام بھی کیا شراب بھی پیتا رہا زنا کر کے زندگی گزاری اسے بھی جہنم ۔ پھر اِن مجرموں کو جہنم میں بھیجنے سے اُن لوگوں کو کیا فائدہ ہوا جن پر مظالم ہوئے؟ جنہیں لوٹا گیا؟ جنہیں قتل کیا گیا ؟ ان کا نقصان تو پورا نہ کیا گیا ان کی توہین اور بے چارگی کا بھوک، پیاس اور مصائب و آلام برداشت کرنے کا بدلہ تو نہ ہوا یہ تو اس حالت میں ہوتا کہ ان ظالموں کو اسی طرح ان ہی لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار کیا جاتا جن کے بالمواجہ انہوں نے مظالم کئے اور ان سے ان کے ہر جبر و ظلم و ستم کا انتقام لے کر مظلوموں کا دل ٹھنڈا کیا جاتا جس طرح شریعت میں قاتل کو مقتول کا وارث قتل کرتا ہے اور ساری دنیا دیکھتی ہے ۔ جہنم یا جنت امرت دھارا نہیں ہے کہ ہر مرض کا علاج ہو وہ تو آخری رہائش گاہ ہے جو ہر مومن و نیکو کار کا اور ہر مجرم و بدکار کا آخری ٹھکانہ ہے۔ انہوں نے کوئی جرم کیا ہوتا یا نہ کیا ہوتا انہوں نے کوئی کارنامہ یا قربانی دی ہوتی یا نہ دی ہوتی وہ تو محض دین داری اور بے دینی کی سزا و جزا ہے جن لوگوں کے متعلق یہ طے ہو گیا کہ وہ حقیقی اسلام کے خلاف اپنے مجتہدانہ عقائدواعمال کو ہرگز ترک نہ کریں گے، جہنم واصل ہوں گے اور جو دین پر قائم رہیں گے جنت میں جائیں گے۔ بات تو اسلام کے فداکاروں اور

نازل کر دیئے تھے ۔اور آخر کار تمہاری تخلیق تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں شروع کی کہ ایک کے بعد ایک نئی تخلیق دیتا چلا جاتا ہے اور یہ سب کچھ پیٹ کے اندر تہہ در تہہ تین تین اندھیروں کے اندر تمہاری تخلیق مکمل کرتا ہے ۔ وہ ہستی تمہارا اللہ اور تمہارا پروردگار ہے کوئی معبود اس کے علاوہ نہیں ہے چنانچہ تم لوگوں کو کدھر بہکا کر منحرف کیا

لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ

واسطے تمہارے چارپایوں میں سے آٹھ جوڑے پیدا کرتا ہے تم کو بیچ پیٹوں

اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ

ماؤں تمہاری کے ایک پیدائش پیچھے دوسری پیدائش کے بیچ اندھیروں تین کے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

یہ ہے اللہ پروردگار تمہارا واسطے اس کے ہے بادشاہی نہیں کوئی معبود مگر وہ

دشمنان اسلام کے جرائم اور مظالم کی ہورہی ہے اور ہر شخص کو اس کے سعی و عمل سے مستفید کرنے کے وعدہ کی بات ہے (نجم ۴۱ تا ۴۰ / ۵۳) جس میں کہا گیا کہ :

"اور یقیناً اس کی کوششیں اور نتائج دیکھے جائیں گے پھر اُسے اُس کی پوری

وَأَنَّ سَعْيَهُۥ سَوْفَ يُرَىٰ ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجْزَىٰهُ ٱلْجَزَآءَ ٱلْأَوْفَىٰ ﴿٤١﴾ (نجم ۴۰ تا ۴۱)

حدود تک جزا دی جائے گی ۔ (نجم ۴۱ تا ۴۰ / ۵۳) وغیرہ وغیرہ سینکڑوں وعدے کئے گئے ہیں مثلاً امام حسین علیہ السلام اور ان کے انصارؑ کی کوشش یہ تھی کہ یزیدی حکومت کی دست برُد سے اسلام اور اُمت کو محفوظ کیا جائے لیکن ہوا یہ کہ خانوادۂ رسولؐ اور انصارانِؑ حسینؑ کا قلع قمع کرکے رکھ دیا گیا۔ تمام دخترانِ رسولؐ اور انصارؑ کے حرم کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا ۔ بازاروں میں تشہیر کرکے ان کی ہتک حرمت کی گئی خوشیاں منائی گئیں ۔ ایک سال اور چند ماہ قید رکھا گیا تین سو سال بعد تک خانوادۂ رسولؐ اور طرفداران محمدؐ و آل محمدؐ کا قتل عام جاری رکھا گیا ۔ کیا اس کا بدلہ یہ نہیں ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کی موعودہ حکومت قائم ہو (نساء ۵۴ / ۴، نور ۵۵ / ۲۴) پوری اُمت کو صحیح معنی میں ترقی کے بے غل و غش مواقع ملیں ۔ پوری کائنات ان کی مسخر ہو کر ان سے تعاون کرے اور تمام وہ لوگ جو اس وقت مخالف تھے اور یزیدی اہل کاران و سرداران اور اسکی افواج اور ان کی ازواج و خاندان کے تمام افراد کو میدان میں لایا جائے اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو انہوں نے کیا تھا؟ اور پھر ان تمام متعلقین کو جہنم میں پھینکا جائے ؟ چونکہ قومی علما محمدؐ و آل محمدؐ کے دشمن ہیں اس لئے ان کا تو فریضہ ہے کہ جہنم جہنم پکاریں اور قتل حسینؑ کو ایک گناہ کبیرہ قرار دیں اور دعائے مغفرت سے یزید کو جہنم سے بچانے کا تصور جاری کریں ۔ لیکن ہم مظلوم ہیں ہم عدل و انصاف چاہتے ہیں اور اللہ ظالم نہیں عادل ہے منتقم ہے ۔ قہار و جبار ہے۔ وہ ظہور حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت تمام سابقہ مجرموں کو زندہ کرکے انتقام کا بندوبست کرے گا ۔

(ا ۔ ب) جزا و سزا کی تکمیل کے لئے مردے زندہ کر کے امامؑ کے روبرو حاضر کئے جائیں گے ۔

"اور ہر کسی کے لئے کوئی نہ کوئی مرکز توجہ ہوا کرتا ہے ۔ اور کوئی نہ کوئی اس کا محبوب و ہمدرد حاکم ہوتا ہے چنانچہ تم ان سے الجھنے کے بجائے اختیارات بڑھانے والے کاموں میں سبقت کرو تم جہاں کہیں

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۖ فَٱسْتَبِقُوا۟ ٱلْخَيْرَٰتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا۟ يَأْتِ بِكُمُ ٱللَّهُ جَمِيعًا ۚ ﴿١٤٨﴾ (بقرہ ۱۴۸ / ۲)

بھی ہو گے اللہ تمہیں وہیں سے مرکز پر حاضر و جمع کرلے گا اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہی ہے" اسی مقصد کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ جب لوگ اس طرح جمع ہو چکیں گے تو مجرموں کا گروہ کہے گا :

"جن لوگوں نے حق کو چھپاتے رہنے کا منصوبہ جاری رکھا تھا ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ آج جتنی تمہیں اپنی اپنی جان

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ ٱللَّهِ أَكْبَرُ مِن مَّقْتِكُمْ أَنفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى ٱلْإِيمَٰنِ فَتَكْفُرُونَ ﴿١٠﴾ قَالُوا۟ رَبَّنَآ أَمَتَّنَا ٱثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا ٱثْنَتَيْنِ فَٱعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ﴿١١﴾ ذَٰلِكُم بِأَنَّهُۥٓ إِذَا دُعِىَ ٱللَّهُ وَحْدَهُۥ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِن يُشْرَكْ بِهِۦ تُؤْمِنُوا۟ ۚ فَٱلْحُكْمُ لِلَّهِ ٱلْعَلِىِّ ٱلْكَبِيرِ ﴿١٢﴾ (غافر: المومن ۱۲ تا ۱۰ / ۴۰)

فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۶ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ

پس کہاں سے پھیرے جاتے ہو اگر کفر کرو تم پس تحقیق اللہ بے پرواہ ہے

عَنْكُمْ ۟ وَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا

تم سے اور نہیں پسند کرتا واسطے بندوں اپنے کے کفر اور اگر شکر کرو تم

يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ

پسند کرے گا اس کو واسطے تمہارے اور نہیں بوجھ اٹھاتا کوئی بوجھ اٹھانے والا

جارہا ہے؟ (۷) اگر تم سب مل کر کفر اختیار کرلو تب بھی اللہ تمہاری طرف سے لا پرواہ اور غنی ہے مگر اپنے بندوں کے کفر پر اللہ راضی نہیں ہے۔ اور اگر تم سب مل کر شکر بجا لانے لگو تب اللہ تم سے راضی ہو گا کہ تم نے مسلمان ہو کر شکر ادا کیا ہے۔ اور نہیں ذمہ دار بنتا کوئی پیچیدہ ذمہ داریوں کا ذمہ دار شخص کسی دوسرے کی پیچیدہ ذمہ داریوں کا۔ تمہارا

سے نفرت ہے اللہ کو تم سے اس سے بھی زیادہ نفرت ہے۔ اس لئے کہ جب تمہیں ایمان اختیار کرنے کی دعوت دی جاتی تھی تو تم ایمانی حقائق کو چھپا دیا کرتے تھے۔ وہ جواب میں کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے حقیقتاً ہمیں دو دفعہ موت سے دوچار کیا ہے۔ اور دو مرتبہ ہمیں زندہ کیا ہے اب ہم اپنے متعلقہ کردار کا اعتراف کئے لیتے ہیں کیا اب ہمیں مجرموں سے نکل جانے کا کوئی طریقہ ہے۔ انہیں بتایا جائے گا کہ تمہارے اوپر گزرنے والی یہ حالت اس لئے ہے کہ جب تمہیں لیڈروں کو چھوڑنے اور تنہا خدا کو ماننے کے لئے کہا جاتا تھا تو تم کفر اختیار کر لیا کرتے تھے اور جب کوئی تمہیں اللہ کے ساتھ ساتھ لیڈروں کو شریک رکھنے کی دعوت دیتا تھا تو تم اس پر ایمان لے آتے تھے۔ اب تو فیصلہ کرنا کبریائی کے مالک اللہ کے ہاتھ میں ہے"
یہ دونوں بیانات اس دور کو بیان کرتے ہیں جس میں اسلام کا حقیقی معصومٌ مرکز تمام مجرموں اور مظلوموں کو زندہ کرکے مواخذہ اور جزا و سزا کے لئے حاضر کرے گا۔ یہ اس دنیا میں مر جانے کے بعد پہلی زندگی ہوگی۔ مواخذہ ختم و مکمل ہو چکنے کے وقت قیامت کا وہ دور آجائے گا۔ جس کے بعد جنت اور جہنم میں جانے کے لئے حساب ہو گا لہٰذا معصومٌ مرکز کے زندہ کئے ہوئے تمام لوگ بھی صور کی آواز سے مر جائیں گے۔ یہ ان متعلقہ لوگوں کی دوسری موت ہوگی۔ پھر صور کی آواز سے پوری نوع انسان زندگی پائے گی۔ یہ مذکورو متعلقہ لوگوں کی دوسری دفعہ زندگی ہو گی۔ اور اسکے بعد کوئی موت نہیں ہے۔ پوری نوع انسان جنت ہو یا جہنم ہو وہاں ابدالآباد زندہ رہے گی۔ اوردائمی راحت اور مستقل عذاب ان کا مقدر ہو گا۔ اس درمیانی دور کا نام رجعت ہے۔ اور یہ رجعت ہی جزا و سزا کی تکمیل کرے گی رجعت ہی وہ وقت ہے جسے اللہ نے شیطان کی مہلت کا آخری وقت (اِلٰى الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ) قرار دیا ہے۔ اس کے بعد شیطانی اغوا اور مزاحمت بے اثر ہو کر رہ جائے گی۔ اسی دور کے لئے ہم جلدی کی دعا (عجّل اللہ فرجہ) دعا مانگتے ہیں۔

(ا۔ج) قرآن کے خلاف آیات کسی کو مدد نہیں دیتیں علامہ کی ناکام کوشش ملاحظہ ہو۔ مندرجہ بالا آیات (مومن ۱۲۔۱۰ / ۴۰) میں دو دفعہ زندہ، چلتے پھرتے، اچھا برا عمل کرتے انسانوں کو موت سے دوچار کرنے کا ذکر ہوا اور ساتھ ہی پانچ چھ فٹ لمبے چوڑے ہٹے کٹے مرے ہوئے مردہ انسانوں کو دو دفعہ اسی سابقہ بدن کے ساتھ زندہ کرکے اٹھا کر حساب لینے کا ذکر ہوا ہے۔ اور ان آیات سے دوٹوک واضح الفاظ میں رجعت کا زمانہ ثابت ہوتا ہے۔ جسے دشمنانِ محمدؐ و آلؑ محمدؐ پسند نہیں کرتے اس لئے کہ اسی دور میں ان کے بزرگوں، راہنماؤں اور حکمرانوں سے جسمانی انتقام لیا جائے گا۔ چنانچہ علامہ مودودی اینڈ کمپنی دو دفعہ موت اور دو دفعہ زندگی ثابت کرنے کے لئے قرآن ہی کی آیت کا سہارا لیتے ہیں آپ وہ آیت اس کا ترجمہ اور علامہ کی تشریح دیکھ لیں اور یہ فیصلہ کرلیں کہ آیا علامہ کا مقصد مندرجہ ذیل آیت سے پورا ہوا یا نہیں؟

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۸ (بقرہ ۲۸ / ۲)

علامہ کا ترجمہ: "تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تم کو زندگی عطا کی پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا پھر اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۰۔۶۱)
اس ترجمہ اور مفہوم پر بعد میں نظر ڈالیں گے پہلے تشریح دیکھ لیں فرماتے ہیں کہ:

وِّزۡرَ اُخۡرٰی ؕ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ فَیُنَبِّئُکُمۡ

بوجھ دوسرے کا پھر طرف پروردگار اپنے کی ہے پھر جانا تمہارا پس خبر دے گا تم کو

بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۝

ساتھ اس چیز کے کہ تھے تم کرتے تحقیق وہ جاننے والا ہے سینے والی بات کو

وَ اِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّہٗ مُنِیۡبًا

اور جس وقت لگتی ہے آدمی کو سختی پکارتا ہے پروردگار اپنے کو رجوع کر کر

پلٹنا تمہارے پروردگار کی طرف ہے چنانچہ وہ تمہیں تمہارے کردار کے وہ غیبی حالات بتائے گا جو کسی کو معلوم نہیں یقیناً وہ سینوں میں پوشیدہ باتوں کو بھی جاننے والا ہے۔ (۸) اور جب انسان پر کوئی آفت آتی ہے تو وہ نہایت عاجزی کرنے والا بن کر نیابت کے نام پر اپنے پروردگار سے دعائیں کرتا ہے پھر جب اسے نعمت سے نواز دیا جاتا ہے تو اپنی تکلیف

"دو دفعہ موت اور دو دفعہ زندگی سے مراد وہی چیز ہے جس کا ذکر سورۂ بقرہ آیت ۲۸ میں کیا گیا ہے۔ کہ تم خدا کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو جب کہ تم بے جان تھے اس نے تمہیں زندگی بخشی پھر وہ تمہیں موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کر دے گا۔ کفار اُن میں سے پہلی تین حالتوں کا تو انکار نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ وہ مشاہدہ میں آتی ہیں اور اس بنا پر ناقابل انکار ہیں۔ مگر آخری حالت پیش آنے کا انکار کرتے تھے۔ کیونکہ وہ ان کے مشاہدے میں ابھی نہیں آئی ہے۔ اور صرف انبیا علیہم السلام ہی نے اس کی خبر دی ہے۔ قیامت کے روز جب عملاً وہ چوتھی حالت بھی مشاہدے میں آجائے گی تب یہ لوگ اقرار کریں گے کہ واقعی وہی کچھ پیش آ گیا جس کی ہمیں خبر دی گئی تھی"۔ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۹۷) (زیر بحث آیت ۱۲ تا ۱۰ / ۴۰) یہ تھا علامہ کا انکار ان آیات سے جن میں ہم نے رجعت کا ثبوت دیا ہے اور انہوں نے اس انکار کو سورۂ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت کے سر لگا دیا ہے اب آپ کا کام ہے کہ یہ پتہ لگائیں کہ علامہ نے اس آیت (بقرہ ۲۸ / ۲) کو دیانت داری سے پیش کیا ہے یا نہیں ؟

علامہ نے ماں کے پیٹ میں نطفہ آنے سے پہلے کی حالت کو مردہ ہونا اور ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کو زندگی عطا کرنا بیان کیا ہے اگر واقعی آپ کے نزدیک بھی انسان ماں باپ کے نطفے سے پہلے یا ماں کے پیٹ میں آنے کے بعد ایک مردہ تھا تو آپ بھی مولانا کے ساتھ کھڑے ہو کر سنیں کہ انسان کی اس حالت کو ہرگز مردہ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ وہ حالت تو قرآن کے الفاظ میں ایک ایسی حالت ہے جس کے ذکر کے لئے الفاظ بھی موجود نہیں ہیں۔ آیئے علامہ کا ترجمہ دیکھئے اور ان کا باطل پرست ہونا قرآن اور خود ان کے قلم سے سنئے۔

(۱) کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا ؟ ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں"(سورۂ دھر ۲۔۱ / ۷۶ تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۸۵۔۱۸۶)

پیدائش سے پہلے انسان کو مردہ کہنا مودودی کا فریب ہے۔

یہ ترجمہ کافی ہے لیکن بات پوری واضح کرنے کے لئے علامہ کی لمبی چوڑی تشریح میں سے چند جملے بھی سن لیں تا کہ علامہ کا حقائق کو بے دردی سے چھپانا یعنی کفر واضح ہو جائے۔ لکھا ہے کہ :

(۲) "کلام کا مدعا یہ ہے کہ اس لامتناہی زمانہ کے اندر ایک طویل مدت تو ایسی گزری ہے جب سرے سے نوع انسانی ہی موجود نہ تھی پھر اس میں ایک وقت ایسا آیا جب انسان نام کی ایک نوع کا آغاز کیا گیا۔ اور اسی زمانہ کے اندر ہر شخص پر ایک ایسا وقت آیا جب اسے عدم سے وجود میں لانے کی ابتدا کی گئی۔ تیسرا فقرہ ہے۔ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡئًا مَّذۡکُوۡرًا یعنی اس وقت وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ اس کا ایک حصہ باپ کے نطفے میں ایک خوردبینی کیڑے کی شکل میں اور دوسرا حصہ ماں کے نطفے میں ایک خوردبینی بیضے کی شکل میں موجود تھا"۔ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۸۵۔۱۸۶)

یہ ہے جناب وہ حالت جسے اس دشمن محمدؐ و آل محمدؐ نے "مردہ" لکھ دیا ہے آیت کا ترجمہ تقریباً صحیح کیا ہے لیکن مردہ ہونے کی تعداد کو دو مرتبہ پورا کرنے اور اُمت کی توجہ محمدؐ و آل محمدؐ کی حکومت و رجعت سے ہٹانے کے لئے مفہوم کو تبدیل کر دیا ہے حالانکہ یہ

اور دعاؤں کو بھول کر اللہ کے ساتھ اپنے دنیاوی مددگاروں کو شامل کرکے بچ نکلنے میں مدد و معاون سمجھ لیتا ہے تاکہ دوسروں کو بھی اللہ کے طریقے سے گمراہ کرتا رہے اے رسولؐ اس کو بتاؤ کہ تم اپنے کفر سے یہ قلیل سا فائدہ اٹھاتے رہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم جہنم میں جانے والے صحابہ میں سے ایک صحابی ہو (۹) کیا جو مخصوص شخص خود کو خدا کے سپرد

اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ

طرف اس کی پھر جب دیتا ہے اس کو نعمت اپنے پاس سے بھول جاتا ہے جو کچھ کہ

يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ

پکارتا تھا طرف اس کی پہلے اور مقرر کرتا ہے واسطے اللہ کے شریک تو کہ گمراہ کرے

عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧

راہ اس کی سے کہہ فائدہ اٹھا ساتھ کفر اپنے کے تھوڑا تحقیق تو رہنے والوں آگ کے سے ہے

آیت (بقرہ ۲۸ / ۲) تو رجعت کی تائید میں ہے وہ تو وہی کچھ بتا رہی ہے جو کچھ آیات (مومن ۱۲ تا ۱۰ / ۴۰) نے بتایا ہے کہ: تم مردہ تھے یعنی پیدا ہو کر جوان ہو کر کفر و شرک و جرائم میں مبتلا رہ کر ایک دفعہ موت کے گھاٹ اتر کر مردہ ہو چکے تھے۔ تمہیں اللہ نے اسی مشرک و مجرم جسم کے ساتھ زندہ کیا۔ پھر تمہیں دوبارہ موت سے دوچار کرے گا اور اس کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ تم ہماری طرف آخری نتیجے کے بھگتنے کے واسطے رجوع کرو۔ قارئین حساب لگائیں کہ ایک موت ہماری فطری موت ہے۔ پھر ہماری پہلی زندگی رجعت اور تکمیل جزا و سزا کے لئے ہو گی جو فطری نہیں حکمیہ ہو گی۔ پھر جسمانی جزا و سزا کے بعد ہماری دوسری موت قیامت کے صور سے واقع ہو جائے گی اور اب ایک دفعہ پوری نوع انسان چند ذوات مخصوصہ کے علاوہ مردہ پڑی ہو گی۔ اب دوسری زندگی صور سے وقوع میں آئے گی۔ اور آخری و مستقل جزا جنت یا جہنم ملے گی۔ قارئین یاد رکھیں کہ اگر قرآن کی آیت یا آیات کے حقیقی معنی کئے جائیں تو پھر قرآن کی کوئی آیت یا آیات ان معنی کے خلاف نہیں لائی جا سکتی۔ لیکن اگر معنی و مفہوم پہلے ہی غلط کر لیا جائے تو پھر سارا قرآن ان معنی کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا ہے پھر یاد کریں کہ سینکڑوں آیات میں اللہ نے یہ بتایا ہے کہ قریش ہر گز اپنے اجتہادی مسائل سے باز نہ آئیں گے یہاں تک کہ اللہ خود ان کے اختلافات کو باطل ثابت کرنے کا انتظام نہ کردے۔ ان تمام آیات میں زمانہ رجعت اور حضرت حجت علیہ السلام کی حکومت کا ذکر ہوتا ہے۔ ورنہ سوچیں کہ جو لوگ چار چار بلکہ چوبیس چوبیس مجتہدوں کے اجتہادی مسائل کو اپنا دین سمجھتے اور ان پر عمل کرتے ہوئے مر گئے اب انہیں ان کے اختلاف بتانے اور جہنم میں دھکیل دینے سے فائدہ کیا ہو گا؟ انہیں تو مکمل زندگی ملنا چاہئے تاکہ وہ دیکھیں کہ مسائل کو مِن و عَن ماننے اور عمل کرنے سے عہد رجعت میں نوع انسان کس طرح لامحدود ترقی کرتی ہے اور لامحدود اختیار و قدرت حاصل کرتی ہے تاکہ وہ دیکھیں کہ ان کی مزاحمت اور ان کے تجربوں نے نوع انسان کو کتنا نقصان پہنچایا اور تاکہ دن رات ان پر تازیانے اور پتھر بھی برستے رہیں اور انہیں مثلاً شہدائے کربلا کے یقین وایمان کی قدر معلوم ہو اور پتہ لگے کہ اُنہوں نے نوع انسان پر نجات کے دروازے کھولنے کے لئے اپنی راحت و آرام و آسائش اور زندگی کے دروازے اپنی خوشی سے بند کئے تھے ورنہ وہ ایک پھونک سے ان کی افواج کو فنا کر ڈالتے۔ زبانی تو ان کو سارا قرآن پڑھ کر سنایا اور سمجھایا گیا تھا۔ انہیں محمدؐ وآل محمدؐ کے لامحدود فضائل سنائے گئے تھے۔ اب قیامت میں بھی اگر زبانی سنا دیا گیا کہ تم باطل پر تھے تو فوراً قبروں سے نکل کر آنے اور جہنم میں جانے والے لوگوں کو ویسا یقین تو نہ آئے گا جیسا خدا چاہتا ہے۔ خدا تو چاہتا ہے کہ بیعت لینے والے ہاتھوں کو چبا چبا کر عملاً پچھتائیں اور اعلان کرتے پھریں کہ اے کاش ہائے افسوس میں نے رسوؐل والا اسلام اختیار کیا ہوتا۔ اے کاش ہزار در ہزار افسوس کہ میں نے فلاں فلاں شخص کو اپنا یار نہ بنایا ہوتا جس نے مجھے رسوؐل والے اسلام سے ہٹا کر خود ساختہ اسلام پر چلا دیا (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) رجعت کے دور میں یہ سب کچھ ہو گا اور ہر شخص کی جزا و سزا عملاً مکمل کی جائے گی۔ یہی وہ دور ہو گا جب زمین اپنے رب یعنی امام زمانہ علیہ السلام کے نور سے جگمگا اٹھے گی (زمر ۶۹ / ۳۹) اور اپنے تمام خزانے اُگل دے گی (انشقاق ۴ / ۸۴) اور جس روز تمام انسانوں کو ان کے رب کی کھلی کھلی زیارت نصیب ہو گی (قیامت ۲۵ تا ۲۲ / ۷۵) اور یہ بھی نوٹ کر لیں کہ جو علما یا عوام رجعت کے

اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیۡلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا
کیا جو شخص کہ وہ کرتا ہے بندگی وقت رات کے سجدے میں اور کھڑے
یَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَ یَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلۡ هَلۡ
ڈرتا ہے آخرت سے اور امید رکھتا ہے رحمت پروردگار اپنے کی کہہ کیا
یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ؕ
برابر ہوتے ہیں وہ لوگ کہ جانتے ہیں اور وہ لوگ کہ نہیں جانتے

کر کے رات بھر قیام اور سجدوں میں مصروف رہتا ہے اور آخرت کے مواخذہ سے بچا رہتا ہو اور ہر وقت اپنے پروردگار کی رحمت کا جویا اور خواستگار ہو اے نبیؐ تم ان قریش سے پوچھو کہ کیا ایسے عبادت گزار اور اہلِ علم افراد ان لوگوں کے برابر ہوتے ہیں جو وقت پڑنے پر دعائیں مانگ لیں اور کورے لاعلم و جاہل ہوں حقیقت یہ ہے کہ قرآن سے سبق تو وہ

تصور سے خالی ہیں ان کی سمجھ میں قرآن کی ہزاروں آیات نہیں آ سکتیں اور وہ ان کی غلط سلط تاویلیں کر کے گمراہ ہوتے رہتے ہیں۔ بہرحال عہد رسوؐل کے بڑے بڑے مجرم مرد اور عورتیں زمانہ رجعت میں تازیانوں اور پتھروں سے سزائیں پائیں گے ۔ اور سارا جہان دیکھے گا اور تمام وہ لوگ جو حضرت حجتؑ کی نصرت کر رہے ہیں وہاں مجرموں کو سزا دیں گے ۔

(۲) آیات (۱۰ تا ۸ / ۳۹) میں محمدؐ و آلِ محمدؐ اور ان پر اقتدار کے لئے ایمان لانے والوں کا ذکر ہے ۔

ان تین آیات (۱۰ تا ۸ / ۳۹) پر ایک طائرانہ نظریہ بتاتی ہے کہ عہد رسوؐل میں دو قسم کے مومن موجود ہیں ۔ اور دونوں اقسام کے مومنین کا ایک ایک نمائندہ بھی موجود ہے ۔ ایک کا تذکرہ آیت (۸ / ۳۹) میں ہوا ہے اوّل الذکر ایمان بھی رکھتا ہے اور اسلامی اعمال بھی بجا لاتا ہے ۔ مگر دنیا کی پیش آمدہ دقتوں اور مشکلوں میں اپنے لیڈروں اور خودساختہ مشکل کشاؤں کو بھی حاجت روا مانتا ہے خوشحالی کے دوران اللہ کو بھلائے رکھتا ہے ۔ اور دنیاوی مال و متاع سے استفادہ کی فکر میں رہتا ہے اور اس استفادہ میں کفر کی حد تک بڑھا ہوا ہے ۔ اس نمائندہ مومن کو اللہ نے کافر اور اس کے اسلامی اعمال و تصورات کو کافرانہ قرار دیا ہے ۔ (۸ / ۳۹) اس کی ضد اور اس کے مقابلہ پر ایک ایسا شخص ہے جس نے اپنی ذات کو خدا کے سپرد کر دیا ہے اور دن رات قیام و قعود و سجود میں لگا رہتا ہے اور وہ صاحبانِ علم میں سے ایک ہے اور وہ خود بھی اور جن کا وہ نمائندہ ہے وہ بھی پہلے شخص اور اس کے ہم مثل لوگوں کے مساوی نہیں ہیں اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ ہر وقت اور ہر کام آخرت میں بہترین نتائج مرتب کرنے کے لئے کرتے ہیں (۹ / ۳۹) اور ہر لمحہ اپنے پروردگار کی مجسم رحمتؑ (انبیاء ۱۰۷ / ۲۱) کے طالب و خواستگار ہیں یعنی ان کا کوئی فعل اور کوئی خیال ایسا نہیں ہوتا جو خدا کی سپردگی اور رحمتؑ کے معیار پر پورا نہ اترتا ہو اور ان صفات کی بنا پر ان لوگوں کو رسوؐل یعنی رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ کا بندہ (عباد) قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ بندگانِ رسوؐل اس دنیا میں اس کی پوری وسعتوں تک نظام احسان و سلوک پھیلانے والے حضرات تھے اور اس لئے ان پر مواخذہ تو ایک طرف انہیں تو بلا کسی حساب کے اجر و ثواب دیا جانے والا ہے ۔ یہاں رک کر سوچیں اور بوجھیں کہ ان مذکورہ صفات والے کون لوگ تھے؟ وہ کون تھے جنہوں نے محض احسان اور حسنات پر عمل کیا اور کبھی کسی برائی سے ملوث نہیں ہوئے؟ وہ کون سے مومنین تھے جنہیں اَلصّٰبِرُوۡنَ فرمایا گیا یعنی جن سے بے صبری قطعاً جدا تھی؟ اور وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں جن کے اجر و ثواب کے لئے خود حساب اور حساب دانوں کا خالق بے حساب فرمائے ؟ جن پر کسی قسم کا مواخذہ نہ ہو؟ باز پرس نہ ہو؟ اس سوال کا جواب بھی قرآن سے سنئے اللہ نے فرمایا ہے کہ :

(۲۔الف) کائنات بھر کا حساب لینے اور مواخذہ کرنے والے وہ ہیں جن کا محاسبہ نہ ہو گا ؟

وَلَا تَطۡرُدِ ٱلَّذِینَ یَدۡعُونَ رَبَّهُم بِٱلۡغَدَوٰةِ وَٱلۡعَشِیِّ یُرِیدُونَ وَجۡهَهُۥ مَا عَلَیۡكَ مِنۡ حِسَابِهِم مِّن شَیۡءٍ وَمَا مِنۡ حِسَابِكَ عَلَیۡهِم مِّن شَیۡءٍ فَتَطۡرُدَهُمۡ فَتَكُونَ مِنَ ٱلظَّٰلِمِینَ ﴿۵۲﴾ الانعام

"اور جو لوگ اپنے پروردگار کی دن رات عبادت کرتے ہیں اور اسی کی توجہات کے ماتحت اپنے ہر ارادے کو رکھتے ہیں تجھے ان سے کسی قسم کا کوئی حساب نہیں لینا ہے اور انہیں تم سے کسی قسم کا کوئی حساب نہیں لینا ہے اس صورت حال کے بعد

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝ قُلْ

سوائے اس کے نہیں کہ نصیحت پکڑتے ہیں صاحب عقل خالص کے کہہ

يٰعِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِينَ

اے بندو میرے جو ایمان لائے ہو ڈرو پروردگار اپنے سے واسطے ان لوگوں کے

أَحْسَنُوا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۗ

کہ نیکی کرتے ہیں بیچ اس دنیا کے نیکی ہے اور زمین اللہ کی کشادہ ہے

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

سوائے اس کے نہیں کہ پورا دئے جاویں گے صبر کرنے والے ثواب اپنا بے حساب

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا

کہہ تحقیق میں حکم کیا گیا ہوں یہ کہ عبادت کروں اللہ کی خالص کر کے

لَهُ الدِّينَ ۝ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۝

واسطے اس کے عبادت اور حکم کیا گیا ہوں میں یہ کہ ہوں میں پہلے مسلمان

ع ۹ ۱۵

لوگ حاصل کرتے ہیں جو بات کی تہہ تک پہنچا کرتے ہیں (۱۰) اے نبیؐ تم کہہ دو کہ اے میرے ایمان لانے والے بندو تم اپنے رب کے حضور میں ذمہ داری اختیار کرو جو لوگ احسان کے رویہ پر کاربند رہتے ہیں ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائیاں ہیں اور اللہ کی زمین تو بہت ہی کشادہ ہے۔ اور جو مجسم و مکمل صبر رہے ہوں ان کے لئے تو بلا حساب و لامحدود اجر کے سوا اور کچھ ہے نہیں۔ (۱۱) اور اے رسولؐ ان قریشیوں کو بتا دو کہ مجھے یہ حکم دیا ہوا ہے کہ میں خدا کی اس طرح عبادت کروں کہ دین خالصتاً اللہ کے لئے ہوجائے (۱۲) اور مجھے یہ حکم بھی ملا ہوا ہے کہ میں تمام اسلام لانے والوں سے پہلا مسلم بن کر رہوں۔ (۱۳) ان سے کہہ دو کہ اگر میں اپنے

بھی ان کو اپنے سے الگ کر دینا تجھے غلط کاروں میں سے بنا دے گا۔"

قارئین دیکھیں کہ آیات (۱۰-۸ / ۳۹) میں رات دن سجدوں اور قیام میں گزارنا ایک صفت تھی جو یہاں اس آیت (۵۲ / ۶) میں بھی موجود ہے۔ اور وہاں بھی ان کے لئے بلا حساب کتاب کے اجر و ثواب تھا اور یہاں بھی ان پر مواخذہ نہیں ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہاں رسولؐ اللہ کو بھی بلا حساب لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ لہٰذا خود بخود نتیجہ نکلتا ہے کہ رسولؐ اور آل رسولؐ ہی وہ حضرات ہیں جو ساری کائنات کا حساب لیں گے اور ان پر کوئی حساب واجب نہیں ہے جس کی باز پرس ہو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آیات (۱۰ تا۸ / ۳۹) میں دوسرا فریق وہی ہے جس نے حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے اسلامی نقاب پہنا تھا اور اسلامی عبادات اور دعا کے ساتھ ساتھ اپنے جمہوری لیڈروں اور بزرگوں کو بھی شریک رکھتا تھا۔

(۳) محمدؐ و آل محمدؐ روز ازل سے اوّلین مسلم و مومن و معلم ہیں (۳۹/۱۲)۔ یہاں یہ بھی نوٹ کرلیں کہ ان آیات میں آل محمدؐ کو محمدؐ کے بندے بھی کہا گیا ہے اسی بنا پر جناب علی مرتضی علیہ السلام نے فرمایا ہے (اَنَا عَبِيْدٌ مِنْ عِبَادِ مُحَمَّدٍ) کہ میں محمدؐ کے بندوں میں سے ایک چھوٹا بندہ ہوں۔ آیت (۱۲ / ۳۹) میں آنحضرتؐ نے اپنا أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ہونا بیان فرمایا ہے اور ہم نے اس آیہ مبارکہ کو بار بار پیش اور واضح کیا ہے یہاں یہ دیکھیں کہ لفظ اوّل اردو میں بھی وہی معنی رکھتا ہے جو عربی میں ہیں یعنی کسی بھی بات یا کام یا خیال میں سب سے پہلا ہونا۔ اس کے بعد یہ سمجھ لیں کہ یہ پوری کائنات اور اس کائنات میں موجود ہر چیز اور ہر مخلوق مسلم ہے چنانچہ قرآن بتاتا ہے کہ:

أَفَغَيْرَ دِينِ اللّٰهِ يَبْغُونَ وَلَهُۥٓ أَسْلَمَ مَن فِي ٱلسَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝۸۳
(آل عمران: ۸۳ / ۳)

"اب کیا یہ قریشی لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کی تلاش میں ہیں۔ حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کے اندر جو کوئی بھی موجود ہے سب نے چار و ناچار اللہ کا دین اسلام اختیار کیا ہوا ہے۔ اور سب کو اللہ ہی کے حضور پلٹ کر آنا ہے"

اس کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرتؐ کائنات کی ہر مخلوق سے پہلے مسلم

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾

کہہ تحقیق میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں پروردگار اپنے کی عذاب دن بڑے

قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾

کے سے کہہ اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں خالص کر کر واسطے اس کے عبادت اپنی

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ

پس عبادت کرو جس کو چاہو تم سوائے اس کے کہہ تحقیق ٹوٹا پانے والے وہ لوگ ہیں

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

جنہوں نے ٹوٹا دیا جانوں اپنی کو اور تابعوں اپنوں کو دن قیامت کے

پروردگار کی نافرمانی کرلوں تو مجھے بھی اس عظیم اور بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے (۱۴) ان لیڈر پرستوں سے کہہ دو کہ میں تو اللہ کی اطاعت و بندگی اپنے دین کو خالص رکھ کر کرتا رہوں گا (۱۵) اور تم اللہ کے سوا جس جس کی چاہو اطاعت اور بندگی کرو اور یہ بھی کہہ دو کہ حقیقی طور پر پورا پورا نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن خود کو اور اپنے تمام متعلقین کو گھاٹے میں ڈال دیا ہے خبردار رہو کہ وہی حقیقی معنی میں کھلا کھلا

ہیں ہم تفصیل سے اس عنوان کو مکمل کر چکے ہیں ۔ اور ثابت کیا جاتا رہا ہے کہ حضورؐ باعث تخلیق کائنات ہیں اور ساری کائنات ان ہی سے پیدا ہوئی ہے اور وہ ملائکہ کو اسلام و عبادت سکھانے والے ہیں ۔ وہ خود ارادۃ اللہ ہیں، مشیۃ اللہ ہیں ۔ مظہر اللہ ہیں ، قدرۃ اللہ ہیں ، وہ خود ہی مجسم ایمان ہیں، اسلام ہیں، مخزنِ علوم خداوندی ہیں۔ کلام اللہ ہیں ، عوام الناس کو سمجھانے کے لئے وہ اوّل المسلمین، رحمۃ للعالمین، نذیر للعالمین ہیں ۔ ان کے فضائل و مناقب الفاظ و بیان کی حدود میں سما نہیں سکتے عقول انسانی ان کا احاطہ نہیں کر سکتیں ۔

(۴) اہل مکہ اور قریشی لیڈر دین کو نظام اجتہاد یعنی نظام طاغوت کے ماتحت رکھتے تھے (۳۹/۱۷)

قرآن کریم نے بار بار طاغوت کا ذکر کیا ہے اور ہم نے بھی بار بار طاغوت اور طاغوتی نظام کو نظام اجتہاد سے تعبیر کیا ہے اور اس سلسلے میں علامہ مودودی کی تصدیقات اور تائیدات بھی بار بار پیش کی ہیں ۔ اور جب تک قرآن میں طاغوت کا تذکرہ آنا بند نہ ہو جائے ہم بھی طاغوت کو نظام اجتہاد کہنا بند نہ کریں گے ۔ چنانچہ اس دفعہ پھر تھوڑا سا وقت طاغوت کی وضاحت پر صرف کرنا ضروری ہو گیا ہے یہاں بھی علامہ نے لفظ طاغوت پر چند سخت ریمارک دیئے ہیں ان میں ایک دو جملے بطور تمہید دیکھتے چلیں ارشاد ہے کہ :

(۴ ۔ الف) طاغوت سب سے سرکش ہستی کو کہتے ہیں علامہ کا بیان اور شیطان ۔

"طاغوت طغیان سے ہے جس کے معنی سرکشی کے ہیں ۔ کسی کو طاغی (سرکش) کہنے کے بجائے اگر طاغوت (سرکشی) کہا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ انتہا درجے کا سرکش ہے ۔ مثال کے طور پر کسی کو حَسِین کے بجائے اگر یہ کہا جائے کہ وہ حُسن ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ خوبصورتی میں درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہے ۔ معبودانِ غیر اللہ کو طاغوت اس لئے کہا گیا ہے کہ اللہ کے سوا دوسرے کی بندگی کرنا تو صرف سرکشی ہے مگر جو دوسروں سے اپنی بندگی کرائے وہ کمال درجے کا سرکش ہے ۔(مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد اوّل البقرہ حاشیہ ۲۸۶۔النساء حاشیہ ۹۱ تا ۱۰۵۔ جلد دوم النحل حاشیہ ۳۲")(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۶۷)

(۴ ۔ ب) طاغوت شیطان کا دوسرا لقب ہے اور اس کے نمائندے انسان بھی طاغوت و شیطان کہلاتے ہیں ۔

ہم اتنا اور کہنا چاہتے ہیں کہ حقیقی معنی میں ابلیس یا شیطان کو طاغوت کہا جانا چاہئے اس لئے کہ وہ مجسمۂ سرکشی ہے اس سے پہلے سرکشی کا وجود نہ تھا۔ اسی نے سرکشی کی ابتدا کی اور اسی نے انسانوں میں سرکشی پیدا کی اور پھیلائی لہٰذا علامہ کے بیان کے مطابق شیطان حقیقی طاغوت ہے ۔ مزید وضاحت یوں کرتے ہیں کہ :

"شیطان عربی زبان میں سرکش، متمرّد اور شوریدہ سر کو کہتے ہیں ۔ انسان اور جنّ دونوں کے لئے لفظ مستعمل ہوتا ہے ۔

خسارہ ہے (۱۶) ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور نیچے بھی آگ کی چھتریاں ہوں گی۔وہ ایسا بُرا انجام ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو خوفزدہ کرکے برے کاموں سے بچانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے بندو میرے سامنے ذمہ دار بنو (۱۷) اور جن لوگوں نے طاغوتی اطاعت و بندگی سے اجتناب کرلیا ہے اور اللہ کی نیابت و نمائندگی اختیار کر لی ہے ان کے لئے خوشخبریاں ہیں چنانچہ اے رسولؐ تم میرے ایسے بندوں کو خوشخبری سنا دو (۱۸) جو تمہاری بات کو کان لگا کر سنتے ہیں اور درجہ بدرجہ جو بہتر بات ہوتی ہے اس کی پیروی کرتے جاتے ہیں وہی تو وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت عطا کی ہے اور وہی وہ لوگ ہیں جو ہر بات کی تہہ تک پہنچا کرتے ہیں ۔ (۱۹) اے رسولؐ اس شخص کو کون بچا سکتا ہے جس کے حق میں عذاب کا کلمہ برحق ثابت ہو چکا ہے

اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ

خبردار ہو یہ بات وہی ہے ٹوٹا پانا ظاہر واسطے ان کے اوپر ان کے سائبان ہوں گے

مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ

آگ سے اور نیچے ان کے سے سائبان ہوں گے یہ ہے کہ ڈراتا ہے اللہ

بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّذِيْنَ

ساتھ اس کے بندوں اپنے کو اے بندو میرے پس ڈرو مجھ سے اور جن لوگوں نے

اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ

پرہیز کیا بتوں سے کہ عبادت کریں اس کی اور رجوع کرتے ہیں طرف خدا کی

لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ

واسطے ان کے ہے خوشخبری پس خوش خبری دے بندوں میرے کو وہ جو سنتے ہیں

الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ

بات کو پس پیروی کرتے ہیں بہتر اس کی کی یہ لوگ ہیں کہ جن کو ہدایت کی اللہ نے

وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ

اور یہ لوگ وہی ہیں صاحب عقل خالص کے کیا پس جو شخص کہ ثابت ہوئی اوپر اس کے

اگرچہ قرآن میں یہ لفظ زیادہ تر شیاطین جنّ کے لئے آیا ہے۔ لیکن بعض مقامات پر شیطان صفت انسانوں کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اور سیاق و سباق سے بآسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں شیطان سے انسان مراد ہیں اور کہاں جنّ"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۴)
اب بات مکمل ہو گئی کہ اصلی طاغوت ابلیس ہی ہے ۔ جہاں سے سرکشی چلی ہے اور جہاں جا کر ختم و مکمل ہوتی ہے۔ اب علامہ کا دوسرا جملہ لیجئے یعنی جو اپنی بندگی کرائے وہ کمال درجے کا سرکش ہوتا ہے لہٰذا جب ہم نظامِ طاغوت کہتے ہیں تو اس کے معنی علامہ کی رو سے بھی وہ نظام ہوتا ہے جو اللہ کے مقابلہ میں اپنی بندگی و اطاعت کرائے ۔ یا اللہ کی بندگی میں اللہ کی اجازت کے بغیر خود کو یا کسی اور کو شریک کرے اور یہ بات مانتے ہی یہ سوال سامنے آ جاتا ہے کہ مسلمانوں میں اللہ کے علاوہ جن لوگوں کی اطاعت یا بندگی واجب سمجھی جاتی ہے وہ کون کون ہستیاں ہیں ۔ اور ان کی اطاعت یا بندگی کے لئے قرآن کی کون سی آیت یا آیات میں حکم یا اجازت ہے ؟ اور ساری دنیا اور سارے مسلمان جانتے اور مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کے بعد اجتہادی فیصلوں پر عمل کیا گیا اور مخالفت کرنے والوں کو قتل و غارت کرنا جائز سمجھا گیا۔ اور آج تک کئی مجتہدین کے اجتہادی احکام کی اطاعت کی جارہی ہے۔ اور مخالفین کے ساتھ دشمنانِ اسلام کے جیسا سلوک کیا جارہا ہے ۔ لہٰذا نظام اجتہاد کے لئے اگر قرآن میں کوئی حکم و اجازت نہیں ہے ۔ یعنی کسی آیت میں اگر یہ نہیں کہا گیا کہ :
"قرآن میں بہت سے مسائل کا جواب موجود نہیں ہے اس لئے اُمت کے علما کو اختیار ہے کہ وہ اپنی اسلامی بصیرت اور صوابدید سے قرآن پر غور کریں اور قرآن سے اجتہاد (کوشش) کرکے وہ مسئلہ پیدا کر لیں جس کے لئے واضح حکم وفیصلہ موجود نہیں ہے اور اس طرح اجتہا د سے اخذ کیا ہوا حکم یا فیصلہ پوری اُمت کے لئے واجب التعمیل ہو گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا اور وہ اللہ و رسولؐ کی مخالفت کرے گا ۔"

كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۚ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ
بات عذاب کی کیا پس تو خلاص کرلائے گا ان کو کہ بیچ آگ کے ہیں لیکن
الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا
وہ لوگ کہ ڈرتے ہیں پروردگار اپنے سے واسطے ان کے بالا خانے ہیں اوپر ان کے
غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ
سے بالاخانے ہیں بنائے ہوئے چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں وعدہ کیا ہے اللہ نے

کیا آپ آگ میں گر چکنے والوں کو آگ سے بچا سکو گے ؟ (۲۰) لیکن ان کے علاوہ جو لوگ اپنے پروردگار کے لئے ذمہ دارانہ زندگی بسر کرتے رہے ہوں ان کے لئے بالا خانوں کے اوپر بالا خانے بنائے جاتے رہے ہیں اور ان کے نیچے سے نہریں رواں دواں جاری ہیں اور یہ سب کچھ اللہ کے وعدوں کے مطابق فراہم کیاجائے گا

ایسی کوئی آیت اس قرآن میں موجود نہیں ہے ۔ لہٰذا ایسے مجتہدانہ احکام کی اور ایسے اجتہادی احکام تیار کرنے والوں کی بندگی و اطاعت طاغوتی نظام کی اطاعت ہے اور اللہ نے ایسی اجازت تو الگ ہے ہر فیصلہ اور ہر حکم قرآن سے نافذ کرنے کا حکم دیا ہے اور مخالفت کرنے والوں کو کافر و ظالم اور فاسق فرمایا ہے (مائدہ ۴۷ تا ۴۴ / ۵) اب علامہ کے بیان کردہ باقی حاشیوں میں سے متعلقہ اور ضروری باتیں بھی نوٹ کرلیں ۔

(۴ ۔ ج) طاغوت یا نظام اجتہاد کو مٹانا چھپانا اور راہ سے ہٹانا اور نظام عصمت سے وابستگی لازم ہے۔

قرآن کریم نے فرمایا اور علامہ نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ : (ا) قرآن کا حکم اور علامہ کا ترجمہ:
''اب جو کوئی طاغوت کا انکار (يَكْفُرْ) کرکے اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے .... جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا حامی و مددگار (وَلِيُّ) اللہ ہے ۔ اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی (نورؔ) میں نکال لاتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ۔ ان کے حامی و مددگار (اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ) طاغوت ہیں وہ انہیں روشنی (نورؔ) سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں ''۔ (بقرہ ۲۵۷۔۲۵۶ / ۲) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷)

(۲) طاغوتوں کی اقسام ساری اُمت طاغوت ہے علامہ کی تشریح :

ان آیات میں نوٹ کریں کہ اللہ وہ حقیقی حامی و مددگار حاکم و ہمدرد ہستی ہے جو دین اسلام کے ذریعے سے لوگوں کو نورؔ کی طرف لاتا ہے یعنی دین اسلام کا انتہائی مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے قریب لائے اور یوں نوع انسان کو اللہ کی قربت و صفات سے فیض یاب ہونے کا موقع ملے ۔ یاد رکھیں قرآن میں محمدؐ و علیؑ کو نور فرمایا گیا ہے ۔ اور ان ہی کے نظام کو ہم نظامِ عصمت یا معصوم نظام کہتے ہیں اور ان کے مخالف نظام کو شیطانی یا طاغوتی نظام سمجھتے ہیں جو ابلیس نے آدمؑ کی ضد میں اپنے اجتہاد سے جاری کیا تھا ۔ اس لئے طاغوتی نظام ہی کو اجتہادی نظام کہتے ہیں اور اجتہاد کی پہلی بنیاد قرآن کی ہمہ گیری کے انکار پر رکھی جاتی ہے۔ یعنی قرآن میں تمام انسانی ضرورتوں اور تقاضوں کے لئے احکام موجود نہیں ہیں اس لئے مجتہدین اپنے اجتہادی ساز و سامان اور اصول و قواعد سے وہ احکام قرآن سے نکال کھڑا کریں گے ۔ جو اس میں موجود نہیں ہیں ۔ اور ان اصول و قواعد میں وہ مصالح سامنے رکھنا لازم ہیں جو فرد سے لے کر قوم و اقوام اور ملک و ممالک کے مفاد برآمد کرتے ہوں ۔ مگر علامہ مندرجہ بالا آیات کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ :
''طاغوت یہاں طواغیت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی خدا سے منہ موڑ کر انسان ایک ہی طاغوت کے چنگل میں نہیں پھنستا ۔ بلکہ بہت سے طواغیت اس پر مسلط ہو جاتے ہیں ۔ ایک طاغوت شیطان ہے جو اس کے سامنے نت نئی جھوٹی ترغیبات کا سدا بہار سبز باغ پیش کرتا ہے ۔ دوسرا طاغوت آدمی کا اپنا نفس ہے جو اسے جذبات و خواہشات کا غلام بنا کر زندگی کے ٹیڑھے سیدھے راستوں پر کھینچے کھینچے لئے پھرتا ہے ۔ اور بے شمار طاغوت باہر کی دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ۔
ا۔ بیوی اور ۔ ۲ ۔ بچے۔ ۳۔ اعزاء و ۔۴۔ اقربا۔ ۵۔ برادری و ۔۶۔ خاندان ۔۷۔ دوست اور ۸۔ آشنا۔ ۹۔ سوسائٹی اور ۱۰۔ قوم۔ ۱۱ ۔ پیشوا اور۔ ۱۲۔ راہنما ۔۱۳۔ حکومت اور ۱۴۔ حکام ،یہ سب اس کے لئے طاغوت ہی طاغوت ہوتے ہیں، جن میں سے

لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ۝۲۰ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

نہیں خلاف کرتا اللہ وعدے کو کیا نہیں دیکھا تونے یہ کہ اللہ نے اتارا آسمان سے

مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا

پانی پس چلایا اس کو بیچ چشموں کے بیچ زمین کے پھر نکالتا ہے اس سے کھیتی

مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا

مختلف ہیں رنگ اس کے پھر زور کرتا ہے اوپر کو پس دیکھتا ہے تو اس کو زرد ہو گیا

ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى

پھر کرتا ہے اس کو ریزہ ریزہ تحقیق بیچ اس کے البتہ نصیحت ہے واسطے صاحبان

الْاَلْبَابِ ۝۲۱ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ

عقل کے کیا پس جو شخص کہ کھولا ہے اللہ نے سینہ اس کا واسطے اسلام کے

اور اللہ کبھی بھی اپنے وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کرتا ہے (۲۱) اے نبیؐ کیا آپ نے خود یہ نہیں دیکھا کہ اللہ ہی نے آسمان سے بارش کا پانی نازل کیا اور اس پانی کو نہروں، دریاؤں اور چشموں کے ذریعہ زمین میں جاری کیا اور اس سے طرح طرح کی مختلف قسموں اور رنگوں والی کھیتیاں اگاتا ہے پھر وہ کھیتیاں پک کر سوکھ جاتی ہیں پھر تم دیکھتے ہو کہ ان کا رنگ زرد پڑ گیا ہے پھر آخر کار اللہ ان کا بھوسا بنادیتا ہے۔ درحقیقت ہمارے اس بیان میں بات کی تہہ تک پہنچنے والے افراد کے لئے ایک یقینی یاد دہانی موجود ہے (۲۲) اب سوال یہ ہے کہ کیا جس شخص کے دل کی اللہ نے اسلام کیلئے

ہر ایک اس سے اپنی اغراض کی بندگی کراتا ہے اور بے شمار آقاؤں کا یہ غلام ساری عمر اسی چکر میں پھنسا رہتا ہے کہ کس آقا کو خوش کرے اور کس کی ناراضگی سے بچے " (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۹۷) قارئین نوٹ کریں کہ آپ کو دین کی کسی بات یا حکم یا مسئلے میں یہ دلیل قبول نہیں کرنا ہے کہ: "قوم نے مجموعی حیثیت سے یہ فیصلہ کیا تھا کہ نبوت اور حکومت کو خاندان رسولؐ میں نہ رہنے دیا جائے۔" (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)
یا یہ کہ "صحابہ کا اجماع یہ ہے کہ فلاں حکم کو اِس طرح نہیں اس طرح مانا جائے" وغیرہ وغیرہ۔ اس بیان سے انسان کی اپنی ذات سے لے کر پوری اُمت اوراُمت کے اغراض و مقاصد اور مفاد کو دین میں مدنظر رکھ کر کسی حکم کو تبدیل کرنا یا کسی حکم کا رخ موڑنا یا کوئی حکم اجتہاد کے ذریعہ اخذ کرنا حرام ہو گیا اور قرآن کی آیت (توبہ ۲۴ / ۹) کی تصدیق و تعمیل ہو گئی۔ جو شخص ان تمام طواغیت سے کفر کر کے اللہ و رسولؐ پر ایمان لائے اور نظام عصمت یا طاغوتی و شیطانی نظام کے خلاف نظام کی اطاعت کرے وہی حقیقی مومن ہو گا۔ اور وہ لوگ جن کا ذکر آیات (۱۶ تا ۱۳ / ۳۹) زیر نظر میں ہوا ہے۔ اور جو رسولؐ کے مخاطب لوگ تھے۔ وہ سب نظامِ اجتہاد پر کاربند تھے اور علامہ کے بیان کردہ سولہ عدد طاغوتوں کی بندگی و اطاعت کرتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ بھی اس مسلک کو اختیار کرلیں۔ ان کی اسی خواہش کے جواب میں ایک دفعہ پہلے یہی جواب دیا تھا کہ:

"اے نبیؐ اُن سے کہہ دو کہ میرے لئے یہ مناسب ہی نہیں ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی اپنی صوابدید سے کرلوں میں تو اپنی طرف آنے والی وحی کے علاوہ کسی اور چیز کی پیروی نہیں کرسکتا ہوں اور اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کر لوں تو مجھے بھی اس عظیم الشان بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔"

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۵ (یونس ۱۵ / ۱۰)

قریشی لیڈروں نے یہ تجویز کیا تھا کہ یا تو کوئی دوسرا قرآن پیش کرو یا اسی قرآن میں قومی و ملکی مصالح کے ساتھ ساتھ معنوی تبدیلی کا اصول اختیار کرلو تاکہ تقاضائے زمانہ کے ساتھ ساتھ اجتہاد جاری رہے اور قوم و ملک کو نقصان نہ ہو (یونس ۱۵ / ۱۰) یہاں آیات زیر بحث (۱۶۔۱۳ / ۳۹) میں رسولؐ کا یہ جواب بتاتا ہے کہ قریشی لیڈروں نے پھر حضورؐ کو قرآن میں معنوی تبدیلی اور اجتہاد کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ لیکن آپ نے اجتہاد کو موجب عذاب قرار دے کر رد کر دیا تھا۔ قریش کے منصوبوں کے ساتھ ہی اللہ نے ایسے مومنین کی مدح و ثناء بھی کی ہے۔ جو طاغوتی نظام اجتہاد سے بچ کر رہتے

فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ

پس وہ اوپر نور کے ہے پروردگار اپنے سے پس وائے ہے واسطے ان لوگوں کے کہ

قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ

سخت ہیں دل ان کے یاد اللہ کی سے یہ لوگ بیچ گمراہی ظاہر کے ہیں اللہ نے

نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖق تَقْشَعِرُّ

اتاری ہے بہتر بات کتاب ہے یکساں دوہرائی جانے والی بال کھڑے ہو جاتے

مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ

اس سے کھال پر ان لوگوں کے کہ ڈرتے ہیں پروردگار اپنے سے پھر نرم ہو جاتے ہیں

جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ

چمڑے ان کے اور دل ان کے طرف یاد خدا کی یہ ہے ہدایت اللہ کی

نمائش کردی ہو اور جو اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نورؐ پردار و مدار رکھتا ہو اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جس کے گروہ کے دل قسائیوں کی طرح بے رحمی سے ذکرؐ اللہ (اللہ کے رسولؐ) کے متعلق سخت ہیں۔ وہی گروہ ہے جو کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا ہے (۲۳) اللہ نے بہترین حدیث نازل کی ہے جو ایک ایسی کتاب ہے کہ باربار دہرائی جانے والی ہے اور جس میں قطعی ہم آہنگی اور مشابہت موجود ہے جسے پڑھتے ہوئے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کے حضورؐ عاجز و ناتواں رہتے ہیں اور پھر قرآن پڑھنے سے ان کے دل و جان رسولؐ اللہ کی عظمت کے سامنے نرم ہوجاتے ہیں اور وہی ذکرؐاللہ تو ہدایت کا مجسمہ ہے

ہیں۔ (۱۷ / ۳۹) اور جنہیں اللہ نے اپنے بندے کہہ کر خود مخاطب کیا اور رسولؐ اللہ سے ان کو خوشخبری پیش کرائی اور ان کو منجانب اللہ ہدایت یافتہ فرمایا گیا۔ اور ان کی بات کو انتہائی درجے تک سمجھنے والا اور بتدریج ہر بہترین پہلو پر عمل کرنے والا قرار دیا ہے ۔ اور انجام کار ان کا جنتوں کے اندر بلند و بالا عمارتوں میں رہنا طے فرمایا۔ اور ساتھ ساتھ ان مومنین کے سربراؐہ کا بلند مقام واضح کیا ہے جس کے دل و دماغ اور سینے کی اسلام کے لئے نمائش کی جاچکی تھی یعنی وہ ذاتؐ پاک ان مخصوص حضراؐت میں سے ہے جن کے دلوں اور سینوں میں روز ازل سے آیات موجود ہیں اور جو ازلی عالمؐ ہیں ۔(عنکبوت ۴۹ / ۲۹)اوراللہ کے بھیجے ہوئے نورؐ سے کلیتاً وابستہ ہے یعنی ہرلمحہ بلا فاصلہ بطور گواہ ساتھ ساتھ لگا رہتا ہے (ھود ۱۷ / ۱۱) کبھی جدا نہیں ہوتا یعنی اس نورؐ کا ایک جز ہے ۔

(۵) آیت (۲۳ / ۳۹) میں قرآن کی وہ عظمت جس نے تمام مترجمین و مفسرین کو غلط کار ثابت کیا ہے ۔

قارئین یاد فرمائیں کہ جب سورۂ آل عمرانؐ (۷ / ۳) میں یہی لفظ متشابہاً مونث صورت متشابہاتؐ میں آیا تھا تو اس لفظ کے معنی گنجلک ، مبہم ، گول مول ،مشتبہ وغیرہ وغیرہ کرکے یہ کہا گیا تھا کہ متشابہات ان آیات کو کہتے ہیں جن کے معنی و مفاہیم کا صحیح صحیح اور قابل فہم تعین نہ کیا جاسکے بلکہ :

”ایسی آیات کے مفہوم کو متعین کرنے کی جتنی زیادہ کوشش کی جائے گی اتنے ہی زیادہ اشتباہات و احتمالات سے سابقہ پیش آئے گا۔حتّٰی کہ انسان حقیقت سے قریب تر ہونے کے بجائے اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا“ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۳۴)

یہ ہیں علامہ مودودی جو قرآن میں ایسی بہت سی آیات کے قائل ہیں جن پر غور کرنے سے انسان حقیقت و ہدایت سے دور اور گمراہی سے قریب ہوتا چلا جاتا ہے ۔اب سوچئے کہ جب وہی لفظ مذکر صورت میں اللہ نے پوری کتاب کے لئے فرمایا ہے تو پورا قرآن متشابہات کا ڈھیر بن کر رہ جاتا ہے۔ لیکن یہاں تمام قومی علما مجبور ہوئے کہ متشابہاً کے معنی ۔ہمرنگ یکساں اور ہم آہنگ کریں ۔ ہم اس سلسلہ میں مکمل بحث و توضیحات سورۂ آل عمران (۷ / ۳) کی ذیل میں کرچکے ہیں ۔

(۶) ہمارا ”ذکر“یا ”ذکراللہ“ کا ترجمہ ”رسولؐ اللہ“کرنا بعض طبیعتوں پر گراں گزرتا ہے ۔

یہ گفتگو بار بار ہوئی ہے ۔ اور یہی گفتگو دین اسلام کی جان ہے کہ آنحضرؐت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہ صرف روحِ کائنات اور روحِ اسلام ہیں بلکہ وہ حضرت روح اللہ بھی ہیں اور اُنہیں ہزاروں القابات میں سے ایک لقب ”ذکر“بھی دیا گیا ہے ۔

يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا
ہدایت کرتا ہے ساتھ اس کے جس کو چاہے اور جس کو گمراہ کرے اللہ پس نہیں
لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ
واسطے اس کے کوئی راہ دکھانے والا آیا پس جو کوئی بچاتا ہے منہ اپنے کو
سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ قِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا
برے عذاب دن قیامت کے سے اور کہا گیا واسطے ظالموں کے چکھو جو کچھ
مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ
کہ تھے تم کماتے جھٹلایا تھا ان لوگوں نے کہ پہلے ان سے تھے پس آیا ان کو
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي
عذاب اس جگہ سے کہ نہیں جانتے تھے پس چکھائی ان کو اللہ نے رسوائی بیچ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾
زندگانی دنیا کے البتہ عذاب آخرت کا بہت بڑا ہے کاش کہ ہوتے جانتے

وقف لازم

اور اللہ انؑ کے ذریعہ سے جس کو چاہتا ہے ہدایت کردیتا ہے اور جس کسی کو اللہ ہی گمراہ کردے تو بھلا اس کو ہدایت کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے ؟ (٢٤) اب اس شخص کی تباہی کا اندازہ کرو جو قیامت کے روز اپنی توجہات سے بدترین عذاب کو جھیلنا طے کر چکا ہو ایسے مجتہدین سے کہا جائے گا کہ اب تم اپنی مجتہدانہ کمائی اور کوششوں کا مزا چکھو۔ (٢٥) ان قریشیوں سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے بھی ان ہی کی طرح تکذیب کی تھی تو ان پر اسی طرح اور ایسی جگہ سے عذاب آیا تھا جس کا انہیں شعور تک بھی نہ تھا (٢٦) چنانچہ اللہ نے ان کی تکذیب کرنے والوں کو دنیا میں بھی رسوائی سے دوچار رکھا تھا اور آخرت میں جو عذاب ہونا ہے وہ تو ہے ہی بڑا۔ کاش ان لوگوں کو بھی اس کا علم ہوتا۔

چنانچہ قرآن نے فرمایا ہے کہ : یقیناً اللہ نے تمہاری طرف ایک رسولؐ مجسم ذکر بنا کر نازل کیا ہے۔ اور وہ مجسم ذکر رسول اللہ آیات بیّنات کو اس لئے تلاوت کرتا ہے کہ حقیقی صالح مومنین کو اندھیروں میں سے نکال کر اپنے نورؐ سے وابستہ کرتا جائے ۔"

قَدْ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَّسُولًا يَتْلُواْ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ مُبَيِّنَٰتٍ لِّيُخْرِجَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ مِنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ﴿١١﴾ (طلاق ١١ ۔١٠ / ٦٥)

ہمیں معلوم ہے کہ اللہ نے قرآن کو بھی لفظ "ذکر" سے ظاہر کیا ہے لہٰذا جہاں آیت کی عبارت میں یہ گنجائش نہیں ہوتی کہ ہم وہاں لفظ ذکر کا ترجمہ رسولؐ اللہ کر سکیں وہاں ہم بھی ذکر کے معنی قرآن کرتے ہیں۔

(٦ ۔ الف) ذکر سے قرآن کہاں کہاں مراد ہے ۔

جیسا کہ فرمایا گیا کہ: وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٤﴾ (نحل ٤٤ / ١٦)

یعنی اور ہم نے تمہاری طرف اے رسولؐ الذکر نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو اس کی اہمیت سمجھائیں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے ۔اور شاید وہ خود بھی غور و فکر کر سکیں۔" یہ آیت مجبور کرکے ٱلذِّكْرَ کے معنی قرآن کراتی ہے ۔ یہ معنی کرنا وہ رعایت ہے جو ہم عوام کو دیتے ہیں تاکہ ان کے دماغ پر ان کی عقل و معلومات سے زیادہ زور نہ پڑے ورنہ ہمارے نزدیک قرآن خود رسولؐ اور رسولؐ خود قرآن ہے اور قرآن قول رسولؐ کریم ہے (الحاقہ ٤٢۔٤٠ / ٦٩) اور (تکویر ١٩ / ٨١) لہٰذا قارئین کو لازم ہے کہ وہ محمد و آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم کے لئے اپنے دلوں میں گنجائش پیدا کریں ورنہ یاد رکھیں کہ تمہاری یہ نمازیں یہ روزے وغیرہ تمہارے لئے مصیبت بن جائیں گے ۔

(٦ ۔ ب) ہم حقیقی "نور" بھی محمدؐ اور علیؑ ہی کو سمجھتے ہیں لہٰذا ہمارے ترجمہ سے گھبرائیں نہیں ۔

چونکہ ہم نورؐ کو اوّلین مخلوق مانتے ہیں اس لئے محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حقیقی معنی میں نور سمجھتے ہیں اور لفظ ذکر کی طرح لفظ نور کا ترجمہ اور معنی بھی محمدؐ ، علیؑ ، فاطمہؑ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہی کرتے ہیں ۔ چونکہ یہ سب حضرات

وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ
اور البتہ تحقیق بیان کیا ہے ہم نے واسطے لوگوں کے بیچ اس قرآن کے ہر ایک
مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ
مثال سے تو کہ وہ نصیحت پکڑیں قرآن عربی بن کجی والا
لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ
تو کہ وہ ڈریں۔ بیان کی اللہ نے مثال ایک مرد ہے بیچ اس کے شریک ہیں

(۲۷) اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں تمام احکام و مسائل و عقائد کی ہر ایک مثال بیان کر دی تا کہ انسان ان احکام اور ان مثالوں سے سبق حاصل کرتے رہیں ۔ (۲۸) یہ قرآن عربی زبان میں ہے اس میں کسی قسم کی کجی خامی اور عیب نہیں ہے تا کہ انسان ذمہ دار بنیں (۲۹) اللہ ایک مثال پیش کرتا ہے ایک شخص تو وہ ہے جس کے ہر ہر معاملے میں

محمدؐ یا محمدؐ کے مختلف نمائندۂ ظہور ہیں اس لئے ان میں تفریق غیر ضروری سمجھتے ہیں ۔ البتہ جہاں قرآن و حدیث کی عبارت مشخص کرتی ہے وہاں وہی معنی کرتے ہیں جو عبارت کا تقاضا ہوا کرتا ہے۔ اسی اصول پر ہم نے آیت (۲۲ / ۳۹) میں نوؔر سے محمدؐ مراد لے کر علیؑ کو نوؔر سے وابستہ رہنے والی ہستی قرار دیا ہے ۔ ورنہ وہ دونوں نور ہیں دونوں محمدؐ ہیں ۔ چنانچہ قرآن میں ایسے مقامات ہیں جہاں لفظ نور استعمال ہوا ہے اور وہاں آنحضرتؐ کی ذات گرامی براہ راست مراد ہے مثلاً فرمایا گیا کہ:۔

قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ (مائدہ ۱۵ / ۵)

"یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نوؔر اور کتاب مبین آ گئے ہیں" آیت کے ان الفاظ کو دیکھ کر ایک عام عقل کا آدمی بھی اتنا ضرور سمجھ لے گا کہ اللہ کی طرف سے ایک تو قرآن آیا تھا ۔ اور ایک قرآن کو لانے والا رسوؐل آیا تھا اور یہاں لفظ نور سے رسوؐل اللہ کے علاوہ اور کچھ مراد نہیں لیا جا سکتا۔ عوام سے گزر کر اپنے لکھے پڑھے خاص لوگوں کو لیجئے ۔ ان میں ادھر علامہ اینڈ کمپنی کے علما ہیں جو یہاں لفظ نور سے کوئی عام روشنی مراد لیتے ہیں (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۵۶)
ایک لغات القرآن لکھنے والے لوگ ہیں جو لکھتے ہیں کہ: "۶ / ۷ (چھٹے پارے کے ساتویں رکوع) میں پہلی جگہ رسوؐل اللہ کی ذات مبارک (مراد ہے)"(لغات القرآن عبدالدائم جلد ۶ صفحہ ۹۹)
پھر ہم ایسے طالب ہیں کہ نوؔر سے تو آنحضرتؐ کو مراد لیتے ہی ہیں مگر ہم لفظ وَكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ سے بھی محمدؐ ہی کو مراد لیتے ہیں ۔ اس لئے کہ لفظ مُّبِیْنٌ کے معنی "بیان کرنے والی" "بولتی چالتی کتاب" ہوتے ہیں اور قرآن ہرگز بولنے والی کتاب نہیں ہے اسے علمائے اُمت نے کتاب صامت چپ رہنے والی کتاب کہا ہے اور قرآن ناطق اُمت میں جناب علی مرتضٰی علیہ السلام کا لقب ہے اور علیؑ خود محمدؐ ہی ہیں ۔ یہ ہم ہیں اور یہ ہماری فکر و عقائد ہیں خواہ کسی کو ناپسند ہی کیوں نہ ہوں۔

(۷) آیت (۲۷ / ۳۹) میں نظام اجتہاد کے الزام کا جواب ہے۔ قرآن ہر چیز سمجھاتا ہے۔

مجتہدین کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن میں چند اصولی احکامات ہیں اور وہ بھی نہایت مختصر و مجمل زبان میں ہیں ۔ اس لئے ان مجمل احکام کی تفصیل اور اصولی احکام کی تفریع کرنا مجتہدین کی ذمہ داری ہے ۔ تا کہ وہ قرآن سے اجتہاد کر کے احکام تیار کریں اور پبلک پر نافذ کرتے رہیں ۔اس عقیدے کا بطلان عموماً قرآن کی ہر آیت سے ہوتا ہے لیکن اللہ نے اسی تہمت کو عنوان بنا کر اسے ایسا رد کیا ہے کہ باضمیر انسان تو اس تردید کے بعد اس عنوان پر کبھی بات نہ کرے گا مگر مجتہدین اور ان کے مقلدین چودہ سو سال سے یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ قرآن میں ہر ہر مسئلے اور ضرورت کا حل موجود نہیں ہے ۔
حالانکہ قرآن نے یہ فرما دیا کہ اس قرآن میں ہر چیز کی تفصیل ہے (یوسف ۱۱۱ / ۱۲) اس میں ہر شے کا بیان موجود ہے (نحل ۸۹ / ۱۶) قرآن میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی گئی ہے (انعام ۳۸ / ۶) قرآن میں ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کا حال موجود ہے (یونس ۶۱ / ۱۰) قرآن میں ہر خشک و تر چیز کا تذکرہ کیا جا چکا ہے (انعام ۵۹ / ۶) اسی

مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ

بدخو اور ایک مرد ہے سلامت واسطے ایک مرد کے کیا برابر ہوتے ہیں دونوں

مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾

مثال میں سب تعریف واسطے اللہ کے ہے بلکہ اکثر ان کے نہیں

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾

جانتے تحقیق تو بھی مرنے والا ہے اور تحقیق وہ بھی مرنے والے ہیں پھر

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

تحقیق تم دن قیامت کے نزدیک پروردگار اپنے کے جھگڑو گے پس کون

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ

شخص بہت ظالم ہے اس شخص سے کہ جھوٹ باندھا ہے اوپر اللہ کے

بہت سے بدخو لوگ برابر کے شریک ہیں یعنی بات بات میں اس سے جھگڑا کرتے ہیں اور ایک شخص پورا کا پورا ایک ہی شخص سے متعلق ہے کیا ان دونوں کا حال مساوی ہے؟ لیکن قریش کی کثرت کو اس کا علم نہیں ہے (۳۰) حقیقت یہ ہے کہ اے رسولؐ تمہیں بھی مرنا ہے اور ان اہل مکہ قریشیوں کو بھی مرنا ہے (۳۱) لیکن تم دونوں فریق برابر اپنے اپنے عقائد پر قائم رہو گے حتّٰی کہ قیامت کے دن بھی تم عقائد پر مخاصمت اور جھگڑا کرو گے۔ (۳۲) اس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوسکتا ہے جس نے اللہ کے نام پر جھوٹے مسائل گھڑے

سلسلے میں یہ فرمایا گیا کہ قرآن میں تمام چیزیں مثالوں کے ساتھ سمجھا دی گئی ہیں (۲۷ / ۳۹) اور مثالوں سے ہر چیز کو سمجھا دینے کی یہ بات بھی قرآن میں بار بار دہرائی گئی ہے(بنی اسرائیل ۸۹ / ۱۷) (کہف ۵۴ / ۱۸)(روم ۵۸ / ۳۰) لیکن جس قوم نے قرآن کو مہجور کیا تھا اس کے علما نے ہمیشہ قرآن کو اجتہادی علما کا محتاج ہی قرار دیا ہے ۔ (فرقان ۳۰ / ۲۵) ۔

(۸) آیات (۳۲ تا ۲۹ / ۳۹) میں یہ فیصلہ ہے کہ رسولؐ کی قوم تا قیامت اپنے اجتہادی اسلام پر رہے گی ۔

یہ حقیقت ہے کہ قریش عہد رسولؐ میں بھی اور قیامت تک بھی اپنے خود ساختہ اجتہادی اسلام پر جم کر کار بند رہیں گے ۔ اور معصومؑ اطاعت اور اسلامی مطلق العنان سربرآہ کی اطاعت کے خلاف اپنے جمہوری لیڈروں کی اطاعت جاری رکھیں گے ۔ اور قیامت کے دن بھی رسولؐ اللہ سے اپنے اسی عقیدہ کی اچھائیوں پر بحث و مناظرہ کریں گے ۔ اس صورت حال کو سمجھنے کے لئے علامہ کی وہ تشریح دیکھ لیں جو انہوں نے آیت (۲۹ / ۳۹) پر لکھی ہے ارشاد ہے :

(۸ ۔ الف) قرآن میں زندہ ہٹے کٹے جمہوری لیڈروں ہی کو بت قرار دیا جاتا رہا ہے ۔

"اس مقام پر یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ بہت سے کج خلق اورباہم متضاد آقاؤں کی تمثیل (۲۹ / ۳۹) پتھر کے بتوں پر راست نہیں آتی بلکہ ان جیتے جاگتے آقاؤں پر ہی راست آتی ہے جو عملاً آدمی کو متضاد احکام دیتے ہیں اور فی الواقع اس کو اپنی اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں ۔ پتھر کے بت کسے حکم دیا کرتے ہیں اور کب کسی کو کھینچ کر اپنی خدمت کے لئے بلاتے ہیں ۔ یہ کام تو زندہ آقاؤں ہی کے کرنے کے ہیں ۔ ایک آقا آدمی کے اپنے نفس میں بیٹھا ہوا ہے ۔ جو طرح طرح کی خواہشات اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ انہیں پورا کرے ۔ دوسرے بے شمار آقا گھر میں ، خاندان میں ، برادری میں ، قوم اورملک کے معاشرے میں، مذہبی پیشواؤں میں ، حکمرانوں اور قانون سازوں میں کاروبار اور معیشت کے دائروں میں اور دنیا کے تمدن پر غلبہ رکھنے والی طاقتوں میں ہر طرف موجود ہیں۔جن کے متضاد تقاضے اور مختلف مطالبے ہر وقت آدمی کو اپنی اپنی طرف کھینچتے رہتے ہیں۔اور ان میں سے جس کا تقاضا پورا کرنے میں وہ کوتاہی کرتا ہے وہ اپنے دائرہ کار میں اس کو سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ البتہ ہر ایک کی سزا کے ہتھیار الگ الگ ہیں ۔ کوئی دل مسوستا ہے ۔ کوئی روٹھ جاتا ہے ، کوئی نکوّ بناتا ہے ۔ کوئی مقاطعہ کرتا ہے۔ کوئی دیوالہ نکالتا ہے ۔ کوئی مذہب کا وار کرتا ہے اور کوئی قانون کی چوٹ لگاتا ہے ۔ اس فسق سے نکلنے کی کوئی صورت انسان کے لئے اس کے سوا نہیں ہے کہ وہ توحید کا مسلک اختیار کرکے

اور جب مجسمہ صدق و راستی اس کے پاس آیا تو اسے جھوٹا قرار دے دیا؟ کیا ایسے حق پوش لوگوں کو رکھنے کے لئے جہنم میں موزوں جگہ نہیں ہے (۳۳) اور وہ ذات جو صدق و راستی کے ساتھ آئی اور وہ شخص جس نے اس صدق اور صدق لانے والے کے مشن کو عملاً برحق اور سچا کر دکھایا وہی حقیقی ذمہ دار ہیں۔ (۳۴) ان ہی کے لئے طے کیا گیا کہ وہ جو بھی چاہیں گے

وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

اور جھٹلایا ہے سچ کو جس وقت آیا اس کے پاس کیا نہیں بیچ دوزخ کے

مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲ وَ الَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ

جگہ رہنے کی واسطے کافروں کے اور وہ شخص کہ آیا ساتھ سچ کے اور جس نے مان لیا

بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ

اس کو یہ لوگ وہی ہیں پرہیزگار واسطے ان کے ہے جو چاہیں نزدیک

صرف ایک خدا کا بندہ بن جائے اور ہر دوسرے کی بندگی کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکے۔ توحید کا مسلک اختیار کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں جنکے نتائج الگ الگ ہیں۔ ایک شکل یہ ہے کہ ایک فرد اپنی انفرادی حیثیت میں خدائے واحد کا بندہ بن کر رہنے کا فیصلہ کرلے اور گرد و پیش کا ماحول اس معاملے میں اس کا ساتھی نہ ہو۔ اس صورت میں یہ تو ہوسکتا ہے کہ خارجی کشمکش اور ضیق اس کے لئے پہلے سے بھی زیادہ بڑھ جائے۔ لیکن اگر اس نے سچے دل سے یہ مسلک اختیار کیا ہو تو اسے داخلی امن و اطمینان لازماً میسر آجائے گا۔ وہ نفس کی ہر اس خواہش کو رد کردے گا۔ جو احکام الٰہی کے خلاف ہو یا جسے پورا کرنے کے ساتھ خدا پرستی کے تقاضے پورے نہ کئے جا سکتے ہوں۔ وہ خاندان، برادری، قوم، حکومت، مذہبی پیشوائی اور معاشی اقتدار کے بھی کسی ایسے مطالبے کو قبول نہ کرے گا جو خدا کے قانون سے ٹکراتا ہو۔ اس کے نتیجے میں اسے بے حد تکلیفیں پہنچ سکتی ہیں، بلکہ لازماً پہنچیں گی۔ لیکن اس کا دل پوری طرح مطمئن ہو گا کہ جس خدا کا میں بندہ ہوں اس کی بندگی کا تقاضا پورا کررہا ہوں اور جن کا بندہ میں نہیں ہوں ان کا مجھ پر کوئی حق نہیں ہے جس کی بنا پر میں اپنے رب کے حکم کے خلاف ان کی بندگی بجا لاؤں۔ یہ دل کا اطمینان اور روح کا امن و سکون دنیا کی کوئی طاقت اس سے نہیں چھین سکتی، حتّٰی کہ اگر اسے پھانسی پر بھی چڑھنا پڑ جائے تو وہ ٹھنڈے دل سے چڑھ جائے گا۔ اور اس کو ذرا پچھتاوا نہ ہو گا کہ میں نے کیوں نہ جھوٹے خداؤں کے آگے سر جھکا کر اپنی جان بچا لی"(تفہیم ۴ صفحہ ۳۷۰۔۳۷۱)

(۸۔ب) علامہ کا یہ بیان محمدؐ و آل محمدؐ اور فداکارانِ کربلا کے علاوہ اس دنیا میں کسی پر صادق نہیں آتا۔

قارئین یہاں مسلمانوں کی تیار کی ہوئی تاریخ میں بھی علامہ کے ہم مذہبوں میں سے کوئی ایک فرد یا افراد اس بیان پر پورا اترنے والے نہ ملیں گے بلکہ بڑے بڑے علمانے حکومت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر حکومتوں سے معافیاں طلب کی ہیں۔ (مسئلہ خلق قرآن پر) اور دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ نے عموماً اور امام حسینؑ اور ان کے انصارؑ و اہلؑ حرم نے خصوصاً علامہ کے اس بیان کے ایک ایک لفظ پر ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہر قسم کے مقاطعہ، مخالفت، مظالم اور فوجی قوت کا مقابلہ کیا اور تمام چھوٹے بڑے اور بچے اور بوڑھے بلا جھجک شہید ہو گئے اور دنیا میں ضرب المثل قربانیاں اور صبر و وفا چھوڑ گئے۔

(۸۔ج) قریش کے خود ساختہ اسلام میں آج تک بھی لاتعداد مجتہدین کی شرکت اور اطاعت لازم ہے؟

علامہ کے اس طویل بیان سے اور آیات (۳۲۔۲۹ / ۳۹) سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرتؐ کے مخاطب اہل قریش کے مذہب میں سینکڑوں آقا واجب الاطاعت لازم تھے۔ اور اسلام کی حقیقی تعلیم میں محض ایک مطلق العنان آقا کی اطاعت واجب تھی ان دونوں مثالوں کے حامیوں کو اللہ نے یہ بتایا ہے کہ "اے رسولؐ تم مرتے دم تک اسلام کی حقیقی تعلیم یعنی ایک مطلق العنان حاکم قائم کرنے کی پالیسی پر برقرار رہوگے اور ادھر قریش کے حاضرین اپنی اپنی موت تک جمہوری اطاعت پر قائم رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے ہم مذہب قیامت تک اسی عقیدے پر برقرار رہیں گے۔ اور قیامت میں بھی اللہ کے سامنے رسولؐ اور قریشی لیڈر اپنے اپنے برحق ہونے پر ایک دوسرے کے مدمقابل حریف اپنے اپنے دلائل اور بحث پیش کریں گے۔ اور ظاہر ہے کہ قریش ہی کا مذہب باطل ثابت ہو گا۔ اس لئے کہ جو بھی رسولؐ کے مقابلہ پر آئے گا یقیناً باطل

رَبِّهِمْ ۚ ذٰلِكَ جَزَآؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

پروردگار اپنے کے یہ ہے بدلا احسان کرنے والوں کا تو کہ دور کرے اللہ ان سے

اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ

برائی وہ جو کی تھی انہوں نے اور بدلا دیوے ان کو ثواب ان کا ساتھ بہتر اس

الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۚ وَ

چیز کے کہ تھے وہ کرتے کیا نہیں اللہ کفایت کرنے والا بندے اپنے کو اور

يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۚ وَ مَنْ

ڈراتے ہیں تجھ کو ساتھ ان لوگوں کے کہ نیچے اس سے ہیں اور جس کو

انہیں اللہ کے یہاں سے ملتا رہے گا احسان پیشہ مومنین کے لئے ویسی ہی جزا ہوتی ہے۔ (۳۵) تاکہ منہ مانگی جزا سے اللہ احسان میں پیش آنے والی ان کی برائیوں کو چھپا دے جو عمل کے دوران احسان میں واقع ہوئی تھیں اور اس لئے کہ انہیں ان کے اپنے کردار سے بہت بہترین طریقے پر جزا دے سکے۔ (۳۶) سوال یہ ہے کہ کیا اللہ اپنے بندہ کی دیکھ بھال، تحفظ اور ضروریات پوری کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ وہ لوگ اے نبیؐ تمہیں اللہ کے سوا اپنے لیڈروں سے خوفزدہ کرنا چاہتے ہیں اور حق تو یہ ہے کہ جسے اللہ ہی

پرست ہوگا۔ اور اسی لئے اگلی آیت (۳۲ / ۳۹) بطور طنز کہتی ہے کہ کیا جہنم میں ان کے لئے جگہ نہیں؟ مطلب یہ کہ جہنم بہت بڑا ہے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا۔

(۹) اسلام کو لیڈروں کے ماتحت لانے والے قریش کے عظیم لیڈر کی یاد دلاتے رہنے کے لئے پارہ کا نام:

اور پوری قوم کو اور قوم کے پیروؤں کو جہنم میں لے جانے والے لیڈر کی یاد دلاتے رہنے کے لئے ہی چوبیسویں پارے کا نام اس کے عظیم ترین ظلم پر رکھا گیا ہے۔ اور اس قریشی کو نوع انسان کا سب سے بڑا ظالم لیڈر فرمایا گیا ہے۔ اور اس کا ظلم یہ بتایا ہے کہ اس نے اللہ کے نام سے کچھ جھوٹا منصوبہ پبلک میں پھیلایا ہے (۳۹/۳۲) اور یہ کہ اس نے اپنے پاس آنے والے مجسمۂ صدق کو بھی جھوٹا ثابت کیا ہے اس نے اللہ کے نام پر کیا کہا اس کا پتہ آپ کو سورۂ مائدہ (۵/۴۵) میں ملتا ہے۔ جہاں ظالم اور ظلم کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ: وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ (۴۵ / ۵) اور وہ لوگ ہی ظالم ہوتے ہیں جو اللہ کے نازل کردہ احکام سے حکومت نہ کریں۔"

معلوم ہوا کہ اس قریشی لیڈر کو سب سے بڑا ظالم اس لئے کہا گیا ہے کہ اس نے اللہ کے نازل کردہ احکام سے حکومت کرنے کے خلاف منصوبہ بنا کر اللہ کو جھٹلایا تھا اس لئے اس کے لئے فرمایا کہ: فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَبَ عَلَى ٱللَّهِ (۳۲ / ۳۹) یعنی اس قریشی سے بڑا ظالم یا خدا کے قرآن کے خلاف منصوبہ بنانے والا اس سے بڑا ظالم کوئی شخص نہیں گزرا نہ گزر سکے گا اور یہ پتہ لگانے کے لئے اس سے بڑے ظالم نے کون سی سچائی اور سچائی لانے والے کو جھٹلایا تھا سورۂ فرقان (۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) کو دیکھئے جہاں اس ظالم کا ایک یار اپنے اقبال جرم کے بیان میں یہ بتاتا ہے کہ اس کے اس یار نے اسے رسولؐ کے خلاف راہ عمل اختیار کرنے پر آمادہ کر لیا تھا۔ اور رسولؐ کی بتائی ہوئی راہ عمل سے ہٹا دیا تھا جب کہ خود رسولؐ اللہ نے اس کے پاس آکر اسے ہدایات دی تھیں (۲۷ تا ۲۹ / ۲۵) لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ سچائی رسولؐ کی راہ عمل کا پروگرام تھا اور وہ سچ لانے والا خود رسولؐ تھا۔ اور اگلی آیت (۳۰ / ۲۵) میں خود رسولؐ نے بتایا ہے کہ اس ظالم لیڈر اور اس کی قوم نے قرآن کو مہجور کرکے رکھ دیا تھا۔ لہٰذا وہ سچائی قرآن تھا۔ اور قرآن کو لانے والا خود رسولؐ اللہ تھے۔ رہ گیا رسولؐ سے اللہ کے حضور میں اس ظالم لیڈر اور اس کی قوم کا مخاصمانہ مباحثہ اور جھگڑا کرنا (۳۱ / ۳۹) اور اپنے مجتہدانہ اسلام کے برحق ہونے پر اصرار کرنا۔ ان ہی کی ایجاد پر سورۂ بقرہ (۲۰۴ / ۲) وضاحت کرتی ہے کہ وہ ظالم لیڈر رسولؐ اللہ سے دنیا میں بھی بحث و مناظرہ کرتا رہتا تھا اور اپنے خود ساختہ اسلام کے برحق ہونے پر اللہ کو گواہ ٹھہرایا کرتا تھا۔ اور رسولؐ اللہ اس کے دلائل پر تعجب فرمایا کرتے تھے اور اللہ نے اسے سب سے بڑا حریف اور مخاصمانہ جھگڑا کرنے والا (أَلَدُّ ٱلْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ البقرة) بتایا ہے اور اگلی آیت میں اسے حکومت کا بانی قرار دیا ہے۔ جو بعد رسولؐ قائم ہوئی اور جس نے دنیا کو فتنہ و

يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ	گمراہ ہونے دے اس کو کوئی ہدایت نہیں
گمراہ کرے اللہ پس نہیں واسطے اس کے کوئی راہ دکھانے والا اور جس کو راہ دکھائے اللہ	کرسکتا (۳۷) اور جسے اللہ ہدایت کردے تو
فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَ لَئِنْ	پھر اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا کیا اللہ ہر حال میں غالب رہ کر انتقام لے سکنے والا نہیں ہے؟
پس نہیں واسطے اس کے کوئی گمراہ کرنے والا کیا نہیں اللہ غالب بدلہ لینے والا اور اگر	(۳۸) اور اگر اے نبیؐ آپ ان لوگوں سے یہ
سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ	دریافت کریں کہ ان آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یقیناً وہ یہی کہیں گے
پوچھے تو ان سے کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو البتہ کہیں گے اللہ نے کہہ کہ	کہ اللہ نے پیدا کیا ہے پھر ان سے پوچھو کہ

فساد اور قتل وغارت کا اکھاڑہ بنا دیا تھا۔ قرآن کی اتنی وضاحت کے بعد اب صرف ان دونوں یاروں کے نام لینا باقی رہ جاتے ہیں جو تاریخ کی شہرت خود بتا دیتی ہے قرآن نام کی جگہ فلاں کہہ دینا کافی سمجھتا ہے۔ (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵)

(۱۰) آیت (۳۳ / ۳۹) اور (۳۴ / ۳۹) میں اس شخصؑ کا ذکر پھر ضروری ہوگیا جو قریشی لیڈر کا توڑ کرتا تھا۔

اب اس شخص کو سامنے لایا گیا ہے جو قریش کے اس سب سے عظیم اور ظالم ترین لیڈر کا ہر جگہ قرآن میں بھی اور ہر میدان میں بھی توڑ کرنے پر مامور اور مُصِر رہا کرتا تھا۔ ابھی ابھی جس آیت (بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲) میں قریشی لیڈر کے حیران کن منصوبے اور حکومت کا تصور پیش کیا تھا تو وہیں آگے بڑھ کر یہ کہا گیا ہے کہ ان ہی مومنین میں وہ شخص بھی تو ہے جس نے اپنی جان فروخت کرکے اللہ سے جان کی قیمت میں اللہ کی رضامندیاں خرید لی ہیں۔ (بقرہ ۲۰۷ / ۲) اور رضامندیاں مل جانے کے بعد ہی تو اللہ نے یہ فرمایا کہ "ان کے لئے اللہ کے یہاں سے ہر وہ چیز دی جائے گی جو وہ چاہیں گے" (لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ ۳۴ / ۳۹) منہ مانگی مرادیں اس لئے کہ اب اللہ کی رضامندیاں خود اس کی اپنی ملکیت اور رضامندیاں ہیں یہی وہ شخصؑ ہے جس نے رسولؐ اللہ کی لائی ہوئی صداقت کو میدان رزم و بزم میں سچا کر کے دکھا دیا۔ جسے ابتدائے نبوت اور پہلے اعلانِ تبلیغ میں اپنا دست و بازو، وصی اور بلا کسی سابقہ تجربہ کے کم سنی میں اپنی حکومت کے لئے وزیر وخلیفہ بنایا تھا اگر وہ اس اعلان کے بعد ہر ہر میدان میں فاتح ثابت ہو؟ ہر مخالف لیڈر کے لئے ایک چلتی پھرتی مصیبت بن کر رہ جائے۔ اور جسے راہ سے ہٹانے کے لئے پوری قوم اور پورے ملک کو اجتماعی کوششیں کرنا پڑیں کیا یہ ایک ہی صورت حال رسولؐ کی تصدیق و صداقت کے لئے کافی نہیں ہے؟ کہ جس پر نظر انتخاب پڑی وہ تنہا پورے عرب پر بھاری نکلا؟ جسے یداللہ کہا گیا اس لئے کہ اس کے ہاتھوں کی طاقت خدائی طاقت ثابت ہوئی۔ یہ ہے وہ مقدس ہستیؑ جو اُن دونوں یاروں اور ان کی پوری قوم کو ناک چنے چبواتی رہی۔ یہ ہے وہ ذاتِ پاک کہ جس کی اولاد اور جس کے پیروؤں نے قربانیاں دے کر آخر اس جابر وقاہر حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

(۱۱) آیت (۳۵ / ۳۹) میں محمدؐ و آل محمدؐ کی قربانیوں اور ایثار کا وہ پہلو جو اللہ کے لئے ناقابل برداشت رہتا رہا۔

اس آیہ مبارکہ میں محمدؐ و آل محمدؐ کے متعلق چند برے اعمال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور برے اعمال مان کر بھی اللہ ان برے اعمال کو چھپا دینے کا اعلان کرتا ہے پہلا سوال یہ ہے کہ کیا یہ بری بات نہیں کہ آپ کسی کی جانب داری کریں؟ یقیناً انصاف و عدل کے معیار پر جانب داری بری بات ہے اور اس جانب داری کی بنا پر جس کی جانب داری کی جائے اس کی بری باتوں کو چھپا دینا یا چھپانا ڈبل بری بات ہے۔ پھر برے کام کو اعلانیہ اور ٹھونک بجا کر کرنا سب ہی سے بری بات ہے۔ لہٰذا ہمیں کہنے دیجئے کہ جس طرح اللہ یہ تین برائیاں کرنے کا اعلان کر رہا ہے اسی طرح محمدؐ و آل محمدؐ نے بھی کئی کئی برائیاں خود ٹھونک بجا کر اعلانیہ کیں۔ اور تمام باضمیر لوگوں سے چاہا کہ وہ بھی ان برائیوں کو کیا کریں۔ اور لاکھوں حقیقی مومنین نے ان برائیوں پر عمل کیا اور قابل فخر سمجھا سنو یہ بری بات ہے کہ آپ کے اپنے بچے بھوکے پیاسے ہوں اور آپ ہٹے کٹے جوان آدمیوں

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ
کیا پس دیکھا ہے تم نے اس چیز کو کہ پکارتے ہو سوائے خدا کے اگر ارادہ کرے مجھ کو
اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ
اللہ ساتھ برائی کے کیا وہ کھولنے والے ہیں ضرر اس کے کو یا ارادہ کرے مجھ کو
بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ
ساتھ مہربانی کے کیا ہیں وہ بند کرنے والے مہربانی اس کی کو کہہ کہ کفایت ہے مجھ کو
اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ
اللہ اوپر اس کے توکل کرتے ہیں سب توکل کرنے والے کہہ اے قوم میری
اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾
عمل کرو تم اوپر جگہ اپنی کے تحقیق میں بھی عمل کرتا ہوں پس البتہ جان رہو گے تم

کیا تم نے اپنے ان لیڈروں میں یہ قدرت دیکھی ہے جنہیں تم اللہ کے ساتھ بندگی میں شریک کرتے ہو کہ اگر اللہ مجھے تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرلے تو وہ اللہ کے ارادہ کو روک کر مجھے تکلیف سے بچا لیں گے ؟ یا اگر وہ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرلے تو وہ مجھ پر اللہ کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ ان کو بتاؤ کہ میرے حسب حال تو اللہ ہی ہے اور یہ کہ توکل اور بھروسہ کرنے والے تو اللہ ہی پر توکل کیا کرتے ہیں ۔ (۳۹) اے رسولؐ ان سے کہہ دو کہ اے میری قوم تم اپنی اپنی جگہ پر اپنے اختیار کردہ مذہب پر عمل کرتے رہو اور میں اپنے مذہب پر عمل کررہا ہوں مستقبل میں تمہیں اس کا نتیجہ معلوم ہوجائے گا ۔

کو کھانا کھلاتے پھریں اور اپنا پانی دشمن کے گھوڑوں کو پلا دیں یہ اور اسی قسم کے ایثار اور قربانیاں تھرڈ کلاس قسم کے لوگوں کے واسطے بنائی ہوئی شریعت میں بری باتیں ہیں۔ بلکہ بعض مقام پر گناہ ہیں لیکن جو لوگ خود شارع ہوں ۔ خود اچھے اور برے کا معیار ہوں ان کا اپنا ذاتی معیارو طریقہ وہ بلند و بالا شریعت ہو گی کہ اس پر عمل کرنا تو الگ، عمل کو دیکھ یا سن کر دل تڑپ جائیں ۔ لہٰذا اُن کی برائیوں کو اس لئے نہیں چھپایا جائے گا کہ ان برائیوں کے ظاہر کرنے سے ان کی قدرو منزلت میں کمی ہو جائے گی ، بلکہ اس لئے چھپایا جائے کہ ان برائیوں کو ظاہر کرنے سے کچھ لوگوں کو شرمندگی ہوگی ۔ سنو فقیر کو اگر یہ بتا دیا جاتا کہ ہمارے بچے بھوکے ہیں اور میں مع زوجہ کے خود بھی بھوکا ہوں یا روزہ دار ہوں تو ایک باضمیر فقیر ہرگز وہ کھانا نہ لیتا ۔ اس لئے حضرت علیؑ نے فقیر سے چھپایا کہ وہ کھانا کھا سکے اور شرمندہ نہ رہے ۔ اگر روزِ حساب اس فقیر پر یہی بات ظاہر ہو اور میدان حشر کے مجمع عام میں ظاہر ہو تو اسے بڑی خجالت ہو گی چراغ بجھا کر فقیر کو دھوکا دینا کہ میں بھی تمہارے ساتھ کھانا کھا رہا ہوں بری بات ہے فریب ہے مگر اس بری بات اور دھوکے نے ہی تو فقیر کو کھانا کھانے دیا ورنہ وہ نہ کھاتا۔ جن پر فقیروں کو رحم آئے اور وہ ان کی حالت دیکھ کر ان کے لئے چوری چوری کھانا بچائیں تاکہ یوں انہیں کھانا کھلا سکیں ان کا حال لوگوں پر ظاہر کرنا نہ صرف باعث شرمندگی ہو گا بلکہ اس شریعت میں ان کے لئے سزا بھی ہے ۔ ”یعنی جس محلہ میں ایک شخص بھوکا رہا پورے محلے نے حرام کھایا“ اس کی سزا سے پورے محلے کو بچانے کے لئے چھپانا ضروری ہے ۔

(۱۲) آیات (۴۰۔۳۹ / ۳۹) میں قریش کا مذہبی استقلال ، قیامت تک دو قسم کا عذاب ۔

یہ دونوں آیات نہایت سادہ الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کرتی ہیں کہ رسولؐ اللہ کی نام نہاد قوم نے بحیثیتِ مجموعی، مذہب کی اس عملی صورت کو اختیار کرنے سے انکار کر دیا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی پروگرام تھا اور یہی نہیں کہ آپ کی قوم نے صرف انکار کر دیا تھا۔ بلکہ انہوں نے اپنے انکار میں اتنی گنجائش بھی نہیں چھوڑی تھی کہ مستقبل میں شاید کچھ لوگ اپنے رویہ میں تبدیلی کرکے رسولؐ اللہ کا پروگرام اختیار کرسکیں اس لئے رسولؐ اللہ نے یہ اعلان فرمایا کہ تم اپنے طریقہ پر عمل پیرا رہو اور میں اپنے طریقہ پر عمل جاری رکھوں ۔یہاں تک کہ ہم دونوں یہ دیکھیں کہ ہم دونوں میں حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے ؟ اور ہم میں باطل پر وہی ہو گا جس پر اس کے اعمال کے نتیجے میں پہلے ایسا عذاب آئے جس میں وہ ذلیل و رسوا کرنے والی سزائیں ہوں اور اس کے بعد ایک برابر قائم رہنے والا عذاب مسلط ہو جائے “۔

مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ

کون شخص ہے کہ آوے گا اس کو عذاب کہ رسوا کرے گا اس کو اور

يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ

اتر پڑے گا اوپر اس کے عذاب ہمیش کا تحقیق ہم نے اتاری ہے اوپر تیرے

الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ج فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ج

کتاب واسطے لوگوں کے ساتھ حق کے پس جس نے راہ پائی پس واسطے جان اپنی کے

وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ج وَ مَآ اَنْتَ

اور جو کوئی گمراہ ہوا پس سوائے اس کے نہیں گمراہ اوپر جان اپنی کے اور نہیں تُو

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ع ﴿۴۱﴾ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ

اوپر ان کے داروغہ اللہ قبض کرلیتا ہے جانوں کو نزدیک موت ان کی کے اور

الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ج فَيُمْسِكُ

جو نہیں موئے قبض کرلیتا ہے ان کو بیچ نیند ان کی کے پس بند کر رکھتا ہے جن کو

الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط

کہ مقرر کی ہے اوپر ان کے موت اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وقت مقرر تک

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾

تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے کہ فکر کرتے ہیں

(۴۰) دیکھنا یہ ہے ہم اور تم میں سے کس کو عذاب آکر رسوا کرتا ہے اور رسوائی کے بعد کس کیلئے ہمیشہ قائم رہنے والا عذاب مقرر ہوتا ہے ؟ (۴۱) اے نبیؐ یقیناً ہم نے تمہارے اوپر جو کتاب نازل کی ہے وہ تو ساری نوع انسان کے لئے ہے یعنی اگر قریش اس پر عمل نہ کریں تو کیا پروا ؟ اب جو کوئی کتاب کی حقانیت سے ہدایت اختیار کرلے اس کا فائدہ اسی کو ہوگا اور کتاب سے گمراہی اختیار کرلے تو اس گمراہی کا خمیازہ اسی کو بھگتنا ہوگا لہٰذا تم ان لوگوں کے ٹھیکیدار وکیل نہیں ہو کہ گھبراؤ (۴۲) تمام ذی حیات نفوس پر موت کے وقت اور سوتے ہوئے اللہ وفات کا عالم طاری کردیتا ہے یعنی وفاداری کے ساتھ ان کے سلسلۂ ہوش و حواس و عقل کی مدت پوری کر دیتا ہے پھر جس کے لئے موت کا حکم جاری کرتا ہے ان کے شعور کو گرفت میں رکھتا ہے اور دوسروں کو پھر ان کے ہوش و حواس و عقل واپس کر دیتاہے تاکہ وہ مقررہ مدت تک زندہ رہ سکیں ۔ اس بیان میں ان لوگوں کے لئے معجزات ہیں جو معجزات کو سمجھنے کے لئے غور و فکر کیا کرتے ہیں

اس انتباہ سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ آخری موقع تھا اور عذاب سے دوچار ہونے سے قبل اس قوم کے کسی فرد کی اصلاح ہو جانا ممکن نہ رہا تھا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی طرف سے ان الفاظ میں تنبیہہ کے معنی آخری موقع ہوا کرتے ہیں جیسا کہ حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو انہی الفاظ میں آخری تنبیہہ فرمائی تھی کہ:

وَيَٰقَوۡمِ ٱعۡمَلُواْ عَلَىٰ مَكَانَتِكُمۡ إِنِّي عَٰمِلٞۖ سَوۡفَ تَعۡلَمُونَ مَن يَأۡتِيهِ عَذَابٞ يُخۡزِيهِ وَمَنۡ هُوَ كَٰذِبٞۖ وَٱرۡتَقِبُوٓاْ إِنِّي مَعَكُمۡ رَقِيبٞ ﴿۹۳﴾ (ہود ۹۳ / ۱۱)

”اے میری قوم تم اپنی اپنی جگہ پر اپنے اختیار کردہ مذہب پر عمل کرتے رہو اور میں اپنے مذہب پر عمل کررہا ہوں مستقبل میں تمہیں اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا دیکھنا یہ ہے کہ ہم اور تم میں سے کس کو عذاب آکر رسوا کرتا ہے اور رسوائی کے بعد کس کے لئے جھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے لہٰذا تم بھی اس عذاب پر نگران رہو اور میں ہوشیار رہوں گا۔“

اگلی آیت بتاتی ہے کہ شعیبؑ کے مومنوں کو چھوڑ کر پوری قوم کو عذاب نے دنیا میں تباہ و برباد کردیا تھا (۹۴ / ۱۱) لہٰذا معلوم ہوا کہ اس قسم کی تنبیہہ آخری موقع ہوتا ہے اور نہ ماننے والوں کو فنا کر دیا جاتا ہے ۔

(۱۲ ۔ الف) رسولؐ کی قوم کو بھی یہ آخری تنبیہہ کی گئی اور آخری موقع دیا گیا تھا بعدہٗ عذاب لازم تھا۔

اور قریش کے لئے تو یہ آخری موقع اس لئے بھی تھا کہ انہیں اس سے پہلے بھی یہی تنبیہہ کی جاچکی تھی (انعام ۱۳۵ / ۶) اور فرمایا تھا کہ:

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَ لَوْ

کیا پکڑے ہیں انہوں نے سوائے اللہ کے سفارش کرنے والے کہہ کیا

كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ

سفارش کریں گے وہ جو نہ اختیار رکھتے ہوں کسی چیز کا اور نہ سمجھتے ہوں کہہ

لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

واسطے اللہ کے ہے سفارش ساری واسطے اسی کے ہے بادشاہی آسمانوں کی

(۴۳) کیا تمہاری قوم نے اللہ کے سوا بھی کچھ شفاعت کے دعویدار اختیار کر رکھے ہیں اور ان سے یہ تو پوچھو کہ تمہارے شفیع ایسی صورت میں بھی شفاعت کریں گے جبکہ نہ ان کو کسی چیز کی ملکیت حاصل ہو اور نہ وہ عقل سے شفاعت کے متعلقات کو ہی سمجھتے ہوں ؟ (۴۴) اے نبیؐ یہ بھی بتا دو کہ شفاعت کماحقہ پوری کی پوری اللہ کے لئے ہے اور یہ اس لئے کہ آسمانوں کی

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ (الأنعام: ۱۳۵ / ۶)

"اے نبیؐ ان سے کہو کہ اے میری قوم تم اپنی اپنی جگہ پر اپنے اختیار کردہ مذہب پر عمل کرتے جاؤ اور میں بھی عمل کرتا رہوں گا مستقبل میں تمہیں اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا کہ کس کے لئے اس مقام (دار) پر آخری کامیابی ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ خالص احکام خداوندی نافذ نہ کرنے والوں (ظالم کے معنی مائدہ ۴۵ / ۵) کو کامیاب نہیں کیا کرتا"

(۱۲۔ب) رسولؐ کی قوم کس مذہب پر عمل کر رہی تھی؟ لفظ "دار" تنہا دنیا کے لئے آتا ہے نہ کہ آخرۃ کیلئے۔

اس آیہ مبارکہ (۱۳۵ / ۶) میں جہاں یہ معلوم ہوگیا کہ رسولؐ کی قوم کو پہلے بھی تنبیہہ (warning) کر دی گئی تھی ۔ اور یہ کہ سورۂ زمر (۴۰۔۳۹ / ۳۹) میں یہ آخری موقع تھا۔ وہیں یہ معلوم ہوگیا کہ رسولؐ کی قوم مسلمان تھی مگر اس کا اسلام مجتہدانہ تھا یعنی وہ خالص قرآن کے احکام پر بلفظہٖ عمل نہ کرتی تھی بلکہ مجتہدانہ مصالح کے ماتحت رہ کر عمل کرتی تھی اور اسی لئے اس پوری قوم کو اَلظّٰلِمُ (مجسمۂ ظلم) قرار دیا گیا ہے اور ان کے اوّلین سربراہ کو بھی اَلظّٰلِمُ قرار دیا گیا ہے (فرقان ۲۷ / ۲۵) جس نے مسلمان ہوتے ہوئے رسولؐ کے اسلامی طریقے کو اپنے ایک مجتہد یار کے اجتہاد کی بنا پر چھوڑ دیا تھا (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) اور قریش کا مذہب اس لئے بھی مجتہدانہ اور خود ساختہ تھا کہ اس نے قرآن کو مہجور کر دیا تھا (۳۰ / ۲۵) یعنی قرآن کو اجتہاد کے ماتحت اختیار کیا تھا۔ اور قریش اس لئے بھی اجتہادی مسلمان تھے کہ ان سب نے اسلام اختیار کرلیا تھا۔ اور آج تک وہ کم از کم پانچ اجتہادی مذاہب کے پیرو ہیں ۔ یہ بھی سن لیں کہ قرآن جب تنہا لفظ "دار" کہتا ہے تو اس کے معنی "دارِ آخرۃ" نہیں ہوتے ۔

(۱۲۔ج) قرآن دارالآخرۃ کو آنے والی زندگی کے لئے استعمال کرتا ہے۔ قرآن سنئے اللہ نے فرمایا ہے کہ :

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَّالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ (قصص ۸۳ / ۲۸)

"وہ دارالآخرت ہی ہے جسے ہم نے ان لوگوں کے لئے مقرر کیا ہے جو زمین پر ناجائز بالا دستی (علویت) کا ارادہ نہیں کرتے اور نہ ہی فساد پھیلاتے ہیں اور پسندیدہ انجام تو متقی لوگوں ہی کے لئے ہے۔ آیت کے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ اللہ جہاں آنے والی زندگی کا ذکر کرنا چاہتا ہے وہاں محض لفظ "دار" نہیں کہتا بلکہ "اَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ" فرماتا ہے لہٰذا سابقہ آیت (۱۳۵ / ۶) میں لفظ عَاقِبَةُ الدَّارِ سے اس دنیا کا انجام مقصود ہے اور یہاں لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ سے بھی یہی مطلوب ہے کہ دنیا میں بھی ظالم حقیقی کامیابی نہیں پاتے ۔ آخر کار وہ ناکام ہو کر رہتے ہیں ۔

(۱۲۔د) آیت زیر بحث (۱۳۵ / ۶) میں لفظ عَاقِبَةُ الدَّارِ سے دارِ دنیا ہی مراد ہے۔ یہاں ہم یہ بھی دکھا دینا چاہتے ہیں کہ علامہ اشرف علی تھانوی نے بھی اس لفظ "عَاقِبَةُ الدَّارِ" سے دنیاوی انجام ہی سمجھا ہے ان کا ترجمہ دیکھئے :

وَ الۡاَرۡضِ ؕ ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحۡدَہُ
اور زمین کی پھر طرف اسی کی پھیرے جاؤ گے اور جس وقت یاد کیا جاتا ہے اللہ اکیلا
اشۡمَاَزَّتۡ قُلُوۡبُ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ اِذَا
نفرت کرتے ہیں دل ان لوگوں کے کہ نہیں ایمان لاتے ساتھ آخرت کے اور جس وقت
ذُکِرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِذَا ہُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۴۵﴾
کہ یاد کئے جاتے ہیں وہ لوگ کہ سوائے اس کے ہیں ناگہاں وہ خوش ہو جاتے ہیں

اور زمینوں کی حکومت بھی اسی کی ہے اور تم سب اسی کی طرف واپس لائے جاؤ گے (۴۵) اور جب بھی اللہ کی وحدانیت بیان کی جاتی ہے تو آخری نتائج پر ایمان نہ رکھنے والے دلوں میں گھبرانے اور کڑھنے لگتے ہیں اور جب اللہ کے علاوہ ان کے پسندیدہ لیڈروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو یکایک انہیں اطمینان و مسرت ہوتی ہے۔

آپؐ یہ فرما دیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں۔ سو اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ (اس عالم کا) انجام کار کس کے لئے نافع ہو گا یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی (ظالم کے معنی۔احسنؔ) کرنے والوں کو کبھی فلاح نہ ہوگی"۔ (مترجمہ قرآن صفحہ ۱۷۶،۱۷۵ تاج کمپنی)

(۱۲۔ ہ) آیات (۴۰۔۳۹ / ۳۹) میں قریش اور تمام مجرموں کو امام عصرؑ کے ہاتھوں رجعت اور سزائیں۔

بہرحال یہ بات طے شدہ ہے کہ قریش کو یہ بتا دیا گیا تھا کہ تم اپنے مجتہدانہ اسلام پر چلتے رہو۔اور محمدؐ اپنے اسلامی اعمال بجالاتے رہیں۔ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب تمہیں عملاً تجربہ ہو گا کہ تم ذلت و خواری سے دوچار ہو گے اور یہ رسوا کن عذاب برابر جاری رہے گا۔یہاں تک کہ ایک دائمی اور برقرار رہنے والے عذاب کو سونپ دیئے جاؤ گے۔

(۱) قریش کو وہی دھمکی دی گئی جو شعیبؑ قوم کو دی گئی مگر فوراً تباہ نہ کرنے کی ایک وجہ وعدہ بھی تھا۔

یعنی قریش کو دو قسم کے عذابوں کی خبر دی گئی تھی۔ اور انہیں فوری عذاب سے اس لئے بچا لیا گیا تھا کہ:
انہیں تجربہ کا پورا پورا موقع و مہلت دی جائے چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ:

وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ وَأَنتَ فِيهِمۡۚ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ مُعَذِّبَهُمۡ وَهُمۡ يَسۡتَغۡفِرُونَ ﴿۳۳﴾ (انفال ۳۳ / ۸)

"اللہ کے لئے یہ بات موزوں ہے ہی نہیں کہ وہ تمہاری موجودگی میں تمہاری قوم پر عذاب کرے اور نہ یہ موزوں ہے کہ وہ لوگ استغفار طلب کر رہے ہوں اور اللہ عذاب نازل کر دے۔"

یہ تھی وہ دو باتیں جن کی وجہ سے رسوؐل کی قوم پر اس آخری دھمکی کے بعد بھی شعیبؑ کی قوم کی طرح تہس نہس کرنے والا عذاب نہ آیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ آنحضرؐت کے انتقال کے بعد عذاب کیوں نہ آیا؟ اس کا ایک جواب تو آیت ہی میں واضح ہے اور وہ ہے ان لوگوں کا استغفار کرنا۔ جو عوام اور جاہل لوگوں کے لئے رعایت بن جاتا ہے۔ اور دوسری بات بھی آیت ہی میں ہے کہ محمدؐ کا وجود کبھی بھی اُمت سے علیحدہ نہیں ہوا۔ عذاب کے نازل نہ ہونے کی وجہ اللہ کی کمزوری نہیں ہو سکتی بلکہ محمدؐ کے موجود ہونے کا ثبوت ہے۔ اور چونکہ دین کے حقیقی تصور میں محمدؐ اور آئمہؑ اہلبیتؑ سب کے سب محمدؐ ہی ہیں۔ اور آج بھی محمدؐ اپنی پوری آن بان کے ساتھ اُمت میں موجود ہے لہٰذا عذاب کو مہلت کی مدت تک ملتوی رکھا گیا ہے۔ اور یہ طے شدہ بات ہے کہ امام عصر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلان ظہور پر تمام قسم کی مہلتیں ختم و مکمل ہو جائیں گی۔ اور اس کے بعد سرکار علیہ السلام کی طرف سے اعلانِ رجعت کر دیا جائے گا اور تمام مطلوبہ ظالم و مظلوم لوگ مواخذہ اور جزا و سزا کے لئے حاضر کئے جائیں گے۔ اور جزا و سزا کا وہ عمل شروع ہو گا۔ جو سورۂ زمر (۴۰۔۳۹ / ۳۹) کی زیر بحث آیت میں مذکور ہے۔

(۲) رجعت کے زمانہ میں مجرموں سے وہی سلوک ہو گا جو انہوں نے کیا تھا۔

اور مجرموں کے ساتھ وہی سلوک و مظالم کئے جائیں گے جو انہوں نے لوگوں پر کئے تھے۔ جیسا کہ قرآن نے کئی مقامات پر تشریح کی ہے چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ

کہہ کہ اے اللہ پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے جاننے والے پوشیدہ کے

وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا

اور ظاہر کے تو ہی حکم کرے گا درمیاں بندوں اپنے کے بیچ اس چیز کے کہ تھے

فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ لَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

بیچ اس کے اختلاف کرتے اور اگر ہو واسطے ان لوگوں کے کہ ظلم کرتے ہیں

(۴۶) اے رسولؐ تم یہ اعلان کردو کہ اے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے اور فطرت دینے والے اللہ اور اے ظاہر و پوشیدہ کے عالم تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان کے ان عقائد و اعمال کے حق و باطل ہونے کا فیصلہ کرے گا جو وہ برابر اس دنیا میں رکھتے اور کرتے چلے آئے۔ (۴۷) اگر ظلم کرنے والے لوگوں کے

وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ﴿۲۸﴾ (یونس ۲۸ تا ۲۷ / ۱۰)

"اور جن لوگوں نے برائیوں کا اکتساب (کمائی) کیا تھا ان کے ساتھ ان برائیوں کے بدلے میں ویسی ہی برائیوں کا سلوک کیا جائے گا۔ اور انہیں بری بری مکارانہ ذلتوں اور رسوائیوں سے دوچار کیا جائے گا اور (مہلت ختم ہو جانے کی بنا پر اللہ کی طرف سے بھی) انہیں ذلت و رسوائی اور برے سلوک سے بچانے کا قانون نہ ہو گا جیسا کہ (مثلاً) ان کے چہروں کو اندھیری رات کی طرح کالا کیا جائے گا۔ یہ سب لوگ جہنم میں جانے والے صحابہ ہوں گے۔ جہاں آخر کار وہ ہمیشہ رہیں گے۔ پھر وہ دن آنے والا ہے جب ان کو پھر جمع کر کے حاضر کریں گے اور حکومت الہیہ میں شریک ہونے والے لوگوں سے کہیں گے کہ تم اپنی اپنی جگہ قائم رہو اور تمہارے لیڈر بھی اپنے مقام پر رہیں۔ پھر ہم انہیں الگ الگ عوام اور لیڈروں کے ذیل میں تربیت دیں گے (وغیرہ وغیرہ)"

(۳) مختلف اچھے اور قسم قسم کے سلوک کے بدلے میں ویسا بلکہ وہی سلوک کرنا عدل ہے ورنہ نہیں۔

ان آیات میں اور قرآن کی سینکڑوں آیات میں عمل کے مطابق بدلہ دیئے جانے کا اعلان ہوتا چلا گیا ہے اور ہم ان میں سے نمونہ کے طور پر چند آیات مناسب مواقع پر پیش کریں گے۔ یہاں تو یہ دیکھیں کہ مختلف قسم کی برائیاں اور جرائم و مظالم کرنے والوں کو صرف جہنم میں دھکیل دینا عدل و انصاف ہے یا نہیں؟ سوچئے اور ہمیں جواب دیجئے کہ ایک شخص آیت (نسآء ۹۳ / ۴) کے خلاف ایک مومن کو عمداً قتل کرتا ہے اگر اس کو قصاص میں قتل کیا جائے تو اگر وہ خود بھی مومن ہے تو اس کے جرم کی سزا مل گئی اب اسے قیامت میں قتل کی سزا نہ ملے گی۔ اور اگر اس کے باقی اعمال و عقائد درست تھے تو اسے جنت میں جانا چاہئے ورنہ اس کا ٹھکانہ بھی جہنم ہے اور اگر وہ قاتل مشرک تھا اور اسے قصاص میں قتل کی سزا دی جاچکی تھی تو کیا قیامت میں جنتی ہوجائے گا؟ یا جہنم ہی میں جائے گا؟ قرآن کی رو سے بھی اور مسلمانوں کے مسلمات کی رو سے بھی وہ خواہ قتل کرتا یا نہ کرتا اور خواہ ساری عمر بہترین اخلاق و اعمال کا پابند رہتا وہ یقیناً جہنمی تھا (توبہ ۸۰ / ۹) وغیرہ اب یہ بتائیں کہ اگر ہر قسم کے جرائم کی سزا جہنم ہے؟ تو مشرکین بڑے نفع میں اور خود مجرم مسلمانوں کے برابر رہیں گے۔ اس لئے کہ صرف شرک کی سزا بھی جہنم تھی اور قتل عام کرنے، ڈاکہ ڈالنے اور دیگر جرائم سمیت بھی سزا وہی جہنم رہی اور یہ سراسر ظلم و ناانصافی ہے۔ حقیقتاً قاتلوں کو رجعت کے زمانہ میں بار بار کئی مرتبہ ان کے اہل و عیال اور مقتول کے اہل و عیال کے روبرو قتل کیا جانا چاہئے چور کے ہاتھ بھی کاٹے جانا لازم ہے۔ اگر کسی ظالم نے کسی شخص کو گھوڑے سے باندھ کر بازاروں میں گھسیٹا تھا تو اسے بھی اسی طرح (سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا) بازاروں میں اور سڑکوں پر گھسیٹا جانا عدل ہے۔ اور آخر میں جہنم۔ چونکہ اس کے بعد والی زندگی دائمی ہے اور مومن و کافر مشرک و متقی سب کو زندہ رہنا ہے۔ یہ زندگی گزارنے کے دو مقامات ہیں ایک جنت دوسرا جہنم۔ تمام حساب کتاب مواخذہ باز پرس اور عدل و انصاف

کے تقاضے پورے ہونے کے بعد لوگ جنت اور جہنم میں مستقل قیام کے لئے جائیں گے ۔ یہ دارالقرار ہیں ۔ یہ بالکل فارغ ہو چکنے کے بعد واپسی کے ٹھکانے ہیں ۔ ورنہ انصاف و عدل نہیں بلکہ ظلم ہو گا ۔ یہ کتنا نامعقول و ناہنجار و مضحکہ خیز عقیدہ ہے کہ ایک مشرک صرف شرک کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہے ۔ ایک مشرک شرک کے ساتھ ساتھ فتنہ و فساد برپا رکھے قتل عام جاری رکھے۔ لوٹ مار کرتا رہے ساری عمر شراب و زنا میں گزارے وہ بھی جہنم میں رہے ایک مومن کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر کے بھی جہنم میں رہے ۔ ایک نبیؑ و امامؑ کا قاتل بھی جہنم میں اور ایک عام مومن کا قاتل بھی جہنم میں ۔ ہماری ان وضاحتوں کے پڑھنے والا شخص خواہ کسی بھی مذہب کا فرد ہو گا وہ ایسے غلط عقیدہ کو ہرگز قبول نہ کرے گا ۔ ورنہ دکھایا جائے کہ دوزخ میں قاتل کو قتل بھی کیا جائے گا اور چور کے ہاتھ بھی کاٹے جائیں گے ۔ اور گدھے پر سوار کر کے کالا منہ کر کے اسے لوگوں میں گشت بھی کرایا جائے گا۔ دوزخ میں تو جلنے اور چیخیں مارنے اور خون و پیپ کھانے میں سب مشترک ہیں ۔ جرائم و مظالم اور گناہ کی ہزاروں قسموں کی چھوٹی بڑی سزائیں دوزخ میں دیئے جانے کے لئے قرآن میں کوئی آیت موجود نہیں ہے ۔ حالانکہ یہ تمام سزائیں انہیں دی جانے کا دوسری آیت میں کھلا ذکر چلتا آ رہا ہے ۔ اور یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ :

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ ٱلنَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا۟ أَعْمَٰلَهُمْ ﴿٦﴾ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُۥ ﴿٧﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُۥ ﴿٨﴾
(زلزال ۸۔۶ / ۹۹)

(۴) ہر نیکو کار اور ہر بدکردار کو ان کی ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور بدی کی دکھا دکھا کر الگ الگ متعلقہ جزا ملے گی۔

علامہ مودودی کا محتاط ترجمہ بھی حقیقت کو نہیں چھپا سکا۔ سنئے ۔ علامہ حق کو نہ چھپا سکے: "اس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے ۔ تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں ۔ پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی ۔ وہ اس کو دیکھ لے گا ۔ اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہو گی ۔ وہ اس کو دیکھ لے گا ۔" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۳۔۴۲۴)

قارئین سوچیں کہ نیک و بد اعمال کا یہ مظاہرہ اور ان تمام نیک و بد اعمال پر ایک ایک کر کے جزا دینا جہنم میں نہیں بلکہ زمانۂ رجعت میں ہو گا ۔ اور یہ کہ زمانہ رجعت کم از کم اتنا ہونا چاہئے جتنا زمانہ حضرت آدمؑ سے لے کر اعلان ظہور حضرت حجت علیہ السلام تک گزرا ہو گا ۔ تاکہ پوری نوع انسان کو عدل و انصاف مل سکے ۔

(۱۳) آیات (۸ تا ۶ / ۹۹) کے واضح بیان کو مان کر بھی علامہ مودودی نے راہ فرار اختیار کی ہے ۔

پچھلے عنوان (۴) میں علامہ نے ان آیات کا صحیح ترجمہ کیا جس سے نظام رجعت کی تائید و تصدیق ہوتی ہے ۔ لیکن علامہ اپنے راہنماؤں کے مظالم اور غاصبانہ حکومت کا مظاہرہ پسند نہیں کرتے اس لئے صحیح ترجمہ کر چکنے کے بعد بھی سورۂ زلزال (۸ تا ۶ / ۹۹) کے حقائق کو چھپانے کی ایسی کوشش سے بھی باز نہ رہے جس پر خود ان کے اپنے مقلدین ہنستے رہے ہیں ۔ ان کی تشریح بہت طویل اور حماقتوں سے لبریز ہے ہم تو نمونے کے لئے ان کے چند جملے نمبر دے کر آپ کے سامنے رکھتے ہیں تاکہ جملوں پر نظر ڈالنے میں آسانی رہے ۔

(۱۳ ۔ الف) قرآن کے معنی بدلنے کا ہنر؟ اور سورۂ فرقان (۳۰ / ۲۵) کی تصدیق :

ارشاد ہوا ہے کہ:

(۱) "اس (لِّيُرَوْا۟ أَعْمَٰلَهُمْ) کے دو معنی ہو سکتے ہیں ۔ (۲) ایک یہ کہ "ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں گے" یعنی (۳) ہر ایک کو بتایا جائے گا کہ وہ دنیا میں کیا کر کے آیا ہے؟ (۴) دوسرے یہ کہ "ان کو ان کے اعمال کی جزا دکھائی جائے" (۵) اگرچہ یہ دوسرے معنی بھی (لِّيُرَوْا۟ أَعْمَٰلَهُمْ) کے لئے جا سکتے ہیں (۶) لیکن اللہ تعالیٰ نے لِّيُرَوْا۟ جَزَآءَ أَعْمَٰلَهُمْ (تاکہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دکھائی جائے) نہیں فرمایا ہے بلکہ لِّيُرَوْا۟ أَعْمَٰلَهُمْ (تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں) فرمایا ہے ۔ اس لئے (۷) پہلے معنی ہی قابل ترجیح ہیں ۔ (۸) خصوصاً جب کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کی تصریح فرمائی گئی ہے کہ کافر و مومن ، صالح و فاسق ، تابع فرمان اور نافرمان ، سب کو ان کے نامہ اعمال ضرور دیئے جائیں گے ۔ ظاہر ہے کہ کسی کو اس کے اعمال دکھانے اور اس کا نامہ اعمال اس کے حوالے کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۳)

مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا

جو کچھ بیچ زمین کے ہے سارا اور مانند اس کی ساتھ اس کے البتہ بدلا دیویں گے

بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ بَدَا لَهُمْ

اس کو برائی عذاب کی سے دن قیامت کے اور ظاہر ہو جاوے گا واسطے ان کے

مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ بَدَا لَهُمْ

اللہ کی طرف سے جو کچھ کہ نہ تھے گمان کرتے اور ظاہر ہوں گی واسطے ان کے

قابو میں الگ الگ وہ سب مال و دولت و وسائل موجود ہوں جو اس دنیا میں موجود ہیں اور اتنا ہی اور سامان بھی ہو تو ان میں سے ہر ایک ظالم اس عذاب کی بُری بُری نمائش و سزا سے بچنے کے لئے وہ سب کچھ فدیہ میں دینے کو تیار ہو جائیں گے۔ وہاں اللہ کی طرف سے انہیں وہ سب کچھ بھگتنا پڑے گا جس کا انہیں کبھی وہم وگمان بھی نہ ہوا تھا (۴۸) اور اس وقت انہیں اپنی تمام کمائی ہوئی

(۱۳ ـ ب) اس بیان میں بددیانتی اور اس کی مضحکہ خیزی پر نظر: سب سے پہلے آپ ذرا دیر کے لئے ہمارے ساتھ چند کتابیں، قلم اور کاغذ وغیرہ خریدنے کے لئے ایک سٹیشنری کی دکان پر چلیں اور دیکھیں کہ ہم نے دکان پر یہ چیزیں طلب کیں تاکہ اچھی بُری اور سستی و قیمتی کو انتخاب کرکے اپنی گنجائش کے مطابق خریداری کریں۔ دکاندار صاحب نے ایک نہایت شاندار چھپی ہوئی فہرست تھما دی جس میں سینکڑوں کتابوں وغیرہ کے نام اور قیمتیں لکھی ہوئی تھیں۔ ہم نے عرض کیا کہ جناب ہم ان کتابوں وغیرہ کو دیکھنا چاہتے ہیں ہمیں یہ سامان لا کر دکھائیے۔ وہ کہتا ہے کہ جناب ”کتابیں وغیرہ دکھانے اور ان کی فہرست حوالے کر دینے میں کوئی فرق نہیں ہوتا“ خواہ آپ علامہ مودودی سے دریافت کرلیں۔ یہ علامہ کے بیان کی آخری بات ہے یعنی نمبر (۸) اب آپ یہ سمجھ گئے کہ علامہ ہرگز نہیں چاہتے کہ میدان محشر میں ساری دنیا کے سامنے علامہ وغیرھم کی بد دیانتی اور دیگر جرائم کی نمائش و مظاہرہ ہو اس لئے کہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ اس آیت کے معنی کو بدل کر ان کی جگہ دوسرے معنی رکھ دیں (جملہ نمبر ۱ تا ۷) اور انہوں نے دوسرے معنی تیار بھی کئے (جملہ ۴) لیکن شرما کر ان دوسرے معنی کو قرآن کے الفاظ کے خلاف قرار دیا (جملہ ۶) اور پہلے معنی کو صحیح قرار دیا (جملہ نمبر ۷) مگر ترکیب یہ کی کہ دو معنی کر کے ایک کو ترجیح اور دوسرے کو مرجوح کرنے کی راہ نکالی (جملہ ۱ تا ۷) لہٰذا مان لیا کہ صحیح معنی اعمال کا دکھانا ہیں (جملہ ۶۔۷) مگر اب یہ دلیل لائے کہ چونکہ چاولوں کا رنگ سفید ہوتا ہے اس لئے زمین چپٹی نہیں بلکہ گول ہے۔ یعنی اعمال نامہ دکھا دینا اعمال دکھا دینا ہی ہے۔ اور یہ بات دیکھ بھال کر دین اختیار کرنے والوں کو پسند نہیں ہے۔

(۱۳ ـ ج) رجعت کے دوران کیا کیا ہوگا؟ اس کو علامہ سمجھ گئے ہیں مگر ایک غلط بات کا سہارا لیا ہے؟

اب یہ دیکھئے کہ میدان محشر میں ہر آدمی کے اعمال کی نمائش کا ہونا اور اس نمائش کو ساری دنیا کا دیکھنا علامہ بھی مانتے ہیں۔ مگر اپنے قیاس باطل سے قرآن کے ذمہ ایک غلط بیان لگا کر مانتے ہیں۔ ارشاد ہے ”علاوہ بریں زمین جب اپنے اوپر گزرے ہوئے حالات پیش کرے گی۔ تو حق و باطل کی وہ کشمکش جو ابتدا سے برپا ہے۔ اور قیامت تک برپا رہے گی۔ اس کا پورا نقشہ بھی سب کے سامنے آجائے گا۔ اور اس میں سب ہی دیکھ لیں گے کہ حق کے لئے کام کرنے والوں نے کیا کچھ کیا اور باطل کی حمایت کرنے والوں نے ان کے مقابلے میں کیا کیا حرکتیں کیں بعید نہیں کہ ہدایت کی طرف بلانے والوں اور ضلالت پھیلانے والوں کی ساری تقریریں اور گفتگوئیں لوگ اپنے کانوں سے سنیں۔ دونوں طرف کی تحریروں اور لٹریچر کا پورا پورا ریکارڈ جوں کا توں سب کے سامنے لا کر رکھ دیا جائے۔ حق پرستوں پر باطل پرستوں کے ظلم، اور دونوں گروہوں کے درمیان برپا ہونے والے معرکوں کے سارے مناظر میدان حشر کے حاضرین اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں“(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۳۔۴۲۴)

(۱۳ ـ د) علامہ نے اپنے بیان میں کیا خامی چھوڑی اور کیا کچھ غلط کہا؟ علامہ نے جو کچھ کہا ہے اس کے لئے یہ کہنا صحیح ہو گا کہ میدان حشر میں پوری نوع انسان کو ایک فلم دکھا دی جائے گی جس سے سب کو اپنی اپنی کارکردگی پردہ پر نظر آ جائے گی۔ اور بس۔ لیکن قرآن کے بیانات میں ایسا منفی تماشہ دکھانا نہ تو مقصود ہے اور نہ اس تماشے سے کوئی

سَیِّاٰتُ مَا کَسَبُوۡا وَ حَاقَ بِهِمۡ مَّا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۴۸﴾

برائیاں اس چیز کی کہ کماتے تھے اور گھیر لیا ان کو جو کچھ کہ تھے ساتھ اس کے ٹھٹھا

فَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلۡنٰهُ

کرتے پس جب لگتی ہے آدمی کو سختی پکارتا ہے ہم کو پھر جب دیتے ہیں ہم اس کو

نِعۡمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوۡتِیۡتُهٗ عَلٰی

نعمت اپنی طرف سے کہتا ہے سوائے اس کے نہیں کہ دیا گیا ہوں میں اس کو اوپر

عِلۡمٍ ؕ بَلۡ هِیَ فِتۡنَةٌ وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۹﴾

علم کے بلکہ یہ آزمائش ہے ولیکن اکثر ان کے نہیں جانتے

برائیوں سے نمٹنے کے لئے سابقہ پڑے گا اور جس جس حقیقت کا وہ لوگ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ تمام حقیقتیں انہیں چاروں طرف سے گھیر لیں گی۔ (۴۹) چنانچہ جب بھی انسان کو تکلیفوں سے سابقہ پڑتا ہے تو وہ حسب عادت ہمیں مدد کے لئے پکارنے لگتا ہے پھر جب اسے بھرپور نعمتوں سے نواز دیتے ہیں تو پھر وہ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ تو مجھے میرے علم و قابلیت کی بنا پر دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ غلط کہتا ہے یہ نعمتیں تو اس کی بُری آزمائش ہے ولیکن ان کی کثرت اس کا حقیقی علم نہیں رکھتی ہے

فائدہ ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ متعلقہ لوگ اپنا اپنا اچھا یا برا کردار خود ادا کریں اور باقی دنیا اس اچھے یا برے کردار کو دیکھے اور تحسین یا نفرین کرے اور کردار ختم ہو چکنے کے بعد اب ان کو ان کے کردار کی وہ سزائیں اور جزائیں دی جائیں جو دنیا میں ملنا چاہئے تھیں اور مشیت کی تعمیل میں نہ مل سکیں۔ اور جب تمام محروم رہ جانے والوں کو ان کا حق اور بچ نکلنے والوں کو ان کی جرم وار سزا مل جائے تب آخری زندگی کے لئے جہنم اور جنت میں داخلہ ہو جائے۔ یہ ہے قرآن کے پے درپے بیانات کا مقصد نہ کہ تماشا دکھانا۔ اور یہ بات ابھی ابھی زیر قلم ہے کہ:

(۱۳۔ ہ) آیات (زمر ۵۱ تا ۴۷ / ۳۹) میں قیامت کا مواخذہ، ذلت وخواری اور سب کی اور قریش کی سزا ہے۔

"قیامت کے دوران تمام دینی اختلافات عملاً حل کر کے دکھا دیئے جائیں گے۔ اور وہم و گمان سے ماوریٰ طریقے پر مظاہرہ کیا جائے گا (۴۷ / ۳۹) مذاق اڑانے والوں کو مضحکہ بنا دیا جائے گا (۴۸ / ۳۹) وہاں بھی مجرم مصیبت پر فریاد بلند کریں گے (۴۹ / ۳۹)جس طرح سابقہ اُمتوں کو نقد عذاب اور سزائیں ملی تھیں اور وہ ناکام رہے تھے(۵۰۔۴۹ / ۳۹) اسی طرح قریش کو بھی سزا دی جائے گی (۵۱ / ۳۹) اور وہ خاسرو ناکام کر کے دکھائے جائیں گے۔

علامہ کی غلط بیانی یہ ہے کہ: انہوں نے اپنے اس سارے بیان کو قیامت کے دوران زمین کے سر چپکا دیا ہے۔ حالانکہ وہاں جو کچھ آیت کہتی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ:" یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ﴿۴﴾ (الزلزال: ۴ / ۹۹)

علامہ کا غلط ترجمہ: "اس روز وہ اپنے (اوپر گزرے ہوئے) حالات بیان کرے گی"(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۰) ظاہر ہے کہ یہ قوسین کی عبارت علامہ کا اپنا قیاس و گمان ہے۔ اس کو کلام اللہ سے الگ کرنے کے بعد اللہ کا بیان صرف اس قدر ہے کہ: "اس روز زمین اپنے حالات بیان کرے گی"

لہٰذا ہر صاحب عقل انسان کو یہ ماننا پڑے گا کہ جس طرح علامہ نے قرآن کے مفہوم میں یہاں اضافہ کیا ہے۔ اسی طرح وہ سارا بیان علامہ نے زمین کے سر چپکا کر وہ بھی قرآن ہی میں اضافہ کیا ہے۔یہاں علامہ کا ایک جملہ اور سن لیں تو ذرا کھل کر علامہ کی پوزیشن واضح ہو جائے گی:

(۱۳۔ د) علامہ قرآن سے ہدایت حاصل نہیں کرتے بلکہ اللہ کو ہدایت کرنا سکھاتے ہیں۔

"اسی طرح کی غلط تاویلوں سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ بعض لوگ قرآن سے ہدایت لینے نہیں بیٹھتے بلکہ اسے ہدایت دینے بیٹھ جاتے ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۷۵)

(۱۳۔ ز) علامہ اینڈ کمپنی حضرت علیؑ کے ساتھ چودہ سوسال سے ظلم کرتی آئی ہے۔

علامہ نے اس سورۂ زلزال میں بہت سی

(۵۰) یہ صحیح ہے کہ یہی بات ان قریشیوں سے پہلے والے لوگوں نے بھی کہی تھی مگر ہوا یہ تھا کہ ان لوگوں کو بھی ان کی اسکیم اور بیانات نے مستغنی نہیں کیا تھا (۵۱) چنانچہ ان کو ان کی اسکیموں اور کردار کی برائی پہنچ کر رہی تھی اور جو لوگ اب ان قریش میں سے قرآن کو من و عن اختیار نہیں کرتے (مائدہ ۴۵ / ۵ ظلم کے معنی) ان کو بھی ان کی اسکیموں اور کردار کی برائیوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ اللہ کے نظام کو بے بس کرنے کی طاقت نہیں رکھتے (۵۲) کیا انہیں اس کا علم نہیں ہوا کہ وسائلِ حیات و ترقی کی فراوانی اور مقدار کو اللہ نے اپنی مشیت سے وابستہ رکھا ہوا ہے اور جسے جیسا مشیت کا تقاضا ہوتا ہے دیتا ہے حقیقتاً اس میں بھی ایمان لانے والی قوم کے

قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى

تحقیق کہی تھی یہ بات ان لوگوں نے کہ پہلے ان سے تھے پس نہیں کفایت کی

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَ

ان سے اس چیز نے کہ تھے کماتے پس پہنچی ان کو برائی اس چیز کی کماتے تھے اور

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

وہ لوگ کہ ظلم کرتے تھے ان میں سے شتاب پہنچے گی ان کو برائی اس چیز کی کہ

كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ اَوَ لَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ

کماتے تھے اور نہیں وہ عاجز کرنے والے کیا نہیں جانتے یہ کہ اللہ کشادہ کرتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

رزق واسطے جس کے چاہے اور بند کر لیتا ہے تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں

خیانتیں اور حق تلفیاں بھی کی ہیں مثلاً انہوں نے بجائے یہ کہنے کے کہ زمین ایک خاص انسان (الانسان) کو اپنے حالات سنائے گی یہ لکھ دیا کہ وہ تمام انسانوں کے حالات سنائے گی۔ حالانکہ زمین اپنے حالات اس شخص کو سنائے گی جو پوری زمین سے تعلق رکھتا ہو اور جو تمام زمینی باشندوں کا ذمہ دار ہو اور جس کے اختیار و قدرت میں زمین کے اُگلے ہوئے سامان کو نوع انسان کی فلاح و بہبود اور ترقی میں لگانا داخل ہو۔ لہٰذا ضروری ہے کہ:

(۱۳۔ح) زمین کی باتیں اپنے خزانے اور دفینے اور سامان کے متعلق ہوں گی۔

زمین کے باتیں کرنے سے پہلی آیات پر نظر ڈالی جائے تاکہ زمین کی باتوں کا مقصد معلوم ہو سکے چنانچہ قرآن کریم قیامت کے مختلف ادوار اور مرحلوں میں سے اس دور اور اس مرحلہ کا حال سناتا ہے۔ جب نوع انسان کے لئے اس تمام سامان کی ضرورت پڑے گی جو روز اوّل سے اس دن تک زمین میں دفن کیا گیا یا خود زمین کے اندر اللہ کی داخلی تخلیق نے پیدا کیا ہو گا۔ فرمایا گیا کہ:

إِذَا زُلْزِلَتِ ٱلْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝١ وَأَخْرَجَتِ ٱلْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝٢ وَقَالَ ٱلْإِنسَٰنُ مَا لَهَا ۝٣ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝٤ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝٥ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ ٱلنَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا۟ أَعْمَٰلَهُمْ ۝٦ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُۥ ۝٧ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُۥ ۝٨ (زلزال ۸ تا ۱ / ۹۹)

”جب زمین اپنے اندرونی زلزلے سے متزلزل کی جائے گی اور وہ اپنے تمام اندرونی برداشتہ سامان نکال باہر کرے گی اور جب ایک مخصوص ذمہ دار انسان کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہو گیا ہے تب زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔ اس لئے کہ اسے اپنی خبریں سنانے کے لئے آپؐ کا پروردگار وحی کر دے گا تمام آدمی اس روز منتشر ہو ہو کر صادر ہوتے رہیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جاسکیں۔ چنانچہ جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی (اور جزا نہ ملی ہو گی) وہ اس نیکی اور جزا کو دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی بدی کی ہو گی (اور سزا نہ پائی ہو گی) وہ اس بدی اور سزا کو پائے گا۔“

(۱۳۔ط) زمانۂ رجعت پر زمین و آسمان کی تمام دولت و نعمتیں امامؑ زمانہ کے سامنے حاضر۔

ان آیات پر نظر ڈالتے ہی وہ اسکیم سامنے آ جاتی ہے جس کے تذکرے مختلف احادیث میں ظہور حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ

لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾ قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ	لئے معجزات پوشیدہ ہیں (۵۳) اے رسولؐ تم
واسطے اس قوم کے کہ ایمان لاتے ہیں کہہ اے بندو میرے جنہوں نے	اعلان کر دو کہ اے میرے ایسے بندو جنہوں نے

والسلام کی ذیل میں ہوتے رہے ہیں ۔ چونکہ حضورؐ نے تمام محروم و مظلوم مومنین کو جزا سے مالا مال کرنا ہے۔ اور تمام مجرموں کو سزا دینا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ زمین و آسمان بھی اپنا اپنا تعاون پیش کریں اور حسب ضرورت وہ تمام سامان حاضر کر دیں جس کی امامؑ کو نوع انسان کے لئے ضرورت ہو چنانچہ زمین کو ایسی حرکت میں لایا جائے گا کہ وہ اپنے اندر پیدا شدہ اور دفن شدہ سامان کو پیش کرنے کی تیاری کرے یہ جنبش براہ راست زمین کے مرکز یعنی ابو تراب علیہ الصلوۃ والسلام پر وارد ہو گی اور وہ استفسار حال فرمائیں گے تاکہ زمین اپنی امانتیں امامؑ کے لئے اُگل دے چنانچہ وہ اپنا حال سناتی اور متعلقہ مُردوں اور سامان کو نکالتی جائے گی اور لوگ زندہ ہو ہو کر امام علیہ السلام کے روبرو آتے اور جزا و سزا پاتے جائیں گے ۔ ہر اُمت کے نبیؑ اور تمام شہدا آتے جائیں گے (زمر ۶۹ / ۳۹) زمین امامؑ زمانہ کے نور سے چمک رہی ہو گی برحق فیصلے صادر ہوں گے کسی کی حق تلفی نہ ہو گی (۶۹ / ۳۹) ہر کسی کے اعمال کی جزاو سزا کی کمی پوری کی جائے گی (۷۰ / ۳۹) مجرم لوگ بڑے نقصان میں رہیں گے (حاشیہ ۲۷ / ۴۵) اُمتیں آتی اور گھٹنوں کے بل بیٹھتی جائیں گی۔ ان کی کتابیں بول رہی ہوں گی۔ ریکارڈ سنا سنا کر ان کو بدلا دیا جا رہا ہو گا (۲۹۔۲۸ / ۴۵) مومنین دائرہ رحمت میں رکھے جائیں گے اور (۳۰ / ۴۵) فائز المرام ہوں گے مجرموں کو ان کے حالات پر مطلع کیا جائے گا۔ ان کی برائیاں اور رسوائیاں انہیں گھیر لیں گی انہیں اسی طرح کی سزا میں رکھ کر بھلا دیا جائے گا۔ (۳۱ / ۴۵ تا ۳۵ / ۴۵)

(۱۳ ۔ ی) اَلۡاِنۡسَانَ جس سے زمین باتیں کرتی ہے علی مرتضٰی علیہ السلام ہیں ۔(حدیث)

رجعت کا تمام انجام و انصرام محمدؐ و آل محمدؐ کے سامنے ہو گا ۔ چنانچہ کتاب الخرائج میں امام محمدؐ باقر علیہ السلام کی زبانی لکھا گیا کہ آپؑ نے فرمایا کہ جب یہ سورۂ زلزال حضرت علیؑ کے روبرو پڑھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں ہی وہ انسان ہوں جس سے زمین اپنی خبریں بیان کرے گی ۔ اور حدیث کی بہت سی کتابوں میں کئی زلزلوں کو روک کر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر یہ وہ زلزلہ ہوتا جو قرب قیامت میں آئے گا تو زمین مجھ سے باتیں کرتی ۔

(۱۴) آیت (۵۳ / ۳۹) میں محمدؐ کے بندوں کو نجات کی بشارت دی گئی ہے ۔ اس آیۂ مبارکہ (۵۳ / ۳۹) پر پہلے علامہ مودودی کے تاثرات اور فتویٰ سن لیں تو ہم عرض کریں گے ۔ فرمایا ہے کہ :

حاشیہ ۷۰ "بعض لوگوں نے ان الفاظ (قُلۡ يٰعِبَادِىَ) کی یہ عجیب تاویل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خود "اے میرے بندو" کہہ کر لوگوں سے خطاب کرنے کا حکم دیا ہے ۔ لہٰذا سب انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے ہیں ۔ یہ درحقیقت ایک ایسی تاویل ہے جسے تاویل نہیں بلکہ قرآن کی بدترین معنوی تحریف اور اللہ کے کلام کے ساتھ کھیل کہنا چاہیئے ۔ جاہل عقیدت مندوں کا کوئی گروہ تو اس نکتے کو سن کر جھوم اٹھے گا۔ لیکن یہ تاویل اگر صحیح ہو تو پھر پورا قرآن غلط ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ قرآن تو از اوّل تا آخر انسانوں کو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ قرار دیتا ہے۔ اور اس کی ساری دعوت ہی یہ ہے کہ تم ایک اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود بندے تھے۔ ان کو اللہ نے رب نہیں بلکہ رسولؐ بنا کر بھیجا تھا۔ اور اس لئے بھیجا تھا کہ خود بھی اس کی بندگی کریں اور لوگوں کو بھی اس کی بندگی سکھائیں۔ آخر کسی صاحب عقل آدمی کے دماغ میں یہ بات کیسے سما سکتی ہے ۔ کہ مکہ معظمہ میں کفار قریش کے درمیان کھڑے ہو کر ایک روز محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یکایک یہ اعلان کر دیا ہو گا کہ تم عبدالعزیٰ اور عبدالشمس کے بجائے دراصل عبد محمدؐ ہو ۔ اعاذنا اللہ من ذٰلك" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۷۹)

(۱۴ ۔ الف) علامہ کے مشرکانہ جذبات کو سخت ٹھیس لگی ہے ۔ بلبلا کر انہوں نے معنوی تحریف کہہ دی ہے ۔

علامہ چونکہ وہابی یعنی مشرک العقیدہ ہیں اس لئے ان کے جذبات کو سخت صدمہ پہنچا ہے ۔ اور انہوں نے چند ایسے اتہام لگا

اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

زیادتی کی ہے اوپر جانوں اپنی کے مت ناامید ہو رحمت اللہ کی سے تحقیق اللہ

يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵۳﴾ وَ اَنِيۡبُوۡۤا اِلٰى

بخشتا ہے گناہ سارے تحقیق وہی ہے بخشنے والا مہربان اور رجوع کرو طرف

رَبِّكُمۡ وَ اَسۡلِمُوۡا لَهٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ

پروردگار اپنے کی اور مطیع رہو واسطے اس کے پہلے اس سے کہ آوے تم کو عذاب

اپنی اپنی ذات پر زیادتیاں کی ہیں تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جانا صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تمام متعلقات سے تمہیں تحفظ دے گا۔ یقیناً وہی تحفظ دینے والا رحیم ہے (۵۴) اور تم سب اللہ کی نیابت پر قائم ہو جاؤ اور اپنے پالنے والے کے لئے سلامتی کا ضابطہ اختیار کرلو قبل اس کے کہ تمہارے سامنے عذاب آکھڑا ہو اور

دیئے ہیں جن کی گنجائش کسی طرح نکالی نہیں جا سکتی۔ یہ تو صحیح ہے کہ شیعہ سنی مفسرین نے یہاں محمدؐ کے بندے سمجھا اور ہم نے بھی ترجمہ میں یہی لکھا ہے۔ مگر اس میں یہ کہاں سے لایا گیا کہ:

۱۔ محمدؐ اور محمدؐ کے بندے خدا کے بندے نہیں ہیں ؟ اور یہ کہ:

۲۔ محمدؐ کی بھی بندگی کیا کرو ؟یا یہ کہ:

۳۔ محمدؐ اپنے بندوں کے تنہا پروردگار ہیں اور اللہ کے محتاج نہیں؟

۴۔ یا یہ کہ محمدؐ نے لوگوں کو خدا کی بندگی نہیں سکھائی ؟

یہ چار عدد تہمتیں ایسی ہیں جن کا کوئی وجود نہ ہے نہ تھا اور نہ کسی کلمہ گو نے ایسا لکھا یا مانا ہے۔

اور جوش غضب میں علامہ نے یہ کہہ دیا کہ: ”قرآن از اوّل تا آخر انسانوں کو صرف اللہ کا بندہ قرار دیتا ہے“ اور حواس باختگی میں یہ بھول گئے کہ قرآن تمام عربوں کے پاس ان کے بندوں کی موجودگی بتاتا ہے۔ اور انہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنے بندوں(عِبَادِكُمۡ وَاِمَآٮِٕكُمۡ) اور بندیوں کے نکاح کردو (نور ۳۲ / ۲۴) اور ان کو بندہ بنا کر رکھنے والوں پر فضل و کرم کرنے اور انہیں مستغنی کردینے کا وعدہ کرتا ہے۔ (۳۲ / ۲۴) اور علامہ بہت ناراض ہیں کہ محمدؐ کو عربوں کے برابر کیوں کر دیا اور کیوں ان کے بندے مان لئے گئے ؟ علامہ نہیں چاہتے کہ محمدؐ کا کوئی بندہ ہو۔ اس لئے کہ عربوں کے بندے ماننے سے شرک نہیں ہوتا بلکہ وہ عین توحید پرستی ہے۔ پھر علامہ کو یہ بھی یاد دلائیں کہ اللہ نے قرآن میں دو عدد ایسے بندوں کی مثال دی ہے جنہیں ”عَبۡدًا مَّمۡلُوۡكًا“ فرمایا ہے (نحل ۷۶۔۷۵ / ۱۶) اور علامہ نے ان آیات کا ترجمہ و تفسیر کرتے ہوئے بھی جس طرح عربوں پر غصہ نہ کیا تھا۔ یہاں بھی انہیں کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا علامہ کاذب و ملعون ہیں اس لئے کہ وہ قرآن کے بیانات کو جھٹلاتے ہیں اور صاف مکر جاتے ہیں۔ کہ قرآن میں صرف اللہ کے بندوں کا ذکر ہے۔ انسانوں کے بندوں کا تذکرہ نہیں ہوا۔ حالانکہ ہم نے یہ دو حوالے قرآن ہی سے پیش کر دیئے ہیں۔

(۱۴۔ب) علامہ نے آیت (۵۳ / ۳۹) کے ترجمہ پر معنوی تحریف کی تہمت لگائی ہے۔

اور اب ہم دکھاتے ہیں کہ آیت (۵۳ / ۳۹) کا ترجمہ وہی ہے جو مفہوم میں سمجھا گیا ہے۔ واقعی اللہ ہی نے یہ فرمایا ہے کہ اے محمدؐ تم کہہ دو کہ اے میرے بندو (قُلۡ يٰعِبَادِىَ) یعنی تم ”اپنے بندوں سے کہہ دو“ اگر اللہ کو یہ کہلوانا ہوتا کہ ”کہہ دو کہ اے اللہ کے بندو“ تو آیت کے الفاظ یوں ہونا چاہئیں تھے۔ ”(قُلۡ يٰعِبَادَ اللّٰهِ) اسی مطلب کو اللہ نے یوں بھی فرمایا ہے کہ:

(۱) علامہ کا ترجمہ: ”اے نبیؐ میرے جو بندے ایمان لائے ہیں ان سے کہہ دو“ (تفہیم القرآن جلد۲ صفحہ ۴۸۷) اگر اللہ اپنے بندوں کو مخاطب کرنا چاہتا تو آیت (۵۳ / ۳۹) میں یہی الفاظ فرما دیتا جو اس آیت (۳۱ / ۱۴) میں فرمائے ہیں۔ اللہ کو علامہ والے مقصد کو بیان کرنا آتا تھا اور قرآن میں بار بار اپنے بندوں کو یوں بھی مخاطب کروایا ہے۔ مثلاً:

(۱) قُلۡ لِّعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ﴿۳۱﴾ (ابراہیمؑ ۳۱ / ۱۴) (۲) وَقُلۡ لِّعِبَادِىۡ يَقُوۡلُوا الَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ ﴿۵۳﴾ (بنی اسرائیل ۵۳ / ۱۷)

ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

پھر نہ مدد کئے جاؤ گے اور پیروی کرو بہتر اس چیز کی کہ اتاری گئی ہے طرف تمہاری

مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا

پروردگار تمہارے سے پہلے اس سے کہ آوے تم کو عذاب ناگہاں اور تم نہیں

تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ

جانتے ہو ایسا نہ ہو کہ کہے کوئی جی اے افسوس اوپر اس کے کہ تقصیر کی میں نے

پھر تمہیں کسی قسم کی مدد نہ مل سکے (۵۵) اور جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اس کے بہترین جنبیے کے نقش قدم پر گامزن رہو قبل اس کے کہ تمہارے اوپر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اس کا پہلے سے شعور بھی نہ ہونے پائے (۵۶) کہیں ایسا نہ ہوجائے کہ بعد میں کوئی شخص یہ کہے کہ افسوس ہے میری اس کمی پر جو میں

---

(۲) علامہ کا ترجمہ: "اور اے محمدؐ میرے بندوں سے کہہ دو کہ زبان سے وہ بات نکالا کریں جو بہترین ہو" (ایضاً ۵۳ / ۱۷ تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۲۳) ۔ان قرآنی مثالوں کے بعد اب علامہ کی ایک بات سنیں :

"اس کے بعد جو لوگ قرآن سے .... مفہوم نکالنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ وہ دراصل یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ میاں کو صاف سلجھی ہوئی عبارت میں اپنا مطلب ظاہر کرنے تک کا سلیقہ نہیں ہے "(تفہیم اوّل صفحہ ۲۵۸)

علامہ حضور نے اپنی تفہیم القرآن میں ایک خود ساختہ قرآن تیار کیا ہے ۔ اور اپنے ان بزرگوں اور راہنماؤں کی تمنا پوری کر دی ہے جنہوں نے رسوؐل اللہ سے کہا تھا کہ یا تو آپ ایک دوسرا قرآن پیش کریں جس کی تعلیمات سے ہم بھی تعاون کر سکیں یا پھر اسی قرآن میں عوامی و قومی و ملکی مصلحتوں کے ماتحت معنوی تبدیلی کا اصول مان لیں (یونس ۱۵ / ۱۰) علامہ نے ان تمام قرآنی حقائق کا یا تو انکار کیا ہے ۔ یا ان پر پردہ ڈالا ہے جن حقائق کو ان کے اپنے علمائے صالحین و مترجمین و مفسرین مانتے اور لکھتے چلے آئے تھے ۔یہاں اس آیت (۵۳ / ۳۹) میں اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ:

"اے محمدؐ تم میری طرف سے کہدو" یہ بھی نہیں کہا کہ "اے محمدؐ تم میرے بندوں سے کہہ دو (قُلْ لِّعِبَادِيَ) "علامہ اینڈ کمپنی اس خطاب کو مسلمانوں سے مخصوص نہیں کرتی ہے بلکہ ایک عام خطاب قرار دیتی ہے ۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو کیا اللہ یہ کہنا بھول گیا تھا کہ " قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ " اے محمدؐ کہہ دو کہ اے لوگو" قارئین یاد رکھیں کہ یہاں (۵۳ / ۳۹) لفظ قُل کے بعد جو کہا گیا ہے وہ اللہ نے نہیں فرمایا بلکہ محمدؐ سے اور محمدؐ کی طرف سے کہلوایا ہے۔ محمدؐ فرما رہے ہیں کہ:

"اے میرے بندو" اور محمدؐ کے بندوں کے سربراہ جناب علی مرتضٰی علیہ السلام نے اعلان فرمایا تھا کہ:

میں محمدؐ کے بندوں میں سے ایک چھوٹا سا بندہ ہوں ۔ (اَنَاعَبِيْدٌمِنْ عِبَادِ محمدؐ) (تشریح الزمر ۳) ۔

(۱۴ ۔ ج) آیت (۵۳ / ۳۹) کا حقیقی یا باطنی بلا رعایت ترجمہ محمدؐ کا یقین اور وعدہ ۔

بہرحال ہم یہاں بتا دینا چاہتے ہیں کہ جب تک قرآن کے ساتھ کھلی زیادتی نہ ہو رہی ہو ہم عام مترجمین کے معنی ومفاہیم اختیار کر تے چلے جاتے ہیں۔ اور الفاظ کے معنی کی بحث نہیں اٹھاتے تاکہ ضخامت مختصر رہ سکے لیکن جہاں بالکل دھاندلی، حق تلفی اور ظلم کیا گیا ہو وہاں ہم باطل کی تمام بنیادیں اکھاڑ پھینکتے ہیں۔ چنانچہ یہاں ہم پر واجب ہے کہ علامہ اینڈ کمپنی کو اس آیت (۵۳ / ۳۹) کا حقیقی ترجمہ دکھایا جائے۔ اور جو قرآن کی مجموعی تعلیمات کو واضح کرتا ہو وہ ترجمہ پیش کیا جائے۔ چنانچہ تمام مسلمان، عوام وخواص، کافر و منافق، مسلم اور غیر مسلم مانتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں آنحضرؐت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پوری کائنات کے لئے رحمتؐ فرمایا ہے (۱۰۷ / ۲۱ سورۂ انبیاءؑ) اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

"اے محمدؐ تم کہہ دو کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی ذات پر زیادتیاں کی ہیں تم مجھ سے یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جانا یقیناً اللہ میرے بندے ہونے کی بنا پر تمہارے تمام گناہوں کو بخش دے گا اس لئے کہ وہ میرے بندوں کے لئے خاص طور پر غفور و رحیم ہے۔" (۵۳ / ۳۹) ۔

یہ ہے وہ ترجمہ جس سے قرآن کے وہ تمام بیانات ہم آہنگ رہتے ہیں جو آنحضرؐت کی پوزیشن پر دیئے گئے ہیں ۔ اور اس

فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ ۙ۝۵۶ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ
بیچ حق خدا کے اور تحقیق تھا میں البتہ ٹھٹھا کرنے والوں سے یا کہے کہ
اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۙ۝۵۷ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى
اگر اللہ ہدایت کرتا مجھ کو البتہ ہوتا میں پرہیزگاروں سے یا کہے جب دیکھے
الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝۵۸
عذاب کو کاش کہ ہو واسطے میرے پھر جانا پس ہوں میں نیکی کرنے والوں سے
بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا
یہ نہیں بلکہ تحقیق آئیں تھیں تیرے پاس نشانیاں میری پس جھٹلایا تونے ان کو
وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝۵۹ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى
اور تکبر کیا تو نے اور تھا تو کافروں سے اور دن قیامت کے دیکھے گا تو
الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ
ان لوگوں کو کہ جھوٹ بولتے ہیں اوپر اللہ کے منہ ان کے کالے ہیں
اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ۝۶۰
کیا نہیں ہے بیچ دوزخ کے جگہ رہنے کی واسطے تکبر کرنے والوں کے

جنبؐ اللہ سے کرتا رہا ہوں۔ بلکہ میں تو الٹا بہتر جنبہؑ کا مذاق اڑانے والوں کا ساتھی رہا ہوں (یا میں جنبؐ اللہ کو اطاعت پر مجبور کرنے والوں کا ساتھی رہا ہوں) (۵۷) یا یوں عذر کرے کہ کاش اللہ نے مجھے ہدایت بخشی ہوتی تو میں بھی متقی لوگوں میں سے ایک ہوتا (۵۸) یا عذاب کو سامنے دیکھ کر کہہ دے کہ کاش مجھے دوبارہ صحیح عقائد و اعمال بجا لانے کا موقع مل جائے کہ میں بھی ازلی و ابدی احسان پیشہ لوگوںؑ میں سے ہوسکتا (۵۹) اللہ کا جواب ہوگا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ تیرے پاس میری آیات آئی تھیں چنانچہ تو نے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے ان کو جھٹلایا تھا اور اپنی سرداری ولیڈری پر گھمنڈ کیا تھا اور تو نے حقائق کو چھپانے والوں کی راہ نمائی کی تھی اور تیری پوری قوم نے قرآن کو جھٹلایا تھا (انعام ۶۶ / ۶) (۶۰) اور اے رسوؐل آپؐ قیامت کے دن ان لوگوں کے منہ کالے دیکھو گے جنہوں نے قرآن کی غلط تاویل کر کے اللہ پر جھوٹے عقائد واحکام تھوپے ہیں کیا جہنم میں سرداری اور قومی لیڈری پر گھمنڈ کرنے والوں کے لئے جہنم میں کافی جگہ نہیں ہے؟

آیت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ محمدؐ مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت اور تعمیل احکام میں اپنی سوجھ بوجھ ذاتی تجربہ اور عقلی تقاضوں، ذاتی یا جماعتی مصلحتوں کو دخل نہ دیں یعنی بالکل اسی طرح اطاعت کریں جیسے اپنے خالق و پروردگار اللہ کی کرنا چاہئے یا کم از کم اتنی اور اسی طرح کی اطاعت تو کریں جتنی عربوں کے غلام اپنے آقاؤں کی اطاعت کرتے ہیں، تو قارئین بتائیں کہ اس بیان وتصور میں وہ کونسی مصیبت ہے کہ جو علامہ کو پسند نہیں؟ کیا اللہ نے قرآن میں از اوّل تا آخر رسوؐل کی اطاعت کو اپنی اطاعت نہیں کہا۔ ۲۔ کیا رسوؐل کے حکم پر دل میں پوشیدہ کراہت پر جہنمی اور ایمان سے خارج نہیں کیا۔ ۳۔ کیا رسوؐل کے حضوؐر میں غلاموں کی طرح رہنے کا بار بار حکم نہیں دیا۔ ۴۔ کیا رسوؐل کے سامنے ہر قسم کی بلند آوازی کو حرام نہیں کیا۔ ۵۔ کیا ان کی بے چون وچرا فرمانبرداری واجب نہیں کی۔ ۶۔ کیا ان کے نافرمان کو جہنمی نہیں کہا۔ ۷۔ کیا رسوؐل کو اپنی جان ومال و اولاد و اعزاء سے عزیز تر رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ ۸۔ کیا اللہ کی اطاعت سے رسوؐل کی اطاعت کو الگ کرنا کفر حقیقی نہیں ہے؟ سارا قرآن رسوؐل کی بندگی واجب کرنے کے لئے بھرا پڑا ہے لیکن یاروں نے ہمیشہ رسوؐل کی مخالفت کی اسی لئے لعنتی ٹھیرے۔

(۱۴۔ د) علامہ کو مغالطہ کیوں ہوا؟ اس لئے کہ آیات (۵۴ تا ۵۹ / ۳۹) کو نہ سمجھے جہاں ایک شیطان ثانی اور جنب اللہ کا تذکرہ ہوا ہے۔

اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ علامہ کو ان کے تنگدامن عقائد و تصورات نے دھوکا دیا ہے اور اللہ نے آیات کو ترتیب بھی اسی مقصد سے دیا ہے۔ کہ حقیقی مومنین حقیقی مقصد کو سمجھتے اور قومی یا اجتہادی مومنین الجھتے چلے جائیں۔ ورنہ اس قرآن کو قرآن کے دشمن ہرگز رائج نہ کرتے انہیں تاویل کی گنجائش ملی تو قرآن کو شائع ہونے دیا۔ انہیں رموز کا پتہ نہ لگا اس لئے قرآن کو عام کیا یہ قرآن کا معجزہ اور کمال ہے کہ جس قوم کی ہر سانس میں مذمت جاری رکھی، جسے مکذب قرآن قرار دیا

وَ يُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ

اور نجات دے گا اللہ ان لوگوں کو کہ پرہیزگاری کرتے تھے ساتھ کامیابی ان کی کے

لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

نہ لگے گی ان کو بُرائی اور نہ وہ غمگین ہوں گے اللہ ہے پیدا کرنے والا ہر چیز کا

وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

اور وہ اوپر ہر چیز کے کارساز ہے واسطے اسی کے ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی

(۶۱) اور اللہ نجات دے گا ان لوگوں کو جنہوں نے ذمہ دارانہ زندگی گزاری ان کی کامیاب زندگی گزارنے کی وجہ سے ان کو زمانۂ رجعت میں برائیوں اور رنج و غم سے واسطہ نہ پڑے گا (۶۲) اللہ ہی کائنات کی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر ہر چیز کے مقاصد کو برقرار رکھنے اور پروان چڑھانے والا (وکیل) ہے (۶۳) اور تمام آسمانوں اور زمینوں کی لگام اللہ ہی کے قابو میں ہے ۔

(انعام ۶۶ / ۶) جس پوری قوم کو کافر کہا اور ایک ایسی قوم سے بدلنے کی بار بار دھمکی دی جس سے کفر کا امکان ہی نہ تھا (انعام ۹۰ / ۶) جس پوری قوم پر قرآن کو مہجور کرنے کا اور نبیؑ کے دشمن ہونے کا جرم عائد کیا (فرقان ۳۱۔۳۰ / ۲۵) اسی کے ہاتھوں اس قرآن کو شائع کرایا "حفظ کرایا" ان کی گردنوں میں لٹکایا۔ ان سے قرآن پر فخر کرایا اور نتیجہ میں اس قوم کو دنیا کی تمام اقوام کا بھکاری بنایا۔ اسی لئے علامہ کی کیا خطا خود شیعہ علما یہ نہ سمجھے کہ: "جن لوگوں کو ابھی ابھی یہ کہا کہ تمہارے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے ان سے اگلی آیات میں یہ کیوں کہا کہ "تم اسلام لاؤ" یعنی وہ غیر مسلم مخاطب تھے؟ اِن سے یہ کیوں کہا کہ "تم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو" یعنی وہ بڑے دیدہ دلیرو لاپرواہ لوگ تھے؟ ان سے یہ کیوں کہا کہ "عذاب نازل ہونے سے پہلے پہلے تم قرآن کی اتباع شروع کردو"؟ یعنی وہ عذاب کے مستحق لوگ تھے؟ بتائیے کہ علامہ ان لوگوں کو وہ مقام کیسے دے دیں؟ انہیں بخشے جانے کی غیر مشروط بشارت کا مستحق کیسے سمجھ لیں؟ جب کہ تانگے کے گھوڑے کی طرح ان کی آنکھوں کے دہنے بائیں قومی عقائد کی اندھیری لگی ہوئی ہو؟ اور قرآن کو صرف میاں جی سے پڑھا ہو؟ اور محمدؐ و آل محمدؐ پر نہ حقیقی ایمان ہو نہ ان سے رابطہ رہا ہو کہ مشکل کشائی ہو جاتی اور جب کہ وہ محمدؐ و آئمۂ اہلبیتؑ کو عام مُردوں کی طرح گیا گزرا یقین کرتے ہوں ۔ اور اللہ کے سوا کسی اور کو مشکل کشاءؑ سمجھنا بدعت و شرک سمجھتے ہوں ۔ اور اللہ سے پوچھ نہ سکتے ہوں اور احادیث معصومینؑ والی کتابوں کو باطل کا مجموعہ کہتے ہوں؟ بتائیے انہیں قرآن ہدایت کیسے کرے؟ اور کیوں کرے؟

(۱۴ ۔ ہ) قرآن کے معنی کرنے میں کم از کم الفاظ کے صحیح مصدری معنی کرتے تو بھی حقیقت سامنے آجاتی ۔

ان لوگوں کو گمراہ رکھنے کے لئے اللہ نے انہیں ترجمے کے ان قوانین سے بھی مستفید نہ ہونے دیا جن قوانین و قواعد کو رٹتے اور پڑھتے ہوئے عالم بنے تھے۔ جو کچھ پڑھا تھا اسے وہیں مدرسہ کی چار دیواری میں چھوڑ کر دستار علم باندھی اور اچھل کر رسولؐ کی جگہ پر جا بیٹھے اور جانشینِ رسولؐ، نائبِ امام، مجتہد اور آیت اللہ بن گئے ۔ وہ آیت کے معنی کیسے سمجھیں جو خود ساختہ آیت اللہ بن بیٹھے؟ آپ مندرجہ بالا آیات (۵۴ تا ۵۹ / ۳۹) کا ہمارا کیا ہوا ترجمہ پڑھیں اور خود سوچیں اور لغت (ڈکشنری) سے مدد لیں اور عربی دانوں سے معلوم کریں کہ مندرجہ ذیل الفاظ کے یہ معنی صحیح ہیں یا غلط؟

۱۔ وَاَنِيْبُوْٓا (نیابت اختیار کرو) یعنی اللہ پروردگار سے وابستگی کے لئے تم نیابت پر قائم ہو جاؤ۔ براہ راست اللہ سے رابطہ اور وابستگی کے عقیدے کو ترک کردو۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ نیابتؑ و نائبِؑ خداوندی کیا ہوتے ہیں ۔

۲۔ وَاتَّبِعُوْا ۔ (بلا اِدھر اُدھر دیکھے آگے چلنے والے کے نقش قدم پر قدم رکھتے ہوئے چلنا) پیروی کرنا ۔ (حجر ۶۵ / ۱۵) یہ نوٹ کریں کہ الفاظ یا عبارت یا کتاب کی پیروی نہیں ہوتی نہ کی جاسکتی ہے۔اس لئے کہ وہ کسی کام کو کرکے نہیں دکھا سکتے۔ ان کو صرف مانا جاتا ہے یا ان کا انکار کیا جاتا ہے۔ پیروی یا اتباع کے لئے راہنما بولتا چالتا اور آزمودہ کار شخص لازم ہے ۔

۳۔ اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف جو کچھ نازل ہوا اس میں سے بہترین مُنَزَّل مِنَ اللہ کی پیروی یا اتباع کرو ۔)

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾	اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کے مقاصد کو چھپایا ہے وہ وہی لوگ تو ہیں جو خسارہ میں رہنے والے ہیں (۶۳) ان قریشیوں سے کہہ دو کہ کیا تم لوگ حقیقت سے جاہل ہوتے ہوئے بھی مجھے اللہ کے علاوہ کسی اور کی بندگی اختیار کرنے کا حکم دیتے ہو ؟ (۶۴) صاف صاف بتا دو کہ مجھے بھی وحی کی گئی ہے اور مجھ سے
اور جنہوں نے کفر کیا ساتھ نشانیوں اللہ کے یہ لوگ وہی ہیں ٹوٹا پانے والے	
قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾	
کہہ کیا پس سوا خدا کے حکم کرتے ہو تم مجھ کو کہ عبادت کروں اے جاہلو	
وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ	
اور البتہ تحقیق وحی کی گئی ہے طرف تیری اور طرف ان لوگوں کی کہ	

قرآن کی رو سے اللہ نے کیا کچھ نازل کیا تھا؟ اوّل۔ قرآن کا نازل ہونا تمام مسلمان مانتے ہیں ۔(سارا قرآن گواہ ہے)
دوم۔ حکمت کا نزول قرآن ہی میں ہوا ہے ۔ (ایضاً)
سوم۔ فرقان نازل ہوا تھا۔ (آل عمران ۴ / ۳)
چہارم ۔ رسوؐل اللہ کو بھی مجسم ذکر کی صورت میں نازل کیا تھا ۔ (طلاق ۱۱۔۱۰ / ۶۵)
پنجم ۔ نورؐ نازل کیا گیا تھا ۔ (مائدہ ۱۵ / ۵ ، اعراف ۱۵۷ / ۷ ، تغابن ۸ / ۶۴)

(۱۴ ۔ و) تمام نازل شدہ چیزوں میں اتباع کے لئے کونسی چیز سب سے بہتر ہو سکتی ہے ۔ ان پانچ مُنَزّلِ مِنَ اللہ چیزوں میں سے آخری دو چیزیں درحقیقت ایک ہی ذات پاک ہے ۔ اس لئے کہ آنحضرؐت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہ اوّلین مخلوق اور نور ہیں ۔ جس سے باقی تمام چیزیں اور پوری کائنات پیدا کی گئی تھی۔ اور جو باعثِ بقائے کائنات ہیں اور اتباع و پیروی کے لئے ان سے بہتر اور کوئی مخلوق ممکن ہی نہیں ۔ لیکن ان آیات میں آنحضرؐت کی اتباع مقصود نہیں ہے۔ اوّل اس لئے کہ ان کی اتباع میں کسی مسلمان کو کلام نہ تھا نہ ہے ۔ دوم اس لئے کہ ان کی اتباع کا حکم صاف اور کھلے الفاظ میں بار بار آیا ہے لہٰذا حضوؐر کی اتباع کو اشاروں میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور جس کی اتباع مقصود ہے اسے قاری کے سمجھنے اور عقیدے پر چھوڑ دیا گیا ہے ۔ اور جس کی اتباع میں کمی پر پچھتانا پڑے گا اسے اللہ نے جنبؐ اللہ کہا ہے۔ یعنی جس کی اتباع مطلوب ہے وہ جنب اللہ ہے اور ساتھ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ جنبؐ اللہ کوئی ایسی ہستی ہے جس کو تابع فرمان یا ماتحت رکھنے اور دبانے کی کوشش کرنے والے دیندار موجود تھے ۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ ہستی جسے جنبؐ اللہ کہا گیا ہے ۔ اور جسے دبانے اور مسخر کرنے کی کوشش ہو رہی تھی وہ کون شخص ہے؟ رسوؐل کو نہ تو مسخر کرنے اور ماتحت لانے اور دبانے کی کوشش دیندار کر رہے تھے نہ انہیں مسخر کیا جاسکا نہ دباکر ماتحت لایا گیا ۔ یقیناً وہ شخص رسوؐل کے علاوہ کوئی اور ہے کہ جس کی اتباع مطلوب ہے اور دیندار اتباع کی جگہ اس کی مخالفت کررہے ہیں ۔ اور خود اسے اپنی اتباع پر مجبور کرنا چاہتے ہیں ۔ ساتھ ہی اس شخص کو بھی ان پانچ مُنَزّلِ مِن اللہ ہستیوں میں سے ایک ہونا چاہئے اور جب وہ رسوؐل نہیں ہے تو اسے بھی نور ہونا چاہئے ورنہ وہ ان پانچ میں داخل نہ ہو سکے گا ۔ آیئے ذرا نور والی تینوں آیات پر ایک نگاہ ڈالیں۔

(۱۴ ۔ ز) کیا کوئی ایسا شخص موجود تھا جسے اللہ نے نور فرمایا اور جو نازل ہونے والا شخص بھی ہے ؟

پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ : "اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسوؐل آ گیا ہے وہ تمہارے لئے بہت سی ان باتوں کو بیان کر دیتا ہے جو تم الکتاب میں سے چھپا لیا کرتے تھے۔ اور بہت سی باتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے ۔ یقیناً تمہارے پاس اللہ کی جانب سے واضح کتاب اور ایک نوؐر آ چکا ہے۔"

> يَـٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَـٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ كَثِيرً۬ا مِّمَّا كُنتُمۡ تُخۡفُونَ مِنَ ٱلۡكِتَـٰبِ وَيَعۡفُواْ عَن كَثِيرٍ۬ۚ قَدۡ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ۬ وَكِتَـٰبٌ۬ مُّبِينٌ۬ ﴿١٥﴾ المائدة

قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ	پہلے والے انبیاؑ کو بھی یہی وحی کی گئی تھی کہ
پہلے تجھ سے تھے اگر شریک لاوے گا تو البتہ کھوئے جاویں گے عمل تیرے	اگر تم نے شرکت قبول کر لی تو تمہارے متعلقہ
وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ	اقدامات بے نتیجہ اور ضائع ہو کر رہ جائیں گے
اور البتہ ہو گا تو زیاں پانے والوں سے بلکہ اللہ ہی کو پس عبادت کر اور ہو	اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجاؤ گے
الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَ	(۶۶) بلکہ تم صرف اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے طریقہ پر شکر کرنے والوں میں سے ہوجاؤ (۶۷) ان
شکر کرنے والوں سے اور نہ قدر پہچانی انہوں نے اللہ کی حق قدر اس کے کا اور	لوگوں نے اللہ کی قدر دانی کا حق ادا نہ کیا اور بروز قیامت قدردانی کی گنجائش نہ رہے گی اس لئے کہ

(۱) یہ نوؔر خود محمدؐ کا نور ہے اور اس کا نام موجودہ صورت میں علیؑ ہے۔ قارئین نے دیکھا کہ اس آیت میں تین الگ الگ ذوات مقدسہ کا ذکر ہے اوّل رسوؔل ہے دوم ایک نوؔر ہے۔اور تیسرے درجے پر ان دونوں کے لئے کائناتی ریکارڈ قرآن ہے۔ اُمت کے علما میں سے کسی نے یہ جرأت نہیں کی کہ اُمت کے کسی اور فرد کو اس نوؔر سے تعبیر کرے اور سب نے متفقہ طور پر رسوؔل کا یہ فرمان لکھا ہے کہ ''میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں'' ''اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نورٍ واحِدٍ'' دوسری آیت دیکھئے :

(۲) رسوؔل کا نزول ثابت ہے (طلاق ۱۱۔۱۰ / ۶۵) لہٰذا علیؑ ساتھ ساتھ نازل ہونے والا نور ٹھہرے۔

''جو اس پیغمبرؑ نبی اُمیؑ کی پیروی کریں جس کا ذکر انہیں اپنے یہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ رسوؔل انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے ۔ بدی سے روکتا ہے ۔ ان کے لئے عمدہ چیزیں حلال کرتا ہے ، ناہنجار چیزوں کو حرام کرتا ہے۔ اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اتارتا ہے اور ان کی وہ بیڑیاں اتارتا ہے جو رسومات اجتہادیہ نے فراہم کی تھیں لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت و نصرت کریں اور اس نوؔر کی پیروی کریں جو اس رسوؔل کے ساتھ اترا ہے (وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِیٓ أُنزِلَ مَعَهٗٓ ۙ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) وہی لوگ فلاح یافتہ ہیں ۔(اعراف ۱۵۷ / ۷)

قارئین نے اس آیت میں دیکھا کہ رسوؔل کی اتباع کے ساتھ ساتھ اس نوؔر کی اتباع کو فوز وفلاح اور کامیابیوں کی شرط قرار دیا ہے ۔ یعنی تنہا آنحضرؐت کی اتباع یا پیروی اور اطاعت و فرمانبرداری کافی نہیں ہے ۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ نوؔر رسوؔل اللہ کی اتباع اور پیروی کو مکمل کرنے والا ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ اس نور کی موجودگی خود رسوؔل کی موجودگی ہونا چاہیئے۔ تاکہ رسوؔل کی جگہ خالی نہ رہنے پائے ۔ اور یہ معلوم ہے کہ محمدؐ و علیؑ ایک ہی نور کے دو ظہور ہیں ۔ اور آنحضرؐت کی وفات کے بعد بھی محمدؐ، علیؑ کی صورت میں موجود رہے اور اتباع و پیروی اور دینِ محمدؐی بلا وقفہ جاری رہا اور اس دوئی کو یوں ختم کردیا گیا تھا کہ آنحضرؐت نے فرمایا تھا کہ:

''ہمارا پہلا (یعنی خود محمدؐ) بھی محمدؐ ہے اور آخری بھی محمدؐ ہے اور درمیان والا بھی محمدؐ ہے اور ہم سب کے سب محمدؐ ہیں''

لہٰذا محمدؐ کی وفات کے بعد محمدؐ علیؑ کی صورت میں پھر حسنؑ کی صورت میں موجود رہے اور یہ محمدؐوں کا سلسلہ آج تک باقی ہے اور قیامت تک وہ نوؔر برسرکار ہے اب تیسری آیت دیکھیں ۔

(۳) رسوؔل کے ساتھ ساتھ اللہ کے نازل کردہ نوؔر پر بھی ایمان رکھنا لازم ہے۔ ''حقائق کو چھپانے والوں کا دعویٰ یہ ہے کہ انہیں قبروں سے زندہ کرکے باز پرس کیلئے نہ اٹھایا جائے گا ۔ ان سے اے رسوؔل کہہ دو کہ تم غلط کہتے ہو۔ تمہیں قسم بخدا ضرور اٹھایا جائے گا ۔اور تمہیں تمہارے ان تمام اعمال پر خبردار کیا جائے گا جو پردۂ غیب میں رہ گئے ہیں اور یہ سب کچھ اللہ کے لئے نہایت آسان ہے ۔چنانچہ تم اللہ پر اور اللہ کے رسوؔل پر اور اس نور پر جو ہم نے اتارا تھا ایمان لاؤ اور تمہارے اعمال سے اللہ خبردار ہے۔(فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَالنُّورِ الَّذِیٓ أَنزَلْنَا ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (تغابن ۷۔۸ / ۶۴)

اس آیہ مبارکہ میں اللہ ، محمدؐ اور علیؑ تینوں کو ایمان لانے میں اسی ترتیب سے لازم رکھا گیا جو اُن کے مدارج کا تعین کرتی

ہے ۔ اب قارئین زیر بحث آیات کے تقاضے کو سامنے لائیں ۔ وہاں یہ کہا گیا تھا کہ :

اے لوگو جن کے تمام گناہ اور متعلقات کو بخش دینے کا وعدہ کیا گیا ہے (۵۳ / ۳۹) تم سب اللہ کی (قیامت تک قائم رہنے والی) نیابت کو اختیار کرلو اور اسی پر اسلام لاؤ (۵۴ / ۳۹) اور جتنی چیزیں اللہ نے نازل کی ہیں ان میں بہترین چیز کی اتباع کرو (۵۵ / ۳۹) نیابت اور اتباع عذاب آنے سے پہلے پہلے کر لینا لازم ہے (۵۵ تا ۵۴ / ۳۹) ان بیانات کا نتیجہ یہ ہے کہ :

> وَٱتَّبِعُوٓاْ أَحۡسَنَ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَكُمُ ٱلۡعَذَابُ ۔الخ (زمر ۵۵ / ۳۹)

(۱۴ ۔ح) اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی پانچ ہستیوں میں سے کس کی اتباع احسن ہے ؟ محمدؐ یا علیؑ؟

یوں تو محمدؐ کی اتباع اور پیروی بھی علیؑ ہی کی اتباع و پیروی ہے اس لئے کہ دونوں ایک ہی نورؐ ہیں دونوں محمدؐ ہیں۔ لیکن حضرت علیؑ کی اتباع اور پیروی خصوصاً اس لئے احسن ہو گی کہ یہاں اللہ رسولؐ کے نائبؐ اور اس کی نیابت اختیار کرنے کو سخت دھمکی کے ساتھ واجب کر رہا ہے ۔ اور اسے ہی اسلام لانا قرار دے رہا ہے ۔ (۵۵۔۵۴ / ۳۹) اور یہ بات اس لئے بھی مستحکم ہو جاتی ہے کہ قیامت میں جنب اللہ کے معاملے میں افراط و تفریط کا عذر قبول نہ ہو گا (۵۶ / ۳۹) اور جنب اللہ سوائے علی مرتضیٰ علیہ السلام کے کسی اور کا لقب نہیں ہے ۔

(۱۴ ۔ ط) آیات زیر بحث (۵۷ تا ۵۵ / ۳۹) کی معصومؑ تفسیر ولایت و نیابت علویہ کی پیروی میں نجات ہے ۔

اور احادیث معصومین علیہم السلام نے اس آیت (۵۶ / ۳۹) کی تفسیر میں یہ بتایا ہے کہ :

"جناب علی بن سوید رضی اللہ نے بیان کیا کہ اللہ کے اس بیان کی تفسیر کہ " ہائے افسوس میری اس کمی پر جو میں نے جنب اللہ میں روا رکھی " "امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ "جنب اللہ امیر المومنین علیؑ ہیں اور ان کے بعد کے امامؑ ہیں یہاں تک کہ آخری امامؑ پر دنیاوی معاملات پیش ہو جائیں"

> عَنۡ علیؑ بن سوید، عَن ابی الحسن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام فِی قول اللہِ عَزَّوَجَل: " يَٰحَسۡرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنۢبِ ٱللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ ٱلسَّٰخِرِينَ ﴿٥٦﴾ الزمر"، قَالَ: " جَنۡبُ اللہِ: امیر المومنین علیہ السلام وَ کَذٰلِكَ ما کان بعدہ مِنَ الاوصیاءؑ بالمکان الرفیع اَنۡ ینتھی الامر اِلیٰ آخرھمؑ
> (اصول کافی جلد اوّل باب النوادر کتاب التوحید حدیث نمبر ۹)

اور یہی ہماری تشریحات اور ترجمہ میں موجود ہے ۔

(۱۴ ۔ ی) اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا نور بھی محمدؐ و علیؑ ہیں اور ان ہی کی اتباع واجب ہے۔

اب احادیث سے یہ بھی دیکھ لیں کہ اللہ کی طرف سے مذکورہ بالا پانچ افراد میں سے نازل ہونے والا نورؐ جس کی اتباع واجب ہے وہ خود حضرات نبیؐ اور ولیؑ ہیں ۔ سنئے کہ نور کے سلسلے کی تیسری آیت (تغابن ۷۔۸ / ۶۴) کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ انہیں سورۂ الصف کی آٹھویں اور نویں آیت کے درمیان میں رکھا گیا اور نورؐ کے متعلق ایک مسلسل اور جامع بیان دیا گیا ہے حدیث کہتی ہے کہ :

"محمدؐ بن فضیل رضی اللہ عنہ جناب امام ابوالحسنؑ الماضی کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ اللہ کے اس فرمان کا منشا بتائیے کہ یہ لوگ پھونکیں مار کر اللہ کے نور کو بجھا دینا چاہتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا کہ منشاء یہ ہے کہ یہ لوگ علیؑ کی ولایت کو اپنی

> عَنۡ محمدؐ بن الفُضَیل عَنۡ ابی الحسن الماضی علیہ السلام قال : سَاَلتُہٗ عن قول اللہِ عزّوجل یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِؤُا نُوۡرَ اللہِ بِاَفوَاھِھِمۡ قَالَ یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِؤُوا ولایۃ امیرؑالمومنین علیہ السلام بِاَفۡوَاھِھِمۡ قُلۡتُ وَاللہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ؟قَالَ: وَاللہُ مُتِمُّ الامامۃ لِقَوۡلِہٖ عزَّوَجَلَّ " وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللہِ وَ رسوۡلِہٖ والنور الذّی اَنزلنا" فَالنُّورُ ھُوَ الۡاِمَامُ ۔ قُلتُ: ھُوَ الَّذِیۡ اَرۡسَلَ رسوۡلہ بالھُدٰی و دینُ الحق" قَالَ: ھُوَالذّی امر رسولہ بالولایۃ لوصیّہ والولایۃ ھِیَ دِیۡنُ الحَقِّ۔ قُلۡتُ : لِیظھرہ عَلیَ الدِّین کُلّہ ؟ قَالَ : یظھرہ عَلیٰ جمیع الادیان عند قیامِ القائِم الخ (اصول کافی کتاب الحجۃ باب نکت و نتف حدیث نمبر ۹۱)

افواہوں سے ختم کر دینا چاہتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ جو کہا کہ "اور اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا ۔ فرمایا کہ اللہ امامت کو مکمل کر کے چھوڑے گا ۔ اپنے اس قول کے مطابق کہ "جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لائے اور جو نور ہم نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لائے (تغابن ۸ / ۶۴) چنانچہ اس آیت میں امامؑ کو نور فرمایاہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ جو فرمایا ہے کہ "وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا؟" فرمایا کہ "وہ وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو یہ حکم دیا کہ تم اپنے وصی کی ولایت قائم کرو اور یہ کہ ولایت ہی وہ دین حق ہے جس کے ساتھ رسولؐ کو بھیجا گیا تھا۔" میں نے کہا کہ یہ جو کہا کہ میں اسے تمام ادیان پر ظاہری غلبہ دوں گا؟ جواب دیا کہ "قیام قائمؑ کے زمانہ میں تمام دینوں پر غلبہ دیا جائے گا"

سورۃ الصف (۸ / ۶۱) اور سورۂ تغابن (۶۔۷ / ۶۴) کی اس معصوم تشریح سے حضرت علیؑ کی امامت و ولایت کا دین حق ہونا علیؑ کا بلا فصل خلیفہ و امام ہونا اور حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک آئمہؑ معصومین کی امامت کا تسلسل اورامام مہدی علیہ السلام کے زمانے میں اسلام کا غلبہ ثابت ہو گیا۔ اب ہماری دوسرے نمبر پر پیش کردہ آیت (۱۵۷ / ۷) والے نور کی معصوم تشریح دیکھیں جہاں جناب ابوعبیدہ الحذّاء رضی اللہ عنہ نے حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام کی بیان کردہ تفسیر کا ایک طویل بیان دیتے ہوئے آیت (۱۵۷ / ۷) کی تشریح بھی فرمائی ہے چنانچہ حدیث کا یہ آخری حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

یجدونه مکتوباً عندھم فی التوراۃ والانجیل "یعنی اَلنَّبیؐ والوصیؑ والقائمؑ صلوٰۃ اللہ علیھم " یامرھم بالمعروف (اذاقام) وینھا ھم عن المنکر " وَالمنکر مَنْ انکر فضل الامامؑ وجحدہ" ویحلّ لھم الطیباب" اَخذا العلم من اھله"ویّحرم علیھم الخبائث"والخبائث قول من خالف "وَیضع عنھم اصرھم "وَھی الذّنوب الّتی کانوا فِیھا قبل معرفتھم فضل الامام"والاغلال الّتی کانت علیھم" والاغلال ماکانوا یقولون مِمَّا لَمْ یَکُوْنُوْا اُمِرُوْابه مَن ترك فضل الامام فَلَمّا عرفوا فضل الامامؑ وضع عنھم اصرھم والاصر الذنب وھی الاصار ، ثُمَّ نَسَیَھُمْ فقال:والذین اٰمنوا بهٖ (یعنی بالامامؑ)و عزّرُوہ و نصروہ واتّبعواالنورؐ الَّذِیْ اُنْزِلَ اُولٰئك ھُمُ المفلحون(اعراف ۱۵۷ / ۷) یعنی اَلَّذِینَ اجتنبوا الجبت والطاغوت اَنْ یَّعبُدُوْھَا(نساء۶۰ تا ۵۱) والجبت والطاغوت فلانٌ و فلانٌ و فلانٌ وَالْعِبَادَۃُ طاعة الناس لھم ثُمَّ قَالَ:" اَنِیْبُوْا اِلیٰ رَبِّکُمْ واَسْلَمُوا لَهٗ ثُمَّ جزاھُمْ فقال: لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الحیٰوۃ الدُّنیا وفی الاخرۃ والامامؑ یبشر ھم بِقیام القائمؑ وبِظُھورہ ویقتل اعدائھم و بالنجاۃ فی الاخرۃ والورود علیٰ محمّدؐ عَلیَ الحوض" (اصول کافی کتاب الحجۃ باب نکت و نتف حدیث نمبر ۸۳)

(۱) تورات وانجیل میں بھی آنحضرتؐ، علیؑ اور حضرت حجتؑ کے نور کی اتباع اور متبعین کو مبارک باد ہے ۔

امام محمدؑ باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اُسے اپنے پاس توریت اور انجیل میں بھی لکھا ہوا پائیں گے " یعنی وہ آنحضرتؐ اور علیؑ اور امامؑ آخر الزمان کا تذکرہ توریت اور انجیل میں بھی لکھا ہوا ہے ۔ آیت میں اس جملے کا مطلب کہ وہ پسندیدہ کاموں کا حکم دیں گے یہ ہے کہ جب وہ قیام کریں گے اور یہ کہ وہ انہیں ناپسندیدہ کاموں سے منع کریں گے۔یہاں ناپسندیدہ سے امامؑ کے فضائل کا انکار اور مخالفت مراد ہیں ۔ اور یہ کہ وہ ان کے لئے پسندیدہ چیزیں حلال کریں گے کا مطلب یہ کہ وہ صحیح علمؑ والوں سے دین کی باتیں اور علم حاصل کیا کریں ۔ اور ناپسندیدہ چیزوں کے حرام کرنے سے مراد مخالفان امامؑ کی باتوں سے منع کرنا ہے۔ ان کے بوجھ اتارنے کا مطلب ان کے گناہوں کو دور کر دینا ہے جو امامؑ کی عدم معرفت کے زمانہ میں ہوئے تھے۔ اور طوق و زنجیر کھولنے سے مراد مخالفین امامت کے اقوال و عقائد سے بچانا ہے جو انہوں نے اللہ کے حکم کے خلاف لوگوں میں پھیلا دیئے تھے ۔ چنانچہ جب انہیں امامؑ کی معرفت اور فضیلتوں کا علم حاصل ہو گیا تو ان کے سابقہ گناہوں کے بوجھ اور بیڑیاں ختم ہو گئے ۔ پھر ایسے مومنین کو امامت سے منسوب کرتے ہوئے آیت (۱۵۷ / ۷) کے آخری جملے کو پڑھا کہ جو مومنین اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اس نورؐ کی اتباع بھی کریں جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے وہی مومنین کامیاب ہوں گے۔ وضاحت میں سورۂ نساء کی آیات (۶۰ تا ۵۱ / ۴) کی سند سے فرمایا کہ طاغوت اور جبت کی عبادت سے اجتناب کے بعد جو اس نور کی پیروی کریں گے وہ کامیاب ہوں گے اور جبت و طاغوت سے مراد فلاں

فلاں اور فلاں اشخاص ہیں اور عبادت کے معنی لوگوں کا ان تینوں کی اطاعت کرنا ہے ۔ اور پھر آیت (۱۵۷ / ۷) کو مسلسل کرتے ہوئے پڑھا کہ "اپنے رب سے تعلق قائم کرنے کے لئے اس کی نیابت کو اختیار کرلو اور اسی پر اسلام لاؤ" پھر مومنین کے لئے ان کے اس عمل کی جزا میں یہ فرمایا کہ "ان کے لئے دنیا اور آخرت میں بشارتیں ہیں "اور یہ خوشخبریاں ان کو امام عصروالزمان علیہ السلام کے ظہور اور کائناتی اقتدار سنبھالنے پر خود امام دے گا اور ان کے تمام دشمنوں کو رجعت میں قتل کرے گا ۔ اور یہ کہ "آخر کار وہ حوض پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ کے پاس نجات یافتگی کی حالت میں پہنچیں گے "قارئین سوچیں کہ جو کچھ ہم نے خالص قرآن کی آیات کی تشریح میں عرض کیا ہے وہی کچھ معصومؑ احادیث سے لفظ بلفظ ثابت ہے ہم اس شرح کی ضخامت کو کم از کم رکھنے کے لئے احادیث کو ٹالتے چلے جا رہے ہیں ورنہ یاد رکھیں اور اصول کافی اٹھا کر صرف ان مندرجہ بالا آیات ہی پر کتاب الحجت کا باب ان الآئمۃ نور اللہ عزوجل دیکھیں تو آپ کو اس بات میں چھ عدد احادیث میں یہی کچھ تفصیل سے ملے گا جو لکھا گیا ہے ۔ اور مختصراً لکھا گیا ہے ۔ لہٰذا سورۂ زمر آیت (۵۶ تا ۵۴ / ۳۹) میں حضرت علیؑ کی اتباع فرض کی گئی ہے ۔

(۱۵) آیات (۶۰ تا۵۶ / ۳۹) میں حضرت علیؑ کا مدمقابل اور حکومت سے محروم کرنے والا لیڈر ۔

ہم نے سابقہ عنوان میں قرآن کریم کی ترتیب و تنزیل و تدوین کے سلسلے میں بتایا تھا کہ جن دشمنان محمدؐ وآل محمدؐ کے ہاتھوں قرآن کی اشاعت و تحفظ کرانا تھا ان ہی کی بھرپور مذمت بھی قرآن ہی میں کرنا تھی ۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ جناب یہ مذمت تو آپ نے خود ہی گھڑ کر ہمارے بزرگوں کے سرلگا دی ہے۔ جیسا کہ احادیث و تاریخ کے متعلق ہم مخالف کی حکومتوں پر اعتراض کرتے ہیں ۔ اور ہمارا اعتراض لا جواب ہوتا ہے اس لئے کہ واقعی احادیث کی اور تاریخ کی تصنیف و تالیف پانچ سوسال تک رسولؐ کی نام نہاد قوم کے اور ان کے خلفاء و امراء اور سلاطین و علما کے ہاتھوں میں رہی اور انہوں نے جو چاہا وہ لکھوایا لاکھوں روایات ایسی تیار کر کے لکھوائی گئیں ،مدرسوں میں پڑھائی گئیں ،عدالتوں اور قاضیوں کے دستورالعمل میں شامل رکھی گئیں ، کہ ان پر نسلیں عمل کرتی اور انہیں سنتے سنتے جوان ہوتی اور مرتی گئیں ۔ اور آج کی نسل یہ سمجھنے لگی کہ وہ روایات سچ مچ آنحضرتؐ ہی نے بیان کی ہوں گی ۔ بہرحال قرآن کی آیات کا قومی عوام یا علما انکار نہیں کر سکتے ۔مگر وہ قرآن کے الفاظ کے معنی بدلنے میں چودہ سوسال سے مصروف چلے آتے ہیں ۔ اور یہ کام انہوں نے عہد رسولؐ ہی میں شروع کر دیا تھا۔ جس کو قرآن کے نزول کے دوران ہی آنحضرتؐ نے عملاً دیکھا اور اللہ سے اس تغیرو تبدل اور تحریف کی شکایت کی تھی (۳۰ / ۲۵) اور جواب ملا تھا کہ تمام انبیاؑ کی اُمتوں میں انبیاؑ کے دشمن رہتے آئے ہیں ۔ تمہارے بھی دشمن تمہاری اُمت میں گوش بر آواز بیٹھے رہتے ہیں (۳۱ / ۲۵) اس معجزانہ تدوین و تنزیل کی وجہ سے ممکن ہوا کہ ہم عہد رسولؐ کے مجرموں کا فرداً فرداً پتہ لگا سکتے ہیں اور یہ دیکھ سکتے ہیں کہ رسولؐ اللہ اور دیگر طرفداران رسولؐ کے ساتھ ان کی مخاطب قوم اور اس کے لیڈروں علما اور بزرگوں نے کیا کچھ کیا تھا ؟ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ ان ہی آیات میں اللہ نے وہ سب کچھ بھی کہہ دیا جسے نہ رسولؐ کے مخاطب پسند کرتے تھے۔ اور نہ آج تک رسولؐ کی قوم کے پیرو پسند کرتے ہیں ۔ اور ساتھ ہی ان آیات میں ایسی لچک بھی رکھ دی کہ علی علیہ السلام کو مسخر اور اپنے تابع فرمان کرنے والے بھی ان آیات سے ذرا سا کھینچ کر اس لچک سے فائدہ اٹھا سکیں اور ایک ایسا مطلب اخذ کرلیں جو گو سورہ کے مقاصد اور سابقہ بیان سے میل نہیں کھاتا مگر ایک گمراہ گروہ کا اطمینان کرکے انہیں گمراہ رکھنے کے لئے کافی ہو گیا۔یہاں یہی ایک بات سوچنے کی تھی کہ عہد رسولؐ کا وہ کون شخص ہو سکتا ہے جو یہ کہے گا کہ :

يَـٰحَسۡرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِى جَنۢبِ ٱللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ ٱلسَّـٰخِرِينَ (الزمر: ۵۶ / ۳۹)

علامہ کا غلط ترجمہ:"افسوس میری اس تقصیر پر جو میں اللہ کی جناب میں کرتا رہا بلکہ میں تو الٹا مذاق اڑانے والوں میں شامل تھا"(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۸۰)

قارئین اللہ کے کلام میں یہ لطف اور کمال دیکھیں کہ علامہ اینڈ کمپنی یہ ترجمہ کرکے مطمئن ہو گئی ۔ مگر اللہ نے اس کمپنی کو گمراہ رکھنے کے لئے اس آیہ مبارکہ میں دو لفظ ایسے رکھ دیئے ہیں کہ جن میں لچک تھی ۔ اور اس لچک سے کمپنی نے فائدہ اٹھا کر اپنا اُلو سیدھا کرلیا۔ ان میں سے ایک لفظ ہے ۔ جَنۢبِ (جَنۢبِ ٱللَّهِ میں) اور دوسرا لفظ ہے سَاخِرِین(لَمِنَ

ٱلسَّـٰخِرِينَ میں) اوّل کے معنی علامہ کے جدید اجتہاد میں اور تمام مترجمین کے ترجموں کے خلاف اور اپنے ترجموں کے خلاف "جناب" ہو گئے اور دوسرے لفظ " سَاخِرِین " کے معنی علامہ کے مسخرے پن سے "مذاق اڑانا " بن گئے تب علامہ کا کاروبار چلا ۔ اور یوں علامہ اپنے عظیم راہنما اور محمدؐ و آل محمدؐ کے انتہائی دشمن کو چھپانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اسی گنجائش کی وجہ سے دشمنان اسلام و قرآن ، قرآن کو شائع کرتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کو جس حکیمانہ ترتیب سے پیش کیا گیا ہے وہ ہر تخریب کار کو گرفتار کرانے میں دیر نہیں لگنے دیتی۔ آیئے علامہ کو ایک مجرم کی حیثیت میں دیکھئے۔ اور ان ہی کے قلم سے لفظ "جَنْبِ" کے صحیح معنی دیکھ لیں :اللہ نے فرمایا تھا کہ :

(۱۵ ۔ الف) علامہ کو صحیح معنی کرنے پر قرآنی انتظام مجبور کرتا ہے ۔

وَٱلْجَارِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْجَارِ ٱلْجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ بِٱلْجَنۢبِ ۔ الخ (۳۶) النساء

علامہ کا صحیح ترجمہ: "اور پڑوسی رشتہ دار سے ،اجنبی ہمسایہ سے ، پہلو کے ساتھی سے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۵۱) آپ دیکھ لیں کہ علامہ نے "جنب" کے معنی "پہلو" کر کے ثابت کر دیا کہ علامہ نے اسلام کے سب سے بڑے مجرم کو چھپایا اور اسلام کے سب سے بڑے ہیرو کی حق تلفی کی اور اس مجرم کی طرح جنب اللہ کے معاملے میں وہی تقصیر کی جس پر وہ مجرم قیامت میں حسرت بھرے سانسوں میں بیان دیتاہے (۵۶ / ۳۹) یہ حق تلفی تاریخ سے ثابت ہے اور خود اسی مجرم نے عبداللہ ابن عباس کو بتایا تھا کہ " تمہاری قوم نے یہ نہ چاہا کہ نبوت اور خلافت ایک ہی خاندان میں رہے "(الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) یہ وہی قوم ہے جس نے حضرت علی علیہ السلام کے مقامات بلند اور استحقاق کو چھپانے کے لئے قرآن کی معنوی تحریف کرکے جھٹلایا تھا (فرقان ۳۱۔۳۰ / ۲۵ ،انعام ۶۶ / ۶) دوسرا لفظ "ساخرین" ہے ۔اور اسی خاندان کے الفاظ میں سے لفظ تسخیر ہے۔ مُسَخّر ہے اور تمام اردو دان جانتے ہیں کہ تسخیر کے معنی کسی کو تابع فرمان کرنے کے ہیں۔ کسی کے اختیارات اور قوت و قدرت کو اپنے قابو میں کر لینے اور کسی پر مسلط ہو جانے کے ہیں۔اسی لفظ سے مسخرا بنا ہے۔ یعنی جو شخص اپنی چرب زبانی یا تخیل سے لوگوں کو ہنسنے پر مجبور کردے ۔ اور اس سے زیادہ موزوں اور ہنسانے والی بات دوسرا نہ کہہ سکے ۔ الفاظ کو یوں دور پار کے معنی میں استعمال کرنا بھی اسی سازش کے ماتحت پھیلایا گیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کے الفاظ کا استقلال ختم کر کے جس لفظ کو جہاں چاہیں استعمال کر لیں اور کہہ دیں کہ اس کے یہ معنی بھی ہیں اور وہ معنی بھی ہو سکتے ہیں اور علمی مکاری و فریب سازی کا کمال یہی ہے کہ وہ الفاظ کو دور پار کے معنی میں فٹ کرسکے لیکن اس سازش نے قوانین کو نہیں بدلا۔ قانون یہی ہے کہ الفاظ کو ان کے بنیادی یا مصدری معنی میں استعمال کیا جائے ۔ چنانچہ علامہ نے بھی کہا ہے کہ :

معنی کرنے کا قاعدہ ؟ دیکھنا یہ چاہئے کہ آیا اصل لغت میں اس استعمال کی گنجائش ہے یا نہیں ؟"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۲۱) معلوم ہوا کہ الفاظ کے معنی میں گنجائش ہونا یا نہ ہونا اور بات ہے اور الفاظ کے حقیقی معنی اور بات ہے ۔ گنجائش پیدا کرنا اور پھر گنجائشوں کو تلاش کرکے قرآن کا ترجمہ کرنا تحریف القرآن کرنے والوں کی پیروی ہے اور علامہ اسی پر عمل کرتے ہیں ۔ مثلاً علامہ اپنی قسم کے مترجمین کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

غلط معنی کی گنجائش پیدا کرنا اور انہیں استعمال کرنا : "اس فقرے (آیت نساء ۱۵۹ / ۴) کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں اور الفاظ میں دونوں کا یکساں احتمال ہے ۔ایک معنی وہ جو ہم نے ترجمہ میں اختیار کئے ہیں ۔ دوسرے یہ کہ: "اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہ لے آئے " ۔(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۲۱) ہم کہتے ہیں کہ آیت کے الفاظ میں "موت سے پہلے پہلے "کی کوئی شرط نہیں ہے لہٰذا دوسرے معنی خالص بکواس یا اجتہاد ہیں اور یہ کہ کلام اللہ اور کلام معصومؑ میں احتمالات کو ہرگز دخل نہیں ہوتا کہ لوگ کلام الٰہی کو آماجگاہ بنا لیں ۔ بہرحال جہاں علامہ خود پھنس جاتے ہیں ۔وہاں وہ بھی حقیقی معنی لینے کی اپیل کیا کرتے ہیں ۔ جیسا کہ لفظ "الجن "اور "النمل" پر لکھا ہے کہ :

حقیقی معنی لئے بغیر قرآن کے مطالب الٹ جاتے ہیں ۔ "محض محاورے میں کسی انسان کو اس کے فوق العادۃ کام کی وجہ سے جن یا کسی عورت کو اس کے حسن کی وجہ سے پری اور کسی تیز رفتار آدمی کو پرندہ کہہ دینا یہ معنی نہیں رکھتا کہ اب

جن کے معنی طاقت ور آدمی اور پری کے معنی حسین عورت اور پرندہ کے معنی تیز رفتار انسان ہی کے ہو جائیں ۔ ان الفاظ کے یہ معنی تو مجازی ہیں نہ کہ حقیقی اور کسی کلام میں کسی لفظ کو حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنوں میں صرف اس وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ اور سننے والے بھی ان کو مجازی معنوں میں صرف اسی وقت لے سکتے ہیں جب کہ آس پاس کوئی واضح قرینہ ایسا موجود ہو جو اس کے مجاز ہونے پر دلالت کرتا ہو ۔یہاں آخر کون سا قرینہ پایا جاتا ہے جس سے یہ گمان کیا جا سکے کہ جن اور طیر کے الفاظ اپنے حقیقی لغوی معنی میں نہیں بلکہ مجازی معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں ؟" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۶۳) قارئین یہی سوال علامہ سے دریافت طلب ہے کہ مذکورہ دونوں الفاظ جَنْبِ اور سَاخِرِین کے حقیقی لغوی معنی کرنے سے آیت (زمر ۵ ۶ / ۳۹) میں کون سی چیز مانع ہے؟ جب کہ علامہ خود مانتے ہیں کہ تسخیر اور مسخر کے معنی قابو میں کر لینا تابع فرمان بنا لینا ہوتے ہیں سنئے :

ساخرین کے حقیقی لغوی معنی کسی کو اپنا تابع فرمان بنانا ہوتے ہیں۔

"تمہارے لئے مسخر کیا" کو عام طور پر لوگ غلطی سے "تمہارے تابع کردیا" کے معنی میں لے لیتے ہیں ۔ اور پھر اس مضمون کی آیات سے عجیب عجیب معنی پیدا کرنے لگتے ہیں ۔ حتّٰی کہ بعض لوگ تو یہاں تک سمجھ بیٹھے کہ ان آیات کی رو سے تسخیر سماوات و ارض انسان کا منتہائے مقصود ہے ۔ حالانکہ انسان کے لئے ان چیزوں کو مسخر کرنے کا مطلب اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے قوانین کا پابند بنا رکھا ہے ۔ جن کی بدولت وہ انسان کے لئے نافع ہو گئی ہیں "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۸۸) اور فرمایا کہ : "کسی چیز کو کسی کے لئے مسخر کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ وہ چیز اس کے تابع کر دی جائے اور اسے اختیار دے دیا جائے کہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے اور جس طرح چاہے اسے استعمال کرے"۔(تفہیم القرآن ۴ صفحہ ۱۹) علامہ کی دوسری صورت پر خاک ڈال کر یہ فیصلہ کرلیں کہ س۔خ۔ر کے مادہ سے نکلنے والے الفاظ کے حقیقی معنی اور لغوی معنی کسی کو تابع فرمان بنانا ۔ قوانین کا پابند کرنا ہیں اور باقی معنی مثلاً مذاق اڑانا وغیرہ کھینچ تان کر حقیقت پر مجاز کے پردے ڈال کر سازش ہوتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ زمانہ رسوؐل کا وہ مجرم یہ بیان دیتا ہوا پایا جائے گا کہ :

(۱۵ ـ ب) قرآن اور علیؑ کے ساتھ سازش کرنے والے ، نیا دین بنانے والے دو یاروں کا اقبال جرائم ۔

(۱) يَٰحَسۡرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطتُ فِي جَنۢبِ ٱللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ ٱلسَّٰخِرِينَ (الزمر: ۵۶ / ۳۹) (۲) وَيَوۡمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيۡهِ يَقُولُ يَٰلَيۡتَنِي ٱتَّخَذۡتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلٗا ﴿۲۷﴾ يَٰوَيۡلَتَىٰ لَيۡتَنِي لَمۡ أَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِيلٗا ﴿۲۸﴾ لَّقَدۡ أَضَلَّنِي عَنِ ٱلذِّكۡرِ بَعۡدَ إِذۡ جَآءَنِيۗ وَكَانَ ٱلشَّيۡطَٰنُ لِلۡإِنسَٰنِ خَذُولٗا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ ٱلرَّسُولُ يَٰرَبِّ إِنَّ قَوۡمِي ٱتَّخَذُواْ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ مَهۡجُورٗا ﴿۳۰﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوّٗا مِّنَ ٱلۡمُجۡرِمِينَۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيٗا وَنَصِيرٗا ﴿۳۱﴾ الفرقان

(۱) ھائے افسوس اے میری حسرت کہ میں نے علیؑ کے معاملے میں افراط و تفریط کرکے ان کی خلافت قائم نہ ہونے دی اوران سے اپنی بیعت کرانے کی سازش کی تھی ۔ اور دوسرا یار یہ بیان دے گا کہ : (۲) "اور جس روز ایک مجسمۂ ظلم و ستم علیؑ کے خلاف اپنی بیعت کرانے کی بنا پر بیعت لینے والے ہاتھ کو چبا چبا کر اقبال جرم کرتا ہوا کہے گا کہ اے کاش میں نے رسوؐل کی قائم کردہ حکومت کو اختیار کیا ہوتا ۔ ہائے افسوس اے کاش میں نے اس مجسم شیطان ثانی کو اپنا یار و مشیر نہ بنایا ہوتا جس نے مجھے علیؑ کی خلافت و اطاعت کی تاکید و ذکر آجانے کے بعد بھی گمراہ کرکے قومی حکومت بنانے میں اپنا آلۂ کار بنا لیا تھا۔ سچ یہ ہے کہ اس شیطان ثانی نے مجھے رسوا کرکے چھوڑا۔ ان دونوں کے بیانات کے بعد محمدؐ مصطفی عرض کریں گے کہ: اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کی خود ساختہ و سازشی تعبیرات کرکے قرآن کے حقیقی مقصد کو ترک کیا اور قرآن کی جگہ قومی حکومت اور اس کے اجتہاد کو راہنما بنا لیا تھا۔ اللہ فرمائے گا کہ یہ سب کچھ صرف آپ کے ہی ساتھ نہیں ہوا بلکہ ہم نے شیطان کو اور اس کے لیڈروں کو مہلت و اختیارات دیئے تھے ۔ اس لئے ہر نبیؑ کے دشمن یہی کچھ کرتے رہے ہیں مگر یاد رکھو کہ تیری راہنمائی اور نصرت ہمارے ذمہ ہے"(فرقان ۳۱ تا ۲۷ / ۲۵)

الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ
زمین ساری مٹھی میں ہے اس کی دن قیامت کے اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں بیچ
بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ
دہنے ہاتھ اس کے کے پاک ہے اور بلند ہے اس چیز سے کہ شریک لاتے ہیں اور
نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ
پھونکا جاوے گا بیچ صور کے پس بے ہوش ہو جاویں گے جو کہ بیچ آسمانوں کے اور
مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى
جو کہ بیچ زمین کے ہیں مگر جس کو چاہے اللہ پھر پھونکا جاوے گا بیچ اس کے دوسری بار
فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ
پس ناگہاں وہ کھڑے ہوں گے دیکھتے اور چمک جاوے گی زمین ساتھ نور
رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ
پروردگار اپنے کے اور رکھے جاویں گے اعمال نامے اور لایا جاوے گا پیغمبروںؑ کو اور

زمین پر اللہ کا قبضہ ہو چکا ہو گا اور آسمانوں کی عمر اور پھیلاؤ ختم کیا جا رہا ہو گا اور اللہ کی برکتیں آنے والی ہوں گی (یعنی دوسرا جہاں بن رہا ہو گا) اللہ ان شرکت کے تصورات سے بلند و بالا ہے جو یہ لوگ حکومت الٰہیہ کے لئے رکھتے ہیں (۶۸) اور جب صور پھونک دیا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوقات مر کر رہ جائے گی سوائے اُن کے جن کو اللہ کی مشیت زندہ رکھنا چاہے گی۔ پھر ایک دفعہ اور صور پھونکا جائے گا جس سے تمام سابقہ اور تازہ مُردے چاروں طرف دیکھتے ہوئے حیران ہو کر کھڑے ہو جائیں گے (۶۹) اور ساری زمین اپنے ربؑ کے نور سے چمک اٹھے گی اور کتاب اپنی پوری تفصیلات (الکتاب) کے ساتھ نافذ کی جائے گی اور تمام انبیاؑ کو لا کر شہداء کی

قارئین جانتے ہیں کہ ان دونوں یاروں نے علیؑ کو اپنے ماتحت لانے کے لئے چالیس نہیں تو کم از کم بائیس سال تو دن رات کوشش کی اور انہیں چوتھے نمبر پر بھی وہ نہیں لائے تھے بلکہ زمانہ خود لایا تھا۔ اور اسی بنا پر ان سے پانچ سال برابر جنگ و جدل جاری رکھا اور پھر چار سو سال تک ان کی اولادؑ ان کے اعزاء ان کے دوستوں اور ہم خیال لوگوں کا قتل عام جاری رکھا۔ لیکن انہوں نے جمہوری خلافت و حکومت کو ہمیشہ باطل و غاصب قرار دیا اس لئے کہ خود رسولؐ اللہ کو یہ دھمکی دے دی گئی تھی کہ:

(۱۵۔ج) علیؑ و آئمہؑ اہلبیتؑ کی حکومت و خلافت میں لوگوں کو خوشی سے شریک کرنا تمام اعمال کو باطل کرتا ہے۔

ہم نے سابقہ تمام انبیاؑ کو بھی یہی وحی کی تھی۔ کہ اگر تم نے اللہ کی اطاعت و حکومت میں کسی اور کو شریک کیا تو تمہارے تمام اچھے اعمال تک ضائع کر دیئے جائیں گے۔ اور نتیجہ یہ ہو گا کہ تم باقی خسارہ میں رہنے والوں میں شریک ہو جاؤ گے۔ لہٰذا اطاعت و حکومت اللہ کے لئے مخصوص کرو اور شکر خدا بجا لاؤ اور اُن حکومت الٰہیہ میں شرکت کو اللہ کا مقصد سمجھنے والوں سے کہہ دو کہ ارے اے جاہل لیڈرو کیا تم مجھے اللہ کی منشاء کے خلاف اطاعت میں شریک ہو جانے کا حکم اللہ کے نام پر دیتے ہو؟ (زمر ۶۴ تا آخر)

(۱۵۔د) ولایت و خلافت علویہ میں کسی کو شریک کرنا حقیقی شرک ہے اعمال ضائع ہوتے ہیں۔

قارئین سورۂ زمر اپنی تکمیل کی طرف بڑھ رہی ہے لیکن تذکرہ کی بنیاد وہی ثلاثہ اینڈ کمپنی ہے۔ یہاں قیامت و رجعت سے پہلے یہ سن لیں کہ علامہ اینڈ کمپنی کے دماغوں میں اس آیت (۶۵ / ۳۹) نے بڑا فتور پیدا کیا ہے۔ مگر معصومؑ فرمان میں یہ ہے کہ:

عن ابی عبداللہ علیہما السلام فی قولہ تعالی: وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ قال: یعنی اِنْ اَشْرَكْتَ فِی الْوِلَایَةِ غَیْرَہٗ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ (الزمر: ۶۶-۶۵ / ۳۹) یعنی بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ بِالطاعة وَ کُنْ مِنَ الشاکرین اَنْ عضدتك بِاَخِیك و ابن عمّك (اصول کافی کتاب الحجۃ باب نکت و نتف)

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیہ مبارکہ "اور یقیناً ہم نے تجھے بھی اور تجھ سے پہلے ہر نبیؑ کو بھی یہی وحی کی

الشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیۡنَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَ هُمۡ لَا

گواہوں کو اور فیصل کیا جاوے گا درمیان ان کے ساتھ حق کے اور وہ نہیں

یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۶۹﴾ وَ وُفِّیَتۡ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَ هُوَ

ظلم کئے جاویں گے اور پورا دیا جاوے گا ہر جی کو جو کچھ کیا تھا اور وہ

اَعۡلَمُ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۰﴾ ع وَ سِیۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا

خوب جانتا ہے جو کچھ کرتے ہیں اور ہانکے جاویں گے وہ لوگ کہ کافر ہوئے

اِلٰی جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوۡهَا

طرف دوزخ کی گروہ گروہ یہاں تک کہ جب آویں گے اس کے پاس

فُتِحَتۡ اَبۡوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمۡ خَزَنَتُهَاۤ

کھولے جاویں گے دروازے اس کے اور کہیں گے واسطے ان کے چوکیدار اس کے

اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِ

کیا نہ آئے تھے تم پاس پیغمبر تم میں سے پڑھتے تھے اوپر تمہارے نشانیاں

موجودگی میں مدعیان اور مدعا علیہ لوگوں کے درمیان برحق عدالتی فیصلے کردیئے جائیں گے اور دونوں فریق کے ساتھ کسی قسم کی حق تلفی نہ ہوگی (۷۰) اور ہر شخص کو اس کے اعمال و اقدامات کے نتائج پوری طرح وفا کئے جائیں گے اور اللہ تو ان سب کے افعال و عقائد سے خوب خوب آگاہ ہے (۷۱) اور حقائق پر پردہ ڈالنے والوں کو اس پورے بھگتان کے بعد جانوروں کی طرح سے جہنم کی طرف مختلف قسم کے گروہوں کو زمرہ وار ہانکا جائے گا ۔ یہاں تک کہ جب تمام دوزخی جہنم کے پاس پہنچ جائیں گے تو دوزخ کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جہنم کے خزانہ دار و نگران ان کو جتلائیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہاری اصلاح کے لئے تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے ؟ جو تمہارے سامنے تمہارے پروردگار کی آیات

تھی کہ اگر تم نے اللہ کی اطاعت و حکومت میں کسی اور کو شریک کیا تو تمہارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے ۔" کے متعلق فرمایا کہ اگر تم نے علیؑ کے علاوہ کسی اور کو ولایت میں شریک کیا ۔ اور یہ کہ اللہ ہی کی اطاعت کرو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ یعنی عبادۃ کے معنی اطاعت ہیں اور شکر اس بات پر کرنا ہے کہ میں نے تیرے لئے تیرے چچا زاد بھائی کو دست و بازو بنایا ہے ۔

(۱۵ ۔ ہ) سورۃ الزمر آخرت و قیامت اور رجعت میں روئے زمین کی وراثت کا ذکر کرتی ہے ۔

قارئین نے دیکھا ہے کہ سورۂ زمر نے بار بار اور طرح طرح سے قیامت و رجعت کا تذکرہ جاری رکھا ہے ۔اور نہایت واضح انداز میں یہ بتا دیا ہے کہ جنت و دوزخ کا آخری فیصلہ سنانے سے پہلے پہلے پوری نوع انسان کو ان کی دینداری اور بے دینی کے نتائج سے بہرہ ور کر دیا جائے گا ۔ تاکہ انسانوں کا کوئی قول و فعل و عمل و خیال و اقدام اور منصوبہ ایسا نہ رہ جائے کہ جس کی جزا و سزا اور نتیجہ سامنے نہ آیا ہو اور کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مثلاً میں نے ساری زندگی احکام اسلام کی بجا آوری میں گزاری اور نتیجہ میں وہ وعدے کبھی سامنے نہ آئے جو اللہ نے کئے تھے ؟ جیسا کہ فرمایا تھا کہ : (۱) اے محمدؐ کہہ دو کہ دنیا کا تمام سامانِ آرائش و زیب و زینت دنیا میں بھی مومنین کے لئے ہے اور آخرت میں تو ان ہی سے مخصوص ہے "(اعراف ۳۲ / ۷) (۲) "سنو جو اللہ کے دوست (اولیا کا ترجمہ رگڑا ہے۔احسنؔ) ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا، ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے ۔ دنیا و آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لئے بشارت ہی بشارت ہے اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں ۔ یہی بڑی کامیابی ہے ۔ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ ،یونس ۶۴۔۶۳ /۱۰) اور یہ بھی فرمایا تھا کہ:

(۳) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں اللہ ۔۱۔ ان کے اعمال کو ہرگز گمراہ نہ ہونے دیگا ۔۲۔ عنقریب قتل ہو چکنے والوں کی راہنمائی کرے گا ۔۳۔ ان کے تمام حالات کو درست کردے گا ۔۴ ۔ اور راہ خدا میں قتل

وَالَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ فَلَنۡ یُّضِلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ﴿۴﴾ سَیَهۡدِیۡهِمۡ وَیُصۡلِحُ بَالَهُمۡ ﴿۵﴾ وَیُدۡخِلُهُمُ الۡجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمۡ ﴿۶﴾ (محمدؐ ۶ تا ۴ / ۴۷)

رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا

پروردگار تمہارے کی اور ڈراتے تم کو ملاقات اس دن تمہارے کی سے کہیں گے

بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ

نہیں بلکہ آئے تھے ولیکن ثابت ہوئی بات عذاب کی اوپر کافروں کے کہا جاوے گا

ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى

داخل ہو دروازوں میں دوزخ کے ہمیش رہنے والے بیچ اس کے پس بری ہے جگہ

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

تکبر کرنے والوں کی اور ہانکے جاویں گے وہ لوگ کہ ڈرتے تھے پروردگار اپنے سے

اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَ

طرف بہشت کی گروہ گروہ۔یہاں تک کہ جب آویں گے اس کے پاس اور

فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا

کھولے جاویں گے دروازے اس کے اور کہیں گے واسطے ان کے چوکیدار اس کے

پڑھ پڑھ کر تمہیں سناتے اور سمجھاتے تھے؟ اور کیا تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات اور نتائج سے خبردار نہ کرتے تھے؟وہ کہیں گے کہ کیوں نہیں رسُول تو آئے تھے اور سب کچھ بتایا بھی تھا لیکن ہمارے حق میں عذاب کا کلمہ ثابت ہو گیا تھا اس لئے کہ حقائق پر پردہ ڈالنے والوں کی سزا جہنم ہے (۷۲) ان سب سے کہا جائے گا کہ اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کے دروازوں سے دوزخ میں داخل ہو جاؤ ،چنانچہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے جہنم تکبر کرنے اور لیڈری کرنے والوں کے لئے (۷۳) اور جن لوگوں نے اپنے رب کے حضور ذمہ دارانہ زندگی بسر کی تھی انہیں بھی غول در غول جنت کی طرف ہانکا جائے گا۔ چنانچہ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے تو جنت کے دروازے کھولے جائیں گے اور جنت کے خزانہ دار و نگران ان سے کہیں گے کہ

ہو چکنے والوں کو اس جنت میں داخل کرے گا ۔ جس سے اللہ ان کو پہلے ہی متعارف کراچکا ہے ۔“
قارئین ان تینوں قرآنی مثالوں یا وعدوں کو سامنے رکھیں اور سوچیں کہ ایسے سینکڑوں وعدے کس حدتک پورے ہوئے ہیں؟ ساری دنیا کو چھوڑیئے صرف محمدؐ وآل محمد صلوۃ اللہ علیہم کو لے لیجئے ان حضرات نے اپنی اپنی پوری زندگی میں غربا کی مدد کرنے اور نتیجتاً فاقوں اور نہایت تنگ حالی میں زندگی گزاری اور کبھی ان پر وہ خوشحالی کا وقت نہ آیا جس کا پہلی آیت اور سینکڑوں دیگر آیات میں وعدہ ہوا ہے ۔ پھر انہوں نے خوف و ہراس و رنج و الم میں زندگیاں گزاری ہیں انہیں بھوکا پیاسا قتل کیا گیا ان کے بچوں کو احباب کو اعزا کو ان کے سامنے قتل کیا گیا ۔ ان کی اور ان کی ازواج کی ان کی بیٹیوں کی شرمناک حدود سے زیادہ توہین کی گئی اور یہ سب کچھ دین کے لئے اور دین کے حکم سے برداشت کیا لیکن ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ وہ مقاصد اسلام ان کو حاصل نہ ہو سکے جن کے حصول میں انہوں نے اپنے تن من اور دھن کی بازیاں لگائے رکھیں ساری دنیا نے ان کو ناکام و نامراد لوگ کہا اور آج ان کے پیروؤں کو طعنے دیئے جاتے ہیں ۔ اور جو کچھ لوگوں نے دیکھا وہ تھی بھی ناکامی و نامرادی ۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ کے اس وعدے کو کیا ہوا جو ہماری پیش کردہ دوسری و تیسری آیت میں ہے ؟ کیا وہ ولی اللہ نہ تھے؟ اگر تھے تو یہ وعدہ کہاں پورا ہوا کہ ”اولیا اللہ پر خوف و رنج کا موقع نہ آئے گا؟“ ان کی زندگی کا تو ہر لمحہ خوف و رنج والم وحزن و ملال و ناکامی میں خون کے گھونٹ پیتے ہوئے گزرا ۔ انہیں خوشخبریاں اس دنیا میں کب ملیں؟ ان کے بڑے بوڑھے اورجوان اور طفل شیر خوار تک قتل ہوئے ان کے تمام اقدامات اور قربانیاں بے نتیجہ نکلیں حالانکہ وعدہ یہ تھا کہ۔۱۔ اللہ ان کے اعمال و اقدامات کو بے نتیجہ اور رائیگاں نہ ہونے دیگا ۔۲۔ ہر قدم پر ان کو کامیابیوں اور کامرانیوں کی طرف راہنمائی و ہدایت کرے گا ۔۳۔ ان کے حالات کو سنوار دے گا۔۴۔اور آخر کار انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ قارئین پوری توجہ اور تجسس سے سوچیں کہ آخری بات جنت میں داخلہ ہے لیکن باقی تین وعدے تو دنیا میں پورے ہونا تھے وہ تو قتل کر دیئے گئے ۔ یہ وعدے کب پورے ہوئے ؟ پھر جنت میں داخلہ سے پہلے پہلے جنت کا تعارف کب کرایا گیا؟ تعارف تو وہ تھا جو حضرت آدم علیہ السلام کو کرایا گیا تھا ۔ پھر اسی سلسلۂ اعمال و نتائج پر سورۂ زمر (۷۴ / ۳۹) دیکھیں ۔

سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ طِبۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡهَا

سلامتی ہو جیو اوپر تمہارے خوشحال ہوئے تم پس داخل ہو اس میں

خٰلِدِيۡنَ ﴿۷۳﴾ وَ قَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِيۡ

ہمیش رہنے والے اور کہیں گے سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جس نے

صَدَقَنَا وَعۡدَهٗ وَ اَوۡرَثَنَا الۡاَرۡضَ نَتَبَوَّاُ

سچا کیا ہے ہم سے وعدے اپنے کو اور وارث کیا ہم کو زمین بہشت کا جگہ پکڑتے ہیں

مِنَ الۡجَنَّةِ حَيۡثُ نَشَآءُ فَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ ﴿۷۴﴾ وَ

ہم بہشت میں جہاں چاہیں ہم پس بہت اچھا ہے ثواب عمل کرنے والوں کا اور

تَرَى الۡمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيۡنَ مِنۡ حَوۡلِ الۡعَرۡشِ يُسَبِّحُوۡنَ

دیکھے گا تو فرشتوں کو گھیرے ہوں گے گرد عرش کے پاکی بیان کرتے ہیں

بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ ۚ وَ قُضِيَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡحَقِّ

ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے اور فیصل کیا جاتا ہے درمیان ان کے ساتھ حق کے

وَ قِيۡلَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۵﴾ ع ۸

اور کہا گیا سب تعریف واسطے اللہ پروردگار عالموں کے ہے

تم پر ہمارا سلام ہے تمہیں تمہاری پسندیدہ زندگی مبارک ہو تم شوق سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس جنت میں داخل ہو جاؤ (۷۴) اور جنتی کہیں گے کہ تمام حمدوثنا اس اللہ کے لئے ہونا ہی چاہئے تھی جس نے ہمارے ساتھ کئے ہوئے اپنے وعدوں کو سچا کر کے عملاً دکھا دیا ہے کہ ہمیں ساری دنیا اور روئے زمین کا وارث بھی بنایا اور ہمیں جنت بھی عطا کی جس میں ہم جہاں رہنا چاہیں رہ سکتے ہیں ۔ حقیقی دین پر عمل کرنے والوں کے لئے یہ اجر بہت ہی عمدہ ہے (۷۵) اور اے رسولؐ تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ مرکز حکومت الٰہیہ کے چاروں طرف حلقہ بنائے ہوئے اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کر رہے ہوں گے ۔ اور اُدھر لوگوں کے درمیان برحق فیصلے کئے جا چکیں گے اور اعلان کر دیا جائے گا کہ پوری کائنات کے پروردگار کے لئے حمدوثنا ہے ۔

(۱۵ ۔ و) سورۂ زمر کی آیات (۷۵ تا ۶۷ / ۳۹) میں رجعت اور اعمال کے نتائج کا ذکر دیکھیں ۔

وہاں جنتی جنت میں داخل ہو کر ان بڑے بڑے انعامات پر اللہ کی حمدوثنا اور وعدوں کی سچائی پر بات کر رہے ہیں اور ہر وعدہ کو پورا ہوتا دیکھ کر جنت میں آئے ہیں ۔ وہ اس روئے زمین اور دنیا کے مالک و وارث رہ کر یہاں پہنچنے پر شکر گزار ہو رہے ہیں ۔ کہ جو وعدہ اللہ نے قرآن اور زبور میں کیا تھا کہ :

"اور حقیقتاً ہم زبور میں یہ لکھ چکے ہیں کہ الذکر کے اعلان ظہور کے بعد ہم اپنے تمام صالح بندوں کو اس زمین کا وارث بنائیں گے بلاشبہ اس وعدہ میں عبادت گزار لوگوں کو خاص اطلاع دی گئی تھی ۔اور تجھے اس نتیجہ کو حاصل کرنے کے لئے ہی تو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا گیا تھا"(انبیاؑ ۱۰۷ تا ۱۰۵ / ۲۱)

وہ وعدہ بھی پورا ہو چکا ہے ۔اور یہ وعدہ اللہ نے سورۂ انبیاؑ میں کیا تھا یعنی اس وعدہ سے تمام انبیاء علیہم السلام کا اور ان کی اُمتوں کے صالح افراد کا تعلق ہے جنہیں ان کے اعمال صالحہ کی بنا پر اس دنیا کا مالک ووارث بنانا ہے ۔اور مالک و وارث بنانے سے پہلے پہلے سورۂ زمر (۶۸ / ۳۹) اور (۶۹ / ۳۹) کی رو سے تمام انبیاؑ اور تمام اُمتوں کے شہداء (چشم دید گواہوں) کو حاضر کیا جائے گا گواہیاں ہوں گی، تصدیقات ہوں گی تمام اُمتوں کے اچھے برے لوگوں کو ان کے اعمال کی اچھی بری جزائیں و سزائیں دی جائیں گی ۔ اور کسی شخص کا کوئی مطالبہ اور حق ادا کرنے سے باقی نہ رہے گا۔ اور نہ کسی کی حق تلفی ہوگی (۷۰ / ۳۹) اس لئے کہ الکتاب کا از اوّل تا آخر حکم برسر کار لایا جائے (۶۹ / ۳۹) گا اور جن احکامات پر عمل نہ ہوا تھا ۔ یا جان بوجھ کر جن احکام کو ٹال دیا گیا تھا ۔ ان سب پر عمل درآمد ہو گا اس لئے کہ یہاں اعمال ناموں کا ذکر نہیں بلکہ الکتاب کو اس کی پوری وضع و قطع کے ساتھ قائم و نافذ کیا جائے گا تاکہ تمام انبیاؑ کو مطمئن کیا جا سکے ۔ کہ دیکھو تمہاری

اُمتوں کا ہر فرد ہر متعلقہ حکم کی تعمیل اور تعزیر میں مصروف ہے ۔ اور تمہاری اُمتوں کے ہر فرد کی نیکیوں کی عملی جزا دی جارہی ہے نہ تمہاری اُمت کے مظلوم مراد مندی سے محروم ہیں نہ شہدائے راہ خدا کا کوئی عمل ضائع اور بے نتیجہ رہا ہے (۶۹ / ۳۹) تمام دشمنان دین سے انتقام لیا جا رہا ہے دشمنوں کی افواج کو شکست فاش دی جا رہی ہے ۔ پھر انہیں جنگ و ظلم کرنے کی پاداش میں سخت سزائیں دے کر اسی طرح قتل و غارت کیا گیا جس طرح انہوں نے بے قصور لوگوں کو قتل و غارت کیا تھا اور تمام صالح لوگوں کو ان کی دینداری کے بدلے میں ان قاتل و ظالم و جابر حکومتوں کا وارث بناکر انہیں حکومتیں عطا کیں اور ساری دنیا پر ان کا اقتدار قائم کیا ۔ ان کامیابیوں اور کامرانیوں کے بعد وہ جنت میں داخل ہوں گے مبارک و سلامت کے ساتھ ان کا استقبال ہوگا اور وہ جنت میں اس سلوک پر شکر گزار ہوں گے (۷۴ / ۳۹) اور مجرم لوگ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں ہمیشہ ملامت اور مستقل عذاب سے دوچار رہیں گے ۔ (۷۲۔۷۱ / ۳۹) یہ ہے رجعت کی وہ تفصیل جو سورۂ زمر لے کر نازل ہوئی تھی ۔

ایک نصیحت اور غوروفکر کی تاکید : سورۂ زمر کی تشریحات کا تقاضا اور مسئلہ رجعت کی اہمیت یہ ہے کہ آپ آنے والی آیات میں ہر جگہ ان مقامات کو غوروفکر سے نوٹ کریں جہاں جہاں اللہ کی طرف سے اجر و ثواب اور سزا و عذاب دیئے جانے کا تذکرہ آئے ، تاکہ آپ کو یہ علم ہوتا جائے کہ وہ اجر و ثواب کہاں اور کب اور کس حالت میں دیا جائے گا ؟ اس طرح زمانہ رجعت میں ملنے والی جزا کو الگ سے شناخت کرسکیں گے ۔ اور ہم بھی ترجمہ میں ایسے الفاظ و اشارات رکھتے جائیں گے جن سے زمانہ رجعت کا تعین ہو سکے یاد رکھیں کہ اللہ نے بار بار اور جگہ جگہ یہ کہا ہے کہ ہر شخص کو وہی جزا ملے گی جو اس نے اپنی کوشش سے حاصل کرنا چاہی اور حاصل نہ کرسکا ۔ بلکہ تصادم میں تباہ و برباد کرکے رکھ دیا گیا تھا ۔ لہٰذا زمانۂ رجعت میں اس کے ساتھ متصادم ہونے والوں کے ساتھ پھر تصادم کا موقع دیا جائے گا ۔ اور وہ تمام رعایات چھین لی جائیں گی ۔ جو مشیت کی بنا پر دشمنان دین کو دی گئی تھیں ۔ اور انہیں اب کے تصادم میں اسی طرح تباہ و برباد ہونے دیا جائے گا ۔ جیسا کہ انہوں نے طالبان حق کو تباہ و برباد کیا تھا ۔ یہی حال ان تمام حکمرانوں حکومتوں اور ان کی طرفدار رعایا کا ہوگا جنہوں نے اللہ و رسولؐ کی حکومت پر قبضہ کیا تھا ۔

سُوْرَةُ غَافِرٍ

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ خَمْسٌ وَّ ثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّ تِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ غافر یا سورۂ مومن مکہ میں نازل ہوئی اس میں پچاسی (۸۵) آیتیں اور نو(۹) رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

اُتارنا کتاب کا اللہ غالب جاننے والے کی طرف سے ہے

غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ

بخشنے والا گناہ کا اور قبول کرنے والا توبہ کا سخت کرنے والا عذاب کا

(۱) حٰ۔م صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (۲) الکتاب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ جو ہر حال میں غالب اور سب کچھ جاننے والا ہے ۔ (۳) گناہوں یا متعلقات سے تحفظ دینے والا ہے اور توبہ و اصلاح کو قبول کرنے والا ہے ، اعمال کا نتیجہ مرتب کرنے میں بہت سخت ہے

ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ۝۳ مَا

صاحب انعام کا نہیں کوئی معبود مگر وہ طرف اسی کے ہے پھر جانا نہیں

یُجَادِلُ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ اِلَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَلَا یَغۡرُرۡکَ

جھگڑتے بیچ نشانیوں اللہ کے مگر وہ لوگ کہ کافر ہوئے پس نہ فریب میں ڈالے تجھ کو

فراوانیوں کا مالک ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اسی کے حضور سب کو پلٹ کر جانا بھی ہے۔ (۴) حقائقِ دینیہ پر پردہ ڈالنے والوں کے علاوہ اور لوگ اللہ کی آیات میں مباحثہ اور جھگڑا پیدا نہیں کرتے ہیں ۔ لہٰذا حق پوش لوگوں کا متمدن

تشریحات سورۃ المومن :

(ا) محمدؐ اور قرآن ، ان کی نام نہاد قوم اور بارہ آئمہ اہلِؑ بیت کے لئے تمہید :

قارئین کرام یہاں سے سورۂ المؤمن کی تشریحات شروع ہوتی ہیں اور یہ عجیب و غریب بات سامنے آ کر کھڑی ہو جاتی ہے کہ اب مسلسل یکے بعد دیگرے سات عدد سورتیں لفظ "حٰمٓ" (ح اور م) سے شروع ہوں گی ۔ اور ان سات سورتوں کے بعد سورۂ "محمدؐ" آئے گی ۔ یہ صورت حال ایک حساس قاری کی توجہ کو جذب کرتی ہے اور یہ سوچنے کا تقاضا کرتی ہے کہ سورۂ محمدؐ سے پہلے یہ کیوں ضروری ہوا کہ سات مرتبہ ہر سورت سے پہلے لفظ "محمدؐ" کے حروف میں سے دو حروف آتے رہیں ؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حروف ح اور م لفظ حمید اور مجید سے لئے گئے ہیں اور اس کے ثبوت میں قول معصومؑ بھی پیش کیا گیا ہے۔ جس کیلئے ہم یہ عرض کریں گے کہ یہ قول معصومؑ اسی مصلحت کے ماتحت ہے جس کے تحت یہ فرمایا گیا کہ : "جو شخص صرف لا اِلٰہ اِلاَّ اللہ کہہ دے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی ہے " اور پھر یہ اعلان حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی کرانا چاہا تھا ۔ لیکن حضرت عمر نے ابوہریرہؓ کی پٹائی کی تھی اور انہیں واپس بھگا دیا تھا۔ اور رسوؐل اللہ کو ہدایت کی تھی کہ جناب اگر آپؐ یہ اعلانِ عام کرا دیں گے تو لوگ اعمال کا بجالانا چھوڑ دیں گے ۔ اور مذکورہ بالا مصلحت ہی کے لئے رسوؐل نے خاموشی اختیار کرلی تھی ۔ ورنہ قرآن کا حکم ایسے شخص کو دین سے خارج کرتا ہے جو رسوؐل کے حکم کو نافذ ہونے سے روکے مگر حضوؐر نے مصلحت پر عمل کیا تھا۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ حضرت عمر نے اسی قسم کی حرکت پر ایک مسلمان ہو چکنے والے غسانی بادشاہ کو ایک عام آدمی سے پٹوانے کا حکم نافذ کیا تھا ۔ جس کی وجہ سے وہ مسلمان بادشاہ ملک روم چلا گیا تھا اور بقول تاریخ عیسائی ہو گیا تھا ۔ اگر حضرت عمر بھی وہ مصلحت اختیار کرتے جس کے ماتحت رسوؐل اللہ نے انہیں ماخوذ نہ کیا نہ دین سے خارج ہونے کا حکم صادر کیا نہ حضرت ابوہریرہؓ کو دھکا دے کر گرا دینے کے بدلے میں انہیں ابو ہریرہؓ سے پٹوایا تو جس طرح وہ اسلام کے دامن میں لپٹے رہ گئے اسی طرح غسانی بادشاہ جبلہ بھی (بقول قومی تاریخ) اسلام سے نہ نکلتا اور کم از کم حضرت عمر جیسا مسلمان تو ضرور رہتا ۔ پھر سب سے مزے کا لطیفہ اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ جنگ خیبر کے بعد اسلام لائے تھے ۔ یعنی ۷ ھ تک حضوؐر لا اِلٰہ اِلاَّ اللہ کے ساتھ اپنا نام رسوؐل کی حیثیت سے بیان نہ کرسکتے تھے یعنی آپؐ نے مصلحتاً محمدؐ رسوؐل اللہ کو کلمہ میں شامل کرنے پر اصرار نہ کیا تھا ۔ لہٰذا معصومینؑ علیہم السلام کے بہت سے بیانات مصلحتوں کے ماتحت ہوا کرتے تھے مگر اہل ایمان کے لئے غلط نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ حمید و مجید والی تفسیر بھی اس لئے صحیح ہے کہ محمدؐ کا ذکر خود اللہ (حمید و مجید) کا ذکر ہے ۔ محمدؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ۔ ان کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے ۔ ان کا مدّاح اللہ کا مدّاح ہے ۔ اللہ نے مجید (صاحب عزت و بزرگی) ہوتے ہوئے رسوؐل کی تعظیم و وقار وبزرگی اور حمد و ثناو تسبیح کرنے کا حکم دیا ہے (فتح ۹ / ۴۸) اور ساتھ ہی ہم یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ اللہ کو چونکہ تمام مخالفین محمدؐ وآل محمدؐ پہلے سے اور اعلانیہ مانتے تھے۔ لہٰذا اللہ کے لئے کسی اشارے اور کنایہ کی ضرورت تھی ہی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن میں اللہ کے متعلق ہر صفت اعلانیہ بیان کی گئی اور اللہ کے حمید و مجید وغیرہ ہونے پر عربوں کو کوئی اعتراض نہیں رہا تھا ۔ قریش کو اعتراض تو اس حقیقت پر تھا کہ محمدؐ وحدانیت کی آڑ میں ان کے لیڈروں ، بزرگوں اور علما کو اللہ کے دربار حکومت سے خارج کر کے خوؐد کو اور علیؑ و اولادؑ علیؑ کو حکومت الٰہیہ میں کرسی نشین بنائے دے رہے ہیں قریش نے کھل کر یہ الزام بھی لگایا اور اس کا یقین بھی رکھا کہ: "محمدؐ خاندانی محبت سے مغلوب ہو کر ایسا کر رہے ہیں ۔ حالانکہ اللہ کا منشا یہ نہیں ہے" چنانچہ

تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّ

پھرنا ان کا بیچ شہروں کے جھٹلایا تھا پہلے ان سے قوم نوحؑ کی نے اور

الْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ ۖ وَ هَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ

گروہوں نے پیچھے ان سے اور قصد کیا ہر ایک اُمت نے ساتھ پیغمبر اپنے کے

لِيَأْخُذُوهُ وَ جَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا

توکہ پکڑ لیویں اس کو اور جھگڑا کرتے تھے ساتھ جھوٹ بات کے توکہ ڈگا دیویں

اور دنیا بھر کے شہروں کی سیاحت اور زبانیں جاننا تمہیں کسی بھُلاوے میں نہ ڈال دے۔ (۵) ایسے ہی بحث ومجادلے سے قریش سے پہلے نوحؑ کی قوم نے دین کو جھٹلایا اور ان کے بعد والے گروہوں نے بھی یہی مجادلہ جاری رکھا اور ہر ایک اُمت نے اپنے اپنے رسوؐل کو ماخوذ کرکے اور غلط دلیلوں میں الجھا کر حقیقت سے ہٹا کر

آج تک قریش کے ہم مذہب مسلمان یہی عقیدہ اور عمل رکھتے ہیں وہ حکومت الٰہیہ کو جمہوری یعنی قوم اور قومی لیڈروں کی وساطت سے چلانے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور جمہوری حکومت کے لئے آج تک کوشاں رہتے چلے آئے ہیں ۔ اور ان کا یہ فیصلہ کہ خاندان نبوت میں حکومت الٰہیہ کو نہ رہنے دیا جائے تاریخی ریکارڈ وعمل میں موجود ہے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) لٰہذا حروف ح اور م ہی نہیں بلکہ حروف مقطعات میں سے کوئی حرف براہ راست اللہ کے لئے استعمال نہیں کیا گیا اور نہ اس کی ضرورت تھی ۔ اور بلا ضرورت اور غیر حکیمانہ کام اللہ کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتا ۔

(ا ۔ الف) حروف ح اور م کا محمدؐ کے حروف ہونا ، دوسرا بیان و دلیل : اللہ نے تو اپنی حکمت سے یہ انتظام فرمایا ہے کہ قریشی لیڈروں کی بھر پور مذمت بھی کی جائے اور ان ہی کے ہاتھوں قرآن کی اشاعت بھی کرائی جائے ۔ اس عظیم مقصد پر اس ترتیب کا پردہ ڈال دیا جو آپ برابر دیکھتے چلے جا رہے ہیں یعنی کسی ایک آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ :
”ا۔قریش اسلام اور رسوؐل کے دشمن ہیں ۔۲۔ قرآن کو تمام قریشیوں نے جھٹلایا ہے اور ۔۳۔ تمام قریشیوں نے قرآن کو مہجور کیا ہے ۔۴۔تمام قریش ہرگز قیامت تک ایمان نہ لائیں گے ۔۵۔ تمام قریش لعنتی اور جہنمی ہیں۔“
مگر یہ پانچوں فیصلے باربار قرآن نے ایسی حکمت عملی سے لکھ دیئے کہ قریشی علما کے لئے تاویل اور معنوی تبدیلی کی گنجائش رہی۔ کہیں انہوں نے اپنی جگہ منافقوں کو آگے بڑھا دیا کہیں بعض مسلمان کہہ کر بات ٹال دی کہیں قریش کے ضعیف العقیدہ عوام کو بھینٹ چڑھا دیا اسی حکمت عملی کی ضرورت تھی محمدؐ اور علیؑ و اولادؑ علیؑ کے لئے لٰہذا جس طرح قریش کی مذمت میں کوئی خامی نہیں چھوڑی اسی طرح محمدؐ و آل محمدؐ کے فضائل و مناقب وحمدوثنا اور ان کے مقامات عالیہ کو باربار پیش کیا مگر ایک جگہ نہیں نام لے کر بھی بیان کیا مگر بھونڈے طریقے پر نہیں۔ ایسی ترتیب رکھی ہے کہ انسانی عقول کے لئے ایسی ترتیب دینا تو الگ اس ترتیب کو سمجھنا بھی مشکل ہے اسی لئے بار بار کہا کہ قرآن ایک دانشور قوم کے لئے ہے ۔ قرآن بات کی تہہ تک پہنچنے والوں (اولوا الالباب) کے لئے ہے۔ قرآن مفکرین کے لئے ہے۔ قرآن میں تدبرو تفکر کرو۔ قرآن میں معجزات کی بھر مار ہے۔ لٰہذا محمدؐ و آل محمدؐ ہی وہ ہستیاں ہیں جن کی شان بیان کرنے کے لئے حروف مقطعات و استعارات و اشارات و مجازات وغیرہ استعمال ہوئے ہیں ۔ ان ہی کے لئے فرمایا گیا ہے کہ: وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْئَلُونَ (زخرف ۴۴ / ۴۳) یعنی ”یہ قرآن تو تیرے اور تیری قوم کے ذکر کی کتاب ہے ۔ اور عنقریب تم دونوں سے سوالات و باز پرس ہونا ہے “ (زمانہ رجعت میں یہی باز پرس ہوگی) معلوم ہوا کہ قرآن آنحضرؐت اور ان کی مخاطب قوم کو محور بنا کر ان ہی دونوں کے چاروں طرف گھومتا ہے ۔ رہ گیا اللہ، دیگر انبیاؑ ،دیگر اُمتیں اور قیامت تک آنے والی لوگ، ان کے تذکرے اسی قوم کو ہدف بنا کر اور اسی قوم کی مثالیں دے کر اور اسی قوم کے حالات سنا کر اور رسولؐ و آلؑ رسولؐ کے ساتھ اسی قوم کا سلوک دکھا کر کئے گئے ہیں۔ ان کی گمراہی کی مثالیں دیں تاکہ دوسرے لوگ گمراہ نہ ہوں ۔ان کی مکاریوں اور منصوبوں کا حال بیان کیا کہ لوگ آئندہ ان کی راہ اختیار نہ کریں لٰہذا حروف مقطعات ان ہی دونوں سے متعلق ہونا چاہئیں۔ جن کے لئے یہ قرآن پہلے درجہ میں نازل کیا گیا ہے۔ چنانچہ حروف ح اور م محمدؐ مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام سے لئے گئے ہیں ۔یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ :

اپنے ساتھ ملانا چاہا اور مباحثہ و مجادلہ تک کی ہمت کی چنانچہ ہم نے انہیں ماخوذ کرلیا پھر دیکھ لو کہ ہم نے انہیں کیسی بدترین عاقبت اور عذاب سے دوچار کیا تھا ؟ (٦) اور عذاب ہوچکنے کے بعد بھی ان کے لئے یہ طے کر دیا گیا کہ وہ لوگ جہنمی ہیں کیونکہ انہوں نے حق کو برابر چھپایا تھا لہٰذا ان کے لئے آگ میں جلنا ہی حق بات ہے (٧) اور وہ لوگ جو

بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۪ فَكَيْفَ كَانَ

ساتھ اس کے حق بات کو پس پکڑ لیا میں نے ان کو پس کیوں کر ہوا

عِقَابِ ۝ وَ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى

عذاب میرا اور اسی طرح ثابت ہوئی بات پروردگار تیرے کی اوپر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ اَلَّذِيْنَ

ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے یہ کہ وہ رہنے والے آگ کے ہیں وہ لوگ جو

(ا ـ ب) حروف کے انتخاب میں بارہ آئمہؑ کو ملحوظ رکھا ہے ۔لفظ "محمدؐ یا م ـ ح۔م۔د " میں سے درمیانی دو حرف کیوں لیے گئے ؟ شروع کے دو حرف م ـ ح کیوں نہ لئے گئے ؟ پہلا جواب یہ ہے کہ پہلے دونوں حروف لینے سے بات فوراً ظاہر ہو سکتی تھی ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ م اور ح اور ح اور م میں ترتیب کے علاوہ کوئی فرق نہیں اس لئے کہ دونوں صورتوں میں ان کی قیمت برابر رہتی ہے ۔ یعنی دونوں کے اعداد بہرحال اڑتالیس (48) رہتے ہیں ۔ جن کی متوازی میزان (4+8) بارہ (12) ہے ۔ اور یہی آئمہؑ معصومین علیہم السلام کی تعداد ہے ۔ پھر اس تعداد کا متوازی میزان (2+1) تین ہوتا ہے۔ جو اوّلین تین معصومین (محمدؐ، علیؑ اور فاطمہؑ) کو ظاہر کرتا ہے ۔ جن سے بارہ آئمہؑ اور اولادِ رسولؐ دنیا میں پھیلی ہے ۔ پھر سورۂ مومن سے سورۂ محمدؐ تک حروف ح اور م سات مرتبہ لائے گئے جس سے ان حروف کی قیمت سات گنا شمار ہو گی (336 = (8+40) 7x) جس کا متوازی میزان (6 + 3 + 3) پھر بارہ آئمہؑ کو ظاہر کرتا ہے ۔ اور یہؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قوت کو زیادہ کرنے والے ہیں ۔ اور آپ دیکھیں گے کہ ان حٰمٓ والی ساتوں سورتوں کی عبارت کے پہلے حروف (ت ت و و ک ت ت) کے اعداد کی میزان (1632) سولہ سو بتیس ہے اور اس کی متوازی میزان بھی (2+3+6+1) بارہ ہی ہوگی جو بارہ آئمہ اور تین اوّلین معصومین سلام اللہ علیہم کو ثابت کرتی ہے۔ اور جب ہم سولہ سو بتیس کو حروف م اور ح سے تقسیم کرتے ہیں ۔ (48÷1632) تو نتیجے میں ہمیں چونتیس (34) ملتے ہیں جو متوازی میزان (4 + 3) حٰمٓ والی سات سورتوں کا پتہ دیتے ہیں ۔ آپ نے سنا ہے کہ ان حروف مقطعات ہی سے کچھ ایسے اسماء بنتے ہیں جنہیں اسم اعظم کہاجاتا ہے اور جن کی قوت و تاثیر سے عقلوں کو حیران کردینے والے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں ۔

(۲) آیات (٦ تا ۲ / ۴۰) اجتہادی مسلمانوں نے ہر نبیؑ کو آیاتِ خداوندی کی مجتہدانہ تعبیرات میں الجھانا چاہا۔

چونکہ سورۂ مومن نے قریش کے مجتہدوں پر ایک شدید ضرب لگانا تھی ۔ اس لئے سب سے پہلے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لقب کو سامنے لایا گیا۔ پھر اللہ نے اپنی اُن صفات کا تذکرہ فرمایا جن کی ضرورت واحتیاج ہر نبیؑ اور ہر اُمت کو ہوتی ہے ۔ اور چونکہ اس کے بعد یکلخت قریشی لیڈروں ، سرداروں ، مُلّاؤں اور مجتہدوں کا وہ عمل درآمد سامنے آتا ہے جو وہ رسولؐ اللہ کے ساتھ کر رہے تھے ۔ اس لئے اپنی صفات کا ذکر ان مخصوص صفات پر ختم کیا ہے جو خصوصاً قریش کے رویہ کے جواب میں برسرکار آنا تھیں۔ یعنی بہت سختی سے تعاقب کرکے کیفر کردار کو پہنچانے والا اور بہت ہی وسیع اقتدار و قدرت و اختیار رکھنے والا (شَدِيْدِ الْعِقَابِ اور ذِى الطَّوْلِ) اور یہ کہ اس کی دسترس سے نکل جانا ناممکن ہے ۔ (اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ) (۳ / ۴۰)

(۲۔الف) قریشی علما کی طرف سے قرآنی آیات واحکامات کی اتنی اثرانگیزاور دل لگتی تعبیرات کہ رسولؐ بہک جائیں۔

اس کے بعد اللہ وہ اصول بیان کرتا ہے جو ابلیس نے انسانوں کو انبیاؑ کی تعلیمات کا توڑ کرنے کے لئے بتایا تھا۔ یعنی جیسے ہی کوئی نبیؑ اسلام کا اعلان کرے تم فوراً بے چون و چرا ایمان لے آؤ اور اسلام لانے کے بعد خود بھی متوجہ رہو اور دوسرے مسلمانوں کو بھی توجہ دلاؤ کہ،ا۔ نبیؑ ایک آدمی ہوتا ہے ۔۲۔ اس میں بھی باقی تمام آدمیوں کی طرح تمام جذبات و محرکات

ہوتے ہیں ۔۳۔ وہ غصہ بھی کرتا ہے محبت بھی ۔۴۔ اس سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں ۔اور صحیح کام بھی ۔۵۔ وہ خاندانی اور قومی جذبات میں بہہ کر غلط فیصلہ بھی کر سکتا ہے ۔۶۔ وہ خطا اور لغزش سے سو فیصد مبرا اور معصوم نہیں ہوتا ۔۷۔ لہٰذا تم اسے بار بار اس کے آدمی ہونے پر توجہ دلاتے رہو ۔۸۔ اس کی ہر بات میں غلطی کے امکان پر نظر رکھو اور وقت بے وقت اور ہر وقت ۔۹۔ اسے اپنی بصیرت اور تجربے کا بہترین مشورہ دو۔ اور اسے محسوس کراؤ کہ ایک تنہا آدمی کی بصیرت سے بہت سے دانشوروں کی مجموعی بصیرت بہرحال بہتر ہے ۔لہٰذا۔۱۰۔تم دانشورانِ قوم اور علمائے ملت سے مشورہ لے کر قرآن کے احکام نافذ کیا کرو تاکہ ہر حکم اُمت کی کثرت کے مفاد میں رہے۔۱۱۔ اسے کثرتِ رائے کا احترام کرنے پر مجبور کرو۔۱۲۔ اس پر نازل ہونے والی آیات کے تمام پہلوؤں پر بحث کر کے روشنی ڈالو اور نبیؐ کو تنقید کے لئے بہترین صورت بتاؤ۔ یہ بارہ باتیں اور ایسی ہی اور سینکڑوں باتیں آج تک مسلمانوں کی کثرت کا مذہب ہیں ۔ اور ان باتوں کو مدنظر رکھ کر قریشی دانشور رسولؐ اللہ سے مباحثہ اور مجادلہ کرتے رہتے تھے اور قوم کی کثرت ، جو اعلانِ نبوت کے پہلے ہی سے ان دانشوروں اور سرداروں کی پیرو تھی، اپنے لیڈروں کے احکام اور مشورے اختیار کرتی تھی ۔ یعنی قرآن کی اسی تعبیر و تفسیر کو اختیار کرتی تھی جو قریشی مجتہدین کی طرف سے بتائی جاتی تھی ۔ اور اپنے لیڈروں کے مقابلہ میں رسولؐ اللہ کے احکام و تعبیر کو نظر انداز کر دیتی تھی۔ اس صورت حال پر ہم نے سینکڑوں آیات لکھی ہیں ۔ اور برابر لکھتے رہیں گے ۔ اس صورت حال پر یہ آیات (۶ تا ۴ / ۴۰) رسولؐ اللہ کو خبردار کررہی ہیں اور بتا رہی ہیں کہ تمام اُمتوں کے اجتہادی مسلمانوں نے اپنے اپنے رسولؐوں کو اسی طرح دینی بحث میں الجھانا چاہا تھا۔ جس طرح یہ قریش کے مسلمان مجتہدین تمہارے ساتھ آیات کی تعبیرات پر مباحثہ کر رہے ہیں ۔ اور یہ کہ مجتہدین کا ہمیشہ ہمیشہ یہ طریقہ رہا کہ آیات خداوندی کی ایسی ایسی تعبیرات کر ڈالو کہ رسولؐ حیران ہو کر نظام اجتہاد کو اختیار کر لے لہٰذا اے رسول تم ان کی دل بہلانے والی تعبیرات میں نہ الجھ جانا۔ جس طرح مسلمان مجتہدین ہر زمانہ میں ہر نبیؐ پر اجتہاد مسلط کرنا چاہتے رہے ۔ اسی طرح اللہ انہیں ماخوذ کرتا اور عذاب نازل کر کے تباہ کرتا رہا ہے ۔ لہٰذا تم ان کے مباحثوں سے بھُلاوے میں نہ آجانا ہم نے ان سے پہلے والے مجتہدین پر اور تمہارے مخاطب اجتہاد نواز مسلمانوں پر بھی عذاب کے باوجود آخر میں جہنم واجب کر دیا ہے ۔(۶ / ۴۰) یعنی عذاب نازل کرنے سے ان کے ان مظالم و اعمال کی سزا پوری نہیں ہوتی جو وہ مخلوق خدا کے ساتھ کر رہے تھے۔ ورنہ عذاب کے بعد ان کو جہنم میں کیوں ڈالا جاتا تھا؟ اور چونکہ جہنم میں ڈالنا بھی عذاب ہی ہے اس سے بھی مظلوموں کا انصاف نہیں ہوتا ۔ نہ مظلوموں کے نقصانات پورے ہوتے ہیں ۔

(۲ ۔ب) عذاب سے ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف نہیں ہوتا ۔دنیا میں مظلوموں کو ظالموں سے ان کے حقوق دلانا، ان کے نقصان پورے کرنا ۔ان کی تکلیفوں کا عملاً اور مادی طور پر ازالہ کرنا، انصاف و عدل کا تقاضا ہے اور یہ زمانہ رجعت ہی میں ہو گا۔ عذاب تو دین قبول نہ کرنے اور ہٹ دھرمی کی سزا ہے، نہ کہ لوگوں کو بے جرم و خطا قتل کرنے، لوٹنے ، بھوکا پیاسا رکھنے ، قید و بند میں رکھنے اور بے عزت کرنے کی سزا۔ جرائم کی تو وہی سزا ملنا چاہئے جو قرآن میں لکھی ہوئی ہے ۔ مثلاً قاتل کو قتل کیا جائے ، چور کے ہاتھ کاٹے جائیں زانی کو سنگسار کیا جائے یعنی جیسا کرنا ویسا بھرنا۔ ناک کاٹنے کی سزا جہنم میں دھکیلنے سے پوری نہیں ہوتی ۔

(۲ ۔ج) رسولؐ اللہ سے اور دیگر رسولؐوں سے مجادلہ کرنے والوں کو مسلمان اور مجتہد کیوں قرار دیا ؟

یہاں قومی علما کی بگاڑی ہوئی ذہنیت یہ سوال کرنے کا حق رکھتی ہے کہ جناب ان آیات (۴ تا ۶ / ۴۰) میں مجادلہ کرنے والوں کو اللہ نے کافر فرمایا ہے اور آپ نے انہیں نہ صرف مسلمان لکھ دیا بلکہ انہیں مجتہد بھی بنا ڈالا ہے ۔ جواب یہ ہے کہ کافر کے معنی ہرگز غیر مسلم نہیں ہیں (حدید ۲۰ / ۵۷) اور (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹)

یہ ایک انقلاب انگیز سازش تھی جو قرآن کے خلاف عہد رسولؐ سے لے کر آج تک مسلمانوں نے جاری رکھی ہے جس میں قرآن کے حقیقی معنی کی جگہ مصنوعی اور خود ساختہ معنی لوگوں کے اذہان میں بٹھا دیئے گئے ہیں ۔ اور ہم ان خود ساختہ معنی کو قلب و ذہن سے مٹانا اور حقیقی معنی بٹھانا چاہتے ہیں۔ کافر ہروہ شخص ہے جو کسی بھی حقیقت کو اپنے فائدے کے لئے چھپائے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو ۔ اور یہی معنی مذکورہ آیت میں یہ کہہ کر ظاہر کئے گئے ہیں کہ ”وہ لوگ آیات

عرش یعنی مرکزِ حکومتِ خداوندی کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہیں اور اُس حکومت کے باقی ذمہ دار لوگ اپنے پروردگار کی ہمہ گیری کو حمد وثنا کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور روز افزوں ایمان لاتے چلے جاتے ہیں اور صاحبان ایمان لوگوں کے لئے یوں دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو اپنی کائناتی رحمتؐ اور علمؑ کے ذریعہ ہرہر چیز پر	یَحۡمِلُوۡنَ الۡعَرۡشَ وَ مَنۡ حَوۡلَهٗ يُسَبِّحُوۡنَ اٹھا رہے ہیں عرش کو اور جو کوئی کہ گرد اس کے ہیں پاکی بیان کرتے ہیں بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ وَ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ساتھ تعریف رب اپنے کی اور ایمان لاتے ہیں ساتھ اس کے اور بخشش مانگتے ہیں لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ رَبَّنَا وَسِعۡتَ كُلَّ شَىۡءٍ واسطے ان لوگوں کے جو کہ ایمان لائے اے پروردگار ہمارے سالیا تو نے ہر چیز کو

کے معنی فریب دینے کے لئے بدلتے ہیں" لہٰذا اگر وہ غیر مسلم ہوتے تو انہیں آیات سے کوئی سروکار نہ ہوتا ان کا آیات کو اپنے لئے غلط یا صحیح دلیل بنانا انہیں غلط یا صحیح مسلمان ثابت کرتا ہے اور جو لوگ آیات خداوندی پر اتنی دسترس رکھتے ہوں کہ ان کی ایسی تاویلیں اور مفاہیم پیش کردیں کہ اللہ کو (معاذاللہ) یہ خطرہ محسوس ہونے لگے کہ کہیں (معاذاللہ) رسولؐ ان تاویلوں سے بہک نہ جائے۔ وہ لوگ یقیناً بہت بڑے عالم اور مجتہد ہی ہو سکتے ہیں۔عوام اور جہلاء رسولؐ کے سامنے ایسے دل لگتے اور قومی مفاد کے حامل مطالب پیش نہیں کر سکتے اور مجتہد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ رسولؐ کے بیان کردہ مفاہیم کو اختیار نہ کرے بلکہ اپنے یقین کے مطابق رسولؐ سے بہتر اور مفید تر مطالب اخذ کرکے سنوار کر پیش کر دے۔ اور یہی کچھ علامہ نے ذرا تکلف اور قومی پردہ ڈال کر فرمایا ہے سنئے :

(۲۔ د) رسولؐ سے آیات پر مجادلہ کرنے اور اپنی قوم کے مفاد میں مطلب اخذ کرنے والے مسلمان ہی تھے۔

" سیاق و سباق کو نگاہ میں رکھنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں کفر کرنے والے سے مراد ہر وہ شخص نہیں ہے جو مسلمان نہ ہو۔ اس لئے کہ جو غیر مسلم اسلام کو سمجھنے کی غرض سے نیک نیتی کے ساتھ بحث کرے اور تحقیق کی غرض سے وہ باتیں سمجھنے کی کوشش کرے جن کے سمجھنے میں اسے زحمت پیش آ رہی ہو۔ اگرچہ اسلام قبول کرنے سے پہلے تک اصطلاحاً ہوتا وہ بھی کافر ہی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس پر وہ بات راست نہیں آتی جس کی اس آیت میں مذمت کی گئی ہے "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۹۳)

قارئین علامہ کے اس بیان پر غور کریں کہ انہوں نے سیدھی طرح یہ نہیں کہا کہ آیات میں مجادلہ کرنے والے لوگ غیر مسلم نہیں تھے۔ بلکہ وہ مسلمان لوگ تھے جو رسولؐ سے بحث و مباحثہ کرتے اور آیات کے مجتہدانہ مفاہیم اخذ کرتے تھے بہرحال علامہ اس حقیقت کو چھپانے کی بنا پر معنوی حیثیت سے کافر ہو گئے۔ اور اس طرح اپنے عہد رسولؐ کے بزرگوں اور علما کے ساتھ شامل ہو گئے اگر علامہ کھل کر مان لیتے کہ رسولؐ اللہ سے مسلمان ہی آیات کے معنی میں مباحثہ و مجادلہ کرتے تھے تو انہیں بتانا پڑتا کہ وہ کون لوگ تھے؟ مگر علامہ سب کچھ بتا سکتے ہیں مگر یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ کون کون صحابہ تھے؟ بہرطور ہمارے قارئین نوٹ کرلیں کہ عہد رسولؐ میں رسولؐ کے مخالف جن کو بقول علامہ اصطلاحاً کافر کہا جاتا رہا ہے۔ سب مسلمان تھے۔ مگر اجتہادی مسلمان تھے اور بعد رسولؐ بھی اجتہادی مسلمانوں ہی نے رسولؐ کی جگہ حکومت بنائی تھی۔ اور آج چودہ سو سال سے مسلسل اجتہادی مسلمان چلے آ رہے ہیں۔ لہٰذا اہل مکہ یا اہل قریش یا اہل عرب کو غیر مسلم کہنا بھی ایک فریب ہے وہ سب بعثتِ رسولؐ سے پہلے ہی کے مسلمان تھے انہیں کافر اس لئے کہا گیا ہے کہ اپنا اقتدار واجتہاد جاری رکھنے اور عوام پر اپنی تقلید و اطاعت واجب رکھنے کے لئے خالص احکامِ قرآن کو نافذ کرنے کی حقیقت کو چھپاتے تھے وہ رسولؐ کو چھوڑ کر جمہوری فیصلے کے لئے طاغوت یعنی جمہوری ادارے سے رجوع کرتے تھے۔ (نساء ۶۵۔۶۰ / ۴)

(۲۔ ہ) رسولؐ اللہ سے آیات پر مجادلہ کرنے والے غیر مسلم لوگ نہیں بلکہ صحابہ اور صحابیات تھے۔ایک سورۂ کا نام ہی مجادلہ ہے۔

ہم علامہ کے قلم سے دکھاتے ہیں کہ رسولؐ اللہ سے مجادلہ کرنے والے نہ صرف مسلمان تھے بلکہ مخصوص صحابہ اور صحابہ کی ازواج تھیں۔ اور یہ

رَّحۡمَةً وَّ عِلۡمًا فَاغۡفِرۡ لِلَّذِيۡنَ تَابُوۡا وَ اتَّبَعُوۡا

رحمت کر اور علم کر پس بخش واسطے ان لوگوں کے کہ توبہ کی اور پیروی کی

سَبِيۡلَكَ وَ قِهِمۡ عَذَابَ الۡجَحِيۡمِ ۞ رَبَّنَا وَ اَدۡخِلۡهُمۡ

راہ تیری کی اور بچا ان کو عذاب دوزخ کے سے اے پروردگار ہمارے اور داخل کر

جَنّٰتِ عَدۡنِ اۨلَّتِىۡ وَعَدْتَّهُمۡ وَ مَنۡ صَلَحَ

ان بہشتوں ہمیش رہنے کی میں جو وعدہ دیا ان کو تو نے اور جو لائق بہشت کے ہیں

وسیع احاطہ کئے ہوئے ہے لہٰذا تو ان لوگوں کو گناہوں سے تحفظ عطا فرما جنہوں نے غلط راہ چھوڑ کر تیری طرف اصلاح کے لئے توجہ کی اور تیری راہ کی پیروی اختیار کرلی اور انہیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔(۸) اور اے پروردگار ہمارے ان کوان ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان کے لئے وعدہ کر رکھا ہے۔

کہ یہ مجادلہ ایسا اہم تھا کہ اللہ نے قرآن کی ایک سورت کا نام ہی اَلۡمُجَادَلَةُ رکھ دیا۔ لہٰذا اس سورۂ مجادلہ کی ذیل میں چند باتیں علامہ سے سن کر ہمارے بیانات و نظریات و عقائد کی تصدیق کرلیں۔ تاکہ آئندہ آپ اہل عرب اہل مکہ اور قریش کو کافر مشرک اور بے دین وغیرہ کہتے ہوئے ذرا جھجک تو محسوس کریں۔ علامہ کہتے ہیں کہ:

(۱) سورۂ مجادلہ قریشی اجتہاد اور مسائل و احکام گھڑنے کا ریکارڈ ہے علامہ کا اقبالی بیان ؟

"اس سورۃ میں مسلمانوں کو ان مختلف مسائل کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں جو اس وقت درپیش تھے۔ آغاز سورہ سے آیت ۶ تک ظہار کے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس کے ساتھ مسلمانوں کو پوری سختی کے ساتھ متنبہ کیا گیا ہے کہ اسلام کے بعد بھی جاہلیت کے طریقوں پر قائم رہنا اور ۔۲۔ اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو توڑنا یا ۔۳۔ ان (حدود۔احسن) کی پابندی سے انکار کرنا یا۔۴۔ ان (حدود۔احسن) کے مقابلہ میں خود اپنی مرضی سے کچھ قاعدے اور قوانین بنانا قطعی طور پر ایمان کے منافی حرکت ہے ۔۵۔ جس کی سزا دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بھی اس پر سخت باز پرس ہونی ہے"۔ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۳۶)

(۲) قریشی مجتہدانہ مسائل تباہ کن بھی تھے رسولؐ اللہ سے ایک عورت کی فریاد ؟ دوسری بات سنیں:

"اس سورۂ کا نام المُجَادَلَة بھی ہے اور المُجَادِلَة بھی ہے یہ نام پہلی ہی آیت کے لفظ تُجَادِلُكَ سے ماخوذ ہے۔ چونکہ سورۃ کے آغاز میں ایک خاتون کا ذکر آیا ہے جنہوں نے اپنے (مسلمان۔احسن) شوہر کے ظہار کا قضیہ رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرکے بار بار اصرار کیا تھا کہ آپؐ کوئی ایسی صورت بتائیں جس سے ان کی اور ان کے بچوں کی زندگی تباہ ہونے سے بچ جائے"۔(تفہیم القرآن جلد۵ صفحہ۳۳۶)

(۳) قریش نے قبل بعثت والے اجتہادی اسلام کو کبھی ترک نہیں کیا۔ ۵ ھ کے بعد تک قرآن کے خلاف اجتہاد کرنا ثابت ہے۔

علامہ کے قلم سے یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں میں اجتہاد کرنے والے مسلمان موجود تھے اور وہ قرآنی احکام کے خلاف اپنے اجتہادی مسائل پر عمل کرتے رہتے تھے اور علامہ مانتے ہیں کہ سورۂ مجادلہ کے نازل ہونے کا "زمانہ غزوۂ احزاب شوال ۵ ھ کے بعد کا ہے"۔(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۳۶) لہٰذا جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ لوگ ۵ ھ کے بعد تک اپنے سابقہ اجتہادی اسلام پر عمل کر رہے تھے تو یہ خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کہ انہوں نے آنحضرتؐ کے اعلان نبوت سے لیکر آج تک برابر اجتہادی اسلام ہی پر عمل کیا ہے اور آج تک اجتہادی مسلمانوں میں کئی ایک ایسے احکام پر عمل ہو رہا ہے جو قرآن کے صریحی احکام کے خلاف ہیں۔ (مثلاً مسئلہ خمس اور مؤلفۃ القلوب)

(۴) زمانہ رجعت کا تعین کرنے والی آیات کی تمہید عرش خداوندی یعنی حکومت الٰہیہ کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں عرش خداوندی کا تذکرہ بار بار اور کئی طرح ہوا ہے عرش کے معنی تخت کے ہیں ان معنی میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے بعض سیدھے سادے علما نے تو اپنے ترجموں میں کھل کر یہ لکھ دیا کہ اللہ پوری کائنات کا حکمران، بادشاہ اور فرمانروا ہے اور کائناتی انتظام و حکمرانی کے لئے اللہ عرش پر تخت نشین ہوا کرتا ہے۔

اور ان کے والدین وازواج اور ذریت میں سے جو اصلاح یافتہ ہوں ان کو بھی ان مومنین کے ساتھ ساتھ جنتوں میں داخل فرمانا حقیقت یہ ہے کہ تو ہی ہر حال میں غالب حکمت والا ہے (۹) اور ان سب کو اس روز اپنی کی ہوئی برائیوں سے بچا لینا اور جس کسی کو تو اس دن اس کی برائیوں کی بُری سزاؤں سے بچا دے گا تو یقیناً تیری رحمتؑ ہی اس کو بچائے گی ۔ اور وہ اسکی عظیم الشان کامیابی ہوگی

مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ

باپوں ان کے سے اور بی بیوں ان کی سے اور اولاد ان کی سے تحقیق تو ہی ہے غالب

الْحَكِيْمُ ۙ﴿۸﴾ وَ قِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَ مَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ

حکمت والا اور بچا ان کو برائیوں سے اور جس کو بچایا تو نے برائیوں سے اس دن

فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۧ﴿۹﴾

پس تحقیق مہربانی کی تو نے کو اس کو اور یہ بات وہی ہے مراد پانا بڑا

(۳ ۔ الف) قومی علما اور ان کے سرگروہ کے نزدیک عرش خداوندی کی پوزیشن ۔ اور علامہ مودودی لکھتے ہیں کہ:

"خدا کے استواء علی العرش "(تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہونے) کی تفصیلی کیفیت کو سمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے بعد کسی مقام کو اپنی اس لامحدود سلطنت کا مرکز قرار دے کر اپنی تجلیات کو وہاں مرتکز فرما دیا ہو اور اسی کا نام عرش ہو۔ جہاں سے سارے عالم پر وجود اور قوت کا فیضان بھی ہو رہا ہے اور تدبیر امر بھی فرمائی جا رہی ہے "۔ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۶) چند سطروں کے بعد لکھا کہ : ۲۔"یہاں ایک بات اور قابل توجہ ہے کہ قرآن مجید میں خدا اور خلق کے تعلق کو واضح کرنے کے لئے انسانی زبان میں سے زیادہ تر وہ الفاظ و مصطلحات استعارے اور انداز بیان انتخاب کئے گئے ہیں جو سلطنت و بادشاہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ طرز بیان قرآن میں اس قدر نمایاں ہے کہ کوئی شخص جو سمجھ کر قرآن کو پڑھتا ہو اسے محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا " (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۶،۳۷) یہی بات یوں بھی فرمائی گئی ہے کہ :

عرش مرکزِ حکومتِ خداوندی ہے اور قرآن میں بادشاہانہ اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں ۔ (۳)"البتہ یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حکومت و فرمانروائی اور اس کے معاملات کا تصور دلانے کے لئے لوگوں کے سامنے وہی نقشہ پیش کیا گیا ہے جو دنیا میں بادشاہی کا نقشہ ہوتا ہے، اور اس کے لئے وہی اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں جو انسانی زبانوں میں سلطنت اور اس کے مظاہر و لوازم کے لیے مستعمل ہیں، کیونکہ انسانی ذہن اسی نقشے اور ان ہی اصطلاحات کی مدد سے کسی حد تک کائنات کی سلطانی کے معاملات کو سمجھ سکتا ہے یہ سب کچھ اصل حقیقت کو انسانی فہم سے قریب تر کرنے کے لئے ہے، اس کو بالکل لفظی معنوں میں لینا درست نہیں ہے" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۷۵)

اللہ خود عرش پر بیٹھا ہوا نہ ہوگا ۔عرش کو آٹھ افراد کے اٹھانے کا مطلب علامہ کی زبانی ۔

عرش کے متعلق علامہ کی ایک اور اہم بات بھی سنتے چلیں ارشاد ہوا ہے کہ : (۳) "یہ آیت (الحاقہ ۱۷ / ۶۹) متشابہات میں سے ہے جس کے معنی متعین کرنا مشکل ہے ۔ ہم نہ یہ بیان کرسکتے ہیں۔ کہ عرش کیا چیز ہے اور نہ یہی سمجھ سکتے ہیں کہ قیامت کے روز آٹھ فرشتوں کے اس کو اٹھانے کی کیفیت کیا ہوگی مگر یہ بات بہر حال قابل تصور نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوگا اور آٹھ فرشتے اس کو عرش سمیت اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ آیت میں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہو گا اور ذات باری کا جو تصور ہم کو قرآن مجید میں دیا گیا ہے وہ بھی یہ خیال کرنے میں مانع ہے کہ وہ جسم اور جہت اور مقام سے منزّہ ہستی کسی جگہ متمکن ہو ۔ اور کوئی مخلوق اسے اٹھائے۔ اس لئے کھوج کرید کرکے اس کے معنی متعین کرنے کی کوشش کرنا اپنے آپ کو گمراہی کے خطرے میں مبتلا کرنا ہے۔ "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۷۵)۔

(۳۔ب) علامہ کے تینوں بیانات کی رو سے ولی اور اولیا اور مولیٰ اور اَمْرٌ اور خلیفہ وغیرہ کے معنی حکمران و حکومت ہیں۔

علامہ کی عرشی تشریحات کے بعد قارئین سوچیں کہ انہوں نے مولیٰ ،ولی ،اولیا ،خلیفہ ،سلطان ایسے سینکڑوں الفاظ کے ترجمہ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ	(۱۰) جن لوگوں نے حق کو چھپایا تھا رجعت کے
تحقیق وہ لوگ جو کافر ہوئے پکارے جاویں گے البتہ ناخوش رکھنا خدا کا بہت بڑا ہے	دن ان کو پکار کر کہا جائے گا کہ " آج تمہیں
مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى	جتنا شدید غصہ اپنے اوپر آ رہا ہے اللہ تم پر
ناخوش رکھنے تمہارے سے اپنے تئیں جس وقت کہ پکارے جاتے تھے تم طرف	اس سے بڑھ کر نفرین کرتا تھا جب کہ تمہیں
الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۞ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ	ایمان اختیار کرنے کی دعوت دی جاتی تھی تو
ایمان کی پس کفر کرتے تھے تم کہیں گے اے رب ہمارے مارا تو نے ہم کو دوبار	تم ایمانی حقائق کو چھپا دیا کرتے تھے (۱۱) حق پوش لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو ہمیں دو مرتبہ موت سے دو چار کر چکا

کرنے میں یہ خیال کیوں نہ رکھا کہ یہ اور اس قسم کے دیگر الفاظ اللہ تعالیٰ کی مطلق العنان حکمرانی اور بادشاہت کے لئے استعمال ہوئے ہیں ؟اور کیوں حکومت الٰہیہ کا تعین کرنے والی آیت کے ترجمہ میں اللہ ،رسوؐل اور ان مومنین کو جو زکوٰۃ کا نصاب واجب نہ ہوتے ہوئے بھی اور انتہائی ناداری کے عالم میں بھی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، بادشاہانِ کائنات نہ مانا ؟ اور کیوں یہ عامیانہ یا مولویانہ ترجمہ کردیا کہ :"تمہارے رفیق تو حقیقت میں صرف اللہ اور اللہ کا رسوؐل اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں ،زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں "(تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ ۴۸۲ آیت (مائدہ ۵۵ / ۵) اس "مکذّب قرآن سے معلوم کرناچاہئے کہ اللہ نے تو آیت میں اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ ﴿۵۵﴾ (المائدۃ) فرمایا ہے۔یہ لفظ ولی کا ترجمہ رفیق کیوں کردیا جب کہ اللہ کو یہ لفظ رفیق معلوم تھا اور اس نے اس لفظ کو قرآن میں ایک مرتبہ استعمال بھی کیا ہے (نساء ۶۹ / ۴) اور اللہ کو خالق و مالک و رب العالمین ہوتے ہوئے رفیق قرآن کی کونسی آیت کی سند سے بنا دیا ؟ اور کیوں نہ یہاں کم از کم وہ معنی کئے جو تم ہی نے اس آیت (بقرہ ۲۰۵ / ۲) میں تَوَلّٰى کے یعنی ولی بن بیٹھنے کے کئے ہیں :"جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے ،کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے "۔(۲۰۵ / ۲) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۱۵۹)

قارئین دیکھیں کہ پہلی جگہ اسی لفظ کا ترجمہ رفیق تھا۔ تو یہاں بھی یہ ترجمہ کرنا چاہئے تھا کہ "جب وہ رفیق بن جاتا ہے" یہ ہیں علامہ کی وہ خیانتیں اور بد دیانتیاں جو وہ "ولی "کے ترجمہ میں کرتے رہے ہیں ۔ حالانکہ ان کی مسلّمہ اصطلاحات کی روشنی میں دونوں آیات میں ترجمہ یوں چلنا چاہئے تھا کہ : اوّل:"تمہارا بادشاہ اللہ ہے اللہ کا رسوؐل ہے اور وہ مومنین ہیں جو نہایت عسرت و ناداری کے عالم میں بھی زکوٰۃ دیتے ہیں "(۵۵ / ۵) دوم:"جب وہ بادشاہ بن بیٹھتا ہے تو زمین کو فتنہ و فساد سے بھر دیتا ہے کھیتیوں کو غارت کردیتا ہے اور نسل انسانی کو قتل عام سے تباہ کر دیتا ہے۔"(۲۰۵ / ۲)

یہ ہیں وہ اصطلاحات جن کو بگاڑنے اور جن میں اپنے لیڈروں کو شامل وشریک کرنے کی بنا پر مشرک و جہنمی ہو گئے اور روئے زمین کو قتل گاہ اور فتنہ و فسادو غارتگری کا اکھاڑہ ایک ہزار سال تک بنائے رکھا۔ (بقرہ ۲۰۵ / ۲)

یہاں قارئین یہ سمجھ لیں کہ علامہ کی مسلّمہ اصطلاحات کی بنا پر ولیؑ ،مولیٰؑ ، والی ، موالی وغیرہ کے ترجمے ہم نے حکومت الٰہیہ کو مدنظر رکھ کر کئے ہیں ۔

(۳۔ج) قیامت کے پہلے مرحلے میں رجعت وقوع میں آئے گی یہاں آیت (۷ / ۴۰ مومن) میں وہی نظارہ ہے۔

یہ تذکرہ ہوچکا ہے کہ انسانوں کے لئے مہلت کا دور ختم ہو تے ہی حضرت حجتؑ امام دوازدہم کے ظہور کا اعلان ہو جائے گا۔ زمین اپنے رب کے نوؒر سے چمک اٹھے گی (۶۹ / ۳۹ زمر) اس لئے کہ امام عصرؑ بے نقاب ظہور فرمائیں گے ۔ تمام انبیاؑ اور شہداء اور ان کی اُمتیں حاضر ہو جائیں گی (زمر ۶۹ / ۳۹) تمام ملائکہ اپنی صحیح ترتیب کے ساتھ نازل ہو کر صف بستہ کھڑے ہوں گے (فرقان ۲۵ ،۲۲ / ۲۵) تمام دیگر مخلوقات چرندو پرند مختلف اُمتوں کی صورتوں میں جمع کرلئے جائیں گے (۳۸ / ۶) اور درمیان میں عرش خداوندی یعنی مرکز حکومت الٰہیہ آراستہ کیا گیا ہو گا ۔ جس کے چاروں طرف ملائکہ

وَ اَحۡيَيۡتَنَا اثۡنَتَيۡنِ فَاعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوۡبِنَا فَهَلۡ	اور پھر دو مرتبہ ہمیں مرجانے کے بعد زندگی عطا کی ہے اب ہم نے اپنے تمام متعلقات اور گناہوں کا اعتراف کر لیا اب یہ بتا کہ کیا کوئی ایسا طریقہ ہے جس پر عمل کرکے ہم عذاب سے نکل سکیں (۱۲) سنو تمہارے لئے عذاب کا وہ حکم اس لئے مستقل ہے کہ جب بھی اللہ کو تمہارے لیڈروں سے الگ کر کے تنہا پکارا جاتا تھا تو تم حقیقت کو چھپاتے تھے اور اگر اللہ کے ساتھ تمہارے لیڈروں کو شریک کر لیا جاتا تھا
اور جلایا تو نے ہم کو دوبار پس اقرار کیا ہم نے ساتھ گناہوں اپنے کے پس کیا ہے	
اِلٰى خُرُوۡجٍ مِّنۡ سَبِيۡلٍ ۞ ذٰلِكُمۡ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِىَ اللّٰهُ وَحۡدَهٗ	
طرف نکلنے کے کوئی راہ یہ اس واسطے ہے کہ جب پکارا جاتا تھا اللہ اکیلا	
كَفَرۡتُمۡ ۚ وَ اِنۡ يُّشۡرَكۡ بِهٖ تُؤۡمِنُوۡا ؕ	
کفر کرتے تھے تم اور اگر شریک لایا جاتا تھا ساتھ اس کے اقرار کرتے تھے تم	

مقربین حمدوثنا ئے خداوندی بجا لا رہے ہوں گے (زمر ۷۵ / ۳۹)اور اب تمام فیصلے صادر کئے جائیں گے (۷۵ / ۳۹) تمام دینی اختلافات ہر اختلاف کرنے والے کوسنا کر حقیقت حال پر مطلع کر دیا جائے گا (زمر ۳ / ۳۹) اور تمام انسانوں کو ان کی کارکردگی بتا دی جائے گی (زمر ۷ / ۳۹)اس نظارہ کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ سب کچھ جن حضرات کے سامنے وقوع میں آئے گا وہ حاملان عرش ہیں(مومن ۷ / ۴۰) یہ حضرات وہ ہوں گے جن کو اللہ نے حکومت الٰہیہ سپرد کی تھی اور ظاہر ہے کہ جانشینانِ خداوندی یا خلفائے خداوندی یا سربراہانِ حکومتِ الٰہیہ انبیاؑ ورسلؑ ہیں (بقرہ ۳۰ / ۲،عمران ۸۱ / ۳) مگر آج تمام انبیاؑ علیہم السلام اوران کی اُمتیں دادخواہی و باز پرس کے لئے جمع ہیں آج جسؑ کی حکومت ہے وہؑ صاحب عصر و الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے ۔جس کی حکومت کواللہ اپنی حکومت کہے گا (۱۶ / ۴۰مومن) اس لئے کہ اس حکومت میں الکتاب کے ہر ہر حکم و احتیاط پر لفظ بہ لفظ عمل ہو رہا ہو گا (زمر ۶۹ / ۳۹) لہٰذا عرش کو اٹھانے والے حکومت الٰہیہ کے لئے ذمہ دار حضرت حجت علیہ السلام ہیں اور وہیؑ وہ نورِ خداوندی ہیں جو اس عرش یا تخت پہ حکومت الٰہیہ سے احکامات و فیصلے صادر کریں گے انہیؑ کے حضور تمام مقدمات پیش ہونگے اور تخت حکومت الٰہیہ کے چاروں طرف انبیاؑ اولواالعزم اور محمدؐ مصطفی اور آئمہ اہلؑ بیتؑ اور ملائکہِ مقربین مومنین کی سفارش و شفاعت کرتے جائیں گے (مومن ۹تا۷ / ۴۰) جنہیں پروانہ جنت دیا جاتا رہے گا ۔یہیں سے تمام مجرموں کو دنیاوی سزاؤں کے احکام جاری ہوں گے اور آخری فیصلہ جہنم میں قیام کا نافذ ہو گا اسی تخت حکومت الٰہیہ کے سامنے بے دینوں ، مصنوعی دینداروں ، نظام اجتہاد کے پیروؤں ، منافقوں کی پیشی ہو گی ۔ وہ معافیاں طلب کریں گے اور اپنے بچ نکلنے کے لئے اپنے عذرات اور بخشیں پیش کریں گے۔

(۳۔د) آیات (۱۲تا۱۰ / ۴۰) میں رجعت و قیامت کا حقیقی ثبوت اور ناقابل تردید مثالی دلیل ہے ۔

اور کہیں گے کہ اے پروردگار تو نے ہمیں دنیا میں دو مرتبہ موت سے دوچار کیا۔اور دو دفعہ مارنے کے بعد پھر دوبار ہی ہمیں اسی جسم کے ساتھ زندہ کیا لہٰذا اب ہم اپنے گناہوں اور غلط متعلقات سے واقف ہو گئے ہیں کیا اب کوئی ایسا طریقہ ہے جس سے ہم اس دوسری زندگی میں پہلی زندگی کے غلط اعمال کا تدارک کر سکیں؟ (۱۱ / ۴۰) یہ آیت ہم نے سورۂ زمر کی پہلی ہی تشریح کے ثبوت میں پیش کی تھی اور بتایا تھا کہ دنیا میں انسان کو آزادانہ اعمال بجا لانے کا موقع دیا جاتا ہے ۔ پھر اس کو موت آتی ہے اس کے بعد تمام علما نے مانا ہے کہ قیامت میں زندہ کیا جائے گا یعنی ہر آدمی کو زندگی کے دوران ایک موت آئے گی اور قیامت میں ایک دفعہ مردوں کو زندہ کیا جائے گا اس طرح ایک وہ زمانہ ہوا جس میں پیدا ہونے کے بعد زندگی کے اعمال بجا لانے کا موقع ملا تھا وہ موقع پہلی موت سے ختم ہو گیا پھر قیامت کے حساب کتاب کے لئے زندہ کیا گیا اس طرح انسان کی ایک موت اور ایک بار زندہ ہونا مانا گیا ہے۔ لیکن یہ آیت (۱۱ / ۴۰) دو دفعہ مارنا اور دو دفعہ مارنے کے بعد دوہی مرتبہ زندہ کرنا بتاتی ہے اور دو دفعہ کی موت اور زندگی رجعت کے زمانہ کو تسلیم کئے بغیر پوری نہیں ہوتی لہٰذا قدرتی زندگی گزارنے کے بعد موت واقع ہونا پہلی موت ہوئی۔ پھر رجعت کے لئے زندہ کیا جانا، پہلی دفعہ مردوں کو زندہ کیا جانا ہوا۔ اس کے بعد قیامت کے پہلے صور سے رجعت کے دوران سزائیں بھگتنے والے بھی اور باقی تمام اس زمانہ کے زندہ لوگ (ماشاء اللہ کے علاوہ سب) مر جائیں گے ۔

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ	توتم ایمان لے آتے تھے۔ بہرحال حکومت تو بڑے علی
پس حکم واسطے اللہ بلند بڑے کے ہے۔وہی ہے جو دکھلاتا ہے تم کو	اللہ کے لئے خاص ہے (۱۳) اللہ وہی تو ہے جو تمہیں اپنے
اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا	معجزات دکھاتا رہتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے سامان
نشانیاں اپنی اور اتارتا ہے واسطے تمہارے آسمان سے رزق اور نہیں	حیات و ترقی نازل کرتا رہتا ہے۔ اور ان معجزات اور سامان
يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ	حیات و ترقی کے نزول سے کوئی بھی سبق نہیں لیتا سوائے
نصیحت پکڑتا مگر جو کہ رجوع کرتا ہے پس پکارو اللہ کو خالص کر	ان لوگوں کے جو نیابتِ حکومتِ الٰہیہ والے مومنین ہیں (۱۴) چنانچہ اے نیابت و ولایت پر ایمان رکھنے والو تم دین سے قریشی لیڈروں کی نفی کرکے اللہ کو خالص طور پر پکارا کرو

چنانچہ رجعت والے لوگوں کی یہ دوسری موت ہو گی اس کے بعد والے صور سے پوری نوع انسان آخری فیصلہ سننے کے لئے زندہ کردی جائے گی رجعت کے لئے زندہ کئے جانے والوں کی یہ دوسری زندگی ہوگی اور اب یہ لوگ کہیں گے کہ ہمیں ہمارے غلط اعمال سے عملاً متعارف کرا دیا گیا ہے کیا اب جہنم سے بچ نکلنے کا کوئی طریقہ ہے (۱۱ / ۴۰) یہ ہے عقیدہ رجعت کا وہ ثبوت جس کو کسی طرح غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

(۳۔ ہ) جنت اور جہنم درحقیقت سیدھی سادی دیندارانہ یا بے دینی کی زندگی کی مستقل سزا ہے۔

بظاہر نظر جب تمام غلط کاریوں اور سرکشیوں، گناہوں اور جرائم کی سزا رجعت کے زمانہ میں عملاً اسی طرح مل گئی جس طرح دنیامیں عمل کیا تھا تو اب کسی انسان کو کوئی اور عذاب یا سزا نہیں ملنا چاہئے لیکن یاد رکھیں کہ رجعت کے زمانہ کی سزائیں حقوق العباد کے خلاف عمل درآمد کے لئے تھیں۔ حقوق اللہ کے خلاف زندگی بسر کرنے کی سزا میں اب جہنم واصل کیا جائے گا علاوہ ازیں یہ کہا جا چکا ہے کہ رجعت صرف ان لوگوں کی ہوگی جو کسی وجہ سے جزا اور سزا سے محروم رہ گئے تھے۔ لیکن ان لوگوں کو رجعت کے لئے زندہ نہ کیا جائے گا جو دیندارانہ زندگی بسر کر گئے اور ان پر کسی انسان کا کوئی حق باقی نہ رہا۔ اسی طرح ان لوگوں کو بھی رجعت کے لئے زندہ کرنا ضروری نہیں ہے جنہوں نے بے دینی اختیار کی لیکن کسی دوسرے انسان پر کوئی زیادتی نہیں کی۔ مرنجان مرنج رہے۔ اور مرگئے تھے۔ اور اسی کا ثبوت ہے آیت (۱۲، ۱۰ / ۴۰) میں۔ جہنم سے بچ نکلنے کا طریقہ پوچھنے والوں کو یہ کہا گیا کہ تم تو وہ لوگ ہو کہ جب تمہیں اپنے لیڈروں کی نفی کر کے تنہا اللہ کے اقتدارِ حکومت و ولایت کو اختیار کرنے کو کہا جاتا تھا تو تم عقیدہ ولایت اور اللہ کی عملی حکومت کو غصب کرنے کے لئے حقیقت حال کو چھپانے میں لگ جاتے تھے اور جب تمہارے لیڈروں کو حکومت الٰہیہ میں حصہ دار بنانے کی بات ہوتی تھی تو تم صدق دل سے اس پر ایمان لے آیا کرتے تھے۔ (۱۲ / ۴۰) چنانچہ آج تو اسی کبریائی والے علی اللہ کا حکم نافذ ہونا ہے (۱۲ / ۴۰) اس نے تمہیں اپنی آیات نازل کر کے دکھائیں، تمہیں آسمانوں سے سامان حیات فراہم کرتا رہا لیکن ان تمام ہی احسانات کا تم نے کوئی اثر نہ لیا اور یہ کام امامت و نیابت و حکومتِ الٰہیہ والوں کے لئے چھوڑے رکھا۔ اس لئے اب جہنم سے بچ نکلنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہ گئی ہے (۱۳ / ۴۰) بہرحال آج جتنا تمہیں اپنے اوپر غم و غصہ اور نفرت ہے اس سے کہیں زیادہ نفرت اللہ کو تم سے اس وقت ہوئی تھی جب تم ایمان لانے والی حقیقتوں کو چھپانے میں مصروف رہا کرتے تھے (۱۰ / ۴۰) اسی کی سزا میں تم سب جہنم واصل کئے جا رہے ہو۔

(۴) آیات (۲۰ تا ۱۴ / ۴۰) قیامت ہی کے دوران ظالموں اور مظلوموں کی آپس میں ملاقات اور چیلنج کے دور کا ثبوت ہیں۔

ان سات آیتوں (۲۰ تا ۱۴ / ۴۰) میں بڑے واضح اور صاف الفاظ و انداز میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت میں ایک دن ایسا بھی ہو گا جس کا نام اللہ نے يَوْمَ التَّلَاقِ (ملاقات کا دن) رکھا ہے اگر صرف اتنا ہی ہوتا تو یار لوگ اس دن کو اللہ سے ملاقات کا دن کہہ کر بات ٹال سکتے تھے مگر اس دن کی وضاحت اور تعین کرنے کے

خواہ تمہارے لئے اس عمل درآمد سے حقیقت کو چھپانے والوں کو ناگواری ہی کیوں نہ گزرے (۱۵) اللہ حق پوشوں کی مرضی اور منصوبوں کے خلاف اپنی فرمانروائی کی روح کو مشیت کے ماتحت اپنے جس بندے پر چاہتا ہے ملاقات کے لئے نازل کرتا ہے تاکہ وہ مخصوص بندہ اپنی اُمت کو اس روز کی آمد سے خبردار کرتا رہے جس دن تمام انسان آپس میں جوابدہی کے لئے ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے (۱۶) اور جس دن ایک دوسرے سے مبارزت (مقابلہ) کے لئے نکالے جائیں گے اللہ سے ان کی کوئی چیز چھپی نہ رہ جائے گی اور سوال ہوگا کہ آج حکومت کس کی ہے؟ جواب ہوگا کہ ایک تنہا بے درنگ غلبہ رکھنے والے اللہ کی حکومت ہے (۱۷) آج کے دن ہر ہر

لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ

واسطے اس کے عبادت کو اور اگرچہ ناخوش رکھیں کافر بلند درجوں والا ہے

ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ

صاحب عرش کا ڈالتا ہے روح کو حکم اپنے سے اوپر جس کے چاہتا ہے

مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ

بندوں اپنے سے تو کہ ڈراوے دن ملاقات کے سے جس دن کہ وہ

بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ

ظاہر ہوں گے نہیں چھپے گا اوپر اللہ کے ان سے کچھ واسطے کس کے ہے

الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ

بادشاہی اس دن واسطے اللہ اکیلے غالب کے اس دن بدلا دیا جاوے گا ہر

لئے ایسا لفظ رکھ دیا جو اس دن کی غرض و غایت اور مقصد کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اور بتاتا ہے کہ جن لوگوں میں اس روز ملاقات کرائے جائے گی وہ ایک دوسرے کو چیلنج (مبازرت) کر رہے ہوں گے ۔ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ﴿۱۶﴾ غافر (وہ دن جب کہ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مقابلے کی دعوت دے رہے ہوں گے) یعنی ملاقات کا وہ دن ایسا ہو گا کہ دو گروہ آپس میں مقابلہ کا چیلنج کر کے مقابلہ کریں گے اور کامیابی و ناکامی کا باقاعدہ مظاہرہ کیا جائے گا اور اللہ سے جو کچھ دنیا میں چھپا لینے کی کوشش کیا کرتے تھے اور دنیا یہ سمجھتی تھی کہ ان کے اقدامات و نیت و ارادے پوشیدہ رہ گئے وہ لوگ اس ملاقات اور چیلنج کے دوران کوئی بھی حرکت اور چالاکی و مکاری چھپا نہ سکیں گے ۔ اس لئے کہ اس ملاقات کے دن اور اس چیلنج کے دن ظالموں کو وہ رعایات و اختیارات و قدرت نہ ملے گی جو پہلی مہلت کی زندگی میں ملی ہوئی تھی اور چونکہ کتاب خداوندی کے تمام احکامات نافذ ہوں گے اس لئے مظلوم مومنین کو ہر قوت و اختیار و قدرت ملی ہوئی ہو گی ۔ اور ان کے اعمال و اقدامات میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو گی اور وہی مقابلہ کے دن اور ملاقات کے دوران کامیاب ہوں گے اس صورت حال کو اللہ نے یہ فرما کر ظاہر کیا ہے کہ ”ملاقات کا وہی دن اور چیلنج کا وہی دن اللہ کی خالص حاکمیت و بادشاہت کا دن بھی ہو گا یعنی اس دن کا سربراہ اسلام علیہ السلام بے روک احکام نافذ کرے گا اور پوری کائنات ان حضرتؑ کے احکامات کی تعمیل میں تعاون کرے گی (۱۶ تا ۱۴ / ۴۰) (یعنی کشش ثقل وغیرہ مومنین کی مددگار ہوں گی) ۔

(۴ ۔ الف) ملاقات کا دن ، چیلنج کا دن اللہ کی حکومت کا دن ہی یوم جزا اور یوم حساب اور يَوْمَ الْاٰزِفَةِ ہے ۔

قارئین غور فرماتے جائیں کہ ان آیات (۲۰ تا ۱۴ / ۴۰) میں اللہ نے اپنے پانچ دن اکٹھا کرکے قرآن پڑھنے والوں کے سامنے رکھ دیئے ہیں ۔ وہ لوگ چوکنا ہو کر مولویوں والی قیامت کو سامنے لائیں جسے وہ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کہہ کر ایک ہی دن میں حساب کتاب حشرونشر دکھا کر جنت یا جہنم میں دھکا مار دینا بتاتے رہتے ہیں اور ایسے چالو انداز میں بات کرتے ہیں کہ جس سے قلب و ذہن میں یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ چند منٹ میں قیامت کا سارا کاروبار مکمل ہو کر جنت اور جہنم میں داخلہ ہو جائے گا ۔ اس چند منٹی تصور کو وہ اللہ کے سریع الحساب (جلدی سے حساب لینے والے) ہونے کی آڑ میں پختہ کر دیتے ہیں اور کہیں اس حقیقت کو سامنے نہیں لاتے کہ قیامت چندمنٹ کا معاملہ نہیں ہے بلکہ چند ہزار سال کا معاملہ ہے ۔ یا چند لاکھ سال درکار ہوں گے ۔ اس لئے کہ اللہ کا ایک ایک دن سورۃ حج (۴۷ / ۲۲) کے مطابق ہماری گنتی والے ایک ہزار سال

نَفۡسٍۭ بِمَا كَسَبَتۡ ؕ لَا ظُلۡمَ الۡيَوۡمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ

جی جو کچھ کہ کماتا ہے نہیں ظلم اس دن تحقیق اللہ جلد لینے والا ہے

الۡحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَ اَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡاٰزِفَةِ اِذِ الۡقُلُوۡبُ لَدَى

حساب کا اور ڈرا ان کو دن قیامت سے جس وقت کہ دل نزدیک

الۡحَنَاجِرِ كٰظِمِيۡنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ حَمِيۡمٍ

حلق کے ہوں گے غم کے بھرے ہوئے نہیں واسطے ظالموں کے کوئی دوست

ذی حیات کو اس کی کمائی جزا میں ملے گی ۔ اس روز کسی طرح کا ظلم نہ ہو گا۔ یقیناً اللہ حساب لینے میں بہت ہی جلد حساب لے لے گا ۔ (۱۸) اور اے رسوؐل قریش کو اس دن سے خبر دار کر دو جو سر پر کھڑا ہے جس دن کلیجے منہ کو آرہے ہوں گے اور مجرم لوگ غم و اندوہ کے گھونٹ پیئے کھڑے ہوں گے خالص قرآنی احکام کے مخالفوں کے لئے نہ کوئی ایسا دوست ہو گا جس کا خون کھول جائے

کے برابر ہوتا ہےاور سورۂ معارج (۴ / ۷۰)کی روسے پچاس ہزار سال کا ایک دن بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں (۱۵ تا ۱۸ / ۴۰) چار آیات میں پانچ دن جمع کر دیئے ہیں۔جو قیامت ہی کے دن میں شامل ہیں ۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان پانچ دنوں کو کم از کم پانچ ہزار ورنہ دولاکھ پچاس ہزار سال کا زمانہ کہنا غلط نہ ہو گا ۔ اور قیامت میں صرف یہی تو پانچ دن نہیں ہیں۔ لہٰذا قیامت کے دن کی لمبائی کم از کم اتنی تو ہونا لازم ہی ہے جتنی مدت حضرت آدمؑ علیہ السلام سے لے کر اعلان ظہور امام دو ازدہم صلوٰۃاللہ علیہ وعلیٰ ابائہٖ وَاُمھاتہٖ تک گزری ہو ۔ اس لئے کہ بار بار فرمایا گیا اور خود یہاں (۱۷ / ۴۰) بھی یہ اعلان کیا گیا ہے کہ : ”ظالم ومظلوم کی ملاقات ہو گی ۔ ظالم کا ظلم پوری تفصیل کے ساتھ اورمظلوم کا صبر پوری تفصیل کے ساتھ دکھایا جائے گا ۔ اور ہر ظالم و مظلوم کو ان کی کارکردگی پر بلا کسی کمی و زیادتی کے متعلقہ سزا وجزا دی جائے گی ۔ اور کسی پر ظلم نہ ہونے پائے گا ۔ (۱۷ / ۴۰)

(۴۔ب)اللہ کے مذکورہ پانچ دن دولاکھ پچاس ہزار سال سے بھی طویل ہونا چاہیں جب کہ فرداً فرداً اعمال وجزالازم ہے۔

اور جب کہ اللہ نے یہ بھی فرما دیا ہو کہ: وَكُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا ﴿۹۵﴾ (مریم ۹۵ / ۱۹)
”تمام متعلقہ انسان اللہ کے روبرو فرداً فرداً ایک ایک کرکے حاضر ہو ں گے پھر انہیں ان کے چھوٹے سے چھوٹے عمل اور بڑے سے بڑے کام کا عملی خمیازہ بھگتایا جائے گا ۔ ذرا سوچئے کہ اگر ایک مجرم کی عمر پچاس سال کی تھی اور اس پچاس سال میں اس نے پے در پے جرائم کئے تو اس کی پچاس سالہ کمائی کو اور جن لوگوں پر اس کے جرائم کا اثر پڑا ان کے نقصانات اور تکالیف کو ایک ایک کرکے منظر عام پر لانے اور ہر چھوٹے بڑے اور اچھے برے عمل کو آنکھوں سے وقوع میں آتے ہوئے دکھانے (زلزال ۸ تا ۶ / ۹۹) کے لئے کم از کم پچا س سال تو عملاً درکار ہوں گے ۔ پھر ہر عمل پر گواہیاں ہونا ہیں اعمال نامہ سے تصدیق کرنا ہے ۔ پھر ہرہر جرم کی عملی سزا دینا ہے یہ سب کچھ اگر چھومنتر سے کردیا جائے تو نہ مجرم کی ذلت و رسوائی اور تکلیف ومحرومی کا وہ نظارہ سامنے آئے گا جو اس نے مظلوم کے اوپر سے گزارا تھا نہ مجرم کو آناً فاناً ذاتی طور پر وہ درد دکھ و رنج و غم محسوس ہو گا جو مظلوم کو ہوا تھا ۔ یہ ظلم ہو گا اور اللہ نے فرمایا ہے کہ اس روز کسی پر ظلم نہ ہو گا ۔ لہٰذا یہ تمام آیات (۲۰ تا۱۴ / ۴۰) زمانہ رجعت کی تفصیلات پیش کرتی ہیں جو ایک طویل زمانے کا تقاضا کرتی ہیں ۔

(۴۔ج) قیامت کے ادوار و مراحل اور ایام پر ایک سرسری نظر ڈال کر آگے بڑھیں ۔

ہم چاہتے ہیں کہ یہاں رک کر ایک سرسری نظر قیامت کے متعلق استعمال ہونے والے الفاظ اور مسلّمات پر ڈال لی جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ قومی علما نے قیامت کو کتنا حقیر و مختصر کر کے عوام کے ذہنوں میں بٹھا دیا ہے ۔
(۱) یوم القیامت / (بقرہ ۔۱۱۳) : آدمؑ سے لے کر قیام قیامت تک جتنے اختلافات دین خداوندی میں پیدا کئے جا چکے ہوں گے سب کا بیان الگ الگ اور سب کا فیصلہ الگ الگ کر کے دکھایا جائے گا یعنی قیامت دینی اختلاف کے فیصلے کا دن ہے “
(۲) مایوسی اور بے بسی کا دن / (بقرہ ۔۴۸) : وہ دن کہ کوئی شخص کسی کی نجات کے لئے اپنا تمام سرمایہ پیش کرے تو بھی قبول نہ کیا

جاوے گا۔ اور اس روز کسی کی شفاعت و سفارش قبول نہ ہوگی۔ نہ عدل کو ملحوظ رکھ کر مجرموں کے ساتھ رعایت کی جائے گی (بقرہ ۴۸ / ۲)
یہ رجعت کا تذکرہ ہوا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں بھی اور کئی ایک دوسری آیات (مثلاً بقرہ ۱۲۳ / ۲) میں بھی اسی دن کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہی تینوں چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ''آیا اس روز جس کا یہاں ذکر ہوا ہے۔ لوگوں کے پاس بدلے میں دینے کے لئے وہ سامان ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگا؟ تو یہ کہنا ہی فضول ٹھہرتا ہے کہ :

(۱) کچھ بدلہ یا فدیہ لے کر کسی مجرم کو نہ چھوڑا جائے گا۔ مثلاً ایک قاتل سے خون بہا قبول نہ کیا جائے گا۔ یہ تو اسی صورت میں صحیح ہے جب کہ خون بہا دینے کی مقدرت موجود ہو اور قبول نہ کی جائے۔ اسی طرح :

(۲) سفارش کرنے والے موجود ہوں لیکن سفارش منظور نہ ہو سکے۔

(۳) کوئی کسی مجرم کی مدد کرنا چاہے لیکن اجازت نہ ملے یعنی لوگوں کے پاس (اوّل) مال و دولت موجود ہو۔ (دوئم) سفارش یا شفاعت کرنے والے موجود ہوں۔ (سوم) طرف دار و ہمدرد لوگ موجود و تیار ہوں۔

اگر ان میں سے کوئی بھی چیز موجود نہیں ہوگی تو یہ کلام عبث اور غیر حکیمانہ کہلائے گا۔ لہٰذا یاد رکھیں کہ یہ اس وقت کا تذکرہ نہیں ہے جب آخری مرتبہ زندہ کیا جائے گا۔ اس وقت واقعی کسی کے پاس اس دنیا کی کوئی چیز نہ ہوگی۔ مگر شفیع المذنبین رحمت للعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہر دور اور ہر حال میں موجود ہوں گے لیکن شفاعت حقوق العباد میں نہ کریں گے اس لئے کہ رجعت کے زمانہ میں ظالم و مظلوم اپنی اپنی سابقہ پوزیشنوں میں اور تمام وسائل سمیت آمنے سامنے موجود رہ کر اپنی ساری سرگزشت عملاً پیش کررہے ہوں گے۔ ان کے معاملات میں دخل دینے کا حضورؐ کو بھی نہ اختیار ہوگا نہ موقع۔ مجرم سزا سے بچنے کے لئے مظلوم کو دولت اور سب کچھ دینے کو تیار ہو جائے گا۔ مظلوم کے اعزاء و اقارب اور احباب سے سفارش کرانا چاہے گا۔ اس کے اپنے عزیز دوست اور ہمدرد اس کی مدد کرنا چاہیں گے۔ لیکن کوئی مدد کرنے کی اجازت نہ پائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم نے بتایا ہے کہ ۔

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ ﴿٧﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ﴿٨﴾ وَيَنقَلِبُ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ مَسْرُورًا ﴿٩﴾ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ وَرَآءَ ظَهْرِهِۦ ﴿١٠﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوا۟ ثُبُورًا ﴿١١﴾ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ﴿١٢﴾ إِنَّهُۥ كَانَ فِىٓ أَهْلِهِۦ مَسْرُورًا ﴿١٣﴾ إِنَّهُۥ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ ﴿١٤﴾ بَلَىٰٓ إِنَّ رَبَّهُۥ كَانَ بِهِۦ بَصِيرًا ﴿١٥﴾ (انشقاق ۱۵ تا ۷ / ۸۴)

رجعت کے زمانے میں تمام عزیز و اقرباء موجود ہوں گے ۔

''جس شخص کو اس کے ریکارڈ والی کتاب (اعمالنامہ) دہنے ہاتھ میں دی جائے گی اس سے آسان آسان حساب لیا جائے گا اور اپنے اہل و عیال و متعلقین میں ہشاش بشاس واپس آئے گا۔ اور جس کو اس کی کتاب پشت کی طرف سے دی جائے گی۔ تو وہ شخص پھر موت کو پکارے گا اور آخر کار آگ والے گڑھے میں اسے بھونا جائے گا۔ وہ اپنے اہل و عیال اور متعلقین میں مسرور رہا کرتا تھا اور اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ اسے اللہ کے حضورؐ پلٹ کر نہیں آنا ہے۔ پلٹنا کیوں نہ ہوتا؟ اس کا پروردگار اس کی تمام حرکات و سکنات و اقدامات کو دیکھتا رہا تھا'' قارئین دیکھ لیں کہ ان نو (۹) آیات میں بڑے سادہ الفاظ میں نیک و بد دونوں قسم کے آدمیوں کا مواخذہ اور دونوں کے اہل و عیال و متعلقین کا موجود ہونا دکھایا گیا ہے۔ اور دکھایا گیا ہے کہ نیک و دیندار مومنین فراغت اور فیصلے کے بعد ہنسی خوشی شاد و مسرور اپنے اہل و عیال و متعلقین میں واپس آتے ہیں اور انہیں بھی اپنی مسرت میں شریک کرتے ہیں۔ ادھر وہ مجرم جو مواخذہ سے پہلے اپنے اہل و عیال و متعلق لوگوں میں شاد و مسرور رہا کرتے تھے۔ آج ان کا حال مومنین کی حالت کے مقابلہ میں ناگفتہ بہ ہے۔ اور اس کے لئے جو کچھ فرمایا گیا وہ ایک ایسے لفظ (يَحُورَ) سے ظاہر کیا گیا جو اس رجعت کی تمام تفصیلات و تاثرات اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے مثلاً :

1-TO RETURN-2-HE PASSED FROM ABUNDANCE TO DEFICIENCY .

(''اس لئے واپس بلایا جانا کہ کسی کو خوشحالی اور فراوانیوں کے حالات سے ناداری مفلسی اور بے بسی و بے کسی کی طرف لوٹایا جائے'' (معجم عربی۔ انگلیزی ج ح ھَوَا۔)

لفظ ''يَحُورَ'' آیات (۱۵ تا ۱۶ / ۴۰) کے الفاظ ''يَوْمَ التَّلَاقِ'' اور ''بَٰرِزُونَ'' کی وضاحت کرتا ہے۔

اللہ نے اس اہم ترین لفظ ''يَحُورَ'' کو سابقہ آیات (۶ تا ۱۵ / ۴۰) میں استعمال شدہ دو الفاظ ''ٱلتَّلَاقِ'' اور ''بَٰرِزُونَ'' کی مزید تشریح

کے لئے اس آیت (۱۴ / ۸۴) میں رکھا ہے ۔ اور اس لفظ کے بغیر وہ کارروائی مکمل ہی نہیں ہوتی جو زمانہ رجعت میں ہو گی اور جسے مذکورہ آیات (۱۶ تا ۱۵ / ۴۰) میں بیان کیا گیا ہے ۔ یعنی نیک اور بد لوگوں کی ملاقات کرانا اور ان کا آپس میں ایک دوسرے کو اپنے پامال شدہ حقوق کے لئے چیلنج کرنا اور پھر مقابلہ کرنا صرف اس لئے ہو گا کہ مجرم کو سزا اور انتقام کے دوران ناداری و مفلسی اور بے بسی و بے کسی کی حالت تک لایا جائے اور یہ سب عمل میں لانے اور ملاقات و مبارزت کرنے میں نپے تلے محاورے (یَحُوْرَ) استعمال ہوں گے ۔ فخر و مباہات (یَحُوْرَ) پیش آئیں گے امیری و دولت اور سب کچھ ناکامی و ناداری کی طرف لوٹانے ، گھٹانے کم کرنے اور دھوبی کی طرح پٹخ پٹخ کر مجرموں کے وسائل کو ان کے گندے قبضے سے نکالنے وغیرہ کا سارا تصور لفظ یَحُوْرَ میں مجتمع ہے (دیکھو لغات القرآن علامہ سید عبدالدائم الجلالی جلد ۶ صفحہ ۱۹۷۔۱۹۸) قارئین نوٹ کرلیں کہ اگر آپ الفاظ کے معنی اخذ کرنے میں ذرا سی محنت کر لیں تو قرآن پر ڈالے ہوئے تمام قریشی پردے چاک ہوجائیں اور قرآن کی عظمت و حقیقت سامنے آجائے ۔ یہ تو قریش کی چودہ سوسالہ جابر حکومتوں کی سازش کا نتیجہ ہے جس نے آج قرآن کو بے معنی و بے اثر اور ناقابل توجہ کتاب بنا کررکھ دیا ہے ۔ اور جس کو واضح کرنے کے لئے ہم نے یہ ترجمہ و تفہیم اپنے ذمہ لیا ہے ۔

(۴۔د) قیامت اور آخرت کا تذکرہ تنہا نہیں کیا جا سکتا ۔ رجعت اور مواخذہ ان کے ساتھ چلتا ہے ۔

قیامت کا عنوان دو قدم بھی نہ چلنے پایا تھا کہ اسی میں رجعت اور مواخذہ کی تفصیلات بیان ہونے لگیں ۔ سمجھنے کی بات صرف اس قدر ہے جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ قیامت کا دن ایک لامحدود اور ماورائے فہم انسانی ہے ۔ لیکن قیامت میں جو واقعات وقوع میں آئیں گے ۔ وہ سب ذہن انسانی کی دسترس اور فہم میں سما جانے والے ہیں ۔

(۱) قیامت کا ایک صور زمین اور آسمانوں کو ریزہ ریزہ کردے گا تخت حکومت خداوندی کے حضور مواخذہ ہو گا۔

چنانچہ یہ بات قطعاً سمجھ میں آتی ہے کہ قیامت کے دوران ایک صور ایسا پھونکا جائے گا جس سے یہ زمین اور یہ آسمان چکنا چور ہوجائیں گے (سورۃ الحاقہ ۱۳/ ۶۹) اور اسی دن وہ واقعہ بھی پیش آئے گا کہ آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور اس کا استحکام بے کار ہو کر رہ جائے گا ۔ فرشتے اس کے گردو نواح میں ہوں گے ۔ اور آٹھ مخصوص افرادؑ تیرے رب کے تخت کو اٹھائے ہوئے ہوں گے "(حاقہ ۱۷ تا ۱۴ / ۶۹) ان چاروں آیات والے واقعات اگر پہلے وقوع میں آجائیں تو مُردوں کا قبروں سے زندہ ہو کر نکلنا ۔ زمین پر کھڑا ہونا اور حساب وغیرہ دینا نا ممکن ہو جائے ۔ اس لئے کہ زمین و آسمان کا تو چورا چورا ہو چکا ہو گا ۔ حالانکہ اس کے بعد والی آیت مسلسل کہتی ہے کہ: "پھر اسی دن تم سب لوگ پیش کئے جاؤ گے ۔ اور تمہارا کوئی راز چھپا نہ رہ جائے گا (۱۸ / ۶۹) اس کے بعد والی آیات میں اعمالناموں کا دیا جانا اور نیک و بدانسانوں کے ساتھ گزرنے والی صورت حال ان کے مکالمے مذکور ہیں (۲۷تا ۱۹ / ۶۹) ۔

(۲) رجعت کے ذکر میں مال موجود ہونے اقتدار و سلطانی کام نہ آسکنے اور طوق و زنجیر پہنانے کی وجوہات ۔

اور مسلسل مجرمین کا بیان سنایا ہے جو مال کی موجودگی اور کام نہ آسکنے اور سلطنت و اقتدار کے چھین لئے جانے پر افسوس کرتے ہیں اور پھر ان سب کو طوق و زنجیر میں مقیّد کرنے کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے (۲۸ تا ۳۲ / ۶۹) وجوہات میں سے ایک وجہ ایمان نہ لانا اور مسکین کے لئے خوراک کا نظام قائم نہ کرنا بتاتی ہے ۔ معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنے کلام کا دباؤ محسوس کرانے کے لئے آخری واقعہ کو پہلے بیان کردیا ہے ورنہ پہلے رجعت ،مواخذہ، دنیاوی جسمانی سزا وجزا ،پھر وہ صور پھونکا جائے گا ۔ جس سے یہ زمین آسمان فنا ہو جائیں گے(۱۶ تا ۱۳ / ۶۹) اور یہ کہ تختِ حکومتِ خداوندی جس کے حضور مواخذہ ہو گا اس سے پہلے کی بات ہے ۔ اور ظاہر ہے کہ قیامت کی پوری مدت اور قیامت کے تمام عملی واقعات اسی زمین کے اوپر اور اسی آسمان کے سایہ میں وقوع میں آئیں گے ۔ اور آخری جزا وسزا یعنی جنت و جہنم میں داخلہ سے پہلے یہ کائنات اور کرّہ ارض دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ:

(۳) قیامت میں زمین و آسمان کا بدل جانا اور مجرموں کا زنجیروں میں جکڑا جانا اور اپنی کمائی کا بدلہ پانا۔

"وہ دن ایسا ہو گا کہ اس دن یہ زمین و آسمان دوسری زمین و آسمان سے بدل دیئے جائیں گے اور ساری نوع انسان اللہ کے حضور مبارزت کے لئے حاضر کی جائے گی اور مجرموں کو آپ زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیں گے اور اس دن ان کی کمائی ان کے روبرو اپنی جزا و سزا کے ساتھ آئے گی (ابراہیم ۵۱۔۴۸ / ۱۴)
یہاں بھی حساب اور مواخذہ اور حقوق العباد کی جزا و سزا پہلے وقوع میں آنا ہے پھر زمین و آسمان بدل کر جنت و جہنم میں آخری قیام کرانا ہے۔

(۴) قیامت کے مختلف مراحل پر مودودی کا بیان ضروری ہے۔ علامہ سورۃ الحاقہ کی آیات (۲۰ تا۱۳ / ۶۹) کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

" آگے آنے والی آیات کو پڑھتے ہوئے یہ بات نگاہ میں رہنی چاہئے کہ قرآن مجید میں کہیں تو قیامت کے تین مراحل الگ الگ بیان کئے گئے ہیں جو یکے بعد دیگرے مختلف اوقات میں پیش آئیں گے اور کہیں سب کو سمیٹ کر پہلے مرحلے سے آخری مرحلے تک کے واقعات کو یکجا بیان کر دیا گیا ہے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۷۴)
اور ہم کہتے ہیں کہ کہیں اللہ نے صرف آخری مرحلے کو بیان کیا ہے کہیں ابتدائی دور کا تذکرہ فرمایا ہے کہیں صرف ایک بات کہہ کر چھوڑ دی ہے۔ بہرحال جہاں ذرا سی بھی تفصیل دی ہے۔ وہاں رجعت میں عملی مواخذہ کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔

(۵) قیامت کی طرح جنت و جہنم میں داخلے تک بھی کئی مراحل ہیں اور وہ بھی رجعت و مواخذہ ہیں۔

ان ہی مراحل کو بیان کرتے ہوئے کہیں ایک دم صرف جنت یا جہنم میں داخلے کا ذکر کرکے بات آگے بڑھا دی ہے۔ کہیں پہلے جنت یا جہنم میں داخلے کی بات کی ہے اور اس کے بعد ابتدا سے حساب وغیرہ کی بات شروع کی گئی ہے جیسا کہ فرمایا کہ (ترجمہ مودودی) " اور ذرا اس وقت کا خیال کرو جب اللہ کے یہ دشمن دوزخ کی طرف لے جانے کے لئے گھیر لائے جائیں گے (یُحْشَرُ) ۲۔ ان کے اگلوں کو پچھلوں کے آنے تک روک رکھا جائے گا۔ ۳۔ پھر جب سب وہاں پہنچ جائیں گے ۴۔ تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے جسم کی کھالیں ان پر گواہی دیں گی کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں ۵۔ وہ اپنے جسم کی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی ؟ ۶۔ وہ جواب دیں گے ہمیں اسی خدا نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا ہے۔ اسی نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اب اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو تم دنیا میں جرائم کرتے وقت جب چھپتے تھے تو تمہیں یہ خیال نہ تھا کہ کبھی تمہارے اپنے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے جسم کی کھالیں تم پر گواہی دیں گی بلکہ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ کو بھی خبر نہیں ہے۔ تمہارا یہی گمان، جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا، تمہیں لے ڈوبا۔ اور اسی کی بدولت تم خسارے میں پڑ گئے۔"
اس حالت میں وہ صبر کریں (یا نہ کریں) آگ ہی ان کا ٹھکانہ ہو گی۔اور اگر رجوع کا موقع چاہیں گے تو کوئی موقع انہیں نہ دیا جائے گا (حمٓ سجدہ ۲۴ تا ۱۹ / ۴۱، تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۴۹ تا ۴۵۲)

(۵۔الف) بدکاروں اور بے دین لوگوں کے حشر کا مقصد جہنم ہے جہنم تک مواخذہ پہنچائے گا۔

آپ نے دیکھا کہ ان آیات میں جہنم میں داخلہ سے ابتدا کی گئی ہے لیکن جہنم تک پہنچنے سے پہلے عدالتی کارروائی، مجرموں کے بیانات، گواہیاں عملی کارروائیاں اور جہنم سے پہلے ملنے والی سزائیں مکمل ہونے کے بعد آخری مقام جہنم ہے جہاں انہوں نے ہمیشہ رہنا ہے۔ جو ہر مشرک و بے دین اور ظالم کا مستقل ٹھکانہ ہے۔ لیکن شرک، بے دینی اور ظلم نے اگر انسانوں کو ستایا بھی ہے تو اس کی شرعی اور متعین شدہ سزا جہنم سے پہلے اور اسی زمین اوراسی دنیا میں مل جانا ضروری ہے یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ جنت اور جہنم دوسری دنیا اور دوسرے زمین و آسمان کی بات ہے (ابراہیم ۵۱ تا۴۸ / ۱۴) اور اس لئے بھی کہ باقی نتائج کا مرتب ہونا اسی دنیا میں بتایا گیا ہے۔

(۵۔ب) حقوق العباد کے متعلق جزا و سزا کا ملنا اسی دنیا میں مقرر ہے جس کے لئے رجعت لازم ہے۔ مثلاً فرمایا گیا ہے کہ:

فَمَا جَزَآءُ مَن يَفۡعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمۡ إِلَّا خِزۡيٞ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰٓ أَشَدِّ ٱلۡعَذَابِۗ ﴿٨٥﴾ (بقرہ ۸۵ / ۲)

”پھر تم میں سے جو لوگ وہی کچھ کریں گے ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں بھی ذلیل و خوار ہوں اور قیامت میں بھی شدید ترین عذاب کی طرف پھیر کر لائے جائیں “

جو لوگ رجعت کے منکر ہیں ان سے صرف اس قدر دریافت کرلو کہ روز اوّل سے آج تک اولاد رسوؐل کے حقوق غصب کرنے والوں کو ان کے گھروں کو لوٹنے والوں کو اور انہیں شہید کرنے والوں کو اس دنیا میں اگر ذلت و خواری کا سامنا نہیں ہوا تو اللہ کا یہ وعدہ غلط تھا۔ اور اللہ کا وعدہ غلط ہوتا نہیں لہٰذا اسی دنیا میں ان تمام ظالموں کو شرعی سزائیں اور ذلت ورسوائی ملنا چاہئے اور مذکورہ بالاعذاب بھی اسی دنیا میں ہونا چاہئے اس لئے کہ قیامت اسی زمین پر اور اسی دنیا میں ہونا ہے۔ اور اسی انصاف و عدل کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے زمانہ رجعت میں جزا و سزا دیا جانا طے ہے تاکہ جنت میں اور دوزخ میں جانے والے تقریباً برابر ہو جائیں۔

قرآن کے وعدے : قرآن کریم نے بار بار یہ فرمایا ہے کہ :

۱۔”ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی عذاب عظیم ہے “۔ (بقرہ ۱۱۴ / ۲)

۲۔کافروں کو میں دنیا اور آخرت دونوں میں سخت سزا دوں گا “۔ (آل عمران ۵۶ / ۳)

۳۔مکارانہ منصوبے والوں کو اور دین خداوندی میں رکاوٹ ڈالنے والوں کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی شاق گزرنے والا ہے “۔ (رعد ۳۴۔۳۳ / ۱۳)

۴۔”احسان پیشہ مومنین کے لئے اس دنیا میں اچھائیاں ہی اچھائیاں ہیں اور آخرت تو ان کے لئے بالکل خیر ہی خیر ہے یعنی دنیا میں بھی انہیں شر سے واسطہ نہ پڑے گا۔ (نحل ۳۰ / ۱۶)

(۵ ۔ ج) ساری دنیا جانتی ہے اور روز دیکھتی ہے کہ کافروں ،بے دینوں اور ظالموں کو یہاں عذاب نہیں ہوا۔

یہ اور ایسی ہی سینکڑوں آیات یہ وعدہ کرتی ہیں کہ جرائم پیشہ لوگوں کو دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی عذاب اور سزائیں دی جائیں گی اور نیک مومنین کو دنیا و آخرت میں انعامات و حسنات سے مالا مال رکھا جائے گا۔ مگر یہ وعدے ظالموں اور مظلوموں کے حق میں پورے نہیں ہوئے اور ان کا من و عن پورا ہونا واجب و لازم ہے۔ اور اسی ایفائے وعدہ کے لئے رجعت کا دور رکھا گیا ہے جس میں حقوق العباد دلوا کر چھوڑے جائیں گے۔

(۵ ۔ د) زبانی ایمان کا دعویٰ، قرآن میں معنوی تبدیلی ،رسوؐل کے مقابلہ میں اپنا حکم چلانے کی سزا دنیا میں ملنا ہے۔

عہد رسوؐل اور بعد کے وہ مومنین جو رسوؐل کے مقابلے میں عوام سے اپنا حکم منواتے تھے۔ جو حقیقی اسلام پر ایمان نہ لائے اور قرآن کے احکام و مسائل کو تبدیل کرکے نافذ کرتے تھے۔ ان کو دنیا میں ذلیل خوار کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔
علامہ کے ترجمہ سے دیکھئے : ”اے پیغمبرؐ تمہارے لئے باعث رنج نہ ہوں وہ لوگ جو کفر کی راہ میں بڑی تیز گامی دکھا رہے ہیں۔ خواہ وہ ان میں سے ہوں جو منہ سے کہتے ہیں،ہم ایمان لائے مگر دل ان کے ایمان نہیں لائے۔ یا ان میں سے ہوں جو یہودی بن گئے ہیں جن کا حال یہ ہے کہ جھوٹ کے لئے کان لگاتے ہیں ۔۔۔سن گن لیتے پھرتے ہیں۔ کتاب اللہ کے الفاظ کو ان کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں۔اورلوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ (یا ایسا۔احسنؔ) حکم دیا جائے تو مانو، نہیں تو نہ مانو جسے اللہ ہی نے فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرلیا ہو، اس کو اللہ کی گرفت سے بچانے کے لئے تم کچھ نہیں کرسکتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہ چاہا۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں سخت سزا “۔(تفہیم القرآن جلد اوّل مائدہ ۴۱ / ۵)

(۵ ۔ ہ) مختلف جرائم کی دنیا میں کیسی سزائیں ملنا چاہئیں علامہ کی تائید :

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُاْ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسۡعَوۡنَ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓاْ أَوۡ يُصَلَّبُوٓاْ أَوۡ تُقَطَّعَ

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسوؐل سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا

سولی پر چڑھائے جائیں ۔ یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا وہ جلا وطن کر دیئے جائیں (غلط ترجمہ۔احسن) یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے اس سے بڑی سزا ہے"۔(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۶۴۔۴۶۵)

أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ (مائدہ ۳۳ / ۵)

قارئین سوچیں اور بتائیں کہ جن لوگوں نے نوع انسان پر مذکورہ بالا مظالم کئے ان کو اللہ کے اعلان کے مطابق اس آیت میں مذکور سزائیں ملنا لازم ہے ۔ اور جو لوگ ان مظالم کے بعد ان سزاؤں سے بچ نکلے اس لئے کہ وہ تو خود ہی خلیفہ، حاکم اور سلطان وقت تھے ۔ انہیں یہ سزائیں کون دیتا ؟ ان کی یہ سزائیں جہنم کے عذاب کے علاوہ ہیں جو آخر یا آخرت میں ہو گا ۔ لہٰذا اگر یہ سزائیں، اور دوسری قرآنی سزائیں مجرموں کو اسی دنیا میں نہیں ملتیں تو ادھر انصاف و عدل خداوندی کے خلاف ہو گا ادھر یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ کے وعدے پورے نہیں ہوئے اور یہ دونوں اعتراض دین کو مسمارو ناقابل اعتبار کر دینے والے ہوں گے لہذ ا ماننا پڑے گا کہ اللہ نے حالات کو مشیت کی رفتار سے بے روک چلانے اور ظالموں کو اپنے مظالم اور بے رحمی کا مسلسل موقع دینے کے لئے سزاؤں کو رجعت کے زمانے تک ٹال دیا تھا اور مہلت کا زمانہ ختم ہوتے ہی ظہور حضرت حجت امام عصر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ان باقی ماندہ سزاؤں کا اجرا کرانا تھا۔

(۵ ۔ و) رجعت کے زمانہ میں جرائم کی سزا اور مظلوم و محروم مومنین کی جزا کے لئے قرآن کا انداز بیان ۔

اس لئے قرآن میں جہاں جہاں ایسی آیات آتی ہیں ۔کہ جن میں پوری پوری جزا کا تذکرہ ہو ۔تمام اعمال کو سامنے لانے کی بات ہو ، دنیا میں ذلت و خواری سے دوچار ہونا بتایا گیا ہو ، وہاں ہر جگہ عموماً رجعت کے زمانے کی سزائیں مذکور ہوتی ہیں مثلا چند آیات دیکھتے چلیں ۔

ا۔واقعات کا مشیّتی تسلسل برقرار رکھنے کے لئے دنیاوی سزا کو رجعت پر ٹال دیا۔ "اگر اللہ نے ان کے حق میں جلا وطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا ہی میں وہ انہیں عذاب دے ڈالتا،اور آخرت میں تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے ہی ۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کیا اور جو بھی اللہ کا مقابلہ کرے اللہ اس کو سزا دینے میں بہت سخت ہے "۔(تفہیم القرآن جلد ۵صفحہ ۳۸۴ تا ۳۸۶،حشر ۴۔۳ / ۵۹)

قارئین نے سابقہ عنوان میں اللہ و رسولؐ سے جنگ کی سزائیں دیکھی ہیں اور اس عنوان میں یہ دیکھا کہ مدینہ کے یہودی اور بہت سے دیگر عربی قبائل قریش سمیت رسولؐ اللہ سے جنگ کے لئے آئے اور جنگ کی تھی۔ ان کو وہ مذکورہ سزائیں (۳۳ / ۵ مائدہ) ملنا چاہئیں تھیں۔ یعنی ان کو قتل کرنا ، ہاتھ پیر کاٹنا ، سولی دینا اور دنیا سے مٹا کر ان کی نفی (يُنفَوْا) کر دینا چاہئے تھی ۔ مگر مشیتی حالات نے ان سزاؤں کو ملتوی کر دیا تھا۔ اب یا تو یہ مان لیں کہ اللہ ان کو سزا دے گا ہی نہیں؟ یا یہ کہیں کہ سزا ضرور دے گا ؟ اور وہ سزا اب زمانہ رجعت ہی میں دی جا سکتی ہے۔ اگر آپ کو انکار ہو تو یہ بتائیے کہ کیا خدا نے مندرجہ بالا آیت میں مدینہ کے یہودیوں کی جلاوطنی کو ان سزاؤں کے برابر قرار دیا ہے جو آیت (۳۳ / ۵) میں مذکور ہیں ؟ اگر کسی قوم کا جلا وطن کر دیئے جانا قتل کر دیئے جانے کے برابر کہا جائے تو یہ اسی صورت میں صحیح ہو گا کہ انہیں دنیا سے مٹا دیا جائے (۳۳ / ۵) لیکن اگر وہ زندہ رہیں اور پھر جنگوں کا اعادہ کریں (جنگ خیبر) تو ملک بدر ہونا ان سزاؤں کے برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر انہوں نے جنگ خیبر میں حصہ لیا اس لئے ان کو مذکورہ سزائیں دو مرتبہ ملنا چاہئیں جو یقیناً زمانہ رجعت ہی میں ملیں گی۔ اس لئے کہ اس دور میں الکتاب کا ہر ہر حکم نافذ کرکے دکھایا جائے گا (زمر ۶۹ / ۳۹) اور حقیقی معنی میں فیصلے کئے جائیں گے ۔(وَقُضِيَ بِالْحَقِّ ﴿٦٩﴾ الزمر: ۶۹ / ۳۹) اور چھوٹی سے چھوٹی مخالفت و بغاوت بھی نظر انداز نہ کی جائے گی (کہف ۴۹ / ۱۸) لہٰذا زمانہ رجعت میں قریش اور ان کے تمام ہم مذہبوں کا قتل عام ، ہاتھ پاؤں کا کاٹا جانا ،سنگسار کیا جانا ،سولی دیا جانا احادیث میں ان ہی آیات سے ماخوذ ہے ۔

ایک اصول کہ محمدؐ کے ساتھ اگر اللہ کا لفظاً تذکرہ نہ بھی ہو تو بھی محمدؐ اللہ کی جگہ استعمال ہوتا ہے ۔ قارئین زیر بحث آیت (۴ / ۵۹)

وَ لَا شَفِيۡعٍ يُّطَاعُ ؕ ﴿۱۸﴾ يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ

اور نہ شفاعت کرنے والا کہ کہا اس کا مانا جاوے جانتا ہے خیانت آنکھوں کی

وَ مَا تُخۡفِى الصُّدُوۡرُ ﴿۱۹﴾ وَ اللّٰهُ يَقۡضِىۡ بِالۡحَقِّ ؕ وَ الَّذِيۡنَ

اور جو کچھ چھپاتے ہیں سینے اور اللہ حکم کرتا ہے ساتھ حق کے اور جو لوگ

يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَا يَقۡضُوۡنَ بِشَىۡءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

پکارتے ہیں سوائے اس کے نہیں حکم کرتے ساتھ کسی چیز کے تحقیق اللہ وہی ہے

نہ کوئی ایسا دعویدار ہوگا جس کی بات ماننا واجب ہو (۱۹) وہ تو ان کی نظر کی خیانتوں کا بھی عالم ہے اور اس کا بھی عالم ہے جو ان کے سینے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں (۲۰) اور اللہ برحق اور بے لاگ فیصلے کرے گا اور رہے وہ لوگ جن کو قریش حکومت الٰہیہ میں شریک کئے رہے وہ لیڈر اس روز کسی قسم کا نہ فیصلہ کر سکیں گے نہ حکم نافذ کر سکیں گے یقیناً اللہ ہی

میں یہ بات طے ہو جانا چاہیئے کہ اگر صرف اللہ سے مقابلہ یا اللہ کی اطاعت اور مخالفت اور پسند و ناپسند کا ذکر ہوا ہو تو محمدؐ اس ذکر میں شامل رکھے جائیں گے۔اور جہاں جہاں محمدؐ کا تذکرہ ہو وہاں محمدؐ کے ساتھ اللہ شامل ہوتا ہے چنانچہ آیت کی عربی دوبارہ دیکھیں فرمایا ہے کہ: ا۔ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَآقُّواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ

علامہ کا ترجمہ : "یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ:"انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کا مقابلہ کیا اور وَمَن يُشَآقِّ ٱللَّهَ فَإِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿٤﴾ (الحشر: ۴ / ۵۹) "اور جو بھی اللہ کا مقابلہ کرے اللہ اس کو سزا دینے میں بہت سخت ہے"(تفہیم القرآن جلد۵ صفحہ ۳۸۶) غور کیجئے کہ آیت کے پہلے حصے میں اللہ اور رسولؐ دونوں مذکور ہوئے لیکن دوسرے حصے میں بات وہی ہے مگر رسولؐ کا تذکرہ نہیں ہے ۔ یعنی رسولؐ، اللہ کے ساتھ ہمیشہ شامل رہتے ہیں ۔ لہٰذا جو شخص ان دونوں کو معنوی حیثیت سے الگ کرنا چاہے گا وہ قرآن کی رو سے حقیقی کافر اور ایک نئے دین کا گھڑنے والا ہو گا ۔(نساء ۱۵۲ تا ۱۵۰ / ۴)

اسی اصول کی روسے اللہ کی جگہ محمدؐ کو لایا گیا ہے تاکہ مومنین کو عادت ہو جائے ۔ قرآن میں جس طرح یہاں محمدؐ کی جگہ اللہ کو تنہا لایا گیا اسی طرح اللہ کی جگہ محمدؐ کو تنہا لایا گیا ہے (۲۰ / ۸ ،۲۴ / ۸ انفال ۔۵۴۔۴۹۔۴۸ / ۲۴ نور)

۲۔وہ صورت حال جب کہ واقعات کے مشیتی تسلسل میں دنیاوی سزا روک نہ بنتی تھی ؟

قرآن کے انداز بیان کی دوسری مثال یہ بتائے گی کہ جب مشیّت کے پروگرام میں دنیا کی سزا رکاوٹ نہ بنتی تھی تو مجرموں کو باقاعدہ سزا دے دی جاتی تھی ۔ ورنہ رجعت پر ٹال دیا جاتا تھا۔ دیکھئے فرمایا گیا کہ (علامہ کے قلم سے)

"عاد کا حال یہ تھا کہ وہ زمین میں کسی حق کے بغیر ہی بڑے بن بیٹھے ۔ اور کہنے لگے کہ:"کون ہے ہم سے زیادہ زورآور" ان کو یہ نہ سوجھا کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ زور آور ہے ۔ وہ ہماری آیات کا انکار ہی کرتے رہے۔ آخر کار ہم نے چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا ان پر بھیج دی تاکہ انہیں دنیا ہی کی زندگی میں ذلت و رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ رسوا کن ہے ۔ وہاں کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہو گا ۔" (حٰمٓ سجدہ ۱۶۔۱۵ / ۴۱، تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۴۴۸،۴۴۹)

یہاں قارئین نوٹ کرلیں کہ دنیا میں اسی زمین پر مجرموں کو سزا کا دیا جانا بار بار مذکور ہے لیکن اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مشیّت کے پروگرام میں سزا کا فوراً ملنا مناسب ہو تو مسلسل سزا دے دی جاتی ہے دوسرے یہ کہ مہلت دینے سے واقعاتی تسلسل برقرار رہتا ہو تو رجعت کے زمانہ میں سزا دیا جانا طے کردیا جاتا ہے ایسے مواقع پر یہ کہا جاتا ہے کہ : "تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں (انعام ۱۵۹ / ۶۔ھود ۱۲۲ / ۱۱ وغیرہ)یایہ کہ تمہیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا" (انعام ۶۷ / ۶ ،۱۳۶ / ۶۔زمر ۳۹ / ۳۹ وغیرہ) اگر آپ قرآن کریم کے اسلوبِ بیان اور ترتیب پر نظر رکھیں تو قرآن کے جملوں کا معجزہ (آیت) ہونا دل میں اتر جائے گا ۔

سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے (۲۱) کیا تمہارے ان مخاطب قریشی لیڈروں نے روئے زمین کی سیر نہیں کی ہے چنانچہ ان کو دیکھنا چاہئے کہ ان سے پہلے جو لوگ ان ہی کی قسم کی حرکات کرنے والے تھے ان کا تعاقب اور انجام کار کیسا رہا تھا؟ جب کہ وہ لوگ ان قریشیوں سے قدرت و قوت میں بھی بہت شدید تر تھے اور ان کی تہذیب و تمدن و آثار قدیمہ بھی بہت زیادہ موجود ہیں اس کے باوجود اللہ نے

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

سننے والا دیکھنے والا کیا نہیں سیر کی انہوں نے بیچ زمین کے پس دیکھنے

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ

کیوں کر ہوا آخر کام ان لوگوں کا کہ تھے پہلے ان سے تھے وہ سخت زیادہ

مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

ان سے بیچ قوت کے اور نشانیوں کے بیچ زمین کے پس پکڑا ان کو اللہ نے

(۵۔ز) آیات (۲۲۔۲۱ / ۴۰) میں جن لوگوں کو دنیا ہی میں سزا دے دی گئی انہیں رجعت سے معاف رکھا جائے گا۔

ان دونوں آیات اور قرآن کی اور بہت سی آیات میں لوگوں کو انفرادی یا اجتماعی طور پر دنیا میں سزا دے دیئے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ ایسے لوگوں کو رجعت میں زندہ کرنے اور دنیا والی ملتوی شدہ سزا دینے کی عقلاً بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ جرائم کی سزا ایک ہی دفعہ دی جاتی ہے ایک جرم پر کئی مرتبہ سزا دینا بھی جرم اور ظلم ہے۔ اسی بات کو احادیث معصومین علیہم السلام میں بتایا گیا ہے اور احادیث و قرآن ہی کی روشنی میں ہم اپنی تشریحات میں حکم لگاتے ہیں۔ ان دونوں کے خلاف کہی جانے والی بات خواہ کتنی ہی دل لگتی اور عارضی طور پر صحیح معلوم ہوتی ہو لیکن ذرا سا غور کرنے پر یا کچھ مدت گزرنے اور نئے تقاضے پیدا ہونے پر اس کی غلطی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی چنانچہ آج قدیم تفسیریں مضحکہ خیز اور بھونڈی معلوم ہوتی ہیں۔

(۵۔ح) رجعت کا قرآن و حدیث سے ثبوت اور یہ کہ رجعت مخصوص ہے سب کو نہ اٹھایا جائے گا۔

بہر حال آپ یہ دیکھیں کہ قرآن اور حدیث معصومینؑ سے رجعت مخصوص لوگوں کی ہوگی ساری نوع انسان کو رجعت کے لئے نہ اٹھایا جائے گا چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام محمدؑ باقر علیہما السلام نے اس آیت کے متعلق فرمایا جس میں اللہ فرماتا ہے کہ "جس بستی کو ہم نے ہلاک کیا ہو گا اس پر حرام ہے کہ وہ ہمارے پاس پلٹ کر آئیں (سورۂ انبیأ ۹۵ / ۲۱) دونوں اماموںؑ نے فرمایا کہ ہر وہ بستی جسے اللہ نے اس کے جرائم کی پاداش میں عذاب سے اجتماعی موت سے دوچار کیا ہے وہ زمانہ

عن ابی عبداللّٰہ و ابی جعفر علیہما السلام فی قولہ تعالیٰ وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ الانبیاء " قالا کل قریۃ ھلک اللّٰہ اھلہ بالعذاب لایرجعون فی الرجعۃ فھذہ الایۃ من اعظم الدّلالۃ فی الرّجعۃ لِاَنَّ احداً مِن اھل الاسلام لا ینکر اَنَّ النَّاس کُلّھم یرجعون الی القیامۃ مَن ھلک و من لم یھلک فقولہ لا یرجعون فی الرّجعۃ فأمّا فی القیامۃ یرجعون حتّٰی یدخلو النّار (اَلعَوَالِم)

رجعت میں زندہ کر کے ماخوذ نہ کئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ آیت (۹۵ / ۲۱) رجعت کے واقع ہونے پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں میں سے کوئی ایک شخص بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کرتا کہ قیامت میں تمام انسان خواہ مردہ ہوں یا زندہ سب حساب و مواخذہ کے لئے واپس لائے جائیں گے۔ چنانچہ اللہ کے فرمان کا صرف یہی مطلب ہے کہ وہ زمانہ رجعت میں زندہ نہ کئے جائیں گے مگر قیامت میں وہ بھی رجوع کریں گے یہاں تک کہ جہنم میں داخل کئے جائیں"
دو باتیں: رجعت صرف محروم الجزا انسانوں کی ہو گی اور یہ کہ جہنم صرف دین کے مخالفوں کے لئے ہے خواہ ان کو دنیاوی سزا ملی ہو یا نہ ملی ہو یعنی جنت و جہنم صرف دینداروں اور بے دینوں کے آخری ٹھکانے ہیں اور نام نہاد مسلمان بے دینوں میں داخل ہیں۔

(۵ / ط) قیامت کے آخری فیصلے کے لئے پوری نوع انسان کی بعثت ہو گی مگر رجعت پوری نوع کی نہیں۔

قارئین نے دو آئمہ معصومین علیہم السلام کے بیان میں قرآن کی تفسیر اور رجعت کی عظیم الشان اور واضح دلیل دیکھ لی ہے۔

بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ

ساتھ گناہوں ان کے کے اور نہیں تھا واسطے ان کے اللہ سے کوئی بچانے والا یہ

بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

بسبب اس کے ہے کہ وہ لوگ آتے تھے ان کے پاس پیغمبرؑ ان کے ساتھ دلیلوں

فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ

ظاہر کے پس کفر کیا انہوں نے پس پکڑا ان کو اللہ نے تحقیق وہ زور آور ہے سخت

الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا

عذاب کرنے والا اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰؑ کو ساتھ نشانیوں اپنی کے

وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا

اور غلبے ظاہر کے طرف فرعون کے اور ہامان کے اور قارون کے پس کہا انہوں نے

ان کو ان کے گناہوں میں ماخوذ کیا تھا اور ان کو اللہ کی گرفت اور عذاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا (۲۲) اس مواخذہ اور عذاب کا سبب یہ تھا کہ ان کے پاس ان کی ہدایت کے لئے ان کے رسولؑ آئے اور بڑی واضح بولتی چالتی دلیلیں پیش کیں لیکن انہوں نے حقائق کو چھپانے کا منصوبہ چلایا تو اللہ نے ان کو عذاب سے تباہ کر دیا۔ بلاشبہ اللہ نہایت قوی اور توانا ہے اور سخت تعقب کرکے سزا دینے والا ہے۔ (۲۳) اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ کو اپنے معجزات اور بولتے چالتے سلطان کے ساتھ بھیجا تھا۔ (۲۴) اور انہیں فرعون اور قارون اور ہامان کو مخاطب کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن ان تینوں نے متفقہ طور پر موسیٰؑ کو ایک بہت بڑا جھوٹا اور

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۸۳﴾ (نمل ۸۳ / ۲۷)

اب ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ علما کے مسلّمات کے خلاف اللہ یہ فرماتا ہے کہ: ”اور وہ دن ایسا ہو گا کہ ہم ہر ایک اُمت میں سے ان لوگوں کی ایک ایک فوج کو حاضر کریں گے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا یعنی غلط معنی میں استعمال کیا ہو گا اور اس کے بعد ہر اُمت میں سے محشور کی ہوئی فوجوں کو ترتیب دیں گے“۔۔۔ یہاں ہر صاحب عقل دیکھ سکتا ہے کہ اس آیت (۸۳ / ۲۷) میں پوری پوری اُمتوں کو حشر و نشر کے لئے زندہ کر کے حاضر کرنے کا ذکر نہیں بلکہ ہر اُمت میں سے ایک فوج (مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا) کے حاضر کرنے کا اعلان ہوا ہے یہ صورت حال اس صورت حال کے خلاف ہے جس میں ہر پوری اُمت یا پوری نوع انسان کو حاضر کرنے کا بار بار اعلان ہوتا رہا ہے اور یہ ہی رجعت کے وقوع میں آنے کی زبردست دلیل ہے اور ساتھ ہی یہ ثابت ہے کہ رجعت صرف ان لوگوں کی ہو گی جو دنیا میں جزا یا سزا سے رہ گئے تھے۔ اسی آیت پر ایک جملہ معصومؑ سے بھی سن لیں۔

عن ابی بصیر قال قال لی ابو جعفر علیہ السلام ینکر اهل العراق الرجعة؟ قُلْتُ نعم۔ قال اَمَا يَقْرَؤُنَ الْقُرآن؟ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجاً؟ (منتخب البصائر)

”حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا عراق کے باشندے رجعت کا انکار کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں وہ رجعت کے منکر ہیں۔ فرمایا کہ کیا وہ قرآن نہیں پڑھتے جس میں فرمایا گیا ہے کہ: ”اور وہ دن ایسا ہو گا کہ ہم ہر ہر اُمت میں سے پوری اُمتوں کے بجائے ایک ایک فوج کو محشور کریں گے“؟ یہاں ایک مرتبہ پھر رجعت میں مخصوص لوگوں کا مبعوث ہونا ثابت ہو گیا ہے۔

(۶) آیات (۲۷ تا ۲۳ / ۴۰) حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ ہوا ہے اور حضرت موسیٰؑ کا رجعت سے خاص تعلق ہے۔

ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ سورۂ زمر تک بہت سے ایسے مواقع آئے جہاں رجعت کی گفتگو شروع کی جا سکتی تھی۔ لیکن ہم نے اپنی مصلحتوں کے ماتحت رجعت کی بحث کو سورۂ زمر تک ٹال دینا ضروری سمجھا اور اب جب کہ یہ تذکرہ شروع ہو گیا تو جہاں جہاں مناسب مواقع آئیں گے ہم رجعت پر قرآن و حدیث معصومین سے رجعت کے متعلق مختلف و مختصر بیان دیتے چلیں گے۔ چنانچہ رجعت کے ذکر کا ایک موقع وہ تھا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ستر (۷۰) منتخب لیڈروں

سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا

جادوگر ہے جھوٹا پس جب آیا ان کے پاس ساتھ حق کے نزدیک ہمارے سے

قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ

کہا انہوں نے مارڈالو بیٹے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے اور

اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ

جیتا رکھو عورتوں ان کی کو اور نہیں مکر کافروں کا مگر بیچ گمراہی کے اور کہا

فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَ لْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ

فرعون نے چھوڑدو مجھ کو مارڈالوں میں موسیٰؑ کو اور چاہیئے کہ پکارے وہ رب اپنے کو

اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ

تحقیق میں ڈرتا ہوں اس سے کہ بدل ڈالے دین تمہارے کو یا یہ کہ ظاہر کرے

فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ

بیچ زمین کے فساد اور کہا موسیٰؑ نے تحقیق میں نے پناہ پکڑی ساتھ پروردگار

وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ

اپنے کے اور پروردگار تمہارے کے ہر تکبر کرنے والے سے کہ نہیں ایمان لاتا

بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ ق ع ۳ / ۸

ساتھ دن حساب کے کہا ایک مرد نے یعنی حزقیل نجار ایمان لانے والے نے

جادوگر قرار دیا تھا۔ (۲۵) چنانچہ جب موسیٰؑ ان کے پاس حقائق کے ساتھ ہمارا پیغام لے کر پہنچا تھا تو فرعون اور اس کی حکومت نے یہ کہہ دیا تھا کہ جو لوگ موسیٰؑ کے ساتھ ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں کو زندہ رہنے دیا جائے مگر اس فیصلے کے باوجود حق پوش لوگوں کی مکارانہ اسکیمیں بے نتیجہ و گمراہ ہوکر رہنے والی ہیں۔ (۲۶) فرعون نے کہا کہ مجھے تم اپنے فیصلے سے ہٹ کر کام کرنے دو تو میں تو موسیٰؑ کو قتل کرڈالوں گا تاکہ وہ قتل سے بچنے کے لئے اپنے پروردگار کو مدد پر بلا کر دکھائے سچی بات یہ ہے کہ میں اس بات سے خوفزدہ ہوگیا کہ وہ کہیں تمہارے دین ہی کو تبدیل نہ کردے یا پھر تمہارے دین و حکومت کے خلاف دنیا کو فساد پر آمادہ کردے۔ (۲۷) موسیٰؑ نے جواب میں کہا کہ میں تو ہر اس مغرور شخص سے مقابلہ کرنے میں جو یوم حساب پر ایمان نہ رکھتا ہو اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیا کرتا ہوں۔ (۲۸) آل فرعون کے ایک ایسے مومن

بزرگوں اور سرداروں کو لے کر کوہ طور پر پہنچے تھے۔ تاکہ اپنی نبوت اور توریت کے عطیہ خداوندی ہونے کی تصدیق اللہ سے کرا دی جائے (سورۂ اعراف ۱۵۶۔۱۵۵ / ۷) ان دونوں آیات کو قرآن کریم میں دیکھیں اور علامہ رفیعؒ الدین یا شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ و تشریح دیکھیں۔ چنانچہ حضرت علامہ شاہ عبدالقادر مرحوم کا ترجمہ یہ ہے کہ:

(۶ ۔ الف) علامہ شاہ عبدالقادر مرحوم اور رجعت کے ثبوت میں ان کا ترجمہ و تشریح:

”اور چُنے موسیٰؑ نے اپنی قوم سے ستر مرد لانے کو ہمارے وعدے کے وقت پھر جب ان کو لرزے نے پکڑا بولا اے رب اگر تو چاہتا پہلے ہی ہلاک کرتا ان کو اور مجھ کو۔ کیا ہم کو ہلاک کرے گا ایک کام پر جو کیا ہمارے احمقوں نے؟ یہ سب تیرا آزمانا ہے بچلاوے (بھٹکاوے) اس میں جس کو چاہے اور راہ دے جس کو چاہے تو ہی ہمارا تھامنے والا سو بخش ہم کو اور مہر کر ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور لکھ دے ہمارے واسطے اس دنیا میں نیکی اور آخرت میں ہم رجوع ہوئے تیری طرف“۔ (سورۂ اعراف ۱۵۶۔۱۵۵ / ۷)

علامہ کی تشریح: حاشیہ پر موضح القرآن سے لکھا ہے کہ: ”حضرت موسیٰؑ اپنے ساتھ لے گئے ستر آدمی سردار قوم کے جب حق تعالیٰ نے کلام کیا سن کر کہنے لگے ہم جب تک نہ دیکھیں ہم کو یقین نہیں۔ اس سے ان پر بجلی گری اور کانپ کر مر گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے اس طرح دعا کی (خود اپنے) آپ کو شامل کرکے تب بخشے گئے۔ پھر زندہ ہوئے۔ یہ شاید بچھڑا پوجنے

نے کہا کہ جو اپنے ایمان کو چھپاتا رہا تھا کہ کیا تم ایک ایسے جوانمرد کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور جو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح ہدایات لے کر آیا ہے اور اگروہ (بالفرض)

مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ يَكۡتُمُ اِيۡمَانَهٗۤ اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا

لوگوں فرعون کے سے کہ چھپاتا تھا ایمان اپنے کو کیا مارڈالو گے تم ایک مرد کو

اَنۡ يَّقُوۡلَ رَبِّىَ اللّٰهُ وَ قَدۡ جَآءَكُمۡ

اس واسطے کہ کہتا ہے پروردگار میرا اللہ ہے اور تحقیق آیا ہے تمہارے پاس

سے پہلے تھا یا شاید پیچھے تھا"۔ (مترجم قرآن تاج کمپنی صفحہ ۲۷۷ و ۲۷۸)

(۶۔ب) یہاں آیات (بقرہ ۵۶۔۵۵ / ۲) کی تفصیل کو آیات (اعراف ۱۵۶۔۱۵۵ / ۷) میں مدنظر رکھا گیا ہے۔

آیات (۱۵۶۔۱۵۵ / ۷) میں مذکور ستر منتخب لوگوں کے مرجانے کے الفاظ نہیں ہیں لیکن علامہ نے بھی اور اللہ نے بھی سورۂ بقرہ کی آیات (۵۶۔۵۵ / ۲) کو شامل کرکے یہ بتایا ہے کہ وہ لوگ جو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ طُور پر گئے تھے اور اللہ کو موسیٰؑ کے ساتھ دُو بدُو کلام کرتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کی تعداد ستر (۷۰) تھی اور یہ کہ حضرت موسیٰؑ کی دعا سے ان سب کو مرجانے کے بعد زندہ کرلیا گیا تھا چنانچہ وہاں فرمایا گیا ہے کہ: "اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰؑ ہم جب تک اللہ کو بالکل اپنی آنکھوں سے تمہارے ساتھ کلام کرتے ہوئے نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں گے۔ چنانچہ تمہیں ایک بجلی نے آ لیا اور تم دیکھتے ہی دیکھتے مرگئے۔ پھر ہم نے تمہیں تمہاری موت کے بعد زندہ کرکے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ (ثُمَّ بَعَثۡنٰكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ ﴿۵۶﴾ البقرۃ: ۵۵ - ۵۶) تاکہ تمہیں شکر گزاری کا موقع مل جائے"۔ (۵۶۔۵۵ / ۲)

(۶۔ج) رجعت کے عقیدے کی حقیقت کو چھپانے کے لئے علما نے مُردوں کے دنیا میں زندہ ہوسکنے کا انکار کردیا۔

قرآن کریم کے مندرجہ بالا دونوں مقامات پر اللہ نے واضح اور روزمرہ استعمال ہونے والے الفاظ میں بتایا ہے کہ کوہ طور پر ستر (۷۰) مقدس لیڈر مرجانے کے بعد حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کی دعا سے زندہ کئے گئے تاکہ دوبارہ زندگی شروع کریں اور اللہ کا شکریہ بھی ادا کرسکیں اور اگر آپ سورۂ بقرہ کی اگلی آیات (۵۸۔۵۷ / ۲) پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ جن بنی اسرائیل پر بادل سایہ کرتے تھے۔ جن پر من و سلویٰ نازل ہوا کرتا تھا اور جو سجدے کرتے ہوئے نئی آبادیوں میں زندگی گزارنے کے لئے داخل ہوئے تھے ان میں وہ ستر آدمی بھی تھے جو ایک دفعہ مرچکے تھے۔ اور دوبارہ زندہ ہوکر زندگی شروع کی تھی۔ ایسی واضح آیات کی موجودگی میں بھی عربی حکومتوں اور ان کے وظیفہ خوار علما نے یہ عقیدہ پھیلا دیا کہ ایک دفعہ مرجانے کے بعد مُردے دنیا میں واپس نہیں آسکتے۔ مطلب یہ تھا کہ اس طرح رجعت کے عقیدے اور حقیقت کو غائب کردیا جائے چنانچہ اہل سنت لیبل والے تو الگ خود شیعوں میں ننانوے فیصد لوگ رجعت کے لفظ سے بھی واقف نہیں ہیں اور اسی لئے ہم رجعت پر اتنا لکھنا چاہتے ہیں کہ تمام قاریان قرآن نہ صرف عقیدہ رجعت کو سمجھ لیں بلکہ اس پر دلیل و حجت بھی قائم کرسکیں۔

(۶۔د) حضرت علیؑ اپنے زمانہ کے ایک مجتہد شخص کو رجعت کا مسئلہ سمجھاتے ہوئے قرآن پیش کرتے ہیں۔

یہاں مندرجہ بالا آیات (۱۵۶۔۱۵۵ / ۷) اور (۵۶۔۵۵ / ۲) پر حضرت علی علیہ السلام کا بیان سن لیں۔ حضور نے مسئلۂ رجعت پر قرآن کریم سے بہت سی آیات پیش کرتے ہوئے ایک طویل بیان دیا ہے۔ اور اس بیان میں سے بقدر ضرورت آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

ارشاد ہے کہ "امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ: "موسیٰؑ نے قوم اپنی میں سے ستر آدمی انتخاب کئے تاکہ انہیں ہمارے وعدہ کے وقت پر لے کر

قال امیرالمومنین علیه السلام وَیْلكَ اَتعلم اِنّ الله عزّوجلّ قال فی کتابه " وَٱخۡتَارَ مُوسَىٰ قَوۡمَهُۥ سَبۡعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَٰتِنَا فانطلق بهم معه لیشهدواله اذا رجعوا عندالملاء من بنی اسرائیل انّ ربّی کلمنی فلوانّهم سلموا ذٰلك و صدقوا به لكان خیراً لهم ولكنّهم قالوا لموسیٰؑ لَن نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى ٱللَّهَ جَهۡرَةً قال الله عزّوجل فَأَخَذَتۡكُمُ ٱلصَّٰعِقَةُ وَأَنتُمۡ

بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ

ساتھ دلیلوں ظاہر کے پروردگار تمہارے سے اور اگر ہے یہ جھوٹا پس اوپر اسی کے

كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ

ہے جھوٹ اس کا اور اگر ہے سچا پہنچے گی تم کو بعض وہ چیز جو وعدہ دیتا ہے تم کو

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

تحقیق اللہ نہیں ہدایت کرتا اس شخص کو کہ وہ حد سے نکلنے والا ہے جھوٹا اے

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ

قوم میری واسطے تمہارے ہے بادشاہی آج کی غالب ہو بیچ زمین کے پس کون

يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ

مدد دے گا ہم کو عذاب خدا کے سے اگر آجاوے ہم پر کہا فرعون نے نہیں

اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَ مَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

دکھلاتا میں تم کو مگر جو کچھ کہ دیکھتا ہوں میں اور نہیں بتاتا میں تم کو مگر راہ بھلائی کی

جھوٹا ہے۔ تو اس کا جھوٹ اسی پر برا اثر ڈالے گا لیکن اگر وہ سچا رسولؐ ہے تو جن خوفناک نتائج سے وہ تمہیں خبردار کررہا ہے ان میں سے بعض نتائج تو تم پر ضرور مرتب ہوں گے یقیناً اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں کیا کرتا جو سامانِ حیات و ترقی کو ضائع کرنے والا اور جھوٹا ہو۔ (۲۹) اے میری قوم آج تمہاری حکمرانی اور بادشاہت ہے اورتم روئے زمین پر آج قابض اور غلبہ رکھتے ہو سوچو کہ اگر اللہ کی طرف سے ہم پر سختیاں اور مصائب ٹوٹ پڑیں تو ہماری مدد کون کرے گا ؟ فرعون نے کہا کہ میں تو تمہیں اپنی اسی رائے سے حکم دیتا ہوں جو میری اجتہادی رائے ہوتی ہے اور میں تمہیں ایسی ہدایات واحکام نہیں دیتا جو خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف ہوتے ہوں۔

تَنظُرُونَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنَٰكُم مِّنۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۶﴾ افترى يا ابن الكوا انّ هٰؤُلاءِ قد رجعوا الى منازلهم بعد ما ماتوا۔ فقال ابن الكوا وماذاك ثُمَّ اماتهم مكانهم ؟ فقال اميرالمومنين عليه السلام لَا وَيلكَ : اَوَ ليس قد اخبرك الله فى كتابه حيث يقول " وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ ٱلْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ ٱلْمَنَّ وَٱلسَّلْوَىٰ " ﴿۵۷﴾ (البقرۃ): فهذا بعد الموت اذ بعثهم (منتخب البصائر)

ہمارے پاس پہنچیں چنانچہ ان سب کو لے کر چلا تاکہ وہ لوگ واپس آکر بنی اسرائیل کے لیڈروں وغیرہ کے سامنے شہادت دیں کہ اللہ نے ان کے ساتھ باتیں کی ہیں تاکہ وہ سب مان لیں اور تصدیق کردیں تو یہ ان کے لئے اچھا ہو گا۔ ولیکن ان کی قوم نے موسیٰ سے کہا کہ جناب جب تک ہم اللہ کو تم سے باتیں کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں تم پر ایمان نہ لائیں گے اس پر اللہ نے فرمایا تھا کہ پھر انہیں بجلی نے دھر لیا اور تمہارے دیکھتے دیکھتے تم سب مر گئے۔ پھر ہم نے تمہیں موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دیا تاکہ تم شکر ادا کر سکو۔ اے ابن الکوا کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ وہ لوگ مرنے کے بعد پھر اپنے گھروں میں واپس آئے ؟ ابن الکوا نے کہا کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ انہیں وہیں اسی جگہ مار دیا گیا تھا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں نہیں خدا تجھے سمجھے کیا اس کے بعد والی آیات میں اللہ نے تجھے یہ خبر نہیں دی کہ اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ رکھا اور ہم نے تم پر من و سلویٰ نازل کیا۔ یہ سب کچھ ان ہی کے ساتھ ان کو زندہ کرنے کے بعد کیا گیا تھا۔

قارئین نوٹ کریں۔ رجعت کے سلسلے میں یہاں تک جو کچھ آپ نے دیکھا وہ لفظاً لفظاً اور معناً معناً پہلے قرآن کریم سے اور پھر احادیث معصومین علیہم السلام سے ماخوذ و ثابت ہے۔ اور یہ بھی نوٹ کر لیں کہ ہمارا ہر عقیدہ اور ہر مسئلہ اسی طرح لفظ بلفظ قرآن و حدیث میں لکھا ہوا دکھایا جا سکتا ہے۔

(۷) فرعون نظام اجتہاد کا سربراہ اور اپنے زمانہ کا سب سے بڑا مجتہد تھا نظام مشاورت نافذ کئے ہوئے تھا۔

آیات (مومن ۳۶ تا ۲۵ / ۴۰) پر نظر کرنے سے جو چیز سب سے پہلے اُبھر کر آتی ہے وہ یہ ہے کہ فرعون کے درباریوں

وَ قَالَ الَّذِیۡۤ اٰمَنَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ

اور کہا اس شخص نے کہ جو ایمان لایا تھا اے قوم میری تحقیق میں ڈرتا ہوں

عَلَیۡکُمۡ مِّثۡلَ یَوۡمِ الۡاَحۡزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثۡلَ دَاۡبِ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّ عَادٍ

اوپر تمہارے مانند دن ان گروہوں کے سے مانند عادت قوم نوحؑ کی اور عاد کی

وَّ ثَمُوۡدَ وَ الَّذِیۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ؕ وَ مَا اللّٰهُ یُرِیۡدُ ظُلۡمًا

اور ثمود کی اور جو لوگ کہ پیچھے ان کے تھے اور نہیں اللہ ارادہ کرتا ہے ظلم کا

لِّلۡعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ یَوۡمَ

واسطے بندوں کے اور اے قوم میری تحقیق میں ڈرتا ہوں اوپر تمہارے دن

التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ یَوۡمَ تُوَلُّوۡنَ مُدۡبِرِیۡنَ ۚ مَا لَکُمۡ مِّنَ اللّٰهِ

پکارنے کے سے اس دن کہ پھر جاؤ گے تم پیٹھ پھیر کر نہیں واسطے تمہارے اللہ سے

مِنۡ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۳۳﴾

کوئی بچانے والا اور جس کو گمراہ کرے اللہ پس نہیں واسطے اس کے کوئی راہ دکھانے والا

(۳۰) جس شخص نے اپنے ایمان کا بھرے دربار میں اعلان کر دیا تھا اس نے کہا کہ اے میری قوم مجھے خوف ہے کہ تم پر بھی وہ دن نہ آجائے جو پہلے بہت سے گروہوں پر آ چکا ہے (۳۱) جیسا دن نوحؑ کی قوم پر اور قوم عاد اور قوم ثمود اور ان کے بعد والی اقوام پر آیا تھا اور اللہ کبھی بھی اپنے بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں کرتا ۔ (۳۲) اور اے میری قوم یقیناً مجھے تمہارے متعلق اس روز کا ڈر ہے جس دن تمہیں مواخذہ کے لئے ندا دی جائے گی ۔ (۳۳) جس دن تم سب ولایت سے روگردانی مکمل کر لو گے تو پھر تمہیں اللہ کی سزا سے محفوظ کرنے والا کوئی نہ ہوگا اور بات یہ ہے کہ جسے خود اللہ ہی گمراہ رہنے دے اس کے لئے ہادی و راہنما کا ملنا اور کامیاب ہونا ممکن نہیں ۔

میں ایک نہایت سربرآوردہ معزز اور قابل اتباع شخص موجود ہے جس کے متعلق قرآن نے بتایا ہے کہ وہ اپنے ایمان کو چھپایا کرتا تھا۔ لیکن حضرت موسیٰ کے پہنچنے پر اس نے ان کی تائید کی اور بھرے دربار میں فرعون اوراپنی پوری قوم کو نہایت سختی سے عمدہ دلائل کے ساتھ ہدایت سرزنش اور تبلیغ کی ۔علامہ اس شخص کے متعلق ہم سے اتفاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔
(۱) ”وہ شخص فرعون کی سلطنت میں اتنی اہم شخصیت کا مالک تھا کہ بھرے دربار میں فرعون کے رو در رو یہ حق گوئی کر جانے کے باوجود اعلانیہ اس کو سزا دینے کی جرأت نہ کی جاسکتی تھی “(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۱۲) اور سنئے :
(۲) مگر اپنی سلطنت کے اس باثر شخص کی حق گوئی سے اسے یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ موسیٰ کے اثرات حکومت کے بالائی طبقوں تک میں پہنچ گئے ہیں “(ایضاً صفحہ ۴۱۲)

فرعون کا مجتہد ہونا۔ پھر وہی شخص یہ بتاتا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کی یہ حکومت ساری دنیا میں پھیلی ہوئی اور روئے زمین پر غلبہ اور بالا دستی رکھتی تھی ۔ (۲۹ / ۴۰) اور فرعون وہ بحث سن کر جو اس شخص نے حضرت موسیٰ کی طرف داری و تائید میں کی ہے یہ جواب دیتا ہے (مطابق ترجمہ مودودی) کہ :
(۱) ”میں تو تم لوگوں کو وہی رائے دے رہا ہوں جو مجھے مناسب نظر آتی ہے ۔ اور میں اسی راستے کی طرف تمہاری ہدایت کرتا ہوں جو ٹھیک ہے “اور ہمارے ترجمے کی رو سے فرعون نے یہ جواب دیا کہ :
(۲) ”میں تو تمہیں اپنی اسی رائے سے حکم دیتا ہوں جو میری اجتہادی رائے ہوتی ہے اور میں تمہیں ایسی ہدایات و احکام نہیں دیتا جو خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف ہوتے ہوں “ اور علامہ کا یہ جملہ بھی نوٹ کر لیں کہ :
(۳) فرعون نے اپنی حکومت کے ذمہ دار لوگوں کی مجلس میں یہ خیال ظاہر کیا ہو “ ۔ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۰۶) اور آخری بات قرآن کا یہ جملہ جو فرعون کی زبانی نقل کیا اور علامہ کا ترجمہ ہے کہ :
(۴) ”ایک روز فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا ”چھوڑو مجھے میں اس موسیٰ کو قتل کئے دیتا ہوں “(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۰۴)
یہ تمام حوالے بتاتے ہیں کہ: (اوّل) فرعون کے دربار میں حکومت کے ذمہ دار لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی جو آپس

وَ لَقَدۡ جَآءَکُمۡ یُوۡسُفُ مِنۡ قَبۡلُ بِالۡبَیِّنٰتِ فَمَا

اور البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس یوسف پہلے اس سے ساتھ دلیلوں کے پس

زِلۡتُمۡ فِیۡ شَکٍّ مِّمَّا جَآءَکُمۡ بِہٖ ؕ حَتّٰۤی

ہمیشہ رہے تم بیچ شک کے اس چیز سے کہ آیا تھا تمہارے پاس ساتھ اس کے یہاں تک کہ

اِذَا ہَلَکَ قُلۡتُمۡ لَنۡ یَّبۡعَثَ اللّٰہُ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ رَسُوۡلًا ؕ کَذٰلِکَ

جب ہلاک ہوا کہا تم نے ہرگز نہ بھیجے گا اللہ پیچھے اس سے کوئی پیغمبرؑ اسی طرح

یُضِلُّ اللّٰہُ مَنۡ ہُوَ مُسۡرِفٌ مُّرۡتَابُ ﴿ۚ۳۴﴾

گمراہ کرتا ہے اللہ اس شخص کو کہ وہ حد سے نکل جانے والا ہے شک لانے والا ہے

الَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیۡرِ سُلۡطٰنٍ اَتٰىہُمۡ ؕ کَبُرَ

وہ جو جھگڑتے ہیں بیچ نشانیوں اللہ بغیر دلیل کے کہ آئی ہو ان کے پاس بہت بڑا ہے

مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰہِ وَ عِنۡدَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ کَذٰلِکَ

ناخوشی میں نزدیک اللہ کے اور نزدیک ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اسی طرح

یَطۡبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلۡبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَ قَالَ فِرۡعَوۡنُ یٰہَامٰنُ

مہر رکھتا ہے اللہ اوپر ہر دل تکبر کرنے والے سرکش کے اور کہا فرعون نے اے ہامان

ابۡنِ لِیۡ صَرۡحًا لَّعَلِّیۡۤ اَبۡلُغُ الۡاَسۡبَابَ ﴿ۙ۳۶﴾ اَسۡبَابَ السَّمٰوٰتِ

بنا واسطے میرے ایک محل تاکہ جا پہنچوں میں راستوں کو رستوں آسمانوں کے

(۳۴) یقیناً تمہارے پاس اس سے بڑی واضح دلیلیں لے کر یوسفؑ بھی آئے تھے جن کے متعلق تمہیں برابر یہ شک رہا کہ وہ جو کچھ اللہ کی طرف سے لائے ہیں صحیح ہیں یہاں تک کہ جب ان کا انتقال ہوگیا تو تم نے یہ عقیدہ پھیلا دیا تھا کہ اب یوسفؑ کے بعد اللہ کسی پیغمبرؑ کو ہرگز بھی نہ بھیجے گا ۔ یوں ہی اللہ ایسے لوگوں کو گمراہ کردیتا ہے جو سامانِ حیات و ترقی کو بلا وجہ استعمال کرتے ہیں اور ساتھ ہی وہ شش وپنج اور گنجلک میں الجھے رہتے ہیں ۔ (۳۵) یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی آیات میں بلا کسی سلطانی اور منجانب اللہ آئی ہوئی دلیل کے بحثیں اور معنی نکالتے ہیں یہ روّیہ اللہ کے نزدیک بھی اور مومنین کے نزدیک بھی سخت ناگوار ہے وہی روّیہ ہے جس کی وجہ سے اللہ ہر مغرور اور جابر دل رکھنے والے پر مہر لگا دیا کرتا ہے ۔ (۳۶) اور فرعون نے کہا کہ اے ہامان تم میرے لئے ایک گنبد تعمیر کردو تاکہ میں ان اسباب تک رسائی حاصل کروں ۔ (۳۷) آسمانی اسباب تک

میں مشورہ کرکے فیصلے کیا کرتی تھی جسے نظام اجتہاد میں "مجلس مشاورت" یا جماعت شوریٰ" اور دنیاوی نظام میں "قانون ساز ادارہ" کہا جاتا ہے ۔(دوم) چونکہ اس ادارہ میں فرعون بھی اپنی بصیرت اور رائے پیش کرتا تھا اور باقی ممبران کی طرح اس رائے کو حق سمجھ کر پیش کرتا تھا اس لئے وہ بھی ایک مجتہد یا صاحب الرائے شخص تھا۔ (سوم) چونکہ وہ ان سب کا حاکم اور مسلّمہ سربراہ تھا لہٰذا وہ سب سے بڑا مجتہد اور نظام مشاورت یا نظام اجتہاد کا سربراہ تھا ۔

(۷۔الف) فرعون کے دربار کا مومن ممبر بھی ہمیشہ سے مومن تھا اور بہتر رائے دیتا تھا ۔

رہ گیا مومن آل فرعون وہ اپنی دینی اور قانونی بصیرت میں اس قدر مسلّمہ پوزیشن رکھتا تھا کہ فرعون کی حکومت کو اسے اپنی جماعت شوریٰ میں مستقلاً رکھنا پڑا تھا۔ جیسا کہ جمہوری حکومتیں عموماً مجبور ہو کر ایسے لوگوں کو شوریٰ میں شامل کرلیا کرتی ہیں جو دین کے نفاذ اور تفہیم میں ان سے مختلف ہوتے ہیں ۔ خواہ ان کی رائے اور فیصلے پر عمل کریں یا نہ کریں مگر ان سے ہر مشکل مسئلہ میں مشورہ ضرور لیا کرتے ہیں ۔ اور وہ لوگ بھی اپنے دینی اختلافات کو مفاد عمومی اور عوام کی خاطر اچھالا نہیں کرتے اس طریقہ کو اللہ نے "ایمان و عقیدہ کو چھپائے رکھنا" فرمایا ہے ۔ اور جب وقت آ جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ مجھے فلاں فلاں کی سیرت و سنت ونظائر پر عمل نہیں کرنا ہے ۔ اس شخص نے جب اس قسم کا اعلان کردیا اور کہہ دیا کہ تم میری اتباع کرو میں تمہیں فرعون کے خلفائے راشدین کے مقابلہ میں حقیقی خلفائے راشدین یعنی حقیقی حکومت الٰہیہ کے سربراہوں کے راستے پر لے کر چلوں گا (۳۸ / ۴۰) اس اعلان کو اللہ نے "ایمان لانا"

فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ

پس جھانکوں میں طرف معبود موسیٰؑ کی اور تحقیق میں البتہ گمان کرتا ہوں اس کو

كَاذِبًا ؕ وَ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ

جھوٹا اور اسی طرح زینت دی گئی تھی واسطے فرعون کے برائی عمل اس کے کی

وَ صُدَّ عَنِ السَّبِیْلِ ؕ وَ مَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَ قَالَ

اور بند کیا گیا تھا راہ سے اور نہیں مکر فرعون کا مگر بیچ ہلاک کے اور کہا

الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ

اس شخص نے کہ ایمان لایا تھا یعنی نجار اے قوم میری پیروی کرو میری

اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ

دکھلاؤں میں تم کو راہ بھلائی کی اے قوم میری سوائے اس کے نہیں یہ زندگانی

الدُّنْیَا مَتَاعٌ ؗ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً

دنیا کی فائدہ ہے کم اور تحقیق آخرت وہی ہے گھر رہنے کا جس نے کی برائی

تاکہ موسیٰؑ کے معبود سے مطلع ہو سکوں اور ویسے تو میرا خیال یہ ہے کہ موسیٰؑ یقیناً جھوٹ بولنے والا شخص ہے اور اسی طریقے سے فرعون کے دماغ میں اس کے اعمال کی برائیوں اور خرابیوں کو سجا اور سنوار کر بٹھا دیا تھا اور یوں اسے صحیح راستوں اور طریقوں سے باز رکھا گیا تھا۔ اور فرعون کی تمام چالاک اسکیمیں اور منصوبے اس کی اپنی تباہی پر منتج ہوئے (۳۸) فرعون کا درباری مومن بولا کہ اے میری قوم تم سب میری پیروی کرو میں تمہیں حقیقی خلفائے راشدین کی راہ پر لے کر چلونگا۔ (۳۹) اے میری قوم یہ سن لو کہ دنیا کی یہ زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ استفادہ کرنے کا مقام ہے اور رہ گئی آخرت تو وہ بلا شک و شبہ ہمیشہ قیام کرنے کی جگہ ہے۔ (۴۰) یہاں دنیا میں جس نے برا عمل کیا

قرار دیا ہے۔ یعنی فرعون اور اس کی حکومت نظام اجتہاد کے ماتحت مسلمان تھی لہٰذا کافر ٹھہرتی تھی اور یہ شخص مجتہد نہ تھا اس کی قابلیت نے اسے بھی یاران اجتہاد میں شامل کر لیا تھا۔ اس لئے وہ مومن کہلایا۔ اگر آپ آیات (۵۰ تا ۲۴ / ۴۰) غور سے پڑھیں گے تو آپ کو ہمارے اس بیان کی تصدیق میں کوئی تکلف نہ ہو گا۔ اور آپ دیکھیں گے کہ اسی مومن آل فرعون کی زبانی فرعون اور ان کی قوم ختم نبوت کی قائل تھی اور نظام اجتہاد انبیاؑ کی عدم موجودگی چاہتا ہے ورنہ نبیؑ کی موجودگی میں اسے بار نہیں ملتا اور اس وجہ سے فرعون موسیٰؑ کو ساحر، کذاب، مفسد اور اقتدار کا دعویدار کہتا تھا۔ اسی طرح قریش چونکہ نظام اجتہاد کے ماتحت دین ابراہیمیؑ پر عمل کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی وہی کچھ کہا اور وہی کچھ کیا جو فرعون اور اس وقت کا نظام اجتہاد کہتا اور کرنا چاہتا تھا۔ فرعون اور قریش دونوں اللہ کی آیات میں اجتہاد کے قائل تھے (۳۵ / ۴۰)۔ وہ آیات کے منکر نہ تھے، بلکہ سو فیصد سلطانی احکام نافذ نہ کرتے تھے اور سابقہ سلطانی احکام کو مجتہدانہ صورت سے مانتے تھے اور موسیٰؑ پھر سلطانی قوانین و احکام لے کر پہنچے تھے (۲۳ / ۴۰) لہٰذا سلطان مبین کسی مجتہد کو راست نہیں آتا۔ پھر مومن آل فرعون کہتا ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات اللہ کو تفویض کرتا ہے (۴۴ / ۴۰) اور خالص مُنَزَّل مِنَ اللہ کے ماتحت رہے گا۔ جبکہ مجتہد خود کو اللہ کے ماتحت نہیں رکھتے بلکہ دین کو نظام اجتہاد کے ماتحت رکھ کر اپنے اجتہاد کے مطابق دین پر عمل کیا کرتے ہیں۔ اس لئے کافر و مشرک کہلاتے ہیں۔

(۸) جنت و جہنم دار القرار ہیں آیات (۴۰-۳۹ / ۴۰) سے دنیا میں برائی کی جزا ویسی ہی برائی یا بدتر جزا لازم ہے۔

آگے چل کر وہی مومن یہ بتاتا ہے کہ یہ دنیا استفادہ کرنے کی جگہ ہے جیسے یوں بھی کہا گیا ہے کہ "دنیا مزرعۂ آخرت ہے" یعنی یہ دنیا کھیتی کرنے کی جگہ ہے یہاں جیسا بویا جائے گا۔ ویسا ہی آخرت میں کاٹا جائے گا برائیوں کی کاشت کرو گے۔ تو برائیاں کاٹو گے۔ اچھائیاں بوئی جائیں گی۔ تو اچھائیاں فصل میں ملیں گی۔ یعنی یہاں جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔ پھر آخرت کی زندگی کو دار القرار قرار دیا گیا ہے۔ یعنی وہ ہمیشہ برقرار رہنے والی زندگی کے لئے مستقل قیام گاہ ہے۔ یعنی وہاں حساب کتاب و مواخذہ اور سزا و جزا نہیں ہے۔ وہاں آخری فیصلہ ہونے کے بعد قیام ہو گا۔ چنانچہ یہ کہا گیا کہ مرد یا عورت جو بھی

فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى

پس نہیں جزا دیا جاوے گا مگر مانند اس کی اور جس نے کیا کام اچھا مرد ہو یا عورت ہو

وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ

اور وہ ہوا ایمان والا پس یہ لوگ داخل ہوں گے بہشت میں رزق دئے جاویں گے

فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ

بیچ اس کے بے حساب اور اے قوم میری کیا ہے مجھ کو کہ پکارتا ہوں میں تم کو

اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝ تَدْعُوْنَنِيْ

طرف نجات کی اور پکارتے ہو تم مجھ کو طرف آگ کی پکارتے ہو تم مجھ کو

لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ

اس واسطے کہ کفر کروں میں ساتھ اللہ کے اور شریک لاؤں میں ساتھ اس کے

عِلْمٌ ۡ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ

اس چیز کو کہ نہیں مجھے ساتھ اس کے کچھ علم اور میں پکارتا ہوں تم کو طرف غالب

الْغَفَّارِ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ

بخشنے والے کی نہیں شک بیچ اس کے کہ جو پکارتے ہو تم مجھ کو طرف اس کی

اس کو ویسی ہی برائی جزا میں ملے گی۔ اور جو شخص مومن ہو اور اصلاحی اعمال بجا لاتا رہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو۔ ایسے تمام نیک مومنین و مومنات جنت میں داخل ہوں گے اور انہیں سامانِ حیات و ترقی بے حساب فراہم کیا جائے گا۔ (۴۱) اور اے میری قوم آخر میرے ساتھ تمہارا یہ کیا الٹا معاملہ ہے کہ میں تو تمہیں نجات کی دعوت دیتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف دعوت دیتے ہو۔ (۴۲) تم مجھے یہ دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کی حقیقت چھپاؤں اور اللہ کے ساتھ ایسے افراد کو حکومت الٰہیہ میں شریک سمجھوں جن کے لئے میرے پاس علم الٰہی کی کوئی دلیل نہیں ہے حالانکہ میں تمہیں اس زبردست مغفرت کرنے والے اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔ (۴۳) حق صرف یہ ہے اور اس کے خلاف حق ہو ہی نہیں سکتا کہ تم مجھے جس طریقے کی خلافت کی طرف دعوت دیتے ہو اس کے لئے نہ

اعمال صالحہ بجا لائیں گے۔ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ بشرطیکہ وہ مومن بھی ہوں۔ یہ بات خود بخود بھی اور قرآن کی سینکڑوں آیات سے بھی ثابت ہے کہ جو مومن نہ ہوں گے یا جو منکر دین یا کافر دین ہوں گے۔ خواہ اعمال صالحہ ہی کیوں نہ بجا لائیں۔ وہ جہنم میں جائیں گے اور مستقل طور پر رہیں گے۔ یہ سادہ سادہ صورت حال ہے لیکن جو لوگ دوسروں پر ظلم و زیادتی کریں یا کسی کا حق مار لیں انہیں اسی قسم کے اعمال سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جیسا کہ قاتل کو قتل سے سابقہ پڑے گا۔ اور اس کی زوجہ، اولاد اور دیگر عزیزوں کو اسی طرح محرومی اور دیگر تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑے گا جس طرح مقتول کے بچوں اور زوجہ وغیرہ کو سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور یہ سب کچھ (۴۰ / ۴۰) رجعت کے زمانہ میں ہو گا۔ اور یوں دنیا میں کی ہوئی برائیوں کی جزا میں ویسی ہی برائیوں سے سابقہ پیش آئے گا۔ (۴۰ / ۴۰) اور ایسی جزائیں اور سزائیں جنت یا جہنم میں دیئے جانا قرآن میں مذکور نہیں لہٰذا دنیا میں کی ہوئی نیکیوں اور بدیوں کی جزا و سزا دنیا ہی میں دوران رجعت پوری کی جائے گی۔ اور کسی کو جزا سے محروم نہ رہنے دیا جائے گا اور کوئی شخص اپنے جرائم کی سزا سے بچ نہ سکے گا۔

(۸۔الف) ظالموں، جابروں اور سرکشوں کو رجعت میں ظلم و جبر و سرکشی کا موقع دیکر مظلوموں کے ہاتھوں ان سے انتقام لیا جائے گا۔

اس سلسلے میں چوتھی صدی ہجری کے ایک مشہور شیعہ عالم جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ کا ایک طویل بیان جناب محمد باقر مجلسی اعلی اللہ مقامہ نے رجعت کے متعلق کافی کتاب الحجت میں بطور تشریح لکھا ہے وہ پڑھ لیں۔

"سپس شرح مبسوطی در آین بارہ بیان کردہ و فرمودہ رجعت در عقیدۂ ما مخصوص بمومن محض و کافر محض است نہ دیگران و چون خدا ارادۂ آن

علامہ کے اس فارسی بیان میں آخری جملے ہمارے عنوان سے متعلق ہیں جہاں یہ مانا گیا ہے کہ اللہ دشمنان خدا ظالم و جابر لوگوں کو دنیا میں

کہیں دنیا میں دعوت کی سند اور ثبوت ہے نہ اس کی آخرت میں ضرورت ہے اور وہ یوں کہ ہمیں اللہ کے حضور میں واپس جانا ہے اور یہ طے شدہ امر ہے کہ حد سے بڑھنے والے ہی جہنمی صحابہ ہوتے ہیں ۔ (۴۴) چنانچہ جو ہدایات میں نے تمہیں دی ہیں تمہیں ان کے تذکرے کی ضرورت پڑے گی ۔ چنانچہ اپنے تمام اختیارات اور معاملات حکومت الٰہیہ کو سپرد کرتا ہوں ۔ اور اللہ تو یقیناً اپنے تمام بندوں کو نظر میں رکھتا ہے (۴۵) چنانچہ اللہ نے اس مرد مومن کو فرعونی نظام کی پرفریب پالیسی کی برائی سے محفوظ کردیا تھا ۔ اور فرعون کی آل کو عذاب کی برائی نے گھیر لیا ہے (۴۶) ان سب کو ایک مخصوص آگ کا صبح و شام اس روز تک سامنا کرنا پڑے گا

لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَا فِي الْاٰخِرَةِ وَ اَنَّ مَرَدَّنَآ

نہیں واسطے اس کے پکارنا بیچ دنیا کے اور نہ بیچ آخرت کے اور یہ کہ پھر جانا ہمارا

اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾

طرف اللہ کی ہے اور یہ کہ حد سے نکل جانے والے وہی ہیں رہنے والے آگ کے

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ

پس البتہ یاد کروگے تم جو کچھ کہتا ہوں میں واسطے تمہارے اور سونپتا ہوں میں

اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ

کام اپنا طرف اللہ کی تحقیق اللہ دیکھنے والا ہے بندوں کا پس بچالیا اس کو اللہ نے

سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ

برائی اس چیز کی سے کہ مکر کرتے تھے اور گھیر لیا لوگوں فرعون کے کو برائی

الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ

عذاب نے وہ آگ ہے کہ حاضر کئے جاویں گے اوپر اس کے صبح اور شام

دوبارہ زندہ کرکے ان کو سرکشی اور ظلم و زبردستی کرنے کا سامان اور مواقع دے گا اور مومنین کے ہاتھوں ان سے انتقام لے گا اور ان میں کوئی بھی عذاب و مصائب و انتقام میں گرفتار ہوئے بغیر نہ رہے گا "(مترجمہ و مشرح کافی کتاب الحجت جلد دوم صفحہ ۶۶ زیر حدیث نمبر ۴)

کُنند بخیال شیاطین دشمن خود اندازد کہ بدُنیا برمیگردند تاباز سرکشی خودرا آغاز کُنند و بر تمرّد خود بیفزایند و خدا بوسیلہ دوستان مومنِ خود از آنہا انتقام گیرد و از آنہا نماند جر گرفتار عذاب و نقمت و عتاب و زمین از لوث وجود آنہا پاك شود و دین خدا بما ند و رجعت مخصوص مومنان محض و منافقان ملّت

(۹) مومن آل فرعون اپنی قوم کے لیڈروں کو یہ بتاتا ہے کہ تمہارے عقائد کسی دین سے تعلق نہیں رکھتے ۔

آیات (۴۴ تا ۴۱ / ۴۰) میں مومنِ آلِ فرعون جس بات کی سب سے زیادہ مخالفت کرتا ہے اور جسے جہنم میں داخلہ کے لئے کافی سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ اقتدارِ خداوندی اور حکومتِ الٰہیہ میں ایسے لوگوں کو شریک کرتے تھے جن کی شرکت کے لئے کوئی علمی ثبوت موجود نہیں اِلّا یہ کہ انہوں نے خود ہی فرعون کی طرح کے کچھ ایسے لوگوں کو حکومت الٰہیہ میں مرکزی مقام دینا طے کر رکھا تھا جو قوم میں معزز ہوں یعنی ان کا اجتہاد یہ تھا کہ نبیؑ کی جگہ ہر لیڈر سربراہ اسلام بن سکتا ہے۔ اور اسی اجتہادی نکتہ کے لئے اللہ نے یہ فرمایا کہ انِ کی مکر و فریب کی پالیسی کی برائی سے مومنِ آلِ فرعون کو محفوظ رکھا۔ یعنی ان کے نظام میں سب سے بڑی ایک خرابی تھی اور وہ تھی خلافتِ الٰہیہ کو عام کردینا۔ اور مومنِ آلِ فرعون کے لئے خطاکاروں کا حکومتِ الٰہیہ کو چلانا خالص کفر تھا۔ اس لئے کہ اس سے معصوم سربراہ کا حقدار ہونا چھپایا جاتا ہے ۔ اور وہ خالص شرک تھا اس لئے کہ اللہ کی سند کے بغیر کسی شخص کو جانشینِ خدا و رسولؐ خود ہی بنا لینا بت پرستی سے بدتر عمل درآمد تھا۔

(۱۰) آیات (۴۶ تا ۴۵ / ۴۰) میں فرعون کی آل کو رجعت کے دوران مسلسل عذاب دیئے جانے کا اعلان ہے۔

قریش کے تیار کردہ علما چونکہ مسئلہ رجعت کو ماننا نہیں چاہتے اس لئے اگر وہ ان دونوں آیات (۴۶۔۴۵ / ۴۰) کے مفاہیم کی غلط تاویل کرلیں تو تعجب کی بات نہ ہوگی۔ تعجب تو شیعہ علما پر ہے جو عقیدہ رجعت پر ایمان رکھتے ہوئے بھی قومی علما کے

وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۚ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ

اور جس دن کہ قائم ہوگی قیامت کہا جاوے گا کہ داخل کرو لوگوں

فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَ اِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ

فرعون کے کو سخت عذاب میں اور جس وقت جھگڑیں گے بیچ آگ کے

فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا

پس کہیں گے ناتواں واسطے ان لوگوں کے کہ تکبر کرتے ہیں تحقیق تھے ہم

لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا

واسطے تمہارے تابع پس کیا ہو تم کفایت کرنے والے ہم سے ایک حصہ

مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ

آگ کے سے کہیں گے وہ لوگ کہ تکبر کرتے تھے تحقیق ہم سب ہی ہیں

فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ

بیچ اس کے تحقیق اللہ نے تحقیق حکم کیا ہے درمیان بندوں کے اور کہیں گے وہ لوگ

فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ

بیچ آگ کے ہیں واسطے چوکیداروں دوزخ کے دعا کرو پروردگار اپنے سے کہ

يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَ لَمْ

تخفیف کرے ہم سے ایک دن عذاب سے کہیں گے وہ چوکیدار کیا نہ

تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا

آتے تھے تمہارے پاس پیغمبرؑ تمہارے ساتھ دلیلوں ظاہر کے کہیں گے کہ

جب تک وہ خاص وقت اپنا دور دورہ قائم نہ کر لے جس کے قائم ہوتے ہی حکم دیا جائے گا کہ فرعون کی آل کو اب تک ہوتے رہنے والے عذاب سے زیادہ سخت عذاب میں داخل کردو ۔ (۴۷) جس وقت تمام فرعونی لوگ جہنم میں بحث و احتجاج کرتے ہوئے غربا و کمزور عوام اپنے رئیسوں اور سرداروں سے کہیں گے کہ جناب ہم لوگ تو تمہارے تابعدار ،فرمانبردار اور پیرو تھے کیا تم لوگ جہنم کے اس عذاب میں ہمارے لئے ایک زیادہ تکلیف دینے والے حصے کی کمی کرا سکتے ہو؟ (۴۸) اس کے جواب میں وہ وڈیرے لوگ کہیں گے کہ بھائیو ہم کیسے کمی کرائیں ہم تو سب کے سب جہنم میں ہیں ۔ بات یہ ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے آخری فیصلہ اور حکم نافذ کردیا ہے (۴۹) جہنم کے سارے لوگ جہنم کے خزانچیوں سے کہیں گے کہ تم ہمارے لئے اپنے پروردگار سے التجا کرو کہ وہ ہمارے عذاب میں ایک دن کی کمی کردیا کرے یعنی ایک دن بیچ عذاب ہوا کرے روز روز نہ ہو (۵۰) خزانچی جواب میں پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسولؑ نہ آئے تھے جو ہمیں وسیلہ بناتے ہو ؟ کیا وہ مدد مانگنے کی کھلی کھلی ہدایات نہ لائے تھے؟ وہ کہیں گے کہ

ساتھ مل کر ان آیات کا مطلب وہی بیان کرتے ہیں جو علامہ مودودی نے لکھا ہے۔یعنی :
"یہ آیت (۴۶ / ۴۰) اس عذاب برزخ کا صریح ثبوت ہے جس کا ذکر بکثرت احادیث میں عذاب قبر کے عنوان سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں صاف الفاظ میں عذاب کے دو مرحلوں کا ذکر فرما رہا ہے ایک کم تر درجے کا عذاب جو قیامت کے آنے سے پہلے فرعون اور آلِ فرعون کو اب دیا جا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ انہیں دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ۔ جسے دیکھ کر وہ ہر وقت ہول کھاتے رہتے ہیں کہ یہ ہے وہ دوزخ جس میں آخرکار ہمیں جانا ہے اس کے بعد جب قیامت آجائے گی تو انہیں وہ اصلی اور بڑی سزا دی جائے گی جو ان کے لئے مقدر ہے یعنی وہ اسی دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے جس کا نظارہ انہیں غرقاب ہوجانے کے وقت سے آج تک کرایا جا رہا ہے ۔ اور قیامت کی گھڑی تک کرایا جاتا رہے گا ۔ اور یہ معاملہ فرعون و آل فرعون کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے ۔ تمام مجرموں کو موت کی ساعت سے لے کر قیامت تک وہ انجام بد نظر آتا رہے گا جو ان کا انتظار کر رہا ہے ۔ اور تمام نیک لوگوں کو اس انجام نیک کی حسین تصویر دکھائی جاتی رہتی ہے جو اللہ نے ان کے لئے مہیا کر رکھی ہے ۔ بخاری مسلم اور مسند احمد بن جنبل میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

"تم میں سے جو شخص بھی مرتا ہے اسے صبح شام اس کی آخری قیام گاہ دکھائی جاتی رہتی ہے خواہ وہ جنتی ہو یا دوزخی اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں تو اس وقت جائے گا جب اللہ تجھے قیامت کے روز دوبارہ اٹھا کر اپنے حضور بلائے گا "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۱۳)

ان احدكم اذا مات عُرِضَ عَلَيۡهِ مقعده بالغداة والعشي، إن كان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وإن كان مِن اهل النار فمن اهل النار فيقال هذا مقعدك حتّىٰ يبعثك الله عزّوجلّ اليه يوم القيامة

(۱۰۔ الف) علامہ مودودی کا بیان دبی زبان میں مسئلہ رجعت قبول کرتا ہے مگر فرضی تصورات نے صورت بگاڑ دی ہے۔

اگر آپ اس بیان کو علامہ کی پسند کے مطابق بلا کسی تنقیدی نظر کے پڑھیں تو علامہ نے یہ کہنا چاہا ہے کہ ہر مجرم کو اس کی موت کے وقت سے قیامت تک برابر بلا ناغہ "کمتر درجہ" کا عذاب دیا جاتا رہے گا۔ اور قیامت میں " اصلی اور بڑی سزا دی جائے گی "علامہ کے اس تصور میں جو سزا بتائی گئی ہے وہ مسئلہ رجعت سے کہیں زیادہ ہے۔

(۱۰۔ ب) علامہ کا عقیدہ ظلم اور بے انصافی کا مظہر اور رجعت سے کہیں زیادہ سزا کا حامی ہے۔

اس لئے کہ رجعت میں تو ہر مجرم کو زیادہ سے زیادہ اس کی گزاری ہوئی عمر کے برابر زمانے تک کی سزا ملے گی مگر علامہ کی رو سے جو شخص حضرت آدمؑ کے زمانہ کا مجرم ہو گا۔ وہ اس عہد سے لے کر قیامت تک ہزارہا سال تک عذاب میں مبتلا رہے گا۔ اور بعد میں ہر زمانہ کے مجرم اس سے کم سزا پائیں گے۔ اور جو قیامت کے صور پھونکنے کے وقت کے مجرم ہوں گے انہیں صور سنتے ہی مرنا ہو گا نہ قبر نصیب ہو گی نہ صبح اور شام آئے گی اور وہ عذاب جو علامہ نے تجویز کیا ہے انہیں بالکل نہ ہو گا۔ لہٰذا یہ تصور "اندھیر نگری اور چوپٹ راجہ" کا نظارہ پیش کرتا ہے اور کھلا کھلا ظلم و زیادتی اور نا انصافی کا ثبوت دیتا ہے۔ یعنی ایک ہی جرم کی سزا۔ ا۔انتہائی طویل ۔۲۔انتہائی مختصر۔۳۔ اور صفر تک دیتا ہے۔ قابیل کو قتل کی سزا لاکھوں سال کا عذاب اور شمر کو اس کا لاکھواں حصہ اور قرب قیامت والے قاتل بالکل معاف ؟ لہٰذا وہ تمام روایات جن سے یہ ظلم و زیادتی اللہ پر عائد ہوتی ہو باطل اور خانہ ساز ہیں اور علامہ کو مبارک رہیں۔

(۱۰۔ ج) علامہ کے عقیدے میں عذاب نہیں بلکہ وہاں نظارۂ عذاب کو زبردستی کمتر درجہ کا عذاب بتایا ہے۔

پھر علامہ کے بیان پر ہلکی سی تنقیدی نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ علامہ جسے عذاب کہتے ہیں وہ عذاب ہے نہیں بلکہ وہاں یہ الفاظ نوٹ کرنے کے قابل ہیں۔ دیکھئے :

ا۔آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جسے دیکھ کر ہول کھاتے ہیں۔
۲۔جس کا نظارہ کرایا جا رہا ہے اور قیامت کی گھڑی تک کرایا جاتا رہے گا---
۳۔تمام مجرموں کو وہ انجام بد نظر آتا رہتا ہے جو ان کا انتظار کر رہا ہے---

یہ تین باتیں پڑھنے والا کوئی عقل مند آدمی یہ کیسے مان لے گا کہ مجرم لوگوں کو کسی بھی قسم کا عذاب دیا جا رہا ہو گا۔ دیکھنا اور دکھانا اور نظارہ کرنا یا نظارہ کرانا علامہ کی لغت میں بھی عذاب کرنا نہیں ہے۔ پھر ذرا گہری تنقیدی نظر میں یہ معلوم ہو گا کہ علامہ کی پیش کردہ روایت میں مردے قبروں میں رہتے ہوئے اپنے نیک و بد مقام کو دیکھتے ہیں۔ یعنی وہ مقام ان کے سامنے لایا جاتا ہے۔

(۱۰۔د) علامہ کا عقیدہ حدیث کے بھی خلاف و متضاد ہے اور عقل بچاری تو ناک پر رومال رکھے کھڑی ہے۔

(عُرِضَ عَلَيۡهِ) یہ نہیں کہ ان مجرموں کو قبر سے نکال کر جہنم کے پاس لایا جاتا ہو جیسا کہ آلِ فرعون کے لئے فرمایا گیا ہے کہ انہیں جہنم کے سامنے لا کر پیش کیا جاتا ہے۔ (يُعۡرَضُونَ عَلَيۡهَا) یعنی اس روایت کا اس آیت (۴۶ / ۴۰) سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اور یہ کہ آل فرعون کا معاملہ خاص ہے عام مجرموں والا نہیں ہے پھر یہ سوچئے کہ یہ روزانہ دن میں دو دفعہ جہنم کا نظارہ کرانا آخر کیوں؟ کیا وہ لوگ روزانہ دو مرتبہ دیکھ بھال کر اور جان بوجھ کر بھول جایا کرتے ہیں ؟ آخر یہ طول و طویل پریڈ (parade) کیوں ہوتی ہے؟ یہ پیریڈ اس لئے بھی غلط اور احمقانہ ہے کہ جب قیامت کے قریب والے مجرموں کو یہ پریڈ کرائے بغیر اللہ کا کام ٹھیک چلتا ہے تو ساری دنیا کی پریڈ کے بغیر بھی کام ٹھیک چلے گا پھر علامہ کی صحیح بخاری وغیرہ کی یہ روایت خود صحاح ستہ کی بہت سی روایات کی مخالف ہے اور قرآن میں "عذاب برزخ" علامہ کا خود کاشتہ

بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ نہیں بلکہ آئے تھے کہیں گے وہ چوکیدار پس تم ہی دعا کرو اور نہیں دعا کافروں کی اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۫ ۵۰ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ مگر بیچ گمراہی کے تحقیق ہم البتہ مدد دیتے ہیں پیغمبروںؑ اپنوں کو اور ان لوگوں کو اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۙ ۵۱ کہ ایمان لائے بیچ زندگانی دنیا کے اور اس دن کہ کھڑے ہوں گے گواہی دینے والے	کیوں نہیں رسولؐ تو آئے تھے خزانچی کہیں گے کہ بس اپنے رسولوںؑ کے ذریعہ یا واسطے سے خود ہی اللہ سے التجا کرلو مگر یاد رکھو کہ حق پوشوں کی دعا بھی بھٹکتی پھرا کرتی ہے۔ (۵۱) یقیناً ہم اپنے رسولوںؑ اور مومنین کی مدد لازمی طور پر دنیاوی زندگی میں بھی کرتے ہیں اور کریں گے اور اس دن بھی مدد کریں گے جب گواہوں کو کھڑا کیا جائے گا

تصور ہے وہاں کہیں عذاب کا تذکرہ نہیں ہے علامہ کا ترجمہ اور تشریح بھی علامہ کے خلاف ہیں سنئے کہ اللہ نے برزخ کے لئے کیا فرمایا اور علامہ کیا سمجھے ؟

(۱) برزخ تو ہر نیک و بد انسان کے لئے برابر ہے ؟ ”اب ان سب مرنے والوں کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک “(مومنون ۱۰۰ / ۲۳)

(۲) علامہ کی تشریح وہ کیا سمجھے ؟ (تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ۳۰۰) علامہ یہ سمجھے کہ: ”برزخ“ فارسی لفظ ”پردہ“ کا معرّب ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اب ان کے اور دنیا کے درمیان ایک روک ہے جو انہیں واپس جانے نہیں دے گی ۔ اور قیامت تک یہ دنیا اور آخرت کے درمیان کی حد فاصل میں ٹھہرے رہیں گے “ (تفہیم القرآن جلد۳ صفحہ ۳۰۰) یہ ہے جناب وہ برزخ جسے یہی علما جہنم اور جنت کے درمیان کی جگہ بتایا کرتے ہیں اور علامہ صاحب اسے عذاب ہونے کی جگہ قرار دیتے ہیں حالانکہ مرنے والے نیک اور جنتی لوگ بھی اسی برزخ سے تعلق رکھتے ہیں بہرحال علامہ کا یہ سارا بیان یہ مانتے ہوئے دیا گیا ہے کہ مجرموں کو قیامت سے پہلے پہلے اسی دنیا میں عذاب ہونا ہے اور یہ کافی ہے مسئلہ رجعت کے مقصد کو سمجھنے کے لئے۔ لیکن اس بیان میں جہاں ریل گاڑی پٹڑی سے اتری ہے وہ جگہ ہے لفظ ”يُعْرَضُوْنَ“ یہ مضارع کا صیغہ ہے جس کے معنی میں زمانہ حال و مستقبل دونوں موجود ہوتے ہیں اگر علامہ نے جناب رفیع الدین اعلی اللہ مقامہ کی طرح یہاں مستقبل کے معنی لئے ہوتے تو ترجمہ یہ ہوتا کہ :

(۳) علامہ نے مستقبل کو حال بنا کر آیت کے معنی کا حال بگاڑ دیا۔ ”ان کو ایک مخصوص آگ (اَلنَّارُ) کا صبح و شام اس روز تک سامنا کرنا پڑے گا جب تک وہ خاص وقت (اَلسَّاعَةُ) نہ آجائے اور اپنا دور شروع نہ کردے جس کے قائم ہوتے ہی حکم دیا جائے گا کہ فرعون کی آل کو اب زیادہ سخت عذاب میں داخل کردو ۔“
یہ ترجمہ کرنے سے علامہ والا ظلم اور بے انصافی کا عقیدہ ختم ہو گیا کہ ”غرق ہوتے ہی عذاب یا نظارہ شروع ہو گیا تھا اور قیامت تک عذاب یا نظارہ جاری رہے گا “ اور مستقبل میں ظہور حضرت حجتؑ اور زمانہ رجعت آکر اس عذاب و سزا کا انتظام سنبھال لیتا ہے ۔ رہ گیا علامہ کا فرعون کو اپنی طرف سے عذاب میں شامل کرنا یہ کسی ذاتی عداوت یا جذبہ کی بنیاد پر ہے ورنہ اس قرآن میں تو کہیں لفظ ”عذاب“ فرعون کے لئے استعمال نہیں ہوا ہے۔

(۴) علامہ نے قرآن کے خلاف فرعون کو عذاب میں شامل کیا ہے۔ البتہ اجتہاد واستنباط کا تقاضا یہی ہے کہ نہ صرف فرعون بلکہ رسولؐ اللہ کے والد ماجد حضرت عبدؑاللہ انؐ کے چچا حضرت ابیؑ طالب انؐ کے دادا حضرت عبدؑالمطلب اور انؐ کے تمام آباؑء و اجدادؑ حتّٰی کہ حضرت ابراہیمؑ کے والدؑ حضرت آذرؑ یا تارحؑ سب کے سب (معاذ اللہ) جہنمی ہوں کیونکہ مجتہدین کا ابو الآبا ابلیس اور ابو قحافہ اور خطاب و ابوسفیان جہنمی ہیں یعنی کافروں کو مومنین سے انتقام لینا ہی چاہئے بہرحال ان زیربحث آیات (۴۵۔۴۶ / ۴۰) میں کھلا کھلا رجعت کے زمانہ کی سزا اور عذاب کا ذکر ملتا اگر آیت (۴۵ / ۴۰) کا آخری جملہ اور آیت (۴۶ / ۴۰) کا

(۵۲) جس دن احکاماتِ الٰہیہ کو خالصتاً نافذ نہ کرنے والوں (مائدہ ۔۴۵ / ۵) کو ان کے مجتہدانہ بہانے اور معذرت کوئی نفع نہ دے گی اور ان پر لعنت ہوا کرے گی۔اور دارِ دنیا کی خرابیاں ان ہی کے لئے ہیں ۔ (۵۳) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو مخصوص ہدایت عطا کی تھی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنا دیا تھا ۔ (۵۴) جو بات کی تہہ تک پہنچنے والوں اور عقل و دانش سے کام لینے

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ

جس دن کہ نہ نفع دے گا ظالموں کو عذر ان کا اور واسطے ان کے لعنت ہے اور

لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَ

واسطے ان کے برائی ہے گھر کی اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰؑ کو ہدایت اور

اَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّ ذِكْرٰى لِاُولِي

وارث کیا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا ہدایت اور نصیحت واسطے صاحبوں

آخری جملہ ملا کر پڑھا جاتا جس میں یہ کہا گیا کہ فرعون کی آل کو برے عذاب نے گھیرے میں لے لیا ہے ان چاروں طرف سے برے عذاب میں گھرے ہوئے لوگوں کو مستقبل میں صبح سے شام تک انتقام کی سزاؤں کے شعلوں سے دوچار رکھا جائے گا اور آخر اس خاص وقت پر أَشَدَّ الْعَذَابِ میں مبتلا کردیا جائے گا ۔(۴۶ / ۴۰) یعنی ان دونوں آیات پر عمل درآمد مستقبل میں ہونا تھا اور وہی زمانہ رجعت ہے ۔

(۱۱) آیات (۵۱ تا ۴۷ / ۴۰) میں تقلید اور اتباع کرنے اور بخشش و نجات پر واضح تنبیہ کردی گئی ہے ۔

ان آیات میں جو حقیقت بالکل نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ عوام کو کسی کی تابعداری یا اتباع و تقلید کرنے میں یہ دیکھنا چاہئے کہ جن لوگوں کا جہنم میں جانا ممکن ہو ۔ جن سے جان بوجھ کر یا غلطی اور غلط فہمی سے ایسے اعمال سرزد ہونا ممکن ہوں جو جہنم میں لے جائیں ان کی تقلید اتباع یا تابعداری کرنے سے وہی حشر ممکن ہے جو جہنم میں ہوا کہ مُقلِّد اور مُقلَّد دونوں جہنم واصل ہو گئے اور کوئی ایک دوسرے کو نہ بچا سکا ۔ پھر جہنم میں جا چکنے والوں سے یہ کہا گیا کہ کیا تمہارے پاس رسولؑ نہ آئے تھے ؟ اگر آئے تھے تو تم ان ہی کے وسیلے سے دعا مانگو (۵۰) لیکن اگر تم حقائق خداوندی کو چھپانے والے لوگ ہو تو سمجھ لو کہ تمہاری دعائیں اللہ تک پہنچنے ہی نہ پائیں گی راستے میں گمراہ ہو کر بھٹک جائیں گی ۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ اپنے رسولوںؑ اور مومنین کی دنیا میں بھی اور قیامت کے ادوار میں بھی مدد کرنا اپنے اوپر لازم سمجھتا ہے ۔

(۱۲) آیات (۵۱۔۵۲ / ۴۰) میں بھی رجعت ہی مقصود ہے۔

یعنی ان کی نصرت کرنا اللہ پر واجب ہے اور یہ وجوب و لزوم اس لئے ہے کہ تمام رسولوںؑ اور مومنین نے مشیت خداوندی کو بے روک جاری رکھنے کے لئے خود کو اور اپنے مال و دولت و وسائل اولاد و عزیز و اقربا کو قربان کرتے رہنے کی ذمہ داری لی ہے ۔ اور دشمنانِ خدا کو یہ دکھانے کے لئے کہ اللہ اور اس کی نعمتیں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور تمہاری دنیا کا سازو سامان و دولت و حکومت اللہ کے لئے ہماری نظروں میں ہیچ و ناقابل توجہ ہے ۔ لو ہم اختیار و قدرت رکھتے ہوئے حکومت چھوڑتے ہیں تاکہ تمہارے اوپر اللہ کی حجت اور مہلت مکمل ہو جائے ۔ اس مقصد کے لئے وہ فوری نصرت کی دعا نہیں کرتے لیکن ایک زمانہ آنے والا ہے ۔ جب مہلت و اتمام حجت مکمل ہو جائیں گے ۔ اور اللہ کے تمام وعدے پورے کئے جائیں گے (مومن ۵۵ / ۴۰) چنانچہ محمد وآل محمد صلوٰۃ اللہ علیہم اور ان کے چاہنے والے مومنین کے لئے یہ زمانہ صبر و ضبط، و تحمل و قربانیوں کا دور ہے ۔ اس کے بعد دنیا و آخرت ان کی اور وہؑ دنیا و آخرت کے ہوں گے ۔

(۱۲ ۔ الف) آیات (۵۵۔۵۲۔۵۱ / ۴۰) میں بھی اسی رجعت اور محمدؐ و آل محمدؐ کی موعودہ حکومت کا وعدہ ہے ۔

اور اس دنیا کو عدل و انصاف اور اللہ کی نعمتوں سے لبریز کردیں گے اور یہ دنیا رشک جنت بن جائے گی ۔ جس کے لئے قرآن میں کہا گیا تھا کہ:

"آیا قریش کو صرف اسی پر حسد و بغض ہے کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے نبوت اور کتاب اور

أَمْ يَحْسُدُونَ ٱلنَّاسَ عَلَىٰ مَآ ءَاتَـٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ۖ فَقَدْ ءَاتَيْنَآ ءَالَ إِبْرَٰهِيمَ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَءَاتَيْنَـٰهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿۵۴﴾ (النساء ۵۴ / ۴)

الْاَلْبَابِ ۝ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ

عقل کے پس صبر کر تحقیق وعدہ اللہ کا سچ ہے اور بخشش مانگ واسطے گناہ اپنے کے

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ۝ اِنَّ

اور پاکی بیان کر ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے تیسرے پہر اور صبح کو تحقیق

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ

وہ لوگ کہ جھگڑتے ہیں بیچ نشانیوں اللہ کے بغیر دلیل کے کہ آئی ہو ان کے پاس

والوں کے لئے ہدایت اور یاد دھانیوں کی حامل تھی۔ (۵۵) چنانچہ آپؐ ذرا سا اور صبر سے کام لیں اور اپنے متعلقات کے لئے تحفظ طلب کرتے رہیں اور اپنے رب کی حمد وثنا میں صبح و شام تسبیح جاری رکھیں اور مطمئن ہوجائیں کہ اللہ کے وعدے سچ اور پورے ہوں گے۔ (۵۶) یقیناً جو لوگ اللہ کی آیات میں بلا کسی سلطانی اور منجانب اللہ آئی ہوئی

حکمت آلؑ ابراہیمؑ کو دی ہے ہم نے تو انہیں ایک عظیم الشان و لامحدود مملکت کی لامحدود حکومت بھی عطا کی ہے۔'' اس مملکت کا قیام ہی وہ لا محدود دور ہے جس میں اس وقت کے انسانوں اور ان کی دنیا کو اسلام کی لا محدود نعمتوں سے مالا مال کیا جائے گا۔ اور انہیں دکھایا جائے گا کہ اگر اللہ نے شیطان کو مہلت نہ دی ہوتی اور انسانوں کو باغی رہنے کے اختیارات نہ دیئے ہوتے یا لوگوں نے انبیاؑ کی سو فیصد اطاعت کی ہوتی اور اطاعت کرنے والوں کو قتل و غارت نہ کیا ہوتا تو یہ دنیا کیسی دنیا بنتی؟ اور یہ انسان کہاں تک ترقی کرتا؟ اس کے ساتھ ہی ساتھ ابلیس سمیت تمام مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جاتا رہے گا تاکہ کوئی ایسا مجرم نہ رہ جائے جو جرائم کی سزا سے بچ نکلا ہو۔ اور اسی دور کا نام ہے رجعت اس دور میں محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حکومت از سر نو قائم ہوگی اور باری باری باقی گیارہ آئمۂ اہل بیت علیہم السلام کی حکومتیں قائم ہوں گی اور یہ سب کچھ ظہور حضرت حجۃ علیہ الصلوۃ و السلام کے بعد اور انؑ کی نگرانی اور عہد برکت مہد میں ہو گا۔ اس عہد میں کتنا زمانہ اور عرصہ لگے گا اس کا اندازہ کرانے کے لئے چند احادیث دیکھتے چلیں تاکہ ذہن پر لفظ رجعت کا وزن اور دباؤ محسوس ہوتا رہے۔

(۱۲۔ب) عہد حضرت امام مہدیؑ ابن حسنؑ عسکری میں محمدؐ و آل محمدؐ کی حکومتیں اور ان کی مدتیں۔

امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ '' اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ وہی ہستی ہے جس نے اپنا رسول بھیجا دین حق اور ہدایت کے ساتھ تاکہ اس رسوؐل سے مکمل دین کو ظاہر اور غالب کرائے اور خواہ اہل قریش کو یا حکومت الٰہیہ میں شریک ہو جانے والوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرتا رہے۔(سورۂ صف ۹ / ۶۱) امامؑ نے فرمایا کہ اللہ محمدؐ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پورے دین کو رجعت کے زمانہ میں غلبہ دلائے گا اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس وقت فرمایا جب ان سے اللہ کے اس دن کے متعلق پوچھا گیا جس کا تذکرہ اللہ نے قرآن میں یہ فرما کر کیا ہے کہ ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے (معارج ۴ / ۷۰) امامؑ نے فرمایا کہ یہ دن وہ ہے جس میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

عن ابی جعفر علیه السلام فی قول الله تعالیٰ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹ الصف: ۹ قَالَ یُظْهِرُهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِیْ الرَّجْعَةِ وَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ علیه السلام اِنَّهٗ قَالَ حِیْنَ سئِلَ عَنِ الْیَوْمِ الَّذِیْ ذَكَرَ اللّٰهُ مِقْدَارَهٗ فِی القرآن فِیْ یَوْمٍ كَانَ مقداره خَمْسِیْنَ الف سنة وهِیَ كَرَّةُ رَسُوْلِ الله صلی الله علیه و آله وسلم فیکون مُلْكُهٗ فِیْ كَرَّتِهٖ خَمْسِیْنَ الف سنة ویَمْلِكُ امیرالمومنین علیه السلام فِیْ كَرَّتِهٖ اربعة و اَرْبَعِیْنَ الف سنة وقال فی قوله تعالیٰ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ قال اَلرَّاجِفَةُ اَلْحُسَیْنُ بن علی علیهما السلام والرَّادفة علی بن ابی طالبؑ علیهما السلام ۔ فَاَوَّلُ مَنْ یَنْفَضُ التُّراب عن راسه الحسین بن علی علیهما السلام فی خمسة وسبعین اَلْفاً وَهُوَ قوله تعالیٰ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝۵۱ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝۵۲ غافر: وَفِیْ روایة الاخریٰ فِیْ خَمْسَةٍ وَتِسْعِیْنَ اَلْفاً (کتاب المعالم)

اِنۡ فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ اِلَّا کِبۡرٌ مَّا هُمۡ بِبَالِغِیۡهِ ۚ فَاسۡتَعِذۡ

نہیں بیچ سینے ان کے کے مگر تکبر نہیں وہ پہنچنے والے اس کے پس پناہ پکڑ

بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَ

ساتھ اللہ کے تحقیق وہی ہے سننے والا دیکھنے والا البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور

الۡاَرۡضِ اَکۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾

زمین کا بہت بڑا ہے پیدا کرنے لوگوں سے ولیکن بہت لوگ نہیں جانتے

وَ مَا یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَ الۡبَصِیۡرُ ۬ۙ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا

اور نہیں برابر ہوتا اندھا اور آنکھوں والا اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے

الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الۡمُسِیۡٓءُ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ

اچھے اور نہ برے کام کرنے والا تھوڑی ہے جو نصیحت پکڑتے ہو تحقیق قیامت

لَاٰتِیَةٌ لَّا رَیۡبَ فِیۡهَا وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۹﴾

البتہ آنے والی ہے نہیں شک بیچ اس کے ولیکن بہت لوگ نہیں ایمان لاتے

دلیل کے بحثیں اور معانی نکالتے ہیں اُن کے دلوں میں بڑا بن بیٹھنے کے سوا آیات کی تاویل کرنے کا اور کوئی مقصد نہیں مگر اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے تم اس سلسلے میں بھی خود کو اللہ کی پناہ میں رکھو اور وہی سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے ۔ (۵۷) آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے بہت بڑا پھیلاؤ کا کام ہے ولیکن تھوڑے سے لوگوںؑ کے علاوہ انسانوں کی کثرت کو اس حقیقت کا علم نہیں (۵۸) اور اندھا شخص اور اہل نظر مساوی نہیں ہوسکتے اور نہ ہی وہ لوگ جو ایمان لاکر اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں ان کے مساوی ہوسکتے ہیں جو بدکردار ہوں اے قریش کے دانشورو تم بہت ہی کم سبق حاصل کرتے ہو (۵۹) یہ بات بالکل یقینی اور لازمی ہے کہ وہ مخصوص گھڑی آجائے اس کے آنے میں کوئی عقلی خلجان نہیں ہے ولیکن انسانوں کی کثرت اس مخصوص گھڑی کے واقع ہونے پر ایمان نہیں رکھتی ہے ۔

دوبارہ ظہور فرمائیں گے اور رجعت کے اس دوسرے ظہور میں ان کی حکومت کی مدت پچاس ہزار سال ہوگی اور امیر المومنین علی علیہ السلام کی حکومت ۴۴ ہزار سال تک رہے گی اور اللہ کے اس قول کے متعلق وضاحت کی کہ "وہ دن جس روز جھنجوڑ کر رکھ دے گا جھنجوڑنے والا اور اس کے پیچھے پیچھے آئے گا اس کا مددگار ساتھی (نازعات ۷۔۶ / ۷۹) ان آیات میں راجفه (جھنجوڑنے والا جنگی انتظام کرنے والا) تو حسین ابن علی علیہ السلام ہیں ۔ اور رادفه (ساتھ ساتھ مدد کے لئے رہنے والا) علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں ۔ چنانچہ جو شخص حضرت علی علیہ السلام کے سرسے سوگ کی مٹی سب سے پہلے جھاڑ کر صاف کرے گا وہ حسین ابن علی علیہ السلام ہوں گے اور ان کی مدت حکومت ۷۵ ہزار سال ہوگی ۔ اور اسی سلسلہ میں اللہ نے ان کی نصرت کے لئے فرمایا تھا کہ "یقیناً ہم اپنے رسولوں اور مومنین کی مدد لازمی طور پر دنیاوی زندگی میں بھی کرتے ہیں اور کریں گے اور اس دن بھی مدد کریں گے جس دن گواہوں کو گواہی کے لئے کھڑا کیا جائے گا ۔ جس دن کہ احکامات الٰہیہ کو خالصتاً نافذ نہ کرنے والوں (مائدہ ۴۵ / ۵) کو ان کے مجتہدانہ بہانے اور معذرت کوئی نفع نہ دے گی اور ان پر لعنت ہوا کرے گی ۔ اور دنیا کی ساری برائیاں انہی کے لئے ہیں ۔ (زیر تشریح سورۂ مومن آیات ۵۱۔۵۲ / ۴۰) اور ایک روایت میں ان کی حکومت کی مدت پچانوے ہزار سال ہے۔"

قارئین دیکھیں کہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے کس طرح قرآن کریم کی تشریح فرمائی ہے کہ سورۂ مومن کی آیات (۵۲۔۵۱ / ۴۰) کو کس حسن کے ساتھ دکھا دیا کہ یہ وعدہ اللہ نے کیا ہے اور اس کی ایفا ضرور کی جائے گی لہٰذا وہ انبیاؑ و رسلؑ و آئمہؑ اور مومنین علیہم السلام جنہوں نے مشیت خداوندی اورامتحانات الٰہیہ کو رواں دواں رکھنے میں زحمت اٹھائی نقصانات برداشت کئے، سر و دھڑ کی بازی لگا کر ثابت کیا کہ ہم آخرت و عاقبت پر ایسا چشم دید ایمان رکھتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے احکام کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی چیز پیاری نہیں ہے ۔ خود قربان ہوئے، اپنے بچوں کو قربان کیا اور ان کے ساتھ اس وعدہ کو پورا کرنا اللہ پر واجب ہے اور وہ لفظ بلفظ ہی نہیں بلکہ لاتعداد گنا زیادہ بہتر طریقہ پر پورا کیا جائے گا ۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے آئمہ اہل بیت علیہ السلام کے نقش قدم پر بلا جھجک گامزن رہیں ۔ آمین۔

(۶۰) اور تمہارے پروردگار کا کہنا یہ ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو تو میں قبول کروں گا اور جو لوگ میری عبادت و اطاعت تکبر کی بنا پر نہیں کرتے یقیناً وہ عنقریب پہلے ذلت و خواری اٹھانے کے بعد جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے ۔ (۶۱) اللہ وہی ہستی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم رات کے دوران چین و سکون حاصل کر سکو اور دن کو کام کاج کے لئے روشن بنایا صحیح بات یہ ہے کہ اللہ انسانوں پر بڑا فضل کرتے رہنے والا ہے ۔ ولیکن انسانوں کی کثرت پھر بھی ناشکری ہے (۶۲) یہ سب کچھ تمہارے لئے کرنے والا وہی اللہ ہے جو تمہارا پروردگار ہے ہر ہر چیز کا خالق ہے اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے پھر تم کس طرف سے ورغلائے جا رہے ہو ؟ (۶۳) اسی طرح وہ سب لوگ ورغلائے جاتے رہے جو اللہ کی آیات کا جان بوجھ کر انکار کیا کرتے تھے ۔ (۶۴) اللہ وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو رہنے کی جگہ بنایا اور تمہارے لئے آسمان کا گنبد بنا دیا ،

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ

اور کہا پروردگار تمہارے نے دعا کرو مجھ سے قبول کروں گا واسطے تمہارے تحقیق

الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ

وہ لوگ کہ تکبر کرتے ہیں عبادت میری سے شتاب داخل ہوں گے دوزخ میں

دٰخِرِيْنَ ۚ ۶۰ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا

ذلیل ہو کر اللہ وہ شخص ہے جس نے کیا واسطے تمہارے رات کو تو کہ آرام پکڑو

فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

بیچ اس کے اور دن کو دکھلانے والا تحقیق اللہ صاحب فضل کا ہے اوپر لوگوں کے

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۶۱ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ

ولیکن بہت لوگ نہیں شکر کرتے یہ ہے اللہ پروردگار تمہارا پیدا کرنے والا

كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۶۲ كَذٰلِكَ

ہر چیز کا نہیں کوئی معبود مگر وہ پس کہاں سے پھیرے جاتے ہو اسی طرح

يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۶۳ اَللّٰهُ

پھیرے جاتے ہیں وہ لوگ کہ تھے ساتھ نشانیوں اللہ کے انکار کرتے اللہ

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً

وہ شخص ہے جس نے کیا واسطے تمہارے زمین کو جگہ قرار کی اور آسمان کو خیمہ

(۱۳) آیات (۶۰ تا ۵۵ / ۴۰) قریشی قسم کے مسلمانوں کا قرآن کو قومی حکومت کا آلۂ کار بنانا ۔

ان آیات میں جس اصولی اور قانونی بات پر زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آیات خداوندی پر مباحثہ مناظرہ یا مجادلہ صرف اسی صورت میں جائز اور مفید ہوتا ہے جب کہ مباحثہ یا مناظرہ کرنے والے فریق کے پاس اللہ کا عطا کردہ سلطانی ثبوت یا دلیل موجود ہو ۔ یعنی آیت کا مفہوم اور معنی متعین کرنے کے لئے آیت ہی ہونا چاہئے (۵۶ / ۴۰) یہی شرط اور انہی الفاظ میں اور سخت تنبیہ کے ساتھ اسی سورۂ مومن (۳۵ / ۴۰) میں پہلے بھی دہرائی گئی ہے ۔ اور آگے چل کر آیت (۶۹ / ۴۰) میں بھی اس پر زور دیا گیا ہے اور قرآن کریم میں بار بار ان لوگوں کی مذمت کی جاتی ہے جو آیات خداوندی سے مطالب و مفاہیم اخذ کرنے میں آیات خداوندی کی جگہ دوسری چیزوں کو سلطانی دلیل سے ہٹ کر دلیل و حجت بناتے ہیں ۔ اور انہی لوگوں کو قرآن میں مسلمان ہونے کے باوجود حقائق کو چھپانے والے یعنی کافر (مائدہ ۴۴ / ۵) کہا گیا ہے ۔ اور ان کو ہی ظالم فرمایا گیا ہے (۴۵ / ۵) اور انہی کو سرکش و بے مہار یا فاسق بتایا ہے (۴۷ / ۵) چنانچہ عہد رسولؐ کے لوگوں کی یہ تین صفات بیان کرنے کے بعد اب زیر نظر آیات (۶۰ تا ۵۵ / ۴۰) کو سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ قریشی دانشور اور علما قرآن کی آیات سے اپنی کبریائی و بالا دستی ثابت کرنے کے لئے مجادلہ و مباحثہ کرتے ہیں لیکن اس بزرگی اور بالا دستی کے لئے ان کے پاس نہ اللہ کا اطاعت کردہ سلطان ہے اور نہ کوئی اور علمی دلیل ہے ۔ نہ کسی سابقہ کتاب سے پیش کیا جانے والا برہان ہے۔

وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ

اور صورت بنائی تمہاری پس اچھی کیں صورتیں تمہاری اور رزق دیا تم کو پاکیزہ سے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۴

یہ ہے اللہ پروردگار تمہارا پس بہت برکت والا ہے اللہ پروردگار عالموں کا

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

وہ ہے زندہ نہیں کوئی معبود مگر وہ پس پکارو اس کو خالص کر کر واسطے اس کے

الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۵ قُلْ اِنِّيْ

عبادت کو سب تعریف واسطے اللہ پروردگار عالموں کے ہے کہہ تحقیق میں

نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

منع کیا گیا ہوں یہ کہ عبادت کروں اس چیز کو کہ پکارتے ہو سوائے اللہ کے

لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۡ وَ اُمِرْتُ اَنْ

جب آئیں میرے پاس دلیلیں ظاہر پروردگار میرے سے اور حکم کیا گیا ہوں یہ کہ

اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۶ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

مطیع ہوں واسطے پروردگار عالموں کے وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ

پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر نکالتا ہے تم کو بچہ پھر پالتا ہے تم کو

لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ

تا کہ پہنچو جوانی اپنی کو پھر تو کہ ہو جاؤ بڈھے اور بعض تم میں سے وہ ہے کہ

يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۶۷

مر جاتا ہے پہلے اس سے اور تو کہ پہنچو وقت مقرر کو اور تو کہ تم عقل پکڑو

هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا

وہی ہے جو جِلاتا ہے اور مارتا ہے پس جب کہ مقرر کرتا ہے کچھ کام پس سوائے اس کے نہیں

جس نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت ہی پسندیدہ بنائیں ۔جس نے تمہیں نفیس و پاکیزہ رزق دیا وہی اللہ جس نے یہ سب کام کئے تمہارا پروردگار ہے بے حساب برکتوں والا ہے اور وہی اس پوری کائنات کا پالنے اور برقرار رکھنے والا ہے ۔ (۶۵) وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ،اسی کو تم پکارو اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے، ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے ۔ (۶۶) اے رسولؐ آپ ان قریشیوں سے کہہ دیں کہ مجھے ان لیڈروں کی اطاعت سے منع کر دیا گیا ہے جن کی اطاعت اللہ کے علاوہ تم لوگ کرتے ہو۔ میں اُن کی اطاعت کیسے کر سکتا ہوں جب کہ میرے پاس واضح ہدایات آ چکی ہیں جو میرے پروردگار کی طرف سے روکنے والی ہیں اور خود مجھے تمام جہانوں کے پالنے والے کی فرمانبرداری اور اسلام کا حکم دیا جا چکا ہے ۔ (۶۷) اللہ وہی ذات پاک ہے جس نے پہلے تمہیں آدمؑ کی صورت میں مٹی سے پیدا کیا تھا۔پھر نطفہ سے ابتدا کی پھر علقہ تیار کرکے تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں مکمل کیا پھر تمہیں بچہ کی صورت میں ماں کے پیٹ سے نکالا تا کہ تم پوری قوت اور اپنی جوانی تک پہنچ جاؤ پھر اور بڑھ کر تم بڑھاپے کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے بعض پہلے ہی پوری وفا تک پہنچ جاتا ہے یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے تا کہ تم اپنے مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ ۔ اور اس لئے بھی تا کہ تم زندگی کے ان مراحل سے عقل سیکھو۔ (۶۸) اللہ ہی زندگی دینے والا ہے اور وہی موت دیتا ہے وہ جس کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے بس ایک حکم دیتا ہے کہ

اور اس سورت میں اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ مذکورہ کبریائی اور بالا دستی کو حاصل نہیں کر سکتے یا یہ کہ وہ اس کبریائی اور بالا دستی تک پہنچ نہیں سکتے۔ اسکے باوجود وہ خودساختہ بزرگ بنے ہوئے تھے اور اطاعت خداوندی میں بھی اس قومی بزرگی کو مدنظر رکھتے تھے اس کی سزا یہ بتائی گئی کہ انہیں پہلے ذلیل و خوار کیا جائے گا اور جب وہ ذلیل و خوار ہو چکیں گے تو انہیں جہنم واصل کر دیا جائے گا (۶۰ / ۴۰)۔یہاں قارئین خود بخود یہ سمجھتے ہیں کہ جہنم میں داخلہ سے پہلے پہلے مجرموں

يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى

نہیں کہ کہتا ہے اس کو ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے کیا نہیں دیکھا تو نے طرف

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾

ان لوگوں کی کہ جھگڑتے ہیں بیچ نشانیوں اللہ کے کہاں سے پھیرے جاتے ہیں

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ

وہ لوگ کہ جھٹلاتے ہیں کتاب کو اور اس چیز کو کہ بھیجا ہے ہم نے ساتھ اس کے

رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ

پیغمبروں اپنے کو پس البتہ جانیں گے جس وقت کہ طوق ہوں گے بیچ

اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي

گردنوں ان کی کے اور زنجیریں گھسیٹے جاویں گے بیچ پانی گرم کے پھر بیچ

وہ کام ہوجائے چنانچہ وہ کام ہوجاتا ہے ۔ (۶۹) اے نبیؐ کیا تم نے ان لوگوں کو خاص طور پر نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات سے اپنی قومی ضروریات پوری کرنے کے مفاہیم اخذ کرنے پر بحث کیا کرتے ہیں اور یہ پتہ نہیں لگایا کہ ان کو یہ طریقہ کہاں سے ملتا اور کس طرف لے جاتا ہے؟ (۷۰) یہی وہ لوگ ہیں جو قرآن سے جھوٹے مطالب نکالتے ہیں اور ہمارے رسولوں کے ساتھ آنے والے سامان و ہدایات کا غلط استعمال کرتے ہیں اچھا وہ جلد ہی برا نتیجہ معلوم کرلیں گے (۷۱) یہ علم تب ہوگا جبکہ ان کی گردنوں میں طوق پہنا کر زنجیروں بیڑیوں میں جکڑ کر گشت کرایا جائے گا (۷۲) ان کے قریبی رشتہ داروں کو ان کے جرائم کی سزا دی جائے گی ۔ اور یہ سزائیں ان کی تذلیل و توہین اور رسوائی کے لئے کافی ہوں گی یعنی یہاں بھی رجعت کی زندگی کا تذکرہ کیا گیا ہے آخرت اور قیامت کا تذکرہ تنہا کیا ہی نہیں جا سکتا رجعت کا ان سے چولی دامن کا ساتھ ہے ۔اب یہ دوسری بات ہے کہ عہد رسولؐ کے مسلمان لیڈروں نے کثرت الناس کو ایسا بنا دیا تھا کہ وہ نہ آخرت پر ایمان لائے نہ رجعت کو مانا اور جنہوں نے مانا انہوں نے اس کے مقاصد اور طریق کار کا رخ اور صورت بدل کر مانا (۵۹ / ۴۰)

(۱۴) آیات (۷۷ تا ۶۹ / ۴۰) میں قومی اسلام گھڑنے والوں کے ساتھ رجعت میں سلوک و انتقام کا وعدہ کیا گیا ہے ۔

سابقہ آیات (۶۸ تا ۶۱ / ۴۰) میں اللہ نے انسانوں کو اپنی قدرت و فضل و کرم کا سلوک جتلا کر شکر گزار ہونے اور اپنی عبادت و اطاعت کی تلقین کی ہے اور لیڈروں اور فرضی خانہ ساز بزرگوں کو اقتدار خداوندی میں یا اللہ کی اطاعت میں شریک و شامل کرنے پر ملامت و مذمت کی ہے ۔اس کے بعد ان کے علما و لیڈروں کا تذکرہ فرمایا ہے جو اسلامی احکام میں رد و بدل کرکے اور قرآن کے الفاظ و آیات سے اپنے خود ساختہ مذہب کی تائید میں مفاہیم اخذ کرتے ہیں اور اس سلسلے میں بحث و مناظرہ اور مجادلہ جاری رکھتے ہیں اور اس طرح مومنین اور عوام کو ورغلانے اور گمراہ کرنے میں کدوکاوش کرتے رہتے ہیں (۶۹ / ۴۰) اس کے بعد اپنے رسولؐ کو حسب سابق (۵۶۔۵۵ / ۴۰) یہاں پھر صبر سے اپنے نظام کو قائم کرنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ ہمارا وعدہ پورا ہو کر رہنے والا اور سچاہے۔ چنانچہ ہم جو وعدہ کرتے رہے ہیں اس کے پورا ہونے کا کچھ حصہ اگر چاہیں گے تو تمہیں یہیں دکھا دیں گے یا ایسا کریں گے کہ تمہیں پورا پورا وفا سے دوچار کر دیں اور اس وقت مکمل وعدہ پورا کردیں جب یہ ہمارے پاس رجعت میں حاضر ہوں گے (۷۷/ ۴۰) اس وعدہ کی ایفا کرتے ہوئے ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا جائے گا ؟ اس کا نظارہ درمیانی آیات (۷۲ تا ۷۰ / ۴۰) میں یہ بتا کر دکھایا ہے کہ رجعت میں ان لوگوں کو گرفتار کر کے اس طرح حاضر کیا جائے گا کہ ان سب کے گلوں (گردنوں) میں بھاری طوق لٹکے ہوئے ہوں گے زنجیروں اور بیڑیوں میں ان کے ہاتھ پیر بندھے ہوں گے اس کے بعد ان تمام مجرمین کو ان کے قریبی ہمدردوں اوررشتہ داروں کے روبرو ان لوگوں کے سامنے لایا جائے گا۔ جن پرانہوں نے مظالم کئے تھے ۔(۷۱۔۷۲ / ۴۰) اور جب مواخذہ اور انتقام مکمل ہو جائے تو انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا (۷۲ / ۴۰) ان سے ان کے لیڈروں کے متعلق بھی سوال ہوگا جن کو انہوں نے اللہ و رسولؐ کی جگہ اپنا راہنما اور حاکم بنا لیا تھا ۔(۷۳ / ۴۰) وہ تمام عربی قریشی مجرم اقبال

کریں گے کہ مذکورہ لیڈروں نے ہمیں حکومت الٰہیہ میں شرکت اور خود ساختہ مرکز ملت کی اطاعت پر لگایا تھا۔ ورنہ ہم اس سے پہلے ایسی کسی شرکت کے قائل نہ تھے اور یہ کہ آج وہ لیڈر ہم سے کہیں گم ہو گئے ہیں یعنی ہمیں ان کا پتہ نہیں کہ کہاں ہیں۔(۴۰/۷۴۔۷۳)

(۱۴۔الف) رسولؐ اللہ کی ضد میں قریش نے حکومت الٰہیہ میں شرکت کا عقیدہ قوم میں پھیلایا تھا اور نہ وہ مواحد تھے۔

رجعت کے زمانہ میں قریشی عوام کا یہ بیان کہ وہ اس سے پہلے کسی کو شریکِ اقتدارِ خداوندی نہ کرتے تھے (بَل لَّمۡ نَكُن نَّدۡعُواْ مِن قَبۡلُ شَيۡـٔٗاۚ) (۴۰/۷۴) صاف بتاتا ہے کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دعوت ذوی العشیرہ (شعراء ۲۶/۲۱۴) میں حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اخوت وزارت اور خلافت اور ان کی اطاعت کا اعلان کیا اس سے پہلے قریش دین ابراہیمؑ پر قائم تھے ان کے عقیدہ میں یہ نہ تھا کہ لیڈران قوم خطاکار ہوتے ہوئے بھی خلیفہ خداوندی یا خلیفہ رسوؐل بن سکتے ہیں۔ چنانچہ لیڈرانِ قوم نے حکومت کو خاندانِ نبوت سے نکالنے اور خود خلافت میں حصہ دار بننے کے لئے قوم کو یہ پٹی پڑھائی تھی۔ (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) ورنہ وہ اسی خاندان رسوؐل کی سرداری اور سربراہی کو نسلاً بعد نسل مانتے اور ان کی اطاعت کرتے اور ان پر فخر کرتے چلے آ رہے تھے۔ ابھی کل تک ابوطالبؑ قریش کے خصوصاً اور تمام عرب کے عموماً سردار و حاکم تھے اگر آنحضرتؐ نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تو پورے قریش اور اہل عرب حضرت علیؑ کی سرداری اور حاکمیت بلا کسی انتخاب و مشورہ کے قبول کرتے لیکن نبوت کے اعلان سے حضرت علیؑ نبیؐ کی طرح واجب الاطاعت اور مطلق العنان حاکم قرار پاتے تھے۔ اور ساتھ ہی عرب کی منظم حکومت سامنے آ رہی تھی۔ اسی لئے لیڈرانِ قوم نے چاہا کہ وہ حکومت مطلق العنان اور حضرت علیؑ ایسے سخت گیر انسان کے ہاتھوں میں اگر جائے تو یہ طے ہوجانے کے بعد جائے کہ اسلام میں جمہوری حکومت ہوتی ہے اور اسلام کا جمہوری خلیفہ نظامِ مشاورت اور مشیروں کے اجتہاد سے فیصلہ اور احکام نافذ کرتا ہے۔ بس یہاں سے قریش نے اختلاف کیا اور خود رسوؐل سے چاہا کہ وہ نظام مشاورت اختیار کرلیں اور اپنی ذاتی رائے سے فیصلے نہ کیا کریں ان کو ایسی حکومت پر رضامند کرنے کا ریکارڈ قرآن میں موجود ہے اور ہم پیش کرتے رہے ہیں جتنے جھگڑے تصادم اور مسلح یلغاریں ہوئیں جنگیں ہوئیں وہ سب صرف اس بات کے لئے ہوئیں کہ حکومت خاندانِ رسوؐل میں محصور ہو کر نہ رہ جائے یا یہ کہ علیؑ ایسا شخص ان پر واجب الاطاعت بن کر مسلط نہ ہو جائے یہ ہے وہ بنیادی مسئلہ کہ ہم حضرت علیؑ کو مطلق العنان، واجب الاطاعت اور معصوؐم و بلا فصل خلیفہ خدا و رسوؐل مانتے ہیں لیکن قریشی علما چوتھا نمبر دیتے ہیں۔

(۱۴۔ب) ہمارے ترجمہ اور تشریح سے رجعت اور رجعت میں مجرموں کی سزا واضح ہے مگر علامہ اینڈ کمپنی کا ترجمہ اور ہے۔

ان آیات (۴۰/۷۱۔۷۲) کا وہ چالو یا کمرشل ترجمہ جو شیعہ سنی مترجمین نے کیا ہے اس میں رجعت کا کہیں پتہ نہیں چلتا چنانچہ قارئین علامہ رفیع الدین کا ترجمہ پڑھ کر ہمارے ترجمہ کی حقیقت اور سارے دنیا کے مترجمین سے مختلف ہونے کا سبب ضرور جاننا چاہیں گے لہٰذا یہاں مختصراً یہ عرض ہے کہ ان دونوں آیات میں تین ایسے الفاظ آئے ہیں کہ جن کا ترجمہ اگر غور و فکر سے نہ کیا جائے تو حقیقت پر کافرانہ پردے پڑے رہ جاتے ہیں۔جیسا کہ دونوں ترجموں سے ظاہر ہے۔
بہر حال ہمارے پاس یقین دلانے کے لئے محض ڈکشنری ہے یا علما کے مختلف و متضاد تراجم ہیں چنانچہ پہلے تینوں الفاظ کا ترجمہ علامہ کے یہاں سے دیکھ لیں۔

علامہ کا ترجمہ: يُسۡحَبُونَ ﴿٧١﴾ فِي ٱلۡحَمِيمِ ﴿٧٢﴾ (غافر: ۴۰/۷۱۔۷۲) ''وہ کھولتے ہوئے پانی کی طرف کھینچے جائیں گے''
ثُمَّ فِي ٱلنَّارِ يُسۡجَرُونَ ﴿٧٢﴾ (غافر: ۴۰/۷۲) ''پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دئے جائیں گے'' (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۲۷)

علامہ اپنے ترجمہ سے کیا سمجھے تشریح: علامہ کا ترجمہ سامنے آگیا علامہ نے ترجمہ سے کیا سمجھا وہ بھی سن لیں ارشاد ہے کہ:
''یعنی جب وہ پیاس کی شدت سے مجبور ہو کر پانی مانگیں گے تو دوزخ کے کارکن ان کو زنجیروں سے کھینچتے ہوئے ایسے چشموں کی طرف لے جائیں گے جن سے کھولتا ہوا پانی نکل رہا ہوگا۔ اور پھر جب وہ اسے پی کر فارغ ہوں گے تو پھر انہیں کھینچتے

النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۞ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ
آگ کے جھونکے جاویں گے پھر کہا جاوے گا واسطے ان کے کہاں ہیں جو تھے تم
تُشْرِكُوْنَ ۞ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ
شریک کرتے سوائے اللہ کے کہیں گے کھوئے گئے ہم سے بلکہ نہ تھے ہم
نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۞ ذٰلِكُمْ
پکارتے پہلے اس سے کچھ اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ کافروں کو یہ بسبب اس کے
بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ
ہے کہ تھے تم خوش ہوتے بیچ زمین کے ناحق اور یہ بسبب اس کے کہ تھے تم
تَمْرَحُوْنَ ۞ اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ
اِتراتے داخل ہو دروازوں میں دوزخ کے ہمیش رہنے والے بیچ اس کے

اور دعویداروں میں سے گزارا جائے گا اور آخر کار جہنم میں جھونک دیا جائے گا ۔ (۷۳) پھر اُن سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے وہ لیڈر کہاں ہیں جن کو تم اللہ کی اجازت کے بغیر ہی حکومت میں شامل کرتے تھے؟ (۷۴) وہ کہیں گے کہ ہمارے وہ لیڈر ہم سے گم ہوگئے ہیں اُن سے پہلے تو ہم کسی کو بھی شریک نہ کیا کرتے تھے اسی طرح اللہ ان لوگوں کو گمراہ ہونے دیتا ہے جو دین کے حقائق چھپاتے ہیں۔ (۷۵) رجعت پر تمہارا یہ حال اس لئے کیا گیا کہ تم دنیا میں بلا کسی استحقاق کے شاد کام رہا کرتے تھے اور اس پر غرور سے اترایا کرتے تھے (۷۶) اب تم جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ تمہیں وہاں رہنا ہے اور ہمیشہ رہنا ہے

ہوئے واپس لے جائیں گے ۔ اور دوزخ کی آگ میں جھونک دیں گے "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۲۷)
ہم نہیں جانتے کہ علامہ نے ان دونوں آیات سے یہ باتیں کیسے معلوم کیں کہ :
اوّل۔ ان لوگوں کو شدید پیاس لگی ہوئی ہو گی اور یہ کہ:
دوم۔ جہنمیوں کو پیاس لگنے پر جہنم سے باہر کہیں چشموں پر لے جانا پڑا کرے گا یعنی:
سوم ۔جہنم میں کھولتا ہوا پانی بھی نہ ہوگا اور یہ کہ:
چہارم۔ جہنم سے نکلنے یا نکالنے کی اجازت کہاں سے ملے گی؟ پھر یہ کہ :
پنجم ۔جن لوگوں کا ذکر ہے وہ پہلے ہی سے جہنم میں تھے اور یہ تو نئی بات ہے کہ:
ششم ۔ اس کھولتے ہوئے پانی سے پیاس بجھ جائے گی یا شدت برقرار نہ رہے گی ورنہ واپسی ناممکن آخری بات یہ کہ ایسے چشموں کا جہنم سے باہر ہونا کون سی آیت میں ہے ۔

علامہ کے ترجمہ سے تینوں الفاظ کے الگ معنی سامنے رکھ لیں ۔ فی الحال یہ کہنا ناقابل قبول اور کم از کم قبل از وقت ہو گا کہ علامہ نہ اپنا ترجمہ سمجھے اور نہ وہ تشریح انہوں نے قرآن کے مطابق کی۔ بہرحال آپ یہاں ان کے تینوں الفاظ کے معنی الگ الگ کر کے دیکھیں ۔
اوّل : يُسْحَبُوْنَ ۔کھینچے جائیں گے " (۷۱ / ۴۰)
دوم :" اَلْحَمِيْمِ۔ کھولتا ہوا پانی "(۷۲ / ۴۰)
سوم : يُسْجَرُوْنَ "جھونک دئے جائیں گے " (۷۲ / ۴۰)

علامہ کے ترجمہ اور معنی پر تنقیدی نظر : ۱۔پہلے لفظ کے معنی سے ہم تقریباً متفق ہیں ۔ ہم نے اس کے معنی "گشت کرانا " کئے ہیں ظاہر ہے کہ گشت برُے لوگوں کو دھکے مار کر کھینچ کر اور گھسیٹ کر ہی کرایا جائے گا ورنہ وہ اپنی خوشی سے لوگوں کے سامنے ذلیل ہونا تو پسند نہ کریں گے ۔
۲۔ہمیں دوسرے لفظ کے معنی پر اعتراض ہے ۔اس لئے کہ آیت میں نہ پیاس کا ذکر ہے نہ پانی کی ضرورت ہے اور نہ وہاں لفظ حمیم سے پہلے عذاب کا تذکرہ ہوا ہے ۔جہنم کا ذکر اس لفظ کے بعد لفظ ثُمَّ (پھر) کہہ کر کیا گیا ہے اگر علامہ کو حَمِيْمِ

اور وہ مغرور لوگوں کے لئے بہت ہی برا ٹھکانہ ہے ۔ (۷۷) چنانچہ اے نبیؑ تم صبر سے اپنا نظام قائم کرنے میں لگے رہو اللہ کا وعدہ برحق ہے چنانچہ ہم اگر چاہیں گے تو اپنے وعدہ میں سے ان کا کچھ حال تمہیں یہیں دکھا دیں گے ورنہ تمہیں پوری وفا دے دیں گے اور جب وہ رجعت میں ہمارے پاس بلائے جائیں گے باقی تب دکھا دیں گے۔ (۷۸) اور اے رسوؐل یقیناً ہم نے آپؐ سے پہلے بھی رسوؐل بھیجے تھے۔ جن میں سے بعض کے حالات ہم نے تمہیں سنا دیئے اور بعض کا قصہ نہیں سنایا ہے اور ان میں سے کسی رسوؐل کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر ہی اپنی طرف سے کوئی معجزہ دکھا دیتا چنانچہ جب اللہ کا حکم نافذ ہوگیا تو حق کے مطابق فیصلہ کردیا گیا اور اس وقت غلط کار لوگ گھاٹے اور خسارے میں پڑ گئے

فَبِئۡسَ مَثۡوَى الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ۝۷۶ فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا

پس بری ہے جگہ تکبر کرنے والوں کی پس صبر کر تحقیق وعدہ اللہ کا حق ہے پس اگر

نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ

دکھلادیں ہم تجھ کو بعض وہ چیز کہ وعدہ دیتے ہیں ہم ان کو یا قبض کرلیویں تجھ کو

فَاِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ ۝۷۷ وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا

پس طرف ہماری ہی پھیرے جاویں گے اور البتہ تحقیق بھیجے تھے ہم نے کتنے پیغمبر

مِّنۡ قَبۡلِكَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَ

پہلے تجھ سے بعض ان میں سے وہ ہیں کہ قصہ بیان کیا ہے ہم نے اوپر تیرے اور

مِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ؕ وَ

بعض ان میں سے وہ شخص ہے کہ نہیں بیان کیا ہم نے قصہ اس کا اوپر تیرے اور

مَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ

نہ تھا مقدور کسی رسولؑ کو یہ کہ لے آوے کوئی نشانی مگر ساتھ حکم اللہ کے پس جب آیا

اَمۡرُ اللّٰهِ قُضِىَ بِالۡحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ۝۷۸ ع

ع ۸ ۱۰ ۱۴

حکم خدا کا فیصل کیا گیا ساتھ حق کے اور زیاں میں پڑے اس وقت جھوٹے

کے معنی کھولتا ہوا پانی ہی کرنا تھے تو بھی وہاں پانی پلانے کی بات نہیں ہے ۔ لہٰذا انہیں اس جملے يُسۡحَبُوۡنَ فِى الۡحَمِيۡمِ کے معنی ”کھولتے ہوئے پانی کی طرف“ کی جگہ کھولتے ہوئے پانی میں کھینچے جائیں گے ”کرنا چاہئیں تھے اس لئے کہ لفظ فِى کے معنی ”میں“ ہوتے ہیں ۔ یا ”اندر“ ہوتے ہیں ۔ نہ کہ ”طرف“ جس کے لئے آیت کو یوں ہونا چاہئے تھا۔ يُسۡحَبُوۡنَ الى الۡحَمِيۡمِ “ لہٰذا علامہ نے نہ صرف لفظ حمیم کے معنی کرنے میں موقع و محل پر غور نہیں کیا بلکہ لفظ ”فِى “کے معنی کو بھی لفظ ”الٰی “سے بدل دیا اور آیت کے جملے کے مفاہیم کو الٹ دیا اور افسوس یہ ہے کہ حَمِيۡمِ کے صحیح اور بنیادی معنی بھی جانتے تھے ۔ ذرا یہ دو مقامات بھی ملاحظہ ہوں ۔

علامہ نے جان بوجھ کر صحیح معنی نہیں کئے ۔ اوّل ۔ سورۂ مومن ہی میں فرمایا گیا تھا کہ:”ظالموں کا نہ کوئی مشفق دوست“ ہو گا اور نہ کوئی شفیع (مَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ حَمِيۡمٍ وَّلَا شَفِيۡعٍ ۝۱۸ “(غافر: ۱۸ / ۴۰۔ تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۰۰) دوم ۔ اگلی سورۂ (۳۴ / ۴۱) میں فرمایا گیا تھا ”كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيۡمٌ ۝۳۴ حٰمٓ السجدہ ”وہ جگری دوست بن گیا) (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۵۶) قارئین دیکھیں کہ یہ وہی لفظ حَمِيۡمِ ہے اور یہ وہی علامہ ہے اور اتفاق سے وہی سورۂ مومن بھی ہے مگر معنی کھولتا ہوا پانی نہیں ہے۔

لغات القرآن سے لفظ حَمِيۡمِ کی بنیادیعنی مادہ اور حقیقی معنی اور معنی کا سبب، اب آپ نہایت معتبر لغات القرآن سے حمیم کا مادہ اور حقیقی معنی دیکھ کر ہماری تائید حاصل کرلیں ۔ چنانچہ مولانا سید عبدالدائم نے جلد ۶ صفحہ ۲۰۵ پر لکھا ہے کہ **یحمومٌ**۔ اسم ۔سیاہ دھواں (۱۵ / ۲۷) یعنی ستائیسواں پارہ پندرھواں رکوع ۔اس لفظ کا مادہ **حممٌ** ہے ۔ **حممٌ** سے مختلف مشتقات مستعمل ہیں اور اکثر الفاظ کے مفہوم میں سیاہی و گرمی یا صرف سیاہی یا صرف گرمی کا ہونا ضروری ہے۔ **حم الظهيرة** دوپہر کی

(۷۹) اللہ وہ ہستی ہے جس نے تمہارے لئے یہ مویشی جانور پیدا کئے تاکہ ان میں سے کسی پر تم سوار ہو اور کسی کا گوشت کھاتے ہو ۔ (۸۰) اور تمہارے لئے ان جانوروں میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں تمہارے دلوں میں جہاں جانے کی احتیاج ہوتی ہے تم ان پر وہاں چلے جاتے ہو ۔ چنانچہ ان پر بھی اور کشتیوں پر بھی تم باربرداری کرتے رہتے ہو۔ (۸۱) اور اللہ برابر تمہیں اپنے معجزات دکھا رہا ہے بتاؤ کہ اللہ کے ان معجزات میں سے کون سے معجزات کا تم انکار کرتے ہو؟ (۸۲) کیا ان عربوں نے دنیا کی سیر نہیں کی ہے چنانچہ انہیں دیکھنا چاہیئے کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا انجام کیا ہوا

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا

اللہ وہ شخص ہے جس نے کئے واسطے تمہارے چارپائے تو کہ سوار ہو بعضے ان کے پر

وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا

اور بعضے کھاتے ہو اور واسطے تمہارے بیچ ان کے بہت فائدے ہیں اور تاکہ پہنچ جاؤ

عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى

اوپر ان کے حاجت کو کہ بیچ سینوں تمہارے کے ہے اور اوپر ان کے اور اوپر

الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ

کشتیوں کے سوار کئے جاتے ہو اور دکھلاتا ہے تم کو نشانیاں اپنی پس کون سی نشانیاں

اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ

اللہ کی کو انکار کرو گے کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے بیچ زمین کے پس دیکھیں کیوں کر

سخت گرمی حُمَّةُ الحَرّ گرمی کی شدت حَمَمٌ سیاہی حمام گرمابہ۔ حمیم قریبی رشتہ دار ۔ گہرا دوست جس کے دل میں محبت کی گرمی ہو ۔ گرم پانی حَمِیْمَة گرم پانی حُمَیْمَةٌ انگارہ۔ حمّٰی بخار۔ (صفحہ ۲۰۵ جلد ۶) قارئین نوٹ فرمائیں کہ لفظ حَمِیمِ کے لغوی یا حقیقی معنی گرم پانی یا کھولتا ہوا پانی نہیں بلکہ یہ مرادی معنی ہیں۔ اس لئے ہم نے اس لفظ کا ترجمہ قریبی رشتہ دار و ہمدرد لوگ کئے ہیں یعنی "ان کی گردنوں میں طوق اور پاؤں میں زنجیریں اور بیڑیاں پہنا کر گشت کرایا جائے گا ان کے قریبی رشتہ داروں اور دعویداروں میں سے گزارا جائے گا اور آخر کار جہنم میں جھونک دیا جائے گا" (۷۱-۷۲ / ۴۰) اور یہی وہ وقت ہو گا جب آیت (مومن ۱۶ / ۴۰) کی رو سے مجرموں کو مبارزت کی جائے گی اور ان کے ساتھ ان کی کمائی کے مطابق سزا سے پیش آیا جائے گا اور ذرہ برابر کمی یا زیادتی یا ظلم بھی نہ کیا جائے گا ۔ (۱۷ / ۴۰)

(۱۵) آیات (۷۷ / ۴۰) میں رسوؐل کو کیا کچھ دکھانے کا وعدہ کیا گیا ؟ اور صبر کا اجر ملا یا نہیں ؟

ہم نے اس آیت (۷۷ / ۴۰) کو رجعت کے عنوان میں پیش کیا تھا اب دوبارہ اسے سامنے لانے کا سبب یہ ہے کہ یہ آیت جس اہم ترین حقیقت سے نوع انسان کو روشناس کرانے کے لئے نازل کی گئی تھی وہ اللہ کے نزدیک اس قدر ضروری ہے کہ اس حقیقت کو اس سے پہلے بھی دو مرتبہ ذکر کیا جا چکا ہے ۔ (سورۂ یونس ۴۶ / ۱۰ میں اور سورۂ رعد ۴۰ / ۱۳ میں) اور ہم ان دونوں آیات کو پھر آپ کے سامنے رکھیں گے ۔ لیکن پہلے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ قومی علما نے کس طرح قرآن کو جھٹلایا ہے ۔ سورۂ انعام (۶۷ / ۶) اور کس طرح حقائق قرآن کو مہجور و مستور و تبدیل کیا ہے۔ (فرقان ۳۰ / ۲۵) چنانچہ علامہ کے ترجمے کو دوسرے مترجمین کے ساتھ مقابلہ کرکے دیکھیں اور پتہ لگائیں کہ علامہ نے کہاں کہاں اور کس طرح اللہ کی منشاء کو چھپایا ہے ۔؟

(۱) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴿۷۷﴾ غافر
(۲) فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ
(۳) اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾
(غافر: ۷۷ / ۴۰)

اوّل ۔ علامہ نے آیت (۷۷ / ۴۰) کے منشاء کو الٹ دیا ہے۔

(۱) رفیع الدین کا ترجمہ: ۔ پس صبر کر تحقیق وعدہ اللہ کا حق ہے ۔

(۱) مودودی ترجمہ: ۔ پس اے نبی صبر کرو اللہ کا وعدہ بر حق ہے ۔

(۲) رفیع الدین: پس اگر دکھلا دیں ہم تجھ کو بعضی وہ چیز کہ وعدہ دیتے ہیں ہم ان کو۔

(اور ان کی عاقبت سے سبق لینا چاہئے) جو کہ تعداد میں ان سے زیادہ تھے اور قوت میں شدید تر تھے۔ اور تہذیب و تمدن و ایجادات میں ساری دنیا سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ مگر ان کو ان کی تمام کدو کاوش اور کمائی نے بھی غنی نہ بنایا (۸۳) چنانچہ جب ان لوگوں کے پاس ان کو ہدایت کرنے والے رسولؐ آئے اور واضح دلائل پیش کئے تو وہ اپنے علم و قابلیت کی بنا پر

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً

ہوا آخر کام ان لوگوں کا جو پہلے ان سے تھے زیادہ تر ان سے اور سخت تر قوت میں

وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور نشانیوں میں بیچ زمین کے پس نہ کفایت کیا ان سے اس چیز نے کہ تھے کماتے

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا

پس جب آئے ان کے پاس پیغمبرؑ ان کے ساتھ دلیلوں ظاہر کے خوش ہوئے

(۲) مودودی:۔ اب خواہ ہم تمہارے سامنے ہی ان کو ان برے نتائج کا کوئی حصہ دکھا دیں جن سے ہم انہیں ڈرا رہے ہیں "

(۳) رفیع الدین : "یا قبض کر لیویں تجھ کو پس طرف ہماری ہی پھیرے جاویں گے ۔

(۳) مودودی ترجمہ: یا(اس سے پہلے) تمہیں دنیا سے اٹھالیں، پلٹ کر آنا تو انہیں ہماری ہی طرف ہے۔ "

(۴) علامہ اشرف علی پوری آیت کا ترجمہ: علامہ نے کئی قوسین (بریکٹ) لگائے ہیں "

(اور جب ان سے اس طرح انتقام لیاجاوے گا) تو آپ (چندے) صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر جس (عذاب) کا ان سے وعدہ کررہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپ کو دکھلا دیں یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات دے دیں سو ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہوگا ۔" (مترجمہ قرآن صفحہ ۷۵۸ مومن ۷۷ / ۴۰)

(۱۵ ۔ الف) علامہ نے آیت (۷۷ / ۴۰) میں کیا کیا چھپایا اور کہاں کہاں تبدیلیاں کی ہیں ؟ تنقید :

قارئین نے ان تینوں تراجم کو دیکھا اور بھی جتنے ترجمے ملیں سب کو دیکھ لیں ہر ترجمہ میں آپ کو یہ حقیقت ملے گی کہ اللہ نے اس آیت (۷۷ / ۴۰) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان کے مخالفوں سے متعلق کچھ دکھانے کا وعدہ کیا تھا لیکن علامہ سرکار نے نہایت خاموشی مگر دلیری کے ساتھ ترجمہ یوں کردیا کہ :

"ان کو ان برے نتائج کا کوئی حصہ دکھا دیں "یعنی علامہ نے محمدؐ مصطفٰی کی جگہ ان کے مخالفوں کو رکھ دیا اور لفظ ۔ نُرِيَنَّكَ ۔ (ہم تجھ کو دکھائیں گے) کے بدلے میں نُرِيَنَّهُمْ ۔ (ہم ان کو دکھائیں گے ۔) لاکر واحد مخاطب کو جمع مذکر غائب بنا کر حقیقت واقعی کو چھپا دیا۔ علامہ نے دوسری خیانت یہ کی ہے کہ اللہ نے تو یہ فرمایا تھا کہ ہم ان سے جو وعدہ کرتے رہے ہیں۔ (نَعِدُهُمْ) مگر حضرت علامہ نے لفظ نَعِدُهُمْ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ : "جن سے ہم انہیں ڈرا رہے ہیں " (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۲۸)

(۱۵ ۔ ب) رسولؐ کو زندگی اور بعد وفات کچھ دکھانے کا وعدہ پہلے بھی ہوتا چلا آیا ہے ۔

اب اسی وعدہ کو سابقہ دو مقامات سے یہاں اپنے سامنے لائیں اور وہاں بھی علامہ کے ترجمہ کی خیانتیں دیکھ لیں ۔ پھر ہم قرآن کا مقصد لکھیں گے ۔

پہلا وعدہ ۔ اور بتائیں گے کہ اللہ اپنے رسولؐ کو کیا دکھانے کا وعدہ بار بار کرتا رہا ہے؟ چنانچہ پہلی بار فرمایا تھا کہ:

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ (سورۂ یونس ۴۶ / ۱۰)

علامہ کا خیانت کارانہ ترجمہ : "جن برے نتائج سے ہم انہیں ڈرا رہے ہیں ان کا کوئی حصہ ہم تیرے جیتے جی دکھا دیں یا اس سے پہلے ہی تجھے اٹھالیں بہرحال انہیں آنا ہماری ہی طرف ہے اور جو کچھ یہ کررہے ہیں۔ اس پر اللہ گواہ ہے (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۸۹)

یہاں یہ نوٹ کرتے چلیں کہ اس سے پہلی آیت (۴۵ / ۱۰) میں قیامت اور حشرونشر کا ذکر ہوا تھا اللہ نے دوسری مرتبہ فرمایا کہ:

بِمَا عِنۡدَهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ وَ حَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا	رسالت کو بے وقوف بنانے کے لئے خوش
ساتھ اس چیز کے کہ نزدیک ان کے تھی علم سے اور گھیر لیا ان کو اس چیز نے کہ تھے	ہوئے اس لئے ان کو انبیاؑ کے مذاق اڑانے کے
بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا	جرم ہی نے گھیر لیا۔ (۸۴) جب انہوں نے ہمارا عذاب اور سختیاں اپنی آنکھوں سے دیکھ
ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے پس جب دیکھا انہوں نے عذاب ہمارا کہا انہوں نے ایمان لائے ہم	لیں تو اب کہا کہ ہم تنہا اللہ کے اقتدارِ حکومت

دوسرا وعدہ: علا مہ کا ترجمہ خیانت بدستور جاری ہے :"اور اے نبی جس برے انجام کی دھمکی ہم ان لوگوں کو دے رہے ہیں اس کا کوئی

> وَاِنۡ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ ﴿۴۰﴾ (رعد ۴۰ / ۱۳)

حصہ خواہ ہم تمہارے جیتے جی دکھا دیں یا اس کے ظہور میں آنے سے پہلے ہم تمہیں اٹھا لیں بہر حال تمہارا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ اور حساب لینا ہمارا کام ہے (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۶۵) یہ ہیں وہ تینوں وعدے (۷۷ / ۴۰) جن کا لب و لہجہ بھی اور الفاظ بھی ہر جگہ ایک سے ہیں اور جو کچھ فرمایا گیا وہ بھی ہر جگہ متفق اللفظ ہے ایک ہی مقصد ہے جسے تین مختلف مقامات پر اسی احتیاط اور شرط کے ساتھ فرمایا گیا ہے اب سوچنا یہ ہے کہ قریش یا مخالفینِ محمدؐ کی کونسی چیز دکھانا تھی ؟ وہ کیا صورت حال تھی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو صبر کرنے کا حکم ملا تھا اور جس کو پورا کا پورا رسولؐ اللہ کو ان کی زندگی میں نہ دکھایا جا سکتا تھا؟ اور جس کا بعض حصہ بھی ان کی حیات میں دکھا سکنا مشکوک تھا؟ اور یہ جو کہا اور سمجھا گیا ہے کہ ان تینوں مقامات پر قریش یا عربوں پر ان کی سرکشی اور دشمنی کی بنا پر عذاب آنے کی بات کی گئی ہے یہ خیال پہلے نمبر پر اس لئے غلط ہے کہ ان آیات (۴۶ / ۱۰۔۴۰ / ۱۳ ۔۷۷ / ۴۰) میں کوئی ایسا لفظ یا قرینہ موجود نہیں کہ جس سے یہ سمجھا جاسکے کہ اللہ رسولؐ کے مخالفوں پر عذاب نازل کرنے کی بات کرتا رہا ہے۔

(۱۵۔ج) ان وعدوں میں عذاب نازل ہونے کا تصور قرآن کے خلاف ہے۔ دوسرے اس لئے غلط ہے کہ اللہ نے رسولؐ کی موجودگی میں عذاب نازل نہ کرنے کا اعلان کیا ہوا تھا (انفال ۳۳ / ۸) اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ جب تک ایسے لوگ موجود ہوں جو توبہ و استغفار کررہے ہوں (۳۳ / ۸) اور واقعہ بھی یہی ہے کہ حضور کی زندگی میں قریش یا اہل مکہ یا عربوں پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا اور قومی تاریخ کی رو سے تمام قریش اور اہل مکہ مسلمان ہو چکے تھے اور بعد وفات رسولؐ بھی ان پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔

(۱۵۔د) ان وعدوں میں عذاب جہنم یا دنیا میں عربوں کی تباہی یا ناکامی وغیرہ بھی مقصود نہیں ہو سکتا ؟

پھر یہ بھی ممکن نہیں کہ ان آیات میں عربوں کی تباہی دکھانا یا انہیں ان کے مخالفانہ جدوجہد میں ناکامی دکھانا یا جہنم کے عذاب کی سزا کا دیا جانا مقصود ہو۔ اس لئے کہ جہنم کا عذاب دنیا میں دکھانے کی بات کی ہی نہیں جاسکتی۔ رہ گیا قیامت میں انہیں جہنم واصل کرنا اس کا بار بار اللہ نے کھل کر اعلان کیا ہے۔(نسآ ۱۱۵ / ۴۔ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۹۶ و ۳۹۷) اور سورہ نساء ۱۴۰ / ۴ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۰۸۔۴۰۹) منکرین کو عذاب دیا جانا۔(ھود ۳ / ۱۱، تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۳۲۳) رسولؐ اللہ کو اذیت دینے والوں کو اور مقابلہ کرنے والوں کو جہنم کا عذاب (توبہ ۶۱ / ۹۔۶۳ / ۹) جہنم اور ذلت اور عذاب شدید دیا جانا (حم سجدہ ۲۸۔۲۷ / ۴۱) قریش کی شکست کا اعلان بقول علامہ ہجرت سے ۵ سال پہلے ہی کر دیا تھا۔ (القمر ۴۵ تا ۴۸ / ۵۴ تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۴۰ حاشیہ ۲۴ میں) ان کی تباہی کا اعلان بھی کھل کر، کر دیا گیا تھا (محمدؐ ۱۰ / ۴۷) قیامت میں قریش پر مواخذہ کا اعلان بھی ہو چکا تھا (زخرف ۴۴ / ۴۳) اور رسولؐ اللہ کو ان کی زندگی ہی میں کامیابی اور کھلی فتح سنائی گئی اور فتح مند کرکے دکھایا گیا تھا۔ تمام قریش سرنگوں ہو گئے۔ پھر وہ کیا چیز رہ گئی جو وفات کے بعد ہی ظہور میں آنا تھی ؟ اور رسولؐ اللہ کو ان کی تبلیغ کے اور دین کے مکمل ہو جانے کی سند بھی مل گئی تھی۔ اب سوچئے کہ وہ کونسا وعدہ تھا جسے تین مرتبہ دہرایا گیا اور جو اُن کی حیات میں تھوڑا سا دکھانا بھی مشکوک تھا اور سارا کا سارا بعد وفات پورا ہونا تھا ؟ اور

بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾

ساتھ اللہ اکیلے کے اور کافر ہوئے ہم ساتھ اس چیز کے کہ تھے ہم ساتھ اس کے شریک

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ

کرتے پس نہ تھا کہ نفع کرتا ان کو ایمان ان کا جب دیکھا انہوں نے عذاب ہمارا عادت

اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع ۹ / ۱۴

اللہ کی جو تحقیق گزر گئی ہے بیچ بندوں اس کے اور زیاں پایا اس جگہ کافروں نے

پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو چھپائے دیتے ہیں جنہیں ہم حکومت الٰہیہ میں شریک کرتے تھے ۔ (۸۵) چنانچہ ہمارے عذاب کی شدت کو اپنے سامنے دیکھ لینے کے بعد ایمان لانا ان کے لئے کچھ بھی فائدہ مند نہ ہوا۔اور یہ اللہ کا وہ قانون ہے جو اس کے تمام بندوں میں جاری رہتا آیا ہے اور یہی وہ جگہ ہوتی ہے جہاں حق کو چھپانے والوں کو خسارہ ہوا کرتا ہے ۔

جس پر تاحیات صبر کرتے رہنے کا حکم ملا تھا ؟ قرآن کے یہ تینوں مقامات سرسری طور پر پڑھ کر گزر جانے کے نہیں ہیں ۔

(۱۵ ۔ھ) اُن وعدوں میں دکھانے کی بات کیوں کی گئی ؟؟

اور یہاں یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ جب آنحضرت کی زندگی میں موعودہ صورت حال دکھانا سوفیصد ضروری اور ممکن نہ تھا تو دکھانے کی بات ہی کیوں کی گئی ہے اور کیا ان آیات کے یہ معنی نہیں کئے جاسکتے کہ ”ہم اگر چاہیں گے تو اپنے وعدہ میں سے ان کا کچھ حال تمہیں یہیں دکھا دیں گے ورنہ تمہیں وفات دینے کے بعد جب وہ ہمارے پاس لائے جائیں گے اس وقت دکھا دیں گے “(۷۷ / ۴۰) آیت میں ایسا کوئی مانع نہیں ہے ۔یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ جس چیز کے دکھانے کا وعدہ کیا گیا ہے اس کو دکھائے بغیر وعدہ پورا نہیں ہوتا ۔لہٰذا بات یوں ہونا چاہئے کہ اگر وہ چیز جیتے جی نہیں دکھائی گئی تو وفات کے بعد دکھانا چاہئے لہٰذا وعدہ کا لب لباب یہ ہے کہ ”اگر زندگی میں نہ دکھایا تو وفات کے بعد دکھائیں گے “اور یہ کہ ”وفات کے بعد بھی اس وقت دکھائیں گے جب تمہارے تمام مخالف لوگوں کی ہماری طرف رجعت (یرجعون) ہوگی “۔چنانچہ یہ حقیقت تو ثابت ہوگئی کہ آنحضرتؐ کو ان کی قوم کا مکمل کردار رجعت میں دکھایا جائے گا مگر یہ سوال بہرحال لاجواب ہے کہ جب قوم کی مخالفت اور بد کرداری معلوم ہے۔ ۲۔ان کی ناکامی اور حضورؐ کی کامیابی اور غلبہ و حکومت قائم ہوگئی۔ ۳۔جب قیامت میں اس قوم کو جہنم میں جانا طے ہوگیا ۔۴۔جب اہل مکہ و قریش سب کے سب از اوّل تا آخر مسلمان ہوگئے تو اب کیا دکھانا تھا ؟ جو زندگی میں نہیں دکھایا جاسکتا ؟ جس کے لئے آنحضرتؐ کی وفات پہلے ضروری ہے؟ قارئین سوچیں اور سمجھیں کہ تبلیغ و جنگ و جدوجہد کے بعد آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت و حکومت و اطاعت مان لی گئی۔ بظاہر نظر کوئی حضور کا مخالف نہیں رہا چاروں طرف اسلام اور حضورؐ پر درود و سلام کا دور دورہ ہے قومی تاریخ کی رو سے رسولؐ اور خاندان رسولؐ کی عظمت او رمحبت اور قدر و قیمت عملاً تسلیم کی جارہی ہے ۔ یارانِ رسولؐ دن رات اسلام اور رسولؐ اسلام پر قربان ہو جانے کو آمادہ رہتے ہیں ایسی صورت میں بتائیے اللہ اپنے رسولؐ کو ان کی حیات میں یا بعد وفات اور کیا دکھانا چاہتا تھا؟ قریش کا کوئی کام ایسا نظر نہیں آتا جس میں اسلام کے خلاف کوئی جھلک ملتی ہو ؟ لہٰذا اگر رسولؐ اللہ ہزار سال بھی زندہ رہتے یہ ظاہری ماحول یوں ہی بنا رہنا تھا گویا قریش رسولؐ کی زندگی میں بے بسی کے عالم میں ہیں غلاموں اور کنیزوں کی طرح مجبوراً زندگی گزار رہے ہیں مگر دلوں میں کوئی خطرناک منصوبہ ابال کھا کھا کر گھٹ گھٹ کر گاڑھا ہوتا جارہا ہے ۔دل کے اندر کی یہ مخالفت رسولؐ کو آنکھوں سے دکھانا ممکن نہ تھا ضروری تھا کہ رسولؐ اللہ کو دنیا سے رخصت کیا جائے تب دلوں میں پوشیدہ تنہائیوں کی مشاورت میں طے شدہ منصوبہ برسرکار لایا جائے۔ یہ تھا وہ معاملہ جس کو دکھانے کا وعدہ کیا گیا اور جس کے لئے وفات لازم ہوئی اور وفات کے لئے بھی منصوبہ سازوں ہی نے آگے بڑھ کر اللہ کے وعدہ کو پورا کرنے کی مہم کا آغاز کیا اور اس طرح آنے والی صدیوں میں جو مظالم کے پہاڑ ،اسلام قرآن اور صاحبانؑ قرآن پر ٹوٹنا تھے، ان میں سے چند تمہیدی ذرات اللہ نے اپنے رسولؐ کو آنکھوں سے دکھا دیئے اور اس طویل و مہلک اسکیم کے چند اصولی کلمات بھی کانوں سے سنوا دئے چنانچہ حضورؐ نے دیکھا کہ محاذ بنانے والی ازواج نے (تحریم ۳ تا ۵ / ۶۶) آپؐ کو نہایت نسوانی چالاکی اور شرعی آڑ میں اپنے مرکزی حجرہ میں نظر بند کرلیا ہے ۔

۲۔ تاکہ ان کے جگر پارے اور قوت بازو وزیر و خلیفہ بلا اجازت اور تنہائی میں رابطہ نہ رکھ سکیں ۔
۳۔ ایسی دوا پلائی گئی جس کی ایک بوند بھی زہر قاتل تھی اور کہنے کے باوجود اپنوں کو نہ چکھائی گئی ۔
۴۔ علیؑ کو بلانا چاہتے ہیں کسی اور کو بھیج دیا جاتا ہے تاکہ ناپسندیدہ لوگوں سے تخلیہ مشہور کیا جا سکے ۔
۵۔ چنانچہ نماز کے لئے ایسے شخص کی آواز سنی جو پسند نہ تھا خود سہارا لے کر گئے اور معزول کیا۔
۶۔ چاہا کہ کم از کم تحریر ہی لکھ دوں کتاب و قلم منگوایا لیکن تعمیل نہ ہوئی ،
۷۔ اور سنا کہ: حَسْبُنَا كِتَابَ اللهِ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَهْجُرَ۔ ہمیں اللہ کی کتاب اپنے حسب حال منظور ہے اور یہ شخص کتاب اللہ کو چھوڑ کر اس سے ہجرت کر رہا ہے ۔ یعنی قرآن کے خلاف حکم دے رہا ہے ۔
۸۔چاہا کہ تمام منصوبہ ساز لیڈروں کو اسامہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ کردیں نا جانے والوں پر لعنت بھی کی مگر تعمیل حکم نہ ہوئی قارئین اپنا رسولؐ سمجھ کر نہ سہی ایک شریف بوڑھا اور قریب المرگ انسان ہی سمجھ کر سوچیں کہ جس انسان نے زندگی بھر قوم کی خدمت کی اپنے بچوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر قوم کے غربا اور بھوکوں پیاسوں اور فقراء کا پیٹ پالا جس نے رات رات بھر کھڑے رہ کر قوم کے لئے دعائیں مانگیں کل تک جس کے وضو کا پانی لوگ شفا کے لئے لے جاتے اور شفا پاتے تھے ۔ جس کے تھوک کو زمین پر نہ گرنے دیا جاتا تھا جس کے بچوں کو گود میں لینا دنیا و آخرت کی بھلائی سمجھا جاتا تھا جس کے حضور میں اللہ نے ہمہ قسم کی بلند آوازی حرام کر دی تھی اور بلند آوازی کرنے والوں کے تمام اعمال ضائع کرنے کا مستقل فیصلہ قرآن میں لکھا ہوا ہے (حجرات ۲۔۱ / ۴۹) اس کے ساتھ جو کچھ ہوا جنہوں نے کیا وہ بڑی بے رحمی کا سلوک تھا ۔ اور یہی وہ کچھ تھا جو اللہ آپؐ کو اس زندگی میں دکھا سکتا تھا لیکن آپؐ کی وفات کے بعد کیا ہوا ؟ یہ ایک روداد الم ہے جسے سنانے کے لئے تمام شیعہ اور صالحین اُمت سال بھر غم مناتے ہیں اور صف ماتم بچھاتے ہیں اور اپنا خون اور پسینہ ان کے نام پر چھڑکتے ہیں اس داستان غم انگیز کا غم کم ہوتا ہے ،نہ اس جانکاہ تعزیت کو منانے اور ہر سال و ہر ماہ و ہر روز بجا لانے سے دل بھرتا ہے بہرحال یہ آٹھ چیزیں اللہ نے اپنے رسولؐ کو دکھائیں اور سنائیں ۔باقی ماندہ زمانہ رجعت (يُرْجَعُونَ ۷۷/۴۱) میں عملاً دکھائے گا جس کے بعد ان ملاعین پروہی مظالم و جبروقہر وستم روا رکھا جائے گا جو اُنہوں نے کربلا سے لے کر آخر تک دین کے نام پر روا رکھے تھے اور آخر میں مذکورہ بالا وعدوں کے جواب میں انہیں جہنم واصل کردیا جائے گا ۔

(۱۵ ۔ و) آنکھوں سے دکھانے اور معلومات فراہم کرنے کی مثالیں ہزاروں ہیں ۔

قارئین نوٹ کریں کہ مظلوم سے یہ کہہ دینا کہ تم پر ظلم کیا گیا ہے ہم ظالموں کو جہنم میں عذاب دیں گے ۔ دل کے اطمینان کے لئے کافی نہیں آنکھوں سے جہنم میں جاتے ہوئے اور پھر جلتے اور تڑپتے ہوئے دکھانا دل کو مطمئن کرتا ہے ۔ اور کہنے اور کرنے میں یوں بھی بڑا فرق ہوتا ہے جب یہ معلوم ہو جائے کہ جہنم میں تو ہر بے دین، ہر منافق اور ہر مشرک کو جانا ہی ہے خواہ اس نے کسی پر ظلم کیا ہو یا نہ کیا ہو تو ظالموں کے لئے جہنم سے پہلے پہلے وہ سزائیں لازم ہیں جو کتبہائے خداوندی میں مذکور ہیں اس لئے ہم نے دکھایا ہے کہ جہنم کا عذاب حقوق العباد اور قیام عدل و انصاف کے لئے نہیں بلکہ وہ جان بوجھ کر اللہ اور انبیاؑ اور رسلؑ کو نہ ماننے والوں کا آخری ٹھکانہ ہے خواہ انہوں نے ساری زندگی نیک کام کئے ہوں بہرحال رسولؐ اللہ کو عملاً جس قدر دکھایا جانا ممکن تھا دکھا کر اپنا وعدہ پورا کردیا اور باقی ماندہ رجعت کے زمانہ میں دکھائے گا اور تمام صحابہ کہلانے والے مخالفین حضورؐ کے پاس آئیں گے اور فرشتے انہیں وہاں سے دھکے مار کر محاسب علیہم السلام کے پاس لے جائیں گے اور رسولؐ فرمائیں گے کہ اے اللہ یہ تو میرے صحابہ ہیں جواب ملے گا کہ تمہیں عملاً معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہاری وفات کے بعد کیا کیا۔(بخاری وغیرہ)؟ یوں علمی حیثیت سے رسولؐ اللہ کو سب کچھ معلوم تھا بات آنکھوں سے دیکھ کر معلوم کرنے کی ہے رسولؐ کو قرآن سے معلوم تھا کہ ان کی ازواج میں ان کے خلاف سازشی محاذ کام کررہا ہے (۲۔۱ / ۶۶) لیکن آنکھوں سے اسی قدر دیکھنے کو ملا جو بستر مرگ پر دیکھا تھا یہ سازش والی عورتیں ۸ ھ میں محاذ بنائے ہوئے تھیں۔

سُوْرَۃُ فُصِّلَتْ

سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ اَرْبَعٌ وَّ خَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّ سِتُّ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ فصلت یا سُورہ حٰمٓ سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں چوّن (۵۴) آیتیں ہیں اور چھ (۶) رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

حٰمٓ ۞ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞ کِتٰبٌ

اتاری ہوئی ہے بخشنے والے مہربان کی طرف سے کتاب ہے کہ

فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۞

جدا کی گئی ہیں آیتیں اس کی قرآن عربی ہے واسطے اس قوم کے کہ جانتے ہیں

بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا فَاَعْرَضَ اَکْثَرُھُمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۞

خوشخبری دینے والی اور ڈرانے والی پس منہ پھیر لیا بہتوں ان کے نے پس وہ نہیں سنتے

(۱) حٰم (۲) خدائے رحمان اور رحیم کی طرف سے اتاری ہوئی (۳) کتاب ہے جس کی آیات کی تفصیل دے دی گئی ہے جو عربی زبان میں قرآن ہے اور علم والی قوم کے لئے ہے ۔ (۴) اس کو تلاوت کرنے والا بشارت دیتا ہے برے نتائج سے خبردار کرتا ہے لیکن قریش کی کثرت نے روگردانی کرلی ہے اور وہ قرآن کو نہیں سنتے

تشریحات سورۂ حٰمٓ سجدہ :

(۱) آیات (۴ تا ۳ / ۴۱) میں قرآن اور صاحبِ قرآن اور اہلِ ذکر کی پوزیشن بیان ہوئی ہے ۔

نظام اجتہاد نے جو عقیدہ اور افواہ اُمت میں پھیلائی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن ایک مجمل کتاب ہے اس میں چند قواعد و قوانین اور اصول بیان کردیئے گئے ہیں جو عوام الناس کے لئے ہدایت فراہم نہیں کرتے یہ مجتہد کے معیار کے علما کا کام ہے کہ وہ ان اصول و قوانین سے مسائل اور تفصیلات مرتب کریں اور عوام کو عقائد و اعمال و عبادات کے متعلق فتویٰ اور احکام اخذ کرکے دیں عوام پر واجب ہے کہ وہ مجتہد کی تقلید کریں ۔ اور از خود قرآن سے نہ کوئی عقیدہ اختیار کریں نہ کوئی حکم اخذ کریں تاکہ وہ گمراہی سے محفوظ رہیں یہ عقیدہ مسلمانوں میں دور اوّل کی حکومتوں نے جاری کیا تھا۔ پھر برابر چودہ سوسال سے اس کی تائید مزید ہوتی چلی آئی ہے ۔ اختلاف کرنے والوں کو دارورسن اور تلوار سے فنا کے گھاٹ اتارا جاتا رہا ان کا کہنا یہ تھا اور آج بھی یہی ہے کہ جو کچھ قرآن سے صحابہ نے سمجھا وہی کچھ قرآن ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کچھ نہیں ہے ۔ چنانچہ قرآن کے جن احکام کو صحابہ نے معطل اور ناقابل عمل کردیا تھا ان پر آج تک عمل نہیں کیا جاتا ہے اور کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ لوگ رسوؐل کے ساتھ رہے ان کے سامنے قرآن اترا ان کے سامنے رسوؐل اللہ نے قرآن پر عمل کرکے دکھایا لہٰذا ان سے زیادہ کوئی بعد والا شخص قرآن کو سمجھ ہی نہیں سکتا لہٰذا جو وہ حضرات کہہ گئے وہ آخری بات ہے ۔ بہر حال بہت سی دل لگتی اور قابل فہم باتیں کی جاتیں ہیں لیکن ایک بات کبھی نہیں بتائی جاتی یعنی یہ کہ قرآن کی کون سی آیت میں صحابہ کی یہ پوزیشن بیان ہوئی ہے جو تم لوگ بتاتے ہو۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن صحابہ کی مذمت سے بھرا پڑا ہے جن لوگوں کی قرآن نے مدح و ثنا کی ہے ان کے نام ہمیں بتائے جائیں ان کے کام قرآن سے دکھائے جائیں۔ ہمیں تو قرآن یہ بتاتا ہے کہ رسوؐل کی قوم نے قرآن کی تکذیب کی (انعام ۶۶ / ۶) قرآن میں تغیر و تبدل کیا اور اس کو مہجور کرکے چھوڑ دیا (فرقان ۳۰ / ۲۵) قرآن نے کہا ہے یہ قرآن ہر ہر چیز کی تفصیل بیان کرتا ہے (یوسفؑ ۱۱۱ / ۱۲) اور یہ آیت (۳ / ۴۱) بھی یہی کہتی ہے کہ اس کتاب کی ہر آیت مفصل ہے اب جو شخص قرآن کو مفصل نہ مانے اور قرآن میں ہر ہر چیز کا مفصل

وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ

اور کہا انہوں نے دل ہمارے بیچ پردوں کے ہیں اس چیز سے کہ پکارتا ہے تو ہم کو

اِلَيْهِ وَ فِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَيْنِنَا وَ

طرف اس کی اور بیچ کانوں ہمارے کے بوجھ ہے اور درمیان ہمارے اور

بَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ

درمیان تمہارے پردہ ہے پس عمل کر تو ہم بھی عمل کرنے والے ہیں کہہ

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ

سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں مانند تمہاری وحی کی جاتی ہے طرف میری

اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَ

یہ کہ معبود تمہارا معبود اکیلا ہے پس سیدھے چلو طرف اس کی اور

اسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَ وَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ

بخشش مانگو اس سے اور وائے ہے واسطے شریک کرنے والوں کے وہ لوگ کہ

(۵) اور کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر تمہاری دعوت کا اثر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ پردوں میں لپٹے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں غلط بات نہ سننے کے لئے ڈاٹیں لگی ہوئی ہیں اور ہمارے اور تمہارے مابین عقائد کے حجاب حائل ہیں لہٰذا تم اپنے کام سے کام رکھو ہم اپنا کام کرتے ہی رہتے ہیں (۶) اے رسولؐ ان کو یہ جواب دو کہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ میں بھی تمہاری ہی مثل ایک بشر ہوں فرق یہ ہے کہ میں اس قابل ہوں کہ فرشتے میرے پاس حاضر ہوں میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھوں اور میری طرف اللہ کی وحی کی جاتی ہے اور یہ کہ تمہارا معبود تنہا و یگانہ ہے لہٰذا اللہ کے اس اعتقاد کو برقرار رکھو اور اس سے اپنی مغفرت کی دعائیں کررو رہ گئے حکومت الٰہیہ میں خطار کار لیڈروں کو شریک کرنے والے ان پر افسوس ہے (۷) جن کی شناخت یہ ہے کہ

بیان ہونے کا انکار کرے وہ یقیناً قرآن کو جھٹلاتا ہے اور قرآن کو جھٹلانے والا خواہ صحابی ہو خود جھوٹا ہے ۔کافر و بے دین ہے ہم ایسے آدمی پر لعنت بھیجتے ہیں چہ جائیکہ قرآن کے متعلق اس کی بات کو آخری بات سمجھیں ؟ ہم کہتے ہیں کہ ہر عقیدہ اور ہر مسلمہ قرآن کی سند اور قرآن کے الفاظ پر مبنی ہونا لازم ہے لہٰذا ہر وہ عقیدہ باطل ہے ہر وہ فیصلہ شیطانی ہے اور ہروہ مسلمہ ملعون ہے ۔ جو قرآن کے الفاظ میں اللہ کی طرف سے طے شدہ نہ ہو(مائدہ ۴۴ / ۵، ۴۵ / ۵ ،۴۷ / ۵)۔ اور ایسا عقیدہ، ایسا فیصلہ اور ایسا مسلمہ بنانے والے اور ان پر عمل کرنے والے قرآن کی رو سے ظالم ہیں، کافر ہیں، اور فاسق ہیں ، ان کی کوئی بات ماننا اس وقت تک حرام ہے جب تک وہ قرآن کی آیت میں وہ بات نہ دکھائیں ۔

(۱ ۔ الف) آیات (۴۔۳ / ۴۱) میں بشیر و نذیر اور صاحبِ علم قوم کون ہیں ؟ ہم پہلے بھی یہ عرض کر چکے ہیں کہ ایک بے جان چیز کو نہ حکیم کہا جاسکتا ہے نہ بشیر و نذیر قرار دیا جا سکتا ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ آیت (۴ / ۴۱) میں قرآن کو بشیر و نذیر نہیں کہا گیا ہے یہ دونوں صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ہیں نہ کہ قرآن کی صفات جیسا کہ اکثر مترجمین مع مودودی ایسا ہی سمجھتے ہیں بشیر و نذیر وہ ہوتا ہے ۔ جو لوگوں کو مخاطب کرکے انہیں خوشخبری سنائے یا برے کام بتا کر ان برے کاموں کی مضرت اور ان کے برے نتائج سے خبردار کرتا رہے ۔ قرآن خاموش کتاب ہے اسے کوئی پڑھنے والا پڑھ کر اگر خود ہی مطلب اخذ کرے اور کسی بیان کو خوشخبری یا تنبیہ سمجھ لے یہ اس کا اپنا کام ہو گا ۔ اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ قرآن نے اسے خوشخبری یا تنبیہ عطا کی ہے ۔ وہ شخص کہیں اور سے پڑھنا چاہتا تو قرآن تو یہ بھی نہ بتا سکتا کہ تم فلاں مقام سے پڑھو۔ جہاں جہاں قرآن یا کتاب کے ساتھ جانداروں والی صفات منسوب ہیں وہاں قرآن ناطق اور بولتی ہوئی کتاب یعنی محمدؐ یا محمدؐ کا کوئی ظہور صلی اللہ علیہ و علیہم اجمعین مذکور ہوتے ہیں۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی قوم نہ ساری بری ہوتی ہے نہ ساری اچھی ہوتی ہے اس میں کم و بیش اچھے اور برے آدمی ضرور ہوتے ہیں۔ البتہ اللہ کی تیار کردہ قوم یا اُمت ساری اچھی ہوتی ہے ۔ جیسے معصومینؑ انبیا علیہم السلام اور شیطان کی تیار کردہ قوم ساری بری اور مجرم ہوتی ہے ۔ جیسے قریش

لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

نہیں دیتے زکوۃ اور وہ ساتھ آخرت کے وہی ہیں کافر تحقیق وہ لوگ کہ

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۸ قُلْ

ایمان لائے اور کام کئے اچھے واسطے ان کے ثواب ہے نہ موقوف ہونے والا کہہ

اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ

کیا تم کفر کرتے ہو ساتھ اس شخص کے کہ پیدا کیا ہے اس نے زمین کو بیچ دو دن کے

ع ۸ ۱۵

وہ زکوۃ ادا نہیں کرتے اور آخرت کے عقیدے کو پوری تفصیل سے ظاہر نہیں کرتے (۸) رہ گئے ایمان لانے والے جنہوں نے اعمال صالحہ کی پابندی کی ہے ان کے لئے ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ (۹) ان سے پوچھو کہ کیا تم اس ہستی کی پوزیشن چھپا رہے ہو جس نے دودن میں زمین کو پیدا کیا

اینڈ کمپنی وغیرہ۔ یہاں یہ اصول نوٹ کرلیں کہ قرآن میں جہاں بھی کسی قوم کو مطلقاً اچھا کہا گیا ہو وہاں اللہ و رسولؐ کی تیار کردہ قوم کی بات ہوتی ہے اور جہاں کسی قوم کو مطلقاً برا کہا جاتا ہے وہ شیطان کی قوم ہوتی ہے۔ چنانچہ آیت (۳ / ۴۱) جس ساری قوم کو قرآن کے ساتھ ذکر میں عالم قرار دیا گیا ہے وہ حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور ان سے پیدا ہونے والے اور ان کے مخصوص متعلقین علیہم السلام ہیں۔ اور قرآن کریم انہی کے لئے مفصل و مکمل و مبین کتاب ہے۔

(۲) قریش نظام اجتہاد کے ماتحت اسلام لائے تھے وہ پہلے سے مسلمان ہوتے ہوئے کافر کہلاتے تھے۔ رسولؐ کی ہدایات سے مستغنی تھے؟

یہ بھی بار بار کہا گیا ہے کہ قریش آنحضرتؐ کی بعثت اور دعوت کے قبل ہی دین ابراہیمیؑ کے مسلمان تھے البتہ ان کی مسلمانی اپنے علما اور دانشوروں کے اجتہاد کے ماتحت تھی۔ وہ صحف ابراہیمؑ سے اسی طرح بالواسطہ تعلق رکھتے تھے جیسے آج سارے مسلمان اپنے اپنے مجتہدین کے واسطے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے تمام اعمال و عبادات و عقائد وہی تھے۔ جو اُن کے مجتہد علما نے ان کے دلوں میں راسخ کر دیئے تھے۔ دوسرے الفاظ میں ہم نے بار بار یہ نوٹ کرایا ہے کہ رسولؐ اللہ کے مخاطب لوگ اسی طرح کے مسلمان تھے جیسے آج کے مسلمان ہیں۔ انہیں قرآن کا کافر کہنا یا مشرک قرار دینا یا منکر کہنا ان معنی میں نہیں ہے کہ وہ بے دین تھے یا خدا کے منکر تھے یا کسی اور کو بھی اللہ سمجھ کر اس کی عبادت کرتے تھے۔ یہ تینوں حکم یعنی کافر مشرک و منکر اس لئے لگائے گئے ہیں کہ وہ دینِ ابراہیمؑ یا ملتِ ابراہیمؑ یا اسلام کے احکام کی حقیقت کو اجتہاد سے بدل چکے تھے۔ اور اس تبدیلی کو چھپاتے تھے لہٰذا کافر کہلاتے تھے۔ وہ مجتہدین کو حکومتِ الٰہیہ کا سربراہ یا خلیفۂ خداوندی سمجھتے تھے۔ جیسے آج مسلمانوں میں مجتہدین کو اللہ ورسولؐ اور آئمہؑ کا جانشین سمجھا جاتا ہے اس لئے انہیں مشرک فرمایا گیا یعنی اقتدارو حکومت و اطاعت خداوندی میں ایسے لوگوں کو شریک سمجھتے تھے جن کے لئے اللہ نے کوئی سلطانی سند نازل نہیں کی تھی۔ اور وہ منکر اسی لئے کہلائے کہ ایسے تمام احکامات کو ماننے سے انکار کرتے تھے۔ جو ان کے خیال میں رسولؐ کے ذاتی یا بقول ان کے مجتہدانہ احکام ہوتے تھے۔ اور وہ رسولؐ کو معصومؑ نہ مانتے تھے وہ رسولؐ اللہ کے نوری مقام کے بھی منکر تھے۔ وہ جسمانی معراج کے بھی منکر تھے۔ یعنی رسولؐ کی ان تمام صفات کے منکر تھے جو خود ان میں موجود نہ تھیں اس لئے کہ وہ سو فیصد رسولؐ کو اپنے جیسا آدمی سمجھتے تھے۔ بہرحال رسولؐ کی قوم نے انہیں مسلمان اس لئے نہیں مانا کہ اس قوم کو خود ویسا ہی مسلمان رہنا تھا وہی عقائد رکھنا تھے۔ لیکن قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ وہ سب مسلمان تھے اور جیسے جیسے وہ سابقہ اجتہادی مسائل کا بظاہر انکار کرتے گئے انہیں رسولؐ کے مومنین میں شمار کیا جانے لگا لیکن انہوں نے سابقہ عقائد کو ترک نہ کیا بلکہ مومنین میں اس لئے شامل ہوئے کہ انہیں بھی ان عقائد پر لائیں اور قرآن کی تاویلات کرکے سابقہ مجتہدانہ اسلام کو قرآن کے پردہ میں لپیٹ دیں۔ اور اپنی کثرت پیدا کرکے موقع ملنے پر رسولؐ کی حکومت پر قبضہ کرلیں یہ دونوں کام دور دور رہ کر اور اعلانیہ منکر کہلا کر، ناممکن تھے۔ لہٰذا یہاں یہ نوٹ کریں کہ آیات (۷ تا ۵ / ۴۱) میں منکرینِ اسلام کا تذکرہ نہیں ہے۔ بلکہ ان مسلمانوں کا ذکر ہے جو کلمہ پڑھ کر مومنین میں شامل ہو گئے ان کے لئے کہا گیا ہے کہ:
مشرک اور کافر مسلمان "تباہی ہے ان مشرکوں کے لئے جو زکوۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں" (۷ / ۴۱) (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۴۱)

وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ۝۹ وَ جَعَلَ فِيْهَا

اور مقرر کرتے ہو واسطے اس کے شریک یہ ہے پروردگار عالموں کا اور کئے بیچ اس کے

رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ

پہاڑ اوپر اس کے سے اور برکت رکھی بیچ اس کے اور مقدر کی ہے بیچ اس کے

اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۱۰ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى

قوت اس میں کی بیچ چار دن کے برابر ہے واسطے پوچھنے والوں کے پھر قصد کیا طرف

السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا

آسمان کی اور وہ دھواں تھا پس کہا واسطے اس کے اور واسطے زمین کے کہ آؤ تم دونوں

طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝۱۱ فَقَضٰىهُنَّ

خوش یا ناخوش کہا دونوں نے آئے ہم دونوں خوشی سے پس مقرر کیا ان کو

اور تم اس کی حکومت میں دخل اندازی کے لئے اس کے ہمسر لیڈر مقرر کرتے ہو؟ سنو وہ پوری کائنات کا پالنے والا ہے۔ (۱۰) اور اسی نے زمین کو پیدا کرنے کے بعد چارروز کے اندر اندر زمین پر پہاڑ پیدا کر دیئے اس میں برکتیں بھی رکھ دیں اور ہر ضرورتمند اہل زمین کے لئے زمین میں ان کی خوراکیں مقدر کر دیں اور تمام ضرورتمند سائلین کے لئے مساوی درجہ مقرر کر دیا۔ (۱۱) پھر اللہ نے آسمانوں کو موزوں کیا اور وہ اس وقت دھویں کی صورت میں تھے۔ چنانچہ آسمانوں سے اور زمین سے حکمیہ فرمایا کہ تم دونوں اپنی خوشی سے یا ناخوشی سے ہمارے سامنے اطاعت کے لئے حاضر ہو جاؤ۔ دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی خوشی حاضر ہیں (۱۲) تب اللہ نے

قارئین سوچیں کہ نماز روزہ حج اور زکوٰۃ وغیرہ احکام تو مسلمانوں کو دیئے گئے ہیں جو ابھی ایمان ہی نہیں لایا اور بقول قرآن مشرک ہے۔اس پر نہ زکوٰۃ واجب ہے نہ صلوٰۃ فرض ہے اور اگر وہ مشرک رہتے ہوئے اسلام کے تمام ہی احکام پر عمل کرے تب بھی شرک کی وجہ سے جہنمی ہے۔لہٰذا مشرک سے یہ شکایت نہیں کی جاسکتی کہ تو زکوٰۃ کیوں نہیں دیتا اس سے تو یہ کہا جائے گا کہ بھائی تو اسلام کیوں اختیار نہیں کرتا؟ چنانچہ یہاں جن مشرکین سے زکوٰۃ نہ دینے کی شکایت ہوئی ہے وہ ایسے مشرک ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے لہٰذا وہ مسلمان ہوتے ہوئے مشرک بھی ہیں یعنی وہ خلافت الٰہیہ میں لیڈرانِ قوم اور علما و دانشورانِ ملت کی شرکت کے قائل ہیں لہٰذا مشرک ہیں۔ اور چونکہ وہ قیامت اور رجعت کی حقیقی صورت کو چھپاتے تھے اس لئے انہیں آخرت کا کافر کہا گیا ہے۔(۷ / ۴۱) یہی مسلمان ہیں جو اپنے اجتہادی مسائل پر اس قدر مطمئن ہیں کہ رسولؐ اللہ کی نصیحت و ہدایات کی احتیاج محسوس نہیں کرتے بلکہ ان سے انہوں نے ہی کہا تھا کہ بھیا تمہاری باتوں کا ہمارے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا وہ تو اجتہادی عقائد کے پردوں میں لپٹے ہوئے ہیں۔ اور ہمارے کان بھی تمہاری تبلیغ سے متاثر نہیں ہوتے ہم میں اور تم میں نظریاتی حجاب لٹکے ہوئے ہیں تم اپنا کام کئے جاؤ ہم اپنے اسلام پر کاربند رہیں گے (۵ / ۴۱) یہی لوگ ہیں جو رسولؐ اللہ سے تلاوتِ قرآن بھی سننے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، اور نہ رسولؐ کو بشیر و نذیر مانتے ہیں(۴ / ۴۱) اگر وہ سچ مچ کے مشرک و کافر ہوتے یعنی غیر مسلم ہوتے تو ان سے یہ کیسے کہا جا سکتا تھا کہ حکومت الٰہیہ کی یگانگت پر قائم ہو جاؤ تم اللہ سے مغفرت مانگو (۶ / ۴۱) اور یہیں حکومت الٰہیہ میں لیڈروں کی شرکت کی بنا پر مشرکین کی مذمت کی ہے۔ (۶ / ۴۱) اور اگلی آیت میں مشرکین کی شناخت یہ بتائی ہے کہ حکومت الٰہیہ کا ٹیکس یعنی زکوٰۃ نہیں دیتے کیونکہ ان کے لیڈروں کو اس اقتدار حکومت میں حصہ نہیں دیا ہے۔ (آل عمرانؑ ۱۵۵۔۱۵۴ / ۳) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۹۵۔۲۹۶)

(۳) آیات (۱۴ تا ۹ / ۴۱) نظام کائنات کے نام پر اپیل کرتی ہیں اور یہ کہ تمام مخلوقات مساوی حقوق رکھتی ہیں۔

قریشی قسم کے مسلمانوں سے ان آیات میں نظام کائنات کے حوالے سے اپیل کی گئی ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی بندگی اور اطاعت نہیں کی جانا چاہیئے اس لئے کہ کائنات کا خالق و مالک اور پالنے والا اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے لہٰذا خود ہی کچھ لیڈروں کو اللہ کی اطاعت اور بندگی میں ہمسر بنا لینا جائز نہیں ہے اور یہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ اللہ نے ساری مخلوق کی ترقی اور کھانے پینے کی تمام چیزیں اسی زمین میں مہیا کر دی ہیں اور تمام ضرورت مندوں (سائلوں) کو ان کے حقوق

میں مساوی درجہ دیا ہے ۔یعنی ہر ضرورت مند کو بلا کسی رکاوٹ کے اس کی موزوں ترین خوراک ملنا چاہئے اس میں رکاوٹ ڈالنے یا ممانعت کرنے کا کسی مخلوق کو حق نہیں ہے ۔ کسی کو یہ خیال نہ آنا چاہئے کہ اس کی خوراک ایک دن کم ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اللہ نے سامانِ ترقی میں برکت مقدر کر دی ہے ۔ لہٰذا اللہ کی اطاعت کرنے والوں کو بلا ناغہ اور غیر منقطع بلا کسی مخلوق کے احسان کے سامانِ حیات ملتا رہے گا (۸ / ۴۱) ۔

(۳۔ الف) پوری کائنات میں وحی کا اجراء اور حضورؐ پر نور پر وحی ہونے کی ابتدا کب ہوئی اور مثالی بشریت ؟

قارئین کے لئے اس سورۃ کی چھٹی (۶ / ۴۱) اور بارہویں آیات (۱۲ / ۴۱) میں غور و فکر کی ایک عظیم الشان دعوت ہے لہٰذا پہلے آپ چھٹی آیت کے متعلق یہ نوٹ فرمائیں کہ یہ آیت یا اس آیت میں آیا ہوا اللہ کا بیان قرآن کریم میں سات مرتبہ آیا ہے ۔ یعنی جو کچھ اس آیت میں بیان ہوا ہے وہ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ کوئی اور آیت اس طرح زور دے کر اور اتنی مرتبہ دہرائی نہیں گئی ہے ۔ لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ تعلیماتِ خداوندی میں اس آیت سے بڑھ کر اور کوئی تعلیم نہیں ہے کہ جس کے لیے پوری آیت یا پورے مطلب کو یوں زور دے کر اصرار و تکرار سے بیان کیا گیا ہو ۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ قومی علما نے بھی اس آیت کو پورے دین کی بنیاد قرار دیا ہے یعنی اپنے خود ساختہ اسلام کی بنیاد اسی آیت اور اسی مطلب کو الٹ کرر کھی ہے اور یہ عقیدہ پھیلایا ہے کہ رسولؐ اللہ ان ہی جیسے آدمی تھے۔ یعنی ان سے (معاذ اللہ) بھول چوک غلطیاں اور گناہ سرزد ہو سکتے تھے ۔ اور ہوتے رہے ۔ اس لئے کہ اللہ نے اس آیت میں رسولؐ کو ان کی مثل بشر فرما دیا تھا ۔ اور اکثر فرماتا رہا۔ لیکن نہ تو انہوں نے اس آیت کے دوسرے اور آخری حصہ پر توجہ دی نہ یہ سوچا کہ اللہ نے تو زمین پر تمام چلنے والے حیوانات و چرند وپرند کو بھی ان جیسی یا ان ہی کے مثل اُمتیں قرار دیا ہے (انعام ۳۸ / ۶) تو قریشی لیڈروں کو چاہئے تھا کہ رسولؐ اللہ کو اپنے جیسا آدمی سمجھنے کے بجائے خود کو جانور اور کیڑوں مکوڑوں کی مانند سمجھتے جب کہ انہیں اسی قرآن میں اسی آیت کے مضمون میں اندھے اور رسولؐ کو دیدہ ور ہونے کا فرق بیان کیا گیا ہے ۔(انعام ۵۰ / ۶)

(۳ ۔ ب) تمام رسولوں کو بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرمایا گیا ہے لیکن ان کے لئے يُوحَىٰ إِلَيَّ کا فرق بیان نہیں کیا ۔

بہرحال گفتگو اُس فرق پر ہونا چاہئے جو اللہ نے ساری نوع انسان یا نوع بشر میں اور آنحضرتؐ میں فرق اور خصوصیت کے طور پر بیان کی ہے وہ یہ اعلان ہے کہ:" کہہ دو کہ میں تمہاری مثل بشر تو ہوں مگر میری طرف وحی ہوتی ہے"(۶ / ۴۱ وغیرہ) آیت کا یہ دوسرا جملہ (وحی میری طرف ہوتی ہے) ایسا ہے جو عربوں اور قریش ہی کو نہیں بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ہر قوم کو معلوم تھا کہ انبیاؑ و رسلؑ علیہم السلام پر اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے خواہ سب اقوام نے اس کو مانا ہو یا نہ مانا ہو۔ معلوم سب کو تھا چنانچہ قریش کو اللہ نے اگر ایک ایسا جواب دلوایا ہے جو ان کو اور سب کو پہلے سے معلوم تھا تو یہ سعی حاصل ہے ۔ فضول اور خلافِ حکمت اور بے اثر بات ہے ورنہ اس جملے کے کوئی حقیقی اور بہت عظیم الشان معنی ہونا لازم ہیں ۔ قارئین کو معلو م ہے کہ اللہ نے قریش سے اور ساری دنیاسے کہا کہ "یہ رسولؐ تمام عالمین یعنی پوری کائنات کے لئے رحمت ہے ۔"(سورہ انبیاؑ ۱۰۷ / ۲۱) اور یہ بھی کہ" یہ رسولؐ پوری کائنات کے لئے نذیر ہے "(فرقان ۱ / ۲۵) اور یہ بھی کہ "یہ رسولؐ کائنات کے اوّلین نذیروںؑ میں سے ایک نذیرؑ ہے "(نجم ۵۶ / ۵۳) اور جہاں یہ فرمایا کہ" کائنات کی ہر ہر چیز اسلام لائی ہے "(آل عمران ۸۳ / ۳) وہیں یہ بتایا کہ "یہ رسولؐ کائنات کی ہر چیز سے پہلا مسلم ہے "(انعام ۱۶۴ / ۶) اور جہاں یہ بتایا کہ" کائنات کی ہر چیز عبادت کرتی ہے "(حدید ۱ / ۵۷) وہیں اپنے رسولؐ کے لئے فرمایا کہ وہ کائنات کی ہر مخلوق سے پہلے سے عبادت کرنے والی ہستیؑ ہے "(زخرف ۸۱ / ۴۳) قارئین سوچیں کہ جس رسولؐ کی ہر بات کائناتی وسعتوں پر حاوی ہو، کیا اس کے متعلق یہ جواب کافی ہے کہ" جس طرح اور چھوٹے بڑے انبیا و رسل کو وحی ہوتی تھی اس طرح مجھے بھی وحی سے ہدایات ملتی ہیں "؟ ارے حضور، اس رسولؐ کی وحی بھی تو ہمہ گیر وسعتوں کی حامل ہونا چاہئے اور آیت کے الفاظ کو تبدیل کئے بغیر کم از کم یہ ہمہ گیر معنی ہونا چاہئیں کہ "وحی میر ی ہی طرف ہوتی ہے " یعنی میں مرکز وحی خداوندی ہوں یا یہ کہ" میں ذخیرۂ وحی الٰہی ہوں "

(۳۔ج) کائنات میں جس کسی کو وحی ہوتی ہے وہ محمدؐ کی معرفت ہوتی ہے آپؐ وحی کا ذخیرہ اور ترجمان ہیں۔

وحی کسی کو ہو ہی نہیں سکتی جب تک میرا وسیلہ حاصل نہ ہو جائے یہ بات حدیث معصومؑ میں دیکھ لیں۔

حضرت سدیر رضی اللہ عنہ جناب امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے دریافت کرتے ہیں کہ "آپؑ کی پوزیشن کیا ہے" امامؑ نے فرمایا کہ ہم علم خداوندی کے خزانے ہیں اور اللہ کی وحی کو ترجمہ کرنے والے ہیں" اور اسی باب اور اسی صفحہ ۲۶۷۔ کی پہلی حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے عبدالرحمٰن بن کثیرؒ کو بتایا کہ: ہم اللہ کے احکامات پہنچانے والے حاکم ہیں اور اللہ کے علوم کے خزانہ دار ہیں اور اللہ کی وحی کا ذخیرہ و مرکز ہیں اس باب کی آخری حدیث میں فرمایا کہ اللہ نے ہماری تخلیق کی اور سب سے بہترین تخلیق کی۔ پھر ہمیں شکل و شمائل عطا کیا اور یہ بھی بہترین صورت میں کیا اور ہمیں آسمانوں اور زمینوں کے لئے اپنے علوم و عطیات کا خزینہ دار بنایا ہمارے لئے درخت باتیں کرتے ہیں اور ہماری عبادت کو دیکھ دیکھ کر دوسری مخلوقات نے اللہ کی عبادت سیکھی اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ کوئی سیکھ سکتا اور نہ اللہ کی عبادت ہوتی۔

عن سدير عن ابی جعفر عليه السلام قال: قُلْتُ له: مَا اَنْتُم ؟ قَالَ نَحْنُ خزَّان عِلْم الله وَنحن تراجمة وحی الله (اصول کافی كتاب الحجة بَاب ولاة امرالله و خزنة علمة) (۲) نَحْنُ ولاة امر الله وخزنة علم الله وَعيبة وحی الله (جلد اوّل صفحہ ۳۶۷) (۳) عن ابی الحسن موسیٰ عليه السلام قال: قال ابو عبدالله اِنَّ الله عزّوجلّ خلقنا فاحسن خلقنا وصوّرنا فاحسن صوّرنا وجعلنا خزّانه فی سمائه وارضه ولنا نطقت الشجرة وبعِبَادتنا عَبَدَالله عزّوجلّ وَلَوْ لَاَنا ما عَبَدَالله۔ (ایضا صفحہ ۳۶۸)

(۳۔د) اگر سر میں ایمانی عقل ہوتی تو آیات (۱۰۸۔۱۰۷ / ۲۱) ہی میں سمجھ جاتے کہ حضورؐ کو مرکز وحی بنا کر رحمت بنایا گیا ہے۔

ان احادیث سے جہاں یہ ثابت ہو گیا کہ محمدؐ اور ان کے جانشینؑ آئمۂ اہلؑ بیت علوم خداوندی کا ذخیرہ ہیں چنانچہ جس قدر علم کسی بھی مخلوق کو ملا وہ اس ذخیرہ میں سے ملاہے۔ اور یہ کہ وہ حضرؑات تمام احکاماتِ خداوندی کے نافذ کرنے والے ہیں۔لہٰذا تخلیق کائنات سے قیامت تک اللہ کی طرف سے جو احکام صادر ہوئے وہ ان حضرؑات کے وسیلے سے نافذ ہوئے اور یہ کہ وہ حضرؑات اللہ کی وحی کے ذخیرہ کے حامل ہیں لہٰذا روز ازل سے جہاں کہیں وحی بھیجی گئی وہ ان کے ذریعے سے بھیجی گئی اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ وہ کن معنی میں اوّل المسلمینؑ و اول العابدینؑ ہیں یعنی وہی عبادت سکھانے کے ذمہ دار ہیں ملائکہ ہوں یا کوئی اور مخلوق سب نے عبادت و حمد و تسبیح ان حضرات سے سیکھی یعنی وہ تمام مخلوق سے پہلی مخلوق ہیں اور یہ کہ وہی اوّلین نذیرؑ ہیں۔ جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ:

"اور ہم نے تمہیں صرف اس مقصد کے لئے رسولؐ بنایا ہے کہ تم پوری کائنات کے لئے ہماری رحمت فراہم کرو لہٰذا ان کو بتا دو کہ اس کے سوا ہر تصور غلط ہے کہ وحی صرف میری طرف بھیجی جاتی ہے اور یہ کہ تمہارا معبود بھی صرف ایک ہی ہے جو کہ میری طرف وحی کرتا رہتا ہے کیا تم ان دونوں حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہو؟"

وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٨﴾ (سورۂ انبیأ ۱۰۸۔۱۰۷ / ۲۱)

معلوم ہوا کہ اللہ کی رحمت کا نفاذ محمدؐ کے ذریعے سے ہوتا ہے اور وحی وہ طریقہ کار بتاتی ہے جس سے رحمت کا اجراء ہو گا اور اللہ کا یہ عمل درآمد روز ازل سے بطور قانون جاری ہے۔ اب قارئین اس سورۂ کی بارہویں آیت کو دیکھیں۔

(۳۔ہ) تخلیق کائنات کے وقت سے پوری کائنات کے امور محمدؐ کے ماتحت چل رہے ہیں۔

جہاں اللہ نے پوری کائنات میں وحی جاری کی ہے۔ اور تمام آسمانوں اور زمینوں کو ان کے فرائض سے مطلع رکھنے کا انتظام کیا ہے چونکہ وحی آنحضرؐت ہی کی معرفت نافذ ہونا طے ہو گیا۔ لہٰذا یہ سمجھنا اب مشکل نہیں ہے کہ بے زبان چیزوں کو وحی کا ترجمہ ان کی بے زبانی کو مدنظر رکھ کر کیا جائے گا۔ تاکہ ان کی فطرت و جبلّت میں فطری نشوونما جاری رکھا جائے اور ان کے ارتقائی اٹھان کو صعودی صورت میں ترقی پذیر رہنے میں مدد دی جاتی رہے۔ اسی بنا پر سربرآہان اسلام کو وحی خداوندی کا مترجم

سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ وَ اَوۡحٰی فِیۡ کُلِّ سَمَآءٍ اَمۡرَهَا ؕ وَ
سات آسمان بیچ دو دن کے اور ڈال دیا بیچ ہر آسمان کے کام اس کا اور
زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ ٭ۖ وَ حِفۡظًا ؕ ذٰلِكَ
زینت دی ہم نے آسمان دنیا کو ساتھ چراغوں کے اور واسطے محافظت کے یہ ہے
تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ اَنۡذَرۡتُکُمۡ
اندازہ عزت والے علم والے کا پس اگر منہ پھیریں پس کہہ ڈراتا ہوں میں تم کو

سات آسمان ہو جانے کا فیصلہ کر دیا یہ دو دن میں سات آسمان بن گئے اور ہر ہر آسمان میں اس کی ذمہ داریوں کو وحی کے ذریعہ نافذ کر دیا اور ہم نے دنیا والے آسمان کو چراغاں کر کے سجا دیا اور محفوظ کر دیا۔ وہ سب کچھ ایک زبردست مجسم علم ہستی کا تقدیری منصوبہ ہے۔ (۱۳) اب اگر یہ قریشی لیڈر رُو گردانی کریں تو ان سے کہہ دو کہ میں نے تم کو اسی طرح کے بجلی کی طرح ٹوٹ پڑنے والے

بھی فرمایا ہے۔ تاکہ منشائے خداوندی کو مادی صورت میں متعلقہ الفاظ و اشارات و محسوسات کے ساتھ ہر قسم کے مخاطب کو پہنچائیں چنانچہ آیت (۱۱ / ۴۱) میں آسمانوں اور زمینوں کو اللہ کی اطاعت کے لئے حاضر و مخاطب ہونے کا حکم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کی معرفت دیا جاسکتا تھا۔ اس لئے کہ ساری کائنات کی ہر مخلوق محمدؐ مصطفیٰ کے مادہ سے وجود میں لائی گئی تھی۔ اور آنحضرتؐ سے تخلیقی رشتہ و تعلق رکھتی تھی۔ ہماری اس تفہیم کو سمجھنے اور مستند کرنے کے لئے آپ مختصراً چند احادیث معصومینؑ کو سامنے رکھ لیں تو ہمارے ہر ہر تصور اور لفظ کی تصدیق ہو جائے گی۔

(۳۔و) محمدؐ اوّلین مخلوق اور ہر مخلوق کی تخلیق پر شاہد ہر مخلوق پر حاکم اور ان کی ارتقاء کے ضامن اور ھادی و نذیر ہیں؟؟

ہم احادیث کا ترجمہ اور مخصوص متن کے الفاظ لکھیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ آیا آیات (۱۲۔۱۱ / ۴۱) میں جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے اس کی عملی صورت کو احادیث واضح کرتی ہیں یا نہیں ؟

(۱) "امام محمدؑ تقیؑ علیہ السلام نے محمد بن سنانؓ سے فرمایا کہ اے محمد حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہمیشہ سے تنہا و یگانہ تھا اس نے جب مناسب سمجھا تو محمدؐ علیؑ اور فاطمہؑ کو پیدا کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے پیدا ہو کر ایک ہزار زمانے (الف دھر) گزارے پھر اللہ نے باقی تمام اشیاء کو پیدا کیا اور ان سب کی تخلیق پر ان تینوں کو حاضر و چشم دید گواہ بنایا (فَاَشۡهَدَهُمۡ خلقها) اور تمام مخلوق پر ان کی اطاعت و فرمانبرداری نافذ کی (اَجۡرٰی طاعتهم علیها) اور ان کے تمام حالات اور کام ان تینوں کے سپرد کر دیئے (وَفَوَّضَ اُمُوۡرَهَا اِلَیۡهِمۡ۔ الخ)(اصول کافی کتاب الحجت باب مولد النبیؐ صفحہ ۴۳۷) اس معصومؑ بیان کو دیکھئے اور سوچئے کہ جسے ساری کائنات کا ھادی نذیر اور رحمت بنانے کا اعلان قرآن میں کیا ہے کیا اس کے لئے یہ سب چیزیں ضروری نہ تھیں جو حدیث میں بیان ہوئی ہیں؟ کیا اپنے علوم اور وحی کا مرکز اس کے علاوہ کسی اور کو بنانا درست رہے گا ؟ اور جو شخص ہر مخلوق کی کیفیت و فطرت پر مطلع نہ ہو کیا وہ صحیح راہنمائی کر سکے گا؟ اور سنئے ایک حدیث کا آخری حصہ ہے۔

(۲) وَجَعَلۡنَا عَیۡنَهٗ فِیۡ عبادہ ولسانہ الناطق فی خلقه و یدہ المبسوطة علی عبادہ بالرافة والرحمة ووجهه الذی یُؤۡتِیۡ منه و بابه الذی یدلّ علیه وَخزّانه فی سمائه وارضه بِنَا اَثۡمَرَتِ الاشجار و اینعت الثمار وجرت الانهار وبنا ینزل غیث السماء وینبت عشب الارض ولِعِبَادتنا عُبِدَاللّٰه وَلَوۡ لَا نحن مَا عُبِدَاللّٰه۔ (کافی کتاب توحید باب النوادر جلد اوّل صفحہ ۲۵۸)

(۲) فرمایا گیا ہے کہ اللہ نے " ہمیں اپنے بندوں کو مادی حیثیت سے دیکھنے کے لئے اپنی آنکھیں بنایا ہے اور ہر مخلوق سے باتیں کرنے کے لئے ہمیں اپنی بولتی ہوئی زبان بنایا ہے۔ اور اپنے فضل و کرم و مہربانیوں کو اپنی مخلوق تک پہنچانے کے لئے اپنے ایسے ہاتھ بنایا ہے جو کائنات کی ہر چیز پر محیط ہیں۔ اور اپنی ذات اور وجود کا بولتا چالتا ثبوت دینے کے لئے ہمیں اپنا دروازہ قرار دیا ہے اور آسمانوں اور زمینوں میں ہمیں اپنا خزانچی بنایا ہے ہماری ہی وجہ سے درختوں پر پھل پھول آتے ہیں اور پھل پکتے ہیں ہماری ہی وجہ سے دریا جاری رہتے ہیں ہمارے ہی لئے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور زمین سے نباتات پیدا ہوتی ہے۔ اور ہماری عبادت سے اللہ کی عبادت ہوتی ہے اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت بھی نہ ہوتی "۔

صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ

عذاب آسمان کے سے مانند عذاب آسمان عاد کے اور ثمود کے جس وقت

جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا

آئے تھے ان کے پاس پیغمبرؑ آگے ان کے سے اور پیچھے ان کے سے یہ کہ مت

تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا

عبادت کرو مگر اللہ کو کہا انھوں نے اگر چاہتا پروردگار ہمارا البتہ اتار تا فرشتے پس تحقیق

عذاب سے خبردار کر دیا ہے جیسا عذاب قوم عاد اور ثمود پر نازل ہوا تھا (۱۴) جب خدا کے رسولؑ ان کے پاس آگے اور پیچھے ہر طرف سے آئے تھے اور انہیں سمجھایا تھا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی اطاعت اور بندگی نہ کیا کرو۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اگر ہمارے پروردگار نے بھی یہی چاہا ہوتا جو تم کہتے ہو تو یقیناً وہ تو ہمیں فرشتے نازل کر کے بتا دیتا۔لہٰذا ہم یقین

۳۔"جناب امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے جابرؓ نے روز جمعہ کی وجہ تسمیہ معلوم کی تو حضورؑ نے فرمایا کہ جمعہ کا نام جمعہ اس لئے رکھا گیا تھا کہ اس روز اللہ نے اپنی تمام اوّلین اور آخرین مخلوق کو جمع کیا تھا جن میں جنات اور انسان اور ہر وہ چیز جو اللہ نے پیدا کرنا تھی حاضر کی گئی اور آسمانوں کو بھی اور زمینوں کو بھی سمندروں کو بھی جنت و جہنم کو بھی الغرض اپنی ہر مخلوق کو معاہدہ کے لئے حاضر و جمع کر لیا اور اپنی خدائی اور یگانگت کا عہد لیا اور محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت مطلقہ پر عہد لیا اور علی علیہ السلام کی ولایت مطلقہ پر عہد لیا اور اسی دن کی بات ہے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو کہا تھا کہ تم دونوں حاضر ہو جاؤ خواہ تمہیں حاضر ہونا پسند آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ ان دونوں نے کہا تھا کہ ہم دونوں خوشی خوشی حاضر ہوتے ہیں چنانچہ اسی لئے اس دن کا نام جمعہ رکھا گیا تھا"

(۳) فقال یا جابر سمی اللہ الجمعۃ جمعۃ لِاَنَّ اللہ عزّوجلّ جَمَعَ فی ذلك الیوم الاوّلین والاخرین و جمیع ما خَلَقَ اللہ من الجن والانس وكلّ شیءٍ خلق ربّنا والسموات والارضین والبحار والجنۃ والنّار وكل شیءٍ خلق اللہ فی المیثاق فَاَخَذَ المیثاق منهم له بالرّبوبیۃ ولمحمدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ بالنبوّۃ ولِعَلی علیہ السلام بالولایۃ وفی ذلك الیوم قال اللہ تعالیٰ للسماوات والارض ائتیا طوعاً او كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِین فسمیّ اللہ ذلك الیوم الجمعۃ لجَمَعَةَ فیہ الاوّلین والاٰخرین" (عوالم)

قارئین کرام دیکھیں کہ یہ معصومؑ احادیث اور قرآن کے اہم ترین بیانات ہمارے قلب و ذہن پر ہر لمحہ حاوی و غالب رہتے ہیں اور ہم اپنے ہر ترجمہ میں قرآن و حدیث سے متاثر رہتے ہیں اور چیلنج کرتے ہیں کہ ترجمہ میں جو کچھ تشریحی الفاظ لکھتے ہیں ان کے لئے ہمارے ذہن میں کوئی دوسری آیت مبارکہ یا حدیث معصومؑ ہوتی ہے جن کو ہر جگہ بریکٹ وغیرہ میں لکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ مگر ترجمہ عین منشائے خدا و رسولؐ کے ماتحت ہوتا ہے۔ البتہ ہمارا ترجمہ مجتہدین کے خودساختہ تصورات کے خلاف اور ان کے عقائد و فرضی مسلّمات کو مسمار کرنے والا ہوتا ہے۔ چودہ سو سال کی محنت اور سرمایہ کی گردش نے غلط معنی و مطالب ذہنوں میں راسخ کر دیئے ہیں۔ اور اب تک ذہنیت ایسی بدل چکی ہے کہ اب صحیح بات بتانے اور یقین دلانے کے لئے ہمیں سخت محنت کرنا پڑتی ہے۔ اور یہ وہی اور اسی قسم کی محنت ہے جیسی آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ اور عرب کے لوگوں کو اور قریشی مسلمانوں کو سمجھانے میں کرنا پڑتی تھی اور وہ کہہ دیتے تھے کہ کیا ہمارے تمام آباؤ اجداد اور علما غلط باتیں مانتے چلے آئے ہیں ؟ اور تم ان سب سے زیادہ عقل مند ہو ؟ یعنی ان کے نزدیک صدیوں تک پوری قوم اور قوم کے راہنما غلطیاں نہیں کر سکتے تھے۔

(۴) آیات (۱۷ تا ۱۴ / ۴۱) میں عقائد و آیات اور اللہ کی مخالفت کرنے پر عذاب کا آنا رجعت کو نہیں روکتا ہے۔

ان آیات میں قوم عاد و ثمود نے مسلسل انبیاؑ سے کفر کا اعلان کیا بلا استحقاق اپنی بالا دستی لوگوں پر مسلط کی اور آیات خداوندی کا سمجھتے بوجھتے انکار کیا ہدایت اختیار کرنے کے بجائے اندھی تقلید پر قائم رہے (۱۷ تا ۱۴ / ۴۱) لہٰذا ان دونوں قوموں پر عذاب نازل کیا گیا مگر یہ عذاب ان کے باقی اعمال و کردار کا بدلہ نہیں ہوا اس لئے اللہ نے ان کو آخرت میں از سر نو رجعت میں حاضر کرنے اور مواخذہ اور شدید ترین عذاب کا اعلان کیا ہے جب کہ ان کے مددگار ان کی مدد نہ کر سکیں گے۔ (حمٓ سجدہ ۱۶ / ۴۱)

بِمَآ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ
ہم ساتھ اس چیز کے کہ بھیجے گئے ہو تم ساتھ اس کے کافر ہیں پس جو تھے عاد
فَاسۡتَكۡبَرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ وَقَالُوۡا مَنۡ اَشَدُّ
پس تکبر کیا انھوں نے بیچ زمین کے ناحق اور کہا انہوں نے کون ہے زیادہ
مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَهُمۡ
ہم سے قوت میں کیا نہیں دیکھا انہوں نے یہ کہ اللہ جس نے پیدا کیا ان کو
هُوَ اَشَدُّ مِنۡهُمۡ قُوَّةً ؕ وَكَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۱۵﴾
وہ سخت تر ہے ان سے قوت میں اور تھے ساتھ نشانیوں ہماری کے انکار کرتے
فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِيۡحًا صَرۡصَرًا فِىۡۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيۡقَهُمۡ
پس بھیجا ہم نے اوپر ان کے باؤ تند کو بیچ دنوں نحس کے تو کہ چکھاویں ہم ان کو
عَذَابَ الۡخِزۡىِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَخۡزٰى
عذاب رسوائی کا بیچ زندگانی دنیا کے اور البتہ عذاب آخرت کا بہت رسوا کرنے والا
وَهُمۡ لَا يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَهَدَيۡنٰهُمۡ
ہے اور وہ نہیں مدد کئے جاویں گے اور جو تھے ثمود پس راہ دکھائی ہم نے ان کو
فَاسۡتَحَبُّوا الۡعَمٰى عَلَى الۡهُدٰى فَاَخَذَتۡهُمۡ صٰعِقَةُ الۡعَذَابِ
پس اختیار کیا انہوں نے اندھا رہنا اوپر راہ پانے کے پس پکڑا ان کو کڑک عذاب
الۡهُوۡنِ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۱۷﴾ ج وَنَجَّيۡنَا
رسوا کرنے کے نے بسبب اس کے کہ تھے کماتے اور نجات دی ہم نے
الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ﴿۱۸﴾ ع وَيَوۡمَ يُحۡشَرُ
ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور تھے ڈرتے اور جس دن اکٹھے کئے جاویں گے
اَعۡدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمۡ يُوۡزَعُوۡنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى
دشمن اللہ کے طرف آگ کی پس وہ قسم قسم جدا کئے جاویں گے۔ یہاں تک کہ

و اطمینان سے تمہارے ساتھ بھیجی ہوئی ہدایات کو نظروں سے اوجھل رکھنے والے ہیں (۱۵) عاد کا معاملہ یہ ہوا کہ انہوں نے زمین میں بالا دستی اور کبریائی بلاکسی حق کے اختیار کرلی اور اعلان کردیا کہ دنیا میں ان سے زیادہ قوت و اقتدار کسی اور کو حاصل نہیں ہے مگر کیا انہوں نے اس پر بھی غور نہ کیا کہ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور یہ قوت و اقتدار عطا کیا اور یہ کہ اللہ ان سے قوت و اقتدار میں زیادہ شدید ہے بات یہ ہے کہ وہ ہماری آیات کا جان بوجھ کر انکار کرتے رہے (۱۶) چنانچہ ہم نے بڑے منحوس دنوں کے اندر ان پر طوفانی ہوا کو مسلط کردیا تاکہ انہیں رسوا کرڈالنے والے عذاب کا مزہ اس دنیا کی زندگی میں بھی چکھائیں اور پھر آخرت کے لئے یہ عذاب کافی نہیں ہے وہاں کا عذاب اس سے بھی زیادہ رسوا کرنے والا ہو گا اور یہ بھی کہ وہاں منکرین حق کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہو گا۔ (۱۷) اور قوم ثمود کا قصہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو راہ راست دکھائی مگر انہوں نے راہ راست کے مقابلے میں اندھی تقلید کو ترجیح دی چنانچہ ان کو آسمان سے ٹوٹ کر گرنے والی اور پیس ڈالنے والی بجلی کے عذاب نے گرفت میں لے کر تباہ کردیا اور یہ ان کی خود کاشتہ بدکاری کا نتیجہ تھا۔ (۱۸) اور قوم عاد و ثمود کے ان لوگوں کو ہم نے نجات دی تھی جو ایمان لے آئے تھے اور ذمہ دارانہ زندگی بسر کرتے رہے تھے۔ (۱۹) اور جس روز دشمنان خدا کو جہنم کی طرف لے جانے کے لئے اکٹھا کیا جاوے گا تو انہیں ان کے جرائم کے حساب سے ترتیب دے دی جائے گی (۲۰) یہاں تک کہ

(۵) آیات (۲۹ تا ۱۹ / ۴۱) میں رجعت مواخذہ، عذاب دنیا، عذاب جہنم، دشمنان خدا اور جزاء سزا کی بات ہے۔

قیامت اور رجعت کے متعلق قرآن کریم برابر وقفوں میں تنبیہات کرتا چلا جاتا ہے کیونکہ انسان جب تک کسی مفید و شاندار نتیجہ کے لئے پر یقین نہ ہو وہ عملی قدم نہیں اٹھاتا اور جب تک اسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ فلاں کام کا نتیجہ تباہ کن ہو گا۔ وہ برے کاموں سے باز نہیں آتا۔ لہٰذا انسان کی اس فطرت کو مدنظر رکھ کر اللہ نے انسان کے لئے لا محدود

اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ

جب جاویں گے اس کے پاس گواہی دیویں گے اوپر ان کے کان ان کے اور

اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَالُوْا

آنکھیں ان کی اور چمڑے ان کے ساتھ اس کے کہ تھے کرتے اور کہیں گے

لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا

واسطے چمڑوں اپنے کے کیوں گواہی دی تم نے اوپر ہمارے کہیں گے وہ کہ بلایا ہم کو

اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَيْهِ

اللہ نے جس نے بلایا ہر چیز کو اور اسی نے پیدا کیا تم کو پہلی بار اور طرف اسی کے

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ

پھیرے جاؤ گے اور نہیں تھے تم چھپ سکتے اس بات سے کہ گواہی دیویں

عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَ لَا جُلُوْدُكُمْ وَ لٰكِنْ

اوپر تمہارے کان تمہارے اور نہ آنکھیں تمہاری اور نہ چمڑے تمہارے ولیکن

ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ ذٰلِكُمْ

گمان کیا تم نے یہ کہ اللہ نہیں جانتا بہت اس چیز سے کہ کرتے ہو تم اور ایسے

ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ

گمان تمہارے نے جو گمان کیا تھا تم نے ساتھ رب اپنے کے ہلاک کیا تم کو

فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ

پس ہو گئے تم زیاں پانے والے پس اگر صبر کریں پس آگ ہے جگہ رہنے ان کے کی

وَ اِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَ قَيَّضْنَا

اور اگر توبہ کریں پس نہیں وہ توبہ قبول کئے جاویں گے اور مقرر کئے ہم نے

جہنم تک پہنچتے پہنچتے ان کے تمام اعمال کی سزا اور مظاہرہ کے دوران عملاً ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھال ان کے جرائم پر شہادت دے چکیں گے (۲۱) اور وہ لوگ اپنے کانوں آنکھوں اور کھالوں سے شکوہ کریں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی دینے میں کیا فائدہ دیکھا ؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اس ذات پاک نے گویائی عطا کرکے گواہی لے لی جس نے ہر بولنے والی مخلوق کو بولنے والی زبان عطا کی ہے۔ اور اسی نے تمہیں پہلی مرتبہ زیور تخلیق سے آراستہ کیا تھا اور تمہیں اس ہی کی طرف رجعت کرائی جائے گی۔ (۲۲) تم دنیا میں جرائم کرتے وقت جب چھپ چھپ کر بدکرداری کرتے تھے تو تمہیں یہ خیال تک نہ تھا کہ کبھی تمہارے اپنے کان اور تمہاری اپنی آنکھیں اور تمہاری اپنی کھالیں بھی تمہارے خلاف گواہی دیں گی۔ بلکہ تمہارا خیال تو یہ تھا کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ کو اطلاع ہی نہیں ہے لہٰذا باز پرس ممکن نہیں ۔ (۲۳) تمہارا وہی خیال جس میں تم نے اللہ کو جاہل و غافل سمجھا آخر تمہیں لے ڈوبا اور تم نقصان اور خسارے میں مبتلا ہو کر رہے (۲۴) اب اگر وہ صبر کریں تب بھی ان کا آخری و مستقل ٹھکانہ جہنم ہے اور اگر وہ اس روز معتوبیت اور انتقامی غصے سے جان چھڑانے کے لئے توبہ کریں تب بھی وہ اس عتاب سے بخشے نہ جاسکیں گے ۔ (۲۵) یہ نتیجہ اس لئے نکلا کہ ہم نے ان کے آگے پیچھے چاروں طرف ایسے مشیر وہم

ترقی کا منصوبہ قسط وار انبیا کی معرفت انسانوں کے پاس بھیجنا شروع کیا ادھر ابلیس نے چیلنج کردیا تھا کہ وہ انسانوں اور انبیؑا کے درمیان اختلاف پیدا کرکے اللہ کے منصوبے پر عمل نہ کرنے دے گا اور یوں نوع انسان کی جڑیں اکھاڑنے کا منصوبہ پیش کرے گا جو اللہ کے منصوبے سے زیادہ حسین اور مفید اور سہل تر ہو گا۔ شیطان کے اس چیلنج کی بنا پر اللہ نے انسانوں کو ان تمام افعال و تصورات سے بچنے کی ہدایات بھی اپنے منصوبے میں رکھیں جو شیطان کے منصوبے میں مددگار ہو سکتے تھے یعنی اللہ نے اپنے اسلامی منصوبے میں دو طرح کے احکام دیئے ایک وہ جو ترقی کرنے کے لئے لازم ہے دوسرے وہ جو ترقی کی راہ میں رکاوٹوں سے بچنے کے لئے ضروری ہیں اور بتایا کہ اللہ کی طرف سے دونوں قسم کے اعمال کا نتیجہ برآمد ہونا ضروری ہے ۔ مفید کام کرو گے تو اچھی جزا ملے گی مضر کام کرو گے تو بری جزا لازم ہوگی اور چونکہ انسان ہر نتیجہ کو اپنی

آنکھوں اور حواس سے دیکھنا اور محسوس کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اللہ نے ہر اچھے یعنی مفید اور ہر برے یعنی مضر کام کے دوہرے دوہرے نتائج دکھانے کا اعلان جاری رکھا یعنی ہر برے اور اچھے عمل کا ایک برا اور اچھا نتیجہ اسی دنیا میں سامنے آئے اور اسی اچھے یا برے کام کا ایک اچھا یا برا نتیجہ قیامت کے بعد کی زندگی میں حاصل ہو۔ ہمارے اس بیان کے سمجھنے میں کسی معمولی سے معمولی عقل کے آدمی کو حتّٰی کہ ہمارے بچوں کو بھی کوئی دقت نہیں ہوگی۔ ساتھ ہی وہ اللہ کے اس انتظام کو پسند بھی کریں گے اسے عین حق و انصاف کا تقاضا سمجھیں گے اور اس انتظام کے خلاف کوئی دوسرا پروگرام سنیں گے تو اسے ناپسند اور انصاف کے خلاف سمجھیں گے۔مگر وہ یہ سوال ضرور کریں گے کہ:

(۵۔الف) بعض اعمال کا نتیجہ یا جزا کیوں ملتے ہوئے محسوس نہیں ہوتی؟؟ بعض اعمال یا جدوجہد اور کوششوں کا نتیجہ بر آمد ہوتے ہوئے نظر نہیں آتا بلکہ اعمال و کوشش رائیگاں اور ناکام نظر آتی ہے۔ اس سوال کا ایک جواب مولویانہ مگر صحیح یہ ہے کہ "اللہ کی مشیت نے نہ چاہا" اس جواب پر کئی ایک اور سوال اٹھ کھڑے ہوں گے مثلاً مشیت کیا ہے ؟ مشیت نے کیوں نہ چاہا ؟ ہم نہایت سادہ انداز میں یوں عرض کرتے ہیں کہ ہمارے سابقہ بیان میں دو طرح کے آدمی ہوں گے ایک وہ جو غلط ممنوع یا برا کام کرنا چاہتا ہے۔ اور دوسرا وہ جس کے ساتھ پہلا آدمی مذکورہ برا عمل کرنا چاہتاہے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے شخص کو قتل کرنے کا تمام سامان فراہم کرتا ہے اور پھر اس سامان کو قتل کے لئے اس شخص پر استعمال کرتا ہے اور اب دو میں سے ایک صورت ضرور پیش آئے گی اوّل یہ کہ وہ شخص کامیاب ہو جائے۔ یعنی اس نے دوسرے آدمی کو قتل کر دیا یا یہ کہ وہ ناکام ہو جائے یعنی دوسرے آدمی کو قتل نہ کرسکے جس طرح کامیابی کے لئے چند اسباب و قوانین ہیں اسی طرح ناکامی کے بھی چند اسباب یا قوانین ہیں مثلاً وہ اس لئے ناکام ہوا کہ:

۱۔ ریوالور چلانا نہ آتا تھا۔ گولی ٹھیک جگہ نہ لگی۔
۲۔ گولی ہی خراب تھی نہ چلی۔
۳۔ دوسرے شخص کو اطلاع ہوگئی وہ تنہا نہ ملا۔
۴۔ غلط مقام پر تلاش کیا گیا۔ جہاں وہ موجود نہ تھا۔
۵۔ راستے ہی میں پکڑا گیا۔
۶۔ ٹھوکر کھا کر گرا اور خود ہی مر گیا۔
۷۔ راستے میں معلوم ہوا کہ زوجہ نے ریوالور میں سے گولیاں نکال لی تھیں۔
۸۔ عین وقت پر ڈر گیا۔ رحم آ گیا۔
۹۔ دوسرا شخص سمجھ گیا اور بھاگ گیا۔
۱۰۔ عین وقت پر چھینک آئی اور گولی ہوا میں نکل گئی وغیرہ

یہ اور اسی قسم کے سینکڑوں اسباب سے جان چھڑانے کے لئے ہم کہہ دیتے ہیں کہ "اللہ کی مشیت میں قتل نہ تھا"یا یہ کہ وہ تمام اسباب و شرائط و قوانین پایہ تکمیل تک نہ پہنچے جو اس آدمی کے ان حالات اور اوقات میں قتل کے لئے لازم تھے۔ یہ ہے مشیت۔ اس میں اللہ کی کوئی خطا یا حصہ نہیں ہوتا۔ قانون ہے کہ چاقو سے ہر وہ چیز کٹ جائے جو نرم یا کٹنے کے قابل ہو۔ پتھر چاقو کو توڑ دے گا مشیت کے تقاضے اور قوانین جب تک مکمل نہ ہو جائیں کوئی عمل نتیجہ خیز نہیں ہوتا مگر اللہ کسی معاملہ میں خواہ مخواہ دخل نہیں دیتا مثلاً اس شخص کو ریوالور نہ مل سکے گھر میں سے تلوار غائب ہوجائے چاقو چھری ہاتھ نہ آئے اور خود پر فالج گر جائے اور چارپائی پر لیٹ جائے تو اس کی پوری بے رحمی جرأت اور دل میں پوشیدہ خباثت منظر عام پر نہ آئے گی اور اسے قاتل کہنا غلط ہو گا اس پر بے رحمی کا جرم عائد نہ ہو سکے گا یعنی اگر وسائل و اسباب فراہم نہ کئے جائیں تو کوئی شخص نہ مجرم ہو گا نہ گناہ گار کہلا سکے گا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک مجرم بھی ہے گناہ گار بھی ہے۔ اس میں جمع شدہ خباثت کو منظر عام پر آنے سے روکنے کا جرم اللہ کے ذمہ عائد ہوتا ہے اس لئے اللہ نے تمام متعلقہ سامان و اسباب و قوانین و قوت و قدرت و عقل و ارادہ اور اختیارات فراہم کردیئے ہیں وہ نہ کسی سے گناہ کراتاہے نہ کسی کو جبراً گناہ سے روکتاہے لہٰذا

لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

واسطے ان کے ہمنشین پس زینت دلاتے ہیں واسطے ان کے جو کچھ آگے ان کے ہے

وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ

اور جو پیچھے ان کے ہے اور ثابت ہوئی اوپر ان کے بات عذاب کی بیچ اُمتوں کے

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا

تحقیق گزرے تھے پہلے ان سے جنوں سے اور آدمیوں سے تحقیق وہ تھے

خٰسِرِيْنَ ۝۲۵ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ

زیاں پانے والے اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے مت سنو اس قرآن کو

نشین جمع کر دیئے تھے جو انہیں ہر بری پالیسی اور برے قانون اور ان کے برے نتائج کو مفید اور اچھا کر کے دکھاتے رہتے تھے یوں رفتہ رفتہ اللہ کا عذاب والا قول اور فیصلہ (سجدہ ۱۳/۳۲) ان پر اسی طرح چسپاں (فِٹ) ہو گیا تھا جیسا کہ پہلے گزری ہوئی جنوں اور انسانوں کی مجرم اُمتوں پر چسپاں ہوا تھا چنانچہ عاد و ثمود بھی ان ہی کی طرح خسارہ میں رہے (۲۶) اور یہاں قریش کے حق پوش لیڈروں نے حق پوشی کے منصوبے کی بنیاد اس اصول پر رکھی ہے کہ:
ا۔ قرآن پر توجہ اور کان دھرنا بند کیا

معلوم ہوا کہ انسان کی پوری پوری بظاعت کو رُو بکار لانے کے لئے ضروری ہے کہ قاتل سے مقتول کو جبراً نہ بچایا جائے اللہ کی مشیت یعنی قانون اسے قتل ہوتے دیکھتا ہے۔ اس کا تڑپنا اس کے بیوی بچوں کا رنج وغم و محرومی دیکھتاہے ادھر اس کے مظالم کا اور ادھر اس کے صبر و استقامت کا ریکارڈ تیار کرتا ہے۔ اور دونوں کو اس وقت تک روک کر جزا و سزا نہیں دیتاہے۔ جب تک دونوں کی پوری اچھی اور بُری بضاعت منظر عام پر نہ آجائے اس لئے ہمیں جزا یا سزا کا اس وقت تک انتظار کرنا چاہئے جب تک مشیت خداوندی کی شرطیں یا قوانین مکمل نہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ اللہ کوئی کام کسی بھی وجہ سے غلط وقت پر نہیں کرسکتا۔ یہ بھی نوٹ کرلیں کہ ایک قاتل کو شارع عام پر پھانسی پاتے ہوئے یا بے رحمی سے قتل ہوتے ہوئے دیکھنے والے کافی عرصہ تک متاثر رہ کر قتل کے جرم سے خائف رہتے ہیں یعنی قتل تو کرنا چاہتے ہیں مگر جو خوف سر پر سوار ہے۔ اس کی وجہ سے کافی دنوں تک نیک لوگوں میں شمار ہوتے رہتے ہیں یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اسی طرح عام طور پر بزدل اور ڈرپوک لوگ نیکوں اور صلح پسند لوگوں میں ملے جلے رہتے ہیں حالانکہ وہ نظروں نظروں میں اور دل کے اندر نامعلوم کتنے لوگوں کو قتل کرڈالنے کا ارادہ چھپائے رہتے ہیں اور اگر موقع ملے اور اسباب بروقت فراہم ہو جائیں تو قتل و غارت میں ذرہ برابر کمی نہ کریں۔ یعنی وہ خواہ مخواہ نیک کہلاتے رہتے ہیں۔ اللہ کو یہ پسند نہیں ہے کہ کوئی خواہ مخواہ جھوٹ موٹ کا نیکو کار بنا رہے۔ اور کوئی موقع ایسا نہ آئے کہ اس کی بضاعت اور دل میں پوشیدہ ارادے برسر کار نہ آئیں۔ لہٰذا مشیت اور ادھر شیطان صحیح آزمائش کے مواقع فراہم کرتے ہیں تاکہ جو ہدایت یافتہ لوگوں میں شمار ہو وہ سچ مچ ہدایت یافتہ ہو اور جو گمراہوں میں داخل ہو اس کا بھی کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ مطلب واضح ہے کہ ممکن ہے کہ ہمیں دی جانے والی جزا کسی اور کی آزمائش پر برا اثر ڈالے لہٰذا ہمیں مشیتِ خداوندی کو پروان چڑھانے میں حصہ لینا چاہئے اور اعلان کردینا چاہئے کہ اے اللہ میں خود کو تیری مشیت اور رضا و قضا کے سپرد کرتا ہوں اور تیرے علم میں جزا یا سزا کا جو مناسب ترین وقت ہو اس پر راضی ہوں۔ مگر یقین کامل رکھتا ہوں کہ مجھے تیرے وعدوں کے ماتحت دنیا میں بھی جزا ملے گی اور دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد بھی ملے گی۔اس عقیدہ کا تقاضا ہے کہ ایک ایسا وقت آئے جب ان تمام نیکیوں کو اور ان تمام برائیوں کو منظر عام پر لاکر اس ماحول کے ان تمام انسانوں کو دکھایا جائے جو خواہ مخواہ کسی کو نیکوکار اور بدکار سمجھتے رہے اور جن نیکیوں یا برائیوں کے نتائج مشیت کی روانی میں بہہ گئے اور متعلقین جزا یا سزا سے محروم رہ گئے ان کو جزا و سزا دی جائے یہی کچھ فرمایا ہے اللہ نے آیات (۲۴ تا ۱۹ / ۴۱) میں جہاں کوئی چیز پوشیدہ نہ رہ جائے گی اور تمام جرائم آنکھوں کانوں اور قوت محسوسہ کے دائرے میں مشہود ہو کر رہیں گے۔ اور اسی مشیت اور انتظام کا تذکرہ ہوا ہے۔ آیت (۲۵ / ۴۱) میں اور ہر مجرم کو اس کے جرم اور برے اعمال سے بدترین اعمال اور جرائم برداشت کرنے کی سزا دی جائے گی۔ یہ فیصلہ آیت (۲۷ / ۴۱) میں سنایا گیا ہے۔اور آیات (۲۸۔۲۳۔۲۲ / ۴۱) میں اللہ کو

وَ الۡغَوۡا فِیۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَغۡلِبُوۡنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِیۡقَنَّ الَّذِیۡنَ

اور بک بک کرو بیچ اس کے تو کہ تم غالب ہو پس البتہ چکھادیں گے ہم ان لوگوں کو

كَفَرُوۡا عَذَابًا شَدِیۡدًا ۙ وَّ لَنَجۡزِیَنَّهُمۡ اَسۡوَاَ الَّذِیۡ كَانُوۡا

کہ کافر ہوئے عذاب سخت اور البتہ جزادیں گے ہم ان کو بدتر اس چیز کی کہ تھے

یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعۡدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمۡ فِیۡهَا

وہ کرتے یہ ہے بدلہ دشمنوں خدا کے کا آگ واسطے ان کے بیچ اس کے

جائے ۔اور ۲۔ قرآن میں لغوی بے اعتباری اور بات میں سے بات پیدا کی جائے شاید اس طرح تم غلبہ حاصل کرلو۔ (۲۷) چنانچہ لازم ہے کہ ہم حق کو چھپانے والوں کو شدید ترین عذاب کا مزا چکھائیں اور ضروری ہے کہ ہم ان کے اعمال کی جزا میں انہیں ان کے اعمال سے بد تر اعمال سے دوچار کریں گے ۔ (۲۸) دشمنانِ خدا کے لئے ان کی دشمنی کی

جاہل سمجھنے اور اللہ سے دشمنی رکھنے اور اللہ کی آیات کے نہ ماننے کی سزا جہنم میں جلنا اور مستقل وہاں رہنا ہے ۔ یعنی جہنم بے دینی اور بد دینی کی سزاہے ۔ اور حقوق العباد کی سزائیں حقوق ہی کے چھین لینے کی صورت میں دی جائیں گی۔ یا اس سے بدتر صورت میں مادی و محسوس سزا دی جائے گی ۔ جسے دیکھ کر ہر دیکھنے والا خود بخود سمجھ جائے کہ یہ قتل کی سزا دی جا رہی ہے ۔ یہ چوری اور ڈاکہ کی سزا ہے جہنم میں جلتا اور پٹختا دیکھ کر صرف یہ معلوم ہو گا کہ یہ حقوق اللہ یعنی بے دینی کی سزاہے ہر جرم اور ہر گناہ کے لئے جہنم کو جزا یا سزا کہنا بے عقلوں کا کام ہے ۔ جہنم میں تو وہ لوگ بھی جائیں گے جنہوں نے کوئی جرم یا گناہ نہ کیا ہو گا یعنی کسی انسان پر ظلم و زیادتی نہ کی ہو گی مگر مشرک رہے ہوں گے یا نبوت کا انکار کیا ہو گا یا دین کا مذاق اڑایا ہو گا ۔ یا خود نیک و پارسا رہ کر مگر نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے زندگی بسر کی ہو گی۔ایسے تمام اشخاص کو جہنم میں رہنا ہو گا ۔اور ساتھ ہی اللہ نے مشیت کا وہ انتظام بھی دکھا دیا ہے (۲۵ / ۴۱) جو کہ خلفاء اور حکمرانوں کو گمراہ رکھنے کے لئے بر سر عمل رہتا ہے انہیں ایسے مشیر اور وزیر اور حاشیہ نشین و ندیم اور چمچے فراہم کر دیئے جاتے ہیں جو ہر وقت جی حضوری (yes sir) کہہ کر ہر بری بات کو سنوار کر پیش کرتے رہتے ہیں اور جن کے مشوروں سے ایسے بادشاہ اور خلفاء سرتابی نہیں کر سکتے اس طرح خود بھی تباہ ہوتے ہیں اور اپنی رعایا و عوام کو بھی برباد کر دیتے ہیں ۔

(۶) آیت (۲۶ / ۴۱) میں قریشی علما و لیڈروں کے منصوبے کے بنیادی اصول ہیں۔ اس آیہ مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر قومی علما نے یہ بتانے کے لئے کی ہے کہ قریشی لیڈر قرآن سننے سے روکنے کے لئے شور مچا دیا کرتے تھے ۔حالانکہ سورۂ کی ابتدا ہی میں (۵۔۴ / ۴۱) قریشی علماء کا پروگرام مذکور ہے ۔ وہاں کہیں شور کرنے کا تذکرہ نہیں ہوا ہے بلکہ قرآن سے بے توجہی برتنے کا پتہ چلتاہے اور یہ کہ قرآن اور تلاوتِ قرآن کی طرف سے انہوں نے کوئی خطرہ محسوس نہیں کیا بلکہ رسولؐ کو انہوں نے کھل کر آزادی دے دی تھی کہ جس طرح دل چاہے اور جو دل چاہے تلاوت و تبلیغ کریں ان کے قلوب و اذہان تک اس کا اثر نہیں پہنچتا وہ بہک جانے سے محفوظ ہیں اور ان کے اور حضورؐ کے درمیان بڑے مستحکم حفاظتی نظریاتی حجاب ہیں (۵۔۴ / ۴۱) لیکن قومی علما نے یہاں بھی قوم کے لیڈروں کا پردہ رکھا ہے چنانچہ علامہ نے بھی اس آیت (۵ / ۴۱) سے شور مچانا ہی مراد لیاہے ۔حالانکہ مانا ہے کہ آنحضرتؐ نے سورۂ نجم حرم کے اندر سنائی اور تمام قریش نے نہایت اطمینان سے سنی اور رسولؐ اللہ کے ساتھ ساتھ سجدہ بھی کیا (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۸۹) بہرحال ہم قریشی تاریخ و روایات کے پروپیگنڈے کو قرآن کے سامنے کوئی حیثیت نہیں دیتے ہم کہتے ہیں کہ قریش یہ ضرور چاہتے تھے اور آج ان کے ہم مذہب مسلمان علما بھی یہی چاہتے ہیں کہ قرآن کے حقیقی مطالب اور مفاہیم عوام تک نہ پہنچیں چنانچہ عہد رسولؐ کے قریشی مسلمانوں نے اس آیت (۵ / ۴۱) کی رو سے یہ طے کیا تھا کہ:

" قرآن پر توجہ مرکوز کرنے سے روکا جائے (۵۔۴ / ۴۱) عدم توجہی عارضی اور غیر یقینی علاج ہے ۔ لہٰذا قرآن کی زبان یعنی لغت کو بے اثر اور بے اعتبار کرنے کے لئے لغوی چال چلو۔ اور بات میں سے بات نکالے جاؤ"(۲۶ / ۴۱) قارئین نوٹ کریں کہ لفظ " اَلۡغَوۡا "کے معنی ہرگز شور کرنا نہیں ہیں شور و غوغا اور غل غپاڑے کو عربی میں "ضَجَّةٌ" کہا جاتاہے ۔ علامہ

دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۞	سزا وہی نار جہنم ہے جو ان کے قیام کے لئے مستقل اور ہمیشہ بر قرار رہنے کی جگہ ہو گی اور وہی سزا یعنی ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جلنا ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ہماری آیات کا سمجھ بوجھ کر انکار کرتے ہیں ۔ (۲۹) اور حقیقتِ دین کو چھپانے والے یہ بھی کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ان دونوں فریقوں کو دکھادے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا خواہ انسان ہوں یا جنات ہوں تاکہ ہم انہیں اپنے پاؤں سے روند کر ان کو ذلیل کریں اور وہ ہمیشہ کے لئے گھٹیا لوگوں میں سے ہو جائیں ۔ (۳۰) اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ ہمارا پالنے والا اللہ ہے اور پھر وہ اسی عقیدے پر جم کر قائم رہتے ہیں تو خوف و رنج کے عالم میں ان پر
گھر ہے ہمیشہ رہنے کا بدلہ اس چیز کا کہ تھے ساتھ نشانیوں ہماری کے انکار کرتے	
وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ	
اور کہیں گے وہ لوگ کہ کافر ہوئے اے رب ہمارے دکھلا ہم کو وہ دو شخص	
اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ	
جنہوں نے گمراہ کیا ہم کو جنوں سے اور آدمیوں سے کر دیں ہم ان دونوں کو نیچے	
اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ	
قدموں اپنے کے تو کہ ہو جاویں وہ دونوں نیچے والوں سے تحقیق ان لوگوں نے	
قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ	
کہ کہا انھوں نے پروردگار ہمارا اللہ ہے پھر ثابت رہے اوپر اسی کے اترتے ہیں	

نے اَلْغَوْا کے معنی خلل ڈالنا کئے ہیں لیکن لفظ خلل خود بھی عربی زبان کا لفظ ہے اور یقیناً اللہ کو بھی معلوم ہو گا مگر اس نے خلل کو استعمال نہیں کیا ۔ اَلْغَوْا فرمایا ہے اس لفظ کا مادہ یا بنیاد ل۔غ۔و ہے اور مصدر لَغْوٌ ہے اور اسی سے لفظ لُغۃ اور لُغَات نکلتے ہیں اور قرآن کریم نے اسی مادہ اور مصدر سے الفاظ لَاغِيَه (غاشیہ ۱۱ / ۸۸) لَغْوًا (نبا ۳۵ / ۷۸، مریم ۶۳/ ۱۹) لَغْوٌ (طور ۲۳ / ۵۲) اَللَّغْو (۳ / ۲۳ ، ۷۲ / ۲۵ ، ۵۵ / ۲۸) جگہ جگہ استعمال کئے ہیں اور علامہ مودودی نے کہیں ان کے معنی خلل انداز ہونا نہیں کئے بلکہ ۔ا۔ بیہودہ بات ۔۲۔ یاوہ گوئی۔ ۳۔ مہمل بات وغیرہ کئے ہیں اور عربوں کی اسکیم بھی یہی تھی کہ لغت کا قانونی سہارا لے کر قرآن کے الفاظ کو بے تکے ۔ بیہودہ اور یاوہ گوئی کے لئے استعمال ہونے کی رسم جاری کی جائے ۔چنانچہ ہم نے خود علامہ کو بار بار پکڑ کر دکھایا ہے اور خود اسی لفظ کے معنی میں انہوں نے خلل اندازی بھی داخل کی ہے ۔ یہ عہد رسوؐل کے عرب ہی تھے جنہوں نے قرآن کی آیات کو متشابہات اور محکمات کی تقسیم کرکے بے معنی اور مہمل بنا کر چھوڑا انہی لوگوں نے آیات کے مجمل و مفصل ہونے کی بحث نکالی اور مطلق و مقیّد کا حربہ استعمال کیا عام و خاص کہہ کر سینکڑوں آیات کو زیرو زبر کیا حقیقی اور مجازی کی چھری سے قرآن کی رگ حیات کاٹی پھر ان لوگوں نے آیات کو منسوخ کہہ کر کے سینکڑوں احکام کو معطّل کر دیا یہی وجہ ہے کہ رسوؐل اللہ نے اللہ سے شکایت کی تھی کہ اے اللہ میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کر دیا ہے ۔ (فرقان ۳۰ / ۲۵) رسوؐل کی قوم کے لئے اللہ نے فرمایا کہ تیری قوم نے اس قرآن کی تکذیب کردی ہے ۔ (۶۶ / ۶ انعام)

(۷) آیات (۳۳ تا ۳۰ / ۴۱) میں حقیقی مومنین کی شناخت اور ان کا پروگرام مذکور ہوا ہے ۔

یہاں پہلی آیت (۳۰ / ۴۱) کے مضمون سے گھبرا کر اکثر علما نے فرشتوں کے نزول کو موت کے وقت پر ٹال دیا ہے تاکہ کسی طرح ان کا مومن اور مسلم ہونا مانا جاتا رہے لیکن علامہ مودودی نے اس آیت کو دنیاوی زندگی پر بھی محمول کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ : " فرشتوں کا یہ نزول ضروری نہیں ہے کہ کسی محسوس صورت میں ہو۔ اور اہل ایمان انہیں آنکھوں سے دیکھیں یا ان کی آواز کانوں سے سنیں اگر چہ اللہ جس کے لئے چاہے فرشتوں کو علانیہ بھی بھیج دیتاہے ...بعض مفسرین نے فرشتوں کے اس نزول کو موت کے وقت، یا قبر یا میدان حشر کے لئے مخصوص سمجھا ہے لیکن اگر ان حالات پر غور کیا جائے جن میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ یہاں اس معاملے کو بیان کرنے کا اصل مقصد اس زندگی میں دین حق کی سربلندی کے لئے جانیں لڑانے والوں پر فرشتوں کے نزول کا ذکر کرنا ہے ۔ تاکہ انہیں تسکین

عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓٮِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ

اوپر ان کے فرشتے یعنی وقت موت کے یہ کہ مت ڈرو تم اور مت غم کھاؤ اور

اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝۳۰ نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓؤُكُمۡ

خوشخبری سنو اس بہشت کی کہ جو تھے تم وعدہ دئے جاتے ہم ہیں دوست تمہارے

فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ۚ وَلَـكُمۡ فِيۡهَا مَا

بیچ زندگانی دنیا کے اور بیچ آخرت کے اور واسطے تمہارے ہے بیچ اس کے جو کچھ کہ

تَشۡتَهِىۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَـكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ؕ‏ ۝۳۱ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ

چاہیں جی تمہارے اور واسطے تمہارے بیچ اس کے جو کچھ کہ مانگو مہمانی بخشنے والے

رَّحِيۡمٍ ۝۳۲ وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ

ع ۱۸

مہربان کی طرف سے اور کون شخص بہتر ہے بات میں اس شخص سے کہ

دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًـا وَّقَالَ اِنَّنِىۡ

پکارتا ہے طرف اللہ کی اور عمل کرتا ہے اچھے اور کہتا ہے تحقیق میں

مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۝۳۳ وَلَا تَسۡتَوِى الۡحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدۡفَعۡ

مسلمانوں سے ہوں اور نہیں برابر ہوتی نیکی اور برائی دفع کر بدی کو ساتھ اس

فرشتے نازل ہو کر کہتے ہیں کہ تم لوگ نہ تو کسی قسم کا خوف کرو نہ رنجیدہ رہو بلکہ خوشخبریاں اس جنت کے لئے وصول کرو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔ (۳۱) ہم تمہاری حکومت الٰہیہ کے کارکن ہیں اور تمہارے لئے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی وہ سب کچھ فراہم کرنے والے ہیں جو کچھ تمہارے نفوس کی ضرورت ہو اور تمہارے لئے یہاں جنت میں ہر وہ چیز موجود ملے گی جو تم مانگو گے (۳۲) یہاں بخشنے والے مہربان کی جانب سے مہمانی کی خدمات انجام دی جائیں گی (۳۳) اور اس شخص کی بات سے کس کی بات بہتر ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہو اور اعمال صالحہ بجا لاتا ہو اور کہتا ہو کہ یقیناً میں تو مسلمانوں میں سے ہوں (۳۴) اور نہ ہی تمام اچھائیاں مساوی ہوا کرتی ہیں اور نہ برائیاں ہی آپس میں مساوی ہوتی ہیں تم تو جواب میں وہ سلوک کرو جو

حاصل ہو، اور ان کی ہمت بندھے ، اور اُن کے دل اس احساس سے مطمئن ہو جائیں کہ وہ بے یارو مددگار نہیں ہیں۔ ان فرشتوں کا نزول غیر محسوس طریقے سے ہوتا ہے اور ان کی باتیں کان کے پردوں سے ٹکرانے کی بجائے دل کی گہرائیوں میں سکنیت و اطمینان قلب بن کر اترتی ہیں"۔ (تفہیم القرآن ۴ صفحہ ۴۵۵)

(۷۔الف) علامہ نے ملائکہ کا نزول مومنین کی روز مرہ زندگی میں مان کر بھی اسے ناقابلِ یقین و تجربہ بنا دیا ہے۔

قارئین ہمارے علامہ نے مان لیا کہ مومنین پر دنیاوی زندگی میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان سے باتیں کرکے ان کی ہمت بندھاتے ہیں۔ اور وقت پڑنے پر مومنین کی مدد کرتے ہیں اور انہیں بے یارو مددگار ہونے کا احساس تک نہیں ہونے دیتے یہ سب کچھ ماننے اور لکھنے کے دوران انہوں نے ملائکہ کے نظر آنے ان کی باتیں کانوں سے سننے کا انکار بھی کر دیا اور ملائکہ کا ملنا وغیرہ غیر محسوس قرار دے دیا یعنی مندرجہ بالا آیت (۳۰ / ۴۱) اور خود اپنے مقصد کی تردید کر دی یہ اس لئے کہ وہ جس کسی کے لئے چاہیں فرشتوں کے نازل ہونے کا دعویٰ کر سکیں اور کوئی ان سے ثبوت نہ مانگ سکے لیکن اس آیت میں کہیں بھی غیر محسوس نزول یا غیر محسوس ملاقات اور غیر محسوس باتیں کرنے کا اشارہ تک نہیں ہے یہاں تو صاف اور عام فہم زبان میں ملائکہ کا نزول اور ان کا باتیں کرنا اور مومنین کو دنیا سے جنت تک کی خوشخبریاں دینا مشہود اور پر یقین الفاظ میں موجود ہے۔ (۳۲ / ۴۱) اور حقیقی مومنین کی شناخت اور پہچان بھی یہی ہے۔ ہمیں علامہ اینڈ کمپنی دو چار نام بھی ایسے لوگوں کے نہیں بتا سکتے جن پر کبھی کسی حالت میں ملائکہ نازل ہوئے ہوں یا ایسے نام جنہوں نے اسلام لانے کے بعد کبھی کافروں کی ضمانت یا سرپرستی میں رہنے کی درخواست نہ کی ہو ان کے تو دونوں بڑے بزرگواروں نے بقول خود ان کے اسلام لانے کے بعد بھی کافروں کی پناہ اختیار کی تھی۔ اور یہی ثبوت ہے ان کے جاسوس ہونے کا ورنہ کافروں کو ان سے اور کوئی رشتہ

بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ

خصلت کے کہ وہ بہت اچھی ہے پس ناگہاں وہ شخص کہ درمیان تیرے اور

بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ

درمیان اس کے دشمنی ہے گویا کہ وہ دوست ہے قرابتی اور نہیں سکھائی جاتی یہ بات

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾ وَ

مگر جو لوگ کہ صبر کرتے ہیں اور نہیں سکھلایا جاتا یہ مگر بڑے نصیب والا۔ اور

اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ

اگر چوک دے تجھ کو شیطان کی طرف سے کوئی چوکنے والا پس پناہ پکڑ ساتھ اللہ کے

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۶﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَ

تحقیق وہ سننے والا جاننے والا ہے اور نشانیوں اس کی سے رات ہے اور دن اور

الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ

سورج اور چاند مت سجدہ کرو واسطے سورج کے اور نہ واسطے چاند کے اور

اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾

سجدہ کرو واسطے اللہ کے جس نے پیدا کیا ہے ان کو اگر ہو تم اسی کی عبادت کرتے

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

پس اگر تکبر کریں پس جو کوئی کہ نزدیک پروردگار تیرے کے ہیں

یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ هُمْ لَا یَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ

السجدۃ ۱۱

تسبیح کرتے ہیں واسطے اس کے رات اور دن اور وہ نہیں تھکتے اور

بہت ہی بہترین ہو چنانچہ وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت چلی آرہی ہو اس طریقے سے ہو سکتا ہے کہ وہ اچانک ایک قریبی رشتہ دار اور ہمدرد ولی کی مانند ہو جائے۔ (۳۵) یہ نتیجہ رُوبرو نہیں آتا مگر ان لوگوں کے جو مسلسل صبر سے عمل کرتے ہیں اور نہیں ملاقات ہوتی اس نتیجے سے کسی کی سوائے عظیم ترین حصہ پانے والے کے۔ (۳۶) اور اے رسولؐ اگر تمہیں اس شیطان مجسم کی طرف سے اکسایا جائے تو فوراً اللہ کی پناہ میں اعوذ باللہ من الشیطان پڑھ دیا کریں تاکہ شیطان ثانی بھی سن لے اور یقیناً اللہ ہی حقیقی سننے والا اور دیکھنے والا ہے (۳۷) اللہ کے معجزات میں سے ہیں یہ رات اور یہ دن اور یہ سورج اور یہ چاند اے قریش تم نہ سورج کو سجدہ کیا کرو نہ چاند کو بلکہ تم اللہ کو سجدہ کیا کرو اگر تم اسی کی عبادت کی آڑ میں سجدے کرتے ہو اللہ ہی نے رات، دن، چاند و سورج کو پیدا کیا ہے۔ (۳۸) چنانچہ اگر یہ لوگ تکبر کریں اور اللہ کی عبادت نہ کریں تو کوئی کمی نہیں ہوتی اس لئے کہ تمام وہ لوگ جنہیں اللہ کی قربت حاصل ہے وہ سب کے سب دن رات اللہ کی حمد و ثنا اور عبادت کرتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں نہ تھکتے ہیں۔ (۳۹) اور اللہ کے

یا لالچ نہ تھا لہٰذا ان کا اسلام جاسوسی اور کفار کی تائید و اقتدار کے لئے تھا۔ حالانکہ ملائکہ نے مومنین کو دو بدو سامنے آ کر ان کی دنیا اور آخرت میں ذمہ داری لی اور ولایت کا یقین دلایا ہے۔ (۳۱ / ۴۱) اگر وہ حقیقی مومن ہوتے تو نہ صرف کافروں کی پناہ میں نہ رہتے بلکہ اسلام کی کھل کر تبلیغ کرتے (۳۳ / ۴۱) اور اللہ کے نزدیک ان کی بات اور ان کے عقائد احسن کہلاتے۔ مگر وہ دونوں حضرات تو مخالفین اسلام کے ہیرو تھے۔ جنہوں نے قرآن کو تباہ کیا۔ (فرقان ۳۱۔۲۷ / ۲۵)

(۸) آیت (۴۰ / ۴۱) رسولؐ کی قوم قرآن کو اپنے مجتہدانہ اسلام پر فٹ کرتی رہی اور اللہ ٹوکتا رہا۔

اور مسلسل قرآن میں معنوی ردو بدل کرنے کا ریکارڈ موجود چلا آرہا ہے۔ لیکن وفات رسولؐ کے بعد یہ مشہور کر دیا گیا کہ یہ معنوی ردو بدل دشمنان اسلام زبانی بکواس میں کرتے تھے اور جب وہ دشمن مر گئے یا اسلام لے آئے تو وہ ردو بدل ختم ہو گئی تھی۔ لہٰذا اب وہ تمام آیات جو قرآن میں معنوی تحریف اور تبدیل کا ذکر کرتی ہیں۔ ناقابل توجہ ہیں اب کوئی تبدیلیاں یا تحریف کرنے والا نہیں رہا ہے۔ سب اصلی اور خالص مسلمان ہیں اور قرآن کو اس کے صحیح مفہوم کے ساتھ

مِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنَّکَ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَۃً فَاِذَآ
نشانیوں اس کی سے ہے یہ کہ تو دیکھتا ہے زمین کو دبی ہوئی پس جس وقت
اَنْزَلْنَا عَلَیْھَا الْمَآءَ اھْتَزَّتْ وَ رَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاھَا
اتارتے ہیں ہم اوپر اس کے پانی ہلتی ہے اور پھولتی ہے تحقیق جس نے زندہ کیا اس کو
لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾
البتہ زندہ کرنے والا ہے مُردوں کا تحقیق وہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے

معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ زمین کو بے کسی اور سنسان حالت میں دیکھتے ہیں پھر جوں ہی ہم اس پر بارش برساتے ہیں تو یکایک زمین حرکت میں آجاتی ہے اور نرم ہو کر پھولتی پھلتی ہے۔ چنانچہ جس ہستی نے زمین کو اس طرح زندہ اور متحرک کر دیا وہ یقیناً مُردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے اور حق یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

اختیار کرتے ہیں ۔ اور جو کچھ اللہ اور رسوؐل چاہتے تھے اسی کے ماتحت اسلامی نظام جاری کئے ہوئے ہیں ۔ یعنی قرآن کے تمام الزامات اٹھا کر کافروں ، منافقوں اور یہودونصاریٰ کے سر منڈھ دیئے اور پھر انہیں گئے گزرے لوگ کہہ کر بات ختم کردی ۔ مگر ہم حکومتوں کی خودساختہ کہانیوں افسانوں اور روایات کا اعتبار نہیں کرسکتے ہمیں تو علمی اور حقیقی ثبوت درکار ہے ۔ ہم قرآن سے دکھاتے چلے آئے ہیں کہ رسوؐل کی قوم قرآن کو مہجور کرچکی تھی ۔ (فرقان ۳۰ / ۲۵) اس مہجوری کو قرآن نے یہ کہہ کر ظاہر کیا ہے کہ اے رسوؐل تیری قوم نے قرآن کو جھٹلا دیا ہے ۔ (انعام۔۶۶ / ۶) یہاں ہمیں قرآن سے یہ دکھانا چاہئے کہ رسوؐل کی حیات میں اس قوم میں سے کون کون توبہ کرکے ان دونوں آیات کی زد سے باہر نکلا ؟ ہم دیکھتے ہیں کہ رسوؐل کی قوم رسوؐل کے آخری سانس تک موجود تھی ۔ اور اعلانیہ دشمنی چھوڑ کر مومنین میں شامل ہو چکی تھی لیکن قرآن نے کہیں نہ کہا کہ اب وہ قرآن کو جھٹلانے اور مہجور کرنے سے باز آ گئے ہیں پھر اللہ نے تو انہیں مستقلاً دشمنان رسوؐل اور مجرم قرار دے دیا ہے (۳۱ / ۲۵) ہم کس طرح مان لیں کہ وہ سب لوگ قرآن کی تکذیب اور تہجیر سے باز آ سکتے تھے ۔ رہ گیا یہ کہنا کہ وہ سب اسلام لے آئے تھے ۔ لہٰذا پچھلے تمام جرائم ختم ہو گئے ۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے مسلمان تھے اور جیسے اسلام پر وہ ایمان رکھتے تھے وہ ان کا اجتہادی اسلام تھا ۔ جس کی رو سے خود محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی (معاذ اللہ) مجتہد تھے ۔ اس لئے قرآن نے باربار کہا کہ وہ رسوؐل کے احکام کو بلا چون و چرا نہ مانتے تھے اور اپنے مقدمات اور فیصلے مومن ہوتے ہوئے طاغوت یعنی جمہوری ہیڈ کوارٹر میں لے جاتے تھے (نساء ۶۵ تا ۶۰ / ۴) اور یہ حال مدینہ میں رسوؐل کی قوم کا تھا۔ بہر حال اس قوم کے عقائد آج تک مسلمانوں میں موجود اور نافذ ہیں لہٰذا قریش نے اپنے سابقہ مذہب کو بر قرار رکھا اور یہ برقراری قرآن میں تحریفِ معنوی ہی سے ممکن تھی۔ چنانچہ اس آیہ مبارکہ (۴۰ / ۴۱) میں یہی بتایا گیا ہے کہ قریشی علما اور لیڈر حضرات قرآن کو اپنے سابقہ مذہبی تصورات پر فٹ کرنے میں کوشاں تھے اور انہیں ایسا کرنے کی پوری چھوٹ دے دی گئی تھی ۔ چنانچہ انہوں نے قرآن کی ایسی تاویلات عوام میں پھیلائیں جو قومی مفاد میں تھیں اور یوں رفتہ رفتہ ان کی پوری قوم اطمینان سے لا الہ پڑھ کر مومنین میں شامل ہو گئی۔ ذرا علامہ کا بیان سن لیں تو آگے بڑھیں ۔

(۸ ۔الف) علامہ کے نزدیک رسوؐل کی قوم کے علما اور لیڈر کیا کر رہے تھے ؟

" اصل الفاظ ہیں ۔ یُلْحِدُونَ فِیٓ ءَایَٰتِنَا (ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں) الحاد کے معنی ہیں انحراف ، سیدھی راہ سے ٹیڑھی راہ کی طرف مڑ جانا ، کجروی اختیار کرنا۔ اللہ کی آیات میں الحاد کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سیدھی بات میں سے ٹیڑھ نکالنے کی کوشش کرے ۔ آیات الٰہی کا ایک صحیح اور صاف مطلب تو نہ لے باقی ہر طرح کے غلط معنی ان کو پہنا کر خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا رہے۔ "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۶۲)

اب قارئین پلٹ کر علامہ کی وہ تشریح پھر پڑھیں جو انہوں نے ملائکہ کے نزول کے متعلق آیات (۳۲ تا ۳۰ / ۴۱) کے سلسلے میں لکھی ہے اور اس تشریح کو ان کے ترجمے سے مقابلہ کرکے دیکھیں کہ علامہ نے آیات کی عربی اور اپنے ترجمے کے خلاف یہ الحاد کیا ہے کہ ملائکہ کے دکھائی دینے اور ان کی باتیں اور خوشخبری کانوں سے سننے کی نفی کرکے ملائکہ کی ملاقات

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ
تحقیق وہ لوگ کہ کجراہی کرتے ہیں بیچ نشانیوں ہماری کے نہیں چھپتے اوپر ہمارے کیا
اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ
پس جو کوئی کہ ڈالا جائے بیچ آگ کے بہتر ہے یا وہ جو آوے امن سے دن قیامت کے
اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾
کرلو جو کچھ چاہو تم تحقیق وہ ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہو تم دیکھنے والا ہے
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ
تحقیق وہ لوگ کہ کافر ہوئے ساتھ ذکر کے جب آیا ان کے پاس اور تحقیق وہ
لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا
البتہ کتاب ہے عزت والی نہیں آتا اس کے پاس جھوٹ آگے اس کے سے اور نہ
مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾
پیچھے اس کے سے اتاری گئی ہے حکمت والے تعریف کئے گئے کی طرف سے

(۴۰) وہ لوگ جو ہماری آیات میں تاویلات کی ایجادیں کرکے معنوی تبدیلی سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں کیا وہ شخص بہتر ہے جس کی ملاقات جہنم میں آگ سے ہونا ہے یا وہ بہتر ہے جو کہ قیامت کے روز امن و چین کے لئے حاضر ہو؟ ٹھیک ہے تم قرآن کی آیات کے ساتھ جو چاہو کرتے رہو مگر یہ سمجھ لو کہ اللہ تمہارے ہر اقدام و عمل کو دیکھتا جا رہا ہے (۴۱) یہ ایک حقیقت ہے کہ حق کو چھپانے والے لوگوں نے مخصوص ذکر پر بھی پردے ڈال دیئے اسے بھی اس وقت چھپایا جب کہ وہ ان کے پاس آگیا حالانکہ وہ ایک ہر چیز پر غالب آنے والی کتاب ہے۔ (۴۲) اس کتاب کے متن میں تبدیلی کرنے والا باطل منصوبہ نہ سامنے سے داخل ہو سکتا ہے نہ پس پشت سے آسکتا ہے اس لئے کہ ایک حکیم اور حمید نے اس کتاب کو نازل کیا ہے۔

کو غیر محسوس قرار دے دیا ہے اور یہ سب کچھ اسی آیت کے سیدھے اور صحیح مفہوم کے خلاف اسی کے اندر سے پیدا کرلیا ہے۔ اور علامہ کے تمام قاریوں نے اس آیت (۳۰ / ۴۱) سے یہی مفہوم اختیار کیاہے جو علامہ نے اپنی تشریح میں لکھا ہے یعنی علامہ خود بھی بقول خود گمراہ ہوئے ہیں اور بقول خود دوسروں کو بھی گمراہ کردیا ہے۔ قارئین یہ ہے وہ الحاد جو علامہ کے بزرگ قریشی لیڈر کررہے تھے۔ وہ اس کو خود ہی الحاد نہ کہتے تھے۔ وہ ایسے معنی و مفاہیم اخذ کرنے کو گمراہی قرار نہ دیتے تھے۔ ان کے یہاں بھی اور علامہ کے یہاں بھی اس الحاد کا نام اجتہاد ہے۔ وہ اپنے لئے کیا کہتے تھے علامہ کے قلم سے سنئے:

(۸۔ب) قریش کافر نہیں مسلم تھے۔ ''عُتبہ بن رَبِیعَہ (ابو سفیان کے خسر) نے سردارانِ قریش سے کہا کہ صاحبو اگر آپ لوگ پسند کریں تو میں جا کر محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) سے بات کروں اور ان کے سامنے چند تجویزیں رکھوں شاید کہ وہ ان میں سے کسی کو مان لیں اور ہم بھی اسے قبول کرلیں۔ اور اس طرح وہ ہماری مخالفت سے باز آ جائیں۔ سب حاضرین نے اس سے اتفاق کیا اور عتبہ اٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا بیٹھا۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا'' بھتیجے، تم اپنی قوم میں اپنے نسب اور خاندان کے اعتبار سے جو حیثیت رکھتے ہو وہ تمہیں معلوم ہے۔ مگر تم اپنی قوم پر ایک بڑی مصیبت لے آئے ہو۔ ۱۔ تم نے جماعت میں تفرقہ ڈال دیا۔ ۲۔ ساری قوم کو بے وقوف ٹھیرایا۔ ۳۔ قوم کے دین اور اس کے معبودوں کی برائی کی۔ ۴۔ اور ایسی باتیں کرنے لگے جن کے معنی یہ ہیں کہ'' ہم سب کے باپ دادا کافر تھے۔ اب ذرا میری بات سنو میں کچھ تجویزیں تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔ ان پر غور کرو شاید کہ ان میں سے کسی کو تم قبول کر لو''۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ ابو الولید، آپ کہیں، میں سنوں گا۔ اس نے کہا'' بھتیجے، یہ کام جو تم نے شروع کیا ہے اس سے اگر تمہارا مقصد مال حاصل کرنا ہے تو ہم سب مل کر تم کو اتنا کچھ دے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اگر اس سے اپنی بڑائی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنائے لیتے ہیں۔ اور اگر تم پر کوئی جن آتا ہے جسے تم خود دفع کرنے پر قادر نہیں ہو تو ہم بہترین اطباء بلواتے ہیں۔ اور اپنے خرچ پر تمہارا علاج کراتے ہیں''(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۳۴) یہ بیان بڑے سادہ الفاظ اور واضح انداز میں بتاتاہے کہ قریش ان معنی میں کافر ہرگز نہ تھے جن معنی میں علامہ اینڈ کمپنی

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدۡ قِيۡلَ لِلرُّسُلِ مِنۡ قَبۡلِكَ ؕ

نہیں کہا جاتا واسطے تیرے مگر جو کچھ تحقیق کہا گیا واسطے پیغمبروں کے پہلے تجھ سے

اِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ وَّ ذُوۡ عِقَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۴۳﴾

تحقیق پروردگار تیرا البتہ بخشش کرنے والا ہے اور عذاب دردناک دینے والا ہے

وَ لَوۡ جَعَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا اَعۡجَمِيًّا لَّقَالُوۡا لَوۡ لَا فُصِّلَتۡ

اور اگر کرتے ہم اس کو قرآن عجمی بولی کا البتہ کہتے کیوں نہ جدا جدا کی گئیں

اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعۡجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ ؕ قُلۡ هُوَ لِلَّذِيۡنَ

آیتیں اس کی کیا عجمی بولی اور عربی لوگ کہہ وہ واسطے ان لوگوں کے کہ

اٰمَنُوۡا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ فِيۡۤ

ایمان لائے ہدایت اور تندرستی ہے اور وہ لوگ کہ نہیں ایمان لائے بیچ

اٰذَانِهِمۡ وَقۡرٌ وَّ هُوَ عَلَيۡهِمۡ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ

کانوں ان کے کے بوجھ ہے اور وہ قرآن اوپر ان کے اندھاپا ہے یہ لوگ

يُنَادَوۡنَ مِنۡ مَّكَانٍۭ بَعِيۡدٍ ﴿۴۴﴾ ع وَ لَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ

پکارے جاتے ہیں مکان دور سے اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰؑ کو کتاب

(حاشیہ: ق و حفص بتسہیل الہمزۃ الثانیۃ ۱۲ — ع ۵ ۱۹)

(۴۳) اے نبیؐ تیری قوم کے لیڈر تم سے جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ وہی کچھ ہے جو تم سے پہلے رسولوں سے کہا جاتا رہا ہے یقیناً تمہارا پروردگار مغفرت کرنے والا بھی ہے اور سختی سے تعاقب کرکے درد ناک عذاب دینے والا بھی ہے۔ (۴۴) اگر ہم نے اس قرآن کو کسی عجمی زبان میں نازل کردیا ہوتا تو یہ لوگ یہ کہتے کہ اس عجمی قرآن کی آیات کی تفصیل کیوں نہ کی گئی؟ اور یہ کہ "کیا عجیب بات ہے کہ کلام تو عجمی ہے اور مخاطب عربی لوگ ہیں" ان سے کہہ دو کہ یہ عربی والا قرآن ایمان لانے والوں کے لئے تو سراسر ہدایت اور شفا ہے ۔ مگر جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے لئے یہ قرآن کانوں کی ڈاٹ آنکھوں کی پٹی اور اندھیرا ہی اندھیرا ہے ۔وہ لوگ تو ایسی حالت بنائے ہوئے ہیں جیسے کہ انہیں کہیں بہت دور سے پکارا جا رہا ہو ۔ (۴۵) اس سے پہلے ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تھی اور

انہیں کافر کہتی ہے یعنی وہ اسلام کے منکر نہ تھے ۔ نہ بے دین تھے علامہ نے سینکڑوں جگہ یہ تسلیم کیا ہے اور قرآن نے بھی بار بار کہا ہے کہ وہ اللہ کو رب العالمین مانتے تھے ۔ اللہ کو پوری کائنات کا خالق و رازق اور موت و حیات دینے والا یقین کرتے تھے ۔ اور ان کے مسلمان ہونے کی سب سے بڑی شناخت یہ ہے کہ وہ قرآن کی آیات سے اپنا اختیار کردہ اسلام ثابت کرتے تھے ۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اجتہاد کے ذریعہ سے اختیار کیا ہوا اسلام اللہ ، قرآن اور رسولؐ کے نزدیک الحاد تھا ۔ لہٰذا اگر ان کا اسلام الحاد تھا تو بعد والے مجتہدین کا اجتہادی اسلام الحاد کیوں نہیں ۔ اور یہ مسلمان ملحد کیوں نہیں؟ کیا اس لئے کہ ان کی کثرت ہے؟ بے دینوں اور غیر مسلموں کی ہمیشہ کثرت رہی ہے ۔ کیا اس لئے کہ وہ رسولؐ کی جگہ حکومت کے مالک بن گئے ؟ تو ان کے لئے قرآن نے عمل کی شرط لگا کر خلافت دے دی تھی ۔ (یونس ۱۵۔۱۴ / ۱۰) اور بتا دیا تھا کہ وہ اس قرآن کو بدل کر کام لیں گے ۔ اور یہی الحاد ہے ۔

(۹) آیات (۴۵ تا ۴۱ / ۴۱) میں پھر قریش کا قرآن کے ساتھ برا سلوک بیان کیا ہے ۔

قارئین ہم کو خطا وار یا ضدی قرار نہ دیں یہ تو قرآن ہے کہ ہر چند آیات کے بعد قریشی علما کی وہ سازشیں اور اقدامات بیان کرتا چلا آرہا ہے ۔ جو وہ قرآن کو مشکوک و مبہم قرار دے کر اپنے اجتہاد کے ماتحت رکھنے کا پروگرام بنا رہے تھے ۔ کبھی کہتے تھے کہ یہ قرآن مفصل نہیں ہے حالانکہ اللہ نے اسی سورۂ کی تیسری آیت (۳ / ۴۱) میں فرمایا کہ : كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا ﴿۳﴾ فصلت (وہ عربی قرآن ہے ایسی کتاب جس کی آیتیں مفصل ہیں) اور پہلے بھی یہ بات کئی بار اور کئی طرح سے کہی جا چکی ہے (ھود ۱ / ۱۱ ، یوسف ۱۱۱ / ۱۲ او غیرہ) اب یہ بتایا جارہا ہے کہ انہیں عربی زبان کے اس مفصل قرآن پر جب اعتراضات ہیں تو کسی اورزبان کے قرآن پر اور بھی زور دار اعتراض کرتے (۴۴ / ۴۱) کبھی یہ کہتے

اس کے معاملے میں بھی اسی طرح کا اختلاف ہوا تھا اگر تیرے پروردگار نے پہلے ہی ایک بات طے نہ کر رکھی ہوتی تو ان اختلاف کرنے والوں کو ان کے آپس کا فیصلہ سنادیا گیا ہوتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اس کی طرف سے سخت الجھن اور شک میں مبتلا ہیں۔ (۴۶) جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لئے اچھا کرے گا جو بدی کرے گا اس کا وبال اسی پر ہوگا اور تیرا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ (۴۷) **رجعت کی گھڑی ہر پھر کے اپنے علم سمیت اللہ** ہی کی طرف واپس کی جاتی ہے۔ ان تمام پھلوں کا علم بھی اللہ ہی کو ہے جو اپنے شگوفوں میں تیار ہوتے ہیں۔ اسی کو معلوم ہے کہ کون سی مادہ حاملہ ہے اور کس نے بچہ جنا ہے پھر جس روز اللہ جمہوری لوگوں کو پکار کر دریافت کرے گا کہ بتاؤ وہ میرے اقتدار و حکومت میں شرکت کرنے والے لیڈرانِ قوم کہاں ہیں ؟

فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

پس اختلاف کیا گیا بیچ اس کے اور اگر نہ ہوتی ایک بات کہ پہلے گزری

مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ

پروردگار تیرے سے البتہ فیصل کیا جاتا درمیان ان کے اور تحقیق وہ البتہ بیچ شک

مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝۴۵ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ

قلق میں ڈالنے والے کے ہیں اس سے جو کوئی عمل کرے اچھا پس واسطے جان اپنی

وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ

کے ہے اور جو کوئی عمل کرے برا پس اوپر اس کے ہے اور نہیں پروردگار تیرا

بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۴۶ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَ مَا تَخْرُجُ

ظلم کرنے والا واسطے بندوں کے طرف اسی کی پھیرا جاتا ہے علم قیامت کا اور نہیں نکلتے

مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا

کچھ میوے غلافوں اپنے سے اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی عورت اور نہیں جنتی مگر

بِعِلْمِهٖ ؕ وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ

ساتھ علم اس کے کے اور جس دن پکارے گا ان کو کہاں ہیں شریک میرے

ہیں کہ کوئی دوسرا قرآن لے آؤ (۱۵ / ۱۰ یونس) یہ ہماری قومی پالیسی پر فِٹ نہیں آتا۔ کبھی کہتے ہیں کہ اس قرآن میں ایسی معنوی تبدیلیوں کی گنجائش مان لو کہ اجتہاد سے احکام نافذ کئے جا سکیں اور لکیر کے فقیروں کی طرح الفاظ میں الجھ کر قومی مفاد کو نقصان نہ پہنچاؤ (۱۵ / ۱۰) کبھی کہتے تھے کہ سارا قرآن ایک دم لا کر دے دو (فرقان ۳۲ / ۲۵) پھر یہ بتایا گیا کہ قریشی اسی مجتہدانہ مذہب کے پیرو ہیں جو تم سے پہلے اس دنیا میں چلا آرہا تھا۔ چنانچہ یہ تم سے وہی مطالبہ کر رہے ہیں جو اِن کے سابقہ راہنما کیا کرتے تھے (۴۳ / ۴۱) اور ساتھ ہی حضرت موسیٰ کی قوم کو مثال میں پیش کرکے بتایا کہ انہوں نے بھی توریت پر اجتہادی نظام کو سوار کر کے اس میں اختلافات پیدا کردیئے تھے (۴۵ / ۴۱) یعنی قریش بھی اسلام میں اسی طرح اختلافات اور فرقے پیدا کررہے ہیں (بخاری) اور یہیں لفظ شَكٍّ اور مُرِيْبٍ لا کر جہاں یہ بتایا ہے کہ قریشی لیڈر (بقول مودودی) اضطراب انگیز شک میں مبتلا ہیں وہیں یہ ثابت کیا کہ لفظ رَيْبَ کے معنی شک کرلینا بھی قومی علما کی چالاکی ہے جسے الحاد ثابت کیا گیا تھا (۴۰ / ۴۱) اور علامہ نے بھی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ کے معنی ”اس میں کوئی شک“ نہیں کرکے۔ الحاد سے اپنی تفہیم کی ابتدا کی تھی۔ اور عربوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ لفظ ذٰلِكَ (وہ یا اُس) اسم اشارہ بعید ہے۔ لہٰذا ذٰلِكَ کے معنی ”اس“ کرکے دوہرا الحاد کیا گیا تھا۔

(۱۰) آیات (۵۱ تا ۴۶ / ۴۱) میں انسانوں کی عام حالت اور قیامت و رجعت کا بیان ہے۔

ان آیات (۴۶ تا ۵۱ / ۴۱) میں نہایت متانت اور اختصار کے ساتھ انسانوں کی بامذہب کثرت کا سچا حال بیان کر دیا گیا ہے۔ ان کی کثرت آرام و چین کے زمانہ میں یہ بھول جاتی ہے کہ یہاں اس دنیامیں انقلاب بھی آتے ہیں خوشحالی بد حالی

وہ کہیں گے کہ ہم تو اعلان کر چکے ہیں کہ ہم میں کوئی اس بات کو چشم دید دیکھنے والا موجود نہیں ہے ۔ (۴۸) اس وقت وہ ان لیڈروں کو گنوا بیٹھیں گے جنہیں وہ آج سے پہلے پہلے اپنا حاجت روا سمجھا کرتے تھے اور انہیں حالات سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ آج کہیں بھاگ کر پناہ لینے کی جگہ نہیں ہے (۴۹) انسان کبھی بھی اچھائیاں طلب کرتے رہنے سے نہیں تھکتا اور جب اس پر کوئی آفت آجاتی ہے تو ہمت ہار کر مایوس اور دل شکستہ ہو کر بیٹھ رہتا ہے (۵۰) اور اگر ہم اسے اپنی رحمت سے اس وقت نوازیں جب کہ وہ آفات میں گھرا ہوا ہو تو وہ ضرور یہ کہے گا کہ جناب یہ تو میری اپنی قابلیت اور عمل کا نتیجہ ہے اور اپنے لئے ایسی گھڑی کے قائم ہونے کا مجھے گمان تک نہیں جس میں میرا مواخذہ ہو گا اور اگر کسی وجہ سے مجھے رجعت کرائی بھی گئی تو میرے لئے میرے پروردگار کے یہاں صرف اچھائیاں ہی اچھائیاں ہوں گی۔ چنانچہ ہم ان لوگوں کو ضرور بالضرور ان کے اعمال کی خبریں دیں گے جو کافر رہے ہیں اور انہیں ضرور ضرور ہم بہت گندے

قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ ﴿۴۷﴾ وَ ضَلَّ

کہیں گے جتا دیا ہم نے تجھ کو نہیں ہم میں سے کوئی شاھد اس بات کا اور کھو گیا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَ ظَنُّوْا مَا

ان سے جو کچھ کہ تھے دعویٰ کرتے پہلے اس سے اور جانا انہوں نے نہیں

لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَ اِنْ

واسطے ان کے جگہ بھاگنے کی نہیں تھکتا آدمی مانگنے بھلائی کے سے اور اگر

مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَ لَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً

لگے اس کو برائی پس ناامید ہے نہایت ناامید اور اگر چکھا دیں ہم اس کو رحمت

مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ

اپنی طرف سے پیچھے سختی کے کہ لگی تھی اس کو البتہ کہے گا یہ ہے واسطے میرے

وَ مَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ لَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى

اور نہیں گمان کرتا میں قیامت کو قائم ہونے والی اور اگر پھر جاوں میں طرف

رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ

رب اپنے کی تحقیق واسطے میرے نزدیک اس کے البتہ بھلائی ہے پس البتہ خبر دار

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَ لَنُذِيْقَنَّهُمْ

کریں گے ہم ان لوگوں کو کہ کافر ہوئے ساتھ عمل ان کے کے اور البتہ چکھاویں گے

سے بدل جاتی ہے ۔اور یہ کہ مذہب اور قوانین خداوندی کی طرف سے غفلت یہاں نظر انداز نہیں کی جاتی ہے ۔اور اللہ کی ہر نعمت اور رعایت کے متعلق یہ سمجھنا کہ یہ سلوک ہماری ذاتی قابلیت کی بنا پر کیا جا رہاہے۔ اور یہ نہ سوچنا کہ تمہیں تمہاری قابلیت کے لئے زندگی، بہتر ماحول ،عقل و تندرستی اور مالی وسائل و مواقع بھی تو اللہ ہی نے فراہم کئے ہیں، آخرکار انسانوں کی دنیا میں تباہی یا آخرت میں عملی سبق دینا واجب کر دیتاہے ۔ چنانچہ اللہ نے فرمادیا کہ اچھا عمل یا برا عمل خود انسانوں کے اپنے لئے اچھا یا برا ہوتاہے ۔ جو جیساکرے گا ۔اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جانا انصاف کا تقاضا ہے جو اسی دنیا میں ہر انسان کو بھگتنا پڑے گا ۔یہ ہو سکتا ہے کہ حالات کے دھارے کا بہاؤ یہاں کسی کو اس کے ڈھائے ہوئے مظالم اور زیادتیوں سے گزارنے کا موقع نہ دے پائے مگر وعدہ کے مطابق اسی دنیا میں رجعت کا دور طے شدہ ہے ۔ جو زندوں کو ان کے گھروں سے اور مردوں کو ان کی قبروں سے باہر نکال کر میدان حشر و نشر میں لائے گا ۔ اور انہیں ان تمام مظالم اور جبر وستم سے گزار کر وہ مزا چکھائے گا جو انہوں نے مظلوموں اور ستم رسیدہ لوگوں کو چکھایا تھا ۔ اور وہ مظلوم اور ستم رسیدہ اشخاص اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے ۔کہ ان کے ستانے والے نہایت بے بسی و بے کسی کی حالت میں پھانسیاں پا رہے ہیں ۔ ستائے جا رہے ہیں ۔ ذلیل و خوار کئے جا رہے ہیں۔ اور آخر میں جہنم میں بھی پھینکے جا رہے ہیں ۔ اور ان ظالموں ، غاصبوں اور نشۂ حکومت میں سرشار لوگوں کا یہ عقیدہ غلط نکل رہاہے کہ : ”اگر مجھے اپنے پروردگار کے حضور رجعت میں حاضر کیا گیا تو اس کے حضور میں بھی میرے لئے اچھا سلوک مقدر ہے “(۵۰ / ۴۱) اور انہیں ان کی فرقہ سازی اور حق

اور گاڑھے عذاب کا مزہ چکھائیں گے ۔ (۵۱) اور جب انسانوں کو ہماری طرف سے نعمتیں ملنے لگتی ہیں تو وہ ہماری طرف سے منہ پھیر کر کروٹ بدل لیتا ہے اور جب مصیبتوں میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ بڑے ہی ادب سے لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے (۵۲) اے رسولؐ ان قریشی علما سے دریافت کرو کہ کیا تم نے اس پہلو پر رائے زنی کرکے یہ دیکھ لیا ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس حقیقت کو برابر چھپاتے رہو تو اس گروہ سے زیادہ گمراہ اور کون ہوسکتا ہے جو توڑ پھوڑ اور فرقہ سازی میں دور دراز کی پالیسی پر چل رہا ہو؟ ان کو بتاؤ (۵۳) عنقریب ہم انہیں اپنے معجزات ان کے اندر سے لے کر اُفق عالم میں اور باہر کی ساری دنیا میں بھی دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے کیا یہ بات اللہ کے لئے کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر حاضر گواہ ہے ۔ (۵۴) آگاہ رہو کہ قریشی علما اپنے رب کی ملاقات کو نچوڑ نچوڑ کر گم کردینے کی سازش چلا رہے ہیں اور خبردار رہو کہ اللہ ہر ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے ۔

مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝٥٠ وَ اِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ

ان کو عذاب گاڑھے سے اور جس وقت نعمت رکھتے ہیں ہم اوپر آدمی کے

اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ

منہ پھیر لیتا ہے اور دور کرلیتا ہے کروٹ اپنی کو اور جب لگتی ہے اس کو برائی

فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝٥١ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

پس دعا مانگتا ہے چوڑی کہہ کیا دیکھا تم نے اگر ہو یہ قرآن نزدیک اللہ کے سے

ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ

پھر کفر کیا تم نے ساتھ اس کے کون ہے بہت گمراہ اس شخص سے کہ وہ بیچ

شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝٥٢ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ

خلاف دور کے ہے شتاب دکھلاویں گے ہم ان کو نشانیاں اپنی بیچ ملکوں کے

وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ

اور بیچ جانوں ان کی کے یہاں تک کہ ظاہر ہو گا واسطے ان کے کہ تحقیق یہ ہے

الْحَقُّ ۭ اَوَ لَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝٥٣

حق آیا کفایت نہیں رب تیرے کو یہ کہ وہ اوپر ہر چیز کے حاضر ہے

اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۭ

خبردار ہو تحقیق وہ بیچ شک کے ہیں ملاقات پروردگار اپنے کی سے

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝٥٤ ع

خبردار ہو تحقیق وہ ہر چیز گھیر رہا ہے

پوشی اور گمراہی کی بھرپور سزا دی جائے گی ۔ (۵۱، ۵۲ / ۴۱)

(۱۱) آیات (۵۴ تا ۵۲ / ۴۱) میں رجعت اور رَبُّ الارض یعنی ناظمؑ رجعت کا تذکرہ ہوا ہے ۔

قریشی علما چونکہ عقیدہ امامت اور رجعت کو ماننا نہیں چاہتے تھے ۔ اس لئے وہ قرآن کو بلا چون وچرا اور بلا اجتہاد کے ماننے کو تیار نہ تھے اس لئے فرمایا گیا کہ عنقریب یعنی زمانہء رجعت میں ان علما کو قرآن کی چیڑ پھاڑ ۔(شقاق۔ شق) کرنے کے جرم میں ماخوذ کیا جائے گا اور ان سے حقائق کو منوانے کے لئے ان کے اندر اور باہر زمین و آسمان میں معجزات اور حیران کن حالات چھا جائیں گے اور اس حالت میں پھر وہ اپنے ربّ سے ملاقات کا انکار نہ کر سکیں گے اس لئے کہ اس دن رجعت کا ناظمؑ ان کو ان کے تمام عقائد و اعمال پر ماخوذ کرکے اُن پر اُن کے پیدا کردہ حالات وارد کردے گا اور وہ خود تجربہ کر لینے کے لئے موقع دیئے جائیں گے اور اب قرآن ، رسالتؐ امامت اور قیامت پر تھری ایمان لائیں گے ۔

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ ثَلٰثٌ وَ خَمْسُوْنَ اٰیَۃً وَّ خَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ترپن (۵۳) آیات ہیں اور پانچ رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

حٰمٓ ۞ عٓسٓقٓ ۞ کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ وَ اِلَی الَّذِیْنَ

حٰمٓ عٓسٓقٓ اسی طرح وحی کرتا ہے طرف تیری اور طرف ان لوگوں کی کہ

مِنْ قَبْلِکَ ۙ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۞ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ

پہلے تجھ سے تھے اللہ غالب حکمت والا واسطے اس کے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور

مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۞ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ

جو کچھ بیچ زمین کے ہے اور وہی ہے بلند قدر بڑا نزدیک ہے کہ آسمان پھٹ جاویں

مِنْ فَوْقِھِنَّ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَ

اوپر اپنے سے اور فرشتے پاکی بیان کرتے ہیں ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے اور

یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ

بخشش مانگتے ہیں واسطے ان لوگوں کے کہ بیچ زمین کے ہیں خبردار ہو تحقیق اللہ وہی ہے

الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۞ وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ اللّٰہُ

بخشنے والا مہربان اور جن لوگوں نے کہ پکڑے ہیں سوائے اس کے کارساز اللہ

(۱) ح ۔ م (۲) ع ۔ س ۔ ق (۳) تم پر بھی اللہ غالب وحکیم کی طرف سے اسی طرح وحی کی جارہی ہے جیسے تم سے پہلے والوں پر کی جاتی تھی ۔ (۴) وحی ہی نہیں بلکہ ان آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی موجود ہے سب اللہ کے لئے ہے جو عظیم الشان علی ہے۔ (۵) تمہارے کمینہ ارادوں اور منصوبوں کا تقاضا تو یہ ہے کہ آسمان اپنی داخلی قوت سے پھٹ کر گر پڑیں اور اس حادثہ سے تمام اہل زمین کو محفوظ کرانے کے لئے ملائکہ استغفار کرتے ہیں تم خبردار ہو جاؤ کہ اللہ حقیقتاً غفور و رحیم ہونے کی بنا پر مہلت دیئے جا رہا ہے ۔ (۶) اور جن لوگوں نے اللہ کے حکم و اجازت کے بغیر اپنے لئے حکمران بنالئے ہیں اللہ ان کے اوپر اپنی حفاظت میں نگران ہے اور آپؐ ان کے

تشریحات سورۂ شوریٰ :

آیات (۶ / ۴۲) اور (۱۰ تا ۸ / ۴۲) میں قریش کے خود ساختہ والیانِ حکومت اور خلافت کو منظوری اور تحفظ ۔

قارئین کے لئے ان تینوں آیات میں (۱۰، ۸ تا ۶ / ۴۲) بہت دل چسپ فیصلے موجود ہیں اوّل یہ کہ اللہ نے یہ بتایا ہے کہ قریشی قوم نے اللہ اور رسولؐ کی اجازت اور رضامندی کے بغیر ہی اپنے کچھ لیڈروں کو حکومت الٰہیہ کی قیادت سنبھالنے کے لئے والیانِ حکومت مقرر کر دیا تھا حالانکہ اللہ ہی حقیقی ولی یا حکمران ہے اور اس کے مقرر کردہ والیانِ حکومت یا خلفائے خداوندی کے علاوہ اسے کوئی اور حاکم یا خلیفہ یا ولی پسند نہیں ۔ دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ رسولؐ اللہ کو قریش کی قومی حکومت کی ولایت و وکالت سے الگ کر کے ان خود ساختہ لیڈروں اور ان کی مستقبل میں آنے والی خلافتوں کو برسرکارِ لانے اور برقرار رکھنے کے لئے حفاظت اپنے ذمہ لے لی ہے اور اپنے رسولؐ کو قریش اور ان کی قومی حکومت سے سوفیصد لاتعلق دکھانے کے لئے اسی سورہ کے آخری حصہ

حَفِيۡظٌ عَلَيۡهِمۡ ۖ وَ مَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ۞ وَ كَذٰلِكَ

نگہبان ہے اوپر ان کے اور نہیں تو اوپر ان کے داروغہ اور اسی طرح

اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَ مَنۡ

وحی کیا ہم نے طرف تیری قرآن عربی تو کہ ڈراوے تو مکہ والوں کو اور ان کو کہ

اوپر وکیل نہیں ہیں ۔ (۷) اور وہی سبب تو ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر یہ قرآن وحی کر دیا ہے جو عربی زبان میں اسی لئے ہے کہ تم پہلے تمام بستیوں کی ماں (مکہ) کے باشندوں کو اور اس کے گردونواح میں رہنے والوں کو

میں یہ بھی فرما دیا کہ : فَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ اِنۡ عَلَيۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ (۴۸) الشوریٰ "چنانچہ ہم نے آپ کو قریش کا محافظ بنا کر بھیجا ہی نہیں تمہارے اوپر تو بس تبلیغ کرنا اور منشاء خداوندی کو سمجھا دینا فرض ہے (شوریٰ ۴۸ / ۴۲) ۔

(۲) حالانکہ اللہ نے قریش کی خود ساختہ قومی حکومت و خلافت اور ان کے قومی خلفاء کے تحفظ کا اعلان کیا ہے مگر علامہ ناراض ہو گئے ہیں ۔

قارئین نے مناظرے کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک طرف تو قومی علما کا عقیدہ یہ ہے کہ :

"رسولؐ کے بعد خلافت و حکومت کے لئے قرآن میں (معاذاللہ) کوئی صریحی حکم فیصلہ یا نص موجود نہیں ہے ۔ اور یہ خلافت و حکومت اچانک اور حادثاتی (فلتۃ یا فتنۃ) طریقے سے قائم ہوئی تھی (بخاری و مسلم وغیرہ) اس کے لئے اللہ و رسولؐ کا کوئی حکم موجود نہیں ہے ۔ (اور دوسری طرف اپنے چھوٹے بھائی شیعہ مجتہدین سے یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ) قرآن کی آیت (نور ۵۵ / ۲۴) میں اس حکومت کے لئے پیشنگوئی موجود ہے۔"

ہمارا کہنا یہ ہے کہ یوں تو قومی علما بہت سے غلط سہارے لے کر عوام کی کثرت کو بہکاتے ہیں اور اپنی قومی حکومت کو برسرحق ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے چلے آئے ہیں ۔ مگر ان آیات (۱۰، ۹، ۸، ۶ / ۴۲) کو اپنی حکومت کے برحق ہونے میں پیش نہیں کرتے ۔ حالانکہ یہاں اللہ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ "میں ان کے اوپر محافظ ہوں" (اَللّٰهُ حَفِيۡظٌ عَلَيۡهِمۡ) یعنی جن خلفا یا اولیا کا اور جن کی حکومتوں اور خلافتوں کا محافظ اللہ ہو ان خلفاء اور خلافتوں کے لئے الٹے سیدھے اور کمزور و غلط سہارے اور ثبوت ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے؟ ان آیات (۱۰، ۹، ۸، ۶ / ۴۲) کو پیش کرتے اور اعلان کرتے کہ دیکھ لو رسولؐ اللہ کے بعد قائم ہونے والی حکومت اللہ کی حفاظت و نگرانی میں قائم ہوئی تھی ۔ بہرحال علامہ اپنے ہاتھوں اپنی قومی حکومتوں اور قومی خلفاء و حکمرانوں کو باطل قرار دینے کے لئے فرماتے ہیں :

(۳) خود ساختہ والیانِ حکومت کی مذمت اور آیت کا غلط ترجمہ : "اصل میں لفظ "اَوۡلِيَآءَ" استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم عربی زبان میں بہت وسیع ہے ۔ معبودانِ باطل کے متعلق گمراہ انسانوں کے مختلف عقائد اور بہت سے مختلف طرزِ عمل ہیں جن کو قرآن مجید میں "اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی بنانے" سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ قرآن پاک کا تتبع کرنے سے لفظ "ولی" کے حسبِ ذیل مفہومات معلوم ہوتے ہیں :

(۱) جس کے کہنے پر آدمی چلے جس کی ہدایات پر عمل کرے ، اور جس کے مقرر کئے ہوئے طریقوں ، رسموں اور قوانین و ضوابط کی پیروی کرے (النساء آیات ۱۱۸ تا ۱۲۰ ، الاعراف ۳ ، ۲۷ تا ۳۰)"

۲۔ جس کی راہنمائی (Guidance) پر آدمی اعتماد کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اسے صحیح راستہ بتانے والا اور غلطی سے بچانے والا ہے ۔ (البقرہ ۲۵۷ ، بنی اسرائیل ۹۷ ، الجاثیہ ۱۹، کہف ۱۷، ۵۰)

(۳) "جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ میں دنیا میں خواہ کچھ کرتا رہوں وہ مجھے اسکے برے نتائج سے اور اگر خدا ہے اور آخرت بھی ہونے والی ہے تو اس کے عذاب سے بچا لے گا (نساء ۱۲۳۔ ۱۷۳، الانعام ۵۱ الرعد ۳۷، العنکبوت ۲۲۔ الاحزاب ۶۵۔ الزمر ۳)

(۴) "جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ وہ دنیا میں فوق الفطری طریقے سے اس کی مدد کرتا ہے آفات و مصائب سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اسے روزگار دلواتا ہے، اولاد دیتا ہے ، مرادیں بر لاتا ہے، اور دوسری ہر طرح کی حاجتیں پوری کرتا ہے (ھود، ۲۰۔ الرعد ۱۶۔ العنکبوت ۴۱)

حَوْلَهَا وَ تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ

گرد اس کے ہیں اور ڈراوے دن اکٹھے کرنے کے سے نہیں شک بیچ اس کے

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ

ایک فریق ہو گا بیچ بہشت کے اور ایک فریق ہو گا بیچ دوزخ کے اور اگر چاہتا اللہ

تنبیہات پہنچا دو اور اس دن سے بھی خبر دار کر دو جس روز ساری نوع انسان کو بھی جمع کر لیا جائے گا اور جس کے وقوع میں آنے پر کوئی الجھن نہیں ہے چنانچہ اس دن ایک گروہ جنتی ہو گا اور ایک گروہ سعیر میں مبتلا ہو گا۔(۸) اور اگر اللہ کی

بعض مقامات پر قرآن میں "ولی" کا لفظ ان میں سے کسی ایک معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر جامعیت کے ساتھ اس کے سارے ہی مفہومات مراد ہیں۔ آیت زیر تشریح (۶ / ۴۲) بھی ان ہی میں سے ایک ہے۔یہاں اللہ کے سوا دوسروں کو ولی بنانے سے مراد مذکورہ بالا چاروں معنوں میں ان کو اپنا سرپرست بنانا اور حامی و مددگار سمجھنا ہے۔ "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۸۱، ۴۸۰)

(۴) خود ساختہ والیانِ حکومت کی اور خود اولیا بنانے والوں کی ہمدردی کی دوہری مذمت۔ چونکہ ہم علامہ کے قلم سے ان کے خود ساختہ عقیدۂ ولایت، ولی، اولیا اور حکمرانوں کو باطل ثابت کرانا چاہتے ہیں ۔ اس لئے یہ طویل اقتباس نقل کیا گیا۔ تاکہ آپ علامہ کی پسند اور ناپسند کو اچھی طرح دیکھ اور سمجھ لیں ۔ چونکہ ان آیات میں دو مرتبہ خود ساختہ اولیا کا تذکرہ ہوا ہے اس لئے علامہ کی دوسری تشریح بھی دیکھنا ضروری ہے تاکہ اس مذمت کے ساتھ ان کے قلم سے یہ بھی ثابت ہو جائے کہ ان آیات (۱۰، ۹، ۸، ۶ / ۴۲) میں قریش اور ان کے علما و لیڈروں کی بات ہو رہی ہے سنئے ۔
"اس میں حضورؐ کو یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ آپ کفار مکہ کی جہالت و ضلالت اور اوپر سے ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کو دیکھ دیکھ کر اس قدر زیادہ نہ کڑھیں، اللہ کی مرضی یہی ہے کہ انسانوں کو اختیار و انتخاب کی آزادی عطا کی جائے ،پھر جو ہدایت چاہے اسے ہدایت ملے اور جو گمراہ ہی ہونا پسند کرے اسے جانے دیا جائے جدھر وہ جانا چاہتا ہے ۔ اگر یہ اللہ کی مصلحت نہ ہوتی تو انبیاؑ اور کتابیں بھیجنے کی حاجت ہی کیا تھی،اس کے لئے اللہ کا ایک تخلیقی اشارہ کافی تھا سارے انسان اُسی طرح مطیع فرمان ہوتے جس طرح دریا ، پہاڑ ، درخت ، مٹی پتھر اور سب حیوانات ہیں ۔ (ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں کہ) ان مقاصد کے لئے ایک بڑا اہم مضمون ان مختصر سے فقروں (آیتوں) میں بیان فرمایا گیا ہے۔ دنیا میں اللہ کی حقیقی خلافت اور آخرت میں اس کی جنت کوئی معمولی رحمت نہیں ہے جو مٹی اور پتھر اور گدھوں اور گھوڑوں کے مرتبہ کی مخلوق پر ایک رحمتِ عام کی طرح بانٹ دی جائے ۔ یہ تو ایک خاص رحمت اور بہت اونچے درجے کی رحمت ہے ۔ جس کے لئے فرشتوں تک کو موزوں نہ سمجھا گیا۔ اسی لئے انسان کو ایک ذی اختیار مخلوق کی حیثیت سے پیدا کر کے اللہ نے اپنی زمین کے یہ وسیع ذرائع اس کے تصرف میں دیئے اور یہ ہنگامہ خیز طاقتیں اس کو بخشیں تاکہ یہ اس امتحان سے گزر سکے جس میں کامیاب ہو کر ہی کوئی بندہ اس کی یہ رحمتِ خاص پانے کے قابل ہو سکتا ہے ...لیکن جو ظالم اللہ ہی سے منہ موڑ لے اور اس کے بجائے دوسروں کو اپنا ولی بنا بیٹھے، اللہ کو کچھ ضرورت نہیں پڑی کہ خواہ مخواہ زبردستی اس کا ولی بنے، اور دوسرے جن کو وہ ولی بناتا ہے، سرے سے کوئی علم ،کوئی طاقت اور کسی قسم کے اختیارات ہی نہیں رکھتے کہ اس کی ولایت کا حق ادا کر کے اسے کامیاب کرا دیں۔ " (۸ / ۴۲) اور آیت (۹ / ۴۲) کے متعلق بھی سنتے چلیں ارشاد ہے کہ :

(۵) ولایت کو شرک کے دباؤ سے انسانوں کے لئے ناممکن قرار دے دیا۔ "یعنی ولایت کوئی من سمجھوتے کی چیز نہیں ہے۔ کہ آپ جسے چاہیں اپنا ولی بنا بیٹھیں اور وہ حقیقت میں بھی آپ کا سچا اور اصلی ولی بن جائے اور ولایت کا حق ادا کر دے ۔ یہ تو ایک امر واقعی ہے جو لوگوں کی خواہشات کے ساتھ بنتا اور بدلتا نہیں چلا جاتا بلکہ جو حقیقت میں ولی ہے خواہ آپ اسے ولی نہ سمجھیں اور نہ مانیں وہی ولی ہے اور جو حقیقت میں ولی نہیں ہے وہ ولی نہیں ہے، خواہ آپ مرتے دم تک اسے ولی سمجھتے اور مانتے چلے جائیں ۔ اب رہا یہ سوال کہ صرف اللہ ہی کے ولی حقیقی ہونے اور دوسرے کسی کے نہ ہونے کی دلیل کیا ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کا حقیقی ولی وہی ہو سکتا ہے جو موت کو حیات میں تبدیل کرتا ہے

لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ

البتہ کرتا ان کو اُمت ایک و لیکن داخل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیچ رحمت اپنی کے

وَ الظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝۸

اور جو ظالم ہیں نہیں واسطے ان کے کوئی دوست اور نہ مدد دینے والا

مشیت کا تقاضا ہوا ہوتا تو وہ تم تمام ہی انسانوں کو ایک واحد اُمت بنا دیتا مگر اللہ جسے چاہتا ہے اس کو اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لئے اللہ کی طرف سے نہ کوئی ولی یا حکمران ہوتا ہے نہ کوئی مددگار ہوا کرتا ہے ۔

جس نے بے جان مادوں میں جان ڈال کر جیتا جاگتا انسان پیدا کیا ہے ، اور جو حق ولایت ادا کرنے کی قدرت و اختیارات بھی رکھتا ہے۔ وہ اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہو تو اسے ولی بناؤ، اور اگر وہ صرف اللہ ہی ہے، تو پھر اس کے سوا کسی اور کو اپنا ولی بنا لینا جہالت و حماقت اورخودکشی (اور شرک) کے سوا اور کچھ نہیں ہے "(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۴۸۲ تا ۴۸۴)

(۶) علامہ کا قومی خلفاء قومی حکومت اور قومی اولیاء خود بنالینے پر تو ایمان ہے مگر یہاں مذمت کیوں کی گئی ہے ۔

اگر علامہ ان لمبے چوڑے بیانات میں اتنی وضاحت اور تفصیل سے مذمت نہ کرتے تو ہر قاری ہماری تشریحات کے بعد ان حکومتوں اور خلفاء کو بلا غور و فکر باطل اور اللہ و رسولؐ کا دشمن سمجھ لیتا ۔ مگر ان بیانات سے یہ فائدہ ہوا کہ خلفا سازی یا اولیا گھڑنا قریش کے کافروں کے سر لگ گیا۔ اور بعد میں خلفا اور خلافت سازی کو مومنین کا کام سمجھ کر ایک کو باطل اور دوسری کو حق سمجھنے کی گنجائش نکل آئی ۔ یا کم از کم معاملہ مشکوک تو ضرور ہی ہو گیا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ شک کا فائدہ مجرم یا ملزم کو ملا کرتا ہے ۔ لہٰذا یہ سوچا گیا کہ کیا مسلمانوں کی اتنی بڑی اور عظیم کثرت اللہ و رسولؐ کی مرضی کے خلاف یہ خلافت اور خلفاء بنا سکتی تھی ؟ یقیناً انہیں کوئی ایسا سبب ملا ہو گا کہ جو ایسی حکومت بنا لینے کا حق دیتا ہو۔ لیکن ہم تو عوام کو یہ بتا رہے ہیں کہ قریش بقول علامہ پہلے ہی سے بگڑے ہوئے مسلمان تھے۔ اور یہ کہ کافر کے معنی منکر کر لینا بقول علامہ بھی غلط ہے (تفہیم القرآن صفحہ ۱۲۹ جلد اوّل حاشیہ نمبر ۱۶۱) لہٰذا قریش اسلام کے منکر نہ تھے بلکہ وہ اجتہادی مسلمان تھے اور انہوں نے اپنے اجتہاد سے جو جو عقائد اختیار کئے تھے وہی تمام عقائد ان حکومتوں کے تھے جو رسولؐ کے بعد قائم ہوئیں تھیں اور جن کے لئے قریش نے مندرجہ بالا آیات (۱۰، ۹، ۸، ۶ / ۴۲) کی رو سے اوّلین دور ہی میں منصوبہ بنا لیا تھا ۔ اور جن کی مذمت اللہ نے حقیقت حال کو واضح کرنے کے لئے فرمائی ہے اور جن کی مذمت علامہ نے اس لئے کی ہے کہ وہ مذمت اور خلیفہ سازی ان کے بزرگوں سے ہٹ کر کسی اور کے ذمہ لگ جائے ۔ لیکن علامہ نے اس مذمت میں بھی دیانت سے کام نہیں لیا ہے ۔

(۷) علامہ نے اس مذمت کا پردہ ڈال کر رسولؐ اللہ کی اور اولیا کی مذمت کر ڈالی ہے ۔

آپ ان کا وہ بیان پڑھیں جس میں اللہ نے اپنی خاص رحمت یعنی خلافت دینے کا ذکر کیا ہے ۔ جہاں یہ بتایا ہے کہ ملائکہ بھی خلافت خداوندی دیئے جانے کے لئے موزوں نہ تھے ۔ اس لئے کہ اللہ نے انہیں وہ "اختیارات اور وسیع ذرائع اور ہنگامہ خیز قوتیں نہ دی تھیں جو انسانوں کو پیدائشی طور پر دے کر پیدا کیا تھا "

اس بیان سے ثابت ہے کہ پوری نوع انسان میں ہنگامہ خیز قوتیں، وسیع ذرائع اور اختیارات پیدائشی طور پر موجود ہیں۔ لیکن اس کے بعد علامہ نے کہا کہ :"اور دوسرے جن کو وہ ولی بناتا ہے ۔سرے سے "کوئی علم "، "کوئی طاقت " اور "کسی قسم کے اختیارات " ہی نہیں رکھتے " قارئین سوچیں کہ علامہ نے یہ کیا کہہ دیا ؟ یعنی جسے کوئی اچھا یا برا ، مومن یا منکر ، اپنا ولی بنالے اس کے مذکورہ پیدائشی اختیارات اور وسائل اور وہ ہنگامہ خیز قوتیں کیوں اس میں نہ رہیں گی؟ کہاں چلی جائیں گی؟ وہ اپنی بضاعتوں کے مطابق اپنی ولایت کا حق ادا کرے گا ۔ پھر یہ بھی نوٹ کر لیں کہ علامہ رسولؐ اللہ میں بھی وہ پیدائشی قدرت و طاقت نہیں مانتے جو پیدائشی طور پر تمام انسانوں میں مانی ہیں ۔

(۸) علامہ نے وہابیت کے عقائد کی تائید میں اللہ کے علاوہ تمام اولیا اللہ کا انکار اور قرآن کا بطلان کیاہے ۔

تمام مسلمان جانتے ہیں کہ علامہ وہابی ہیں اور باربار غوث اعظم ، داتا گنج بخش ، مشکلکشاؑ، خواجہ غریب نواز کی کھل کر مذمت

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖۤ اَوْلِیَآءَ ۚ فَاللّٰہُ ھُوَ الْوَلِیُّ

کیا پکڑے ہیں انہوں نے سوائے اس کے کارساز پس اللہ وہ ہے کارساز

وَ ھُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی ۫ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۹﴾ وَ مَا

اور وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو اور وہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے اور جو کچھ

اخْتَلَفْتُمْ فِیْہِ مِنْ شَیْءٍ فَحُکْمُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ ذٰلِکُمُ

اختلاف کرو تم بیچ اس کے کسی چیز سے پس حکم اس کا طرف خدا کی ہے یہ ہے

اللّٰہُ رَبِّیْ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ ۖ٭ وَ اِلَیْہِ

اللہ پروردگار میرا اوپر اسی کے توکل کیا میں نے اور طرف اسی کی

اُنِیْبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ جَعَلَ

رجوع کرتا ہوں میں پیدا کرنے والا آسمانوں کا اور زمین کا کئے ہیں

لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ

واسطے تمہارے آپس تمہارے سے جوڑے اور چارپایوں سے جوڑے

یَذْرَؤُکُمْ فِیْہِ ؕ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ۚ وَ ھُوَ السَّمِیْعُ

پھیلاتا ہے تم کو بیچ اسی کارخانے کے نہیں مانند اس کی کوئی چیز اور وہی سننے والا

الْبَصِیْرُ ﴿۱۱﴾ لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ یَبْسُطُ

دیکھنے والا ہے واسطے اس کے ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی کشادہ کرتا ہے

(۹) کیا ان لوگوں نے اپنے لئے یہ جانتے ہوئے اللہ کے علاوہ حکمران یا ولی مقرر نہیں کئے کہ صرف اللہ ہی حقیقی اور مطلق حکمران ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے ؟ (۱۰) اور تم لوگ حکمرانوں کے معاملے میں جو بھی اختلاف کر چکے ہو اس کے لئے آخری فیصلہ دینا صرف اللہ کی طرف سے ہو گا ۔ وہ ہے تمہارے اللہ اور میرے پروردگار کا فرمان اور میں نے حکومت الٰہیہ کے معاملے میں اسی پر بھروسہ کر لیا ہے اور میں تو اسی کی قائم کردہ نیابت و حکومت پر قائم ہوں ۔ (۱۱) وہی تمام آسمانوں اور زمینوں کو فطرت وجبلت عطا کرنے والا ہے اور اسی نے تمہارے لئے تمہارے ہی نفوس میں سے جوڑے بنادیئے چارپایوں مویشیوں کے بھی جوڑے بنادیئے اور اس انتظام سے وہ تمہاری نسلیں چلاتا ہے ۔ کائنات کی کوئی بھی چیز اللہ کی مانند و مثل نہیں ہے اور وہی حقیقی معنی میں سماعت اور بصارت کا مالک و خالق ہے (۱۲) اور تمام آسمانوں اور ساری زمینوں کی کنجیاں اسی کے قبضے میں ہیں ۔ جس کو چاہے سامان حیات کی فراوانیاں دیتا ہے

لکھ چکے ہیں (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۶ وغیرہ) اس لئے انہوں نے اپنے ان چار بیانات میں جن میں ولی سے متوقع چیزوں کی فہرست لکھی ہے قرآن سے ایسی آیات کے حوالے دیئے ہیں جن میں ابلیس یا ابلیس کے شاگردوں کی جھوٹی ولایت کا ذکر ہے اور ایک حوالہ بھی ایسا نہیں دیا جس میں اللہ کے پسندیدہ اور منتخب اولیاؑ کا ذکر ملتا۔ یعنی قرآن کو پس پشت ڈال کر کوشش یہ کی ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور انسان کو ولی نہ مانا جائے خواہ اللہ نے انہیں ولی بنایا ہو اور ان کی ولایت قبول کرنے کا حکم ہی کیوں نہ دیا ہو ۔ آپ کو معلوم ہے کہ ابلیس نے اللہ کے حکم دینے کے باوجود نبوت کو قبول نہ کیا تھا۔ اسی کے پیرو ہوتے ہیں خالص توحید کے نعرے کو اختیار کرنے والے وہابی علماء۔ چنانچہ علامہ نے یہ شرط لگا دی ہے کہ:

(۹) ہمارے اولیا علیہم السلام علامہ کی تمام شرطوں پر پورے اترتے ہیں ۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ (مائدہ ۵۵ / ۵)

اگر کوئی شخص مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اسے ہرگز ولی نہیں بنایا جا سکتا مندرجہ ذیل آیت پڑھئے اور بتائیے کہ اس آیت میں جن لوگوں کو اللہ نے اپنے ساتھ ساتھ تمام مومنین کا ولی بنایا ہے ان میں مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت اگر نہ تھی تو اللہ نے ان کو کیوں اپنے برابر کا ولی بنایا ؟ اور اگر مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت تھی تو وہابی یہ کیوں نہیں مانتے کہ اللہ کے ساتھ ساتھ کچھ اللہ کے بندے بھی مُردوں کو زندہ کرسکتے ہیں ؟

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

رزق واسطے جس کے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے تحقیق وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا

مقرر کیا ہے واسطے تمہارے دین سے وہ چیز کہ حکم کیا تھا ساتھ اس کے نوحؑ کو

وَّ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ

اور جو وحی کی ہم نے طرف تیری اور جو حکم کیا تھا ہم نے ساتھ اس کے ابراہیمؑ کو

وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا

اور موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو یہ کہ قائم رکھو دین کو یعنی توحید کو اور مت متفرق ہو

فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ

بیچ اس کے بہت بڑی ہوئی ہے اوپر شریک لانے والوں کے وہ چیز کہ پکارتا ہے تو ان کو

اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ

طرف اس کی مگر اللہ کھینچ لیتا ہے طرف اپنی جس کو چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے

اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا

طرف اپنی اس شخص کو کہ رجوع کرتا ہے اور نہیں متفرق ہوئے یہ لوگ مگر

اور جس کو چاہتا ہے اس کی قدر و مقدار کے مطابق رزق دیتا ہے یقیناً وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۱۳) تمہارے لئے الدّین میں سے وہی شرع یا راہ عمل مقرر کردی ہے جو راہ عمل نوحؑ کو وصیت کی گئی تھی اور جو راہ عمل تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اور جس راہ عمل کی وصیت ہم نے ابراہیمؑ کو اور موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو کی تھی کہ تم سب کے سب اس راہ عمل کو مکمل دین کی طرح قائم رکھنا اور اس راہ عمل میں اختلاف و افتراق پیدانہ کرنا چنانچہ جب تم اس راہ عمل کی طرف دعوت دیتے ہو تو حکومت الٰہیہ میں شرکت کے قائلین پر یہ دعوت بہت ہی شاق گزرتی ہے مگر اللہ اس حکومت الٰہیہ کے لئے جس کو چاہتا ہے مجتبیٰ بنادیتا ہے اور اس کی طرف ان تمام لوگوں کی راہنمائی کرتا ہے جو نیابت خداوندی پر ایمان رکھتے ہیں۔ (۱۴) اور ان قریشی لیڈروں نے خلافت الٰہیہ میں جو اختلاف اور تفرقہ پیدا کیا ہے

”ان کے علاوہ تمہارا اور کوئی بھی ولی نہیں لہٰذا تمہارے ولی اللہ اور اللہ کا رسولؐ اور وہ مومنین ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور ناداری و زبوں حالی کے عالم میں بھی زکوٰۃ دیتے ہیں“۔

(۱۰) علامہ قرآن کا اس لئے غلط ترجمہ کرتے ہیں کہ اس طرح وہ رسوؐل اللہ اور آئمہ اہلبیت کی ولایت کا انکار کر سکیں۔

یہ تو ہمارا ترجمہ تھا اب سابقہ بحث کو سامنے رکھیں کہ علامہ نے اپنی پوری تشریحات میں کہیں بھی لفظ اولیا کے معنی نہ دوست کئے نہ رفیق لکھے مگر اس آیت کے ترجمہ میں وہ ولی کے معنی بدل کر ولی کی جگہ رفیق لکھتے ہیں دیکھئے:

”تمہارے رفیق تو حقیقت میں صرف اللہ اور اللہ کا رسوؐل اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔“(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۸۲ آیت مائدہ ۵۵ / ۵)

مومنین غور فرمائیں کہ یہاں علامہ نے اللہ کو بھی ولی اور ولایت سے خارج کر دیا ہے رسوؐل کو بھی ولی نہیں مانا ہے۔ بھلا کیوں؟ صرف اس لئے کہ یہاں رکوع (یعنی ناداری وزبوں حالی و بے بسی و بے کسی) کی حالت میں زکوٰۃ دینے والے مومنین علیہم السلام کی ولایت کا انکار ضروری تھا۔ ورنہ علامہ تو ہر خاندان کا اور ہر شخص کا ایک ایک ولی مانتے ہیں اور وہاں ولی کا ترجمہ رفیق نہیں کرتے دیکھئے:

وَمَن قُتِلَ مَظۡلُومًا فَقَدۡ جَعَلۡنَا لِوَلِيِّهِۦ سُلۡطَٰنًا فَلَا يُسۡرِف فِّي ٱلۡقَتۡلِۖ إِنَّهُۥ كَانَ مَنصُورًا ﴿۳۳﴾ (الإسراء: بنی اسرائیل ۳۳ / ۱۷)

علامہ کا صحیح ترجمہ: ”اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے۔ بس چاہئے کہ وہ قتل میں حد سے نہ گزرے، اس کی مدد کی جائے گی“ (تفہیم القرآن جلد۲ صفحہ ۶۱۴,۶۱۵)

یہ ہیں وہ علامہ جو محمدؐ و آل محمدؐ کی دشمنی میں وہی سلوک کرتے ہیں جو اس

مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ بَغۡيًۢا بَيۡنَهُمۡ ؕ وَ لَوۡ لَا

پیچھے اس کے کہ آیا ان کے پاس علم سرکشی سے درمیان اپنے اور اگر نہ ہوتی

كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى

ایک بات کہ پہلے ہوئی پروردگار تیرے سے ایک وقت مقرر تک

لَّقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيۡنَ اُوۡرِثُوا

البتہ فیصل کیا جاتا درمیان ان کے اور تحقیق وہ لوگ کہ وارث کئے گئے ہیں

الۡكِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِيۡبٍ ۝۱۴

کتاب کے پیچھے ان کے البتہ بیچ شک قلق میں ڈالنے والے کے ہیں اس سے

فَلِذٰلِكَ فَادۡعُ ۚ وَ اسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَ لَا

پس واسطے اسی کے پکار تو ان کو اور قائم رہ جیسا کہ حکم کیا گیا ہے تو اور مت

تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ ۚ وَ قُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ

پیروی کر خواہشوں ان کی کی اور کہہ ایمان لایا میں ساتھ اس چیز کے کہ اتارا

اللّٰهُ مِنۡ كِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَيۡنَكُمۡ ؕ

اللہ نے کتاب سے اور حکم کیا گیا ہوں میں کہ عدل کروں درمیان تمہارے

اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمۡ ؕ لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا

اللہ ہے پروردگار ہمارا اور پروردگار تمہارا واسطے ہمارے ہیں عمل ہمارے اور

وَ لَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ؕ لَا حُجَّةَ بَيۡنَنَا وَ بَيۡنَكُمۡ ؕ

واسطے تمہارے ہیں عمل تمہارے نہیں جھگڑا درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے

وہ حقیقی خلیفہ کا علم ہو جانے کے بعد خانوادہ نبوت سے حسد اور بغاوت کی بنا پر کیا ہے۔ اور اگر تیرا پروردگار پہلے ہی یہ طے نہ کر چکا ہوتا کہ خلافت الٰہیہ کی خلاف ورزی کا فیصلہ ایک مقرروقت تک ملتوی رکھا جائے تو ان کے حق میں عذاب کا فیصلہ یہیں سنا دیا جاتا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو لوگ ان موجودہ قریشیوں کے بعد قرآن کے وارث بنائے گئے ہیں وہ تو قرآن کے معاملہ میں بہت الجھاؤ پیدا کرنے والے شک میں مبتلا رہیں گے (۱۵) چنانچہ اے نبیؐ آپ اپنی دعوت اور تبلیغ ان کے حالات کو مدنظر رکھ کر کرتے رہیں مگر قائم اسی حکم پر رہیں جو آپؐ کو پہلے دیا جاچکا ہے اور ان کے خواہش پرستانہ اجتہاد کی رعایت نہ کرنا اور جب بھی ضرورت ہو تو کہہ دینا کہ میں تو حکومتِ الٰہیّہ کے سلسلے میں جو کچھ اللہ نے قرآن میں نازل کر دیا ہے اسی پر ایمان وعمل رکھتا ہوں اور مجھے تمہارے مابین عدل برقرار رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آخری بات یہ کہنا کہ اللہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے ہم اس کے روبرو اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں اور تم بھی اپنے کردار کے لئے جوابدہ ہو اب ہم اپنے اور تمہارے درمیان اختلاف دور کرنے کی ایسی کوئی حجت اور دلیل نہیں رکھتے جو پیش نہ کر دی گئی ہو۔

سورۂ شوریٰ (۱۴ / ۴۲) میں مذکور ہے کہ بنی ہاشم اور خانوادۂ رسوؐل کو حکومت نہ دی جائے اور اس مسئلہ میں ازراہِ بغاوت جان بوجھ کر اختلاف و افتراق پھیلا دیا جائے اور خواہ ایسا کرنے میں قرآن کے معانی و مفاہیم کا ستیاناس ہی کیوں نہ کرنا پڑے بہرحال اللہ نے قرآن میں معصومین علیہم السلام کو اپنے ساتھ ساتھ پوری کائنات کا ولی، والی، مولیٰ، حاکم یا وَلِيُّ الۡاَمر بنایا ہے علامہ اگر انہیں ولی نہیں مانتے تو بقول ان کے یہ "امر واقعی ہے" علامہ کے نہ ماننے کے باوجود بھی وہ وَلِیُّ ہیں۔ اور وہ ویسے ہی وَلِیُّ ہیں جیسے علامہ کو درکار ہیں۔ اور اسی بنا پر اللہ نے انہیں کائنات میں اپنے امور کا مدبر (اَلۡمُدَبِّرُ لِاَمۡرِك کافی کتاب الحجۃ باب مولد النبیؐ) بنایا اور ان کے خادموںؑ کو بھی مُردوں کو زندگی بخشنے کی قدرت عطا کی (آل عمران (۴۹ / ۳) بہرحال یہ ثابت ہو گیا کہ علامہ لفظ "وَلِیُّ" کے معنی نہ صرف جانتے ہیں۔ بلکہ مندرجہ بالا آیت (بنی اسرائیل ۳۳ / ۱۷) میں اور زیر بحث آیت (شوریٰ ۹ / ۴۲) میں اس کے صحیح معنی بھی کرتے ہیں۔ مگر دشمنی محض محمدؐ اور علیؑ اور ان کی اولادؑ سے ہے اس لئے "اَلۡوَلِیُّ" کے معنی قرآن کی شاہانہ اصطلاحات کے خلاف گھریلو معنی۔ رفیق، دوست، اور مددگار کرکے اُمت کو فریب دیتے ہیں۔ حالانکہ علامہ کے فیصلے کے مطابق لفظ "اَلۡوَلِیُّ" کے معنی حکمران، بادشاہ، سلطان، شہنشاہ اور مطلق العنان ہمدرد

اب تو ہمیں اور تمہیں فیصلے کے لئے اللہ جمع کرے گا چنانچہ اسی کی طرف واپسی کا انتظار کرو (١٦) جو لوگ اللہ کو مان لئے جانے کے بعد بھی اللہ کی پوزیشن پر دلیل اور بحث پیش کرتے ہیں ان کی بحث اور دلیل اللہ کے نزدیک عوام کو ڈگمگانے والی ہے لہٰذا ان پر اللہ کا غضب ہے اوراسی لئے ان کے واسطے بہت شدید قسم کا عذاب دیا جانا مقرر ہے

اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۞ وَ الَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ

اللہ جمع کرے گا درمیان ہمارے اور طرف اسی کی ہے پھر جانا اور جو لوگ کہ جھگڑتے ہیں

فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ

بیچ اللہ کے پیچھے اس کے کہ قبول کیا گیا ہے واسطے اس کے دلیل ان کی بچلی ہوئی ہے

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۞

نزدیک پروردگار ان کے کے اور اوپر ان کے غصہ ہے اور واسطے ان کے عذاب ہے سخت

کائناتی بادشاہ کرنا چاہئیں۔ انہوں نے خود کہا تھا کہ: "قرآن مجید میں خدا اور خلق کے تعلق کو واضح کرنے کے لئے انسانی زبان میں سے زیادہ تروہ الفاظ، مصطلحات، استعارے اور انداز بیان انتخاب کئے گئے ہیں جو سلطنت و بادشاہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ طرز بیان قرآن میں اس قدر نمایاں ہے کہ کوئی شخص جو سمجھ کر قرآن کو پڑھتا ہو اسے محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۳۶۔۳۷) علامہ یہ سب باتیں مانتے ہیں نہیں مانتے تو آل محمدؑ کو نہیں مانتے۔

(١١) آیات(١٦ تا ١١ / ٤٢) مسلسل حکومتِ الٰہیہ کی تشکیل اور قریشی علما کے منصوبے پر روشنی ڈالتی ہیں۔

سابقہ عنوان میں اللہ نے یہ بتا دیا تھا کہ قریشی لیڈروں نے خلافتِ خداوندی میں اپنے شریک ہونے کا منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ (٦۔٤٢) اور اللہ نے اپنے رسولؐ کو قریشی منصوبے سے لاتعلق قرار دے کر الگ کر دیا تھا۔ (٦ / ٤٢ اور ٤٨ / ٤٢) یعنی حضورؐ کی وکالت اور تحفظ اس منصوبے کو حاصل نہ تھا۔ لہٰذا اللہ نے قریشی پلان کو آگے بڑھنے اور اپنے کمال تک پہنچنے کی منظوری دے کر اسے اپنے تحفظ میں لے لیا تھا (٦ / ٤٢) اور انہیں ہر اختلاف کی اجازت دے کراپنا فیصلہ بھی محفوظ کرلیا تھا (١٠ / ٤٢) اس فیصلہ کو ملتوی کرنے کا تذکرہ دوبارہ عذاب کی دھمکی کے ساتھ بھی کیا گیا ہے (١٤ / ٤٢) اور یہ التوا بھی اللہ کے سامنے حشر و نشر کے دن جمع ہونے تک کیا گیا تھا (١٥ / ٤٢) یعنی اللہ نے قریش کو قیامت تک مہلت دے کر یہ طے کردیا تھا کہ وہ قومی حکومت قائم کرنے کے لئے جو کچھ بھی کریں انہیں روکا نہیں جائے گا۔ اور عذاب نازل نہ ہونے کی تو واضح اطلاع دے دی گئی تھی(١٤ / ٤٢)

(١٢) آنحضرتؐ اور مومنین کو ان کا پروگرامِ اور قریشی اختلاف و افتراق کے اسباب اور طریق کار بتا دیا تھا۔

اس تمہید و تفصیل کے بعد اب جو بحث آ رہی ہے اس میں نہایت محتاط طریقے پر خلافت الٰہیہ اور خلیفۂ خداوندی کا تعین و تشخص اور قریشی لیڈروں کی پالیسی بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ان چاروں آیات (١٦ تا ١٣ / ٤٢) کے ترجمہ میں ہم نے مرکزی تصور کو بطور تشریح شامل کردیا ہے جس سے ہمارا ترجمہ باقی تمام مترجمین سے مختلف ہو گیا ہے۔ جس سے وہ گنجلک رفع ہو گئی ہے جو تمام ترجموں میں آپ کو ملے گی اور یہ سمجھ میں نہ آئے گا کہ اللہ نے یہاں کیا کہنا چاہا ہے یا کیا فرمایا ہے؟ بہر حال یہاں قارئین کی سہولت کے لئے چند مفید اور ضروری نکات کی طرف توجہ دلانا ہے۔ اوّل اور نہایت اہم نکتہ یہ ہے کہ اللہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اس نے ہمیں جو شرع یا راہ عمل دی ہے وہ اسی دین میں سے دی ہے جسے دین اسلام کہتے ہیں اور جسے تمام انبیاؑ علیہم السلام قسطوں میں لاتے رہے تھے۔ یعنی یہاں گفتگو دین پر نہیں بلکہ شرع کی گفتگو ہے اور شرع یا راہِ عمل کو برحق ثابت کرنے کے لئے دین کو سند میں پیش کیا گیا ہے۔ لہٰذا جس حقیقت پر یہاں (١٣ / ٤٢) زور دیا گیا ہے اور جسے ہو بہو ہر نبیؑ پر مکمل بھیجنے کی بات ہوئی ہے وہ زیر بحث شرع یا راہِ عمل ہے، نہ کہ دین، اس لئے کہ دین تو مکمل ہی حضورؐ پر ہوا ہے۔ یہ مکمل دین آپؐ سے پہلے بھیجا ہی نہ جا سکتا تھا چنانچہ جو راہ عمل ہمیں بتائی گئی ہے اس پر عمل کرنا ہم پر اور تمام سابقہ انبیاؑ پر واجب تھا۔

اَللّٰهُ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ وَ الۡمِیۡزَانَ ؕ وَ مَا یُدۡرِیۡکَ

اللہ وہ شخص ہے جس نے اتارا ہے کتاب کو ساتھ حق کے اور ترازو کو اور کیا جانے تو

لَعَلَّ السَّاعَۃَ قَرِیۡبٌ ﴿۱۷﴾ یَسۡتَعۡجِلُ بِہَا الَّذِیۡنَ لَا

شاید کہ قیامت نزدیک ہے شتابی کرتے ہیں ساتھ اس کے وہ لوگ کہ نہیں

(۱۷) وہ اللہ ہی تو ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا ہے اور تمہیں درایتاً کیسے معلوم ہو سکتا ہے، ہو سکتا ہے قیامت والی گھڑی واقعی قریب ہو؟ (۱۸) قیامت کی گھڑی کے آجانے کی جلدی کا تقاضا تو وہ لوگ کرتے ہیں جو اس پر

اور اس پر عمل کئے بغیر دین قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اسی راہِ عمل میں اختلاف و انتشار و افتراق پیدا کرنے کی ممانعت ہر نبیؑ کو ہوتی رہی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ شرع یا راہِ عمل کیا ہے جس پر زور ڈالنے کے لئے یوں وصیتیں اور الہام و وحی ہوتی رہی ہے؟ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ الفاظ "اَوۡحَیۡنَاۤ" اور "وَصّٰی" یا "وَصَّیۡنَا" کے معنی و مفاہیم قطعاً جدا جدا ہیں۔ لیکن علما نے یہاں جس طرح شَرَعَ کو اَلدِّیۡن سمجھا ہے اسی طرح اَوۡحَیۡنَاۤ اور وَصَّیۡنَا کو بھی وحی کرنا سمجھ لیا ہے۔

(۱۳) شرع وہ طریقہ یا راہِ عمل ہے جو اللہ و رسولؐ مرکزی طور پر تعلیماتِ خداوندی کو جاری رکھنے کے لئے اُمتوں پر واجب کرتے ہیں۔

اس راہ عمل کو سمجھنے اور متعین کرنے کے لئے پہلے آیات زیر بحث (۱۴ اور ۱۰ / ۴۲) کو سامنے رکھنا ہو گا۔ ان آیات سے یہ ثابت ہے کہ جس شرع یا راہ عمل میں تمام انبیاً اور ان کی اُمتوں کو اختلاف و افتراق سے منع کیا گیا تھا۔ اس میں مکہ کے باشندوں کو عموماً اور قریشی لیڈروں کو خصوصاً اختلاف پیدا کرنے اور تفرقہ ڈالنے کا مجرم قرار دیا گیا ہے۔ اور یہاں ان کی وہ صفت بطور مسلک بیان کردی ہے۔ جس سے انہیں پہچانا جاتا ہے۔ اور وہ ہے لفظ مُشرِکین۔ عام مکیوں کو اُمِیّین کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا اور یہود و نصاریٰ کو اہل کتاب فرمایا جاتا تھا۔ وَقُل لِّلَّذِینَ أُوتُوا ٱلۡکِتَٰبَ وَٱلۡأُمِّیِّـۧنَ ﴿۲۰﴾ (آل عمران ۲۰ / ۳) چنانچہ اُمّیین یا اُمِّییون (۷۸ / ۲) سے اہل مکہ مجموعی حیثیت میں مراد ہوتے تھے۔ لیکن قریش اور ان کے لیڈروں اور مُلّا و علما کو ان کے مسلک ومذہب سے منسوب کرکے مُشرِکُوۡن یا مُشرِکین کہا جاتا تھا۔ یہ لقب اس راہِ عمل کو واضح کرنے کے لئے آیت (۱۳ / ۴۲) میں رکھا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ: تم جو شرع یا راہِ عمل میں تفرقہ نہ ڈالنے کی دعوت دے رہے ہو وہ مشرکین پر بہت شاق بہت گراں گزرتی ہے (۱۳ / ۴۲) تمام علما اور ساری تاریخیں مانتی ہیں کہ قریش لیڈر پرست تھے۔ لیڈروں کی پرستش ہی کو بت پرستی کہا جاتا رہا ہے۔ لیڈروں کے متفقہ یا اجماعی فیصلوں پر من و عن عمل کرنا قریش کے یہاں واجب تھا۔ وہ کسی ایسے اجتماعی یا انفرادی حکم کو ماننا خلاف عقل و تجربہ سمجھتے تھے جس میں ان کے لیڈروں کی مجموعی بصیرت اور تجربہ شامل نہ ہو یا جو اُن کے مشورے یا نظامِ مشاورت کی صوابدید سے خالی ہو۔ چنانچہ وہ اسی اصولی عقیدے کے ماتحت رسولؐ کے ساتھ ساتھ حکومت الٰہیہ میں اپنے علما اور لیڈروں کو شامل کرنے میں اور حکومت کی طرف سے نافذ ہونے والے احکام اور پالیسیوں میں حصہ طلب کر رہے تھے۔ اور حکومت خداوندی میں اپنے لیڈروں کی شرکت کو اتنا اہم سمجھتے تھے کہ میدان جنگ میں بھی اس بحث کو اٹھانے میں تکلف نہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے جنگ اُحد میں اسلامی فوج کو شکست ہوئی تھی اور لیڈروں کی شرکت چاہنے والے ان مسلمان مشرکین نے جنگ سے دستکش ہو کر پہاڑوں پر فرار ہو جانا ضروری سمجھا تھا۔ اور رسولؐ اللہ کو عین میدان جنگ میں چھوڑ گئے تھے۔ (آل عمران ۱۵۵ تا ۱۵۲ / ۳)

(۱۴) ثابت ہوا کہ وہ راہِ عمل یا شرع حکومتِ الٰہیہ کے تقرر اور طریقہ کار کی ہدایات تھیں اور تفرقہ قریشی مسلمانوں کے ذمہ تھا۔

لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ جن لوگوں کو ایسی اسلامی حکومت سے اختلاف تھا جس میں قریشی مسلمانوں کے لیڈروں اور علما کا حصہ یا شرکت نہ ہو، حکومت الٰہیہ میں شرکت کے لئے اصرار کرنے کی بنا پر اللہ نے ان مسلمانوں کو مشرک کے لقب سے مخاطب کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہی لوگ ایسی اسلامی حکومت کی دعوت کو ناپسند کرتے ہیں (۱۳ / ۴۲) اللہ نے یہ بات بھی کھول دی ہے کہ لیڈروں کی شرکت کو منوانے اور اس شرک کے عقیدے کو عوام میں مقبول کرانے کے لئے انہوں نے آیات

یُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ

ایمان لائے ساتھ اس کے اور جو لوگ کہ ایمان لائے ڈرتے ہیں اس سے

وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی

اور جانتے ہیں کہ وہ حق ہے خبر دار رہ تحقیق وہ لوگ کہ جھگڑتے ہیں بیچ

السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ۝ اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ

قیامت کے البتہ بیچ گمراہی دور کے ہیں اللہ مہربان ہے ساتھ بندوں اپنے کے

ایمان نہیں رکھتے یعنی ان کے خیال میں نہ آنا ہے نہ وہ آئے گی مگر رسولؐ اور مومنین کو تنگ کرنے کا اچھا بہانہ ہے۔ اور جو لوگ حقیقی مومن ہیں وہ قیامت کی گھڑی کو حق سمجھنے کی بنا پر اپنی ذمے داریوں میں بڑے نرم دل ہیں۔ خبردار ہو جاؤ کہ جو لوگ قیامت کی گھڑی کا تعین کرنے میں الفاظ کو نچوڑنے میں لگے ہوئے ہیں وہ بہت مدت تک قائم رہنے والی گمراہی پھیلا رہے ہیں (۱۹) اللہ اپنے بندوں پر بہت

کے مفاہیم میں اختلاف پیدا کیا (۱۰ / ۴۲) اور رفتہ رفتہ مسلمانوں میں اختلاف رائے سے تفرقہ پیدا کر کے خلافت اور خلفا کے معاملے میں فرقہ سازی شروع کر رکھی ہے۔(۱۴ / ۴۲) اور اسی آیت (۱۴ / ۴۲) میں اختلاف و افتراق پیدا کرنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ انہیں جب یہ علم ہوا کہ ان کے لیڈروں کی حکومت میں گنجائش نہیں رکھی گئی اس لئے کہ خلیفہ ان کو بنایا جائے گا جنہیں خود اللہ نے اپنی مشیت میں مجتبیٰ بنایا ہو۔یہاں یہ بھی ذکر کر دیا کہ قریش کو ان مجتبیٰ خلفاء سے دشمنی اور بغاوت پہلے سے چلی آ رہی تھی۔(۱۴ / ۴۲) اس بغض و حسد کا پتہ پہلے بھی قرآن میں کئی بار دیا جا چکا تھا (نساء ۵۴ / ۴) مگر اللہ نے چونکہ قریش کے مشرک مسلمانوں کو قیامت تک اپنے لیڈروں کی مشرکانہ حکومت قائم کرنے کی مہلت دے دی تھی اس لئے ان کو خلافتِ الٰہیہ میں تفرقہ ڈالنے اور حقیقی خلفا سے خلافت غصب کرنے کی سزا بھی قیامت تک ملتوی کر دی گئی تھی (۱۴ / ۴۲) اور لیڈروں کی شرکت سے بننے والی اس مشرکانہ خلافت کا قریش میں موروثی طور پر چلتے چلے جانا بھی بتا دیا تھا (۱۴ / ۴۲) اور کہہ دیا تھا کہ پہلی قومی حکومت جن لوگوں کو قانون حکومت اور قرآن ورثے میں دے گی وہ لوگ خود بھی قرآن کے معاملہ میں بڑی الجھن اور شک و شبہ میں الجھے رہیں گے (۱۴ / ۴۲) یعنی وہ بھی برابر اسلام میں تفرقہ پیدا کرتے چلے جائیں گے۔

(۱۵) الفاظ کے حقیقی معنی نہ کرنے سے قریشی لیڈروں، سرداروں اور علما کے چہروں پر نقاب پڑی رہ جاتی ہے۔

ہم بار بار دکھاتے آئے ہیں اور یہاں پھر دکھانا ضروری ہے کہ قرآن کے الفاظ کے حقیقی معنی کو چھپا کر کوئی معنی تبدیل کر دینے سے اللہ کی منشاء چھپی رہ جاتی ہے اور یوں قریش پرست علما تخریبِ دین کرنے والوں کے کردار پر پردہ ڈالتے چلے آئے ہیں۔ سنئے کہ لفظ شرک اور کفر عام اور روزمرہ بولے جانے والے الفاظ ہیں عربی دان اور عرب کا بچہ بچہ دن رات ان الفاظ کو بولتے ہیں۔ لیکن ان الفاظ کے معنی بدل لینے سے آیت کے مفہوم کو الٹ دیا جاتا ہے علامہ نے خود لکھا ہے کہ: ''کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹ حاشیہ نمبر ۱۶۱) لہٰذا کفر کے معنی انکار کر کے قومی علما نے اپنے قریشی لیڈروں پر عائد ہونے والے ہر جرم کو منکرین اسلام کے سر لگا دیا ہے اسی طرح شرک کے معنی کسی کو شریک کرنے یا خود شریک ہونے کے ہیں۔ لہٰذا لفظ شرک و کفر کوئی گالی نہیں ہے جو بھی کسی معاملے میں شریک ہو یا کسی اور کو شریک بنائے وہ شرک کرتا ہے یا مشرک ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کو اپنی نبوت و حکومت میں شریک بنانے کی اللہ سے دعا کی ''وَأَشْرِكْهُ فِيٓ أَمْرِي ۝'' (طٰہٰ ۳۲ / ۲۰) یعنی انہوں نے شرکت کی دعا کی اللہ نے اس دعا کو قبول کیا (۳۶ / ۲۰) اور اس طرح اللہ اور موسیٰؑ نے اس شرک کو پسند کیا اور شرک کو اختیار کیا اور وہ دونوں ہارونؑ کو نبوت و حکومت میں شریک کر کے ہارونؑ کی نبوت و حکومت میں مشرک تھے۔ لہٰذا اللہ نے قریش کے اجتہادی مسلمانوں کو خلافت خداوندی کے معاملہ میں مشرک قرار دیا ہے چونکہ وہ اس شرکت کو اسی طرح پسند کرتے تھے جیسے اللہ اور موسیٰؑ نے پسند کیا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ کون سا شرک یا شرکت اللہ کو پسند ہے اور کون سے شرک کی سزا مستقل جہنم ہے؟ بہرحال چونکہ یہاں اللہ نے یہ فرمایا تھا کہ: ''كَبُرَ عَلَى ٱلْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۝'' (الشوریٰ: ۱۳ / ۴۲)

يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿١٩﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ	لطف و کرم کرنے والا ہے اور وہی حقیقی
رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہی ہے زور آور غالب جو کوئی چاہتا ہے	معنوں میں قوت کا سرچشمہ اور عزت و غلبہ
حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ	کا مالک ہے (۲۰) اب جو کوئی دنیا کی نیکیوں
کھیتی آخرت کی زیادہ دیتے ہیں ہم اس کو بیچ کھیتی اس کی کے اور جو کوئی	کا اجر آخرت میں بطورِ کاشت طلب کرتا ہے
يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا	ہم اس کی دنیاوی کھیتی میں آخرت کے لئے
چاہتا ہے کھیتی دنیا کی دیتے ہیں ہم اس کو کچھ اس میں سے اور نہیں	خوب زیادہ فصل دیتے ہیں اور جو کوئی صرف دنیا ہی کے لئے کھیتیاں کرتا ہے اسے دنیا میں فصل دیتے ہیں اور آخرت میں اس

”جس قسم کی خلافت کی طرف تم دعوت دے رہے ہو وہ مشرکین پر بہت ہی گراں گزر رہی ہے “ لفظ ”مشرکین “کی وجہ سے قومی علما نے حقیقت کا رخ قریش کے مسلمان لیڈروں کی طرف سے ہٹاکر بت پرستوں کی طرف موڑ دیا۔ مگر اللہ تو بتا چکا کہ یہی مسلمانوں کے لیڈر رسولؐ کے صحابہ تھے اور جنگ اُحد میں انہوں کھل کر مندرجہ بالا شرکت کا مطالبہ کیا تھا۔ آل عمران (۱۵۵ تا ۱۵۲ / ۳) میں تفصیل دیکھ لیں ۔ اس لیڈر پرستی کی وجہ سے قریش کو مستقل طور پر لفظ مشرک سے یاد کیا گیا ہے لہٰذا قارئین یقین فرمائیں کہ سورۂ شوریٰ کی ابتدا سے ان ہی مسلمان مشرکین کا ذکر ہوتا چلا آیا ہے ۔ ان کے مسلمان ہونے کا ثبوت اسی طرح ان آیات (۱۰/ ۴۲) (۱۴ / ۴۲) (۱۶ / ۴۲) میں موجود ہے جس طرح ان کے خلافتِ الٰہیہ میں مشرک ہونیکا ثبوت موجود ہے ۔ ذرا سوچئے :

(۱) انہوں نے قرآن کے احکام کا انکار نہیں کیا بلکہ احکام کی تاویل اور معنی میں اختلاف کیا ہے جو ان کی سمجھ میں آیا وہ اختیار کرلیا ہے (۱۰ / ۴۲) اور

(۲) وہ اگر منکر یا مخالف ہوتے تو قرآن کی وراثت انہیں کیسے ملتی؟ (۱۴ / ۴۲)

(۳) وہ اللہ کے منکر نہ تھے بلکہ اللہ کو جیسا سمجھتے تھے ویسی دلیل ماننے کے لئے پیش کرتے تھے انکار کے لئے نہیں ۔ بس ان کی خطا یہ تھی کہ وہ اسلام کے تمام عقائد و اعمال کو ماننے کے بعد بھی خلافت کو خاندانِ رسولؐ میں نہ جانے دینا چاہتے تھے اس لئے ان کا اسلام و عبادات تمام مشرکین کی حیثیت سے ضائع ہو کر رہ گئیں ۔ اور یہ بڑا نقصان ہے ۔

(۱۵ ۔ الف) علامہ اینڈ کمپنی انہیں مشرک ثابت کرنے میں ہر بد دیانتی ہر مکرو فریب جائز سمجھتی ہے ۔

قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ اپنے مخالفین اور دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف اور اچھا سلوک کیا جائے (۲ / ۵ ،۸/ ۵) لیکن علامہ اپنے مسلمان نما مشرک لیڈروں کے جرائم کو چھپانے کے لئے قرآن کے الفاظ کے معنی بدل بدل کر فرضی مشرکوں اور فرضی کافروں کے سر لگاتے ہیں ۔ ہم نے ابھی ابھی عرض کیا کہ عہد رسولؐ کے قومی مسلمان اللہ کی پوزیشن کا تعین کرنے کے لئے اپنے دلائل پیش کیا کرتے تھے اور اللہ نے بھی ان دلائل کو بڑا خطرناک پھسلا دینے والا، ڈگمگا دینے والا (حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ) فرمایا ہے (۱۶ / ۴۲) دیکھنا یہ ہے کہ علامہ مودودی نے ان دونوں آیات (۱۶۔۱۵ / ۴۲) میں آئے ہوئے الفاظ کے یہ معنی کئے ہیں ۔ ۱۔ حُجَّةَ ۔جھگڑا ۔ ۲۔ يُحَآجُّوْنَ ۔جھگڑے کرتے ہیں۔ ۳۔ حُجَّتُهُمْ ۔حجت بازی علامہ نے چاہا ہے کہ ان لوگوں کو جھگڑا لو اور بے ہودہ لوگ قرار دے کر قارئین کی نظروں میں انہیں گرا دیا جائے اور یوں ان کی توجہ کو ہٹا کر اپنے ان مسلمان راہنماؤں کی کھوج لگانے سے روک دیا جائے ۔ مگر ہم دکھاتے ہیں کہ علامہ نے ان تینوں الفاظ کے معنی کرنے میں بھی بددیانتی اور مجرمانہ پردہ داری کی ہے ۔

اوّل : يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٥﴾ (آلِ عمران ۶۵ / ۳)

غلط معنی: اے اہل کتاب تم ابراہیمؑ کے بارے میں ہم سے کیوں جھگڑا کرتے ہو ؟ “(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۶۲)

دوم ۔ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حٰجَجْتُمْ (آلِ عمران ۶۶ / ۳)

لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا	کے نصیب میں کچھ نہیں ہوتا۔ (۲۱) کیا ان
واسطے اس کے بیچ آخرت کے کچھ حصہ کیا واسطے ان کے شریک ہیں کہ	کے یہاں ایسے لوگوں کا وجود ہے جو حکومت
شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ	الٰہیہ میں ایسی شرکت کی شرع یا راہ عمل بنا کر
مقرر کیا ہے واسطے ان کے دین میں سے جو کچھ نہیں اذن دیا ہے ساتھ اس کے اللہ نے	دے گئے ہوں جو اللہ کی اجازت کے بغیر الدّین میں سے تیار کر دی گئی تھی؟ بات یہ ہے کہ

صحیح معنی: ”ان میں تو خوب بحثیں کر چکے“۔ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۶۲)

سوم۔ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ ۔ (آل عمران ۶۶ / ۳)

صحیح معنی: ”کیوں بحث کرنے چلے ہو۔ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۶۲)

قارئین اس ڈھٹائی اور اپنے اندھے مقلدین و متبعین کی عقیدت پر بھروسہ کی حدود ملاحظہ ہوں کہ اسی لفظ (تُحَآجُّوْنَ) کے معنی پہلی سانس میں ”جھگڑا“ کئے ہیں۔ اور دوسری سانس میں اسی لفظ کے معنی بحث کرنا لکھ دیئے ہیں۔ اور بالکل یہ خیال تک نہیں کہ کوئی آنکھوں کو کھول کر پڑھے گا تو کیا کہے گا؟ اور سنئے:

چہارم۔ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ ۔ (انعام ۸۳ / ۶)

صحیح معنی: ”یہ تھی ہماری وہ حجت جو ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم کے مقابلہ میں عطا کی تھی“ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۶۰)

کیسا لطیفہ رہے اگر علامہ کا زیر نظر ترجمہ یہاں کر دیا جائے۔ یعنی یہ کہ ”یہ تھا ہمارا وہ جھگڑا جو ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی قوم سے جھگڑا کرنے کے لئے عطا کیا تھا“ اور سنئے۔

پنجم۔ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۔ (انعام ۱۴۹ / ۴)

”حقیقت رَس حجت تو اللہ کے پاس ہے“(تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ ۵۹۵) قارئین مانیں یا نہ مانیں مگر اللہ نے فرمایا ہے اور قرآن میں لکھاہوا موجود ہے کہ علامہ اور ان کے اوّلین و بزرگ ترین صحابہ اور راہنماؤں نے قرآن کا ستیاناس کرکے اس شیطانی سنت کو اُمت میں جاری کیا اور قیامت تک ان کے پیرو قومی مسلمان قرآن کے ساتھ یہ مظالم کرتے رہیں گے۔اور وہاں رسوؐل اللہ ، اللہ سے عرض کریں گے کہ: ”اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کرر کھا تھا“ اور اللہ اس پوری قوم کو دشمنانِ خدا و رسوؐل کی حیثیت سے جہنم واصل کرے گا۔ (فرقان ۲۷ تا ۳۱ / ۲۵)

ہم اس ترجمہ اور تشریح سے صرف اس قوم اور قوم کے اس رسوؐل کی پوزیشن واضح کر سکے تو بڑا کام ہو جائے گا کئی ملاعین کے چہروں سے اسلام کی نقاب اتر جائے گی۔ آمین

(۱۵۔ب) خلافت الٰہیہ پر اختلاف و افتراق پیدا کرنے والے عہد رسوؐل کے مسلمانوں کا فیصلہ رجعت میں ہو گا۔

سابقہ عنوانات میں جن آیات پر نظر ڈالی گئی ہے۔ان میں جہاں یہ بات طے ہو گئی کہ عہد رسوؐل کے قریشی مسلمانوں نے خاندان رسوؐل سے حکومت نکال لینے کا منصوبہ مکہ ہی میں بنا لیا تھا۔ اور اس منصوبے پر عمل کرنے کے لئے انہوں قرآن کے مفاہیم کو بدل بدل کر پوری قوم میں پھیلایا اور رفتہ رفتہ قریش کے تمام امیر و غریب اور چھوٹے اور بڑے لوگ اس منصوبے پر متفق ہوگئے۔ ان لوگوں کی تمام کوششوں اور اسکیموں کو قرآن میں اس طرح بیان کر دیا گیا کہ وہ لوگ ان بیانات کو قرآن سے نکالنے کے بجائے ان کی تاویل کرنے پر مجبور رہیں چنانچہ ان کی تاویلات ترجمے اور تفسیریں سب بولتے ہوئے گواہ ہیں کہ وہ چودہ سوسال سے قرآن میں معنوی ردو بدل کرتے چلے آئے ہیں۔ ادھر تاریخی دباؤ سے انہوں نے یہ بھی مان لیا کہ واقعی قریش نے خانوادہ رسوؐل کو حکومت سے الگ رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔جس پر حضرت عمر کا بیان تاریخ میں موجود ہے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) ادھر صاحبان ہوش کے لئے قرآن میں بھی یہ دونوں حقیقتیں لکھی ہوئی محفوظ

وَ لَوۡ لَا کَلِمَۃُ الۡفَصۡلِ لَقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ ؕ وَ
اور اگر نہ ہوتی بات فیصل کرنے کی البتہ حکم کیا جاتا درمیان ان کے اور
اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَی الظّٰلِمِیۡنَ
تحقیق ظالم واسطے ان کے عذاب ہے درد دینے والا دیکھے گا تو ظالموں کو
مُشۡفِقِیۡنَ مِمَّا کَسَبُوۡا وَ ہُوَ وَاقِعٌۢ بِہِمۡ ؕ
ڈرتے ہوئے اس چیز سے کہ کمایا انہوں نے اور وہ پڑنے والی ہے ساتھ ان کے

اگر قریش کا فیصلہ ملتوی نہ کر دیا گیا ہوتا تو ان کو کبھی کا تباہ کر دیا گیا ہوتا ۔ بہرحال ان ظالموں کے لئے دردناک عذاب دیا جانا طے کیا ہوا ہے۔ (۲۲) آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ احکام کو خالص طور پر استعمال نہ کر کے اپنے اجتہاد سے جو جو کچھ کیا ہو گا وہ اسے اپنے سامنے دیکھ کر گھلے جا رہے ہوں گے اور وہ تمام مظالم ان کے اوپر واقع ہوں گے ہیں (فرقان ۳۱ تا ۲۷ / ۲۵) اور ہم نے ان تمام متعلقہ آیات کو قارئین کی سہولت کے لئے الگ الگ بیان کر دینا طے کیا ہوا ہے ۔چنانچہ یہاں سورۂ شوریٰ کی ان بائیس آیات میں مسلسل قریشی عقائد، ان کی بحثیں اور ان کے مقابلہ میں قرآنی دلائل بیان ہوئے ہیں اور یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ تمام انبیاءؑ کو خلافت الٰہیہ قائم کرنے کا ایک ہی طریقہ یا راہِ عمل یا شرع رکھی گئی ہے اور وہ یہ کہ خلافت مجتہدین کے اجتہادات کے ماتحت نہیں بلکہ اللہ و رسولؐ کے پسندیدہ مجتبٰی حضرات کو دی گئی ہے ۔(۱۵ / ۴۲) لیکن فی الحال قریش کی قائم کردہ حکومت کو مہلت دی گئی اور ان سے باز پرس کو رجعت پر ملتوی کر دیا گیا۔ اس سلسلے کی آیات دوبارہ دیکھ لینا چاہئیں :

(۱۵ ۔ ج) جمہوری حکومت قائم کرنے والوں کو مہلت دیئے جانے اور رجعت کے متعلق آیات۔

اوّل ۔ یَوۡمَ الۡجَمۡعِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ؕ وَفَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّۃِ وَفَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ (الشوریٰ: ۷ / ۴۲) اس آیت میں اُس دن سے خبردار رکھنے کا حکم ہوا جس دن کا نام جمع ہونے کا دن ہے ۔ وہی دن ہو گا جب انسان دوزخ اور جنت کے لئے تیار کئے جائیں گے اور ظاہر ہے کہ حقوق اللہ و حقوق العباد کے چکانے کا کام صرف رجعت کے دوران ہی میں ممکن ہے ۔ جنت یا جہنم میں داخلہ کے بعد حقوق العباد کی عملی تنفیذ کا موقع ہی ختم ہو چکے گا ۔ چنانچہ رجعت کے میدان میں سب کو دنیاوی جزا اور سزا دے کر جنتی و جہنمی الگ کر دیئے جائیں گے ۔

دوم۔ وَمَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِیۡہِ مِنۡ شَیۡءٍ فَحُکۡمُہٗۤ اِلَی اللّٰہِ الخ (الشوریٰ: ۱۰ / ۴۲) اس آیہ مبارکہ میں قریشی لیڈروں اور علما کو یہ بتا کر فیصلہ محفوظ کر لیا گیا ہے کہ تم نے جو جو اور جہاں جہاں احکاماتِ خداوندی میں اختلاف کر کے رسولؐ کے خلاف محاذ بنایا ہے اور نیابت خداوندی میں مخالفت کی ہے ۔ اس میں تم فی الحال مختار ہو لیکن یہ سمجھ لو کہ حکمِ خداوندی تمہارا مخالف ہے جو تمہاری مہلت ختم ہوتے ہی نافذ کر دیا جائے گا ۔

سوم اور چہارم ۔۳۔ وَلَوۡلَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّکَ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ ﴿۱۴﴾ (الشوریٰ: ۱۴ / ۴۲)
۴۔ وَلَوۡلَا کَلِمَۃُ الۡفَصۡلِ لَقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۲۱﴾ (الشوریٰ: ۲۱ / ۴۲)

ان دونوں آیات میں تمام مترجمین نے مانا ہے کہ رسولؐ کے مخاطبوں کو قیامت تک موقع اور مہلت دی گئی ہے تاکہ وہ جس قدر مظالم قرآن اور صاحبانِ قرآن اور نوعِ انسان کے ساتھ کر سکتے ہیں دل کھول کر، کر لیں اور پھر مہلت کے خاتمہ پر جو جو کمائی انہوں نے کی ہو (۲۲ / ۴۲) اس کو ان کے اوپر استعمال کیا جائے تاکہ مظلوم لوگ مع رسولؐ اللہ ان کی قابلِ رحم حالت بھی دیکھیں رہ گیا جہنم کا عذابِ الیم وہ تو روز اوّل سے اس کے حقدار تھے ۔

پنجم ۔ رجعت کا باقاعدہ واقع ہونا اور ظالموں کے ساتھ مظلوموں کے روبرو سلوک ۔

یہاں اُن تمام ظالموں کو رجعت کے دور میں ان کے کردار و کمائی کی سزا دی جانا بتایا گیا ہے ۔ تَرَی الظّٰلِمِیۡنَ مُشۡفِقِیۡنَ مِمَّا کَسَبُوۡا وَہُوَ وَاقِعٌۢ بِہِمۡ الخ (الشوریٰ: ۲۲ / ۴۲)

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیۡ رَوۡضٰتِ الۡجَنّٰتِ ۚ	اور ان کے سامنے ہی وہ لوگ جو ایمان و عمل
اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے بیچ باغوں بہشتوں کے ہیں	صالح پر کاربند رہے ہوں گے وہ جنت کے باغوں
لَہُمۡ مَّا یَشَآءُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ	میں قیام کریں گے اور ان کے حسب دل خواہ
واسطے ان کے ہے جو کچھ کہ وہ چاہیں نزدیک پروردگار اپنے کے یہ بات وہ ہے	حالات فراہم کئے جائیں گے ۔ اللہ کی طرف سے اس کا وعدہ اور انتظام کیا جا چکا ہو گا اور وہ
الۡفَضۡلُ الۡکَبِیۡرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِکَ الَّذِیۡ یُبَشِّرُ اللّٰہُ عِبَادَہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	عملدرآمد ہی حقیقتاً سب سے بڑا فضل خدا ہو گا۔ (۲۳) اور اسی فضل و کرم و سلوک کے لئے
بزرگی بڑی یہی ہے جو بشارت دیتا ہے اللہ بندوں اپنوں کو جو ایمان لائے	اللہ اپنے مومن اور نیکوکار بندوں کو بشارتیں دیتا

اس آیت کے اس کے سوا اور کوئی معنی کرنا بد دیانتی ہو گی کہ ظالموں کی مہلت ختم ہونے کے بعد ظالم و مظلوم اور تمام انبیاؑ اور شھدا علیہم السلام جمع کئے جائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دکھا کر انصاف و عدل کیاجائے گا۔ ظالم لوگوں کے تمام مظالم ان کے روبرو ہوں گے اور وہ سب ان میں سے ہر ظالم کے اوپر واقع ہوں گے۔ قاتل قتل کیا جائے گا ۔ بھوکا پیاسا رکھنے والا بھوک اور پیاس سے تڑپ رہا ہو گا ۔ ہاتھ پیر کاٹے جا رہے ہوں گے۔ آنکھیں نکالی جا رہی ہوں گی ۔ اور ظاہر ہے کہ ہر وہ ظالم کانپ رہا ہوگا جس کا نمبر ابھی ابھی آنے والا ہوگا اور جنت کے باغوں سے مظلوموں کو ان کی مرضی کے مطابق یہ نظارہ دکھایا جا رہا ہوگا اور سزاؤں کو ان کی رضامندی سے مکمل کیا جائے گا ۔ بتائیے اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت تو کافر کو بھی نہیں ہوتی ۔

(۱۶) خلافت الٰہیہ قائم کرنے والے خانوادۂ رسولؐ سے تمام محترم و باوقار وابستگیاں برقرار رکھنے کا حکم ہے۔(۲۲۔۲۳)

سابقہ بائیس آیات میں حکومت الٰہیہ کے سلسلے کے مجتبیٰ خلفاء علیہم السلام کا تعین و تقرر زیر بحث رہا ان کے مخالفوں کے منصوبے اور قومی حکومت قائم کرنے کی باتیں ہوئیں ان کو قیامت تک مہلت اور رجعت میں سزا بھگتنے کا ذکر ہوا اور اب پھر اچانک رسولؐ اللہ کو حکم دیا گیا کہ تم اپنے تمام مخاطبوں سے کہہ دو کہ :

”اللہ کے عظیم الشان فضل و کرم سے وابستہ کرنے کا اجر صرف یہ ہے کہ تم ان لوگوںؑ کے ساتھ اپنی تمام قسم کی مکمل و محترم وبا وقار وابستگیاں وابستہ کردو جو ہمہ قسم کی قربتوں کے حاملؑ ہیں “(۲۳۔۲۲ / ۴۲) قارئین یہ نوٹ کریں کہ ہم نے لفظ اَلۡمَوَدَّۃَ کے معنی محبت نہیں کئے ہیں پہلی وجہ وہی قدیم ہے کہ عربی میں ایک تصور کے لئے دو یا زیادہ الفاظ نہیں ہوتے یہ ایک قانونی زبان ہے اس میں گنجلک اور دوغلا پن بار نہیں پاتا وہاں ہر تصور کو سو فیصد پیش کرنے کے لئے ایک ایک مستقل اور اٹل لفظ بنایا گیا ہے ۔ چنانچہ محبت خود عربی زبان کا لفظ ہے اور اس تصور کو پیش کرنے سے قاصر رہتا ہے جو کہ لفظ مودۃ کے ساتھ وابستہ ہے ۔ اس کا آسان سا فرق یوں سمجھ لیں کہ کہا جاتاہے ”محبت ہو جاتی ہے کی نہیں جاتی“ یعنی محبت ارادے اور اختیار میں نہیں ہوتی ۔اچانک ہو جاتی ہے ۔ اور لفظ محبت ان تمام قسموں کی محبتوں کو بیان کرنے سے قاصر ہے جو سب کی سب محبت ہی کہلاتی ہیں ۔مثلاً والدین اور اولاد والی محبت بالکل جداگانہ محبت ہے اس محبت سے جو شوہر و زوجہ میں ہوتی ہے ۔ یا جو بہن بھائیوں میں ہوتی ہے ۔ یا جو مرید اور مرشد میں ہوتی ہے یا جو کہ حیوانات میں آپس میں اور انسانوں سے ہوتی ہے۔ پھر محبت کسی بھی قسم کی ہو اس میں امتیاز تو ضرور ہوتا ہے ۔ مگر لفظ محبت میں اس امتیاز کو الگ الگ بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے یہی سبب ہے کہ اللہ نے قرآن میں لفظ محبت اور اس کی چند صورتوں کو بطور پسندیدگی اور فطری جذبے کے ماتحت استعمال کیا ہے ۔ لیکن نہ خود اپنے نام کے لئے اور نہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے لئے استعمال کیا ہے ۔ یعنی لفظ حبیب یا محبوب کو قرآن میں جگہ نہیں دی ہے ۔ اس کے برخلاف لفظ مَوَدَّۃٌ پسندیدہ محبت والی وابستگی بھی ہوتی ہے اور احترام و وقار بھی مدنظر رہتا ہے ۔ مَوَدَّۃٌ چونکہ کردار و حسن عمل کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اختیاری چیز ہے ہم اسے ترقی دے سکتے ہیں کم کرسکتے ہیں ختم کر سکتے ہیں ۔پھر مَوَدَّۃٌ دونوں طرف سے ہوتی

چلا آیا ہے اور اے رسولؐ اپنے تمام مخاطبوں سے کہہ دو کہ میں تم سے اس عظیم الشان فضل وکرم کے لئے کوئی اجر اس کے علاوہ نہیں مانگتا کہ تم القربٰی یعنی ہمہ قسم کی قربت رکھنے والوںؑ سے اَلْمَوَدَّۃ یعنی ہمہ قسم کی محترم و باوقار وابستگی اختیار کرلو اور جو شخص اس والہانہ وابستگی کے علاوہ اور نیکیوں کا اکتساب بھی کرے گا ہم اس کے اس اکتساب میں حُسن کا مزید اضافہ کردیں گے یقیناً اللہ تحفظ عطا کرنے والا قدردان ہے (۲۴) کیا قریش یہ کہتے ہیں یا کہیں گے کہ

وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا

اور کام کئے اچھے کہہ نہیں مانگتا میں تم سے اوپر اس کے بدلا مگر

الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ

دوستی بیچ قرابت کے اور جو کوئی کماوے نیکی زیادہ دیتے ہیں ہم اس کو

فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

بیچ اس کے نیکوئی تحقیق اللہ بخشنے والا قدردان ہے کیا کہتے ہیں کہ

ہے لیکن محبت یک طرفہ بھی ہوتی ہے (آل عمران ۱۱۹ / ۳) محبت غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتی ہے ۔ اس کے بر خلاف مَوَدّۃٌ سوچی سمجھی ہوئی وابستگی اور سپردگی ہے جو محسوس و مشہور اکتساب و استفادہ کے لئے وقوع میں لائی جاتی ہے ۔ محبت حد سے بڑھ جائے تو دیوانگی و جنون کہلاتی ہے ۔ مَوَدّۃٌ ایک لامحدود چیز ہے اور چونکہ اللہ نے یہاں صرف مَوَدّۃٌ نہیں فرمایا بلکہ اَلْمَوَدّۃٌ کا حکم دیا ہے ۔ جس کے معنی مکمل و مخصوص مودۃ ہوتے ہیں ۔ یعنی اپنی تمام تمنائیں تمام خواہشیں تمام امنگیں تمام امیدیں اور ہر قسم کا لگاؤ اور لگن ان حضرات سے وابستہ کردو گے تو وہ فضل وکرم اپنی انتہائی حدود تک تم سے وابستہ ہو جائے گا جس کا ذکر وہیں آیت (۲۲ / ۴۲) میں فرما دیا گیا ہے ۔

(۱۶ ۔ الف) اَلْمَوَدّۃٌ کی طرح اَلْقُرْبٰی بھی ہمہ گیر صفت ہے جو موصوفین کے اندر مکمل موجود ہے ۔

اِدھر جن حضرات سے ہمہ قسم کی مودۃ اختیار کرنا ہے وہ خود بھی ہمہ گیر صفت قربت کے حامل ہیں یعنی انہیں ہر قسم کی قربت حاصل ہے وہ قربِ خداوندی میں سب سے قریب تر ہیں یا یوں کہیئے کہ اللہ سے جسے بھی قرب حاصل ہوتا ہے ان ہی کے وسیلے سے حاصل ہو سکتا ہے ۔ پھر جس طرح اللہ اپنی ہر مخلوق سے قریب تر یعنی رگ حیات سے بھی قریب تر ہے (قٓ ۱۶ / ۵۰) اسی طرح وہ حضراتؑ ہر مخلوق پر حاضر و شہید ہونے کی بنا پر ان سے قریب تر ہیں (نساء۴۱ / ۴، نحل۸۹ / ۱۶) اور ظاہر ہے کہ اُمت محمدؐیہ میں ان صفات کے حامل حضرات ہی اسلام اور مسلمانوں کے حقیقی سربراہ اور خلفائے خداوندی ہو سکتے ہیں ۔ اور وہ محمدؐ مصطفٰی اور ان کے نور سے پیدا ہونے والے دوسرے محمد صلی اللہ علیہم ہی ہیں ۔

(۱۶۔ب) چونکہ علامہ مودودی دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ میں سب سے بڑھ کر ہیں اس لئے انہوں نے تمام علما کی مخالفت کی ہے ۔

یہ سب کچھ علمائے صالحین نے مانا ہے مگر علامہ صاحب اپنی عداوت کی بنا پر اس کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"قُل لَّآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًا إِلَّا ٱلۡمَوَدَّةَ فِي ٱلۡقُرۡبَىٰ ﴿۲۳﴾ الشوریٰ

علامہ کا ترجمہ: "اے نبیؐ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، البتہ قرابت کی محبت ضرور چاہتا ہوں "۔ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۰۰، ۲۳ / ۴۲)

علامہ کا ترجمہ قرآن کے الفاظ کا مخالف ہے ۔ قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ علامہ کے اس ترجمہ کی رو سے اللہ کا لفظ اَلْقُرْبٰی فرمانا بے کار ہو گیا یعنی الف اور لام لگا کر کہنے کی ضرورت نہ رہی یہ ترجمہ تو صرف لفظ قربٰی کے لئے بھی کافی تھا۔ ادھر لفظ اَلْمَوَدَّۃَ کا نہ صرف الف اور لام بے کار ہو گیا بلکہ پورا لفظ ہی فضول ٹھہرا اس لئے کہ علامہ کے ترجمہ کا تقاضا ہے کہ اس آیت میں لفظ مُحَبّۃٌ ہونا چاہئے تھا۔ پھر علامہ نے لفظ "علیہ" سے کون سا کام مراد لیا ہے وہ آیت میں نہیں ہے اور اگر علامہ سیاق و سباق کو ملحوظ رکھتے تو وہاں رسولؐ کا کوئی کام مذکور نہیں البتہ اللہ کا اَلْفَضْلُ الْكَبِيْرُ موجود ہے (۲۲ / ۴۲) جس پر اللہ اجر مانگنے کا حکم دیتا ہے ۔ نہ کہ رسالت یا کارِ رسالت کا اجر ۔ چنانچہ لفظ "علیہ" کو اپنے ذاتی خیال سے کار رسالت سمجھ لیا گیا جو

سراسر باطل ہے ۔ قارئین اس نکتہ پر غور فرمائیں گے تو علامہ اینڈ کمپنی کا تمام جال بکھر جائے گا۔ اس لئے کہ جس چیز کی اللہ بشارت اور خوشخبری دیتا چلا آیا ہے ۔وہ اَلْفَضْلُ الْکَبِیْرُ ہے جسے حاصل کرنے کے لئے پہلے رسولؐ کو اجر دینا ہے ۔یہاں بھی صرف لفظ فضل نہیں فرمایا بلکہ الف اور لام لگا کر مکمل اور ہر ہر قسم کا فضل بتایا گیا اور اسی طرح صرف کبیر نہیں کہا بلکہ الکبیر فرمایا جس میں فضل کی ہر بزرگی اور ہر وسعت داخل ہوتی ہے اور اسی بنا پر مودۃ کی ہر ہر قسم اور ہر مقدار بطور اجر لازم کی ہے ۔ ورنہ معمولی فضل کے بدلے میں معمولی مودۃ کافی ہو جاتی ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ علامہ نے الفاظ کی قدرو قیمت اور معنی کو ہلکا کرکے ترجمہ کیا ہے ۔ تاکہ رہی سہی دشمنی تشریح کرتے ہوئے مکمل کردی جائے ۔

علامہ کی تشریح الفاظ سے الف و لام ہٹانے کی وجہ سے چند قدم چلتی ہے ۔

اگر علامہ نے ترجمہ میں سے حروفِ تعریف و تشخص یعنی الف و لام کو نہ ہٹایا ہوتا تو انہیں لفظ " اَلْقُرْبیٰ "کی قسمیں اور معنوی فرق بیان کرنے کی ضرورت نہ ہوتی چنانچہ لکھتے ہیں کہ :"اصل الفاظ ہیں "اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبیٰ " یعنی میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا مگر "قُرْبیٰ"(دیکھا آپ نے الف و لام ہٹایا گیا۔احسن) کی محبت (اَلْمَوَدَّةَ کی جگہ۔احسن) ضرور چاہتا ہوں" اس لفظ "قُرْبیٰ" کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان بڑا اختلاف واقع ہو گیا ہے "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۰۱) قارئین دیکھ لیں کہ علامہ کو ضد ہے کہ دونوں الفاظ پر نہ تو الف لام رہے اور نہ آیت میں لفظ اَلْمَوَدَّةَ رہے بلکہ لفظ محبت اپنی جانب سے داخل کر کے تشریح کی جائے ۔ چنانچہ وہ مفسرین کی تفسیروں اور گروہوں کی آڑلے کر لکھتے ہیں کہ :

لفظ قُرْبیٰ پر مفسرین کے اختلافات اور تین گروہ ۔

(۱) ایک گروہ نے اس کو "قرابت "(رشتہ داری) کے معنی میں لیا ہے اور آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ۔۔۔

(۲) "دوسرا گروہ "قربیٰ "کو قرب اور تقرب کے معنی میں لیتا ہے ۔ اور آیت کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ ...

(۳) تیسرا گروہ قربیٰ کو اقارب (رشتہ داروں) کے معنی میں لیتا ہے اور آیت کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ" میں تم سے اس کام پر کوئی اجر اس کے سوا نہیں چاہتا کہ تم میرے اقارب سے محبت کرو" پھر اس گروہ کے بعض حضرات اقارب سے تمام بنی عبدالمطلب (عبدالمطلب کی ساری اولاد۔احسن) مراد لیتے ہیں ۔ اور بعض اسے صرف حضرت علی و فاطمہ اور ان کی اولاد تک محدود کرتے ہیں (یہاں علامہ نے نہ ؓ لکھا نہ ؑ بنایا۔احسن) یہ تفسیر سعید بن جُبیر اور عَمرو بن شعیب سے منقول ہے اور بعض روایات میں یہی تفسیر ابن عباس اور حضرت علی بن حسین (زین العابدین) کی طرف منسوب ہے لیکن متعدد وجوہ سے یہ تفسیر کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتی "۔ (تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۵۰۱)

قارئین نے دیکھ اور سمجھ لیا ہے کہ اگر اس آیت (۲۳ / ۴۲) میں آئے ہوئے قرآن کے الفاظ کی صورت بگاڑے بغیر اصلی الفاظ (اَلْقُرْبیٰ ۔اَلْمَوَدَّةَ) کے مسلمہ قواعد کے ساتھ تراجم کر دیئے جاتے تو علامہ اور دیگر مفسرین کو ان کے معنی اور اقسام کی بحث میں الجھنے کی ضرورت ہی نہ رہتی ۔ اور وہاں آئے ہوئے الف و لام کی وجہ سے تمام رشتہ داریاں ، قرابتیں اور قرب و تقرب مل کر اَلْقُرْبیٰ میں داخل ہو جاتے ۔ یعنی جہاں تک اس مادہ ۔(ق۔ر۔ب) کی وسعتیں جاتیں وہیں تک اَلْقُرْبیٰ کے معنی خود بخود وسیع ہو جاتے ۔

(۱۶ ۔ د) لفظ "اَلْقُرْبیٰ "کا قرآن میں مرکب استعمال اور ان کے معنی :

بہر حال اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو لفظ اَلْقُرْبیٰ کا قرآن میں استعمال دکھائیں تاکہ آپ یہ فیصلہ کرسکیں کہ جس شان کے ساتھ یہ لفظ یہاں (۲۳ / ۴۲) استعمال ہواہے پورے قرآن میں اور کہیں استعمال نہیں ہوا ہے ۔ یعنی باقی تمام مقامات پر اس کا استعمال آزادانہ اور تنہا نہیں ہوا ہے ۔ بلکہ وہاں اَلْقُرْبیٰ کو کسی دوسرے لفظ یا حالت سے منسوب کرکے لایا گیاہے ۔

اوّل۔ وہ الفاظ اور معنی جن کے ساتھ اَلْقُرْبیٰ لایا گیا۔

مگر یہ استعمال دکھانے سے پہلے ہمیں مخالف کے قلم سے یہ دکھانا ہوگا کہ وہ کون کون سے الفاظ ہیں جن کے ساتھ لفظ اَلْقُرْبیٰ یا قربیٰ استعمال ہوا ہے ؟ اور یہ کہ ان الفاظ کے کیا معنی ہیں ؟ آیئے اور قرآن کی آیات پر نظر ڈالئے اور مذکورہ الفاظ اور ان کے معنی نوٹ کرتے جایئے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئیں ۔

ذِی (i) علامہ کا ترجمہ: "ناخن والے جانور حرام کر دئے تھے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۹۳)

(i) ذِی ۔ حَرَّمۡنَا كُلَّ ذِی ظُفُرٍ (انعام ۱۴۶ / ۶)

أُوْلُواْ (ii) علامہ کا ترجمہ: "ہم طاقت ور اور لڑنے والے لوگ ہیں" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۷۳)

(ii) أُوْلُواْ۔ نَحۡنُ أُوْلُواْ قُوَّةٍ وَأُوْلُواْ بَأۡسٍ شَدِيدٍ (نمل ۳۳ / ۲۷) وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَأُوْلُواْ ٱلۡعِلۡمِ (آل عمران ۱۸ / ۳)

علامہ کا ترجمہ: "اور فرشتے اور سب اہل علم" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۳۹)

(نوٹ) ان دونوں مقامات پر علامہ نے اچھی اردو لکھنے کی وجہ سے الفاظ "طاقت والے" کو طاقت ور اور "علم والوں" کو اہل علم لکھا ہے ورنہ لفظ "أُوْلُواْ" کے معنی "والوں" یا "والے" ہی ہیں یہ لفظ کئی اشخاص یعنی جمع کے لئے بولا جاتا ہے (احسنؔ)۔

أُوْلِی (iii) علامہ کا ترجمہ: "ان کی کنجیاں طاقت ور آدمیوں کی جماعت مشکل سے اٹھا سکتی تھی" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۶۶۰)

(iii) أُوْلِی ۔ إِنَّ مَفَاتِحَهُۥ لَتَنُوٓأُ بِٱلۡعُصۡبَةِ أُوْلِی ٱلۡقُوَّةِ (قصص ۷۶ / ۲۸)

(نوٹ) یہاں بھی علامہ نے "طاقت والے" آدمیوں کو طاقتور لکھ دیا ہے (احسنؔ)

ذَا (iv) علامہ کا ترجمہ: "اس بنا پر کہ وہ بہت مال و اولاد رکھتا ہے" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۶۱)

(iv) ذَا ۔ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ (قلم ۱۴ / ۶۸)

ذا۔ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا (مزمل ۱۳ / ۷۳)

علامہ کا ترجمہ: "اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب" (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۳۰)

(v) ذَوِی ۔ وَءَاتَى ٱلۡمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِی ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَٰمَىٰ (بقرہ ۱۷۷ / ۲)

اشرف علی تھانوی کا ترجمہ: "اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہو" (ترجمہ قرآن صفحہ ۶۸۲)

ذَوِی (v) ۔ "والے، صاحب، ذُو کی جمع بحالت نَصب و جَرّ (۲ ب ۶)" (لغات القرآن جلد ۳ صفحہ ۳۸ مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی)

علامہ رفیع الدین کا ترجمہ: "اور دیا مال اوپر محبت اس کی کہ قرابت والوں کو اور یتیموں کو (ترجمہ صفحہ ۲۸)

علامہ عبدالقادر کا ترجمہ: "اور دیوے مال اس کی محبت پر ناتے والوں کو اور یتیموں کو" (ترجمہ صفحہ ۴۲)

(نوٹ) یہاں علامہ مودودی کا ترجمہ کیوں پیش نہیں کیا گیا؟ اس کے جواب میں اگلا عنوان لطیفے پیش کرے گا۔ فی الحال یہ جواب ہے کہ علامہ نے ترجمہ غلط کیا ہے اور یہ لفظ ذَوِی صرف ایک جگہ استعمال ہوا ہے اور وہیں علامہ نے اپنی عادت و اصول اور مذہب کے مطابق غلط ترجمہ کر دیا اور ہم مجبور ہو کر رہ گئے۔

دوم۔ پورے قرآن میں لفظ ٱلۡقُرۡبَىٰ کہاں کہاں اور کیوں استعمال ہوا ہے؟ قارئین نے یہ پانچ الفاظ دیکھ لئے جن کے ساتھ اور جن سے منسوب ہو کر لفظ ٱلۡقُرۡبَىٰ استعمال ہوا ہے۔ اب ہم ان آیات کو سامنے لاتے ہیں جن میں یہ بیان ملے گا۔ لیکن اس پہلو کے سامنے آنے سے پہلے یہ بات سمجھ میں آجانا چاہئے کہ لفظ ٱلۡقُرۡبَىٰ یا قُرۡبَىٰ ایک مستقل اور علیحدہ لفظ ہے۔ اور اُس کے معنی بھی اُسی کے معنی ہیں۔ اور مندرجہ بالا پانچ الفاظ (ذِی، أُولُوا، أُولِی، ذَا، ذَوِی) ٱلۡقُرۡبَىٰ سے علیحدہ الفاظ ہیں اور ان کے معنی بھی ٱلۡقُرۡبَىٰ کے معنی سے الگ ہیں۔ یعنی جب الفاظ ٱلۡقُرۡبَىٰ یا قُرۡبَىٰ تنہا آئیں تب بھی ان کے معنی وہی اور اتنے ہی رہیں گے جو اور جتنے ان کے معنی ہیں۔ اور وہ معنی اس وقت بھی برقرار رہنا چاہئیں جب وہ مندرجہ پانچ میں سے کسی لفظ کے ساتھ آئیں۔ اسی طرح ان پانچوں الفاظ کے معنی تنہا تنہا بھی وہی ہونا چاہئیں جو دوسرے الفاظ کے ساتھ استعمال ہوتے وقت ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ زیر بحث الفاظ میں سے کسی کے معنی غائب نہ ہو جانا چاہئیں۔ مثلاً اوپر کی مثالوں میں سے چوتھی مثال سے ہماری اس بور BORE کرنے والی بحث کو سمجھ لیں وہاں لکھا گیا:

"ذَا مَالٍ" مال والا ۔اب اگر لکھیں تو" ذَا مَالٍ" اور معنی کریں صرف "مال" اور کہیں تو أُوْلُوا الْعِلْمِ اور معنی کریں صرف علم ؟ یعنی ایک لفظ کے معنی ہر دفعہ غائب کرتے جائیں تو یہ کیوں ؟ یہی وہ لطیفہ ہے جس پر آنے والی آیات میں علامہ مودودی کا مستقل عمل رہے گا ۔ اور علامہ کی یہ بات سمجھانے کے لئے ہمیں یوں الفاظ کے ہجے کرنا پڑے ہیں ۔

پہلا استعمال: تمام دولت مرکز میں خلیفۂ خداوندی کی تحویل میں آئے اور وہاں سے عوام الناس میں پہنچے ۔

آنے والی آیت پر باقاعدہ گفتگو گزر چکی ہے۔یہاں تو ہم نے لفظ اَلْقُـرْبَىٰ کا استعمال اور علامہ کا ترجمہ دکھانا ہے۔ اللہ نے فرمایا تھا کہ:

مَّآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنْ أَهْلِ ٱلْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ ۔ الخ (حشر ۷ / ۵۹)

"جو کچھ بھی اللہ ان بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسولؐ کی طرف پلٹا دے وہ اللہ اور رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کے لئے ہے۔ تاکہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔ جو کچھ رسولؐ تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روک دے اس سے رک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو اللہ سخت سزا دینے والا ہے"۔(۷ / ۵۹ تفہیم القرآن ۵ صفحہ ۳۸۹ تا ۳۹۳)
یہاں صرف اس قدر نوٹ کرلیں کہ اس آیت (۷ / ۵۹) میں بھی اور باقی آنے والی آیات میں بھی علامہ کے نزدیک مذکورہ پانچوں الفاظ (ذِیْ ، أُولُوا، أُولِیْ ، ذَا، ذَوِی) بالکل بے کار نازل کئے گئے ہیں اس لئے کہ جب لفظ " اَلْقُـرْبَىٰ "کے تنہا معنی بھی "رشتہ دار" تھے تو خواہ مخواہ اَلْقُـرْبَىٰ کے ساتھ یہ پانچ الفاظ لگا دیئے ۔ بہرحال۔یہاں اللہ نے تو یہ فرمایا ہے کہ :
"مال فے صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کی ملکیت ہے " اور چونکہ اللہ کے لئے مال و اسباب اور تمام سامان کہیں درکار نہیں اس لئے "مال فے کا مالک صرف رسولؐ ہے " اور یہ کہ"رسولؐ اس مال کو اس شخص کی تحویل میں دے گا جو اَلْقُـرْبَىٰ کے لئے لفظ ذِیْ سے ظاہر کیا گیا ہے ۔یعنی جو اَلْقُـرْبَىٰ والا ہے ۔ یعنی اَلْقُـرْبَىٰ جس کے ماتحت ہیں۔ یا جو اَلْقُـرْبَىٰ کے لئے ذمہ دار ہے۔ اور اس کے بعد اس مال فے کا مصرف بتایا گیا ہے ۔ اور پوری اُمت سے چون و چرا کرنے کے اختیارات چھین لئے گئے ہیں اور نزول قرآن کے دوران رسولؐ کو مختار بنایا گیا ہے تاکہ وہ لوگوں کو اپنی صوابدید اور ان کی ضرورت کے مطابق دیتے رہیں ۔ اور سرمایہ داروں ، دولت مندوں اور اجارہ داروں کا پتا کاٹ دیا گیا ہے یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ جس شخص کے ماتحت اس وقت تمام اَلْقُـرْبَىٰ اور اَلْقُـرْبَىٰ کا ذمہ دار شخص اور ساری اُمت ہے وہ رسولؐ اللہ کی ذات پاک ہے اور ان کے بعد ساری اُمت کا اور تمام اَلْقُـرْبَىٰ کا سربراہ اَلْقُـرْبَىٰ والا ہے اور وہ اور کوئی نہیں ہو سکتا سوائے جناب مولائے کائنات باعثِ تخلیقِ کائنات جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے اور چونکہ آنحضرتؐ کے بعد قومی حکومت بنا لی گئی تھی اور خاندان نبوت سے حکومت نکال لی گئی تھی۔ اس لئے وہ تمام حقوق جو اللہ نے اس آیت میں اور دیگر آیات میں محمدؐ اور علیؑ اور آئمہ اہل بیتؑ کو دیئے تھے وہ قومی حکمرانوں نے ضبط کرکے اپنے لئے اختیار کرلئے اس لئے ہم قومی حکومت کو غاصب حکومت قرار دیتے ہیں ۔ اور اہل خلاف قبول کرتے ہیں کہ سردارانِ قریش یا صحابۂ رسولؐ نے خاندان نبوت میں حکومت کا جانا پسند نہ کیا اس لئے حکومت کی باگ ڈور خود سنبھال لی تھی ۔ (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)

دوسرا استعمال: حضرت علیؑ کی تحویل میں ہر مال اور آمدنی کا خمس رہنا لازم ہے ۔ اللہ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ:

وَٱعْلَمُوٓاْ أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَىْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُۥ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ وَٱلْمَسَـٰكِينِ .... (انفال ۴۱ / ۸)

"اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے" (۴۱ / ۸) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۴۵) یہاں بھی اَلْقُـرْبَىٰ تنہا نہیں تھا۔ حسب سابق اس کے ساتھ لفظ ذِیْ استعمال ہوا ہے۔ مگر علامہ نے قرآن کو تبدیل کرنے کی قسم کھائی ہے۔

تیسرا استعمال: احسان اور عطیات کا سلوک عوام کے مابین عوام کے القربیٰ ۔ قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ جن "اَلْقُـرْبَىٰ " کی مودۃ واجب کی گئی ہے ان پر اُمت کے امور خیر کا مال حرام ہے ۔ ان کے لئے جو حقوق اللہ نے خود

واجب کئے ہیں وہ حلال ہیں۔ لہٰذا جہاں جہاں خیر و خیرات و صدقات اور مالی احسان کا تذکرہ ہو اور وہاں لفظ ۔ ٱلۡقُرۡبَىٰ بھی آئے اور ان ٱلۡقُرۡبَىٰ کے ساتھ مالی سلوک کا ذکر ہو تو وہ عوام کے اپنے ٱلۡقُرۡبَىٰ ہوتے ہیں جیسا کہ حسب ذیل آیات میں حکم دیا گیا ہے ۔

(۱) وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَانٗا وَذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَٰمَىٰ وَٱلۡمَسَٰكِينِ ﴿٨٣﴾ (بقرہ ۸۳ / ۲)

(۲) وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنٗا وَبِذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَٰمَىٰ ﴿٣٦﴾ (نساء ۳۶ / ۴)

(۳) وَءَاتَى ٱلۡمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَٰمَىٰ ﴿١٧٧﴾ (بقرہ ۱۷۷ / ۲)

(۴) وَإِذَا حَضَرَ ٱلۡقِسۡمَةَ أُوْلُواْ ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَٰمَىٰ ﴿٨﴾ (نساء ۸ / ۴)

(۵) إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ ﴿٩٠﴾ (نحل ۹۰ / ۱۶)

(۶) مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن يَسۡتَغۡفِرُواْ لِلۡمُشۡرِكِينَ وَلَوۡ كَانُوٓاْ أُوْلِي قُرۡبَىٰ ﴿١١٣﴾ (توبہ ۱۱۳ / ۹)

(۷) وَإِذَا قُلۡتُمۡ فَٱعۡدِلُواْ وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبَىٰ ﴿١٥٢﴾ (الأنعام: ۱۵۲)

(۸) وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبَىٰ ﴿١٠٦﴾ (مائدہ ۱۰۶ / ۵)

(۹) وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبَىٰٓ ﴿١٨﴾ (فاطر ۱۸ / ۳۵)

(۱۰) وَلَا يَأۡتَلِ أُوْلُواْ ٱلۡفَضۡلِ مِنكُمۡ وَٱلسَّعَةِ أَن يُؤۡتُوٓاْ أُوْلِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡمَسَٰكِينَ وَٱلۡمُهَٰجِرِينَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ﴿٢٢﴾ (نور ۲۲ / ۲۴)

(۱) علامہ کا ترجمہ ۔"ماں باپ کے ساتھ ،رشتہ داروں کے ساتھ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۹۰) یہ سختی سے نوٹ کریں کہ محمدؐ وآل محمدؐ کو فقراء اور مساکین کے درجہ میں رکھنے والے لوگ بڑے ہی گھٹیا لوگ ہو سکتے ہیں اور یہ کہ علامہ غلط ترجمہ ضرور کریں گے ۔

(۲) علامہ کا ترجمہ بھی مستقلاً وہی ہے یعنی رشتہ دار اور یہ آیت بھی عوام کے قربیٰ کے لئے ہے نوٹ کرتے جائیں کہ جن کی مودۃ واجب ہے ان کو تنہا ٱلۡقُرۡبَىٰ ۔فرمایاہے(تفہیم القرآن جلداول صفحہ ۱۳۵)

(۳) یہاں عوام کو اللہ کی محبت میں مال خرچ کرنے کا حکم دیاہے ۔ اور یہاں بھی عوام کے ٱلۡقُرۡبَىٰ ہیں(تفہیم القرآن جلداول صفحہ ۱۳۸)

(۴) یہاں مال میراث کی تقسیم کے وقت عوام کے قربیٰ کو بھی کچھ دینے کی سفارش کی گئی ہے ۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۳۲۴)

(۵) عدل و احسان کے ساتھ عوام کو اپنے ٱلۡقُرۡبَىٰ کی خبر گیری کا حکم دیا گیا ہے ۔(تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۵۶۴)

(۶) معلوم ہوا کہ مشرکوں کے بھی قربیٰ ہوتے ہیں اور مشرکین خواہ کسی بھی درجے کے ہوں ان کی مغفرت طلب کرنا ممنوع ہے۔(ایضاً صفحہ ۲۴۱)

(۷) "اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۰۰)

(۸) "خواہ کوئی ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۱۱)

(۹) "چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۲۸)

یہ تینوں مقامات (۷، ۸، ۹) بتاتے ہیں کہ عوام کے ٱلۡقُرۡبَىٰ سے غلطیاں ہوتی ہیں اور ان کی عزت ہر حال میں برقرار نہیں رہتی ۔ جبکہ زیر بحث " ٱلۡقُرۡبَىٰ " بلا کسی شرط کے ہر حال میں واجب المودۃ ہوتے ہیں ۔

(۱۰) "تم میں جو لوگ صاحب فضل اور صاحب مقدرت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ دار ، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ کی مدد نہ کریں گے "(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۳۷۲)

یہاں تک ان دس مقامات میں عوام کے ٱلۡقُرۡبَىٰ کا تذکرہ ختم ہو گیا مگر علامہ نے اپنا غلط ترجمہ ختم نہیں کیا ہے ۔ مگر اس آخری آیت میں ان سے اپنی عادت کے خلاف یہ غلطی ہو گئی کہ لفظ " أُوْلُواْ ٱلۡفَضۡلِ مِنكُمۡ وَٱلسَّعَةِ میں أُوْلُواْ کا ترجمہ صحیح کر دیا۔ اور پھر پکڑے گئے ۔

چوتھا استعمال: سربراہ اسلام اور خلیفہء خداوندی کو ان کا حق دینے کا تقاضا۔ قارئین جانتے ہیں کہ قریشی مسلمانوں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ علیؑ کو خلافت نہ دیں گے

افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ۚ فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخۡتِمۡ عَلٰی

باندھ لیا اس نے اوپر اللہ کے جھوٹ پس اگر چاہتا اللہ مہر رکھ دیتا اوپر

قَلۡبِکَ ؕ وَ یَمۡحُ اللّٰہُ الۡبَاطِلَ وَ یُحِقُّ الۡحَقَّ

دل تیرے کے اور مٹادیتا ہے اللہ جھوٹ کو اور ثابت کرتا ہے حق کو

بِکَلِمٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۲۴﴾ وَ ہُوَ الَّذِیۡ

ساتھ باتوں اپنی کے تحقیق وہ جانتا ہے سینے والی بات کو اور وہی ہے جو

اس وابستگی کا حکم اس نے اپنے پاس سے جھوٹ موٹ ایجاد کرکے اللہ کے ذمہ لگا دیا ہے ؟ اگر ہم چاہتے تو ایسا کرنے سے پہلے ہی تمہارے دل پر ایسے خیال کو روکنے کے لئے مہرلگا دیتے اور اللہ تو باطل چیزوں کو مٹاتا ہے چہ جائیکہ وہ رسولؐ کے منہ سے باطل بات نکلنے دے وہ تو اس کے ذریعہ اپنی باتوں سے حق کو مستحکم کرتا ہے اس لئے کہ وہی حقیقتاً سینے اور دلوں کی باتوں کا عالم ہے (۲۵) اور وہ

اور دن رات وہ علیؑ کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کر رہے تھے ۔ ادھر اللہ یہ چاہتا تھا کہ علیؑ کی خلافت و حکومت کا بار بار اور طرح طرح اعلان ہوتا چلا جائے ۔ چنانچہ رسوؐل پر کئی بار اعلان کرنے کے تقاضے ہوئے اور وہ تقاضے قرآن میں موجود ہیں (مثلاً مائدہ ۶۷ / ۵) یہاں اَلۡقُرۡبَیٰ کی بحث میں بھی دو مواقع پر اللہ نے سارے مسلمانوں کو مطلع رکھنے اور حقیقی خلافت الٰہیہ کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہجرت سے پہلے سے لے کر ہجرت کے بعد تک تقاضا کرتے ہوئے بات کو یوں واضح کیا ہے کہ : اور فرمایا کہ:

(۱) وَءَاتِ ذَا ٱلۡقُرۡبَىٰ حَقَّهُۥ وَٱلۡمِسۡكِينَ وَٱبۡنَ ٱلسَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيرًا ﴿٢٦﴾ (الإسراء: ۲۶ / ۱۷) (۲) فَـَٔاتِ ذَا ٱلۡقُرۡبَىٰ حَقَّهُۥ وَٱلۡمِسۡكِينَ وَٱبۡنَ ٱلسَّبِيلِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجۡهَ ٱللَّهِۖ وَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ﴿٣٨﴾ (روم ۳۸ / ۳۰)

ہمارا ترجمہ : ۱۔ اے رسوؐل اپنے قریبی عزیزوں میں جو مرد سب سے قریب ہے اسے اس کا حق دے دو اور مسکین اور مسافر کو بھی شامل رکھو اور صرف باتوں ہی باتوں سے پیٹ نہ بھر دیا کرو (۲۶ / ۱۷)

۲۔ چنانچہ اے رسوؐل تم اپنے القربیٰ والے شخص کو اس کا حق دے دو اور اس طرح تم مسکینی اور دولت کے لئے مارے مارے پھرنے (مسافر) کو روک دو لہٰذا اس القربیٰ والے شخص تک اس کا حق پہنچ جانا ان تمام انسانوں کی فلاح اور کامیابی کا بہترین سبب بنے گا جو وجہُ اللہ سے وابستہ رہنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں (۳۸ / ۳۰) ان آیات کی تفصیلی تشریح مذکورہ سورتوں میں ملاحظہ فرمائیں اور آئندہ ساری دنیا کو بتاتے رہیں کہ حقیقی القربیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم بلا کسی دوسرے لفظی سہارے کے صرف سورۂ شوریٰ (۲۳ / ۴۲) میں سامنے لائے گئے اور اس کا سبب یہ ہوا ہے کہ اس سورہ میں اللہ نے قریشی قسم کے مومنین کا مسلک و مذہب ،نظام مشاورت کو بتایا ہے لہٰذا ان کے نظام کے مقابلے میں ضروری تھا کہ ان حضرات کا تذکرہ کیا جائے جو اللہ کی حقیقی نیابت و خلافت و حکومت کے حامل ہیں اور جن کا تذکرہ مسلسل پہلی آیت سے ہوتا چلا آ رہا ہے ۔ ان کی مودت کو یہاں واجب قرار دیا گیا ہے تاکہ اسلام اختیار کرنے والا ہر شخص اس وقت تک ثمراتِ اسلام سے مستفید نہ ہو سکے جب تک وہ اللہ کے قائم اور واجب کردہ اس اجر کو ادا نہ کردے جو زیر بحث آیات(۲۲۔۲۳ / ۴۲) میں مفصل بیان ہوا ہے ۔ اور اسی اجر کو ادا نہ کرنے کی بنا پر مسلمانوں کا ایمان، عبادات اور دیگر تمام اسلامی افکار و اعمال بے نتیجہ ہی نہیں بلکہ ان کو لادینوں ، کافروں، مشرکوں، یہود ونصاریٰ کا مستقل بھکاری بنائے ہوئے ہیں ۔

(۱۶۔ ہ) آیت (۲۳ / ۴۲) میں آنحضرتؐ کے سوا کسی اور شخص کے رشتہ داروں کی مودت واجب نہیں کی ہے ۔

علامہ اینڈ کمپنی کا اس آیت (۲۳ / ۴۲) سے یہ سمجھنا اور اپنی تفہیم کے ذریعہ سے اُمت کو یہ سمجھانا کہ ”اللہ نے یہاں یہ حکم دیا ہے کہ ” تم لوگ اپنے اپنے رشتہ داروں سے مودت (یا بقول علامہ) محبت رکھا کرو“ اس لئے غلط اور باطل ہے کہ اس آیت (۲۳ / ۴۲) میں جن القربیٰ کی مودت واجب کی گئی ہے ان کے ساتھ کوئی ایسا لفظ نہیں لایا گیا جس سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ کس کے قربیٰ یا رشتے دار ہیں حتّٰی کہ یہ بھی نہیں کہا گیا کہ وہ رسوؐل کے رشتے دار یا قربیٰ ہیں ۔ وہاں تو ۔ اِلَّا الۡمَوَدَّۃَ فِی الۡقُرۡبٰی “(مگر القربیٰ میں محبت (بقول علامہ) یا مودت (بقول خدا) پھر رسوؐل اللہ کے مخاطبوں کے تمام رشتہ داروں سے

یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَ یَعۡفُوۡا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾ وَ یَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ یَزِیۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَ الۡكٰفِرُوۡنَ لَهُمۡ

قبول کرتا ہے توبہ بندوں اپنے کی اور معاف کرتا ہے برائیوں سے اور جانتا ہے جو کچھ کرتے ہو تم اور قبول کرتا ہے دعائیں ان لوگوں کی کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے اور زیادہ دیتا ہے ان کو فضل اپنے سے اور کافر واسطے ان کے

اپنے بندوں کی توبہ بھی قبول کرتا ہے اور ان کے برے کاموں کی طرف سے چشم پوشی بھی کرتا ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے رہتے ہو اس کی پوری تفصیل کا علم بھی رکھتا ہے (۲۶) اور اللہ ان لوگوں کی دعائیں اور تمنائیں قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے ان کے لئے فراوانیاں فراہم کرتا ہے جو مومن اور نیکو کار ہوتے ہیں اور رہ گئے حق کو چھپانے والے ان کے لئے تو شدت سے

مودت رکھنے کے حکم میں تمام اُمت اور اُمت کا ہر فرد داخل ہو جاتا ہے۔ اور یہ حکم اس لئے نہیں دیا جا سکتا کہ اس حکم یا اس آیت میں یہ تشخص و تعین نہیں ہے کہ مخاطب مومنین ہیں یا کافرین ہیں یا دونوں مخاطب ہیں۔ اگر ہم علامہ کے اس جملے کو صحیح سمجھ لیں تو رسولؐ کے مخاطب دشمنانِ اسلام ثابت ہوتے ہیں اس لئے کہ علامہ بطور اعتراض و طنز فرماتے ہیں کہ:

علامہ مودودی کے نزدیک اجر رسالت دشمنان اسلام سے مانگا گیا ہے۔ ''ہم دیکھتے ہیں کہ نبی پر نبی اٹھ کر اپنی قوم سے کہتا ہے کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے ...اس کے بعد یہ کہنے کا آخر کیا موقع ہے کہ ''میں اللہ کی طرف بلانے کا جو کام کر رہا ہوں اس کے عوض تم میرے رشتہ داروں سے محبت کرو''۔ پھر یہ بات اور بھی زیادہ بے موقع نظر آتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس تقریر کے مخاطب اہل ایمان نہیں بلکہ کفار ہیں اوپر سے ساری تقریر انہی سے خطاب کرتے ہوئے چلی آرہی ہے اور آگے بھی روئے سخن انہی کی طرف ہے۔ اس سلسلۂ کلام میں مخالفین سے کسی نوعیت کا اجر طلب کرنے کا آخر سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے؟ اجر تو ان لوگوں سے مانگا جاتا ہے جن کی نگاہ میں اس کام کی کوئی قدر ہو جو کسی شخص نے ان کے لئے انجام دیا ہو۔ کفار حضورؐ کے اس کام کی کون سی قدر کر رہے تھے؟ کہ آپ ان سے یہ بات فرماتے کہ یہ خدمت جو میں نے تمہاری انجام دی ہے اس پر تم میرے رشتہ داروں سے محبت کرنا۔ وہ تو الٹا اسے جرم سمجھ رہے تھے اور اس کی بنا پر آپ کی جان کے درپے تھے''(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۰۲)

علامہ نے مخالفین اسلام سے اجر طلب کرنے کو بڑی شدت سے بے موقع اور باطل ثابت کیا ہے۔

علامہ کا یہ بیان ان کے غیظ و غضب کا کھلا مظاہرہ ہے انہوں نے نہ صرف یہ تصدیق کر دی ہے کہ یہ اجر دشمنان اسلام اور دشمنان رسولؐ سے طلب کیا گیا تھا بلکہ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:

(۱) سورۂ شوریٰ کے مخاطب مسلمان نہیں بلکہ کفار و مخالفین اور رسولؐ کی جان کے دشمن لوگ ہیں۔ اور یہ کہ:

(۲) اجر ان لوگوں سے مانگنا چاہئے کہ جن کی خدمت کی جا رہی ہو اور وہ خدمت ان کو پسند بھی ہو۔ اور یہ کہ:

(۳) دشمنان خدا و رسولؐ سے اجر طلبی تمام انبیاؑ کی سنت اور اللہ کے احکام کے خلاف ہے اور

(۴) اپنے رشتہ داروں کی محبت بطور اجر رسالت طلب کرنا: ''اتنی گری ہوئی بات ہے کہ کوئی صاحب ذوق سلیم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو یہ بات سکھائی ہو گی اور نبیؐ نے قریش کے لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ بات کہی ہو گی''(ایضاً صفحہ ۵۰۲)

(۵) مگر علامہ کو پسند آئے یا ناگوار گزرے اللہ نے رسولؐ کو حکم دیا اور رسولؐ نے قریش کے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ: لَآ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِی الۡقُرۡبٰی

(۱۶۔د) سورۂ شوریٰ میں وہ مسلمان مذکور ہیں جو نظام مشاورت کو اپنا مسلک بنائے ہوئے تھے۔

ہم علامہ صاحب کو ان کے پورے بیان اور تمام شکوک وشبہات واعتراضات کا اطمینان بخش جواب دیں گے تا کہ ان کی تفہیم القرآن کے قارئین بھی مطمئن ہو سکیں۔ اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں کہ علامہ اینڈ کمپنی کس طرح قرآن کریم کے معانی ومفاہیم کو تبدیل کرتے ہیں۔

عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ

عذاب ہے سخت اور اگر کشادہ کرتا ہے اللہ رزق واسطے سب بندوں اپنے کے

لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا

البتہ سرکشی کرتے بیچ زمین کے ولیکن اتارتا ہے ساتھ اندازے کے جو کچھ

يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ وَ هُوَ الَّذِيْ

چاہتا ہے تحقیق وہ ساتھ بندوں اپنے کے خبردار ہے دیکھنے والا اور وہی ہے جو

عذاب دیا جانے والا ہے (۲۷) اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے سامانِ حیات و ترقی کی عمومی فراوانی پھیلا دے تو وہ سب دنیا میں ضرور سرکشی اور بغاوت اختیار کرلیں ولیکن رزق کے معاملے میں ایک مشیتی مقدار مقرر ہے جو اس کے بندوں کو ملتی رہتی ہے اور یہ اس لئے کہ وہ اپنے بندوں کے حالات کو دیکھنے والا خبردار رہنے والا ہے ۔ (۲۸) اور وہی ہے جو

(ا) سورۂ شوریٰ میں کافروں منافقوں یا مشرکوں سے اور یہود و نصاریٰ سے خطاب نہیں اجتہادی مسلمان مخاطب ہیں۔

یہاں سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ اس سورۂ شوریٰ میں کہیں بھی ۔ يَـٰٓأَيُّهَا کہہ کر کافروں یا منافقوں یا مشرکوں یا یہود و نصاریٰ کو خطاب نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس میں ہر جگہ مسلمان مخاطب ہیں مثلاً کیا ہم اس جملے سے مخاطب کئے جانے والوں کو کافر یا منافق یا مشرک یا یہود و نصاریٰ سمجھنے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں جہاں فرمایا کہ:شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا ... (الشوریٰ: ۱۳ / ۴۲) یا جہاں یہ فرمایا کہ: وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ...(الشوریٰ: ۳۸ / ۴۲)

رہ گیا بطور تذکرہ کہیں خود ساختہ اولیا کا ذکر ہونا (۹۔۶ / ۴۲) یا کہیں مشرکوں پر کسی خاص دعوت کا گراں گزرنا (۱۳ / ۴۲) یا یہ کہ کہیں ظالموں کے لئے عذاب کا اعلان کیا گیا ہو (۲۱ / ۴۲) یہ باتیں ثابت نہیں کرتیں کہ :

''اس تقریر کے مخاطب اہل ایمان نہیں بلکہ کفار ہیں اوپر سے ساری تقریر انہی سے خطاب کرتے ہوئے چلی آ رہی ہے اور آگے بھی روئے سخن انہی کی طرف ہے۔''

اگر علامہ یہ فرماتے کہ'' اس تقریر میں کافروں ،مشرکوں اور ظالموں کا تذکرہ ہوتا چلا آیا ہے اور اس کے بعد بھی ان کا ذکر جاری ہے '' تو ہم سو فیصد متفق ہو جاتے ۔ لیکن ان کا اس بالواسطہ تذکرہ کو ''خطاب'' قرار دینا یا انہیں ''مخاطب'' فرمانا سو فیصد غلط ہے ۔ خطاب میں يَـٰٓأَيُّهَا کا آنا لازم ہے اس کے بغیر سب کچھ ہو سکتا ہے خطاب نہیں ہوتا۔ بہرحال ہمارا اور خود علامہ کا موقف یہ ہے کہ قریش ''بگڑے ہوئے مسلمان تھے '' اور یہ کہ ۲۔ ہر وہ آدمی کافر ہے جو کسی بھی حقیقت کو چھپائے ۔۳۔ اور یہ کہ کافر کے اصلی معنی چھپانے والے کے ہیں ۴۔ اور یہ کہ قریش اللہ کو، رسالت کو، قیامت کو، وحی کو، ملائکہ کو ،اللہ کے خالق و مالک و رب العالمین ہونے کو اور موت و زیست پر قادر ہونے کو مانتے تھے ۔۵۔ لیکن اللہ کے ساتھ ساتھ تقرب خداوندی کے لئے اپنے مردہ لیڈروں کے مجسموں کو اور زندہ لیڈروں کے وجود کو لازم سمجھتے تھے اور اسی طرح مشرک تھے جیسے علامہ کے نزدیک آج تمام وہ مسلمان (شیعہ سنی) مشرک ہیں جو کسی بھی انسان کو مشکل کشاء ، دستگیر غوث اعظم، داتا غریب نواز وغیرہ مانتے ہوں ۔ جس طرح اور جس دل سے اور جس عقیدہ کے ماتحت علامہ ان تمام مسلمانوں کو آج مشرک کہتے ہیں باوجودیکہ ان میں تہجد گزار نماز و روزہ کے پابند حاجی مولانا مجتہد لیڈر اور مسٹر و مُلاّ بھی موجود ہیں ۔ اسی طرح مگر قرآن کے بیانات کے مطابق قریشی مسلمانوں کو ان کے لیڈروں اور علما کو مشرک، ظالم ، کافر ، غاصب، فاسق ، باغی ، طاغی اور جہنمی مانتے ہیں حالانکہ وہ عابد بھی تھے زاہد بھی ، حاجی تھے عمری بھی،نمازی بھی تھے تہجد گزار بھی۔ زکوٰۃ بھی دیتے تھے خیرات و صدقات بھی ۔ ان میں خلفا بھی تھے سلطان بھی ان میں مہاجر بھی تھے انصار بھی۔ اور ابھی چند صفحات کے بعد قارئین کو معلوم ہو گا کہ یہ سورۂ اسم بامسمّٰی ہے ۔ یعنی اس سورہ میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو قرآن اور اسلام کے باوجود نظام مشاورت کو اپنا دین و مسلک و مذہب یقین کرتے تھے ۔ اور یہ تمام مسلمان تھے فرق یہی تھا کہ وہ اپنے لیڈروں کے مشوروں اور تجربوں کی روشنی میں اللہ ، رسوؐل اور قرآن کو مانتے تھے اور ہر اس حکم، عقیدے اور فیصلے کے منکر تھے جس میں ان کے لیڈر متفق نہ تھے ۔ اور یہی سب کچھ دکھانے کے لئے ہم نے اپنا یہ ترجمہ و تفہیم پیش کی

یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ یَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَ

اتارتا ہے مینہ پیچھے اس کے کہ نا امید ہوئے اور پھیلاتا ہے رحمت اپنی اور

هُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ

وہی ہے دوست تعریف کیا گیا اور نشانیوں اس کی سے ہے پیدا کرنا آسمانوں کا

وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَ هُوَ عَلٰی

اور زمین کا اور جو کچھ پھیلایا ہے بیچ ان کے جانوروں سے اور وہ اوپر

لوگوں کے ناامید و مایوس ہوجانے کے بعد بھی بارش برسا دیتا ہے اور اپنی رحمت ہی رحمت چاروں طرف پھیلا دیتا ہے اور وہی حقیقی ہمدرد حاکم اور ممدوح ہے (۲۹) اور زمینوں اور آسمانوں کا پیدا کرنا اور ان دونوں کے درمیان کی چلنے والی مخلوقات کا نشوونما بھی اللہ ہی کے معجزات میں سے ہے۔ اور اللہ ان سب کو جب چاہے حساب کے لئے ایک جگہ

ہے۔ وہ اللہ کے نازل کردہ خالص احکام کو نافذ نہ کرنے کی بنا پر کافر کہلائے۔ (مائدہ ۴۴ / ۵) اور مجتہدانہ احکام نافذ کرنے کی وجہ سے ظالم کہلائے (مائدہ ۴۵ / ۵) اور عقائد و اعمال و عبادات میں لیڈروں کے اجماع کو دلیل شرعی بنانے کے صلے میں فاسق کہلائے (مائدہ ۴۷ / ۵) اور تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۷۵ تا ۴۷۶ وغیرہ)
انہوں نے اپنے لئے حکومت الٰہیہ اور اقتدارِ خداوندی میں شرکت اور اپنا حصہ مانگا (آل عمران ۱۵۴ تا ۱۵۲ / ۳، تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۹۴ تا ۲۹۶ وغیرہ) اس لئے مشرک کہلائے۔ لہٰذا سورۂ شوریٰ میں ابتدا سے انتہا تک واقعی کافروں، مشرکوں، ظالموں فاسقوں وغیرہ وغیرہ کا تذکرہ ہوا ہے۔ مگر وہ سب قرآن میں مومن کہہ کر مخاطب کئے گئے ہیں (نساء ۱۳۶ / ۴) جو اللہ کو مانتے ہوئے، رسوؐل کو مانتے ہوئے، قرآن کو مانتے ہوئے، سابقہ تمام کتابوں پر ایمان لانے کے باوجود مومن نہ تھے (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۰۷) یہ سب مسلمان قریشی مسلمان تھے یا قومی مسلمان تھے۔ یا اجتہادی مسلمان تھے اور ان ہی سے سورۂ شوریٰ میں بقول علامہ خطاب رہا ہے۔ اور منکرین اسلام سے نہیں بلکہ نام نہاد مومنین سے اجر طلب کیا گیا ہے اور یہ نہ گری ہوئی بات ہے نہ بُری بات یا خلاف توقع اور بے موقع بات ہے۔ ان خبیثوں کو صرف اور صرف اور محض اور خالص اَلْقُرْبٰى کا انکار تھا۔ اس انکار کے لئے انہوں نے کلام اللہ سے اختلاف کیا (۱۰ / ۴۲) آیتوں میں بحثیں کیں (۳۵ / ۴۲) قرآن اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا اور طرح طرح کے فرقے بنا دیئے (۱۴، ۱۳ / ۴۲) ان سے کہا گیا کہ اگر تم "اَلْقُرْبٰى" کی دشمنی ترک کرکے اپنے اوپر ان کی مودت کو واجب کرلو تو تمہیں اس اَلْفَضْلُ الْكَبِیْرُ سے نوازا جاسکتا ہے۔ (۲۲ / ۴۲) قارئین سوچیں کہ ایسے مسلمانوں سے یہ اجر طلب کرنا کیوں غلط اور بے موقع اور گری ہوئی بات ہے؟

(۲) اگر اجر کا طلب کرنا بے محل و بے موقع اور گری ہوئی بات ہے تو اللہ کا حکم باطل ہو گیا۔

اور اگر یہ غلط، بے موقع اور اب بھی گری ہوئی بات ہے تو یہ بتائیے کہ اللہ نے یہ جانتے ہوئے کہ بقول علامہ رسوؐل کے مخاطب دشمنان اسلام ہیں بات مخالفین اسلام سے ہو رہی ہے جو رسوؐل کی خدمت و محنت و رسالت کو جرم سمجھتے ہیں۔ اس نے رسوؐل کو کیوں حکم دیا کہ:
قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى ؕ ﴿۲۳﴾ الشوریٰ "کہہ دو کہ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں البتہ قرابت کی محبت ضرور چاہتا ہوں۔" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۰۰)
اور کیوں رسوؐل کو کفار کی نظروں میں حقیر کرایا؟ اور کیوں کفار کے ایک عالم کو یہ موقع دیا کہ وہ شدید غیظ و غضب کے عالم میں اس اجر طلبی کو ناقابلِ برداشت اور ذوقِ سلیم سے گری ہوئی بات قرار دے؟ اور جب علامہ "القربیٰ" کی جگہ اسے "عام اہل قرابت" کی محبت قرار دیتے ہیں تو بات یہ ہوئی کہ اللہ نے رسوؐل کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کی محبت بطور اجر رسالت طلب کریں بلکہ بقول علامہ یہ کہا تھا کہ: "اے رسوؐل ان سے کہہ دو کہ میں تم سے تمہارے لئے یہ تمہارا ناپسندیدہ کام کرنے پر اور کوئی اجر نہیں مانگتا البتہ تم سے یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تم قرابت سے تو محبت کیا کرو۔"
یہاں دو صورتیں اس محبت کے لئے سامنے آتی ہیں اوّل یہ کہ:

جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾ وَ مَآ اَصَابَكُمْ

اکٹھا کرنے ان کے کے جس وقت چاہے گا قادر ہے اور جو کچھ کہ پہنچتی ہے تم کو

مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ

مصیبت سے پس بسبب اس چیز کے ہے کہ کمایا ہاتھوں تمہارے نے اور

يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ

معاف کرتا ہے بہت چیزوں سے اور نہیں تم عاجز کرنے والے بیچ زمین کے

اکٹھا کرلینے پر بھی قدرت رکھتا ہے(۳۰) اور تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تمہاری اپنی کرتوت اور تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے باوجودیکہ تمہارے بہت سے اعمال سے چشم پوشی کرتا رہتا ہے ۔ (۳۱) اور یہ سمجھ لو کہ اس زمین پر تم لوگ اللہ کو عاجز و بے بس نہ کرسکو گے

''میں تم سے یہ چاہتا ہوں کہ میں بھی تو تمہارے قرابتداروں یا رشتہ داروں میں سے ایک رشتہ دار ہوں تم کم از کم اس رشتہ داری کا خیال کرکے مجھے ستانا چھوڑ دو''

اگر یہ بات اور یہ صورت مان لی جائے تو یقین کیجئے کہ ایک رسولؐ ہی کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر غیور اور ذوقِ سلیم رکھنے والے بلکہ عقلِ سلیم رکھنے والے شخص کے لئے یہ بڑی ہی نامردی ، بے غیرتی اور بے عزتی اور بے عقلی کی بات ہو گی ۔ اس لئے کہ انہیں یہ سب کچھ معلوم ہے ۔ یعنی اگر (معاذ اللہ) قریش آنحضرتؐ کے عزیز و اقرباء اور اہلِ خاندان و اہلِ قبیلہ ہیں تو یہ بات تو قریش کو روز اوّل سے معلوم تھی ۔ معلوم کو معلوم کرانا جہالت ہے ۔ اور حق کی حمایت میں بزدلی دکھانا بھی اچھی بات نہیں ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہو کہ :

''ان سے کہہ دو کہ تم اپنے قرابت داروں سے محبت کیا کرو''یہ صورت قطعاً فطری ہے۔ ہر شخص فطری طور پر اپنے اہلِ قرابت سے محبت رکھتا ہی ہے ۔اس لئے ایسا حکم دینا اور ایسا اجر طلب کرنا سعیٔ حاصل اور احمقانہ بات ہے ۔ اور یہ وہ بات ہے جو بقول قرآن وہ پہلے سے کرتے آئے ہیں اور اللہ نے اسکی ممانعت کی ہے نہ کہ اسے بطور اجر طلب کیا ہو ؟

(۱۶ ۔ ز) قریشی مسلمان دشمنانِ خدا کو اپنے حکمران بنائے ہوئے، خفیہ طور پر ان سے مودۃ رکھتے تھے ۔

اللہ کی بات سنئے اورعلامہ اینڈ کمپنی کو جھنجوڑ کر قرآن سنائیے اور بتائیے کہ عہد رسولؐ کے قریشی مسلمانوں کا مشرکانہ اسلام اور ان کا مجتہدانہ عمل درآمد یہ تھا کہ ان سے کہا گیا کہ :

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ عَدُوِّى وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا۟ بِمَا جَآءَكُم مِّنَ ٱلْحَقِّ يُخْرِجُونَ ٱلرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ ۙ أَن تُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَـٰدًا فِى سَبِيلِى وَٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِى ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَأَنَا۠ أَعْلَمُ بِمَآ أَخْفَيْتُمْ وَمَآ أَعْلَنتُمْ ۚ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ ﴿١﴾ (الممتحنہ ۱ / ۶۰)

''اے مومنین تم اپنے اور میرے دشمنوں کو اپنا سرپرست حکمران سمجھنا چھوڑ دو تم تو ان کے ساتھ برابرپوری پوری مودۃ سے پیش آ رہے ہو ۔اور یہ سب کچھ ایسی حالت میں بھی برقرار رکھ رہے ہو کہ انہوں نے تمہارے پاس آئی ہوئی حقیقت کو چھپا ڈالنا طے کر رکھا ہے ۔ تمہیں بھی اور رسولؐ کو بھی شہر سے نکال دیا ہے ۔ اس لئے کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے ہو ۔ کہنے کو تو تم میری خوشنودی کے لئے میری راہ میں جہاد کرنے چلے ہو لیکن اب بھی ان دشمنوں سے خفیہ ساز باز اور مکمل مودۃ قائم کئے ہوئے ہو ۔ حالانکہ میں تمہاری پوشیدہ کارروائیوں کو بھی خوب جانتا ہوں اورجو کچھ تم لوگ دکھاوے کے لئے اعلانیہ کرتے ہو اس کا بھی عالم ہوں۔ اور سنو تم میں سے جو کوئی بھی یہ رویہ جاری رکھے گا وہ موزوں راستہ سے یقیناً بھٹک جائے گا۔ (سورۃ الممتحنہ ۱ / ۶۰)

قارئین اس اکیلی ہی آیت میں آپ ان مومنین کا مشرک ہونا دیکھ لیں یعنی وہ نہ صرف یہ کہ خدا کے علاوہ انسانوں کو اپنا ولی بناتے تھے بلکہ دشمنانِ خدا کو اولیا بنائے ہوئے تھے ۔ لہٰذا علامہ کے سینکڑوں بیانات اور فیصلوں کے مطابق وہ تمام قریشی مومنین مشرک تھے پھر وہ اللہ کے دشمن بھی تھے اس لئے کہ اللہ کی مرضی اور حکم کے خلاف دشمنانِ خدا کو اپنا حکمران یا

وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ

اور نہیں واسطے تمہارے سوائے اللہ کے کوئی دوست اور نہ مدد دینے والا اور

مِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ

نشانیوں اس کی سے کشتیاں ہیں چلنے والیاں بیچ دریا کے مانند پہاڑوں کے اگر چاہے

يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تمہارے کھے باؤ کو پس ہو جاویں تمہیں ہوئیں اوپر پیٹھ اس کی کے تحقیق بیچ اس کے

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ

البتہ نشانیاں ہیں واسطے ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے یا ہلاک کرے ان کو

اور تمہارے لئے اللہ کے علاوہ نہ کوئی حقیقی و ہمدرد حکمران ہو گا اور نہ کوئی نصرت کرنے والا ہو گا ۔ (۳۲) اور سمندروں میں چلنے والے یہ پہاڑوں کی مانند جہاز بھی تو اللہ کے معجزات میں سے ہیں ۔ (۳۳) اور اللہ اگر چاہے تو وہ ہوا کو بند کردے اور یہ جہاز سمندر کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ ان تمام حالات میں یقیناً اللہ کے معجزانہ قوانین موجود ہیں صبر و شکر کرنے والوں کے لئے (۳۴) یا یہ کہ جہازوں میں سوار لوگوں کو ان کی بری کمائی کے

ولی بنائے ہوئے تھے اور ان سے مودۃ رکھتے تھے ۔ پھر وہ اللہ اور حقیقی مومنین کو دھوکہ بھی دیتے تھے یعنی اپنی ساز باز اور مودۃ و ولایت کو خفیہ رکھتے تھے ۔ پھر وہ نظام طاغوتی پر بھی کاربند تھے یعنی اللہ ، رسوؐل اور قرآن کو اپنے اولیا یا لیڈروں کی صوابدید سے مانتے تھے اور ان کے فیصلوں کو اللہ و رسوؐل اور قرآن کا فیصلہ سمجھتے تھے ۔ لہٰذا خالص مُنزّل مِنَ اللہ احکام کو نہ ماننے کی بنا پر وہ کافر ،ظالم اور فاسق تھے (مائدہ ۴۷ تا ۴۴ / ۵) بتائیے سورۂ شوریٰ میں مذکور لوگوں میں اور اس آیت کے موصوف لوگوں میں کیا فرق ہے؟ اگر وہ مخالفین اسلام اور کافر تھے ؟ اگر وہ رسوؐل کی جان کے دشمن تھے ؟ اگر وہ مشرک تھے تو یہ بھی وہی کچھ ہیں جو وہ تھے ۔ البتہ اتنا فرق ضرور ہو گیا کہ سورۂ الممتحنہ میں ان کو "اے مومنین" فرمایا گیا اور علامہ کی مرضی کے خلاف یہ ثابت ہو گیا کہ آیت (۲۳ / ۴۲) میں عام لوگوں کے قربیٰ یا رشتہ داروں کی مودت کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ ہر اس آدمی سے مودت و ولایت کا رشتہ رکھنا منع اور حرام ہو گیا جو مومنین کا یا اللہ کا دشمن ہو ۔

(۱۶۔ح) مودۃ اپنے رشتہ داروں کی بھی واجب نہیں ہے ۔کیوں ؟

اور اب یہ دیکھ لیں کہ مومنین کے رشتہ داروں ، والدین ، اولاد و ازواج کے لئے بھی مودۃ رکھنا واجب نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ:

"اے مومنین یہ ایک حقیقت ہے کہ تمہاری بیویوں میں اور تمہاری اولاد میں تمہارے دشمن بھی ہیں چنانچہ تم ان سے بچ کر رہا کرو اور اگر تم چشم پوشی اور فراخدلی سے کام لے کر انہیں اصلاح کا موقع دینے کے لئے بخش دیا کرو تو یہ سمجھ لو کہ اللہ اسی لئے غفور اور رحیم ہے"

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ مِنۡ أَزۡوَٰجِكُمۡ وَأَوۡلَٰدِكُمۡ عَدُوّٗا لَّكُمۡ فَٱحۡذَرُوهُمۡۚ وَإِن تَعۡفُواْ وَتَصۡفَحُواْ وَتَغۡفِرُواْ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٌ ﴿١٤﴾ (تغابن ۱۴ / ۶۴)

قارئین بتائیں کہ ایسے حالات میں لوگوں پر ان کے اپنے اقرباء کی مودۃ کیسے مستقلاً واجب کی جا سکتی تھی ؟ اور جب کہ تمام انسانوں کو یہ بتا دیا ہو کہ: ءَابَآؤُكُمۡ وَأَبۡنَآؤُكُمۡ لَا تَدۡرُونَ أَيُّهُمۡ أَقۡرَبُ لَكُمۡ نَفۡعٗاۚ ﴿١١﴾ (نساء ۱۱ / ۴)

تم لوگ مادی و محسوس دلیل کے ساتھ یہ نہیں جان سکتے کہ تمہارے باپ داداؤں میں سے اور تمہارے بیٹوں پوتوں میں سے تمہیں نفع پہنچانے میں کون شخص تمام اقرباء میں سب سے زیادہ قریب ترہے۔ "مطلب یہ ہے کہ تمہیں بغیر آزمائش کے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون سا رشتہ دار مفید ہے اور کون نقصان پہنچانے والا ہے اور کون دشمن ہے اور کون دوست ہے ۔لہٰذا جن لوگوں نے مع علامہ کے یہ سمجھا ہے کہ اللہ نے ان لوگوں کو اپنے اپنے اقرباء سے مودۃ کرنے کا حکم دیا ہے انہوں نے قرآن کے خلاف سمجھا ہے اور چونکہ یہ سمجھ ٱلۡقُرۡبَىٰ کی ضد میں اور انہیں محروم کرنے کے لئے ابلیس نے دی ہے لہٰذا یہ کوئی نئی بات نہیں دشمنانِ انبیاءؑ و آئمہؑ ہمیشہ یہ کام کرتے آئے ہیں (فرقان ۳۱ / ۲۵) اور اسی سمجھ اور اسی غرض نے پورے قرآن کو مہجور کرانے کا اہتمام کیا تھا (۳۰ / ۲۵) اور اس کی ابتدا دو یاروں نے کی تھی (۲۹ تا ۲۷ / ۲۵)

بِمَا كَسَبُوْا وَ يَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ؀ وَّ يَعْلَمَ الَّذِيْنَ

بسبب اس کے کہ جو کمایا ہے اور معاف کرے بہتوں سے اور تو کہ جانیں وہ لوگ کہ

يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ؀ فَمَآ

جھگڑتے ہیں بیچ نشانیوں ہماری کے نہیں واسطے ان کے جگہ بھاگنے کی پس جو کچھ

اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ

دئے گئے ہو تم کسی چیز سے پس فائدہ ہے زندگانی دنیا کا اور جو کچھ نزدیک اللہ کے ہے

خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى

بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والا ہے واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اور اوپر

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ؀ وَ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ

پروردگار اپنے کے توکل کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور

الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ؀ وَ الَّذِيْنَ

بے حیائیوں سے اور جس وقت کہ غصہ ہوتے ہیں وہی بخش دیتے ہیں اور وہ لوگ کہ

اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَ اَمْرُهُمْ

قبول کیا انہوں نے واسطے پروردگار اپنے کے اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور کام ان کا

شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ؀

مشورت ہے درمیان ان کے اور اس چیز سے کہ دی ہے ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں

کثیر حصہ سے چشم پوشی کرتے ہوئے بھی اتنا قلیل حصہ رہے گا کہ ان کو بدلے میں تباہ کرڈالے (۳۵) اور اس وقت ہماری آیات میں بحثیں نکالنے والوں کو معلوم ہو کہ ان کے لئے بھاگنے اور بچنے کی کوئی جگہ نہیں ہے (۳۶) جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا فنا ہوجانے والا سامان ہے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں ان کے لئے اللہ کے یہاں جو سامان ہے وہ بہتر بھی ہے اور ہمیشہ برقراررہنے والا بھی ہے۔ (۳۷) اور وہ لوگ جو بڑے بڑے گناہوں سے اور بڑی بڑی بے حیائیوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور جب لوگوں پر غضبناک ہوتے ہیں تو بخش بھی دیتے ہیں (۳۸) اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار کے لئے قبول کرلیا ہے اور جو کہ نماز بھی قائم کرتے ہیں اور ان کا مسلک و مذہب آپس کا نظام مشاورت ہے اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دے رکھا ہے اس میں سے انفاق کے بھی قائل اور عامل ہیں۔

(۱۷) آیات (۴۱ تا ۳۷ / ۴۲) میں قریشی علما اور عوام کا مکتب فکر اور نظام مشاورت بیان ہوا ہے۔

یہ وہ آیات ہیں جن پر علامہ کے بزرگوں اور ان کے علما و دانشوروں کے خود فہمیدہ یا خود ساختہ اسلام کا دارومدار ہے اور جسے قائم کرلینے کو وہ لوگ اسلامی نظام قائم کرلینا کہتے چلے آئے ہیں اور جس کے قیام کی آج بھی سرتوڑ کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان آیات کے متعلق علامہ مودودی نے سینہ تان کر بڑے لمبے چوڑے قصیدے لکھے ہیں لیکن ہم ان آیات میں مذکور لوگوں کو ابلیسی یا طاغوتی نظام قائم کرنے والے قرار دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اللہ نے ان آیات میں بڑے تھرڈ کلاس لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ اور آیات کے الفاظ سے ثابت ہے کہ اس گروہ کا اللہ رسولؐ اور قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قارئین ہمارا ترجمہ دیکھ کر یہ فیصلہ کریں کہ آیا ہم نے ترجمہ میں کوئی زیادتی کی ہے یا نہیں کی ہے۔ اللہ نے ان لوگوں کی ایک صفت یہ بیان کی ہے کہ "وہ بڑے بڑے گناہوں اور بڑی بڑی بے حیائیوں سے بچتے ہیں" یعنی چھوٹے گناہوں کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے۔ اور اگر اللہ کا یہ منشاء ہوتا کہ وہ چھوٹے بڑے ہر گناہ اور بے حیائی سے بچتے ہیں تو ایک لفظ زیادہ کہنے کے بجائے یہ فرمایا جاتا کہ: يَجْتَنِبُوْنَ الْاِثْمِ (وہ گناہوں سے بچتے ہیں) یعنی اللہ نے ایک لفظ بھی زیادہ بولا اور بات بھی وہ نہ ہوئی جو نظام مشاورت کے مریدوں کا دل چاہتا تھا۔ بہرحال معلوم ہوا کہ جن لوگوں کی بات ہورہی ہے وہ لوگ تھرڈ کلاس کے گناہگار لوگ ہیں۔ جو دن رات گناہان صغیرہ اور عام بے حیائی کے کاموں میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور آگے چل کر

(۳۹) اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جب اُن کو اُن کے مسلک کے خلاف کوئی زیادتی معلوم ہوتی ہے تو آپس میں ایک دوسرے سے نصرت طلب کرکے بدلہ لے لیتے ہیں ۔ (۴۰) اور قانون یہ ہے کہ برائی کی جزا میں برائی کرنے والے کے ساتھ اس کی برائی کی مثل برائی کی جائے گی ۔ چنانچہ اگر کوئی برائی کرنے والے سے چشم پوشی کرکے اصلاح کا طالب ہو تو اس کا اجراللہ کے ذمہ ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ ان کو پسند نہیں کرتا

وَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور واسطے ان لوگوں کے کہ جب پہنچتی ہے ان کو چڑھائی وہ بدلا لیتے ہیں

وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ

اور بدلا برائی کا برائی ہے مانند اس کی پس جس شخص نے معاف کیا اور صلح کی

فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

پس ثواب اس کا اوپر اللہ کے ہے تحقیق وہ نہیں دوست رکھتا ظالموں کو

یہ بتایا گیا ہے کہ وہ بقول علامہ اپنے تمام معاملات آپس کے مشورے سے کرتے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ ان کا گناہان صغیرہ اور روزمرہ کی بے حیائی میں مبتلا رہنا بھی آپس کے مشورے سے طے شدہ ہے ۔ یعنی ان کی کثرت کا فیصلہ بلکہ اجماعی فیصلہ و فتویٰ یہ ہے کہ چھوٹے گناہ اور چھوٹی بے حیائیاں جائز ہیں ۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ)

(۱۷۔ الف) نظامِ مشاورت نے اسلام میں گناہانِ صغیرہ کو کس طرح جائز قرار دیا؟ قرآن میں علامہ کا اجتہاد۔

قارئین ہماری گفتگو ابھی سنجیدہ نہیں ہے یہاں تو سرسری طور پر یہ دکھانا ہے کہ قریشی علما نے کس طرح دین میں یہ ترقی کی تھی کہ ایک ایک دن میں کئی کئی ہزار انسانوں کو قتل کردیتے تھے اور اس قتل عام کو اسلام کی خدمت سمجھتے تھے ۔ یہ خدمت آج بھی ایران میں کی جارہی ہے،اور قریشی مذہب کے لوگ اسے عین اسلامی طریقہ سمجھ رہے ہیں ۔ اس بھیانک نتیجہ تک پہنچنے کے لئے علامہ اینڈ کمپنی نے سورۂ شوریٰ کی زیر بحث آیت (۳۷ / ۴۲) کی تشریح کے لئے حاشیہ نمبر ۵۸ میں فرمایا کہ اس تشریح تفہیم القرآن جلد اوّل سورۂ النساء کے حواشی نمبر ۵۳ و نمبر ۵۴ میں ملے گی ۔ چنانچہ جلد اوّل میں حاشیہ نمبر ۵۳ کہتا ہے کہ:
''یعنی ہم (اللہ۔احسنؔ) تنگ دل اور تنگ نظر نہیں ہیں ۔ کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر پکڑ کر اپنے بندوں کو سزا دیں ۔ اگر تمہارا نامہ اعمال بڑے جرائم سے خالی ہو تو چھوٹی چھوٹی خطاؤں کو نظر انداز کردیا جائے گا ۔ اور تم پر فرد جرم لگائی ہی نہ جائے گی ۔ البتہ اگر بڑے جرائم کا ارتکاب کرکے آؤ گے تو پھر جو مقدمہ تم پر قائم کیا جائے گا اس میں چھوٹی خطائیں بھی گرفت میں آجائیں گی۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بڑے گناہ اور چھوٹے گناہ میں اصولی فرق کیا ہے ؟ جہاں تک میں نے قرآن اور سنت میں غور کیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے (واللہ اعلم بالصواب) کہ تین چیزیں ہیں جو کسی فعل کو بڑا گناہ بناتی ہیں ''(تفہیم القران جلد اوّل صفحہ ۳۴۶)
اس بیان میں علامہ نے پہلے جملوں میں بات کو ہلکا کرنے اور اللہ کی فراخدلی دکھانے کے لئے چھوٹے گناہوں کو چھوٹی چھوٹی باتیں بنایا ۔ اور یوں چھوٹے گناہوں کو فرد جرم سے خارج کر دیا ۔ اور بات جب آگے بڑھی تو پھر چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوٹے گناہ قرار دے دیا گیا اس کے بعد چھوٹے اور بڑے گناہوں کو چھوٹا بڑا کرنے کی ترکیب بتا دی تا کہ جب ضرورت ہو اس ترکیب کو استعمال کرکے گناہانِ کبیرہ کو گناہانِ صغیرہ بنا دیا جائے اور پھر دوسری کروٹ میں گناہان صغیرہ کو ناقابل التفات چھوٹی چھوٹی باتیں کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے اور یوں قریشی مذہب کے لوگوں کا ہر گناہ ختم ہو جائے ۔

وہ آیت جسے بدل کر چھوٹے گناہ جائز کرلئے گئے ہیں ۔ بہرحال وہ آیت جس سے تمام چھوٹے گناہ اللہ کی طرف سے جائز کردیئے گئے اسے علامہ کے ترجمے کی ساتھ دیکھتے چلیں ارشاد ہے ۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ﴿۳۱﴾ (نساء ۳۱/ ۴)

علامہ کا ترجمہ: ''اگر تم ان بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جارہا ہے تو تمہاری چھوٹی موٹی برائیوں کو ہم تمہارے حساب سے ساقط کردیں گے ''(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۴۶)

آیت میں ردو بدل ۔ اس آیت میں لفظ گناہ کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے یعنی نہ لفظ اِثْمٌ ہے نہ عِصْيَان ہے علامہ نے خود ہی یہ اضافہ کرلیا ہے ۔پھر اس آیت میں الفاظ چھوٹی موٹی بھی نہیں ہیں ۔ وہاں تو صرف یہ فرمایا گیا تھا کہ :

جو خالص احکام قرآن کو ناپسند کرتے ہیں(۴۵ / ۵) (۴۱) اور جو کوئی اپنے اجتہادی احکام سے ظلم کرکے اس کے تدارک میں اجتماعی نصرت کردے ان لوگوں پر کچھ باز پرس نہ ہوگی ۔ (۴۲)باز پُرس ان ہی پر ہونا طے شدہ ہے جو لوگوں کے ساتھ اللہ کے مقررکردہ احکام کے خلاف سلوک کرتے ہیں اور زمین پر اللہ کے خلاف بلاکسی استحقاق کے بغاوت پھیلاتے ہیں وہی لوگ ہیں

وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا

اور البتہ جس نے بدلہ لیا پیچھے مظلوم ہونے اپنے کے پس یہ لوگ نہیں

عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۞ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ

اوپر ان کے کچھ راہ ملامت سوائے اس کے نہیں راہ اوپر ان لوگوں کے ہے کہ

يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ

ظلم کرتے ہیں لوگوں پر اور سرکشی کرتے ہیں بیچ زمین کے ناحق یہ لوگ

"جن جن سے تمہیں منع کیا جا رہا ہے اگر تم ان میں سے (کم از کم) بڑوں بڑوں سے ہی بچ کر رہو تو ہم تمہاری برائیوں کو چھپا (نُکَفِّرۡ) دیں گے " مطلب یہ کہ "اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ مومنین ہر ناپسندیدہ اور خطرناک سے بچ کر رہا کریں لیکن قدیم سے چلے آنے والے رشتے اور تعلقات کے الجھاؤ کی بنا پر اگر ہر ایک سے قطع تعلق نہ کر سکیں تو فی الحال کم از کم بڑوں بڑوں سے توضرور ہی کنارہ کش ہو جائیں تاکہ معاشرت کے برے پہلوؤں کو بڑوں بڑوں سے کنارہ کشی کے ثمرات سے زائل کر دیا جائے ۔" اور یہ بالکل فطری ہے کہ جب ہم بڑوں کو ناقابل توجہ اور قابل نفرت مان کر ان سے عملاً نفرت کریں اور تعلق ہی نہ رکھیں تو چھوٹے تو خو دبخود ہم سے الگ ہو جائیں گے اس لئے کہ ان کو اپنے بڑوں سے نفرت کرنا پسند نہیں آسکتا۔ مثلاً اگر کوئی شخص ہمارے بزرگوں (بڑوں) سے کھل کر اظہار نفرت کرتا ہو ، ان سے ملاقات اور تعلق نہ رکھتا ہو تو ہم ایسے شخص کو پسند نہیں کر سکتے اور اس سے تعلق رکھنے کو اپنے بزرگوں کی توہین سمجھیں گے ۔ یعني یہ چھوٹی سی بات (آیت) مسلمانوں کو مخالف محاذ کے پروپیگنڈے ، بہکانے اور ورغلانے سے محفوظ رکھنے کے لئے فرمائی تھی ۔ لیکن اس میں علامہ اینڈ کمپنی کو اپنے بزرگ اور مجسم گناہ لوگوں سے قطع تعلق نظر آیا۔ اس لئے اسی آیت کی تحریف ضروری ہوگئی اور اس میں لفظ گناہ اپنی طرف سے بڑھا کر بھی گناہوں کو معاف کرانے کا حربہ استعمال کرلیا۔ حالانکہ جہاں اللہ نے بڑے گناہوں کا ذکر فرمایا ہے وہاں لفظ كَبٰٓئِرَ کے ساتھ لفظ گناہ کے لئے لفظ اَلۡاِثۡمِ ضرور استعمال فرمایا ہے۔ جیسا کہ آیت زیر بحث (۳۷ / ۴۲) میں اور اسی تھرڈ کلاس مسلمان قوم کے لئے سورۂ نجم میں بھی یوں فرمایا کہ :

قریشی مسلمانوں کا کبیرہ گناہوں کی طرف بڑھتے رہنا۔

اَلَّذِيۡنَ يَجۡتَنِبُوۡنَ كَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَةِ ؕ ۝۳۲ (نجم ۳۲ / ۵۳)

علامہ کا ترجمہ اور تشریحات : "جو بڑے بڑے گناہوں اور کھلے کھلے قبیح افعال سے پرہیز کرتے ہیں اِلا یہ کہ کچھ قصور ان سے سرزد ہو جائے بلا شبہ ترے رب کا دامن مغفرت بہت وسیع ہے وہ تمہیں اس وقت سے خوب جانتاہے جب اس نے زمین سے تمہیں پیدا کیا اور جب تم اپنے ماؤں کے پیٹوں میں ابھی جنین ہی تھے " (۳۲ / ۵۳ تفہیم القرآن جلد صفحہ ۲۱۱تا۲۱۳) اس ترجمہ کی وضاحت بھی سن لیں ارشاد ہے کہ :

علامہ کی تشریح گناہ کبیرہ کے کچھ حصے پر عمل کرلینا معاف ہے ۔

"اصل الفاظ ہیں اِلَّا اللَّمَمَ عربی زبان میں لَمَمَ کا لفظ کسی چیز کی تھوڑی سے مقدار یا اس کے خفیف سے اثر یا اس کے محض قرب یا اس کے ذرا سی دیر رہنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۱۱)

علامہ کی مزید تشریح دیگر مفسرین کے نام پر۔

علامہ نے اس کی مثالیں مفسرین کے اقوال سے دی ہیں جس میں معاملہ کو مزید الجھایا ہے ۔ مگر ہم سلجھانے والے جملے اختیار کرتے ہیں سنئے : " ان استعمالات کی بنا پر بعض مفسرین نے لَمَمَ سے مراد چھوٹے گناہ لئے ہیں ، بعض اسے کچھ دیر کے لئے گناہ میں مبتلا ہونے اور پھر اس سے باز آجانے کے معنی میں لیتے ہیں " اور قارئین حضرات چونکہ یہاں گناہ کی بات ہو رہی ہے اس لئے ہم لغت کا یہ جملہ مراد لیتے ہیں "اَلَمَّ بِالذَّنۡبِ = (HE COMMITTED A FAULT) یعنی اس نے عملاً و عمداً وہ گناہ کر لیا۔

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۴۲﴾ وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ

واسطے ان کے عذاب ہے درد دینے والا اور البتہ جس نے صبر کیا اور بخش دیا

اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا

تحقیق یہ ہمت کے کاموں سے ہے اور جس کو گمراہ کرے اللہ پس نہیں

لَهٗ مِنْ وَّلِیٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ تَرَى الظّٰلِمِیْنَ لَمَّا

واسطے اس کے کوئی دوست پیچھے اس کے اور دیکھے گا تو ظالموں کو جس وقت

جن کے لئے درد ناک عذاب مقرر ہے ۔ (۴۳)اور جو لوگ ان کے مقابلے میں صبر اور درگزر سے کام لے کر دین پر عمل جاری رکھیں اور انہیں اصلاح کا موقع دینے کے لئے بدلے میں ظلم و بغاوت نہ کریں تو ان کا وہ رویہ عظیم کاموں میں شمار ہوگا (۴۴) اور جو اللہ کے دین کو اختیار ہی گمراہی کے نفاذ کی خاطر کرے تو اللہ کے بعد ان کا کوئی ہمدرد حاکم نہ ہوگا اور اے رسولؐ آپ

یہ ہیں علامہ کے وہ لوگ جو آپس کے مشوروں سے اپنے تمام معاملات کا فیصلہ کیا کرتے ہیں ۔ اور جن کی شان میں سورۂ شوریٰ نازل ہوئی تھی۔

(۱۷۔ب) وہ کیسے مسلمان ہوں گے ؟ جو اللہ رسولؐ اور قرآن کریم کے بجائے اپنی قوم کے مشوروں سے اپنے معاملات فیصل کریں۔

اب قارئین سنجیدہ ہو جائیں اور علامہ کے قلم سے سورۂ شوریٰ کے نظام مشاورت والے مسلمانوں کی پوزیشن کا تعین کرتے جائیں ۔ علامہ سورۂ نساء کی آیت (۵۹ / ۴) کے ترجمہ اور تشریح میں لکھتے ہیں کہ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور ان لوگوں جو تم میں "صاحبِ امر" ہوں "۔ (۵۹ / ۴)

(۱) مسلمانوں کو اپنے ہر معاملے میں اللہ ،رسولؐ اور اللہ و رسولؐ کے معصوم نمائندے کی اطاعت کرنا ہے ۔

قرآن کی یہ آیت اور علامہ کا یہ ترجمہ تمام مسلمانوں کو پابند کرتے ہیں کہ وہ اللہ رسولؐ اور ان کے مقرر کردہ "صاحبِ امر" کی اطاعت کریں لیکن اس لفظ "امر" کو سامنے رکھ کر سورۂ شوریٰ میں مذکور لوگوں کے لئے استعمال شدہ لفظ "امر" پر غور کریں کہ ان لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ " وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ " ان مسلمانوں کا "امر" آپس کے مشورے کے ماتحت طے ہوتا ہے یعنی ان کے لئے نہ تو اللہ و رسولؐ کے مقرر کردہ "صاحبِ امر" (امر کے مالک یا امر والے) کی ضرورت ہے، نہ اللہ ورسولؐ کے فیصلوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے ۔ جو بات ہوئی جو ضرورت پیش آئی جو مہم سامنے آئی قوم کے لوگ مل کر بیٹھے اور اپنی عقل و بصیرت اور تجربے کے ماتحت ایک متفقہ یا اجماعی تدارک اور فیصلہ طے کر کے اس پر عمل کر لیا۔ دوسرے الفاظ میں ؎ رل مل کیجئے کاج + ہارے جیتے آوے نہ لاج + یعنی ہر بات کا جمہوری علاج ۔

(۲) کافروں اور مسلمانوں کے نظامِ زندگی میں کیا فرق ہوتا ہے ؟ علامہ اسی آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

"تمام مسائل زندگی میں کتاب اللہ و سنت رسولؐ اللہ کو سند اور مرجع اور حرف آخر تسلیم کرنا اسلامی نظام کی وہ لازمی خصوصیت ہے جو اسے کافرانہ نظام زندگی سے ممیز کرتی ہے ۔ جس نظام میں یہ چیز نہ پائی جائے وہ بالیقین ایک غیر اسلامی نظام ہے کافر اپنے سارے معاملات کا فیصلہ خود اپنے بنائے ہوئے اصول اور قوانین و ضوابط کے مطابق کرتا ہے ۔ اس کے برعکس مسلمان اپنے ہر معاملے میں سب سے پہلے خدا اور اس کے رسولؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف رجوع کرتا ہے ۔ پھر اگر وہاں سے کوئی حکم ملے تو وہ اس کی پیروی کرتا ہے "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۶۵)

میرا خیال ہے کہ ہمارے قارئین علامہ کے قلم سے ایک دفعہ پھر اس آیت کا ترجمہ سامنے لائیں جس کی وجہ سے اس سورہ کا نام "الشوریٰ "رکھا گیا ہے اور جس میں مذکورہ طرزِ عمل کو علامہ نے سینہ تان کر اسلامی زندگی کا ایک "اہم ستون قرار دیا ہے "سنئے اللہ اور علامہ فرماتے ہیں ۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ ﴿۳۸﴾ (الشوریٰ: ۳۸ / ۴۲)

"اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں " (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۰۷۔۵۰۸)

رَاَوُا الْعَذَابَ یَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۴۴﴾ وَ
دیکھیں گے عذاب کہیں گے کیا ہے طرف پھر جانے کی کوئی راہ اور
تَرٰىهُمْ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ
دیکھے گا تو ان کو حاضر کئے جاویں گے اوپر اس کے عاجزی کرتے ہوئے ذلت سے
یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ
دیکھتے ہوں گے نظر چھپی سے اور کہیں گے وہ لوگ کہ ایمان لائے تحقیق

اجتہاد کرنے والوں کو دیکھیں گے کہ جب وہ اپنے روبرو عذاب کو دیکھ لیں گے تو کہیں گے کہ کیا ہمارے بچ نکلنے کے لئے واپسی کی کوئی راہ ہے ؟ (۴۵) اور اے نبیؐ تم یہ بھی دیکھو گے کہ جب ان لوگوں کو رجعت کا سامنا کرایا جائے گا تو وہ ذلت و خواری سے دل شکستہ و دل گرفتہ ہو کر کنکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے اور مومنین ان کا یہ حال دیکھ کر کہیں گے کہ

علامہ کے بیان کے الفاظ اس طرز زندگی کو کافرانہ طرز زندگی قرار دے چکے جس میں "قرآن اور سنت یا اللہ و رسولؐ" کے ماتحت ہر معاملہ نہ رکھا گیا ہو ۔ رہ گئی ھیرا پھیری وہ یہاں اس لئے نہیں چلتی کہ اس آیت (۳۸ / ۴۲) میں کسی ردو بدل اور تاویل کی گنجائش نہیں ہے ۔

(۱۷ ۔ ج) نظامِ مشاورت والے مسلمان نماز پڑھنے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کی وجہ سے حقیقی مومن کیوں نہیں ؟

یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ جو لوگ نمازیں پڑھتے ہوں اور راہِ خدا میں خرچ بھی کرتے ہوں انہیں تو سچا مسلمان ماننا چاہئے ؟ اس کا جواب بھی علامہ ہی کے قلم سے سن لیں تو بہتر ہو گا ۔ چنانچہ اللہ نے دوسرے مقامات پر مسلمانوں کی اس قسم کے لوگوں کی پول بار بار کھولی ہے مثلاً فرمایا ہے کہ :

<u>علامہ کا ترجمہ</u> : "ان سے کہو "تم اپنے مال خواہ راضی خوشی خرچ کرو یا بکراہت بہرحال وہ قبول نہ کئے جائیں گے کیونکہ تم فاسق لوگ ہو" ان کے دئے ہوئے مال قبول نہ ہونے کی کوئی وجہ اس کے سوا نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے کفر کیا ہے نماز کے لئے آتے ہیں تو کسمساتے ہوئے آتے ہیں۔ اور راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں تو بادل نخواستہ خرچ کرتے ہیں " (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۰۱۔۲۰۲)

قُلْ أَنفِقُواْ طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّن يُتَقَبَّلَ مِنكُمْ إِنَّكُمْ كُنتُمْ قَوْمًا فَٰسِقِينَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَٰتُهُمْ إِلَّآ أَنَّهُمْ كَفَرُواْ بِٱللَّهِ وَبِرَسُولِهِۦ وَلَا يَأْتُونَ ٱلصَّلَوٰةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَٰرِهُونَ ﴿۵۴﴾ (توبہ ۵۳۔۵۴/۹)

(۱۷۔ د) رسولؐ کی پوری قوم مسلمان ہوتے ہوئے نمازی ہوتے ہوئے فاسق و کافر قوم تھی اس لئے کہ نظامِ اجتہاد ان کا مسلک و مذہب تھا۔

علامہ نے اپنے اس ترجمہ میں اللہ کے ایک خاص لفظ کو چھوڑ کر ترجمہ کیا ہے ۔ چنانچہ دیکھ لیں کہ اللہ نے اس آیت میں کہیں لفظ "اَلَّذِیْنَ" (لوگ) استعمال نہیں کیا بلکہ لفظ "قَوْمًا" نازل کیا ہے ۔ جس سے اس آیت میں مذکور پوری قوم کا فاسق اور کافر ہونا ثابت ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ وہ پوری قوم نمازیں بجا لانے اور مال و دولت راہ خدا میں خرچ کرنے کے باوجود <u>فاسق اور کافر قوم تھی</u> ۔ لیکن قارئین یہاں یا کہیں اور کافر کے معنی منکر اسلام نہ سمجھ لیا کریں اور نہ اس قوم کو اس کی بے لگامی کی بنا پر ڈکشنری والا فاسق سمجھیں اس لئے کہ اللہ نے اس قوم کو مکذب قرآن (انعام ۶۶ / ۶) اور قرآن کو مہجور کرنے والا قرار دیا ہے (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور چونکہ یہ قوم اپنی مجتہدانہ بصیرت کو اللہ کے احکام میں شریک کرکے قومی لیڈروں کے نظامِ مشاورت سے منظور کرا کے، اجماعی فیصلے کیا کرتی تھی اس لئے ان پر تین جرم عائد کئے گئے ہیں ۔ ۱۔ایسے لوگ کافر ہیں ۔ ۲۔ایسے مفتی ظالم ہیں ۔ ۳۔ایسے لوگ فاسق ہیں (مائدہ ۴۷ تا ۴۴ / ۵) بہرحال سورۂ شوریٰ ساری کی ساری نظام مشاورت کے اور اس کے پیروؤں کے حق میں نازل ہوئی ہے ۔

(۱۷ ۔ ہ) علامہ ان لوگوں کو نفاق و منافق کی چادر سے چھپانا چاہتے ہیں مگر ان کا اتا پتا بھی بتاتے ہیں ۔ اب ہم اپنے

حقیقی نقصان اور گھاٹے میں رہنے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے خود کو بھی نقصان اور خسارہ میں رکھا اور اپنے اہل و عیال کو بھی قیامت کے روز گھاٹے میں مبتلا کیا، یقیناً اجتہادی فیصلے کرنے والے ہمیشہ قائم رہنے والے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ (۴۶) اور اُن لوگوں کے لئے اللہ کے علاوہ مدد دینے اور بچانے والا کوئی ہمدرد و حاکم موجود نہ ہو گا۔ اور جو دین خداوندی کو گمراہی کا ذریعہ بنالے تو اس کے لئے ہدایت پانے کی کوئی اور راہ نہیں بچتی ہے۔ (۴۷) اے قریشی لوگو تم اپنے پروردگار کی خاطر حقیقی اولیا کو قبول کرلو

الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ

زیاں پانے والے وہی شخص ہیں کہ ٹوٹا دیا جانوں اپنی کو اور لوگوں اپنوں کو دن

الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَ مَا كَانَ

قیامت کے خبر دار ہو تحقیق ظالم بیچ عذاب ہمیش رہنے والے کے ہیں اور نہیں

لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ

ہے واسطے ان کے کوئی دوست کہ مدد دیوے ان کو سوائے اللہ کے اور جس کو

يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ

گمراہ کرے اللہ پس نہیں واسطے اس کے کوئی راہ قبول کرو واسطے رب اپنے کے

قارئین کو علامہ کی مدد سے ان بڑوں بوڑھوں (کبائر) کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیں جن سے اللہ نے قطع تعلق کا حکم دیا تھا (نساء ۳۱ / ۴) اور جنہوں نے اپنی پوری قوم کو نظامِ اجتہاد و مشاورت پر لگایا تھا تاکہ قارئین ان میں سے ایک دو کو پہچان کر سلام بھی کر سکیں۔ علامہ فرماتے ہیں کہ: ”مدینہ کے یہ منافق زیادہ تر بلکہ تمام تر مالدار اور سن رسیدہ لوگ تھے۔ ابن کثیر نے (کتاب) البدایہ والنہایہ میں ان کی جو فہرست دی ہے اس میں صرف ایک نوجوان کا ذکر ملتا ہے اور غریب ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ یہ لوگ مدینہ میں جائیدادیں اور پھیلے ہوئے کاروبار رکھتے تھے۔ اور جہاندیدگی نے ان کو مصلحت پرست بنا دیا تھا۔“ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۰۳) لکھنا تو بہت تھا لیکن پھر سہی۔

(۱۸) رسوؐل اللہ کو اپنے بزرگوں کی مانند (معاذاللہ) جاہل اور ایمان سے بے بہرہ ثابت کرنے کا موقع مل گیا۔

علامہ اینڈ کمپنی نے گو ظاہر نہیں ہونے دیا لیکن انہیں معلوم تو ہے کہ اس پوری سورہ میں ان کے تمام بزرگوں، اوّلین راہنماؤں اور علما کو کافر فاسق اور ظالم اور لیڈر پرست ناشکرے اور تخریب قرآن کرنے والے کہا جاتا رہا ہے۔ اس لئے انہیں بڑی خوشی ہوئی کہ اسی سورہ میں ایک آیت (۵۲ / ۴۲) ایسی بھی مل گئی جس کی آڑ میں رسوؐل اللہ کو اپنے بزرگوں کی سطح پر لا کر کم از کم کافر و جاہل تو قرار دیا جا سکے۔ اس کا ترجمہ علامہ اینڈ کمپنی سے سنئے:

علامہ کا کفر ساز ترجمہ ”اور اسی طرح (اے محمدؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے۔ تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔ مگر اس روح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر رہے ہو“ (شوریٰ ۵۲ / ۴۲)

انتہائی افسوس ناک صورت حال تمام شیعہ و سنی مترجمین متفق ہیں۔

قارئین کرام کسی بھی ترجمہ کو اٹھا کر دیکھ لیں آپ کے تمام شیعہ سنی مترجمین تقریباً یہی کچھ ترجمہ کرتے ہیں جو علامہ صاحب نے کیا ہے اور ان سب ترجموں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وحی کے نزول سے پہلے چالیس سال تک:

۱۔ نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے ؟

۲۔ نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کیا چیز ہوتا ہے ؟ لہٰذا:

۳۔ نہ آپؐ مومن تھے نہ تعلیماتِ خداوندی پر مطلع تھے۔ چنانچہ:

۴۔ چالیس سال تک آپؐ بے دینی کی زندگی جیتے رہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

جو لوگ مندرجہ بالا ترجمہ کو صحیح ترجمہ مانتے ہیں ان کے لئے آنحضرؐت کی شان میں یہ چاروں نقائص ماننا لازم ہیں۔ چنانچہ شیعہ سنی علما کی کتابیں اس بکواس سے بھری پڑی ہیں۔ لیکن جیسا کہ بار بار ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم سے کوئی غلط مفہوم

اور اس دن کے آجانے سے پہلے پہلے کرلو جسے کوئی واپس کرنے والا نہیں جو اللہ کی طرف سے آنے والا ہے اور تمہارے لئے نہ اس روز کوئی پناہ کی جگہ ہوگی اور نہ تمہارے لئے کسی انکار کا اور مکر جانے کا موقع ہوگا۔ (۴۸) چنانچہ اے رسولؐ اگر قریش ان تقاضوں کے باوجود بھی رو گردانی کریں تو فکر نہ کرو تمہیں ان کا تحفظ نہیں سونپا گیا ہے تمہارا کام تو اتنا سا ہے کہ ان کو ہدایات سمجھا کر پہنچاتے رہو اور حقیقت یہ ہے کہ جب ہم آدمی کو اپنی رحمت سے لطف اندوز کرتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتا رہتا ہے اور اگر ان پر ان کا اپنا کیا دھرا کوئی بری سی صورت حال لے آتا ہے تو پھر وہی خوش ہونے والے انسان شکر و

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ

پہلے اس سے کہ آوے وہ دن اللہ کی طرف سے کہ نہیں اس کو کوئی پھیرنے والا

مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝

نہیں واسطے تمہارے جگہ پھر جانے کی اس دن اور نہیں واسطے تمہارے انکار

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ

پس اگر منہ پھیر لیویں پس نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو اوپر ان کے نگہبان نہیں

عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا

اوپر تیرے مگر پہنچا دینا اور تحقیق ہم جب چکھاتے ہیں آدمی کو اپنی طرف سے

رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

رحمت خوش ہو جاتا ہے ساتھ اس کے اور اگر پہنچتی ہے ان کو برائی

برآمد کرنے کے لئے قریشی ترکیب استعمال کرنا ضروری ہے۔ جس طرح قریشی علما تقوٰی کے معنی ڈرنا کرلیتے ہیں خوف کے معنی بھی ڈرنا لکھ دیتے ہیں۔ تنذیر بھی ڈرانا بنا دی جاتی ہے رَهْبٌ کا ترجمہ بھی ڈرنا کر لیا جاتا ہے۔ اس طرح علم کے معنی جاننا کئے جاتے ہیں افہام و تفہیم کا ترجمہ بھی جاننا کئے جاتے ہیں لہٰذا الفاظ اَدْرِیْ۔ تَدْرِی۔ دِرایت کو بھی جاننے کے معنی میں استعمال کر لیا گیا ہے۔ یعنی قریشی ترکیب یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ کے معنی کا استقلال برباد کر کے جس لفظ کو جہاں دل چاہے استعمال کرلیا جائے۔ لہٰذا اس آیت (۵۲ / ۴۲) میں لفظ تَدْرِیْ کے معنی ا۔ جاننا۔ ۲۔ پتا ہونا۔ ۳۔ خبر ہونا۔ ۴۔ اطلاع ہونا کئے گئے ہیں اس لئے شیعہ سنی علما نے قریشی طریقے کے مطابق وہ ترجمہ کیا جو آپ نے پڑھا اور جس کی وجہ سے حضورؐ کی قدر و منزلت خاک میں ملا دی گئی ہے۔ بہرحال ہم حسب سابق یہاں بھی آپ کے سامنے اس لفظ "تَدْرِیْ" کے معنی رکھتے ہیں۔

(۱۸۔الف) اگر پہلے ہی سے قرآن کی تکذیب مد نظر نہ ہو تو حقیقتِ واقعی تو ایک لفظی اشارہ پر سامنے آجاتی ہے۔

چنانچہ اردو میں لکھی ہوئی آج تک کی سب سے معتبر و مفصل "لغات القرآن" کا بیان سنئے :

نَدْرِیْ۔ جمع متکلم مضارع۔ دِرَایَةٌ مصدر۔ باب ضَرَبَ۔ معنی ہم (نہیں) جانتے ۔۲۰/۲۵۔۱۱/۲۹)

دِرَایَةٌ کسی قدر چالاکی سے پہچان لینا، جان لینا (باب ضرب) متعدی ہے۔ دَرَی ماضی یَدْرِی مضارع۔

دِرَایَةٌ۔ نیزہ بازی کا تختہ مشق۔ دِرَایت کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی جاتی کیونکہ اللہ ہر چالاکی سے پاک ہے۔ ایک شاعر نے ضرور اللہ کو داری کہا ہے۔ لَاهُمَّ لَا اَدْرِیْ وَ اَنْتَ الدَّارِیْ۔ الٰہی میں نہیں جانتا اور تو جاننے والا ہے۔

لیکن بقول راغب اصفہانی یہ شاعر اس طبقہ میں سے ہے جس کا استعمال ناقابل قبول ہے۔ مزید تنقیح کے لئے دیکھو۔ اَدْرِیْ۔ اَدْرَاك۔ تَدْرِی "(لغات القرآن مولانا سید عبدالدائم الجلالی رفیق ندوۃ المصنفین دہلی جلد ۲ صفحہ ۳۴)

(۲) عام لغت جسے قرآن کے الفاظ سے نہیں بلکہ پوری عربی زبان سے تعلق ہے۔ گو لغات القرآن کا یہ اقتباس کافی ہے لیکن ہم چھوٹوں کو گھر تک پہنچا کر چھوڑا کرتے ہیں۔ ایک اور صفحہ ملاحظہ فرمائیں: "(دَرَی۔ دَرْیاً۔ دِرَایَةً) (ترکیب سے جان لینا، سمجھ لینا، یا کسی حیلے سے جاننا۔) (دَرَی۔ دَرْیاً و تَدَرّی۔ وادَّرَی) الصید (شکار کو) دھوکا دینا۔ فریب دینا۔ دم دینا۔

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ
بسبب اس کے کہ آگے بھیجا ہے ہاتھوں ان کے نے پس تحقیق آدمی
كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَخْلُقُ
ناشکر گزار ہے واسطے اللہ کے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی پیدا کرتا ہے
مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾
جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں اور دیتا ہے جس کو چاہے بیٹے
اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا
یا ملا دیتا ہے ان کو بیٹے اور بیٹیاں اور کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بانجھ
اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ
تحقیق وہ جاننے والا قادر ہے اور نہیں طاقت کسی آدمی کو کہ بات کرے اس سے
اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا
اللہ مگر جی میں ڈالنے کر یا پیچھے پردے کے سے یا بھیجے فرشتہ پیغام لانے والا

صبر کی جگہ اللہ کے حضور میں اس کی رحمتوں کو بھول جاتا ہے اور ناشکری و کفر کرتا رہتا ہے (۴۹) آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے بلا معاوضہ دے دیتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کر دیتا ہے (۵۰) یا یہ کہ بیٹے اور بیٹیاں دونوں بھی دے دیتا ہے اور یہ بھی کرتا ہے کہ جسے چاہے اسے بانجھ یا بے اولاد رکھنا طے کر لیتا ہے حقیقت یہ ہے اللہ ہی حقیقی قدرت کا مالک ہے اور اسی لئے وہ مناسب دینے والا ہے۔ (۵۱) کسی انسان کے لئے ممکن ہی نہیں کہ اللہ اس سے ہمکلام ہو جائے سوائے اس کے اسے وحی کرے یا پھر کسی چیز کو پردہ بنا کر بات کرے یا یہ کہ کوئی رسولؐ بھیجے

(دَارَیٰ مُدَارَاۃً) مہربانی کا برتاؤ کرنا۔ نرمی کرنا۔ جُل دینا۔دَم دینا۔دغا کرنا۔ دھوکا دینا۔ بہکانا۔ چالبازی کرنا۔"

(المعجم الاعظم جلد ۲ صفحہ ۹۰۹)

(۳) انگریزی ترجمہ کرنے والوں کو بھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ قریشی انتظام نے انگریزوں ،فرانسیسیوں اور جرمن مترجمین کو بھی اسی ڈگر پر چلایا ہے۔ یعنی وہ اس احساس کمتری میں مبتلا رہے کہ عرب اہل زبان ہیں وہ جو معنی اور ترجمہ کریں گے عین عربی محاوروں اور قوانین کے مطابق ہو گا۔ کاش انہیں کوئی بتاتا یا انہوں نے خود غور کر لیا ہوتا کہ عرب ہی تو وہ لوگ تھے۔ جنہوں نے قرآن کی تکذیب (۲۶ / ۶) کیلئے اسے ترک و تبدیل و مہجور کیا تھا۔ (۳۰ / ۲۵) اور خود اپنے رسولؐ اور اولاد رسولؐ کے ساتھ غداری اور سازش جاری رکھی تھی۔ ان کے نام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا مکمل بندوبست اور اقدامات کئے تھے۔ بہرحال ایک آخری صفحہ اور دیکھ لیں، دَرَیٰ۔ دَرْیًا ، دِرْيَةً و دَرَيَانًا ، و دِرْيَانًا ، و دُرِيًّا، و دِرَايَةً

(۱) عقل و بصیرت کے استعمال سے جان لینا۔	To know by skill
(۲) دَرْيًا۔ بالوں میں کنگھی کرنا	To comb hair
(کھیل وغیرہ میں) دھوکا میں دینا	To delude (game)
(۳) دَارَیٰ مُدَارَاۃً	
(i) چاپلوسی کرنا خوشامد کرنا۔	To blandish any one
(ii) کسی کے ساتھ فریب سازی کرنا	To act deceitfully towards
(۴) تَدَرَّیٰ و اَدَّرَیٰ	
گھات میں رہنا تاک میں رہنا۔ چھپ کر دیکھنا۔	To lurk for prey
الفرائد الدریہ (اللغتین العربیۃ والانکلیزیۃ صفحہ ۲۰۰)	Rev.J.G.Hava

فَيُوۡحِيَ بِاِذۡنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ

پس جی میں ڈال دیوے ساتھ حکم اس کے کے جو کچھ چاہتا ہے تحقیق وہ

عَلِيٌّ حَكِيۡمٌ ﴿۵۱﴾ وَ كَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا

بلند مرتبہ حکمت والا ہے اور اسی طرح وحی کی ہم نے طرف تیری روح کو

مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ مَا كُنۡتَ تَدۡرِيۡ مَا الۡكِتٰبُ وَ لَا الۡاِيۡمَانُ

حکم اپنے سے نہ جانتا تھا تو کیا ہے کتاب اور نہ ایمان

وَ لٰكِنۡ جَعَلۡنٰهُ نُوۡرًا نَّهۡدِيۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ

ولیکن کیا ہم نے اس کو نور ہدایت کرتے ہیں ساتھ اس کے جس کو چاہتے ہیں

مِنۡ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهۡدِيۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ

بندوں اپنے سے اور تحقیق تو البتہ ہدایت کرتا ہے طرف راہ سیدھی کی راہ

اللّٰهِ الَّذِيۡ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي

اللہ کی وہ ہے کہ واسطے اس کے ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور جو کچھ بیچ

الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيۡرُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۵۳﴾ ع

زمین کے ہے خبردار ہو کہ طرف اللہ کی پھیر لے جاتے ہیں سب کام

جو نبیؑ اللہ کی اجازت سے وہ کچھ وحی کر دے جو اللہ چاہتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ حکمت والا علیؑ ہے جو حکم خداوندی سے وحی کرتا ہے۔ (۵۲) ان تینوں طریقوں کو بحال رکھنے کے لئے ہی تو ہم نے اپنے عالمِ امر سے ایک روح آپؐ کو وحی کر دی تھی۔ آپؐ خود مادی وسائل اور بصیرت و چالاکی سے الکتابؑ اور الایمانؑ کو نہیں جان سکتے تھے۔ لیکن ہم نے اپنے عالم امر کی روح کو ایسا نور بنا دیا کہ تم مکمل درایۃ کے ساتھ مادی ومحسوس طریقہ پر بھی الکتابؑ اور الایمانؑ کے عالم و معلم بن گئے اب تمہارے پاس وہی نور ہے جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور درحقیقت تم ہی تو وہ ھادی ہو جو ایک پائیدار اور برقرار رہنے والے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔(۵۳) یعنی اسی اللہ کے راستے کی طرف ہدایت کرتے ہو جس کے لئے آسمانوں اور زمینوں میں ہر مخلوق ہے۔ اور خبردار و ہوشیار ہو جاؤ کہ تمام معاملات و احکام و اعمال اللہ ہی کی طرف پھیر کر لائے جائیں گے۔

(۱۸۔ب) اللہ نے کیا فرمایا اور قریشی علما نے کیا فریب دیا ؟؟؟ یہ تین ڈکشنریاں آپ کے سامنے ہیں اور بتاتی ہیں کہ مادہ ''د۔ر۔ی'' میں صرف جاننے یا جان لینے کا تصور نہیں ہوتا۔ بلکہ مادی ومحسوس ذرائع کے نہایت ہوشمندانہ و محققانہ استعمال کے بعد کسی چیز کی حقیقت کو اس طرح اجاگر کر لینا کہ اس پر دلیل و حجت قائم کی جا سکے۔ (دیکھو ہمارا ترجمہ شوریٰ ۱۷ / ۴۲)

(آیت (۵۲ / ۴۲) کا مفہوم وترجمہ درست کرلیں اور فرق نوٹ کریں۔ اللہ نے فرمایا تھا کہ: ''ان تینوں طریقوں کو بحال رکھنے کے لئے ہی تو ہم نے اپنے عالمِ اَمر سے ایک روح آپ کو وحی کر دی تھی۔ آپؐ ذاتی طور پر مادی وسائل اور بصیرت و چالاکی سے الکتاب اور الایمان کو نہیں جان سکتے تھے لیکن ہوا یہ کہ ہم نے اپنی امری روح کو ایسا نور بنا دیا کہ تم مکمل درایۃ کے ساتھ مادی و محسوس طریقہ پر بھی الکتاب اور الایمان کے عالم و معلم بن گئے اب تمہارے پاس وہی نور ہے جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ اور در حقیقت تمؐ ہی وہ ہادی ہو جو ایک پائیدار اور برقرار رہنے والے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ یعنی اسی اللہ کے راستے کی طرف ہدایت کرتے ہو جس کے لئے آسمانوں اور زمینوں میں کی ہر مخلوق ہے۔ اور خبردار رہو کہ تمام معاملات و احکامات اللہ ہی کی طرف پھیر کر لائے جائیں گے'' (۵۳۔۵۲ / ۴۲)

(۱۸۔ج) یہ آیت (۵۲ / ۴۲) آنحضرتؐ کے نبوّتی مقام کو انتہائی حدود تک بلند اور مخصوص کرتی ہے۔

ایک لفظ کے معنی درستی سے کر لینے کے بعد وہ تمام شیطانی تعمیر مسمار ہو گئی جو تقریباً تمام علما نے چودہ سو سال میں تیار کی تھی۔ اور جس میں علامہ مودودی نے بھی یہ فرما کر چند اینٹوں کا اضافہ کیا تھا کہ:

”اسی طرح“(کَذٰلِکَ) سے مراد محض آخری طریقہ نہیں بلکہ وہ تینوں طریقے ہیں جو اوپر کی آیت میں مذکور ہوئے ہیں ۔ اور ”روح “سے مراد وحی یا وہ تعلیم ہے جو وحی کے ذریعہ سے حضوؐر کو دی گئی “ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۱۷)
لیکن قارئین دیکھیں کہ اس آیہ مبارکہ میں رسوؐل اللہ سے مخاطب ہونے کا طریقہ کیا بتایا گیا ہے ؟

(۱) وہ بات جو کسی رسوؐل کو حاصل نہ تھی ایک روح کا مستقلاً حضوؐر سے وابستہ رہنا ۔

سب سے پہلے اللہ نے لفظ کَذٰلِکَ فرما کر یہ بتا دیا کہ جس طرح اور جتنا مخاطبہ باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے رہتا تھا اسے بدستور برقرار رکھنے کیلئے ایک روح بطور وحی ارسال کردی گئی تھی۔ حالانکہ سابقہ انبیاؑ میں سے کسی پر کوئی روح مستقل طور پر نہیں بھیجی گئی تھی ۔ لہٰذا آیت (۵۱ / ۴۲) کی رُو سے اس روح کا بھیجا جانا ان تینوں طریقوں سے علیحدہ اور فاضل تھا ۔ یعنی اللہ آنحضرؐت پر باقی انبیاؑ کی طرح براہ راست وحی بھی کرے گا ۔ اور ۔۲۔ حجاب کے ذریعہ ہم کلام بھی ہوتا رہے گا ۔اور نمبر۳۔ فرشتہ بھیج کر بالواسطہ وحی بھی بھیجے گا ۔ اور یہی وہ تین طریقے ہیں جن کا علامہ نے اوپر ذکر کیا ہے ۔لہٰذا ان تینوں طریقوں کی موجودگی میں رسوؐل اللہ سابقہ انبیاؑ کے برابر ہو جاتے ہیں مگرعالمِ امر سے بھیجی ہوئی روح حضوؐر کے پاس زیادہ ہے جسے چھپانے کے لئے علامہ نے اس روح کو وحی بنا دیا اور اس آیت کی تمہید کو بے معنی کر دیا ۔ اس لئے کہ اللہ نے تو یہ فرمایا تھا (بقول علامہ کے) ”اسی طرح (اے محمدؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی “
چونکہ اس روح کو علامہ نے وحی بنا دیا لہٰذا اب پھر بقول علامہ آیت یوں ہو گئی کہ :
”اسی طرح (اے محمدؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک وحی کو تمہاری طرف وحی کی “ یہ ہے وہ مثالی بکواس جو علامہ حضرات مقامِ محمدؐ کو چھپانے کے لئے کرتے رہتے ہیں بہرحال اللہ نے باقی انبیاؑ کے لئے تو یہ فرمایا ہے کہ :

> يُلْقِى ٱلرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِۦ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ لِيُنذِرَ يَوْمَ ٱلتَّلَاقِ ﴿١٥﴾
> (غافر، مومن ۱۵ / ۴۰)

” ملاقات کے دن سے خبر دار کرنے کے لئے ہم اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتے ہیں اپنے عالمِ اَمر کی روح سے ملاقات کرا دیتے ہیں “ مگر یہ نہیں کہا کہ بطور وحی بھیج دیتے ہیں اور پھر وہ امری روح ایک نور کی صورت میں ساری کائنات اورمتعلقات کو اس طرح روشن و نمایاں رکھتی ہے کہ الکتٰب اور الایمان کی طرح ہر موجودات دلیل و برہان کے ساتھ ہر وقت سامنے رہیں ۔ اور کوئی مادی حجاب آڑ نہ بن سکے ۔

(۲) یہاں نہ اعلانِ نبوت کی بات ہے نہ نزول قرآن کی ابتدا ہے نہ چالیس سال عمر کا قصہ ہے ۔فرضی بکواس ہے ۔

قارئین پلٹ کر ذرا آیت (۵۲ / ۴۲) کو اور اس کے ترجموں کو دوبارہ دیکھیں اور تلاش کریں کہ کہیں کسی لفظ سے یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ یہ آیت نزولِ وحی کی ابتدا بتاتی ہے ۔ یعنی آیت کا مضمون ابتدائے نبوت بتاتا ہے یا نہیں ؟ پھر یہ کہ وہاں تو حضوؐر کو اللہ اپنے معیار کے مطابق وہ ہستی مانتا ہے جو یقیناً صراط مستقیم کی طرف ہدایت میں مصروف ہے۔ یعنی آپؐ نے ہدایت کی ابتدا نہیں کی ہے بلکہ مسلسل ہدایت کرتے چلے آ رہے ہیں ۔ لہٰذا قارئین سن لیں کہ اس آیۂ مبارکہ میں صرف یہ خبر دی گئی ہے کہ حضوؐر کے ساتھ ایک عظیم الشان روح ہے جس سے ساری کائنات روشن ہے اور آپ سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے لہٰذا یہ کہنا یا سمجھنا کہ یہاں نزولِ قرآن کی بات ہوئی ہے اور یہ کہ نزولِ قرآن چالیس سال کی عمر میں ہوا تھا،اور یہ کہ قرآن سے رسوؐل اللہ کو ایمان اورکتاب کا پتہ چلاتھا،اور یہ کہ چالیس سال تک حضوؐر ایمان اور کتاب کو نہ جانتے تھے، محض شیطانی اوہام ہیں جن کا اس آیت سے یا قرآن کی کسی اور آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

(۳) مومنین اس روح والی آیت میں آپ اپنے آقاؐ و مولاؐ قرآنِ ناطقؑ اور کلِ ایمان علیہ السلام کو نہ بھول جائیں ۔

اس آیت میں الکتابؐ یعنی مکمل کتاب اور الایمانؑ یعنی مجسمہ ایمان کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ تو مادی و محسوس و مشہود دلائل یا درایت کے ساتھ اس کو نہیں جانتا جس کے یہ دونوں نام ہیں ۔یعنی قرآنِ ناطقؑ اور بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ۔ اور اس سے پہلی آیت (۵۱ / ۴۲) میں اس بھیجے جانے والے رسوؐل کا نام صاحبِ حکمت علیؑ بتایا ہے ۔ جو تمام انبیاؑ کو وحی خداوندی کے

ذریعہ اللہ سے مربوط رکھتا ہے (۵۱ / ۴۲) لہٰذا بات ڈبل طریقہ پر واضح ہے کہ روحِ خداوندی نورِ خداوندی تھا اور الکتاب و الایمان علی مرتضیٰ علیہ السلام تھے اور یہ سب ایک ہی ہیں نام بھی ایک کام بھی ایک۔

(۴) قرآن میں ان حضرات کو ازلی و ابدی مجسمۂ ایمان لکھا ہوا موجود ہے۔ اور یہ سب وہ حضرات ہیں کہ جن کے دلوں کے اندر اللہ نے ایمان لکھا ہوا ہے اور اسی بنا پر انہیں ایمانِ مجسم کہا جاتا ہے۔ سنئے ہم علامہ کا ترجمہ لکھتے ہیں:

"تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت (یُوَآدُّوْنَ۔مَوَدَّۃ) کرتے ہوں۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی ہے،خواہ وہ (مخالفت کرنے والے۔احسن) ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے،یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے (رُوْحٍ مِّنْہُ اپنی روح۔احسن) ان کو قوت بخشی ہے" (مجادلہ ۲۲ / ۵۸ تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۶۶۔۳۶۷)

(۵) رسولؐ سے ایمان کی نفی کرتے لیکن قرآن سے ثابت شدہ پیدائشی کافروں اور دشمنوں کو ازلی مومن لکھا ہے۔

ذرا سوچئے کہ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان بھر دیا یا لکھ دیا ہو وہ کیوں اور کیسے مشرک پیدا ہو کر چالیس سال کی عمر تک بت پرستی اور حرام خوری جاری رکھ سکتے تھے؟ لیکن علامہ کی عقیدت کا تقاضا ہوا کہ انہوں نے اپنے تمام مشرک مسلمانوں کو اس آیت کی ذیل میں نام بنام لکھ دیا ہے۔یعنی:

۱۔ابوعبیدہ ۔۲۔ مُصْعَب بن عُمَیر۔۳۔عمر۔۴۔ابو بکر (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۶۷)

کوئی ہمیں یا کسی اور کو بتائے کہ ان حضرات کے ساتھ کونسی روح تھی؟کسی جھوٹی روایت میں بھی ان لوگوں نے ایسا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا کہ ان کے ساتھ کوئی خداداد روح ہے۔اس کے بر عکس تاریخ میں یہ حقیقت بڑے نمایاں طور پر جلی قلم سے لکھی ہے کہ ابو بکر نے کہا کہ:

"۔لوگو مجھ پر ایک شیطان مسلط رہتا ہے۔"اور بخاری حدیث حوض میں لکھا کہ یہ تمام صحابہ حوض سے دھکے مار کر نکالے جائیں گے۔رسولؐ اللہ پکار رہے ہوں گے خدایا یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ جواب ملے گا کہ:

(۱) اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا بَدَّلُوْا بَعْدَكَ (۲) لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ (بخاری کتاب الفتن جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۵ مطبع اصح المطابع)

(۱) "یقیناً اے رسولؐ اب تمہیں محسوس ومشہود دلائل سے یہ معلوم نہیں کہ تمہارے بعد تمہارے ان صحابہ نے کیا کیا تبدیلیاں دین میں کیں یا (۲) کیا کیا دین میں ایجادات کیں؟ (یہ لَا تَدْرِیْ کا جواب ہے)۔

(۶) لَا تَدْرِیْ مادی زمانہ کی بات تھی ہی نہیں ظہور سے پہلے اور وفات کے بعد کی بات ہے۔

قارئین بخاری کی یہ دونوں حدیثیں لفظ "ماتدری" کے معنی کا تعین کرنے میں آپ کو مدد دیتی ہیں۔ یعنی رسولؐ کی وفات کے بعد چونکہ رسولؐ اپنے بعد کے زمانہ کے لئے مادی و محسوس ومشہود دلائل کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ تم نے ایسا اور ایسا کیا تھا۔ اس لئے اللہ نے فرمایا کہ ماتدری یا لَا تَدْرِیْ "تم درایت کے ساتھ نہیں جانتے" اسی طرح مادی جسم اختیار کرنے سے قبل کے عالم میں یعنی نورانی صورت میں فرمایا گیا تھا مَا تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ۔ ورنہ اعلان نبوت سے پہلے ہی رسولؐ کے ساتھ وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں نہ صرف ایمان کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا بلکہ قرآن کریم بھی دلوں کے اندر محفوظ تھا (۴۹ / ۲۹ عنکبوت) چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے کہ:

(۷) رسولؐ اور آل رسولؐ کے دلوں میں روز ازل سے ایمان اور قرآن لکھا ہوا تھا۔

اے نبیؐ(اب لکھنے پڑھنے سے پہلے) تم نہ تو قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے اور نہ اپنے دھنے ہاتھ سے قرآن کو لکھا کرتے تھے۔ اگر تم ایسا کرتے ہوتے تو باطل پرستوں کو بہانہ مل گیا ہوتا۔ لیکن تمہارا لکھنا پڑھنا تو ان لوگوں کے دلوں میں واضح	وَمَا كُنتَ تَتْلُوا۟ مِن قَبْلِهِۦ مِن كِتَـٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَ ۖ إِذًا لَّٱرْتَابَ ٱلْمُبْطِلُونَ ﴿٤٨﴾ بَلْ هُوَ ءَايَـٰتٌۢ بَيِّنَـٰتٌ فِى صُدُورِ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايَـٰتِنَآ إِلَّا ٱلظَّـٰلِمُونَ ﴿٤٩﴾ (عنکبوت ۴۹۔۴۸ / ۲۹)

آیات کی طرح ثبت ہے جن کو ہماری طرف سے ہمہ گیر و مکمل علم دیا جا چکا ہے ۔ اور ان لوگوں کے سینوں میں آیات کی موجودگی کی تردید ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں کرتا جو اللہ کے خالص احکام نافذ کرنے کے مخالف ہیں (مائدہ ۴۵ / ۵) اللہ کے اس بیان کے بعد جہاں اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ روزِ ازل سے مجسم کتاب اور ایمان تھے ،وہیں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جو لوگ انہیں اعلانِ نبوت تک کتاب اور ایمان سے بے بہرہ سمجھتے ہیں وہ لوگ ظالم یعنی اللہ کے خالص احکام میں یقین نہیں رکھتے ہیں ۔

(۸) رسولؐ و آل رسولؐ روز ازل سے نہ صرف اوّلین مخلوق اور مومن اور عالم تھے بلکہ وہ اوّلین عابد اور عبادت کے معلم تھے۔

پھر قرآن کریم اسی زیر قلم پارہ (۲۵) میں فرماتا ہے کہ:

قُلْ إِن كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ ﴿٨١﴾ (زخرف ۸۱ / ۴۳)

”اے رسولؐ ان کو بتا دو کہ اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلا عبادت کرنے والا عابد ہوں “ یعنی مجھ سے زیادہ اس حقیقت پر اور کوئی گواہ نہیں کہ اللہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے ۔“

قارئین سوچیں کہ پوری کائنات اور کائنات کی تمام مخلوقات اللہ کی عبادت کرتی ہیں (بنی اسرائیل ۴۴ / ۱۷) ان سب سے پہلا عابد لازم ہے کہ سب سے پہلا مسلم و مومن ہو (انعام ۱۶۴ / ۶) اور سب سے زیادہ عالم ہو ۔

(۱۸ ۔د) محمدؐ کے ایمان اور قرآن اور فضائلِ خصوصی پر احادیثِ معصومین علیہم السلام کا ثبوت:

قارئین دیکھتے رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اوّلین مخلوق ہونے، اوّلین مسلم ہونے، اوّلین عابد اور باعث تخلیق کائنات ہونے اور تمام مخلوقات کی تخلیق و وجود و اعمال پر گواہ و ناظر ہونے پر ہم نے مسلسل قرآن و احادیث پیش کرنا جاری رکھا ہے ۔چونکہ ابلیسی نظام انبیاءؑ و آئمہؑ کے مقاماتِ عالیہ کا منکر ہے اور عوام الناس کو ان کے خلاف مجتمع رکھنا چاہتا ہے اس لئے ہم محمدؐ اور نبوّت و امامتؑ کی شان بیان کرتے رہنے میں تکلف نہیں کرتے چنانچہ یہاں ایک دفعہ پھر احادیث کے چند نمونے دیکھ لیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سمجھ لیں کہ رسولؐ اللہ کے بیانات کس طرح نسل در نسل محفوظ رہتے ہوئے ہماری کتابوں تک پہنچے ہیں ۔ سنئے :

(۱) نمونہ کے لئے ایک حدیث تا کہ قارئین حدیث کی روایت کا پورا سلسلہ سمجھ سکیں۔

”مجھ سے حسن بن محمد بن سعید الھاشمی نے یہ حدیث بیان کی اور اس نے کہا کہ اس سے فرات بن ابراہیم ابن فرات کوفی نے بیان کی تھی۔ اور اس نے بتایا کہ اس سے یہ حدیث محمد بن احمد بن علی ہمدانی نے بیان کی تھی اور اس نے بتایا کہ اس نے یہ حدیث مجھے ابوالفضل العباس بن عبداللہ البخاری نے سنائی تھی اور کہا تھا کہ اس سے محمد بن قاسم بن ابی بکر نے بیان کی تھی اور بتایا تھا کہ اس سے عبدالسلام ابن صالح الھروی نے علیؑ بن موسیٰؑ الرضا سے انہوں نے اپنے والد جناب موسیٰؑ بن جعفرؑ سے اور انہوں نے اپنے والد جعفرؑ بن محمدؑ باقرؑ سے اور انہوں نے اپنے والد محمدؑ باقر بن علیؑ زین

حَدَّثَنَا الحسن بن محمد بن سعید الھاشمی قال :حدثنا فرات بن ابراھیم ابن فرات الکوفی قال: حدثنا محمد بن احمد بن علی الھمدانی قال: حدثنی ابوالفضل العباس بن عبداللّٰہ البخاری قال: حدثنا محمد بن القاسم بن ابراھیم ابن محمد بن عبداللّٰہ بن القاسم بن محمد بن ابی بکر قال: حدثنا عبدالسلام ابن صالح الھروی عن علیؑ بن موسیٰؑ الرضا عن ابیہ موسیٰؑ بن جعفرؑ عن ابیہ جعفرؑ بن محمدؑ عن ابیہ محمدؑ بن علیؑ عن ابیہ علیؑ بن الحسینؑ عن ابیہ الحسینؑ بن علیؑ عن ابیہؑ علیؑ بن ابیطالبؑ علیھم السلام قال:قال رسول اللّٰہ (ص) ماخلق اللّٰہ خلقاً اَفضل ومِنّی ولَا اکرم علیہ منی قال: علی علیہ السلام فقلت یا رسولؐ اللّٰہ فانت افضل ام جبرائیل فقال یا علیؑ ان اللّٰہ تبارك وتعالیٰ فضّل انبیاءؑ المرسلین علی ملائکتہ المقربین وَ فَضَّلَنی علیٰ جمیع النبیّن والمرسلین والفضل بعدی لَكَ یا علیؑ وللاَئِمّۃِ من بعدك وان الملائکہ لخدّا منا وخدّام مُحبّینا یا علیؑ اَلَّذِینَ یحملون العرش ومَن حولہ یسبّحون بحمدربّھم و یستغفرون للذین اٰمنوا بولایتنا یا علیؑ لولا نحن

العابدین سے اور انہوں نے اپنے والد حسینؑ بن علیؑ سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی علیہم السلام سے سنا تھا کہ ان سے رسوؐل اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ سے افضل کوئی مخلوق پیدا نہیں کی اور نہ مجھ سے زیادہ کسی کو کرامت عطا کی۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ جناب یہ بتائیں کہ پھر آپؐ افضل ہیں یا جبرائیل افضل ہے فرمایا کہ اے علیؑ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے تمام انبیاؑ کو تمام ملائکہ پر فضیلت دی ہے خصوصاً اپنے مقرب بارگاہ فرشتوں سے انبیاؑ کو افضل بنایا ہے۔ اور مجھے فرشتوں ہی سے نہیں بلکہ تمام انبیاؑ اور مرسلینؑ سے بھی افضل رکھا ہے۔ اور میرے بعد کے درجے میں تمہارا اور تمہارے بعد والے اماموںؑ کا رتبہ ہے یعنی تم بھی تمام ملائکہ و انبیاؑ و رسلؑ سے افضل ہو۔ اور یہی نہیں بلکہ ملائکہ تو ہمارے اور ہمارے چاہنے والوں کے خدمتگار ہیں۔ اے علیؑ وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے چاروں طرف رہتے ہیں وہ سب ان مومنین کے درجات بلند ہونے کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں جو ہماری ولایت پر ایمان لائے ہیں اور اے علیؑ اگر اللہ نے ہمیں پیدا نہ کیا ہوتا تو نہ آدمؑ کو پیدا کرتا نہ حواؑ کو، نہ جنت کو نہ جہنم کو اور نہ زمین اور آسمانوں کو سوچو کہ بھلا ہم ملائکہ سے افضل کیوں نہ ہوں؟ یقیناً ہم اپنے پروردگار کی معرفت میں، عبادت اور تسبیح میں اور اس کی بزرگی اور یگانگت میں ملائکہ اور تمام مخلوق پر سبقت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ نے سب سے پہلے جو کچھ پیدا کیا وہ ہماری ارواح تھیں۔ چنانچہ اپنی توحید و حمد و ثنا بیان کرنے والی زبان عطا کر کے بولنے اور بیان کرنے والا بنایا۔ پھر ملائکہ کو پیدا کیا تھا۔ جب ملائکہ نے ہمیں ایک نور واحد کی صورت میں دیکھا تو ہمارے معاملے کی عظمت ان پر مسلط ہو گئی چنانچہ ہم نے اللہ کی تسبیح شروع کر دی تاکہ ملائکہ یہ سیکھ لیں کہ وہ نور تو اللہ کی پیدا کردہ مخلوق ہے اور یہ کہ اللہ ہماری مخلوق صفات سے بلند و ارفع ہے ہماری تسبیح سے متاثر ہو کر ملائکہ نے بھی تسبیح خداوندی شروع کر دی۔ اور ہم میں اور اللہ میں فرق محسوس کر لیا۔ اور جب ملائکہ نے ہماری عظیم الشان منزلت دیکھی تو ہم نے فوراً اللہ کی یگانگت اور الوہیت کو ثابت کرنے کے لئے لا الہ الا اللہ پڑھنا شروع کر دیا

ما خلق اللّٰہ آدمؑ ولا حواؑ ولا الجنة ولا النار ولا السماء ولا الارض فكيف لاتكون افضل من الملائكة و قدسبقنا هم الى معرفة ربنا وتسبيحه و تهليله وتقديسه لَاَنَّ اوّل ماخلق اللّٰه عزّوجل خلق ارواحنا فَاَنۡطَقَنَا بتوحيده و تحميده ثم خلق الملائكة فلما شاهدواارواحنا نوراً واحداً استعظموا امرنا فَسَبّحۡنَا لتعلم الملائكة انا خلق مخلوقون واَنّه منزه عن صفاتنا فسبحت الملائكة بِتسبيحنا ونزهته عن صفاتنا فلما شاهدواعظم شاننا هللنا لتعلم الملائكة اَن لا اله الاّ اللّٰه وانا عبيد ولسنابآلهة يجب ان نعبد معه اودونه فقالوا لا اله الّا اللّٰه فلما شاهدوا كبر محلّنا كبرنا لتعلم الملائكة اَن اللّٰه اكبر من ان ينال عظم المحل الابه فلما شاهدوا ما جعله اللّٰه لنا من العزّ والقوة قلنا لا حول ولا قوة اِلاَّ باللّٰه لتعلم لملائكة اَن لا حول لنا ولاقوة الّا باللّٰه فلما شاهدوا مااَنۡعَمَ اللّٰه به علينا واوجبه لنا من فرض الطاعة قلنا الحمدللّٰه لتعلم الملائكة ما يحق للّٰه تعالىٰ ذكره علينا من الحمد علىٰ نعمته فقالت الملائكة الحمدللّٰه ۔فَبِنَا اهتدوا الىٰ معرفة توحيد اللّٰه وتسبيحه وتهليله وتحميده وتمجيده، ثم ان اللّٰه تبارك وتعالىٰ خلق آدمؑ فَاَوۡدَعۡنا صلبه وامر الملائكة بالسجود له تعظيمًا لنا واكرامًا وكان سجودهم للّٰه عزوجل عبودية ولادم اكرامًا وطاعة لكوننا فى صلبه فكيف لانكون افضل من الملائكة وقدسجدوا لادم كُلُّهُمۡ اجمعون وانه لما عرج بى اِلىَ السماء اذن جبرائيل مثنى مثنى واقام مثنى مثنى ثُمَّ قَال لى تقدم يا محمدؐ فقلت له يا جبرائيل أَتقدم عليك فقال نعم لان اللّٰه تبارك وتعالىٰ فضل انبياءؑ علىٰ ملائكته اجمعين وفضلك خاصة فتقدمت فَصَلّيت بهم ولا فخر ۔ فلما انتهيتُ الىٰ حجب النور قال لى جبرائيل تقدم يا محمدؐ وتخلف عنّى فقلت يا جبرائيل فى مثل هذا الموضع تفارقنى فقال يا محمدؐ ان انتهاء حدى الذى وضعنى اللّٰه عزّوجلّ فيه الى هذا المكان فان تجاوزته احترقت اجنحتى بتعدّى حدود ربى جل جلاله فزج بى فى النور زجة حتى انتهيت الىٰ حيث ماشاء اللّٰه من علو مُلكه فنوديت يا محمدؐ

تاکہ ملائکہ کو معلوم ہو جائے اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ میں اس کا ایک بندہ ہوں اور یہ کہ ہم معبود نہیں ہیں ۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں اور کسی اور کی بندگی اختیار نہ کریں یہ دیکھ کر ملائکہ نے لا الہ الااللہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور جب انہوں نے ہمارے مقام بلند کو دیکھا تو ہم نے اللہ اکبر پڑھنا جاری کردیا ۔ تاکہ ملائکہ کو یہ بھی معلوم ہوجائے کہ اللہ تمام بلند مقامات سے ہمیشہ بلند تر ہے جو اس کی طرف سے کسی کو حاصل ہوسکے ۔ اور جب ملائکہ نے ہمیں عطا شدہ عزت و قوت و اختیارات پر غور کیا تو ہم نے فوراً لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا شروع کیا تاکہ ملائکہ کو یہ تعلیم دے سکیں کہ ہمیں ملی ہوئی عزت و اختیار و قوت کبھی نہ مل سکتی تھی یہ سب کچھ عطیہ خداوندی ہے اور تمام عزت و قوت اور ہمہ گیری اللہ ہی کو حاصل ہے۔ چنانچہ ملائکہ نے بھی لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا ورد شروع کر دیا۔ اورجب انہوں نے ان نعمتوں کو دیکھا جو اللہ نے ہمیں عطا کی تھیں اور یہ دیکھا کہ ہماری اطاعت تمام مخلوق پر واجب کی گئی ہے تو ہم نے شکرِ خداوندی کے لئے الحمدللہ کا وظیفہ شروع کردیا تاکہ ملائکہ کو پتہ چلے کہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر بجا لانا ہم پر واجب ہے لہٰذا ملائکہ نے بھی ہماری پیروی کی اور الحمدللہ کا ورد شروع کردیا ۔ بہرحال ہماری وساطت سے ملائکہ کو اللہ کی توحید و تسبیح اور تہلیل و حمد وثنا اور بزرگی کی معرفت حاصل ہوئی۔ یہ عمل درآمد جاری رہا یہاں تک کہ اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا اور ہمیں ان کے صلب میں بطور امانت رکھا اور ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ ہماری تعظیم کے لئے آدمؑ کو سجدہ کریں ، ملائکہ کا سجدہ آدمؑ کی عزت اور اللہ کی عبادت کے لئے تھا اور اس سے ان پر آدمؑ کی اطاعت واجب ہوئی تھی۔ اور اس سب کا سبب ہمارا وجود تھا ۔ پھر بتاؤ کہ ہم سب ملائکہ سے افضل کیوں نہ ہوں گے جب کہ ان سب نے مجموعی طور پر آدمؑ کو سجدہ کیا ۔ اور یہ بھی سن لو کہ جبرائیل جب میرے ساتھ آسمانوں میں پرواز کے لئے گئے تھے تو جبرائیل نے جوڑی جوڑی نمازیں بجا لانے کے لئے کہا تھا تو ہم سب جوڑی جوڑی ہوکر نماز پڑھتے رہے پھر ایک موقع پر جبرائیل نے مجھے پیش نماز بننے کی درخواست کی تو میں نے کہا کہ کیا میں تم سے بھی آگے بڑھ جاؤں ؟ اس نے کہا کہ ہاں ہاں اس لئے کہ اللہ نے انبیاؑ کو ملائکہ سے افضل بنایا ہے اور ملائکہ کے مجموعہ میں مَیں بھی داخل ہوں ۔ اور آپؐ کی بزرگی اور فضیلت تو اور بھی مخصوص ہے ۔ چنانچہ میں نے ملائکہ کو جماعت کی نماز پڑھائی ۔ میں اس پر مغرور نہیں ہوں اور جب میں نورانی پردوں کے قریب پہنچا تو جبرائیل نے مجھ سے کہا کہ جناب اب مجھے رخصت دیں اور یہاں سے آگے آپؐ تنہا جائیں ۔ میں نے کہا کہ اے جبرائیل تم مجھے ایسے ہوشربا مقام پر تنہا چھوڑ تے ہو؟ جبرائیل نے کہا کہ یہاں میری وہ حد آگئی جو اللہ نے میرے پہنچنے کے لئے مقرر کر رکھی ہے اگر میں یہاں سے ذرا سا بڑھ جاؤں تو میرے دست و بازو اور پَر جل کر رہ جائیں گے ۔ اللہ کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کی یہ سزا ہو گی۔ چنانچہ میں تنہا اس کے بعد نورانی جھمیلوں اور جھکڑوں میں سے گزرتا چلتا رہا اور جہاں تک اللہ نے چاہا تھا وہاں پہنچا اور اس کی شاہی کے مطلوبہ مقام پر آگیا تو مجھے آواز دی گئی "اے محمدؐ" میں نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں ۔ تیری عظمت شان

فقلت لبيك ربي وسعديك تباركت وتعاليت فنوديت يا محمدؐ انت عبدی وانا ربك فاياي فاعبدو عليّ فتوكّل فانك نوری فی عبادی ورسولی الیٰ خلقی وحجتی علیٰ بريّتی لك ولمن اتّبعكِ خلقت جنّتی ولمن خالفك خلقت ناری ولِاَوْصيآءِكَ اوجبت كرامتی ولشيعتهم اوجبت ثوابی فقلت يا ربّ ومن اوصيائِي؟ فنوديت يا محمدؐ اوصياؤك المكتوبون عَلیٰ ساق عرشی فنظرت وانابين يدی ربی جل جلاله الیٰ ساق العرش فَرايْتُ اثنی عشر نورًا فی كل نورُ سطر اخضر عليه اسم وصی من اوصيائی اوّلهم علیؑ بن ابی طالبؑ وآخرهم مهدیؑ امتی فقلتُ يا رب هٰؤلاء اوصيائی مِن بعدی فنوديت يا محمدؐ هٰؤلاء اوليائی واحبائی واصفيائی وحجی بعدك علیٰ بريتیّ وهم اوصياؤك وخلفاؤك و خير خلقی بعدك وعزّتی وجلالی لَاَ ظهرَنَّ بهم دينی ولَاَعْلَينَّ بِهم كلمتی ولا طهرن الارض باخرهم من اَعدَائِي وَلَاَ مُكِننّه مشارق الارض ومغاربها ولا سخرنّ له الرياح ولاذللن له السحاب الصعاب ولا رقينه فی الاسباب ولا نصر نه بجندی وَلَاَ مُدَدنهُ بملائكتِي حتی تعلوا دعوتی و يجتمع الخلق علیٰ توحيدی ثم لاديمن ملكه ولا داولن الايام بين اوليائِي اِلیٰ يَوْمِ القيامة۔

اور برکتوں کے سامنے حاضر ہوں ۔ پھر آواز آئی کہ اے محمدؐ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں چنانچہ تم میری ہی عبادت جاری رکھنا ۔ اور مجھ ہی پر توکل رکھنا۔ یقیناً میری مخلوق میں تم میرے نور ہو اور میری تمام مخلوق کے رسولؐ ہو اور تمام ذی حیات کے لئے میری حجت ہو ۔ تیرے لئے اور تیری پیروی کرنے والوں کے لئے ہم نے جنت پیدا کی ہے اور جو لوگ تیری مخالفت کریں گے ان کے لئے میں نے اپنا جہنم تیار کیا ہوا ہے اور تمہارے اوصیاءؑ کے لئے میں نے اپنے اکرام و احترام کو واجب کردیا ہے اور ان کے شیعوں کے لئے اپنا ثواب عطا کرنا واجب کرلیا ہے ۔ چنانچہ میں نے عرض کیا اے پروردگار بھلا میرے اوصیاء کون لوگ ہیں؟ مجھے آواز دے کر کہا گیا کہ اے محمدؐ تیرے اوصیا کا نام سرِعرش لکھا ہوا ہے خود پڑھ لے ۔ میں نے اللہ کے حضور میں ہوتے ہوئے سرعرش نگاہ ڈالی تو میں نے بارہ نورانی مقامات دیکھے اور ہر نور کے اندر ایک ایک لکھی ہوئی سطر پائی ۔ جو سبز رنگ سے لکھی گئی تھی ۔ اور وہاں میرے اوصیاء کے نام لکھے ہوئے تھے۔ ان میں پہلا وصی علیؑ تھا اور آخری مھدیؑ تھا جو میری اُمت کا خاص ہدایت کار ہو گا میں نے عرض کیا کہ اے میرے پالنے والے کیا یہی میرے اوصیاؑ ہیں جو میرے بعد ہوں گے ؟ مجھے آواز دے کر بتایا گیا کہ اے محمدؐ یہی میری طرف سے حاکم اور میرے اولیاؑ ہیں میرے محبوب ہیں میری پسند کے مطابق پاک و پاکیزہ ہیں اور تمہارے بعد میری ساری مخلوق پر میری حجت و برہان ہیں ۔ اور وہی تمہارے اوصیاءؑ اور خلفاءؑ و جانشینؑ ہیں تیرے بعد میری تمام مخلوق سے بہتر ہیں زیادہ با اختیار ہیں اور مجھے قسم ہے اپنی عزت اور اپنے جلال کی میں ان کے ہاتھوں اپنے دین کو ظاہر اور غالب کرکے رہوں گا۔ اور ان کے ذریعہ میرا کلمہ بلند ہو گا اور میں آخرکار آخری والے کے ہاتھوں اپنی اس زمین کو اپنے دشمنوں سے خالی اور پاک کراؤں گا ۔ اور انہیں روئے زمین کی مشرق و مغرب تک قدرت و غلبہ دوں گا ۔ ان کے لئے ہواؤں کو مسخر کردوں گا بادلوں کو حاضر رکھوں گا تمام اسباب و وسائل میں ان کو ترقی دوں گا۔ اور اپنی فوجوں سے ان کی نصرت کرونگا ۔ اور اپنے ملائکہ سے ان کی اس وقت تک مدد کراتا رہوں گا ۔ جب تک میری دعوتِ دین سب پر حادی نہ ہو جائے اور ساری مخلوق میری توحید اختیار نہ کرلے پھر میں اسؑ کی حکومت کو دوام عطا کروں گا اور اسؑ کے دور میں میرے حقیقی حاکم باری باری بدل بدل کر قیامت تک حکومت کرتے رہیں گے "(علل الشرائع باب نمبر ۷ صفحہ ۵ تا ۷)

قارئین ذرا غور فرمائیں کہ قریشی کن حضراتؑ کو قرآن و ایمان سے بے بہرہ قرار دینے کی جرأت کرتے رہے ہیں ؟ حالانکہ وہ حضراتؑ ہی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے اللہ کی توحید و صفات اور ایمان وعبادات تمام مخلوق کو تعلیم دیں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ملائکہ اور ارواح ان کے بعد پیدا کئے جائیں اور انہی حضرات سے ایمان و علم سیکھیں اور پھر وہ حضرات ایمان و علم سے بے بہرہ ہو جائیں اور کوئی فرشتہ یا روح آکر انہیں ایمان و کتاب کی تعلیم دے ؟یہ اگر دشمنانہ عمل درآمد نہیں تو احمقانہ ضرور ہے۔

(۱۸۔ ہ) محمدؐ مصطفیٰ کے فضائل حضرت عیسیٰؑ کی زبانی عرب و عجم میں مشہور تھے یہ ناممکن ہے کہ حضورؐ کتاب اور ایمان سے لاعلم ہوں۔

بہر حال ہم قارئین سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ ممکن بھی ہے ۔ کہ ایک شخص ایک شہر میں پیدا ہو کر چالیس سال کی عمر تک پہنچ جائے اور اس پر علامہ کی یہ بات صادق آ جائے کہ:

"اسے کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے "

یہ ایک ایسا جملہ ہے جسے کہنے والا ساری دنیا میں پاگل کہلائے گا۔ بہر حال اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ ساری دنیا میں اور دنیا کی تمام اقوام میں آخری نبیؐ کی آمد اور ان سے پہنچنے والی ہدایات اور فوائد بچے بچے کی زبان پر تھے ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کی بعثت کی پیش گوئی کی تھی جو عربوں میں برابر بیان ہوتی چلی آ رہی تھی۔ (بقرہ ۱۲۹ / ۲) یہاں تک کہ وہ نور ان حضرات کی پیشانیوں میں چمکتا چلا آ رہا تھا اور عربوں کی توجہ خانوادۂ رسولؐ کی طرف برابر لگی چلی آتی تھی اور مشہور تھا کہ اس گھرانے میں نبیؐ پیدا ہو گا جو صاحبِ شریعت اور صاحبِ کتاب ہو گا ۔ ادھر توریت اور انجیل میں آنحضرتؐ کے متعلق واضح بیانات تھے جو یہود و نصاریٰ میں زبان زدِ خلق تھے اور ان کے یہاں بھی حضورؐ کی بعثت کا انتظار ہو رہا تھا ۔ چنانچہ مسلمانوں کی خودساختہ محتاط تاریخ میں بھی تفصیل سے وہ سفر لکھا ہوا ہے جس میں جناب

ابو طالبؑ حضورؐ کو اپنے ساتھ ایک تجارتی مہم پر لے گئے تھے۔ اور وہاں بحیرہ راہب نے یہ راز کھول دیا تھا اور سب کو بتایا تھا کہ یہ وہی رسولؐ ہے جن کی خبر سابقہ تمام کتابوں میں آئی ہے ظاہر ہے کہ اگر مکہ کے لوگوں کو پہلے سے علم نہ تھا تو اب ابوطالبؑ والے قافلے کے آنے کے بعد تو سارے مکہ میں اس خبر کو پھیل جانا چاہئے تھا اور چونکہ بحیرہ راہب نے یہ باتیں پورے قافلے کے سامنے کہی تھیں اس لئے آنحضرتؐ کو بھی کم از کم اس روز سے نہ صرف یہ معلوم ہو جانا چاہئے کہ ایمان کیا ہوتا ہے اور کتاب کیا ہوتی ہے بلکہ یہ پتہ لگ جانا چاہئے تھا کہ میں خود نبیؐ ہوں اور صاحبِ کتاب اور شریعت نبیؐ ہوں اور یہ کہ مجھ پر اعلانِ نبوت کے بعد ایمان لانا واجب ہو گا۔ پھر ہمیں تاریخ میں یہ بھی ملتا ہے کہ ابو بکر کو بھی بحیرہ راہب نے اور ایک قبیلہ ازد کے عالم نے بتایا تھا کہ تمہارے یہاں ایک آخری نبیؐ مبعوث ہو گا اور یہ کہ تم اس کے خلیفہ بن جاؤ گے اور بہت سی ہدایات کیں تھیں۔ لہٰذا کئی طرح یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ محمدؐ کا نبیؐ ہونا تمام عربوں کو عموماً اور مکہ کے باشندوں کو خصوصاً معلوم تھا اور لفظ کتاب تو وہاں اہل کتاب کی موجودگی ہی سے سب کو معلوم تھا اور یہ ناممکن ہے کہ محمدؐ مصطفیٰ نے لفظ اہل کتاب چالیس سال تک سنا ہی نہ ہو اور پتہ ہی نہ چلا ہو کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے لیکن قریشی حکمرانوں نے اپنی حکومتوں کے ادوار میں برابر یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ عقیدہ قائم کیا جائے کہ نبی کو آخری وقت تک اپنی نبوت کا علم نہیں ہوتا اچانک فرشتہ آ دبوچتا ہے۔ اور دھکے مکے دے کر جبراً و قہراً نبیؐ بنا کر چل دیتا ہے۔ لیکن اسی اندھیر نگری میں بقول اندھوں کی تاریخ کے جب حضرت خدیجہؑ نے نوفل سے قصہ بیان کیا کہ آج میرے شوہر کو فرشتے نے کچھ کرتب دکھائے ہیں تو اس نے فوراً کہہ دیا کہ وہ تو نبیؐ ہیں اور یہ کہ کتب مقدسہ میں لکھے چلے آنے والے نبیؐ ہیں۔ بہرحال قریش نے رسولؐ، خاندانِ رسولؐ اور قرآن کے ساتھ وہ تمام فریب استعمال کئے جو ابلیس نے ایجاد کئے تھے اور ہم نے قریش کی رونمائی اور منہ دکھائی اور نقاب کشائی ہی کے لئے یہ تفہیم لکھنا شروع کی ہے اور قریش کے پروپیگنڈسٹ(PROPAGANDIST) کے ہاتھ سے دکھاتے ہیں کہ محمدؐ مصطفیٰ کی نبوت اور کتاب اور ان پر ایمان لانے کا شہرہ یہود و نصاریٰ اور قریش میں پھیلا ہوا تھا سنئے قرآن کی مدد اور علامہ کے ترجمہ سے سنئے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ:

(۱) بائیس سو سال سے توریت اور چھ سو سال سے انجیل بتا رہی تھی۔

ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِيَّ ٱلْأُمِّيَّ ٱلَّذِي يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ ﴿١٥٧﴾ (اعراف۱۵۷ /۷)

علامہ کا ترجمہ "جو اس پیغمبرؐ نبی اُمیؐ کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں توریت و انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۸۴۔۸۵)

علامہ کا اقرار اور اتا پتا: "مثال کے طور پر تورات اور انجیل کے حسب ذیل مقامات ملاحظہ ہوں جہاں محمدؐ کی آمد کے متعلق صاف اشارات موجود ہیں"۔(صفحہ ۸۵ حاشیہ ۱۱۳)

قارئین غور فرمائیں کہ حضرت موسیٰؑ نے ۱۶۰۰ قبل مسیح میں آنحضرتؐ کی آمد تحریری صورت میں بنی اسرائیل میں چھوڑی پھر حضرت عیسیٰؑ نے آنحضرتؐ سے چھ سو سال پہلے انجیل میں حضورؐ کی آمد کی اطلاع دی تھی۔ اور یہود و نصاریٰ مکہ و مدینہ میں رہتے بھی تھے اور قریش کے ان کے ساتھ عرصہ دراز سے تاجرانہ تعلقات بھی چلے آ رہے تھے۔ اور موسم حج کے میلے میں دور دراز ممالک کے تاجر وہاں مہینوں رہتے تھے اور قریش بھی دور دور تک تجارت کے لئے باقاعدگی کے ساتھ جاتے آتے تھے (قریش ۴ تا ۱ / ۱۰۶) اور ان کی سیر و سیاحت اور عالمی تجربے اور معلومات پر خود قرآن گواہ ہے اور رسولؐ سے کہا ہے کہ تم ان کے مجتہدانہ و ماہرانہ تجربات کا بالکل اثر نہ لینا۔ (آل عمران ۱۹۶ / ۳)

لہٰذا جس طرح علامہ مودودی سب کچھ جانتے ہیں اسی طرح ان کے گرو اور رہنما سب کچھ جانتے تھے اور دارالندوہ میں بیٹھ کر تمام مذاہب اور فلسفوں پر گپیں مارا کرتے تھے۔ یقین کیجئے کہ رسولؐ ہی نہیں بلکہ مکہ کا ہر مرد و عورت کتاب، ایمان، نبوت و قیامت سے واقف تھا اور سب انتظار میں تھے کہ کب دعویٰ نبوت کیا جائے اور وہ اپنا کام شروع کریں۔

(۲) انجیل نے آنحضرتؐ کے متعلق کیا کچھ بتایا اور کس طرح دنیا کو خبردار رکھا۔

چونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ یہود و نصاریٰ اور اہل مکہ پر تمام حالات اور پیش گوئیاں واضح ہیں اس لئے ان کو بتایا کہ یہ رسولؐ اچانک نہیں آ گیا اس کی آمد

تو حضرت عیسٰیؑ نے انجیل میں نام لے کر بتا دی تھی اور چھ سو سال سے تم اس سے اور اس کے خاندان سے بھی واقف ہو

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَٰبَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنۢ بَعْدِي ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ۝٦ (الصف ٦ / ٦١)

علامہ کا ترجمہ "اور یاد کرو عیسٰیؑ ابن مریمؑ کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسولؐ ہوں اور تصدیق کرنے والا ہوں اس توریت کا جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسولؐ کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمدؐ ہو گا۔(تفہیم القرآن ۵ صفحہ ۴۵۸ تا ۴۶۱)

قارئین یہاں دو باتیں سوچیں اوّل یہ کہ انجیل اور عیسائیوں میں ہمارے رسولؐ کا نام احمدؐ چھ سو سال سے مشہور چلا آ رہا تھا اور یہ کہ یہ نام اُمت مسلمہ میں برابر رکھا جا رہا ہے سوال یہ ہے کہ کیا عہد رسولؐ سے پہلے یہ نام مکہ والوں کو معلوم نہ ہوا ہو گا ؟ اور یہ کہ پھر رسولؐ اللہ کی پیدائش پر یہ نام رسولؐ کے والدین اور بزرگوں نے کیسے کیوں اور کہاں سے رکھا ؟ واضح رہے کہ یہ نام حضورؐ سے پہلے کبھی عربوں میں رکھا ہی نہ گیا تھا یہ صرف انجیل میں لکھا ہوا تھا ۔ لہٰذا ماننا ہو گا کہ جس نے حضورؐ کا یہ نام رکھا کم از کم وہ انجیل کا عالم تھا۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ حضرت عبداللہ علیہ السلام کا یہ فرزند وہی رسولؐ ہے جس کی پیشنگوئی کی گئی تھی ۔

(۳) محمدؐ مصطفیٰ بقول عیسٰیؑ خود روحِ حق اور روح القدس تھے ۔نہ کہ کوئی اور :

مذکورہ بالا آیت (الصف ٦ / ٦١) کی تشریح کی ذیل میں علامہ نے بھر پور کوشش کی ہے کہ یہ ثابت ہو جائے کہ آنحضرتؐ کی نبوت اور نبوت کی تفصیلات عیسائیوں میں مشہور اور معلوم تھیں (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۶۲) ساتھ ہی علامہ نے یوحنا کی انجیل سے وہ پیش گوئیاں لکھی ہیں جو آنحضرتؐ کے متعلق لکھی ہوئی ہیں ہم بھی بقدر ضرورت ان سے فائدہ اٹھائیں گے تاکہ حضورؐ کی نبوت کتاب اور ایمان پر روشنی پڑ جائے ۔سنئے:

اوّل: ''میں (عیسٰیؑ ۔احسنؔ) باپ (اللہ۔احسنؔ) سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ یعنی ''روح حق'' جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے نہ جانتی ہے تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تمہارے اندر ہے ''(یوحنا کی انجیل باب ۱۴۔ آیات۔۱۶،۱۷)

دوم: ''میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن مددگار یعنی ''روح القدس'' جسے باپ(اللہ۔احسنؔ) میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔(باب ۱۴، آیات ۲۵۔۲۶)

سوم : ''لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی '' سچائی کا روح ''جو باپ (اللہ۔احسن)سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا ''(باب۱۵، آیت۲۶) (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۶۲) ہمارے پاس ان عبارتوں پر مزید گفتگو کرنے کا نہ وقت ہی ہے اور نہ ضرورت ہے قارئین تو یہ دیکھ لیں کہ انجیل جیسی بھی ہے اور جس زبان میں بھی ہے اس میں اور تمام عیسائی مومنین میں مندرجہ بالا قابلیت کا ایک رسولؐ حضرت عیسٰیؑ کے بعد آنا لازم تھا لیکن ان کے موجودہ عقیدہ کی رو سے ایسا کوئی رسولؐ نہیں آیا جو :

۱۔ حق و حقانیت کی جان و روح اور مجسمہ حق ہو ۔ اور جو عیسٰیؑ کے بعد آ کر

۲۔ ابد تک نوع انسان کے ساتھ ساتھ رہ سکے اور ہر انسان کے اندر بھی رہتا ہو۔

۳۔ جو انسانوں کو سب کچھ بتا سکتا ہو ۔

۴۔ جو سچائی اور حق کی ایسی روح ہو جس کا مادی چیزوں پر انحصار نہ ہو ۔ بلکہ جو براہ راست اللہ سے صادر (نکلا) ہوا ہو ۔

۵۔ جسے عیسٰیؑ ایسے رسولؐ ''روح القدس'' کہتے ہیں ۔

اب قارئین کے لئے اتنی سی بات رہ جاتی ہے کہ آیا وہ شخص جو مومن تو کہاں، جسے ایمان و کتاب کا پتہ تک نہ چلا ہو ''روح القدس'' کہلا سکتا ہے ؟ کیا بلا ایمان و علم کوئی شخص سچائی یا حقانیت کی روح ہو سکتا ہے۔ اور وہ انسانوں کو سب کچھ بتا سکتا ہے جسے الکتاب سے کوئی سابقہ نہ پڑا ہو؟ کیا اللہ سے کوئی ایسی مخلوق صادر ہو سکتی ہے جو ایمان و علم سے کوری اور خالی ہو ؟ اور یہ بات بھی سوچ لیں کہ جو ذات پاک خود ہی روح القدس اور سچائی کی روح ہو اس کے پاس عالمِ امر سے بھیجے جانے والی روح کے کیا وہی معنی ہوں گے جو علامہ اینڈ کمپنی نے لوگوں کو بتائے ہیں ؟ (خدا جھوٹوں اور فریب سازوں پر لعنت کرے) ۔

(۴) موجودہ انجیلوں میں صحیح ترین اور علامہ کی مصدقہ انجیل برناباس اور محمدؐ مصطفیٰ ۔ یہاں سے برناباس کی انجیل سے جو پیشین گوئیاں علامہ نے نقل کی ہیں اور جن کی صحت کی تصدیق میں پورا زور لگایا ہے ان کو دیکھئے اور نتائج مرتب کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق سوچئے کہ کیا واقعی وہ حضرت ایمان اور کتاب سے بے بہرہ رہے ہیں؟

اوّل: تمام انبیاؑ اور مقدس ہستیوں کا نور۔ "تمام انبیاءؑ جن کو خدا نے دنیا میں بھیجا جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی (۱۲۴۰۰۰) انہوں نے ابہام کے ساتھ بات کی۔ مگر میرے بعد تمام انبیاؑ اور مقدس ہستیوں کا نور آئے گا جو انبیاؑ کی کہی ہوئی باتوں کے اندھیرے پر روشنی ڈال دے گا کیونکہ وہ خدا کا رسولؐ ہے"۔ (باب۱۷)

دوم ۔ان کی جوتی کے تسمے کھولنا عیسیٰؑ کے لئے اعزاز تھا۔ "فریسیوں اور لاویون نے کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے، نہ الیاس، نہ کوئی اور نبیؑ تو کیوں تو نئی تعلیم دیتا ہے؟ اور اپنے آپ کو مسیح سے بھی زیادہ بنا کر پیش کرتا ہے؟ یسوع نے جواب دیا "جو معجزے خدا میرے ہاتھ سے دکھاتا ہے وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں وہی کچھ کہتا ہوں جو خدا چاہتا ہے۔ ورنہ درحقیقت میں اپنے آپ کو اس مسیح سے بڑا شمار کئے جانے کے قابل نہیں قرار دیتا جس کا تم ذکر کر رہے ہو میں تو اس خدا کے رسولؐ کے موزے کے بند یا اس کی جوتی کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں ہوں جس کو تم مسیح کہتے ہو۔ جو مجھ سے پہلے بنایا گیا اور میرے بعد آئے گا۔ اور صداقت کی باتیں لے کر آئیگا۔ تاکہ اس کے دین کی انتہا نہ ہو"۔ (باب ۴۲)

سوم۔رحمتؐ العالمین نجات دہندہ اور حامل مہر (ختم) خداوندی ۔ بالیقین میں تم سے کہتا ہوں کہ ہر نبیؑ جو آیا ہے۔ وہ صرف ایک قوم کے لئے خدا کی رحمت کا نشان بن کر پیدا ہوا ہے اس وجہ سے ان انبیاؑ کی باتیں ان لوگوں کے سوا کہیں اور نہیں پھیلیں جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے مگر خدا کا رسولؐ جب آئے گا، گویا خدا اس کو اپنے ہاتھ کی مہر دے دیگا۔ یہاں تک کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کو جو اس کی تعلیم پائیں گی نجات اور رحمت پہنچا دے گا۔ وہ بے خدا لوگوں پر اقتدار لے کر آئے گا اور بت پرستی کا ایسا قلعہ قمع کرے گا کہ شیطان پریشان ہو جائے گا ۔ (باب ۴۳)

چہارم۔ محمد مصطفی کی زیارت کرنے والوں کو نبوت ملی تمام انبیاءؑ ان کو دیکھتے اور تعظیم کرتے رہے۔ مجسمہ ءخیر رسولؐ۔

میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کا رسولؐ وہ رونق ہے جس سے خدا کی پیدا کی ہوئی قریب قریب تمام چیزوں کو خوشی نصیب ہو گی کیونکہ وہ فہم و نصیحت و حکمت و طاقت و خشیت اور محبت، حزم اور ورع کی روح سے آراستہ ہے"
وہ فیاضی اور رحمت عدل اور تقویٰ، شرافت اور صبر کی روح سے مزین ہے۔ جو اس نے خدا سے ان تمام چیزوں کی نسبت تین گنی پائی ہیں جنہیں خدا نے اپنی مخلوق میں سے یہ روح بخشی ہے۔ کیسامبارک وقت ہو گا جب وہ دنیا میں آئے گا۔ یقین جانو میں نے اس کو دیکھا ہے اور اس کی تعظیم کی ہے جس طرح ہر نبیؑ نے اس کو دیکھا ہے اس کی روح کو دیکھنے ہی سے خدا نے ان کو نبوت دی اور جب میں نے اس کو دیکھا تو میری روح سکینت سے بھر گئی یہ کہتے ہوئے کہ:"اے محمدؐ خدا تمہارے ساتھ ہو اور وہ مجھے تمہاری جوتی کے تسمے باندھنے کے قابل بنا دے۔کیونکہ یہ مرتبہ بھی پالوں تو میں ایک بڑا نبیؑ اور خدا کی ایک مقدس ہستی ہو جاؤں گا۔ (باب ۴۴)

پنجم۔سر پر سفید بادلوں کا سایہ رہنا اس کی بڑی شناخت ہے اس وقت صرف تیس عیسائی مومن ہوں گے ۔

"میرے جانے سے تمہارا دل پریشان نہ ہو نہ تم خوف کرو کیونکہ میں نے تم کو پیدا نہیں کیا ہے بلکہ خدا ہمارا خالق ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وہی تمہاری حفاظت کرے گا۔ رہا میں تو اس وقت میں دنیا میں اس رسولؐ خدا کے لئے راستہ تیار کرنے آیا ہوں جو دنیا کے لئے نجات لے کر آئے گا۔ "اندریاس "نے کہا کہ استاد ہمیں اس کی نشانی بتا دے تاکہ ہم اسے پہچان لیں۔ یسوع نے جواب دیا کہ وہ تمہارے زمانے میں نہیں آئے گا بلکہ تمہارے کچھ سال بعد آئے گا جب کہ میری انجیل ایسی مسخ ہو چکی ہو گی کہ مشکل سے کوئی تیس آدمی مومن باقی رہ جائیں گے ۔ اس وقت اللہ دنیا پر رحم فرمائے گا۔ اور

اپنے رسولؐ کو بھیجے گا۔ جس کے سر پر سفید بادلوں کا سایہ ہو گا جس سے وہ خدا کا برگزیدہ جانا جائے گا اور اس کے ذریعہ سے خدا کی معرفت دنیا کو حاصل ہو گی وہ بے خدا لوگوں کے خلاف بڑی طاقت کے ساتھ آئے گا اور زمین پر بت پرستی کو مٹا دے گا اور مجھے اس کی بڑی خوشی ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے ہمارا خدا پہچانا جائے گا اور اس کی تقدیس ہو گی اور میری صداقت دنیا کو معلوم ہو گی اور وہ ان لوگوں سے انتقام لے گا جو مجھے انسان سے بڑھ کر کچھ قرار دیں۔ وہ ایک ایسی صداقت کے ساتھ آئے گا جو تمام انبیاؑ کی لائی ہوئی صداقت سے زیادہ واضح ہو گی"۔ (باب ۷۲)

ششم۔ساری دنیا آنحضرتؐ کے لئے بنائی گئی اور وہ ہمہ گیر نبیؐ ہوں گے۔ "خدا کا عہد یروشلم میں معبد سلیمانؑ کے اندر کیا گیا تھا نہ کہ کہیں اور۔ مگر میری بات کا یقین کرو کہ ایک وقت آئے گا جب خدا اپنی رحمت ایک اور شہر میں نازل فرمائے گا پھر ہر جگہ اس کی صحیح عبادت ہو سکے گی۔ اور اللہ اپنی رحمت سے ہر جگہ سچی نماز کو قبول کرے گا... میں دراصل اسرائیل کے گھرانے کی طرف نجات کا نبیؑ بنا کر بھیجا گیا ہوں مگر میرے بعد مسیح آئے گا خدا کا بھیجا ہوا۔ تمام دنیا کی طرف، جس کے لئے خدا نے یہ ساری دنیا بنائی ہے اس ساری دنیا میں اللہ کی عبادت ہو گی اور اس کی رحمت نازل ہو گی"۔ (باب ۸۳)

ہفتم۔کائنات کی ہر مخلوق آنحضرتؐ کے لئے پیدا کی گئی تھی دنیا کی ہر قوم منتظر،ہمہ گیر رحمت و نجات کا لانا۔

"یسوع نے سردار کاہن سے کہا کہ زندہ خدا کی قسم جس کے حضورؐ میری جان حاضر ہے میں وہ مسیح نہیں ہوں، جس کی آمد کا تمام دنیا کی قومیں انتظار کر رہی ہیں جس کا وعدہ خدا نے ہمارے باپ ابراہیمؑ سے یہ کہہ کر کیا تھا کہ "تیری نسل کے وسیلے سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی (پیدائش باب ۲۲ آیت ۱۸) مگر جب خدا مجھے دنیا سے لے جائے گا تو شیطان پھر یہ بغاوت برپا کرے گا کہ ناپرہیز گار لوگ مجھے خدا اور خدا کا بیٹا مانیں۔ اس کی وجہ سے میری باتوں اور میری تعلیمات کو مسخ کر دیا جائے گا۔یہاں تک کہ وہ بمشکل تیس صاحب ایمان باقی رہ جائیں گے اس وقت خدا دنیا پر رحم فرمائے گا اور اپنا رسولؐ بھیجے گا جس کے لئے اس (اللہ) نے دنیا کی یہ ساری چیزیں بنائی ہیں۔ جو قوت کے ساتھ جنوب سے آئے گا اور بتوں کو بت پرستوں کے ساتھ برباد کر دے گا جو شیطان سے وہ اقتدار چھین لے گا جو اس نے انسانوں پر حاصل کر لیا ہے وہ خدا کی رحمت ان لوگوں کی نجات کے لئے اپنے ساتھ لائے گا جو اس پر ایمان لائیں گے۔ اور مبارک ہے وہ جو اس کی باتوں کو مانیں"۔ (باب ۹۶)

ہشتم۔ملکوتی شان میں رکھا جانے والا محمدؐ،جس کے لئے جنت،دنیا اور بہت سی مخلوق تحفہ میں دیں۔

سردار کاہن نے پوچھا کہ وہ مسیح کس نام سے پکارا جائے گا اور کیا نشانیاں اس کی آمد کو ظاہر کریں گی؟ یسوع نے جواب دیا اس مسیح کا نام "قابل تعریف" ہے کیونکہ خدا نے جب اس کی روح کو پیدا کیا تھا اس وقت اس کا یہ نام خود رکھا تھا اور وہاں اس کو ایک ملکوتی شان میں رکھا گیا تھا۔ خدا نے کہا "اے محمدؐ انتظار کر کیوں کہ تیری ہی خاطر جنت، دنیا اور بہت سی مخلوق پیدا کروں گا اور اس کو تجھے تحفے میں دوں گا۔یہاں تک کہ جو تیری تبریک کرے گا اسے برکت دی جائے گی اور جو تجھ پر لعنت کرے گا اس پر لعنت کی جائے گی جب میں تجھے دنیا کی طرف بھیجوں گا تو میں تجھ کو اپنے پیغامبر نجات کی حیثیت سے بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہو گی۔یہاں تک کہ زمین آسمان ٹل جائیں گے مگر تیرا دین نہیں ٹلے گا۔ سو اس کا مبارک نام محمدؐ ہے"۔ (باب ۹۷)

نہم۔حضرت عیسیٰؑ زندہ رکھے گئے ان کی جگہ یہودا سکریوتی کو سولی دی گئی تھی۔ "اس کے بعد مجھے یقین ہے کہ جو مجھے بیچے (فروخت کرے) گا وہی میرے نام سے مارا جائے گا۔ کیونکہ خدا مجھے زمین سے اوپر اٹھا لے گا اور اس غدار کی صورت ایسی بدل دے گا کہ ہر شخص یہ سمجھے گا کہ وہ میں ہی ہوں تاہم جب وہ ایک بُری موت مرے گا تو ایک مدت تک میری ہی تذلیل ہوتی رہے گی۔ مگر جب محمدؐ خدا کا مقدس رسولؐ آئے گا تو میری وہ بدنامی دور کر دی جائے گی۔ اور خدا یہ اس لئے کرے گا کہ میں نے اس مسیحؐ کی صداقت کا اقرار کیا ہے۔ وہ مجھے اس کا یہ انعام دے گا کہ لوگ یہ جان لیں گے کہ میں زندہ ہوں اور اس ذلت کی موت سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے"۔ (باب ۱۱۳) (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۷۱ تا ۴۷۴)

(۳) ان پیشن گوئیوں کی تصدیق علامہ کے قلم سے اور ہماری چند وضاحتیں ہمارے قلم سے ۔

یہ پیشن گوئیاں نقل کرنے کے بعد علامہ فرماتے ہیں کہ : ’’ان صاف اور مفصّل پیشن گوئیوں میں صرف تین ایسی چیزیں ہیں جو بادیٔ النظر میں نگاہ کو کھٹکتی ہیں ۔ ایک یہ کہ ان میں، اور انجیل برناباس کی متعدد دوسری عبارتوں میں حضرت عیسیٰؑ نے اپنے مسیح ہونے کا انکار کیا ہے دوسری یہ کہ صرف انہی عبارتوں میں نہیں بلکہ اس انجیل کے بہت سے مقامات پر رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل عربی نام ’’محمدؐ ‘‘ لکھا گیا ہے حالانکہ یہ انبیاؑ کی پیشن گوئیوں کا عام طریقہ نہیں ہے کہ بعد کی آنے والی ہستی کا اصل نام لیا جائے تیسری یہ کہ آنحضرؐت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح کہا گیا ہے ‘‘(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۷۴)
یعنی ان تین باتوں کے علاوہ ان پیشن گوئیوں میں نہ کوئی بات غلط ہے اور نہ نگاہ میں کھٹکتی ہے اس کے بعد علامہ نے ان تینوں باتوں کا جواب یہ کہہ کر دیا ہے کہ : ۱۔ پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ ... ۲۔ دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ ...
۳۔ تیسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ لفظ ’’مسیح ‘‘ درحقیقت ایک اسرائیلی اصطلاح ہے ...(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۷۴،۴۷۵)
یعنی علامہ نے ان تین باتوں کو تفصیل سے حقیقت ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ باتیں محض شبہات تھیں نہ یہ کہ حقیقت ان کے خلاف ہوتی یعنی حضرت عیسیٰؑ واقعی لفظ مسیح کے حقیقی معنی کی رو سے مسیح نہ تھے بلکہ محمدؐ حقیقی تھے اور یہ کہ واقعی آنحضرؐت کا نام لیا گیا تھا۔ بعد کو اس کے ترجموں میں گڑبڑ کی جاتی رہی ہے (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۷۴ تا ۴۷۶)

علامہ کی تصدیقات کے بعد ہمیں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق یہ تمام پیشن گوئیاں واقعی بہت صاف اور مفصل ہیں لیکن اتنا کہہ کر ثواب کے حق دار بننا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ آنحضرؐت کی مادی پیدائش سے چھ سوسال قبل فرما رہے ہیں کہ : ’’یقین جانو میں نے اسے دیکھا ہے اور اس کی تعظیم کی ہے ‘‘

ذرا سوچئے کہ حضرت عیسیٰؑ حضوؐر کو ان کی پیدائش سے کم ازکم چھ سو سال پہلے دیکھنے اور تعظیم بجا لانے کا اعلان کرتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ جو ذات پاک اس وقت موجود اور قابل تعظیم تھی کیا وہ ایمان سے بے بہرہ ہو سکتی ہے؟ اور جو اس زمانے میں حضرت عیسیٰؑ ایسے عظیم الشان رسوؐل کے لئے قابل تعظیم ہو وہ کسی قسم کے نقص اور عیب میں مبتلا ہو سکتی ہے ؟ اور حضرت عیسیٰؑ جو مردوں کو زندہ کرنے ، مادر زاد اندھوں کو بینائی عطا کرنے اور کوڑھیوں کو اشارے سے تندرست کر دینے پر قدرت دیئے گئے تھے ایک جاہل انسان کی تعظیم کر سکتے تھے ؟ اور جب حضرت عیسیٰؑ یہ تمنا کرتے ہیں کہ خدا انہیں یہ مرتبہ عطا کر دے کہ محمدؐ کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے قابل ہو جاؤں تو کیا محمدؐ کو ایسی ہستی نہ ماننا پڑے گا کہ اس کی ٹھوکر سے دنیا کے سارے مردے اٹھ کھڑے ہوں اور یہ کہ خود حضرت عیسیٰؑ کی وہ قدرت حضوؐر ہی کے وسیلے میں ملی ہو ؟ جب کہ خود عیسیٰؑ اعلان کرتے ہیں کہ:

’’انؐ کی روح کو دیکھنے ہی سے خدا نے انبیاؑ کو نبوت دی تھی اور یہ کہ تمام انبیاؑ علیہم السلام نے ان کو دیکھا ہے ‘‘

سوال یہ ہے کہ جسے دیکھ کر نبوت ،موت و حیات پر قدرت مل جائے وہ ایمان و قرآن سے بے بہرہ رہ سکتا ہے؟ اور کیا اس بیان اور احادیثِ گزشتہ کی رو سے یہ کہنا غلط ہے کہ محمدؐ بذاتِ خود وہ روح ہے جس کو وحی کرنے کا تذکرہ کیا گیا، جسے روح القدس فرمایا گیا، جسے روحِ حق قرار دیا گیا ؟
قارئین ان تمام قریشی لیڈروں پر لعنت کرنا واجب ہے جنہوں نے محمدؐ و آل محمدؐ صلواۃ اللہ علیہم کے مناقب و فضائل کو گھٹایا۔ ذرا ان میں سے کسی کا ایسا تعظیم سے لبریز بیان تلاش کیجئے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے دیا ہے وہ نطفہءِ نا تحقیق ان کو اپنا رفیق کہتے تھے اور یہ اولوالعزم رسوؐل ان کی جوتی کا تسمہ باندھنے کے قابل نہ تھا ۔ ان ملاعین نے چونکہ ان کی جگہ بیٹھنا تھا اس لئے برابری کی باتیں ہر روایت میں ملیں گی۔ لیکن حقیقی جانشین نے تو خود کو محمدؐ کے بندوں میں سے ایک چھوٹا سا بندہ (عَبِیْدٌ مِّنْ عِبَادِ مُحمدٍؐ) کہہ کر فخر کیا تھا ۔

(۴) جو کچھ عیسیٰؑ نے فرمایا وہ قرآن میں لفظ بلفظ موجود ہے ؟؟

ہم قرآن کریم سے یہ تفصیلات دکھا چکے ہیں کہ محمدؐ خود مخزن نبوت و رسالت و وحی خداوندی ہیں

اور علیؑ ولایت مطلقہ کے حامل و ناظم ہیں ۔ اور انہی دونوں کی طرف سے نبوت و رسالت و امامت تمام انبیاؑ و رسلؑ کو ملی تھی ۔ اور وہ دونوں نہ صرف انبیاؑ کے اصلاب سے گزرتے ہوئے حضرات عبداللہ و ابوطالب علیہما السلام تک پہنچے تھے بلکہ ہر نبیؑ ہر رسولؑ اور ہر امامؑ و ولی کی نصرت و ہدایت کرتے ہوئے نورانی اور بقول عیسٰیؑ ملکوتی صورت میں ساتھ ساتھ بھی آئے تھے اور یوں انہیں ہر نبیؑ نے دیکھا اور ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے ان کے دین کو قسط وار آگے بڑھا کر ان کی نصرت کی تھی ان پر ایمان لائے تھے اور انہیں جوکچھ ملا تھا وہ محمدؐ کی الکتٰب میں سے کچھ حصہ تھا (مِن كِتٰبٍ وَحِكْمَةٍ) اور اس حصہ کی تصدیق بھی محمدؐ وعلیؑ نے ہر قدم پر کی ۔ (آل عمران ۸۱ / ۳)

قارئین حضرت عیسٰیؑ کے بیانات پھر دیکھیں کہ وہ ہر جگہ محمدؐ کو "خدا کا رسولؐ" فرماتے ہیں اور کہیں بھی اپنے لئے یا دوسرے انبیاؑ کے لئے اللہ کے رسولؐ کہنے کی غلطی نہیں کی ہے ۔ اس لئے کہ وہ محمدؐ کے ماتحت اور ان کی رسالت کو پہنچانے والے بالواسطہ رسولؐ تھے یعنی وہ محمدؐ کے رسولؐ تھے ۔

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ تِسْعٌ وَّ ثَمَانُونَ اٰيَةً وَّ سَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ زخرف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں نواسی(۸۹) آیتیں اور سات (۷) رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

حٰمٓ ۚ ۝۱ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا

قسم ہے کتاب بیان کرنے والی کی تحقیق کیا ہم نے اس کو قرآن عربی

لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۳ وَ اِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ

تو کہ تم سمجھو اور تحقیق وہ بیچ لوح محفوظ کے نزدیک ہمارے بلند قدر

حَكِيْمٌ ۝۴ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا

حکمت بھرا ہے کیا پس ماریں ہم تم سے ذکر کی کروٹ کو یعنی پھیرلیویں

اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝۵ وَ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي

اس واسطے کہ تم ہو قوم حد سے نکلی ہوئی اور کتنے بھیجے ہیں ہم نے نبیؑ بیچ

الْاَوَّلِيْنَ ۝۶ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۷

پہلوں کے اور نہ آتا تھا ان کے پاس کوئی نبیؑ مگر تھے ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے

فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۸

پس ھلاک کئے ہم نے اَشدّ ان سے پکڑ میں اور گزر گئی ہے مثال پہلوں کی

(۱) حٰ ۔ مٓ (۲) ہم بیان کرنے والی مجسم و مکمل کتابؐ کی قسم کھا کر اعلان کرتے ہیں کہ (۳) ہم نے اس کو عربی زبان میں قرآن بنا دیا ہے تاکہ تم اپنی عقل سے اپنی مادری زبان میں اس کے احکام کو سمجھ سکو (۴) اور یقیناً وہ عربی قرآن دراصل کتابوں کی بنیاد یعنی لوحِ محفوظ میں ہمارے یہاں ضرور بالضرور صاحبِ حکمت علیؑ ہے (۵) کیا ہم تمہاری ہر حد سے گزر جانے والی قوم کی وجہ سے اور اس کی بدعنوانی کے خیال سے الذکرؐ کی بات بھی اٹھا کر رکھ دیں ؟؟ (۶) اور ہم نے اوّلین اقوام میں بہت سے نبیؑ لگاتار بھیجے تھے(۸) مگر ان کے پاس آنے والے نبیوںؑ میں سے کوئی نبیؑ بھی ایسا نہ ہوا کہ ان کے ساتھ سابقہ اقوام نے مذاق نہ کیا ہو ۔ (۸) چنانچہ ہم نے بھی ان کے زبردست طاقتور لوگوں کو ہلاک کردیا تھا اور پچھلی قوموں کی مثالیں گزر چکی ہیں ۔

(۹) اور اے نبیؐ اگر تم ان سے دریافت کرو کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا کون ہے ؟ تو ان کا جواب ضرور بالضرور یہ ہوگا کہ زمین اور آسمانوں کو اسی نے پیدا کیا ہے جو ہر حالت میں غالب، صاحب عزت اور علم ہے (۱۰) اسی نے تمہارے لئے اس زمین کو تمہید اور بچھونا بنایا ہے اور ساتھ ہی اس زمین میں تمہارے لئے ایسی راہیں بنا دیں کہ تم ہدایت پا سکو ۔

وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ

اور البتہ اگر پوچھے تو ان سے کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو

لَيَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ۙ﴿۹﴾ الَّذِىۡ جَعَلَ

البتہ کہیں گے پیدا کیا ہے ان کو عزت والے علم والے نے جس نے کیا

لَكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّ جَعَلَ لَكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۚ﴿۱۰﴾

واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور کیں واسطے تمہارے بیچ اس کے راہیں تو کہ تم راہ پاؤ

تشریحات سورۂ زخرف:

(ا) آیات (۵ تا ۱ / ۴۳) میں قرآن ناطق علیؑ کی ولایت و امامت و حکومت کا اعلان کیا گیا ہے۔

قارئین نے بار بار قرآن کریم سے حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام بلند کو دیکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جہاں اللہ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ان کی ذریت میں ہمیشہ ایک مسلم اُمت برقرار رہتی چلی جائے (بقرہ ۱۲۸ / ۲) وہیں یہ بھی چاہتے ہیں کہ انہی کی ذریت میں محمدؐ ایسا رسولؐ مبعوث کیا جائے اور محمدؐ و علیؑ چونکہ جدا نہیں کیے جا سکتے اس لئے یہ عرض کرتے ہیں کہ: اے اللہ آخری زمانہ کے لوگوں میں میرے لئے ایک شخص کو موجود رکھنا جو سچائی کی زبان ہے (الشعرا ۸۴ / ۲۶) اور اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی تمام دعاؤں اور تمناؤں کو پورا کرنے کے لئے فرمایا ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ و یعقوبؑ بھی ھبہ کر دیئے اور ان سب کو تو نبیؑ بنایا اور ان تمام انبیاؑ کے لئے علیؑ کو سچائی کی زبان بنا کر ان کے لئے بولنے اور حق بات کہنے کا انتظام کیا۔ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ (مریم ۵۱۔۵۰ / ۱۹)

(ا ۔ الف) قرآن میں نام لے کر حضرت علیؑ کی مختلف حیثیات بیان کی گئی ہیں ۔

ہم نے اس آیت کو پہلے بھی انہی معنی میں بیان کیا ہے اور سورۂ شعرا (تشریح نمبر ۶) کی آیت ۸۴ کی ذیل میں قرآنی ماحول پیش کیا ہے لیکن مخالفین محمدؐ و آل محمدؐ کے دلائل و اعتراضات وغیرہ کو درخور اعتنا نہیں سمجھا ہے ۔ اور اس کے دو سبب ہیں اوّل یہ کہ اعتراضات اور دلائل ان لوگوں کے قابل غور وسماعت ہوتے ہیں جو خود بھی قواعد و قوانین اور دلیل و برہان کے پابند ہوں اور کسی حال میں قوانین اور دلائل کو نہ توڑیں لیکن جو خود اپنے مسلمہ قوانین کو توڑ ڈالتے ہیں اور حقیقی دلیل و برہان کو اپنے شیاطین کے اجتہاد سے بالائے طاق رکھ کر رسولؐ کے جانشین بن بیٹھیں، خانوادۂ رسولؐ کو خمس و مال فے سے محروم کر دیں (انفال ۴۱ / ۸) دیکھو علامہ کی تشریح تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۱۴۵۔۱۴۶حاشیہ نمبر ۳۲) اور مؤلفۃ القلوب کا حصہ ساقط کر دیں (توبہ ۶۰ / ۹) اور سینکڑوں قرآنی احکام کو معطل و منسوخ کر دیں ان کے دلائل اور اعتراضات کا سننا ان کی بحث میں الجھنا تضیع اوقات ہے ۔ اور یہ کام شیعہ لیبل کے مجتہدین کا ہے تاکہ دونوں طرف سے مناظرے اور بحثیں اور بکواس اور چندے اور نفرتیں جاری رہیں ہم تو یہ کہہ کر بات ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتے ہیں کہ وہ نام نہاد مسلمان صحابہ اور علمائے قریش خود رسولؐ اللہ سے اللہ کے نام پر مناظرے کرتے رہتے تھے (بقرہ ۲۰۵ تا ۲۰۴ / ۲) مناظروں میں وہ خود رسولؐ سے بحث کے دوران آیات کے معنی بدل بدل کر دلیل لاتے تھے (مائدہ ۴۱ / ۵) اور اس تبدیل و تحریف کو انہوں نے اپنا مجتہدانہ مسلک بنا لیا تھا اور اسی غرض سے قرآن کو طرح طرح کی مختلف سورتوں میں تقسیم کر کے بحث کرتے تھے (حجر ۹۴ تا ۹۰ / ۱۵) انہیں آخر یہ سند ملی کہ انہوں نے قرآن کو جن اصول فقہ کے ماتحت کر دیا ہے اس سے قرآن مہجور ہو کر رہ گیا ہے (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور یوں انہوں نے قرآن کی تکذیب کر دی (انعام ۶۶ / ۶) اور اس تمام بحث و اختلاف کی بنیاد وہ دشمنی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے علیؑ کو درمیان سے ہٹانا طے کر رکھا تھا (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اور

(۱۱) وہی تو خالق ارض و سما ہے جس نے آسمان سے بارش برسانے کا قانون بنایا اور بارش سے مردہ شہروں کی مردہ زمینوں کو زندہ کر کے تازگی پھیلادی۔ اسی قانون سے تمہیں زمین سے نکال لیا جائے گا۔ (۱۲) وہی تو ہے جس نے قسم قسم کی جوڑیاں پیدا کی ہیں اور تمام جوڑے بنائے ہیں اور تمہارے لئے وہ کشتیاں اور چوپائے بھی پیدا کئے جن پر تم سواری کرتے رہتے ہو

وَ الَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا

اور جس نے اتارا آسمان سے پانی ساتھ اندازے کے پس زندہ کیا ہم نے

بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝۱۱ وَ الَّذِیْ خَلَقَ

ساتھ اس کے شہر مردے کو اسی طرح نکالے جاؤ گے تم اور جس نے پیدا کیں

الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ الْاَنْعَامِ مَا

قسمیں ساری اور کی واسطے تمہارے کشتیوں سے اور چارپایوں سے وہ چیز کہ

علیؑ و حکومت علوٗیہ والی ہر آیت کے معنی و مفاہیم بدلنے کی مہم جاری کی تھی اور خود رسولؐ سے بھی کہا تھا کہ یا تو دوسرا کوئی قرآن لے آؤ یا پھر اسی قرآن میں معنوی تبدیلی کا اصول اختیار کر لو۔ (یونس ۱۵ / ۱۰)

(ا۔ب) قرآن میں علیؑ کا نام لیا گیا مگر احتیاطی تدابیر کے ساتھ لیا گیا۔

اور اس کی وضاحت حدیث میں ہے کہ:

عن المفضل بن عمر قال: سالتُ اباعبداللّٰہ علیہ السلام عن قول اللّٰہ تعالیٰ: اَئۡتِ بِقُرۡءَانٍ غَيۡرِ هٰذَآ اَوۡ بَدِّلۡهُ ۝۱۵ (یونس: ۱۵ / ۱۰) قال: قالوا : اَوۡ بَدِّلۡ عَلِیًّا (علیہ السلام) (کافی کتاب الحجۃ باب نکت ونتف حدیث نمبر ۳۷)

"حضرت مفضل بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اس آیت میں قریش کا کیا مطلب تھا کہ: "یا تو اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آؤ یا اس میں تبدیلی کر لو؟ فرمایا کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ: "علیؑ کو بدل دو" ایسی صورت میں ضروری تھا کہ قریش کے سیاسی حربوں سے بچنے کا انتظام بھی کیا جائے اور حق بات بھی ضرور کہہ دی جائے۔ چنانچہ حضرتؑ علیؑ کا نام بار بار لیا گیا مگر ہر جگہ ایسی گنجائش رکھ دی کہ ایک گمراہ رہنے پر بضد انسان اس گنجائش کو استعمال کر کے جان چھڑانے کی کوشش کرتا رہے۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کے نام کو یہاں سے ہٹانے کے لئے پہلے نمبر پر تو لفظ علیؐ یاعلیًّا کا ترجمہ کر دیا جاتاہے تاکہ وہ لفظ نام کے بجائے کچھ اور بن جائے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی مردود ،لفظ "اللہ" کا ترجمہ "دیوتا" کرتا چلا جائے اور لفظ رسولؐ یا نبیؑ کی جگہ ترجمہ کرکے قاصد یا چٹھی رساں یا ہرکارہ اور خبر دہندہ لکھتا چلا جائے۔ یا پھر موسٰیؑ کا ترجمہ پانی کا درخت یا تابوت کر دیا جائے تو تمام حقائق غائب ہو کررہ جائیں گے۔ چنانچہ قاعدہ یہ ہے کہ ناموں کو بجنسہٖ بلا ترجمہ بحال رکھتے ہیں۔ لیکن قریشی علما نے ہر اس لفظ یا اصطلاح کا عام ترجمہ کر کے حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی ہے، جو حضرت علی علیہ السلام اور حکومت و خلافتِ الٰہیہ و محمدؐیہ کے لئے استعمال ہوا تھا اور بقول مودودی شاہانہ اصطلاحات (تفہیم القرآن جلد۲صفحہ ۳۶۔۳۷) کو عامیانہ معنی میں بدل دیا۔ لفظ "ولیؑ" کو ولی رکھنے یا اس کے ترجمہ مطلق العنان حاکم کرنے کے بجائے دوست اور رفیق بنا دیا۔ لفظ موٗلٰی کو کروٹیں دے دے کر غلام بنا دیا۔ الغرض ان ملاعین نے ہر وہ فریب ، مکاری ، بد دیانتی اور بدعنوانی اختیار کی جو محمدؐ اور علیؑ کی حکومت کو ہڑپ کرنے کے لئے ضروری نظر آئی۔ بہرحال یہاں وہ کچھ گرامر (صرفی و نحوی) کے قواعد کی بحث نکال کر یہ کہتے ہیں کہ اس آیت (۵۱ / ۱۹) میں علی علیہ السلام ہی نہیں کوئی بھی مخصوص نام (عَلَم) نہیں آ سکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن تمہارے ذاتی و جماعتی استعمال اور قیاس کا پابند نہیں ہے۔ اور یہ کہ تم نے وہاں کیوں یہ اعتراض نہ کیا جہاں اللہ نے فرمایا ہے کہ: وَاجۡعَل لِّي وَزِيرًا مِّنۡ أَهۡلِي ۝۲۹ هٰرُونَ أَخِي ۝۳۰ (طٰہٰ ۲۹۔۳۰ / ۲۰)

"اور میرے کنبہ والوں میں سے میرے لئے میرے بھائی کو میرا وزیر مقرر کر دے" اعتراض اور بہانہ سازیاں کرنے والوں کو بتا دیں کہ اس آیت(۳۰۔۲۹/ ۲۰) میں لفظ "ہارونؑ" علم بھی ہے اور مفعول ثانی بھی ہے۔ اور کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے (تفسیر جلالین صفحہ ۲۴۵) تو "علیؑ کے عَلَم اور مفعول ثانی ہونے پر اعتراض کیوں ہے ؟" معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام کا ذکر نہ یہ کہ نام لے کر کیا گیا ہے بلکہ ان کے لسان اللہ ہونے کی خبر کا ماخذ بھی بتا دیا گیا ہے اور ان کا

(۱۳) تاکہ تم ان کی پیٹھ پر موزوں طور پر قائم رہ سکو اور جب ان پر تم موزوں طریقہ پر قائم ہو جاؤ تو اپنے پروردگار کی نعمتوں کو یاد کرتے ہوئے یہ کہاکرو کہ ہمہ گیری اسی کو حاصل ہے جس نے ہمارے لئے ان چیزوں کو مطیع و فرمانبردار بنا دیا ورنہ ہمیں یہ قدرت نہ تھی کہ ان کو یوں اپنا ساتھی بنالیتے (۱۴) اور حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اپنے

تَرْكَبُوْنَ ⑫ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ

سوار ہوتے ہو توکہ چڑھ بیٹھو تم اوپر پیٹھوں اس کی کے پھر یاد کرو تم نعمت

رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ

پروردگار اپنے کی جس وقت کہ سوار ہو تم اوپر اس کے اور کہو پاک ہے وہ شخص جس نے مسخر کیا

لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ⑬ وَ اِنَّآ

واسطے ہمارے اس کو اور نہ تھے ہم واسطے اس کے طاقت پانے والے اور تحقیق ہم

یہ لقب اُمت میں مشہور ہے اور یہ کہ ان کے ہر لقب کو کسی آیت ہی سے لیا گیا ہے ۔ اب آیت زیر بحث (۴ / ۴۳) کو لیجئے اس سے علامہ مودودی نے یہ سمجھا ہے کہ :

علامہ مودودی کا ترجمہ: "یہ اُمِّ الْکِتٰبِ میں ثبت ہے، ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز کتاب" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۲۳)

علامہ کی تشریح : " اُمِّ الْکِتٰبِ سے مراد ہے "اصل الکتاب" یعنی وہ کتاب جس سے تمام انبیاؑ علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابیں ماخوذ ہیں " اور "اس فقرے (لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ④ الزخرف) کا تعلق کتاب مبین سے بھی ہے اور ام الکتاب سے بھی ۔ یعنی یہ تعریف قرآن کی بھی ہے اور اس اصل کتاب کی بھی جس سے قرآن منقول یا ماخوذ ہے ۔ اس تعریف سے یہ بات ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ کوئی شخص اپنی نادانی سے اس کتاب کی قدر و منزلت نہ پہچانے اور اس کی حکیمانہ تعلیم سے فائدہ نہ اٹھائے تو یہ اس کی اپنی بد قسمتی ہے "(ایضاً صفحہ ۵۲۴)

علامہ کے ترجمہ اور تشریح پر ایک سنجیدہ نظر ڈالئے ۔ علامہ کے ترجمہ میں لفظ "مرتبہ" کے لئے آیت میں کوئی لفظ نہیں ہے ۔ یعنی اللہ کو معلوم تھا کہ عربی زبان میں لفظ مرتبہ موجود ہے لیکن اس نے اسے استعمال نہیں کیا ۔ لہٰذا علامہ نے لفظ علیٌّ یا علیًا کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے ۔ پھر ان کے ترجمے میں "حکیم" کا ترجمہ "حکمت سے لبریز کتاب" بھی غلط اور فریب ہے "حکیم" اور ہوتا ہے اور کتاب اور ہوتی ہے ۔ حکیم حکمت کا عالم ہوتا ہے ۔ اور کتاب خود نہ عالم ہوتی ہے نہ حکیم ہوتی ہے۔ نہ حکمت سکھا سکتی ہے ۔ کتاب اس کی محتاج ہوتی ہے کہ کوئی اسے پڑھے اور کوئی سمجھائے وہ خود کسی کو نہ پڑھا سکتی ہے نہ سمجھا سکتی ہے ۔ حکیم خود کتاب لکھ سکتا ہے اور حکمت کی کتابوں کو سمجھا سکتا ہے ۔ اس بیّن فرق کو علامہ اینڈ کمپنی یہاں اس آیت (۴ / ۴۳) میں غائب کر جانا چاہتی ہے ۔ اللہ نے یہاں "کتاب الحکمت" کہا ہی نہیں ہے یہاں تو ایک حکیم کا ذکر ہے اور حکمت کا تذکرہ اس لئے نہیں کہ حکیم میں حکمت خود داخل ہے ۔ لیکن حکمت میں نہ حکیم داخل ہوتا ہے نہ خود حکمت حکیم ہوتی ہے ۔ رہ گیا قرآن تو وہ بھی ایک کتاب ہے نہ خود بول سکتی ہے نہ خود کسی کی ہدایت کر سکتی ہے اگر ایسا ہوتا تو مجتہدین میں یہ تفرقہ نہ ہوتا ۔ یہ زمین و آسمان اور کفر و ایمان کا فرق نہ ہوتا ۔ اور اگر تنہا قرآن کافی ہوتا، اس لئے کہ وہ عربی زبان میں تھا اور عربی عربوں کی مادری زبان تھی، تو رسولؐ کی ضرورت نہ ہوتی ۔ یاد رکھو، مانو یا نہ مانو کہ جہاں جہاں قرآن کو الفاظ، مبین کریم ،حکیم وغیرہ سے نسبت دی گئی ہے وہاں صاحبِ قرآن مقصود ہے نہ کہ وہ کتاب جسے قرآن کہا جاتا ہے ۔ وہ تو وہی کتاب ہے جس کی تکذیب کی گئی (۶۶ / ۶) جس کو مہجور کر دیا گیا (۳۰ / ۲۵) جس کے معنی و مفاہیم میں ایک لاکھ اختلاف پیدا کئے گئے ۔ وہ نہ خود ہادی ہے نہ مہدی ہے نہ مبین ہے نہ حکیم ہے ۔ اس سے لوگ گمراہ بھی ہو سکتے ہیں ۔ ہوتے ہیں اور ہوئے ہیں ۔ اور برابر گمراہ ہوتے رہیں گے اور علامہ اینڈ کمپنی اس کی مثال ہے ۔ بہرحال علامہ کا ترجمہ سراسر غلط اور آیت کے الفاظ کا مخالف ہے ۔ سیدھی اور صاف بات یہ فرمائی گئی ہے کہ:
(۱) اللہ کتاب مبین کی قسم کھاتا ہے ۔ قرآن خود بیان کرنے والی کتاب نہیں ہے لہٰذا اللہ کتابِ ناطق یا قرآنِ ناطق علیہ السلام کی قسم کھاتا ہے ۔ اور محمدؐ و علیؑ دونوں ہی کتابِ ناطق و کتابِ مبین ہیں ۔ لہٰذا قسم محمدؐ کی یا علیؑ کی یا دونوں کی کھائی

پروردگار کے حضور انقلاب میں مبتلا ہونا ہے۔ (۱۵) اوراس کے برعکس انہوں نے اللہ کے بندوں میں سے بعض کو اللہ کا جز قرار دے رکھا ہے واقعی انسان بہت ہی بے باکی سے حقیقتوں کو چھپانے والا ہے (۱۶) یہ سوچنے کی بات ہے کہ کیا اللہ اپنی خود پیدا کی ہوئی مخلوق میں سے خود تو بیٹیاں رکھ لے اور ان خبیثوں کو بیٹوں سے نواز کر

اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ جَعَلُوْا

طرف رب اپنے کی البتہ پھر جانے والے ہیں اور مقرر کیا انہوں نے

لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ

واسطے حق تعالیٰ کے بندوں اس کے سے ایک جز یعنی اولاد تحقیق آدمی البتہ ناشکر گزار

مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰكُمْ

ہے ظاہر کیا پکڑیں اللہ نے اس چیز سے کہ پیدا کی ہیں بیٹیاں اور برگزیدہ کیا تم کو

گئی ہے نہ کہ ورقوں اور سطروں والی کتاب کی۔

(۲) اور قسمیہ یہ بتایا ہے کہ ہم نے اس بولتی ہوئی کتاب کو پڑھنے والی عربی زبان کی کتاب کی صورت میں بھی تمہارے پاس بھیج دیا ہے۔ تاکہ تم اپنی مادری زبان اور فطری عقل سے بھی کام لے سکو اور ذاتی طور پر بھی بات سمجھ سکو۔ اور جو کچھ سمجھ میں نہ آئے ذکر یا اہلِ ذکر علیہم السلام سے دریافت کر سکو۔

(۳) اور یہ کہ جس سامان کو ہم نے لکھی ہوئی عربی کی کتاب قرآن کی صورت میں پیش کیا ہے یہ سامان اُم الکتاب یا ساری کتابوں کے مخزن میں سے آیا ہے۔ اور وہ ہمارے پاس حکمت والا یا صاحبِ حکمت علیؑ ہے۔

(۴) محمدؐ و علیؑ کا مخزن علومِ خداوندی و مخزنِ وحی ہونا ثابت کیا جا چکا ہے۔

(ا-ج) وہ صراط مستقیم جس پر قائم رہنے یا جس کی ہدایت کرنے کی دعا نمازوں میں واجب ہے وہ علی علیہ السلام کا راستہ ہے۔

یہ بات پہلے ہو چکی ہے کہ سورۂ الحمد یا سورۂ فاتحہ دن میں کم از کم دس مرتبہ پڑھنا واجب ہے اور اگر سورۂ فاتحہ کے علاوہ نماز میں سارا قرآن پڑھ دیا جائے تو بھی نماز نہیں ہوتی۔ لہٰذا دن میں دس مرتبہ جس صراط مستقیم کی ہدایت طلب کرنا پوری نوع انسان پر واجب ہے وہ صراط مستقیم علیؑ کا راستہ ہے۔ بلکہ علیؑ خود ہی مجسم صراط مستقیم ہے اور یہ حقیت قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ سنئے اللہ نے فرمایا ہے کہ: قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ (حجر ۴۱ / ۱۵)

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: هٰذَا صِرَاطُ عَلِيٍّ مُسْتَقِيْمٍ (کافی کتاب حجۃ باب نکت و نتف حدیث نمبر ۶۳)

"یہ علیؑ کا وہ راستہ ہے جو ہمیشہ پائیداری کے ساتھ برقرار رہتا ہے اور جس پر چلنے والا ،اے ابلیس تیرے اثر و رسوخ اور گمراہی سے محفوظ رہتا ہے (حجر۴۱-۴۰/ ۱۵) اور حدیث میں فرمایا گیا کہ اس آیت (۴۱ / ۱۵) کو امام جعفر صادق علیہ السلام نے هٰذَا صِرَاطُ عَلِيٍّ مُسْتَقِيْمٍ پڑھا ہے۔ لہٰذا عَلَيَّ غلط ہے۔

(۲) کارخانۂ عالم کی ایجاد نوع انسان کی لامحدود ترقی رفعت مقام اور علویت عین لام ی سے وابستہ ہے۔

اللہ نے جس راہ سے گزرنے پر انسانوں کو لامحدود ترقی اور لامحدود حیات و قدرت عطا کرنا طے کیا ہے اس راہ کا نام ہے "ہمیشہ برقرار رہنے والا علیؑ کا راستہ" (هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۴۱ / ۱۵)۔

علیؑ کے اس راستے کو اللہ نے تیار کیا ہے۔

i) "یقیناً میرا پروردگار صراط مستقیم کا ذمہ دار ہے۔"

اللہ ہی علیؑ کے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔

ii) "اور اللہ ہی جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا کرتا ہے۔"

i) اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (ھود ۵۶ / ۱۱)
ii) وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (نور ۴۶ / ۲۴)
iii) وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (انعام ۸۸ / ۶)
iv) وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (شوریٰ ۵۲ / ۴۲)
v) اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (یٰسٓ ۳-۴ / ۳۶)

بزرگی عطا کر دے؟ (۱۷) اور جب ان میں سے کسی ایک کو بھی اُسی چیز کی خوشخبری سنائی جاتی ہے جسے وہ رحمان کے لئے تجویز کرتے ہیں تو اس کا چہرہ رنج کے مارے کالا پڑ جاتا ہے اور یہ اس کے غصہ کو پی جانے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ (۱۸) کیا وہ ہستیاں جو کہ زیور حسن سے مرصّع کر کے نشوونما دی جاتی ہیں اور جھگڑوں میں کھلا حصہ نہیں لیتیں وہ خدا کے حصہ میں اور زور شور سے جھگڑا کرنے والے ان کے حصہ میں ؟ یعنی عورتیں اللہ کے حصے میں اور مرد ان کے حصے میں؟ (۱۹) اور قریشی علما نے اللہ کے بندوں کو جو ملائکہ بھی ہیں مونث (مادین) بنا رکھا ہے کیا یہ لوگ ملائکہ کے پیدا ہونے کے وقت وہاں گواہی میں حاضر تھے ؟ چنانچہ ان کی گواہی کا جھوٹا دعویٰ تحریر کرلیا جائے گا اور ان سے اس پر باز پرس ہونا ہے (۲۰) اور انہوں نے تو یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ

بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا

ساتھ بیٹوں کے اور جس وقت خبر دیا جاتا ہے ایک ان کا ساتھ اس چیز کے کہ

ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾

بیان کیا ہے واسطے خدا کے مثال ہو جاتا ہے منہ اس کا کالا اور وہ غم سے بھرا ہوا

اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَ هُوَ فِي الْخِصَامِ

ہوتا ہے کیا جو شخص کہ پالا جاتا ہے بیچ گہنے کے اور وہ بیچ جھگڑے کے

غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ

ظاہر نہیں ہوتا اور مقرر کیا انہوں نے فرشتوں کو وہ جو بندے اللہ کے ہیں

اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ

عورتیں کیا حاضر ہوئے تھے وقت پیدا ہونے ان کے کے البتہ لکھی جاویگی ان کی

شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْئَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا

گواہی اور سوال کئے جاویں گے اور کہا انہوں نے اگر چاہتا اللہ نہ

iii) **تمام انبیاؑ کو علیؑ کا راستہ تیار کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔** "اور ہم نے تمام انبیاؑء اور ان کے آباؑو اجداؑد و اولاؑد کو صراط مستقیم کے لئے پسند اور انتخاب کیا اور انہیں صراط مستقیم کی ہدایت عطا کی۔"

iv) **محمدؐ مصطفیٰ بھی علیؑ کے راستے کی ہدایات دیتے رہے۔** "اور یقیناً آپؐ ضرور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں"

v) **محمدؐ مصطفی خود بھی علیؑ کے راستے پر گامزن تھے۔** "تم یقیناً مرسلینؑ میں سے ہو اور صراط مستقیم پر عمل پیرا ہو۔"

(۳) علیؑ خود ہی مجسم بولتے چالتے اور ہادی و مہدی ہیں اور اللہ کے صراط مستقیم اور اللہ کی ولایت و حکومت ہیں۔

مندرجہ بالا آیات اور اللہ کے بیانات کی تصدیق پر احادیث بھی دیکھ لیں : امام محمدؑ باقرؑ نے فرمایا کہ اللہ نے وحی کی کہ اے محمدؐ تم ہماری اس وحی پر استقلال سے قائم رہو جو ہم نے بھیجی ہے اور یہ کہ تم برابر صراط مستقیم پر قائم ہو (زخرف ۴۳ / ۴۳) امامؑ نے فرمایا کہ اللہ نے اس وحی میں یہ ارشاد کیا ہے کہ: "اے محمدؐ تم برابر ولایت علویہ پر قائم ہو" اور یہ کہ "علیؑ ہی وہ صراط مستقیم ہے" جس کی تبلیغ ہوتی چلی آ رہی ہے"

عَنْ اَبِي جعفر عليه السلام قال: اُوْحِيَ اللّٰه اِلٰى نبيّه ۙ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ (زخرف ۴۳ / ۴۳) قال: اِنَّكَ عَلٰى ولاية عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ هُوَ الصِراطُ الْمُسْتَقِيْمُ (کافی کتاب الحجۃ باب نکت ونتف حدیث نمبر ۲۴)

ہماریؑ ولایۃ ہی اللہ کی ولایۃ و حکومت ہے اور قطعاً کوئی نبیؑ ایسا نہیں بھیجا گیا جو ہماریؑ ولایت کی تبلیغ نہ کرتا رہا ہو ولایۃ علویہ ہر نبیؑ کی کتاب میں نازل ہوئی اور ہر نبیؑ نے نبوت محمدؐیہ اور ولایۃ علوؑیہ کی اشاعت کی ہے" (کافی کتاب الحجت باب نکت و نتف حدیث نمبر ۳ تا ۲)

قارئین نوٹ کریں کہ چہاردہ (۱۴) معصومین علیہم السلام سمٹ کر محمدؐ ہو جاتے ہیں الگ الگ مختلف و مقررہ صورتوں میں مقدس ناموں میں ظاہر ہوتے لیکن ہر حال میں الگ الگ بھی محمدؐیت کا ظہور ہوتے ہیں وہی عالون و عالین کہلاتے ہیں۔ اور اللہ کے اسمائے حسنہ بھی ہیں ساری کائنات اور پورا دین بھی سمٹ کر ان میں سما جاتا ہے۔ یعنی وہ حضراتؑ کائنات کی علل اربع ہیں۔

عَبٰدُهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا
عبادت کرتے ہم ان کو نہیں ان کو ساتھ اس بات کے کچھ علم نہیں وہ مگر
یَخْرُصُوْنَ ؕ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ کِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ
اٹکل کرتے کیا دی ہے ہم نے ان کو کتاب پہلے اس سے پس وہ ساتھ اس کے
مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى
محکم پکڑ رہے ہیں بلکہ کہا انہوں نے تحقیق پایا ہم نے باپوں اپنوں کو اوپر
اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾
ایک راہ کے اور تحقیق ہم اوپر نشان قدموں ان کے کے راہ پانے والے ہیں
وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ
اور اسی طرح نہیں بھیجے ہم نے پہلے تجھ سے بیچ کسی بستی کے ڈرانے والے
اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى
مگر کہا تھا دولتمندوں ان کے نے تحقیق پایا ہم نے باپوں اپنوں کو اوپر
اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ
ایک راہ کے اور تحقیق ہم نقش قدم ان کے کے پیروی کرنے والے ہیں۔ کہا

لیڈروں کی اطاعت اور بندگی بھی رحمانیت کی بنا پر ہو رہی ہے ورنہ اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت کیسے کرتے ؟ اے رسولؐ ان لوگوں کو حقیقی علم بھی نہیں ہے اس کے باوجود وہ مجتہدانہ تک بندی کرتے ہیں (۲۱) ان سے پوچھو کہ کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جس سے وہ سند لے کر یہ فیصلے کرتے ہوں۔ (۲۲) مُنَزَّل مِنَ اللہ کتاب اور علمی دلیل کے جواب میں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد اور سابقہ نسلیں ایک مسلسل اُمت تھیں اور ہم اسی متواتر عملی سنت پر ان ہی کے اجماعی فیصلوں پر ہدایت حاصل کرتے جا رہے ہیں (۲۳) اور جو کچھ قریش نے کیا اس کے لئے یہ سمجھ لو کہ ہم نے آپؐ سے پہلے کسی بستی میں کوئی نبیؑ ایسا بھیجا ہی نہیں کہ جس کے ساتھ وہاں کے خوشحال طبقہ کے لوگوں نے قریش والی بات ہی کہی کہ بھیا ہم نے اپنے آباؤ اجداد اور سابقہ نسلوں اور علما کو ایک مسلسل امت کی صورت میں پایا تھا اور ہم بھی ان ہی کی متفقہ سنت اور اجماعی طریقے کی پیروی کرتے ہیں (۲۴) ہر نبیؑ نے ان سے کہا

(۲) قریش اور ان کے آباؤ اجداد و اقوام مسلسل ایک مستقل اُمت کی طرح نظامِ اجتہاد کے پیرو تھے۔(۲۰۔۲۵)

یہ حقیقت ،کہ قریش اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی سابقہ اقوام نظامِ مشاورت و اجتہاد پر عمل پیرا تھیں، نہ نئی بات ہے اور نہ اس پر کسی مزید ثبوت کی ضرورت ہے۔دیکھنا تو یہ ہے کہ ان چند آیات (۲۵ تا۲۰ / ۴۳) میں اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سب کچھ مسلمانوں پر روزِ اوّل سے آج تک سو فیصد صادق آتا ہے۔ قارئین پہلے یہ دیکھ لیں کہ اللہ کے علم میں ان لوگوں کے پاس کوئی الہامی یا کسی نبیؐ کی دی ہوئی کتاب نہیں تھی اور چیلنج کرنے پر بھی وہ اسے پیش نہیں کرسکے(۲۱ / ۴۳) لہٰذا اللہ نے صحیح فرمایا کہ وہ لوگ کسی مُنَزَّل مِنَ اللہ کتاب کے قائم کردہ خدائی نظامِ حیات سے تمسک نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کا نظامِ حیات ان کی قوم اور بزرگوں کا اپنا تیار کردہ تھا۔ اور ضرورت پڑنے پر یہ لوگ قومی سنت کو،اور مسلسل و متواتر روایات کو سامنے رکھ کر اپنی روزمرہ کی ضروریات اور مسائل کے لئے تخمینے اندازے اور تشخیص (یَخْرُصُوْنَ) کے ذریعہ سے فیصلے کرتے چلے جاتے تھے۔اور ان کے دانشوروں اور علما کا یوں تیار ہوتے چلے آنے والا نظامِ حیات ایسا تھا کہ اس کی موجودگی میں ، ان کے اصول و قواعد کے ماتحت اب کوئی نظامِ حیات ان کے نظام سے نہ بہتر ہو سکتا تھا نہ مفید تر نکل سکتا تھا۔ یعنی ان کا طریقہ حرفِ آخر تھا اور جو کوئی اس طریقہ میں کسی قسم کا دخل دے وہ گویا انسانی ترقی کا دشمن ہے خواہ وہ کوئی خدا کا بھیجا ہوا نبیؑ ہی کیوں نہ ہو۔یعنی ہر اس تعلیم اور تصورِ حیات کو مٹا دینا ، غائب کردینا لوگوں کو بھٹکنے سے بچانے کے لئے چھپا دینا ان کے مذہب کا اصول تھا جسے اللہ نے کفر قرار دیا ہے اور اسی اصول کے ماتحت انہوں نے کہہ دیا کہ جو کچھ بھی تمہارے ساتھ تعلیمات و ہدایات وغیرہ ہیں ہم ان سب کے کافر ہیں۔(۲۴ تا۲۰ / ۴۳) اللہ نے ان آیات میں جو خاص بات بتائی ہے وہ بھی سامنے رہنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ اس نظامِ حیات کی نمائندگی کرنے

اَوَ لَوۡ جِئۡتُکُمۡ بِاَهۡدٰی

پیغمبرؑ ان کے نے اگر چہ آیا ہوں میں تمہارے پاس ساتھ بہت راہ بتانے

مِمَّا وَجَدۡتُّمۡ عَلَیۡهِ اٰبَآءَکُمۡ ؕ قَالُوۡۤا

والے کے اس چیز سے کہ پایا تم نے اوپر اس کے باپوں اپنوں کو کہا انہوں نے

اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ کٰفِرُوۡنَ ﴿۲۴﴾

تحقیق ہم ساتھ اس چیز کے کہ بھیجے گئے ہو تم ساتھ اس کے کافر ہیں

فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿۲۵﴾

پس بدلا لیا ہم نے ان سے پس دیکھ کیوں کر ہوا آخر کام جھٹلانے والوں کا

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِیۡمُ لِاَبِیۡهِ وَ قَوۡمِهٖۤ اِنَّنِیۡ

اور جس وقت کہا ابراہیمؑ نے واسطے باپ اپنے کے اور قوم اپنی کے تحقیق میں

بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِیۡ

بیزار ہوں اس چیز سے کہ عبادت کرتے ہو تم مگر اس شخص سے جس نے

فَطَرَنِیۡ فَاِنَّهٗ سَیَهۡدِیۡنِ ﴿۲۷﴾ وَ جَعَلَهَا کَلِمَةًۢ

پیدا کیا مجھ کو پس تحقیق وہ شتاب ہدایت کرے گا مجھ کو اور کیا اس کو بات

کیا تم ایسی حالت میں بھی بدستور اپنی قومی اُمت کی پیروی کرتے رہو گے جب کہ میں تمہاری قومی اُمت کے اس طریقے سے بھی زیادہ مفید اور بہتر ہدایت لایاہوں؟ اس پر انہوں نے کہا کہ جناب ہر وہ چیز جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے، خواہ تمہارے خیال میں زیادہ مفید ہو ہم ان سب کو ظاہر ہی نہیں ہونے دینا چاہتے ۔ (۲۵) چنانچہ ہم نے ان تمام اقوام سے بھرپور انتقام لے لیا اب تم اے رسولؐ خود ان کا انجام دیکھ لو جنہوں نے انبیاؑ کو جھٹلایا تھا ۔ (۲۶) اور یہ بھی کہ جب ابراہیمؑ نے اپنے والد اور اپنی قوم کے سامنے اعلان کیا کہ میں جن کی تم عبادت کرتے ہو ان میں سے خداکے علاوہ باقی سب معبودوں سے بری الذمہ ہوں۔ (۲۷) وہ ہی ہے جس نے مجھے یہ میری فطرت عطا کی ہے اور وہی مجھے اس فطرت کے مطابق ہدایت جلد ہی عطا کرے گا اور ابراہیمؑ نے اپنے اسی اصول کو اپنے پیچھے اپنی اولاد میں قائم رہنے والا بنادیا تاکہ ان کی

والا گروہ ہمیشہ مرفہ الحال، دولتمند، فارغ البال اور سرمایہ دار طبقہ ہوا کرتا تھا اور وہ انبیاؑ علیہم السلام اور دوسرے نصیحت کرنے والے لوگوں کو اپنے نظامِ حیات پر تنقید کی اجازت نہ دیتا تھا۔ چنانچہ مکہ میں رسولؐ اللہ کو اسی قسم کے دانشوروں علما اور لیڈروں نے وہی جواب دیا تھا جو سابقہ اقوام والے علما دیا کرتے تھے (۲۳۔۲۲ / ۴۳)

(۲۔ الف) اُمت محمدؐیہ کہلانے والی اُمت وہی اُمت ہے جس کا ذکر قریشی علما نے کیا تھا (۲۳۔۲۲ / ۴۳)

قارئین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد والے قریش میں اور انؐ کے سامنے والے اور انؐ سے پہلے والے قریش میں عملی حیثیت سے کوئی فرق نہیں ہے ۔ پہلے والے اور سامنے والے قریش اللہ کو قیامت کو نبوت کو مانتے تھے اور بعد والے اور آج والے بھی نبوت و قیامت اور توحید کو مانتے ہیں ۔ عہد رسولؐ میں وہ قریش جن باتوں میں رسولؐ سے اختلاف کرتے تھے ان میں بعد والے بھی آج تک اختلاف کرتے چلے آئے ہیں ۔ وہ بھی رسولؐ کو سو فیصد ویسا نہیں مانتے تھے جیسا کہ اللہ اور قرآن منوانا چاہتا ہے۔ چنانچہ آج کے علما بھی رسولؐ کی پوزیشن میں وہی اختلاف رکھتے ہیں مثلاً وہ رسولؐ کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے ۔ ان کی ہر بات کو وحی یا اللہ کی بات نہ مانتے تھے ۔ آج بھی یہی عقیدہ مسلمان علما کی کثرت کا ہے ۔ وہ رسولؐ کو ساری کائنات کا عالم نہ مانتے تھے، یہ بھی نہیں مانتے ۔وہ رسولؐ سے غلطیوں اور بھول چوک کے قائل تھے ۔ یہ بھی قائل ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ ان کا ذاتی یا جماعتی فیصلہ تھا، مگر مسلمان علما نے تو اس سلسلے میں سینکڑوں روایات بھی تیار کر رکھی ہیں۔ اور یہ بھی ایک فرق ہے کہ اُن کے پاس پہلے سے کتاب خداوندی نہ تھی اور اِن کے پاس قرآن موجود ہے ۔ یہ فرق بالکل نہ ہوا ہوتا اگر قریش کی پالیسی کو اس سلسلے میں نظامِ ولایت نے الٹ نہ دیا ہوتا اور انہیں قرآن کے تحفظ اور اشاعت پر مجبور نہ کر دیا ہوتا ۔ ورنہ خلیفہ اوّل نے کہہ دیا تھا کہ: ”اے عمر کیا میں وہ کام کرلوں جو رسولؐ اللہ نے بھی نہیں کیا تھا“؟

بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۲۸ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ

باقی رہنے والی بیج اولاد اس کی کے تا کہ وہ پھر آویں بلکہ فائدہ دیا میں نے ان کو

وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝۲۹

اور باپوں ان کے کو یہاں تک کہ آیا ان کے پاس حق اور رسولؐ بیان کرنے والا

وَ لَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا

اور جب آیا ان کے پاس حق کہا انہوں نے یہ جادو ہے اور تحقیق ہم

اولاد ان کے اصول اور بات کو راہنما بنانے کے لئے اس کی طرف پلٹتی رہے۔ (۲۹) یہی نہیں بلکہ میں نے بھی ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو برابر دنیا میں استفادہ کے مواقع بہم پہنچائے یہاں تک کہ یہ زمانہ آگیا اور ان کے پاس حق اور محمدؐ ایسا بولنے اور بیان کرنے والا رسولؐ پہنچ گیا۔ (۳۰) اور جیسے ہی ان کے پاس حق پہنچا انہوں نے کہہ دیا کہ یہ کلام الٰہی نہیں یہ تو جادو ہے اور ہمارا کام ہے کہ ہم جادو کو

یعنی وہ یہ مشہور کرنے کا ارادہ رکھتے تھے کہ رسوؐل اللہ نے قرآن کو کتاب کی صورت میں جمع و مدون نہیں کیا تھا۔ ہمیں پڑھایا عملاً اس کی تنفیذ و تبلیغ سکھائی لہٰذا جو کچھ ہم اور ہمارے فیصلے کہتے ہیں وہ عین قرآن ہی ہوتا ہے۔ ہمیں دیکھتے ہوئے بچے جوان ہوں گے وہ بھی اسی طرح قرآن پر عمل کرنا سیکھ جائیں گے۔ یوں ہمارے دانشوروں کا ہر کام اور ہر فیصلہ اللہ و رسوؐل کا فیصلہ رہتا چلا جائے گا۔ چنانچہ نہ قرآن کتابی صورت میں موجود ہو گا نہ ایرا غیرا نتھو خیرا اٹھ کر ہمارے کسی قول و فعل اور حکم و فیصلے کو قرآن کے خلاف کہہ سکے گا۔"

قارئین یہی پالیسی تھی جو قریش میں ان کے آباؤ اجداد سے چلی آ رہی تھی اور ان کے دانشوروں اور علما کو یہی مقام حاصل تھا جو بعد والے قریش حاصل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے تھے مگر غضب یہ نازل ہوا کہ حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلدی جلدی قرآن جمع کیا اور کتابی صورت میں لے جاکر پہلے خلیفہ کے سامنے رکھ دیا۔ خلیفہ وقت چکرا کر رہ گیا۔ یہ تو اس کی اپنی ذمہ داری تھی؟ لوگ کیا کہیں گے؟ ادھر یہ خیالات آرہے تھے ادھر نہ معلوم قرآن میں کیا دیکھ لیا۔ جلدی سے بند کیا اور یہ کہہ کر علیؑ کو پکڑا دیا کہ: "اسے تم لے جاؤ ہمیں اس کی ضرورت نہیں" یہ جملہ خلافتِ وقت کے لئے ایک مصیبت بن گیا۔ وہ کیسی خلافت ہے جس کو قرآن کی ضرورت نہیں؟ ابھی چند روز پہلے تو انہوں نے یہ کہا تھا کہ: "حسبنا کتاب اللہ" کیا قرآن وہ کتاب نہیں ہے جو اس جملہ میں کہی گئی تھی؟ پھر وہ کونسی کتاب ہے؟ کہیں وہ توریت تو نہیں؟ کہیں وہ کتابچہ تو نہیں جسے حضرت عمر یہود کے درس میں شامل ہوکر تیار کیا کرتے تھے؟ قصہ مختصر حضرت علی علیہ السلام کی اس محنت نے خلافت کو داخلی انقلابات کی منجدھار میں دھکیل دیا۔ اور آخر تیس سال گزرنے والے تھے کہ پھر حضرت علیؑ ہی کے خفیہ ہاتھ نے قرآن کو کتابی صورت میں پیش کرا دیا۔ لیکن اس وقت تک قرآن کو مشکوک کر چکنے کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ قرآن جمع تو ہو گیا۔ حفظ بھی کیا جانے لگا۔ گردنوں اور کندھوں پر بھی لٹکنے لگا۔ مگر قرآن اس وقت تک ایک ادب و احترام کرنے کی چیز بنا دی گئی تھی۔ وہ عوام کے سمجھنے کی چیز نہیں ہے بقول علامہ اس میں متشابہات ایسی خطرناک آیات بھی ہیں جن کو جتنی زیادہ محنت کرکے سمجھنے کی کوشش کی جائیگی اتنا ہی جلد اور زیادہ گمراہ ہو جانا یقینی ہوجائے گا۔ چنانچہ قرآن تو مسلمان کے پاس رہتا چلا آیا ہے مگر رسوؐل کے بعد آج تک علما کی کثرت نے قرآن کتابِ خداوندی کی طرح اپنی زندگی کا قانون نہیں بنایا۔ اسے مہجور کیا (۳۰ / ۲۵) اسے جھٹلایا (۶۶ / ۶) اور عمل اپنے ان ہی لیڈروں علما اور دانشوروں کے اجتہاد پر کیا۔ اور آج اسی اجتہادی سامان کو اسلامی نظام کہا جاتا ہے۔ یہی حالت تھی ان قریش کی جو آیات (۲۲۔۲۳ / ۴۳) میں مذکور ہیں۔ اگر ان سے مجتہدانہ قوانین کی کتاب مانگی گئی ہوتی تو وہ ڈھیر لگا دیتے البتہ صحف ابراہیمؑ و موسیٰؑ ان کے پاس نہ تھے اور علیؑ نہ ہوتے تو ان کے پاس قرآن بھی نہ ہوتا۔

(۲۔ب) آج مسلمانوں کا ہر فرقہ اس کے عوام اور علما کے نزدیک ایسے حق پر قائم ہے جس میں کسی اصلاح کی حاجت نہیں۔

قارئین چل پھر کر اپنے گرد و پیش کے عوام اور علما سے تصدیق کرسکتے ہیں آپ کو بھی اس نتیجہ پر پہنچنا ہو گا کہ نہ سنیوں کے یہاں سے کسی مزید اصلاح اور ہدایت کی گنجائش بتائی جائے گی اور نہ شیعوں میں کوئی یہ مانے گا کہ ان کے عقائد اور نظریۂ حیات میں کوئی خامی ہے

شیعہ سنیوں کے اندر اور سنی شیعوں کے اندر ہزاروں چیزوں کو غلط قرار دیتے ہیں۔ مگر یہ تمام فرقے اسی طرح مطمئن اور خوش ہیں جس طرح زیرِ بحث قریش خوش تھے اور ان سے بھی کہا گیا تھا کہ :
''مشرکین میں سے ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے دین میں فرقہ سازی کی ہے اور جن کا ہر فرقہ اپنے اپنے اختیار کردہ مسلک پر خوش اور مطمئن ہے (روم ۳۲-۳۱/ ۳۰) اور ہم ان سے یہی کچھ کہہ رہے ہیں۔ بہرحال مسلمانوں کے پاس زبردستی گلے میں لٹکتی ہوئی ایک کتاب تو ہے مگر اس کتاب سے نہ عہدِ رسولؐ میں ہدایت حاصل کی گئی نہ بعد والوں نے کتاب اللہ کو اپنا حاکم بنایا۔ آج تک ان کے حاکم ان کے بولتے چالتے بت ہیں اور وہ سب ماشاء اللہ مشرک ہیں اگر آج نہیں تو کل ان کے پاس ہادی مطلق محمدؐ آ جائے تو یہ اس پر بھی بے دینی ، الحاد اور کفر کا فتویٰ لگادیں گے ۔ اور یقین کیجئے وہؑ حضرت حجۃ علیہ السلام صرف تین ہزار اور دوسری روایت کی رو سے تیس ہزار شیعہ علما کو تہہ تیغ کریں گے ۔ اللہ اکبر ۔

(۳) عہدِ رسولؐ کے قریش اپنے مجتہدانہ اسلام کے تحفظ کے لئے جو بہانے بناتے تھے وہ ان کے عقائد نہ تھے۔

قرآن کریم کو جادو کہنا یا ایک خانہ ساز کتاب قرار دینا ۔ ان کے دل کی آواز نہ تھی بلکہ قارئین نے یہاں تک بار بار اور طرح طرح کے ایسے بہانے اور اعتراضات پڑھے ہیں جو قریشی لیڈروں کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں تاکہ وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیمات کو پھیلنے سے روک سکیں ۔ اور قارئین نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ مسلمان مترجمین اور مفسرین نے قریش کے بہانوں اور اعتراضات کو بڑے زور و شور سے حقیقت سمجھ کر اچھالا ہے اور یہ تاثر ساری دنیا میں پھیلا دیا ہے کہ وہ بہانے حیلے عذرات اور اعتراضات عربوں کے لئے عموماً اور قریش کے خصوصاً مذہب و مسلک کے بنیادی عقائد و اصول تھے ۔ یعنی مثلاً :

ا۔ وہ مذہبًا آدمی کا رسولؐ یا نبیؐ ہونا نہ مانتے تھے ۔ یا ۲۔ قرآن مُنَزَّل مِنَ اللہ نہیں گھریلو ایجاد ہے ۔
لیکن ہر وہ شخص جو قرآن کریم کے بیانات کو تسلسل اور ربط دے کر پڑھے گا وہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ عرب کے عام باشندے بھی اور قریش بحیثیتِ مجموعی ، بالکل مذہبی لوگ تھے ۔ اور ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ وہ قطعاً ان مسلمانوں ایسے لوگ تھے جو بعد وفات رسولؐ اس دنیا میں رہتے چلے آئے ہیں ۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ عربوں میں بعض لوگ قطعاً دہریے اور بے دین بھی تھے ۔ ان میں ستارہ پرست یعنی نجومی یا موڈرن زبان میں سائنس دان لوگ بھی تھے ۔ اور یہ بھی کہ قریش کبھی ایسے لوگوں والے اعتراضات بھی رسول اللہ پر جڑ دیا کرتے تھے ۔ مگر حقیقتاً وہ نہ بے دین تھے اور نہ ویسے مشرک تھے جیسے قریش نے اسلام اختیار کرلینے کے بعد مشہور کئے یہ تمام ہتھکنڈے قریش نے اسلامی نقاب پہن لینے اور حکومت پر قبضہ جما لینے کے بعد گھڑ گھڑ کر تاریخ و روایات کے ذریعہ سے پھیلائے ہیں تاکہ دنیا یہ نہ کہہ سکے کہ قریش اسلام لانے کے بعد بھی وہی قریش رہے اور اسی مذہب کو اسلام کے پردہ میں لپیٹ کر دوبارہ قائم کردیا۔ بہرحال ہم تو قریش کے دل سے دشمن ہیں مگر یقین کیجئے کہ ہم نے اپنی دشمنی کے باوجود ان کے ساتھ بد دیانتی نہیں کی ہے ان پر کہیں غلط الزام عائد نہیں کیا ہے ۔ کہیں قرآن کے معنی و مفاہیم کو اس لئے نہیں تبدیل کیا کہ قریش یا دشمنانِ خدا و رسولؐ کو مجرم بنا دیا جائے ہم تو اپنے بیانات میں علامہ کے بیانات سے تصدیقات پیش کرتے آئے ہیں ۔ لہٰذا اب بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ قریش بامذہب ہی نہیں بلکہ مسلمان لوگ تھے سلسلۂ وحی اور نبوت کو مانتے تھے ۔ اللہ پر ان کا مکمل یعنی تمام صفات سمیت ایمان تھا ۔ وہ قیامت اور حشر و نشر کے قائل تھے چنانچہ علامہ کا یہ بیان پڑھیں اور اس میں ان تمام چیزوں کو دیکھ لیں ۔ علامہ کے ارشادات یہ ہیں :

(۳۔ الف) قریش ملت ابراہیمؑ پر اسی طرح قائم تھے جیسے رسولؐ کے بعد مسلمان دینِ اسلام پر قائم رہے ہیں۔

(ا) ''سیرتِ ابراہیمؑ کے اس دور کی تاریخ خاص طور پر جس وجہ سے قرآن مجید بار بار سامنے لاتا ہے وہ یہ ہے کہ عرب کے لوگ بالعموم اور قریش بالخصوص اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پیرو سمجھتے اور کہتے تھے اور یہ دعویٰ رکھتے تھے کہ ملت ابراہیمی ہی ان کا مذہب ہے مشرکین عرب کے علاوہ نصاریٰ اور یہود کا بھی یہ دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ ان کے دین کے پیشوا ہیں (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۹۹) اور سنئے :

(۲) ''زمانہ جاہلیت کے عرب اپنے آپ کو ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا پیرو کہتے اور سمجھتے تھے ۔ اور اس بنا پر ان کا خیال یہ تھا کہ جس مذہب کا وہ اتباع کر رہے ہیں وہ خدا کا پسندیدہ مذہب ہی ہے ۔ لیکن جو دین ان لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ سے سیکھا تھا اس کے اندر بعد کی صدیوں میں مذہبی پیشوا ،قبائل کے سردار ،خاندانوں کے بڑے بوڑھے اور مختلف لوگ طرح طرح کے عقائد اور اعمال اور رسوم کا اضافہ کرتے چلے گئے جنہیں آنے والی نسلوں نے اصل مذہب کا جز سمجھا اور عقیدتمندی کے ساتھ ان کی پیروی کی ۔ چونکہ روایات میں یا تاریخ میں یا کسی کتاب میں ایسا کوئی ریکارڈ محفوظ نہ تھا جس سے معلوم ہوتا کہ اصل مذہب کیا تھا ؟ اور بعد میں کیا چیزیں ، کس زمانہ میں ، کس نے، کس طرح اضافہ کیں، اس وجہ سے اہل عرب کے لئے ان کا پورا دین مشتبہ ہو کر رہ گیا تھا۔ نہ کسی چیز کے متعلق یقین کے ساتھ یہی کہہ سکتے تھے ۔ کہ یہ اس اصل دین کا جز ہے جو خدا کی طرف سے آیا تھا ، اور نہ یہی جانتے تھے کہ یہ بدعات اور غلط رسوم ہیں جو بعد میں لوگوں نے بڑھا دیں '' (تفہیم القرآن جلد اوّل ۵۸۷)

(۳) آیت آل عمران (۹۵ / ۳) کی تشریح میں فرمایا کہ: ''مطلب یہ ہے کہ ان فقہی جزئیات میں کہاں جا پھنسے ہو ۔ دین کی جڑ تو اللہ واحد کی بندگی ہے ۔ جسے تم نے چھوڑ دیا اور شرک کی آلائشوں میں مبتلا ہو گئے ۔ اب بحث کرتے ہو فقہی مسائل میں، حالانکہ یہ وہ مسائل ہیں جو اصل ملت ابراہیمؑ سے ہٹ جانے کے بعد انحطاط کی طویل صدیوں میں تمہارے علما کی موشگافیوں سے پیدا ہوئے ہیں '' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۷۴)

(۴) فرقوں کا وجود (آل عمران ۱۰۵ / ۳ کی تشریح): ''یہ اشارہ اُن اُمتوں کی طرف ہے جنہوں نے خدا کے پیغمبروں سے دینِ حق کی صاف اور سیدھی تعلیمات پائیں مگر کچھ مدت گزر جانے کے بعد اساس دین کو چھوڑ دیا اور غیر متعلق ضِمنی و فروعی مسائل کی بنیاد پر الگ الگ فرقے بنانے شروع کر دئے ،پھر فضول و لا یعنی باتوں پر جھگڑنے (یعنی مناظروں۔احسنؔ) میں ایسے مشغول ہوئے کہ نہ انہیں اس کام کا ہوش رہا جو اللہ نے ان کے سپرد کیا تھا اور نہ عقیدہ و اخلاق کے ان بنیادی اصولوں سے کوئی دل چسپی رہی جن پر درحقیقت انسان کی فلاح و سعادت کا مدار ہے ''(تفہیم القرآن اوّل صفحہ ۲۷۸)

(۵) مذاہب اور فرقے بنانے کا سبب (آل عمران ۱۹ / ۳ کی تشریح): ''مطلب یہ کہ اللہ کی طرف سے جو پیغمبرؑ بھی دنیا کے کسی گوشے اور کسی زمانے میں آیا ہےاس کا دین اسلام ہی تھا ۔ اور جو کتاب بھی دنیا کی کسی زبان اور کسی قوم میں نازل ہوئی ہے اس نے اسلام ہی کی تعلیم دی ہے ۔ اس اصل دین کو مسخ کرکے اور اس میں کمی بیشی کرکے جو بہت سے مذاہب نوع انسان میں رائج کئے گئےان کی پیدائش کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ لوگوں (لیڈروں۔احسنؔ) نے اپنی جائز حد سے بڑھ کر حقوق فائدے اور امتیازات حاصل کرنے چاہے اور اپنی خواہشات (اجتہادات۔احسنؔ) کے مطابق اصل دین کے عقائد، اصول اور احکام میں ردو بدل کر ڈالا '' (تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ ۲۴۰)

(۶) نمرود کی قوم سے لے کر بنی اسرائیل تک کسی کو منکرِ اسلام نہیں مانا اور ہر مشرک قوم کو بگڑے ہوئے مسلمان قرار دیا گیاہے ۔ یہ بھی دیکھتے چلیں کہ علامہ اینڈ کمپنی نمرود اور نمرود کی قوم کو ، حضرت موسیٰؑ کی قوم کو، حضرت شعیبؑ کی قوم کو الغرض تمام مشرک اقوام کو منکرِ تعلیماتِ خداوندی نہیں مانتی بلکہ انہیں بگڑے ہوئے مسلمان قرار دیتی ہے ۔سنئے :

اوّل: ''اس تاریخی حقیقت کو جان لینے کے بعد یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی کہ اس قوم کو دین حق کی آواز پہلی مرتبہ حضرت شعیبؑ کے ذریعہ سے پہنچی تھی ۔ درحقیقت بنی اسرائیل کی طرح ابتداءً وہ بھی مسلمان ہی تھے۔ اور شعیب علیہ السلام کے ظہور کے وقت ان کی حالت ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم کی سی تھی ۔ جیسی ظہور موسیٰ علیہ السلام کے وقت بنی اسرائیل کی تھی ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد چھ سات سوبرس تک مشرک اور بداخلاق قوموں کے درمیان رہتے رہتے یہ لوگ شرک بھی سیکھ گئے تھے اور بد اخلاقیوں میں بھی مبتلا ہو گئے تھے۔ مگر اس کے باوجود ایمان کا دعویٰ اور اس

پر فخر برقرار تھا" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۴۔۵۵) چند سطروں کے بعد لکھا ہے کہ:
دوم: "اس فقرے (إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔ اعراف ۸۵ / ۷) سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود مدعی ایمان تھے۔ جیسا کہ اوپر ہم اشارہ کر چکے ہیں (علامہ وحی کا ترجمہ اشارہ کرتے ہیں لہٰذا یہاں علامہ وحی کر چکے ہیں۔احسن) یہ دراصل بگڑے ہوئے مسلمان تھے اور اعتقادی و اخلاقی فساد میں مبتلا ہونے کے باوجود ان کے اندر نہ صرف ایمان کا دعویٰ باقی تھا بلکہ اس پر انہیں فخر بھی تھا۔ اسی لئے حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ:"اگر تم مومن ہو(۸۵ / ۷) "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۵)
سوم: "یہ پوری تقریر اس بات پر شاہد ہے کہ وہ قوم اللہ فَاطِرِ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ کی ہستی کی منکر نہ تھی بلکہ اس کا اصلی جرم اللہ کے ساتھ دوسروں کو خدائی صفات اور خداوندانہ حقوق میں شریک قرار دینا تھا۔ اوّل تو حضرت ابراہیمؑ خود ہی فرما رہے ہیں کہ تم اللہ کے ساتھ دوسری چیزوں کو شریک کرتے ہو۔دوسرے جس طرح آپ ان لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے اللہ کا ذکر فرماتے ہیں یہ انداز بیان انہی لوگوں کے مقابلہ میں اختیار کیا جاسکتا ہے جو اللہ کے نفس وجود سے منکر نہ ہوں۔ لہٰذا ان مفسرین کی رائے درست نہیں ہے جنہوں نے اس مقام پر اور حضرت ابراہیمؑ کے سلسلے میں دوسرے مقامات پر قرآن کے بیانات کی تفسیر اس مفروضہ پر کی ہے کہ قوم ابراہیمؑ اللہ کی منکر یا اس سے ناواقف تھی اور صرف اپنے معبودوں ہی کو خدائی کا بالکلیہ مالک سمجھتی تھی" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۵۹ تا ۵۶۰)

(۳۔ب) علامہ کے چھ عدد بیانات قومی حکومتوں کے مذہب اور ان کی سازش کو واضح کرتے ہیں نتائج مرتب کیجئے۔

ان بیانات کو مسلسل کر کے سمجھنے کے بعد ہمارے تمام الزامات کی تائید و تصدیق کیجئے:
۱۔حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے لے کر بنی اسرائیل تک تمام مشرک اقوام منکر اسلام نہ تھیں۔
۲۔ اور وہ سب بگڑے ہوئے مسلمان تھے۔۲۔ قریش بھی ملت ابراہیمی کے ویسے ہی پیرو تھے جیسا کہ ان کی قوم تھی اور وہ بھی اسی طرح اللہ فاطر السموات والارض کے منکر نہ تھے جیسا کہ ان کی قوم منکر نہ تھی اور وہ بھی اسی طرح کے بگڑے ہوئے مسلمان تھے جیسا کہ ان کی اپنی قوم تھی۔
۳۔ قریش بھی اسی طرح بگڑے ہوئے مسلمان تھے جیسا کہ بنی اسرائیل اور حضرت شعیبؑ کی قوم بگڑی ہوئی مسلمان تھی۔
۴۔ قریش بھی قومی علما اور دانشوروں کے اجتہادات کی پیروی میں مبتلا ہوئے اور اسلام میں بہت سے فرقے پیدا کئے جو آج تک باقی اور اپنے اپنے مختلف و متضاد عقائد و نظریات پر قائم چلے جا رہے ہیں اور اپنے مخالفین کو بے دین، کافر و ملحد و بدعتی اور واجب القتل قرار دیتے اور مسلمان ہیں۔
۵۔ اس سب کے باوجود علامہ اینڈ کمپنی نے عہدِ رسولؐ کے مشرک قریش کو بھول کر بھی بگڑے ہوئے مسلمان نہ لکھا۔ بلکہ ان کے خلاف ایسی تہمتیں ایجاد کیں جن سے عہدِ رسولؐ کے قریش میں اور بعدِ رسولؐ کے قریش میں مصنوعی فرق دکھایا جاسکے اور دنیا کو یہ دھوکا دیا جا سکے کہ عہدِ رسولؐ کے قریش کے عقائد و نظریات اور تھے اور بعد والے قریشی عوام اور حکمرانوں کے عقائد اور تھے اور اس کی ایک اہم ترین مثال اور تہمت کا ثبوت چھٹے بیان کے تیسرے اقتباس میں بھی موجود ہے جہاں علامہ حضرت ابراہیمؑ کی قوم کے شرک کا حال اور قسم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ابراہیمؑ کی قوم اللہ کی صفات و حقوق میں دوسروں کو بھی شریک کرتی تھی۔

اوّل: "وہ قوم اللہ فَاطِرِ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ کی ہستی کی منکر نہ تھی بلکہ اس کا اصلی جرم "اللہ کے ساتھ دوسروں کو خدائی صفات اور خداوندانہ حقوق میں شریک قرار دینا تھا" اور آخر میں لکھا ہے کہ:
دوم "ان مفسرین کی رائے درست نہیں جنہوں نے... قرآن کے بیانات کی تفسیر اس مفروضے پر کی ہے کہ قوم ابراہیمؑ اللہ کی منکر یا اس سے ناواقف تھی اور صرف اپنے معبودوں ہی کو خدائی کا بالکلیہ مالک سمجھتی تھی"(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۵۹۔۵۶۰)
قارئین خوب اچھی طرح دیکھ اور سمجھ لیں کہ علامہ ابراہیمؑ کی قوم کے لئے یہ مانتے ہیں کہ وہ اس لئے مشرک تھی کہ خدا کے حقوق اور صفات بھی تسلیم کرتی تھی اور خدا کے ساتھ ساتھ کچھ دوسروں کو بھی اللہ کی صفات اور حقوق میں شریک مانتی تھی۔

عہد رسولؐ کے مشرکین خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو خدائی حقوق دیتے تھے۔ لیکن علامہ قریشی مشرکین کے معاملے میں یہ بات نہیں کہتے بلکہ ان کے لئے وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں جس کو اختیار کرنے پر باقی مفسرین کو غلط کار قرار دیا ہے سنئے اور مشرکین قریش کی ضد میں قرآن کے ترجمہ میں بد دیانتی بھی ملاحظہ کیجئے۔

(۱) وَيَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ سُلۡطَٰنٗا وَمَا لَيۡسَ لَهُم بِهِۦ عِلۡمٞ ﴿٧١﴾ (حج ۷۱ / ۲۲)

(۲) وَيَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَمۡلِكُ لَهُمۡ رِزۡقٗا مِّنَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ۔ الخ (نحل ۷۳ / ۱۶)

(۳) إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَن يَخۡلُقُواْ ذُبَابٗا وَلَوِ ٱجۡتَمَعُواْ لَهُۥ۔ الخ (۷۳ / ۲۲)

(۴) وَلَئِن سَأَلۡتَهُم مَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُۚ قُلۡ أَفَرَءَيۡتُم مَّا تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ إِنۡ أَرَادَنِيَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ هَلۡ هُنَّ كَٰشِفَٰتُ ضُرِّهِۦٓ۔ الخ (زمر ۳۸ / ۳۹)

(۱) اللہ نے فرمایا: علامہ کا ترجمہ: ''یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کر رہے ہیں جن کے لئے نہ تو اس نے کوئی سند نازل کی ہے اور نہ یہ خود ان کے بارے میں کوئی علم رکھتے ہیں'' (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۵۰)

(۲) اللہ نے فرمایا: علامہ کا ترجمہ: اور اللہ کو چھوڑ کر ان کو پوجتے ہیں جن کے ہاتھ میں نہ آسمانوں سے انہیں کچھ بھی رزق دینا ہے نہ زمین سے'' (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۵۶)

(۳) اللہ نے فرمایا: علامہ کا ترجمہ: ''جن معبودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے'' (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۵۱)

(۴) اللہ نے فرمایا: علامہ کا ترجمہ: ''ان لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ نے۔ ان سے کہو کہ جب حقیقت یہ ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمہاری یہ دیویاں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو مجھے اس کے پہنچائے ہوئے نقصان سے بچا لیں گی؟ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۷۴)

قارئین دیکھ لیں کہ پہلی دو آیتوں کے ترجمہ میں علامہ نے یہ ترجمہ کیا کہ قریش اللہ کی عبادت نہ کرتے تھے بلکہ اسے چھوڑ کر دوسرے خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے تھے اور آخری دو آیات میں یہ تاثر قائم کیا کہ قریش اللہ سے نہیں بلکہ غیر خدا سے مدد طلب کیا کرتے تھے اور یہ تہمت اس کے باوجود لگا دی۔ جب کہ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ وہ اللہ کے منکر نہیں بلکہ قریش اللہ کو زمین اور آسمانوں کا خالق بھی مانتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ علامہ مودودی نے قریش کے عقائد کی یہ فہرست بھی بنائی ہے:

قریش ابراہیمؑ اور شعیبؑ کی اور موسیٰؑ کی اقوام کی طرح اللہ کے قائل تھے ان کے عقائد کی فہرست۔

۱۔ ''یہ وحدت خالق کے قائل تھے'' (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۲۳)
۲۔ ''ان کے تحت الشعور میں شرک کا بطلان اور توحید کا اعتقاد موجود ہے'' (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)
۳۔ ''مشرکین اللہ کی ہستی کے منکر نہیں ہیں'' (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۸۸)
۴۔ ''مشرکین عرب خود جانتے تھے کہ رزق دینے والا اللہ ہے'' (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۰۰۔۲۰۱)
۵۔ ''وہ مانتے تھے کہ کائنات کا خالق اللہ ہی ہے'' (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۴۷۳و۵۲۵)
۶۔ ''وہ یہ بھی مانتے تھے کہ صرف ان کا ہی نہیں ان کے معبودوں کا خالق بھی اللہ ہی ہے'' (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۵۲)
۷۔ ''وہ اللہ ہی کو کائنات کا مالک و پروردگار تسلیم کرتے تھے'' (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۶۱)
۸۔ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے وہ خود ایک نبیؑ مانگ رہے تھے'' (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱، ۳۱۳)
۹۔ ''ابرہہ کے حملے کے وقت انہوں نے بتوں کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی'' (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۶۶ تا ۴۶۸)
۱۰۔ ''واقعہ فیل کے بعد کئی سال تک وہ صرف اللہ کی عبادت کرتے رہے'' (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۶۸)

علامہ کی ان تصدیقات کے ساتھ اللہ کی طرف سے بیسیوں بیانات میں سے یہ بیان بھی شامل فرما لیں جس سے علامہ کی بددیانتی اور واضح ہو جاتی ہے۔ ارشاد ہے کہ: وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِهِۦٓ أَوۡلِيَآءَ مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ

زُلْفَىٰٓ ۔ الخ (زمر ۳ / ۳۹) "اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو بھی اپنے اولیا بنا رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کی درگاہ میں قربت اور رسائی حاصل ہو جائے ۔
یہ تھے نظام اشتراک کو ماننے والے قریش جو درگاہِ خداوندی میں رسائی اور قربت حاصل کرنے کے لئے ایسے لوگوں کو اپنا وسیلہ بنائے ہوئے تھے جنہیں ان کے آباؤ واجداد برابر مقدس اور بزرگ ہستیاں مانتے چلے آئے تھے ۔ اور جو علامہ کے بیانات سے کم از کم حضرات ابراہیمؑ و موسیٰ و شعیب علیہم السلام کی اقوام اور اُمتوں کے برابر تھے مگر علامہ نے ان کو توکئی مرتبہ بگڑے ہوئے مسلمان لکھا ہے مگر رسولؐ کے مخاطب قریش کو بھول کر بھی کسی قسم کے مسلمان نہ لکھا۔ صرف اس لئے کہ اگر ان کو بگڑے ہوئے مسلمان لکھ دیتے تو ان کے لئے رسولؐ کے بعد والے قریش کو بھی بگڑے ہوئے مسلمان ہی ماننا پڑتا اور اس طرح ان کے اوّلین راہنماؤں میں اور پہلے قریش میں کوئی فرق نہ رہ جاتا۔ علامہ نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جہاں جہاں مشرکین قریش کے لئے الفاظ "مِن دُونِ ٱللَّهِ" قرآن میں آیا اور علامہ کو خطرہ محسوس نہ ہوا تو اس کا صحیح ترجمہ کر دیا اس کی چند مثالیں دیکھ کر علامہ کی بددیانتی اور عمداً فریب سازی پر صاد کردیں ۔

علامہ اپنے خلفاء کو بچانے کے لئے عمداً قرآن کا غلط ترجمہ کرتے رہے جب کہ انہیں صحیح ترجمہ معلوم تھا۔

فَلَآ أَعۡبُدُ ٱلَّذِينَ تَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَٰكِنۡ أَعۡبُدُ ٱللَّهَ ٱلَّذِي يَتَوَفَّىٰكُمۡ ﴿١٠٤﴾ (یونس ۱۰۴ / ۱۰)

دیکھئے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجئے ۔ ا۔اللہ نے فرمایا :
علامہ کا صحیح ترجمہ : "تم اللہ کے سوا جن کی بندگی کرتے ہو میں ان کی بندگی نہیں کرتا بلکہ صرف اسی خدا کی بندگی کرتا ہوں جس کے قبضے میں تمہاری موت ہے "(تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۳۱۵) اس ترجمہ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ لفظ "دُونِ" کے معنی "چھوڑ کر" غلط تھے اور صحیح معنی "سوائے" یا "علاوہ" ہیں اب ایک ایسا مقام دیکھ لیں جہاں لفظ "دُونِ" کے معنی کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی ۔

إِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمۡ لَهَا وَٰرِدُونَ ﴿٩٨﴾ (انبیاء ۹۸ / ۲۱)

۲ ۔اللہ نے فرمایا :علامہ کا رعایتی ترجمہ: "بے شک تم اور تمہارے وہ معبود جنہیں تم پوجتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں وہیں تم کو جانا ہے " (تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۱۸۷)
یہ ہیں مرزا غلام احمد قادیانی سے فیض یافتہ مرزا علامہ مودودی جو ابلیس سے وحی پاکر قرآن کے وہی معنی کرتے ہیں جو نظامِ اجتہاد کو محفوظ رکھیں اور جن سے ان کے قریشی و قومی مسلمانوں کا پردہ فاش نہ ہوسکے ۔ اسی پردہ داری کے لئے علامہ نے اپنے قریشی بزرگوں کو رسولؐ کے مخاطب قریشیوں سے ممتاز کرنے کا ایک مستقل طریقہ یہ جاری رکھا کہ جہاں جہاں سابقہ قریش کے لئے لفظ "کُفر، کافر، كَٰفِرُونَ اور يَكۡفُرُونَ " وغیرہ آئے وہاں ان کے معنی "انکار ۔منکر۔منکرین اور انکار کرتے ہیں" کئے ہیں۔ سارا قرآن ان کے اس غلط رویے اور ترجے کی لپیٹ میں آیا ہے قارئین! تفہیم القرآن کا ہر ورق اس پر گواہ ہے ۔

قرآن میں جن قریشی مسلمانوں کی مذمت ہوئی ہے انہیں علامہ اینڈ کمپنی منافق کہتی رہی ہے۔ اپنے قریشی مسلمانوں کو بچانے کے لئے علامہ نے یہ بھی مسلسل کیا ہے کہ جہاں بھی اللہ نے ان کی مذمت کی علامہ اینڈ کمپنی نے بریکٹ کا پردہ ڈال کر یا بلا پردہ ہی وہ مذمت منافقوں کے سر چپکا دی ہے ۔ حالانکہ وہ مذمت ان لوگوں کی تھی جنہیں علامہ رسول اللہ کے دوست ، فداکارو یارِ غار مانتے ہیں حالانکہ وہ تمام لوگ وہ تھے جو مخالفت چھپا کر اسلامی نقاب پہن کر مسلمانوں میں آ ملے تھے۔ اور نماز، روزہ ، حج و زکوٰۃ وغیرہ کے پابند تھے ۔ مگر اپنے سابقہ مجتہدانہ قیادت و عقائد پر باقی تھے ۔ جن کے لئے کہا گیا کہ :

علامہ کے قریشی مسلمان بزرگوں کا حال کلام اللہ اور علامہ کے اپنے قلم سے: "اے نبیؐ تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ۔ مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات (شوریٰ ۳۸ / ۴۲) کافیصلہ کرانے کے لئے طاغوت (اجتہادی ادارے) کی طرف رجوع کریں حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا "(نسا ۶۰ / ۴)

بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى

ساتھ اس کے کافر ہیں اور کہا انہوں نے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن اوپر

رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ

ایک مرد بڑے کے ان دو بستیوں میں سے یعنی مکہ اور طائف کیا یہ قسمت کرتے ہیں رحمت

رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ

پروردگار تیرے کی کو ہم نے بانٹی ہے درمیان ان کے معیشت ان کی بیچ زندگانی

الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ

دنیا کے اور بلند کیا ہم نے بعضے ان کے کو اوپر بعض کے درجوں میں تو کہ پکڑیں

اثر اندازی سے پہلے ہی چھپا دیں ۔ (۳۱) اور یہ بھی کہہ دیا کہ بھلا یہ قرآن مکہ اور طائف جیسی بستیوں کے کسی عظیم الشان شخص پر کیوں نہ اتارا گیا ؟ تاکہ لوگ اعتماد کرتے اور مانتے (۳۲) اللہ پوچھتا ہے کہ کیا قریش اللہ کی رحمت کی تقسیم پر مامور ہیں کہ قرآن ان کی مرضی کے ساتھ اتارا جاتا ہم نے ان کے درمیان ان کی گزربسر کے سامان تقسیم کئے ہیں تاکہ دنیا میں ضروری چیزیں ملتی رہیں ۔اور ہم نے ان میں سے بعض لوگوں کو دوسرے بعض لوگوں پر درجات کی بلندی عطا کرر کھی ہے تاکہ وہ

علامہ نے قریشی اجتہاد اور فقہی اختلافات اور اپنے فرقوں کی مذمت کیوں نہ کی ؟؟

علامہ کے بیانات میں جس چیز پر پورا زور رہا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے تو مذہب اسلام بھیجا تھا مگر بعد کے مسلمانوں نے ہر نبیؐ کے بعد مختلف اغراض کے ماتحت فقہی اختلافات پیدا کئے اور اسلام ہی میں سے یہ تمام دوسرے مذاہب بنا کر کھڑے کر دیئے چنانچہ آپ دوبارہ ان کا بیان (۵) ملاحظہ فرما کر وہاں یہ جملہ نوٹ کریں ”اس اصل دین کو مسخ کر کے اور اس میں کمی بیشی کر کے جو بہت سے مذاہب نوع انسان میں رائج کئے گئے ان کی پیدائش کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ لوگوں نے اپنی جائز حد سے بڑھ کر حقوق، فائدے اور امتیازات حاصل کرنے چاہے اور اپنی خواہشات کے مطابق اصل دین کے عقائد اصول اور احکام میں ردو بدل کر ڈالا۔ “(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۴۰)

دوسری جگہ علامہ نے ان اختلاف پیدا کرنے والوں کو علما لکھا ہے ”یہ وہ مسائل ہیں جو اصل ملت ابراہیمی سے ہٹ جانے کے بعد تمہارے علما کی موشگافیوں سے پیدا ہوئے ہیں “ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۷۴) اور یہ بھی بتایا ہے کہ یہ اختلافات علمانے کس طرح اور کن اصولوں سے پیدا کئے تھے ۔ ”کچھ مدت گزر جانے کے بعد اساس دےن کو چھوڑ دےا اور غیر متعلق ضمنی و فروعی مسائل کی بنیاد پر الگ الگ فرقے بنانے شروع کردئے “ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۷۸) اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) کیا رسولؐ کی وفات کے بعد خلفاء میں ، قاضیوں ،مفتیوں اور علما میں اختلافات پیدا نہیں ہوئے ؟
(۲) کیا وہ اختلاف فروعی اور اصولی مسائل کی بنیاد پر نہیں ہوئے ؟
(۳) کیا مسلمان کم از کم دس فرقوں میں مستقل طور پر تقسیم نہیں ہوئے ؟
(۴) کیا یہ سب فرقے اور ان کے سب اختلافات اسلام کی یا اللہ و رسولؐ کی مقرر کردہ حدود کے اندر اندر رہے ہیں ؟
(۵) کیا یہ فرقے ایک دوسرے کو کافروملحد و بدعتی و جہنمی نہیں کہتے ہیں ؟

تاریخ اسلام اور روزمرہ کا مشاہدہ بتاتا ہے کہ آج تک مسلمانوں میں برابر فرقہ سازی ہوتی چلی آئی ہے ۔ اور اس تفرقہ اور اختلاف کا سبب بھی وہی تھا جو سابقہ اُمتوں کی تخریب کا باعث بنا۔ اور وہ تھا اجتہاد۔ لیکن علامہ نے مسلمانوں کو یہ نہیں بتایا کہ عہد رسولؐ ہی میں مسلمانوں نے اجتہاد شروع کر دیا تھا۔ حالانکہ اللہ نے انہیں یہ کہہ کر منع کیا تھا کہ دیکھو تم مشرکوں کی طرح دین میں تفرقہ ڈال کر پھر سے مشرک نہ ہو جانا (۳۲۔۳۱ / ۳۰ روم)

اور یہ بھی نہیں بتایا کہ رسولؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی اللہ ، رسولؐ اور قرآن کے خلاف فقہی مسائل گھڑنا اور پبلک میں پھیلانا شروع کر دیا تھا حالانکہ قرآن یہ کہتا رہ گیا کہ ہر حکم اور ہر فیصلہ اللہ کے نازل کردہ الفاظ میں ہونا چاہئے ۔ اور جو کوئی مُنَزَّل من اللہ سے احکام جاری نہ کرے گا وہ کافر ہے ،ظالم ہے اور وہ فاسق ہے (مائدہ ۔۴۷ تا ۴۴ / ۵)

علامہ کو لکھنا چاہئے کہ وہ لوگ جنہوں نے عہد رسولؐ میں ہی قرآن کو مہجور کیا تھا کون کون تھے ؟ بہرحال علامہ نے عالم

آپس میں کمزوروں کو اپنے قابو میں بے بس کر سکیں۔ رہ گئی تیرے رب کی خاص رحمت وہ اس سامان سے کہیں بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے ہیں (۳۲) اور اگر ہمیں یہ یقین نہ ہوتا کہ تمام لوگ کافروں کی ایک ہی اُمت بن جائیں گے تو ہمیں اس میں کوئی دقت نہ ہوتی کہ ہر اس شخص کے مکان کی چھت چاندی کی بنا دیتے جو رحمان سے کفر کرتا اور جن زینوں اور سیڑھیوں پر غالب آ کر وہ چھتوں پر چڑھتے ہیں انہیں بھی ۔ (۳۴) اور ان کے گھروں کے دروازوں کو بھی اوران کے ان تختوں کو بھی جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں (۳۵) سونا ہی بنا دیتے اور وہ تمام سامان تو دنیاوی زندگی میں استفادہ عام کے لئے بنایا گیا ہے یعنی اس کے دینے میں ہمیں کوئی نقصان نہیں ہوسکتا ۔ اور انجام و آخرت بہرحال ان ہی کے لئے ہے جوذمہ داری پوری کرتے ہیں (۳۶) اور جو شخص رحمان کی رحمانیت اور عنایات کی طرف سے کج نگاہی کرتا ہے ایسے لوگوں کے لئے ہم ایک ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں

بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ

بعضے ان کے بعضوں کو محکوم اور مہربانی پروردگار تیرے کی بہت بہتر ہے

مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً

اس چیز سے کہ جمع کرتے ہیں اور اگر نہ ہوتا یہ خطرہ کہ ہو جاویں سب لوگ اُمت

وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ

ایک البتہ کرتے ہم واسطے ان لوگوں کے کہ کفر کرتے ہیں ساتھ اللہ کے

لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا

واسطے گھروں ان کے کے چھتیں چاندی کی اور سیڑھیاں کہ اوپر ان کے

يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَيْهَا

چڑھتے اور واسطے گھروں ان کے کے دروازے اور تخت کہ اوپر ان کے

يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ زُخْرُفًا ؕ وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ

تکیہ کرتے ہیں اور سونا کردیتے اور نہیں یہ سب مگر فائدہ زندگانی دنیا کا

وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾ ع وَ مَنْ

اور آخرت نزدیک پروردگار تیرے کے واسطے پرہیزگاروں کے ہے اور جو کوئی

يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا

شب کوری کرے یاد خدا کی سے مقرر کرتے ہیں ہم واسطے اس کے ایک شیطان

ہوتے ہوئے ان لوگوں کا پردہ رکھا جو دشمنانِ خدا و رسولؐ تھے ۔ یہی نہیں بلکہ علامہ نے انہی کا مذہب اختیار کیا اور اسی کی تائید و تبلیغ کر رہے ہیں ۔ اور سیدھے سادے عوام کو فریب میں مبتلا رکھنے میں مصروف ہیں ۔

(۴) آیات (۴۵ تا ۳۶ / ۴۳) میں ولایت وحکومت علویہؑ اور ان کے مخالفین کا رویہ اور اللہ کی اسکیم ملتی ہے ۔

ان دس آیات کو ایسی ترتیب کے ساتھ سامنے لایا گیا ہے کہ ذرا سا غور کرنے سے آپ کے روبرو وہ رویہ آجائے گا جو قریش نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف اختیار کر رکھا تھا مثلاً ان کے لئے اللہ نے یہ فرمایا کہ :"اے نبیؐ کیا تم اندھوں کو دیکھنے اور صحیح راستہ اختیار کرنے پر مجبور کرنا چاہتے ہو؟ یا یہ کہ تم بہروں پر سننے کا تقاضا کر رہے ہو "۔ (۴۰ / ۴۳) قارئین جانتے ہیں کہ دنیا کا کوئی عقلمند آدمی یہ دونوں کام ہرگز نہیں کرتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ نہ اندھا کسی کے تقاضا یا منت سماجت کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے نہ اسے بینائی مل سکتی ہے ۔ اور جو نپٹ بہرا ہو وہ تو توپ کی آواز بھی نہیں سن سکتا۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ رسولؐ اللہ بھی اندھوں اور بہروں کو دیکھنے اور سننے پر مجبور نہ کر رہے تھے۔ سوال یہ ہے کہ پھر اللہ نے یہ الزام کیوں لگایا ؟ اس کا جواب اسی آیت (۴۰ / ۴۳) کے آخری جملے میں ہے یعنی: "جن لوگوں نے کھلی ہوئی گمراہی میں رہنا طے کر کے حقائق کو دیکھتے بھالتے نظر انداز کرتے رہنے کا اور دلائل و براہین کو سمجھتے بوجھتے قابل توجہ نہ سمجھنے کا رویّہ اختیار کرلیا ہے ان کو ہدایت کرنا نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا ۔(۴۰ / ۴۳) یعنی اللہ نے رسولؐ اللہ کو منع کر دیا

جو ان کے ساتھ لگا رہتا ہے (۳۷) پھر صورت حال یہ ہوجاتی ہے کہ وہ مسلط شدہ شیاطین ان لوگوں کو راہ راست اور نیک عملی سے اس خوب صورتی کے ساتھ باز رکھتے ہیں کہ وہ اسی بے راہ روی کو عین راست روی اور ہدایت یافتگی شمار کرتے ہیں۔ (۳۸) یہاں تک کہ جب اپنی پوری زندگی گزار کر ہمارے پاس آئیں گے تب کہیں گے کہ یہ تو بہت برا ساتھی تھا کاش اے ہم نشین و یار غار تجھ میں اور مجھ میں دنیا کی لمبائی کے برابر فاصلہ رہا ہوتا تاکہ تو مجھے بہکا نہ سکتا۔ (۳۹) اس وقت شیطان کے ساتھیوں سے کہا جائے گا کہ جب تم اجتہاد کرچکے تو آج تمہارا شیطان کے اجتہاد سے بریّت کرنا فائدہ مند نہیں ہوسکتا اب تو تم اور وہ سب کے سب عذاب جھیلنے میں ایک دوسرے کے شریک ہو۔ (۴۰) اے رسولؐ کیا آپ ان لوگوں کو سُنانا چاہتے ہیں جو سُننا نہیں چاہتے ؟ یا آپؐ ان لوگوں کو راہ ہدایت دکھانا چاہتے ہیں جو دیکھنا نہیں چاہتے اور ان لوگوں کو بھی جو جان بوجھ کر بالکل کھلی ہوئی اور واضح گمراہی میں رہنا چاہتے ہیں ؟ (۴۱) بہرحال خواہ ہم تمہیں ان کے پاس سے لے بھی جائیں تب بھی ہم ان سے انتقام ضرور لیں گے (۴۲) یا یہ کہ ہم نے جو ان سے وعدہ کررکھا ہے اس کا پورا ہونا ضرور تمہیں دکھا کر چھوڑیں گے۔ یقیناً ہم ان پر پورا قابو رکھتے ہیں اور تمہیں اقتدار دیں گے (۴۳) چنانچہ تم اسی شخص سے وابستہ رہو جس کے لئے تمہیں وحی کی جا چکی ہے

فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ

پس وہ واسطے اس کے ہم نشین ہوتا ہے اور تحقیق وہ البتہ بند کرتے ہیں ان کو

السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى

راہ سے اور گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ راہ پانے والے ہیں یہاں تک کہ

اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ

جب آوے گا ہمارے پاس کہے گا اے کاش کہ درمیان میرے اور

بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَ لَنْ

درمیان تیرے دوری ہوتی دو مشرق کی پس برا ہم نشین ہے تو اور ہرگز نہ

يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾

نفع کرے گا آج جس وقت ظلم کیا تم نے یہ کہ تم بیچ عذاب کے شریک ہو

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَ مَنْ كَانَ

کیا پس تو سناتا ہے بہروں کو یا راہ دکھاتا ہے اندھوں کو اور ان کو جو ہیں

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ

بیچ گمراہی ظاہر کے پس اگر لے جاویں ہم تجھ کو پس تحقیق ہم ان سے

مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ

بدلا لینے والے ہیں یا دکھلاویں ہم تجھ کو وہ جو وعدہ دیتے ہیں ہم ان کو

فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ

پس تحقیق ہم ان پر قادر ہیں پس محکم پکڑ اس چیز کو کہ وحی کی گئی ہے طرف تیری

کہ آئندہ زیر نظر معاملے میں قریشی مسلمانوں کو کچھ نہ کہو اس لئے کہ اب اللہ خود ان سے انتقام لے گا (۱۱ / ۴۳) اور اللہ کا یہ انتقام اس کی پرواہ نہ کرے گا کہ انتقام رسولؐ اللہ کی موجودگی یا زمانۂ سربراہی میں لیا جائے یا ان کی وفات کے بعد دوسرے سربراہؐ اسلام کے زمانہ میں لیا جائے اور حضورؐ کو بھی اس انتقام کو دیکھنے کا موقع دیا جائے جس پر اللہ کو قدرت حاصل ہے (۴۲۔۴۱ / ۴۳) اس طرح قریشی مسلمانوں کو ناقابل معافی و تلافی مجرم قرار دیا اور سزا کی بات پختہ کردی گئی اور رسولؐ اللہ کو آئندہ زیر نظر معاملے میں قریشی مسلمانوں کو نظر انداز کرکے اس شخص یا فرد یا ہستی سے تمسک (وابستگی) کا فرض جاری رکھتے چلے جانے کا حکم دیا جو وحی سے متعین ہے اور جس کے بارے میں زیر نظر معاملے پر قریشی مسلمان قومی حیثیت سے مخالفت کی حد کرچکے ہیں (۴۳ / ۴۳) اور چونکہ رسولؐ مسلسل مذکورہ شخص یا فرد یا ہستی سے وابستہ چلے آرہے ہیں اس لئے رسول کو یہ سند دی گئی کہ آپکا عملدرآمد صراطِ مستقیم پر قیام ہے "(۴۳ / ۴۳) یا یہ کہ آپؐ کی اس شخص یا فرد یا ہستی سے وابستگی (تمسک) خود ہی صراط مستقیم ہے۔(۴۳ / ۴۳)

ان چاروں آیات (۴۰ تا ۴۳ / ۴۳) میں یہ فیصلہ ہوگیا کہ : (۱) قریشی مسلمان مجرم اور انتقام لازم۔ (۲) رسولؐ بے قصور

اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ

تحقیق تو اوپر راہ سیدھی کے ہے اور تحقیق یہ ذکر ہے واسطے تیرے اور

لِقَوْمِكَ ۚ وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ سْـَٔلْ

واسطے قوم تیری کے اور البتہ سوال کئے جاؤ گے تم اور سوال کر ان سے کہ

مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ

بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے پیغمبروں سے ہمارے کیا مقرر کئے ہیں ہم نے سوائے اللہ کے

اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ ع وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى

معبود اور کہ عبادت کئے جاویں اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰؑ کو

اور یہ وابستگی تمہاری صراط مستقیم سے وابستگی ہے(۴۴) اور اس شخص کے متعلق وحی کا حکم تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے ایک یقینی فہمائش ہے جس کے لئے تم سب سے ہی مستقبل میں باز پرس کی جائے گی۔ (۴۵) اور ہم نے آپؐ سے پہلے جتنے اپنے رسولؑ بھیجے ہیں آپؐ ان سب سے پوچھ لیں کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ بھی کچھ ایسے معبود تجویز کئے ہیں جن کی عبادت و اطاعت کی جائے؟ (۴۶) اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ کو اپنے معجزات کے ساتھ

مذکورہ شخص سے وابستہ تھے ۔ اب رسولؐ کو بتایا گیا کہ یہ تمام تذکرہ اور تنبیہات اور فہمائش تمہارے لئے اور تمہاری پوری قوم کے لئے مکمل ہوگئیں اب تم دونوں سے زیر نظر معاملے پر باز پرس کرنا باقی رہ گیا ہے (۴۴ / ۴۳)
اس کے بعد اللہ نے رسولؐ اللہ کو اجازت دی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے سے پہلے والے رسولوںؑ سے معلوم کر سکتے ہیں کہ کیا کبھی رحمٰن کے علاوہ بھی کسی کو معبود بنانے کی اجازت ملی تھی؟ ۔ (۴۵ / ۴۳)

(۴ ۔ الف) سابقہ آیات (۴۵ تا ۳۶ / ۴۳) میں وہ مذکورہ "زیر نظر معاملہ" کیا ہے جس پر انتقام ضروری ہو گیا؟

اس سوال کا جواب پہلی تشریح کے اواخر میں معصوم علیہ السلام کی دو حدیثوں میں آچکا ہے کہ وہ معاملہ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کا تھا ۔ جس پر بقول خلیفہ دوم قریش نے یہ فیصلہ کیا ہوا تھا کہ وہ خاندانِ رسولؐ میں اب کسی کو حکومت کا سربراہ نہ بننے دیں گے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اور چونکہ یہ فیصلہ اٹل تھا ۔ اس کے خلاف رسولؐ کی کوئی بات نہیں سنی جائے گی اس لئے قریش کو بہرا قرار دیا گیا (۴۰ / ۴۳) اور چونکہ اس سلسلے میں ہر ہدایت اور راہنمائی اور دلیل و برہان کو نا قابل توجہ قرار دے لیا گیا اس لئے قریش کو کھلا گمراہ اور اندھا بتایا گیا (۴۰ / ۴۳) اور اللہ نے اپنے انتقام والا اٹل فیصلہ سنا دیا ۔(۴۱ / ۴۳) اور اس فیصلے کو فرعون کی قوم سے انتقام لینے کے ساتھ ایک راہنما فیصلہ قرار دے دیا اور بتایا کہ یہ لوگ فرعون کی قوم کی پیروی کریں گے ۔ اور اسی طرح کے انتقام سے دوچار ہوں گے (۵۶۔۵۵ / ۴۳)
لیکن ان احادیث کی مدد کے بغیر بھی قرآن کی آیات اس زیرِ نظر معاملہ کو الفاظ کی چاردیواری میں اس طرح گھیرتی ہیں کہ وہ زیر نظر معاملہ حضرت علیؑ کی حکومت ثابت ہوتا ہے ۔ اس طرح کہ وہ بات جو قریش نے بالکل نہیں سنی یا ان سنی کر دی وہ خلافت کے سوا اور کوئی معاملہ ہو ہی نہیں سکتا ۔ اس لئے کہ قریش نے نماز وروزہ ، زکوٰۃ و خیرات اور حج و جہاد، قصاص اور وصیّت و میراث وغیرہ کے تمام احکام کو تسلیم کیا تھا مگر نہیں مانا تو ولایت علویّہ کا حکم نہیں مانا۔ اور جس معاملے پر پوری قریشی قوم نے ماخوذ ہونا ہے اور باز پرس کی ذمہ داری رسولؐ پر بھی عائد ہوتی ہے وہ اسلام کا اور کوئی معاملہ ہے ہی نہیں سوائے خلافت علویّہ کے ۔ پھر یہ اسلامی مسلّمات میں سے ہے کہ قرآن میں لفظ "ذکر" یا تو رسولؐ اللہ کا لقب ہے یا یہ قرآن کو ظاہر کرتا ہے ۔ اور جہاں رسولؐ کو الگ کر لیا جائے تو اس سے عموماً قرآن مراد ہوتا ہے بشرطیکہ وہاں ایسا بیان موجود ہو جس سے قرآن مراد لیا جا سکے ورنہ اس سے عام نصیحت یاد دہانی تذکرہ وغیرہ مراد لیا جاتا ہے ۔ لہٰذا اس آیت (۴۴ / ۴۳) میں لفظ "ذکر" کے معنی اس لئے فہمائش یا تنبیہہ ہیں کہ اللہ نے انتقام کا فیصلہ سنا دیا ہے ۔ اور فہمائش و تنبیہہ اس بنا پر دھمکی بن جاتے ہیں کہ پوری قوم نے صراط مستقیم کے خلاف راہ اختیار کی ہے ۔ لہٰذا قوم اس شخص سے وابستہ رہنا نہیں چاہتی جو بذاتہٖ صراط مستقیم ہے اور جس سے رسولؐ وابستہ ہیں ۔ اور وہ علیؑ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا ۔

پھر آیات (۳۹ تا ۳۶ / ۴۳) میں قریش کا اور قریش کے اس لیڈر کا ذکر ہوا ہے جسے قیامت کے دن اپنے ہاتھ چبا چبا کر بیان دیتے اور "يَـٰلَيۡتَنِي وَيۡلَتَىٰ (ہائے مجھ پر افسوس ہائے میری کم بختی) کہتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔(فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) یہاں بھی وہ "يَـٰلَيۡتَ" کہہ کر اپنے اسی دوست سے بیزاری اور بُعد المشرقین کا اعلان کر رہا ہے۔ جس نے اسے رسولؐ کے راستے سے ہٹا یا تھا اور اس کی ہمنشینی اور مشاورت پر افسوس کر رہا ہے ۔ (۳۸ / ۴۳) اور اللہ نے بتایا ہے کہ قریش نے رحمان کے ذکر سے کج نگاہی اختیار کی تھی اس لئے اللہ نے ان پر شیاطین مسلط کر دیئے تھے۔ جن کی وجہ سے انہیں اپنا ہر کام ہدایت معلوم ہوتا رہا لہٰذا وہ دوست جس پر افسوس کیا جا رہا ہے ۔ وہی شیطان تھا (۳۷-۳۶ / ۴۳) جو سورۂ فرقان (۲۹ / ۲۵) میں مسلط کیا تھا ۔

(۴ ۔ ب) ولایت علویہ اور خلافت مرتضویہ مراد لینے کا ایک پکا اصول جس میں غلطی ممکن نہیں ۔

یہ بات طرح طرح سے اور بار بار دکھائی جا چکی ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں ولایت علویہ اور خلافت مرتضویہ کا ذکر ہوتا ہے وہاں قریشی علما بڑے بھدے اور بے جوڑ طریقے پر الفاظ کے معنی تبدیل کیا کرتے ہیں اور اگر یہ تبدیلی ممکن نہ ہوتو آیت کے ترجمے میں خود ہی اضافہ یا متعلقہ کمی کر دیا کرتے ہیں ۔ یہ ایک ایسا اصول ہے جسے ان علما نے کبھی اور کہیں ترک نہیں کیا لہٰذا قارئین ایسے مقامات پر نہایت اطمینان کے ساتھ یہ سمجھ لیا کریں کہ یہاں علیؑ کا ذکر ہوا ہے یا کوئی ایسی بات کہی گئی ہے جو علیؑ کے حق میں اور یارانِ قریش کے خلاف پڑتی ہے ۔ لہٰذا آپ زیر بحث رہنے والی آیات میں سے آیت (۴۳ / ۴۳) کا ترجمہ دیکھیں ۔ علامہ لکھتے ہیں کہ :

علامہ مودودی ترجمہ میں اضافہ کرتے ہیں تاکہ حق ولایت پوشیدہ رہ جائے ۔

"تم بہر حال اس کتاب کو مضبوطی سے تھامے رہو جو وحی کے ذریعہ تمہارے پاس بھیجی گئی ہے، یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو۔" (۴۳/۴۳ تفہیم القرآن ۴ صفحہ ۵۳۹) آپ آیت کے الفاظ میں تلاش کریں کہ وہاں لفظ کتاب موجود ہے یا نہیں؟ پھر یہ تلاش کرنا کہ آیا سورۂ زخرف یا سورۂ زخرف کی اس آیت (۴۳ / ۴۳) کے نزول کے وقت قرآن ایک کتاب کی صورت میں موجود تھا یا نہیں؟ اس تلاش کے بعد آپ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ اللہ نے ہرگز وہ کچھ نہیں فرمایا جو علامہ چاہتے ہیں ۔ اور یہ کہ علامہ نے یہ ترجمہ بہت بے تکا اور خلافِ منشائے خداوندی کیا ہے ۔ نہ آیت میں کسی کتاب سے تمسک یا وابستگی کا ذکر ہے ۔ نہ کسی آیت سے تمسک اور وابستگی درکار ہے ۔یہاں تو کوئی حکم ہے جو وحی کی صورت میں پہلے سے نازل شدہ ہے اللہ چاہتا ہے کہ رسولؐ اللہ اس وحی کے مطابق متعلقہ شخص سے وابستہ رہتے چلے جائیں جس سے وابستگی پورے صراط مستقیم پر قیام کے معنی میں ہے۔ اور جہاں اللہ یہ چاہتا ہے کہ کتاب کی یا کتاب میں آئی ہوئی آیت کی یا حکم کی اتباع کی جائے وہاں یوں فرماتا ہے کہ : (۱) ٱتَّبِعۡ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ ﴿١٠٦﴾ (انعام ۱۰۶ / ۶)

علامہ کا ترجمہ: "اس وحی کی پیروی کئے جاؤ جو تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۶۹)

لہٰذا زیر بحث آیت (۴۳ / ۴۳) کے معنی علامہ کے اس ترجمہ کی رو سے یہ ہونا چاہئیں ۔"تم اس ہستی سے وابستہ رہو جو تمہاری طرف وحی سے آئی ہے " اور جہاں کتاب میں سے کچھ بیان مطلوب ہوتا ہے ۔ وہاں کتاب کا لفظ بولا جاتا ہے جیسے کہ:

(۱) وَٱتۡلُ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَ ﴿٢٧﴾ (کہف ۲۷ / ۱۸)

علامہ کا ترجمہ: "تمہارے رب کی کتاب میں جو کچھ تم پر وحی کیا گیا ہے اسے (جوں کا توں) سنا دو" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۱)

(۲) ٱتۡلُ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ ﴿٤٥﴾ (عنکبوت ۴۵ / ۲۹)

علامہ کا ترجمہ: "تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی گئی ہے " (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۷۰۳)

قارئین ان دونوں آیتوں میں اللہ کے الفاظ اور مقصد ایک ہی ہے مگر علامہ کا ترجمہ دونوں جگہ مختلف ہے ۔ یعنی وہ کتاب میں سے کچھ پڑھنے کے حکم میں اور کتاب پڑھنے میں کوئی فرق نہیں کرتے ۔

بہر حال علامہ کا بار بار غلط ترجمہ کرنا اور آل محمدؐ کے حقوق کو چھپانے کے لئے بد دیانتی کرنا برابر ثابت ہوتا رہے گا۔ اور آل محمدؐ کا حق ہم برابر ثابت کرتے چلے جائیں گے ۔ انشاء اللہ والامام علیہ السلام ۔

(۵) آنحضرتؐ اور دیگر سربراہانِ اسلام سابقہ انبیاؑ سے رابطہ رکھتے تھے ۔ زیر بحث آیات (۴۵ تا ۴۳/۳۶) میں سے آخری آیت دو حقیقتوں کو واضح اور ثابت کرتی ہے اوّل یہ کہ حکومت خداوندی میں اللہ کی اجازت کے بغیر شرکت معبود بنانے یا معبود بن بیٹھنے کا جرم ہے دوم یہ کہ محمدؐ مصطفیٰ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام کائنات کی تمام جاندار و بے جان اور مردہ و زندہ مخلوقات پر تسلط و اختیار رکھتے تھے ۔ اور اگر چاہتے تھے تو جس نبیؑ کی ضرورت ہو اسے اپنے سامنے بلا سکتے تھے ۔ (۴۳/۴۵)

علامہ اینڈ کمپنی نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کو اپنے خلفاء کی مانند بنا لیا ۔ مگر یہ بات قریشی مسلمانوں نے اس لئے نہیں مانی کہ ان کے خلیفہ یا بت ایک مکھی کو بھی نہ بلا سکتے تھے ۔ انہوں نے رسوؐل اور جانشینانِ رسوؐل کی ہر اس فضیلت کا انکار کر دیا تھا جو اُن میں موجود نہ تھی ۔ جیسے خود جاہل و ناپسندیدہ لوگ تھے ویسا ہی رسوؐل و اہل بیتؑ کو روایات کی مار دے کر بنا لیا تھا ۔ مگر قرآن آپ کے سامنے ہے اور اس آیت کا ترجمہ بھی وہی ہوتا رہا ہے جو اللہ نے فرمایا تھا ۔
علامہ کا ترجمہ: "تم سے پہلے جتنے رسوؐل بھیجے گئے ان سب سے پوچھ دیکھو" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۴۰)

(۵ ۔ الف) ترجمہ نہ تبدیل ہوا تو تشریح میں آیت کا مفہوم الٹ کر قرآن کی تکذیب کر دی ۔

چونکہ اللہ نے یہ فرما دیا تھا کہ اے رسوؐل تیری قوم نے قرآن کی تکذیب کر دی ہے (انعام ۶۶ / ۶) لہٰذا لازم تھا کہ بعد میں قریشی علما بھی قرآن کی تکذیب کو اپنا وظیفہ بنائے رکھیں ۔ اسی اصول پر جب علامہ کو آیت (۴۵ / ۴۳) کے ترجمہ میں تبدیلی کی گنجائش نہ ملی اور مجبوراً ترجمہ صحیح کرنا پڑ گیا ۔ تو انہوں نے اپنی تشریحات کی چھری سے آیت کے مفہوم کو ذبح کر ڈالا اور لکھ دیا کہ :
"رسوؐلوں سے پوچھنے کا مطلب ان کی لائی ہوئی کتابوں سے معلوم کرنا ہے ۔ جس طرح فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ ﴿۵۹﴾ (نساء ۵۹ / ۴) کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی معاملے میں اگر تمہارے درمیان نزاع ہو تو اسے اللہ اور رسوؐل کے پاس لے جاؤ ۔ بلکہ یہ ہے کہ اس میں اللہ کی کتاب اور اس کے رسوؐل کی سنت کی طرف رجوع کرو اسی طرح رسوؐلوں سے پوچھنے کا مطلب بھی یہ نہیں کہ جو رسوؐل دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں ان سب کے پاس جا کر دریافت کرو ۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ خدا کے رسوؐل دنیا میں جو تعلیمات چھوڑ گئے ہیں ۔ ان سب میں تلاش کرکے دیکھ لو" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۴۰)

(۵۔ب) قرآن کی دو آیات (۴۵/۴۳، ۵۹/۴) کو جھٹلایا گیا اور باطل و ناممکن طریقہ کار اللہ کے ذمہ چپکا دیا گیا ہے۔

علامہ کے اس بیان میں یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ نے کہنا تو یہ چاہا تھا کہ:
"تم سے پہلے جتنے رسوؐل بھیجے گئے ان سب کی کتابوں اور تعلیمات سے معلوم کر دیکھو"
مگر (معاذاللہ) غلطی سے وحی میں یہ کہلا بھیجا کہ: "تم سے پہلے جتنے رسوؐل بھیجے گئے ان سب سے پوچھ دیکھو" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۴۰)

علامہ تو دوسروں پر اعتراض کیا کرتے ہیں مگر خود بھی اللہ کو بے وقوف بناتے ہیں ۔ یعنی علامہ نے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ خود بھی اللہ کو سمجھ دار نہیں سمجھتے اور خواہ مخواہ اپنی قسم کے علما پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ :
"اس کے بعد جو لوگ قرآن کی آیات سے ... مفہوم نکالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ دراصل یہ ثابت کرتے ہیں کہ "اللہ میاں کو صاف اور سلجھی ہوئی عبارت میں اپنا مطلب ظاہر کرنے تک کا سلیقہ نہیں ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۵۸)
قارئین یہ دیکھیں کہ علامہ نے قرآن کے عام فہم اور واضح الفاظ کا صحیح ترجمہ کیا اس کے باوجود اللہ کی بات کو بدل دیا اور بدلا بھی ایسا پیش کیا جس کا حصول ناممکن تھا اور ہے ۔ یعنی دنیا میں ایک لاکھ چوبیس یا چوالیس ہزار انبیاؑ کی کتابوں اور تعلیمات کو پہلے حاصل کیا جائے گا ۔ پھر اتنی ہی زبانوں پر عبور حاصل کیا جائے تب علامہ کی تجویز کا پورا ہونا ممکن ہو گا ۔
حالانکہ علامہ اینڈ کمپنی کے نزدیک صرف توریت و زبور و انجیل یعنی تین نبیوں کی کتابیں موجود ہیں اور وہ بھی علامہ اینڈ کمپنی کے نزدیک اصلی نہیں جعلی ہیں تو بتاؤ کہ اللہ کے حکم پر رسوؐل اللہ کیسے عمل کر سکتے تھے ؟ اور جب کہ (معاذ اللہ)

رسولؐ اللہ ہوں بھی علامہ کے یاروں جیسے جاہل اور بے بس آدمی ؟ لہٰذا علامہ کے عقیدت مند لوگ یا تو یہ مانیں کہ علامہ والا اللہ جانتا ہی نہ تھا کہ ایک لاکھ تیئیس ہزار نو سو ستانوے (۱۲۳۹۹۷) کتابیں دنیا میں موجود نہیں ؟ یا یہ مانیں کہ علامہ نے قرآن کے مطالب کو عمداً تبدیل کیا اور ایک باطل اور گمراہ کن بات اللہ کے ذمہ لگا دی ہے ؟

علامہ کی دوسری بات شیعہ سنی مجتہدین میں متفقہ ہے مگر یہ بھی ایک باطل مفروضہ ہے آیت (نساء ۵۹ / ۴) میں مومنین کی بات نہیں۔

مجتہدین کا طریقہ یہ رہا ہے کہ جب وہ اپنے مخالف حقیقی علما کے دلائل اور عقائد میں کیڑے نکالتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ:

"کسی ایک آیت پر کوئی حکم یا فیصلہ طے کر لینا غلط ہے بلکہ آیت کے سیاق و سباق کو ملحوظ رکھنا لازم ہے" مجتہدین کا یہ اعتراض سو فیصد صحیح ہے اور ہم اس قاعدہ پر نہ صرف سو فیصد عمل کرتے ہیں بلکہ مجتہدین کے اختیار کردہ احکام اور فیصلوں کو اس لئے باطل ثابت کرتے ہیں کہ وہ لوگ آیت کے سیاق و سباق کو عموماً نظر انداز کر دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ نے اس آیت (نساء ۵۹ /۴) کے سیاق و سباق کو مد نظر رکھا ہوتا تو ان کا وہ مجتہدانہ اصول یا طریقہ اپنے پیروں پر کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا جسے شیعہ اور سنی مجتہدین نے اپنے روزمرہ کے پروگرام میں اس طرح فٹ کر رکھا ہے گویا کہ یہ اللہ کا حکم ہو۔

شیعہ سنی مجتہدین کا متفقہ اصول اور شریعت سازی کا طریقہ ہمارے الفاظ میں: حالانکہ اللہ نے قرآن میں یہ حکم کہیں نہیں دیا کہ :

"اے مومنین تم رسولؐ اللہ کے انتقال کے بعد جب بھی تم میں کسی بات پر تنازعہ ہو جایا کرے تو تم اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی سنت کو سامنے رکھ کر اس تنازع کا فیصلہ کر لیا کرنا اور تمہارا کیا ہوا وہ فیصلہ اللہ اور رسولؐ کا فیصلہ ہوگا اور اس پر عمل کرنا ہر مومن پر واجب ہو گا۔ اس فیصلے کی مخالفت اللہ و رسولؐ کی مخالفت ہوگی اس کے مخالفین اسلام سے خارج اور سب کے سب جہنمی ہوں گے۔"

یہ ہے وہ اجتہادی اور باطل مفروضہ جس کے بل بوتے پر چودہ سو سال سے مسلمان نام کے مجتہدین شریعت سازی اور تفرقہ نوازی کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یقین کیجئے کہ آپ اسلام نام کے جس فرقے کے عالم سے سوال کریں گے وہ کہے گا کہ ہمارے فرقہ کے علما نے سو فیصد مندرجہ بالا قاعدہ اور کتاب اللہ و سنت رسولؐ اللہ کے مطابق تمام مسائل و احکام اخذ کئے ہیں اور یہ کہ ان کے فرقے میں ایک بھی ایسا عقیدہ حکم یا مسئلہ نہیں ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کا مخالف ہو۔ اِدھر ان میں سے کسی فرقے نے کتاب و سنت کے خلاف کوئی مسئلہ نہیں گھڑا، اُدھر وہ سب ایک دوسرے کو گمراہ، بدعتی اور کافر و جہنمی قرار دیتے ہیں لہٰذا یا تو یہ مانئے کہ اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی سنت میں ایسے اختلافات اور تضادات بھرے ہوئے تھے کہ ان سے بجا طور پر سینکڑوں فرقے بن گئے یا یہ مانئے کہ کتاب و سنت کو توڑ مروڑ کر انہوں نے اپنے اپنے اجتہاد سے مختلف و متضاد عقائد و اصول و احکام گھڑ لئے۔ اور وہ سب ماشاء اللہ ظالم یعنی مجتہد اور جہنمی ہیں۔ قارئین ہر قدم پر یہ محسوس کرتے چلے جاتے ہیں کہ علامہ اینڈ کمپنی نے قرآن میں یقیناً گڑبڑ کر رکھی ہے۔

ہم نے تنازع کے فیصلہ والے اصول میں رعایت کی ہے ورنہ علامہ والا اصول تو یکسر کافرانہ ہے ؟

مندرجہ بالا اصول جو ہم نے تنازعات کے فیصلوں کے سلسلے میں اپنے قلم سے لکھا ہے اس میں یہ رعایت کی ہے کہ اس اصول یا طریقے کو رسولؐ کی وفات کے بعد تجویز کر دیا ہے۔ ورنہ اس آیت (۵۹ /۴) میں یہ شرط نہیں ہے۔ آیئے ہم اس آیت کو باقاعدہ لکھیں۔ اور علامہ اینڈ کمپنی کا ترجمہ پڑھیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ۝٥٩ (نساء ۵۹ / ۴)

علامہ کا ترجمہ: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسولؐ کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۶۳، ۳۶۶)

قارئین علامہ کے اس ترجمہ کو دیکھیں اور اس کے ساتھ علامہ کا یہ جملہ شامل کرکے دیکھیں کہ "یہ آیت (۵۹ / ۴) اسلام کے پورے مذہبی، تمدنی اور سیاسی نظام کی بنیاداور اسلامی ریاست کے دستور کی اوّلین دفعہ ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۶۳)
اس کے بعد یہ سوچیں اس آیت میں اور اس کے ترجمہ اور تشریح میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس آیت یا اس دفعہ پر رسولؐ اللہ کے بعد یا عدم موجودگی میں عمل ہو گا۔ اس آیت میں جو صورت حال واضح ترین شکل میں ہے وہ یہی اور صرف یہی ہے کہ اس پر اسی وقت عمل ہوسکتا ہے یا ہوگا جب کہ رسولؐ اللہ اور اللہ دونوں موجود ہوں۔ تاکہ اس آیت کے واضح الفاظ کی تعمیل کی جاسکے اور ہر تنازعہ ہر اختلاف اور ہر مشکل کا حل اور تدارک اور فیصلہ ان سے کرایا جاسکے۔ اور پھر اس حل یا تدارک یا فیصلے کی اطاعت کی جائے۔ یہ بات اس آیت میں ہرگز موجود نہیں ہے کہ:
"اے مومنین تم اپنے تمام تنازعات یا اختلافات یا مشکلات کو اللہ کی جگہ قرآن پر اور رسولؐ کی جگہ رسولؐ کی سنت یا حدیث پر رجوع کیا کرو اور ان دونوں سے جو حل یا تدارک اور فیصلہ تمہیں سوجھے یا تمہاری اپنی سمجھ میں آئے تو اسے اللہ و رسولؐ کا کیا ہوا حل یا تدارک یا فیصلہ سمجھ کر اس کی تعمیل کیا کرو۔"
ان سڑسٹھ (۶۷) الفاظ کے لئے یا ان سے برآمد ہونے والے مفہوم کے لئے اس آیت (۵۹ / ۴) میں ذرہ برابر کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ یعنی یہ سڑسٹھ الفاظ کا مجموعی مفہوم خالص اجتہاد ہے۔ جس کا پتہ سارے قرآن میں کہیں نہیں مل سکتا یہ تو مجتہدین نے خود ہی سوچا ہے کہ:
رسولؐ اللہ ایک دن مرجائیں گے، قرآن نے بھی اس کی اطلاع دی ہے (زمر ۳۰ / ۳۹) اور اپنی جگہ جسے مطلق العنان حاکم بنائیں گے اسے ہم حکومت سے محروم کرکے ایسا ڈھانچہ تیار کریں گے جس میں نہ رسولؐ معصوم عن الخطا رہے نہ علیؑ اور سلسلہ علویہ کا کوئی شخص معصوم کہلا سکے۔ وہ تمام نشانات مٹا دیں گے جن سے خلافت کے لئے علیؑ کا تقرر ثابت ہوتا ہو اور یوں میدان صاف کرکے ہم اس آیت (۵۹ / ۴) کا یہ مفہوم لیں گے کہ رسولؐ کی وفات کے بعد رسولؐ کی جگہ رسول کی سنت لے لے گی اور رسولؐ کی سنت ہم خود روایات گھڑ کر اپنے نظام کے مطابق بنالیں گے رہ گیا اللہ تو اس کی جگہ کتاب کو دے دیں گے اور پھر وہ کتاب بھی ہماری ہی تاویل و تعبیر و تنزیلی روایات کے ماتحت رہے گی۔ اور یوں بقول علامہ صاحب تمام مذہبی، تمدنی اور سیاسی ماحول پر ہمارا قبضہ ہوگا۔ اگر کوئی قاری ہمارے اس بیان کو نہیں مانتا تو وہ یہ بتانے کا ذمہ دارہے کہ پھر کون سی آیت سے اللہ کا سارا کام قرآن کرسکے گا جب کہ اسی آیت (۵۹ /۴) کی تشریحات میں علامہ نے لکھا ہے کہ:
"تمام مسائل زندگی کے فیصلے کے لئے کتاب اللہ و سنت رسولؐ اللہ کی طرف کیسے رجوع کیا جا سکتاہے جب کہ میونسپلٹی اور ریلوے اور ڈاکخانے کے قواعد و ضوابط اور ایسے ہی بے شمار معاملات کے احکامات سرے سے وہاں موجود ہی نہیں ہیں؟" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۶۵)
علامہ اینڈ کمپنی والا ایسا قرآن جس میں بے شمار ضروریات زندگی کا سرے سے نام و نشان و ذکر نہ ہو، اللہ کے برابر کیسے ہو جائے گا؟ اور پھر ایسا قرآن عرب کے جہلاء کے ہاتھوں میں آکر کیا راہنمائی کرے گا؟ بہرحال نہ قرآن اللہ کے برابرہو سکتا ہے نہ اللہ کی جگہ لے کر جواب دے سکتا ہے اور اگر رسولؐ یا رسولؐ ایسا خلیفۂ خداوندی موجود نہ ہو تو اللہ سے کسی کو کچھ دریافت کرنے اورجواب ملنے کا راستہ ہی نہ ملے گا۔ اور یہی حشر ہوگا جو ہوچکا کہ آج مسلمانوں میں استنجے کے ڈھیلے کی جگہ مجتہدوں کا انبار ملے گا۔ ہر جگہ قرآن ملے گا۔ لیکن علم و عقل و دولت ونعمت خداوندی ان کے یہاں ڈھونڈے نہ ملے گی۔ جہالت، ہلاکت، نحوست، عصبیت، عبوست گداگری اور بادشاہوں کے ہاتھ میں کاسۂ گدائی ملے گا اور انہیں بے دینوں، کافروں اور یہود ونصارٰی کے درباروں میں سازوسامانِ دنیا کی بھیک مانگتے ہوئے دیکھا جائے گا۔ پھراس سڑسٹھ (۶۷) الفاظ والے مفہوم کو اگر ہم اس آیت (۵۹ / ۴) میں کہیں چھپا ہوا مان لیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ:
"رسولؐ کے زمانہ میں بھی، رسولؐ کو چھوڑ کر خود ہی قرآن اور سنت سے جو کچھ سمجھ میں آتا ہو اسی کو اللہ و رسولؐ کا حکم و فیصلہ سمجھ لیا جائے" اور یہ وہ بات ہے جسے ہم نے کافرانہ طریقہ لکھا ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس پر قریش کا عمل تھا کہ

وہ قرآن سے جو کچھ سمجھ لیتے تھے اور رسولؐ کے اقوال سے جو نتیجہ مرتب کرلیتے تھے اس پر جم کر عمل کرتے تھے ۔ خواہ ان کی مذمت ہی کیوں نہ ہوتی رہے ۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ آپس میں مشورہ کرکے فیصلہ کرلیا کرتے تھے ۔ (۳۸ / ۴۲)

اس آیت کا موضوع شریعت سازی نہیں بلکہ اطاعت و اقدامات کا طریقہ ہے ۔ ایسے خبیث لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم اپنے ہر تنازع ، اختلاف اور مسائل میں صرف رسولؐ کی اطاعت کیا کرو یا جنہیں وہ اپنا جانشینؑ اور آمرؑ یا والیٔ امرؑ بنائیں ان کی اطاعت کیا کرو اور ان کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے ۔ اور وہ یوں ہی ممکن ہے کہ تمہیں اپنے تمام اقدامات میں ان کے حکم و فیصلے کی تعمیل میں تکلف نہ ہو ۔

(۵ ۔ج) اس آیت کا سیاق و سباق کیا ہے ؟ اس آیت میں کون لوگ مخاطب ہیں ؟؟

ہم نے اپنے عنوان میں لکھاہے کہ آیت (۵۹ / ۴) میں مومنین کی بات نہیں ہے ۔ چنانچہ اس آیت (۵۹ / ۴) کا سیاق یعنی آگے والی آیت کا بیان علامہ کے ترجمہ کے مطابق یہ ہے کہ :

علامہ کا ترجمہ بتاتاہے کہ یہاں علامہ کے راہنماعہد رسولؐ کے مجتہدین مخاطب ہیں۔

''اے نبیؑ تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے،اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں، مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کافیصلہ کرانے کے لئے طاغوت کی طرف رجوع کریں حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیاگیا تھا ۔ شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے ''(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۶۶۔۳۶۷)

قارئین خود سوچیں کہ زیر بحث آیت (۵۹ / ۴) میں کون لوگ مخاطب ہیں اور ان کو اللہ و رسولؐ کی اطاعت کے لئے کیوں کہا گیا ہے؟ جب کہ مومن تو پہلے دن یہ طے کرتا ہے کہ مجھے اللہ اور االلہ کے رسولؐ کی اطاعت بے چون و چرا کرنا ہے ۔مومن سے یہ کہنا کہ تُو یا تم اللہ و رسولؐ کی اطاعت کیاکرو اور اپنے تمام معاملات کو خود طے کرنے یا مشوروں سے فیصلے کرلینے کے بجائے اللہ و رسولؐ سے فیصلہ طلب کیا کرو۔ حقیقی و فرمانبردار مومنین کی توہین ہے اور دورانِ گفتگو ان کو پھر یہ کہنا کہ: إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۝٥٩ (النساء: ۵۹ / ۴)

یہ بتاتاہے کہ وہ حقیقی معنی میں نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ آخرت کو مانتے ہیں ۔ یعنی یہ وہی لوگ ہیں جو اگلی آیت میں مذکورہیں کہ قرآن اور سابقہ کتابوں پرایمان رکھنے کے باوجود اپنے فیصلے طاغوت (اجتہادی ادارہ) سے کراتے ہیں۔ جن کی مذمت اس آیت (۵۹ / ۴) کے سباق یعنی پہلے والی آیت میں یوں کی ہے کہ :

''تم صاحبانؑ امانت کو ان کی امانتیں نہیں سونپتے ۔ اور تم خود ہی فیصلے کر لیتے ہو جن میں عدل وانصاف نہیں ہوتا ۔ لہٰذا آئندہ امانت اہل امانت کو سپرد کرو اور فیصلوں میں عدل کو ملحوظ رکھو اللہ تمہیں نصیحت کررہا ہے جو تمہاری ہر بکواس کو سنتا ہے اور تمہاری تمام کارستانیاں دیکھتا رہتا ہے (۵۸ / ۴) اس کے بعد فرمایا کہ اے نام نہاد مومنین تم اللہ، رسولؐ اور اولی الامر کی اطاعت کیا کرو اور اپنے تمام معاملات میں رسولؐ کا فیصلہ طلب کیا کرو۔

(۵ ۔ د) ہمارے ایمان اور قریشی ایمان کا فرق اوریہ کہ قریشی ایمان شرک وکفر،تکذیبِ قرآن ہے ۔

یہ تذکرہ ہو چکا اور دوبارہ زیر بحث آیت (نساء ۵۹ / ۴) کو دیکھ لیں آیت میں رسولؐ کی عدم موجودگی کا کوئی وہم پیدا کرنے والا لفظ بھی نہیں یعنی جس طرح نوع انسان کے ہر سوال ، ہر مشکل ، ہر ضرورت اور ہر مہم کے لئے ہمیشہ اہل ذکر صلوٰۃ اللہ علیہم موجود ملیں (نحل ۴۳ / ۱۶، انبیاءؑ / ۲۱) گے اور انسانوں کے ہر سوال کا جواب دیں گے۔ بالکل اسی طرح قیامت تک ایک محمدؐ اپنی پوری صفات اور بڑھتے جانے والے علم کے ساتھ موجود ملے گا ۔ جو اُمت کی ہر مشکل کو حل کرتا رہے گا ۔ پھر ہر محمدؐ کو جہاں ساری کائنات اپنے سامنے ملتی ہے وہیں تمام انبیاء علیہم السلام بھی ان کے سامنے حاضروموجود ہیں۔ کہیں جانے آنے کی ضرورت نہیں وہ نظر اٹھائیں تو تمام انبیاؑ سلام کے لئے جھکے ہوئے ملیں گے ۔ وہ جس سے جو چاہیں دریافت کر سکتے ہیں ۔ لیکن قریش نے اللہ و رسولؐ کو اپنا رفیق قرار دے کر انہیں آدمی کی سطح پر مقید کیا ہے ۔ اور ابھی ابھی ہم یہ سوال اٹھارہے ہیں کہ :

(٦) کیا واقعی اللہ غضبناک ہوتا ہے ؟ اور اسے افسوس بھی ہوتا رہتا ہے ؟ اگر ایسا ہے تو اللہ ایک فانی ہستی ہے ۔

کیا علامہ اللہ کو ایک فنا ہو جانے والی ہستی مانتے ہیں ؟یہ سوال اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ علامہ نے آیت (۵۵ / ۴۳) میں آئے ہوئے لفظ "ءَاسَفُونَا" کا ترجمہ "غضبناک ہونا" کر دیا ہے۔ اور اس پر کوئی نوٹ یا وضاحت نہیں لکھی ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ دل سے مانتے ہیں کہ اللہ پر وہ جذبات و حالات وارد ہوتے رہتے ہیں جو انسانوں یا جانداروں پر وارد ہوتے ہیں ۔ اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر وہ چیز فانی ہے جس پر تغیرات واقع ہوتے ہیں ۔ لہٰذا اگر واقعی اللہ کبھی خوش ہوتا ہے اور کبھی رنجیدہ رہتا ہے، بھی غصہ میں مبتلا رہتا ہے، کبھی ترس کھاتا ہے،تو اس کے حالات کا یوں تغیر پذیر ہونا اس کے فانی ہونے کی دلیل ہے ۔ اور علامہ حضور تو تمام انسانی صفات و خصوصیات کا منبع اور مصدر بھی اللہ ہی کو لکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ :

مخلوق کی تمام صفات کا مصدرو منبع اللہ تعالیٰ ہے (علامہ مودودی کا عقیدہ) :

"یوں تو ہر وہ صفت جو مخلوقات میں پائی جاتی ہے اس کا مصدر و منبع اللہ تعالیٰ ہی کی کوئی نہ کوئی صفت ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ:"اللہ تعالیٰ نے رحمت کو سو حصوں میں تقسیم فرمایا پھر ان میں سے ۹۹ حصے اپنے پاس رکھے اور صرف ایک حصہ زمین میں اتارا یہ اسی ایک حصہ کی برکت ہے جس کی وجہ سے مخلوقات آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں ۔یہاں تک کہ اگر ایک جانور اپنے بچہ پر سے اپنا کُھر اٹھاتا ہے تاکہ اسے ضرر نہ پہنچ جائے تو یہ بھی دراصل اسی حصۂ رحمت کا اثر ہے "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۰۵)

جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِأَةَ جُزْءٍ فَأَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ وَأَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءًا وَّاحِدًا فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰى تَرْفَعُ الدَّابَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَّلَدِهَا خَشْيَةً اَنْ تُصِيْبَهٗ (بخاری و مسلم)

علامہ اس حدیث سے جو کچھ سمجھے وہ انہوں نے شروع کی سطر میں لکھ دیا اس کو مزید واضح کرنے کے لئے اسی سلسلے کا ایک جملہ اور سن لیں :"اس کی صفات تمام مخلوقات کی صفات کا منبع ہیں "(تفہیم القرآن جلد۲،فہرست موضوعات صفحہ (۶۵۹) کالم نمبر ۲ آخر سے چوتھا جملہ)

اور اس جملے کے بعد یقین فرما لیں کہ جو بھی صفات انسانوں حیوانوں جنات و ملائکہ وغیرہ وغیرہ تمام مخلوق کو ملی ہیں وہ اللہ کی صفات کا سوواں (۱۰۰ / ۱) حصہ ہے ۔ یعنی ہر ہر صفت جو مخلوقات میں ہے اس کا ننانوے گنا اللہ کی صفات میں ہے۔ اور اگر واقعی ہے بھی ایسا ہی تو مخلوقات کی طرح ایک دن علامہ کا اللہ میاں بھی مر جائے گا ۔ فنا ہو جائے گا ۔ اور علامہ اینڈ کمپنی پر جوش ملیح آبادی کا یہ شعر موزوں ہو جائے گا ۔

؎ دم توڑ چکا عرش پہ کب کا بھگوان + اور گاندھی ہیں مصروف دعاؤں میں ہنوز

قارئین گھبرائیں نہیں روزمرہ بولے جانے والی سرسری سی باتیں عوام کو آگے بڑھانے کے لئے ہوتی ہیں حقیقت نہیں ہوتیں ۔

ہم روزمرہ نہ معلوم کتنی ایسی باتیں بولتے ہیں جو حقیقتاً اسی صورت میں نہیں ہوتیں جس صورت میں بولی جاتی ہیں۔ مثلاً ہم بچوں کو جواب دینے میں ان کی اس عمر کا خیال رکھتے ہیں جس میں سوال پوچھا جاتا ہے ۔ ہم ان کے جواب میں فلسفہ ومنطق بگھاریں تو وہ کچھ نہ سمجھیں لیکن وہ ہمارے سادہ مگر حقیقت کی طرف بڑھانے والے جواب سے مطمئن ہوکر ترقی کرتے جاتے ہیں ۔ لیکن وہی جواب اگر ہم ایک فلاسفر کو دے دیں تو وہ ہمیں حقیقت سے جاہل اور جواب کو غلط قرار دے گا ۔ یہی حال انبیأ اور اللہ کے سامنے عوام الناس کا ہے ۔ ان کے لئے ترقی پذیر جواب میں فرمایا گیا کہ :

"إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔"یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے "

لفظ قادر اور قدیر صفات ہیں ۔ انسان بھی بہت سی چیزوں پر قادر ہے ۔ یہ قدرت اسے اس کے خالق اللہ نے دی ہے۔ خالق بھی ایک صفت ہی ہے اور انسان بھی بہت سی چیزوں کا خالق ہے ۔یہ صفت بھی اسے اللہ ہی نے دی ہے۔ لیکن انسان نہ ہر چیز پر قادر ہے اور نہ ہر چیز پیدا کرسکتا ہے ۔ مگر اللہ ہر چیز کا خالق بھی ہے ۔ایک عام مذہبی آدمی، انسان اور اللہ میں اس قسم کا سرسری فرق دیکھ کر مطمئن ہو جاتاہے ۔ لیکن حقیقت اس سے کہیں زیادہ ہے ۔ذرا سوچئے ۔

بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۠ئِہٖ فَقَالَ اِنِّیۡ
ساتھ نشانیوں اپنی کے طرف فرعون کی اور سرداروں اس کے کے پس کہا تحقیق میں
رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَہُمۡ بِاٰیٰتِنَاۤ
بھیجا ہوا ہوں پروردگار عالموں کی طرف سے پس جب آیا ان کے پاس ساتھ نشانیوں
اِذَا ہُمۡ مِّنۡہَا یَضۡحَکُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَ مَا نُرِیۡہِمۡ مِّنۡ اٰیَۃٍ اِلَّا ہِیَ
ہماری کے ناگہاں وہ اس سے ہنستے تھے اور نہ دکھاتے تھے ہم ان کو کوئی نشانی مگر وہ کہ
اَکۡبَرُ مِنۡ اُخۡتِہَا ۫ وَ اَخَذۡنٰہُمۡ بِالۡعَذَابِ لَعَلَّہُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۴۸﴾
بڑی تھی بہن اپنی سے اور پکڑا ہم نے ان کو ساتھ عذاب کے تو کہ وہ پھر آویں
وَ قَالُوۡا یٰۤاَیُّہَ السّٰحِرُ ادۡعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا
اور کہا انہوں نے کہ اے جادوگر پکار واسطے ہمارے پروردگار اپنے کو ساتھ اس چیز کے کہ
عَہِدَ عِنۡدَکَ ۚ اِنَّنَا لَمُہۡتَدُوۡنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا کَشَفۡنَا
مقرر کر رکھی ہے نزدیک تیرے تحقیق ہم البتہ راہ پر آویں گے پس جب کھول دیا ہم نے

فرعون کے پاس اور فرعون کے درباری مُلّاؤں کے پاس بھیجا اور موسیٰؑ نے کہا کہ میں پوری کائنات کے پروردگار کا رسولؑ ہوں (۴۷) مگر جب موسیٰؑ ان کے پاس ہمارے معجزات لے کر پہنچے تو فرعون اور اس کے مشیر مُلّاؤں نے ہماری آیات کا مذاق اڑایا (۴۸) حالانکہ ہم انہیں ایک سے ایک بڑھ کر بڑی آیت دکھاتے رہے۔ اور نہ ماننے پر آخر ہم نے انہیں عذاب سے دوچار کر دیا تاکہ وہ عذاب کے بعد رجعت کریں ۔ (۴۹) ان کا طریقہ یہ تھا کہ ہر دفعہ عذاب کے موقع پر وہ کہتے تھے کہ اے جادوگر اپنے رب کی طرف سے جو منصب تجھے حاصل ہے اس کے واسطے سے تو ہمارے لئے دعا کرکے ہمیں بچالے ہم یقیناً ہدایت حاصل کریں گے (۵۰) اور جیسے ہی ہم ان کے عذاب کو ہٹالیتے

کُلِّ شَیۡءٍ یعنی ہر چیز پر قدرت رکھنا عام مذہبی آدمی کو مطمئن کر دیتا ہے ۔ لیکن کیا اللہ جھوٹ بولنے کی قدرت رکھتا ہے ؟ کیا اللہ کسی مخلوق کی صورت اختیار کر سکتا ہے ؟ کیا وہ ظلم و زیادتی کر سکتا ہے ؟ کیا وہ کسی ایسے شخص کو نبیؑ بنا سکتا ہے جو نہ اس کی منشاء سمجھے نہ اس کے احکام کو قطعی طور پر صحیح صحیح پہنچائے اور بار بار وحی کے سمجھنے میں غلطیاں کرے؟ لہٰذا اللہ کو ہر چیز پر قادر کہنا ذرا سوچ سمجھ کر ہونا چاہئے ۔ عوام تو معاف ہیں لیکن علما کو معافی نہ ملے گی ۔ اور پھر جب کہ قریشی قسم کے علما یہ کہتے ہیں کہ: "جھوٹ بولنے پر قادر تو ہے مگر جھوٹ بولتا نہیں" بہرحال ہم کہتے ہیں کہ وہ مجسمہء قدرت ہے اور اس نے قدرت کو پیدا کیا یعنی وہ قادر و قدیر ہی نہیں بلکہ قادروں اور قدیروں کا خالق ہے ۔ اس کے لئے کہ یہ دونوں لفظ بہت چھوٹے اور کام کے چلانے کے لئے ہیں ۔ وہ خالقوں کا خالق ہے اسے صرف خالق کہنا اور اس پر ضد کرنا عقلمندی نہیں ہے ۔ لہٰذا اللہ ہر چیز کا خالق بھی تو ہے ۔ (خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ)(الرعد ۱۶ / ۱۳) یعنی وہ قدرت و علم و حکمت الغرض وہ تمام صفات کا بھی خالق ہے۔ چنانچہ اس کی پیدا کی ہوئی (مخلوق) صفات سے اسی کو منسوب کرنا غلط ہے ۔ البتہ خود جس صفت سے خود کو خود ہی منسوب کرے ہمیں اسے سمجھ بوجھ کر اختیار کرنا لازم ہے ۔ اپنی طرف سے ہم اسے کسی خود ساختہ صفت سے موصوف نہیں کر سکتے ۔

(۶ ۔ الف) اللہ کو صرف ان صفات سے پکارا جانا چاہئے جو اس نے خود قرآن میں بیان کی ہیں ۔

ابوالحسن موسیٰ بن جعفر اِنَّ اللّٰہَ اَعۡلَا وَاَجَلُّ وَاَعۡظَمُ مِنۡ اَنۡ یبلغ کُنۡہ صِفتہ فَصَفُوۡہُ بِمَا وَصَفَ بِہٖ نَفۡسَہٗ وَ کفّوا عَمَّا سَوٰی ذٰلِکَ (کافی کتاب التوحید)

چنانچہ ہم کو ہمارے امام جناب ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام نے حکم دیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی صفات سے اللہ کی جو پوزیشن سمجھ میں آ سکتی ہے ۔ اللہ اس سے کہیں بلند و برتر و اعلیٰ و افضل ہے لہٰذا تمہیں چاہئے کہ اللہ کی صرف وہ صفات بیان کرو جو خود اللہ نے اپنے لئے اختیار کی ہیں اور باقی تمام صفات سے کنارہ کش ہو جاؤ"

معلوم ہوا کہ حقیقتاً اللہ وہی کچھ نہیں ہے جو قرآن میں مذکورہ صفات سے ظاہر ہوتا ہے ۔ یہ صفات اور نام اللہ نے اس لئے اختیار کرلئے ہیں کہ اس کے بندے اسے مخاطب کرنے کا وسیلہ بنا سکیں ۔

عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝ وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ

ان سے عذاب نا گہاں وہ پھر جاتے ہیں عہد سے اور پکارا فرعون نے بیچ قوم اپنی کے

قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ

کہا اے قوم میری کیا نہیں واسطے میرے ملک مصر کا اور یہ نہریں ہیں چلتی ہیں

مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ

نیچے میرے سے کیا پس نہیں دیکھتے تم بلکہ میں بہتر ہوں اس شخص سے کہ

هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ فَلَوْ لَآ اُلْقِيَ

وہ ذلیل ہے اور نہیں نزدیک کہ صاف بیان کرے پس کیوں نہ ڈالے گئے

عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝

اوپر اس کے کنگن سونے کے یا آویں ساتھ اس کے فرشتے پرا باندھ کر

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝

پس سبک کر دیا ان سے قوم اپنی کو پس کہا مان گئے اس کا تحقیق وہ تھے قوم فاسق

وہ یکایک اپنے وعدہ کو توڑ دیتے ۔ (۵۱) ایک روز فرعون نے اپنی قوم کو منادی کرکے جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ کیا مصر کی مملکت میری حکومت میں نہیں ہے اور اس ملک میں جو نہریں اور دریا بہتے ہیں کیا وہ میرے ماتحت نہیں ہیں کیا تم لوگ موجودہ صورت حال پر تبصرہ نہیں کرسکتے ہو؟ (۵۲) تم غور کرو کہ مصر کی حکومت اور انتظام کے لئے میں بہتر ہوں یا وہ شخص جسے ٹھیک سے بات بھی کرنا نہیں آتی اور جس میں رعب داب کے بجائے کمزوری اور حقارت نمایاں ہے ۔ (۵۳) اور اگر اللہ نے اس کو مصر کی حکومت دینا تھی تو کیوں نہ اسے شاہی کنگن دیئے گئے یا یہ کہ کیوں نہ اس کی اردلی میں فرشتے بھیجے گئے ؟ (۵۴) اس نے اپنی قوم کو خوب جھاڑا اور اسے گھٹیا قسم کی قوم قرار دیا اور قوم نے اس کے سامنے سر اطاعت جھکا دیا حق یہ ہے کہ وہ قوم ایک بے لگام و لاقانون قوم تھی

(۶ ۔ب) اللہ نے اپنے لئے چند نام اور صفات انسانوں کی مجبوری دور کرنے اور مخاطبہ کا موقع دینے کو اختیار کئے ۔

چنانچہ امام محمدؑ تقی علیہ السلام سے ابوہاشم الجعفری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ حضورؑ مجھے یہ بتائیے کہ اللہ جو کچھ اپنے نام اور صفات سے ظاہر ہوتا ہے وہی کچھ اللہ ہے بھی ؟ " (امام علیہ السلام نے کئی ایک سوالات قائم کرکے اس کے سوال کو واضح کیا اور پھر جواب دیا)"بات یہ ہے کہ اللہ ہمیشہ سے موجود تھا لیکن مخلوقات ہمیشہ سے نہ تھیں ۔ پھر اللہ نے اپنے اور مخلوقات کے درمیان رابطہ اور وسیلے کے لئے اپنے نامؑ اور صفاؑت کو پیدا کیا تاکہ ان ناموںؑ اور صفاؑت کے ذریعہ سے تمام مخلوقات عاجزی کے ساتھ اللہ سے مخاطب ہو سکیں اور اس کی عبادت کر سکیں چنانچہ وہ نامؑ و صفاؑت ہی اس کا ذکرؑ ہیں ۔ چنانچہ اللہ موجود تھا مگر اس کا ذکرؑ موجود نہ تھا اور جو کچھ اس ذکرؑ کے ذریعہ سے معلوم ہو وہی اللہ کی پوزیشن ہے ۔ اللہ تو ہمیشہ سے تھا لیکن اس کے اختیار کردہ یہ نامؑ اور صفاؑت اس کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہیں نہ کہ خود اللہ ۔"

> ابوهاشم الجعفری قال : کنت عند ابی جعفر الثانی علیه السلام فسالهٗ رجل فقال: اخبرنی عَنِ الرّب تبارکِ وتعالیٰ له اسمآء وصفات فی کتابه وَاَسْمَآؤُهُ وصفاته هِیَ هُوَ؟ ..... بَلْ کَانَ اللہ وَلَا خلق ثُمَّ خَلَقَهَا وَسِیْلَةً بَیْنَهٗ وَبَیْنَ خَلْقِهٖ یَتَضَرَّعُوْنَ بِهَا اِلَیْهِ وَ یَعْبُدُوْنَهٗ وهِیَ ذِکْرُهٗ .وکان اللہ ولا ذکرو المذکور بالذکر، هواللہ القدیم الذی لم یزل وَالْاَسْمَآءَ والصّفات مخلوقات الخ (ایضا)

(۶ ۔ ج) اللہ کے غیظ و غضب و رحم و کرم اور افسوس اور ملال وغیرہ جذبات و صفات کا مرکزی اور حساس نظام ؟

یہ تمہید ی احادیث دیکھ لینے کے بعد اب آپ زیر بحث آیت (۵۵ / ۴۳) میں واقع ہونے والا افسوس اور اسی قسم کے دوسرے جذباتی الفاظ جو اللہ کی صفاتِ رحم و کرم اور قہاریت و جباریت و غیظ و غضب وغیرہ کے لئے استعمال ہوئے ہیں، کو اپنے سامنے لائیں اور معصومین علیہم السلام کی احادیث سے یہ دیکھیں کہ وہ تمام نام و صفات و جذبات اللہ پر طاری اور واقع نہیں ہوتے بلکہ یہ سب اس مرکز کائنات اور اللہ کے مشہود و محسوس حساس نظام سے تعلق رکھتے ہیں جس سے تعلق اللہ سے تعلق کہلاتا ہے ۔

(۵۵)چنانچہ جب اس قوم نے ہمارے لئے افسوسناک صورت حال پیدا کرہی دی تو ہم نے بھی ان سے یہ انتقام لیا کہ ان سب کو مجموعی طور پر غرق کردیا(۵۶) اور آخری مخاطبین یعنی قریش کے لئے پیشوا اور مثال بنادیا تاکہ وہ بھی انتقام کے لئے فرعونی قوم کی اتباع کرکے ان ہی کی مثل ماخوذ ہو سکیں۔(۵۷) اور حضرت عیسیٰؑ کا مثالی تذکرہ ہوا تو آپ کی قوم نے شور مچا کر کہا کہ: (۵۸) کیا ہمارے لیڈر عیسیٰؑ سے کم ہیں؟ یا یہ کہ ہمارے لیڈر بہتر ہیں یا عیسیٰؑ بہتر ہے؟ یہ مثال وہ تمہارے سامنے بحث چھیڑنے کے لئے پیش کرتے ہیں

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ

پس جب غصہ میں لائے وہ ہم کو بدلا لیا ہم نے ان سے پس ڈبو دیا ہم نے ان کو

اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَ لَمَّا ضُرِبَ

سب کو پس کیا ہم نے ان کو پیشوا اور مثال واسطے پچھلوں کے اور جب بیان کیا گیا

ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ قَالُوْٓا

بیٹا مریمؑ کا مثال ناگہاں قوم تیری اس سے تالیاں بجاتے ہیں اور کہتے ہیں

ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا

معبود ہمارے بہتر ہیں یا وہ نہیں بیان کرتے اس کو واسطے تیرے یہ بات مگر

چنانچہ جناب حمزہ بن بزیع رضی اللہ عنہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ کے اس قول کے متعلق وضاحت طلب کی ”جب ہمیں افسوس میں مبتلا کردیا تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ (۵۵/۴۳) چنانچہ امامؑ نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کو اس طرح افسوس نہیں ہوتا جس طرح ہمیں افسوس ہوتا ہے۔ لیکن بات یوں ہے کہ اللہ نے اپنی ذات پاک کے لئے کچھ نمائندے حکمران پیدا کئے ہیں جو افسوس اور رضامندی کا احساس کرتے ہیں۔ اور وہ اولیاء اللہ کی پیدا کردہ مخلوق ہیں اور اللہ ہی کی زیرربوبیت وتربیت ہیں لہٰذا اللہ نے ان کی رضامندی کو اپنی ذاتی رضامندی اوران کی خفگی و ناراضگی کو اپنی خفگی بنا رکھا ہے (فتح ۱۰ / ۴۸) اور یہ اس لئے کہ اللہ نے ان اولیا کو اپنی طرف دعوت دینے والے اور راہ نمائی کرنے والے بنایا ہے اس لئے ان کو ایسا مقام عطا کیا ہے لہٰذا ایسا نہیں ہے کہ غصہ وغیرہ اللہ پر اسی طرح وارد ہوتا ہو جیسا کہ اللہ کی مخلوق پر اثر انداز ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں یہی مطلب لیا گیاہے۔ اور اس کے ثبوت میں یہ بات ہے کہ اللہ نے (حدیث قدسی میں) فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے مقرر کردہ حاکم یا ولی کی توہین کرے وہ ایسا ہی ہے کہ اس نے مجھے جنگ کا چیلنج کرکے لڑنے کے لئے بلایا ہو۔ اور قرآن میں فرمایا ہے کہ: ”جو کوئی رسولؐ کی اطاعت کرے گا۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی“ (نساء ۸۰ / ۴) اور اسی طرح یہ بھی کہا ہے کہ: ”یقیناً جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور اللہ ہی کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے (فتح ۱۰/ ۴۸) چنانچہ اس قسم کے تمام بیانات

عن حمزة بزيع عن ابی عبدالله عليه السلام فی قول الله عزّوجلّ: فَلَمَّآ ءَاسَفُونَا انتَقَمْنَا مِنْهُمْ (الزخرف: ۵۵ / ۴۳) فقال: اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ لَايَاسَفُ كَاَسَفِنا وَلٰكِنَّهٗ خَلَقَ اَوْلِيَآءَ لِنَفْسِهٖ يَاسِفُوْنَ وَيَرْضُوْنَ وَهم مَخْلُوْقُوْنَ مَرْبُوْبُوْنَ فَجَعَلَ رضاهم رضانفسه وسخطهم سخط نفسه، لَاَنَّهٗ جَعَلَهُم الدعاةاِليه وَالْاَدلَّاءَعَلَيه، فَلِذٰلِكَ صاروا كذلك وَلَيْسَ اَنَّ ذٰلِكَ يصل اِلىٰ الله كما يصل اِلىٰ خلقه لكِنْ هٰذا معنى ما قال من ذٰلك وقَدْقال: " مَنْ اَهَانَ لِيْ وَلِيًّا فقد بارزنى بالمحاربة ودعانِي اِلَيْهَا" وَقَالَ "مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ (نساء ۸۰ / ۴)" وقال: "إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ " (فتح ۱۰ / ۴۸) فكُلُّ هٰذَا وشِبهه عَلىٰ ما ذكرتُ لَكَ وهٰكذا الرضا والغضب وغيرهما من الاشياء مِمَّا يشاكل ذٰلك وَلَوْكَانَ يَصِلُ اِلَى الله الاسف وَالضجر، وَهُوَ الذى خَلَقَهُمَا وَ اَنْشَأَهما لجاز لَقَائل هٰذا اَنْ يَقُوْلَ اِنَّ الْخَالِقَ "يَبِيْدُ يَوْمًا ما لِاَنَّهٗ اِذَا دَخَلَهُ الْغَضَبُ وَالضجر دَخَلَهٗ التغيير واذا دخله التغيير لَمْ يُؤمن عليه الابادة، ثُمّ لَا يعرف الْمُكَوِّنُ مِنَ الْمُكَوَّنِ وَلا القادر مِنَ المقدور عليه ولا الخالق مِنَ المخلوق تعالى الله عن هٰذا الْقَوْلِ عَلوًّا كبيرًا بَل هُوَ خالق لِلْاَشْيَآءِ لَا لحاجة. فاذا كان لا لحاجة استحال الحدّ والكيف فيه فافهم انشاءالله تعالىٰ۔ (ايضاً كافى كتاب التوحيد)

جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا

جھگڑنے کو بلکہ وہ قوم ہیں جھگڑالو نہیں وہ مگر ایک بندہ انعام کیا ہے ہم نے

عَلَيْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَ

اوپر اس کے اور کیا ہم نے اس کو نمونہ قدرت اپنی کا واسطے بنی اسرائیل کے اور

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ

اگر چاہتے ہم البتہ کرتے ہم تم سے فرشتے کہ بیچ زمین کے جائے نشین ہوتے اور

اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ

تحقیق وہ البتہ علامت قیامت کی ہے مت شک لاؤ ساتھ اس کے اور پیروی کرو

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَ لَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ

یہ ہے راہ سیدھی اور نہ بند کرے تم کو شیطان تحقیق وہ واسطے تمہارے

حقیقتاً یہ تو پوری قوم ہی مدمقابل ہے ۔ (۵۹) عیسیٰؑ اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا کہ وہ ہمارا ایک ایسا بندہ تھا جس پر ہم نے اپنے انعامات کئے تھے اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ایک مثالی نمونہ بناکر بھیجا تھا۔ (۶۰) اور اگر ہماری مشیت میں یہ ہوتا تو ہم تم میں سے ملائکہ بنا دیتے جو زمین میں خلافت وجانشینی کے فرائض انجام دیا کرتے (۶۱) اور ایسا کرنا دراصل حقیقتِ قیامت کے علم سے متعلق ہے چنانچہ تم لوگ اس سلسلے میں معنی نچوڑنے کی کوشش نہ کیا کرو بلکہ میرے نقش قدم کی پیروی کرو یہی صراط مستقیم ہے ۔ (۶۲) اور دیکھو اے قریشی مسلمانوں کہیں معنی نچوڑتے نچوڑتے تمہیں شیطان صراطِ مستقیم پر آنے سے نہ روک دے یقیناً وہ تمہارا

اور ان سے ملتے جلتے دوسرے بیانات کے ، جو میں نے تم سے بیان کئے ہیں اور اللہ کی خفگی اور خوشنودی کے یہی معنی ہیں جو عموماً لوگوں کو الجھا لیتے ہیں ۔ لیکن اگر ایسا مان لیا جائے کہ خفگی ، خوشنودی اور دل تنگی وغیرہ سچ مچ اللہ پر وارد ہوتی ہو ۔ حالانکہ اللہ ان تمام جذبات و صفات و حالات کا خالق بھی ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے والے پر یہ کہنا اور ماننا بھی لازم ہو جائے گا کہ ایک دن اس کائنات کا خالق فنا بھی ہو جائے گا ۔ اس لئے کہ جب اللہ پر افسوس ، غم و غصہ اور دل تنگی وغیرہ اثر انداز ہوتے ہیں تو اللہ کے حالات کو دگرگوں اور تغیر پذیر ماننا ہوگا اور یہ لازم ہے کہ تغیر پذیر ہونے والی چیزیں فنا ہو جائیں۔ متغیر ہونے والی چیزیں فنا سے محفوظ نہیں رہ سکتیں ۔ پھر یہ ہو گا کہ خالق کو مخلوق سے ممتاز کرنا اور وجود بخشنے والے اور وجود پانے والوں کو الگ الگ کرنا ممکن نہ رہے گا اس قسم کے غلط اور ناہنجار عقائد سے اللہ بہت بلند و ارفع ہے اور اس نے ہر چیز سے مستغنی اور لاپرواہ رہتے ہوئے تمام اشیا کو پیدا کیا ہے اس پر کسی قسم کی پابندی اور حد بندی اور چون و چرا کی شرط نہیں لگائی جا سکتی چنانچہ تم اس بیان کو انشاء اللہ اچھی طرح سمجھ لو۔" اس سلسلے کی تمام آیات کو جمع کرنے اور تشریح کرنے میں وقت صرف کرنے کے بجائے ہم ایک اور صورت حال کو سامنے لاتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جذبات و صفات کے خالق اور غیر متاثر ہستی کی حیثیت سے سمجھا جا سکے ۔

(۶ ۔ د) اللہ کے جذبات و صفات محمدؐ و آل محمدؐ کو عطا کردہ جذبات و صفات ہیں ۔

چنانچہ حضرت زرارہ رضی اللہ عنہ نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی وضاحت چاہی جس میں فرمایا گیا ہے کہ : "ان لوگوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ تو اپنے اوپر ظلم کرتے رہے " امامؑ نے فرمایا کہ در حقیقت اللہ اس بات سے کہیں زیادہ عزت والا اور بلند و برتر اور محفوظ تر ہے کہ اس پر ظلم و زیادتی کا اثر پڑے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں اپنی ذات پاک سے اس طرح وابستہ کر رکھا

عن زرارة عن ابی جعفر علیه السلام قال: سألته عن قول الله عزّوجلّ "وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ" (اعراف ۱۶۰ / ۷، بقرہ ۵۷ / ۲) قال: انّ الله تعالیٰ اعظم واعزّ واجلّ وامنع من انّ یظلم ولکنّه خلطنا بنفسه فجعل ظلمنا ظلمه وولایتنا ولایته حیث یقول " اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا "(مائدة ۵۵ / ۵) یعنی الائمّة منّا ثمّ قال فی موضع آخر " وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ " (۱۶۰ / ۷، ۵۷ / ۲) ثمّ ذکر مثله (ایضا کافی کتاب التوحید)

ہے کہ ہمارے اوپر ہونے والے ظلم کو اپنے اوپر ظلم فرمایا کرتا ہے اور ہماری ولایت و حکومت کو اپنی ولایت فرماتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ: ”حقیقت اس کے علاوہ اور کوئی ہے ہی نہیں کہ تمہارے حقیقی ہمدرد حاکم اللہ اور اس کا رسولؐ اور وہ مومنین ہیں“ (۵۵ / ۵) یعنی ہمارے اماموں کی ولایت اور ایک دوسرے مقام پر بھی یہی فرمایا ہے کہ: ”انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے (۱۶۰ / ۷ ، ۵۷ / ۲) اس آیت کی تشریح میں بھی مندرجہ بالا مطلب بیان کیا۔“

تشریح نمبر۶ کی تمام احادیث اور بیانات کا نتیجہ اور اسماء و صفات خداوندی کے معنی: سب سے پہلے آپ علامہ کی پیش کردہ حدیث پر دوبارہ نظر ڈالیں وہاں رسولؐ اللہ نے یہ بتایا تھا کہ اللہ نے اپنی رحمت کے ذخیرہ میں سے ایک بہت معمولی سا (۱۰۰ / ۱) حصہ اہل زمین کو عطا کیا اور ابتدائے دنیا سے قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوقات میں رحمت کے اس (۱۰۰ / ۱) حصے میں سے سب کو حصہ رسدی رحم و کرم ملتا جائے گا۔ ذرا غور فرمائیں کہ جب وہ قلیل ترین (۱۰۰ / ۱) حصہ تمام اہل زمین کو کافی ہوگیا تو رحمت کے پورے ذخیرہ کا مقام کیا ہو گا ؟

پھر دو چیزیں اور غور طلب ہیں۔ اوّل یہ کہ جس رحمت کا ذکر ہوا وہ خود اللہ تعالیٰ نہ تھا ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ کو اللہ نے سو (۱۰۰) حصوں میں تقسیم کر کے (۱۰۰ / ۱) سوواں حصہ اہل زمین میں تقسیم کر دیا اور یہ تصور قطعاً باطل ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہ” رحمت “ اللہ نے پیدا کی تھی یعنی رحمت اللہ کی مخلوق ہے اور ظاہر ہے کہ اس رحمت کی تخلیق باقی تمام ان چیزوں اور مخلوقات سے پہلے ہونا چاہئے تھی جن کو اس رحمت میں سے حصہ کی احتیاج تھی۔ اب اگر علامہ قریشی مسلک کے عالم نہ ہوتے تو انہیں یاد آنا چاہئے تھا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴿١٠٧﴾ (انبیآ ۱۰۷ / ۲۱)

”اور ہم نے تمہیں تمام عالمین کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے“

قارئین علامہ تو دشمنانِ اہل بیتؑ کے محافظ ہیں مگر آپ تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ علامہ کی بیان کردہ رحمت ایک مخلوق تھی جس کا سوواں (۱۰۰) حصہ اہل زمین کے حصہ میں کافی ہو گیا تھا۔ اس آیت کی رو سے وہ مخلوق محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اور آپؐ پوری کائنات کے لئے رحمت ہیں اور انؐ کو اُن سب سے پہلے پیدا ہونا چاہئے جن کو رحمت کی ضرورت ہو لہٰذا آپؐ تخلیق کائنات سے پہلے کی مخلوق ہیں۔ اور رحم و کرم جہاں جہاں اور جس جس کو اور جتنا جتنا بھی ملا وہ حضور علیہ السلام کی معرفت سے اللہ نے دیا ہے۔علامہ کو وہ حدیث لکھتے ہوئے یہ آیت (۱۰۷ / ۲۱) ضرور یاد آئی تھی مگر اس کو اوّل اس لئے سامنے نہ لایا گیا کہ وہ خود دشمنِ محمدؐ و آل محمدؐ ہیں اور نہیں چاہتے کہ رسولؐ اللہ ان کے یاروں اور مجتہد شیطانوں سے بڑھ جائیں اور یہی سبب ہے کہ انہوں نے اسی آیت (۱۰۷ / ۲۱) کا ترجمہ بھی آنحضرتؐ کے مرتبہ کو گھٹا کر کیا ہے۔ دیکھئے:

وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ

علامہ کا کافرانہ ترجمہ: ”اے محمدؐ ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیاوالوں کے حق میں ہماری رحمت ہے“(تفہیم القرآن جلد۳صفحہ ۱۸۹)

علامہ کا دوسرا منافقانہ ترجمہ: دو صفحات کے بعد تشریح نمبر ۱۰۰ کی ذیل میں پھر لکھا ہے کہ:

” دوسرا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ: ”ہم نے تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے“دونوں صورتوں میں مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دراصل نوع انسانی کے لئے خدا کی رحمت اور مہربانی ہے “(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۹۲)

علامہ کی دشمنیٔ محمدؐ و آل محمدؐ کا لاجواب تحریری ثبوت: ان دونوں ترجموں کو دیکھنے والوں کو مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن بعض عقیدتمندوں کی آنکھوں پر بندھی ہوئی عقیدت اور تعصب کی پٹی اٹھائے بغیر سامنے کی حقیقت بھی نظر نہیں آتی۔ ان کو بتاؤ کہ قرآن میں لفظ ”دنیا“ بار بار استعمال ہوا ہے اور اس لفظ کے معنی ساری دنیا کے انسان جانتے ہیں کہ اس کا مطلب ہمارا یہ کرۂ ارض ہے۔اور ساتھ ہی لفظ ” عالمین “بھی بار بار استعمال ہونے کے علاوہ پہلی سورۂ (فاتحہ) ہی میں رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ استعمال ہوا ہے اور وہاں اسی لفظ عالمین کا ترجمہ دنیا نہیں کیا ہے دیکھئے:

علامہ کا ابلیسی ترجمہ: ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٢﴾ الفاتحۃ: ۲

”تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے“ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۳)

چونکہ علامہ اللہ کی وحدانیت کے اسی معیار پر قائل ہیں جو ابلیس نے ہمیشہ تسلیم کی ہے اس لئے یہ نہ چاہا کہ وہ ابلیس کے مشن کے خلاف ایک نبیؐ کو تمام کائنات میں پھیلی ہوئی رحمت مان لیں۔ لہٰذا شیطانوں کو خوش رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ محمدؐ کو عالمگیری وہمہ گیری سے ہٹا کر دنیا تک محدود کردیں۔

علامہ نے دنیا کی تمام مخلوقات کے لئے بھی حضورؐ کو رحمت نہیں مانا ہے۔ لیکن علامہ اور بڑھے یہاں تک کہ حضورؐ کو دنیا کی بھی ساری مخلوقات کے لئے نہیں بلکہ صرف نوع انسان کے لئے رحمت بنا دیا۔ اور یہ خبیث دشمن یہاں بھی نہیں ٹھیرا بلکہ ایک قدم اور بڑھا اور صرف ان انسانوں کے لئے رحمت بنایا جو بعثت کے وقت سے موجود ہوں۔ قارئین بتائیں کہ علامہ کے پاس یا ان کے شاگردوں اورعقیدت مندوں کے پاس ہمارے الزامات کا کیا جواب ہے ؟ پھر پہلے ترجمہ میں یہ نہیں کہا کہ محمدؐ کو رحمت بنایا گیا ہے یا یہ کہ محمدؐ خود رحمت ہیں بلکہ بڑے شاطرانہ و کافرانہ و منافقانہ انداز میں فرمایا کہ :
"یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے"
علامہ نے جو حدیث لکھی تھی اس کی رو سے محمدؐ ایک ہمہ گیر رحمت ثابت ہوتے ہیں اور وہ حدیث مذکورہ بالا آیت (۲۱/۱۰۷) کی تفسیر ہے۔
پھر آپ ہماری تحریر کردہ احادیث میں دیکھتے ہیں کہ اللہ نے اپنی تمام مخلوقات کو نوازنے اور ان کو رابطہ قائم کرنے اور اپنی دعاؤں میں متوجہ کرنے کا موقع دینے کے لئے اپنے تمام نام اور اپنی تمام صفات کو زیورِ تخلیق سے آراستہ کیا یعنی وہ صفات اور نام تمام مخلوقات سے پہلے پیدا کئے گئے تاکہ ضرورتمندوں سے پہلے ضرورتوں کو رفع کرنے والی چیزیں موجود ہوں۔ پھر یہ دیکھیں کہ رحم و کرم و رحیمی ورحمانیت بھی تو صفاتِ خداوندی میں سے ہیں۔ لہٰذا رحمتِ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی میں وہ تمام اسمائے گرامی اور صفات عالیہ مجتمع کر دیئے جو اللہ کے لئے بھی بولے جانے والے تھے۔ یعنی محمدؐ مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ کا وجود ذیجود مجموعہ ہے تمام صفاتِ خداوندی اور اسماء حسنیٰ کا اور یہ حدیث پہلے بھی آ چکی ہے کہ :

"یقیناً ہم ہی اللہ کے بہترین نام ہیں۔ جب تک ہماری معرفت حاصل نہ ہو جائے کسی بندے کو اس کے اعمال کا ثواب نہیں مل سکتا۔

"نَحْنُ وَاللّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى الَّتِي لَا يَقْبَلُ مِنْ عَمَلًا اِلَّا بِمَعْرِفَتِنَا" (کافی کتاب التوحید)

(۶ ـ ہ) محمدؐ اور آئمہؑ اہل بیتؑ کو اللہ نے اپنے نام اور صفات کیوں بنایا ہے۔ امام علیہ السلام کی یہ آخر میں پیش کی جانے والی حدیث ہم نے اس لئے آپ کے سامنے رکھی ہے کہ آپ آئندہ اللہ کے ناموں اور اس کی صفات کو پڑھتے یا سنتے ہوئے سرسری طور پر نہ گزر جایا کریں۔ بلکہ یہ سمجھ کر پڑھا یا سنا کریں کہ اللہ کے نام اور صفات خود "اللہ" نہیں ہیں۔ اور یہ کہ اللہ تو ان ناموں کا بھی اور ان صفات کا بھی خالق ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ خالق اور مخلوق میں کتنا فرق ہوتا ہے ؟ وہی فرق اللہ میں، اس کے ناموں اور صفات میں ہے۔ اللہ خالق ہے اور وہ مخلوق ہیں۔ خالق کو مخلوق کہنا یا مخلوق کو خالق سمجھنا ہی تو حقیقی معنی میں شرک باللہ ہے۔ اور یہاں یہ بھی سمجھ لیں کہ "اللہ" کے سوا اللہ کا نہ کوئی سچ مچ نام ہے اور نہ کوئی صفت (كُلُّ شَيْءٍ وَقَعَ عَلَيْهِ اسم شیء فھو مَخْلُوقٌ مَا خَلَا اللّٰهُ (کافی) جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے کہ ہماری مجبوری کو دور کرنے اور ہمیں خود سے وابستہ رکھنے کے لئے اس نے اپنے علم و پسند کے معیار پر جو بہتر سے بہتر نام اور صفات ہوسکتے تھے۔ (اَلْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى) پیدا کئے۔ تاکہ ہم ان ناموں اور صفات کو پہلے اپنے محسوسات و مشاہدات کے ذریعہ سے سمجھیں اور اپنے رحم و کرم کے جذبہ کو سامنے رکھ کر لفظ رحیم کو اپنے خالق کے بلند و بالا معیار پر محسوس کرکے رحم کے خواستگار ہوں اور امید کریں کہ اس کی رحمت کو جوش آ گیا تو بیڑا پار ہو جائیگا۔ یہ غرض تھی کہ اللہ نے ان اسماءُ الحسنیٰ کو پیدا کر کے اپنی ذات پاک سے منسوب کر لیا۔ چنانچہ آج ہم دن رات جب چاہیں اللہ سے مخاطب ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ یہ نماز اور دیگر عبادات کیسے عملی صورت اختیار کرتیں اگر وہ "اَلْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى" نہ ہوتے۔ مختصراً یہ کہ ہمیں اللہ سے وابستہ کرنے والے اور ہمیں اللہ سے سب کچھ دلانے والے وہی اسماءُ الحسنیٰ ہیں۔ وہ نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت بھی نہ ہوتی اور یہ تعارف بھی ممکن نہ ہوتا اور ہمیں اللہ سے ربط و ضبط و تعلق بھی نہ ہوتا۔ یعنی اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا جہالت ہی جہالت ہوتی۔

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَ لَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ

دشمن ہے ظاہر اور جب آیا عیسیٰؑ ساتھ دلیلوں ظاہر کے کہا کہ تحقیق لایا ہوں میں

بِالْحِكْمَةِ وَ لِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ

واسطے تمہارے حکمت اور تو کہ بیان کر دوں میں واسطے تمہارے بعضی وہ چیز کہ

تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

اختلاف کرتے ہو تم بیچ اس کے پس ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا تحقیق اللہ وہ ہے

رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾

پروردگار میرا اور پروردگار تمہارا پس عبادت کرو اس کو یہ ہے راہ سیدھی

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ

پس اختلاف کیا فرقوں نے درمیان اپنے سے پس وائے ہے واسطے ان لوگوں کے کہ

ایک کھلا کھلا دشمن ہے ۔ (۶۳) اور جب عیسیٰؑ بڑے واضح دلائل اور تعلیمات کے ساتھ آئے تو کہا کہ میں تمہارے پاس یقینی چیزیں اور حکمت لے کر آیا ہوں تا کہ میں تمہارے لئے وہ تمام مسائل و احکام واضح کر دوں جن پر تم لوگوں نے اختلاف و تفرقہ پیدا کر رکھا ہے چنانچہ تم سب لوگ اسلامی ذمہ داریاں اللہ کے حضور میں اختیار کر لو اور میری اطاعت کرنا شروع کر دو۔ (۶۴)اور حقیقت یہ ہے کہ میرا پروردگار ہی تمہارا بھی پروردگار ہے چنانچہ تم بھی اسی کی عبادت کرو اور یہی صراط مستقیم ہے۔ (۶۵) مگران سادہ ، واضح اور آسان احکامات و تعلیمات میں بھی بنی اسرائیل کے مجتہدین نے باہم اختلافات پیدا کر لئے تھے چنانچہ جن لوگوں نے

(۶ ۔ و) تخلیقِ کائنات میں انسان کا مقام اور انسانی ترقی و ارتقاء کا نظام: جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اللہ نے اپنے علم و پسند کے معیار پر جو بہتر سے بہتر نام اور صفات ہو سکتے تھے انہیں پیدا کر کے اپنی ذات پاک کے ساتھ منسوب کر لیا۔اسی بات کو یوں سمجھئے کہ اللہ کی ذات پاک علم و قدرت وغیرہ کا اِک مجسمۂ ہے اس نے اپنے اندر موجود قدرت و علم وغیرہ کے معیار پر ایک ایک بہترین نام پیدا کر دیا ان تمام لاتعداد ناموں کے مجموعہ کا نام اَلْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی رکھ دیا پھر ان تمام بہترین و پسندیدہ ناموں کو ایک نام دیا اور وہ نام تھا محمدؐ ، محمدؐ کے معنی ہوتے ہیں ''وہ ہستی جس میں تمام حسین ترین ، پسندیدہ ترین اور مفید ترین صفات ہوں اور جس کی ہمیشہ حمد و ثنا جاری رہے ۔'' چونکہ محمدؐ سے یا یہ کہئے کہ اسمائے حسنیٰ سے پہلے کوئی اور مخلوق موجود نہ تھی اس لئے محمدؐ کی حمد و ثنا کون کرتا ؟ لہٰذا ہوا یہ ہے کہ ادھر محمدؐ نے اپنے نورانی وجود میں اللہ کی حمد و عبادت شروع کر دی ادھر اللہ نے محمدؐ کی حمد و ثنا اختیار کر لی ۔ اور ایک وقت جب تخلیق کے مرحلے میں ملائکہ کا نمبر آیا تو وہ بھی درود و سلام میں شریک کر لئے گئے (احزاب ۵۶ / ۳۳) یہاں سے تخلیق کے مختلف مراحل سے قطع نظر کر کے ہم وہ باتیں کہتے ہیں جو تمام مسلمان سنتے چلے آ رہے ہیں۔ یعنی پوری کائنات کی ہر چیز محمدؐ کے لئے اور محمدؐ ہی سے پیدا کی گئی ۔ مثلاً ملائکہ اور انبیاؑ حضورؐ کی پیشانی کے پسینے یا تجلّی سے پیدا کئے گئے ۔ کہنا یہ ہے کہ جو جو صفات محمدؐ یا اسماءُ الحسنیٰ میں ودیعت تھیں ان میں سے ساری کائنات کو حصہ ملا جیسا کہ علامہ مودودی نے رحمت میں سے حصہ ملنے کا ذکر مانا ہے ۔

چنانچہ انسانوں میں صفات محمدؐیہ کا بڑا حصہ اس لئے آیا کہ ان کو محمدؐ کی طرف عروج کرنا تھا ۔ اور خود کو ان کی صفات سے قریب تر لانے میں ان کی ترقی مرکوز تھی ۔ چنانچہ جسے بلندی درکار ہو وہ علویت کی صفت کو اختیار کرے جسے قوت و قدرت درکار ہو وہ ''قوی '' اور ''قدیر'' کو اختیار کرے یعنی اللہ کے اسمائے حسنیٰ کی مثال پر انسانوں کی تخلیق کی گئی تا کہ اپنے اندر ودیعت شدہ صفات سے بات سمجھیں اور آگے بڑھیں چنانچہ اسماءُ الحسنیٰ جو اپنی یکجائی و اجتماعی صورت میں محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں ان تمام صفات و اسماء کا مجموعہ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی ذات سے منسوب کر رکھا ہے ۔ اور یہ آپ جانتے ہیں کہ محمدؐ ہی وہ ذات والا صفات ہے جو اپنی چودہ صورتوں میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ اور وہ سب اپنے اپنے مقام پر جہاں اور کچھ ہیں وہاں محمدؐ بھی ہیں ۔ یہی وہ حضرات یا مجسمۂ صفاتِ خداوندی ہیں جن کے رنج کو اللہ اپنا رنج فرماتا ہے ۔ اور ان کے افسوس کو اپنا افسوس کہتاہے ۔ ان پر ظلم و ستم کو اپنی ذات پر ظلم و ستم قرار دیتا ہے ۔ اور حد یہ ہے کہ ان کے اعمال و تصورات کو اپنے اعمال و تصورات فرماتا ہے ۔

ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا

ظلم کرتے ہیں عذاب دن درد دینے والے کے سے نہیں انتظار کرتے مگر

السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ

قیامت کا یہ کہ آوے ان کے پاس ناگہاں اور وہ نہ سمجھتے ہوں دوست

يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ يٰعِبَادِ

اس دن بعضے ان کے بعضوں کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار اے بندو میرے

لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ

نہیں ڈر اوپر تمہارے آج کے دن اور نہ تم غمگین ہو گے جو لوگ کہ

اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ

ایمان لائے ساتھ نشانیوں ہماری کے اور تھے مسلمان داخل ہو بہشت میں تم

احکام خداوندی میں اجتہاد کیا ان لوگوں کے لئے ایک دردناک دن کے عذاب کی پھٹکار پڑگئی (۶۶) اے نبیؐ کیا یہ قریش بس اسی انتظار میں ہیں کہ اچانک ان پر وہ وقت آجائے اور انہیں اس کے یوں آجانے کا شعور بھی نہ ہونے پائے۔ (۶۷) اور جس روز وہ وقت آئے گا تو متقی دوستوں کے علاوہ باقی تمام مخصوص یار غار آپس میں ایک دوسرے کے لئے دشمن بن جائیں گے۔ (۶۸) (۶۹) (۷۰) اس روز ان لوگوں سے جو ہماری آیات پر واقعی ایمان لائے اور زندگی اسلام کے ماتحت گزاری، کہا جائے گا کہ میرے بندو آج تمہارے لئے کوئی خوف نہیں اور نہ تمہیں کبھی غم ہونے پائے گا۔ تم اور تمہاری ازواج بھی جنت میں

(۶۔ز) رسولؐ کا قریش کے پاس آنا درحقیقت خود اللہ کا آنا تھا۔

اللہ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ ابلیسی گروہ اللہ پر یا اللہ کے حقیقی ماننے والوں پر تجسیم (اللہ کو مجسم ماننے) کا الزام لگائے گا۔ چنانچہ اسی سورۃ الزخرف میں ایک ایسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس حقیقت سے ابلیسی گروہ کی ذہنیت مفلوج ہو جاتی ہے۔ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ جِئْنَٰكُم بِٱلْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَٰرِهُونَ ﴿۷۸﴾ (الزخرف)

علامہ کا ترجمہ: ”ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے مگر تم میں سے اکثر کو حق ناگوار تھا“

یہ ترجمہ بھی متفق ہے کہ اللہ تعالیٰ ”کسی مخصوص حق کو یا مکمل حق کو“ لے کر قریش کے پاس آیا تھا (۷۸/ ۴۳) اور ساری دنیا جانتی ہے کہ اللہ نہ کہیں آ سکتا ہے نہ جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ہر جگہ ہر وقت موجود رہتا ہے اس کے نہ آنے کی ضرورت ہے نہ جانے کی احتیاج۔ لہٰذا یہاں اللہ کے آنے کے اور کوئی معنی نہیں ہیں کہ اللہ نے محمد بن عبداللہ علیہما السلام کے تشریف لانے کو اپنا آنا قرار دیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ حقیقی معنی میں اللہ کے ظہور و خلیفہ اور نمائندہ تھے۔ ان حضورؐ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ فرمایا ہے (ص ۵۷ / ۳۸) ان ہی کے چہرہ کو اپنا چہرہ قرار دیا ہے اور محمدؐ کی اطاعت و محبت ہی اللہ کی اطاعت و محبت ہے۔ اور محمدؐ کی صفات و اقدامات میں کسی ناپسندیدہ اور غیر منظور شدہ شخص یا اشخاص کی شرکت ہی شرک باللہ ہے اور اب یہ بات اپنی انتہائی حدود تک ثابت ہو گئی کہ محمدؐ کا افسوس کرنا ہی اللہ کا افسوس ہے۔ (زخرف ۵۵ / ۴۳)

(۶۔ح) وہ اَلْحَقّ یا حقِّ مطلق یا حقِّ مجسم کون تھا؟ کیا تھا؟ جو قریش کی کثرت کو ناگوار و ناپسند و گراں بار تھا؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس کو حقِ مجسم یا الحق فرمایا وہ کیا تھا جسے لے کر اللہ یا اس کا رسولؐ یا اللہ و رسولؐ دونوں آئے تھے۔ یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ الحق قرآن تھا لیکن صرف قرآن بلا رسولؐ کے پورا ”حق“ یا الحق نہیں ہو سکتا۔ صرف حق ہو سکتا ہے۔ علاوہ اس عملی دلیل کے دوسری قرآن کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے یہ بھی تو فرما دیا ہے کہ:

وَلَقَدْ جِئْنَٰهُم بِكِتَٰبٍ فَصَّلْنَٰهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۲﴾ (اعراف ۵۲ / ۷)

علامہ کا ترجمہ: ”ہم ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب لے آئے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنا پر مفصل بنایا ہے اور جو کہ ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے“ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۴)

وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۞ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ

اور بیبیاں تمہاری کہ بناؤ کروائے جاؤ گے لئے پھریں گے اوپر ان کے طباق

ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ

سونے کے اور آبخورے اور بیچ اس کے جو کچھ چاہیں اس کو جی اور لذت پکڑیں

الْاَعْيُنُ ۚ وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْۤ

آنکھیں اور تم بیچ اس کے ہمیش رہنے والے ہو اور یہ ہے وہ بہشت جو

اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ لَكُمْ

وارث کئے گئے ہو تم اس کے بسبب اس چیز کے کہ تھے تم کرتے واسطے تمہارے

فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۞ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ

بیچ اس کے ہے میوہ بہت اس میں سے کھاتے ہو تم تحقیق گنہگار بیچ

عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۞ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَ هُمْ

عذاب دوزخ کے ہمیش رہنے والے ہیں نہ ست کیا جاوے گا ان سے اور وہ

فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۞ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ۞

بیچ اس کے نا امید ہیں اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر ولیکن تھے وہی ظالم

وَ نَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ

اور پکاریں گے کہ اے مالک چاہئے کہ موت ڈال دے اوپر ہمارے پروردگار تیرا

قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۞ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ

کہے گا وہ مالک تحقیق تم ہمیش رہنے والے ہو تحقیق لائے ہیں ہم تمہارے پاس

بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۞ اَمْ اَبْرَمُوْۤا

حق و لیکن بہت تمہارے واسطے حق کے ناخوش رکھنے والے ہیں کیا مقرر کیا ہے

داخل ہوجاؤ تمہیں شاد و مسرور کردیا جائے گا۔ (۷۱) ان کے سامنے اور آگے پیچھے سونے کے تھال (Trays) اور جام و ساغر گردش میں رکھے جائیں گے اور جنت میں ہر وہ چیز موجود ملے گی جو انسانی طبیعتوں کو پسند آئے یا جس کی ضرورت ہو اور جس سے آنکھوں کو سرور و لذت ملتی ہوگی اور تم اے میرے حقیقی بندو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ (۷۲) یہ ہے وہ جنت جس کا تمہیں تمہارے اعمال کی بنا پر وارث بنادیا گیا ہے۔ (۷۳) تمہارے لئے یہاں ہر قسم کے ڈھیروں پھل موجود ہیں جنہیں تم کھایا کرو گے (۷۴) بلاشک وشبہ وہ مخصوص مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے (۷۵) جہنم کے مستقل عذاب میں ان کے لئے کبھی ناغہ نہ ہوگا۔ اور وہ لوگ وہاں سے نکل سکنے پر مایوس ہو جائیں گے۔ (۷۶) مجرموں کو سزادینے میں ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ تو خود ہی ہر چیز کو غلط مقام پر استعمال کرنے والے (ظالم) تھے۔ (۷۷) اوروہ مجرم لوگ فریاد کریں گے کہ اے جہنم کے داروغہ مالک اچھا تو یہ ہوتا کہ تیرا پروردگار ہمارا کام تمام ہی کردیتا؟ مالک کہے گا کہ تمہیں تو اب ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا پڑے گا۔ (۷۸) اللہ نے فرمایا کہ اے قریش مومنین یقیناً ہم محمدؐ کی صورت میں ذاتی طور پر بولتے چالتے اور آزمودہ حق کو لے کر تمہارے پاس آئے مگر تمہاری کثرت نے اپنی ناگواری ظاہر کرکے اس مجسمہء حق کو اختیار نہ کیا۔ (۷۹) یعنی کیا ان کی کثرت نے اس مجسمہء حقؐ کے خلاف حصول قیادت (عمران ۱۵۴ / ۳) کا الٹا طریقہ طے کرلیا ہے؟

معلوم ہوا کہ قریش کے پاس قرآن لے کر بھی اللہ ہی آیا تھا۔ یعنی یہ دوسری دفعہ اللہ نے رسولؐ کو اپنا مقام دیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قرآن اور زیرِ گفتگو الحق دو الگ الگ افراد ہیں۔

(۱) وہ حق مجسم یا حقِ مطلق وہی تھا جس کے خلاف قریش نے اجماع کر رکھا تھا۔ یہ تاریخی اور دنیا میں چیختی چلے آنے والی حقیقت ہے کہ عربوں نے آنحضرتؐ کے بعد علیؑ کو رسولؐ کی جانشینی سے محروم کیا اور ایسا انتظام کیا کہ جس سے اولادِ علیؑ کو بھی رسولؐ کی حکومت نہ مل سکی۔ اور اس بات پر قریش نے اجماع کر لیا کہ: ''نبوت کے بعد خاندانِ رسولؐ میں حکومت الٰہیہ کو نہ جانے دیں گے ''(الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اور تمام تواریخ میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ وفاتِ رسولؐ کے بعد مسلمانوں نے اپنی قومی حکومت بنانے کے لئے علی علیہ السلام کو حکومت سے محروم کیا۔ جب کہ

اَمۡرًا فَاِنَّا مُبۡرِمُوۡنَ ﴿۷۹﴾ اَمۡ یَحۡسَبُوۡنَ

انہوں نے کچھ کام پس تحقیق ہم مقرر کرنے والے ہیں کیا گمان کرتے ہیں وہ یہ کہ

اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَ نَجۡوٰىهُمۡ ؕ بَلٰی وَ

ہم نہیں سنتے ہیں آہستہ بولنا ان کا اور مشورت کرنا ان کا یوں نہیں بلکہ اور

رُسُلُنَا لَدَیۡهِمۡ یَكۡتُبُوۡنَ ﴿۸۰﴾ قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ٭ۖ فَاَنَا

بھیجے ہوئے ہمارے پاس ان کے لکھتے ہیں کہہ اگر ہوتی واسطے رحمٰن کے اولاد پس میں

اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ ﴿۸۱﴾ سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ

پہلا عبادت کرنے والا ہوں پاکی ہے پروردگار آسمانوں کے کو اور زمین کے کو

رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرۡهُمۡ یَخُوۡضُوۡا

پروردگار عرش کے کو اس چیز سے کہ بیان کرتے ہیں پس چھوڑ دے ان کو بحث کریں

وَ یَلۡعَبُوۡا حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۸۳﴾

اور کھیلیں یہاں تک کہ ملیں اپنے اس دن سے کہ جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں

وَ هُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الۡحَكِیۡمُ

اور وہی ہے جو بیچ آسمان کے معبود ہے اور بیچ زمین کے معبود ہے اور وہ حکمت والا

الۡعَلِیۡمُ ﴿۸۴﴾ وَ تَبٰرَكَ الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ

جاننے والا ہے اور بہت برکت والا ہے وہ جو واسطے اس کے ہے بادشاہی آسمانوں کی

وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَهُمَا ۚ وَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ

اور زمین کی اور جو کچھ درمیان ان کے ہے اور نزدیک اس کے ہے علم قیامت کا

تو پھر ہم بھی ان کے خلاف فیصلہ کر رہے ہیں۔ (۸۰) کیا ان کے حساب سے ہم نہ ان کی خفیہ رازدارانہ سازش کو سنتے ہیں اور نہ ان کے سازشی منصوبوں کی کاناپھوسی پر ہی مطلع ہیں؟ کیوں نہیں ہم یہ سب کچھ سنتے اور جانتے ہیں علاوہ ازیں ہمارے رسولؐ ان کے پاس رہتے ہوئے تحریری ریکارڈ بھی تیار کرتے ہیں۔ (۸۱) اے نبیؐ ان کو بتاؤ کہ اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں تمام عبادت کرنے والوں میں سب سے پہلا عبادت کرنے والا ہوں۔ (۸۲) جو جو صفات اللہ کے لئے وہ بیان کرتے ہیں اللہ آسمانوں کا پروردگار اور زمین کا پروردگار اور عرش کا پروردگار ان صفات سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ (۸۳) اے رسولؐ آپ انہیں اللہ کی مجتہدانہ بحثوں میں اس دن کی ملاقات تک کے لئے غوروخوض کرنے اور انتشار پھیلانے میں لگا رہنے دو جس دن کا ان سے وعدہ کردیا گیا ہے۔ (۸۴) اور اللہ تو وہی ذات ہے جو کہ ان آسمانوں میں بھی عبادت کا مستحق ہے اور زمین میں بھی وہی معبود ہے۔اور وہی حکمت اور حکیموں اور علم اور علما کا خالق و مالک ہے۔ (۸۵) اور تمام قسم کی برکتوں کا خالق و مالک ہے وہ ذات جس کے زیرِحکومت آسمانوں اور زمینوں کی مملکت ہے اور جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے اس پر اسی کی بادشاہی ہے اور مخصوص گھڑی کا

مسلمانوں کو حکومت بنانے اور حاکم بن بیٹھنے کے لئے قرآن و حدیث میں اختیارات نہیں دیئے گئے (تمام تواریخ) بلکہ اس کے برعکس ان کو باربار منع کیا گیا تھا۔چنانچہ انہوں نے علیؑ کو نہ صرف حکومت سے محروم کیا بلکہ ان پر تسلط قائم کرنے میں لگے رہے (زمر ۵۶ تا ۵۴ / ۳۹) اور ان کی اولاد کو، ان کے انصار کو، اُن کو بلافصل خلیفۂ خداوندی ماننے والوں کا اس طرح قتل عام جاری رکھا کہ ان کی نسلیں معدوم ہو جائیں (بقرہ ۲۰۵ / ۲) یعنی تاریخ اس ناگواری ،گرانباری اور عداوت پر جو قریش کو علیؑ سے تھی دوسری مثال نہیں دے سکتی۔ لہٰذا وہ مجسمۂ حق حضرت علیؑ اور ان کے جانشین آئمۂ اہل بیتؑ تھے۔

(۲) قرآن و حدیث کی روشنی میں بھی حضرت علیؑ ہی حقِ محض و مجسمۂ حق تھے۔ وہی قرآن ناطق بھی تھے

وہی وہ ذات پاک ہیں جن کے ساتھ حق کو گردش کرنے کا حکم تھا۔ ذرا سوچئے کہ لسان اللہ ،لسان صدق علیاً، صراط مستقیم، عین اللہ ، جنب اللہ ، نفس اللہ ، وجہ اللہ اگر حقِّ مطلق نہیں تو پھر اور کچھ بھی حق نہیں ہو سکتا۔

وَ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۵﴾ وَ لَا يَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ

اور طرف اس کی پھیرے جاؤ گے اور نہیں اختیار میں رکھتے وہ لوگ کہ

يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنۡ شَهِدَ

پکارتے ہیں سوائے اس کے شفاعت کرنا مگر وہ شخص کہ گواہی دے

بِالۡحَقِّ وَ هُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ

ساتھ حق کے اور وہ جانتے ہیں اور اگر پوچھے تو ان سے کس نے پیدا کیا ان کو

لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۸۷﴾ وَ قِيۡلِهٖ

البتہ کہیں گے اللہ نے پس کہاں سے پھیرے جاتے ہیں اور بہت کہا کرتا ہے پیغمبرؐ

يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَاۤءِ قَوۡمٌ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۸﴾ فَاصۡفَحۡ عَنۡهُمۡ

اے رب میرے تحقیق یہ قوم ہیں کہ نہیں ایمان لاتے پس منہ پھیر لے ان سے

وَ قُلۡ سَلٰمٌ ؕ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۹﴾

اور کہہ سلامتی مانگتے ہیں شر تمہارے سے پس البتہ جان لیویں گے

علم بھی اسی کو ہے اور تم سب کو اسی کی طرف رجعت کرائی جائے گی۔ (۸۶) اور اللہ کے علاوہ قریش جن بزرگوں کو قابلِ مدد سمجھتے ہیں وہ شفاعت پر حقِ ملکیت نہیں رکھتے البتہ وہ شخص حقِ ملکیت رکھتا ہے جو مکمل یا مجسم حق پر گواہی دے چکا ہے اور جسے وہ جانتے ہیں۔ (۸۷) اور اگر اے رسولؐ تم ان سے یہ سوال کرو کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے ؟ تو جواب میں وہ ضرور یہ کہیں گے کہ انہیں اللہ نے پیدا کیا ہے تو ان سے پوچھو کہ پھر تم کس جھوٹ کے پیچھے لگائے گئے ہو؟ (۸۸) اور یہ کہ رسولؐ باربار کہتا چلا آیا ہے کہ اے میرے پروردگار قرآن کو مہجور کرنے والی یہ قوم ہرگز الحقؑ کو نہ مانے گی۔ (۸۹) اچھا اے رسولؐ آپؐ انہیں سلام کر کے نظر انداز کردیں مستقبل میں انہیں معلوم ہوجائے گا۔

(۶۔ط) آیات (۸۹ تا ۷۸ / ۴۳) میں بھی برابر حضرت علیؑ کا مقام بلند اور قریش کی ناگواریاں بیزاریاں اور ان کی مہلت کا تذکرہ ہوا ہے۔

بہرحال سورۂ زخرف اپنی آخری آیات میں حضرت علیؑ اور قریش کی پوزیشن بیان کرتی ہیں۔ آپ ان آیات کو دیکھتے اور ان کا لب لباب پڑھتے چلیں اللہ نے یہ بتایا کہ قریش کو اس الحق سے نفرت و کراہت تھی اور انہوں نے اس کے خلاف ایک اکثریتی یا اجماعی فیصلے پر عمل کرنا طے کرلیا تھا (۷۹ / ۴۳) وہ لوگ خفیہ محفلوں میں سازشیں اور مجمع عام میں اس الحق کے خلاف سرگوشیاں کرتے رہتے تھے۔ اور ان کی تمام کارروائیاں اور اقدامات ریکارڈ کئے جا رہے تھے (۸۰ / ۴۳) رسولؐ اللہ سے کہا گیا کہ قیامت کے دن تک ان کو ان کے حال پر چھوڑ کر نظر انداز کردو، سلام کرو اور تمام تعلقات منقطع کرلو مستقبل انہیں سب کچھ بتا دیگا (۸۹، ۸۸، ۸۳ / ۴۳) یہ سب کچھ قریش کے لئے فرمایا گیا اور دوسری طرف قریش کی سازش کے جواب میں انہیں مہلت دینے کا فیصلہ ہوا (مُبۡرِمُوۡنَ) اور رسولؐ کی زبانی انہیں اللہ کے متعلق ان کے عقائد کی مذمت سنائی گئی یعنی یہ جو صفات تم اللہ کے لئے تجویز کرتے ہو اللہ ان سے کہیں بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے (۸۲ / ۴۳) اور یہ کہ وہ تمہارے بھروسے پر اللہ نہیں بلکہ ساری کائنات کا معبود ہے (۸۴ / ۴۳) وہ حکیم وعلیم بنا دینے والا ہی نہیں ہے بلکہ ساری کائنات کا پروردگار بھی ہے (۸۲ / ۴۳) وہ بے حساب برکتوں والا اور آسمانوں اور زمینوں میں اسی کی بادشاہت ہے (۸۵ / ۴۳) یعنی یہ کہ میں سب عبادت کرنے والوں سے پہلا عبادت گزار ہوں اور مجھ سے زیادہ کوئی نہیں ہے جو یہ جانتا ہو کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے لیکن عبادت کی بنا پر میں اس کا اوّلین خلیفہ و نائب ہوں (۸۱ / ۴۳) اور جب کہ وہ ساری کائنات کا بادشاہ ہے تو میں خود بخود ساری کائنات میں اس کی طرف سے حاکم و بادشاہ ہوں یعنی اس کی بادشاہی میری ہی بادشاہت ہے (۸۵ / ۴۳) لہٰذا میں بھی اللہ کے فیصلے کے مطابق تم پر اپنی حکومت برقرار رکھنے سے دست بردار ہوتا ہوں تمہیں نظر انداز کرتا ہوں سلام کہتا ہوں (۷۹ / ۴۳) (۸۳ / ۴۳) اور یہ بتا کر قطع تعلق کرتا ہوں کہ تمہیں چاروں طرف سے گھیر کر رجعت کرائی جائے گی۔(۸۵ / ۴۳)

(۶۔ی) الحق یا مجسمۂ حق حضرت علیؑ ہیں سورۂ زخرف کا آخری بیان اور علیؑ کا مقام؟

آیت(۷۸ / ۴۳) کے لئے آخری آیات میں وضاحت کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے کہ :"حق شفاعت یا شفاعت پر ملکیت کا حق صرف اس ہستی کو حاصل ہے جو الحق پر شہادت دے چکا ہے اور جسے وہ سب جانتے بھی ہیں"(۸۶ / ۴۳) لہٰذا اگر تم ان سے سوال کرو کہ وہ کون ہستی ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا تو ضرور یہ کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے " (۸۷ / ۴۳) اور یہ بات ابھی ابھی فرمائی جا چکی ہے کہ وہی ہستی الحقؑ یا مجسمۂ حق کو لے کر خود قریش کے پاس آئی تھی (۷۸ / ۴۳) اور اس سے بڑھ کر اور کوئی دوسرا الحقؑ پر عینی گواہ نہیں ہو سکتا ہے ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ نے محمدؐ اور علی صلوٰۃ اللہ علیہما کو عربوں پر مادی حکومت کرنے سے روک کر انہیں حسب سابق کائناتی حکومت پر مامور رکھا اور عربوں کو قیامت و رجعت تک مہلت دیدی (۸۹، ۸۵، ۸۳، ۷۹، ۷۷ / ۴۳) اور قیامت و رجعت تک قریش سے انتقام اور قرآن کی مکمل تنفیذ (۶۹ / ۳۹)(۴۹ / ۱۸) کو ملتوی کردیا۔

سُوْرَةُ الدُّخَانِ

سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ تِسْعٌ وَّ خَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّ ثَلَاثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ دخان مکہ میں نازل ہوئی اس میں اُنسٹھ (۵۹) آیتیں اور تین رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ

قسم ہے کتاب بیان کرنے والی کی تحقیق اتارا ہم نے اس قرآن کو

فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ

بیچ رات برکت والی کے تحقیق ہم ہیں ڈرانے والے بیچ اس کے فیصل کیا جاتا ہے

كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ﴿۵﴾

ہر کام حکمت والا حکم کر نزدیک ہمارے سے تحقیق ہم ہیں بھیجنے والے

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۙ﴿۶﴾

رحمت کر پروردگار تیرے کی طرف سے تحقیق وہ سننے والا جاننے والا ہے

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ

پروردگار آسمانوں اور زمین کی طرف سے اور جو کچھ درمیان ان کے ہے اگر

كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ

ہو تم یقین لانے والے نہیں کوئی معبود مگر وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے

(۱) حٰ۔ مٓ (۲) ہم بیان کرنے والی کتاب کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ (۳) ہم نے اس بیان کرنے والی کتاب کو ایک بہت ہی مبارک رات میں نازل کیا تھا اور حقیقتاً ہم ہی بُرے نتائج و مقدرات سے متنبہ کرنے والے ہیں (۴) وہ مبارک رات وہی ہے جس میں پوری کائنات میں واقع ہونے والے سال بھر کے حکیمانہ فیصلے (۵) ہمارے حکم سے نافذ کئے جاتے ہیں اور حقیقتاً ہم ہی رسولوںؑ کو بھیجنے والے بھی ہیں ۔ (۶) یہ ارسال رسلؑ اور تنزیلِ کتاب تیرے سمیع اور علیم پروردگار کی رحمتؐ ہے (۷) اے مخاطبین اگر چہ تم یقین کرو یا نہ کرو یہ رحمتؐ اس کی ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا خالق و مالک اور پالنے والا ہے (۸) اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے

رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨﴾ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ	اور وہی تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اوّلین آباؤ اجداد کا بھی پالنے والا ہے (۹) مگر اے رسولؐ وہ لوگ نزول کتاب اور مبارک رات کے متعلق تفریحاً شک میں مبتلا کر رہے ہیں۔ (۱۰) اچھا اے مخاطب قریش تم اس روز کا انتظار کرو اور چوکنا رہو جبکہ آسمان دھواں برسائے گا۔
پروردگار تمہارا اور پروردگار باپوں تمہارے پہلوں کا بلکہ وہ بیچ شک کے ہیں	
يَّلْعَبُوْنَ ﴿٩﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ	
کھیلتے پس منتظر رہ اس دن کا کہ لاوے گا آسمان دھواں	

تشریحات سورۂ دخان :

(۱) آیات (۹ تا ۱ / ۴۴) نزولِ کتاب اور تلاوت مبارک رات اور نظامِ کائنات کی حقیقت :

اس سورۂ مبارکہ کی ابتدا بھی حسبِ سابق کتابؐ مبین کے تذکرے سے ہوئی ہے۔ اور یہاں ابتدائی آیات میں دو اہم حقائق کا زور دار تذکرہ فرمایا گیا ہے اوّل یہ کہ کتاب مبین جسے عربی زبان کے قرآن کی صورت میں بھیجا گیا پوری کی پوری اتاری گئی تھی اور دوم یہ کہ اس کا نزول ایک مبارک رات میں ہوا تھا۔ اور قریش نے ان دونوں حقیقتوں کو مسمار کرنے پر اپنا پورا زور خرچ کیا ہے۔ انہوں نے قرآن کے پورا نازل ہونے کا اس لئے انکار کیا کہ رسولؐ کو تیئیس (۲۳) سال تک جاہل رکھا جائے اور لوگوں میں یہ تصور پھیلایا کہ رسولؐ میں اور صحابہ میں صرف اس قدر فرق تھا کہ وحی رسولؐ پر ہی ہوتی تھی اور کسی اور پر نہ ہو سکتی تھی نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ صحابہ کی مجبوری تھی۔ اس کے علاوہ صحابہ اور رسولؐ میں کوئی فرق نہ تھا۔ آپؐ پر تیئیس (۲۳) سال میں نزولِ قرآن مکمل ہوا۔ نہ تیئیس سال تک سارے قرآن کا علم رسولؐ کو حاصل تھا نہ صحابہ کو۔ جتنا قرآن نازل ہو جاتا تھا اس میں صحابہ اور رسولؐ برابر ہو جاتے تھے۔ دونوں فریق نازل شدہ کو لکھ بھی لیتے تھے اور یاد بھی کر لیتے تھے۔ یوں رفتہ رفتہ رسولؐ اور صحابہ پورے قرآن کے عالم ہو گئے تھے۔ اور صحابہ کی مجموعی بصیرت سے (معاذاللہ) رسولؐ فائدے اٹھاتے تھے اور (خدا جھوٹوں پر لعنت کرے) رسولؐ کو صحابہ کی اجتماعی بصیرت کو مد نظر رکھ کر احکام نافذ کرنے کا حکم اللہ نے دیا تھا اور اس شیطانی عقیدہ کے لئے وہ آیت (آل عمران ۱۵۹ / ۳) کو مروڑتے ہیں۔ رہ گئی وہ مبارک رات جس میں قرآن نازل ہوا تھا اور جس میں پوری کائنات کے لئے سال بھر کے احکام اور فیصلے نازل ہوتے ہیں، اس کے متعلق یہ سمجھ لیں کہ اس کی حقیقت اور مقصد کو قطعاً چھپا دیا گیا ہے۔ بس اس قدر مانا گیا کہ "ہاں ایک ایسی رات ضرور ہے اور وہ رمضان کی آخری راتوں میں سے کوئی سی رات ہے بعض نے کہا کہ ۲۷ ویں رمضان کی رات ہے۔ اس رات کو عبادت کرنا بہت ثواب کا سبب ہوتا ہے اور بس۔

(۱۔ الف) نزولِ قرآن کے متعلق شیعہ سنی مجتہدین کا وہی عقیدہ ہے جو مودودی نے بیان کیا ہے۔

نزول قرآن کے متعلق علامہ مودودی کے چند جملے ملاحظہ فرمالیں: "اس رات میں قرآن نازل کرنے کا مطلب بعض مفسرین نے یہ لیا ہے کہ نزولِ قرآن کا سلسلہ اس رات شروع ہوا۔ اور بعض مفسرین اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس میں پورا قرآن ام الکتاب سے منتقل کر کے حامل وحی فرشتوں کے حوالے کر دیا گیا اور پھر وہ حالات وو قائع کے مطابق حسب ضرورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سال تک نازل کیا جاتا رہا۔ صحیح صورت معاملہ کیا ہے؟ اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے" (تفہیم القرآن ۴ صفحہ ۵۵۹) معلوم ہوا کہ ملائکہ قرآن کے عالم تھے اور آنحضرتؐ (معاذاللہ) جاہل تھے۔

(۱۔ ب) نزول قرآن پر شیعہ مجتہدین کا عقیدہ علامہ اینڈ کمپنی سے بدتر، تین سال رسولؐ بلا وحی :

سنی مجتہدین تیئیس سال تک رسولؐ پر مسلسل وحی کا آنا مانتے ہیں مگر شیعہ مجتہدین ایک قدم آگے بڑھ کر فرماتے ہیں کہ: "اللہ تعالیٰ نے تمام قرآن مجید یکجا شب قدر میں بیت المعمور میں نازل فرما دیا۔ پھر بیت المعمور سے بیس برس کی مدت میں جناب رسولؐ خدا کے پاس جستہ جستہ پہنچا قول مترجم "تین برس وحی نہیں آئی"۔ (ترجمہ مقبول احمد صفحہ ۷۹۱)

(۱۱) اور وہ دھواں انسانوں پر چھاجائے گا۔ یہ بھی ایک درد انگیز عذاب ہے (۱۲) وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار اس عذاب کو ہم سے الگ کرلے ہم تو مسلمان لوگ ہیں۔ (۱۳) ان قریشیوں کے سمجھانے کے لئے اور کون ساطریقہ اختیار کیاجائے

مُّبِيْنٍ ۝۱۰ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۱ رَبَّنَا

ظاہر ڈھانک لیوے گا لوگوں کو یہ ہے عذاب درد دینے والا اے پروردگار ہمارے

اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى

کھول دے ہم سے عذاب تحقیق ہم مسلمان ہیں کہاں ہے واسطے ان کے نصیحت پکڑنا

پس چہ باید کرد؟ اب کیا کریں ؟ ایک قاعدہ: ہم نے ان عقائد کو جن میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو علوم قرآن اور قرآن سے ایک لمحہ کے لئے بھی ناواقف یا جاہل مانا جائے شیطانی عقائد قرار دیا ہے۔ ہم نے یہاں تک بارہا آنحضرتؐ اور ان کے نورانی اجزا آئمہ اہلبیت صلوٰۃ اللہ علیہم کو نہ صرف مجسم و مکمل قرآن، قرآن سے ثابت کیا ہے بلکہ یہ ثابت کیا ہے کہ وہ علم خداوندی کا مکمل ذخیرہ تھے۔ بہرحال یہاں ہمیں صرف اس قدر دکھانا ہے کہ قرآن کریم مکمل صورت میں رسوؐل اللہ کے پاس بھیجا گیا تھا اور یہ کہ بائیس یا تیئیس سال تک حضوؐر ہرگز قرآن سے جاہل نہ تھے اور یہ کہ قرآن کا ملائکہ کے پاس یا بیت المعمور میں رہنا اور حضوؐر کو پورے قرآن کا علم نہ ہونا باطل عقیدہ ہے اس سلسلے میں آپ علما حضرات کا ایک مسلمہ قاعدہ ملاحظہ کرلیں: ''ایسی روایات نصوص (قرآن) کے مقابلہ میں نہیں لائی جاسکتیں'' (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۶۰)

(۱۔ج) قرآن کریم مکمل صورت میں سیدھا آنحضرتؐ پر نازل ہوا تھا۔ (قرآن) یہ قاعدہ ماناجائے یا نہ مانا جائے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ نہ اللہ رسوؐل کے خلاف قرآن میں کچھ کہہ سکتا ہے نہ رسوؐل اللہ کے خلاف کوئی بیان دے سکتا ہے۔ رسوؐل کا ہر قول و فعل اللہ کا قول و فعل ہوتا ہے۔ اور قرآن نے نزول قرآن کے متعلق کہیں بھی وہ کچھ نہیں کہا جو مجتہدین نے ابلیسی وحی یا اجتہاد کے ذریعہ عوام کو بتایا ہے۔ دیکھئے کہ اس سلسلے میں اللہ نے قرآن میں کیا فرمایا ہے ؟

(۱) كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ مُبَٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓاْ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُواْ ٱلْأَلْبَٰبِ ۝۲۹ (صٓ ۲۹ / ۳۸)

علامہ کا ترجمہ: ''یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں'' (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۳۲)

شانِ نزول: ''یہ سورۃ اس زمانہ میں نازل ہوئی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں اعلانیہ دعوت کا آغاز کیا تھا'' (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۱۶)

قرآن کریم کی یہ آیت سادہ اور صاف الفاظ میں بتارہی ہے کہ قرآن نہ کسی بیت المعمور میں رکا نہ ملائکہ کے ہتھے چڑھا بلکہ سیدھا آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس بھیجا گیا۔ اور یہ کہ بعض مومنین کے لئے اس کا پڑھنا اس میں غوروفکر کرنا ابتدا ہی سے ممکن رہا ہے۔ اور ان مخصوص مومنین کی خصوصیت اور شناخت یہ بتائی گئی کہ وہ لوگ مدبر اور مخصوص ذہانت و فطانت (اولواالالباب) کے حامل حضرات تھے اور علامہ کے نزولی گھروندے کے حساب سے قرآن تبلیغ کے اوّلین دور میں پہنچ چکا تھا۔ اور ایک مومن کے لئے اتنا کافی ہے کمی ہو تو یہ سنیں۔ (۲) اللہ نے فرمایا کہ:

كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ ٱلنَّاسَ مِنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ۔۔الخ (۱ / ۱۴)

علامہ کا ترجمہ: ''اے محمدؐ یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ'' (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۶۹)

شانِ نزول: علامہ نے شان نزول میں قیاسات کرکے مکہ کے قیام کا آخری دور تجویز کیا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یہاں بحث ہی اس بات پر ہو رہی ہے کہ قرآن پورا اور ایک دم نازل ہوا تھا اور رسوؐل اللہ پورے قرآن پر عبور رکھتے تھے۔ البتہ قرأت و تلاوت اتنی ہی کرتے تھے کہ جتنی ضروری ہوتی تھی۔ اور جتنے حصہ کو لوگ یاد کرسکتے تھے تاکہ اگر کوئی قریشی لیڈر آیت کے کسی لفظ کو بدل ڈالے تو یاد کرنے اور لکھ لینے والے لوگ اسے پکڑ لیں۔ اور سمجھتے یہی رہیں کہ قرآن جتنا

وَ قَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِیۡنٌ ۙ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ

اور تحقیق آیا ان کے پاس پیغمبر بیان کرنے والا پھر پھر گئے اس سے اور

وَ قَالُوۡا مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ﴿ؕ۱۴﴾ اِنَّا کَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِیۡلًا

کہنے لگے سکھلایا ہوا ہے دیوانہ تحقیق کھولنے والے ہیں ہم عذاب تھوڑا سا

اِنَّکُمۡ عَآئِدُوۡنَ ﴿ۘ۱۵﴾ یَوۡمَ نَبۡطِشُ الۡبَطۡشَۃَ الۡکُبۡرٰی ۚ اِنَّا

تحقیق تم پھر کفر کرنے والے ہو جس دن پکڑیں گے ہم پکڑنا بڑا تحقیق ہم

جب کہ ان کے پاس ہر بات بیان کرنے والا رسولؐ بھی پہنچ چکا ہے ۔ (۱۴) پھر اس کے خلاف یہ کہہ کر اپنی ولایت قائم کرلی کہ وہ ذاتی ولایت و حکومت قائم کرنے کے لئے تربیت یافتہ دیوانہ ہے ۔ (۱۵) ہم ذرا سا عذاب ہٹائے لیتے ہیں مگر تم تو بدستور اپنی خود ساختہ ولایت کا اعادہ کرتے رہو گے (۱۶) بہر حال جس روز ہم تم پر بڑی ضرب لگائیں گے اس دن ہم یقیناً

پڑھا جاتا ہے اتنا ہی نازل ہوتا ہے ۔ پورا قرآن ایک دم پیش کر دینا یا بہت بہت تلاوت کر دینا سیاسی لیڈروں کو بکواس کا اور تحریف کا موقع فراہم کردیتا ۔ اس حربے سے محفوظ رہنے کے لئے آنحضرتؐ نے اپنی سابقہ زندگی میں نہ کسی کے سامنے کوئی کتاب پڑھی اور نہ لکھنے کا کوئی پتہ چلنے دیا ۔ لوگوں کا ان پڑھ سمجھنا مفید تھا۔ شان نزول وغیرہ کی دُم قریش نے بعد میں لگائی تاکہ قرآن کو اپنی افسانوی روایات کے ماتحت لایا جاسکے ۔ بہرحال سورۂ ابراہیمؑ کا نزول مکہ میں ہونا لکھا ہے اور ہم بھی قائل ہیں کہ یہ سورۂ مکہ میں تھوڑی تھوڑی کرکے سنائی اور لکھوائی گئی تھی۔

قارئین نوٹ فرمائیں کہ جہاں بھی قرآن کے نزول کی بات ہوئی ہے وہاں پورے قرآن کے نازل ہونے کی بات ہوئی ہے۔ مثلاً فرمایا کہ:

(۳) اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲﴾ نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ (سورہ یوسف)

(۳) علامہ کا ترجمہ: "یہ اُس کتاب کی آیات ہیں جو اپنا مدعا صاف صاف بیان کرتی ہے ۔ ہم نے اسے نازل کیا ہے قرآن بنا کر عربی زبان میں تاکہ تم (اہل عرب) اس کو اچھی طرح سمجھ سکو اے محمدؐ ہم اس قرآن کو تمہاری طرف وحی کرکے بہترین پیرایہ میں واقعات اور حقائق تم سے بیان کرتے ہیں "(یوسف ۳تا۱ / ۱۲)

یہاں بھی پوری کتاب اور پورے قرآن کے نزول کی بات ہے ۔ رسولؐ کا تھوڑا تھوڑا کر کے قرأت کرنا اس کا تذکرہ یوں ہوا ہے کہ :

قرآن کو پورا کا پورا قبضہ میں لینا چاہتے تھے مگر منع کر دیا گیا۔

(۴) وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ جُمۡلَۃً وَّاحِدَۃً ۚۛ کَذٰلِکَ ۚۛ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلۡنٰهُ تَرۡتِیۡلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا یَاۡتُوۡنَکَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئۡنٰکَ بِالۡحَقِّ وَاَحۡسَنَ تَفۡسِیۡرًا ﴿ؕ۳۳﴾ (فرقان ۳۳۔ ۳۲ / ۲۵)

(۴) علامہ کا ترجمہ: "منکرین کہتے ہیں "اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا؟ ہاں ایسا اس لئے کیا گیا کہ اس کو اچھی طرح ہم تمہارے ذہن نشین کرتے رہیں ۔ اور ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزاء کی شکل دی ہے ۔ (اور اس میں یہ مصلحت بھی ہے کہ)جب کبھی وہ تمہارے سامنے کوئی نرالی بات (یاعجیب سوال) لے کر آئے اس کا ٹھیک جواب بر وقت ہم نے تمہیں دے دیا اور بہترین طریقے سے بات کھول دی " (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۴۸ و صفحہ ۴۵۰)

علامہ کے ترجمہ کا فرق اس دوسرے مترجم سے سنئے : اشرف علی کا ترجمہ: "اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان (پیغمبر) پر یہ قرآن دفعۃً واحدۃً کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اس طرح (تدریجاً) اس لئے (ہم نے نازل کیا) ہے تاکہ ہم اس کے ذریعہ سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور (اسی لئے) ہم نے اس کو بہت ٹھیرا ٹھیرا کر اتارا ہے ۔ اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں مگر ہم (اس کا) ٹھیک جواب اور وضاحت میں (بھی) بڑھا ہوا آپ کو عنایت کر دیتے ہیں۔ (ترجمہ صفحہ ۴۳۷)

اب ان دونوں ترجموں کا فرق علامہ رفیع الدین سے ملاحظہ ہو :

رفیع الدین کا ترجمہ: "اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے کیوں نہ اتارا گیا اوپر اس کے قرآن اکٹھا ایک بار اسی طرح اتارا ہم نے تو کہ ثابت کریں ساتھ اس کے دل تیرے کو اور تھم تھم کر پڑھا ہم نے اس کو تھم تھم کر پڑھنا ۔ اور نہیں لاتے

مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ لَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ	ان قریش سے انتقام لیں گے ۔ (۱۷) حقیقت یہ ہے کہ قریش سے پہلے ہم نے فرعون کی قوم کو ایک بُری آزمائش میں ڈالا تھا اور ان کے پاس بھی تمہارے مانند (مزمل۔ ۱۵ / ۷۳) رسولؑ کریم (حاقہ ۔ ۴۰ / ۶۹، تکویر ۱۹ / ۸۱) بھیجا تھا ۔ (۱۸) جس نے کہا تھا کہ میں تمہارے پاس
بدلا لینے والے ہیں اور البتہ تحقیق آزمایا ہم نے پہلے ان سے قوم فرعون کی کو	
وَ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ	
اور آیا تھا ان کے پاس رسولؑ باکرامت یہ کہ حوالے کرو طرف میری	

تیرے پاس کوئی مثل مگر لاتے ہیں ہم تیرے پاس حق کو اور بہت اچھا کھول کر بیان کرتے ہیں "(ترجمہ صفحہ ۴۰۸)

حقیقت حال کیا تھی اور کمپنی نے اسے کیا بنا دیا ہے ؟ قارئین نے دیکھا کہ علامہ رفیع الدین کے ترجمہ سے وہ تصورات غائب ہوگئے جو علامہ اور اشرف نے اپنی طرف سے پیدا کئے تھے آپ دونوں آیات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے ساتھ ساتھ چلیں اور دیکھیں کہ اللہ نے کیا فرمایا ہے ۔

(۱) اللہ نے یہاں ہرگز منکرین قرآن کو مخاطب نہیں کیا۔ مگر علامہ چاہتے ہیں کہ ان کے عقیدتمند یہ سمجھیں کہ یہ آیات جن لوگوں کو مخاطب کرتی ہیں وہ قرآن کے منکراور مخالف لوگ تھے ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔ اوّل اس لئے کہ "کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں " (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹) لہٰذا جن لوگوں سے بات ہو رہی ہے وہ منکرِ قرآن منکرِ اسلام اور منکرِ خدا نہیں بلکہ وہ کسی "حق"بات کو چھپانے والے لوگ ہیں ۔ دوم اس لئے کہ منکرین کو اس کی کیا پرواہ کہ قرآن سارا کا سارا ایک دم ان کے ہاتھوں میں دیا جائے یا تھوڑا تھوڑا ؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جو رسولؐ کا امتحان لینا چاہتے ہیں کہ دیکھیں وہ کتاب کے مطابق پڑھتا ہے یا کچھ جملے اپنی طرف سے بھی سنا دیتا ہے ۔کتاب یا قرآن پورا کا پورا ان کے پاس ہوگا تب ہی ایسا امتحان ممکن تھا ورنہ جو سنا دیا اسی کو اللہ کا کلام ماننا پڑے گا۔ساتھ ہی پوری کتاب ہر ایک کو تو دی نہ جائے گی کسی چودھری کے پاس رہے گی وہ رسولؐ کو جب چاہے کہہ سکتا ہے کہ کتاب میں یوں نہیں یوں ہے۔اور اپنے حمایتیوں سے جھوٹی گواہیاں بھی دلوا سکتاہے۔یہ سبب تھا کہ انہیں پورا قرآن نہ دیا گیا۔ ان پر حق پوشی کایقین اس لئے کیا جائے گا کہ یہ وہ لوگ جن کے لئے رسولؐ نے فرمایاہے کہ اے پروردگار میری اس قوم نے قرآن کو مہجور کردیاہے (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور اللہ نے قریش کو مجرم اور دشمنِ نبوت قرار دیاہے (۳۱ / ۲۵) لہٰذا آیات ۳۲ اور ۳۳ میں وہ قریشی مسلمان ہیں جو قرآن کی تبدیلی و تحریف میں مصروف تھے ۔

(۲)اب یہ دیکھیں کہ یہ عقیدہ قریش کاہے کہ رسولؐ پر سارا قرآن ایک دم نہیں آیا تھا اورچاہتے تھے کہ پورا قرآن آیا ہوتا اور ان کو دیاجاتا۔اب یہ سوچئے کہ کافروں یا حق پوشوں کایہ عقیدہ مسلمانوں میں کیوں اور کیسے آیا؟مسلمان چونکہ لفظ بلفظ قریش کے پیرو تھے اس لئے یہ عقیدہ ان کو ورثہ میں ملا پھر ترجمہ میں بریکٹ لگا کر الفاظ کے معنی بدل کر یہ تصور اپنی طرف سے مترجم نے پیدا کیا اور لوگوں میں پھیلایا۔ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا کا تینوں جگہ ترجمہ دیکھ لیں ۔ اور یقین کرلیں کہ انہوں نے لفظ كَذٰلِكَ کے معنی کو کھینچ کر کافروں کے تصور پر فٹ کیا اور یہ عقیدہ اپنا لیا کہ سارا قرآن واقعی رسولؐ کو نہ آتا تھا نہ ان کے پاس موجود تھا ۔ حالانکہ اللہ نے ان کا اعتراض بیان کرکے كَذٰلِكَ فرمایا ہے ۔ یعنی وہ بات اسی طرح ہے جس طرح تم کہتے ہو" ہم قرآن کی آیات کی روشنی میں اس کا مطلب یہ لیں گے کہ "واقعی پوراقرآن نازل کیا گیا ہے اور بات وہی ٹھیک ہے کہ سارا قرآن ایک دم نازل ہونا بھی چاہئے تھا ۔ مگر اس کے معنی یہ کیوں لیتے ہو کہ وہ تمہیں دے بھی دیا جائے یا دکھا دیا جائے؟ ہم اس میں سے جس بات کی تمہیں ضرورت ہوتی ہے اسے اس ضرورت سے بھی بڑھ کر تفسیر کے ساتھ تلاوت کرا دیتے ہیں ۔ تم ایک بات بھی مثال میں ایسی نہیں لا سکتے جس کا تمہیں عمدہ قابلِ اطمینان جواب نہ دے دیا گیا ہو ۔ رہ گیا قرآن کا مہجور کرنا اس خبیث ارادے کے توڑ میں ہم اسے ترتیل و ترتیب سے قلبی اطمینان و یقین کے معیار پر پیش کر تے جارہے ہیں تاکہ تمہارا راستہ روک دیاجائے اور" اَلْحَقِّ "کو محفوظ رکھاجائے(۳۳۔ ۳۲ / ۲۵) دوسرے مقام پر یوں فرمایا کہ:

عِبَادَ اللّٰہِ ؕ اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴿۱۸﴾ وَّ اَنۡ لَّا

بندوں اللہ کے کو تحقیق میں واسطے تمہارے پیغمبر ہوں امانت والا اور یہ کہ نہ

تَعۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ ۚ اِنِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۹﴾ وَ اِنِّیۡ

سرکشی کرو اوپر اللہ کے تحقیق میں لانے والا ہوں تمہارے پاس دلیل ظاہر اور تحقیق

امانت دار رسولؐ کی طرح آیا ہوں تم مجھے اللہ کے بندوں کو سپرد کردو۔ (۱۹) اور یہ کہ اللہ کے مقابلہ میں علویت و سربلندی اختیار نہ کرو یقیناً میں تمہارے روبرو اپنی ماموریت و رسالت کی سلطانی دلیل پیش کرتا ہوں۔ (۲۰) اور آزما دیکھو کہ میں

علامہ کا ترجمہ۔ زبردستی کافرانہ تصور بحال رکھتے ہیں ؟

وَبِالۡحَقِّ أَنزَلۡنَٰهُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ ۗ وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا مُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرۡءَانٗا فَرَقۡنَٰهُ لِتَقۡرَأَهُۥ عَلَى ٱلنَّاسِ عَلَىٰ مُكۡثٖ وَنَزَّلۡنَٰهُ تَنزِيلٗا ﴿۱۰۶﴾ قُلۡ ءَامِنُواْ بِهِۦٓ أَوۡ لَا تُؤۡمِنُوٓاْۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ مِن قَبۡلِهِۦٓ إِذَا يُتۡلَىٰ عَلَيۡهِمۡ يَخِرُّونَۤ لِلۡأَذۡقَانِۤ سُجَّدٗا ﴿۱۰۷﴾ (الإسراء: بنی اسرائیل ۱۰۷ تا ۱۰۵ / ۱۷)

''اس قرآن کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور حق ہی کے ساتھ یہ نازل ہوا ہے۔ اور اے محمدؐ تمہیں ہم نے اس کے سوا اور کسی کام کے لئے نہیں بھیجا کہ (جو مان لے اسے) بشارت دے دو اور جو (نہ مانے اسے) متنبہ کردو اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ تم ٹھیر ٹھیر کر اسے لوگوں کو سناؤ اور اسے ہم نے (موقع موقع سے) بتدریج اتارا ہے۔ اے محمدؐ، ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اسے مانو یا نہ مانو، جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے۔ انہیں جب یہ سنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں'' (تفہیم القرآن جلد۲ صفحہ ۶۴۹۔ ۶۵۰)

یہاں صاف دکھائی دیتا ہے کہ علامہ نے الفاظ وَقُرۡءَانٗا فَرَقۡنَٰهُ کا زبردستی یہ ترجمہ کر دیا ہے کہ:

''ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے'' حالانکہ فَرَقۡنَٰهُ کے معنی ہرگز نازل کرنا نہیں ہو سکتے۔ مگر علامہ نے عوام کو یہ فریب دے کر چاہا کہ رسولؐ اللہ کو بھی اپنے قریشی بزرگوں کی طرح ۲۳ سال تک قرآن سے جاہل رکھا جا سکے۔ آیئے علامہ کی دھوکہ دہی پر دو گواہ بھی سنتے چلیں : وَقُرۡءَانٗا فَرَقۡنَٰهُ لِتَقۡرَأَهُۥ (بنی اسرائیل ۱۰۶ / ۱۷)

رفیع الدین: ''قرآن کو جدا جدا کیا ہم نے تو کہ پڑھے تو اس کو ''

اشرف علی : ''اور قرآن میں ہم نے فصل رکھا ہے تاکہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں''

قارئین تمام مترجمین کے ترجمے دیکھ جائیں کوئی بھی لفظ ''فرق'' کے معنی نازل کرنا نہ کرے گا۔ یہ دونوں ترجمے بھی اس جملے کی مقصدیت کو ڈھک لیتے ہیں دراصل اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ :

''ہم نے تمہاری قرأت کی سہولت کے لئے قرآن کی آیات کو جدا جدا کیا (فرق دے دیا) ہے'' آپ سارا قرآن تلاش کریں کہیں کوئی ایسا لفظ یا تصور نہ ملے گا کہ ''قرآن کو پہلے فرشتوں کو دے دیا گیا تھا یا آسمانِ دنیا پر اتار دیا گیا تھا یا بیت المعمور میں رکھ دیا گیا تھا اور وہاں سے ۲۳ سال یا ۲۰ سال میں رسولؐ اللہ پر تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا تھا اور ان ۲۳ سالوں میں آنحضرتؐ پورے قرآن سے جاہل تھے''

اس کے برعکس آپ کو قرآن کا پورا نازل کیا جانا بار بار ملے گا۔ (انعام ۹۳ / ۶) (۱۵۶ / ۶) (یوسفؑ ۲۔ ۱ / ۱۲) (رعد ۳۷ / ۱۳) (طٰہٰ ۱۱۳ / ۲۰) (انبیاؑ ۵۰ / ۲۱) (حج ۱۶ / ۲۲) (القدر ۱ / ۹۷) اور اسلامی ریکارڈ میں یہ بھی ملے گا کہ سابقہ تمام کتابیں یکمشت نازل ہوئی تھیں۔ چنانچہ تفسیر اتقان سے سنئے :

سابقہ تمام کتابیں اللہ نے پوری پوری نازل کی تھیں:

''جن لوگوں کے اقوال اوپر بیان ہوئے انہوں نے دیگر تمام کتب آسمانی کو یکبارگی نازل شدہ بتایا ہے۔ اور یہ بات تمام علما کے نزدیک اس قدر مشہور ہے کہ قریب قریب اس پر اجماع معلوم ہوتا ہے'' (اتقان حصہ اوّل صفحہ ۱۰۴ ترجمہ)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن ہی کے معاملے میں اللہ کا طریقہ کیوں بدل گیا ؟ اس سوال کا جواب قرآن کیوں دیتا جب کہ اس نے یہ کہا ہی نہیں ہے کہ ''پورا قرآن رسولؐ اللہ کے پاس نہیں بلکہ فرشتوں یا بیت المعمور کی تحویل میں رہا تھا اور حضورؐ ۲۳ سال بعد قرآن کے عالم بنے تھے۔''

عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ اَنْ
میں نے پناہ پکڑی ہے ساتھ پروردگار اپنے کے اور پروردگار تمہارے کے اس سے کہ
تَرْجُمُوْنِ ۝۲۰ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ۝۲۱
سنگسار کروگے تم اور اگر نہیں یقین لاتے ساتھ میرے پس ایک کنارے ہو جاؤ مجھ سے

نے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ حاصل کر لی ہے اور تم مجھے سنگسار نہ کر سکو گے ۔ (۲۱) اگر تم ایمان نہیں بھی لاتے ہو تو کم از کم مجھ پر ایمان نہ لانے کے بعد تم سب مجھ سے بچ کر الگ اور دور رہنا (ورنہ رگڑ دیئے جاؤ گے)

یہ جواب بھی قرآن کا مخالف اور آنحضرؐت کی توہین ہے ۔ جس طرح قرآن سے ۲۳ سال تک جاہل رکھنے کی سازش کی گئی اسی طرح اس زیر بحث سوال کا جواب بھی قیاسات و سازش پر مبنی ہے یعنی یہ کہ : ”کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے نہ پڑھ سکتے تھے نہ لکھنا جانتے تھے ۔ اس واسطے قرآن آپ پر جستہ جستہ نازل کیا گیا تاکہ آپ کو اس کا یاد رکھنا بخوبی ممکن ہو سکے اس کے برعکس دوسرے انبیاؑ علیہم السلام لکھے پڑھے تھے ۔ اور وہ تمام صحیفۂ آسمانی کو یاد رکھ سکتے تھے“ (تفسیر اتقان حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳۔ ۱۰۴) یہ گفتگو ہو چکی ہے کہ حضورؐ تمام انسانی و حیوانی زبانیں بولنا اور لکھنا اور پڑھنا جانتے تھے ۔ اور یہ کہ لفظ ”اُمّی“ کے معنی ابلیسی گروہ کی سازش میں اَن پڑھ کے ہوتے ہیں ۔ اور یہ کہ رسوؐل کا لوگوں کے سامنے کچھ نہ لکھنا یا نہ پڑھنا ان کے اَن پڑھ ہونے کی دلیل نہیں ہے ۔ اس کا سبب خود اللہ نے یہ بتایا ہے کہ :

سیاسی حربوں سے محفوظ رہنے کا دوہرا دوہرا انتظام جاری تھا ۔ ”اے نبیؐ تم اب اس کتاب کے لکھنے پڑھنے سے پہلے نہ کتاب کو پڑھا کرتے تھے اور نہ ہی کتاب میں سے کچھ لکھا کرتے تھے ورنہ قرآن کو باطل قرار دینے میں مبتلا سیاسی لیڈر ذہنی الجھاؤ پیدا کر دیتے بہر حال قرآن تو علومِ خداوندی سے سرفراز لوگوں کے دلوں میں واضح آیات کی صورت میں نقش کیا ہوا موجود رہا ہے“

وَمَا كُنتَ تَتْلُوا۟ مِن قَبْلِهِۦ مِن كِتَـٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَ ۖ إِذًا لَّٱرْتَابَ ٱلْمُبْطِلُونَ ۝٤٨ بَلْ هُوَ ءَايَـٰتٌۢ بَيِّنَـٰتٌ فِى صُدُورِ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ ۚ ۝٤٩ (العنکبوت: ۴۹-۴۸ / ۲۹)

یہاں دو حقیقتیں واشگاف الفاظ میں موجود ہیں۔ اوّل یہ کہ اس آیت کی تلاوت کے وقت تک حضورؐ نے لکھنا پڑھنا اعلانیہ شروع کر دیا تھا ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس آیت میں لفظ ”مِن قَبْلِهِۦ“ کی ہرگز ضرورت نہیں ہے ۔ اوردوسری حقیقت یہ ہے کہ کچھ ایسے حضرات صلوٰۃ اللہ علیہم آنحضرؐت کے علاوہ اور بھی موجود تھے ۔ جن کو پورا قرآن یاد تھا ۔ اور وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ رسوؐل اللہ سیاسی لیڈروں کو بے وقوف بنائے رکھنے کے لئے اعلانیہ طور پر لکھتے پڑھتے کبھی نظر نہیں آئے اور ظاہر ہے کہ یہ بھی اللہ کا حکم تھا ۔ اور دوسری مصلحت بالکل سامنے کی بات تھی کہ قرأت و تلاوت کی سہولت و تسلسل برقرار رکھنے کے لئے اپنے مخاطبین کی حالت و ضرورت کے مطابق ہدایات فراہم کرتے رہنا ہی مفید اور عملی طریقہ ہوسکتا تھا ۔ اگر پوری کتاب (قرآن) سیاسی لیڈروں میں سے کسی کو دے دیا جاتا تو انہیں ایسے سوالات کرنے سے کون روک سکتا تھا جو، مثلاً کتاب کے اواخر یا اوائل کے مضامین پر جائز یا ناجائز طور پر پیدا ہوتے تھے ۔ یعنی ہوتا یہ کہ رسوؐل چند عملی و ضروری ہدایات کی تلاوت فرما رہے ہیں اور درمیان سے ایک شخص چند سوالات جڑ دیتا ہے ۔ آپ کے لئے لازم ہوتا کہ اس سلسلے کو منقطع کر کے ان سوالات کا جواب دیا جائے جن کے جاننے کی صرف ایک آدمی کو ضرورت ہے ۔ پھر ان سوالات کے جواب کے دوران ایک دوسرا آدمی کچھ اور سوالات کرنے کا حق استعمال کرتا ہے ۔ یوں رسوؐل اللہ چاروں طرف سے سوالات کی بوچھاڑ کا ناکام سامنا کرنے پر مجبور ہو جاتے اور سیاسی لیڈروں کا منشاء بھی یہی تھا کہ: وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَـٰبًا نَّقْرَؤُهُۥ ۗ (بنی اسرائیل ۹۳ / ۱۷) ”ہم تیری ترقی اور فلک بوسی پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک تو ہمارے اوپر پوری کتاب نازل نہ کرا دے جسے ہم بذات خود مطالعہ کریں ۔“

یعنی قریشی لیڈر دن رات پوری کتاب میں سے اعتراضات اور سوالات کی فہرستیں تیار کرنے والا ادارہ قائم کر دیتے اور چند

(۲۲) بعدہ اپنے پروردگار سے دعا کی یہ کہ یقیناً یہ تو ایک مجرم قوم ہے۔ (۲۳) چنانچہ ہم نے حکم دیا کہ اے موسیٰؑ تم میرے بندوں کو لے کر رات کے وقت نکل چلو مگر یہ یقین کرلو کہ تمہاری اتباع کی جائے گی یعنی تعاقب سے ہوشیار رہتے ہوئے چلنا (۲۴) اور سمندر میں جو راستہ نکالو گے اسے بند نہ کرنا کھلا رہنے دینا یقیناً ان کی افواج غرق ہونے والی ہیں۔ (۲۵) ڈوبنے والے بہت سے باغات

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ

پس دعا مانگی رب اپنے سے تحقیق یہ قوم ہیں گنہگار پس لے چل

بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ اتْرُكِ الْبَحْرَ

بندوں میرے کو رات کو تحقیق تم پیچھا کئے جاؤ گے اور چھوڑ دے دریا کو

رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ

خشک تحقیق وہ لشکر ہیں غرق کئے جاویں گے بہت کچھ چھوڑ گئے باغوں سے

ماہرین دن رات رسوؐل اللہ کو سوالات کے نرغہ میں گھیرے رہتے مزید برآں حاصل شدہ کتاب یا قرآن میں اسی قسم کی ردو بدل بھی کر لیتے جیسا کہ سابقہ ایک دم مل جانے والی آسمانی کتابوں اور ان کی نقلوں میں کی گئی تھی۔ لہٰذا ضروری تھا کہ رسوؐل کے پاس اور رسوؐل کے ذمہ دار متعلقین کے پاس پورا قرآن موجود ہو اور ہدایت کے لئے کوشاں لوگوں کو دکھایا جاسکے (صٓ ۲۹ / ۳۸) اور ادھر رسوؐل اللہ اور ان کے متعلقینؑ کو قرآن ہی نہیں بلکہ تمام علومِ خداوندی اور لوحِ محفوظ کا ازلی و ابدی عالم ہونا چاہیئے تاکہ وہ تمام آسمانی کتابوں کے علما وعوام کو ہرضروری سوال کا جواب دیتے رہیں۔ اس تمام انتظام و اہتمام کو ہم نے قرآن کی واضح آیات سے ثابت کردیا ہے اور ساتھ ہی اس تمام انتظام کے باوجود بھی قریش نے قرآن کی آیات میں معنوی تبدیلیاں کرکے قرآن کی تکذیب کی (انعام ۶۶ / ۶) اور اسے مہجور کرنے کی اللہ و رسوؐل سے قرآن میں سند حاصل کرلی (فرقان ۳۰ / ۲۵) اورآج تک ہم اس سازش کو سمجھانے اور سلجھانے میں دن رات مصروف ہیں اور دنیا کو قریشی عقائد و تصورات و منصوبے سے روشناس کرنے میں کامیاب مہم چلا رہے ہیں اور قریشی حکومتوں کا ریکارڈ، تاریخ، تفسیر، حدیث و روایات کی پول کھول چکے ہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہماری تصانیف کو عوام تک کھلم کھلا پہنچنے میں جو رکاوٹیں ہیں وہ دورہو جائیں۔ لیکن اسلام نام کے مذہبی ادارے جانتے ہیں کہ صرف دو سال کی مدت میں وہ اور ان کا طاغوتی کاروبار فنا ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ ہماری راہیں روکتے روکتے فنا ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ حق کو پھیلنے سے نہیں روک سکتے ہم تنہا ہوتے ہوئے بھی ان پر کوہِ گراں کی طرح بھاری ہیں۔

(ا۔د) آیات (۵ تا ۳ / ۴۴) میں نظام کائنات کے سالانہ احکامات اور فیصلوں کا عملی مرکز۔

نزول قرآن کی حقیقت اس سے پہلے بھی بار بار سامنے آچکی ہے۔ اب یہ دیکھئے کہ ان آیات (۵ تا ۳ / ۴۴) میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر سال پوری کائنات اور کائنات میں رہنے والی موجودات کے لئے سال بھر کا پروگرام جاری کیا جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا ہمہ گیر پروگرام کائنات کے خالق و مالک اور مُربّی کے علاوہ کوئی دوسری ہستی جاری نہیں کرسکتی۔ اور چونکہ اللہ ایسی مشہود و محسوس ہستی نہیں ہے جو کائناتی مخلوقات اور موجودات کے سامنے آکر مذکورہ پروگرام کی افادیت اور عملی صورت کی خود مادی تشکیل کر کے دکھاسکے اس لئے اس نے محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو وہ مادّی، مشہود و محسوس واسطہ و وسیلہ بنایا جو ہر مخلوق کی مادی ضرورتوں کو مادی طریقہ پر محسوس کرے اور انہیں مادی و عملی ہدایت اور تدارک فراہم کرے۔ علامہ اینڈ کمپنی کا یہ عقیدہ کہ کائناتی نظم و نسق اور قرآن کی تنزیل ملائکہ کو سونپ دی گئی تھی یہ تقاضا کرتا ہے کہ ملائکہ کو کائنات کی ہر مخلوق عموماً اور نوع انسان کا خصوصاً مکمل علم حاصل ہو اور وہ یہ سمجھتے ہوں کہ فلاں حالات میں انہیں یہ اور یہ ضرورت اور احتیاج لاحق ہوگی۔ اور اس ضرورت یا احتیاج سے متعلق ضابطہءِ کائنات اور قرآن میں سے فلاں ہدایت یا حکم یا عمل سکھایا یا بتایا جائے گا۔ چونکہ ملائکہ کے علم و فہم پر قرآن میں جو کچھ بیان ہوا ہے۔ وہ عام انسانوں کے عام علم وفہم سے بھی گھٹیا درجہ کا ہے۔ اور کہیں بھی ایسی کوئی آیت نہیں جس میں لفظ ملائکہ کہہ کر منطقی دلائل اور استنباط کا ملکہ ان میں ثابت کیا گیا ہو۔ نہ ان میں کہیں آزادیءِ فکر وعمل کا نشان ملتا ہے نہ ان کے لئے کہیں

وَّ عُیُوۡنٍ ﴿ۙ۲۵﴾ وَّ زُرُوۡعٍ وَّ مَقَامٍ کَرِیۡمٍ ﴿ۙ۲۶﴾ وَّ نَعۡمَۃٍ

اور چشموں سے اور کھیتوں سے اور مقام پاکیزہ سے اور آرام کی چیز کہ

کَانُوۡا فِیۡہَا فٰکِہِیۡنَ ﴿ۙ۲۷﴾ کَذٰلِکَ ۟ وَ اَوۡرَثۡنٰہَا قَوۡمًا اٰخَرِیۡنَ ﴿۲۸﴾

تھے وہ بیچ اس کے عیش کرتے اسی طرح اور وارث کیا ہم نے ان کا قوم اور کو

اور چشمے چھوڑ کر مر گئے (۲۶) اور بہت سی کھڑی فصلیں اور بڑے مفید مقامات سے محروم گئے۔ (۲۷) اور عیش و عشرت کے کتنے ہی سامان دھرے رہ گئے جن میں وہ خود فراموش ہوگئے تھے۔ (۲۸) وہی طریقہ تھا جس سے ہم نے دوسری قوم کو ان کا وارث بنایا

غور و فکر و تدبر و تجسس کا پتہ چلتاہے۔ نہ وہ ماضی و حال و مستقبل کو مربوط کرنے اور نقائص و عیوب و تخریب سے عہدہ برآ ہونے کی قابلیت کے مالک بنائے ہیں۔ نہ ان کی عقل و بصیرت کی کہیں مثال و تعریف ہے۔ بڑی سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ قابل احترام ہیں اور وجہ یہ کہ جتنا سکھا دیا جائے اس سے نتائج و اسباب کے ذریعہ اور زیادہ سیکھ نہیں سکتے۔ اور جو کچھ انہیں کرنے کے لئے کہا جاتاہے اس سے زیادہ یا اس سے اچھا یا برا کرنے کی عقل و بصیرت نہیں رکھتے ایک ایسی مخلوق جسے قدرتی آلات و قوت کے علاوہ کچھ بھی تو نہیں کہا جاسکتا۔ رہ گئی وہ کہانیاں یا تصورات جو خود گھڑلی گئی ہیں یا قرآن کے کسی جملے اور آیت کا مفہوم مروڑ کر تیار کئے گئے ہیں وہ سب مذکورہ سازش کے ماتحت ناقابل توجہ ہیں۔ جن کے متعلق علامہ خود لکھتے ہیں کہ :

(۱) "مگر مجموعی حیثیت سے جو جامعیت انسان کے علم کو بخشی گئی ہے۔ وہ فرشتوں کو میسر نہیں" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۴) اور یہ کہ:

(۲) "اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور اس سے تعلق رکھنے والے طبقۂ کائنات میں جس قدر فرشتے مامور ہیں ان سب کو انسان کے لئے مطیع و مسخر ہوجانے کا حکم دیا گیا۔ چونکہ اس علاقہ میں اللہ کے حکم سے انسان خلیفہ بنایا جا رہا تھا۔ اس لئے فرمان جاری ہوا کہ صحیح یا غلط جس کام میں بھی انسان اپنے ان اختیارات کو جو ہم اسے عطا کر رہے ہیں استعمال کرنا چاہے اور ہم اپنی مشیت کے تحت اسے ایسا کر لینے کا موقع دیدیں تو تمہارا فرض ہے کہ تم میں سے جس جس کے دائرۂ عمل سے وہ کام متعلق ہو وہ اپنے دائرہ کی حد تک اس کا ساتھ دے۔ وہ چوری کرنا چاہے یا نماز پڑھنے کا ارادہ کرے، نیکی کرنا چاہے یا بدی کے ارتکاب کے لئے جائے، دونوں صورتوں میں جب تک ہم اسے اس کی پسند کے مطابق عمل کرنے کا اذن دے رہے ہیں تمہیں اس کے لئے سازگاری کرنی ہوگی" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۴۔ ۶۵)

علامہ کے ان شیطانی تصورات کا قرآن میں ذرہ برابر کہیں تذکرہ نہیں ہے۔ قارئین سنیں کہ علامہ نے فرشتوں کو عام انسانوں کے علم سے گھٹیادرجہ کا عالم بتایا اور انسانوں کے حضور میں انہیں تعمیلِ ارشاد کے لئے مطیع و فرمانبردار و مسخر بتایا ہے کیا ایسی مخلوق میں سے کچھ فرشتے علومِ قرآن کے نشیب و فراز، راز و رموز اور مواقعٔ تنفیذ و تلاوت کو اپنے اپنے مقام پر سمجھ سمجھ کر اس موضوع پر آیات و احکام لا سکیں گے جن کی محمدؐ مصطفیٰ کو اور ان کے مخاطبین کو ضرورت پڑے گی؟ ظاہر ہے کہ فرشتے ایسے مشکل کام کو از خود نہیں کر سکتے انہیں تو کوئی حکم دینے اور بتانے والا ہر وقت درکار ہے۔ پھر علامہ نے سیدھی طرح یہ نہیں کہا کہ فرشتے اطاعت و تعمیل میں شیطان اور شیطانی گروہ کے بھی اسی طرح مسخر و مطیع ہیں جیسا کہ اللہ کے فرمانبردار ہیں ادھر وہ زنامیں مدد دیں گے یعنی ہر گناہ و جرم میں سر جھکائے ممدو معاون اور آلہ کار بنیں گے۔ تو ادھر نیک لوگوں اور اللہ کے اشاروں پر ناچیں گے۔ اس خبیث ترین صورتِ حال کو علامہ نے جس طرح تہہ در تہہ واوین اور لمبے لمبے جملوں میں لپیٹا ہے وہ فرشتوں کے متعلق علامہ کے ذاتی تصورات ہیں قرآن میں ان کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔ چونکہ علامہ ہرجرم و گناہ کو اللہ کے سر چپکاتے ہیں اس لئے وہ مندرجہ بالاقسم کے بیانات جگہ جگہ لکھتے رہے ہیں بہرحال ملائکہ وہ بولتے چالتے آلہ کار و وسائل ہیں جن سے کوئی اچھا یا برا کام لیا جاتاہے اور بس اس سے زیادہ انہیں جو کچھ بتانا یا دکھانا چاہیں وہ قرآن میں سے دکھایا جانا چاہئے۔ اور بس۔ لیکن علامہ نے لکھا ہے کہ :

(۱۔ ہ) نظامِ کائنات سے متعلق احکامات اور علامہ کے مذہبی تصورات کا حال: "سورۂ قدر میں یہی مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾

پس نہ روئے اوپر ان کے آسمان اور زمین اور نہ ہوئے وہ ڈھیل دئے گئے

وَ لَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾

اور البتہ تحقیق نجات دی ہم نے بنی اسرائیل کو عذاب رسوا کرنے والے سے

(۲۹) بہر حال نہ ان پر آسمان رویا نہ زمین ہی نے آنسو بہائے اور نہ ہی ان کو مزید انتظار کا موقع اور مہلت ہی دی گئی۔
(۳۰) اور سچ تو یہ ہے کہ ہم ہی نے بنی اسرائیل کو اس رُسوا کُن عذاب سے نجات دلائی تھی۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ﴿۴﴾ (القدر: ۴ / ۹۷) "اس رات ملائکہ اور جبرائیل اپنے رب کے اذن سے ہر طرح کا حکم لے کر اترتے ہیں" اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے شاہی نظم و نسق میں یہ ایک ایسی رات ہے جس میں وہ افراد اور قوموں اور ملکوں کی قسمتوں کے فیصلے کر کے اپنے فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور پھر وہ ان ہی فیصلوں کے مطابق عمل درآمد کرتے رہتے ہیں۔ "(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۶۰)

ہم چاہتے ہیں کہ علامہ کا یہ آخری خط کشیدہ جملہ قرآن میں دکھایا جائے تاکہ ہمیں اللہ کی طرف سے یہ معلوم ہو سکے کہ ملائکہ ان تمام احکام کو یاد رکھنے سمجھنے اور بروقت ہر مخلوق کی ضرورت و احتیاج کے مطابق اسی ترتیب و تدریج سے سال بھر تک نافذ کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ فرشتے بچارے اگر یہ کام کرسکتے تو اللہ کو نہ رسولوں کے بھیجنے کی ضرورت ہوتی نہ حضرات انبیاؑ علیہم السلام کو اپنا خلیفہ و نائب بنانے کی زحمت اٹھانا پڑتی۔ ظاہر ہے کہ علامہ مقام محمدیؐ کو نظروں سے غائب کرنے کے لئے پبلک کو طرح طرح سے فریب دیتے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ بتانا ہے کہ علامہ اینڈ کمپنی کے ہر ہر دعوے اور عقیدے پر ایک ایک آیت طلب کی جانا چاہئے جس کے الفاظ ان کے دعوے اور عقیدے کو عربی میں بیان کرتے ہوں۔ اور ایسی شرط لگاتے ہی ابلیسی نظام کی پوری عمارت منہدم ہوجاتی ہے۔ اور چاروں طرف بکھرے ہوئے ناپاک و بدبودار اور ناہنجار ملبے کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آسکتا۔

(ا۔ و) اللہ کا مادی و مشہود نمائندہ اور ظہورِ خداوندی جو خالق و مخلوق کے مابین وسیلۂ آمر و حاکم مطلق :

اب ہم سورۃ الدخان اور سورۃ القدر میں مذکور ناظمؐ و نظام کائنات کا تعارف پیش کرتے ہیں۔ اور دکھاتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے بھیجے جانے والے احکام کو لے کر فرشتے مرکز کائنات محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور میں آتے تھے۔ اور یہاں سے وہ احکام کائنات کی تمام مخلوقات پر بتدریج نافذ ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ وہ حدیث ایک دفعہ پھر سامنے لائیں جس میں اللہ نے اپنے اس کائناتی مرکز کو روز ازل قائم کیا تھا اور تخلیق کائنات اور کائناتی مخلوقات پر نورِ محمدؐ کو شاہد بنایا تھا۔ تاکہ وہ تخلیق کے تمام مراحل اور رموز و اسباب کا علم حاصل کریں، اور کائنات میں ارتقائی تصرف فرماتے چلے جائیں۔

عَن محمدبن سنان قال: كُنتُ عِنْدَ اَبي جعفر الثاني فَاَجْرَيْتُ اختلاف الشيعة، فقال: يا محمد اِنَّ الله تبارك وتعالىٰ لَمْ يَزَل متفرّدًا بوحدانيته ثُمَّ خَلَقَ محمدًا وَّ عَلِيًّا وَّ فَاطِمَةَ، فمكثوا الف دهر، ثُمَّ خَلَقَ جميع الاشياء، فَاَشْهَدَهُمْ خَلْقَهَا واجرى طَاعَتَهُمْ عَلَيْهَا وَ فَوّضَ امورها اِلَيْهِمْ فَهُمْ يحلّون مَا يَشَآؤُنَ وَ يُحَرّمون ما يشاؤُنَ ولن يَّشَآؤُا اِلَّا اَنْ يّشاء الله الخ (كافی کتاب الحجۃ باب مولد النبیؐ)

چنانچہ محمد بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں امام محمدؐ تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور ان سے شیعوں میں پھیلائے ہوئے اختلافات پر بات کررہا تھا کہ آپ نے بنیادی عقائد واضح کرنے کے لئے فرمایا کہ اے محمد حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہمیشہ سے برابر تنہا و یگانہ تھا۔ اس کے بعد اللہ نے محمدؐ علیؑ اور فاطمہؑ کو پیدا کر دیا اور وہ حضرات ایک ہزار زمانوں تک موجود رہتے رہے۔ پھر اللہ نے کائنات کی باقی تمام چیزوں کو پیدا کیا اور ہر ہر مخلوق کی تخلیق پر محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ کو حاضر رکھا اور گواہ بنایا اور ساتھ کے ساتھ ہر مخلوق پر محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ کی اطاعت واجب کرتا گیا۔ اور ہر مخلوق کے تمام کام و احکام و معاملات محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ کے سپرد کر دیئے۔ اور محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ وہ ہستیاں ہیں کہ تمام مخلوقات کے لئے جو چاہتے ہیں مفید قرار دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں مضر و غیر مفید بنا دیتے ہیں مگر محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ وہی کچھ چاہتے ہیں جو خود اللہ چاہتا ہے" یعنی یہ حضرات خود مشیۃ اللہ ہیں۔ (کافی)

مِنۡ فِرۡعَوۡنَ ؕ اِنَّہٗ کَانَ عَالِیًا مِّنَ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ﴿۳۱﴾ وَ لَقَدِ

فرعون کی طرف سے تحقیق وہ تھا سرکش حد سے نکل جانے والا اور البتہ تحقیق

اخۡتَرۡنٰہُمۡ عَلٰی عِلۡمٍ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿ۚ۳۲﴾ وَ اٰتَیۡنٰہُمۡ

پسند کر لیا ہے ہم نے ان کو اوپر علم کے اوپر عالموں کے اور دی ہم نے ان کو

مِّنَ الۡاٰیٰتِ مَا فِیۡہِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیۡنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ ہٰۤؤُلَآءِ

نشانیوں سے وہ چیز کہ تھی بیچ اس کے آزمائش ظاہر تحقیق یہ کافر

لَیَقُوۡلُوۡنَ ﴿ۙ۳۴﴾ اِنۡ ہِیَ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰی وَ مَا نَحۡنُ

البتہ کہتے ہیں نہیں یہ مگر موت ہماری پہلی اور نہیں ہم

(۳۱) جو فرعون کی طرف سے دیا جاتا تھا اور یہ بھی سو فیصد حقیقت ہے کہ فرعون حدود فراموش لیڈروں میں سے بڑے اعلیٰ درجہ کا آدمی تھا۔ (۳۲) اور ہم نے فرعون وغیرھم کو ان کی اور اپنی علمی پوزیشن کے معیار پر پوری کائنات میں سب پر ترجیح دی تھی۔ (۳۳) اور انہیں ہم نے ایسے معجزات کر دکھانے کی قدرت دی تھی جن میں ہر قدم پر تصوراتی اور عملی آزمائشیں پیش آنے کا خطرہ پوشیدہ تھا۔ (۳۴) اب یہ قریش بھی فراعنہ کی طرح یہ کہتے ہیں کہ (۳۵) ہماری یہ آنے والی پہلی موت ہی آخری بات ہے ہمیں حساب کتاب کے لئے

(ا۔ز) چونکہ محمدؐ اور ان کے نوری کنبہ کا علم اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے اس لئے لازم ہے کہ اللہ علم عطا کرے۔

چونکہ ان حضرات کا علم عطیہ خداوندی ہے اس لئے اللہ نے انہیں علم و ہدایات عطا کرنے کا جو پروگرام بنایا ہے۔ اس کا ایک مرحلہ وہ ہے جہاں شب قدر یا مبارک رات میں اللہ متعلقہ تمام کارکنانِ عالم یا ملائکہ کو اور تمام ارواح کے نمائندے کو سال بھر کے علوم و ہدایات دے کر حضورؐ کی خدمت میں ارسال کرتا ہے۔ اور اختتام دنیا تک اور اس کے بعد بھی وہ مبارک رات آتی رہے گی اور ہدایات و احکام کی ترسیل و تعلیم کا یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ اسی لئے آیت میں مضارع کا صیغہ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ فرمایا ہے یعنی ملائکہ اور روح اترتے ہیں اور نازل ہوتے رہیں گے۔ مسلمانوں میں ہر سال رمضان کے اواخر میں شب قدر برابر منائی جاتی ہے لیکن یہ نہیں سوچا گیا کہ وفاتِ رسولؐ کے بعد شب قدر میں ملائکہ اور روح کس پر نازل ہوتے ہیں۔ اور یہ بات اس لئے چھپا دی گئی کہ یارانِ رسولؐ پر تو ملائکہ کا نزول ہو نہیں سکتا تھا اس لئے علامہ اینڈ کمپنی نے ملائکہ کو آزادی دے دی ہے اور رسولؐ کو درمیان سے نکال باہر کیا۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

قرآن کریم کو خاموش نہیں کیا جا سکتا اس لئے اُمت کو قرآن کے معانی و مفاہیم سے جاہل رکھا:

مگر قرآن بولتا رہے گا وہ کہتا ہے کہ: ”آپؐ ایک نذیر ہیں اور یقیناً ہم نے آپؐ کو الحقؐ کے ساتھ نذیر و بشیر کی حیثیت میں رسولؐ بنایا ہے۔ اور ایسی کوئی اُمت گزری ہی نہیں جس میں کوئی نذیر نہ گزرا ہو“ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ (فاطر ۲۴-۲۳/۳۵) یہاں نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ ہر ایک اُمت میں ابتدا سے انتہا تک ایک نذیر برقرار رہنا چاہئے۔ تاکہ کسی وقت رسولؐ کی عدم موجودگی اُمت کی تعلیم وہدایت پر اثر انداز نہ ہو سکے اور کار رسالت برابر جاری رہتا چلا جائے۔ لہٰذا شب قدر میں بھی وہی نذیر مرکزِ کائنات رہے گا۔ اس سلسلے میں معصومؑ احادیث بڑی تفصیل پیش کرتی ہیں۔

شب قدر کی تفسیر معصومؑ کی زبانی سنتے چلیں۔ یہاں بطور نمونہ حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:
” اللہ نے لیلۃ القدر کے متعلق فرمایا ہے کہ اس رات کو تمام حکیمانہ احکام اور فیصلے صادر کئے جاتے ہیں اور محکم فیصلہ دو مختلف چیزوں کا مجموعہ نہیں ہوتا وہ ایک واضح فیصلہ ہوا کرتا ہے چنانچہ جو کوئی ایسا فیصلہ یا حکم صادر کرے جس میں کسی طرح اختلاف کی گنجائش نہ ہو تو اس نے اللہ کے حکم سے حکم

قال اللہ عزّوجلّ فی لیلۃ القدر ”فیھا یفرق کُل امر حکیم“ یقول ینزل فیھا کل امر حکیم والمحکم لیس بِشیئین اِنّما ھو شی واحد۔ فمن حکم بما لیس فیہ اختلاف فحکمہ مِن حکم اللہ عزوجلّ ومن حکم بامر فیہ اختلاف فرَاَی اَنّہٗ مصیب فقد حکم بِحُکمِ الطاغوت۔ انّہ لینزّل فی لیلۃ القدر اِلیٰ وَلِیّ الۡاَمۡرِ تفسیر الامور سنۃ سنۃ، یومر فیھا

بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اَهُمْ

پھر جلائے گئے۔پس لے آؤ باپوں ہمارے کو اگر ہو تم سچے کیا وہ

خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

بہتر ہیں یا قوم تُبّع کی؟ اور جو لوگ کہ پہلے ان سے تھے

نہیں اٹھایا جاسکتا ہے ۔ (۳۶) اور اگر رسولؐ حشر و نشر و زندگی بعد الموت کے بیان میں سچا ہے تو ہمارے باپ دادوں کو حاضر کرکے دکھا دیں تو جانیں کہ وہ سچے ہیں ۔ (۳۷) سوال یہ ہے کہ کیا یہ قریشی حیلہ ساز زیادہ اہم ہیں یا تُبّع کی قوم اور وہ لوگ زیادہ اہم تھے جنہیں

فی امر نفسه بِكَذَا و كذا، وفی امر الناس بكذا و كذا، وانّه ليحدث لِوَلِيّ الْأَمْرِ سوی ذلك كُلّ يوم علم الله عزّوجلّ الخاصّ والمكنون العجيب المخزون مثل ماينزل فِي تلك اللَّيلة من الامر، ثُمَّ قرأ: وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۷﴾ (لقمان ۲۷/ ۳۱)

صادر کیا اور جو کوئی ایسا حکم صادر کرے جس میں اختلاف کیا جا سکے اور حکم صادر کرنے والا خود کو صحیح فیصلہ کرنے والا بھی سمجھے تو اس نے طاغوتی اجتہاد سے حکم صادر کیا ۔ بلا شبہ اللہ حکیمانہ احکام اور فیصلے اپنے مقرر کردہ ولی امر (حاکم مطلق) پر شب قدر میں نازل کرتاہے ۔ اور سال کے سال ہر حکم کی تفسیر بتاتاہے۔ ان میں بعض احکام خود اپنے خلیفہ یا حاکم کے لئے ہوتے ہیں کہ تمہیں ایسا اور ایسا کرنا چاہئے اور بعض احکام دوسرے انسانوں کے بارے میں ہوتے ہیں کہ ان سے ایسا اور ایسا کراؤ۔ اور ان احکام کے علاوہ بھی ہر روز اللہ اپنے خلیفہ پر اپنے مخصوص اور پوشیدہ اور عجیب و غریب علوم و احکام و تفصیلات نازل کرتا رہتاہے ۔ اس بیان کے بعد امامؑ نے یہ آیت پڑھی کہ ”زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر دوات بن جائے جسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی کلمات اللہ علیہم السلام کی تفصیل نہ لکھی جا سکے گی اور اللہ بہر حال ہرصورت حال پر غالب و رحیم ہے “(کافی کتاب الحجة باب فی شان انزلناه)

شب قدر میں ملائکہ اور روح کا ورود ترتیب وار پوری رات طلوع فجر تک ہوتاہے ۔ سلام سلام کا سلسلہ:

قارئین نوٹ کریں کہ سورۂ قدر کی معصومؑ تفسیر پر ہماری حدیث کی کتابیں بڑا تفصیلی ذخیرہ محفوظ رکھے ہوئے ہیں اور سورۂ قدر کے اندر استعمال ہونے والے ہر اہم لفظ کی الگ الگ تشریح کرتی ہیں ۔ اس کے برعکس قریشی ریکارڈ محض ایک سازش نظر آتاہے جس میں ان کی معتبر ترین کتاب بخاری تہی دامن ہے ۔ اختصار کی غرض سے یہاں چند ضروری ضروری اور بنیادی پہلوؤں پر احادیث کا ترجمہ دیکھ لیں ۔

(۱) ”امام جعفر صادق علیہ السلام نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی زبانی سنایا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ کا یہ فرمانا برحق ہے کہ ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔ اور اللہ نے فرمایا تھا کہ اے رسولؐ کیا آپؐ اپنی ذاتی بصیرت و درایت سے یہ جانتے ہیں کہ شب قدر کیا ہے ؟ حضورؐ نے عرض کی کہ نہیں اللہ نے فرمایا کہ ۔” شب قدر ایسے ایک ہزار مہینوں کے دنوں اور راتوں سے زیادہ افضل ہے جن میں خود شب قدر نہ ہو “۔ پھر دریافت کیا کہ شب قدر کی افضلیت کو تمہاری بصیرت و درایت سمجھتی ہے؟ عرض کیا، نہیں سمجھتی ۔ جواب میں فرمایا کہ شب قدر کی فضیلت اس لیے زیادہ ہے کہ اس رات میں ملائکہ اور روح اپنے رب کے حکم سے پورے سال کے احکام لے کر نازل ہوتے رہتے ہیں اور جب اللہ کسی کام کی اجازت دیتاہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اللہ کام سے راضی ہوا ہے ۔ اور سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾ القدر ۔ کا مطلب یہ ہے کہ میرے فرشتے اورروح تم پر صبح ہونے تک حاضر ہو ہو کر سلام و نیاز پیش کرتے رہتے ہیں ۔ اور اپنی کتاب میں (انفال ۲۵ / ۸) فرماتا ہے کہ اے لوگو اس فتنے سے خبردار رہو جو تم میں سے خاص طور پر ان لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا جو ایک زبردست ظلم کے بانی ہیں اور سورۂ قدر کے متعلق سازش کرتے ہیں پھر دوسرے مقام (آل عمران ۱۴۴/ ۳) پر فرماتا ہے کہ محمدؐ ایک رسولؐ ہی توہے اور اس سے پہلے بہت سے رسولؐ گزر چکے ہیں چنانچہ اگر محمدؐ مرجائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم لوگ اپنے سابقہ دین پر پلٹ جاؤ گے ؟ اور جو کوئی پلٹ جائے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرسکے گا ۔

اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ

ہلاک کیا تھا ہم نے ان کو تحقیق وہ تھے گنہگار اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو

وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ

اور زمین کو اور جو کچھ درمیان ان کے ہے کھیلتے ہوئے نہیں پیدا کیا ہم نے ان کو

ہم نے ہلاک و برباد کر دیا تھا؟ یقیناً وہ بھی قریش ہی کی طرح کے جرائم پیشہ لوگ تھے۔ (۳۸) ہم نے ان آسمانوں کو اور اس زمین کو اور جو کچھ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے اس کو تفریحاً پیدا نہیں کیا ہے۔ (۳۹) نہیں پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو

اور اللہ قدردان لوگوں کو ان کی استواری پر جزا دے گا۔ فرماتے تھے کہ پہلی آیت میں اللہ نے یہ فرمایا کہ جب محمدؐ وفات پا جائیں گے تو قریش کہیں گے کہ شب قدر بھی رسوؐل کے ساتھ ختم ہو گئی۔ یہ وہ خاص فتنہ ہو گا جو اُن کو لپیٹ میں لے گا۔ اور اسی پر وہ اپنے سابقہ دین پر پلٹ جائیں گے۔ اس لئے کہ اگر وہ یہ کہیں کہ شب قدر آتی رہے گی تو انہیں ماننا پڑے گا کہ ملائکہ اور روح امر خداوندی کو لے کر اب بعدِ وفاتِ رسوؐل بھی نازل ہوتے ہیں۔ اور یہ مانا تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ "صاحبؑ امر (علیہ السلام) بھی موجود ہے" یعنی اس سے ان کی ساری اسکیم اور کوشش باطل ہو جائے گی۔ (ایضا باب حدیث نمبر۴)

(۲) حکم دیا گیا ہے کہ قریشی علما سے سورۂ قدر پر متوجہ ہونے کا تقاضا کرتے رہو۔ اس سلسلے کی فی الحال آخری حدیث میں یہ ملاحظہ فرمائیں کہ تمام شیعوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ قریشی علما پر سورۂ قدر کو بطور چیلنج پیش کرتے چلے جاؤ۔

وعن ابی جعفر علیه السلام قال: یا معشر الشیعة خاصموا بسورة إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ﴿۱﴾ القدر: تفلجوا، فوالله إنّها لحجّة الله تبارك وتعالىٰ عَلَى الخلق بعد رسوؐل الله وإنّها لسيّدة دينكم وَإنّها لغاية علمنا، يا معشر الشيعة خاصموا حمٓ ﴿۱﴾ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُبِينِ ﴿۲﴾ إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ ۚ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ﴿۳﴾ (سورہ الدخان) " فَإنّها لولاة الامر خاصة بعد رسولؐ الله يا معشر الشيعة يقول الله تعالىٰ: وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (۲۴۔ ۲۳/ ۳۵ سورہ فاطر) قيل يا ابا جعفر (اِلَى الاخر)

چنانچہ امام محمدؑ باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: "اے شیعہ معاشرہ کے لوگو تم سورۂ قدر کو عنوان بنا کر مناظرہ کرو گے تو مخالف کے قلب وزبان ودلائل پر فالج گر جائے گا۔ خدا کی قسم سورۂ قدر تو اللہ کی ایک زبردست حجت ہے تمام مخلوقات کے لئے خصوصاً رسوؐل اللہ کی وفات کے بعد تمہارے لئے تمہارے حق میں زبردست ثبوت ہے۔ یہ تو تمہارے دین سے متعلق آیات کی سردار ہے۔ اور اس میں ہمارے علم کی بنیاد اور انتہا بیان ہوئی ہے۔ اے شیعہ معاشرہ کے لوگو تم سورۂ دخان کی اوّلین آیات کو بھی مناظرہ میں پیش کیا کرو جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ محمدؐ (حمٓ) اور بولنے والی کتاب کی قسم کہ ہم نے قرآن کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے۔ اور حقیقت میں رسوؐلوں اور نذیر کو بھیجنے والے اور تنبیہات کرنے والے ہم ہی ہیں۔ یہ آیات والیانِ امر، خدائی حکمرانوں کی شان میں ہیں۔ اور آنحضرؐت کی وفات کے بعد ان کی موجودگی و حقانیت پر دلیل ہیں۔ اے شیعہ لوگو غور کرو کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ کوئی ایسی اُمت نہیں گزری جس میں نذیر اور نذارت نہ رہی ہوں کسی نے امامؑ سے دریافت کیا کہ حضور کیا رسوؐل اللہ اس اُمت محمدیہ کے نذیر نہ تھے۔ فرمایا کہ تم نے سچ کہا وہ واقعی نذیر تھے۔ مگر یہ بتاؤ کہ کیا انہوں نے اپنی حیات میں ساری دنیا کی اقوام اور ممالک میں نذارت کا فرض انجام دیا تھا؟ عرض کیا۔ نہیں تو۔ پھر کیا نذارت کی تکمیل کے لئے نذیر کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی؟ اور کیا اس نذیر کو بالکل ویسا ہی نذیر نہیں ہونا چاہئے جیسے رسوؐل اللہ نذیر تھے؟ اس نے اقرار کیا۔ تب فرمایا کہ آنحضرؐت کے بعد بھی تو ایسے نذیر کی ضرورت ہے؟ اس نے کہا کہ کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ان کے پاس قرآن موجود رہے گا۔ امامؑ نے فرمایا کہ تمہارے اس تصور کے نتیجہ میں تمام آنے والی نسلیں گمراہ رہ جائیں گی۔ اس لئے کہ قرآن تو عہد رسوؐل میں بھی موجود تھا۔ مگر قرآن خاموش کتاب ہے اس کے لئے رسوؐل ایسے مفسر کی ضرورت اور احتیاج برقرار رہتی ہے۔ اس نے کہا کہ کیا رسوؐل اللہ نے قرآن کی تفسیر بیان نہیں کی تھی؟ فرمایا کہ ضرور بیان کی تھی مگر ایک شخص واحد کے لئے بیان کی تھی

اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ

مگر ساتھ حق کے ولیکن اکثر ان کے نہیں جانتے تحقیق

یَوۡمَ الۡفَصۡلِ مِیۡقَاتُهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۴۰﴾

دن جدا کرنے کا وعدہ ہے ان کا سب کا

اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے مگر یہ کہ الحقؑ کے ذریعہ سے پیدا کیا ہے لیکن قریش کی اکثریت اس کا حقیقی علم نہیں رکھتی (۴۰) ان کے آباؤ اجداد کو اور خود ان کو اور سابقہ جرائم پیشہ اقوام کو اٹھا کر حاضر کرنے کا وقت فیصلے والے دن مقرر کیا جاچکا ہے جس وقت وہ سب کے سب زندہ کرکے لائے جائیں گے ۔

یعنی جس طرح ساری دنیا کی نذارت نہ کرسکے اسی طرح ساری دنیا کو قرآن کی تفسیر بھی نہ سکھا سکے اور وہ شخص واحد اور نذیر علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں "(ایضا باب حدیث نمبر ۲)

قارئین سوچیں کہ قریشی حکومتوں نے خانوادہ نبوت کا اوران کے حقیقی پیروؤں کا قتل عام اس لئے کیا تھا کہ حقیقی مذہب اسلام کی پوری طرح صورت بدل کر اس پر قریشی میک اپ کر دیا جائے لیکن آل محمدؐ اور ان کے متبعین نے قربانیاں دے کر اسلامی حقائق کے لاجواب انبار تم تک پہنچا دیئے اور آج بھی ہم دینی حیثیت سے بہت امیر و مستغنی لوگ ہیں۔ ہمیں کسی بھی معاملہ میں قریشی ریکارڈ کی احتیاج نہیں ہے اور جب تک محمدؐ و آل محمدؐ کی مندرجہ بالا قسم کی احادیث سامنے نہ لائی جائیں قرآن کا سمجھنا ممکن نہیں ۔ خصوصاً جب کہ چودہ سوسال سے قرآن کی اصطلاحات و آیات کا برابر رخ موڑا جاتا رہا اور نہ صرف قرآن کو بلکہ خود اپنی عربی زبان کو تبدیل کرڈالنے کے لئے زرو جواہر و عقل وبصیرت و پروپیگنڈا اور جبر واستبداد و تیرو تلوارونیزہ وسنان وشعروسخن و زبان ہرہر چیز پوری فراغت سے استعمال کی جا چکی ہو اور ایسا تاریخی ماحول بنا دیا گیا ہو کہ اور تو اور خود ان کے مخالف شیعہ علما بھی ان ہی راہوں پر چلتے رہے ہوں جوانہوں نے تیار کی تھیں چنانچہ اللہ نے فرمایا تھا کہ : تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ .... وَالرُّوۡحُ ﴿۴﴾ (القدر: ۴ / ۹۷) "الملائکہ اور الرّوح نازل ہوتے ہیں اور نازل ہوتے رہیں گے " ساری دنیا جانتی ہے کہ فرشتہ ایک مستقل اور الگ مخلوق ہے اور روح قطعاً الگ اور مستقل مخلوق ہے ۔ اور ساتھ ہی یہ کہ روح ایک ایسی بنیادی مخلوق ہے کہ ہر وہ مخلوق جسے زندہ یا ذی حیات مخلوق کہا جاتاہے ۔ یا کہا جا سکتاہے ۔ وہ روح کی وجہ سے زندہ کہلاتی ہے ۔ فرشتہ اگر زندہ مخلوق میں شمار ہوتاہے تو وہ بھی روح کا محتاج ہے ۔ یعنی روح اور ارواح بلا فرشتے یا فرشتوں کے وجود کے باقی رہ سکتی ہے لیکن ملائکہ روح کے بغیر بے معنی و لایعنی وجود مخلوق ہیں ۔ پھر یہ کہ جب لفظ" الۡمَلٰٓئِکَۃُ "کہہ دیا گیا تو اس میں تمام ملائکہ داخل ہو گئے یا مخصوص ملائکہ سمجھنا پڑیں گے ۔ اور ظاہر ہے کہ ملائکہ کی پوری نوع احکامات و فیصلے لے کر نہ نازل ہوتی ہے نہ اس کی ضرورت ہی ہے۔ صرف وہ مخصوص ملائکہ نازل ہونا مانا جائے گا جن کا احکام و ہدایات سے تعلق ہوگا ۔ یعنی ان ملائکہ میں جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل کا ہونا ضرور ماننا پڑے گا ۔ اس لئے کہ وہ مخصوص ملائکہ بھی ہیں اور مخصوص ذمہ داری ہر ایک کے متعلق مسلمہ بھی ہے ۔ اس کے بعد لفظ " وَالرُّوۡحُ "فرمایا گیا یعنی ملائکہ کے ساتھ الرّوح بھی نازل ہوتی ہے ۔ یہ لفظ خود الف لام کی بنا پر تمام ارواح کو بھی پیٹ میں لے لیتا ہے ۔ اور اس کا مطلب کوئی خاص روح بھی ہو سکتا ہے ۔ اللہ کا منشاء یہ ہے کہ عجیب وغریب انداز میں ظاہر ہونے والی دونوں قسم کی یہ مخلوق اپنے اپنے متعلقہ احکام و ہدایات لے کر سربراہِ اسلام یا مرکز کائنات کے حضور میں حاضر ہوتی ہیں اور اپنی اپنی قوت و قدرت و بضاعت پیش کرتی ہیں ۔ مگر قریشی سازش نے پہلے اس لفظ روح میں اختلاف پیدا کیا اور جب یہ لفظ غیر مستقل اور مختلف المعنی بن گیا تو اس کے معنی جبرائیل بھی کر لئے گئے ۔

(ا۔ح) اَلرُّوۡح ملائکہ سے الگ وافضل مخلوق ہے اور جبرائیل بھی اس سے ادنیٰ درجہ رکھتا ہے ۔

چنانچہ بہت سے شیعہ لیبل کے مجتہدین " اَلرُّوۡح "کا ترجمہ "جبرائیل " کرتے رہے ہیں مگر فیصلہ کن بات وہ ہے جو قواعد و ضوابط اور معصومؑ فرمان کے مطابق ہو ۔ اس لئے یہاں ایک طویل حدیث سے چند جملے سن لیں ۔ یہ طویل حدیث امام جعفرِ صادق علیہ السلام نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے اس روز بیان کی جس دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اسی ولادت کے سلسلے میں امام جعفرؑ صادق نے آئمہ علیہم السلام کی پیدائش کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :

یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ مَوۡلًی عَنۡ مَّوۡلًی شَیۡئًا وَّ لَا ہُمۡ	(۴۱) وہ دن ایسا ہوگا کہ کوئی ایک دوسرے کا ولی آپس میں ایک دوسرے کی ذمہ داری و سرپرستی اختیار نہ کرسکے گا اور نہ کوئی ان کی نصرت کرے گا۔ (۴۲) البتہ جس پر خود اللہ ہی اپنا رحم کرنا چاہے تو کرسکتا ہے یقیناً وہ ہرحال میں غالب اور رحیم ہے۔ (۴۳) حقیقتاً تھوہر کے پھل (۴۴) گنہگاروں کی غذا ہوگی۔ (۴۵) جیسا کہ پگھلا ہوا تانبا ہوتا ہے
جس دن کہ نہ کفایت کرے گا کوئی دوست کسی دوست سے کچھ اور نہ وہ	
یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰہُ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۴۲﴾	
مدد دیئے جاویں گے مگر جس کو رحمت کی اللہ نے تحقیق وہ غالب ہے مہربان	
اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الۡاَثِیۡمِ ﴿۴۴﴾ کَالۡمُہۡلِ	
تحقیق درخت زقوم کا کھانا ہے گنہگار کا مانند تانبے گلے ہوئے کے	

امامؑ پیدا ہوتے ہی آسمان کی طرف منہ کرکے اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر کہتا ہے "اللہ بذاتِ خود گواہ ہے کہ کوئی اور قابل عبادت نہیں سوائے اللہ کے اور ملائکہ بھی اور اہلِ علم بھی گواہ ہیں اور عدل و قسط پر قائم کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے اور اللہ ہی ہر حال میں غالب رہنے والا حکیم ہے" پھر امام جعفرؑ نے فرمایا کہ جب نوزائیدہ امامؑ یہ اعلان کر چکتا ہے تو اللہ اسے تمام اوّلین و آخرین کے علوم عطا کر دیتا ہے۔ اور اسے لیلۃ القدر میں الرّوح کی زیارت کا حق دے دیتا ہے۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے پوچھا کہ الروح تو جبرائیل ہی

> هُوَ واضعًا یدیه رافعًا راسه الی السّمآء یقول: "شهد الله أنّه لا اله الّا هو و الملئِکة واُولوا العلم قائمًا بالقسط لا اله الّا هو العزیز الحکیم" قال: فاذا قال ذاك اعطاه الله العلم الاوّل والعلم الاخر واستحقّ زیارَةَ الرُّوح فی لیلة القدر، قلت: جعلت فداك الروح لیس هو جبرئیل؟ قال: الروح هُوَ اعظَمُ مِن جبرائیل، اِنَّ جبرائیل مِنَ الملئِکة وَ اِنَّ الرُّوۡحَ هُوَ خَلۡقٌ اَعۡظَمُ مِنَ الملئِکة (علیهم السلام) اَلَیۡسَ یَقُوۡلُ اللّٰهُ تبارك و تعالیٰ: تَنَزَّلُ الملئِکَةُ وَالرُّوۡحُ" (کافی کتاب الحجۃ باب موالید الائمہ)

ہوتا ہے نا؟ امام جعفرؑ صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ الروح جبرائیل سے زیادہ عظیم المرتبت ہوتی ہے۔ جبرائیل تو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے اور اَلرُّوۡح تمام ملائکہ سے الگ اور بزرگ تر مخلوق ہوتی ہے۔ کیا اللہ نے ملائکہ اور روح میں فرق بیان کرنے کے لئے یہ نہیں فرمایا کہ "ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں" یہ ہے وہ طرز استدلال جس میں ایک لفظ بھی ہمارا نہیں ہے تمام بیانات اللہ و امام علیہ السلام کے ہوتے ہیں۔

(۲) آیت (۹ / ۴۴) میں قریشی لیڈروں کی اسی پالیسی کا تذکرہ ہوا ہے جس کی وضاحت ختم ہوئی۔

سورۂ دخان اس مبارک رات کا سرسری ذکر کرکے آگے بڑھی ہی تھی کہ قریشی سازش کو سامنے لا کر بتایا گیا کہ وہ لیلۃ القدر کی حقیقت میں فی الحال بطور تفریح شکوک و شبہات وسوالات پیدا کرنے کا کھیل کھیل رہے ہیں (۹ / ۴۴) پھر انھیں اس دن کا انتظار کرنے کا حکم سنایا گیا جس دن ان قریشی لیڈروں کو آسمانی دھوئیں میں رکھا جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ عذاب جہنم سے پہلے وقوع میں آئے گا اور یہ معلوم ہے کہ وہ رجعت کا زمانہ ہوگا۔ (۱۱۔ ۱۰/ ۴۴)

(۳) اسلام کے نام پر اللہ سے قریشی لیڈروں کی اپیل اور سوال؟۔

قارئین غور فرمائیں کہ آیات (۱۶ تا ۱۲ / ۴۴) میں دورانِ رجعت جب قریش دھوئیں کے عذاب سے دو چار ہوئے تو انھوں نے بتایا کہ حضور ہم لوگ تو مسلمان ہیں ہم پر یہ عذاب کیوں مسلّط کر دیا گیا ہے؟ مطلب یہ کہ کہیں کسی منتظم سے غلطی تو نہیں ہوگئی ہے؟ کہ ہمیں غیر مسلم سمجھ کر یہ دھواں چھوڑ دیا ہو؟ لہٰذا مہربانی کرکے اس عذاب کو ہم سے دور کر دیجئے (۱۲ / ۴۴) یہاں الفاظ یہ ہیں کہ:

(۳۔الف) بات زمانہ رجعت کی ہے ورنہ جہنم میں دوبارہ گناہ یا حکومت کا اعادہ کہاں؟

> "رَبَّنَا اکۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾" (الدخان: ۱۲ / ۴۴)

(ترجمہ) یعنی: "اے ہمارے پروردگار ہم پر سے یہ عذاب ہٹالے ہم تو ایماندار یا مومن ہیں" اس

اسی طرح پیٹوں کے اندر ابال کھاتا ہے (۴۶) ویسا ہی اُبال جیسا کہ کھولتے ہوئے پانی میں جوش اٹھتا ہے۔ (۴۷) پکڑو اسے چنانچہ گھسیٹتے ہوئے اسے جحیم کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔ (۴۸) اور اس کے مغرور سر کے اوپر ابلتے ہوئے پانی سے عذاب نازل کرو۔	يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۝٤٥ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۝٤٦ خُذُوْهُ جوش کرتا ہے بیچ پیٹوں کے جیسا جوش کرتا ہے گرم پانی پکڑو اس کو پس فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝٤٧ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ گھسیٹو اس کو بیچوں بیچ دوزخ کے پھر ڈالو اوپر سر اس کے کے

کے یہ معنی کرنا کہ: ''عذاب ہٹالے ہم اب ایمان لاتے ہیں'' سراسر فریب ہیں۔ اس آیت کے علاوہ علامہ نے لفظ ''مومنون'' کا ہر جگہ ترجمہ ''پہلے سے ایمان رکھنے والے مومن ہی کیا ہے (مثلاً فتح ۲۵ / ۴۸ تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۸) بہر حال بد دیانتی کی تو بات ہی الگ ہے ورنہ یہاں قریشی قسم کے مسلمانوں اور مومنوں کی بات ہو رہی ہے جنہیں تعجب ہوا کہ ہم پر عذاب کیوں ہوا؟ پھر ان کے جواب میں اللہ نے ان کے مومن یا مسلمان ہونے کی نفی نہیں کی ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ ان لوگوں کو سبق سکھانے کا اور کونسا طریقہ اختیار کیا جاتا؟ کتاب مبین ان کے پاس رہی رسولؐ مبین ان کو تعلیم دیتا رہا (۱۳ / ۴۴)۔ اس کے باوجود قریش نے رسولؐ کو اس لئے ''دیوانہ بہ کارِ خویش ہوشیار'' قرار دیا کہ وہ طرح طرح سے ایک غیر مشترکہ حکومت الٰہیہ کا پرچار کبھی نہ بھولتا تھا۔ اور اسے انہوں نے خاندانی افراد کا بہکایا ہوا کہہ کر قومی ولایت کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ (۱۴ / ۴۴) پھر وہیں رجعت کے دوران فرمایا کہ اگر ہم یہاں بھی تم سے یہ سزائیں اور عذاب ہٹالیں تب بھی تم اپنی قومی ولایت کا از سرنو اعادہ کرو گے (۱۵ / ۴۴)

قارئین غور فرمائیں کہ زمانہ رجعت میں متعلقہ لوگوں کو ان کے متعلق تمام سازوسامان، دوستوں اور خاندان کے افراد کو، مال و دولت کو جمع کیا جاوے گا۔ انہیں پوری آزادی ہو گی تاکہ وہ جو کرنا چاہیں کریں۔ مگر ان کو ان کے غلط اقدامات میں ناکام کیا جائے گا۔ تاکہ رجعت کی سزائیں پوری ہوں۔ آیت میں اعادہ کے یہی معنی ہیں کہ وہ تو چاہیں گے کہ پھر قومی حکومت بنائی جائے اور اس دفعہ ذرا بہتر طریقہ پر چلائی جائے مگر بن نہ سکے گی یا بنے گی تو مخالفت سے ٹوٹ جائے گی اور پھر سزائیں دی جائیں گی۔ چنانچہ آپ کو قرآن میں جہاں جہاں اللہ کا ایسا بیان ملے جس میں یہ مفہوم ہو کہ یہ لوگ عذاب کے خوف سے فلاں حقیقت کا اعتراف کر رہے ہیں لیکن انہیں موقع دیا جائے تو پھر وہی کچھ کریں گے جو کرتے رہے تو اس قسم کے بیانات کو زمانۂ رجعت پر محمول کئے جانا چاہئیں۔ مثلاً جیسا کہ سورۂ مومنون میں فرمایا ہے کہ:

ہرگز ایسا نہیں (یعنی یہ لوگ سراسر جھوٹ بول رہے ہیں) کہ اگر انہیں پیش پا افتادہ موت سے چھٹکارہ دے کر دوبارہ زندہ کرکے دنیا میں عمل کرنے کا موقع دے دے تو (لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا) ''شاید میں اعمال صالحہ بجا لاسکوں''۔ یہ تو ایک کہنے کی بات ہے جو کہی جا رہی ہے اب تو ان کے پس پشت ادھر ادھر تانا بانا بنا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دن آجائے جب انہیں اٹھا کر کھڑا کیا جائے گا''۔	''كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝١٠٠ ''(المؤمنون: ۱۰۰ / ۲۳)

یہاں یہ لوگ خود دنیا میں رجعت چاہتے ہیں۔ جو اس وقت بے محل تھی۔ چنانچہ آگے چل کر آیت (۱۶ / ۴۴) میں اس مار کا تذکرہ کر دیا ہے جو زمانہ رجعت میں دی جائے گی۔ اور ان سے پورا پورا انتقام لیا جائے گا۔ (۱۶ / ۴۴)

(۴) یہ کون زیر عتاب ہے؟ کیا یہ دوڑ دھوپ اور یہ سب کچھ جہنم میں ممکن ہے؟ یہ رجعت ہی کی بات ہو رہی ہے۔

اس کے بعد قارئین آیات (۴۹ تا ۴۷ / ۴۴) کو ایک دفعہ پھر غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ ان آیات میں جو کچھ فرمایا گیا ہے۔ اور جو کچھ کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ کیا یہ سب کچھ جہنم میں ممکن ہے؟ اور کیا اس سب کچھ کی جہنم کے اندر جہنمیوں کے ساتھ کرنے کی ضرورت بھی ہے؟ علامہ خاموشی سے گزر جاتے ہیں۔

(۱) یہ زیر عتاب شخص قرآن میں دوبار مذکور ہوا ہے اور دونوں دفعہ بھاگنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ ان کی تفہیم پڑھنے

(۴۹) یوں لطف اندوز ہو جیئے جناب تو ہر حال میں غالب رہنے والے اور از سر تا پا افادیت کا انبار تھے نا؟ (۵۰) سنو اور دیکھو اور سمجھو کہ یہ وہ نتیجہ ہے جسے بدلنے اور چھپانے کے لئے تم آیات کو مروڑا کرتے تھے۔ (۵۱) ان کے برعکس ذمہ دارانہ زندگی بسر کرنے والے تمام

مِنۡ عَذَابِ الۡحَمِیۡمِ ﴿۴۸﴾ ذُقۡ ۚۙ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡکَرِیۡمُ ﴿۴۹﴾

عذاب گرم پانی سے چکھ تحقیق تو تو ہے عزت والا بزرگی والا

اِنَّ ھٰذَا مَا کُنۡتُمۡ بِہٖ تَمۡتَرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ

تحقیق یہ ہے وہ چیز کہ تھے تم ساتھ اس کے شک لاتے تحقیق پرہیز گار بیچ

والے حضرات جانتے ہیں کہ وہ تو معمولی معمولی باتوں پر کئی کئی صفحات کی تشریحات لکھنے کے عادی ہیں اور بڑی فراخدلی سے ہر بات کو سمجھاتے ہیں مگر اس زیر عتاب شخص کا تذکرہ جہاں بھی آیا وہاں یا تو انہوں نے پردہ داری کی کوشش کی ہے یا دبے پاؤں خاموشی سے گزر جاتے ہیں چنانچہ یہاں (۴۷ تا ۴۹ / ۴۴) وہ کچھ نہیں بتاتے کہ قیامت کے اس جمّ غفیر میں وہ کون شخص ہے جس کے لئے گرفتاری کے مخصوص احکام دیئے گئے اور جس کے لئے دوسرے مقام پر فرمایا گیا کہ:

(۲) وہ ایک صاحب اقتدار حکمران، یاروں غاروں والا، افواج و اموال والا عالم زمانہ سلطان تھا۔

ہم مصلحتاً علامہ مودودی کا ترجمہ لکھتے ہیں کہ سند رہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ:

فَيَقُولُ يَٰلَيۡتَنِي لَمۡ أُوتَ كِتَٰبِيَهۡ ﴿۲۵﴾ وَلَمۡ أَدۡرِ مَا حِسَابِيَهۡ ﴿۲۶﴾ يَٰلَيۡتَهَا كَانَتِ ٱلۡقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾ مَآ أَغۡنَىٰ عَنِّي مَالِيَهۡۜ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّي سُلۡطَٰنِيَهۡ ﴿۲۹﴾ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ ٱلۡجَحِيمَ صَلُّوهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِي سِلۡسِلَةٖ ذَرۡعُهَا سَبۡعُونَ ذِرَاعٗا فَٱسۡلُكُوهُ ﴿۳۲﴾ إِنَّهُۥ كَانَ لَا يُؤۡمِنُ بِٱللَّهِ ٱلۡعَظِيمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ ٱلۡمِسۡكِينِ ﴿۳۴﴾ فَلَيۡسَ لَهُ ٱلۡيَوۡمَ هَٰهُنَا حَمِيمٞ ﴿۳۵﴾ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنۡ غِسۡلِينٖ ﴿۳۶﴾ لَّا يَأۡكُلُهُۥٓ إِلَّا ٱلۡخَٰطِـُٔونَ ﴿۳۷﴾ فَلَآ أُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُونَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبۡصِرُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّهُۥ لَقَوۡلُ رَسُولٖ كَرِيمٖ ﴿۴۰﴾ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٖۚ قَلِيلٗا مَّا تُؤۡمِنُونَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٖۚ قَلِيلٗا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۴۲﴾ تَنزِيلٞ مِّن رَّبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿۴۳﴾

(حاقہ ۔ ۴۳ تا ۲۵ / ۶۹)

وہ سورۂ فرقان (۳۱ تا ۲۷ / ۲۵) والے دو یاروں اور رسولؐ اور اللہ کا واقعہ ذہن میں رکھیں اور پڑھیں: "وہ کہے گا "اے کاش میرا اعمال نامہ (میری کتاب۔ احسنؔ) مجھے نہ دیا گیا ہوتا۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے ؟ کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آئی تھی) فیصلہ کن ہوتی۔ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار ختم ہوگیا"۔ (حکم ہو گا) پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے جہنم (جحیم۔احسنؔ) میں جھونک دو (صَلُّوْہُ۔احسنؔ)) پھر اس کو سترّ (۷۰) ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ یہ نہ اللہ بزرگ وبرتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ لہٰذا آج نہ یہاں اس کا کوئی یار غمخوار ہے اور نہ زخموں کے دھوون کے سوا اس کے لئے کوئی کھانا جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔ پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جو تم دیکھتے ہو اور ان کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے، یہ ایک رسولؐ کریم کا قول ہے، کسی شاعر کا قول نہیں ہے تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے"۔ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۷۶ تا ۷۹)

(۳) وہ زیر عتاب شخص سورۂ فرقان (۲۹ تا ۲۷ / ۲۵) کی رو سے قومی حکومت کا سربراہ ہے وہی لب و لہجہ ہے۔

آیات کے اس تفصیلی بیان میں اس شخص کو شناخت کرنے کا کافی سامان ہے سب سے پہلے اس کا يَٰلَيۡتَنِي اور يَٰلَيۡتَهَا (اے کاش ہائے افسوس) کہنا اور اسی طرح دو مرتبہ کہنا جیسا کہ سورۂ فرقان (۲۸۔ ۲۷ / ۲۵) میں يَٰلَيۡتَنِي اور يَٰوَيۡلَتَىٰ دو مرتبہ کہا تھا۔ وہاں اس نے رسولؐ اللہ کا طریق حیات چھوڑ کر اپنے یارِ غار کا طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔ اور اس حکومت کی سربراہی اختیار کرلی تھی جو اس کے مذکورہ یار کے پلان (بقرہ ۲۰۵ / ۲) کے مطابق تھی۔ اور یہاں (حاقہ ۲۹۔ ۲۸ / ۶۹) وہ اپنی سلطانی و اقتدار اور مال و دولت کا رونا رو رہا ہے۔ سورۂ فرقان (۳۰ / ۲۵) ان دونوں یاروں کو قریشی اور عہد رسولؐ کے لیڈر ثابت

مَقَامٍ اَمِیۡنٍ ﴿۵۱﴾ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۵۲﴾ یَّلۡبَسُوۡنَ مِنۡ

مقام امن والے کے ہیں بیچ بہشتوں کے اور چشموں کے پہنیں گے

سُنۡدُسٍ وَّ اِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ ﴿۵۳﴾ کَذٰلِکَ ۟ وَ زَوَّجۡنٰہُمۡ

لاہی اور تافتے سے آمنے سامنے اسی طرح رہیں گے اور بیاہ دیویں گے ہم ان کو

لوگ امن وچین کے مقامات میں رہیں گے ۔ (۵۲) باغات میں اور چشموں کے ماحول میں رہیں گے ۔ (۵۳) وہ وہاں پر حریر و دیبا کے بنے ہوئے لباس پہنیں گے اور آمنے سامنے بیٹھا کریں گے ۔ (۵۴) وہی عمل جاری رہے گا اور ہم گوری گوری آہو چشم

کرتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ اسی حکومت کے اوّلین سربراہ یا خلیفہ تھے جو قریش نے بعدِ وفاتِ رسولؐ قائم کی تھی ۔ لہٰذا سورۂ دخان (۴۹ تا ۴۷ / ۴۴) میں زیرِ عتاب شخص متشخص ہو گیا اور اس کا بزرگِ قوم اور العزیزالکریم ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ خلیفۃالمسلمین اور امیر المومنین یقیناً وہ مقام بلند ہے کہ اگر برحق ہو تو اس مقام پر فائز انسان کا حق ہے کہ اسے العزیز الکریم کہا جائے ۔ اور جو لوگ ان کو برحق سمجھتے ہیں ان کی کثرت آج تک انہیں یہ مقام بلند دیتی بھی ہے جو اللہ نے بطور طنز فرمایا ہے۔

(۳۔ الف) یہ پکڑ دھکڑ، دھکا پیل اور سزائیں جہنم کے اندر غیر ضروری ہیں یہ زمانۂ رجعت اور سزا و جزا کا تذکرہ ہے ۔

جو کچھ خلیفہ صاحب کے ساتھ کیا جانے والا ہے اس میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ا۔اسے اِدھر اُدھر دوڑنے اور انسانوں کے انبوہ میں غائب ہو جانے سے روکنے کے لئے باقاعدہ پکڑ کر رکھا جائے (۴۷ / ۴۴ ، ۳۰ / ۶۹) ۲۔ چونکہ وہ بھاگ کھڑا ہوا تھا اس لئے حکم ملا کہ اسے گھسیٹ کر مقام بازپرس پر کھڑا کرو (۴۷ / ۴۴ ، ۳۱ / ۶۹) ۳۔ اس کی دوڑ دھوپ بند کرنے کے لئے اس کو لمبی سی زنجیر میں باندھو (۳۲ / ۶۹) تاکہ وہ باز پرس کرنے والوں کی (میزوں) نشستوں تک لے جایا جاسکے اور دور نہ جانے پائے ۔ ۴۔ عدالتوں کے سامنے سے بھاگ جانے کی سزا میں اس کے سر پر ابلتا ہوا پانی ڈالو (۴۸ / ۴۴) کہ غرورِ خلافت پگھل کر نکل جائے ۵۔ اور اس کی سر بلندی کو جھکانے کے لئے اس کی گردن میں بھاری سا طوق پہنا دو (۳۰ / ۶۹) اور اب اس سے دریافت کرو " اے معزّز و مکرم خلیفۃالمسلمین آپ کا مزاج ٹھکانے لگا کہ نہیں؟۔ (۴۹ / ۴۴)

(۴) قومی خلیفہ کے ہزاروں جرائم میں سے وہ چند جرائم جو زیرِ نظر آیات میں سامنے لائے گئے ہیں ؟؟

سورۂ فرقان کی پانچ آیات (۳۱ تا ۲۷ / ۲۵) میں جو جرائم عائد کئے گئے ہیں ان میں پہلا جرم رسولؐ کی مخالفت میں خود ساختہ راہِ عمل یا مذہب ایجاد کر کے اس پر عمل کرنا ۲ ۔ قرآن کریم کو طاغوتی اجتہاد کی قوت سے مہجور کر دینا ۳ ۔ انسان نما شیطان کو یار بنا کر اپنے اوپر مسلّط کرنا ۴ ۔ سورۂ حاقہ کی آیات (۴۳ تا ۲۵ / ۶۹) کی رو سے یہ بتایا گیا کہ اے خلیفۃالمسلمین آپ کا اسلام ایسا تھا کہ اس میں تمہارا ایمان باللہ بھی ثابت نہیں (۳۳ / ۶۹) ۵۔ تم نے قرآن کی جگہ یہود و نصاریٰ کے مجتہدین سے ہدایت لے کر خود اپنی کتاب پر عمل کیا تھا (۲۵ / ۶۹) ۶۔ تم رجعت کی زندگی کے منکر تھے (۲۷ / ۶۹) ۷۔ تم نے علیؑ کی حکومت غصب کی (۲۹ / ۶۹) اور خلیفۃالمسلمین بن بیٹھے (۲۹ / ۶۹) ۸۔ اور اس طرح تم نے ذاالقربیٰ (بنی اسرائیل ۲۶ / ۱۷ روم ۳۸ / ۳۰) کا خداداد قرآنی حق مار کر مساکین کے پیٹ پر لات ماری اور سرمایہ داری و اجارہ داری کا نظام قائم کیا (۳۴ / ۶۹) ۹۔ تم نے کبھی یہ تسلیم نہیں کیا کہ یہ قرآن اور قرآنی احکامات رسولؐ کریم کے وہ فرمانات ہیں جنہیں اللہ نے نازل کیا ہے ۔ (۴۰ ، ۴۳ / ۶۹) تم نے ایمان کا بہت قلیل حصہ اختیار کیا (۴۱ / ۶۹) اور تم نے حقائق پر نہ کرنے کے برابر ہی غور کیا ہے (۴۲ / ۶۹) چنانچہ اب تمہیں تمہارے یاروں اور مشیروں سے محروم کیا جاتا ہے (۳۵ / ۶۹) تمہاری خوراک گندی چیزیں ہوں گی (۳۶ / ۶۹) یعنی وہی خوراک جو خطا کار مجتہدین کو ملنا چاہئے (۳۷ / ۶۹) وغیرہ وغیرہ ۔

(۵) قرآن کے بیانات کو گڈمڈ کرنا اور ہر اہم مسئلہ کو الجھانا قریشی علما کے لئے ضروری رہتا چلا آیا ہے ۔

قریشی علما نے سینکڑوں جلدوں میں قرآن کی تفہیم و تفسیریں لکھی ہیں بڑی بڑی بحثیں نکال کر سینکڑوں من کاغذ کالے کئے ہیں ۔ لیکن ان کی تفسیروں کا لب لباب انہی کے ایک عالم نے یہ لکھا کہ : "کُلُّ شَیۡءٍ فِی التَّفۡسِیۡرِ اِلَّا التَّفۡسِیۡر"

بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا

ساتھ گوریوں اچھی آنکھوں والیوں کے منگا لیویں گے بیچ اس کے

بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ

ہر ایک میوہ ساتھ امن کے نہیں چکھیں گے بیچ اس کے موت مگر موت

عورتیں ان سے بیاہ دیں گے ۔ (۵۵) وہاں وہ بلاتکلیف اٹھائے اطمینان سے ہرطرح کے پھل اور لذیذ چیزیں حاصل کرلیا کریں گے ۔ (۵۶) ان جنتوں میں وہ کبھی بھی موت کا مزہ نہ چکھیں گے سوائے اس موت کے جو ان کو

" قرآن کی تفسیروں میں ہر چیز موجود ہے مگر تفسیر ہی نہیں ہے۔ " مثلاً اگر کوئی شخص یہ جاننا چاہے کہ جہنم یا دوزخ کیا ہوتا ہے؟ سقر کسے کہتے ہیں ؟ جحیم کیا ہوتا ہے ؟ سعیر کس چیز کا نام ہے ؟ تو وہ شخص حقیقت حال سمجھنے سے قاصر رہے گا ۔ وہ دیکھے گا کہ یہ لوگ ایسے ہر لفظ کا ترجمہ جہنم یا دوزخ کرتے چلے جاتے ہیں ان کو روک کر دریافت کرنا چاہئے کہ جہنم اور جحیم میں کیا فرق ہے؟ جہنم ، جحیم اور سقر میں کیا فرق ہے ؟ اور ان تینوں میں اور سعیر میں کیا فرق ہے ؟ اگر ان میں کوئی فرق نہیں ہے تو ان چاروں کو اور ایسے کئی دوسرے ناموں کو الگ الگ استعمال کرنے کی زحمت کیوں اٹھائی گئی ہے؟ کیوں نہ ایک ہی نام استعمال کیا جاتا رہا؟ جب کہ یہ بیسیوں نام ایک ہی چیز کے ہیں تو کیوں وقت ضائع کیا گیا؟ اسی طرح قارئین یہ دیکھیں گے کہ قریشی علما کے یہاں آخرت بھی قیامت کو کہتے ہیں ، الساعۃ بھی قیامت ہے ۔ یوم الدین بھی قیامت، یوم الفصل بھی قیامت ،یوم یبعثون بھی قیامت، یوم یقوم الناس لرب العالمین بھی قیامت ، یوماً ثقیلا بھی قیامت ، یوم الآخر بھی قیامت ، یوم الوعید بھی قیامت ، یوم التغا بن بھی قیامت، یوم معلوم بھی قیامت ،یوم الحساب بھی قیامت۔ الغرض قیامت یہ ہے کہ قریشی اسکیم نے قرآن اور مسلمانوں کے لئے ایک مستقل قیامت برپا کرر کھی ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ انہیں رجعت کے عقیدے کو چھپانا تھا اس لئے وہ کیوں ان واقعات و حالات کی ترتیب و تشریح لکھیں جو قیامت کے مختلف اور طویل مراحل اور ادوار میں پیش آنے والے ہیں۔ انہیں قیامت بھی اپنے ہی انداز میں برپا کرنا ہے ۔ صور پھونکا ،سب مرگئے، دوسرا صور بجایا ،سب زندہ ہو گئے۔ آناً فاناً حساب کتاب ہوا اور جنت و جہنم میں داخلہ ہو گیا اور بس ۔ حالانکہ علامہ نے مانا ہے کہ قیامت میں کئی ایک مرحلے جدا جدا پیش آنا ہیں ۔ سنئے :

"آگے آنے والی آیات کو پڑھتے ہوئے یہ بات نگاہ میں رہنی چاہئے کہ قرآن مجید میں کہیں تو قیامت کے تین مراحل الگ الگ بیان کئے گئے ہیں جو یکے بعد دیگرے مختلف اوقات میں پیش آئیں گے ۔ اور کہیں سب کو سمیٹ کر پہلے مرحلے سے آخری مرحلے تک کے واقعات کو یکجا بیان کر دیا گیا ہے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۷۴)

لہٰذا اُن کو چاہئے تھا کہ قرآن کی ترتیب کو بیان کرنے کے بعد ہرمقام پر ان مراحل کو ازخود ترتیب دیتے جاتے ۔ مگر ایسا کرنے سے رجعت درمیان میں آجاتی اور علامہ کے بزرگوں کے حالات منظر عام پر آجاتے ۔ بہرحال قارئین نوٹ کریں کہ جہنم میں داخلہ کے بعد نہ کسی کو پکڑنے کی ضرورت ہے نہ زنجیر و طوق پہنانے کی حاجت نہ کسی کے سرپر گرم پانی انڈیلنے کی احتیاج، وہاں تو آگ کا طوفان خیز سمندر ہوگا ۔ جہاں پتھر جل کر انگارے بن رہے ہوں گے جہاں آسمان بوس شعلے اور آگ کے بگولے بلند ہورہے ہوں گے اور جہنم کی آگ اس قدر عجیب اور خطرناک ہوگی۔ جس میں آگ سے بنی ہوئی مخلوق یعنی جنات بھی جلتے رہیں گے ۔

(۶) آپ قریشی فریب نہ کھائیں قرآن غور سے پڑھیں ۔ رہ گئے جہنم کے علاوہ دوسرے الفاظ و نام مثلاً جحیم و سعیر وغیرہ یہ جہنم نما ہیں جہنم نہیں ہیں ۔ یہ میدانِ حساب و محشر میں رجعت کی سزائیں مکمل کرنے کا سامان ہیں اس کو یوں سمجھ لیں کہ امامؑ زمانہ علیہ السلام کسی شخص کو زندہ جلانے کی سزا دیتے ہیں تاکہ مجرم کو وہ مزا حاصل ہو جو اس نے کسی بے قصور کو زندہ جلا کر پہنچایا تھا۔ مثلاً اگر (معاذ اللہ) حضرت ابراہیمؑ کو زندہ جلانے میں نمرود کامیاب ہو جاتا تو اسے رجعت میں زندہ جلانا لازم تھا ۔ تاکہ اسے اور اس کے اعزاء و اقرباکو اور حاشیہ نشینوں کو وہی درد پہنچے جو وہ پہنچانا چاہتا تھا۔ اس لئے میدان حساب میں بھی وہی جحیم تیار رہنا چاہئے جو نمرود نے یہ کہہ کر تیار کرایا تھا کہ:

پہلے آ چکی ہے اور انہیں جحیم کے عذاب سے بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا گیا تھا۔ (۵۷) اے رسولؐ تیرے پروردگار کی طرف سے وہ تمام سلوک ہی تو پرہیزگاروں کی عظیم الشان مراد مندی و کامیابی ہے۔ (۵۸) اے نبیؐ حقیقت اس کے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں کہ ہم نے اس

الْأُوْلَىٰ ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا
پہلی اور بچایا ان کو عذاب آگ کے سے فضل کر
مِّنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا
پروردگار تیرے سے یہ ہی ہے وہ مراد پانا بڑا پس سوائے

علامہ کا ترجمہ: جحیم آتش فشاں ذخیرہ ہوتا ہے جہنم نہیں۔ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾ (الصفٰت ۳۷/۹۷)

(علامہ کا ترجمہ) ”انہوں نے آپس میں کہا اس کے لئے ایک الاؤ تیار کرو اور اسے دہکتی ہوئی آگ کے ڈھیر میں پھینک دو۔“ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۹۳) یہ وہی علامہ ہیں جنہوں نے اپنے العزیز الکریم امیر المومنین کے سلسلے میں آئے ہوئے بیان کا یہ ترجمہ کیا تھا ”ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ﴿٣١﴾ (حاقہ ۶۹/۳۱) “پھر اسے جہنم میں جھونک دو“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۷۷) یہ ہے قریشی علماء کا وہ طریقہ جس سے جحیم وغیرہ کو خاموشی سے ”جہنم“ بنا دیا جاتا ہے۔ اور جب بار بار جحیم کے معنی جہنم پڑھے جائیں گے تو آخر عقیدت مند عوام کو یقین ہو جائے گا کہ جحیم کے معنی جہنم ہی ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ علامہ معاذاللہ عالم دین ہو کر غلط ترجمہ کیوں کرنے لگے؟ کاش ان کے عوام کو کسی طرح یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ تمام حضرات عالم دین اور صحابہء خیر المرسلینؐ ہی تھے جنہوں نے انسانوں کی عظیم کثرت کو گمراہ کیا اور خود حوضِ کوثر پر آنحضرتؐ انہیں اپنا صحابی کہیں گے مگر ملائکہ انہیں گھیر کر پہلے جحیم میں اور پھر جہنم میں پہنچائیں گے۔ یہ انہی نام نہاد صحابہ کی سنت ہے کہ علامہ مودودی قرآن کو کھلونا بنا رہے ہیں۔ ان ہی کے قلم سے دیکھئے کہ قرآن جہنم اور سعیر کو الگ الگ بیان کرتا ہے۔

سعیر بھی جہنم نہیں ہے فریب کاروں نے سعیر کو جہنم بنانے کی کوشش کی ہے۔ علامہ کا ترجمہ پڑھئے:

”ہم نے تمہارے قریب کے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور انہیں شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ ان شیاطین کے لئے بھڑکتی ہوئی (وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ﴿٥﴾ (سورۂ ملک ۶۷/۵) آگ ہم نے مہیا کر رکھی ہے جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ﴿٦﴾ اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے (الملک ۶۔ ۶۷/۵)“ (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۳)

یہاں قارئین دو باتیں نوٹ کریں کہ علامہ نے لفظ ”سعیر“ کا ترجمہ جہنم نہیں کیا بلکہ ”بھڑکتی ہوئی آگ“ کیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اللہ نے شیاطین کو ملاء اعلیٰ یا عرش اور آسمانوں پر جانے سے روکنے کے لئے آسمانِ دنیا میں ستارے قائم کئے اور شیطانوں کو بھگانے کے لئے ان ہی ستاروں کو تعینات کیا جو ٹوٹ کر ان کا تعاقب کرتے ہیں اور اس طرح پیدا ہونے والی آگ کو اللہ نے سعیرؐ فرمایا ہے۔ لہٰذا جس طرح جحیم بہت سے ہو سکتے ہیں اسی طرح سعیر بھی بہت سے ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہ دونوں ہرگز جہنم نہیں ہوتے اور یہ کہ اس جگہ (۶۔ ۶۷/۵) جہنم اور سعیر کو الگ الگ معنی میں استعمال کیا ہے۔ یعنی جس طرح لکڑی اور کوئلہ چولھے میں جلائے جاتے ہیں اور آگ پیدا کرتے ہیں اور نہ لکڑی، چولھا اور آگ کہلا سکتی ہے نہ کوئلے کو چولھا کہہ سکتے ہیں۔ نہ کوئلہ آگ ہوتا ہے۔ پھر چولھا اور چیز ہے اور انگیٹھی اور ہے۔ بھٹی الگ ہے تندور الگ ہے۔ آوا اور ہے الاؤ اور ہے۔ اسی طرح عربی زبان میں بھی ان چیزوں کے نام الگ الگ ہیں جن میں مختلف ضرورتوں کے لئے آگ استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً (۱) تُنُّورٌ۔ ۲۔ فَرْنٌ ۳۔ كُوْرٌ۔ ۴۔ كَانُوْنٌ۔ ۵۔ وُجَاقٌ۔ ۶۔ مَوْقِدٌ وغیرہ وغیرہ۔ مگر علامہ اینڈ کمپنی قرآن میں لکڑی، کوئلے، آگ، تندور، انگیٹھی، سگری، الاؤ وغیرہ کو چولھا بنانے اور اپنے منصوبے کو پکانے میں لگی رہی ہے۔ ابھی ابھی انہوں نے سعیر کو دوزخ یا جہنم نہیں کہا تھا مگر چند قدم آگے بڑھتے ہی پھر سعیر کو دوزخ بنا دیا۔ سنئے:

علامہ ایک ہی سانس میں دو چہرے بدلنے پر قادر ہیں۔ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿١٠﴾ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿١١﴾ (الملک ۱۱۔ ۶۷/۱۰)

ترجمہ: ”اور وہ کہیں گے “کاش ہم سنتے یا سمجھتے تو آج اس

يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمۡ
اس کے نہیں کہ آسان کیا ہے ہم نے اس کو اوپر زبان تیری کے تو کہ وہ
يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۵۸﴾ فَارۡتَقِبۡ اِنَّهُمۡ مُّرۡتَقِبُوۡنَ ﴿۵۹﴾
نصیحت پکڑیں پس منتظر رہ تحقیق وہ بھی منتظر ہیں ۔

قرآن کو یا مذکورہ صورت حال کو تیرے لب و لہجہ اور زبان کے ذریعہ سے سہل کر دیا ہے ۔ (۵۹) چنانچہ اے نبیؐ تم بھی بڑی ہوشیاری سے انتظار کرو یقیناً وہ لوگ بھی تاک لگائے انتظار میں ہیں ۔

"بھڑکتی ہوئی آگ" کے سزاواروں میں نہ شامل ہوتے" اس طرح وہ اپنے قصور کا خود اعتراف کرلیں گے۔لعنت ہے ان دوزخیوں پر "(تفہیم القرآن جلد۶صفحہ ۴۵۔ ۴۶)

آپ دیکھئے کہ علامہ اپنے قصور کا اعتراف تو کہاں کرتے اس پر اصرار کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر اعتراف کرنے والے قصور وار لوگ لعنتی اور دوزخی ہیں تو قصور پر اصرار کرنے والے لوگ کیا ہوں گے؟ بہرحال قارئین سمجھیں یا نہ سمجھیں اور مانیں یا نہ مانیں مگر ہم عرض کرتے رہیں گے کہ جس طرح اہل بیتِ محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم پر ہمہ قسمی مظالم کئے گئے اسی طرح قرآن پر پوری مشقِ ستم جاری رہی اہل بیتؑ تو آخر ان کی دسترس سے نکل گئے مگر قرآن ان کے قابو میں ہے ۔ اور وہ وقت ابھی دور ہے جب ان سے قرآن چھین لیا جائے گا اور قرآن چھیننے والے لوگ، بقول ان کے ، کافر ہوں گے ۔

سُوۡرَةُ الۡجَاثِيَة

سُوۡرَةُ الۡجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ سَبۡعٌ وَثَلٰثُوۡنَ اٰيَةً وَّ اَرۡبَعُ رُكُوۡعَاتٍ

سورۂ جاثیہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں سینتیس (۳۷) آیتیں اور چار(۴) رکوع ہیں ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِى السَّمٰوٰتِ
اتارنا کتاب کا اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے تحقیق بیچ آسمانوں
وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳﴾ وَفِىۡ خَلۡقِكُمۡ وَ
اور زمین کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے اور بیچ پیدائش تمہاری کے اور
مَا يَبُثُّ مِنۡ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۴﴾
اس چیز سے کہ پھیلاتا ہے جانوروں سے نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے کہ یقین لاتے ہیں
وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ
اور بیچ آنے جانے رات کے اور دن کے اور اس چیز کے کہ اتارا ہے اللہ نے
مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا
آسمان سے رزق سے پس زندہ کیا ساتھ اس کے زمین کو پیچھے موت اس کی کے

(۱) حٰ ۔ مٓ (۲) اس کتاب کا نزول ہر حال میں غالب رہنے والے حکیم اللہ کی طرف سے ہوا ہے ۔ (۳) ایمان لانے والوں کے لئے تو آسمانوں اور زمین میں معجزات ہی معجزات موجود ہیں یعنی نہ ماننے والے اندھے ہیں ۔ (۴) اور تمہارے پیدا ہونے میں بھی اور ان حیوانات میں بھی جن کو اللہ زمین میں پھیلا رہا ہے بڑی آیات و معجزات ہیں یقین کرنے والی قوم کے لئے ان میں کھلی تعلیم ہے ۔ (۵) اور شب وروز کی آمدورفت اور دن رات کے گھٹنے بڑھنے میں اور اس سامانِ حیات میں جسے اللہ آسمان سے نازل کرتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کرنے میں

وَ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْكَ

اور بیچ پھیرنے باؤں کے نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے کہ سمجھتے ہیں یہ

اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ

نشانیاں ہیں اللہ کی کہ پڑھتے ہیں ہم ان کو اوپر تیرے ساتھ حق کے پس ساتھ

حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ وَيْلٌ

کس بات کے پیچھے اللہ کے اور نشانیوں اس کی کے ایمان لاویں گے وائے ہے

لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۷﴾ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ

واسطے ہر جھوٹ باندھنے والے گنہگار کے کہ سنتا ہے نشانیوں اللہ کی کو

تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ

پڑھی جاتی ہیں اوپر اس کے پھر استادگی کرتا ہے تکبر کرتا ہوا گویا کہ نہیں سنا ان کو

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۸﴾ وَ اِذَا عَلِمَ

پس خبر دے اس کو ساتھ عذاب درد دینے والے کے اور جب جانتا ہے

مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

نشانیوں ہماریوں میں سے کوئی چیز پکڑ تا ہے اس کو ٹھٹھا یہ لوگ واسطے ان کے ہے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹﴾ؕ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ

عذاب رسوا کرنے والا پیچھے سے ان کے دوزخ ہے اور نہ کفایت کریگا ان کو

مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ

جو کچھ کہ کمایا ہے انہوں نے کچھ اور نہ جن کو پکڑا سوائے خدا کے دوست

وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾ؕ هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور واسطے ان کے ہے عذاب بڑا یہ ہے ہدایت اور جو لوگ کہ کافر ہوئے

اور ہواؤں کے الٹ پھیر اور سخت و نرم چلنے میں ایسی قوم کے لئے معجزاتی تعلیم موجود ہے جو عقل سے کام لیتی ہو۔ (۶) وہ اللہ کی آیات ہیں جن کو ہم تمہارے سامنے تلاوت کرتے ہیں اور یوں الحق پہنچاتے ہیں پھر اب وہ کون سی حدیث درکار ہے۔ جو اللہ کے اور اللہ کی آیتوں کے بعد بھی زیادہ ماننے اور یقین کرنے کے قابل ہوگی؟ (۷) اور ہر اس شخص پر ملامت ہے جو تباہ کن اسکیم بنانے کا مجرم و گنہگار ہو۔ (۸) جب اس کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو خاموشی سے سنتا رہتا ہے مگر اس کے بعد وہ نہایت بزرگانہ انداز میں اپنی سخن فہمی پر اس طرح اصرار کرتا ہے کہ گویا اس نے ان آیات کے الفاظ کو سنا ہی نہ ہو چنانچہ اے رسولؐ تم اسے اس کی کج فہمی پر دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ (۹) اور جب ہماری آیتوں میں سے اسے کسی چیز کا علم حاصل ہو چکتا ہے تو اس چیز کو مذاق بنا ڈالتا ہے ایسے تمام لوگوں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہونا ہے۔ (۱۰) اُدھر ان کے لئے جہنم تیار ہے نیز جو کچھ بھی انہوں نے دنیا میں کمایا اور جمع کیا ہے اس میں سے کوئی بھی چیز ان کے کام نہ آئے گی اور نہ وہ لوگ ان کے کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے علاوہ اپنا ولی و حاکم بنا رکھا ہے۔ اور ساتھ ہی خود ساختہ حاکم و ولی بنانے پر ان کے لئے عظیم ترین عذاب ہے۔ (۱۱) یہ بیانات سراسر ہدایت ہیں اور جن لوگوں نے حق کو چھپانے کا منصوبہ چلا رکھا ہے

تشریحات سورۂ جاثیہ:

(۱) آیات (۱۱ تا ۱۶ / ۴۵) میں قریشی مسلمانوں کی اس کوشش پر متوجہ کیا گیا ہے جو وہ قیامِ اجتہاد پر کر رہے تھے۔

ان آیات کو دیکھنے سے جو چیز سب سے زیادہ ابھر کر سامنے آتی ہے وہ اللہ کا یہ اعتراض ہے کہ آیاتِ خداوندی کو آیات ماننے کے باوجود بھی قریشی لیڈر آیات میں مذکورہ حقائق یا مقاصد کو نہیں مانتے اور کوئی اور "حدیث" چاہتے ہیں۔ فَبِأَيِّ حَدِيثٍۭ بَعْدَ ٱللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ يُؤْمِنُونَ ﴿۶﴾ (الجاثیۃ: ۶ / ۴۵) یعنی اللہ کی یقین دہانی اور اللہ کی آیات کے بعد اب کون سی بات کی کسر ہے کہ تم نہیں مانتے؟ اور اس کے فوراً بعد اللہ کچھ لوگوں کو ملامت کرتا ہے جو کوئی "اِفکٌ" تیار کرنے کا گناہ کر رہے ہیں (۷ / ۴۵) اور یہ معلوم ہے کہ اِفکٌ کسی ایسی

اور آیاتِ خداوندی میں ہیرا پھیری کر رہے ہیں ان کے لئے بڑا گندہ اور دردناک عذاب ہے ۔ (۱۲) وہ ہی اللہ جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر دیا ہے تا کہ اللہ کے قانون کے ماتحت اس میں کشتیاں چلائی جا سکیں اور تم اللہ کے فضل کی تلاش میں سمندر سے دوسری چیزیں برآمد کر سکو اور شکر بجا لاتے رہو۔ (۱۳) سمندر ہی نہیں بلکہ اللہ نے تمہارے لئے ہر وہ چیز مسخر کر رکھی ہے جو ان آسمانوں اور زمینوں میں کہیں بھی موجود ہوں اور یہ سب کچھ اپنے نفع رسانی کی پوزیشن اور جذبے کے ماتحت کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس تسخیر کائنات میں غوروفکر کرنے والی قوم کے لئے معجزات کی تعلیم فراہم کر دی گئی ہے ۔ (۱۴) اور اے رسولؐ آپ صاحبانِ ایمان سے یہ کہہ دو کہ وہ ان لوگوں کی مغفرت میں کوشاں رہیں جو اللہ کے اُس دور کے آنے کی امید اور یقین نہیں رکھتے جس کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس دَور میں ہر قوم کو اس کی دنیاوی کمائی کی جزا دنیا میں بھی دے دی جائے ۔ (۱۵) چنانچہ جس نے اعمال صالحہ پر جم کر عمل کیا

بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾ ع

ساتھ نشانیوں رب اپنے کے واسطے ان کے ہے عذاب گاڑھی قسم سے درد دینے والا

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ

اللہ وہ شخص ہے جس نے مسخر کیا واسطے تمہارے دریا کو تو کہ چلیں کشتیاں

فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ

بیچ اس کے ساتھ حکم اس کے کے اور تو کہ ڈھونڈو فضل اس کے سے اور تو کہ تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی

شکر کرو اور مسخر کیا واسطے تمہارے جو کچھ بیچ آسمانوں کے اور جو کچھ بیچ

الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

زمین کے ہے سارا اپنی طرف سے تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

واسطے اس قوم کے کہ فکر کرتے ہیں کہہ واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے یہ کہ

یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ

بخش دیویں واسطے ان لوگوں کے کہ نہیں امید رکھتے دنوں خدا کے کی

لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ

تو کہ جزا دے ہر قوم کو ساتھ اس چیز کے کہ تھے کماتے جو کوئی کام کرے

جھوٹی اسکیم کو کہتے ہیں جو کسی سچی بات کو بگاڑ کر تیار کی جائے (نور ۱۲-۱۱ / ۲۴) اور پھر اللہ مسلسل یہ پالیسی سامنے لاتا ہے کہ قریشی لیڈر چپ چاپ بلا اعتراض قرآن کو سنتے ہیں (۸ / ۴۵) اور جب چند آیات سے انہیں کافی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں تو وہ اپنی "اِفکٌ" کی حقانیت پر اصرار کرتے ہیں (۹-۸ / ۴۵) اور حقیقی معنی کرنے پر یعنی ان کے "اِفکٌ" کے خلاف معنی کرنے پر ان معنی کا مذاق اڑا دیتے ہیں (۹ / ۴۵) اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ انہوں نے گویا آیات کے وہ الفاظ سنے ہی نہ تھے ۔جن کے حقیقی معنی لینے سے ان کا "اِفکٌ" باطل ثابت ہوتا ہے (۸ / ۴۵) آگے چل کر اس قسم کے مسلمانوں کو عذاب کی اطلاع دی ہے (۱۱-۱۰ / ۴۵) اور بتایا ہے کہ ان کے حق پوشانہ منصوبے اور اس سلسلے کے تمام مجتہدانہ جوڑ توڑ اور ان کے لیڈر و عابد و زاہد لوگ عذاب سے نہ بچ سکیں گے اور نہ بچا سکیں گے ۔یہ صورت حال صاف بتاتی ہے کہ وہ لوگ قرآن، رسولؐ اور اللہ کے منکر نہ تھے ۔مگر اپنے افک و اجتہاد سے قرآن کے مفاہیم کو بدل بدل کر قومی پالیسی اور مصلحت کے مطابق بنا کر اختیار کرتے تھے۔ (۱۱-۱۰ / ۴۵)

(۲) آیات (۱۵-۱۴ / ۴۵) میں نہایت سادہ اور واضح الفاظ اور مقصد کے ساتھ رجعت کا ذکر ہے ۔

آگے چل کر اللہ نے یہ بتایا ہے کہ ہم نے پوری کائنات کو انسانوں کے لئے مسخر اور فرمانبردار بنا دیا ہے (۱۳-۱۲ / ۴۵) تا کہ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی تعلیمات کو حقیقی اسپرٹ کے ساتھ اختیار کریں اور تسخیر کائنات کے قوانین

صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَ مَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا ۫ ثُمَّ

اچھے پس واسطے جان اپنی کے اور جو کوئی برائی کرے پس اوپر اس کے ہے پھر

اِلٰى رَبِّكُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۵﴾ وَ لَقَدۡ اٰتَيۡنَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ

طرف پروردگار اپنے کے پھیرے جاؤ گے اور البتہ تحقیق دی ہم نے بنی اسرائیل کو

الۡكِتٰبَ وَ الۡحُكۡمَ وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ

کتاب اور حکم اور پیغمبری اور رزق دیا ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے اور

فَضَّلۡنٰهُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۶﴾ وَ اٰتَيۡنٰهُمۡ بَيِّنٰتٍ

بزرگی دی ہم نے ان کو اوپر عالموں کے اور دی ہم نے ان کو دلیلیں ظاہر

مِّنَ الۡاَمۡرِ ۚ فَمَا اخۡتَلَفُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ

بات دین کی سے پس نہ اختلاف کیا انہوں نے مگر پیچھے اس کے کہ آیا ان کے پاس

الۡعِلۡمُ ۙ بَغۡيًۢا بَيۡنَهُمۡ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِىۡ بَيۡنَهُمۡ

علم سرکشی سے درمیان اپنے تحقیق پروردگار تیرا حکم کرے گا درمیان ان کے

ہوا اُسے اُن کی عمدہ جزا یہاں مل جائے اور جس نے برائیاں کی ہوں اُن کا وبال اس پر یہاں مکمل ہوجائے اور یہ نہ ہوا ہو تو پھر تم سب کو اپنے رب کے حضور رجعت کے زمانہ میں پوری جزا مل جائے ۔ (۱۶) اور ہم نے تمہاری ہی طرح بنی اسرائیل کو بھی کتاب دی تھی ۔ حکومت دی تھی اور نبوت دی تھی اور ان کو تمام عمدہ سامانِ حیات کی فراوانی بھی دی تھی اور انہیں پوری کائنات پر بالا دستی اور فضیلت بھی دی تھی ۔ (۱۷) اور ساتھ ہی انہیں دین کے تمام واضح دلائل وبرھان بھی عطا کردئے تھے چنانچہ انہوں نے اس وقت تک دین کے مسائل و عقائد و احکام میں کوئی اختلاف نہ کیا جب تک انہیں دین کے مقاصد کا پورا علم حاصل نہ ہوگیا اب انہوں نے آپس کی بغاوت کی بنا پر اختلاف کی راہیں نکال لیں۔ یقیناً تیرا پروردگار قیامت کے روز ان تمام

معلوم کریں مگر وہاں تو ان پر قومی اقتدار کا بھوت سوار تھا۔انہوں نے پوری کائنات کی تسخیر کو اس لئے پسند نہ کیا کہ اس کا حصول انہیں علیؑ کے سامنے مسخر ہو جانے پر مجبور کرتا تھا۔ اور وہ خانوادۂ نبوت کو حکومت و اقتدار سے محروم اور اپنے ماتحت و مسخر کرنے کی اسکیم چلا رہے تھے (مومنون ۱۱۱ تا۱۰۹ / ۲۳) بہرحال اس کے بعد تمام حقیقی مومنین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ قریشی مسلمانوں کو ان کے مجتہدانہ عقائد پر ماخوذ کرنے کے بجائے انہیں بخش دو اور کوشش کرو کہ وہ آخرت میں بھی بخشے جائیں (۱۴ / ۴۵) اور یہ کہ قریش ایسے ایام یا ادوار کے آنے کی ابھی تک امید نہیں رکھتے جن میں محروم الجزاء لوگوں کو دنیا میں ان کے اچھے یا برے اعمال کا عملی بدلہ دیا جائے گا۔(۱۵۔۱۴ / ۴۵) چونکہ دینی تعلیم و ہدایات اس وقت تک مکمل نہ ہوئی تھیں اور امید تھی کہ قریش بھی رجعت کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھ کر مان لیں گے ۔ اس لئے انہیں بخش دینے کا حکم ملا تاکہ اچھے سلوک کا ان پر اثر ہو اور وہ حقائق پر غوروفکر کرکے صحیح باتوں کو اختیار کرتے جائیں ۔ یہ دونوں آیات (۱۵۔۱۴ / ۴۵) نہایت سادہ اور واضح الفاظ میں رجعت کے زمانے میں جزا وسزا کا بیان کرتی ہیں ۔ اور آخری لفظ تُرۡجَعُوۡنَ تو اپنی تحریری و معنوی دونوں صورتوں میں " تمہیں رجعت کرائی جائے " پر اٹل دلیل ہے ۔ لیکن علامہ اینڈ کمپنی ان دونوں آیات سے ایک باطل حکم اخذ کرتی ہے ۔ اور بے قصور لوگوں پر خدا سے بے خوفی کا الزام لگاتی ہے ۔

(۲۔الف) علامہ مودودی نے اللہ کی غلط ترجمانی کی ہے اور خبیث ترین گروہ کی فرضی طرف داری کی ہے۔

علامہ کا ترجمہ دیکھئے: "قُلۡ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يَغۡفِرُوۡا لِلَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ اَيَّامَ اللّٰهِ (الجاثیۃ: ۱۴ / ۴۵)

علامہ کا مجرمانہ ترجمہ: "اے نبیؐ ایمان والوں سے کہہ دو کہ جو لوگ اللہ کی طرف سے بُرے دن آنے کا کوئی اندیشہ نہیں رکھتے۔ ان کی حرکتوں پر درگزر سے کام لیں " (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۸۴) اس ترجمے میں يَغۡفِرُوۡا کا ترجمہ درگزر کیا ہے ۔ حالانکہ اس کے معنی تحفظ فراہم کرنا یا بخش دینا ہیں ۔ چنانچہ علامہ کے قلم سے مندرجہ ذیل مقامات پر صحیح معنی دیکھے جاسکتے ہیں "

۱۔ يَغۡفِرُ ۔ بخشش (نساء۱۱۶ / ۴) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۳۹۷)

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ

دن قیامت کے بیچ اس چیز کے کہ تھے بیچ اس کے اختلاف کرتے پھر کیا ہم نے

جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا

تجھ کو قائم اوپر شریعت کے یعنی راہ کشادہ کی امر دین سے پس پیروی کر اس کی

وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ

راہ کی اور مت پیروی کر خواہشوں ان لوگوں کی جو کہ نہیں جانتے تحقیق وہ

لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ

ہر گز نہ کفایت کریں گے تجھ سے اللہ سے کچھ اور تحقیق ظالم بعضے ان کے

اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ

دوست ہیں بعضے کے اور اللہ دوست ہے پرہیز گاروں کا یہ نصیحتیں ہیں

لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

واسطے لوگوں کے اور ہدایت اور رحمت ہے واسطے اس قوم کے کہ یقین لاتے ہیں

عقائد و مسائل کا فیصلہ کر دے گا جن جن احکام میں ان لوگوں نے اختلافات پیدا کر رکھے ہیں ۔ (۱۸) پھر جب اسلام کو سابقہ اُمتوں نے اختلاف کر کے بگاڑ دیا تو ہم نے آپ کو حقیقی اسلام کی راہ پر قائم کیا اب آپ خالص طور پر اسی شریعت کی پیروی کرتے چلے جائیں اور ان لوگوں کے اجتہادات کی پیروی نہ کرنا جو حقیقت حال کا علم نہیں چاہتے ۔ (۱۹) اور اگر تم نے ان کی پیروی کرلی تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے مقابلہ میں ذرہ برابر تمہاری طرف داری نہیں کرسکتے اور یہ بھی سمجھ لو کہ اللہ کے خالص احکام کو ناپسند کرنے والے (مائدہ۔ ۴۵ / ۵) آپس میں ایک دوسرے کے حاکم ہیں اور ذمہ دارانہ زندگی بسر کرنے والوں کا آقا و حاکم اللہ ہے ۔ (۲۰) یہ قرآن اور قرآن کے یہ بیانات انسانوں کی بصیرت میں اضافہ کرنے والے ہیں ۔ اور جو قوم یقین حاصل کرنا چاہے اس کے لئے یہ ہدایات اور رحمت ہیں ۔

۲۔ غَفُوْرًا ۔ بخشش فرمانے والا (۴۳ / ۴) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۵۵)

۳۔ وَاَسْتَغْفِرْ ۔ دعائے مغفرت (عمران ۱۵۹ / ۳) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۹۸)

۴۔ مَغْفِرَةٍ ۔ بخشش (۱۳۳ / ۳) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۸۸)

۵۔ غُفْرَانَكَ ۔ خطا بخشی (بقرہ۔ ۲۸۵ / ۲) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۲۳)

جھوٹوں کو گھر تک پہنچاؤ: علامہ کس لفظ کے معنی "درگزر" کرتے ہیں؟

۱۔ فَاَصْفَحِ الصَّفْحَ ۔ شریفانہ درگزر سے کام لیں ۔ (حجر ۸۵ / ۱۵) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۱۶)

۲۔ فَاَصْفَحِ ۔ درگزر کرو ۔ (زخرف ۸۹ / ۴۳) (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۵۳)

قارئین دیکھیں کہ علامہ کس محنت کے ساتھ قرآن کی معنوی تحریف کرتے ہیں اور ہمیں ان کو رنگے ہاتھوں (RED HANDED) دکھانے میں کتنی محنت کرنا پڑتی ہے ۔ لیکن ہم طے کرچکے ہیں کہ قریشی علما کی سازش کو گور کنارے پہنچا کر چھوڑیں گے اور ان کے تراجم و تفاسیر کا ستیاناس کرکے رہیں گے ۔ آپ یقین فرمائیں کہ علامہ کا ترجمہ عموماً غلط ہوتا ہی ہے ۔ آیت (۱۴ / ۴۵) میں کہیں قریش کی مذموم حرکتوں کا ذکر نہیں ہے ۔ اور نہ برے دنوں کی بات ہے ۔ الغرض قریش کو اس وقت تک عقیدہء رجعت کے معاملے میں بے قصور سمجھا گیا ہے اور آئندہ سمجھ لینے کی ان سے امید کی گئی ہے اس لئے حقیقی مومنین کو حکم دیا گیا کہ قریش کو بخش دیں ۔ اور سختی سے و زبردستی نہ منوائیں ۔

علامہ "اَيَّامَ اللّٰهِ" کی تشریح میں لکھتے ہیں: علامہ اپنی غلطی کی مرمت یوں کرتے ہیں کہ :

"اصل الفاظ ہیں "اَلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ" لفظی ترجمہ یہ ہوگا "جولوگ اللہ کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے "۔ لیکن عربی محاورے میں ایسے مواقع پر "ایام" سے مراد محض دن نہیں بلکہ وہ یادگار دن ہوتے ہیں جن میں اہم تاریخی واقعات پیش آئے ہوں ۔ مثلاً

(۲۱) وہ لوگ جو برائیوں کی تخلیق کے لئے عمل جراحی کرتے ہیں کیا یہ مجتہدانہ حساب لگاتے ہیں کہ ہم انہیں اور تحقیقی ایمان لانے والوں کو اور نیک اعمال بجالانے والوں کو ان کی زندگی اور موت میں برابر رکھیں گے یا مساوی کردیں گے ۔ یعنی دونوں کا جینا اور مرنا برابر سمجھتے ہیں یہ بہت ہی بُرا حکم ، فتویٰ یا فیصلہ ہے ۔ (۲۲) اور اللہ نے آسمانوں کو اور

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ

کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ کہ کرتے ہیں برائیاں یہ کہ کردیں ہم ان کو مانند

کَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡیَاهُمۡ وَ

ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے برابر ہو زندگی ان کی اور

مَمَاتُهُمۡ ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴿۲۱﴾ ع وَ خَلَقَ اللّٰهُ

موت ان کی بُرا ہے جو کچھ حکم کرتے ہیں اور پیدا کیا اللہ نے آسمانوں کو اور

ایام العرب کا لفظ تاریخ عرب کے اہم واقعات اور قبائل عرب کی ان بڑی بڑی لڑائیوں کے لئے بولا جاتا ہے جنہیں بعد کی نسلیں صدیوں تک یاد کرتی رہی ہیں ۔ یہاں ایام اللہ سے مراد کسی قوم کے وہ برے دن ہیں جب اللہ کا غضب اس پر ٹوٹ پڑے اور اپنے کرتوتوں کی پاداش میں وہ تباہ کرکے رکھ دی جائے ۔ اس معنی کے لحاظ سے ہم نے اس فقرے کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ”جو لوگ اللہ کی طرف سے برے دن آنے کا کوئی اندیشہ نہیں رکھتے“ یعنی جن کو یہ خیال نہیں ہے کہ کبھی وہ دن بھی آئے گا جب ہمارے ان افعال پر ہماری شامت آئے گی اور اسی غفلت نے ان کو ظلم وستم پر دلیر کردیا ہے“(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۸۵)

علامہ کی وہ غلطیاں جن سے وہ حق و ہدایت سے محروم ہیں ۔ علامہ کا یہ بیان ہمارے سامنے کوئی وزن نہیں رکھتا اس لئے کہ اس میں کہیں قرآن یا حدیث کو سند نہیں بنایا گیا ہے ۔ عربوں کا معیار ، ان کے محاورے ہمارے لئے کوئی دلیل نہیں۔ اس لئے کہ عربوں کے متعلق بہت سی باتیں بعد کی قریشی حکومتوں نے گھڑوا کر چپکا دی ہیں ۔ اور ہمیں وہ سب معلوم ہیں ۔

عربوں کا فراڈ ۔سید سلیمان ندوی: مثلاً سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ :”لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بعض سادہ لوح مسلمانوں یا شریر لوگوں نے بہت سے جھوٹے شعر بنابنا کر ان لوگوں کی طرف منسوب کردئے ہیں“(ارض القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۱۶) یاد رہے کہ اشعار ہی نہیں عربوں نے ہر چیز جعلی بنا کر اصلی ثابت کرنے کی کوششیں جاری رکھی ہیں ، تاریخ ، حدیث، تفسیر کوئی شعبہ سو فیصد محفوظ نہیں، علامہ کی تشریح کے بعد بھی یہ سوال کھڑا رہ گیا کہ علامہ نے ایام اللہ سے ماضی کے واقعات کیوں اور کس دلیل سے مراد لئے ہیں ؟ جب کہ آیت (جاثیہ ۱۴ / ۴۵) میں مستقبل کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ ایام اللہ سے وہ آنے والا زمانہ مراد لینا چاہئے تھا جو خود اللہ نے ایام اللہ کی وضاحت میں فرما دیا ہے۔ یعنی لِیَجۡزِیَ قَوۡمًۢا بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ تاکہ قوم کو ان کی کمائی کی جزا دی جائے “ یعنی ایام اللہ وہ ایام ہیں جن میں کمائی کی جزا ملے گی اور قریش کو ابھی ایسے ایام کی امید یا توقع نہیں ہے جس کو اللہ ضروری سمجھتا ہے ۔ مطلب واضح ہے کہ اگر جزا کے دینے کے لئے وہ مخصوص ایام نہ ہوں تو نظام جزاء و سزا ان کے بغیر ناقص ہے ۔ اور اگلی آیت (۱۵ / ۴۵) میں ان ایام کو ” تُرۡجَعُوۡنَ “ رجعت کرانے کے بعد قائم کرنا بتایا ہے ۔

ایام اللہ کے معنی و مراد لغات القرآن سے دیکھیں ۔ مولوی عبدالرشید اپنی لغات القرآن میں لکھتے ہیں :”اَیَّامَ اللّٰهِ ۔ اللہ کے دن ۔ایام مضاف، اللہ مضاف الیہ۔اللہ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ سرکشوں سے انتقام لے اور ان کی بدکرداری کے عوض ان کو عذاب دے یا اپنے فرمانبردار بندوں کو مخصوص فضل و اکرام سے نواز دے “۔ (صفحہ ۳۱۳جلد اول) قارئین یہ فیصلہ کریں کہ ایام اللہ زمانہ رجعت کو قرار دیا گیا ہے یا نہیں ؟

(۳) نظام اجتہاد اور شریعت خداوندی پر عمل کرنے والوں کا فرق قوم فرعون اور قریش ،موسیٰ اور محمدؐ مصطفی۔

یہاں سے آپ آیات (۱۶ تا ۲۳ / ۴۵) پر نظر ڈالیں اور سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ قریش کی ہر بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے

زمین کو اس حقیقت کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ نظامِ جزا اور لوگوں کے کسب و کمال میں مددگار و معاون رہیں اور ہر ذی حیات کو اس کی کمائی بلا ظلم و زیادتی کے دی جاسکے۔ (۲۳) اے رسولؐ کیا آپؐ نے اس عالم کو زیرِ نظر رکھا ہے جس نے اپنی سوجھ بوجھ بصیرت کو یا اجتہادی فیصلوں کو اپنے معبود کے فیصلے قرار دے رکھا ہے اور جس کے لئے اللہ نے اس کے علم کے ماتحت آزاد روی کو پسندیدہ بنا دیا ہے۔ اور ایسا انتظام کر دیا کہ اس کے کان اور آنکھیں اور دل اس کے اجتہاد کے باطل ہونے کی نہ بات سنیں نہ حقیقت کو دیکھیں اور نہ دل غوروفکر کرکے اسے صحیح فیصلہ سنائے۔ بتاؤ کہ ایسی صورتِ حال قائم ہو چکنے کے بعد اسے اجتہاد سے ہٹا کر بے چوں و چرا اطاعتِ خدا و رسولؐ کی طرف اللہ کے علاوہ کون لاسکتا ہے۔ (۲۴) انہوں نے تو یہ بھی کہا تھا کہ ہماری یہ زندگی ہی بس دنیا کی زندگی ہے اور یہیں ہمارا مرنا اور جینا ہے اور گردشِ ایام ہی ہماری موت کا سبب بنتی رہتی ہے۔ درحقیقت اس معاملہ میں بھی ان کے پاس اجتہادی قیاس و ظن کے علاوہ کوئی علمی دلیل نہیں ہے۔ (۲۵) اور جب ان کے سامنے ہماری آیات کی

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا

زمین ساتھ حق کے اور تو کہ جزا دیا جاوے ہر جی ساتھ اس چیز کے کہ

كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ

کمایا اس نے اور وہ نہ ظلم کئے جاویں گے کیا پس دیکھا تو نے اس شخص کو کہ

اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ

پکڑا ہے اس نے معبود اپنا خواہش اپنی کو اور گمراہ کیا اس کو اللہ نے اوپر علم کے

وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى

اور مہر رکھی اوپر کان اس کے کے اور دل اس کے کے اور کر دیا اوپر

بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا

بینائی اس کی کے پردہ پس کون ہدایت کرے گا اس کو پیچھے اللہ کے کیا پس نہیں

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ قَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

نصیحت پکڑتے تم اور کہا انہوں نے نہیں زندگانی ہماری مگر زندگانی دنیا کی

نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا

مرتے ہیں ہم اور جیتے ہیں ہم اور نہیں ہلاک کرتا ہم کو مگر زمانہ اور نہیں

لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى

واسطے ان کے ساتھ اس کے کچھ علم نہیں وہ مگر گمان کرتے ہیں اور جب پڑھی جاتی ہیں

کہ وہ قرآن کے الفاظ و آیات پر بجنسہٖ یقین نہیں کرتے بلکہ آیات و الفاظ سے وہ مفاہیم اخذ کرتے ہیں جو ان کی ذاتی عقل و بصیرت کا تقاضا ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے "حساب" میں تمام مسلمان لوگوں کا مرنا اور جینا یعنی موت اور زندگی مساوی سمجھی گئی ہے۔ لیکن اللہ نے کہا کہ قریش کا یہ حکم یا فتویٰ یا فیصلہ (سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ) بہت بُرا ہے (۲۱ / ۴۵) ہم ان لوگوں کو مجتہد کہتے ہیں جو آیاتِ خداوندی کو سامنے رکھ کر اپنے حساب اور قواعد سے کوئی حکم لگائیں۔ اور یہ طرزِ عمل صرف اسی ایک آیت میں موجود ہے اور اللہ اس طرزِ عمل کو بُرا طرزِ عمل اور بُرا فیصلہ ہی نہیں قرار دیتا بلکہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس طریق استنباط احکام سے بُرائیاں جنم لیتی ہیں (اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ)(۲۱ / ۴۵) اور پہلی بُرائی یہی ہے کہ ایسا خیال دماغ میں قائم ہو کہ رسولؐ سے دریافت کرنے کے بجائے خود کسی بات کا فیصلہ کرنا درست ہوگا۔ دوسری خود پہلی برائی سے جنم لے گی یعنی ایسا فیصلہ اخذ کرنے کی کوشش کرنا جس کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ رسولؐ نے فرمایا ہے۔ اگر قرآن میں وہ فیصلہ موجود ہوتا تو اخذ وحساب واجتہاد کی ضرورت ہی نہ تھی صرف اس آیت کا حوالہ دے دیا جاتا اور وہ اللہ کا حکم ہوتا۔ تیسری برائی یہ ہوگی کہ اللہ و رسولؐ سے دریافت کئے اور اجازت لئے بغیر ایک حکم تیار کر کے دوسروں پر یا خود اپنے اوپر نافذ کرنا۔ یہ برائی ایسی ہے کہ قرآن اسے کفر و ظلم و فسق قرار دیتا ہے (مائدہ ۴۷ تا ۴۴ / ۵) یہ برائی رسولؐ کی جگہ غصب کر لینے کے معنی میں بھی پوری ہے۔ یہی طرزِ فکر آیت (۸ / ۴۵) میں خاموشی اور غور وخوض سے قرآن سننے کا تقاضا کرتی ہے۔ وہ اجتہاد ہی ہے کہ جو آیت (۹ / ۴۵) میں بتاتا ہے کہ اجتہادی نتائج مرتب و مکمل کرنے کے بعد ان کا فیصلہ اللہ و رسولؐ کے

فیصلوں کا مذاق اڑا دیتا ہے یعنی قوم اس فیصلے کو خوشی خوشی اور جلدی سے قبول کرے گی جس میں اس قوم کے اپنے ہمدرد لیڈر اور علما کی بصیرت شامل ہو ۔لہٰذا رسوؐل کا فیصلہ دھرا رہ جائے گا اور یہی مذاق اڑانا ہے ۔یہاں بنی اسرائیل کا تذکرہ کیا گیا (۱۷۔۱۶ / ۴۵) اور قریش کو بتایا گیا کہ انہیں اللہ نے کتاب دی لہٰذا تمہیں بھی دی ہے انہیں حکومت و نبیؑ اور نبوت ملی تھی تمہیں بھی یہ دونوں چیزیں ملی ہیں۔ انہوں نے بھی کوئی اختلاف نہ کیا جب تک پورا علم دین نہ مل گیا۔تم بھی ان کی ہی طرح خانوادۂ رسوؐل سے بغاوت کی بنا پر اختلافات پیدا کر رہے ہو ۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا ۔ ہم نے ان کے اختلافات کو نہ روکا تھا نہ انہیں پکڑا تھا بلکہ قیامت پر فیصلہ ملتوی کردیا۔یہی کچھ تمہارے ساتھ کریں گے تاکہ تم بھی پوری آزادی سے اپنی سوجھ بوجھ اور اجتہاد کے ماتحت اپنی زندگی بنا یا بگاڑ سکو نہ ان پر ہم نے جبر کیا تھا نہ تم پر جبر کریں گے (۱۷۔۱۶ / ۴۵) معلوم ہوا کہ قریش نے کتاب و نبوت و حکومت کو اجتہاد کا نشانہ بنا رکھا تھا اور ان تینوں چیزوں میں اختلاف پیدا کرنا ان کا مقصد تھا تاکہ وہ راہ نکل آئے کہ کتاب و نبوت و حکومت پر قبضہ ہو جائے (آل عمران ۱۵۴ / ۳) آگے بڑھ کر دیکھیں۔

(۳۔الف) آنحضرؐت کو اجتہادی فیصلوں سے دور رہنے اور بڑے مجتہد پر نظر رکھنے اور نظام اجتہاد کا اصول سمجھنے کا حکم ملا ہے۔

رسوؐل اللہ کو دھمکی نما تاکید سے منع کیا گیا ہے کہ وہ ان لوگوں کی خواہشوں یا مجتہدانہ فیصلوں کی اتباع نہ کریں جو شریعتِ خداوندی سے تجاہل عارفانہ کرتے ہیں ۔ ورنہ رسوؐل پر اللہ کی گرفت ہوگی اور وہ نظام مدد نہ کرسکے گا (۱۹۔۱۸ / ۴۵) یہاں قارئین اس حقیقت پر توجہ دیں کہ ایک طرف اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اسلامی شریعت عطا کر کے اس شریعت پر حرف بحرف اور لفظ بلفظ (اتباع) عمل کرنا واجب کیا ہے ۔دوسری طرف ایک اور نظامِ اطاعت و پیروی موجود ہے۔ جس طرح رسوؐل کے نظام کی اتباع کی جارہی ہے اسی طرح دوسرے نظام کی بھی اتباع ہو رہی ہے ۔دوسرے نظام کی اتباع ایسی اثر انگیز اور ہمہ گیر ہے کہ اللہ کو (معاذ اللہ) یہ خطرہ محسوس ہوا ہے کہ اگر میں نے دھمکی دے کر ممانعت نہ کی تو ممکن ہے کہ رسوؐل بھی اس نظام کی پیروی اختیار کرلے ۔لہٰذا دھمکی دی گئی (۱۹۔۱۸ / ۴۵) ایک قدم اور بڑھیئے اور سوچئے کہ اگر ان دونوں نظاموں میں اسلام اور کفر کا فرق ہوتا ، یعنی ایک طرف اسلامی شریعت ہوتی اور دوسری طرف بے دینی اور کافرانہ شریعت ہوتی تو ہرگز یہ خطرہ نہ ہوتا کہ آنحضرؐت اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کرلیں گے ۔ رسوؐل تو بڑی مقدس ہستی ہے ایک عام تھرڈ کلاس مسلمان بھی کفر کو اختیار نہ کرتا ۔لہٰذا ثابت ہوا کہ دوسرا نظام بھی سو فیصد اسلامی نظام کہلاتا ہے ۔ اور اسلامی نظام ہی نظر آتا ہے یعنی دونوں نظامہائے اسلامی میں برائے نام فرق ہے ۔اور یہ فرق اتنا باریک و لطیف ہے کہ اللہ کو دخل دینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور یہ کہہ کر رسوؐل کو اطمینان دلایا کہ اس نظام میں کوئی بھی چیز اسلامی نہیں ہے اگر ایسا ہوتا کہ ہم اس کو اسلامی اتباع کا نظام سمجھتے تو تمہیں اس کی پیروی کا فائدہ یا ثواب ضرور دیتے ۔ اور اس طرح وہ نظام گویا تمہاری مدد کرتا ۔ لیکن وہ لاکھ اسلامی نظر آئے اور اس کا موجد ملعون لاکھ قسمیں کھائے اور اللہ کو گواہ ٹھہرائے (بقرہ ۲۰۴ / ۲) وہ خالص اسلام نما کفر ہے ۔ اس لئے اس کی اتباع سے تمہیں کوئی مدد نہ ملے گی (۱۹ / ۴۵) ذرا اور بڑھیئے اور اس نظام اجتہاد کے مسلمان موجد کو آیت (۲۳ / ۴۵) میں جانبداری کا چشمہ اتار کر دیکھئے ۔اور غور کیجئے کہ ایک دیہاتی، ایک بت پرست ،ایک بدترین اخلاق کا آدمی بھی ایسا نہ ملے گا جو اپنی خواہشوں یا ضرورتوں کو اپنا اللہ معبود یا خدا کہتا یا سمجھتا ہو ۔ ہم بد ترین اور عادی مجرموں سے ملتے رہے ہیں سب نے ہمیشہ یہ کہا ہے کہ میں جان بوجھ کر گناہ یا جرائم کرتا ہوں اور انہیں جرائم اور گناہ ہی سمجھتا ہوں مگر باز نہیں رہ سکتا ہوں ۔ لیکن میں ہرگز یہ نہیں سمجھتا کہ وہ سب کچھ اللہ یا بھگوان یا خدا کراتا ہے ۔ یا میرے دل میں جو کچھ آتا ہے وہ خدا ہوتا ہے یا خدا کا حکم ہوتا ہے ۔ اس نفسیاتی تجزیہ کے بعد یہ کیسے مان لیا جائے کہ کوئی آدمی دانشمند و باہوش ہوتے ہوئے اپنی خواہشات کو خدا بنائے یا سمجھے گا ؟ یہ بات وہی ہے کہ یہاں لفظ ’’ ھَوٰی ‘‘ اپنے مخصوص ترین معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ اور چونکہ اللہ نے اس شخص کو اپنے یا خود اس کے معیار پر عالِم قرار دیا ہے لہٰذا لفظ ھَوٰی کے معنی کو علمی پوزیشن دینا ہوگی ۔ اور چونکہ اللہ نے اس کو اس کے ھَوٰی پر برقرار رکھنے کے لئے مخصوص انتظام فرمایا ہے اس لئے بھی وہ ھَوٰی ایسا ہونا چاہئے جس کی تردید میں اللہ

کو ہی خاص اہتمام کرنا چاہیئے۔ساتھ ہی ساتھ قارئین کو یہ بھی یاد دلانا ہے کہ اس آیت (۲۳ / ۴۵) میں مذکورہ شخص کو اللہ نے عالم فرمایا ہے بلکہ اس شخص کو سورۂ اعراف (۱۷۵ / ۷) میں قرآن کی آیات کا علم دیا جانا بھی فرمایا ہے ۔

(۳۔ب) عہد رسولؐ میں رسولؐ کے صحابہ میں نظامِ اجتہاد کا موجد اور مسلمان مجتہدین کا ابوالاباء۔

یہاں وہ مقام دوبارہ دیکھ لیں تاکہ اس لاجواب شخص کی علمیت اور اس کے "هَوٰی" کا پورا وزن اور اہمیت اجاگر ہو کر سامنے آئے ۔ اللہ نے اس کے لئے فرمایا تھا کہ :

وَٱتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَأَ ٱلَّذِىٓ ءَاتَيۡنَـٰهُ ءَايَـٰتِنَا فَٱنسَلَخَ مِنۡهَا فَأَتۡبَعَهُ ٱلشَّيۡطَـٰنُ فَكَانَ مِنَ ٱلۡغَاوِينَ ﴿١٧٥﴾ وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنَـٰهُ بِهَا وَلَـٰكِنَّهُۥۤ أَخۡلَدَ إِلَى ٱلۡأَرۡضِ وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ ﴿١٧٦﴾ (اعراف ۱۷۶۔۱۷۵ / ۷)

علامہ کا ترجمہ برداشت فرمائیں:

"اور اے محمدؐ ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا ۔ مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا (فَٱنسَلَخَ کے معنی کینچلی یا کھال اتارنا ہوتے ہیں ۔احسنؔ) آخر کار شیطان اسکے پیچھے پڑ گیا یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کے ذریعہ سے بلندی عطا کرتے ۔ مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہش نفس(هَوٰی) ہی کے پیچھے پڑا رہا" ۔ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۹۹۔۱۰۰)

(۳۔ج) ان آیات (اعراف ۱۷۶۔۱۷۵ / ۷) پر ہماری اور علامہ کی تحقیق سے زیر نظر شخص کا مقام اور نظام اجتہاد۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ان آیات (۱۷۶۔۱۷۵ / ۷) پر ہماری تشریح اعراف نمبر ۳۳ تفصیلی روشنی ڈالتی ہے اسے دیکھ لینا مفید ہو گا ۔دوسری بات یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ نے آیات اور آیات کا علم عطا کیا ہو اس کا ذہنی ماحول اور سوجھ بوجھ و بصیرت کس مقام پر ہونا چاہیئے ؟کیا وہ ایسا سمجھنے میں غلطی پر ہے کہ اس کو اللہ نے خاص مقاصد کے لئے قرآن کا علم عطا کیا ہے اور اسے اعلیٰ درجہ کا مقام ملنا چاہیئے ؟جب کہ اللہ خود فرماتا ہے کہ ہم اسے قرآنی علم کی بنا پر رفعت و بزرگی عطا کرتے (لَرَفَعۡنَـٰهُ بِهَا) لہٰذا اس کا "عالمانہ قانونی فیصلہ" تھا جو کہ غلط رخ اختیار کر لینے کی بنا پر اللہ کی زبان میں مذموم صورت اختیار کر کے "هَوٰی "کہلایا ہے جو اگر غلط رخ اختیار نہ کرتا تو نہایت مقدس و قابل مدح و ثنا فیصلہ ہوتا ۔لہٰذا اگر لفظ "هَوٰی" کے وہی عامیانہ معنی بھی کئے جائیں تو بھی ایک لچر جاہل اور عام آدمی کی خواہشات میں اور ایک اعلیٰ درجہ کے عالم اور خدا کے منظور نظر فرد کی خواہشات میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً وہ چند روپیوں کی خاطر چوری کر کے مطمئن ہو جاتا ہے مگر یہ شخص اگر اخلاقی پستی اختیار کر لے گا تو وہ چھوٹی سی بے ایمانی نہ کرے گا وہ بے ایمانی اور بد دیانتی میں بھی بلند ترین مقام پر رہنا چاہے گا ۔ مثلاً وہ کسی حکومت پر قبضہ کرے گا ۔ وہ ان لوگوں کا منہ بند کرنے کا بندوبست کرے گا جو اخلاقی پابندیاں عائد کرتے ہیں ۔ اور اس سے بھی اونچا مقام یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے لائی جانے والی ہدایات و انتظامات پر قبضہ کر کے مذہب کو بے ایمانی ،بد دیانتی اور سرمایہ پرستی وغیرہ کا محافظ بنا دے گا ۔یہی وہ مقام ہے جس سے ابلیس اسے اپنا آدمی اور اپنا مددگار سمجھ کر اس کی مزید راہنمائی و مدد کرے گا ۔ چنانچہ اللہ نے بتا دیا ہے کہ ادھر اللہ اسے علوم قرآن دے رہا تھا اور اس کی آئندہ کارکردگی پر اسے رفعت و بزرگی دینے کا ارادہ رکھتا تھا (۱۷۶ / ۷) اور ادھر ابلیس اس کی فکر میں تھا اور اس کی قابلیت کو اپنے مشن کے لئے موزوں سمجھتا تھا ۔ آخر ابلیس کامیاب ہو گیا اور اسے اپنے اس گروہ میں شامل کر لیا جس کا اس نے چیلنج کیا تھا (نساء ۱۱۸ / ۴) اور یوں اللہ نے اس کا نام اپنی فہرست سے کاٹ کر غاوین میں لکھ دیا (۱۷۵ / ۷) دوسرے الفاظ میں یہ کہیئے کہ اللہ نے آنحضرتؐ کو اس عالم کا حال سنانے کا اس لئے حکم دیا کہ مسلمان ہوشیار رہیں اور اسے پہچان لیں اور سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کریں کہ انہیں کس کے طریقے پر چلنا ہے ؟ آنحضرتؐ کے طریقے پر یا اس شخص کے طریقے پر ؟ یعنی ایک طرف اللہ کا نمائندہ ہے اور دوسری طرف ابلیس کا نمائندہ ہے جس طرح حضرت آدمؑ اور ابلیس دونوں ہی اللہ سے تعلیم پائے ہوئے تھے ۔ اسی طرح آنحضرتؐ اور وہ شخص بھی اللہ ہی کے بقول(اعراف ۱۷۵ / ۷) اللہ سے تعلیم یافتہ تھے ۔ اور جس طرح ابلیس نے روز ازل سے نبوت و رسالت کے خلاف محاذ بنایا تھا اسی طرح اس نے آنحضرتؐ کے خلاف ڈبل محاذ بنایا کہ ایک اپنا نمائندہ انسانی صورت میں مقابلہ پر

کھڑا کیا اور خود اس کی تائید و مدد کے لئے آ موجود ہوا۔ اور جس طرح ابلیس اللہ پر مکمل ایمان رکھتا تھا لیکن آدمؑ اور آدمؑ کی بصیرت و علم و عصمت کا منکر تھا۔ آدمؑ کو سجدہ کرنا شرک سمجھتا تھا۔آدمؑ کو خاطی مانتا تھا۔ اسی طرح اس کا نمائندہ یہ شخص بھی اللہ، قرآن اور اسلام پر مکمل ایمان رکھتا تھا۔ مگر رسوؐل اللہ کو نہ قابل سجدہ سمجھتا تھا نہ معصومؐ سمجھتا تھا بلکہ ان سے غلطی اور خطا کا قائل تھا۔ اور اسی لئے ان کی تنہا بصیرت و حکم و فیصلے پر عمل کو غلط سمجھتا تھا بلکہ وہ آیات خداوندی سے اللہ کی صحیح منشاء سمجھنے کے لئے بہترین طریقہ یہ سمجھتا تھا کہ تمام دانشمندانِ قوم مع رسوؐل جمع ہوں ان کے سامنے آیات کی تلاوت کی جائے اور سب مل کر اپنی اپنی عقل و بصیرت سے غورو فکر کریں۔ تقاضائے قومی اور حالاتِ حاضرہ پر نظر رکھیں اور بہتر سے بہتر عملی صورت اختیار کریں۔ ان کی تجاویز پر گفتگو ہو اور جس بات پر دانشوروں کی کثرت متفق ہوجائے اسے مع رسوؐل سب مان لیں اور اس پر عمل کریں اور پبلک سے عمل کرائیں۔ مخالف کو جماعت سے الگ کر دیں۔ اصرار کرے تو ملک عدم کو پہنچانے میں خمینی کی طرح بے خوف رہیں۔ البتہ دو چار سو کو ٹھکانے لگا دینے کے بعد حکمِ قتل میں رعایت کردیں۔ یہ تھا اس کا اجتہاد اور طرزِ تنفیذِ قرآن و اسلام۔ اور آج تمام شیعہ و سنی مجتہدین سے دریافت کر لیں یا تنہا خمینی کے عمل درآمد کو دیکھ لیں۔سب متفقہ طور پر اسی کو اسلامی طریقہ کہیں گے۔لیکن اس طرح اللہ ،قرآن اور رسوؐل دانشوروں کی کثرت کے ماتحت آجاتے ہیں۔ اور یہ ماتحتی اللہ کو پسند نہیں اس لئے اللہ نے فرمایا کہ : ثُمَّ جَعَلْنَٰكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ فَٱتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ ٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨﴾ (الجاثیۃ: ۱۸ / ۴۵) مطلب یہ کہ دین موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی اُمتوں تک اپنی حقیقی صورت میں جب نافذ نہ ہوا اور انہوں نے بھی اپنے اختلافات سے دین کی صورت کو مسخ کر دیا تو اب آخری دینی شریعت تمہیں دی گئی ہے تم دین کو اس کی حقیقی صورت میں نافذ کرنے کے لئے خالص اور محض اس شریعت کی پیروی کرنا اور ان دانشوروں کی ، دوسرے الفاظ میں جاہلوں کی اَهْوَآء (هَوٰی کی جمع) کی پیروی نہ کرنا۔ اس لئے کہ ان کی اَهْوَآء کی پیروی تمہیں خدا کے خلاف لا کھڑا کرے گی اور وہ اپنی بے دینی کی بنا پر تمہیں معاف نہ کرا سکیں گے۔ وہ اپنے آپس میں افسری و ماتحتی یا حاکم و رعایا کی پوزیشن رکھتے ہیں جس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تمہارا اور متّقین کا حاکم اللہ ہی ہے (۱۹۔۱۸ / ۴۵) تم نے ضرور اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنے هَوٰی کو اللہ یا اللہ کی طرف سے بنا رکھا ہے (۲۳ / ۴۵) اور یہی وہ شخص ہے جو اپنی قوم میں اسلام کو اسی انداز سے پھیلانا چاہتا ہے جو سابقہ اُمتوں نے اختیار کیا تھا۔ اور اسی بنا پر قریشی لیڈر یہ دلیل لاتے تھے کہ ہمارے آبا و اجداد ایک باقاعدہ اُمت تھے۔ (زخرف ۲۲ / ۴۳)

قریش مسلسل ایک ہدایت یافتہ اُمت کی حیثیت سے چلے آرہے تھے۔

اور وہ خود کو دنیا کی تمام اُمتوں سے زیادہ ہدایت یافتہ کہتے تھے۔

اور ہم اسی اُمت کی طرف سے ھدایت یافتہ ہیں۔اور یہ بھی ان کا ہی قول ہوا کرتا تھا کہ اگر اللہ کی طرف سے کوئی نذیر بھیجا گیا تو وہ ہمیں دنیا کی تمام اُمتوں سے زیادہ ھدایت یافتہ پائے گا۔

قریش کو غیر مسلم کہنے والے فریب کار یا فریب خوردہ ہیں غور کیجئے۔

وَأَقْسَمُواْ بِٱللَّهِ جَهْدَ أَيْمَٰنِهِمْ لَئِن جَآءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى ٱلْأُمَمِ (فاطر ۴۲ / ۳۵)

"اور انہوں نے بڑی بڑی قسموں کے ماتحت یہ پختہ معاہدہ کر رکھا تھا کہ اگر ان کے یہاں کوئی نذیر آیا تو وہ دنیا کی تمام اُمتوں سے بڑھ کر ھدایت یافتہ پائے جائیں گے۔"

(۳ . د) هَوٰی یا اَهْوَآء کے عامیانہ معنی قرآن کی روشنی میں بھی متعین کر لیں۔

قارئین سوچیں کہ قریش ، یہود و نصارٰی یعنی اہل کتاب سے بھی زیادہ ھدایت یافتہ اُمت تھے۔ یہ سبب تھا کہ وہ قرآن کو اور قرآن بھیجنے والے کو مانتے تھے اور چاہتے تھے کہ جس طرح دین پر عمل ہوتا چلا آ رہا ہے اسی طرح آئندہ بھی ہوتا رہے۔ اور اُمتوں کا تسلسل اور ریکارڈ نہ ٹوٹنے پائے وہ کہتے تھے کہ کیا سابقہ زمانہ میں سب لوگ پاگل اور گمراہ تھے ؟ اور یہ ایک شخص عقلمند ہے۔ اس گفتگو کے بعد اب ہم آیات (جاثیہ ۲۳ / ۴۵، اعراف ۱۷۶۔۱۷۵ / ۷) میں استعمال شدہ لفظ " هَوٰی " کے معنی پر بات کرنا چاہتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس لفظ کے سستے اور عامیانہ معنی "خواہش " یا " خواہشات "

بھی کر لئے جاتے ہیں اور خود ہم نے بھی بعض غیر اہم مقامات پر یہ معنی کر دیئے ہیں۔ اس لئے کہ اس لفظ کے حقیقی معنی بہر حال الٹ پلٹ کر "خواہش" بن جاتے ہیں۔ مثلاً لفظ "اجتہاد" بھی تو قانونی خواہش ہی کا دوسرا نام ہے۔ اور لوگوں کی ضرورت بھی تو ان کی خواہش ہی ہوتی ہے اور اجتہاد میں مجتہد کی خواہش ہی یہ ہوتی ہے کہ فیصلے، فتوے اور حکم کثرت کی ضرورت یا خواہش کو مد نظر رکھ کر ہی تیار و نافذ کئے جائیں۔ لیکن اس تمام عملدرآمد کے باوجود بھی لفظ "ھَوٰی" کے حقیقی معنی خواہش نہیں ہوتے۔

لفظ ھَوٰی کے معنی علما کے قلم سے ملاحظہ ہوں:

(۱) وَٱلنَّجۡمِ إِذَا هَوَىٰ ﴿١﴾ (النجم ۱/۵۳) (۲) وَمَن يَحۡلِلۡ عَلَيۡهِ غَضَبِي فَقَدۡ هَوَىٰ ﴿٨١﴾ (طٰہٰ ۸۱/۲۰)

(۱) علامہ مودودی: "قسم ہے تارے کی جب کہ وہ غروب ہوا"۔ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۹۲)

(۱) رفیع الدین: "قسم ہے تارے کی جب گرے" (ترجمہ صفحہ ۵۹۳)

(۱) محمد احمد رضا خان: "اس پیارے چمکتے تارے محمدؐ کی قسم جب معراج سے اترے" (ترجمہ صفحہ ۶۸۲)

(۱) شاہ ولی اللہ: "قسم ستارہ چوں فرو افتد" (ترجمہ صفحہ ۶۹۶)

(۲) علامہ مودودی: "اور جس پر میرا غضب ٹوٹا وہ پھر گر کر ہی رہا"۔ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۱۲)

(۲) رفیع الدین: "اور جو کوئی کہ اترے اوپر اس کے غصہ میرا پس تحقیق گرا وہ۔" (ترجمہ صفحہ ۳۵۷)

(۲) محمد احمد رضا خان: "اور جس پر میرا غضب اترا بے شک وہ گرا۔" (ترجمہ صفحہ ۴۱۳)

(۲) شاہ ولی اللہ: "آن گاہ ثابت شود بر شما خشم من بروے خشم من البتہ ھلاک شد۔"

لفظ ھَوٰی کی قانونی صورتیں اور ان کا فرق دیکھ کر معنی سمجھیں۔

قارئین ان دونوں مثالوں میں یہ ثابت ہو گیا کہ لفظ "ھَوٰی" کے معنی نفسانی یا کسی اور قسم کی خواہش نہیں کئے گئے ہیں۔ مگر بات مکمل نہیں ہوئی اس لئے کہ دونوں مثالوں میں یہ لفظ فعل ماضی مذکر غائب کی صورت میں آیا ہے اسم کی صورت میں نہیں ہے اور اگر قرآن کے رسم الخط کی پابندی نہ ہوتی تو اس لفظ میں واوَ پر الف کے بجائے زبر آنا چاہئے تھا یعنی "ھَوَیٰ" ہونا چاہئے تھا۔ مگر معنی پر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ اسم کی صورت میں "غروب ہونا" لکھا جاتا۔ یا اُترے کی جگہ اترنا معنی ہوں گے۔ چنانچہ لغات القرآن سے اس لفظ ھَوٰی کی مختلف صورتیں اور معنی ملاحظہ فرمالیں۔

(۱) "ھَوَیٰ" فعل ماضی واحد مذکر غائب۔ گر پڑا۔ مصدر ھَوِیٌّ سے۔

(۲) "ھَوٰی" اسم اور مصدر۔ ناجائز نفسانی خواہش یا ناجائز رغبت۔ (لغات القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۹)

(۳) "تَهۡوِیۡ" مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب۔ ھَوِیٌّ مصدر سے ہے۔ گرا دیتی ہے۔ اصمعی کہتے ہیں ھَوَیٰ (ماضی مذکر) یَهۡوِیۡ (مضارع مذکر) ھَوِیًّا مصدر کا استعمال اوپر سے نیچے کی طرف گرنے کے لئے ہوتا ہے" (جلد دوم صفحہ ۲۱۷)

قارئین نوٹ کریں کہ مولانا محمد عبد الرشید کی کتاب لغات القرآن کے اس آخری قاعدہ کی رو سے الفاظ "ھَوَیٰ"۔ "یَهۡوِیۡ"۔ "ھَوِیًّا" کے حقیقی اور بنیادی معنی اوپر سے نیچے گرنا ہیں۔ اور خواہش وغیرہ دوسرے معنی دراصل حقیقی معنی نہیں ہیں اور ان ہی معنی کو ثابت کرنے کے لئے بڑے مجتہد کی شان میں یہ الفاظ فرمائے تھے کہ:

وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنَٰهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُۥٓ أَخۡلَدَ إِلَى ٱلۡأَرۡضِ وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ ﴿١٧٦﴾ (اعراف ۱۷۶/۷)

" اگر وہ ہماری مشیت پر پورا اترتا تو ہم اسے علم الآیات کی بنا پر بلندیٔ مراتب عطا کرتے۔ لیکن وہ تو زمینی یا دنیاوی مقاصد پر ٹوٹ کے گر پڑا اور اپنے ھَوٰی کی پیروی اختیار کرلی" یعنی اللہ نے لفظ ھَوٰی کے معنی واضح کر دیئے کہ ھَوٰی سے آدمی زمین سے یا دنیا سے بلند نہیں ہو سکتا۔ رفعت، بزرگی یا عظمت اگر درکار ہو تو ھَوٰی کی پیروی ہرگز نہ کرنی چاہئے۔ لہٰذا یہاں تک مذکورہ بالا دونوں مثالی آیات کے چھ ترجموں سے اور لُغات القرآن کے بیان سے ثابت

ہو گیا کہ لفظ ھَوٰی کے معنی خواہش یا نفسانی خواہش بہت سستے اور غیر حقیقی معنی ہیں۔

لفظ ھَوٰی کے سلسلے میں بھی علامہ کو ان کے شریعت کدہ تک پہنچا کر چھوڑیں۔

بحث تو یہاں مکمل ہو جاتی ہے لیکن ابھی علامہ کی جامہ تلاشی باقی ہے یعنی قرآن کریم نے قریشی علما کو پکڑوانے کی ترکیب یہ کی ہے کہ جس جس اہم لفظ کو یہ حضرات معنوی تبدیلی اور تحریف کا شکار بنائیں گے اللہ کو معلوم تھا۔ چنانچہ اس نے ان ہی الفاظ کے مادّوں اور مصدروں سے نکلنے والے ہم معنی الفاظ بھی دوسری آیات میں نازل کر دیئے جہاں قریشی علما کو خطرہ محسوس نہ ہو اور وہ صحیح معنی کر کے اہل قرآن کے شکنجے میں پھنس جائیں چنانچہ ذرا سا صبر سے کام لے کر یہ بھی دیکھ ہی لیں کہ آیت (النجم ۱/ ۵۳) میں لفظ ھَوٰی کے معنی "غروب" ہونا اس لئے گئے تھے کہ وہاں حضرت علیؑ کے گھر پر ستارہ کے اترنے کا ذکر ہے۔(تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۱۲۲)

(۳۔ہ) سورۂ النجم میں علامہ نے حضرت علیؑ کی فضیلت کو چھپانے کے لئے غلط معنی کئے۔

اور ہم اس سورۂ کے بیان میں باقاعدہ بتائیں گے۔اس کے علاوہ دوسری مثال (طٰہٰ ۸۱ / ۲۰) میں علیؑ کا ذکر نہ تھا لہٰذا خطرہ بھی نہ تھا اس لئے یہاں "غروب ہونا" معنی کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی اس لئے صحیح ترجمہ کر گئے۔اب یہ دیکھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہ علیہمادد السلام کو مکہ میں آباد کرنے کے بعد اپنی اسماعیلی نسل کے لئے دعا فرماتے ہوئے یہ بھی چاہتے تھے کہ مکہ اور عرب کے لوگوں کے دلوں کو اسماعیلؑ اور ان کی نسل کی طرف جھکا دے یا مائل کردے۔ اور اس میلان طبع کیلئے لفظ " تَهْوِىٓ " استعمال کیا گیا ہے اور علامہ صحیح ترجمہ کر کے پھنس گئے سنئے۔

(۱) فَٱجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهْوِىٓ إِلَيْهِمْ ﴿٣٧﴾ (ابراھیم ۳۷ / ۱۴) (۲) أَوْ تَهْوِى بِهِ ٱلرِّيحُ فِى مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴿٣١﴾ (الحج ۳۱ / ۲۲) (۳) وَٱلْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ﴿٥٣﴾ (النجم ۵۳ / ۵۳)

(۱) علامہ کا بے خوف ترجمہ:۔"لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۹۰) پھر اللہ نے یہی لفظ استعمال کیا اور یہاں پھر ترجمہ بدل دیا:

(۲) علامہ کا بے لگام ترجمہ:۔"یا ہوا اس کو ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے جہاں اس کے چیتھڑے اڑجائیں "(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۲۳)

لفظ ھَوٰی اور علامہ: (۳)"اور اوندھی گرنے والی بستیوں کو اٹھا پھینکا" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۲۲-۲۲۱)

یہ ہیں علامہ جو عہد رسولؐ کے شیاطین کی پردہ پوشی اپنا ایمان پھینک کر کرتے ہیں۔ جنہوں نے اس تفہیم القرآن میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے تمام فضائل پر پردہ ڈالا ہے۔

چند آخری باتیں جو ذہن میں رہیں تو مفید ہوں گی۔

آخر میں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ لفظ ھَوٰی جس مادہ (ھ۔و۔ی) سے بنتا ہے اسی مادہ سے یہ ھَوَا والا لفظ بنتا ہے جس کے بغیر آدمی چند منٹ میں مر جائے۔ بتایئے کہ کیا اس دن رات چلنے والی ہوا کا نفسانی خواہش سے تعلق ہے؟ آیئے لفظ ھَوٰی سے نکلنے والے الفاظ کے معنی کی خصوصیات دیکھئے تاکہ پتہ چلے کہ ہم نے اس کے معنی اجتہاد کیوں اور کیسے کئے ہیں:

1) ھَوَى يَهْوِىْ ھَوِيًّا	(۱) زخم کا چوڑا یا وسیع ہونا۔	To be wide (wound)
	(۲) گھیرے میں یا احاطہ میں لیا ہوا۔	To be hurled down
	(۳) شکار پر جھپٹنا۔نیزہ مارنا۔	To dart on a prey
2) اِسْتَهْوٰى	(i) دلبری کرنا، گرفتار کرنا۔	To capture
	(ii) ورغلانا۔ اغوا کرنا۔ بہکانا	To seduce any one
3) ھَوٰى (جمع) أَهْوَا	(۱) جھکاؤ، میلان۔	Inclination
	(۲) تمنا، چاہنا، خواہش۔	Desire
	(۳) پیار کی چیز، پیاری چیز۔	Obeject of love
	(۴) شوق، اشتیاق۔	Fondness

(معجم عربی۔ انگلیزی REV,J.G.HAVA S.D صفحہ ۸۴۶۔ صفحہ ۸۴۱ کیتھولک پریس بیروت)

تلاوت سے ان کی تردید کی جاتی ہے تو ان کے پاس ایک ہی بہانہ ہے جو وہ دلیل کے طور پر پیش کیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر تم قیامت کے بارے میں سچے ہو تو ایسا کرو کہ ہمارے تمام آباؤ اجداد کو یہاں لاکر دکھا دو؟ (۲۶) اے رسولؐ ان کو بتاؤ کہ وہ اللہ ہی ہے جو تمہیں زندہ کرے گا اور پھر موت دے گا۔ پھر قیامت کے دن کے لئے تمہیں جمع کرنے کی غرض سے پھر زندہ کرلے گا اور نہ تمہارے دو دفعہ زندہ کئے جانے میں نہ دو دفعہ مارنے میں نہ قیامت کا دن آنے میں کوئی الجھاؤ ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ انسانوں کی کثرت جانتی نہیں۔ (۲۷) اور وجہ یہ ہے کہ

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا

اوپر ان کے نشانیاں ہماری ظاہر نہیں ہے دلیل ان کی مگر یہ کہ کہتے ہیں

ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ

لے آؤ باپوں ہمارے کو اگر ہو تم سچے کہہ کہ اللہ ہی زندہ کرے گا تم کو

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ

پھر مارے گا تم کو پھر اکٹھا کرے گا تم کو طرف دن قیامت کے نہیں شک

فِيْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ

بیچ اس کے و لیکن بہت لوگ نہیں جانتے اور واسطے اللہ کے ہے بادشاہی

چنانچہ وہ تمام مذکورہ آیات اور علما کے معنی اور ڈکشنریوں کی وضاحتیں ھَوٰی۔ حرص۔ ظن وغیرہ الفاظ کو اجتہاد کہنے پر دلیل ہیں۔ اور وہ چیز جس کی بنا پر علامہ اینڈ کمپنی جگہ جگہ معنی بدلتی ہے وہ بھی اجتہاد ہے۔

(۳۔و) دین کے عقائد و مسائل میں قریش کے لئے الفاظ ھَوٰی، ظن وخرص، اجتہاد کے معنی میں نازل ہوا ہے۔

اور قارئین کو یہ فیصلہ کر لینا چاہئے کہ قرآن میں جب بھی اور جہاں بھی قریش کی طرف سے دینی گفتگو ہوتی ہے یا اللہ ان پر دین کے سلسلے میں کوئی اعتراض کرتا ہے وہاں الفاظ ھَوٰی، اَھوَآء، ظن اور خرص وغیرہ خالص اجتہاد کے معنی میں آتے ہیں۔ چنانچہ زیر بحث آیات (جاثیہ ۲۳ / ۴۵ اعراف ۱۷۶۔۱۷۵ / ۷) میں مذکور قریشی لیڈر کے لئے استعمال شدہ لفظ ھَوٰی کو اجتہاد قرار دینے پر قرآن نے ایک خاص لفظ کو دلیل کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اور قریشی سازش نے اس لفظ کے معنی بھی بدلنے میں کمال کر دیا ہے۔ اور وہ لفظ ہے "فَانْسَلَخَ" جس کی بنیاد یا مادہ "س۔ل۔خ" ہے اور اس کے معنی ہیں کسی جسم سے "کھال اتارنا" اور اسی لئے اس لفظ کو سانپ کے "کینچلی اتارنے" کے لئے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ اس لفظ کے حقیقی معنی ترکیب سے بدلے اور جاری کئے گئے ہیں وہ ترکیب لغات القرآن سے دیکھ لیں۔ جہاں علامہ محمد عبدالرشید نعمانی نے لکھا ہے کہ:

(ا) اجتہاد میں عقلی موشگافیوں اور نکتہ آفرینیوں کو ظاہر کرنے کے لئے لاجواب لفظ اِنْسَلَخَ بولا گیا ہے۔

"اِنْسَلَخَ"۔ وہ چھوڑ نکلا۔ وہ گزر گیا۔ اِنْسِلَاخٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِنْسِلَاخٌ کے معنی اصل میں کھال کھینچنے کے ہیں اور اسی اعتبار سے کسی چیز کو چھوڑ نکلنے اور گزر جانے میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ گویا جس طرح کھال کھینچ کر جسم سے جدا ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی وہ جدا ہو گیا یا گزر گیا" (جلد اوّل صفحہ ۲۷۸) یعنی قریشی ترکیب تمام مترجمین پر قابو پا گئی اور کسی نے اس لفظ کے حقیقی معنی اختیار نہ کئے۔ حالانکہ اللہ نے یہ فرمایا تھا کہ:

ءَاتَيْنٰهُ ءَايٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا ﴿۱۷۵﴾۔ (اعراف ۱۷۵ / ۷)

"ہم نے اسے آیات عطا کیں چنانچہ اس نے ان آیات کی کھال اتار دی یا ان آیات کی کینچلی اتار دی۔ یا ان آیات کے متعلقات اور لباس کو اتار کر برہنہ کر دیا۔ یا ان آیات میں موشگافیاں اور نکتہ آفرینیاں کیں" قارئین نوٹ کریں کوئی شخص حقیقی معنی میں اپنے علم سے جدا نہیں ہو سکتا۔ یعنی یہ ممکن ہی نہیں کہ اس کا علم کہیں اور رکھا رہ جائے اور وہ قطعاً خالی الذہن ہو کر کہیں اور چلا جائے۔ یا علم و آیات کو چھوڑ کر گزر جائے۔ لہٰذا قریشی معنی ہر ہر حیثیت سے فریب و فراڈ ہیں اور دینی مسائل و آیات میں موشگافیاں اور نکتہ آفرینیاں کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ایک مجتہد کو اجتہاد ہی میں ملتا ہے۔ چنانچہ آیات (۱۷۶۔۱۷۵ / ۷) کی رو سے پہلے اس نے آیات میں موشگافیاں کیں اور ان موشگافیوں کی مدد سے ایک فیصلہ، حکم یا عقیدہ

آسمانوں کی اور زمین کی حکمرانی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور جس روز وہ مخصوص گھڑی قائم ہو گی اس روز حق کو باطل اور باطل کو حق بنانے والے بڑے نقصان میں رہیں گے ۔ (۲۸) اور اے محمدؐ آپ دیکھیں گے کہ تمام اُمتوں کو ان کی اپنی اپنی کتابوں کے سامنے حاضر کیا جائے گا اور تمام اُمتیں گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی موجود ہوں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ آج تم سب کو تمہارے اعمال کی جزا وہی ملے گی جو تمہارے اعمال ہی کی صورت میں ہو گی۔ (۲۹) یہ دیکھو یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے اوپر تمہارے اعمال کی حقیقت بتاتی ہے ۔حقیقت یہ ہے کہ تم جو کچھ کیا کرتے تھے ہم اسے ساتھ کے ساتھ لکھتے جاتے تھے ۔ (۳۰) رہ گئے وہ لوگ جو سچا ایمان لائے اور اصلاحی اعمال پر کار بند رہے انہیں ان کا پروردگار اپنی رحمت (محمدؐ) کے حلقہ میں داخل کرے گا اور وہی حقیقی اور ثابت شدہ مراد مندی ہے (۳۱) اور رہ گئے وہ لوگ جو حقائق اسلامی کو چھپاتے رہے ان سے یہ سوال ہو گا کہ کیا تمہارے سامنے لگاتار میری آیتوں کی تلاوت نہ ہوتی رہتی تھی؟ چنانچہ تم نے خود کو ماتحتی میں رکھنے کے بجائے خود بڑا بن بیٹھنے اور بالادستی حاصل کرنا طے کیا اور تم تو پوری کی پوری قوم جرائم پیشہ بن گئے تھے ۔

السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ یَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَۃُ یَوۡمَئِذٍ

آسمانوں کی اور زمین کی اور جس دن کہ قائم ہو گی قیامت اس دن

یَّخۡسَرُ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ وَ تَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً ۟ کُلُّ

زیاں پاویں گے جھوٹے اور دیکھے گا تو ہر ایک اُمت زانو پر گری ہوئی ہر

اُمَّۃٍ تُدۡعٰۤی اِلٰی کِتٰبِہَا ؕ اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ مَا

اُمت پکاری جاوے گی طرف اعمالنامے اپنے کے آج جزا دئے جاؤ گے تم جو کچھ

کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۸﴾ ہٰذَا کِتٰبُنَا یَنۡطِقُ عَلَیۡکُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ

تم تھے کرتے یہ ہے کتاب ہماری بولتی ہے اوپر تمہارے ساتھ حق کے

اِنَّا کُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

تحقیق ہم لکھتے تھے جو کچھ تھے تم کرتے پس جو لوگ کہ ایمان لائے

وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدۡخِلُہُمۡ رَبُّہُمۡ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ ؕ

اور کام کئے اچھے پس داخل کرے گا ان کو رب ان کا بیچ رحمت اپنی کے

ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۳۰﴾ وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ۟ اَفَلَمۡ تَکُنۡ

یہ ہے وہ مراد پانا ظاہر اور جو لوگ کہ کافر ہوئے کہا جاوے گا کیا پس نہ تھیں

اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فَاسۡتَکۡبَرۡتُمۡ وَ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّجۡرِمِیۡنَ ﴿۳۱﴾

آیتیں میری پڑھی جاتیں اوپر تمہارے پس تکبر کیا تم نے اور تھے تم قوم گنہگار

مرتب کیا اور پھر اس کی پیروی کی یہ سب نظام اجتہاد کی ون۔ ٹو۔ تھری یا پراسز (process) ہے ۔

(۴) آیات (۳۱ تا ۲۶ / ۴۵) میں رجعت میں دو مرتبہ زندہ کرنے اور مارنے کا اور حکومت کو غصب کر کے بڑا بن بیٹھنے کا قصہ ہے ۔

سب سے پہلے آیت (۲۶ / ۴۵) کو دیکھئے یہاں قریش سے کہا گیا کہ ''اللہ تم کو زندہ کرے گا ''یعنی جس طرح تم اپنے مُردہ آباؤ اجداد کو زندہ کر کے منگانا چاہتے ہو (۲۵ / ۴۵) ہم وہ سب کچھ کر کے تمہیں یوں دکھائیں گے کہ جب تم بھی مر کر اپنے آباؤاجداد کی طرح ناپید ہو چکو گے اور تمہاری آنے والی ہم مذہب نسلیں یہی ڈیمانڈ کریں گی کہ :

اگر تم سچے ہو تو ہمارے آباؤ اجداد کو زندگی دلا کر حاضر کرو تو ہم تم کو مُردوں میں سے زندہ کر کے حاضر کریں گے اور جزا و سزا کا بھگتان کر کے تمہیں دوبارہ موت دیں گے ۔ اور پھر آخری دن کے آخری فیصلے کے لئے صور بجا کر جو لوگ اس وقت زندہ ہوں گے ان کو بھی مار دیں گے اور پھر صور بجا کر آدمؑ سے لے کر اس وقت تک کے تمام مُردوں کو مع تمہارے زندہ کریں گے تاکہ ساری نوع انسان جمع ہو جائے یہ تمہاری دو موتوں کے بعد دوسری زندگی ہو گی۔ اور اب وہ قیام یا قیامت مکمل کی جائے گی جسے برحق ہونے کے باوجود انسانوں کی کثرت نہ جانتی تھی'' یہ اس آیت (۲۶ / ۴۵) کا مفہوم ومدعا ہے اور چونکہ یہاں بھی علامہ کو خطرہ محسوس ہوا اس لئے یہاں ترجمہ یوں کر دیا کہ:

(۳۲) اور جب بھی یہ کہا گیا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور ایک مخصوص موقع آنے والا ہے تو تم نے پلٹ کر یہی کہا کہ ہم درایت کی رو سے اس موقع کو نہیں جانتے اور ہمیں اگر کچھ خیال اس موقع کا ہے بھی تو وہ یقین کی حد تک نہیں بلکہ ایک	وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا اور جب کہا جاتا ہے کہ تحقیق وعدہ اللہ کا سچ ہے اور قیامت نہیں شک بیچ اس کے قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا کہتے تھے تم نہیں جانتے ہم کیا ہے قیامت نہیں گمان کرتے ہم مگر گمان تھوڑا

علامہ رجعت کو چھپانے کے لئے غلط ترجمہ کرتے ہیں۔

"کہو اللہ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے۔ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ﴿۲۶﴾ (الجاثیۃ: ۲۶ / ۴۵) (تفہیم القرآن ۴ صفحہ ۵۹۱)

رفیع الدینؒ کا صحیح ترجمہ: "کہہ کہ اللہ ہی زندہ کرے گا تم کو، پھر مارے گا تم کو "(ترجمہ صفحہ ۵۶۴)

اس آیت (۲۶ / ۴۵) میں الفاظ "يُحْيِيْكُمْ اور يُمِيْتُكُمْ" مضارع کی صورت میں ہیں جس کے معنی میں حال و مستقبل دونوں شامل ہوتے ہیں لیکن ذکر چونکہ مستقبل کا ہے اس لئے علامہ کو وہی ترجمہ کرنا چاہئے تھا جو علامہ رفیع الدین اعلی اللہ مقامہ نے کیا ہے۔ لیکن علامہ کو محسوس ہوا کہ وہ ترجمہ کرنے سے دو مرتبہ زندہ کرنا اور دو مرتبہ مارنا ثابت ہو کر رجعت کا عقیدہ ثابت ہو جائے گا جس کو انہوں نے پہلے بھی چھپایا تھا۔ (مومن ۱۱ / ۴۰) لہٰذا یہاں بھی مضارع کو حال میں تبدیل کرنا ضروری ہو گیا کہ حقیقت چھپ جائے مگر ہم دکھاتے ہیں کہ وہ ان ہی الفاظ کے صحیح معنی جانتے اور کرتے رہے ہیں۔

علامہ کا بے خطر ترجمہ: "پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا"۔ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۶۰) ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ﴿۲۸﴾ (بقرہ ۲۸ / ۲)

(۴۔ الف) یہاں اعمال ناموں کی بات نہیں بلکہ اللہ کی صرف ایک ہمہ گیر اور بولتی چالتی کتابؑ کی بات ہے۔

اگر آپ کو قرآن سے ثابت شدہ دو باتیں یاد ہیں تو آپ کے لئے اس بولنے والی کتابؑ کو پہچان لینا مشکل نہیں ہونا چاہئے جو آیت (۲۹ / ۴۵) میں بولتی ہوئی پائی جاتی ہے۔ پہلی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام انبیاءؑ، تمام شہداء اور تمام آئمہ علیہم السلام پر اور تمام اُمتوں پر عینی گواہ ہوں گے (۴۱ / ۴۔ نحل ۸۹ / ۱۶) دوسری بات یہ کہ آنحضرتؐ اور ان کے نوری مجسمے نہ صرف لسان اللہ یا لسان صدق (مریم ۵۱ / ۱۹) ہیں بلکہ وہ ہی بولنے والی کتاب یا قرآن ناطق بھی ہیں (کافی) (قرآن) لہٰذا ان آیات (۳۱ تا ۲۷ / ۴۵) میں نظارہ یہ ہے کہ ساری اُمتیں سر جھکائے گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوں گی (۲۸ / ۴۵) اور ہر اُمت کے افراد کو ان پر نازل ہونے والی کتاب کا سامنا ہو گا (۲۸ / ۴۵) لہٰذا ظاہر ہے کہ ہر اُمت کے نبیؑ وہاں موجود ہوں گے (زمر ۶۹ / ۳۹) تمام شہدا حاضر ہوں گے (۶۹ / ۳۹) تاکہ ہر اُمت کو اس کے عقائد و واجبات یاد دلائے جائیں اور اللہ کی ایک ہمہ گیر اور بولتی چالتی کتاب یعنی محمدؐ اور محمدؐ کے ہم نام و اجزا و نوری مجسمے وہاں ہر اُمت پر اور ہر اُمت کے ہر فرد پر گواہانِ ناطق ہوں گے (نساء۴۱/ ۴۔ نحل ۸۹/ ۱۶۔ زمر ۶۹ / ۳۹، ۱۴۳، ۲۹،۲ / ۴۵) اور لکھا ہوا ریکارڈ بھی موجود ہو گا جو از آدمؑ تا قیامت اس ہمہ گیرؑ اور کتابِ ناطق نے ساتھ کے ساتھ ہر انسان کے اعمال و افکار پر لکھا تھا۔ (۲۹ / ۴۵) تاکہ ہر شخص کو باقاعدہ دلیل وحجت و چشم دید شہادت سے ماخوذ کیا اور صحیح جزا، سزا دی جا سکے اور کوئی کسی حیثیت سے محروم و مظلوم نہ رہنے پائے۔

(۴۔ب) آیت (۲۹ /۴۵) میں بولنے والی کتاب کو اعمال نامے سمجھنا نہ صرف آیت کے الفاظ کا ترک ہے بلکہ گناہ ہے۔

جن مترجمین نے عموماً اور مودودی نے خصوصاً "كِتٰبُنَا يَنْطِقُ ﴿۲۹﴾ الجاثیۃ" ہماری کتاب بولے گی" سے لوگوں کے اعمال نامے مراد لیا ہے۔ اسے ہم انتہائی جہالت قرار دیتے اگر مودودی صاحب ایک مسلم عالم نہ ہوتے لہٰذا اب انہیں سوائے

وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝ وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

اور نہیں ہم یقین لانے والے اور ظاہر ہوئیں واسطے ان کے برائیاں اس چیز کی کہ

عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَ

تھے کرتے اور گھیر لیا ان کو اس چیز نے کہ تھے وہ ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے اور

قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ

کہا جاوے گا آج بھول جاویں گے ہم تم کو جیسا بھول گئے تم ملاقات ہماری

اجتہادی ظن و قیاس ہے (۳۳) اور حالت یہ ہے کہ ان پر ان کے اعمال کی برائیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ اور انہوں نے جن مقاصد کو اجتہادی اصول پر مذاق بنا لیا ہے وہی ان کو چکر میں گھماتے رہیں گے۔ (۳۴) یہاں تک کہ وہ دن آجائے گا جب ان سے کہا جائے گا۔ کہ آج ہم بھی تمہیں رجعت کی سزاؤں کے حوالے کر کے اسی طرح بھلادیں گے جس طرح تم نے دنیا میں اپنے

فریب ساز کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ تمام نیک و بد انسانوں کا اعمال نامہ ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا اور علامہ نے خود اس حقیقت کو مانا ہے۔(حاقہ ۲۵تا۱۹ / ۶۹) (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۷۵، ۷۶) یہ صحیح ہے کہ اللہ نے اعمال نامہ کو بھی کتاب فرمایا ہے لیکن یہ تو سوچنا چاہئے تھا کہ اس زیر نظر آیت میں تو صرف ایک ہمہ گیر کتاب کا اور ہر اُمت کی ایک ایک کتاب کا ذکر ہوا اعمال ناموں والی کتابیں تو بے شمار ہوں گی یعنی جتنے انسان حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک میدان حشر میں حساب کے لئے کھڑے ہوں گے ہر ایک کے اپنے ہاتھ میں ان کے اعمال کی کتاب ہوگی پھر یہ بھی سوچنے کی بات تھی کہ ہر شخص کا اعمال نامہ صرف اسی کے اعمال کا تحریری ریکارڈ ہو گا اور کسی ایک شخص کا اعمال نامہ دوسرے لوگوں کے اعمال کی بابت کچھ نہ بتائے گا۔ لیکن اللہ کی مذکورہ کتاب تمام انسانوں کے اعمال کا ریکارڈ ہوگی اور خود بولے گی اعمال نامے ہرگز بول نہیں سکتے وہ تو پڑھنے کی چیز ہیں اور جن کو دیئے جائیں گے ان سے انہیں پڑھنے کو کہا جائے گا (حاقہ ۱۹ / ۶۹) تاکہ جو کچھ اللہ کی بولتی چالتی کتاب بتاتی جائے وہ اپنے اعمال نامے میں پڑھتا اور تصدیق کرتا جائے اس نظارہ کو چھپانے کے لئے علما نے یہاں اللہ کی کتاب کو اعمالنامہ بنا دیا ہے تاکہ محمدؐ اور آئمہ اثنا عشر صلوٰۃ اللہ علیہم کے مقام بلند کی ہمہ گیری پر پردہ ڈالا جا سکے پھر اس حقیقت پر بھی غور کرنا لازم تھا کہ اعمال ناموں کو فرشتے لکھتے ہیں اور الگ الگ انسانوں کے اعمال لکھنے کے لئے الگ الگ فرشتے ہیں جنہیں اپنے آدمی کے اعمال کے سوا کسی اور آدمی کے اعمال کا کوئی علم نہ ہوتا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ مگر اللہ نے اپنی کتاب کو بذات خود لکھنا فرمایا ہے (نَسْتَنسِخُ) اور تمام نوعِ انسان سے کہا کہ ہم تم سب کے اعمال لکھتے جاتے تھے" (۲۹ / ۴۵) اور ظاہر ہے کہ جس طرح باقی صفات کو خود سے منسوب کیا ہے اسی طرح لکھنے کی صفت کو بھی اپنی ذات سے منسوب کرلیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ وہ کون حضرات علیہم السلام ہیں جن کی صفات و اعمال کو اللہ اپنی صفات و اعمال فرماتا ہے لہٰذا یہ بھی وہی ہستیاں ہیں جنہیں اللہ نے پوری کائنات پر چشم دید گواہ رہنے کی پوزیشن میں رکھا ہے۔(نساء ۴۱ / ۴، نحل ۸۹ / ۱۶) رہ گئی یہ بات کہ کوئی ایک شخص کیسے پوری کائنات کی ہر شے کو دیکھ سکتا ہے؟ اس کا جواب وہی ہے کہ جس طرح اللہ کے لئے تم نے یہ مان لیا ہے کہ وہ کائنات کی ہر شے کو دیکھتا ہے اور ہر شے کے اندر باہر اور ماحول کو جانتا ہے اسی طرح محمدؐ بھی دیکھتے اور جانتے ہیں اگر تم نے اللہ کے متعلق یہ عقیدہ اور یقین اپنی عقل و تجربہ اور بصیرت سے حاصل کیا ہے تو تمہاری وہی عقل و تجربہ اور بصیرت محمدؐ کی خداداد پوزیشن کو سمجھنے میں بھی تمہاری مدد کرے گی۔ اور اگر تم نے اللہ کے متعلق یہ عقیدہ بلا سمجھے اختیار کر لیا ہے تو محمدؐ کے لئے سمجھنے کی شرط کیوں لگائی جاتی ہے؟ اور قرآن کے ظاہری اور سامنے کے الفاظ کے معنی بدلتے ہو؟ ان کو یہ پوزیشن اسی اللہ نے دی ہے لہٰذا یہ کہئے کہ اللہ نے ایسی پوزیشن کیوں دی ؟یا کیسے دی؟ اور کیسے دی؟ والی بات پھر تمہیں مجبور کرے گی کہ تم اللہ کی پوزیشن اور حدود اربعہ کا پتہ لگا کر یہ فیصلہ کرو کہ اللہ کو ہرگز یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ محمدؐ کو یا کسی اور کو یہ صفات و قدرت و کمال عطا کر سکے اور یہ تمہاری اس کھوپڑی اور اس جسم علیل کی گنجائشوں سے باہر ہے۔ ہم تو آیات میں استعمال شدہ الفاظ کے معنی و مفاہیم کا جو نتیجہ ہوتا ہے اسے اختیار کرلیتے ہیں خواہ ہماری عقل کے دامن میں سمائے یا نہ سمائے اور عقل سے کہہ دیتے ہیں کہ "تو ایک ترقی و تنزل پذیر چیز ہے لہٰذا تیری کوئی بات اور تیرا کوئی فیصلہ آخری ہو ہی

يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۳۴	آج کے دن کو بھلائے رکھا تھا اور آخری
اس دن کی کو اور جگہ تمہاری آگ ہے اور نہیں واسطے تمہارے کوئی مدد دینے والا	ٹھکانہ تو آگ میں رہے گا اور تمہارا
ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ	وہاں کوئی مدد کرنے والا بھی نہ ہوگا۔
یہ بسبب اس کے ہے کہ پکڑا تم نے نشانیوں اللہ کی کو ٹھٹھا اور فریب دیا تم کو	(۳۵) وہ مستقل آگ والی سزا اس کی
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ	ہے کہ تم اپنی اپنی مجتہدانہ تاویلوں اور
زندگانی دنیا کی نے پس آج نہ نکالے جاویں گے اس سے اور نہ وہ	نکتہ آفرینیوں سے اللہ کی آیات کا مذاق
يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝۳۵ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ	اڑاتے رہتے تھے اور تمہیں دنیا کی
عذر قبول کئے جاویں گے پس واسطے اللہ کے ہے سب تعریف پروردگار آسمانوں کا	زندگی کی کامیابیوں نے گمراہی کی طرف بڑھاوا دے رکھا تھا چنانچہ آج نہ تو تمہارا عذر قبول ہوگا اور نہ تم آگ سے نکالے جاؤ گے۔ (۳۶) ہر قسم کی ستائش آسمانوں

نہیں سکتا اس لئے کہ ترقی کا کوئی آخری مقام نہیں ہے لہٰذا سر جھکاؤ اور اقرار کرو" "ورنہ مجتہد یا ابلیس کے پاس جاؤ"

(۴۔ ج) آیات کے الفاظ اور اسپرٹ کو برابر ملحوظ و مربوط رکھنے سے قرآن سمجھ میں آتا ہے۔

ہم نے بار بار عرض کیا ہے کہ اللہ نے قرآن کے الفاظ و آیات اور سورتوں کو عربوں کے ہاتھوں شائع کرانے کی غرض کے ماتحت قرآن کی تلاوت اس انداز سے کرائی ہے کہ ہر ہر موضوع کی آیات ایک سلسلے میں جمع نہ ہونے پائیں جس موضوع پر ضرورت پیش آئی ضرورت کے مطابق قرآن کی آیات سامنے رکھ دیں۔ لوگوں نے انہیں رسولؐ سے سنا، لکھا اور یاد کرلیا اس کے بعد کسی اور موضوع پر ضرورت کے مطابق آیات سامنے رکھ دیں اور وہ حسب سابق محفوظ ہو گئیں۔ یعنی اس عملی صورت حال سے مختلف موضوع مختلف مقامات پر آئے۔ اور لکھے گئے یعنی ہر موضوع پورے قرآن میں بکھر کر رہ گیا کسی ایک جگہ پورا کا پورا نہیں ملتا اس صورت حال کی وجہ سے بعد میں آج تک لوگوں کو شکایت رہی ہے کہ قرآن ایک مسلسل و مربوط کتاب نہیں ہے یہ شکایت علامہ مودودی کو بھی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"یہاں وہ دیکھتا ہے کہ اعتقادی مسائل، اخلاقی ہدایات، شرعی احکام، دعوت، نصیحت، عبرت، تنقید، ملامت، تخویف، بشارت، تسلی، دلائل، شواہد، تاریخی قصے، آثار کائنات کی طرف اشارے باربار ایک دوسرے کے بعد آرہے ہیں ایک ہی مضمون مختلف طریقوں سے مختلف الفاظ میں دہرایا جا رہا ہے ایک مضمون کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اچانک شروع ہو جاتا ہے، بلکہ ایک مضمون کے بیچ میں دوسرا مضمون یکایک آجاتا ہے۔ مخاطب اور متکلم بار بار بدلتے ہیں۔ اور خطاب کا رخ رہ رہ کر مختلف سمتوں میں پھرتا ہے...یہ سب کچھ اپنے سابق کتابی تصور کے خلاف پا کر آدمی پریشان ہو جاتا ہے اور اسے یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ (قرآن) ایک غیر مرتب، غیر مربوط منتشر کلام ہے جو اوّل سے لے کر آخر تک بے شمار چھوٹے چھوٹے مختلف شذرات پر مشتمل ہے، مگر مسلسل عبارت کی شکل میں لکھ دیا گیا ہے۔ مخالفانہ نقطہء نظر سے دیکھنے والا اسی پر طرح طرح کے اعتراضات کی بنا رکھ دیتاہے اور موافقانہ نقطہء نظر رکھنے والا ا۔ کبھی معنی کی طرف سے آنکھیں بند کرکے شکوک سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔۲۔ کبھی اس ظاہری بے ترتیبی کی تاویلیں کرکے اپنے دل کو سمجھا لیتا ہے۔ ۳۔ کبھی مصنوعی طریقے سے ربط تلاش کر کے عجیب عجیب نتائج نکالتا ہے۔ ۴۔ اور کبھی نظریہ "شذرات" کو قبول کرلیتا ہے۔ ۵۔ جس کی وجہ سے ہر آیت اپنے سیاق وسباق سے الگ ہوکر ایسی معنی آفرینیوں کی آماجگاہ بن جاتی ہے جو قائل کی منشاء کے خلاف ہوتی ہے" (تفہیم القرآن جلد اوّل مقدمہ صفحہ ۱۴۔۱۵)

علامہ کا جگہ جگہ الجھنا اور بار بار پکڑے جانا قرآن کی اس معجزانہ تلاوت اور ترتیب ہی کی بنا پر تو ہے ورنہ قریشی علما کی پول

وَ رَبِّ الۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۶﴾ وَ لَهُ الۡكِبۡرِیَآءُ

اور پروردگار زمین کا پروردگار عالموں کا اور واسطے اسی کے ہے بزرگی

فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۪ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۳۷﴾

بیچ آسمانوں کے اور زمین کے اور وہی غالب ہے حکمت والا

اور زمینوں اور پوری کائنات کے پروردگار اللہ کے لئے ہے۔ (۳۷) اور ہر بزرگی و بالا دستی ان آسمانوں میں اور ان زمینوں میں اسی کے لئے ہے اور وہی حقیقی معنی میں غالب رہنے والا اور حکمت کا خالق و مالک ہے۔

کھولنا ناممکن ہو جاتا۔ علامہ نے قرآن کی، بقول ان کے، بے ربطی کے لئے وہ پانچوں کام کئے ہیں جو مندرجہ بالا اقتباس میں انہوں نے خود لکھے ہیں۔ بہر حال ہم تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے قرآن ہی نے جو کچھ بتایا ہے جب تک اس پر سو فیصد عمل نہ کیا جائے گا قرآن سے سو فیصد استفادہ ناممکن ہے قرآن کے ساتھ صاحب قرآن علیہ السلام کا رہنا لازم ہے اور قرآن کا حکم ہے کہ تم جو کچھ جاننا چاہتے ہو وہ صاحبانِ قرآن (اہلؑ الذکر) سے معلوم کیا کرو (انبیاءؑ ۷ / ۲۱) چونکہ قریش نے صاحبانِ قرآن کی مسند پر قبضہ کرلیا تھا اس لئے ان لوگوں نے اُمت کے دماغ سے صاحبانِ قرآن کا تصور نکال کر خاطی علما کو داخل کردیا اس لئے قرآن نے انہیں منتشر الحال کرکے رکھ دیا۔ سینکڑوں مختلف فرقے بنے سینکڑوں ہی مختلف ترجمے اور تفسیریں ہوئیں یہاں تک کہ قرآن کو مہجور کرنے سے لے کر مجبور کرنے تک نوبت آ گئی اور یہ سب کچھ دیکھ کر ہم نے چاہا کہ ہم ان تمام تراجم و تفاسیر کو اٹھا کر قرآن کے سامنے رکھ دیں اور عوام کو بتائیں کہ قرآن کے ساتھ کیا گزری ہے؟ بہرحال قرآن کی ترتیب اور اصولِ تفہیم کی ایک بنیادی بات یہ ہے کہ قرآن کی اصطلاحات و الفاظ کے مستقل معنی اختیار کئے جائیں اور پھر ان معنی کو سختی کے ساتھ ہر جگہ بحال رکھا جائے اور اللہ نے جو بات بنیادی طور پر فرما دی ہو اسے بدستور اسی طرح رکھا جائے مثلاً اللہ نے یہ بتا دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس نے پوری کائنات کے لئے رحمت بنایا ہے لہٰذا جہاں بھی اللہ اپنی رحمت کا ذکر کرے ہمارے سامنے رسولؐ اللہ کو آنا چاہئے اور رحمت کو حضورؐ کا نام سمجھنا چاہئے چنانچہ زیر بحث آیات میں اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ

"فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدۡخِلُهُمۡ رَبُّهُمۡ فِیۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۳۰﴾ (الجاثیۃ: ۳۰ / ۴۵)

ہم یہاں پروردگار کی رحمت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سمجھیں گے اس لئے بڑے اطمینان سے ہمارا ترجمہ یہ ہوگا کہ "رہ گئے وہ افراد جو حقیقی ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ پر کاربند رہے انہیں ان کا پروردگار محمدؐ والوں میں جگہ دے گا اور محمدؐ کے حلقہ میں جگہ مل جانا ہی واضح مرادمندی ہے" پھر ہم نے سینکڑوں آیات میں اور قریشی حکمرانوں کے تیار کردہ لٹریچر میں یہ دیکھا ہے کہ قریش نے نزول قرآن کے دوران رسولؐ کی آخری سانس تک بالا دستی اور اقتدار حاصل کرنے کی مسلسل کوشش کی (بقرہ ۲۰۵ / ۲ اور آل عمران ۱۵۴ / ۳) لہٰذا ہم نے آیت (۳۱ / ۴۵) کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "اور رہ گئے وہ لوگ جو حقائق اسلامی کو چھپاتے رہے ہیں ان سے یہ سوال ہوگا کہ کیا تمہارے سامنے لگا تار میری آیتوں کی تلاوت نہ ہوتی رہتی تھی؟ چنانچہ تم نے خود کو ماتحتی میں رکھنے کے بجائے خود بڑا بن بیٹھنے (فَاسۡتَكۡبَرۡتُمۡ) اور بالادستی حاصل کرنا طے کیا اور تم تو بحیثیت مجموعی ایک مجرم قوم ہو "(۳۱ / ۴۵) (یہ خلافت غصب کرنے کا جرم پوری قوم پر عائد ہوا ہے) اور یہ اس لئے کہ عربی زبان میں بڑائی کے لئے الفاظ کبیر و اکبر اور چھوٹائی کے لئے صغیر و اصغر آتے ہیں لہٰذا اِسۡتَكۡبَرۡتُمۡ کے معنی کوشش کرکے اسکیم بنا کر بالادستی حاصل کرنا ہیں۔ غرور نہیں ہوتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ وَّ هِيَ خَمْسٌ وَّ ثَلَاثُوْنَ اٰيَةًوَّ اَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ احقاف مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتیس (۳۵) آیتیں اور چار (۴) رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے | اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے

حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۞ مَا

اتارنا کتاب کا ہے اللہ عزت والے حکمت والے کی طرف سے نہیں

خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا

پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ درمیان ان کے ہے مگر

بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ

ساتھ حق کے اور وقت مقرر کے اور جو لوگ کہ کافر ہوئے اس چیز سے کہ

اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۞ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا

ڈرائے جاتے ہیں منہ پھیرنے والے ہیں کہہ کیا دیکھا ہے تم نے اس چیز کو

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا

کہ پکارتے ہو تم سوائے اللہ کے دکھلادو مجھ کو کیا پیدا کیا ہے انہوں نے

مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ

زمین سے یا واسطے ان کے ساجھا ہے بیچ آسمانوں کے لے آؤ میرے پاس

بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞

کتاب پہلے اس سے یا کچھ نقل علم کی سے اگر ہو تم سچے

(۱) حٰمٓ (۲) مخصوص کتاب کا نزول

اللہ، ہر حال میں غالب، حکمت کے خالق کی جانب سے ہوا ہے ۔ (۳) ہم نے زمین کو اور آسمانوں کو اور ان تمام چیزوں کو جو ان کے درمیان موجود ہیں صرف استقرار حق کے لئے اور ایک نامزد مدت کے لئے پیدا کیا ہے مگر ان لوگوں کو جس چیز سے خبردار کیا گیا ہے یہ اسی کو چھپانا اور روگردانی کرنا ضروری سمجھتے ہیں ۔ (۴) اے نبیؐ ان سے دریافت کرو کہ تم نے کبھی ان کو ٹھیک سے دیکھا اور سمجھا بھی ہے جنہیں تم اللہ کے علاوہ مددگار سمجھ کر وسیلہ بناتے اور مشکلات میں پکارتے ہو؟ ذرا مجھے بھی دکھا دو کہ انہوں نے زمین میں کیا کچھ پیدا کیا ہے؟ یا یہ کہ ان کی آسمانوں کے کسی کام میں شرکت دکھا دو تو ان کی پوزیشن مان لی جائے یا یہ کرو کہ قرآن سے پہلی کسی اللہ کی کتاب کو لے آؤ تاکہ میں اسے پڑھ کر تمہاری بات مان لوں ؟ یا یہ کہ علمی آثار میں ان کے اثرات دکھا دو تاکہ تمہاری صداقت واضح ہو جائے ۔

تشریحات سورۂ احقاف :

۱۔ سورۂ احقاف وہ سنگم ہے جہاں حروف مبارکہ حٰمٓ کا اتصال ہوتا ہے اور محمدؐ و علیؑ کا عددی ظہور ہوتا ہے۔

قارئین کرام پلٹ کر دیکھیں کہ سورۂ احقاف اس سلسلۂ مبارکہ کی آخری سورۃ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حروف حٰمٓ (حٰمٓ) سے شروع ہوتی چلی آئی ہیں ۔ یہ سلسلہ سورۂ مومن (۴۰) سے شروع ہوا اور سورہائے حٰمٓ سجدہ (۴۱)، شوریٰ (۴۲) ، زخرف (۴۳) ، دخان (۴۴) جاثیہ (۴۵) ، احقاف (۴٦) پر مکمل ہوا ۔ یعنی وہ قرآنی تمہید ختم ہوئی جو سورۂ محمدؐ (۴۷) کے لئے قائم کی گئی تھی ۔ سورۂ محمدؐ کو پھر آنحضرتؐ کے حروف مبارکہ کے سائے میں رکھنے کے لئے چھبیسویں

وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور کون شخص ہے بہت گمراہ اس شخص سے کہ پکارتا ہے سوائے اللہ کے

مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ

اس شخص کو کہ نہ جواب دے گا اس کو قیامت کے دن تک اور وہ پکارنے ان کے

غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ

سے غافل ہیں۔اور جس وقت اکٹھے کئے جاویں گے لوگ ہوں گے بت واسطے ان

اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ وَ اِذَا تُتْلٰى

کے دشمن اور ہوں گے عبادت ان کی کو انکار کرنے والے۔اور جب پڑھی جاتی ہیں

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا

اوپر ان کے نشانیاں ہماری ظاہر کہتے ہیں وہ لوگ کہ کافر ہوئے واسطے حق کے جب

جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ

آیا ان کے پاس یہ جادو ہے ظاہر۔کیا یہ کہتے ہیں کہ باندھ لیا ہے اس کو کہہ اگر

(۵) یہ سوچو کہ اس شخص سے زیادہ بے سود کس کا عمل ہو سکتا ہے جس اللہ کی سند کے بغیر ایسے افراد کو اپنا ممد و معاون سمجھے جو قیامت میں اس کے کام نہ آسکیں اور ساتھ ہی وہ افراد اس شخص کی دعا اور فریاد سے بھی ناواقف و غافل ہوں؟ (۶) اور جب تمام لوگوں کو میدان حشر میں لایا جائے گا تو وہ لیڈر اپنے پجاریوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی اطاعت وعبادت کو چھپا دیں گے۔ (۷) اور جب ان مکیوں اور قریشیوں کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں اور آیات میں بیان کیا ہوا الحق ان کے سامنے آکھڑا ہوتا ہے تب اس الحق سے بچنے کے لئے حق پوش لوگ آیات ہی کو جادو کہہ ڈالتے ہیں ۔ (۸) سوال یہ ہے کہ کیا وہ لوگ قرآن کو خانہ ساز ایجاد سمجھ رہے ہیں اگر ایسا ہے کہ میں نے

(۲۶) پارہ کا نام حٰمٓ رکھا گیا تاکہ سورۂ محمدؐ کے بعد آنے والی سورتیں الفتح (۴۸)، حجرات (۴۹)، قٓ (۵۰)، ذاریات (۵۱) بھی حروف حٰمٓ۔ مٓ کے سائے میں مکمل ہو کر محمدؐ اور علیؑ کو ان کی عددی صورت میں پیش کر سکیں ۔

(ا ۔ الف) محمدؐ اور علیؑ کی عددی صورت : اور وہ صورت ان سورتوں کے اعداد کو مجموعی صورت دینے کے بعد پیدا ہوتی ہے چنانچہ آپ ان بارہ سورتوں کے اعداد لکھیں یعنی:

(۴۰+۴۱+۴۲+۴۳+۴۴+۴۵+۴۶+۴۷+۴۸+۴۹+۵۰+۵۱)

اب ان کی اکائیوں اور دہائیوں کا الگ الگ میزان کرلیں :

(۰+۱+۲+۳+۴+۵+۶+۷+۸+۹+۰+۱=۴۶)

لہٰذا اکائیوں کی میزان (۴۶) چھیالیس ہوئی ۔ اب دہائیوں کو دیکھئے اور چونکہ پہلی دہائی (۴۰) کے مقابلہ پر قیمت رکھنے والا صفر ہے لہٰذا اس کو چھوڑ کر جمع کیجئے ۔

(۴+۴+۴+۴+۴+۴+۴+۴+۴+۴+۵+۵=۴۶)

دہائیوں کی میزان بھی چھیالیس ہے دونوں میزانوں کو جمع کیجئے ۔

(۴۶+۴۶=۹۲) یہ محمدؐ کے اعداد ہیں اور ان اعداد کو متوازی طور پر پھر جمع کردیں ۔ (۲+۹=۱۱) اب قیمت والا صفر بھی اس گیارہ میں شامل کر دیجئے تو ایک سو دس (۱۱۰) ہو گئے اور یہ علیؑ کے اعداد ہیں ۔

نوٹ : تصریف مقطعات کی رو سے لفظ محمدؐ میں سے پہلے میم کو الگ کر دیا گیا تھا جس کے اعداد چالیس(۴۰) ہوتے ہیں۔ اسی قاعدے کی رو سے دہائیوں میں بھی صفر کی وجہ سے چار کے ہندسہ کو چھوڑ دیا تاکہ وہ حرف دال پھر چھوٹ جائے جو لفظ محمدؐ میں سے ح۔م قطع کرنے کے بعد چھوڑا گیا تھا۔اور جس کے اعداد چار ہی ہوتے ہیں ۔یوں عددی صورت میں بھی حروف حٰمٓ۔م خود کو بحال رکھتے ہیں ۔اور یہ ضروری ہے تاکہ دلیل قطع برقرار رہے ۔

افۡتَرَیۡتُہٗ فَلَا تَمۡلِکُوۡنَ لِیۡ مِنَ اللّٰہِ
باندھ لیا ہے میں نے اس کو پس نہیں تم مالک واسطے میرے اللہ کی طرف سے
شَیۡئًا ؕ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَا تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡہِ ؕ کَفٰی
کسی چیز کے وہ جانتا ہے اس چیز کو کہ شروع کرتے ہو تم بیچ اس کے کفایت ہے
بِہٖ شَہِیۡدًۢا بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ ؕ وَ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۸﴾ قُلۡ مَا
وہ گواہ درمیان میرے اور درمیان تمہارے اور وہ بخشنے والا ہے مہربان کہہ نہیں ہوں
کُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَاۤ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ
میں نیا پیغمبروں میں سے اور نہیں جانتا میں جو کچھ کیا جاوے گا ساتھ میرے
وَ لَا بِکُمۡ ؕ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی
اور نہ ساتھ تمہارے نہیں پیروی کرتا میں مگر اس چیز کی کہ وحی کی جاتی ہے

یہ قرآن ایجاد کرلیا ہے تو تم ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے کہ مجھے خدا سے بچاسکو اور جو منصوبہ تم چلا رہے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ لہٰذا بات یوں ہے کہ قرآن کے معاملہ میں جو کچھ تم کر رہے ہو اس پر میرے اور تمہارے درمیان وہی اکیلا گواہی کے لئے کافی ہے اور وہ کوئی زیادتی بھی گواہی میں نہ کرے گا اس لئے کہ وہ تو غفورو رحیم ہے۔ (۹) اے نبیؐ ان سے کہہ کہ میں کوئی نیا، اناڑی اور تمہارے جھانسے میں آجانے والا رسولؐ نہیں ہوں سنو کہ مجھے درایتاً (چالاکی سے) نہ خود پر گزرنے والی معلوم نہ تم پر واقع ہونے والی معلوم میرا کام سب کچھ اگل دینا نہیں بلکہ میں تو اپنے اوپر آنے والی وحی کی

محمدؐ اور علیؑ کی تخلیق کے جذبہ کا نام وُدُوۡدٌ رکھا گیا تھا۔ حدیث قدسی میں فرمایا گیا تھا کہ: ’’میں ایک مخفی خزانہ (کَنۡزًا مَخۡفِیًّا) تھا۔ مجھے یہ محبوب ہوا کہ میرا تعارف ہو جائے بس اس تعارف کے لئے اے محمدؐ میں نے تمہیں پیدا کر دیا تھا‘‘ اس جذبہ کو مجسم صورت میں پیدا کرکے اس کا نام محمدؐ رکھ دیا گیا۔ اور اپنے لئے ودود کی صفت کو اختیار کرلیا۔ یہ لفظ وُدُوۡدٌ اس صورت میں پیدا ہوتا ہے کہ محمدؐ کے نور کو دو حصوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر لفظ محمدؐ کو دوحصوں میں تقسیم کیا جائے تو برابر برابر تقسیم نہیں ہوتی یعنی م+ح (مح+۴۸) اور (م+ د+۴۴) یا حم (=۴۸) و مد (=۴۴) اس کو برابر تقسیم کرنے کے لئے مندرجہ بالا تصریف مقطعات سامنے لائیں اور اکایوں اور دہائیوں کی میزانیں برابر برابر لکھیں یعنی (و۔٦،د۔۴ و۔٦،د۔۴) ٦ کے لئے واؤ لکھئے اور ۴ کے لئے دال لائیے اور یوں محمدؐ اور علیؑ کو ذخیرۂ محبت و مودّت کی صورت میں دیکھ لیجئے۔

۲۔ قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے اگر قریشی تصورات سے سابقہ نہ پڑا ہو تو ہر پڑھنے والا رسولؐ اللہ کو مکمل عالم مانے گا۔ ہر مسلمان یا ہر با مذہب آدمی اپنے مذہب کی کتاب پڑھنے والے سے یہ اپیل کیا کرتا ہے کہ ’’خالی الذہن‘‘ ہو کر پڑھنا مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے عربوں یا قریشی مسلمانوں کے تصورات نہیں سنے یا پڑھے تو وہ شخص قرآن کے سو فیصد صحیح معنی کرے گا۔ چنانچہ دیکھئے آیت (۴ / ۴٦) میں رسولؐ اللہ تمام قریشی لیڈروں کو چیلنج کر رہے ہیں کہ تم اپنے موجودہ عقائد وتصورات پر کوئی دلیل قائم کرو تاکہ یہ مان لیا جائے کہ تمہارے لیڈروں یا بزرگوں کو حکومت الٰہیہ میں شریک کرنا لازم ہے؟ یا کم ازکم کوئی آسمانی کتاب لا کر مجھے دکھاؤ (اِئۡتُوۡنِیۡ بِکِتٰبٍ) مجھے کوئی پہلی کتاب لا دو۔ اگر رسولؐ اللہ ان پڑھ ہوتے اور قریشی لیڈروں کو یقین ہوتا کہ حضورؐ نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھ سکتے ہیں تو بہت عمدہ جواب اور اعتراض کا موقع تھا کہ ’’بندہ خدا تو اَن پڑھ کورا لٹھ آدمی ہے تجھے کتاب دینا یا دکھانا تو اس لئے احمقانہ بات ہے کہ تو خود اسے نہ پڑھ سکے گا نہ سمجھ سکے گا اور آخر ہم ہی سے یا کسی اور سے پڑھوائے گا۔ لہٰذا تیرا علم بہر حال شنیدہ ہوگا۔ جو دلیل نہیں بنتا‘‘
مگر قریش کا دم دبا کر چپ رہنا ثابت کرتا ہے کہ حضورؐ لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور قریش کے لیڈروں کی خاموشی اس حقیقت پر شاہدِ ناطق ہے۔ قریشی لیڈروں کو آنحضرتؐ کا یہ پہلا چیلنج نہیں انہیں طرح طرح یہی چیلنج کیا گیا ہے کہ:
فَأۡتُوۡا بِکِتٰبِکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۱۵۷﴾ (صافات ۱۵۷ / ۳۷) ’’تم اگر سچے ہو تو سچ کے ثبوت میں اپنی کتاب لا کر دکھاؤ‘‘

پیروی کرتا ہوں اور نہ ہی میں برے نتائج سے واضح طور پر خبردار کرنے والے کے علاوہ کچھ اور ہوں ۔ (۱۰) ان سے پوچھو کہ کیا تم نے اس کے نتیجے پر غوروفکر کرکے دیکھ لیا ہے کہ اگر یہ تعلیمات اللہ کی جانب سے ہوئیں تو تمہارا کیا حشر ہو گا ؟ اور جب کہ بنی اسرائیل میں سے بھی ایک گواہ کی شہادت اس کی مانند گزرچکی ہے اور گواہ اس پر ایمان بھی لاچکا ہے اور تم لوگوں نے

اِلَيَّ وَ مَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ

طرف میری اور نہیں میں مگر ڈرانے والا ظاہر کہہ کیا دیکھا ہے تم نے کہ اگر ہوئی

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ

یہ نزدیک اللہ کے سے اور کفر کیا تم نے ساتھ اس کے اور گواہی دی ایک شاہد نے

مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ

بنی اسرائیل میں سے اوپر مانند اس کی کے پس ایمان لایا وہ اور تکبر کیا تم نے

(۳) آیت (۹ / ۴٦) میں دو الفاظ کے غلط معنی کرکے رسوؐل اللہ کو عام انسانوں کے برابر لایا گیا ہے ۔

قارئین کرام اس آیت (۹ / ۴٦) میں لفظ ”اَدْرِی“ کا مادہ د۔ر۔ی ہے اور اس کا مصدر دِرَايَةٌ ہے اور اس کے معنی ”عقل و بصیرت و تجربہ اور معلومات و تحقیقات کے تمام مادی وسائل کو استعمال کرکے کسی حقیقت کو معلوم کرنا“ ہوتے ہیں ۔ لیکن عموماً لوگ اس کے معنی ”جاننا“ کرکے الجھ جاتے ہیں ۔ جب ہمیں ”جاننے“ کے معنی میں کوئی بات کہنا ہوتی ہے تو ہمیں ع۔ل۔م کے مادّہ سے لفظ لکھنا پڑتا ہے ۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا اور علامہ نے ترجمہ کیا ہے ۔:
إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۰﴾ (بقرہ ۳۰ / ۲) ”فرمایا ۔ میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے “(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ٦۳)
اس آیت میں لفظ أَعْلَمُ کی جگہ لفظ اَدْرِی نہیں لایا جا سکتا ۔ اس لئے کہ اللہ نہ مادی وسائل سے معلومات حاصل کرتا ہے نہ معلومات کے لئے کوئی چالاکی یا ہنرمندی استعمال کرسکتا ہے ۔ اور ہنرمندی اور چالاکی کے ساتھ معلومات حاصل نہ کی ہوں تو لفظ ” اَدْرِی“ استعمال ہی نہیں ہوسکتا ہے ۔ لہٰذا لفظ اعلم کے معنی ”میں جانتا ہوں“ کرنا اور لفظ اَدْرِی کے معنی بھی علامہ اینڈ کمپنی کی طرح ”میں جانتا ہوں“ کر گزرنا فریب سازی نہ بھی ہوں تو جہالت تو ضرور ہی ہیں ۔

(۳۔ الف) رسوؐل اللہ کو عام آدمیوں کی طرح جاہل ثابت کرنے کے لئے ان حقائق کی نفی بھی کردی جن کا اثبات قرآن کرتا ہے۔

بہرحال علامہ نے لفظ اَدْرِی کے غلط معنی کرکے جو پوزیشن دکھائی ہے اس کا خلاصہ دیکھ لیں :

۱۔ رسوؐل اللہ کو نہ اپنا مستقبل معلوم تھا نہ مخاطبین کا مستقبل معلوم تھا ۔
۲۔ رسوؐل اللہ کو جتنی اور جس چیز کی وحی ہو جاتی تھی بس اتنا اور اسی چیز کا علم ہوتا تھا ۔
۳۔ رسوؐل اللہ کسی گم شدہ چیز کا پتہ نہ بتا سکتے تھے ۔
۴۔ رسوؐل اللہ کوئی معجزہ نہ دکھا سکتے تھے ۔
۵۔ فوق البشری طاقتیں رسوؐل کو حاصل نہ تھیں (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ٦۰٦۔٦۰۷)

علامہ سرکار نے یہ پانچ نکاتی بیان بڑی آن بان کے ساتھ دیا ہے اور کافروں کے وہ تمام اعتراضات جمع کرکے رسوؐل کو ویسا آدمی بنا دیا ہے جیسا دشمنانِ محمدؐ وآل محمدؐ بدنام کرنے کے لئے مشہور کرتے تھے ۔ تاکہ قریش کی بیان کی ہوئی پوزیشن مسلمانوں میں بھی مشہور و مقبول ہوجائے ۔ چنانچہ آج علامہ اور ان کے تمام ہم مذہب (وہابی) لوگ رسوؐل کو ویسا ہی شخص مانتے ہیں جیسا کہ عہد رسوؐل میں قریشی قوم منوانا چاہتی تھی ۔ یہ بھی علامہ کے زیرِ تنقید بیان سے دیکھتے ہی چلیں :

(۳۔ ب) قریش نے رسوؐل کے لئے جو کچھ منوانا چاہا وہ آج علامہ اینڈ کمپنی من وعن مانتی ہے ۔

”۱۔بال بچوں میں آلودہ رہنے والے لوگوں کی طرح کا عام آدمی ہے ۔۲۔ ہم جیسے انسانوں کی طرح زندگی بسر کرتا رہا۔ ۳۔اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو عام انسانوں سے مختلف ہو ۔۴۔ رسالت کے لئے اس میں کوئی بھی تو خصوصیت نہیں ہے ۔۵۔ ایک بے سہارا شخص جسے اللہ نے کسی قسم کی مدد نہیں دی مار کھاتا، پٹتا

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَ قَالَ	حکومت اور بالادستی کی اسکیم بنائے رکھی ہے۔ بات یہ ہے
تحقیق اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم ظالموں کو اور کہا ان لوگوں نے کہ	کہ اللہ اس قوم کی ہدایت کرتا ہی نہیں ہے جو احکاماتِ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا	خداوندی کو خالص طور پر نافذ کرنے کی مخالف ہو (مائدہ۔ ۴۵ / ۵) اور تم مخالف ہو۔ (۱۱) حق کو چھپانے والوں نے
کافر ہوئے واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اگر ہوتا یہ دین بہتر	مومنین کے متعلق کہا کہ اگر قرآنی پیغام خیر و فلاح کی

گلیوں میں مارا مارا پھرتا ہے۔ ٦۔بیوی کا مال ختم ہوا تو فاقوں میں بسر کرتا ہے۔ ۷۔ سواری تک میسر نہیں آتی۔ ۸۔ مافوق البشری طاقت سے عاری، علم غیب سے محروم آدمی ہے"(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۵۰۵-۵۰٦) یعنی نبوت و رسالت کے لئے قطعاً مناسب نہ مانتے تھے۔

قارئین یہ غور کریں کہ جس آیت کی تشریح میں یہ سب کچھ علامہ نے لکھا ہے اس آیت (۹ / ۴٦) میں ان باتوں کا کہیں ذکر نہیں ہے مگر علامہ نے قرآن میں سے قریش کے الزامات یا احساسات کو سمیٹ کر یہاں جمع کر دیا ہے۔ تاکہ جب وہ رسول اللہ کی پوزیشن بیان کریں تو ان کے قارئین یہ یقین کرلیں کہ اللہ نے بھی قریش کے تمام الزامات کو بطورِ حقیقت قبول کرلیا ہے۔

(۳-ج) قریش نے چاہا کہ قرآن سے آنحضرتؐ کی وہی پوزیشن ثابت کردیں جو ان کی اپنی پوزیشن تھی۔

اور خود قرآن میں رسول اللہ سے مندرجہ بالا تمام الزامات کو قبول کر لینے کا حکم دیا ہے۔ آیئے اور دیکھئے کہ اللہ نے رسول کی زبان سے کیا اعلان کرایا ہے؟ اور علامہ نے اس پر کتنی غلط تعمیر کی ہے؟

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ (احقاف ۹ / ۴٦)

قدیم ترجمہ شاہ ولی اللہ: "بگو نیستم من نو آمدہ از پیغمبراں و نمیدانم چہ کردہ خواہد شد بامن و باشا یعنی در دنیا پیروی نمی کنم الا آنچہ وحی فرستادہ میشود بسوئے من و نیستم من مگر ترسانندہ آشکارا"
اس فارسی ترجمہ کا مفہوم ان کے فرزند کے ترجمہ سے سمجھیں۔

شاہ عبدالقادر کا ترجمہ: "تو کہہ میں کچھ نیا رسول نہیں آیا اور مجھ کو معلوم نہیں کیا ہونا ہے مجھ سے اور تم سے میں اسی پر چلتا ہوں جو حکم آتا ہے مجھ کو اور میرا کام یہی ہے ڈر سنا دینا"۔ (دونوں یکجا ترجمہ صفحہ ٦٦٦)

علامہ مودودی کا قریشی ترجمہ: "ان سے کہو "میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں میں نہیں جانتا کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے اور میرے ساتھ کیا میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے اور میں ایک صاف صاف خبردار کردینے والے کے سوا اور کچھ نہیں ہوں"۔ (تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۲۰۵)

تینوں ترجموں پر ایک نظر: سب سے پہلے تو قارئین یہ دیکھ لیں کہ اس آیہ مبارکہ میں وہ تمام الزامات و اتہامات کہیں نہیں ہیں جو علامہ نے اس آیت کی تشریح میں آیت کے سرچپکائے ہیں۔ پھر یہ دیکھئے کہ ان تینوں ترجموں میں لفظ "مَا اَدْرِی" کا وہی ترجمہ کیا گیا ہے جو لفظ "مَا اَعْلَمُ" کا ترجمہ ہونا چاہئے تھا۔ جو قواعد اور مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے۔ اور اس کا باقاعدہ ثبوت دیا جاچکا ہے۔

اَدْرِی اور اَعْلَمُ کے معنی میں بد دیانتی کا ثبوت۔ یہاں بھی اتنا اور دیکھ لیں کہ مولانا سید عبدالدائم جلالی اپنی مستند لغات القرآن میں علامہ راغب اصفہانی کی زبانی لکھتے ہیں کہ: "نَدْرِیْ۔ ہم (نہیں) جانتے۔جمع متکلم کا صیغہ۔ درایۃ۔ مصدر۔ دِرَایَۃٌ کسی قدر چالاکی سے پہچان لینا جان لینا۔ دَرَیَ ماضی ہے یَدْرِی مضارع ہے" "دِرَایَۃٌ۔ نیزہ بازی کا تختۂ مشق۔ درایت کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی جاتی کیونکہ اللہ ہر چالاکی سے پاک ہے"۔ (لغات القرآن جلد ٦صفحہ ۳۴)
اس مسلمہ و مستحکم قاعدہ کی رو سے ذرا مندرجہ ذیل ترجمے دیکھیں اور دیکھیں کہ علامہ اینڈ کمپنی قرآن میں لفظ ادری کا وہی ترجمہ کرتے ہیں جو کہ لا اعلم کا ترجمہ ہوتا ہے۔ یہ چارٹ ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن کا جملہ	علامہ کا ترجمہ	آیت نمبر	تفہیم القرآن کا حوالہ
۱۔ وَمَآ أَدْرِي	”میں نہیں جانتا ،،	(احقاف ۹ / ۴٦)	(جلد ۴ صفحہ ٦۰۵)
۲۔ لَآ أَعْلَمُ	”نہ میں علم رکھتاہوں “	(انعام ۵۰ / ٦)	(جلد اوّل صفحہ ۵۴۲)
۳۔ لَآ أَعْلَمُ	”نہ میں علم رکھتا ہوں “	(ھود ۳۱ / ۱۱)	(جلد ۲صفحہ ۳۳۵)
۴۔ لَآ أَعْلَمُ	”میں نہیں جانتا “	(مائدہ ۱۱٦ / ۵)	(جلد اوّل صفحہ ۵۱٦)
۵۔ وَإِنۡ أَدۡرِيٓ	”میں نہیں جانتا “	(انبیآ ۱۰۹ / ۲۱)	(جلد ۳صفحہ ۱۹۲)
٦۔ وَإِنۡ أَدۡرِيٓ	”میں نہیں جانتا“	(جن ۲۵ / ۷۲)	(جلد ٦صفحہ ۱۲۱)

آپ کو اگر ہم پورے قرآن میں علامہ کے غلط اور فریب کارانہ معنی کا پورا چارٹ بنا کر دکھائیں تو آپ حیران و ششدر رہ جائیں گے ۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے یہ مختصر نمونے اطمینان کا باعث ہو جائیں گے ۔ بہرحال علامہ کو مندرجہ بالا قاعدے کی رو سے کم از کم جملہ نمبر ا ۔نمبر ۵۔ اور نمبر ٦۔ کا ترجمہ ”میں چالاکی سے نہیں جانتا“ کرنا چاہئے تھا جس سے رسوؐل کے علم کی نفی نہیں ہوتی اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ ”میں جانتا تو ہوں مگر میرا جاننا میری ذاتی بصیرت اور چالاکی کی بنا پر نہیں ہے “ مطلب یہ کہ اللہ نے بتایا اور میں نے جان لیا ۔

(۳ ۔د) اس آیہ مبارکہ (۹ / ۴٦) میں قریش کے کس سوال یا اعتراض کا جواب دیا گیا ہے ؟؟

اس آیت میں جس سوال یا اعتراض کا جواب دیا گیا ہے وہ نہ اس آیت میں ہے اور نہ دور دور تک اس سے پہلی آیات میں ہے مولانا مودودی نے اس آیت کو جن سوالات کا جواب سمجھا ہے وہ تو اس زمانہ میں پیدا ہوئے تھے :

”جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو خداکے رسوؐل کی حیثیت سے پیش کیا تو مکے کے لوگ اس پر طرح طرح کی باتیں بنانے لگے وہ کہتے تھے..“(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ٦۰۵)

مگر علامہ نے اپنے اس قیاس کو یہ کہہ کر باطل کر دیا کہ : ”لہٰذا یہ متعین ہو جاتا ہے کہ یہ سورۂ احقاف ۱۰۔نبوی کے آخر یا ۱۱۔ نبوی کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی“(تفہیم القرآن ۴صفحہ ۵۹٦)

قارئین سوچیں کہ مکیوں اور قریشیوں نے جو سوالات یا اعتراضات دس سال پہلے رسالت کی ابتدا میں کئے ان کا جواب دس سال بعد دینا نہ عقل مندی ہے نہ قابل قبول ہوسکتا ہے پھر جو سوالا ت و اعتراضات علامہ نے پورے قرآن سے تلاش کرکے جمع کئے اور اس آیت کے ذمہ لگائے وہ کہیں اس آیت میں یا آس پاس موجود نہیں ۔ لہٰذا اس آیت میں اس سوال کا جواب نہیں ہے کہ: ”کیا تم ایک نئے رسوؐل ہو؟ “یا یہ کہ ”تمہاری تعلیمات سابقہ رسوؐلوں سے مختلف اور انوکھی ہیں ؟“ یا یہ کہ ”تمہاری تعلیمات ایک نذیر والی تعلیمات نہیں ہیں “یہی وہ سوالات و اعتراضات ہو سکتے تھے جس کے جواب اس آیت (۹ / ۴٦) میں ممکن مانے جا سکتے تھے ۔ مگر نہ کبھی رسوؐل نے نئے اور انوکھے رسوؐل ہونے کادعوٰی کیا نہ کوئی نئ یا انوکھی تعلیم یا حکم دیا۔ اور نہ ہی نذیر ہونے سے زیادہ کی بات کی ۔

(۳ ۔ ہ) اس آیت (۹ / ۴٦) میں قریش نے اپنا اور رسوؐل کا انجام جاننے کا سوال نہیں کیا۔

اور نہ قریش نے رسوؐل کے یا اپنے انجام کو بتانے کا سوال کیا ۔ اس لئے کہ ایسے سوالات کے جوابات رسوؐل کی زبانی اللہ نے باربار اور ہزار بار دلوادیئے تھے مثلاً :

(۱) وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٣ (توبہ ۳ / ۹)

علامہ: ”اور اے نبیؐ انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی خوشخبر ی سنا دو “ ۔ (تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۱۷٦)

یعنی مکہ والوں اور قریش کو ان کا انجام بتایا جا چکا تھا۔لہٰذا نہ انہوں نے ایسا سوال کیا نہ انہیں انجام جاننے کی ضرورت تھی۔

(۲) وَوَيۡلٌ لِّلۡكَٰفِرِينَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝٢ (ابراہیمؑ ۲ / ۱۴)

علامہ ”اور سخت تباہ کن سزا ہے قبول حق سے انکار کرنے والوں کے لئے “ ۔ (تفہیم القرآن جلد۲صفحہ ۴۷۰)

مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ وَ اِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا	دعوت دیتا ہوتا تو یہ لوگ ہم سے سبقت نہیں لے جا سکتے تھے ۔ اب چونکہ قریش کو اپنے مذہب کی تائید میں قرآن سے ہدایات نہ ملیں لہٰذا اب تو انہوں نے یہ کہنا ہی ہے کہ یہ قرآن ایک قدیم زمانے میں گھڑی جانے والی اسکیم (اِفْكٌ) ہے ۔ (۱۲) اور اس سے پہلے
نہ آگے نکل جاتے ہم سے طرف اس کی اور جس وقت کہ نہ راہ پائے	
بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝۱۱ وَ مِنْ قَبْلِهٖ	
ساتھ اس کے پس البتہ کہیں گے یہ جھوٹ ہے قدیم اور پہلے اس سے	

مطلب یہ کہ کفار کو اسی طرح بار بار ان کا انجام بتایا جاتا رہا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسولؐ اللہ یہ فرما دیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جانے والا ہے ؟ انہیں تو یہ بھی بتایا جا چکا تھا کہ تمہیں شکست ہو گی اور ہم تم پر غالب آئیں گے ۔
(۳) فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ۝۵٦ (مائدہ ۵٦ / ۵)
علامہ: ”اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے “ ۔ (تفہیم القرآن اوّل صفحہ ۴۸۲)
انہیں یہ بھی بتایا جا چکا تھا کہ میرے دشمنوں کی جڑیں اکھاڑی جائیں گی :
(۴) إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ۝۳ (الکوثر ۳ / ۱۰۸)
علامہ: ”تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے “ (تفہیم القرآن ٦ صفحہ ۴۹۲)
مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے اپنے اور قریش کے مستقبل کے لئے بڑی تفصیل سے سب کچھ قرآن کی آیتوں کی صورت میں بتا رکھا تھا ۔ اور قرآن نے یہ چیلنج برقرار رکھا ہے کہ نزولِ قرآن کے زمانے میں تم جو کچھ بھی اچھا یا برا سوال بطور آزمائش دریافت کرو گے وہ تمہیں بتا دیا جائے گا خواہ وہ جواب تمہیں ناگوار ہی کیوں نہ گزرتا رہے ۔ چنانچہ ارشاد ہوا تھا کہ :

قرآن نے سوال کرتے رہنے کا حکم دیا اور ہر سوال کا جواب دینے کی دھمکی تک دی ہے ۔

(۵) وَإِن تَسْـَٔلُوا۟ عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ ٱلْقُرْءَانُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا ٱللَّهُ عَنْهَا ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝۱۰۱ (مائدہ ۱۰۱ / ۵)
علامہ: ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں لیکن اگر تم انہیں ایسے وقت پوچھوگے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ تم پر کھول دی جائیں گی اب تک جو کچھ تم نے کیا اسے اللہ نے معاف کر دیا، وہ درگزر کرنے والا اور بردبار ہے“۔(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۰۷)
قارئین سوچیں کہ جو اللہ اپنے رسولؐ کو ہر بات کا جواب دینے کی قدرت عطا کرتا ہے وہ یہ کیوں کہلوائے گا کہ بقول علامہ : ”میں نہیں جانتا کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہونا ہے اور میرے ساتھ کیا“ ۔(تفہیم القرآن جلد۴صفحہ ٦۰۵)

قریش نے محمدؐ کو باقی رسولوں سے بھی گھٹانے کی کوشش کی ہے ۔ قارئین جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے وہ سورۂ یوسفؑ پڑھ کر دیکھ لیں کہ برادرانِ یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ کی موت کا پورا ڈرامہ تیار کیا اور خون آلودہ قمیض دکھا کر یوسفؑ کی موت کا یقین دلایا مگر حضرت یعقوبؑ تمام پوشیدہ ، موجودہ و آئندہ حالات پر نہ صرف مطلع تھے بلکہ موقع بہ موقع برادرانِ یوسفؑ کو جتلاتے رہتے تھے ۔

حضرت یوسفؑ کے تمام مستقبل پر حضرت یعقوبؑ مطلع تھے اور تلاش کی تاکید کرتے تھے ۔

(٦) وَأَعْلَمُ مِنَ ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝۸٦ يَٰبَنِىَّ ٱذْهَبُوا۟ فَتَحَسَّسُوا۟ مِن يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَا۟يْـَٔسُوا۟ مِن رَّوْحِ ٱللَّهِ ۔ الخ ۝۸۷ (یوسف ۸۷۔۸٦ / ۱۲)
علامہ کا فریب کارانہ ترجمہ: ” اللہ سے جیسا میں واقف ہوں تم نہیں ہو میرے بچو جا کر یوسفؑ اور اس کے بھائی کی کچھ ٹوہ لگاؤ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو “ (تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۴۲۷)
یہاں علامہ نے حضرت یعقوبؑ کے بیان کو الٹ دیا ہے یعنی حضرت یعقوبؑ نے تو یہ کہا ہے کہ:”اور جانتا ہوں میں خدا کی طرف سے جو کچھ کہ تم نہیں جانتے “ ۔ (رفیع الدین صفحہ ۲۷٦)

کِتٰبُ مُوْسٰۤی اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا

کتاب موسیٰ کی پیشوا اور رحمت اور یہ کتاب سچا کرنے والی ہے اس کو بولی

عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَ بُشْرٰی لِلْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲﴾

عربی تو کہ ڈرائے ان لوگوں کو کہ ظلم کرتے ہیں اور خوش خبری واسطے احسان کرنے

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

والوں کے تحقیق جن لوگوں نے کہا کہ پروردگار ہمارا اللہ ہے پھر قائم رہے اسی پر

موسیٰؑ کی کتاب امامؑ اور رحمتؑ تھی اور یہ کتاب قرآن تصدیق کرنے والا عربی زبان میں ہے تاکہ ان لوگوں کو متنبہ کیا جائے جو خالص احکام خداوندی کو نافذ نہ کرنا طے کئے ہوئے ہیں (مائدہ۔ ۴۵ / ۵) اور یہ قرآن احسان پیشہ لوگوں کے لئے بشارت بھی ہے۔ (۱۳) یقیناً جن افراد نے ایک دفعہ یہ اعلان کر دیا کہ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے اور پھر عملاً اس عقیدے پر قائم رہے

لیکن اس منافق نے حضرت یعقوبؑ کے اس علم کو جو انہیں حضرت یوسفؑ کے زندہ موجود ہونے اور تلاش کے بعد مل جانے کے متعلق تھا اللہ سے واقفیت میں بدل دیا مگر ابھی اس مکذب قرآن کے قلم سے اس کی تردید دیکھئے پھر یہ آیت کہتی ہے کہ:

(۷) فَلَمَّآ أَن جَآءَ ٱلْبَشِيرُ أَلْقَىٰهُ عَلَىٰ وَجْهِهِۦ فَٱرْتَدَّ بَصِيرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّىٓ أَعْلَمُ مِنَ ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۹۶﴾ (یوسف: ۹۶ / ۱۲)

(۷) علامہ کو شرم مگر نہیں آتی: "پھر جب خوشخبری لانے والا آیا تو اس نے یوسفؑ کا قمیض یعقوب کے منہ پر ڈال دیا اور یکایک اس کی بینائی عود کر آئی تب اس نے کہا "میں تم سے کہتا نہ تھا؟ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۲۹)

اس ملعون کو ورق پلٹ کر دکھاؤ کہ تو نے تو یہ کہا تھا کہ:

علامہ کا جھوٹ آمنے سامنے:

۱۔ وَأَعْلَمُ مِنَ ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸۶﴾ (۸۶ / ۱۲)
۲۔ إِنِّىٓ أَعْلَمُ مِنَ ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۹۶﴾ (۹۶ / ۱۲)

انہی الفاظ کا غلط اور صحیح ترجمہ:

۱۔ اور اللہ سے جیسا میں واقف ہوں تم نہیں ہو"۔ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۲۷)
۲۔ "میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۲۹)

یہ ہیں علامہ مودودی جو دن کی روشنی میں اُمت کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے اور قرآن کی تکذیب کرتے رہے اور ہم اس توضیح سے پہلے خاموش رہے۔

حضرت نوحؑ بھی علم غیب پر مطلع رکھے گئے تھے۔ یہ بھی دیکھتے چلیں کہ حضرت نوح علیہ السلام بھی وہ سب کچھ جانتے تھے جو ان کی اُمت نہ جانتی تھی۔

(۸) رِسَٰلَٰتِ رَبِّى وَأَنصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۶۲﴾ (اعراف ۶۲ / ۷)

علامہ: "تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں، تمہارا خیرخواہ ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے وہ کچھ معلوم ہے جو تمہیں معلوم نہیں ہے"۔ (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۲)

علامہ حضرت عیسیٰؑ میں وہ تمام قدرتیں مانتے ہیں جو آنحضرتؐ میں نہیں مانتے ان کے علم غیب کے قائل ہیں:

یہ آخری حوالہ ہے اس میں علامہ کے ایمان کی آخری کڑی بھی کھول دیں۔

(۹) علامہ کا ترجمہ: "اور جب وہ بحیثیت رسولؑ بنی اسرائیل کے پاس آیا تو اس نے کہا "میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندہ کی صورت کا ایک مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور مردہ کو زندہ کرتا ہوں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کرکے رکھتے ہو اس میں تمہارے لئے کافی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو"۔
(آل عمران ۴۹ / ۳) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۵۲۔۲۵۳)۔

فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ

پس نہیں ڈر اوپر ان کے اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہ لوگ ہیں رہنے والے

الۡجَنَّةِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾

بہشت کے ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے بدلہ ہے اس چیز کا کہ تھے وہ کرتے

وَ وَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡهُ

اور حکم کیا ہم نے آدمی کو ساتھ ماں باپ اپنے کے احسان کرنا اٹھاتی ہے اس کو

اُمُّهٗ كُرۡهًا وَّ وَضَعَتۡهُ كُرۡهًا ؕ وَ حَمۡلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ

ماں اس کی تکلیف سے اور جنتی ہے اس کو تکلیف سے اور حمل اس کا اور دودھ چھڑانا

ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً ۙ

اس کا تیس مہینے یہاں تک کہ جب پہنچا جوانی اپنی کو اور پہنچا چالیس برس کو

قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِىۡۤ

کہا اے رب میرے توفیق دے مجھ کو یہ کہ شکر کروں میں نعمت تیری کا وہ جو

اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَ عَلٰى وَالِدَىَّ وَ اَنۡ

انعام کی ہے تو نے اوپر میرے اور اوپر ماں باپ میرے کے اور یہ کہ

ان لوگوں کے لئے کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ وہ کبھی غمگین و رنجیدہ ہوں گے ۔ (۱۴) وہی افراد جنتی صحابہ ہیں جو جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ان کے ان اعمال کی جزا میں ہے ۔ جو وہ برابر بجالاتے رہے ۔ (۱۵) ہم نے الانسان کو اپنے والدین کے ساتھ احسان ہی احسان کرتے رہنے کی وصیت کی تھی۔ اس الانسان کی والدہ نے ناگواری کے ساتھ اسے حمل میں رکھا اور ناگواری ہی کے عالم میں اسے جنم دیا اور حمل سے لے کر دودھ چھڑانے تک تیس مہینے لگ گئے ۔ یہاں تک کہ جب وہ پوری طرح جوان و طاقتور ہو گیا اور اس کی عمر چالیس سال ہو چکی تو اس نے کہا کہ اے میرے پروردگار تو مجھے قوت الہامیہ سے اس بات پر قائم رکھ کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جاری رکھی ہیں اور یہ کہ میں ایسے اعلیٰ درجے کے اعمال صالحہ

ہم بھی یہی کہیں گے کہ ان نوعدد مقامات کو دیکھ کر مومن تو فوراً تسلیم کر لے گا کہ :
(۱) علامہ حقیقی معنی میں قریشی قسم کے مسلمان عالم ہیں ۔ جس کے قلب کی گہرائی میں بغض محمدؐ و آل محمدؐ بھرا ہوا ہے ۔
(۲) آنحضرتؐ نہ صرف یہ کہ سابقہ تمام انبیاؑ سے زیادہ اختیارات و قدرت و کمال رکھتے تھے بلکہ اختیارات و قدرت جس کو بھی ملی وہ حضورؐ کے ہاتھوں سے ملی ہے ۔
(۳) آیت زیر بحث میں ہرگز حضورؐ کے علم غیب اور انجام سے لاعلمی کا ذکر نہیں ہے ۔ بلکہ لفظ أَدۡرِىۡ کی فصاحت اور معنی خیزی نے قریش کو لاجواب کر دیا اور وہ کچھ معلوم نہ کر سکے ۔
(۴) اور یہ کہ قریش رسولؐ کو جھانسا دے کر انہیں بھولا بھالا سمجھ کر ان سے ایسی بات معلوم کرنا چاہتے تھے جو حضورؐ کو وحی کی اتباع سے ہٹانے والی تھی اس لئے ہمارا ترجمہ سو فیصد صحیح ہے یعنی:
(۵) میں کوئی نیا اور اناڑی رسولؐ نہیں کہ تم مجھ سے کوئی ایسا کام کرا سکو یا مسئلہ معلوم کر سکو جو وحی کے حکم کے خلاف ہو سکے۔
(۶) اور یہ کہ آنحضرتؐ ہی نہیں بلکہ تمام رسولؐ عام انسانوں سے بلند ترین یا فوق البشری قوتیں اور قدرتیں اور اختیارات رکھتے ہیں ۔ اور مافوق البشر ہوتے ہیں ۔ اور حضرت سلیمانؑ کے قصہ میں یہ مکذب قرآن بھی انبیاؑ کو غیر معمولی قدرتیں دیا جانا مانتا ہے ۔ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۷۵)

قرآن پر ایمان ہو ہی نہیں سکتا اگر قرآن کی کسی ایک بات کا بھی انکار کر دیا جائے ۔ حضورؐ کے کائناتی علم کے منکر ؟

جو شخص قرآن پر ایمان رکھتا ہے اسے ماننا پڑے گا کہ قرآن میں کائنات کی ہر ہر شے کی تفصیل موجود ہے۔(یوسفؑ ۱۱۱ / ۱۲) وغیرہ اور یہ بھی ماننا ہوگا کہ رسولؐ اللہ قرآن کے معلم تھے (بقرہ ۱۲۹ / ۲ وغیرہ) لہٰذا ماننا ہوگا کہ حضورؐ نہ صرف کائنات

بجا لاتا چلا جاؤں جن سے تو راضی اور خوش رہے اور یہ کہ تو میرے مشن کے لئے میری ذریت کی اصلاح بذات خود کرتا رہے حقیقت یہ کہ میں تجھ سے وابستہ ہوگیا ہوں۔ تیری طرف متوجہ رہنے والے المسلمین میں سے میں بھی ایک ہوں ۔ (۱۶) وہ المسلمین ہی وہ لوگ ہیں کہ ہم جن کے اعمال میں سے بہترین اعمال کو تقابلی مقام دے کر اُنہیں آگے بڑھا دیتے ہیں اور اُن کے کم درجہ اعمال اُن کے لئے رکاوٹ نہیں بنتے (یا اُنہیں تجاوز کرادیتے ہیں تاکہ جنت کی طرح وہ یہاں بھی ترقی کا معیار رہتے جائیں) ان سے جنت کا سچا وعدہ اسی اصول کی بنا پر کیا گیا تھا اوران کو جنت والے افراد کہا گیا ہے ۔ (۱۷) اور وہ شخص جو اپنے والدین سے بطور شکوہ اُف کہتا ہے یعنی ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ کیا تم مجھے اس وعدہ سے ڈراتے ہو کہ مجھے مرنے کے بعد قبر سے نکالا جائے گا جواب طلبی کی جائے گی حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی نسلیں گزر چکیں اور کوئی قبر سے نہ نکالی گئی اور ادھر اس کے

اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىهُ وَ اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ

عمل کروں میں نیک جو پسند کرے تو اس کو اور اصلاح کر واسطے میرے بیچ

ذُرِّیَّتِیۡ ۚؕ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡكَ وَ اِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۵﴾

اولاد میری کے تحقیق میں نے توبہ کی طرف تیری اور تحقیق میں مسلمانوں سے ہوں

اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ نَتَقَبَّلُ عَنۡهُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا

یہ لوگ ہیں کہ قبول کرتے ہیں ہم ان سے بہتر اس چیز کا کہ کیا انہوں نے

وَ نَتَجَاوَزُ عَنۡ سَیِّاٰتِهِمۡ فِیۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَنَّةِ ؕ وَعۡدَ

اور در گزر کرتے ہیں ہم برائیوں ان کی سے بیچ رہنے والوں بہشت کے وعدہ

الصِّدۡقِ الَّذِیۡ كَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۶﴾ وَ الَّذِیۡ قَالَ لِوَالِدَیۡهِ

سچا ہے جو تھے وہ وعدہ دئے جاتے اور جس نے کہا واسطے ماں باپ اپنے کے

اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیۡۤ اَنۡ اُخۡرَجَ وَ

بیزار ہوں میں تم سے کیا تم وعدہ دیتے ہو مجھ کو یہ کہ نکالا جاؤں میں اور

قَدۡ خَلَتِ الۡقُرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلِیۡ ۚ وَ هُمَا یَسۡتَغِیۡثٰنِ اللّٰهَ

تحقیق گزر گئے ہیں بہت قرن پہلے مجھ سے اور وہ فریاد کرتے ہیں خدا سے اور

کی ہر ہر چیز کے عالم تھے بلکہ ہر ہر چیز کا علم سکھانے والے تھے اور یہ کہ اللہ نے کوئی چیز ایسی نہ چھوڑی تھی جو حضورؐ کو نہ پڑھا دی گئی ہو (نساء ۱۱۳ / ۴) اور یہ کہ سرکارؐ نہ صرف علم غیب کے عالم تھے بلکہ علم غیب کے سکھانے میں بڑے سخی تھے (تکویر ۲۴ تا ۲۲ / ۸۱) اس بنا پر قریش کے قلبی حالات پر نظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ :

”ارے جاہلو کیا میں رکرُوٹ قسم کا اناڑی رسوؐل ہوں جو تم جیسے لوگ مجھے چکر یا جھانسہ دے کر کوئی ایسی بات کہلوا لیں جو اتباع وحی اورتنذیر کے خلاف ہو میرا ماہرانہ جواب یہ ہے کہ میں درایت کے اصول پر یہ نہیں جانتا کہ تمہیں کون کون سے اقدامات کرنا پڑیں گے اور مجھے کون سے ۔وحی نے اجازت دی ہوتی تو بتا دیتا یا تنذیر کی ذیل میں آتی تب متنبہ کر دیتا سوکھی باتیں میں نہیں کرتا“ ۔(۹ / ۴۶)

۴۔ آیات (۱۶۔۱۵ / ۴۶) میں امام حسینؑ اور ان کے بزرگوںؑ کی خصوصیات ہیں ۔

تمام علمائے صالحین نے ان آیات کو حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش اور فضیلت میں تسلیم کیا ہے۔ اس سلسلے میں فریقین کے یہاں مفصل و مستند احادیث بھی موجود ہیں لیکن ہمیں ان چند باتوں کو سامنے رکھنا ہے جو ان آیات (۱۶۔۱۵ / ۴۶) میں مذکور ہیں اور جن کا وجود محمدؐ و آل محمدؐ کے وجود و مقامِ بلند کا ثبوت ہے ۔

اوّل یہ کہ:چھ ماہ مدت حمل قلیل ترین بلکہ عملی مدت حمل کا ۳ / ۲ ہے ۔ جو کہ عموماً نو ماہ ہر ملک وقوم میں تسلیم شدہ ہے اور شاذو نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ چھ ماہ میں پیدا ہو جانے والا بچہ زندہ سلامت و تندرست رہے کوئی آدمی نہیں چاہتا کہ اس کے بچے چھٹے مہینے پیدا ہو جایا کریں ۔ خواہ وہ زندہ بھی رہیں اور کوئی گارنٹی بھی دے دے ۔ تب بھی کوئی پسند نہیں کرتا اس لئے کہ اس سے نہ صرف بچے کمزور پیدا ہوں گے، کمزور رہیں گے ، اور ساتھ ہی ان کی والدہ کی صحت بھی ہمیشہ خراب رہے گی اور اسلامی تاریخ میں امام حسین علیہ السلام حضرت امام حسن علیہ السلام سے صرف چھ ماہ چھوٹے تھے اور وہیؑ ہیں جن کی وجہ

والدین اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں اور اس بیٹے سے کہتے ہیں کہ ارے تجھ پر بڑا افسوس ہے تو ایمان اختیار کرلے اللہ کا وعدہ برحق ہے مگر وہ کہتا ہے کہ ارے یہ تو سب اوّلین زمانے سے لکھی چلے آنے والی سطریں ہیں ۔ (۱۸) وہ اور اسی قسم کے لوگ جن پر اللہ اور ابلیس کا قول ثابت ہوچکا ہے (سجدہ۔۱۳ / ۳۲۔صٓ ۸۵ ، ۸۲ / ۳۸) پہلی گزری ہوئی اُمتوں میں بھی جنوں میں سے اور

وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ ق اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ

کہتے ہیں اس کو وائے ہے تجھ کو ایمان لا تحقیق وعدہ اللہ کا سچ ہے پس کہتا ہے

مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ

نہیں یہ مگر کہانیاں پہلوں کی یہ لوگ ہیں کہ ثابت ہوئی اوپر ان کے

الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ

بات عذاب کی بیچ اُمتوں کے کہ گزری ہیں پہلے ان سے جنوں سے اور

سے نکاح کے بعد منکوحہ سے اگر چھ ماہ کے اندر اندر بچہ ہو جائے تو اسے جائز اور تمام مراعات کا حقدار سمجھا گیا ہے ۔ دوم یہ کہ عہد رسوؐل کے وہ لوگ جو رسوؐل اللہ پر ایمان لاکر مسلمان ہوئے ان میں کوئی ایسا بچہ حسن و حسین علیہما السلام کے علاوہ پیدا نہیں ہوا جو خود چالیس سال کی عمر تک اس کیریکٹر کا فرد مانا گیا ہو جو حسنین علیہما السلام کو حاصل تھا اور کسی شخص کے والدین ایسے نہ تھے جن پر اس بچے کی پیدائش سے پہلے برابر اللہ کے انعام نازل ہوتے رہے ہوں اور کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس کی ساری ذریت اور ذریت کا ہر ہر فرد اس دعا کا مستحق ہو جو مذکورہ بچہ نے جوان ہو کر مانگی ۔ پھر وہ المسلمین میں کا ایک فرد ہے جن کے ساتھ اللہ نے جنت عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا ۔ ان آیات میں عوام جیسا ذکر نہیں ہے ۔ یعنی یہ کہیں نہیں کہا کہ اسے یا انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا بلکہ انہیں جنت دی جائے گی۔ یعنی جنت میں جانے والے مومنین و مومنات ان کی جنت میں جائیں گے ۔ یعنی وہ جنت کے مالک حضرات ہیں اور یہ مقام نہ صحابہ کو حاصل ہے نہ تابعین کو۔ سوم یہ کہ ان کے لئے تمام مومنین اور انبیاؑ و رسلؑ سے ہٹ کر یہ بات کہی گئی ہے کہ ان کے تمام اعمال میں سے جو عمل احسن کے درجہ میں ہوگا وہ لے لیا جائے گا ۔ اور آپ جانتے ہیں کہ احسن دو، چار یا دس ، بیس نہیں ہوتے بلکہ لاکھوں میں بھی ایک ہی احسن ہوتا ہے ۔ پھر اس احسن کے مقابلہ میں باقی بچنے والے اعمال یعنی جو احسن کے درجہ سے کم ہوں گے وہ برائیاں کہلائیں گے ۔ اس کے بعد فرمایا کہ پھر ان المسلمین کو ان اعمال سے تجاوز کرایا جائے گا ۔جیسا کہ جنت میں ترقی ہو گی ان کے اعمال دنیا میں بطور نمونہ و معیار ترقی پذیر رہیں گے ۔

چہارم یہ کہ سورۂ نور(۳۸ / ۲۴) میں بھی بہترین عمل کی جزاء دیئے جانے کا وعدہ انہی حضرات کے لئے فرمایا گیا ہے۔یہاں پھر دونوں آیات کو یکجائی طور پر سامنے لاتے ہیں قارئین جملے أَحْسَنَ مَا عَمِلُواْ پر نظر رکھیں ۔

لِيَجْزِيَهُمُ ٱللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُواْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦ ﴿۳۸﴾
(نور ۳۸ / ۲۴)

”تاکہ جزا دیوے ان کو اللہ بہتر اس چیز کی کہ کی ہے انہوں نے اور زیادہ دیوے ان کو فضل اپنے سے “
(رفیع الدین)

علامہ: ۔ تاکہ اللہ ان کے بہترین اعمال کی جزا ان کو دے اور مزید اپنے فضل سے نوازے “
(تفہیم القرآن جلد ۳صفحہ ۴۱۰)

نَتَقَبَّلُ عَنۡهُمۡ أَحۡسَنَ مَا عَمِلُواْ وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّـَٔاتِهِمۡ ﴿۱۶﴾
(الأحقاف: ۱۶ / ۴۶)

”قبول کرتے ہیں ہم ان سے بہتر اس چیز کا کہ کیا انہوں نے اور درگزر کرتے ہیں ہم برائیوں ان کی سے “
(رفیع الدین)

علامہ: ”ہم ان کے بہترین اعمال کو قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے درگزر کر جاتے ہیں “
(تفہیم القرآن جلد۴ صفحہ ۶۱۱)

قارئین دیکھیں اور غور فرمائیں کہ ان دونوں آیات میں نہ تمام اعمال کی جزا دیئے جانے کا ذکر ہے اور نہ تمام اعمال کو قبول کرنے کی بات ہے ۔صرف بہترین عمل کی جزا اور بہترین عمل کی مقبولیت کا تذکرہ ہے ۔ لٰہذا یہ سوال خود بخود اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ بہترین سے کم درجہ کے اعمال کا کیا بنے گا ؟ نور والی آیت (۳۸ / ۲۴) بتاتی ہے کہ انہیں ان کے تمام اعمال

انسانوں میں سے ہیں بلاشبہ یہ سب کے سب نقصان میں رہ جانے والے لوگ ہیں۔ (۱۹) ان دونوں گروہوں (مذکورہ آیات ۱۷ / ۴۶ اور ۱۹ / ۴۶) میں سے ہر ایک کے درجے ان کے اعمال کے لحاظ سے ہیں تاکہ اللہ ان کے اعمال ان پر پورے پورے وارد کرے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۲۰) اور جس دن حقائق کو چھپانے والے لوگوں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنے حصے کی نعمتیں اور لذائذ تو دنیا کی زندگی میں خوب لوٹے اور ان سے متعہ کرتے رہے (فائدہ اٹھاتے رہے) چنانچہ آج تمہیں دنیا میں بلااستحقاق بالادستی اور بڑائی قائم کرنے کی جزا میں رسوا کرنے ڈالنے والا عذاب دیا جائے گا اور اس عذاب کا سبب یہ بھی ہے کہ تم لوگ احکامات خداوندی کو بلااجتہادی ملاوٹ کے استعمال ہی نہ کرتے تھے (مائدہ۔ ۴۷ / ۵) (۲۱) اور اے رسولؐ آپ ذرا قوم عاد کے نام نہاد بھائی ھودؑ کا

الْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۱۸ وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ

آدمیوں سے تحقیق وہ تھے زیان پانے والے اور واسطے ہر ایک کے درجے ہیں

مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَ لِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ

اس چیز سے کہ عمل کیا انہوں نے اور تو کہ پورا کردے ان کو عمل ان کے

وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۹ وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ

اور وہ نہیں ظلم کئے جاویں گے اور جس دن کہ روبرو لائے جاویں گے وہ لوگ کہ

كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

کافر ہوئے اوپر آگ کے کہا جاوے گا لے گئے تم نیکیاں اپنی بیچ زندگانی دنیا کے

وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ

اور فائدہ اٹھالیا تم نے ساتھ ان کے پس آج جزا دیئے جاؤ گے عذاب رسوائی کا

بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ

بسبب اس کے کہ تھے تم تکبر کرتے بیچ زمین کے ساتھ ناحق کے اور

بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝۲۰ ع وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ

بسبب اس کے کہ تھے تم فسق کرتے اور یاد کر بھائی عاد کے کو یعنی ھودؑ پیغمبر کو

سے بھی زیادہ جزا ملے گی۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے تمام اعمال قابل جزا اور فضل و کرم کے حقدار تھے۔ یعنی ان سے کوئی گناہ نہ ہوا تھا۔ اور ان کے تمام اعمال جزا کے حقدار تھے۔ لہٰذا نتیجہ وہی نکلتا ہے جو ہم نے عرض کیا کہ ان کے بہترین اعمال کو تقابل کے لئے معیار بنایا جاتا ہے۔ اور بہترین سے کم درجہ کے اعمال ان کے مقام کو بلند کرنے میں ممد بنتے جاتے ہیں۔ اور عام انسانوں کے بہترین اعمال بھی ان حضراتؑ کے لئے برائیاں یا گھٹیا اعمال کہلاتے ہیں۔ اس درجہ بندی کا ذکر آگے چل کر آیت (۱۹ / ۴۶) میں کیا گیا ہے۔ اور تمام درجوں کے اعمال کی پوری پوری جزا دیئے جانے کا وعدہ ہے۔ لہٰذا ہر درجہ کے انسانوں کے اعمال میں جو بہترین اعمال ہوتے ہیں وہ ان سے بالاتر درجے کے لوگوں کے لئے ادنیٰ ہوتے ہیں۔ یہ ادنیٰ و اعلیٰ کا فرق یہاں تک ہوتا ہے کہ ایک ہی عمل ایک شخص کے لئے جائز اور قابل جزا ہوتا ہے لیکن وہی عمل ایک اعلیٰ درجہ کے انسان کے لئے گناہ اور قابل سزا ہوتا ہے یہ درجہ بندی اُمت کے نچلے طبقے سے لے کر سربراہ اسلام علیہ السلام تک جاتی ہے۔ اُمت کے لئے سربراہِ اسلام معیار ہوتا ہے۔

۵۔ آیات (۲۰۔۱۹ / ۴۶) زمانہ رجعت میں تمام انسانوں کے اعمال سو فیصد پورے پورے ان پر لوٹائے جائیں گے۔

ہم نے عقیدہ رجعت کے لئے قرآن کریم و احادیث سے کافی تفصیل پیش کردی ہے اور ساتھ ہی یہ لکھ دیا ہے کہ جہاں جہاں قرآن رجعت کا تذکرہ کرے گا ہم ضرور چند تشریحی جملے لکھتے چلے جائیں گے چنانچہ یہاں ان دونوں آیات (۲۰۔۱۹ / ۴۶) میں یہ فرمایا گیا ہے کہ: وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۹ (الاحقاف: ۱۹ / ۴۶)
علامہ کا ترجمہ: "تاکہ اللہ ان کے کئے کا پورا پورا بدلہ ان کو دے ان پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا"۔(تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۶۱۳)
اشرف علی کا ترجمہ: "اور تاکہ اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال پورے کر دے اور ان پر ظلم نہ ہوگا"۔(ترجمہ صفحہ ۸۰۵)

اِذۡ اَنۡذَرَ قَوۡمَهٗ بِالۡاَحۡقَافِ وَ قَدۡ

جس وقت کہ ڈرایا قوم اپنی کو بیچ احقاف کے یعنی ریگستان کے اور تحقیق

خَلَتِ النُّذُرُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَ مِنۡ خَلۡفِهٖۤ اَلَّا

گزرے تھے ڈرانے والے آگے اس کے سے اور پیچھے اس کے سے یہ کہ نہ

تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۲۱﴾

عبادت کرو مگر اللہ کو تحقیق میں ڈرتا ہوں اوپر تمہارے عذاب دن بڑے کے

قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِتَاۡفِكَنَا عَنۡ

سے کہا انہوں نے کیا آیا ہے تو ہمارے پاس توکہ پھیر دیوے ہم کو

اٰلِهَتِنَا ۚ فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ

معبودوں ہمارے سے پس لے آ ہمارے پاس جو کچھ وعدہ دیتا ہے ہم کو اگر ہے تو

مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ ۖ وَ اُبَلِّغُكُمۡ

سچوں سے کہا سوائے اس کے نہیں کہ علم نزدیک اللہ کے ہے اور پہنچاتا ہوں

ذکر بھی قریش کو سنا دو کہ جب اس نے اپنی قوم کو ریگستانی صحرائے اعظم میں تبلیغ اور تنذیر کی تھی اور اس سے پہلے بھی قوم عاد کے پاس نذیر آئے تھے اور ھودؑ کے بعد بھی آتے رہے اور تاکید کرتے رہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے اور یہ کہ مجھے تمہارے حق میں ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا خوف ہے ۔ (۲۲) انہوں نے کہا کہ کیا تو اس لئے آیا ہے کہ اپنی تباہ کن اسکیم سے ہمارے لیڈروں کو ہم سے جدا کردے ؟ چنانچہ تم جس عذاب کی دھمکیاں دیتے اور وعدے کرتے رہے ہو اسے اپنے سچا ہونے کے ثبوت میں لاکر دکھا دو۔ (۲۳) ھودؑ نے کہا کہ عذاب وغیرہ کا حقیقی علم تو اللہ ہی کو ہے مجھے تو جس پیغام کے ساتھ بھیجا گیا ہے میں وہ تمہیں باقاعدہ تبلیغ کرتا جارہا ہوں اور ساتھ ہی میں دیکھتا ہوں

محمد احمد رضا خان کا ترجمہ: ”اور تاکہ اللہ ان کے کام انہیں پورے بھر دے اور ان پر ظلم نہ ہوگا“ ۔ (ترجمہ صفحہ ۷۵۴)
قارئین علامہ رفیع الدین اعلی اللہ مقامہ کا ترجمہ بھی آپ نے دیکھا ہے ۔ وہ بھی ترجمہ میں اعمال کا بدلہ یا جزا یا ثواب دینے کا ذکر نہیں کرتے نہ یہ دونوں حضرات جزا اور بدلہ ترجمہ میں لاتے ہیں۔ اس لئے کہ آیت میں کوئی ایسا لفظ موجود ہی نہیں ہے ۔ اور یہ بھی ہر شخص سمجھتا کہ ہر آدمی اپنی زندگی میں جو کچھ اپنے ہاتھوں پیروں اور دیگر اعضاء یا وسائل سے کرتا ہے اس میں خارجی مزاحمت کی بنا پر خامیاں رہ جاتی ہیں ۔ مثلاً چور پورا مال نہ لا سکا یا پورا مال مل نہ سکا یا مالک بیدار ہوگیا اور محنت رائیگاں گئی یا مسجد کو مکمل نہ کرسکا مرگیا یا روپیہ ختم ہوگیا۔ نکاح تو کردیا لیکن دلہن کو رخصت کرا کے گھر نہ لا سکا۔ یا بیٹا ہی مرگیا یا قتل کردیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ مختصراً یہ سمجھ لیں کہ بہت شاذ و نادر ایسے چند کام یا ارادے ممکن ہیں جن کے مکمل ہونے کا اطمینان حاصل ہوا ہو ورنہ 99.9% ننانویں اعشاریہ نو فیصد دل میں تکمیل کے معیار کی تمنا رہ جایا کرتی ہے ۔ اور ممکن تو ہے کہ کچھ لوگوں کو اللہ نے یہ موقع دیا ہو کہ وہ جو کچھ کرنا چاہتے تھے وہی کچھ کر سکے اور کوئی مجبوری اور تنگی و تکلف ان کی راہ میں حائل نہیں ہوا لیکن میرے علم و تجربے میں ایسے آدمی نہیں ہیں ۔ بہرحال یہ آیت کہتی ہے کہ: ”اللہ تمام انسانوں کو ان کے اعمال پورے کر کے دکھائے گا اور ایسا کرنے میں کوئی کمی و زیادتی اور گڑبڑ یا ظلم نہ ہونے پائے گا۔ اگر اللہ نے یہ بات سوچ سمجھ کر کہی ہے تو یہ بتائیے کہ کیا یہ کام دوزخ یا جنت میں داخلہ کے بعد ہو گا؟ ہم سو فیصد یقین کے ساتھ عرض کرتے رہے ہیں کہ یہ دوران رجعت ہو گا ۔ قاتل کو پورا موقع دیا جائے گا کہ وہ اپنی باقی ماندہ حسرت بھی نکال لے ۔ پھر مقتول کو پورا موقع اور سامان فراہم کیا جائے گا کہ جیسا وہ چاہتا تھا ویسا انتقام لے لے ۔ یہ نہیں کہ قاتل کو صرف جہنم میں پھینک دے اور مقتول کو جنت میں ہانک دے ۔ یہ بات تو اگلی آیت (۲۰ / ۴٦) میں مسلسل اور بالترتیب فرما دی ہے کہ جہنم ناجائز بالادستی ، بزرگی اقتدار و کبریائی حاصل کرنے والوں اور اجتہاد کرنے والوں کے لئے ہے ہی ۔ اسی طرح جنت بھی ایمان لانے والوں کی جزا ہے ۔ یہ آخری ٹھکانے ہیں ۔ ان میں انسانوں کو رکھنا ہی پڑے گا۔ بُروں کو اُدھر اور اچھوں کو اِدھر ۔ رہ گئے اعمال و حقوق العباد وہ عملی صورت میں پورے کئے جائیں گے ۔ جہنم

مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ لٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ

میں تم کو وہ چیز کہ بھیجا گیا ہوں میں ساتھ اس کے ولیکن دیکھتا ہوں میں تم کو

قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ

ایک قوم ہو کہ جہالت کرتے ہو پس جب دیکھا اس کو بادل سامنے آنے والا

اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا

جنگلوں ان کے کو کہا انہوں نے یہ بادل ہے مینہ برسانے والا ہم کو بلکہ یہ وہ چیز ہے

اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ۙ

کہ جلدی کرتے تھے تم ساتھ اس کے باؤ ہے بیچ اس کے عذاب ہے درد دینے والا

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا

ہلاک کرتی ہے ہر چیز کو ساتھ حکم پروردگار اپنے کے پس ہو گئے کہ نہ

يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَ

دکھائی دیتے تھے مگر گھر ان کے اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم قوم گنہگاروں کو اور

لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ

البتہ تحقیق قدرت دی تھی ہم نے ان کو بیچ اس چیز کے کہ نہ قدرت دی تھی ہم نے

فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ڮ فَمَآ

تم کو بیچ اس کے اور کئے ہم نے واسطے ان کے کان اور آنکھیں اور دل پس نہ

اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَ لَآ اَبْصَارُهُمْ وَ لَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ

کفایت کیا ان سے کانوں ان کے نے اور نہ آنکھوں ان کی نے اور نہ دلوں ان کے نے

کہ تم ایک بھولا بنے رہنے والی بہت چالاک قوم ہو۔ (۲۴) چنانچہ جب ان لوگوں نے اس عذاب کو اپنی وادیوں کے بالمقابل دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو شاید ہمارے اوپر برسنے والی گھٹا آ رہی ہے ان سے کہو کہ نہیں یہ تو وہی عذاب ہے جس کی تمہیں جلدی ہو رہی تھی یہ ہوا کی صورت میں ایک عذاب ہے جس میں ایسا درد انگیز عذاب ہے ۔ (۲۵) جو ہر ہر چیز کا ستیاناس کرنے اور تباہ کرنے کا کام اپنے پروردگار کے حکم سے کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ عذاب سے وہ ایسے نابید ہوئے کہ ان کے گھروں کے علاوہ وہاں اور کچھ نظر نہ آتا تھا وہی طریقہ تھا جس سے ہم مجرم قوم کو بدلہ دیا کرتے ہیں ۔ (۲٦) اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ان کو وہ کچھ عطا کیا تھا جو تمہیں بھی نہیں دیا گیا ہے اور ہم نے قوت وسماعت و بصیرت و فہم و فراست سب کچھ دیا تھا مگر چونکہ وہ آیاتِ خداوندی کی تفہیم میں اپنے قومی تصورات پر ضد کرتے تھے اس لئے نہ ان کی قوت سماعت ان کے کسی کام آئی نہ ان کی بصیرت فائدہ پہنچا سکی ۔ نہ ان کے قلوب و فہم فراست ہی نے ان کی مدد کی اور آخر جن مسائل پر وہ نکتہ چینی

میں تو ہر اس آدمی کو بھیجنا پڑے گا جو صرف مشرک تھا ۔ جس نے نہ کسی کو قتل کیا نہ چوری کی نہ ستایا ۔ امن اور چین سے رہا اور مرنجان و مرنج کے اصول پر زندگی بسر کرتا ہوا مر گیا ۔اسی طرح وہ شخص بھی جنت میں جائے گا جو پورا ایمان لایا اور واجبات ادا کرتا رہا نہ کسی کو ستایا اور نہ سادہ سادہ اور متعلقہ احکام کی خلاف ورزی کی ۔ جنت اور جہنم میں جانے اور رہنے سے وہ عدل و انصاف نہیں ہو سکتا جس کے وعدوں سے قرآن بھرا پڑا ہے ۔ مثلاً :

(۱) "جو لوگ اس دنیا میں نیکیاں کریں گے ان کے لئے نیکیاں ہی ہیں۔"

(۲) "یقیناً جو لوگ یہ کہہ دیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اس عقیدہ پر عملاً قائم رہیں ان کو کسی خوف و حزن و ملال سے سابقہ نہ پڑے گا ۔"

بس ان دو وعدوں کو سامنے رکھ کر کربلا والوں کو دیکھئے اور بتائیے کہ ان کا ایمان و عمل کیسا تھا ؟ اور انہیں خوف و ہراس و غم و رنج و الم و دیگر توہین و ذلت سے کہاں تک سابقہ پڑا ؟ کیا وعدہ پورا ہو گیا ؟

(۱) لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ﴿۱۰﴾ (زمر ۱۰ / ۳۹)

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ (احقاف ۱۳ / ۴٦)

مِّنۡ شَیۡءٍ اِذۡ کَانُوۡا یَجۡحَدُوۡنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ حَاقَ

کچھ جس وقت کہ تھے جھگڑا کرتے ساتھ نشانیوں اللہ کے اور گھیر لیا ان کو

بِہِمۡ مَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۲۶﴾ ع وَ لَقَدۡ اَہۡلَکۡنَا

اس چیز نے کہ تھے ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے اور البتہ تحقیق ہلاک کیں ہم نے

مَا حَوۡلَکُمۡ مِّنَ الۡقُرٰی وَ صَرَّفۡنَا

جو کچھ گرد تمہارے تھیں بستیوں سے اور طرح طرح پھیر کر بیان کیں ہم نے

الۡاٰیٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوۡ لَا نَصَرَہُمُ الَّذِیۡنَ

نشانیاں تو کہ وہ رجوع کریں پس کیوں نہ مدد دی ان کو ان لوگوں نے کہ

اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ قُرۡبَانًا اٰلِہَۃً ؕ بَلۡ ضَلُّوۡا عَنۡہُمۡ ۚ وَ

پکڑے تھے سوائے اللہ کے واسطے تقرب کے معبود بلکہ کھوئے گئے ان سے اور

ذٰلِکَ اِفۡکُہُمۡ وَ مَا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ ﴿۲۸﴾ وَ اِذۡ صَرَفۡنَاۤ

یہ ہے جھوٹ ان کا اور جو کچھ تھے باندھ لیتے اور جس وقت کہ پھیر لائے ہم

اِلَیۡکَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوۡہُ

طرف تیری جماعت جنوں میں سے سنتے تھے قرآن پس جب حاضر ہوئے اس کے

قَالُوۡۤا اَنۡصِتُوۡا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَ لَّوۡا اِلٰی

پاس کہنے لگے آپس میں کہ چپکے رہو پس جب تمام ہوا پڑھنا پھر گئے طرف

اور مضحکہ کیا کرتے تھے ان ہی مسائل نے ان کو گھیرے میں لے لیا اور آخر تباہ ہو گئے۔ (۲۷) اور حقیقی صورت حال یہ ہے کہ تمہارے آس پاس کی اور چاروں طرف کی آبادیاں ہم ہی نے تباہ کی تھیں ہم نے اپنی آیات بار بار بھیج کر طرح طرح سے انہیں سمجھایا کہ شاید وہ حق کی طرف رجوع کر لیں ۔ (۲۸) سوال یہ ہے کہ کیوں نہ ان کو ان لوگوں نے تباہی سے بچایا جنہیں وہ اللہ کی سند کے علاوہ اپنے لئے بارگاہ خداوندی میں تقرب کا ذریعہ بنائے ہوئے معبود سمجھتے تھے؟ بلکہ وہ تو ان سے گم اور بے سود ہو کر رہ گئے اصل میں یہ ان کی خود ایجاد کردہ ایک تباہ کن اسکیم تھی ۔ (۲۹) اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے جنوں کے ایک گروہ کو تمہاری طرف بھیجا تھا جو کہ قرآن سنا کریں گے چنانچہ جب وہ جنات قرآن سننے کے لئے حاضر ہوگئے تو انہوں نے آپس میں سب کو خاموشی سے سننے کو کہا ۔ پھر جب قرآن کی تلاوت تم نے ختم کر دی تو وہ جنات اپنی قومی ولایت کو تنذیر و تبلیغ کرنے پہنچے ۔

۶۔ آیات (۳۲ تا ۲۹ / ۴۶) میں قومِ جنات میں بھی دعوتِ اسلام کا انتظام ہے ۔ کیا یہ آنحضرتؐ پر ختم ہو گیا؟

قارئین کے غور کرنے کا مقام سامنے ہے ۔ یہاں (۲۹ / ۴۶) اللہ نے قوم جن میں سے ایک ایسے گروہ کو رسولؐ کے پاس بھیجا جسے قرآن سن کر اپنی قوم میں سلسلۂ تبلیغ و تنذیر کی خدمات انجام دینا تھیں ۔ چنانچہ جنوں کی انفرادی و اجتماعی آمد و رفت آنحضرتؐ کے حضور میں جاری رہی اور خود بھی جناب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جنوں کے یہاں تشریف لے جاتے رہے اور برابر رابطہ قائم رہا ۔ ہم سورۂ جن میں مزید تفصیلات پیش کریں گے ۔ یہاں وہ چند حقائق دیکھ لیں جنہیں خود علامہ نے پسند فرمایا اور اپنی تفہیم میں ان کو جگہ دی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ:

(۱) جنوں میں بھی تعلیمات اسلامیہ جاری رہتی چلی آئی ہیں ۔

(۱) "اس سے معلوم ہوا کہ یہ جن پہلے سے حضرت موسیٰؑ اور کتب آسمانی پر ایمان لائے ہوئے تھے ۔ قرآن سننے کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ یہ وہی تعلیم ہے جو پچھلے انبیاءؑ دیتے چلے آرہے ہیں ۔ اس لئے وہ اس کتاب اور اس کے لانے والے رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لے آئے"۔ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۶۱۹)

(۲) رسولؐ اللہ کی خدمت میں جنوں کے وفود کی آمد و رفت اور حضورؐ سے باقاعدہ رُو در رُو ملاقاتیں ۔

(۲) "معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد جنوں کے پے در پے وفود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے

قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا

قوم اپنی کی ڈراتے ہوئے کہا انہوں نے اے قوم ہماری تحقیق سنی ہم نے ایک کتاب

اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

اتاری گئی ہے پیچھے موسیٰؑ سے سچا کرنے والی اس چیز کو کہ آگے اس کے ہے

يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا

راہ دکھاتی ہے طرف خدا کی اور طرف راہ سیدھی کی اے قوم ہماری قبول کرو

دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

واسطے بلانے والے اللہ کے اور ایمان لاؤ ساتھ اس کے بخشے گا واسطے تمہارے گناہ تمہارے

وَ يُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ

اور پناہ دے تم کو عذاب درد دینے والے سے اور جو کوئی نہ مانے پکارنے والے

اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَيْسَ لَهٗ

اللہ کے کو پس نہیں عاجز کرنے والا بیچ زمین کے اور نہیں واسطے اس کے

مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ

سوائے اس کے دوست یہ لوگ ہیں بیچ گمراہی ظاہر کے کیا نہ دیکھا انہوں نے یہ کہ

اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ

اللہ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور نہ تھکا ساتھ پیدا کرنے ان کے کے

(۳۰) اور کہا کہ اے ہماری قوم حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ایک ایسی الٰہی کتاب سنی ہے۔ جو موسیٰؑ کے بعد نازل ہوئی ہے اور جتنی کتابیں اس سے پہلے والی موجود ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے اور حق مطلق و مجسم کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور ہمیشہ برقرار رہنے والا طریقہ سکھاتی ہے۔ (۳۱) اے ہماری قوم تم اللہ کی طرف بلانے والے کی باتیں قبول کرلو اور اس پر ایمان لے آؤ وہ تمہیں تحفظ فراہم کرے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دیدے گا۔ (۳۲) اور جو کوئی اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات نہ مانے گا وہ زمین پر اس کو بے بس نہ کرسکے گا اور اس کے علاوہ اس منکر کے لئے اس کے سوا خدائی حاکم و آقا نہ ہوں گے وہی لوگ بولتی چالتی گمراہی میں مبتلا رہیں گے۔ (۳۳) کیا وہ یہ بات نہیں سمجھتے کہ اللہ ہی نے ان آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور کائنات کی مخلوق کو پیدا کرنے میں اسے کوئی تھکن بھی نہیں ہوئی ہے اور وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تمام مردوں کو ایک دم

لگے۔ اور آپؐ سے ان کی رُو در رُو ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اس بارے میں جو روایات کتب حدیث میں منقول ہوئی ہیں۔ ان کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں کم از کم چھ وفد آئے تھے"۔ (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ٦١٩)

(۳) حضورؐ کا جنوں کے یہاں جانا اور قرآن سنانا، ان کے مقدمات کے فیصلے کرنا، صحابہ کو لے جانا۔

(۳) "ایک وفد کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک روز رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رات بھر غائب رہے۔ ہم لوگ سخت پریشان تھے کہ کہیں آپؐ پر کوئی حملہ نہ کردیا گیا ہو۔ صبح سویرے ہم نے آپؐ کو حراء کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا پوچھنے پر آپؐ نے بتایا کہ ایک جن مجھے بلانے آیا تھا۔ میں نے اس کے ساتھ آکر یہاں جنوں کے ایک گروہ کو قرآن سنایا۔ (مسلم۔ مسند احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد)" (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ٦١٩-٦٢٠)

(۴) جنگل میں قرآن سنایا عبداللہ بن مسعود کو دور رکھا۔

(۴) "عبداللہ ابن مسعود کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے مکہ میں صحابہ سے فرمایا کہ آج رات تم میں سے کون میرے ساتھ جنوں کی ملاقات کے لئے چلتا ہے؟ میں آپؐ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوگیا۔ مکہ کے بالائی حصے میں ایک جگہ حضورؐ نے لکیر کھینچ کر مجھ سے فرمایا کہ اس سے آگے نہ بڑھنا۔ پھر آپؐ آگے تشریف لے گئے۔ اور کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے اشخاص ہیں جنہوں نے آپؐ کو گھیر رکھا ہے۔ اور وہ

بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ؕ بَلٰٓی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ

قادر ہے اوپر اس کے کہ زندہ کرے مردوں کو نہیں بلکہ تحقیق وہ اوپر ہر چیز کے

قَدِیْرٌ ﴿۳۳﴾ وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَی النَّارِ ؕ

قادر ہے اور جس دن کہ روبرو کئے جاویں گے وہ لوگ کہ کافر ہوئے اوپر آگ کے

اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَ رَبِّنَا ؕ

کیا نہیں یہ حق کہیں گے نہیں بلکہ حق ہے قسم پروردگار ہمارے کی کہے گا حق تعالیٰ

قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ

پس چکھو عذاب بسبب اس کے کہ تھے تم کفر کرتے پس صبر کر جیسا کہ

كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسْتَعْجِلْ

صبر کیا صاحب عزم کے نے پیغمبروں سے اور مت شتابی کر واسطے ان کے گویا کہ

لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا

وہ جس دن دیکھیں جو کچھ کہ وعدہ دئے جاتے ہیں نہیں ڈھیل کی انہوں نے مگر

سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

ایک ساعت دن کی سے پہنچانا ہے پیغام پس نہیں ہلاک کئے جائیں گے مگر قوم فاسق

زندہ کردے یہی نہیں بلکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (۳۴) اور وہ دن بھی سامنے رہے جس دن حقائق کو چھپاتے رہنے والوں کو آگ کے روبرو جلنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ اور ان سے پوچھنا ہے کہ کیا یہ بالکل سچی بات نہیں نکلی؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں ہمارے پروردگار کی قسم بالکل سچی بات تھی ان سے کہا جائے گا کہ اب تم اس سے لطف اندوز ہوتے رہو اس وجہ سے کہ تم سچی باتوں کو چھپاتے رہتے تھے۔ (۳۵) اے رسولؐ آپ بھی اسی طرح صبر سے کام جاری رکھیں جیسا کہ رسولوںؑ میں سے بڑے اقدامات کرنے والے رسولوںؑ نے صبر دکھایا تھا۔ اور ان قریش کے لئے جلدی جلدی کوئی بھی کام نہ کرو یہ سمجھ لو کہ گویا یہ اس دن کو دیکھ رہے ہیں جس کا ان سے وعدہ ہو چکا ہے یہ زمانہ تو اتنا ہے جتنا ایک دن میں ایک گھنٹہ ہوتا ہے۔ بولو کہ کیا مجتہدین کے علاوہ بھی اور کوئی تباہی کا لقمہ ہو سکتا ہے؟

میرے اور آپؐ کے درمیان حائل ہیں۔ (ابن جریر۔ بیہقی۔ دلائل النبوۃ۔ ابونعیم اصفہانی)" (ایضاً صفحہ ۶۲۰)

(۵) جنوں کے مقدمات کا فیصلہ :

"ایک اور موقع پر بھی رات کے وقت حضرت عبداللہ بن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور مکہ معظمہ میں حجون کے مقام پر جنوں کے ایک مقدمہ کا آپؐ نے فیصلہ فرمایا" (ایضاً صفحہ ۶۲۰) بس اب یہ فیصلہ آپ کر لیں کہ جنات آج تک باقی ہیں اور قرآن و تعلیماتِ اسلام بھی باقی ہیں۔ اور جیسا کہ عہد رسولؐ میں جنوں کو ہدایات و تعلیمات کی ضرورت تھی وہ بدستور بعد رسولؐ بھی برقرار رہتی چلی آئی ہیں۔ ان تعلیمات کو جاری رکھنے والے کون تھے؟ کیا قریشی لیڈروں نے یہ کام کیا؟ نہیں۔ تو علیؑ و آئمہؑ اہل بیتؑ پر ایمان لانا ضروری ہوا یا نہیں؟۔

سُوۡرَۃُ مُحَمَّدٍ

سُوۡرَۃُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِیَّۃٌ وَّ ھِیَ ثَمَانٌ وَ ثَلٰثُوۡنَ اٰیَۃً وَّ اَرۡبَعُ رُکُوۡعَاتٍ

سورۂ محمدؐ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں اڑتیس (۳۸) آیتیں اور چار(۴) رکوع ہیں ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

اَلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

جو لوگ کہ کافر ہوئے اور بند کیا انہوں نے راہ خدا کی سے بے راہ کر دیا خدا نے

اَضَلَّ اَعۡمَالَھُمۡ ① وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا

عملوں ان کے کو اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے اور ایمان لائے

بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ ھُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّھِمۡ ۙ

ساتھ اس چیز کے کہ اتاری گئی ہے اوپر محمدؐ کے اور وہ حق ہے پروردگار ان کے سے

(۱) جن لوگوں نے حقیقت حال کو چھپا لیا ہے اور راہ خدا کو لوگوں کے لئے بند کر دیا ہے ان کے ان اقدامات کو بے نتیجہ و ناکام کر دیا گیا ہے ۔لہٰذا اسلام پھیل کر رہے گا۔

(۲) اور جو لوگ اسلام پر ایمان لے آئے اور اعمال صالحہ بجالاتے رہے اور خاص طور پر اس الحقؑ پر بھی ایمان لے آئے جو ان کے پروردگار کی طرف سے محمدؐ پر نازل کیا جا چکا ہے

تشریحات سورۂ محمدؐ:

۱۔ایمان و اعمال صالحہ کافی نہیں محمدؐ پر نازل شدہ حقِ محض و حقِ مجسم پر ایمان کا ہونا بھی لازم ہے۔

قارئین کرام سارا قرآن دیکھ جائیں مگر آپ کو یہ شرط اور کہیں نہ ملے گی کہ ایمان لانے اور اعمال صالحہ پر کاربند رہنے کے باوجود محمدؐ پر نازل ہونے والے الحقؑ پر الگ سے ایمان لانا لازم کیا گیا ہو ذرا سوچئے کہ محمدؐ پر نازل ہونے والا تو قرآن بھی ہےاور وہ آیت (۲ / ۴۷) کے پہلے جملے میں داخل ہے جس کے بتائے ہوئے اعمال صالحہ پر عمل کیا گیا ہے ۔یعنی قرآن پر ایمان کے معنی ہیں محمدؐ پر خاتم النبیین کی حیثیت سے ایمان اور تعلیمات قرآن پر ایمان، اس کے اوامر پر عمل اور اس کی نواہی سے باز رہنا یہ سب کچھ وَالَّذِیۡنَ ءَامَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴿۲﴾ (محمدؐ) میں آ گیا ۔ اب وہ چیز جسے مخصوص طور پر اَلۡحَقُّ فرمایا گیا ہے کیا ہے ؟ اور جس کے بغیر تمام چیزوں پر یا پورے اسلام پر ایمان اور اعمال صالحہ کوئی خاص وزن نہیں رکھتے ؟ پھر رسوؐل اللہ پر فرقان بھی نازل ہوا تھا ۔ لیکن علامہ قرآن ہی کو فرقان مانتے ہیں۔ پھر رسوؐل اللہ پر ایک نورؑ بھی نازل ہوا تھا (اعراف ۱۵۷ / ۷) جس کی پیروی رسوؐل کی طرح واجب و لازم ہے۔ اور اس نورؑ سے کتاب مراد لینا دو طرح غلط ہے اوّل اس لئے کہ اتباع نقش قدم پر چلنے کو کہتے ہیں اور کتاب نہ چلتی ہے نہ بولتی ہے دوم اس لئے کہ اللہ نے کتاب کو الگ اور نور کو الگ بیان کیا ہے ۔ قَدۡ جَآءَکُم مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَکِتَٰبٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۵﴾ (مائدہ ۱۵ / ۵) یعنی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نورؑ آیا ہے ۔ اور ایک بیان کرنے والی کتاب آئی ہے ۔اور ظاہر ہے کہ وہ ذات پاک جو اوّلین درجہ پر مجسم کتاب اور بولتی اور بیان کرنے والی کتاب ہے ۔ وہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اور ان کی پیروی کا نمبر بھی پہلا ہے۔ لیکن نہ ان کا ذکر اشاروں اور تمثیلات میں کرنے کی ضرورت ہے نہ ان کی پیروی ڈھکی چھپی بات ہے ۔ اشاروں کنایوں اور تمثیلات میں ڈھک لپیٹ کر تو بات اس کی کی جاتی ہے جس کی حکومت کو قائم نہ ہونے دینے کے لئے قریش نے اجماع اور عہد کرلیاہے ۔تاکہ اہل ایمان کے لئے سند رہے اور وہ قرآنی آیات سے گھیر کر اپنے مخالف کو لاجواب کر سکیں چنانچہ بات اسی نورؑ کی اور اسی قرآن ناطق کی اور اسی حق مجسمؑ کی ہو رہی

ان کی تمام برائیوں کو ان سے کفر کرا دیا گیا ہے یعنی چھپا دیا ہے بروز حساب ان کے اعمالنامے میں برائیاں نہ ملیں گی اور ان کی ذہنی و قلبی کیفیات کو سنوار کر اصلاح یافتہ کر دیا ہے ۔ (۳) وہ سب کچھ اس کا نتیجہ ہے کہ جن لوگوں نے حقیقتِ دینی کو چھپایا ہے انہوں نے باطل کی پیروی اختیار کرلی ہے اور جو لوگ دونوں طرح کا ایمان لائے ہیں انہوں نے اپنے پروردگار کی طرف سے

كَفَّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَهُمۡ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ

دور کیں ان سے برائیاں ان کی اور سنوارا حال ان کا یہ اس واسطے کہ وہ لوگ کہ

الَّذِيۡنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا

کافر ہوئے پیروی کی انہوں نے باطل کی اور یہ کہ جو لوگ ایمان لائے پیروی کی

الۡحَقَّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ

انہوں نے حق کی پروردگار اپنے سے اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ واسطے لوگوں کے

ہے ۔جس سے قریش چڑتے اور دشمنی رکھتے ہیں تا کہ بعد میں وہ اس لفظ اَلْحَقُّ کی تاویل کرکے بات یوں بنا سکیں کہ :

(ا ۔ الف) آیت (۲ / ۴۷) سے گھبرا کر علامہ مودودی کی گمراہ کن اور مہمل تاویل: ”اگرچہ اَلَّذِیۡنَ ءَامَنُوۡا کہنے کے بعد ءَامَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ کہنے کی حاجت باقی نہیں رہتی ۔ کیوں کہ ”ایمان لانے “ میں محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر نازل ہونے والی تعلیمات پر ایمان لانا آپ سے آپ شامل ہے ۔ لیکن اس کا الگ ذکر خاص طور پر یہ جتانے کے لئے کیا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہو جانے کے بعد کسی شخص کا خدا اور آخرت اور پچھلے رسولوںؑ اور پچھلی کتابوں کو ماننا بھی اس وقت تک نافع نہیں ہے جب تک کہ وہ آپؐ کو اور آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کو نہ مان لے۔۲۔یہ تصریح اس لئے ضروری تھی کہ ہجرت کے بعد اب مدینہ طیبہ میں ان لوگوں سے بھی سابقہ درپیش تھا جو ایمان کے دوسرے تمام لوازم کو تو مانتے تھے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ماننے سے انکار کر رہے تھے “ ۔ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۰)

(ا ۔ ب) علامہ کے اس بے بنیاد بیان کو فی الحال محفوظ رکھیں اور قرآن کے الفاظ کی پابندی لازم سمجھیں ۔

قارئین نے علامہ کا من سمجھوتہ دیکھ لیا ۔ جس پر ہم ذرا دیر بعد گفتگو کریں گے اور قرآن سے اس کا باطل اور من گھڑت ہونا ثابت کریں گے ۔یہاں تو پہلے یہ سمجھ لیں کہ اگر اللہ نے اس دوسرے ایمان کو یہ فرما کر لازم کیا ہوتا کہ :

اگر ولایت پر ایمان لانا ان الفاظ میں بیان ہوتا ۔ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ساتھ ہی محمدؐ پر نازل شدہ ولایت وحکومتِ علویہ پر بھی ایمان لائے ہیں ان کی تمام برائیاں چھپا دی جائیں گی اور ان کی ذہنی اور قلبی کیفیات کو سنوار کر انہیں اصلاح یافتہ کر دیا جائے گا “ ۔

اس بیان کو وہ قریشی لیڈر اور سربراہانِ قوم ہرگز قرآن میں باقی نہ رہنے دیتے جن کے رحم و کرم پر قرآن کی اشاعت مسلسل چار سو سال تک رہی اور انہوں نے اس دوران قرآن کے ساتھ جو چاہا کیا ۔ اس کے متعلق جو مناسب سمجھا مشہور کرکے دنیا میں پھیلایا ۔ لہٰذا ان ہی کے ہاتھوں قرآن کو آگے بڑھانے کے لئے اللہ نے ان کی تاویل کی گنجائش رکھ دی اور وہ تاویل کرکے مودودی کی طرح مطمئن ہوتے چلے آئے ۔ مگر اہل حقؑ ہمیشہ یہ دباؤ ڈالتے رہے ہیں کہ قرآن کی عبارت اور الفاظ سے دلیل لاؤ اور اپنا عقیدہ ثابت کرو ۔ تاویل اور خودساختہ قصوں کہانیوں کو اپنی قوم اور عقیدت مندوں کے لئے رہنے دو ۔ بہر حال علامہ نے اپنی تاویلات سے پہلے یہ مان لیا کہ : ”ءَامَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ “ کہنے کی حاجت نہیں رہتی “ ۔ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۰)

علامہ کی تاویلات پر تنقیدی نظر : لہٰذا علامہ کا اپنا بیان اور دونوں تاویلات بلا ضرورت ، بلا احتیاج ثابت ہو گئیں ۔ پھر چونکہ علامہ نے اپنی تاویلات میں کوئی قرآنی مثال یا آیت پیش نہیں کی اس لئے ان کا ذاتی و شخصی تصور کسی کے لئے دلیل نہیں بن سکتا ۔ پھر قرآن میں، یا رسوؐل اللہ کی تبلیغ و اعلانات میں کہیں یہ تصور نہیں دیا گیا کہ ”قرآن اور محمدؐ پر ایمان لائے بغیر سابقہ انبیاؑ ،کتابوں اور تعلیمات پر ایمان و عمل کافی ہے “ بلکہ سب سے پہلا سوال یہی تھا کہ محمدؐ اور محمدؐ پر نازل شدہ

نازل کردہ حق کی پیروی کو اختیار کرلیا ہے اسی صورت حال کو سمجھانے کے لئے اللہ انسانوں کے سامنے خود ان کی اپنی مثالیں رکھ دیا کرتا ہے۔(۴) چنانچہ جیسے ہی میدان جنگ میں تمہاری حق کو چھپانے والوں سے ملاقات یا مڈ بھیڑ ہو تو سر دھڑ کی بازی لگائے رکھو۔یہاں تک کہ تمہیں غلبہ حاصل ہو جائے تو پھر بڑی شدت	اَمْثَالَهُمْ ۝۳ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مثالیں ان کی پس جب ملاقات کرو تم ان لوگوں کی کہ کافر ہوئے فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ پس مارو گردنیں ان کی یہاں تک کہ جب چوُر کردو ان کو

کتاب پر ایمان لانا ہوگا۔ اس میں یہود و نصاریٰ، مجوس و مشرک کا سوال نہ تھا۔ نہ کسی کی تخصیص تھی۔ قرآن نے جہاں جہاں اور جن جن کو مومنین یا يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ کہا ہے وہاں محمدؐ اور قرآن پر ایمان لا چکنے والے ان میں شامل ہیں۔ اور اہل کتاب کو کہیں خاص طور پر ایمان لانے کا حکم اس طرح نہیں دیا گیا۔ جس طرح کا حکم مودودی نے لکھا ہے۔

بنی اسرائیل یا یہود و نصاریٰ کو بھی محمدؐ پر اور قرآن پر ایمان لانے کا عام حکم دیا گیا ہے۔ یہاں خود علامہ کے ترجمہ سے یہ دیکھ لیں کہ یہود و نصاریٰ کو ایمان لانے کا حکم کس طرح دیا جاتا تھا:

(۱) ”اور میں نے جو کتاب بھیجی ہے اس پر ایمان لاؤ یہ اس کتاب کی تائید میں ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود تھی لہٰذا سب سے پہلے تم ہی اس کے منکر نہ بن جاؤ“۔ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۷۲)

قارئین یہ دیکھیں کہ زیر بحث آیت (۲ / ۴۷) والے حق کی بات ان سے نہیں ہو رہی ہے۔ سیدھی بات کہی قرآن پر ایمان محمدؐ پر ایمان ہوگا۔ یہ نہیں کہا کہ تم کو باقی تمام انبیاءؑ اور کتابوں پر ایمان کافی ہے۔

(۲) ”اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی ہے مان لو اس کتاب کو جو ہم نے اب نازل کی ہے اور جو اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود تھی اس پر ایمان لاؤ“۔ (نساء ۴۷ / ۴) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۵۸)

(۳) ”جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم تو صرف اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارے یہاں (یعنی نسل اسرائیل میں) اُتری ہے“۔ (۹۱ / ۲) (ایضاً صفحہ ۹۴)

قارئین ہم اسی طرح گھنٹوں علامہ کا ترجمہ سناسکتے ہیں اور دکھا سکتے ہیں کہ علامہ کی دونوں تاویلیں باطل اور بے سند ہیں۔ اب یہاں یہ دیکھ لیں کہ اہل کتاب کے ایمان لانے میں اور باقی لوگوں کے ایمان لانے میں کوئی خاص یا عام فرق نہ تھا۔ سنئے علامہ لکھتے ہیں۔

(۴) ”پھر اگر وہ اسی طرح ایمان لائیں، جس طرح تم لائے ہو، تو ہدایت پر ہیں، اور اگر اس سے منہ پھیریں تو کھلی بات ہے کہ وہ ہٹ دھرمی میں پڑ گئے ہیں۔ (۱۳۷ / ۲) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۱۶)

ثابت ومعلوم ہوا کہ علامہ نے علیؑ اور ولایت علویہ پر ایمان لانے والی شرط کی سراسر غلط توجیہہ و تاویل کی تھی آیت (۲ / ۴۷) میں محمدؐ پر نازل ہونیوالی چیز ولایت علویہ تھی جو سراسر حق ہے۔ اور جس کو بتدریج تیسرے نمبر پر ایمان میں شامل کیا گیا ہے۔ تاکہ ابتدا ہی میں قریشی لیڈروں کو سیاسی حربہ نہ مل سکے۔ وہ تو اعلان نبوت ہی کو بنی ہاشمؑ کا ڈھونگ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ بنی ہاشم نے ہم پر برتری قائم کرنے کے لئے نبوت کا اعلان کرا دیا ہے۔ اب اگر ہم بھی نبوت کا دعویٰ کرائیں تو ہم دوسرے درجہ پر ہوں گے ہمیں بے ضرورت اور جھوٹا ثابت کردیا جائے گا۔ چنانچہ مدت دراز تک آنحضرتؐ نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَسولُ الله پڑھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ غزوہ خیبر کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کو یہ اعلان کرنے کے لئے ایک باغ سے مدینہ میں بھیجا تھا کہ: ”جو کوئی یہ اقرار کرلے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اس پر جنت واجب ہوگئی“ اور اس اعلان سے حضرت عمر نے منع کردیا تھا۔ اور ابوہریرہؓ کی ذرا وراسی مرمت بھی کر دی تھی اور پھر دونوں رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور عمر نے کہا تھا کہ ایسے اعلان کے بعد لوگ اعمال کرنا چھوڑدیں گے۔

۲۔ آیت (۴ / ۴۷) کو مارشلزم اور قتل عام، لوٹ مار و جارحیت کے جواز میں مروڑا گیا ہے۔

قارئین نوٹ کریں کہ قریشی حکومت قائم کرنے والے سب سے بڑے لیڈر نے بار بار اور بڑے اصرار و تکرار کے ساتھ

فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰی

پس محکم کرو قید کرنا پس یا احسان کیجئیو پیچھے اس کے اور یا بدلہ لیجئیو یہاں تک کہ

تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ ذٰلِكَ ۛ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ

رکھ دیوے لڑائی بوجھ اپنے بات یہ ہے اور اگر چاہے اللہ البتہ بدلا لیوے ان سے

وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ

ولیکن تو کہ آزماوے بعضے تمہارے کو ساتھ بعض کے اور جو لوگ کہ

کے ساتھ جنگ نہ ہونے کا وثوق حاصل کرلو چنانچہ میثاق کے مطابق یا احسان سے پیش آؤ یا حرجانہ لے لو یہاں تک کہ جس طرح ہو سکے جنگ اپنے ہتھیار اٹھا کر رکھ دے حقیقت حال وہی ہے جو بیان ہو چکی اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان کو ٹھیک کرلیتا ولیکن منشا یہ ٹھہراہے کہ تمہارے میں سے بعض کو بعض دوسرے لوگوں کے مقابلے میں جانچ کر دکھایا جائے

رسولؐ اللہ کے سامنے اس حکومت کا تصور رکھا تھا جو بعدِ رسولؐ قائم کرنے کے لئے وہ کوشاں تھا۔ (بقرہ ۲۰۴ / ۲) اور اگلی آیت (۲۰۵ / ۲) میں اللہ نے یہ بتایا ہے کہ جب اسے اقتدارِ حکومت حاصل ہو جائے گا تو وہ اس دنیا کو جنگی اکھاڑہ یا میدانِ جنگ بنا دے گا۔ فصلیں اور انسانی نسلیں تباہ کردی جائیں گی ساری دنیا فتنہ و فساد سے لبریز ہوجائے گی۔"

چنانچہ ساری دنیا جانتی ہے کہ خلیفہ اوّل کے زمانہ میں پہلے عرب میں قتل اور لوٹ مار شروع کی گئی عرب کے ہزاروں خاندانوں کو تہہ تیغ کیا جو مسلمان تھے نمازیں باجماعت پڑھتے تھے صرف قریش کے اس ٹولے کی حکومت کو ناجائز سمجھتے تھے انہیں زکوٰۃ نہ دیتے تھے۔ عربوں کو قابو میں کرلینے کے بعد بیرونی ممالک پر فوج کشی شروع کی اور کروڑوں انسانوں کو قتل کیا گیا یہاں تک کہ خاندانِ رسولؐ کا بڑا چھوٹا سب قتل کردیئے گئے حتّٰی کہ شیر خوار بچہ کو بھی تیروں کا نشانہ بنا دیا گیا۔ رسولؐ زادیوں اور خاندان کی دیگر عورتوں کو جیلوں میں بند رکھا گیا بازاروں میں گشت کرایا گیا۔ تاکہ تصورِ ولایت کو دنیا سے فنا کردیا جائے۔ یہی نہیں بلکہ چارسوسال تک علیؑ کے نام لیواؤں کا قتل عام جاری رکھا گیا۔ وہ جہاں جا کر پناہ لیتے تھے۔ وہیں فوج کشی کر دی جاتی تھی۔ ہندوستان کے حملے اسی غرض کے ماتحت جاری رہے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں ذلیل و خوار کرنے کا انتظام کیا اور ان سے اقتدار و حکومت چھین کر دوسروں کو دے دی۔ عرب کے ان حکمرانوں کو روزِ اول سے ایسے اسلام کی ضرورت تھی جس میں ان کی پالیسیوں اور منصوبوں کو پروان چڑھنے کا موقع ملے۔ اور یہی سبب تھا کہ ان کے بزرگوں یعنی اوّلین قریشی لیڈروں نے قرآن کو مہجور کیا تھا (فرقان ۳۰ / ۲۵) اور حقیقی معنی کو جھٹلانے کا باقاعدہ نظام بر پا کیا تھا (۶۶ / ۶ انعام) چنانچہ فرمایا گیا کہ: (علامہ کے قلم سے)

عہدِ رسولؐ میں قرآن کو مارشلزم کے لئے تیار و تبدیل کرکے "الحق" اور "قرآن" جھٹلایا گیا۔

"دیکھو ہم کس طرح بار بار مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کررہے ہیں۔ شاید کہ یہ حقیقت کو سمجھ لیں تمہاری قوم اس کا انکار کررہی ہے۔ حالانکہ وہ (اَلْحَقُّ) حقیقت ہے۔ ان سے کہہ دو کہ میں تم پر حوالہ دار (وکیل) نہیں بنایا گیا ہوں"۔(انعام ۶۵ / ۲) (۶۶ / ۶) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۴۸) یہاں علامہ نے "وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ" کا ترجمہ انکار کر رہی ہے، کرلیا ہے۔ تاکہ جھگڑا نہ رہے۔ آگے مسلسل سنئے کہ تکذیب بڑے غور و خوض سے کی جاتی تھی:"اور اے محمدؐ جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پر نکتہ چینیاں(غوروخوض کو بدل دیا ہے۔احسنؔ) کررہے ہیں تو ان کے پاس سے ہٹ جاؤ یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان (مجسّم۔احسنؔ)(۲۰۴ / ۲) تمہیں بھلاوے میں ڈال دے تو جس وقت تمہیں اس غلطی کا احساس ہوجائے (یہاں کوئی لفظ غلطی کےاحساس کیلئے نہیں ہے)اس کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو"(۶۷ / ۶ تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۴۹) (قوم کا ترجمہ لوگوں کردیا ہے) یہ ترجمہ بہت غلطیوں کے باوجود اتنا ضرور بتا دیتا ہے کہ عہد رسولؐ میں ا۔ رسولؐ کی قوم ہر وقت قرآن کی آیات میں غوروخوض کرتی رہتی تھی اور چاہتی تھی کہ اپنے اخذ کردہ مفاہیم میں رسولؐ کو بھی شامل کرلے۔ اسی لئے رسولؐ کو ان کے اس اجتہادی بحث و تحقیق کے جلسوں میں شرکت سے روک دیا تھا ۲۔ اس کونسل میں سب سے بڑا مجتہد جسے شیطان کہا گیا ہے موجود ہوتا تھا اور اس کی باتیں رسولؐ کو تعجب میں ڈال دیا کرتی

اور جو لوگ دین خداوندی کو قائم کرتے ہوئے قتل ہوئے ہیں ۔ان کے اعمال و اقدامات کو اللہ ہر گز گمراہ نہ ہونے دے گا یعنی بے نتیجہ وبے نیل و مرام نہ رکھے گا۔ (۵) اور ان قتل ہو جانے والوں کی راہنمائی کرے گا اور ان کا ذہنی و قلبی حال درست کر دے گا۔	قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴ مارے جاتے ہیں بیچ راہ اللہ کے پس ہر گز نہ بے راہ کرے گا عملوں ان کے کو سَیَهْدِیْهِمْ وَ یُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝۵ البتہ ہدایت کرے گا ان کو اور سنوارے گا حال ان کے کو

تھیں (بقرہ ۲۰۴ / ۲) لہٰذا یہاں بھی یہ اندیشہ ظاہر کیا گیا کہ وہ رسولؐ کو بحث میں الجھا کر حکم خدا کی تعمیل بھلا سکتا تھا اس لئے فرمایا کہ جیسے ہی یاد آئے وہاں سے چل دو ۳۔ یہاں جو کچھ ہوتا تھا اس کو ظاہر کرنے کے لئے لفظ " اَلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ " فرمایا ہے جس کے معنی سورۂ مائدہ (۴۵ / ۵) کی رو سے " وہ قوم جو احکامات خداوندی کو خالص قرآنی الفاظ میں پسند نہیں کرتی" ہوتے ہیں ۔ یعنی یہ قوم قرآن کے احکام میں اجتہادی احکام ملا کر مفاہیم اخذ کرتی رہتی تھی ۴ ۔ اور اس عمل درآمد کو اللہ نے قرآن کی تکذیب فرمایا ہے (۶۶ / ۶)

قارئین نوٹ کر لیں کہ عہد رسولؐ ہی میں قرآن کی آیات کے معنی بدل کر قومی پالیسیوں اور منصوبوں پر فٹ کئے جانے کا قانون جاری ہو گیا تھا۔ اس پالیسی کی روشنی میں آپ آیت (۴ / ۴۷) زیر بحث کو دیکھیں کہ اس کے معنی میں قریشی علما نے قتل عام اور دشمنوں اور اپنے مخالفوں کو کچل ڈالنے کو جائز قرار دے لیا ہے ۔ اور انتہا یہ ہے کہ علامہ رفیع الدین نے بھی اس آیت کا ترجمہ بڑی لاپرواہی سے کر دیا ہے ۔ اس لئے کہ شیعہ و سنّی علما مسلسل وہی معنی کرتے چلے آرہے تھے ۔

(۲۔ الف) آیت (۴ / ۴۷) کے مختلف ترجمے جن میں اپنے مخالفوں کا قتل عام جائز کر لیا۔

لہٰذا ہم یہاں چند ترجمے پیش کرتے ہیں تاکہ آپ ظالمانہ ذہنیت کو اچھی طرح سمجھ لیں پھر ہم ان الفاظ کے حقیقی اور بنیادی معنی دکھائیں گے تاکہ مترجمین کی علمی دیانت دیکھی جا سکے ۔

مودودی ترجمہ: ۔ "پس جب ان کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو اس کے بعد (تمہیں اختیار ہے) احسان کرو یا فدیے کا معاملہ کرلو تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے "۔ (۴ / ۴۷ تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۱)

اشرف علی کا ترجمہ: " سو تمہارا جب کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خوں ریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو، پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں "۔(ترجمہ صفحہ ۸۰۹، ۴ / ۴۷)

فرمان علی کا ترجمہ:۔ "جب تم کافروں سے بھڑ و تو (ان کی) گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم انہیں زخموں سے چور کر ڈالو تو ان کی مشکیں کس لو پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر (چھوڑ دینا) یا معاوضہ لے (کر رہا کرنا) یہاں تک کہ دشمن لڑائی کے ہتھیار رکھ دیں"(صفحہ ۸۰۹)

ہمارے ترجمہ سمیت آپ کے سامنے پانچ ترجمے موجود ہیں ۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے علاوہ باقی چاروں ترجموں کے مفہوم و مقصد میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے ۔ ان چاروں یاروں کے سمجھوتے کے مطابق ان کے دشمن سر جھکائے ہوئے خالی ہاتھ آ کر ان کے سامنے بیٹھ جائیں گے پھر یہ حضرات تلوار لے کر آئیں گے اور تمام دشمنوں کے سر قلم کرکے ڈھیر لگا لیں گے ۔ جب خوب خون بہا چکیں گے یعنی نہ کہیں خون باقی رہے گا کہ بہایا جا سکے نہ کہیں جگہ رہے گی جہاں خون بہایا جائے تب یہ مومنین ان کو کچلنا شروع کریں گے ۔ یعنی ان لاشوں اور سروں کو ریزہ ریزہ کر ڈالیں گے تو اب کوئی کہیں سے قیدیوں کا ٹولہ بھی نکل پڑے گا تو کچھ مومنین انہیں مضبوطی سے باندھنے لگیں گے کچھ مشکیں کسنا شروع کر دیں گے ۔

اور یہ بات صحیح ہے کہ ان کہیں سے کود پڑنے والے قیدیوں کو رہا تو کرنا ہی پڑے گا خواہ مفت یا پیسے لے کر ۔ مگر سوال یہ ہے کہ مخالف تو سب قتل ہو گئے چورا چورا کر ڈالے گئے اب ہتھیار رکھنے والے کون لوگ ہوں گے یہ بات چاروں یار مل کر بھی اپنے ترجموں میں سے پیدا نہیں کر سکتے ؟

(۲ ۔ ب) اس مظلوم آیت (۴ / ۴۷) کے الفاظ جن کو نچوڑا اور بگاڑا گیا ہے ۔ اس آیت میں تین الفاظ ایسے ہیں جن پر یہ ثلاثہ اینڈ کمپنی کی ظلم و جبر و استبداد کی تکون یا مثلث قائم کی گئی ہے۔ ان الفاظ میں سے دو ایسے ہیں جن کے بھائی بند الفاظ آپ اردو میں بولتے رہتے ہیں اوّل لفظ اَلْوَثَاقَ ہے ۔ اس لفظ کی بنیاد یا مادہ و-ث-ق ہے ۔ اور اس بنیاد سے بننے والے اور آپ کے بولنے میں آنے والے الفاظ "وثوق سے کہنا"۔"عہدو میثاق کرنا"۔ دوسرا لفظ اَلرِّقَابِ ہے ۔ اس کا مادہ ر-ق-ب ہے۔ اور آپ کی روز مرّہ زبان میں الفاظ رقیب و رقابت و رقبہ بولے جاتے ہیں ۔ البتہ تیسرا لفظ غیر مانوس ہے ۔" اَثْخَنْتُمُوا ۔" اس لفظ میں آخری ٹکڑا ' تموا ، نکال دیں جو کہ ضمیر جمع مخاطب ہے ، تواصل لفظ " اَثْخَنَ" رہ جاتا ہے جس کا مادہ ث-خ-ن ہے اور اس کے بنیادی معنی ہیں ۔"کسی کے مقابلے میں موٹا ہوجانا، بھاری بھرکم ہو جانا یا غلبہ حاصل کرلینا ۔" اس طرح مذکورہ آیت سادہ سی صورت حال پیدا کرتی ہے جو ہمارے ترجمے سے صاف نظر آ رہی ہے ۔ کہ : مخالف سے جنگ ٹھن جائے تو ظاہر ہے سردھڑ کی بازی لگے گی، رقابت اور ایک دوسرے کے جان و مال و تحفظ و رقبہ پر قابو حاصل کرنے کی سرتوڑ کوشش ہو گی ۔ غلبہ حاصل کرنے والا بھی چاہے گا کہ آئندہ یہ صورت حال پیش نہ آئے مغلوب ہونے والے کو بھی سبق ملے گا دونوں جب جنگ کے ہتھیاروں کا استعمال روک لیں گے تو آپس میں امن کا معاہدہ (میثاق) اورسخت پابندیاں عائد کی جائیں گی ۔ اب اس کے بعد ہرجانہ لیا جائے گا یا قطعی طور پر احسان کا شرطیہ سلوک ہوگا ۔ یا دونوں باتیں ہوں گی ۔ اور فریقین امن و امان سے رہنے لگیں گے ۔آیت میں کہیں بھی لفظ "اَسِیر یا اُسٰرٰی" موجود نہیں ہے ۔ مگر قریشی دماغ میں مجرمانہ ذہنیت کی کرشمہ سازی سے ماشاء اللہ قتل و غارت ولوٹ مار اور قیدی و غلامی کے سارے نظارے پیدا ہو کر رہ گئے ۔ چونکہ انہوں نے ساری دنیا کو اسلام کے نام پرنگوں سار و زیر نگیں (Dominate) کرنا تھا اس لئے اس مظلوم آیت کو مار پیٹ کر اس کے ذمہ مندرجہ بالا چار ابلیسی بیانات لگا دیئے گئے ۔ اور تمام سادہ دل عوام ان کی علمی دستار اور عبا وقبا کے بھروسہ پر گمراہ ہوگئے ۔

(۲۔ج) قریشی سازش میں جہاں الفاظ کے معنی تبدیل کئے وہیں ایسی لغات تیار کرادیں جن میں قاری الجھ کر رہ جائے۔

آپ کو ایسے عربی دان ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گے جو عربی الفاظ کی تخلیق اور ان کے وضعی معنی پر ید طولٰی رکھتے ہوں ۔ یہ درسی کتابیں پڑھ کر عالم و مجتہد بن بیٹھنے والے حضرات سب یہ مانتے اور کہتے ہیں کہ :

"عربی زبان بہت وسیع زبان ہے اس میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہیں۔"حالانکہ یہ جملہ بتاتا ہے کہ عربی زبان بہت تنگ دامن زبان ہے جس میں الفاظ کی کئی گنا کمی ہے اس لئے اس کو مختلف مطالب بیان کرنے کے لئے ایک ہی لفظ کو کئی کئی جگہ استعمال کرکے کام چلانا پڑتا ہے ۔اس لئے کہ عربی میں ہرتصور اور ہر مطلب کے لئے الگ الگ مستقل الفاظ کا ذخیرہ نہیں ہے ۔ یعنی یہ عالم نما جاہل جو کچھ کہتے ہیں اسے سمجھتے بھی نہیں۔ بہر حال آیئے ذرا لغات القرآن کی تھوڑی سی سیر ہوجائے :

(۱) رِقَاب،رَقَبَۃٌ کی جمع ہے ۔ رَقَبَۃٌ ۔ گردن ، جان ، غلام رقبۃ اصل میں گردن کا نام ہے پھر جملہ بدنِ انسانی کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا اور عرف میں یہ غلاموں کا نام پڑ گیا "(لغات القرآن جلد ۳ صفحہ ۹۴) مولانا عبد الرشید نعمانی)

اور تماشہ دیکھیں :(۲) رَقِیب:نگہبان ، خبر رکھنے والا ، محافظ،مطلع ، منتظر، راہ دیکھنے والا۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں :

"رقیب ۔ حافظ یعنی نگران کوکہتے ہیں یا تو اس لئے کہ وہ شخص محفوظ کی گردن کی حفاظت کرتا ہے اور یا اس لئے کہ وہ اپنی گردن اٹھائے رہتاہے نیز رقیب حق تعالٰی کے اسماء حسنٰی میں سے ہے ۔" (ایضاً صفحہ ۹۴)

قارئین غور فرمائیں کہ ایک ہی لفظ کو کروٹیں دے دے کر کیا سے کیا بنا دیا ہے ؟۔

علامہ نے اَلرِّقَابِ کے معنی گردنیں کئے تھے لیکن اسی لفظ کے معنی اب غلام کرلئے گئے ۔

چلتے چلتے علامہ پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں تاکہ ان کی قرآن کی تفہیم میں بے راہ روی معلوم ہو جائے ۔ ترجمہ کرتے ہیں کہ :

"اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر ، مسکینوں اور مسافروں پر ،مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور (وَفِي ٱلرِّقَابِ) غلاموں کی رہائی پرخرچ کرے "۔ (بقرہ ۱۷۷ / ۲) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۳۷)

قارئین ذرا آیت زیر بحث میں الرقاب کے یہ تازہ معنی لگا کر پڑھئے تو بات یوں شروع ہو گی کہ :

لطیفہ:۔ "پس جب ان کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو پہلا کام غلام بازی کرنا ہے "الخ۔ بس ایک ہزار کی کمی رہ گئی۔

(۳) مَوْثِقًا۔ مصدر ، منصوب ۔ وَثُوقٌ بھی مصدر ہے ۔ پختہ پیمان ، مضبوط عہد ۔ مَوْثِقَهُمْ۔ مصدر منصوب مضاف هُمْ ضمیر مذکر غائب مضاف الیہ ، ان کا مضبوط عہد ، وَثِیْقٌ مضبوط ، وِثَاقٌ جمع وَثِیْقَةٌ عہدنامہ ، وہ دستاویز یا کوئی چیز جس سے کام میں مضبوطی ہو"۔ (جلد ۵ لغات القرآن صفحہ ۴۷۴)

یہ تھا آیت (۴ / ۴۷) میں تیسرا لفظ " اَلْوِثَاق " جس کے معنی قیدیوں کو باندھنا وغیرہ کرلئے گئے ۔لیکن ہم دکھاتے ہیں کہ علامہ صاحب وثاق اور واثق وغیرہ کے حقیقی معنی جانتے ہیں اور یہ کہ جان بوجھ کر قریشی پالیسی اور مظالم کی پردہ داری کے لئے وہاں (۴ / ۴۷) غلط معنی کئے تھے ۔

علامہ نے عمداً غلط معنی کر کے آیت (۴ / ۴۷) کا مفہوم بدلا تھا۔ (۱) سنئے اور قرآن کے ترجمہ ہی میں دیکھئے :

(۱) " وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ ۞ " (مائدہ ۷ / ۵)

علامہ کا صحیح ترجمہ: "اللہ نے تم کو جو نعمت عطا کی ہے اس کا خیال رکھو اور اس پختہ عہدو پیمان کو نہ بھولو جو اس نے تم سے لیاہے "۔ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۴۹)

(۲) "ان کے باپ نے کہا " میں اس کو ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ کے نام سے مجھ کو پیمان نہ دے دو (حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ ۞ یوسف) کہ اسے میرے پاس ضرور واپس لے کر آؤ گے اِلَّا یہ کہ تم کہیں گھیر ہی لئے جاؤ ۔ جب انہوں نے اس کو اپنے اپنے پیمان دے دیئے(فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ) تو اس نے کہا"۔

(یوسف ٦٦ / ۱۲ تفہیم القرآن جلد۲ صفحہ ۴۱٦۔۴۱۷)

قارئین دیکھ لیں کہ علامہ رنگین ہاتھوں کے ساتھ قرآن کے سامنے حاضر ہیں ۔ اور قرآن اور ان کی تفہیم القرآن گواہ ہے کہ وہ تحریفِ قرآن کے مجرم ہیں ۔

تیسرا غیرمانوس لفظ بھی وہ معنی نہیں رکھتا جو چاروں یاروں نے اختیار کئے ہیں ... ؟

اب تیسرے لفظ اثخن کو لغات القرآن سے دیکھیں اور اس جرم کا سائز تجویز کریں جو قتل عام کو قرآن سے جائز کرنے والے شخص پر عائد کیا جانا چاہئے :

"یُثْخِنَ۔ واحد مذکر غائب مضارع ، اِثْخَانٌ مصدر ، کثرت سے خون بہا دے ۔ ثَخِیْنٌ۔بردبار ۔بھاری بھر کم آدمی ثَخِیْنُ السَّلَاحِ۔ہتھیار بند مسلّح ثَوْبٌ ثَخِیْنُ النسّجِ گھنی بُناوٹ کا کپڑا ثُخُوْنَةٌ ثَخَانَةٌ ثَخْنٌ مصادر ہیں ۔ موٹا سخت ہونا مُثْخَنَةٌ موٹی عورت اِثْخَانٌ فِی کسی بھی فعل میں خوب زیادتی کرنا "۔ (لغات القرآن جلد٦ صفحہ ۱۹۱)

ہمارے اس اقتباس کی ابتدا میں اسی شخص (مولانا عبدالدائم) نے اِثْخَانٌ مصدر کے معنی لکھے "کثرت سے خون بہا دے " اور آخر میں بتایا کہ اِثْخَانٌ کے ساتھ لفظ فِیْ لگا کر جس فعل کے ساتھ شامل کر دیا جائے تو اس فعل میں" خوب زیادتی کرنا" معنی ہو جاتے ہیں یعنی یہ جملہ ، اِثْخَانٌ فِي الْقَتْلِ "خوب قتل کرنا " اِثْخَانٌ فِي الْقِرْاٰت "خوب خوب پڑھنا "

مطلب یہ کہ تنہا اس لفظ کے معنی نہ کچلنا ہیں نہ خون ریزی کرنا ہیں اور نہ قتل کرنا ہیں ۔ لہٰذا چاروں یاروں کے چاروں ترجموں کی تحریف ثابت ہے ۔ ایک آخری مقام دیکھ کر جھوٹوں پر نفرین کر دیں ۔

جھوٹوں کو گھر تک پہنچانے والی ڈکشنری ؟

(۱) " ثَخُنَ ثِخَنًا و ثَخَانَةً و ثُخُوْنَة (۱)To become course , stiff , thick

(۱) کسی کے ساتھ سلوک میں خشکی اور سختی برتنا ، تندی کا اظہار کرنا یا گاڑھا ہو جانا

(۲) اَثْخَنَ (۲) To render any one thick , rude , to distress any one

(۲) کسی کو گاڑھا یا گھنا کرنا، کسی کو بد تمیزی دکھانا گنوار پن کرنا، کسی کی ہمت شکنی کرنا" (معجم عربی ۔ انگلیزی Page 67)
یہ تمام گفتگو ثابت کرتی ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ نہایت خطرناک سازش جاری رہتی چلی آئی ہے۔ اور تو اور شیعہ کہلانے والے علما بھی قریشی منصوبے کے شکار ہو گئے اور بڑے اطمینان سے اپنی تفسیروں اور ترجموں میں وہی رنگ اختیار کر لیا جس کا علما کی محفل میں زور تھا۔

(۳) آیت (۴/۴۷) کے آخری حصے میں اور آیت (۶-۵/۴۷) میں شھدا کے لئے پالیسی غور طلب اور عجیب ہے۔

ان تینوں آیات کے الفاظ جو کچھ کہتے ہیں وہ ہم نے واقعات کربلا کی ذیل میں تفصیل سے پیش کئے ہیں۔(کتاب مرکز انسانیت) یہ تینوں آیات روز اوّل سے علما کی پریشانی کا باعث رہی ہیں۔ چونکہ یہ حضرات اپنی دینی معلومات و تحقیقات کی روشنی میں یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ جنت و جہنم میں داخلہ اور رہائش قیامت کے حساب اور بازپرس کے بعد ہی ممکن ہے۔ اس سے پہلے کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ نہ وہاں رکھا جائے گا۔ یہ تینوں آیات (۶ تا ۴/۴۷) ان کے اس آخری فیصلے کو توڑتی ہیں۔ اس لئے تمام علما یہاں پہنچ کر ہکّا بکّا رہ جاتے ہیں۔ کوئی دم دبا کر چپکے سے گزر جانے میں خیریت سمجھتا ہے۔ کوئی ان آیات کو اپنے معمول پر رکھتے ہوئے کوئی چونکا دینے والا لفظ منہ سے نکالے بغیر سرسری طور پر گزر جاتا ہے۔ اور کوئی اپنے مذکورہ فیصلے کے ساتھ ان آیات کو مطابق کرنے اور عام حالات پر ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر یہ سب اس مقصد میں برابر متفق رہے ہیں کہ قرآن پڑھنے والے قاریوں کو چونکنے نہ دیا جائے۔ بعض نے قاریوں کو سو فیصد غافل رکھنے کے لئے ان تینوں آیات کے بنیادی الفاظ کو زمانۂ ماضی سے نکال کر زمانۂ مستقبل میں بدل دیا اور ایسا کرنے والوں میں جناب مودودی بھی شریک ہیں۔ ہمارے نزدیک قرآن کی غلط ترجمانی کرنے والے لوگ مجرم ہیں۔ مگر ان مجرموں میں سب سے خطرناک مجرم وہ ہیں جو یہ کوشش کرتے ہیں کہ کہیں ایسا لفظ استعمال نہ کریں جس پر کوئی قاری چونک کر غور و خوض شروع کر دے۔ ہم نے مسٹر پرویز اور ان کی قسم کے دوسرے تخریب کاروں کی مکمل تردید و ابطال کیا ہے۔ مگر ہم نے ان کی مدح وثنا بھی کی ہے اس لئے کہ انہوں نے قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے الٹے سیدھے اور غلط و گمراہ کن الفاظ لکھ کر قاریوں کو چونکنا کرتے جانے کا انتظام کیا ہے اور ان کے اپنے قول کے مطابق واقعی قرآنی انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ یعنی اب لوگ جگہ جگہ ٹھہرنے اور غور کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ اور اکثر و بیشتر پرانی ڈگر کو نفرت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔

(۳ ۔ الف) قرآن کریم کی پالیسی نہایت سادہ، عام فہم اور نپے تلے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

قارئین اس ابتدا اور کلیدی الفاظ پر غور کریں جس پر باقی دونوں آیات کے مطالب کا دارومدار ہے اور جس کے نہ سمجھنے سے قرآن کی ایک ایسی پالیسی نظر انداز ہو کر رہ گئی ہے جس سے اسلام کے لئے قربانیوں اور فداکاریوں کی تمام راہیں بند ہو گئی ہیں۔ اور مسلمانوں نے اسلام کے قیام کے لئے سر فروشانہ اقدامات کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ سنئے کہ اللہ نے فرمایا تھا:

" وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝٤ (محمد: ۴/۴۷)

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو چکے ہیں اللہ ان کے اعمال کو گمراہ و بے نتیجہ نہ ہونے دے گا" اس آیت کے الفاظ اور مفہوم پر کسی کو نہ اعتراض ہوا نہ کسی نے اس سے اختلاف ہی کیا۔ بلکہ مسلمانوں میں ہی نہیں تمام مذاہب میں یہ تصور اور یقین موجود ہے کہ اللہ کی راہ میں قربان ہو جانے والے شھدا کی قربانی کبھی رائیگاں نہیں جاتی بلکہ دیر سویر رنگ لاتی ہے اور اس قوت کو برباد کر کے چھوڑتی ہے جس نے اپنے ظلم وجبر سے ان شھدا کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اور تجربہ و تاریخ اس پر گواہ ہیں۔
اس آیت پر اس عالمی اتفاق و اجماع کو جو چیز امتحان کی کسوٹی پر چڑھا دیتی ہے وہ اگلی دونوں آیات (۶-۵/۴۷) کے الفاظ ہیں یعنی: اور ان قتل ہو چکنے والے شہداء کی راہنمائی جاری رکھے گا اور ان کے تمام حالات کی اصلاح کرتا رہے گا۔ اور انہیں اس جنت میں داخل کرے گا۔ جس سے ان قتل ہو چکنے والوں کو پہلے ہی متعارف کرا چکا ہے۔(۶-۵/۴۷) یہاں یہ سوال خود بخود اٹھتا ہے کہ:
(ا)"بتایا تو یہ گیا تھا اور یہی ہم سب سمجھے بیٹھے ہیں کہ تمام مرنے والوں کو قیامت تک بے حس و حرکت موت کی نیند سونا ہو گا۔ قیامت میں ایک صور بجا کر ان سب کو زندہ کیا جائے گا۔ ان سے ان کی زندگی کے اعمال پر بازپرس ہو گی اور اپنے اپنے اعمال کے نتیجے میں جنت یا جہنم میں جانا ہو گا اور بس۔"

وَ يُدۡخِلُهُمُ الۡجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمۡ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ

اور داخل کرے گا ان کو بہشت میں تعریف کر دی اس کی واسطے ان کے اے لوگو جو

اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَ يُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ ۞

ایمان لائے ہو اگر مدد کرو تم دین خدا کے کی مدد دیگا تم کو اور ثابت کرے گا قدموں تمہارے کو

(۶) اور ان کو وہ اس جنت میں داخل کرے گا جس سے ان کو متعارف کرا چکا ہے۔ (۷) اے مومنین اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں حق پر ثابت قدم رکھے گا۔

(۲) لیکن یہ آیات کہتی ہیں کہ راہ خدا میں مرنے والوں کے اعمال بدستوربرسرکار رہیں گے اور اسلام کی تائید میں نتائج مرتب کرتے رہیں گے نیز یہ کہ ان مر چکنے والوں کی آئندہ عملی راہنمائی جاری رہے گی تاکہ وہ بہتر سے بہتر اسلامی اقدامات کرتے چلے جائیں یعنی ان کو قتل کر کے قتل کرنے والوں نے امر بنا دیا اور یوں وہ مرنے والے باطل کی قوتوں سے ٹکراتے رہنے والے بن گئے اور یہ کہ پھر ان کے ان کمزور حالات کی اصلاح کر دی جائے گی جن کی وجہ سے دشمنانِ اسلام انہیں قتل کر سکے تھے۔ اور پھر انہیں جنت میں ایسی حالت میں داخل کیا جائے گا کہ جنت کی ہر چیز کو خوب جانتے پہچانتے اور آزمائے ہوئے ہوں گے یعنی وہ اچانک وہاں داخل نہ ہو جائیں گے بلکہ ان کی آمدورفت باربار وہاں ہوتی رہے گی۔(یہاں ایک جملہ مولانا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب کا سن لیں)۔

شاہ محمد احمد رضا خان کا بیان (۶ / ۴۷) کی وضاحت کرتا ہے۔ ”وہ منازلِ جنت میں نووارد و نا آشنا کی طرح نہ پہنچیں گے جو کسی مقام پر جاتا ہے تو اس کو ہر چیز کے دریافت کرنے کی حاجت در پیش ہوتی ہے۔ بلکہ وہ واقف کارانہ داخل ہوں گے۔ اپنے منازل اور مساکن پہچانتے ہوں گے اپنی زوجہ اور خدام کو جانتے ہوں گے۔ ہر چیز کا موقع ان کے علم میں ہو گا گویا کہ وہ ہمیشہ سے یہیں کے رہنے بسنے والے ہیں“ (ترجمہ صفحہ ۶۵۸ حاشیہ ۱۸)

یعنی ان کی ازواج اور خدمتگار جنت میں اپنی اپنی جگہ پہلے سے موجود ملیں گے اور یہ داخلہ ان کے لئے پہلا اور اچانک داخلہ نہ ہو گا۔ البتہ یہ داخلہ آخری ہو گا۔ اس لئے کہ اب دنیا والی زندگی کا ہر عملی پہلو مکمل ہو چکا ہو گا۔ اور ان شہداء کی جدوجہد اور نتیجہ پایہء تکمیل تک پہنچ چکا ہو گا۔ اب محض اور خالص جنت کی زندگی اور ترقی ہو گی۔ پچھلے تمام غیر متعلق رشتے اور روابط منقطع ہو چکے ہوں گے۔ وہ ہوں گے اور محمدؐ و آل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کی نوازشات و توجہات ہوں گی۔

قارئین اپنے دل و دماغ کو ٹٹولیں اور سابقہ معلومات و تعلیمات کے سمندر میں غوطہ لگا کر پتہ لگائیں کہ آپ کے سر میں مر چکنے والوں کے لئے کیا تصورات یا عقائد ہیں؟ کیا آپ نے کبھی کسی شیعہ یا سنی عالم سے سنا ہے کہ راہ خدا میں قتل ہو جانے والے برابر اس دنیا میں سابقہ زندگی سے بہتر مادی زندگی بسر کرتے ہیں۔ سربراہِ اسلام سے ہماری ہی طرح ہدایات حاصل کرتے ہیں رابطہ قائم رکھتے ہیں اور برابر اسلام کی توسیع و تبلیغ میں اس کی مدد میں لگے رہتے ہیں۔ یعنی ان کا مرنا محض عوام کے لئے ایک دھوکا ہے اور خواص کے لئے وہ ان کے رفقائے کار ہوتے ہیں۔ اس صورت حال کو دوسرے مقامات پر یہ کہہ کر بیان کیا گیا ہے:

(۳۔ب) شھدائے راہِ خدا کا ہم سے بہتر اور ہمارے ساتھ مل کر زندگی گزارنا اور تا قیامت زندہ رہنا نئی بات نہیں ہے۔

(۱) وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَن يُقۡتَلُ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمۡوَٰتُۢۚ بَلۡ أَحۡيَآءٞ وَلَٰكِن لَّا تَشۡعُرُونَ ۞ (بقرہ ۱۵۴ / ۲) (۲)” وَلَا تَحۡسَبَنَّ ٱلَّذِينَ قُتِلُوا۟ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمۡوَٰتَۢاۚ بَلۡ أَحۡيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُونَ ۞ فَرِحِينَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦ وَيَسۡتَبۡشِرُونَ بِٱلَّذِينَ لَمۡ يَلۡحَقُوا۟ بِهِم مِّنۡ خَلۡفِهِمۡ أَلَّا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ ۞ يَسۡتَبۡشِرُونَ بِنِعۡمَةٖ مِّنَ ٱللَّهِ وَفَضۡلٖ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجۡرَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ۞ (آل عمران ۱۷۱ تا ۱۶۹ / ۳)

(۱) علامہ کا ترجمہ: ”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں ”مردہ“ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا“ (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۶) (۲)”تم لوگ یہ حساب نہ لگا بیٹھنا کہ جو لوگ راہ خدا میں قتل ہو گئے وہ مر جاتے ہیں۔ بلکہ وہ تو زندہ رہتے ہیں اور اپنے رب سے سامانِ حیات وترقی پاتے رہتے ہیں اور اللہ نے انہیں جو

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۸

اور جو لوگ کہ کافر ہوئے پس گر پڑنا ہے واسطے ان کے اور بے راہ کیا عملوں ان

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ

کے کو یہ بسبب اس کے ہے کہ مکروہ رکھا تھا انہوں نے اس چیز کو کہ نازل کی ہے

(۸) اور جن لوگوں نے حق کو چھپایا ہے ان کے لئے اوندھے منہ گرنا طے ہے۔ اور ان کے اعمال و اقدامات کو گم یا بے نتیجہ کر دیا گیا ہے۔ (۹) وہ اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کو ناپسند کیا ہے

کچھ اپنے فضل و کرم سے عطا کر رکھا ہے۔ اس پر شاداں وفرحاں ہیں اور جو اُن کے پیچھے رہ جانے والے مومن ابھی قتل ہو کر ان سے نہیں ملے ان کے متعلق خوشخبری حاصل کرتے رہتے ہیں یہ کہ ان کو بھی کسی خوف و ملال کی ضرورت نہ پڑے گی اور جو نعمتیں انہیں اللہ نے دی ہیں ان کی خوشخبری بھی بہم پہنچاتے ہیں اور یہ بھی کہ اللہ ان کے اعمال کو ضائع نہ ہونے دے گا "(عمران ۱۷۱ تا ۱۶۹ / ۳) اور ملاحظہ کریں :
(۳) "اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر قتل کر دیئے گئے یا مر گئے ،اللہ ان کو اچھا رزق دے گا (لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا) اور یقیناً اللہ ہی بہترین رازق ہے (باقی رزق دینے والوں سے بہتر رازق خیر الرازقین۔ احسن) وہ انہیں ایسی جگہ پہنچائے گا (لَيُدْخِلَنَّهُمْ) جس سے وہ خوش ہو جائیں گے "(حج ۵۹۔۵۸ / ۲۲)(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۴۵ تا ۲۴۶)

(۳۔ ج) انسانوں کے مادّی حساب و شعور سے ماوراء مگر محسوس و مشہود و ہنستی کھیلتی زندگی تا قیامت۔

اگر ان تینوں آیات کو سامنے رکھا جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ آیات (محمدؐ ۶ تا ۴ / ۴۷) ان تینوں آیتوں کی تفسیر ہے۔ یہاں یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ :
(۱) شہدائے راہ خدا کے لئے لفظ "مردہ" کسی صورت اور کسی حساب سے بھی استعمال کرنا غلط اور منع ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ جیسے پہلے زندگی گزار رہے تھے اسی طرح زندگی مسلسل گزار رہے ہیں۔
(۲) اور یہ بھی کہ وہ پہلے سے بہت شادوخرّم ہیں۔ اپنے احباب و متعلقین کی خبر رکھتے ہیں اور انہیں، بقول علامہ اینڈ کمپنی، کہیں قید کر کے یا پرندے بنا کر گھونسلوں میں نہیں رکھا گیا ہے۔ بلکہ وہ آزاد ہیں حیات جاودان کے لئے ہر ضروری چیز ان کے لئے فراہم ہے۔ ان کو جہاں وہ پسند کریں اور خوش رہیں رکھنے کا وعدہ اور انتظام کیا گیا ہے (۵۹ / ۲۲) چنانچہ ان کے لئے بہترین جگہ سربراہِ اسلام علیہ السلام کا قرب و خدمت ہے۔ اور یہی اطلاع دی گئی ہے زیر بحث آیات (۶ تا ۴ / ۴۷) میں جہاں سے وہ اپنے اعزاء واقارب کے پاس بھی جاسکتے ہیں اور جاتے ہیں اور مقرب بارگاہ مومنین سے بھی مل سکتے ہیں۔
(۳) یہ نوٹ کرلیں کہ تمام علمانے آیت (آلِ عمران ۱۶۸ / ۳) میں لفظ عِنْدَ رَبِّهِمْ کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ وہ شہدائے راہ خدا کہیں اللہ کے پاس رہتے ہیں اور وہیں کہیں انہیں رزق ملتا ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا سمجھا جائے کہ جہاں جہاں اللہ موجود ہے وہاں وہاں وہ بھی موجود ہیں۔ یعنی اللہ ہر جگہ ہے تو وہ بھی ہر جگہ ہیں۔ اللہ سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے لہٰذا ان سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ یوں علامہ فریب دینے کی کوشش میں خود گمراہ ہوگئے۔
(۴) یہ بھی سمجھ لیں کہ ہر وہ شخص جو فی سبیل اللہ ہجرت کرے ہجرت کے دوران مرجائے یا قتل کر دیا جائے اسے بھی اللہ شہدائے راہِ خدا میں بیان کرتا ہے۔
(۵) اور آخری بات یہ ہے کہ ان آیات میں جہاں جہاں فعل مضارع آیا ہے وہاں حال و استقبال دونوں معنی کرنا ہوں گے مثلاً :
(۱) لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ (۵۸ / ۲۲) انہیں اللہ ضرور رزق دیتا ہے اور دیتا رہے گا۔
(۲) لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ (۵۹ / ۲۲) انہیں ضرور ایسی جگہ رکھتا ہے اور رکھے گا جسے وہ پسند کرتے ہیں اور کریں گے۔

(۴)۔ آیت (۷ / ۴۷) اگر تمام مومنین رسولؐ کی نصرت کرتے ہوتے تو اللہ کو خود مدد نہ مانگنا پڑتی۔

یہ آیت (۷ / ۴۷) بتاتی ہے کہ مومنین میں کثرت ایسے مسلمانوں کی ہے جو دل و جان سے رسولؐ اللہ کی نصرت کے لئے

چنانچہ ان کے تمام نیک اعمال ضائع کر دیئے گئے ہیں ۔ (۱۰) کیا ان قریشیوں نے دنیا کی سیر نہیں کی ہے؟ چنانچہ ان کو یہ دیکھنا چاہئے کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے دنیا میں دین کے مخالف تھے ؟ ان پر اللہ نے تباہی وہلاکت کو	اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ خدا نے پس کھودئے عمل ان کے کیا پس نہ سیر کی انہوں نے بیچ زمین کے فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط دَمَّرَ اللّٰهُ پس دیکھیں کہ کیوں کر ہوا آخر کام ان لوگوں کا کہ پہلے ان سے تھے ہلاکی ڈالی اللہ نے

تیار نہ تھے ۔ ورنہ اللہ تو مدد کا محتاج نہیں تھا ۔ لہٰذا اللہ نے مددمانگ کردو مسئلے صاف کر دیئے اوّل یہ کہ جائزقسم کی مدد اللہ کے علاوہ ان افراد سے بھی طلب کرنا جائز ہے جن سے مدد لینے کا حق ہو اور جو مدد کرسکتے ہوں ۔
یعنی یہ آیت وہابیوں کے شرک کو ان کے منہ پر مارتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں رسوؐل کی مدد و نصرت کرنا اللہ کی مدد کرنا ہے۔

۵۔ آیات (۹۔۸ / ۴۷) جن لوگوں کے اعمال ضائع کئے جاتے ہیں وہ منکرین نہیں مسلمین ہوتے ہیں ۔

ہم نے اہل مکہ اور قریش کو کبھی غیر مسلم یا منکر اسلام نہیں مانا اور برابر قرآن سے ثابت کرتے اور مودودی سے تصدیق کراتے آئے ہیں کہ وہ سب مسلمان تھے اور مسلمان رہے ۔فرق صرف یہ تھا کہ وہ اجتہادی اسلام کے پیرو تھے اور انہوں نے آنحضرتؐ کے پیش کردہ اسلام اور قرآن کو مجتہدانہ اصولوں کے ماتحت اختیار کیا تھا۔ادھر قریشی علما نہ صرف ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں کہ ان کو منکر اسلام ثابت کریں بلکہ بد دیانتی اور فریب سازی تک سے نہیں چوکتے ۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اجتماعی طور پر یہ طے کر رکھا ہے کہ جہاں جہاں الفاظ كَافِرٌ یا كُفْرٌ یا كَافِرُوْن آئیں ان کا ترجمہ منکر، انکار اور منکرین کرتے چلے جاؤ۔ تاکہ قریشی مخصوصین کو مومن اور مسلمان کہہ کر بچایا جا سکے اور مذمت کو ابوسفیان اور اس کے دوسرے ساتھیوں کے سر لگا دیا جائے ۔ تاکہ ایک دن کہہ دیا جائے کہ جن لوگوں کی قرآن میں مذمت ہوئی ہے وہ تو ختم ہو گئے تھے لہٰذا باقی مسلمانوں میں کوئی مذموم شخص نہ تھا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ رسوؐل سے جنگ کرنے والے قریش بھی اجتہادی مذہب کے مسلمان تھے ۔ اور انؐ کے صحابہ میں داخل ہوجانے والے بھی مسلمان تھے۔ وہ کوئی غیر مسلم نہ تھے جو مخالفت چھوڑ کر اسلام کا اعلان کرتے تھے ان کی تعلیم بھی مجتہدانہ تھی وہ اپنے اجتہاد کے ماتحت مسلمان ہوئے تھے اور ہم قرآن کی روشنی میں یہ مانتے ہی نہیں کہ قریش کا کوئی فرد بھی دل و جان سے قرآن کے الفاظ کے معیار پر مسلمان ہوا تھا۔ وہ روز اوّل سے جیسے مسلمان تھے برابر ویسے ہی مسلمان رہے۔ بہرحال یہاں آیات (۹۔۸/ ۴۷) میں اہل مکہ کو عموماً اور قریش کو خصوصاً ان کے اعمال کے بے نتیجہ رہ جانے اور زندگی بھر کے اعمال کے ضائع اور بے کار ہو جانے کی اطلاع دی گئی ہے اور ساتھ ہی انہیں وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (جو لوگ کافر ہیں) بھی فرمایا گیاہے ۔ لہٰذا علامہ اینڈ کمپنی یہ تصور دیتی ہے اور سادہ دل و دماغ کے لوگ لفظ ۔كَفَرُوْا کو دیکھتے ہی یہ سمجھ جاتے ہیں کہ بات غیر مسلموں اور اسلام کے دشمنوں کی ہورہی ہے ہم بتاتے ہیں کہ نہیں بات مسلمانوں کی ہورہی ہے اورانہیں یہ بتایا گیاہے کہ تم نے اجتہادی اسلام اختیار کرنے کے بعد جو عبادات اور اعمال کئے ”وہ سب گمراہ ہو کرضائع اور رائیگاں ہو چکے ہیں“ اور اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ تم نے ”جو اللہ نے نازل کیا ہے“ اس کو پسند نہیں کیا۔(كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ) اور ہم یہ دکھا چکے ہیں کہ انہوں نے قرآن کے جن احکام کو قومی و عوامی مفاد کے خلاف سمجھا اور مستقلاً نا پسند کیا وہ ”ولایت و حکومت علویہ“ کے قیام کا حکم تھا جسے اس سورۂ (محمدؐ) میں بھی ”الحق“ فرمایا گیا (۲ / ۴۷) اور قریش نے اس کی اتباع نہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) (۳ / ۴۷) ہمیں یہاں قارئین کو یہ یقین دلانا مطلوب ہے کہ جن لوگوں کے اعمال کو ضائع کرنے یا ضائع ہونے یا باطل ہو جانے یا رائیگاں جانے اور بے نتیجہ ہو جانے کی بات ہوتی ہے وہ ، وہ لوگ ہوتے ہیں جو اعمال بجالاتے وقت یہ یقین رکھتے ہیں کہ جو اعمال ہم بجا لارہے ہیں وہ اللہ کے احکام کی اطاعت میں بجا لا رہے ہیں ۔ مثلا نماز پڑھنا ،زکوٰۃ دینا، حج ادا کرنا ، روزہ رکھنا ،جہاد میں جان و مال خرچ کرنا وغیرہ قرآنی احکام ہیں اور ان سب کی جزا مقرر ہے ان کی تاکید کی گئی ہے۔ ایسے لوگوں سے کہا جایا کرتا ہے کہ جو اعمال تم نے اللہ سے ثواب و جزا پانے کی نیت سے کئے تھے وہ ضائع کر دیئے گئے ۔ بے دین لوگوں ،

عَلَيۡهِمۡ وَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡثَالُهَا ۝۱۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ

اوپر ان کے اور واسطے کافروں کے ہوتا رہتا ہے مانند اس کی یہ بسبب اس کے

اللّٰهَ مَوۡلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ اَنَّ الۡكٰفِرِيۡنَ لَا

ہے کہ اللہ کارساز ہے ان لوگوں کا کہ ایمان لائے اور یہ کہ جو کافر ہیں نہیں

مَوۡلٰى لَهُمۡ ۝۱۱ اِنَّ اللّٰهَ يُدۡخِلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ

کارساز واسطے ان کے تحقیق اللہ داخل کرتا ہے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ وَ الَّذِيۡنَ

کام کئے اچھے بہشتوں میں کہ چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں اور جو لوگ کہ

كَفَرُوۡا يَتَمَتَّعُوۡنَ وَ يَاۡكُلُوۡنَ كَمَا تَاۡكُلُ الۡاَنۡعَامُ وَ

کافر ہوئے فائدہ اٹھاتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسا کہ کھاتے ہیں چارپائے اور

النَّارُ مَثۡوًى لَّهُمۡ ۝۱۲ وَ كَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ هِىَ اَشَدُّ

آگ ہے جگہ رہنے کی واسطے ان کے اور بہت بستیاں تھیں کہ وہ سخت تھیں

مسلط رکھا اور حقیقت چھپانے والوں کے ساتھ ایسا ہی مثالی سلوک جاری رہا ہے۔ (۱۱) وہ اسی لئے کہ ایمان لانے والے افراد کا ہمدرد حاکم تو اللہ رہتا رہا ہے۔ اور حق کو چھپانے والوں کا کوئی بھی حقیقی حاکم و کارساز نہیں ہے۔ (۱۲) اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے اصلاحی اعمال بھی کئے ان کو اللہ ان جنتوں میں جگہ دے گا جن کے نیچے نہریں جاری رہتی ہیں۔ اور جنہوں نے حق پر پردہ ڈالتے رہنا طے کیا ہوا ہے دنیا میں متعہ کرتے ہیں استفادہ کرتے ہیں اور جانوروں کی طرح کھاتے پیتے اور جیتے ہیں اور ان کا ٹھکانا مخصوص آگ میں ہے۔ (۱۳) اے نبیؐ بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو تمہارے اس مکہ سے بہت زیادہ زور آور تھیں جس میں سے تمہیں نکال دیا گیا ہے۔

بدمذہب لوگوں سے یہ نہیں کہا جاتا اس لئے کہ ان کو تو ان کے اعمال کی جزا ملنا ہی نہیں ہے۔ جو اللہ کو نہیں مانتا یا اللہ تو مانتا ہے مگر رسولؐ کو نہیں مانتا ایسے منکر لوگوں کے اعمال تو شمار ہی نہیں ہوتے۔ اس کی مثال ملاحظہ ہو اللہ نے فرمایا ہے کہ:

(۵۔ الف) مومنین کے تمام اعمال کے ضائع ہو جانے والی ایک بات علامہ کے ترجمہ میں دیکھ لیں؟

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبیؐ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"۔(أَن تَحۡبَطَ أَعۡمَٰلُكُمۡ وَأَنتُمۡ لَا تَشۡعُرُونَ ۝۲) (حجرات ۲ / ۴۹) (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۷۰)

(۲) آیات کی تکذیب بھی مومن ہی کرتے ہیں منکر تو صاف انکار کیا کرتے ہیں لہٰذا مومنین کے اعمال ضائع ہوتے ہیں۔

چونکہ مومن آیات میں اپنا ذاتی غورو خوض کرتے ہیں اور انہیں ایسا حکم بھی دیا گیا ہے (محمد ۲۴ / ۴۷) کہ آیات میں تدبر و تفکر کیا کرو۔ اس لئے اگر اپنے غورو فکر سے مومنین کوئی ایسا نتیجہ مرتب کر لیں جو منشائے رسولؐ کے یا قرآن کی دوسری آیات کے خلاف ہو اور پھر اس پر ایمان و عمل بھی اختیار کر لیں تو اس عمل درآمد کو اِدھر اجتہاد کہا جائے گا اور اُدھر اس کو قرآن کی تکذیب قرار دیا جائے گا اور آخری نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ:

علامہ کا ترجمہ: "ہماری نشانیوں (آیات۔احسنؑ) کو جس کسی نے جھٹلایا اور آخرت کی پیشی کا انکار کیا اس کے سارے اعمال ضائع ہو گئے"۔ اعراف (۱۴۷ / ۷۔ تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۷۹)

علامہ کی تشریح بات کو پختہ کر دیتی ہے۔ "ضائع ہو گئے" "یعنی بار آور نہ ہوئے" غیر مفید اور لاحاصل نکلے۔ اس لئے کہ خدا کے ہاں انسانی سعی و عمل کے بار آور ہونے کا انحصار بالکل دو اُمور پر ہے۔ ایک یہ کہ وہ سعی و عمل خدا کے قانون شرعی کی پابندی میں ہو۔ دوسرے یہ کہ اس سعی و عمل میں دنیا کے بجائے آخرت کی کامیابی پیش نظر ہو۔ یہ دو شرطیں جہاں پوری نہ ہوں گی وہاں لازماً حبطِ اعمال واقع ہو گا۔ جس نے خدا سے ہدایت لئے بغیر بلکہ اس سے منہ موڑ

قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا

قوت میں بستی تیری سے جس نے نکال دیا تجھ کو ہلاک کیا ہم نے ان کو پس نہ

نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ

مدد دینے والا واسطے ان کے کیا پس جو شخص کہ ہے اوپر دلیل کے پروردگار اپنے سے

كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ اتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾

مانند اس شخص کی کہ ہے زینت دیا گیا واسطے اس کے برا عمل اس کا اور پیروی کی

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ

انہوں نے خواہشوں اپنی کی صفت اس بہشت کی کہ وعدہ کئے گئے ہیں پرہیز گار

فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ

بیچ اس کے نہریں ہیں پانی کی بن بگڑے ہوئے کی اور نہریں ہیں دودھ کی کہ نہ

انہیں ہم نے ان کی قوت و اقتدار کے باوجود ایسا ہلاک و برباد کیا کہ انہیں وقت پر کوئی مددگار بھی نہ مل سکا۔ (۱۴) کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے صاف اور واضح دلیل پر ہو وہ ایسے اشخاص کی مانند ہو جائے۔ جن کی نظر میں ان کی بدعملی سجا کر نیک عملی بنادی گئی اور جو لوگ اپنی مصلحتوں اور اجتہاد کی پیروی کر رہے ہوں ؟ (۱۵) پرہیز گار و ذمہ دار لوگوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس میں نتھرے ہوئے صحت مند پانی کی نہریں جاری ہوں گی اور ایسی نہریں ہوں گی جن میں دودھ جاری رہے گا جس کا ذائقہ کبھی نہ بگڑے گا یعنی نہ وہ دودھ پھٹے گا نہ بیٹھے گا اور ایسی نہریں

کر باغیانہ انداز پر دنیا میں کام کیا ،ظاہر ہے کہ وہ خدا سے کسی اجر کی توقع رکھنے کا کسی طرح حقدار نہیں ہو سکتا ۔اور جس نے سب کچھ دنیا ہی کے لئے کیا،اور آخرت کے لئے کچھ نہ کیا، کھلی بات ہے کہ آخرت میں اسے کوئی ثمرہ پانے کی امید نہ رکھنا چاہئے اور کوئی وجہ نہیں کہ وہاں وہ کسی قسم کا ثمرہ پائے ۔ اگر میری مملوکہ زمین میں کوئی شخص میرے منشاء کے خلاف تصرف کرتا رہا ہے تو وہ مجھ سے سزا پانے کے سوا آخر اور کیا پانے کا حق دار ہو سکتا ہے ؟
اور اگر اس زمین پر اپنے غاصبانہ قبضے کے زمانہ میں اس نے سارا کام خود ہی اس ارادے کے ساتھ کیا ہو کہ جب تک اصل مالک اس کی جرأتِ بے جا سے اغماض کر رہا ہے اسی وقت تک وہ اس سے فائدہ اٹھائے گا ۔ اور مالک کے قبضے میں زمین واپس چلے جانے کے بعد وہ خود بھی کسی فائدے کا متوقع یا طالب نہیں ہے ،تو آخر کیا وجہ ہے کہ میں اس غاصب سے اپنی زمین واپس لینے کے بعد زمین کی پیداوار میں سے کوئی حصہ خواہ مخواہ اسے دوں "(تفہیم القرآن ۲ صفحہ ۷۹۔۸۰)
مودودی کے اس بیان سے قارئین کو یقین ہو جانا چاہئے کہ اعمال ان ہی لوگوں کے ضائع ہوتے ہیں جنہوں نے مذہبی حقانیت کو مان کر مذہب کی تعمیل میں اعمال کئے ہوں ۔ لہٰذا لفظ کفر یا کافر آیت میں دیکھ کر یہ سمجھ لینا کہ یہ منکرین اسلام کی بات ہو رہی ہے اس لئے غلط ہے کہ :"کفر" کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں "(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹) لہٰذا قریش کو بار بار اور جگہ جگہ کافر قرار دیا گیا ہے ۔ اس لئے کہ وہ تعلیماتِ اسلام میں سے ولایتؑ علویہ کو از اوّل تا آخر چھپاتے رہے اور آخر اپنی ولایت قائم کرکے تصورِ امامت کو مٹانے کے لئے دنیا میں سے علیؑ کے خاندان اور نام لیواؤں کو قتل کرنے میں چودہ سو سال گزار دیئے ہیں ۔ ان کی قبریں تک اکھاڑ کر پھینکی ہوئی ہیں ۔ جس کا دل چاہے مدینہ میں جا کر خود دیکھ لے۔

(۵۔ب) سورۂ محمدؐ میں پہلی ہی آیت سے قریش کے قیامت تک کے تمام اعمال کے ضائع کر دیئے جانے کا اعلان ہوتا رہا ہے۔

قارئین آنحضرتؐ کے نام سے منسوب ہونے والی سورہ ہی وہ بہترین مقام تھا جہاں قریش کے تمام اعمال کے ضائع اور برباد ہونے کا اعلان ہونا چاہئے تھا اس لئے کہ قریش درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقابلہ میں محاذ بنائے ہوئے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حضورؐ اپنے ذاتی خیالات سے حکومت اور ولایت علویہؑ قائم کرنا چاہتے تھے۔ اسی سورۂ محمدؐ میں پے درپے قریش پر جرائم عائد کئے گئے ہیں اور ہر دفعہ نتیجہ یہ نکالا ہے کہ اس قوم کے قیامت تک تمام اسلامی اعمال غارت کردیئے گئے ہیں اور اس سورہ کی آخری آیت (۴۷ / ۳۸) یہ کہتی ہوئی ختم ہوئی ہے کہ "اگر تم اپنی ولایت کے قیام میں لگے رہے تو اللہ تمہارے

بھی ہوں گی جن میں شراب بہتی رہے گی جو ہر پینے والے کے لئے لذیذ خوشگوار ہوگی اور وہاں صاف کئے ہوئے شہد کی بھی نہریں چلتی ہوئی ملیں گی اور وہاں ان کے لئے تمام اقسام کے پھل موجود ہوں گے اور ان کے پروردگار کی طرف سے ہر قسم کا تحفظ حاصل ہوگا تو کیا ایسے خوش کردار لوگ ان لوگوں کی مانند ہوسکتے ہیں جو کہ ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور وہاں گرم پانی پیا کریں گے جس سے ان کی انتڑیاں کٹ کر رہ جائیں گی۔
(۱٦) اور ان مخاطبین اور جہنمیوں میں سے ایک وہ لیڈر بھی ہے جو آپؐ کی باتیں بڑے غور وتوجہ سے تم سے رخصت ہونے تک سنتے رہتے ہیں اور جیسے ہی تمہارے پاس سے جاتے ہیں

يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ۬ وَ
بدلا گیا مزہ ان کا اور نہریں ہیں شراب کی مزہ دینے والی واسطے پینے والوں کے اور
اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ
نہریں ہیں شہد صاف کئے گئے کی اور واسطے ان کے ہیں بیچ اس کے ہر طرح کے
الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ
میوے اور بخشش پروردگار ان کے سے کیا وہ مانند اس شخص کے ہے کہ وہ
خَالِدٌ فِي النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ
ہمیشہ رہنے والا ہے بیچ آگ کے اور پلائے جاویں گے پانی گرم پس کاٹ ڈالے گا
اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ
انتڑیوں ان کی کو اور بعض ان میں سے وہ شخص ہے کہ سنتا ہے طرف تیری

بدلے میں ایک دوسری قوم کو لاکھڑا کرے گا جو تمہاری مانند ناہنجار نہ ہوگی "(۳۸ / ۴۷)
اس انتہا تک پہنچنے کے لئے پہلی آیت میں ان پر حق کو چھپانے اور دینِ خداوندی کی پالیسیوں کو پھیلنے سے روکنے کا جرم عائد کیا اور کہہ دیا کہ تم رسولؐ کے مقابلہ میں حکومت قائم کرنے کے لئے جو اعمال اور اقدام کررہے ہو وہ بے نتیجہ و ناکام رہیں گے " (۱ / ۴۷) پھر یہ جرم بتایا کہ قریش الحق کی پیروی کی جگہ باطل کی پیروی کررہے ہیں (۳ / ۴۷) ان کے خلاف یہ بتا کر کہ حقیقی مومنین الحق کی اتباع کر رہے ہیں مخالف مسلمانوں پر نفرین کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے اعمال ناکام ہوگئے ہیں (۸ / ۴۷) اور اسکا سبب یہ بتایا کہ وہ اللہ کے نازل کردہ الحق کو ناپسند کرتے ہیں لہٰذا ان کے اعمال غارت کردئے گئے ہیں (۹ / ۴۷) پھر یہ بتایا کہ قریش نہ اللہ کی ولایت میں داخل ہیں اور نہ کبھی حقیقی ولایت میں داخل ہوں گے (۱۱ / ۴۷) پھر قریشی قوم کو کھانے پینے اور دنیاوی اثاثہ جمع کرنے میں جانوروں (انعام) کے مانند قرار دیا یعنی قیامت میں ان کو ان کے تمام نیک اعمال پر جزا نہ ملے گی (۱۲ / ۴۷) سورۂ محمدؐ کے اختتام سے پہلے پھر ان کی اس ذلت خواری کا ذکر کیا جو انہیں ملائکہ کے ہاتھوں اٹھانا پڑے گی (۲۷ / ۴۷) اور پھر آخری بار اس ذلت و تباہی کا یہ سبب بتایا کہ ایک تو انہوں نے ایسے نظام کی پیروی اختیار کرلی تھی جس سے اللہ سخت ناراض رہتا چلا آیا ہے۔ اور دوسرے اللہ کو جو کچھ پسند تھا اسے انہوں نے ناپسند کردیا تھا اس لئے ان کے تمام اسلامی اعمال ضائع و برباد ہوگئے (۲۸ / ۴۷) اس آیت پر قریش کے اعمال و اقدامات کا قصہ ختم کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد ابتدائی آیات میں قریش کے منصوبے کی طرف قارئین کو بتدریج متوجہ کیا جاتا رہا ہے۔

(۵ ۔ ج) قریش کا منصوبۂ حکومت و ولایت بھی ساتھ کے ساتھ سورۂ محمدؐ میں بیان کردیا ہے۔

چنانچہ یہاں تک چند سوالات سامنے نظر آرہے ہیں جن کا جواب اسی سورۂ (محمدؐ) میں موجود ہے۔ تمام سوالات سامنے رکھ لیں:
پیدا شدہ سوالات کی فہرست:
پہلا سوال یہ ہے کہ وہ کون سی سبیل اللہ یا اللہ کی راہ ہے جس سے قریشی مسلمان، مسلمان ہوتے ہوئے روکتے ہیں؟
دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ کونسی باطل راہ ہے جس پر قریش گامزن ہیں؟ اور جو ادھر بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﴿۲﴾ سورہ محمدؐ کے خلاف ہے؟ اور ادھر قریش کی پیروی اللہ کی مغضوب چیز کی پیروی ہے۔ (۲۸ / ۴۷) تیسرا سوال یہ ہے کہ وہ اَلْحَقُّ کیا ہے جس کی پیروی یا جس پر عمل اللہ چاہتا ہے اور حقیقی مومنین اس اَلْحَقُّ کی پیروی کر رہے ہیں (۳۔۲ / ۴۷)

حَتّٰۤی اِذَا خَرَجُوۡا مِنۡ عِنۡدِکَ قَالُوۡا لِلَّذِیۡنَ اُوۡتُوا

یہاں تک کہ جب باہر نکلتے ہیں تیرے پاس سے کہتے ہیں واسطے ان لوگوں کے کہ

الۡعِلۡمَ مَا ذَا قَالَ اٰنِفًا ۟ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی

دیئے گئے ہیں علم کیا کہا تھا ابھی یہی لوگ ہیں کہ مہر کی ہے اللہ نے اوپر

قُلُوۡبِہِمۡ وَ اتَّبَعُوۡۤا اَہۡوَآءَہُمۡ ﴿۱۶﴾ وَ الَّذِیۡنَ اہۡتَدَوۡا

دلوں ان کے کے اور پیروی کی انہوں نے خواہشوں اپنی کی اور جن لوگوں نے راہ پائی

زَادَہُمۡ ہُدًی وَّ اٰتٰىہُمۡ تَقۡوٰىہُمۡ ﴿۱۷﴾ فَہَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَۃَ

زیادہ دی ان کو ہدایت اور دی اُنکو پرہیزگاری ان کی پس نہیں انتظار کرتے مگر قیامت کا

اَنۡ تَاۡتِیَہُمۡ بَغۡتَۃً ۚ فَقَدۡ جَآءَ اَشۡرَاطُہَا ۚ فَاَنّٰی

یہ کہ آوے ان کے پاس ناگہاں پس تحقیق آئی ہیں نشانیاں اس کی پس کہاں سے ہو گا

تو جن لوگوں کو اَلۡعِلۡم دیا ہوا ہے ان سے کہتے ہیں کہ یہ ابھی ابھی رسولؐ نے کیا کہہ دیا تھا؟ وہی لوگ تو ہیں جو اپنے اجتہاد کی پیروی کرتے ہیں اور جن کے قلوب پر اللہ نے اجتہاد کو حق سمجھنے کی مہر لگا دی ہے ۔ (۱۷) اور جن لوگوں نے ہدایت کو اختیار کرلیا ان کے لئے ہدایت میں اضافہ کر دیا اور انہیں ان کی ذمہ داریوں میں استحکام دے دیا ۔ (۱۸) اے نبیؐ کیا یہ قریشی لیڈر بس اسی گھڑی کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر اچانک ٹوٹ پڑے یقیناً اس کی شرطیں تو سامنے آ رہی ہیں اور جب وہ خود ہی آجائے گی تو ان کے لئے نصیحت قبول کرنے

چوتھا سوال یہ ہے کہ وہ چیز کیا ہے جو محمدؐ پر نازل ہوئی ۔(۲ / ۴۷، ۹ / ۴۷، ۲٦ / ۴۷) اور جس کو قریش ناپسند کرتے ہیں (۲۸ / ۴۷) (۹ / ۴۷) اور جس کی اطاعت و پیروی نہیں کرتے بلکہ اپنی اھواء یا اجتہاد کی پیروی کرتے ہیں ۔ (۱٦ / ۴۷)

سورۂ محمدؐ میں قریشی منصوبے پر ہر سوال کا جواب موجود ملتا ہے ۔

ان چاروں اوردیگر بہت سے سوالات کے جوابات دیکھنے اور سمجھنے کے لئے آپ ہمارے بیان کو قرآن کی آیات کے ساتھ ساتھ دیکھیں ۔ اللہ نے اس سورہ (۲۲/ ۴۷) میں ایک ایسی کلیدی بات فرمائی ہے جس سے مندرجہ بالا سوالات کو حل کرنے کی راہیں نکلتی ہیں ۔لہٰذا سب سے پہلے اسی کو سامنے رکھیں اور پھر اس آیت (۲۲ / ۴۷) میں بھی لفظ ''تَوَلَّیۡتُمۡ'' کو سمجھ کرآگے بڑھیں ۔ چنانچہ اس لفظ کی تشریح پہلے علامہ سے سن لیں تو ہم کچھ عرض کریں گے ۔ علامہ فرماتے ہیں :

(ا) سورۂ محمدؐ میں قریش کی قومی حکومت کا منصوبہ سامنے رکھا گیا ہے علامہ سے سنیں ۔

''۳۴ ۔اصل الفاظ ہیں اِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ ان کا ایک ترجمہ وہ ہے جو ہم نے اوپر متن میں کیا ہے (''یعنی اگر تم الٹے منہ پھر گئے''۔احسنؔ) اور دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ: ''اگر تم لوگوں کے حاکم بن گئے ''(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲٦)

قارئین نے دو باتیں دیکھیں اوّل یہ کہ علامہ نے دوسرا ترجمہ متن میں نہیں لکھا یعنی علامہ نے یہاں قریش کی پردہ داری کرنے کے لئے یہ حقیقت چھپانا چاہی ہے کہ قریش حاکم بن بیٹھنے کی فکر میں منصوبے بنا رہے تھے ۔ اور یہ کہ حق کو چھپانے ہی کو کفر قرار دیا جاتا ہے لہٰذا ایک سوال کا جواب یہ نکل آیا کہ جس طرح علامہ مودودی مسلمان ہوتے ہوئے حکومت و خلافت و ولایت کی حقیقت کو چھپانا اور کافر بن جانا پسند کرتے ہیں اور اس کفر سے اپنے اسلام میں کوئی خرابی یا نقص نہیں سمجھتے ۔ بالکل اسی طرح قریش بھی حکومت الٰہیہ اور ولایت مُرتضویہ کو چھپانے اور اس سے لوگوں کو روکنے اور اس کی طرف جانے والی راہیں بند کرنے میں خود کو پختہ ،سچا اور ہمدرد قوم و ملک مسلمان سمجھتے تھے اوریوں راہِ خداوندی (سبیل اللہ) کو بند کرنے والے سوال کا جواب مل گیا ۔ دوسری بات علامہ کے دوسرے ترجمہ سے یہ اصول سمجھ لیں کہ لفظ تَوَلَّیۡتُمۡ کا مادہ ''و۔ل۔ی''ہے جس سے وَلِیٌّ، اَوۡلِیَا اور وِلَایَۃٌ بنتے ہیں ۔ یعنی اللہ نے یہ بتایا ہے کہ مسلمانوں کے اندر قریشی لیڈر اور دانشور ایک ایسی حکومت کی داغ بیل ڈال رہے ہیں ۔ جو روئے زمین کو فتنہ و فساد سے لبریز رکھے گی ۔ اور ارحام کو منقطع یعنی نسل کشی اور قتل عام جاری رکھے گی ۔

اور اصلاح کرنے کا موقع ہی کہاں رہے گا۔ (۱۹) پس اے رسولؐ تم اپنے اور مومنین ومومنات کے الجھا لینے والے متعلقات و مصروفیات سے تحفظ طلب کرتے رہو اور یہ سمجھ لو کہ معبود کی حیثیت میں اللہ کو یگانہ منوانا ہے اور اللہ تمہیں پیش آنے والے انقلاب سے بھی آگاہ ہے اور تمہارے آخری ٹھکانے پر بھی مطلع ہے (۲۰) اور پہلے تمام مومنین کا تقاضا اور اعتراض تھا کہ ہمیں مخالفین سے جنگ کی اجازت والی سورہ کیوں نازل نہیں ہوتی ؟ اور جب ایک محکم سورہ جنگ کا طریقہ لے کر نازل ہو گئی تو اے نبیؐ آپ دیکھ رہے ہیں کہ جن لوگوں کے

لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ

واسطے ان کے جب آوے گی ان کے پاس نصیحت ان کی پس جان تو یہ کہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ

نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور بخشش مانگ واسطے گناہ اپنے کے اور واسطے

لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ

ایمان والوں کے اور ایمان والیوں کے اور اللہ جانتا ہے جگہ پھر جانے تمہارے کی

وَ مَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ

اور جگہ رہنے تمہارے کی اور کہتے ہیں وہ لوگ کہ ایمان لائے کیوں نہیں اتاری جاتی

سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ

کوئی سورت یعنی جہاد کی پس جب اتاری جاوے گی سورۃ ثابت اور ذکر کیا جاوے

(۲) سورۂ محمدؐ کے مخاطب صرف قریشی مسلمان ہیں مشرک نہیں۔ قریش کی اس قومی حکومت کی اسکیم کی مزید وضاحت اور تفصیل ذرا دیر بعد کے لئے ملتوی کر کے یہ دیکھ لیں کہ اس سورۂ محمدؐ میں اللہ کے مخاطب غیر مسلم، بے دین یا دشمنانِ اسلام نہیں بلکہ خالص مسلمان مخاطب ہیں اور وہ جیسے مسلمان ہیں وہ ساتھ کے ساتھ بیان ہوتا گیا ہے۔ لہٰذا علامہ کا بیان سنئے :

(۳) جن لوگوں نے اپنی قومی حکومت خودبنائی وہ مفسدہ پرداز مسلمان تھے۔

"دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب تمہاری سیرت و کردار کا حال یہ ہے کہ جس دین پر ایمان لانے کا تم نے اقرار کیا تھا۔اس کے لئے تمہارے اندر کوئی اخلاص اور کوئی وفاداری نہیں ہے۔اور اس کی خاطر کوئی قربانی دینے کے لئے تم تیار نہیں ہو۔تو اس اخلاقی حالت کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اقتدار عطا کردے اور دنیا کے معاملات کی باگیں تمہارے ہاتھ میں آجائیں تو تم سے ظلم و فساد اور برادر کشی کے سوا اور کس چیز کی توقع کی جاسکتی ہے"(آیت ۲۲ / ۴۷ تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۷)

یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ مندرجہ بالا چاروں سوالات قریشی مسلمانوں سے متعلق ہیں اور یہ کہ قریش اللہ و رسولؐ کی پالیسی کے خلاف اپنی قومی حکومت بنانا چاہتے تھے۔ اور یہی وہ سبیل اللہ ہے جو قریش نے اختیار نہیں کی۔اور جس کی پیروی نہ کرنے کا اور جس کو ناپسند کرنے کا جرم ان پر عائد کیا گیا ہے۔ اور اسی قومی حکومت کے لئے کوشش و اقدامات کو باطل کی اتباع قرار دیا ہے اور یہی وہ عمل ہے جو بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﴿۲﴾ (محمدؐ)۔ کے خلاف تھا اور جس کی پیروی سے اللہ غضبناک ہے مختصر یہ کہ ولایت علویہ ہی وہ کلیدی اور منزل من اللہ حکم ہے جس کے چاروں طرف مندرجہ بالا وہ چاروں سوالات اور پورا قرآن گھومتا ہے۔ لہٰذا جوابات یوں ہیں کہ :

۱۔ولایت علویہ ہی سبیل اللہ ہے جسے مسلمانانِ قریش بند کرنا چاہتے تھے اور اسی کو قرآن اور اسلام کی بہترین تعمیل سمجھتے تھے۔

۲۔ ولایت علویہ کے بجائے قومی ولایت و حکومت وخلافت کا قیام ہی وہ باطل راہ تھی جس پر قریشی مسلمان اجتماعی صورت میں گامزن تھے اور قومی حکومت ہی بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے خلاف تھی اور قومی حکومت کی پیروی و اطاعت اور اس کے قیام کی کوشش ہی سے اللہ ناراض تھا۔ ۳۔ قیام ولایت علویہ ہی وہ الحق تھا جس کا قیام اور جس کی اطاعت اور پیروی اللہ کو پسند تھی اور حقیقی مومنین کو اس کی اطاعت کی بنا پر وہ مراتب عالیہ ملے جن کا تذکرہ کیا گیا ہے (۳۔۲ / ۴۷)(۸ تا ۴ / ۴۷) (۱۴ تا ۱۵ / ۴۷) ۴۔وہ ولایت علویہ ہی کا قرآنی حکم تھا جس کو قریشی مسلمانوں نے بلفظہٖ و بجنسہٖ قبول کرنا پسند نہ کیا بلکہ اس کی مجتہدانہ تاویلات کرکے مخصوص ولایت کو عام ولایت و خلافت بنا کر تسلیم کیا تھا۔

فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

بیچ اس کے لڑائی کا دیکھے گا تو ان لوگوں کو کہ بیچ دلوں ان کے کے بیماری ہے

يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ

دیکھتے ہیں طرف تیری جیسا دیکھتا ہے وہ شخص کہ بے ہوشی آتی ہے اوپر اس کے

مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ

موت سے پس وائے ہے واسطے ان کے مطلب ان کا فرمانبرداری ہے اور بات معقول

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝

پس جب مقرر ہوا حکم پس اگر سچ بولیں اللہ سے البتہ ہووے بہتر واسطے ان کے

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ

پس کیا ہو تم نزدیک اس بات کے کہ اگر والی ہو تم حکم کے یہ کہ فساد کرو بیچ زمین کے

دلوں میں اقتدار پر قبضہ کرنے کی بیماری ہے وہ مومنین تمہاری طرف اس طرح دیدہ نیم باز سے دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہوگئی ہو اور گویا ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے ہوں۔ لہٰذا ان کے واسطے اوّلینؑ شخص کا مسلط ہونا ضروری ہے (۲۱) یہ ظاہری اطاعت اور دل لگتی باتیں کرتے رہتے ہیں مگر جب انہیں قطعی حکم دے دیا گیا تب اگر وہ اللہ کے روبرو سچے نکلتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ (۲۲) کیا تم ہی وہ لوگ نہیں ہو کہ جو لوگ عنقریب اگر اپنی ولایت وحکومت قائم کرسکے تو روئے زمین پر فساد پھیلا دیں گے

(۵۔د) ولایتِ علویہؑ کے خلاف و ولایتِ عامہ یعنی قومی حکومت بنانے اور قتلِ عام و فساد کا منصوبہ :

علی علیہ السلام کی حکومت ہی وہ الحق وہ بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وہ مَانَزَّلَ اللہ ہے جس پر قریشی مسلمان کبھی راضی نہیں ہوئے اور جس کی وجہ سے مسلمانوں میں لاکھوں اختلافات ، تنازعے اور مسائل پیدا ہوئے جس پر لاکھوں انسانوں کو اور مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔ لاکھوں خاندان برباد ہوئے۔ اور آج بھی ولایتِ علوؑیہ مسلمانوں کو دو دھڑوں میں تقسیم کئے ہوئے ہے۔ آج بھی قومی حکومت کو برحق سمجھنے والوں کی کثرت ولایتِ علوؑیہ پر ایمان رکھنے والی قلّت سے خوفزدہ ہے۔ آج بھی انہیں اپنے تصورات اور دلائل بے محابا منظر عام پر لانے کی اجازت نہیں ہے آج بھی پرستارانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کو بہت سے عالمی انسانی حقوق سے محروم رکھنے کی کامیاب کوششیں جاری ہیں۔ اور سورۂ محمدؐ والی آیت(۲۲ / ۴۷) کی بیان کردہ قومی حکومت اور اس کے قریشی مقاصد کی تفصیل سورۂ بقرہ میں یہ کہہ کر بتائی گئی ہے کہ :

قومی حکومت سے روئے زمین پر تسلط حاصل کرنا مطلوب تھا۔

”ان قریشی مسلمانوں ہی میں تو وہ دانش ور و سخن ور بھی ہے جس کی دنیا پر اسلامی تسلط والی پالیسی تمہیں حیرانی کی حد تک پسند آتی ہے۔ اور اپنی نیک نیتی اور منشائے خداوندی کے مطابق ہونے پر وہ بار بار اللہ کو گواہ بنا کر اپنے اسلامی دلائل پیش کرتا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ تمہارا سب سے بڑا حریف و مدِّمقابل و مخالف ہے۔ اور جب اسے اس کی پالیسی کے مطابق اقتدارِ حکومتِ اسلامیہ حاصل ہو جائے تو وہ روئے زمین پر فتنہ و فساد پھیلادے گا۔ فوجوں کی دوڑ دھوپ سے دنیا بھر میں فصلیں تباہ ہوتی رہیں گی اور وہ نسلِ انسانی کو قتل عام سے ہلاک کر دے گا۔ یہ اس کی اسلامی تاویل ہے حالانکہ اللہ ہرگز فتنہ وفساد و قتل عام پسند نہیں کرتا۔“(بقرہ ۲۰۵۔۲۰۴ / ۲)

یہ دونوں آیات بتاتی ہیں کہ اسلامی ولایت و حکومت کے خلاف قریش کا یہ سب سے بزرگ مسلمان لیڈر اللہ و رسولؐ کے مقابلہ میں ایک مخصوص طرز فکر و عمل رکھتا تھا۔ اور دن رات اس کوشش میں مبتلا رہتا تھا کہ ایک عوام پسند حکومت بنائی جائے جس میں عوام الناس کے مفاد اور منشاء کو کلیدی مقام دیا جائے۔ یعنی ایک ایسی حکومت :

۱۔ جسے مسلمان خود بنائیں ۔۲۔ جو مسلمانوں کے لئے ہو اور ۔۳۔ جسے مسلمان خود چلائیں۔ یہی وہ طریقہ تھا۔ یہی وہ سبیل تھی جو رسولؐ اللہ کے طریقہ کے خلاف اور ان کے مقابلے میں طے کی گئی تھی۔ اور اسی کو اختیار کرلینے اور

وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ

اور کاٹو قرابتیں اپنی یہ لوگ ہیں جن کو لعنت کی ہے ان کو اللہ نے بس بہرا کر دیا

وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ

ان کو اور اندھا کر دیا آنکھوں ان کی کو کیا پس نہیں فکر کرتے بیچ قرآن کے کیا

عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ

اوپر دلوں کے قفل ہیں ان کے تحقیق جو لوگ کہ پھر گئے اوپر پیٹھوں اپنی کے

مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ

پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئی واسطے ان کے ہدایت شیطان نے زینت دلائی ہے واسطے ان کے

وَ اَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا

اور ڈھیل دلائی واسطے ان کے یہ بسبب اس کے ہے کہ کہا تھا انہوں نے

اور خود اپنے ہاتھوں سپردہ بچہ دانیوں کو بھی کاٹ ڈالو گے ؟ (۲۳) وہی مومنین تو ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے چنانچہ انہیں کانوں سے بہرا اور آنکھوں سے اندھا کر دیا ہے(۲۴) کیا یہ قریش قرآن میں تدبّر اور سوچ بچار نہیں کرتے کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کے دلوں پر منصوبے کے قفل پڑے ہوں اور قرآن کا اثر اندر جاتا ہی نہ ہو ۔ (۲۵) یقیناً جو لوگ قومی حکومت کی ممانعت واضح ہو جانے کے بعد بھی اسی کی طرف پھر گئے ہیں انہیں ابلیس نے سوال و جواب کے ذریعہ روشن مستقبل کا سبز باغ دکھا کر متعلقہ اقدامات اور تفصیلات انہیں املا (Dictate) کرادیں۔ (۲٦) ابلیس کی ہدایات ہی کی وجہ سے انہوں نے

رسولؐ کی سبیل کو چھوڑ دینے پر اس دانشور کا دوست قیامت کے روز موقفِ حساب میں "خلافت و قومی حکومت کے لئے بیعت لینے والے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا کہ، اے کاش میں نے رسولؐ والی ولایتِ علوؑیہ کو اختیار کیا ہوتا۔ ہائے افسوس اے کاش میں نے فلاں دانشور شیطان ثانی کو اپنا یار نہ بنایا ہوتا ۔"(فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵)

یہ مسلماتِ تاریخی میں سے ہے کہ خلیفہ دوم ہی نے قریش کا قومی منصوبہ اور مقصد بیان کیا تھا۔

خلیفہ دوم نے اپنے عہد خلافت میں یہ راز فاش کر دیا تھا کہ قریش نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ خاندانِ نبوت میں حکومت نہیں جانے دیں گے "۔ (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳)

یہاں قارئین صرف دو باتیں مستقل طور پر نوٹ کرلیں اوّل یہ کہ مسئلہ ولایت و حکومت قرآن کا اور نجات المسلمین کا سب سے اہم اور کلیدی مسئلہ ہے اور یہ کہ قریش دینِ اسلام پر اپنے اور اپنے علما و بزرگوں کے اجتہاد کے ماتحت قدیم سے عمل کرتے چلے آنے والے مسلمان تھے ، بے دین نہ تھے ، جہنمی ضرور تھے اور رہے ۔

٦۔(آیت نمبر ۱٦) قریش کے مسلمان مجتہدین خانوادۂ نبوتؐ کے پروردہ اور ازلی و ابدی علماؑ کو بھی رسولؐ کے خلاف اجتہادی بنانے میں کوشاں تھے۔

آپ سارے قرآن کو پڑھ جائیں یا تمام مسلمان علما کی تصنیفات کا جائزہ لیں تو آپ دیکھیں گے کہ قرآن از اوّل تا آخر ظن وخرص و قیاس و ذاتی رائے اور اھواء کی مذمت کرتا ہے اور اسّی فیصد علما کے عقائد و فیصلے اور فتاوٰی کے اختلافات و تنازعات ظن و خرص و قیاس اور ذاتی رائے کی بنا پر منحصر ہیں اور اجتہاد ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ انسانی دماغ ظن وخرص وقیاس اور ذاتی رائے اور مصلحت سے کام نہ لے اور چونکہ عقلی تفاوت اور علمی ذخیرے اور تجربے یکساں نہ ہوتے ہیں اور نہ ممکن ہیں اس لئے اجتہادات میں لازم ہے کہ اختلاف پیدا ہو ۔ اور لازم ہے کہ اختلافات انتشار پیدا کریں یوں نظام اجتہاد ہی وہ ابلیسی حربہ ہے جس سے ایک دین کے ہزاروں ٹکڑے اور فرقے بنتے چلے آئے ہیں ۔ اسی افتراق وانتشار کو روکنے کے لئے اللہ نے حکم دیا تھا کہ ہر حکم ، ہر فیصلہ ، ہر فتوٰی اور ہر تصور و عقیدہ اللہ کے نازل کردہ احکام و الفاظ پر منحصر و مبنی ومحدود رہنا چاہئے ۔ چونکہ یہ شرطیں پوری کرنے کے لئے تمام کتبہائے خداوندی سمیت قرآن کریم کا مکمل علم درکار تھا ۔ اورا یسے علم والے حضرات جن کو اللہ نے براہ راست مکمل علوم عطا فرمائے تھے، خانوادۂ نبوت ہی میں تھے (۱٦ / ۴۷) اور انہیں قریش

لِلَّذِيْنَ	كَرِهُوْا	مَا	نَزَّلَ	اللّٰهُ

واسطے ان لوگوں کے کہ ناخوش رکھتے تھے اس چیز کو کہ اتاری ہے اللہ نے

سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾

البتہ کہامانیں گے ہم تمہارا بیچ بعضے کاموں کے اور اللہ جانتا ہے آہستہ بات کرنے ان

فَكَيْفَ	اِذَا	تَوَفَّتْهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ

کے کو پس کیوں کر ہو گا حال ان کا جس وقت قبض کریں گے جان ان کی کو فرشتے

يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا

مارتے ہوں گے منہ ان کے اور پیٹھیں ان کی یہ بسبب اس کے ہے کہ پیروی کی

مَآ	اَسْخَطَ	اللّٰهَ	وَ	كَرِهُوْا	رِضْوَانَهٗ

انہوں نے اس چیز کی کہ ناخوش کرتی ہے اللہ کو اور مکروہ رکھی رضامندی اس کی

اللہ کے نازل کردہ حکم ولایت کو ناپسند کرنے والوں کو بتایا تھا کہ ہم قومی حکومت کے سلسلے میں تمہاری بعض مفید تجاویز کو ضرور اختیار کریں گے یعنی جو ابلیسی ہدایات میں معاون ہوں گی۔ اور جن سے کامیابی میں مدد ملے۔ اور اللہ تو اے رسولؐ ان کے خفیہ راز و رموز اور منصوبوں کو جانتا ہے۔ (٢٧) پھر ان لوگوں کے ساتھ یہ سلوک ہوگا کہ فرشتے ان کے چہروں اور پشتوں پر کوڑے برساتے ہوئے ان کی روحیں قبض کریں گے۔ (٢٨) اور وہ اس سبب سے ان کی موت کے وقت ہوا کہ انہوں نے اللہ کی مغضوب قومی حکومت کی اتباع اختیار کرلی اور اللہ کی خوشنودی کو ناپسند کیا۔

نے حکومت سے محروم رکھنا طے کرلیا تھا۔ چنانچہ ان کے علاوہ دوسرے لوگ علوم الٰہیہ میں نہایت تنگ دامن تھے اس لئے وہ اللہ رسولؐ اور قرآن کی شرائط کے مطابق بما انزل اللہ سے ہر حکم دینے سے قاصر تھے۔ اس لئے یہ بھی عہد رسولؐ ہی میں طے کرلیا گیا تھا کہ وہ لوگ ادارہء اجتہاد کے فیصلوں کے مطابق احکامِ اسلام نافذ کیا کریں گے (نساء ٦١ / ٤ وغیرہ) یوں نظامِ اجتہاد کو اسلام میں داخل کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ لیکن ادارہءِ اجتہاد نے پہلے تو خود نبیؐ کو مجتہدانہ اصول اختیار کرنے پر رضامند کرنا چاہا (یونس ١٦۔١٥ / ١٠) لیکن اللہ نے بڑی سختی سے اور شدت سے رسولؐ کو بار بار منع کیا (مائدہ ٤٩ / ٥، ٥١ / ٦) (٢٦ / ٣٨، ١٥ / ٤٢، ١٨ / ٤٥ وغیرہ) ادھر سے مایوس ہوکر انہوں نے خانوادہءِ رسولؐ کے حقیقی علما پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی اور اسی کوشش کی ایک سرسری سی مثال یہاں آیت (١٦ / ٤٧) میں دی گئی ہے۔ یہاں یہ دیکھیں کہ:

(٦ ۔ الف) مسلمان مجتہدین کی قرآن فہمی کا طریقہ رسولؐ کے روبرو خاموش رہنا۔ قریش کے لیڈر صاحبان رسولؐ کی محفل میں قرآن کو بڑے غور اور بڑی توجہ سے سنتے لیکن رسولؐ کے روبرو اظہار خیال یا سوالات نہیں کرتے مگر تنہائی میں ان لوگوں سے تبادلہءِ خیال کرتے ہیں۔ جن کو اللہ نے پہلے ہی سے مکمل العلم دے رکھا ہے (١٦ / ٤٧) اور ان سے رسولؐ کی تبلیغ پر سوالات کرتے ہیں (١٦ / ٤٧) اس آیت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ رسولؐ کی کس بات پر یہ سوال معصومؑ علما سے کیا گیا تھا نہ یہ بتایا کہ اُن حضراتؑ نے کیا جواب دیا لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ قریشی لیڈروں کا صرف طریقہ بتا رہا ہے نہ کہ پوری بحث لیکن ان علماؑ کا جواب تو ان کے کام کا نہ ہو سکتا تھا۔ بہرحال یہاں یہ بتانا ہے کہ وہ لوگ جو بڑے غور و خوض سے رسولؐ کو سنتے تھے وہ اپنے اھواء یا ذاتی اجتہاد پر عمل کرتے تھے لہٰذا یہ عمل درآمد قریشی مجتہدین ہی کا ہوتا تھا۔

٧۔ علامہ نے مان لیا کہ قریش اللہ کی رضوان سے ناخوش تھے اور اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں کی اطاعت و پیروی کرتے تھے۔

اور بقول علامہ ایسے مسلمانوں کے اعمال ضائع ہوگئے تھے "اعمال سے مراد وہ تمام اعمال ہیں جو مسلمان بن کر وہ انجام دیتے رہے۔ ان کی نمازیں، ان کے روزے، ان کی زکوٰۃ، غرض وہ تمام عبادتیں اور وہ ساری نیکیاں جو اپنی ظاہری شکل کے اعتبار سے اعمال خیر میں شمار ہوتی تھیں۔ اس بنا پر ضائع ہو گئیں کہ انہوں نے مسلمان ہوتے ہوئے بھی اللہ اور اس کے دین اور ملتِ اسلامیہ کے ساتھ اخلاص و وفاداری کا رویہ اختیار نہ کیا بلکہ محض اپنے دنیاوی مفاد کے لئے دشمنان دین سے سازباز کرتے رہے"۔ (تفہیم القرآن ۵ صفحہ ٢٩)

چنانچہ ان تصورات کی بنا پر اللہ نے ان کے تمام اسلامی اعمال اور محنتوں کو ضائع کر ڈالا ۔ (۲۹) جن لوگوں کے قلوب میں قومی حکومت بنانے کی بیماری جمی ہوئی ہے کیا انہوں نے اپنے اجتہادی حساب سے یہ طے کرلیا ہے کہ اللہ کبھی بھی ان کے اس منصوبے کے پیچ و خم ظاہر نہ کرے گا۔ (۳۰) اور اگر ہم چاہیں تو ان منصوبہ سازوں کو آپؐ کو اور مومنین کو دکھا دیں اور ان کے چہروں سے تم انہیں پہچان لو اور تم ان کے لب ولہجہ سے پہچانتے ہو اور اے مسلمانوں اللہ تم سب کے اعمال کا علم رکھتا ہے ۔ (۳۱) اور ہم تمہیں برابر اس وقت تک آزمائش میں ڈالتے رہیں گے جب تک تم میں سے جم کر جہاد کرنے والے اور صبر سے برداشت کرنے والوں کو سب نہ جان لیں اور ہم تمہارے حالات کی پڑتال بھی کرتے رہیں گے ۔ (۳۲) یقیناً جن لوگوں نے الحق وحقائق چھپانے کا منصوبہ چلا رکھا ہے اور جو ولایتؑ کی راہیں بند کررہے ہیں اور جنہوں نے رسولؐ پر شاق گزرنے والے حالات پیدا کئے ہیں اور یہ سب کچھ ہدایات کی وضاحت کے بعد کیا ہے وہ تو اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے لیکن اللہ ان کے تمام اسلامی اعمال کو ضائع کردے گا ۔ (۳۳) اے لوگو جو ایمان کے دعویدار ہو تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور خلاف ورزیاں کرکے اپنے اعمال کو

فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ

پس ناپید کرڈالے اللہ نے عمل ان کے کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ کہ بیچ

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَ لَوْ

دلوں ان کے کے بیماری ہے یہ کہ ہرگز نہ نکالے گا اللہ بدنیتی ان کی اور اگر

نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ

ہم چاہیں البتہ دکھا دیں گے ہم تجھ کو وہ لوگ پس پہچان لیوے تو ان کو

بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ

ساتھ چہرے ان کے کے اور البتہ پہچان لیوے گا توان کو بیچ لحن یعنی کہنے بات کے

وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى

اور اللہ جانتا ہے کاموں تمہارے کو اور البتہ آزماویں گے ہم تم کو یہاں تک کہ

نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ ۙ وَ

ظاہر کردیں ہم جہاد کرنے والوں کو تم میں سے اور صبر کرنے والوں کو اور

نَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ

آزماویں ہم خبروں تمہاری کو تحقیق جو لوگ کافر ہوئے اور بند کیا انہوں نے راہ

اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

خدا کی سے اور مخالفت کی رسولؐ پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئی واسطے ان کے

الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾

ہدایت ہرگز نہ ضرر کریں گے اللہ کو کچھ بھی اور البتہ ناپید کرے گا عملوں ان کے کو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو کہا مانو اللہ کا اور کہا مانو رسولؐ کا اور مت باطل کرو

(۸) آیات (۳۸تا۲۹ / ۴۷) میں قریش کے اسلام کا پردہ چاک کرکے انہیں ناقابل برداشت قوم قرار دیا گیا ہے۔

علامہ مودودی کی تفہیم القرآن کو از اوّل تا آخر غور و فکر سے مطالعہ کرنے والا ہر شخص یہ فیصلہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ علامہ نے یہ محنت اس لئے کی ہے کہ وہ اپنے مسلک و مذہب کی گرتی ہوئی عمارت کو جیسے بھی ہوسکے قرآن کا سہارا فراہم کردیں ۔ اور ایک ایسی آخری کوشش کر دیکھیں کہ جس سے ان کے اوّلین رضی اللہ عنہم کہلانے والے لوگوں کے ابلیسی منصوبے اور کردار چھپ کررہ جائیں ۔ ہم نے علامہ قسم کے پرویزیوں،اہلِ قرآنیوں اور دیگر قدیم و جدید اداروں اور افراد کے عوام و اسلام کش ارادوں اور جرأت کو دیکھا اور طے کیا کہ اپنی تصنیفات میں قرآن کریم کا تفصیلی ترجمہ بھی شامل کردیا جائے تاکہ وہ تمام بت اوندھے منہ گرپڑیں جو قریشی علما نے پھر لا بٹھائے ہیں ۔

اَعۡمَالَكُمۡ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ	باطل نہ کرتے رہو۔ (۳۴) یقیناً جن لوگوں نے
عملوں اپنوں کو تحقیق جو لوگ کہ کافر ہوئے اور بند کیا انہوں نے راہ خدا کی سے	حقیقت اسلام کو اپنی تاویلات سے پوشیدہ رکھا
ثُمَّ مَاتُوۡا وَ هُمۡ كُفَّارٌ فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوۡا	اور ولایت خداوندی کو قائم ہونے میں رکاوٹیں
پھر مر گئے اور وہ کافر ہی تھے پس ہر گز نہ بخشے گا اللہ ان کو پس مت سستی کرو	ڈالیں اور اسی حق پوشی میں مبتلا رہتے ہوئے
وَ تَدۡعُوۡۤا اِلَى السَّلۡمِ ۖ وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ ۖ وَ اللّٰهُ مَعَكُمۡ	مر گئے انہیں اللہ ہر گز نہ بخشے گا۔ (۳۵) چنانچہ تم
اور مت بلاؤ ان کو طرف صلح کی اور تم ہی ہو غالب اور اللہ ساتھ تمہارے ہے	کمزوری و ناتوانی کا مظاہرہ نہ کرو اور ڈر کے مارے
وَ لَنۡ يَّتِرَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا الۡحَيٰوةُ	صلح کی درخواستیں کرتے نہ پھرو اور ایسا نہ کیا تو
اور ہر گز نہ چھین لے گا تم سے عمل تمہارے سوائے اس کے نہیں کہ زندگانی	تم ہی بالادست رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھی
الدُّنۡيَا لَعِبٌ وَّ لَهۡوٌ ؕ وَ اِنۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ تَتَّقُوۡا يُؤۡتِكُمۡ	ہو گا اور تمہارے اچھے اعمال کو وہ بے نتیجہ نہ
دنیا کی کھیل ہے اور تماشہ اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیز گار رہو دے گا تم کو	ہونے دے گا۔ (۳٦) دنیا کی یہ زندگی اس کے
اُجُوۡرَكُمۡ وَ لَا يَسۡـَٔلۡكُمۡ اَمۡوَالَكُمۡ ﴿۳٦﴾ اِنۡ يَّسۡـَٔلۡكُمُوۡهَا	سوا کچھ نہیں جیسے ایک کھیل یا تماشہ ہوا کرتا ہے
ثواب تمہارا اور نہ مانگے گا تم سے سارے مال تمہارے کو اگر مانگے تم سے وہ مال	اور اگر تم سچ مچ کا ایمان بھی اختیار کر لو اور اپنی
فَيُحۡفِكُمۡ تَبۡخَلُوۡا وَ يُخۡرِجۡ اَضۡغَانَكُمۡ ﴿۳٧﴾ هٰۤاَنۡتُمۡ	زندگی اسلامی شرطوں اور ذمہ داری سے گزارو تو
پس تنگ کرے تم کو بخیلی کرنے لگو تم اور نکال دیوے بدنیتی تمہاری خبر دار ہو تم	اللہ تمہارے عمل کا اجر تمہیں دیتا رہے گا اور
هٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنۡكُمۡ	تم ذمہ داریاں خود ہی سنبھال لو گے تو تم سے
وہ لوگ ہو کہ پکارے جاتے ہو کہ خرچ کرو بیچ راہ اللہ کے پس بعض تم میں سے	تمہارے اموال طلب کرنے کی ضرورت ہی نہ
مَّنۡ يَّبۡخَلُ ۚ وَ مَنۡ يَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا يَبۡخَلُ	پڑے گی۔ (۳٧) اس کے برعکس تم سے مال
وہ شخص ہے کہ بخیلی کرتا ہے اور جو کوئی بخیلی کرے پس سوائے اس کے نہیں کہ	طلب کرے گا اور ضرورت کی انتہا تک طلب
عَنۡ نَّفۡسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الۡغَنِىُّ وَ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنۡ تَتَوَلَّوۡا	کرتا رہے گا جس پر تم کھل کر کنجوسی کرو گے اور
بخیلی کرتا ہے جان اپنی سے اور اللہ بے پرواہ ہے اور تم محتاج ہو اور اگر پھر جاؤ تم	پھر اللہ تمہاری پالیسی کے تمام پیچ و خم کھول کر

سامنے رکھ دے گا۔ (۳۸) او گروہِ قریش خبر دار ہو کر سنو کہ تم وہی مومنین تو ہو جن کو راہ خدا میں جان و مال خرچ کرتے رہنے کی دعوت دی جاتی ہے تو تم ہی میں سے مومنین کنجوسی کرنے لگتے ہیں لہٰذا سمجھ لو کہ کنجوسی کرنے والے خود اپنی ذات سے کنجوسی کرتے ہیں اور یہ کہ اللہ تمہاری جان ومال کی احتیاج سے بلند و بالا ہے اور تم ازسر تا پا اس کے محتاج ہو اور اگر تم نے

چنانچہ سورۂ محمدؐ نے قریش کے اسلام کی پول کھول کر رکھ دی ہے ان کے ناپاک مقاصد کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ اور ان آخری نو عدد آیات میں ان علما کو لاجواب وششدر کرکے رکھ دیا ہے۔ جو قریش کی پردہ داری میں طرح طرح کے بہانے اور فریب کیا کرتے ہیں ذرا دیکھیں کہ انہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اے مومنین کہہ کر پکارا گیا تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ سورۂ محمدؐ میں تو منافقوں کا ذکر ہوا ہے۔ قریش کا نہیں ہوا (۳۳ / ۴٧) اور انہیں اطاعتِ خداو رسولؐ کا حکم دیا گیا یعنی وہ ایسے مومنین تھے کہ اللہ و رسولؐ کی اطاعت نہ کرتے تھے بلکہ قرآن کو اور قرآن میں نازل شدہ احکام کو اپنی سوجھ بوجھ و بصیرت و اجتہاد کے ماتحت اصلاح کے بعد اختیار کرتے تھے (۱٦ / ۴٧ ، ۱۴ / ۴٧) اور نہایت راز دارانہ انداز میں بعض احکام کو قطعاً نظر انداز کر دیتے تھے (۲٦ / ۴٧) یعنی وہ صرف اپنی بصیرت اور سمجھ کی اطاعت کرتے تھے اللہ و رسولؐ کی

بدستور اپنی ولایت قائم کرنے پر اصرار کیا تو اللہ تمہارے بدلے میں ایک ایسی قوم لے آئے گا جو تم جیسی نہ ہو گی۔	يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ ع ۸ بدلا لاوے گا ایک قوم سوائے تمہارے پھر نہ ہوں گے مانند تمہاری

اطاعت کبھی نہ کرتے تھے ۔اس لئے ایمان لانے اور اطاعت کرنے کا تقاضا ہوا تھا ۔ اور انہیں ان کے اس مجتہدانہ رویے سے روکنے کے لئے یہ بھی کہا گیا کہ یوں تم اپنے اعمال کو باطل یا ضائع نہ کیا کرو۔ (۳۳ / ۴۷) اور ان پر حقیقی ایمان لانے اور ذمہ دارانہ یا متقیانہ زندگی بسر کرنے کا تقاضا بھی کیا گیا (۳۶ / ۴۷) اور بتایا گیا کہ تمہیں تمہارے اسلامی اعمال کی جزا اسی صورت میں ملے گی کہ تم ۔ا۔ حقیقی ایمان لے آؤ۔۲۔ متقی بن جاؤ۔۳۔ اجتہادو اھواء کو بند کردو۔۴۔ اللہ و رسولؐ کی بے چوں و چرا اطاعت کیا کرو ورنہ تمام اعمال ضائع ہوتے چلے جائیں گے ۔(۳۳ / ۴۷ ، ۳۲ / ۴۷ ، ۹ / ۴۷ ، ۸ / ۴۷) پھر یہ بھی تو ان ہی قریشی مومنین سے کہا جا رہا ہے کہ تم مخالفین اسلام کے سامنے اپنا بودا پن اور عاجزی ظاہر کر کے ان سے میل ملاپ اور امن و صلح سے رہنے کی فکر میں مت رہا کرو اور یوں مسلمانوں کی توہین کا سبب نہ بنو (۳۵ / ۴۷) حالانکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمہیں بالا دست ہونا چاہئے اس لئے کہ تمہیں اللہ کی معیت حاصل ہے (۳۵ / ۴۷) ان ہی مومنین کا یہ حال بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی جان و مال کو اسلام کی توسیع میں صرف نہیں کرتے کنجوسی کو پیشہ بنائے ہوئے ہیں (۳۸ / ۴۷) اورچاہتے ہیں کہ ان پر کسی قسم کا بار نہ ڈالا جائے (۳۷ / ۴۷) ان ہی مومنین کو ڈرایا گیا کہ حق پوشوں اور اسلامی راہوں کے بندکرنے والوں کی ہرگز بخشش نہ ہو گی (۳۴ / ۴۷) وہی قریشی مومنین تو ہیں جن کے دلوں میں بیماری اور اسلام کے خلاف اضغان بھرے ہوئے تھے (۲۹ / ۴۷) (۳۷ / ۴۷) اور جن کی پول کھولنے کی دھمکی ان ہی آیات میں ہے ۔ اور اس پوری قوم کو اسلام کے لئے مردود قرار دیا گیا ہے ۔ (۳۸ / ۴۷)

سُوْرَةُ الْفَتْحِ

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ وَّ هِيَ تِسْعٌ وَّ عَشْرُوْنَ اٰيَةً وَّ اَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ فتح مدینہ میں نازل ہوئی اوراس میں اُنتیس (۲۹) آیتیں اور چار رکوع ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

(۱) حقیقتاً ہم نے آپؐ کو منہ بولتی فتح دے دی ہے ۔ (۲) تاکہ اللہ تمہارے لئے سابقہ زمانہ میں گزرے ہوئے تمام متعلقات سے بھی اور آئندہ درپیش متعلقات سے بھی تحفظ عطا کر دے اور آپؐ کے اوپر اپنی نعمتوں کا اتمام کر دے اور آپؐ کو حقیقی و مجسم صراط مستقیم کی متعلقہ راہنمائی فراہم کردے ۔ (۳) اور آپؐ کو اللہ ایک ہمیشہ غالب رہتے چلے جانے والی نصرت و مدد عطا کردے۔	اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ﴿۱﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوا اور تو کہ تمام کرے نعمت اپنی اوپر تیرے وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲﴾ وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ اور دکھلاوے تجھ کو راہ سیدھی اور مدد کرے تجھ کو اللہ مدد غالب

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا
وہی ہے جس نے اُتاری تسکین بیچ دلوں ایمان والوں کے تو کہ بڑھ جاویں ایمان میں
مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ
ساتھ ایمان اپنے کے اور واسطے اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور ہے اللہ

(۴) اللہ وہی تو ہے جس نے حقیقی مومنین کے دلوں پر سکینہ یعنی اطمینان نازل کیا تاکہ وہ اپنے سابقہ ایمان میں ایک اور ایمان کی زیادتی یا اضافہ کرلیں۔ اور سمجھ لیں کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کی افواج صرف اللہ ہی کے قابو میں ہیں اور یہ کہ

تشریحات سورۃ الفتح:

ا۔ آیت (۱ / ۴۸) میں دشمنانِ اسلام کے تیغ بکف قریشی محاذ پر حقیقی فتح کی تمہید اور آخر کار غلبۂ اسلام کی نوید ہے۔

اس آیہ مبارکہ پر قریشی ریکارڈ میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ تفاسیر میں لکھا ہوا موجود ہے اور اسی کو ذرا سنوار کر شیعہ علما نے اپنے یہاں لکھ لیا ہے۔ اور اس کا مختصر احوال قرآن کے حاشیوں میں بھی لکھا ہوا مل جاتا ہے۔ ہمیں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ یہ سورۂ فتح صلح حدیبیہ سے واپسی کے دوران مدینہ کے قریب پہنچنے پر تلاوت کی گئی تھی۔ مطلب واضح ہے کہ فتح کی خوشخبری صلح حدیبیہ کے وقت نہیں دی گئی بلکہ کئی روز بعد دورانِ سفر یہ خبر دی گئی۔ لہٰذا یہ کہنا کہ صلح حدیبیہ کو فَتْحًا مُّبِيْنًا فرمایا گیا ہے محض قیاس ہے جس پر قرآن سے دلیل نہیں ملتی۔ تاریخی واقعات کو نظر انداز کرتے ہوئے یہاں یہ دیکھئے کہ اس "فَتْحًا مُّبِيْنًا" کے دیئے جانے کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ یا یہ کہ یہ کیوں دی گئی ہے؟ اور کس کارکردگی کے انعام میں یہ بولتی چالتی فتح دی گئی؟ جب اس فتح کے دیئے جانے کے اغراض و مقاصد اور وجہ معلوم ہو جائے گی تو یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ وہ فتح خود کیا چیز ہے؟ چنانچہ اللہ نے اس فتح کے دیئے جانے کے مقاصد یہ بتائے ہیں:

(ا۔ الف) فَتْحًا مُّبِيْنًا دیئے جانے کے مقاصد میں سب سے پہلا اور بڑا مقصد: "پہلا مقصد ایک ہمہ گیر صورتِ حال ہے "یعنی حضوؐر کو ذَنْبٌ کے مقابلہ میں ایسا تحفظ دیا جانا جو حضوؐر کے ماضی، حال اور مستقبل کا احاطہ کرلے اور اللہ کی جتنی اور جس قسم کی نعمتیں ممکن ہو سکتی ہیں۔ تمام کی تمام حضوؐر پر مکمل کر دے اور حضوؐر کو صراط مستقیم سے متعلق ہمہ قسم کی ہدایات فراہم کر دے اور ایسی نصرت یا مدد عطا کردے جو ہمیشہ غالب رہتی چلی جائے "(۲۔۳ / ۴۸)

(ا ۔ ب) فَتْحًا مُّبِيْنًا کا دوسرا مقصد ایمان لانے والوں اور مخالفین سے تعلق رکھتا ہے۔

فتح مبین مومنین پر سکینہ کا نزول کراتی ہے، ان کے ایمان میں ایک خاص ایمان کا اضافہ کرتی ہے، انہیں جنت میں داخلہ بخشتی ہے پھر ان کی تمام برائیوں کو کفر کرا دے یعنی چھپ جانے کا حکم دے دے اور یوں مومنوں کو فائز المرام کرکے منافق اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب میں مبتلا کرے اور اللہ کے دین میں بُرے بُرے ظنوں و اجتہادات کرنے والوں کو ایک بُرے چکر میں ڈال دے اور آخر کار انہیں جہنم کے اندر اللہ کے غضب اور لعنت کے حوالے کردے اور یہ سب کچھ کرنے کے لئے اللہ کی سماوی و زمینی افواج اور اس کی حکمت و غلبہ تائید کرتے رہیں "(۴ تا ۷ / ۴۸)
یہ وہ اغراض و مقاصد تھے جن کے فراہم کرنے کی خاطر حضوؐر کو وہ فَتْحًا مُّبِيْنًا عطا کی گئی تھی۔ مگر؟

(ا ۔ ج) باقی مترجمین و مفسرین کیا سمجھے؟؟ اور ان کی سمجھ کا اِن مذکورہ مقاصد سے ربط ہے یا نہیں

یوں تو علامہ مودودی آیات کی تفہیم کے لئے آیات کے سیاق اور سباق پر بار بار زور دیتے آئے ہیں مگر یہاں بھی ان سات عدد آیات (۱ تا ۷ / ۴۸) کے متعلق نہ کوئی ربط سامنے رکھتے ہیں نہ ان اغراض و مقاصد کو سامنے لائے جو اِن آیات میں لَامِ عِلّت کے طور پر برابر استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے کہ: لِيَغْفِرَ (تاکہ مغفرت کرے) ۲۔ لِيَزْدَادُوْٓا۔ ۳۔ لِيُدْخِلَ۔ علامہ نے ان اغراض و مقاصد کو بیان کرنے کے بجائے یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرتؐ اور ان کے ساتھی مومنین سے کچھ نامعلوم

عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۙ﴿۴﴾ لِّيُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ

جاننے والا حکمت والا تو کہ داخل کرے ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو

جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَ

بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے اُن کے سے نہریں ہمیش رہنے والے بیچ اُن کے اور

اللہ صاحب حکمت اور علیم ہے یعنی یہ سب کچھ مومنین کی پشت پناہ ہیں ۔ (۵) تاکہ مومنین اور مومنات کو جنتوں میں داخلہ دے دے جہاں نہروں کی بھرمار ہے اور مومنین و مومنات کو ہمیشہ جنتوں میں رہنے کا حق دے کر ان سے ان کی

خامیاں ،کوتاہیاں ، کمزوریاں اور لغزشیں سرزد ہوئی تھیں جو اللہ نے معاف فرما دی تھیں ۔ چنانچہ اس سلسلے میں ان کے طویل بیان سے صرف نظر کرتے ہوئے دو تین جملے نوٹ کر لیں ۔

(ا ۔ د) علامہ کے نزدیک رسوؐل اللہ اور مومنین سے لغزشیں سرزد ہوئی تھیں ۔ فرمایا ہے :اس مقام پر یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کسی مقصد کے لئے ایک جماعت جو کوشش کر رہی ہو اس کی خامیوں کے لئے اس جماعت کے قائد و راہنما ہی کو مخاطب کیا جاتا ہے ۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ خامیاں قائد کی ذاتی خامیاں ہیں ۔ دراصل وہ اس جدوجہد کی کمزوریاں ہوتی ہیں جو پوری جماعت بحیثیت مجموعی کر رہی ہوتی ہے ۔ مگر خطاب قائد سے کیا جاتا ہے کہ آپ کے کام میں یہ کمزوریاں ہیں "(تفہیم القرآن جلد۵صفحہ ۴۴) پھر لکھتے ہیں کہ :

رسوؐل کو علامہ نے قاعدے کے مطابق لغزشوں سے بچانا چاہا مگر پھر ان کو غلط کار ثابت کر دیا ہے ۔

"تاہم چونکہ روئے سخن رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور فرمایا یہ گیا ہے کہ اللہ نے آپ کی ہر اگلی پچھلی کوتاہی کو معاف فرما دیا ہے ۔ اس لئے ان عام الفاظ سے یہ مضمون بھی نکل آیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے رسوؐل پاک کی تمام لغزشیں (جو آپ کے مقام بلند کے لحاظ سے لغزشیں تھیں) بخش دی گئیں "(تفہیم القرآن جلد ۵صفحہ ۴۴) یہ ہیں علامہ صاحب جونہایت خاموشی سے رسوؐل کو خطاکار بناتے رہے ہیں ۔ مگر یہاں ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے ۔

عہد رسوؐل کے مومنین بقول قرآن اور آنحضرؐت پر بقول شما مواخذہ کیوں: وہ یہ کہ اگر واقعی ذَنْبٌ کے معنی گناہ یا کوتاہی یا کمزوری یا خامی یا لغزش ہوتے ہیں ؟ اور واقعی اللہ نے اگلی پچھلی تمام کوتاہیاں خامیاں ،لغزشیں یا گناہ معاف کر دیئے تھے تو عہد رسوؐل کے مسلمانوں پر قرآن میں باربار گرفت و مواخذہ اور عذاب و سزا کے کوڑے کیوں برسائے جاتے رہے (ہزاروں آیات میں) اور بقول تمہارے رسوؐل اللہ سے ان کی غلطیوں پر اس معافی کے بعد باز پرس کیوں کی گئی اور کیوں کہا گیا کہ :

" يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ‌ ۚ تَبۡتَغِىۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ‌ ؕ ﴿۱﴾ (تحریم ۱ / ۶۶)

علامہ متفق ہیں: "اے نبیؐ کیوں اس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے (کیا اس لئے کہ) تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو؟"

مرتے کو ماریں شاہ مدار: (ا) "آپ کی بیویوں نے چاہا تھا کہ آپ ایسا کریں اور آپ نے محض ان کو خوش کرنے کے لئے ایک حلال چیز اپنے لئے حرام کرلی تھی" (تفہیم القرآن جلد۶صفحہ ۱۵)

اگلی پچھلی غلطیوں سے معافی دینے کے دوسال بعد ہی بھول کر پھر غلطی پکڑلی۔ قارئین نوٹ کریں کہ اللہ نے ۶ھ میں معافی دی تھی اس لئے کہ سورۂ فتح بقول علامہ ۶ھ میں نازل ہوئی تھی (تفہیم القرآن جلد۵صفحہ ۳۴) لیکن اللہ نے دوسال بعد یعنی ۸ھ میں (معاذ اللہ) یہ بھلا دیا کہ محمدؐ کی اگلی پچھلی تمام کوتاہیاں اور لغزشیں معاف کر چکا ہوں ۔ اس لئے کہ سورۂ تحریم ذی الحجہ ۸ھ میں نازل ہوئی (تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۱۰)

گناہ اور معافی کی بات ہوتی تو اللہ ایک دفعہ بھی گرفت نہ کرتا ۔ یہی نہیں بلکہ پھر ایک سال بعد سورۂ توبہ نازل ہوئی تو اس میں گرفت کی گئی اور لفظ معافی ہی سے بات شروع کی گئی یعنی فرمایا :

عَفَا اللّٰهُ عَنۡكَ‌ ۚ لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَتَعۡلَمَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۴۳﴾ (توبہ ۴۳ / ۹)

يُكَفِّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ فَوۡزًا	تمام خامیوں اور برائیوں کو چھپ جانے کا فیصلہ کردے
دُور کردے اُن سے برائیاں اُن کی اور ہے یہ نزدیک اللہ کے مراد پانا بڑا	اور وہ تمام نوازشات اللہ کے یہاں عظیم الشان مراد مندی
عَظِيۡمًا ۙ﴿۵﴾ وَّ يُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتِ وَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ وَ	ہے۔ (٦) اور تاکہ عذاب کرے منافق مردوں پر اور
اور عذاب کرے نفاق والوں کو اور نفاق والیوں کو اور شرک کرنے والوں کو اور	منافق عورتوں پر اور مشرک مردوں پر اور مشرک عورتوں پر یہ سب اللہ کے متعلق بُرے بُرے اجتہادی فیصلے

علامہ کو دیکھو: ''اے نبیؐ اللہ تمہیں معاف کرے تم نے کیوں انہیں رخصت دے دی؟ (تمہیں چاہئے تھا کہ خود رخصت نہ دیتے) تاکہ تم پر کُھل جاتا کہ کون لوگ سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی تم جان لیتے۔'' (تفہیم القرآن جلد ٢ صفحہ ١٩٧)

علامہ بھی بھول گئے: ''یہ جاننے کے باوجود کہ وہ محض بہانے کر رہے ہیں ان کو رخصت عطا فرمادی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا اور آپؐ کو تنبیہ کی'' (تفہیم القرآن جلد ٢ صفحہ ١٩٧)

ان قرآنی بیانات اور مودودی کے تراجم و تائیدات سے ثابت ہوا کہ نہ تو ذَنۡبٌ کے معنی گناہ اور لغزش وغیرہ تھے اور نہ سورۂ فتح میں کسی اگلی یا پچھلی یا دونوں کی معافی کا ذکر ہے۔ بلکہ یہ ایک فراڈ و فریب ہے۔ جس میں قریش نے لوگوں کو مبتلا کیا ہوا ہے۔ ورنہ معافی دے دیئے جانے کے بعد اللہ ہرگز کسی گناہ یا غلطی کا برا نہ مانتا۔ دراصل یہ چال اس لئے چلی گئی تھی کہ قریشی حکومتوں کے تمام مظالم اور ان کی بدکاریاں بخشی ہوئی سمجھی جائیں۔ اسی لئے یہ بھی روایتوں میں کہا گیا ہے کہ اللہ نے اُمت محمدؐیہ کے قیامت تک کے گناہ معاف کردیئے تھے۔ (لاحول)

(ا۔ ہ) آنحضرتؐ کے دو خواب ایک صلح حدیبیہ سے متعلق دوسرا فتح مبین کا حامل تھا۔ صلح حدیبیہ کی ذیل میں تمام علما نے اس خواب کا ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے رسولؐ اللہ نے مکہ معظمہ کے سفر کی تیاری کا اعلان کیا تھا۔ اور اللہ نے بھی اس خواب کو اسی سورۂ فتح (٢٧ / ٤٨) کے اواخر میں تصدیق فرمایا ہے اور یہاں اسی آیت میں یہ بھی بتا دیا ہے کہ: فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتۡحًا قَرِيبًا ﴿٢٧﴾ (الفتح: ٢٧ / ٤٨) یعنی جس طرح ہم نے اس برحق خواب کو سچا کر دکھایا ہے کہ تم مسجد حرام میں داخل ہو گے اور امن و امان سے داخل ہو گے سر منڈانے والے بھی اور بال کٹانے والے بھی اور بے خوفی کا عالم ہو گا۔ مستقبل میں آنے والے حالات کا تمہیں تو علم نہ تھا مگر ہم جانتے تھے اسی طرح ہم نے اس کامیابی کے علاوہ ایک ایسی فتح کو قریب کر دیا ہے جس سے یہ ثابت ہو گا کہ اللہ نے اپنا رسولؐ ہدایت اور دین الحق کے ساتھ اس لئے بھیجا تھا کہ اس رسولؐ کو پورے اور مکمل دین پر غالب و ظاہر کردے اور ایسا کرنے پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ (فتح ٢٨۔٢٧ / ٤٨)

یہاں جس فتح کو قریب کرنے کا ذکر ہے اس فتح کی خاص پہچان یہ ہے کہ ''دین الحق'' اپنی تمام صفات و تعلیمات و وسعتوں کے ساتھ غلبہ پالے گا۔ اور مذکورہ بالا اغراض و مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ اور یہی صورت حال فَتۡحًا مُّبِينًا کے نام سے موسوم کی گئی ہے (١ / ٤٨) اور یہی وہ صورت حال ہوگی جس میں رسولؐ کسی حیثیت سے براہ راست یا بالواسطہ کہیں اور کسی سے مغلوب نہ ہو گا ورنہ دین الحق کو غلبہ کیسے دلا سکتا ہے۔ جبکہ وہؐ خود یا اس کے نمائندےؑ ہی غالب نہ ہوں؟ اور اسی صورت حال میں یہ کہنا صحیح ہو گا کہ محمدؐ کو تمام سابقہ، موجودہ اور مستقبل کے متعلقات کے مقابلہ میں تحفظ حاصل ہے (٢ / ٤٨) اب دوسرے خواب پر نظر ڈال کر زیر نظر صورت حال سے مقابلہ کر کے دیکھیں۔

(ا۔ و) دوسرا خواب تمام انسانوں کو گھیرنے اور آزمانے اور خوفزدہ کرنے والا تھا۔ چنانچہ اللہ نے جس طرح پہلے خواب کو واقع کے بعد بیان کیا تھا اسی طرح دوسرے خواب کو بھی سب کچھ دکھا چکنے کے بعد بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

وَإِذۡ قُلۡنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِٱلنَّاسِۚ وَمَا جَعَلۡنَا ٱلرُّءۡيَا ٱلَّتِيٓ أَرَيۡنَٰكَ إِلَّا فِتۡنَةً لِّلنَّاسِ وَٱلشَّجَرَةَ ٱلۡمَلۡعُونَةَ فِي ٱلۡقُرۡءَانِۚ وَنُخَوِّفُهُمۡ فَمَا يَزِيدُهُمۡ إِلَّا طُغۡيَٰنًا كَبِيرًا ﴿٦٠﴾ (بنی اسرائیل ٦٠ / ١٧)	پہلے مودودی ترجمہ: ''یاد کرو اے محمدؐ ہم نے تم سے کہہ دیا تھا

الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ
شرک کرنے والیوں کو گمان کرنے والے ہیں ساتھ اللہ کے گمان بُرا اُوپر اُن کے ہے
دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ
پھیر ابرائی کا اور غصہ ہوا اللہ اوپر اُن کے اور لعنت کی اُن کو اور تیار کی واسطے اُن کے

کرنے والے لوگ ہیں ان کو بُرے چکروں میں مبتلا کیا گیا ہے۔ اور ان پر اللہ کا مستقل غضب ہے اور انہیں لعنت کے ماتحت رکھا ہے اور ان کے لئے ہی جہنم تیار کیا گیا ہے اور وہ بہت بری قیام گاہ ہے

کہ تیرے رب نے ان لوگوں کو گھیر رکھا ہے۔ اور یہ جو کچھ ابھی ہم نے تمہیں دکھایا ہے، اس کو اور اس درخت کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے، ہم نے ان لوگوں کے لئے بس ایک فتنہ بنا کررکھ دیا ہے ہم انہیں تنبیہ پر تنبیہ کئے جا رہے ہیں مگر ہر تنبیہہ ان کی سرکشی ہی میں اضافہ کئے جاتی ہے " (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۲۶ و ۶۲۷)

علامہ رفیع الدین کا ترجمہ: "اور جس وقت کہا ہم نے واسطے تیرے تحقیق رب تیرے نے گھیر لیا ہے لوگوں کو اور نہیں کیا ہم نے وہ نمود یعنی خواب جو دکھلائی تجھ کو مگر آزمائش واسطے لوگوں کے اور اسی طرح اس درخت کو کہ لعنت کیا گیا ہے بیچ قرآن کے اور ڈراتے ہیں ہم ان کو پس نہیں زیادہ کرتا ان کو مگر سرکشی بڑی" (ترجمہ صفحہ ۳۲۴)

خواب کی حقیقت حال دونوں ترجموں پر تنقیدی نظر کے ساتھ: علامہ نے تو اپنے ترجمہ میں خواب کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ اپنی تشریح میں فرمایا ہے کہ: "اشارہ ہے معراج کی طرف۔ اس لئے یہاں لفظ "رؤیا" جو استعمال ہوا ہے یہ خواب کے معنی میں نہیں ہے بلکہ آنکھوں دیکھنے کے معنی میں ہے" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۲۷)

بہرحال علامہ رفیع الدین نے ترجمہ میں خواب بھی لکھ دیا ہے۔ بہرحال ہم چونکہ ان روایات کو فریب سمجھتے ہیں جن کو قرآن کے مفاہیم کا رخ بدلنے اور انہیں اپنی خود ساختہ تاریخ پر فٹ کرنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ لہٰذا اس آیہ مبارکہ میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے ہم یہ سمجھ لیں کہ اس کا تعلق معراج سے ہے البتہ علامہ اینڈ کمپنی یہاں معراج کا اس لئے ذکر کرنا چاہتی ہے کہ لوگوں کو یہ موقع مل سکے کہ معراج خود ایک خواب تھا۔ چنانچہ ایسا ہوتا چلا آیا ہے کہ علامہ نے انکار کیا تو دوسروں نے اقرار کرلیا تاکہ صورت حال مشکوک تو ہو ہی جائے۔ لہٰذا ہم تو آیت کے الفاظ کے ساتھ چلیں گے۔ اور وہاں یہ بتایا گیا ہے کہ رسولؐ اللہ کو ایک خواب دکھایا گیا تھا اور پھرخواب دکھانے کے بعد یہ بتایا گیا کہ اللہ نے تمام انسانوں کو گھیر کررسولؐ اللہ کے تسلّط میں دے دیا ہے۔ ورنہ اللہ تو ہمیشہ اور ہرحال میں انسانوں پر محیط ہے اور اس احاطہ کے تذکرہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ ایک زمانہ میں تمام انسان آنحضرتؐ کے کنٹرول میں ہوں اور کوئی بلا اُن کی اجازت کے احاطۂ قدرت سے نکل نہ سکے۔ چنانچہ ایسے خواب کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ لوگ رسولؐ کی ایسی قدرت کا حال سن کر امتحان میں پڑ جائیں یعنی اگر اقرار کریں تو یہ اقرار عقل کی گرفت میں نہیں آتا اور اگر انکار کریں تو دین ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ دوسری چیز جو آزمائش کا ذریعہ بنے گی اسے ان دونوں نے اور باقی علما کی کثرت نے وہ درخت سمجھاہے جو جہنم میں کہیں کھڑا ہے۔ اور جسے اللہ نے شَجَرَةُ الزَّقُّوْم (صافات ۶۲ / ۳۷، جاثیہ ۴۳ / ۴۵، واقعہ ۵۲ / ۵۶) فرمایا ہے۔ ان کا یہ خیال کئی طرح غلط اور مہمل ہے اوّل اس لئے کہ جنت و دوزخ خود آزمائش میں ڈالنے والی چیزیں نہیں تو ان کی کسی ایک ادنٰی سی چیز کو آزمائش قرار دینا بے معنی بات ہے۔ دوم اس لئے کہ اس خواب والی آیت میں شَجَرَةُ الزَّقُّوْم کا ذکر نہیں بلکہ کسی ملعون شجرہ کا ذکر ہوا ہے اور یہ کہ اس شجرۃ پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ اور قرآن میں کوئی شجرہ ایسا نہ ملے گا جس پر کسی آیت میں لعنت کی گئی ہو۔ لہٰذا شجرۃ ملعونہ کے معنی کوئی ایسی نسل کرنا ہوں گے جس پر قرآن میں بحیثیت مجموعی لعنت کی گئی ہو۔ چنانچہ ادھر لفظ شجرہ نسل کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ساری دنیا میں مشہورومعلوم ہے یہاں تک کہ انگریز لوگ اسے (Family Tree) خاندانی درخت کہتے ہیں۔ ادھر ایسی نسل قرآن میں موجود ہے جو پوری کی پوری ملعون قراردی گئی ہے دیکھئے علامہ ترجمہ کرتے ہیں۔

جَهَنَّمَ ۚ وَ سَآءَتۡ مَصِيۡرًا ۝ وَ لِلّٰهِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ
دوزخ اور بُری ہے جگہ پھر جانے کی اور واسطے اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور
الۡاَرۡضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ۝ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا
زمین کے اور ہے اللہ غالب حکمت والا تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو گواہی دینے والا

واپس آنے والوں کے لئے ۔ (۷) تمام آسمانوں اور زمینوں کی افواج اللہ ہی کے قابو میں ہیں اور اللہ غالب حکمت والا ہے ۔ (۸) یقیناً ہم نے اے نبیؐ تمہیں ایک گواہ کی حیثیت میں

قرآن کا وہ نسبی شجرہ یا نسل جس پر بحیثیت مجموعی بلا استثناء و بلا امتیاز لعنت کی گئی اور لعنت جاری ہے۔

"کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ ان لوگوں کو ہدایت بخشے جنہوں نے نعمت ایمان پالینے کے بعد پھر کفر اختیار کرلیا (یہاں کفر کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۲۹۔احسنؔ) حالانکہ وہ خود اس بات پر گواہی دے چکے ہیں کہ یہ رسوؐل حق پر ہے اور ان کے پاس روشن نشانیاں (بینات۔احسنؔ) بھی آچکی ہیں۔ اللہ ظالموں (مائدہ ۴۵ / ۵) کو تو ہدایت نہیں دیا کرتا ۔ ان کے ظلم کا صحیح بدلہ یہی ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی پھٹکار (لعنۃ) ہے اسی (ملعون) حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ ان کی سزا (عذاب) میں تخفیف (کمی) ہو گی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی" (آل عمران ۸۸ تا ۸٦ / ۳) (تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ ۲۷۱)
اگلی تائیدی آیت دیکھنے سے پہلے اس قدر ذہن میں رکھ لیں کہ یہ پوری ظالم قوم ایمان لانے کے بعد حق کو چھپاتے رہنے کی مجرم و ملعون ہے ۔

اس ملعون قوم یا نسل نے مذکورہ بالا ظلم اللہ کی طرف سے جھوٹے مطالب ایجاد کرکے کیا تھا یعنی تحریف کی تھی ۔

اور اب بتایا جا رہا ہے کہ وہ اپنی طرف سے مسائل و احکام گھڑ کر (افترا کے معنی) یہ کہتے تھے کہ اللہ کے فلاں حکم کا یہ مطلب ہے وہ مطلب نہیں جو تم سمجھتے ہو ۔پھر علامہ کا ترجمہ :" وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے ؟ ایسے لوگ اپنے رب کے حضور پیش ہوں گے اور گواہ شہادت دیں گے کہ یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ گھڑا تھا (هٰۤؤُلَآءِ الَّذِيۡنَ كَذَبُوۡا عَلٰى رَبِّهِمۡ) سنو خدا کی لعنت ہے ظالموں پر (اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ) ان ظالموں پر (لعنت ہے) جو خدا کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں اس کے راستے کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں اور آخرۃ کا انکار کرتے ہیں۔" (ھود ۱۹۔۱۸ / ۱۱) (تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۳۳۱، ۳۳۲) اس آیت میں اس قوم پر جو جرم عائد کیا گیا ہے وہ قرآن کے معنی بدل کر دوسرے معنی اخذ کرنا اور جس راہ پر رسوؐل چلانا چاہتے ہیں اس کے خلاف راہِ عمل بتانا ہیں ۔ اس کی مزید تائید و وضاحت آنے والی ہے ۔ اب تو یہ دیکھ لیں کہ اس قوم کو دنیا ہی میں ملعون نہیں رکھا گیا بلکہ وہ جہنم میں بھی ملعون رہیں گے ۔

قرآنِ ناطق کا اعلان بصورتِ اذان کہ اس ظالم قوم پر لعنت کبھی ختم ہی نہ ہونے پائے گی۔ علامہ کا ترجمہ یوں ہے ۔

"پھر یہ جنت کے لوگ دوزخ والوں سے پکار کر کہیں گے "ہم نے تو ان سارے وعدوں کو ٹھیک پایا جو ہمارے رب نے ہم سے کئے تھے ۔کیا تم نے بھی ان وعدوں کو ٹھیک پایا جو تمہارے رب نے کئے تھے؟ وہ جواب دیں گے "ہاں" تب ایک پکارنے والا ان کے درمیان پکارے گا کہ: "خدا کی لعنت ان ظالموں پر جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے اور اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے اور آخرت کے منکر تھے۔"(اعراف ۴۵۔۴۴ / ۷) (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۲)

حدیث معصوؐم بھی دیکھ لیں ۔

"جناب احمدؒ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے ابوالحسنؑ سے اس آیت کے متعلق پوچھا کہ: "ان کے درمیان ایک موذن نے اذان دی کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے "۔

عَنۡ اَحۡمَد بن عمر الحلاّل قال: سَاَلۡتُ ابَاالحسن علیه السلام عن قوله تعالیٰ : فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ لَّعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۴۴﴾ (اعراف ۴۴ / ۷) قال: اَلۡمُؤَذِّنُ امیرالمومنین علیه السلام ۔ (اصول کافی باب نکت ونتف)

وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ	اور خوشخبری سنانے والے کی اور خبر دار رکھنے
اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا تو کہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ کے اور	والے کی ذمہ داری کے ساتھ بھیجا ہے۔
رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً	(۹) تاکہ اے مخاطب لوگو تم اس رسولؐ کے ذریعہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان
رسولؐ اس کے کے اور قوت دو اُس کو اور تعظیم کرو اُس کی اور تسبیح کرو اللہ کو صبح	لاؤ اور اس کے رسولؐ سے تعاون کرو اور اس کی

فرمایا کہ موذن امیر المومنین علیؑ ہیں ۔ یہ آیات اور یہ حدیث ایک ایسی قوم کو مستقل ملعون قرار دے رہی ہیں جو کہ :
ا۔ اسلام اختیار کرچکی تھی ۔۲۔ ایمان لانے کے بعد حقیقتِ اسلامیہ کو چھپانے کے لئے آیاتِ خداوندی کے مفاہیم میں افتراء یا ایجادات کرتی رہی تاکہ وہ ۳۔ اس اسلامی حقیقت کو سمجھنے سے دوسرے لوگوں کو روکتی رہے اور اس طرح ۔ ۴۔انہوں نے دین اسلام کو ایک ٹیڑھی شکل میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس کے بعد یہ کمی رہتی ہے کہ وہ قوم کون سی تھی ؟ اس کو شناخت کرا دیا جائے ۔

اس ملعون قوم ،نسل یا شجرے کو قرآن مشخص اور نامزد کر دیتا ہے ۔ لہٰذا سنئے اللہ نے فرمایا ہے کہ:

قرآن کی تکذیب قریش نے کی تھی ۔

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ (انعام)

علامہ کا ترجمہ : "دیکھو ہم کس طرح بار بار مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں (آیات) اِن کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ شاید کہ یہ حقیقت کو سمجھیں تمہاری قوم اس کا انکار (تکذیب) کر رہی ہے حالانکہ وہ حقیقت ہے ان سے کہہ دو "کہ میں تم پر حوالہ دار (وکیل) نہیں بنایا گیا ہوں ۔"
(انعام ۶۶-۶۵ / ۶) تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۴۸)
علامہ کا یہ ترجمہ اور قرآن کا بیان کھلے الفاظ میں قریش کو مجرم قرار دیتے ہیں اور علامہ یہاں لفظ "کَذَّبَ" کا ترجمہ "انکار" کرکے یہ چاہتے ہیں کہ حقیقت کو چھپا دیا جائے ۔ اور یہی ان کا کفر ہے جو اس قوم کی حفاظت کے لئے برابر جاری رہتا ہے۔ اور اس سے بھی قریش مجرم و ملعون ثابت ہوتے ہیں یعنی انہیں تحفظ کی احتیاج ہے جو علامہ پوری کرتے ہیں ۔

قریش ہی نے قرآن کے مفاہیم کو الٹ پلٹ کیا تھا۔ بہرحال رسوؐل اللہ نے اللہ سے شکایت کی تھی چنانچہ قرآن نے بیان کیا کہ:

"اور رسوؐل اللہ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے یقیناً اس قرآن کو مہجور کرکے رکھ دیا ہے" اگلی آیت (۳۱ / ۲۵) میں اللہ نے قریش کو انبیاؑ کے دشمن اور قرآن کو مہجور کرنے کے مجرم قرار دیا ہے۔

(وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ فرقان ۳۰ / ۲۵)

قریش ہی وہ ملعون قوم تھی جس کو بار بار دوسری مومن قوم سے بدلنے کا ذکر ہوا ہے ۔

وہ قوم یا نسل یا پورا شجرۂ نسب جس پر قرآن میں لعنت ہوئی ہے ۔
قریش کے علاوہ کوئی اور قوم نہ تھی نہ ہو سکتی تھی ۔ چنانچہ وہ مومن قوم جو اپنے اجتہادی ایمان کی وجہ سے اللہ کی لعنت کی حقدار ٹھہری اسے اللہ نے مومن ہی کہہ کر مخاطب کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان کے اجتہاد کی رو سے جہاد کے لئے ان کی مصلحت کے خلاف نکلنا غلط ہے ۔ چنانچہ علامہ کا ترجمہ سنئے اور دیکھئے کہ جہاں وہ کسی لفظ کے معنی بدلتے ہیں وہاں ہم بریکٹ میں اصلی لفظ یا معنی لکھتے ہیں ۔

قریشی قوم مومن ہوتے ہوئے جہاد کو بعض حالات میں اپنے مجتہدانہ فیصلوں کے خلاف سمجھتی تھی ۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لئے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے ؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرلیا ؟ ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب

سرو سامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔ تم نہ اٹھو گے تو خدا تمہیں درد ناک سزا (عذاب) دے گا۔ اور تمہاری جگہ کسی (ایک) گروہ (قوم) اٹھائے گا (وَيَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا)(دوسری قوم سے بدل لے گا) اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"(توبہ ۳۹۔۳۸ / ۹) (تفہیم ۲صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۵)

علامہ قریش کے جرائم کی سنگینی کو ہلکا کرکے پیش کرنا اور قرآن کے معنی و مفہوم بدلنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں اس لئے وہ نہیں چاہتے کہ پوری قوم قریش کے لئے لفظ عذاب استعمال کیا جائے چنانچہ انہوں نے عذاب کو بدل کر سزا بنا دیا۔ اور قوم کی جگہ گروہ ترجمہ کردیا۔اور بدلے میں آنے والی قوم کو مجہول اور لاپتہ کرنے کے لئے لفظ "کسی گروہ" لکھ دیا۔ اور بدل دینے کی جگہ "اٹھائے گا" کو رکھ دیا۔ لیکن قارئین کو معلوم ہوگیا کہ قریش کی پوری قوم کو اسلام سے نفی کر دینے کے بعد بھی اللہ کے دین کو کوئی ضرر اور نقصان نہیں ہو سکتا (۳۹ / ۹) یعنی اس پوری قوم کو اسلام سے خارج سمجھنا چاہئے اور ایمان لانے کے بعد ملعون ہونے والی قوم قریش ہی تھی۔ اور یہی زیر بحث عنوان ہے۔

قریش ہی کو ملعون قوم ہونا چاہئے اس لئے کہ وہ تمام انبیاؑ کے طرز عمل کو چھپانا اور اجتہاد جائز کرنا چاہتی تھی۔

قارئین قرآن (انعام ۹۱ تا ۸۳ / ۶) میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اللہ نے قریش پر ایک ایسی قوم کو بصورتِ وکیل مسلط کرنے کی دھمکی دی ہے جو قریش کی طرح کا کفر نہ کر سکتی تھی۔ قرآن اور علامہ کا ترجمہ دیکھیں کہ قریشی قوم کی کیا پوزیشن ہے ؟:

"وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تھی اب اگر یہ لوگ اس کو ماننے سے انکار (کفر کا ترجمہ انکار غلط ہے۔احسنؔ) کرتے ہیں تو (پرواہ نہیں) ہم نے کچھ اور لوگوں کو یہ نعمت سونپ دی ہے جو اس سے منکر نہیں ہیں (وَكَّلۡنَا بِهَا قَوۡمًا لَّيۡسُواْ بِهَا بِكَٰفِرِينَ ﴿٨٩﴾) " (انعام ۸۹ / ۶) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۵۶۱، ۵۶۲)

علامہ نے قریش کو بچانے کے لئے آیت (۸۹ / ۶) کے آخری اور سنگین جملے کو بدل دیا ہے۔

علامہ کا ہر جگہ قریش کے لئے قرآن کے الفاظ و مفاہیم کا بدلتے جانا قریش کے مجرم ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا جملے کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

رفیع الدینؒ:"پس تحقیق مقرر کیاہے ہم نے ساتھ اس کے اس قوم کو کہ نہیں ہے ساتھ اس کے کفر کرنے والے"(ترجمہ صفحہ ۱۵۴)

شاہ محمد احمد رضاؒ خان: "ہم نے اس کے لئے ایک ایسی قوم لگا رکھی ہے جو انکار والی نہیں" (ترجمہ صفحہ ۱۸۰)

قارئین خود بھی اس جملے میں الفاظ "قَوۡمًا" اور۔ وَكَّلۡنَا۔ اور كَٰفِرِينَ دیکھ سکتے ہیں۔ ان کے معنی بھی سمجھ سکتے ہیں ایک ایسی قوم کو وکالت دینے کا ذکر ہے جو حقیقت اسلامیہ کو چھپانے والی نہ ہو گی۔ جیسا کہ قوم قریش حق کو چھپا دینے پر تلی رہتی ہے۔یہاں بھی قریش بحیثیت قوم کافروملعون ٹھہرے اور اس قابل نہیں کہ اسلام میں شمار ہوں۔

قریش کو قومی ولایت قائم کر لینے پر بھی دوسری قوم سے بدلنے کی بات ہوئی۔

ذرا پلٹ کر سورۂ محمد کی آخری آیت پر نظر ڈالیں جہاں قریش کو بحیثیت قوم دوسری اچھی قوم سے بدل ڈالنے کی بات ہوئی ہے۔ اور علامہ حضور نے غلطی سے صحیح ترجمہ کردیا ہے۔

وَإِن تَتَوَلَّوۡاْ يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ثُمَّ لَا يَكُونُوٓاْ أَمۡثَٰلَكُم ﴿٣٨﴾ (محمد ۳۸ / ۴۷)

ایک لفظ کو چھوڑ کر علامہ کا صحیح ترجمہ: "اگر تم منہ موڑوگے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے" (تفہیم القرآن جلد۵ صفحہ ۳۲)

معلوم ہوا کہ قریش اسلام میں رکھے جانے کے لئے ان فٹ (UNFIT) تھے اور ضرورت ایک ایسی قوم کی تھی جو قریش جیسی نہ ہو۔یہاں لفظ "تَتَوَلَّوۡاْ" کے وہی معنی ہیں جو مودودی نے آیت (محمدؐ ۲۲ / ۴۷) کے دوسرے ترجمہ میں بتائے تھے یعنی "لوگوں کے حاکم بن جانا" (تفہیم القرآن جلد ۵صفحہ ۲۶حاشیہ نمبر ۳۳) صحیح ترجمہ یوں ہوتا کہ: "اگر تم لوگوں کے حاکم بن بیٹھنے کی کوشش جاری رکھو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے"

(ا ـ ز) شجرہِ ملعونہ شجرۂ طیبہ کے مقابلہ میں آج تک انسانوں کے لئے آزمائش بنا ہوا ہے۔ قارئین نوٹ فرمائیں کہ قریشی اقتدار و حکومتوں نے قرآن اور اسلامی ریکارڈ کو اس قدر تبدیل کیاہے کہ شجرۂ ملعونہ فی القرآن کا پتہ لگانے کے لئے آپ کو کتنا پڑھنا اور ہمیں کتنا لکھنا پڑا ہے ۔ تب جا کربات صاف ہوئی ۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ شجرۂ ملعونہ خود قریش ثابت ہوئے ۔ تو سوچئے کہ یہ قریش ہی کی ذمہ داری تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو اور جتنے دن کے لئے بھی ممکن ہو قرآن کے ان تمام حقائق پر پردہ ڈالا جائے ، انہیں تہہ در تہہ چھپا دیا جائے جو اُن کے اپنے کردار اور منصوبوں کی نقاب کشائی کرتے ہوں ۔ اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ قرآن کے حقائق کو پبلک کے سامنے لا کھڑا کریں اور دشمنانِ خدا و رسوؐل (فرقان ۳۱ـ۳۰ / ۲۵) کی نقاب چاک کردیں ۔ چنانچہ رسوؐل اللہ کے خواب میں اور پھر معراج میں آنکھوں دیکھی حقیقت یہ تھی کہ تمام نوع انسان آنحضرؐت کے حضور حاضر اور مطیع و فرمانبردار ہے اور ایک شجرۂ ملعونہ بھی اپنی سزا بھگتنے کے لئے حاضر ہے ۔ ان دونوں صورتوں کو اللہ نے زیرِبحث خواب اور آیت (بنی اسرائیل ٦۰ / ۱۷) میں لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بتایا ہے چنانچہ قریش نے اپنی قومی حکومت قائم کر کے لوگوں کے لئے یہ سوال پیدا کر دیا کہ آیا یہ حکومت برحق تھی یا وہ حکومت برحق ہے جس کا اس قومی حکومت کے مقابلہ میں ذکر ہوتا رہا ہے ؟ اور جسے خلافت بلا فصل بھی کہا جاتا ہے ۔ لہٰذا دیکھ لیں کہ مسلمانوں کی کثرت شجرۂ ملعونہ کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا رہتی چلی آئی ہے لیکن ان ہی مسلمانوں میں ایک جماعت ہمیشہ قومی حکومت کو ملعون قرار دیتی رہی ہے اور ایسا کرنے میں اس نے ساری دنیا کی اقوام کی اجتماعی قربانیوں سے کہیں زیادہ قربانیاں دیں ، کہیں زیادہ نقصانات برداشت کئے اور کبھی اس قوتِ قاہرہ کے سامنے سر نہیں جھکایا بلکہ ہمیشہ مدّمقابل اور برسر پیکار رہی ہے۔ لہٰذا یہ دونوں خواب (مذکورہ فتح ۲۸ـ۲۷ / ۴۸ اور بنی اسرائیل ٦۰ / ۱۷) جس فَتۡحًا مُّبِيۡنًا کی خبر دیتے ہیں وہ زمانہِ ظہورِ حضرتِ حجت امام آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص ہے ۔ جب کہ اسلام کا ہر ہر حکم نافذ العمل ہو گا اور تمام نعماتِ خداوندی انسانوں کے سامنے ڈھیر کردی گئی ہوں گی ۔ اور تمام انسان اپنی دنیاوی جزا و سزا مکمل کرنے کے لئے حاضر ہوں گے ۔ اور سورۂ فتح کی پہلی آیت کے مطابق یہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بولتی چالتی فتح ہو گی ۔ اور یہی وقت ہو گا کہ آپؐ کو ہمیشہ غالب رہنے والی نصرت ملے گی اور یہی وہ نتیجہ اور مجسم صراط مستقیم ہو گا جس طرف قرآن کی تمام ہدایت کاریاں و راہنمایاں لاتی ہیں ۔ یعنی قیام ولایت علوؑیہ ہی وہ حکومت ہو گی جو اپنی پوری قوت کے ساتھ امامؑ عصر کے ظہور سے شروع ہو کر ابد الآباد تک رہے گی ۔ رہ گیا وہ صراطِ مستقیم جو علمانے سمجھا ہے وہ تو بڑی گھٹیا سمجھ اور بہت ادنیٰ سی بات ہے اس لئے کہ محمدؐ مصطفیٰ تو خود بھی صراطِ مستقیم تھے اور نہ صرف صراط مستقیم پر عامل تھے (یٰسٓ ۴ / ۳٦) بلکہ آپؐ تو یقینی صراط مستقیم کی طرف ہدایت بھی کرتے تھے (شوریٰ ۵۲ ـ ۵۳ / ۴۲) لہٰذا سورۂ فتح (۲ / ۴۸) میں صراط مستقیم سے ولایتِ علویہؑ کی دعوت و تبلیغ مقصود ہے ۔ اور جو مومنین ولایت علوؑیہ کو دل و جان سے قبول کرلیتے تھے ۔ ان کے ایمان میں ایک اور مخصوص ایمان کا اضافہ ہو گیا تھا (۴ / ۴۸) اور عہدِ ظہورِ حجۃؑ ہی میں آسمانوں اور زمینوں کی تمام افواج اسلام اور مسلمانوں کی تائید میں مصروف ہوں گی (۴ ، ۷ / ۴۸) یہی زمانہ ہو گا جب مومنین کو جنت میں داخلہ اور تعارف ملے گا اور منافقوں اور مشرکوں اور غلط اجتہاد کرنے والوں کو جہنم سے دوچار کیا جائے گا (٦ / ۴۸) اسی زمانہ میں مومنین کی برائیاں چھپ کر رہ جائیں گی اور وہ عظیم الشان فوز و فلاح حاصل کریں گے (۵ / ۴۸) اور یہی کچھ سورۂ فتح کی تمہید بنتا ہے (۷ تا ۱ / ۴۸) ۔

(ا ـ ح) شجرۂ ملعونہ علما میں ایک اختلافی قسم کا مسئلہ رہ کر رفتہ رفتہ دبا کر رکھ دیا گیا مگر وہ نسل موجود ہے

علامہ مودودی تو ان علما میں سے ہیں جو شجرۂ ملعونہ کو اس لئے زیر قلم نہ لائیں گے کہ ان کے مذہب کے اوّلین راہنما اُسی ملعون نسل کے افراد ہیں ۔ اور علامہ ان کی طرفداری میں دین و ایمان ودیانت سے دست بردار رہنا ہی اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں ۔ لیکن ہم تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ اب تو شیعہ علما بھی شجرۂ ملعونہ سے کترا کر گزرتے ہیں ۔

یعنی انہوں نے قریشی علما کی خوشامد میں سپر انداختہ ہو کر بیٹھ جانا مفید سمجھا ہے ۔ گویا آئندہ قریشی علما کو کھلی چھٹی مل گئی کہ وہ تاریخ و حدیث و تفسیر میں جس قسم کی تبدیلیاں چاہیں کرتے رہیں ۔ لیکن ہم تاریخ و حدیث و تفسیر میں ایک

عزت و توقیر کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔ (١٠) یقیناً اے نبیؐ جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں پر (یدؐ اللہ) اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے ۔ چنانچہ اب جو بھی اس

وَّ اَصِيْلًا ۝٩ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا

اور شام تحقیق وہ لوگ کہ بیعت کرتے ہیں تجھ سے سوائے اس کے نہیں کہ

يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ

بیعت کرتے ہیں اللہ سے ہاتھ اللہ کا ہے اوپر ہاتھوں اُن کے کے پس جس نے

حقیقی انقلاب پیدا کرچکے ہیں جس کے نتیجہ میں علما کا ایک گروہ میدان میں برسر کار ہے جو ماضی میں کی ہوئی دھاندلیوں سے پردہ اٹھا رہا ہے اور مودودی قسم کے علما کی تصنیفات صدا بصحرا بنتی جارہی ہیں ۔ کمی صرف اس قدر ہے کہ ابھی اردو مصنفین میں یہ انقلاب رونما نہیں ہوا ہے لیکن عنقریب یہ لوگ بھی ادھر متوجہ ہونے پر مجبور ہو جائیں گے اور لکیر کے فقیر رہنا ناپسند کرنے لگیں گے ۔ اس ذہنی انقلاب کو صرف وہ قلب و دماغ قبول کرتے ہیں جو حق بات کہنے میں اپنے اور پرائے کی پرواہ نہ کریں ۔ اور ماحول کے دباؤ سے متاثر نہ ہوں ۔ رشتہ داروں کا اور اقربا اور فرقہ و قومی و ملکی لوگوں کا دباؤ ہی تھا جس سے وہ تمام تاریخی وتفسیری بیانات کتابی قبرستان میں دفن ہو کر رہ گئے جو شجرۂ ملعونہ کے متعلق ایک دفعہ زور و شور کے ساتھ اٹھ کر تمام عرب میں پھیل گئے تھے ۔ ان بیانات کی ابتدائی یا افتتاحی صورت کچھ اس طرح تھی کہ :

(ا۔ط) شجرۂ ملعونہ کی تفصیلات آنحضرتؐ نے محتاط الفاظ میں اپنے صحابہ کو سنادی تھیں۔

رسوؐل اللہ نے اپنے خواب مذکورہ (٦٠ / ١٧) میں جو کچھ دیکھا اس سے انہیں اس قدر صدمہ ہوا کہ صحابہ نے چہرہ دیکھ کر ہی پہچان لیا کہ حضوؐر سخت رنج و الم میں مبتلا ہیں چنانچہ جس نے جب دیکھا وجہ دریافت کی اور آپؐ نے دریافت کرنے والوں کو ان کی پوزیشن کے مناسب حال جوابات دیئے ان جوابات کا لب لباب یہ ہے کہ :

(١) ''میں نے اپنے منبر پر بندروں کو اچھلتے کودتے دیکھا ہے۔''

(٢) ''میں نے اپنے منبر پر بنی تیم و بنی عدی اور بنی امیہ کے لوگوں کو بندروں کی طرح اچھل کود کرتے دیکھا ہے۔''

(٣) ''میں نے اپنے منبر پر بنی تیم و بنی عدی اور بنی امیہ کو چڑھتے اترتے اور لوگوں کو اسلام سے پھیرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

(٤) ''میں نے بنی امیہ کو اپنے منبر پر چڑھتے اترتے دیکھا ہے ۔''

یہ اور اسی قسم کے جوابات قدیم تفسیروں میں لکھے ہوئے ملتے ہیں ۔ پھر ان جوابات کی تشریحات و تنقیحات تفصیل سے بیان کی گئی ہیں پھر اُن لوگوں نے جو اُن سے متاثر ہوتے تھے ان کی تردید کی پوری کوشش کی ہے اور رفتہ رفتہ انہوں نے مار پیٹ کرسب کو سیدھا کرلیا اور آج تو عرصہ دراز سے اس عنوان پر کچھ لکھا ہی نہیں گیا ہے ۔ مندرجہ بالا جوابات سے اُمت نے تین قبیلوں کو ہدف بنایا تھا اوّل بنی تیم جس کے نونہال پہلے خلیفہ تھے ۔ دوسرے بنی عدی جس کے سپوت خلیفہ دوم تھے ۔ تیسرے بنی امیہ جس سے خلیفہ سوم تھے اور چونکہ ولایت علوؑیہ کو ان ہی نے غصب کیا تھا اور منبر رسوؐل پر قبضہ کیا تھا۔ اور اسلام کو اجتہادی طریقے پر ڈھال دیا تھا اس لئے کہا گیا کہ وہ لوگوں کو اسلام سے گمراہ کررہے ہیں ۔ یہ اسی قسم کی مصلحت تھی جو قرآن نے ان لوگوں کے نام کی جگہ لفظ فلاں استعمال کیا ہے (فرقان ٢٩ تا ٢٧ / ٢٥) حالانکہ صحابہ میں دو یار اُن دونوں کے علاوہ کوئی اور مشہور نہ تھے اسی وجہ سے ان کے قبیلوں کے نام لے کر حقیقت حال کی طرف راہنمائی کردی گئی۔ لیکن شجرۂ ملعونہ کا اطلاق پوری قریشی قوم پر ہوتا ہے۔ وہ اس لئے بھی ملعون کہلائے کہ ان کے یہاں جنسی شرکت جائز تھی وہاں ماں ، بہن اور بیٹی تک کی قید نہ تھی۔ وہاں ہرعورت ہرمرد کی زوجہ اور ہرمرد ہرعورت کا شوہر والا اصول جاری تھا۔

٢۔رسوؐل کے ہاتھ پر بیعت کرنا اللہ کے ہاتھوں پر بیعت کرنا ہے اورسب سے اوپر والا ہاتھ یداللہ ہوتاہے ۔

آیت (١٠ / ٤٨) میں یہ اصول پھر دوہرایا گیا ہے کہ،اللہ کی براہ راست اطاعت ناممکن ہے اس لئے کہ رسوؐل کی اطاعت ، رسوؐل سے محبت، رسوؐل سے عہد و معاہدہ ،رسوؐل کی خدمت، رسوؐل کی عزت و توقیر اور رسوؐل کے لئے قربانی اللہ کے لئے قربانی، اللہ کی عزت و توقیر ، اللہ کی خدمت ،اللہ سے معاہدہ ، اللہ سے محبت اور اللہ کی اطاعت ہے ۔ اسی اصول کے ماتحت یہ فرمایا گیا

نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى	بیعت کو توڑتا ہے یا توڑے گا وہ صرف اپنی ذات کے لئے بیعت لینے کے لئے توڑے گا اور جو بھی اس عہد کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ سے قبول کیا ہے تو اللہ بہت جلد عظیم الشان اجر عطا کرے گا۔
عہد توڑا پس سوائے اس کے نہیں کہ عہد توڑا اوپر جان اپنی کے اور جس نے وفا کی	
بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٠﴾ ع ۱۰ ۹	
ساتھ اُس چیز کے کہ عہد کیا ہے اُوپر اُس کے اللہ سے پس شتاب دے گا اس کو ثواب بڑا	

ہے کہ تم جو رسوؐل سے بیعت کر رہے ہو وہ بیعت اللہ سے کی جا رہی ہے قارئین نوٹ کریں کہ بیعت کے معنی عہد یا معاہدہ نہیں ہوتے ہیں اوّل اس لئے کہ عہد خود عربی زبان کا لفظ ہے اور عربی زبان میں ہر ہر لفظ کے معنی مستقل اور الگ الگ ہوتے ہیں۔ لفظ کا مادہ یا مصدر بدلتے ہی اس کے معنی بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ عربی زبان میں الفاظ ۔۱۔عہد۔۲۔میثاق۔۳۔ایمان۔ ۴۔بیعت ۵۔حلف۔٦۔قسم الگ الگ اور مستقل معنی رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی لفظ یا صورت حال بھی اتنی اہم نہیں جتنی لفظ بیعت کی اہمیت ہے۔ اس لئے کہ اس لفظ کا مادہ ب۔ی۔ع ۔ہے اور اس بنیاد کے معنی ہیں بیچنا ۔فروخت کرنا۔ لہٰذا بیعت کرنے والا شخص خود کو اس کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ جس کی بیعت کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں بیعت کرنے والے شخص کو اپنی جان و مال پر کوئی اختیار نہیں رہتا یعنی وہ سر سے پیر تک سارا کا سارا بک جاتا ہے اسے کسی قسم کا اختیار نہیں رہتا۔ بیعت کی اس اہمیت کو سامنے رکھئے اور اس بیعت کے متعلق مختصراً چند جملے علامہ مودودی سے سن لیجئے۔

(۲۔الف)رسوؐل اپنے خواب کی بنا پر مکہ کا سفر کرتے ہیں۔مکہ پہنچتے ہیں نتیجہ صلح حدیبیہ کی صورت میں نکلا۔

"رسوؐل اللہ نے بلا تامّل اپنا خواب صحابہ کرام کو سنا کر سفر کی تیاری شروع کر دی آس پاس کے قبائل میں بھی آپ نے اعلانِ عام کر دیا کہ ہم عمرے کے لئے جا رہے ہیں۔ جو ہمارے ساتھ چلنا چاہے وہ آجائے۔ جن لوگوں (مسلمانوں۔احسنؔ) کی نگاہ ظاہری اسباب پر تھی انہوں نے سمجھا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ ان میں کوئی آپ کے ساتھ چلنے پر آمادہ نہ ہوا" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۴۔۳۵)

(۲) چودہ سو صحابی حضورؐ کی معیت میں اس نہایت خطرناک سفر پر جانے کے لئے تیار ہوگئے۔ ذی القعدہ ٦ھ کے آغاز میں یہ مبارک قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا ذوالحلیفہ (مدینہ سے چھ میل دور) پہنچ کر سب نے عمرے کا احرام باندھا قربانی کے لئے ستر (۷۰) اونٹ ساتھ لئے "(ایضا صفحہ ۳٦)

(۳) "رسوؐل اللہ نے یہ اطلاع پاتے ہی فوراً راستہ بدل دیا اور ایک نہایت دشوار گزار راستے سے سخت مشقت اٹھا کر حدیبیہ کے مقام پر پہنچ گئے "(صفحہ ۳۵)

یہی وہ مقام ہے جہاں سے آگے آپؐ نہ جا سکے یہیں پر قریش کے نمائندے گفت و شنید کے لئے آتے رہے۔ مسلمانوں کے ساتھ صرف ایک ایک تلوار تھی جنگی لباس بھی نہ تھا۔ گنا چنا کھانے کا سامان تھا صرف ایک سال پہلے جنگ خندق سے کفار مکہ ناکام واپس آئے تھے۔ مگر اللہ نے ان کے دلوں میں ایک ہیبت بٹھا رکھی تھی اس لئے انہوں نے صلح کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور آئندہ سال حج کے لئے آنے پر رضامند ہوگئے یہیں وہ صلح نامہ لکھا گیا جس کے کاتب جناب علی مرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام تھے۔ اس صلح نامہ سے قریش کے نمائندے نے لفظ رسوؐل اللہ کو قلمزد کرنے اور محمدؐ بن عبداللہ لکھنے کا تقاضا کیا تھا۔ جسے مان لیا گیا اور رسوؐل اللہ نے اپنے ہاتھ سے قلمزد کر دیا تھا۔ اس صلح نامہ میں دس سال تک جنگ بندی رکھنے کی شرط بھی قریش ہی نے رکھی تھی جسے منظور کر لیا گیا تھا۔ یہ بھی طے ہوا تھا کہ عرب کے قبائل دونوں فریق اہل مکہ قریش سے اور رسوؐل اللہ سے تعلقات کے معاہدوں میں آزاد ہوں گے۔ جو جس کا طرف دار بننا چاہے بن سکتا ہے۔ اسی مقام پر صلح سے پہلے رسوؐل اللہ نے مسلمانوں سے بیعت لی تھی۔ اسی بیعت کا نام بعد میں مسلمانوں نے بیعت الرضوان رکھ لیا تھا۔ جس وقت یہ صلح نامہ لکھا جا رہا تھا اس وقت مسلمانوں کا کیا حال تھا یہ پہلے علامہ کے قلم سے سن لیں تو آگے بڑھیں گے :

(۲۔ب)بیعت کرنے کے بعد دورانِ صلح نویسی مسلمانوں کا قلبی و عملی حال علامہ کے قلم سے:

(۱)"جس وقت اس معاہدے کی شرائط طے کی

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ	(۱۱) اور وہ عرب مومنین جو خواب کی بنا پر مکہ کے اس سفر میں پیچھے رہ گئے تھے تمہارے واپس پہنچتے ہی جلدی سے کہیں گے کہ جناب ہمیں ہمارے اموال کے انتظام نے اور اہل وعیال نے ایسا مصروف کیا کہ ہم
شتاب کہیں گے واسطے تیرے پیچھے چھوڑے گئے گنواروں سے مشغول کیا تھا ہم کو	
اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ	
مالوں ہمارے نے اور لوگوں ہماروں نے پس بخشش مانگ واسطے ہمارے کہتے ہیں	

جا رہی تھیں مسلمانوں کا پورا لشکر سخت مضطرب تھا۔ ۲۔کوئی شخص بھی ان مصلحتوں کو نہیں سمجھ رہا تھا جنہیں نگاہ میں رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ شرائط قبول فرما رہے تھے۔ ۳۔ کسی کی نظر اتنی دور رس نہ تھی کہ اس صلح کے نتیجے میں جو خیر عظیم رونما ہونے والی تھی اسے دیکھ سکے۔ ۴۔ کفار قریش اسے اپنی کامیابی سمجھ رہے تھے اور۔ ۵۔ مسلمان اس پر بے تاب تھے کہ ہم آخر دب کر یہ ذلیل شرائط کیوں قبول کریں؟ ۶۔حضرت عمر جیسے بالغ النظر مدبر تک کا یہ حال تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے بعد کبھی میرے دل میں شک نے راہ نہ پائی تھی مگر اس موقع پر میں بھی اس (شک۔احسنؔ) سے محفوظ نہ رہ سکا وہ بے چین ہو کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے (یعنی وہ وہاں موجود ہی نہ تھے۔احسنؔ) اور کہا کہ: "کیا حضورؐ اللہ کے رسولؐ نہیں ہیں؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ پھر آخر ہم اپنے دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں اختیار کریں؟" انہوں نے جواب دیا "اے عمر وہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور اللہ ان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا" پھر ان سے صبر نہ ہوسکا جا کر یہی سوالات خود رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کئے اور حضورؐ نے بھی ان کو ویسا ہی جواب دیا جیسا حضرت ابوبکر نے دیا تھا۔ ۷۔ بعد میں حضرت عمر مدتوں اس پر نوافل اور صدقات ادا کرتے رہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس گستاخی کو معاف فرما دے جو اس روز ان سے شانِ رسالت میں ہوگئی تھی" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹)

(۲) "دوسری چیز جو لوگوں کے دلوں میں کھٹک رہی تھی وہ چوتھی شرط تھی۔ مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ اسے ماننے کے معنی یہ ہیں کہ تمام عرب کے سامنے گویا ہم ناکام واپس جارہے ہیں مزید برآں یہ سوال بھی دلوں میں خلش پیدا کر رہا تھا کہ حضورؐ نے تو خواب میں یہ دیکھا تھا کہ ہم مکہ میں طواف کررہے ہیں۔ مگر یہاں تو ہم بغیر طواف کئے واپس جانے کی شرط مان رہے ہیں"

(۳) "صلح (نامہ۔احسنؔ) سے فارغ ہو کر حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا (یعنی حکم دیا۔احسنؔ) کہ: "اب یہیں قربانی کرکے سر منڈاؤ اور احرام ختم کردو" مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ حضورؐ نے تین مرتبہ حکم دیا۔ مگر صحابہ پر اس وقت رنج و غم اور دل شکستگی (نہیں شکوک و شبہات اور غیظ و غضب۔احسنؔ) کا ایسا شدید غلبہ تھا کہ انہوں نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی۔ حضورؐ کے پورے دور رسالت میں اس ایک موقع کے سوا کبھی یہ صورت پیش نہیں آئی کہ آپؐ صحابہ کو حکم دیں اور وہ اس کی تعمیل کے لئے دوڑ نہ پڑیں۔ حضورؐ کو اس (اجتماعی نافرمانی۔احسنؔ) پر سخت صدمہ ہوا۔ اور آپؐ نے اپنے خیمہ میں جا کر ام المومنین حضرت ام سلمہ سے اپنی کبیدہ خاطری (نہیں علامہ صاحب بلکہ صحابہ کی نافرمانی۔احسنؔ) کا اظہار فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ بس خاموشی کے ساتھ تشریف لے جاکر خود اپنا اونٹ ذبح فرمائیں اور حجام کو بلا کر اپنا سر منڈوالیں۔ اس کے بعد لوگ خود بخود آپؐ کے عمل کی پیروی کریں گے۔ اور سمجھ لیں گے کہ جو فیصلہ ہوچکا ہے وہ اب بدلنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپؐ کے فعل کو دیکھ کر لوگوں نے (یعنی مومن صحابہ نے۔احسنؔ) بھی قربانیاں کرلیں۔ سر منڈوا لئے یا بال ترشوالئے اور احرام سے نکل آئے مگر دل ان کے غم سے (علامہ جی غیظ و غضب سے۔احسنؔ) کٹے جا رہے تھے اس کے بعد یہ قافلہ حدیبیہ کی صلح کو اپنی شکست اور ذلت سمجھتا ہوا مدینہ کی طرف واپس جا رہا تھا کہ یہ سورۃ فتح نازل ہوئی" (صفحہ ۴۰)

(۲۔ج) علامہ مودودی کے بیانات کہاں کہاں قریشی پالیسی کی طرف جھکے ہوئے ہیں؟ یہ تو علامہ کا مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کے بانیوں کی ہر ممکن و ناممکن طرفداری کریں لیکن ہمیں یہ معلوم ہوتے رہنا ضروری ہے کہ انہوں نے کہاں اور کیا کیا جانبداری برتی ہے۔ ان تینوں بیانات میں علامہ نے ہر ہر جملہ اور ہر ہر لفظ اس احتیاط سے لکھا ہے کہ کہیں ان کے راہنماؤں پر اعتراض قائم نہ ہو جائے۔ اس طرز عمل کے ساتھ ساتھ انہوں نے پہلی کوشش تو یہ کی ہے کہ ان

عمرے کے لئے ساتھ نہ جاسکے چنانچہ آپؐ اللہ سے ہماری بخشش کی دعا فرمائیں ۔ اللہ نے رسولؐ کو بتا دیا کہ مکہ کے سفر میں نہ جانے والے لوگ زبانی معذرت کررہے ہیں وہ معذرت ان کے دلوں میں نہیں ہوتی ۔ ان سے کہہ دیں کہ

بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ

ساتھ زبانوں اپنی کے جو کچھ کہ نہیں بیچ دلوں اُن کے کے آپ کہہ دیجئے

فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا

سو وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا(کچھ بھی) اختیار رکھتا ہو

چودہ سو صحابہ کو رسولؐ کی مخالفت میں متفق اور ہم آواز دکھایا ہے تاکہ چند مخالف لیڈروں کا پتہ نہ چلنے پائے ۔ دوسری کوشش یہ رہی ہے کہ بجائے ان لوگوں کے غیظ و غضب و طیش اور غصہ کو ظاہر کرنے کے، انہیں مغموم و رنجیدہ دکھایا ہے اور خود اپنے خلفاء کے عہد میں لکھی ہوئی تاریخوں کے خلاف واقعات کو چھپایا ہے اور یہ جھوٹ بولا ہے کہ تمام صحابہ حکم ملتے ہی تعمیل کے لئے دوڑ پڑتے تھے ۔ حالانکہ جنگ خندق میں رسولؐ اللہ نے ابوبکر و عمر کو نام بنام پکار کر کہا کہ ذرا جا کر دشمن کی خبر لے آئیں مگر انہوں نے صاف جواب دے دیا تھا آخر جناب حذیفہؓ نے یہ کام کیا تھا ۔ (تمام تواریخ) اور قرآن نے کہا ہے کہ صحابہ کی کثرت رسولؐ اللہ کو میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ جایا کرتی تھی اور رسولؐ پکارتے رہ جاتے تھے (آل عمران ۱۵۳ / ۳)

(۲ ۔ د) بدیانتی اور ناجائز طرف داری میں علامہ مودودی محمد اسماعیل بخاری سے بھی بڑھ گئے ۔

تمام محدثین میں سب سے زیادہ متعصب اور طرفدار قریش علامہ محمد اسماعیل بخاری گزرے ہیں انہوں نے چھ سات لاکھ احادیث کو اس لئے نظر انداز کئے رکھا کہ ان میں آلِ محمدؐ کی پوزیشن قریش کے مقابلہ میں بہتر تھی ۔ اور جو کچھ اپنی صحیح بخاری میں لکھا وہ محدثین کے طریقوں کے خلاف شدید تعصب کی چھلنی میں سے چھان کر لکھا ہے ۔ لیکن پھر بھی اس طرح لکھا ہے کہ علامہ مودودی کو اس میں اصلاح کرنا پڑتی ہے ۔ دیکھئے صلح حدیبیہ کا عمر والا قصہ یوں تحریر کیا ہے کہ:

"عمر نے کہا کہ میں اللہ کے نبیؐ کے پاس آیا اور میں نے سوال کیا کہ تم اللہ کے برحق نبیؐ نہیں ہو؟ فرمایا کہ میں بلاشبہ برحق نبیؐ ہوں، میں نے پوچھا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں ؟ فرمایا کیوں نہیں ایسا ہی ہے ۔ میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین میں ایسی ذلت کیوں قبول کریں ؟ فرمایا کہ میں یقیناً اللہ کا رسولؐ ہوں اور اسی لئے اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا ہوں اور پھر وہ میرا مددگار بھی ہے ۔ میں نے کہا کہ کیا آپ ہم سے یہ غپ شپ نہیں مارتے رہے تھے کہ ہم یقیناً خانہ کعبہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے ؟ فرمایا کہ ہاں میں یہ کہتا تھا۔ مگر کیا میں نے تجھ سے یہ کہا تھا کہ یہ سب کچھ اسی سال ہونا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں (یعنی سال کا تعین تو نہ کیا تھا) فرمایا کہ تم واقعی کعبہ میں آؤ گے اور طواف کروگے ۔ عمر کہتے ہیں کہ پھر میں ابوبکر کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوبکر کیا یہ (محمدؐ) برحق نبیؐ نہیں ہیں؟ اس نے کہا کہ برحق نبیؐ ہیں ۔ میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں ۔ ابوبکر نے کہا کہ ہیں ۔ میں نے پوچھا کہ پھر ہم دین میں ایسی ذلیل صلح کیوں قبول کرلیں ؟ ابوبکر نے کہا کہ اے شخص وہ بلا شک و شبہ برحق رسولؐ ہیں اور اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کرسکتے اور اللہ ان کا ناصر و مددگار بھی ہے ۔ لہٰذا جاؤ

قال عمر بن الخطاب فاتيتُ نبي الله صلى الله عليه وسلم فقلتُ اَلَسْتَ نبي الله حَقًّا ؛ قال بلىٰ قلتُ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وعدوّ نا عَلَى الباطل قال بلىٰ قلتُ فلما نعطي الدّنيّه فِي ديننا اِذن ؛ قال اِنّي رسولُ الله ولست اعصيه وهونا صرى قلت اَوَليس كنت تحدّثنا انّا سناتي البيت فنطوّف به قال بلىٰ فاخبرتك انّا ناتيه العام ؛ قلتُ لا ۔ قال فانّكَ اٰتيه وَ مطوف به ۔ قال فاتيتُ ابَا بكر قلت يا ابا بكر اَلَيْسَ هٰذا نَبِيّ اللهِ حَقًّا؛ قَالَ بلىٰ ۔ قُلْتُ ۔ اَلَسْنَا عَلى الحَقِّ وعدوّنا على الباطل ؛ قال بلىٰ ۔ قلتُ فَلِمَا نعطي الدنيّة فِي ديننا اذن؛ قال اَيُّهَاالرّجل اِنَّهٗ رسولُ الله وليس يعصِي ربّه وهو ناصره فَاسْتَمْسِكِ بَغَرْزِهٖ فَوَاللهِ اِنّه عَلَى الحق قُلْتَ اَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثنا انّاسنأتي البيت ونطوف به قال بلىٰ اَفَاخبَرَكَ انك تَاتيه العام ؛ قلت لا قَال فانك اتيه ومطوّف به قال عمر فعملت لذٰلك اعمالا ۔ الخ (صحیح بخاری جلد اوّل کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد)

إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ	ایسا کوئی فرد نہیں ہے جسے تمہارے بارے میں اللہ پر قابو حاصل ہو کہ اگر اللہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو اسے روک دے یا اگر اللہ فائدہ پہنچانے کا ارادہ کرے تو وہ نہ پہنچانے دے بلکہ بات یہ ہے کہ تم لوگ جو کچھ چکر چلا رہے ہو اللہ اس سے خبر دار ہے ۔ (۱۲) بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ
اگر ارادہ کرے ساتھ تمہارے ضرر کا یا ارادہ کرے ساتھ تمہارے نفع کا	
بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ	
بلکہ ہے اللہ ساتھ اُس چیز کے کہ کرتے ہو تم خبر دار بلکہ گمان کیا تھا تم نے	

اور اس کے ہمرکاب رہو خدا کی قسم وہ حق پر ہیں (اور تم باطل پر ہو) میں نے یوں کہا کہ کیا وہ ہم سب سے یہ غپ شپ نہیں مارا کرتے تھے کہ ہم لوگ کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے ؟ (یعنی یہ بات غلط نکلنے پر بھی وہ حق ہی پر ہیں ؟) ابو بکر نے کہا کہ انہوں نے ایسا کہا تھا مگر کیا تجھ سے یہ کہہ دیا تھا کہ اسی سال یہ سب کچھ ہو گا ؟ میں نے کہا کہ یہ تو نہیں کہا تھا ۔ ابو بکر نے کہا کہ بس تم بیت اللہ آؤ گے اور طواف بھی کروگے ۔

(۲ ۔ ہ) علامہ مودودی نے عمر کے نبوت میں شک کی سنگینی کو ہلکا کرکے مشکوک کردیا۔ قارئین نے علامہ مودودی کے بیان کو بخاری کے بیان سے مقابلہ کرکے دیکھاہے کہ (i)علامہ نے عمر کو پہلے ابو بکر سے گفتگو کرتے اور ان کا جواب سنتے ہوئے دکھایا ہے ۔ پھر رسوؐل اللہ سے باتیں کرنا یہ کہہ کرٹال دیا ہے کہ جو کچھ ابو بکر سے کہا تھا وہی رسوؐل سے کہا اور جو کچھ ابو بکر نے جواب دیا تھا وہی حضوؐر نے جواب دے دیا۔ اس سے قاری یہ سمجھے گا کہ ابو بکر کے جواب سے عمر کا اطمینان نہیں ہوا تھا مگررسوؐل اللہ کے جواب سے مطمئن ہوگئے ہوں گے ۔ حالانکہ صورت حال اس کے برعکس تھی ۔ عمر نے پہلے رسوؐل اللہ کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا اور حضوؐر کے جواب پر نہ یقین کیا نہ مطمئن ہوئے بلکہ وہاں سے سیدھے ابو بکر کے پاس آئے اور انہیں بلا کم و کاست وہی اعتراضات سنائے تھے ۔ ابو بکر کی طرف منسوب جوابات ممکن ہے کہ قریشی روایت سازوں کی اپنی ایجاد ہو مگر یہ تو ثابت ہو گیا کہ عمر نے رسوؐل اللہ کی نبوت میں نہ صرف شک ہی کیا بلکہ اس نے آنحضرؐت کے جوابات کو بھی غلط سمجھا اور اگر خاموشی اختیار کی تو ابو بکر کے کہنے سے اختیار کی تھی ۔

(ii) مودودی نے اپنے بیان میں عمر کے شک کا ایک اصلی سبب قطعاً چھپا دیا بخاری نے ظاہر کردیا۔

بخاری کی رُو سے عمر نے رسوؐل کو جھوٹا ثابت کرنے کی دلیل بھی پیش کی تھی اور وہ یہ کہ تم نے کعبہ میں پہنچنے اور طواف کرنے کی پیشین گوئی کی تھی جو غلط نکلی اورہم نہ کعبہ پہنچے نہ طواف کرسکے نہ قربانی بجا لاسکے ۔ الٹا نہایت ذلیل قسم کی شرطیں مان کرواپس جا رہے ہیں ۔ مگر مودودی نے اس زبردست اعتراض و دلیل کو قطعاً چھپا لیا اور اسی مقصد کے ماتحت انہوں نے یہ بھی نہیں بتایا کہ انہوں نے صلح حدیبیہ کا یہ واقعہ کس کتاب سے لکھا ہے ورنہ ہم اس کتاب کو ضرور دیکھتے اور قارئین کے سامنے علامہ کی غلط بیانی واضح کر دیتے ۔

(۲ ۔و) صلح حدیبیہ پر رسوؐل اللہ سے بیعتِ رضوان کرنے والوں کی مخالفت ،نافرمانی اور نبوت پر شک و شبہ :

بہر حال اب قارئین یہ ملاحظہ فرمائیں کہ جن قریشی لیڈروں کی طرفداری میں علامہ نے اپنا دین و دیانت قربان کر دیئے انہوں نے خود علامہ کی تحریروں کی رو سے بیعتِ رضوان کرچکنے یاخود کو رسوؐل اللہ کے ہاتھ فروخت کردینے کے بعد آنحضرؐت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ کیا کچھ کیا تھا ؟ اوّل: رسوؐل اللہ کی صلح کو قریشی مسلمانوں نے اپنی ذلت و رسوائی سمجھ کر رسوؐل کے ساتھ نہایت توہین کا رویہ اختیار کیا۔ اپنے اضطراب و غم و غصہ کا کھلا کھلا مظاہرہ کیا۔ اور حدیبیہ سے روانہ ہو چکنے کے بعد بھی رسوؐل کے خلاف تصورات برقرار رکھے ۔ دوم: ان مسلمانوں نے نبوت و رسالت پر اپنے شکوک و شبہات کا برملا اعلان کیا۔ رسوؐل کی پیشین گوئی کو جھوٹا قراردیا۔ سوئم: رسوؐل کے تین دفعہ حکم دینے کے باوجود کوئی تعمیل کے لئے نہ اٹھا اور نہ ہی حکم پر توجہ دی ۔ چہارم: کسی نے نہ توحکم عدولی اور مخالفت پر پشیمانی کا اظہار کیانہ معافی طلب کی ۔ اور اس طرح رسوؐل اللہ کو سخت صدمہ پہنچایا۔ یہ چاروں جرائم علامہ کی مندرجہ بالا تحریر میں انہوں نے خود لکھے اور قبول کئے ہیں (دیکھیں تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹۔۴۰)

تم لوگوں کا گمان تو یہ تھا کہ یقیناً رسولؐ اللہ اور مومنین مکہ سے زندہ واپس نہ پلٹ سکیں گے اور اپنے اہل وعیال سے اب کبھی نہ مل سکیں گے اور رسولؐ اور مومنین کی وہ خیالی ناکامی تمہارے دلوں میں بڑی خوش کن اور سجی ہوئی تھی۔ اور تم نے بہت بہت برا

اَنۡ لَّنۡ یَّنۡقَلِبَ الرَّسُوۡلُ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِلٰۤی اَهۡلِیۡهِمۡ اَبَدًا وَّ

یہ کہ ہرگز نہ پھریں گے رسولؐ اور مسلمان طرف لوگوں اپنے کی کبھی اور

زُیِّنَ ذٰلِكَ فِیۡ قُلُوۡبِكُمۡ وَ ظَنَنۡتُمۡ ظَنَّ السَّوۡءِ ۚۖ

زینت دیا گیا یہ خطرہ بیچ دلوں تمہارے کے اور گمان کیا تھا تم نے گمان بُرا

(۲۔ ز) رسولؐ کی توہین ،نافرمانی ، دل آزاری اور مخالفت کرنے والوں کے لئے قرآن کیا کہتا ہے ؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ رسولؐ اللہ کے ساتھ یہ سب کچھ کر گزرنا اللہ کو پسند آیا یا نہیں اور یہ کہ ایسے مسلمانوں کے لئے ہمارے اور تمام شریف انسانوں کے احساسات کیسے ہونا چاہئیں ؟

(ا) رسولؐ کے حکم کو نہ ماننے والے کھلی گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ (علامہ کا ترجمہ) :

"کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کردیں تو پھر اسے اپنے معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔" (تفہیم القرآن ۴صفحہ ۹۷۔۹۸)

وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَلَا مُؤۡمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمۡرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلۡخِيَرَةُ مِنۡ أَمۡرِهِمۡۗ وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَٰلًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾ (الاحزاب: ۳۶ / ۳۳)

قارئین بیعتِ رضوان کرنے والوں نے تین مرتبہ حکم دینے پر بھی اللہ و رسولؐ کے حکم کی تعمیل کرنا تو درکنار حکم کی طرف توجہ تک نہ دی رسولؐ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ لہٰذا اس آیت کی روشنی میں وہ لوگ مکمل طور پر گمراہ ثابت ہیں اور علامہ مودودی تو ایسے لوگوں کے حق میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ :

(۲) اللہ و رسولؐ کی نافرمانی کرنے والے اسلام سے خارج ہیں: "یہ آیت (۳۶ / ۳۳) اگرچہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی ہے۔ مگر جو حکم اس میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ اسلامی آئین کا اصل الاصول ہے۔ اور اس کا اطلاق پورے اسلامی نظامِ زندگی پر ہوتا ہے۔ اس کی رو سے کسی مسلمان فرد یا قوم یا ادارے یا عدالت یا پارلیمنٹ یا ریاست کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے کوئی حکم ثابت ہو اس میں وہ خود اپنی آزادیٔ رائے استعمال کرے۔ مسلمان ہونے کے معنی ہی خدا اور رسولؐ کے آگے اپنے آزادانہ اختیار سے دست بردار ہوجانے کے ہیں۔ کسی شخص یا قوم کا مسلمان بھی ہونا اور اپنے لئے اس اختیار کو محفوظ بھی رکھنا، دونوں ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں۔ کوئی ذی عقل انسان ان دونوں رویوں کو جمع کرنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ جسے مسلمان رہنا ہو اس کو لازماً حکم خدا و رسولؐ کے آگے جھک جانا ہوگا اور جسے نہ جھکنا ہو اس کو سیدھی طرح ماننا پڑے گا کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ نہ مانے گا تو چاہے اپنے مسلمان ہونے کا وہ کتنا ہی ڈھول پیٹے خدا اور خلق دونوں کی نگاہ میں منافق ہی قرار پائے گا۔" (تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۹۸۔۹۹)

قارئین یہ فیصلہ کرلیں کہ بقول تاریخ اور علامہ مودودی بیعت رضوان کرنے والے قریشی مسلمانوں نے تین مرتبہ رسولؐ کے حکم کی نافرمانی اور توہین کی تھی اور قرآن حکم عدولی کرنے والوں کو گمراہ کہتا ہے اور مولانا نے اسلامی تعلیم کی رو سے انہیں اسلام سے خارج کردیا ہے۔ اور قرآن اور علامہ ان کو جہنمی قرار دیتے ہیں۔

(۳) اللہ و رسولؐ کی نافرمانی کرنے والے دائمی جہنم میں رہیں گے۔

علامہ کا ترجمہ:"اب جو بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی بات نہ مانے گا اس کے لئے جہنم کی آگ ہے اور ایسے لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے "(تفہیم القرآن جلد ۶صفحہ ۱۲۰)

وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ﴿٢٣﴾ (جن ۲۳ / ۷۲)

اب قرآن اور مودودی سے رسولؐ کی مخالفت کرنے والوں کا حال بھی سن لیں :

وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۝۱۲ وَ مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ
اور تھے تم قوم ہلاک ہونے والی اور جو کوئی نہ ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور رسولؐ اس
فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝۱۳ وَ لِلّٰهِ
کے کے پس تحقیق تیار کی ہے ہم نے واسطے کافروں کے دوزخ اور واسطے اللہ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ
کے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی بخشا ہے واسطے جس کے چاہے اور
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۴ سَيَقُوْلُ
عذاب کرتا ہے جس کو چاہے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان شتاب کہیں گے

اور خطرناک اجتہاد کیا تھا اور تم تو تھے ہی تباہ ہونے والی قوم (۱۳) اور جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر حقیقی ایمان نہ لائے تو ہم نے حقیقی ایمان کو چھپانے والوں کے لئے آگ سے بھرے اور دہکتے ہوئے مورچے تیار کر رکھے ہیں۔ (۱۴) زمین اور آسمانوں کی حکومت ومملکت صرف اللہ کے لئے ہے وہ جسے چاہے بخش سکتا اور جسے چاہے عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے۔ اور اللہ ہمیشہ ہر حال میں بخشنے والا مہربان ہے۔ (۱۵) وہ مومنین جو عمرے کے سفر میں پیچھے رہ گئے تھے اُس

(۴) رسولؐ کی ایذا رسانی عذاب الیم سے دوچار کریگی۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۱ (توبہ ۶۱ / ۹)

علامہ کا ترجمہ: "جو لوگ اللہ کے رسولؐ کو دکھ دیتے ہیں ان کے لئے درد ناک سزا (عذاب۔احسنؔ) ہے" (تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

(۵) رسولؐ کی مخالفت کرنے والے مومنین کو فتنوں اور دردناک عذاب سے ڈرنا چاہیئے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (نور ۶۳ / ۲۴)

اس کے بعد اللہ یہ بتاتا ہے کہ: "مسلمانوں اپنے درمیان رسولؐ کو بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا نہ بلانا نہ سمجھ بیٹھو۔ اللہ ان (قریشی۔ احسنؔ) لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں ایسے ہیں کہ ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے چپکے سے سٹک جاتے ہیں۔ رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے کہ وہ کسی فتنہ میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔ (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۲۶۔۴۲۷)

بیعت رضوان میں شامل مومنین نہ صرف رسولؐ کے مخالف تھے بلکہ وہ ایک دوسرے کی آڑ میں چھپ چھپ کر کھسک بھی جایا کرتے تھے۔ تاکہ احکاماتِ رسولؐ کی تعمیل کو ٹالا جا سکے۔

(٦) رسولؐ کی توہین، نافرمانی، دل آزاری اور مخالفت کر چکنے کے بعد دلوں میں بغض و کینہ اور عداوت باقی رکھنے والے۔

آخر میں پھر ایک دفعہ اسلام کا ایک اہم ترین اصول دیکھیں اور صلح حدیبیہ پر رسولؐ کی مخالفت کرنے والوں، بیعت رضوان کو توڑنے والوں کا مقام دیکھیں اور ان کے سب سے بڑے طرف دار کے قلم سے دیکھیں۔ ترجمہ کرتے ہیں کہ: "اے محمدؐ، تمہارے رب کی قسم یہ (عرب) کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سربسر تسلیم کر لیں۔" (نساء ۶۵ / ۴) (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۶۸۔۳۶۹)

یعنی جو حکم رسولؐ پر اپنے دل میں مخالفانہ خیال رکھے وہ بھی مومن نہیں ہے اور علامہ کی تحریر یہ بھی بتاتی ہے کہ: "اس کے بعد جب یہ قافلہ حدیبیہ کی صلح کو اپنی شکست اور ذلت سمجھتا ہوا مدینہ کی طرف واپس جارہا تھا۔" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۰)

یعنی اللہ و رسولؐ نے کفار مکہ سے صلح کر کے عہد نامہ بھی لکھ دیا۔ اعتراض کرنے اور غیظ و غضب دکھانے اور شک کرنے والے مومنین کو جواب بھی دے دیا اس کے بعد بھی ان بیعتِ رضوان کرنے والوں کی اکثریت بدستور اس صلح کو اپنی شکست و ذلت سمجھتی ہوئی صلح حدیبیہ سے روانہ ہوئی انہوں نے برابر اللہ و رسولؐ کے احکام اور عذرات کو تسلیم نہیں کیا لہٰذا یہ کثرت حقیقی مومن نہ تھی۔ مومن ہوتی تو حکم بسرو چشم مانتی۔ اور دلوں میں غیض و غضب نہ رکھتی۔ یہ ہے وہ پوزیشن جو بیعتِ رضوان کرنے والوں کی کثرت کی تھی۔ جن کے سرغنہ و راہنما و لیڈر عمر بن الخطاب تھے۔

الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ

پیچھے چھوڑے گئے جب چلو گے تم طرف غنیمتوں کی یعنی غنیمتِ خیبر

لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا

تو کہ لے لو اُن کو چھوڑ دو ہم کو پیروی کریں ہم تمہاری چاہتے ہیں یہ کہ بدل ڈالیں

كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ

کلام اللہ کو کہہ کہ ہرگز نہ پیروی کرو گے تم ہماری اسی طرح کہا ہے اللہ

مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ

پہلے اس سے پس البتہ کہیں گے بلکہ حسد کرتے ہو تم ہم سے بلکہ نہ سمجھتے تھے

اِلَّا قَلِيْلًا ⑮ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ

مگر تھوڑا کہہ واسطے پیچھے چھوڑے گیؤں سے گنواروں سے شتاب بلائے جاؤ گے تم

اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ

طرف ایک قوم سخت لڑائی والی کی لڑو گے تم اُن سے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے

فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ

پس اگر مانو گے تم دیوے گا تم کو اللہ ثواب اچھا اور اگر پھر جاؤ تم جیسا کہ

تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑯ لَيْسَ

پھر گئے تھے تم پہلے اس سے عذاب کرے گا تم کو عذاب درد دینے والا نہیں

عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ

اوپر اندھے کے تنگی اور نہ اوپر لنگڑے کے تنگی اور نہیں اوپر بیمار کے

حَرَجٌ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ

تنگی اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسولؐ اس کے کی داخل کرے گا اُس کو

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ

بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے اُن کے نہریں اور جو کوئی پھر جاوے گا عذاب کرے گا

عَذَابًا اَلِيْمًا ⑰ ؑ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ

اس کو عذاب درد دینے والا البتہ تحقیق راضی ہوا اللہ مسلمانوں سے جس وقت کہ

وقت تمہاری منتیں کریں گے جب تم مال غنیمت والے جنگ کے لئے سفر کرو گے تو کہیں گے کہ ہمیں بھی اجازت دلوا دو کہ ہم بھی تمہاری پیروی میں تمہارے ساتھ جہاد پر چلیں ،یہ لوگ اللہ کے فرمان کو بدل ڈالنا چاہتے ہیں ۔ ان سے کہہ دو کہ تم لوگ ہرگز ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے ہو اس لئے اللہ نے تمہارے متعلق پہلے ہی یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ تم ہمارے ہمراہ نہ جاؤ گے اب یہ لوگ یوں کہیں گے کہ تم تو ہمیں اس لئے ساتھ نہیں لے جاتے کہ تمہیں ہم سے حسد ہو گیا ہے حسد نہیں بلکہ وہ لوگ صحیح بات کو کم ہی سمجھ رہے ہیں (۱۶) اے نبیؐ آپ عمرے میں شریک نہ ہونے والے عربوں سے کہہ دیں کہ عنقریب تمہیں ایسی قوم سے جنگ کے لئے دعوت دی جائے گی جو بڑی شدت سے جنگ کرتی ہے لہٰذا تمہیں ان سے لڑنا ہو گا یا وہ مسلمان ہو جائیں گے ۔ چنانچہ اگر تم نے جنگ کی دعوت قبول کر کے اطاعت اختیار کر لی تو اللہ تمہیں اچھا اجر دے گا اور اگر تم نے ولایت سازی شروع کر دی جیسا کہ اس سے پہلے تم نے حکومت پر قبضہ کرنا چاہا تھا تو تمہیں بڑے دردناک عذاب کی سزا دی جائے گی ۔ (۱۷) اندھوں پر کوئی ذمہ داری جنگ کی نہیں لنگڑوں پر بھی جنگ کی پابندی نہیں ہے ساتھ ہی مریض بھی جنگ سے معاف ہیں ۔ اور جو شخص بھی اللہ کی اطاعت کرے گا اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا اس کو ان جنتوں میں داخل کیا جائے گا۔ جن کے نیچے نہریں جاری رہتی ہیں اور جو کوئی ولایت کا چکر چلائے گا اسے دردناک عذاب دیا جائے گا۔ (۱۸) یقیناً اللہ راضی ہوا مومنین سے جس وقت وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔

۳۔بیعت رضوان کی آیت (۱۸ / ۴۸) پر علامہ کو اپنے والے صحابہ پر بڑا ناز و فخرہ ہے۔ علامہ ان مذکورہ بالا

چنانچہ ان کے دلوں کا حال اللہ کو معلوم تھا چنانچہ جو کچھ دلوں میں تھا اس کے لئے ان پر سکون طاری کر دیا اور مستقبل قریب میں ایک فتح کا ثواب ان کے دماغ میں جما دیا (۱۹) اور انہیں بہت سی لوٹ کھسوٹ کے مواقع دیئے جنہیں وہ عملاً لوٹ کر حاصل کریں گے اور اللہ ہر حال میں غالب حکمت والا ہے ۔ (۲۰) تمہارے لئے اللہ نے بہت کچھ لوٹ کھسوٹ کا وعدہ کر لیا ہے اور تم وہ لوٹ کھسوٹ عملاً حاصل کرکے رہو گے ۔چنانچہ ہم نے تمہارے لئے اس لوٹ مار کو جلدی فراہم کرنے کا انتظام کر دیا اور اس میں

يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ

بیعت کرتے تھے تجھ سے نیچے درخت کے پس جانا جو کچھ کہ بیچ دلوں اُن کے کے

فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّ مَغَانِمَ

تھا پس اُتاری تسکین اوپر اُن کے اور ثواب دیا اُن کو فتح نزدیک اور لُوٹیں

كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ

بہت کہ لیویں گے اُن کو اور ہے اللہ غالب حکمت والا وعدہ کیا ہے تم کو اللہ نے

مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ اَيْدِيَ

لُوٹوں بہت کا کہ لوگے اُن کو پس شتاب دے دی تم کو یہ اور بند کئے ہاتھ

صحابہ کے متعلق سب کچھ مان کر بھی ان کی شان میں حسب ذیل بیان دیتے نہیں شرماتے ۔

علامہ کا بیان: ''یہاں (۱۸ / ۴۸میں۔احسنؔ) پھر اسی بیعت کا ذکر ہے جو حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام سے لی گئی تھی (۱۰ / ۴۸) اس بیعتِ کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ خوشخبری سنائی ہے کہ وہ ان لوگوں سے راضی ہو گیاہے جنہوں نے اس خطرناک موقع پر ا۔جان کی بازی لگا دینے میں ۔۲۔ ذرہ برابر تامل نہ کیا اور رسوؐل کے ہاتھ پر ۔ ۳۔ سرفروشی کی بیعت کرکے اپنے ۔۴۔ صادق الایمان ہونے کا ۔۵۔صریحی ثبوت پیش کر دیا'' (تفہیم القرآن جلد ۵صفحہ ۵۵) علامہ کی اس وضاحت کو سامنے رکھ کر اب یہ سن لیں کہ :

بیعتِ رضوان میں شامل نافرمان مسلمانوں کا وجود اور ان کی مذمت کرنے والوں کی مذمت کرنے والے علامہ کا فرمان۔

علامہ کے نزدیک بیعتِ رضوان کرنے والے چودہ سو مسلمانوں میں کوئی بھی ایسا مسلمان نہ تھا جو ۔ا۔صادق الایمان نہ ہو اور ۔۲۔جس سے اللہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راضی و مطمئن نہ ہو گیا ہو اور یہ کہ بیعتِ رضوان میں شامل چودہ سو مسلمانوں میں سے کسی ایک کی بھی مذمت کرنے والا۔ا۔ اللہ کا مخالف ہے ۔۲۔ اور اللہ کو جاہل سمجھتا ہے ۔۳۔ اور صحابہ کا دشمن ہے ۔

علامہ کا فیصلہ وفرمان: چنانچہ علامہ کا فیصلہ، سنئے ارشاد ہے :''مسلمان فقط ایک ایک تلوار لئے ہوئے آئے تھے۔ ۲۔صرف چودہ سو کی تعداد میں تھے ۔۳۔ جنگی لباس میں بھی نہ تھے بلکہ احرام کی چادریں باندھے ہوئے تھے ۔ ۴۔اپنے جنگی مستقر (مدینہ) سے اڑھائی سو میل دور تھے ۔۵۔ اور دشمن کا گڑھ ، جہاں سے وہ ہر قسم کی مدد لا سکتا تھا صرف ۱۳ میل کے فاصلے پر واقع تھا ۔٦۔ اگر اللہ اور اس کے رسوؐل اور اس کے دین کے لئے ان لوگوں کے اندر خلوص کی کچھ بھی کمی ہوتی تو وہ اس انتہائی خطرناک موقع پر رسوؐل اللہ کا ساتھ چھوڑ جاتے ۔۷۔ اور اسلام کی بازی ہمیشہ کے لئے ہر جاتی (یہ ہے خالص شرک وکفر۔احسن) ۔ ۸۔ ان کے اپنے اخلاص کے سوا کوئی خارجی دباؤ ایسا نہ تھا جس کی بنا پر وہ اس بیعت کے لئے مجبور ہوتے۔ ۹۔ ان کا اس وقت خدا کے دین کے لئے مرنے مارنے پر آمادہ ہوجانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ وہ اپنے ایمان میں صادق ومخلص اور خدا و رسوؐل کی وفاداری میں درجۂ کمال پر فائز تھے ۔ ۱۰۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سندِ خوشنودی عطا فرمائی۔ ۱۱۔ اور اللہ کی سندخوشنودی عطا ہو جانے کے بعد اگر کوئی شخص ان سے ناراض ہو یا ان پر زبانِ طعن دراز کرے تو اس کا معارضہ ان سے نہیں بلکہ اللہ سے ہے۔ ۱۲۔ اس پر جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس وقت اللہ نے ان حضرات کو یہ خوشنودی کی سند عطا کی تھی اس وقت تو یہ مخلص تھے۔ ۱۳۔ مگر بعد میں یہ خدا اور رسوؐل کے بے وفا ہو گئے۔ ۱۴۔ وہ شاید اللہ سے یہ بد گمانی رکھتے ہیں کہ اسے یہ آیت (۱۸ / ۴۸) نازل کرتے وقت ان کے مستقبل کی خبر نہ تھی اس

النَّاسِ عَنۡکُمۡ ۚ وَ لِتَکُوۡنَ اٰیَۃً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ یَہۡدِیَکُمۡ صِرَاطًا

لوگوں کے تم سے اور تو کہ ہو نشانی واسطے ایمان والوں کے اور دکھلاوے تم کو راہ

مُّسۡتَقِیۡمًا ﴿ۙ۲۰﴾ وَّ اُخۡرٰی لَمۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡہَا قَدۡ اَحَاطَ اللّٰہُ

سیدھی اور دے تم کو غنیمتیں اور کہ نہیں قادر ہوئے تم اوپر اُن کے یعنی فارس اور

بِہَا ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرًا ﴿۲۱﴾

روم کی تحقیق گھیر لیا ہے اللہ نے اُن کو اور ہے اللہ اُوپر ہر چیز کے قادر

کامیاب کرنے کے لئے تمہیں مکی مخالفوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھا تاکہ ہمارا یہ عملدرآمد حقیقی مومنین کے لئے ایک معجزہ ہوجائے اور تمہیں بھی اللہ صراط مستقیم کی راہنمائی کرسکے (۲۱) اور آخری بات وہ ہے کہ جس پر تم قادر نہ ہوسکے وہ بھی اللہ کے دائرہ اختیار میں گھری ہوئی ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہی ہے (یہ آیت صیغۂ راز میں ہے)

لئے محض اس وقت کی حالت دیکھ کر اس نے یہ پروانہ انہیں عطا کردیا۔ ۱۵۔ اور غالباً اسی بے خبری کی بنا پر اسے اپنی کتاب پاک میں بھی درج فرما دیا تاکہ بعد میں بھی جب یہ لوگ بے وفا ہوجائیں تو ان کے بارے میں دنیا یہ آیت پڑھتی رہے۔ اور اس خدا کے علم غیب کی داد دیتی رہے۔ جس نے معاذ اللہ ان بے وفاؤں کو یہ پروانۂ خوشنودی عطا کیا تھا" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۵)

(۳۔ الف) علامہ کو ان کے ہر فریب کا جواب سنا دیں۔ اگر قارئین نے خود علامہ کی تفہیم القرآن دیکھی ہے۔ انہیں تو بہت لطف آئے گا لیکن جن حضرات نے اس سورۂ فتح کی سابقہ تشریح اور علامہ کے بیانات پڑھے ہیں وہ بھی نقصان میں نہ رہیں گے۔ چنانچہ آپ ہمارے جوابات سنئے اور علامہ کے بیانات سے تصدیق کیجئے اور دیکھئے کہ ہم علامہ کے تیار کردہ گھروندے اور فریب کو کس طرح پلٹاتے ہیں۔ قارئین سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ:

(۳۔ب) علامہ کا یہ طویل بیان پہلے رسولؐ اللہ کو موردِ الزام اور اللہ کا مخالف ثابت کرتا ہے۔ (۱) جب اللہ مودودی والے مومنین کو خوشنودی کی سند دے چکا ہے تب اس کے بعد۔۱۔ صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھا گیا۔ اور۔۲۔ اس کے بعد ہی مومنین نے غم و غصہ اور رسالت تک میں شک و شبہ کا اظہار کیا تھا۔۳۔ خوشنودی کی سند مل جانے کے بعد ہی عمر نے رسولؐ سے اپنے شکوک کا اظہار کیا۔۴۔ خوشنودی کی سند ہاتھ میں لئے ہوئے ہی عمر ابوبکر کے پاس گئے اور ان سے رسالت میں شک اور ذلیل کرنے والی صلح کرلینے کی شکایت کی تھی۔۵۔ اور اللہ کی طرف سے خوشنودی کی سند مل جانے کے بعد ہی مودودی کے مومنین نے آنحضرتؐ کے تین مرتبہ حکم دینے کو نہ مانا تھا۔ قارئین پہلے یہ بتائیں کہ اللہ نے جن مومنین کو اپنی مستقل خوشنودی کی سند دے دی ہو کیا وہ مومنین اللہ و رسولؐ کے ساتھ یہ سلوک کریں گے جو ان پانچ جملوں میں علامہ نے بھی تسلیم کیا ہے؟ پھر کیا وہ لوگ جن کو اللہ نے اپنی مستقل خوشنودی کا پروانہ یا سند دے دی ہو۔ وہ مومنین اللہ و رسولؐ کے تین مرتبہ حکم دینے کے باوجود نافرمانی کرسکتے ہیں؟ اور نافرمانی علامہ نے مانی ہے۔ "صلح سے فارغ ہو کر حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اب یہیں قربانی کرکے سر منڈواؤ اور احرام ختم کرو۔ مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ حضورؐ نے تین مرتبہ حکم دیا" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۳۹،۴۰)

حقیقی مومنین نہ اللہ ورسولؐ کی نافرمانی کرسکتے ہیں اور نہ انہوں نے اس دن نافرمانی کی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ قریشی لیڈروں اور ان کے متبعین کی نافرمانی کو چھپانے کے لئے یہ ترکیب کرتے ہیں۔ کہ نافرمانی کا جرم تمام مومنین پر لگا دیتے ہیں اور اسی طرح خوشنودی کی سند بھی تمام مومنین کو دے دیتے ہیں۔ تاکہ حقیقی مومنین **علامہ کا ایک فریب کھل گیا۔** کے ساتھ ان ملاعین کو شمار کرلیا جائے۔ چونکہ اس نافرمانی کا تذکرہ اس سورہ میں نہیں ہے لہٰذا ہم اس کو قریشی افسانہ سمجھتے ہیں۔ ورنہ جہاں جہاں قریشی مسلمانوں کی کثرت نے کوئی اجتماعی نافرمانی کی ہے قرآن نے اس کا تذکرہ قرآن میں ضرور کیا ہے جیسا کہ جنگ اُحد میں تمام قریشی مسلمان فرار کر گئے تھے اور رسولؐ کے پکارنے اور بلانے سے بھی نہ آئے تھے۔ (آلِ عمران ۱۵۳۔۱۵۲ / ۳) اور ایسی بہت سی مثالیں قرآن میں موجود ہیں۔ لہٰذا قرآن میں یہ واقعہ نہ ہونے کی وجہ سے یہی ماننا ہوگا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر سوائے چند قدیم مخالف مسلمانوں کے باقی کثرت نے اللہ و رسولؐ کی اطاعت کی تھی۔

وَ لَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ
اور اگر لڑتے تم سے وہ لوگ کہ کافر ہوئے البتہ پھیر لیتے پیٹھ پھر نہیں پاتے
وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ
کوئی دوست اور نہ یاری دینے والا عادت اللہ جو تحقیق گزری ہے پہلے اس سے

(۲۲) اگر اہل مکہ کے ہاتھ ہم نے نہ بھی روکے ہوتے اور وہ تم سے جنگ کرتے تو بھی انہیں پچھلی ولایت کی طرف جانا پڑتا اور وہاں کوئی حاکم یا مددگار نہ ملتا اور تم کامیاب ہوتے (۲۳) قانونِ الٰہی تو بدستور وہی ہے جو اس سے پہلے بھی برابر اسی طرح جاری رہا ہے

اور تمام کے تمام چودہ سو مسلمانوں کا نافرمانی کرنا جن میں خود حضرت علی علیہ السلام بھی ہیں قریشی حکومتوں کی تیار کردہ تاریخ کا خود تراشیدہ ڈھونگ ہے تاکہ مومنین کی کثرت میں اپنے مخالف مسلمانوں کی قلت کو پوشیدہ کیا جا سکے۔ اور اب علامہ اور علامہ کی تاریخ کا یہ جملہ سن لیں جس میں رسولؐ اللہ سب سے پہلے اور وہیں اسی جگہ ان مسلمانوں پر خفا اور رنجیدہ ہوئے

(۲) سب سے پہلے اللہ سے خوشنودی کی سند حاصل کرنے والوں کے خلاف رسولؐ اللہ ناراض ہوئے۔

اور بقول علامہ رسولؐ اللہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کے پروانۂ خوشنودی کے بعد اللہ سے معارضہ کیا تھا اور اس معارضہ کا ثبوت بھی علامہ کے اس بیان میں موجود ہے:

"حضورؐ کو اس (نافرمانی) پر سخت صدمہ ہوا اور آپؐ نے اپنے خیمہ میں جاکر ام المومنین حضرت ام سلمہ سے اپنی کبیدہ خاطری کا اظہار فرمایا" (تفہیم القرآن جلد۵ صفحہ ۴۰)

اور ہم بھی رسولؐ اللہ کی پیروی میں ان لعنتی مومنین سے خفا اور کبیدہ خاطر ہیں اور ہمارے ساتھ اللہ خود بھی شامل ہے اور انہیں ایمان سے خارج کرتا ہے (نساء ۶۵ / ۴) اور دردناک عذاب کی خوشخبری دیتاہے۔(نور ۶۳ / ۲۴) (توبہ ۶۱ / ۹) اور ہمیشہ جہنم میں رہنے کا فیصلہ کرتا ہے (جن ۲۳ / ۷۲) اور علامہ بھی متفق ہیں (تفہیم القرآن جلد ۴ صفحہ ۹۸۔۹۹) اور اللہ ان کو کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا بتاتا ہے۔ (احزاب ۳۶ / ۳۳) لہٰذا معلوم ہوا کہ ان ملاعین کو ہرگز خوشنودی کی سند نہ ملی تھی۔ یہ سب کچھ ان کی جانشین حکومتوں اور علما کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

(۳) اگر تمام چودہ سو مسلمانوں کو اللہ کی خوشنودی کی سند مل گئی ہوتی تو عمر ساری عمر افسوس اور توبہ نہ کرتے۔

علامہ نے یہ تاثر دیا ہے کہ بیعتِ رضوان کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے مستقل خوشنودی کی سند مل گئی تھی اور ان سے مستقبل میں کوئی ایسی لغزش خطا یا کوتاہی سرزد ہونے کا امکان ہی نہ تھا اس لئے کہ اللہ تو عالم الغیب ہے مستقبل کے نافرمان غدار بے وفا اور بے ایمان لوگوں کو خوشنودی کی سند دیکر اپنی کتاب میں درج نہ کرا سکتا تھا۔ بہرحال یہ بات صرف علامہ اور علامہ کے مذہب والوں ہی کو معلوم ہوئی ہے خلیفہ دوم یہ بات نہ جانتے تھے ورنہ علامہ یہ نہ لکھتے کہ:

"بعد میں حضرت عمر مدتوں اس پر نوافل اور صدقات ادا کرتے رہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس گستاخی کو معاف فرما دے جو اس (صلح حدیبیہ کے۔احسنؔ) روز اُن سے شان رسالت میں ہو گئی تھی۔"(تفہیم ۵ صفحہ ۳۹) اس بیان اور عمر کے عمل سے ثابت ہوا کہ عمر کو یہ علم نہ تھا کہ انہیں مستقل قسم کی سندِ خوشنودی مل چکی ہے۔ اور اب ان سے اللہ کسی بھی نافرمانی اور گستاخی پر ناراض ہونے والا نہیں ہے ورنہ علامہ اینڈ کمپنی اللہ کے علم غیب میں کیڑے نکالے گی۔

(۴) بقول شبلی عمر نے تاحیات خود کو مجرم سمجھا اور کفارہ کی کوشش کی۔ خوشنودی کی مستقل سند سے جاہل رہے۔

علامہ شبلی نے لکھاہے کہ "حضرت عمر کی یہ گفتگو اور خصوصاً اندازِ گفتگو اگرچہ خلاف ادب تھا چنانچہ بعد میں ان کو سخت ندامت ہوئی اور اس کے کفارہ کے لئے روزے رکھے۔ نفلیں پڑھیں۔ خیرات دی۔ غلام آزاد کئے "(الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۲۶) قارئین یہاں یہ نوٹ کرلیں کہ قریش کی تیار کی ہوئی تاریخ میں بھی کسی نے یہ نہیں لکھا کہ عمر نے رسولؐ اللہ سے بذات خود معافی و بخشش کی التجا کی ہو۔ اگر ایسا ہوا ہوتا اور معاف کردیا گیا ہوتا تو ساری عمر پاپڑ بیلنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی یا یہ کہاجائے کہ عمر بھی ابلیس کی طرح ڈائریکٹ اللہ سے معافی و مغفرت کے قائل تھے اور اس آیت پر ایمان نہ رکھتے تھے جس میں علامہ کے ترجمہ کی رو سے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ

اور ہرگز نہ پاوے گا تو واسطے عادت اللہ کے بدلے جانا اور وہی ہے جس نے

كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ

بند کئے ہاتھ اُن کے تم سے اور ہاتھ تمہارے اُن سے بیچ سرحد مکے کے

اور تم اللہ کے قانون میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے ۔ (۲۴) اللہ وہی تو ہے جس نے مکہ کے قلب میں انہیں تم پر اور تمہیں ان پر حملہ آور ہونے سے روک دیا۔ یعنی اپنی قدرت سے تصادم نہ ہونے دیا تھا۔ باوجودیکہ تمہیں ان پر فیروز مندی دینا طے کرلیا تھا۔

عمر رسوؐل کو بھی وسیلہ وواسطہ نہ مانتے تھے اس لئے توہینِ رسوؐل اور نافرمانی کے باوجود معافی نہ مانگی۔

"(انہیں بتاؤ کہ) ہم نے جو رسوؐل بھی بھیجا ہے اسی لئے بھیجا ہے کہ اذنِ خداوندی کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے اگر انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا کہ جب یہ اپنے نفس پر (نافرمانی کا۔احسنؔ) ظلم کر بیٹھے تھے تو تمہارے پاس آجاتے اور اللہ سے (تمہارے واسطے سے۔احسنؔ) معافی مانگتے اور رسوؐل بھی ان کے لئے معافی کی درخواست کرتا تو یقیناً اللہ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پاتے ۔ نہیں، اے محمدؐ تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں ۔ بلکہ سر بسر تسلیم کرلیں "(نساء ۶۴۔۶۵ / ۴) (تفہیم القرآن جلداوّل صفحہ ۳۶۸۔۳۶۹) قارئین نوٹ کرلیں کہ عمر کی خیرات و عبادات وغیرہ تمام ضائع ہوگئیں اور وہ بدستور اسلام و ایمان سے خارج اور نافرمانی کی سزا یعنی جہنم کے مستوجب رہے اس لئے کہ انہوں نے نہ رسوؐل سے معافی مانگی اور نہ رسوؐل نے انہیں معاف کیا اور نہ انہوں نے اللہ سے دعاؤں میں رسوؐل کو واسطہ و وسیلہ بنایا۔ اس لئے کہ وہ رسوؐل کو ہرگز اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ و واسطہ نہ مانتا تھا بلکہ وہ اپنا تعلق براہ راست اللہ سے ہونے کا ان الفاظ میں اعلان کرچکا تھا کہ: "ایک وہ دن تھا کہ میں اسی صحرا میں اونٹ چرایا کرتا تھا اور آج وہ دن ہے کہ میرے اور اللہ کے درمیان اور کوئی نہیں ہے "(تمام تواریخ و سوانح عمریاں)

عمر ہی قریش کا وہ مسلمان لیڈر تھا جو تمام فتنوں کا دروازہ تھا۔

یہی نہیں بلکہ خلیفہ دوم کے سب سے بڑے مداح اور مرید شاہ ولی اللہ دھلوی محدث نے اس روایت کی تصدیق کی ہے جس سے عمر کو فتنوں کا دروازہ کہنا ثابت ہوتا ہے سنئے ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ :

"بخاری نے شقیق سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں نے حذیفہؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا فتنہ کے متعلق رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث تم میں سے کس کو یاد ہے حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ فتنہ جو انسان کو اس کے اہل اور اس کے مال اور اس کی اولاد اور اس کے ہمسایہ کے متعلق لاحق ہو اس کا کفارہ تو نماز اور صدقہ اور امر معروف اور نہی منکر سے ہو جاتا ہے ۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تم سے اس فتنہ کو نہیں پوچھتا بلکہ اس فتنہ کے متعلق دریافت کرتا ہوں جو دریا کی لہروں کی طرح پھیل جائے گا؟ میں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کو اس فتنے سے کچھ خوف نہ کرنا چاہئے (الفاظ یہ ہیں کہ تمہارے لئے اس فتنہ میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ احسنؔ)

فَقَدْ اَخْرَجَ الْبُخَارِي عن شقيق قال سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ يَقُولُ بينما نحنُ جُلُوسٌ عندَ عُمر اِذْقَالَ اَيُكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلّم فِي الفتنة قال قلتُ فتنة الرّجُل فِي اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وولَدِهٖ وجَارِهٖ يُكَفِّرهَا الصَّلوٰةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوف وَالنَّهِيُ عَنِ الْمُنكر ۔ قَالَ لَيْسَ عَنْ هٰذَا اَسْئَلُكَ وَلٰكِنَّ الَّتِي تَموج كَمَوْجِ البَحْرِ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنهَا بَاْسٌ يَااَمِيرُ الْمُؤمنين اِنَّ بَينكَ وَبَيْنَهَا بَاباً مُغْلَقاً ۔ قَالَ عُمر اَيُكْسَرِ الْبَابُ اَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ لَابَلْ يُكسَرِ ۔ قَالَ عُمر اِذَا لَا يَغلق اَبداً ؟ قُلْتُ اَجَل ۔ قُلْنَا الْحُذَيفةَ اَكَانَ عُمر يَعْلَم الباب؟ قَالَ نَعَمْ كَمَا اَعْلَمُ اِنَّ دُوْنَ غداً اللَّيْلَة وَذٰلك انى حدّثتهٗ حَدِيْثاً لَيْسَ بِالْاَغَالِيط فَهِبْنَا اِنْ نَسْئَلَهٗ مَنِ الْبَابُ ؟ فَاَمَرْنَا مَسْرُوقاً فَسَاله فَقَالَ مَنِ الْبَابُ؟ قَالَ عمر (ازالۃ الخفا مقصداوّل فصل چہارم صفحہ ۲۴۲ بخاری جلد ۲ کتاب الفتن صفحہ ۱۵۰۱) " (ترجمہ و متن ازالۃ الخفا)

مِنۢ بَعۡدِ اَنۡ اَظۡفَرَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا

پیچھے اس کے کہ غالب کیا تم کو اُوپر ان کے اور ہے اللہ ساتھ اُس چیز کے کہ

تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡكُمۡ

کرتے ہو تم دیکھنے والا وہی لوگ ہیں جو کافر ہوئے اور بند کیا انہوں نے تم کو

اور باوجود اس کے کہ تمہارے اندر جو مخالفانہ کھچڑی پک رہی تھی اس سے بھی اللہ کماحقہ مطلع اور بصیر تھا۔ (۲۵) وہی لوگ تو ہیں جنہوں نے حق پوشی شروع کی اور تمہیں مسجد حرام تک جانے سے روکا ہوا ہے

کیونکہ آپ کے اور اس فتنے کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا ؟ میں نے کہا بلکہ توڑا جائے گا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ جب ٹوٹ گیا تو پھر کبھی بند نہ ہوگا ؟ میں نے کہا کہ ہاں بیشک ایسا ہی ہے۔ شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ کیا عمر اس دروازے کو جانتے تھے؟ کہ وہ کون شخص ہے ؟ حذیفہؓ نے کہا ہاں وہ اس دروازے کو اسی طرح یقین کے ساتھ جانتے تھے جس طرح میں یقیناً جانتا ہوں کہ کل دن کے بعد رات ہوگی۔ اور یہ کہنا میرا اس لئے ہے کہ میں نے جو بات (حدیث) ان کو سنائی وہ پیچیدہ نہ تھی بلکہ بالکل واضح تھی۔ پھر ہماری جرات نہ ہوئی کہ حضرت حذیفہؓ سے پوچھیں کہ دروازہ سے کیا مراد ہے؟ لہٰذا ہم نے مسروق سے کہا کہ تم حضرت حذیفہؓ سے دریافت کرو انہوں نے ان سے پوچھا تو حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا کہ دروازہ خود حضرت عمر تھے" (ازالۃ الخفا مقصد اوّل فصل چہارم احادیث خلافت)

قارئین یہ نوٹ کرلیں کہ ہم حضرت عمر کے کیریکٹر اور اسلامی پوزیشن پر اگر گفتگو شروع کردیں تو سینکڑوں صفحات دور نکل جائیں گے۔اور صرف بخاری اور معتبر ترین کتابوں سے وہ سب کچھ ثابت کردیں گے جو قرآن نے کہا ہے۔ مگر اختصار ملحوظ ہے ورنہ اسی حدیث کی تشریح حاشیہ نمبر ۴ میں بہت کچھ بخاری ہی سے معلوم ہو جائے گا۔ یاد رہے یہ حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ہی ان کا خاندان رسوؐل اللہ کا ہم راز و دم ساز تھا یہی وہ صحابی تھے جن کو رسوؐل اللہ نے تمام دشمنان علیؑ کا کچّا چٹھا مرتب کرکے دیا تھا۔ اور منافقوں کے نام بتائے تھے اور اسی لئے انہیں رسوؐل اللہ کا امین کہتے تھے اور اسی لئے عمر ان سے منافقوں کے نام معلوم کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں اور ایک دن تنگ آکر کہہ دیا تھا کہ (بِاللّٰہِ یَا حذیفہ اَنَا مِنَ المنافقین) اے حذیفہ خدا کی قسم میں ان منافقوں میں تھا جو وادی عقبہ میں آنحضرتؐ کو قتل کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ عمر اور حذیفہؓ ایک دوسرے کو خوب پہچانتے تھے۔

(۳۔ج) بیعتِ رضوان میں کسی مومن کو مستقل خوشنودی کی سند نہیں دی گئی آیات آپ کے سامنے ہیں۔

ہمارے مندرجہ بالا تمام بیاناتِ علامہ کی لن ترانیوں کو باطل کرنے کے لئے اور ان کا نخرہ ڈھیلا کرنے کے لئے دیئے گئے ہیں ورنہ ان کی ضرورت نہ تھی۔ آیات آپ کے سامنے ہیں ان کو دیکھ لیں۔ وہاں تو بڑے پتے کی بات کہہ دی گئی ہے۔ چنانچہ حدیبیہ میں جو بیعت ہوئی تھی اس کو ظاہر کرنے کے لئے دو عدد آیات نازل کی گئی ہیں (۱۸، ۱۰ / ۴۸) تاکہ قریشی ڈھونگ کو اٹھتے ہی بٹھا دیا جائے۔ چنانچہ پہلی آیت اور علامہ کا ترجمہ و تشریح پڑھ لیں: (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۹)

(ا) حدیبیہ میں بیعت پر پہلی آیت میں بیعت کے توڑنے اور پورا کرنے والوں کا ذکر کردیا گیا ہے۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَـٰهَدَ عَلَيْهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۰﴾ (فتح ۱۰ / ۴۸)

علامہ کا ترجمہ :"اے نبیؐ جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے۔ وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا۔"

یہ وہی بیعت تھی جسے بیعت الرضوان کہا گیا ہے علامہ کی تشریح دیکھئے۔ اس ترجمہ کے بعد علامہ نے لکھا کہ :

اشارہ ہے اس بیعت کی طرف جو مکہ معظمہ میں حضرت عثمانؓ کے شہید ہو جانے کی خبر سن کر رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے حدیبیہ کے مقام پر لی تھی "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۴۹)

اور قربانی کے اونٹوں کو ان کے قربان کرنے کی جگہ پہنچنے سے روک رکھا ہے۔ اور اگر مکہ شہر میں ایسے مومن مرد اور ایسی مومن عورتیں موجود نہ ہوتیں جنہیں تم ذاتی طور پر نہ جانتے تھے اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لاعلمی میں تم ان پوشیدہ مومنین و مومنات کو

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْیَ مَعْكُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ

مسجد حرام سے اور قربانی کو روکے ہوئے اس بات سے کہ پہنچے جگہ حلال ہونے

وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ

اپنے کی اور اگر نہ ہوتے مرد مسلمان اور عورتیں مسلمان نہیں جانتے تم اُن کو

یہ آیت واضح الفاظ میں اس بیعت کے توڑے جا سکنے کے امکان کو اور بیعت توڑنے والوں کی موجودگی کو ثابت کرتی ہے اور ساتھ ہی بیعت کو برقرار رکھنے والوں کی موجودگی بتاتی ہے ۔ ورنہ ان الفاظ کی ہرگز ضرورت نہ تھی:

”چنانچہ جو کوئی اللہ کے ساتھ اس بیعت کے عہد کو توڑ کر بے وفائی کرے گا وہ ذاتی طور پر اس بے وفائی کا جواب دہ ہو گا ۔ اور جو اللہ کے اس عہد سے وفا کرے گا اسے اجر عظیم دیا جائے گا “

فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَـٰهَدَ عَلَيْهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾ (فتح ١٠ / ٤٨)

ہر قاری دیکھ سکتا ہے کہ بیعت کرنے والوں میں دو قسم کے لوگ ہیں اوّل اللہ و رسوؐل سے وفاداری کرنے والے مسلمان ۲۔اور اللہ و رسوؐل سے غداری کرتے رہنے والے مومنین ۔ ذرا سوچیں کہ علامہ نے اپنے مریدوں کو کتنا بے وقوف سمجھا ہوا ہے اور ان پر کتنا یقین ہے کہ وہ ہرگز عقل و فکر سے کام لے ہی نہیں سکتے ۔

قارئین اس پر خاص طور پر غور فرمائیں کہ اس بیعت والے معاہدہ پر ثابت قدم رہنے والوں سے یہاں ایک عظیم الشان اجر کا فوری وعدہ (سَيُؤْتِيهِ) کیا گیا ہے ۔ ذرا پوری سورہ میں تلاش کیجئے کہ وہ فوری ملنے والا اجر عظیم کون سا تھا؟ اگر کوئی لوٹ مار کے مال کو اجر عظیم قرار دے دے تو اسے قرآن کی وہ آیت اور علامہ کا ترجمہ سنا دیں جس میں اسلام سے غداری کرنے والے قریشی مسلمانوں کے جہاد کا مقصد بیان کیا ہے سنئے :

قریش دنیا کو لوٹنے اور مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے مسلمان ہو گئے تھے سورۂ فتح بھی یہی کہتی ہے۔

”اللہ نے (تائید و نصرت) کا جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا۔ ابتدا میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے۔ مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں (اپنے دین میں ۔ احسن) باہم اختلاف کیا۔ اور جوں ہی کہ وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت ۔مودودی) تم اپنے سردار (رسوؐل۔احسنؔ) کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے ۔ اس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے ۔ تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلے میں پسپا کر دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمہیں (تباہ کرنے کے بجائے) معاف ہی کر دیا۔ کیوں کہ (باقی۔احسنؔ) مومنین پر اللہ بڑی نظر عنایت رکھتا ہے ۔یاد کرو جب تم (اے رضی اللہ عنہ صحابہ۔احسنؔ) بھاگے چلے جا رہے تھے کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمہیں نہیں تھا۔ اور رسوؐل تمہارے پیچھے تم کو (مدد کے لئے۔احسنؔ) پکار رہا تھا“ (آل عمران ١٥٢۔١٥٣ / ٣) (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ٢٩٤-٢٩٥)

قارئین پہلی بات تو یہ دیکھیں کہ ان آیات میں اللہ کی طرف سے وہ نام نہاد مستقل اللہ کی خوشنودی کا پروانہ رکھنے والے رضی اللہ عنہم صحابہ کرام رسوؐل اللہ کو دشمنوں کے تیغ بکف نرغہ میں قتل ہو جانے کے لئے چھوڑ کر پاؤں سر پر رکھ کر بھاگے سرپٹ بھاگے چلے جا رہے ہیں ۔ علامہ کو مبارک باد دے دیں ۔ دوسری چیز یہ نوٹ کر لیں کہ اللہ نے علم غیب رکھتے ہوئے ان غداروں سے تائید و نصرت کا وعدہ کر لیا تھا جو رسوؐل کو چھوڑ کر بھاگ جانے والے تھے لہٰذا اگر بقول علامہ اللہ نے علم غیب رکھتے ہوئے بعد میں بے وفائی کرنے والوں کو حدیبیہ کی بیعت پر خوشنودی کا پروانہ دے دیا تھا تو انہیں کیا اعتراض ہے ؟ تیسری بات یہ دیکھیں کہ قریشی مومنین بلا کسی استثناء کے دنیا و دولت کے پرستار تھے اور جہاد میں محض لوٹ مار کی غرض سے شامل ہوا کرتے تھے اور یہ کہ انہوں نے اسی دنیا پرستی کے لئے خانوادۂ رسوؐل کو خلافت سے محروم کر کے خود اپنی قومی و جمہوری حکومت قائم کی تھی اور تاریخ گواہ اور قرآن کی پیشین گوئی موجود ہے (بقرہ ٢٠٥ / ٢) کہ پھر قریشی

پامال کر بیٹھو اور اس سے تم پر حرف آجائے تو دونوں فریق کو ہم جنگ سے قہراً نہ روکتے۔ روکا اس لئے تاکہ بیعت رضوان کرنے والے مومنین سے جس کو چاہے اپنی رحمت سے نوازے اور جس کو چاہے رحمت سے دور رکھے اگر کہیں وہ پوشیدہ مومنین الگ ہوگئے ہوتے

اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

یہ کہ کچل ڈالو تم اُن کو پس پہنچ جاوے تم کو اُن سے ایذا بے خبر یعنی تو ابھی فتح ہو

لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا

جاتی کہ داخل کرے اللہ بیچ رحمت اپنی کے جس کو چاہے اگر جُدا ہو جاتے

حکومتوں نے ساری دنیا کو لوٹا قتل عام جاری رکھا اور نسلوں اور فصلوں کو تباہ و برباد کیا۔
چوتھی بات یہ نوٹ کریں کہ سورہ زیر تشریح (الفتح) میں ان قریشی مومنین کو صلح حدیبیہ میں جنگ و جدل سے روکنے کے لئے نہ صرف سکینہ نازل کر کرکے (۲۶، ۱۸، ۴ / ۴۸) مفلوج رکھا بلکہ ان کو لوٹ مار اور مالِ غنیمت کے کئی بار پے در پے وعدے بھی دیئے (۲۰-۱۹ / ۴۸) تاکہ وہ ملاعین کچھ امن و امان کو تباہ کرنے سے رکے رہیں۔
پانچویں اور آخری بات یہ نوٹ کرلیں کہ ان غداروں نے جس طرح مندرجہ بالا آیات میں (۱۵۳-۱۵۲ / ۳) اور جنگ اُحد میں رسولؐ کے حکم، پکارنے چلانے اور فریاد اور اپیلوں کی طرف متوجہ نہ ہوئے تھے۔ بالکل اسی طرح صلح حدیبیہ کے بعد رسولؐ کے تین بار حکم دینے کی ان ہی لوگوں نے پرواہ نہ کی تھی۔ یہ حال تھا ان بیعت کرنے والے مسلمانوں کا اور یہ صورت تھی بیعت والی آیت کی بتائیے کہ علامہ کے فریب کارانہ نخرے کیا پوزیشن رکھتے ہیں؟ بیعت کی ضرورت ہی اس وقت ہوتی ہے جب پورے انبوہ سے وفا وجان نثاری کا یقین نہیں ہوتا۔ ورنہ کسی معاہدہ، میثاق، حلف اور قسم کی ضرورت نہیں پڑتی جب یہ یقین ہو کہ ہر شخص ذمہ دار ہے ہر فرد اپنے اپنے حصہ کے فرائض انجام دے گا۔ لہٰذا بیعت لینا اس گروہ کی بے یقین پوزیشن اور کمزور کردار کی شناخت ہے نہ کہ قابل فخر و نخرہ؟ اپنے جان نثاروں سے ہرگز بیعت نہیں لی جاتی۔ کربلا میں چونکہ سو فیصد فداکار و جانثار لوگ تھے اس لئے کوئی بیعت نہ لی گئی۔

(۲) حدیبیہ کی بیعت پر دوسری آیت تو غداروں کو نمایاں کرکے پیش کرتی ہے اور علامہ کے لئے قابل شرم ہے۔

اب قارئین بیعت والی دوسری آیت اور علامہ کے ترجمہ و تشریح کو سامنے رکھیں۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ (الفتح: ۱۸ / ۴۸)

علامہ کا جانبدارانہ ترجمہ: "اللہ مومنوں سے خوش ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں کا حال اس کو معلوم تھا۔ اس لئے اس نے ان پر سکینت نازل فرمائی، ان کو انعام میں قریبی فتح بخشی" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۵-۵۶)
علامہ کی غپ شپ والی تشریح: "یہاں پھر اسی بیعت کا ذکر ہے جو حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام سے لی گئی تھی اس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۵)

(۳) علامہ کے ترجمہ، تشریح اور آیت کے مفہوم پر تنقید اور حقیقی مدعا۔ علامہ کے ترجمہ میں سب سے پہلے یہ نوٹ کرنا ہے کہ اس آیت (۱۸ / ۴۸) میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا ترجمہ یا مفہوم "انعام میں" ہو سکتا ہو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ علامہ ان لوگوں کو زبردستی انعام دلانے کے لئے بد دیانتی سے بھی نہ چوکے اور قرآن میں اضافہ ضروری سمجھا۔ اور یہ یقین فرمالیں کہ یہ ان ہی حضرات کا ذکر ہے جو آیت (۱۰ / ۴۸) میں مذکور ہوئے اور جن کو بیعت توڑنے غداری یا وفاداری کرنے پر تنبیہ ہو چکی ہے۔ پھر یہ سوچئے کہ اگر یہ بیعت کرنے والے تمام (۱۴۰۰) مسلمان سو فیصد مستقل مزاج و فادار و جانثار ہوتے تو مزید کسی سکینہ، سکون یا بقول علامہ سکینت کی ضرورت ہی نہ تھی لہٰذا سیدھی سادی صورت میں بھی سکینہ کا نزول کمزوری یا خرابی کی شناخت ہے۔ لیکن یہاں تو بات ہی بڑی پیچیدہ ہے اور خود علامہ کا جملہ بھی اس پیچیدگی کی طرف

لَعَذَّبۡنَا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ	تو ہم اہل مکہ میں سے ان لوگوں کو دردناک عذاب میں مبتلا کرتے جو حق کو چھپارہے تھے ۔ (۲۶) جب حق چھپانے والوں نے اپنے قلبی فیصلہ کو اپنے سابقہ مذہب کی حمایت میں بلکہ مذہب کی ضد میں پختہ تر کرلیا تو
مسلمان کافروں سے البتہ عذاب کرتے ہم اُن لوگوں کو کہ کافر ہوئے اُن میں سے	
عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۲۵﴾ اِذۡ جَعَلَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ	
عذاب درد دینے والا جس وقت کی اُن لوگوں نے کہ کافر ہوئے بیچ دلوں اپنے کے	

اشارہ کررہا ہے ۔ یعنی "ان (مسلمانوں) کے دلوں کا حال اس (اللہ) کو معلوم تھا اس لئے اس نے ان پر سکنیت نازل فرمائی" مطلب واضح ہے کہ اگر دلوں کے حال کا تقاضا نہ ہوتا تو سکنیت نازل فرمانے کی ضرورت نہ تھی ۔ چونکہ دلوں کے حال کی تصریح آیت میں نہیں ہے اس لئے کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ "دلوں میں کمزوری موجود تھی" لہٰذا ان کو گھبرانے سے روکنے کے لئے سکینہ نازل کیا ۔ اور اگر سکینہ نازل نہ کیا ہوتا تو ان مسلمانوں نے اپنی کمزوری کا مظاہرہ کرنا تھا جو اللہ کو ناپسند تھا اور چونکہ علامہ نے یہ اصول مان لیا ہے کہ :

جہاں اشتعال اور سیاسی حربے کو روکنا ہو وہاں اللہ مخالفین کا نام یا بُری بات پردہ میں رکھتا ہے ۔

"یہ طرزِ سوال جگہ جگہ ایسے مواقع پر قرآن میں اختیار کیا گیا ہے اور ہر جگہ گمراہ کرنے والوں کا نام لینے کے بجائے ان کو صیغۂ مجہول کے پردے میں چھپا دیا گیا ہے ۔ تاکہ ان کے معتقدین ٹھنڈے دل سے اپنے معاملہ پر غور کر سکیں ۔ اور کسی کو یہ کہہ کر اشتعال دلانے اور ان کا دماغی توازن بگاڑ دینے کا موقع نہ ملے کہ:"دیکھو یہ تمہارے بزرگوں اور پیشواؤں پر چوٹیں کی جارہی ہیں ۔ اس میں حکمتِ تبلیغ کا ایک اہم نکتہ پوشیدہ ہے جس سے غافل نہ رہنا چاہئے" (تفہیم القرآن جلد ۲صفحہ ۲۸۲)

علامہ کے اس قرآنی مسلمہ اصول کو سامنے رکھ کر سکینہ نازل کرنے کا سبب یہ تھا کہ بیعت رضوان کرنے والے لوگوں میں وہ لیڈران قوم بھی شامل تھے جو حدیبیہ کے موقع پر ایک فیصلہ کن اور دو گھنٹہ کی جنگ کی فکر اور تیاری میں تھے اگر ان کو سکینہ کے ذریعہ مسلسل تین مواقع پر (۲۶، ۱۸، ۴ / ۴۸) مفلوج نہ کردیا گیا ہوتا اور ان کے دماغوں میں لوٹ مار و مال غنیمت حاصل کرنے کا یقین نہ بٹھا دیا گیا ہوتا (۲۰-۱۹ / ۴۸) اور باربار فتح حاصل کرنے کے جال میں نہ الجھا دیا گیا ہوتا (۲۷، ۱۸، ۱ / ۴۸) تو وہ ضرور فتنہ و فساد پھیلاتے اور مکی قریش کے ساتھ مل کر حقیقی مسلمانوں کا مع رسولؐ قتل عام کرنے سے نہ چوکتے اسی لئے اللہ نے کئی دفعہ فرمایا کہ ہم نے تمہارے ہاتھوں کو ان پر اٹھنے سے اور ان کے ہاتھوں کو تم پر اٹھنے سے باز رکھا (۲۴، ۲۰ / ۴۸) یعنی تم پر سکینہ کے ذریعہ فالج مسلط کردیا اور تمہارے ذہن مفلوج ہوکررہ گئے ۔

(۴) قریشی مسلمان یہ چاہتے تھے اور یہ اچھا موقع تھا کہ رسولؐ سمیت تمام مومنین حدیبیہ میں قتل ہو جائیں ۔

ورنہ اس جماعت نے باقاعدہ جنگ کی تیاری کررکھی تھی ۔ اور کہہ بھی دیا تھا کہ مکہ سے کسی ایک مومن یا مومنوں کے سرگروہ رسولؐ کی واپسی کبھی بھی اپنے گھر والوں کی طرف نہ ہوگی (۱۲ / ۴۸) اور اس گروہ نے اور بھی بدترین پلان (plan) بنا رکھے تھے ۔ چنانچہ قرآن نے ان کی بات بلفظہ ہم تک پہنچائی ہے یعنی أَن لَّن يَنقَلِبَ ٱلرَّسُولُ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَ إِلَىٰٓ أَهۡلِيهِمۡ أَبَدًا ﴿۱۲﴾ الفتح: "یہ کہ اب رسولؐ اور مومنین ہرگز قیامت تک مکہ سے واپس اپنے اہل و عیال میں نہ آسکیں گے" یعنی سب کو وہیں قتل کرکے ڈھیر کردینے کا انتظام کرلیا گیا تھا ایسے لوگوں پر سکینہ نازل کرکے مفلوج نہ رکھا گیا ہوتا تو واقعی یہ نتیجہ نکلتا ۔

(۵) عمر اس گروہ کے سردار و لیڈر تھے جو مکہ والوں کو جنگ کے لئے ابھارنا اور رسولؐ کو ختم کرنا چاہتے تھے ۔

قارئین آپ صلح حدیبیہ کے سفر کے متعلق یہ پڑھا کہ رسولؐ نے صرف زیارت کعبہ اور قربانی و عبادت (عمرہ) کا ارادہ کیا تھا اور ایک تلوار کے علاوہ کسی قسم کا اسلحہ ساتھ لینے کی ممانعت کی تھی ۔ احرام باندھا اور سب کو بندھوایا تھا مگر ایک گروہ خفیہ طور پر اسلحہ کے انتظام کے ساتھ چلا تھا اور ارادہ وہی تھا جو اوپر آیت میں بھی بیان ہو گیا کہ گنتی کے ان مسلمانوں

الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

کد کد جاہلیت کی پس اُتاری اللہ نے تسکین اوپر اپنے رسولؐ کے

وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْٓا

اور اوپر ایمان والوں کے اور لازم کر دی اُن کو بات پرہیز گاری کی اور تھے وہ

اللہ نے اپنے رسولؐ کے اوپر اور مومنین کے اوپر اپنی طرف سے سکون نازل کر دیا اور مومنین پر فتنہ و فساد سے پرہیز کرنے کا کلمہ لازم کر دیا۔ اور جو ان کے دلوں میں تھا (۱۸ / ۴۸ ، ۱۰ / ۴۸) اس سے باز رکھنے کے لئے وہ اس کے زیادہ حقدار تھے کہ

کو مع رسولؐ ختم کرا دیا جائے اور یوں رسولؐ کی جگہ اسلام کی سربراہی ہاتھ میں لے لی جائے۔ اس سازش میں کون کون تھے؟ یہ معلوم ہو جانا بڑا مشکل ہے مگر دو آدمیوں کے نام ہمیں ملتے ہیں۔

علامہ شبلی عمر کو رسولؐ کی آڑ میں چھپا کر بڑے پتے کی بات لکھ جاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی ہمیں بنیادی بات بتاتے ہیں کہ "ذوالحلیفہ مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ وہاں پہنچ کر حضرت عمرؓ کو خیال ہوا کہ اس طرح چلنا مصلحت نہیں چنانچہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کیا اور آپؐ نے ان کی رائے کے موافق مدینہ سے ہتھیار منگوا لئے" (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۲۴-۲۵) علامہ شبلی نے تمام تواریخ و احادیث و روایات کے خلاف یہاں رسولؐ اللہ کو ہتھیار منگانے میں شامل کیا ہے جو سراسر باطل ہے اور صرف عمر کی جنگی سازش کو چھپانے کی غرض سے رسولؐ کو ملوث کیا گیا ہے ورنہ یہ بیان کہاں چھپایا جائے گا؟ جس میں شبلی نے لکھا ہے کہ:

حضرت عمر نے جنگی تیاری کر رکھی تھی۔ "حضرت عمرؓ نے بیعت سے پہلے لڑائی کی تیاری شروع کر دی تھی صحیح بخاری غزوہ حدیبیہ میں ہے کہ حدیبیہ میں حضرت عمر نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بھیجا کہ جا کر فلاں انصاری سے گھوڑا مانگ لائیں۔ عبداللہ بن عمر باہر نکلے تو دیکھا کہ آنحضرتؐ لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں۔ انہوں نے بھی جا کر بیعت کی۔ حضرت عمر کے پاس واپس آئے تو دیکھا کہ وہ ہتھیار لگا رہے ہیں۔ عبداللہ نے ان سے بیعت کا واقعہ بیان کیا حضرت عمر اسی وقت اٹھے اور جا کر آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کی" (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۲۵)

قارئین نوٹ فرمائیں کہ یہ روایت بلفظہٖ بخاری جلد دوم کتاب المغازی صفحہ ٦۰۱ اور حاشیہ نمبر۱۰ میں تفصیل سے موجود ہے۔ اور ہمارے لئے یہ کافی ہے کہ عمر جنگ کی کوشش میں ناکام ہوئے۔

(۴) حدیبیہ کے سفر میں یا بیعتِ رضوان کے تمام شرکا حقیقی مومن نہ تھے۔ بعض مخالف تھے۔

جیسا کہ سابقہ تشریحات اور آیات سے ثابت ہے کہ علما کے بیان کردہ چودہ سو صحابہ تمام کے تمام حقیقی مومنین نہیں تھے۔ چنانچہ آیت (۲۰ / ۴۸) میں اہل مکہ کی دست درازیوں اور جنگی کوششوں کے مفلوج کر دینے کو اور جلد ہی لوٹ مار کا موقع دلانے کو حقیقی مومنین کے لئے تو معجزہ قرار دیا اس لئے کہ انہیں اللہ نے دونوں طرف کے مخالفین کی سازش اور ارادہ قتل سے محفوظ رکھا اور باقی عام قریشی قسم کے سازشی مومنین کیلئے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کا موقع قرار دیا ہے (۲۰ / ۴۸) اور قریشی مومنین کو بتایا کہ اپنی جنگی کوششوں کے باوجود صلح روکنے اور جنگ شروع کر دینے پر قدرت سے محروم کر دیئے گئے تھے (۲۱ / ۴۸)

(۵) قریشی تاریخ میں مصنوعی رنگ بھرنے کے لئے ابوجندل کا افسانہ گھڑا گیا تھا۔ صلح حدیبیہ پر صحابہ کو غمگین دکھا کر معذور قرار دینے کے لئے ابوجندل کا طوق و زنجیر میں آنا اور اپنے زخم دکھانا اور فریاد کرنا بطور ناول تیار کیا گیا ہے اس لئے کہ قرآن کی آیت (۲۵ / ۴۸) کا اعلان تو یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے دن مکہ میں جتنے مومنین و مومنات تھے ان کا تمام مسلمانوں کو علم نہ تھا۔ اور جنگ کو بطور معجزہ و سکینہ روک دینے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی ہے کہ مکہ کے اندر کچھ ایسے پوشیدہ مومنات اور مومنین موجود تھے جن کا ایمان و اسلام مشخص نہیں تھا اور ان کا دھوکے میں قتل ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ (۲۵ / ۴۸)

ان کو فساد سے قہراً روک دیا جائے اور ان کی اہلیت کا تقاضا بھی یہی تھا اور اللہ صرف ان کے دلوں کے حال ہی کا نہیں بلکہ ہر ہر چیز کا عالم ہے ۔ (۲۷) یقیناً اللہ نے اپنے رسولؐ کو سچا خواب دکھایا تھا جو بالکل حقیقت کے مطابق تھا۔ وہ یہ کہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو تم ضرور امن وامان کے ساتھ مسجد حرام یعنی کعبہ والی مسجد میں داخل ہوگے ۔ اپنے سروں کو منڈائے ہوئے بھی اور بال کٹوائے ہوئے بھی تم بے خوف ہوگے ۔ چنانچہ اللہ نے وہ کچھ جان لیا ہے جو تم نہیں جانتے ہو ۔ چنانچہ اس خواب کے پورا ہونے سے پہلے تمہیں جمائے رکھنے کے لئے جہاں تم پر قہری سکون طاری کیا (۲۶ ، ۴ / ۴۸) اور تمہیں لوٹ مار کا باربار لالچ دیا (۲۰، ۱۹، ۱۵ / ۴۸) اور مستقبل قریب کی فتح کے وعدہ میں مشغول کردیا (۲۸) وہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایات اور حقیقت آفرین دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ تم پر ہی نہیں بلکہ اسےؐ دین کے ہر ہر پہلو اور پوری جنس دین پر غلبہ عطا کردے اور اس کے لئے اللہ کی گواہی کافی ہے ۔ (۲۹) محمدؐ اللہ کا رسولؐ ہے اور جو لوگ

اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۲۶﴾ ع ۳ / ۹ / ۱۱

بہت حقدار اس کے اور لائق اس کے اور ہے اللہ ساتھ ہر چیز کے جاننے والا

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ

البتہ تحقیق سچ دکھایا اللہ نے رسولؐ اپنے کو خواب ساتھ سچ کے البتہ داخل

الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۙ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ

ہوگے تم مسجد حرام میں اگر چاہا اللہ نے اَمن سے مُنڈاتے ہوئے سروں اپنوں کو

وَ مُقَصِّرِیْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا

اور کترواتے ہوئے نہ ڈرتے ہوگے تم پس جانا اللہ نے جو کچھ کہ نہ جانا تم نے

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ

پس کی ورے اِس کے فتح نزدیک وہ ہے جس نے بھیجا پیغمبرؐ اپنے کو

بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ

ساتھ ہدایت کے اور دین حق کے تو کہ غالب کرے اُس کو اوپر دِین سارے کے

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ

اور کفایت ہے اللہ شاہدی دینے والا محمدؐ رسولؐ اللہ کا ہے اور جو لوگ

(٦) وَالَّذِینَ مَعَهٗ سے وہ حضرات مراد نہیں ہوسکتے جو کبھی حضورؐ سے جدا رہے ہوں ۔

آیت (۲۹ / ۴۸) میں داخل خارج کرنے کے لئے بڑی بڑی صحیح اور غلط بحثیں کی جاتی رہی ہیں ۔ جن کی قطعاً ضرورت نہ تھی اس لئے کہ وہ لوگ جو رسوؐل کی معیّت میں کبھی رہے ہوں اور کبھی نہ رہے ہوں یعنی عارضی اور وقتی معیّت میں رہنے والوں کا یہاں تذکرہ نہیں ہے ۔ یہاں معیّت مطلقہ مطلوب ہے پھر یہاں معیّت کی کوئی خاص صورت بھی مذکور نہیں یعنی سفری معیّت یا ایمانی معیّت یا سن و سال کی معیّت یا عہدہ و منصب میں معیّت یا علم و فضل میں معیّت ۔ لفظ "وَالَّذِینَ مَعَهٗ" ہمہ قسمی معیّت پر حاوی و مشتمل ہے ۔ جو لوگ ایمان لا کر ساتھ ہو گئے وہ پہلے حالت کفر میں ساتھ نہ تھے لہٰذا مطلق معیّت سے خارج ہیں۔ پھر ان ساتھیوں کی دوسری شناخت یہ ہے کہ ان کی مثالی زندگی توریت وانجیل میں مذکور ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رسوؐل اللہ پر ایمان لانے والے یا بیعتِ رضوان میں شامل ہونے والے وہ حضرات نہیں ہو سکتے اس لئے کہ توریت و زبور و انجیل ان سب کی پیدائش سے کہیں پہلے نازل ہوئی تھیں ۔ وہ لوگ تو ایسے ہونا چاہئیں جو عالم انوار میں بھی ساتھ ہوں یا جنہیں اپنی جان و نفس اور اجزا قرار دیا ہو ۔ یا جنہیں سب کو محمدؐ ہی فرمایا ہو ۔ پھر ان کی تیسری شناخت یہ ہے کہ حق پر پردہ ڈالنے والے لوگ انہیں دیکھ دیکھ کر ہمیشہ غیظ و غضب کی آگ میں جلتے رہیں گے ۔ یعنی جب تک حق پوش لوگ موجود رہیں وہ بھی موجود ہوں ۔ پھر بیعتِ رضوان والے لوگ تو یوں بھی معیّت سے خارج ہیں وہ تو بیعت کرنے والے ہیں بیعت لینے میں تو ساتھی نہیں ہیں۔ البتہ یداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ساتھی ہیں (۱۰ / ۴۸) چوتھی بات یہ ہے کہ وہ بتدریج مضبوط ہوں گے اور جب پوری قوت و کمال کو پہنچیں گے تو پورے دین کو نافذ و برسرکار لائیں گے (دیکھو تشریح نمبر ۱) اور آیت (۲۸۔۲۹ / ۴۸) اور اسی سلسلے میں اس کاشت کا تذکرہ کیا گیاہے لہٰذا رسوؐل کے مستقل ساتھیوں کے ہاتھوں دین کا غلبہ ہو گا۔

مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ
کہ ساتھ اُس کے ہیں سخت ہیں اُوپر کُفّار کے رحمدل ہیں درمیان اپنے دیکھتا ہے تو اُن کو
رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ۡ
رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضا مندی اُس کی
سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ
نشانی اُن کی بیچ مونہوں اُن کے کے ہے اثر سجدے کے سے یہ ہے صفت اُن کی
فِي التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛۚ كَزَرْعٍ معانقة ۱۵
بیچ تورات کے اور صفت اُن کی بیچ انجیل کے جیسے کھیتی

ہر حال میں ہروقت رسولؐ کے ساتھی ہیں وہ حق چھپانے والوں پر بہت سخت گزرتے ہیں ۔ آپس میں رحیم ہیں تم ان کو رکوع اور سجدوں میں ہمیشہ مصروف دیکھتے ہو وہ ہروقت اللہ سے بزرگی کے طالب رہتے ہیں اور اس کی رضوان حاصل کرتے ہیں۔ ان کی سحربار شناخت سجدوں کے آثار سے ان کے چہروں پر هویدا ہے۔ ان کی مثالیں تفصیل کے ساتھ تورات میں بھی موجود ہیں۔ اور ان کی تفصیلی مثالیں انجیل میں بھی لکھی ہوئی ہیں جیسے کھیتی

(۷) آیت (۲۹ / ۴۸) کے ترجمہ پر اور بیعتِ رضوان والے تمام لوگوں کو حقیقی مومن نہ ماننے پر علامہ کو پھر اعتراض ہے۔

اگر کسی طرح علامہ نے ہماری تفہیم و تشریحات و ترجمہ پڑھ لیا ہوتا تو وہ یا تو یہ چار ہزار ایک سو ننانے صفحات کالے نہ کرتے یا ان میں کافی ردو بدل کرتے بہرحال ہماری آیتِ رضوان اور بیعتِ رضوان والوں پر گفتگو پڑھنے اور سننے والوں کو ذرہ برابر شک و شبہ نہیں ہے ۔ بہرحال علامہ نے یہ کہا ہے کہ :

علامہ کا اعتراض کہ لفظ مِنْہُم کا ترجمہ جانبدارانہ ہونا ضروری ہے ورنہ صحابہ کی توہین ہے ۔

"ایک گروہ اس آیت (۲۹ / ۴۸) میں مِنْہُم کی مِنّ کو تبعیض کے معنی میں لیتا ہے اور آیت کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ: "ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے "۱۔ اس طرح یہ لوگ صحابہ پر طعن کا راستہ نکالتے ہیں ۔۲۔اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اس آیت کی رو سے صحابہ میں سے بہت سے لوگ مومن و صالح نہ تھے ۔۳۔ لیکن یہ تفسیر اسی سورہ کی آیات ۴۔۵۔۱۸ اور ۲۶ کے خلاف پڑتی ہے ۔ ۴۔اور خود اس آیت (۲۹ / ۴۸) کے ابتدائی فقروں سے بھی مطابقت نہیں رکھتی ۔۵۔ آیت ۴۔۵ میں اللہ نے ان تمام صحابہ کے دلوں میں سکنیت نازل کئے جانے اور ان کے ایمان میں اضافہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے جو حدیبیہ میں حضورؐ کے ساتھ تھے ۔ ۶۔اور بلااستثناء ان سب کو جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی ہے ۔ ۷۔ آیت ۱۸ میں اللہ تعالیٰ نے ان سب لوگوں کے حق میں اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے جنہوں نے درخت کے نیچے حضورؐ سے بیعت کی تھی ۔ اور اس میں بھی کوئی استثناء نہیں ہے ۔ ۸۔ آیت ۲۶ میں بھی حضورؐ کے تمام ساتھیوں کے لئے مومنین کا لفظ استعمال کیا ہے ان کے اوپر اپنی سکنیت نازل کرنے کی خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ لوگ کلمہ تقویٰ کی پابندی کے زیادہ حقدار اور اس کے اہل ہیں ۔ یہاں بھی یہ نہیں فرمایا کہ ان میں سے جو مومن ہیں صرف ان ہی کے حق میں یہ خبر دی جا رہی ہے؟ ۹۔ پھر خود اس آیت (۲۹ / ۴۸) کے بھی ابتدائی فقروں میں جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ ان سب لوگوں کے لئے ہے جو محمدؐ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ الفاظ یہ ہیں کہ جو لوگ بھی آپ کے ساتھ ہیں وہ ایسے ہیں اور ایسے ہیں ۔۱۰۔ اس کے بعد یکایک آخری فقرے پر پہنچ کر یہ ارشاد فرمانے کا آخر کیا موقع ہو سکتا تھا کہ ان میں سے کچھ لوگ مومن و صالح تھے اور کچھ نہ تھے ؟ اس لئے یہاں مِنّ کو تبعیض کے معنی میں لینا نظم کلام کے خلاف ہے دراصل یہاں مِنّ بیان کے لئے ہے "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۶۵)
یہ ہے علامہ کا وہ نوحہ جو انہوں نے اللہ کے واضح بیان کے خلاف رو رو کر سنایا ہے ۔

علامہ بتوں کے وسیلے سے قریشی بتوں کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔ اور نوحہ ختم کرتے ہی قرآن کی ایک آیت دلیل میں

اُگنے میں پہلے سوئی کی طرح نکیلی کونپل نکالے پھر اسے مضبوطی فراہم کرے پھر وہ حادثات برداشت کرنے والی بن کر اپنی جڑوں پر مساویانہ استوار ہو جاتی ہے اور کاشتکاروں کو یعنی رسولؐ اور اس کے ساتھیوں کو برسرکار لانے والوں کو مسرت ہو اور حق پر پردہ ڈالنے والوں کو غیظ و غضب میں مبتلا رکھے حدیبیہ میں موجود لوگوں میں سے جو لوگ مومن ہیں اور جنہوں نے اعمال صالحہ کئے ہیں ان بیعت کرنے والوں سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں تحفظ اور ایک عظیم الشان اجر دے گا۔

اَخْرَجَ	شَطْــَٔهٗ	فَاٰزَرَهٗ	فَاسْتَغْلَظَ	فَاسْتَوٰى

نکالے سُوئی اپنی پس قوی کرے اُس کو پس موٹی ہو جاویں پس کھڑی ہو جاویں

عَلٰى	سُوْقِهٖ	يُعْجِبُ	الزُّرَّاعَ	لِيَغِيْظَ

اوپر جڑ اپنی کے خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والوں کو تو کہ غصے میں لاوے اللہ

بِهِمُ	الْكُفَّارَ ؕ	وَعَدَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ

بسبب اُن مسلمانوں کے کافروں کو وعدہ کیا ہے اللہ نے اُن لوگوں کو کہ

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع ۱۲

ایمان لائے اور کام کئے اچھے اُن میں سے بخشش اور ثواب بڑا

پیش کرکے اپنے قریشی راہنماؤں کو بچانا چاہتے ہیں ارشاد ہے کہ "جس طرح آیت فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ ﴿۳۰﴾ الحج ۔ (بتوں کی گندگی سے بچو) میں مِنْ تبعیض کے لئے نہیں بلکہ لازماً بیانیہ کے لئے ہے ورنہ آیت کے معنی یہ ہو جائیں گے کہ "بتوں میں سے جو ناپاک ہیں ان سے پرہیز کرو" اور اس سے نتیجہ یہ نکلے گا کہ کچھ بت پاک بھی قرار پائیں گے" جن کی پرستش سے پرہیز لازم نہ ہوگا "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۶۵)

سورۃ الفتح میں علامہ کی قومی جانبداری کا آخری و حتمی جواب: قارئین علامہ کے اس آخری جملے میں دی ہوئی دلیل کو سب سے پہلے سامنے رکھ لیں ۔افسوس یہ ہے کہ علامہ اپنے اعتراضات و جوابات اور دلائل میں بد دیانتی اور فریب کو ضرور شامل رکھتے ہیں ۔ ذرا غور فرمائیں کہ یہ آیت (حج ۳۰ / ۲۲) واضح الفاظ میں بتوں کی ناپاکی یا گندگی سے اجتناب کا حکم دیتی ہے ۔ اور علامہ نے اس کا ترجمہ بالکل صحیح کیا ہے ۔لیکن جان بوجھ کر آیت میں آئے ہوئے لفظ مِنَ کا ترجمہ چھوڑ دیا چونکہ ان کے بتوں کی حفاظت اسی لفظ مِنَ کو چھوڑنے سے ہو سکتی ہے ۔ اور مِنَ کے ترجمہ کو شامل کرکے اپنے خیال میں بہت خوفناک نتیجہ یہ نکالا ہے کہ مِنَ کی وجہ سے بعض بت ناپاک نہیں ہوں گے اور جب ناپاک نہیں تو ان کی ناپاکی سے دامن یا ہاتھ پیر بچانے کی ضرورت بھی نہیں ہے اور یہ صحیح اور قرآن کے الفاظ کے مطابق نتیجہ ہے ۔ ظاہر ہے کہ دھاتوں کے یا مٹی ، پتھر ربڑ یا پلاسٹک کے بنے ہوئے بت ناپاک نہیں ہوتے ان کو ہاتھ یا کپڑا لگ جانے سے ہاتھ یا کپڑا ناپاک نہیں ہو جاتا چنانچہ آج علامہ کے اپنے گھر میں طرح طرح کی چھوٹی بڑی گڑیاں موجود ہیں ۔ لہٰذا بت وہی ناپاک ہوں گے جو یا تو کسی ناپاک چیز سے نہلائے گئے ہوں یا تقسیم کرنے کے لئے یا سفر میں کھانے اور پوجا پاٹ دونوں مقاصد حاصل کرنے کے لئے حلوے یا مٹھائی کے بنائے جاتے تھے ۔ یا بنائے جائیں اور بنانے والا خود ناپاک و نجس ہو،ورنہ وہ بھی ناپاک نہ ہوں گے ۔مگر علامہ نے فریب یہ دیا ہے کہ اجتناب کا مطلب عبادت لے لیا ہے یعنی بتوں کی گندگی سے بچنے کے معنی بتوں کی عبادت سے بچنا کرلئے اور لوگوں کو خوفزدہ کرکے یہ منوانا چاہا کہ لفظ مِن کے معنی شامل کرنے سے بتوں کی عبادت جائز ہو جائے گی۔ علامہ جی این کار از تو آید و فجار چنیں کنند ؟ علاوہ ازیں یہ بھی ایک قدیم سے چلتے چلے آنے والا فریب ہے کہ لفظ اوثان کے معنی بت ہوتے چلے آئے حالانکہ اس کے معنی سرمایہ داری و اجارہ داری کے ہیں ۔ چونکہ قرآن کی اشاعت، تراجم، تفہیم و تفسیر کا انتظام و اہتمام ہمیشہ سے حکومتوں یا سرمایہ داروں کی اجارہ داری رہی ہے اور علامہ ٹائپ مترجم ومفسر پیسے لینے کی وجہ سے سرمایہ داروں کے تحفظ میں لگے رہے اس لئے سوچئے کہ اس لفظ اوثان کے اور دیگر ہزاروں کلیدی الفاظ کے ترجمہ میں سرمایہ داری و اجارہ داری یا سرمایہ داروں و اجارہ داروں کے خلاف ترجمہ و تفسیر و تفہیم کیسے ہو سکتی تھی۔ علما کی گزر اوقات و معاش و عزت اور اقبال سرمایہ داروں یا حکومتوں کے ہاتھ میں رہا یہ حرام کھاتے اور حرام کاریاں کرتے رہے اور ہر زمانہ میں قرآن کے مقاصد کا ستیاناس کرتے چلے آئے اور یہی شکایت رسولؐ نے اللہ سے کی تھی اور کریں گے

(فرقان ۳۰ / ۲۵) دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہم علامہ کی خوشی کے لئے ان کا مطلوبہ مفہوم اختیار بھی کر لیں یعنی "بتوں کی گندگی سے بچو" کے معنی "بتوں کی عبادت سے بچو" کرلیں تو بھی علامہ کا مقصد حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ جس چیز سے صرف "اجتناب" کا حکم دیا گیا ہے اس میں کبھی کبھی ملوث ہو جانا اللہ نے معاف کیا ہے ۔چنانچہ آئیے اور آیت میں لفظ اجتناب بھی دیکھئے ،علامہ کا ترجمہ بھی پڑھئے اور ہماری تصدیق کرتے ہوئے علامہ کی ناکامی دیکھئے اللہ نے فرمایا کہ:

ٱلَّذِينَ يَجۡتَنِبُونَ كَبَٰٓئِرَ ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡفَوَٰحِشَ إِلَّا ٱللَّمَمَۚ إِنَّ رَبَّكَ وَٰسِعُ ٱلۡمَغۡفِرَةِۚ ﴿۳۲﴾ (النجم: ۳۲ / ۵۳)

علامہ کا ترجمہ: "جو بڑے بڑے گناہوں اور کھلے کھلے قبیح افعال سے پرہیز کرتے ہیں ، اِلّا یہ کہ کچھ قصور ان سے سرزد ہوجائے، بلا شبہ تیرے رب کا دامن مغفرت بہت وسیع ہے "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۱۱۔۲۱۳)

علامہ کی تشریح: "اصل الفاظ ہیں إِلَّا ٱللَّمَمَ عربی زبان میں لَمَم کا لفظ کسی چیز کی تھوڑی سی مقدار یا اس کے خفیف سے اثر یا اس کے محض قرب یا اس کے ذرا سی دیر رہنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۱۱)

تفسیروں اور صحابہ کے اقوال: "ان استعمالات کی بنا پر اہل تفسیر میں سے بعض نے لَمَم سے مراد چھوٹے گناہ لئے ہیں۔ بعض نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ آدمی عملاً کسی بڑے گناہ کے قریب تک پہنچ جائے مگر اس کا ارتکاب نہ کرے۔۔ ابن عباسؓ کا دوسرا قول یہ ہے اور یہی حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص، مجاہدؒ، حسن بصری اور ابوصالح کا قول بھی ہے کہ اس سے مراد آدمی کا کسی بڑے گناہ یا کسی فحش فعل میں کچھ دیر کے لئے یا احیاناً مبتلا ہو جانا اور پھر اسے چھوڑ دینا ہے "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۱۲)

ثابت ہوا کہ اگر (معاذ اللہ) آیت(۳۰ / ۲۲) میں بتوں کی عبادت سے اجتناب مراد ہے تو کبھی کبھی ذرا ورا سی دیر کے لئے بتوں کی عبادت و تعظیم و تکریم کرلینا بھی قابل معافی ہے ۔ حالانکہ غیر خدا کی عبادت ہر حال میں اور ہر مقدار میں حرام اور گناہ کبیرہ ہی نہیں بلکہ دین سے خارج کرنے کا جرم ہے ۔ لہٰذا علامہ کا یہ چکر نہیں چلتا کہ لفظ مِن یہاں (۳۰ / ۲۲) میں اور وہاں (۲۹ / ۴۸) میں تبعیض کے لئے نہیں بلکہ بیان کے لئے ہے اور چونکہ یہ تبعیض و عام و خاص وغیرہ بکواس خود علامہ اینڈ کمپنی نے گھڑی ہے اور قرآن کے حقیقی مفاہیم کو اپنی مصلحتوں پر ڈھالنے کے لئے گھڑی ہے اس لئے ہمارے واسطے سند نہیں بنتی ہم تو جو اللہ نے فرمایا اس کا صحیح ترجمہ ومفہوم سامنے رکھ دینے کے ذمہ دار ہیں یہ اللہ کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ الفاظ کو کس ترتیب سے رکھے اور کون سا لفظ کہے یا نہ کہے ۔ ہم کسی لفظ کے ہٹانے یا بدلنے کو حرام سمجھتے ہیں ۔

علامہ کے آخری اعتراضات بھی غلط اور فریب کارانہ ہیں ۔ اب آیئے علامہ کے آخری لمبے چوڑے اور آیات کا نمبر دے کر قائم ہونے والے اعتراضات کی طرف چنانچہ علامہ ان تمام لوگوں پر اعتراض کرتے ہیں جنہوں نے آیت (۲۹ / ۴۸) میں لفظ مِنۡهُم کے مِن کو تبعیض کے معنی میں لیا ہے ۔ لہٰذا پہلے تو ان مترجمین کو دیکھ لیں جنہوں نے علامہ کی طرح جانبداری سے دامن بچایا ہے ۔

اردو کے قدیم بزرگوں نے وہی ترجمہ کیا تھا جو ہم نے کیا ہے مگر ماڈرن علامہ نے خلاف ورزی کی ہے ۔

ہندوستان میں آج سے اڑھائی سو سال پہلے علامہ احمد معروف بہ شاہ ولی اللہ نے سب سے پہلا ترجمہ فارسی زبان میں کیا تھا ان کا ترجمہ دیکھیں:

ولی اللہ (۱) "وعدہ دادہ است خدا آناں راکہ ایمان آوردہ اندو کارہائے شائیستہ کردند ازیں اُمت آمرزش ومزدبزرگ (ترجمہ صفحہ ۶۸۲)

عبدالقادر (۲) "وعدہ دیا ہے اللہ نے ان میں سے جو یقین لائے ہیں اور کئے ہیں بھلے کام معافی کا اور بڑے نیگ کا(فتح ۲۹ /۴۸) ترجمہ صفحہ ۶۸۲)

نوٹ یہ دونوں ترجمے اوپر نیچے ساتھ ساتھ شائع ہوئے اور موجود ہیں ۔

نوٹ ۳۔ رفیع الدین کا ترجمہ ہمارے ساتھ متفق ہے ۔یہ تینوں باپ بیٹے اہل سنت میں جو مقام رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ اب تک ان کا جواب پیدا نہیں ہوا ہے ۔

شاہ محمد احمد رضاخان(۴) "وعدہ کیا ان سے جواُن میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا "(ترجمہ صفحہ ۶۶۷)

قادیانی ترجمہ علامہ صاحب کا طرفدار ہے ہمارا نہیں ۔ "اللہ نے مومنوں اور ایمان کے مطابق عمل کرنے والوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کو مغفرت اور بڑا اجر ملے گا" (۲۹ / ۴۸) (ترجمہ مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ دوم صفحہ ۶۸۲)

اب یہ دیکھنا ہے کہ علامہ یہ چاہتے ہیں کہ خواہ ان کی پیش کردہ آیات (٢٩،٢٦، ١٨ ، ٥ ، ٤ / ٤٨) میں کوئی ایسا لفظ ہو یا نہ ہو جس کے معنی "تمام بیعت کرنے والے" کئے جا سکیں پھر بھی ہر جگہ مترجم کو اپنے ترجمہ میں یہ ماننا اور لکھنا چاہئے کہ جو کچھ بھی ان پیش کردہ پانچ آیات میں اچھی باتیں کہی گئی ہیں ۔ وہ سارے بیعت کرنے والوں (١٤٠٠) کے لئے کہی گئی ہیں ۔یعنی علامہ اپنے تحکمانہ رعب و داب سے ہر کسی کو دبا کر رکھنا چاہتے ہیں اور ہم اس دھمکی کو قبول نہیں کرتے ۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ مذکورہ آیات ہی میں نہیں بلکہ پوری سورۃ الفتح میں حقیقی مومنین کی باتیں ہی ہوئی ہیں انہیں جنت کی بشارت بھی دی گئی ہے ۔لیکن یہ ماننے کے لئے کہ ہر جگہ تمام بیعت کرنے والوں کے مجموعہ کا ذکر ہے ہمیں آیات میں ایسے الفاظ درکار ہیں جن کے معنی ۔سب (كُلُّهُمْ) تمام کے تمام (كُلُّهُمْ اجمعین) بلکہ ہمیں تو یہ جملہ درکار ہے سب بیعت کرنے والے (كُلّ مَنْ بَايَع) اور ایسا کہیں نہیں اور اسپر طرہ یہ ہے کہ پوری سورہ کی آخری آیت میں لفظ مِنْهُمْ (ان میں سے جو ایماندار تھے اور جنہوں نے اعمال صالحہ کئے تھے وہ لوگ مراد ہیں) کہہ کر یہ فیصلہ کردیا کہ یہاں تک جن لوگوں کا ذکر ہوا ہے ان سب کو مراد نہ لینا بلکہ ان میں سے جس جس نے تین مرتبہ حکم نہ مانا ہو ۔جس نے نبوت میں ڈبل شک کیا ہو ان سب کو الگ الگ کرکے اس وعدہ کا اطلاق کرنا ۔پھر علامہ کا یہ کہنا کہ مِن کو تبعیض کے معنی میں لے کر ایک گروہ نے صحابہ پر طعن و طنز کی راہ نکالی ہے ۔اس لئے شیطانی وحی کا حکم ہے کہ ہم نے ان لوگوں کے ترجمے پیش کردیئے ہیں جو عاشقانِ ثلاثہ اور صحابہ کہلاتے ہیں ۔ خصوصاً جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جنہوں نے حضرت عمر اور دیگر خلفاء کی طرف داری میں دین و دیانت و عقل کو ان پر قربان کردیا ہے ۔کیا انہیں بھی علامہ منافق خیال کرتے ہیں ؟ اور کیا علامہ علم و فضل میں ان سے بڑھ کر ہیں؟ وہ تو علما میں حکیم الامت کہلاتے ہیں علامہ کو تو کسی نے مریض الامت بھی نہیں کہا ۔

علامہ کی پیش کردہ آیات (٢٩، ٢٦، ١٨، ٥، ٤ / ٤٨) پر نظر ثانی اور علامہ کی اپیل پر غوروخوض

یہ صحیح ہے کہ آیات (٥-٤ / ٤٨) میں خالص مومنین کا ذکر ہوا ہے لیکن یہ کس قرآنی دلیل سے مانا جائے کہ (اوّل) یہ تمام بیعت کرنے والوں کی صفات بیان ہورہی ہیں اور (دوم) یہ کہ یہ تمام بیعت کرنے والوں میں سے پسندیدہ مومنین کی بات نہیں ہے ؟ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ یہاں بیعت والوں ہی کی بات ہے تو اگلی آیت میں مذکور لوگوں کو کہاں لے جائیں اور کیوں الگ کرلیں جن کی شان میں فرمایا ہے ۔

علامہ کا ترجمہ: "اور ان منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا (عذاب) دے جو اللہ کے متعلق برے گمان (عقائد) رکھتے ہیں ۔ برائی کے پھیر میں وہ خود ہی آ گئے ۔ اللہ کا غضب ان پر ہوا اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لئے جہنم مہیا کردی جو بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے (٦ / ٤٨)۔ (تفہیم القرآن جلد ٥ صفحہ ٤٧)

یہاں کوئی وجہ ایسی نہیں ہے جس کی بنا پر ہم آیات نمبر ٤ و نمبر ٥ میں تمام بیعت کرنے والوں کو داخل سمجھیں اور آیت نمبر ٦ میں مذکور لوگوں کو بیعت کرنے والوں میں شمار نہ کریں ؟ بلکہ ان کو بیعت کرنے والوں میں شامل رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ اللہ و رسولؐ سے بد گمانی و بدظنی رکھنے والے لوگ وہی تو تھے جنہوں نے صلح حدیبیہ کو سخت ناپسند کیا اللہ و رسولؐ کے مختار عمل میں اپنی ذلت محسوس کی اللہ کے دکھائے ہوئے اور نبیؐ کے سنائے ہوئے خواب پر خوب اعتراضات کئے اور شان رسالت میں گستاخیاں اور توہین والا سلوک کیا اور تین مرتبہ حکم ملنے پر بھی کوئی تعمیل حکم کے لئے نہ ہلا۔ یقیناً ایسے ہی لوگ لعنتی و جہنمی ہوتے ہیں ۔ لہٰذا بات بقول علامہ یہ ہوئی کہ آیات ٤، ٥ میں بیعتِ کرنے والے مومنین کا ذکر ہوا اور آیت ٦ میں بیعت کرنے والے منافقین و مشرکین کا تذکرہ ہوا اور یوں علامہ کی ساری بحث پٹ کررہ گئی ہے اور وہ اس لئے بھی پٹ گئی کہ علامہ نے اپنی آیات کی فہرست میں بیعت رضوان کے متعلق اوّلین آیت (١٠ / ٤٨) کو چھپا لیا جس میں بیعت کو توڑ دینے والوں او ربرقرار رکھنے والوں کا تذکرہ ہوا تھا اور وہاں بھی آیت نمبر ٦ میں مذکور منافق و مشرک مردوں عورتوں کو مدنظر رکھا گیا تھا۔ اور بیعت توڑنے والا گروہ یقیناً آیت (٦ / ٤٨) میں ہی مذکور ہے اور اس آیت کو سلسلے سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا قرآن سے ثابت ہے کہ بیعت کرنے والوں میں دوقسم کے مسلمان موجود تھے ۔

سکینہ کی مختلف صورتیں ہیں ہرصورت بہرحال اللہ و رسولؐ کے مقاصد میں مددگارہوتی ہے ۔ علامہ حضور سکینہ

کے نزول کو ہر حال میں کوئی بزرگی کی چیز سمجھا نا چاہتے ہیں ۔ حالانکہ علامہ کی اپنی کمپنی کے لوگوں نے یہ اصول تسلیم کیا ہے کہ "سکینہ وہ اطمینان وچین و قرار اورسکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کے قلب میں اس وقت نازل کرتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہوجاتا ہے پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گزرے وہ اس سے گھبراتا نہیں" (لغات القرآن محمد عبدالرشید نعمانی جلد ۳صفحہ ۲۲۲)

تکلف برطرف مجھ کوملے اذنِ غزل خوانی ؟ قارئین کرام ذرا دیر کے لئے اندھی عقیدت کو چھوڑ کر عقلمند انسان بن جائیں اور سوچیں کہ سکینہ کے نزول کی عام فطری حالت میں کوئی ضرورت نہیں۔ ضرورت ان لوگوں کے لئے پڑتی ہے جو خوف و ہراس و خطرات میں اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں اور جتنی طاقت و قوت و ہمت موجود ہوتی ہے اس سے بھی کام لینے کے قابل نہیں رہتے ۔ اب اگر اللہ چاہے کہ ایسے لوگوں کو میدان سے بھاگ جانے سے یا گھبرا کرہائے واویلا کرنے سے یا راز و رموزِ خداوندی ظاہر کرنے سے جبراً روک دیا جائے توسکینہ گویا وہ گولی ہوتا ہے جو، اسپرو یا کوڈو پائیرین کی طرح جسم کے اندر جا کر ایک غیر فطری سہارا بن جاتا ہے چنانچہ ایسا سکینہ ابو بکرپر غار میں نازل کیا گیا تھا کہ اس وقت ہلا گلا اور ہائے واویلا اللہ و رسوؐل کے لئے مفید نہ تھا (توبہ ۴۰ / ۹) ابو بکر کے لئے بھی وہ مفید ہوا ہو گا اس لئے کہ اگر واقعی کسی جاہل سانپ نے کاٹ لیا تھا اور رسوؐل نے یہ پسند نہ کیا کہ اپنا لعاب دہن لگا کر تکلیف کو سچ مچ دور کر دیں تو اللہ کی ارسال کردہ گولی سے درد کا احساس تو ختم ہو ہی گیا ہو گا ۔ اور چین سے نیند آ گئی ہو گی ۔ بہرحال رسوؐل کو اس وقت سکینہ کی ضرورت نہ تھی وہ اللہ کی ذات پر مطمئن تھے ۔ چنانچہ ماننا پڑے گا کہ جب اللہ کو اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ کسی شخص کی غیر مفید نقل و حرکت یا تصورات کو روک دے یا کسی خاص قسم کی قوت و ارادہ و ہمت عطا کردے ۔ یہ سب قہری طور پر ہوتا ہے۔ لہٰذا سکینہ کے نزول کو ہرحال میں کسی بزرگی کی دلیل سمجھنا غلط اور محض عقیدت مندی ہے ۔ چنانچہ علامہ کی پیش کردہ آیت (۱۸ / ۴۸) میں سکینہ کے نزول کا سبب یہ بتایا ہے کہ جن پر سکینہ نازل کیا گیا ان کے دلوں میں کچھ ایسا سامان تھا جس کو برسرِعمل آنے سے روکنے کے لئے سکینہ نازل کرنا یا بریک لگانا ضروری تھا ۔ اور یہ یقیناً بُرے بیعت کرنے والے تھے جن کو جبراً غلط عمل درآمد سے باز رکھنے کے لئے سکینہ کا فالج گرانا لازم ہوا کچھ اسی طرح کا عمل درآمد مکہ والوں کے ساتھ بھی کیا گیا تھا کہ ان کے ہاتھ تلوار اٹھانے اور دل و دماغ جنگی اسکیم بنانے سے مفلوج ہو کررہ گئے تھے اور ادھر مومنین میں سے جو لوگ رسوؐل کی مرضی کے خلاف اسلحہ کا ذخیرہ رکھتے اور جنگ چھیڑنے کی اسکیم بنا کر آئے تھے ان پر بھی اسی قسم کا سکون و فالج گرا دیا تھا دیکھو آیت (۲۴-۲۰ / ۴۸)

رہ گئی علامہ کی پیش کردہ آیت (۲۶ / ۴۸) اور اس میں تمام بیعت کرنے والوں کو مومن کہنا، یہ کوئی فضیلت نہیں وہ واقعی مومن تھے ہم قریش کو منکر اسلام نہ مانتے ہیں نہ کہتے ہیں مگر ان کا ایمان مجتہدانہ تھا جیسا کہ سورۂ نساء (۱۳۶ / ۴) میں ایسے لوگوں کو مومنین کہا گیا ہے جن کو محمدؐ پر قرآن پر اور توریت پر حقیقی ایمان لانے کا حکم دیا ہے (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۴۰۶حاشیہ ۱۶۶) اس آیت میں جنگ سے جبراً روکنے کے لئے سکینہ نازل کیا گیا اور جنگ سے قہراً و جبراً باز رکھنے کے لئے لفظ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ ٱلتَّقْوَىٰ لایا گیا ہے ۔ اور یہی وہ لوگ تھے جن کو باز رکھنا اشد ضروری تھا اور اس لئے یہی حقدار اور اس کے اہل تھے کہ ان پر سکینہ کا دورہ پڑے ۔علامہ یہ جانتے ہیں کہ أَلْزَمْنَٰهُ جبر کے لئے استعمال ہوا ہے (بنی اسرائیل ۱۳ / ۱۷) جس میں انسان کے لئے اختیار و قدرت نہیں رہتی (دیکھو تفہیم القرآن جلد اول ۲صفحہ ۶۰۴)
اس لئے کہ لازم قرار دی ہوئی چیز بقول علامہ ہی نوشتہ تقدیر ہوتا ہے جو گردن میں لٹکا رہتا ہے ۔(تفہیم القرآن جلد ۴صفحہ ۲۵۲ بابت آیت (یٰسٓین۱۹ / ۳۶)

سورۂ فتح کی آخری آیت علامہ کے سائز سے بہت اونچی ہے بہرحال وہ اس پر ہاتھ ڈالنے میں غلطی کر گئے ۔

علامہ نے آیت (۲۹ / ۴۸) کے متعلق یہ لکھا ہے کہ :" پھر خود اس آیت کے بھی ابتدائی فقروں میں جو تعریف بیان کی گئی ہے ۔ وہ ان سب لوگوں کے لئے ہے جو محمدؐ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ۔ الفاظ یہ ہیں کہ :

"جو لوگ بھی آپؐ کے ساتھ ہیں وہ ایسے اور ایسے ہیں "(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۶۵)
علامہ نے اس آیت (۲۹ / ۴۸) کا جو ترجمہ کیا ہے اسکے الفاظ یہ نہیں ہیں۔ جن کا دعویٰ علامہ نے اس آخری سطر میں کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں۔
"محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور "جو لوگ ان کے ساتھ ہیں "وہ ..."(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۶۵)
سوال یہ ہے کہ علامہ نے اپنے ترجمہ میں کیوں نہ لفظ "بھی "بڑھا دیا تاکہ سارے لوگ رسولؐ کے ساتھیوں میں شمار ہو سکتے ؟ لہٰذا علامہ نے غلط لکھا کہ: الفاظ یہ ہیں "جو لوگ بھی آپؐ کے ساتھ ہیں "بلکہ الفاظ یہ ہیں "جو لوگ ان کے ساتھ ہیں " قارئین یقین کر لیں کہ علامہ شروع سے لے کر آخر تک زبردستی تمام بیعت کرنے والوں کو اللہ کی خوشنودی کا پروانہ دلانے میں کوشاں مگر ناکام رہے۔

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ

سُوْرَةُ الْحُجُرَاتِ مَدَنِيَّةٌ وَّ هِيَ ثَمَانَ عَشَرَةَ اٰيَةً وَّ فِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھارہ (۱۸) آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے | شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت آگے بڑھو آگے خدا کے اور رسولؐ اس کے کے

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا

اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ سننے والا جاننے والا ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت

تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ

بلند کرو آوازوں اپنی کو اوپر آواز نبیؐ کے اور مت آواز بلند کرو اوپر اس کے

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ

بیچ بولی کے جیسا بلند کرتے ہیں بعضے تمہارے واسطے بعض ایسا نہ ہو کہ کھوئے جائیں

اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ

عمل تمہارے اور تم نہ سمجھتے ہو تحقیق جو لوگ کہ پست کرتے ہیں آواز اپنی کو

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ

نزدیک رسولؐ خدا کے یہ لوگ ہیں وہ جو آزمایا ہے اللہ نے دلوں ان کے کو

(۱) اے ایمان لائے ہوئے لوگو تم اللہ اور اس کے رسولؐ سے کسی بھی معاملہ میں آگے قدم نہ بڑھایا کرو یعنی رسولؐ کے پیچھے پیچھے اور ان کے نقش قدم پر چلا کرو اور اللہ کے حضور میں ایسے عمل سے پرہیز کرو بلاشک و شبہ اللہ تمہاری باتوں کو سنتا اور تمہارے کردار کا علم رکھتا ہے۔ (۲) اے دعویداران ایمان تم اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ہی اس کے سامنے کسی کے ساتھ یا ان کے ساتھ زبان درازی کیا کرو جیسا کہ تم لوگ آپس میں زبان درازیاں کرتے رہتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے تمام اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں اعمال کے ضائع ہونے کا شعور تک بھی نہ ہو نے پائے۔ (۳) یہ ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ رسولؐ اللہ کے حضور میں اپنی آوازوں کو دبا کر دھیما رکھتے ہیں وہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے امتحان میں کامیاب قرار دیا ہے

لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ③ اِنَّ الَّذِيْنَ

واسطے پرہیزگاری کے واسطے ان کے بخشش ہے اور ثواب بڑا تحقیق جو لوگ کہ

يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④

پکارتے ہیں تجھ کو پرے چاردیواروں گھروں کے سے بہت ان کے نہیں سمجھتے

اور پرہیزگاری و ذمہ دارانہ زندگی کی سند دی ہے اُن ہی لوگوں کے لئے ہے تحفظ اور عظیم الشان اجر ۔ (۴) یقیناً وہ تمام مومنین جو تمہیں تمہارے حجروں کے باہر ہی سے پکارتے رہتے ہیں ان کی اکثریت عقل سے کام نہیں لیتی ہے ۔

تشریحات سورۂ الحجرات:

ا۔عہد رسولؐ کے مسلمانوں کا کیریکٹر رسولؐ کے ساتھ اور آپس میں کیسا تھا؟

اس سورۂ مبارکہ میں صرف مسلمانوں کا تذکرہ ہے کہیں بھی منافقین یا کافروں کا لفظ تک نہیں آیا ہے ۔ لہٰذا کہیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مسلمانوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ برے لوگ تو منافق تھے ۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ اس سورہ میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ ان مسلمان صحابہ کی شان میں ہے جو بیعتِ رضوان کر چکے تھے ۔ جو ابتدائے تبلیغ سے نویں ہجری تک تعلیماتِ اسلام اور تبلیغاتِ رسولؐ حاصل کرتے رہے تھے اور جنہیں صلح حدیبیہ پر شک و اعتراض کرتے وقت یہ بتایا جا چکا تھا کہ: "اے عمر وہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور اللہ ان کو ہرگز ضائع نہ کرے گا ۔ اور وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے حکم سے کرتے ہیں جاؤ اور ان کی اطاعت کرو۔"
اب ان ہی مسلمانوں کو بائیس سال دین کے احکامات بتاتے رہنے کے باوجود اللہ یہ بتاتا ہے کہ:
"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسولؐ کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرو" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۷۰)

(ا۔ الف) اللہ و رسولؐ کے فیصلوں کو قریش بلا اپنے اجتہاد کے نہ مانتے تھے ۔ ہم عرض کرتے اور قرآن سے دکھاتے چلے آئے ہیں کہ قریشی مسلمانوں نے روز اوّل سے ہی اپنے یہاں اپنے قومی لیڈروں اور پیشواؤں کے اجتہاد کو اپنا حاکم بنایا تھا (نساء ٦۵ تا ٦۰ / ۴) وہ وحی اور رسولؐ کے احکام کو اتنا ہی مانتے تھے اور اسی قدر اور اسی صورت میں اختیار کرتے تھے جتنا اور جس قدر اور جس صورت میں ان کے لیڈروں کے اجتہاد سے قابل قبول و قابل عمل ہوتا تھا ۔ اور وہ برابر بائیس سال سے اللہ و رسولؐ کے احکام کے بغیر ہی جو فیصلہ چاہتے تھے صادر کرتے رہتے تھے ۔ اس سورۂ الحجرات میں انہیں منع کیا گیا ہے کہ وہ آئندہ اللہ و رسولؐ کے احکام سے آگے نہ بڑھا کریں (ا / ۴۹) یہی نہیں بلکہ اللہ نے ان تمام جنگوں اور اختلافات پر بھی قریشی لیڈروں کو متنبہ کیا ہے کہ ان کے اجتہادی احکامات کے نتیجہ میں مسلمان تباہ اور برسرِ پیکار ہو کر رہیں گے ۔

(ا ۔ب) قریش حقیقی اسلام سے کس حد تک ہٹ کر چل رہے تھے اس کو علامہ کے بیان سے سمجھیں۔

علامہ نے اس تازہ (ا / ۴۹) حکم کی تشریح میں لکھا ہے کہ :
"یہ حکم مسلمانوں کے محض انفرادی معاملات تک ہی محدود نہیں ہے ۔ بلکہ ان کے جملہ اجتماعی معاملات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے ۔ در حقیقت یہ اسلامی آئین کی بنیادی دفعہ ہے (ا / ۴۹) جس کی پابندی سے نہ مسلمانوں کی حکومت آزاد ہو سکتی ہے ، نہ ان کی عدالت اور نہ پارلیمنٹ " (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۷۰۔۷۱)
علامہ کے اس بیان سے واضح ہوجاتا ہے کہ قریشی مسلمان جس انداز کے ساتھ ۲۲ سال سے اسلام پر عمل کرتے چلے آ رہے تھے ۔ اس میں اسلام کی اس بنیادی اور اہم ترین دفعہ (ا / ۴۹) کو ہمیشہ نظر انداز رکھتے تھے ۔ اور ان کا اصول یہ تھا کہ مسلمانوں میں جتنے مجتہد ہوں گے وہ سب احکام و فتاوٰی نافذ کرنے میں مختار ہوں گے اور قرآن و حدیث رسولؐ کو سامنے رکھ کر جو حکم یا فتویٰ وہ اخذ کریں گے وہی اللہ و رسولؐ کا حکم ہو گا ۔ اور چونکہ مجتہدین ممکن الخطا ہوتے ہیں اس لئے ان کے احکام اور اور فتاویٰ میں نہ صرف غلطی کا امکان ہو گا بلکہ اختلافات بھی ہوں گے ۔ لیکن ہر مجتہد کا اجتہادی حکم اللہ و رسولؐ کا حکم ہونے کی بنا پر واجب العمل ہو گا ۔ یعنی مسلمان مجتہدوں کے پیچھے مختلف ٹولیوں اور فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور ہر فرقے کو اور ہر فرقے کے سربراہ مجتہد کو یہ حق ہو گا کہ وہ اپنے فرقہ اور مکتب فکر کی مسلمانوں میں اشاعت کرے ۔

یعنی یہ نہیں سوچتے کہ نبیؐ عام آدمی نہیں ہے (۵) اور اگر وہ تمہارے گھر سے باہر آنے کا خاموشی سے بیٹھ کر انتظار کیا کریں اور پھر بات کیا کریں تو یہ عملدرآمد ان کے لئے بہتر ہے اور اللہ ایسی صورت حال میں بخش دینے اور رحم کرنے والا ہے ۔ (۶) اے ایماندار لوگو

وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا

اور اگر وہ صبر کریں یہاں تک کہ نکلے تو طرف ان کی البتہ ہوتا بہتر

لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

واسطے ان کے اور اللہ بخشنے والا مہربان اے لوگو جو ایمان لائے ہو

ایسا کرنے میں دوسرے مجتہدین اور ان کے فرقوں سے تصادم ہو گا۔ طاقت و تلوار کا استعمال ہو گا اور یوں مسلمانوں میں سینکڑوں فرقے بن کر آپس میں دست و گریبان رہیں گے اور ایک روز تباہ ہو جائیں گے ۔ اور یہی کچھ ہوا اور ہو رہا ہے ۔ اللہ نہیں چاہتا تھا کہ قریشی مسلمانوں کے لیڈر یوں اجتہادی دین میں مبتلا ہو کر اسلام میں تفرقہ ، انتشار اور قتل عام کو اسلامی قانون ہی سے جائز کرلیں مگر ایسا کیا گیا۔ اور خود عہد رسولؐ ہی میں رسولؐ کے مقابلہ میں پیش قدمیاں ہوتی رہیں ۔ اللہ رسولؐ اور قرآن کچھ کہتا مگر قریشی مسلمان کچھ اور ہی سمجھتے اور اجتہاد سے ہر ہر حکم کو توڑ کر رسولؐ کے خلاف عقائد و اعمال کی طرح ڈالتے چلے گئے ۔

۲۔رسولؐ پر نہ پیش قدمی جائز نہ انؐ کے حضور میں بلند آوازی منظور ۔

اور خود رسولؐ اللہ کی پوزیشن کو گھسیٹ کر ایک عام آدمی یا زیادہ سے زیادہ ایک مجتہد صحابی کی سطح پر رکھا ان سے کہا گیا کہ نبیؐ کے سامنے آپس میں بھی اور نبیؐ کے ساتھ بھی بلند آوازی کے ساتھ گفتگو کرنا سخت منع ہے ۔ اور یہ کہ ایسا کرنے والوں کے بلا کسی نوٹس یا شعوری اشارے کے تمام اعمال ، نماز روزہ ،حج ، زکوٰۃ و خیرات و جہاد کا ثواب برباد ہو جاتے ہیں ۔ اور وہ طرز گفتگو قطعاً منع کر دیا جو مسلمانوں کے لئے آپس میں جائز تھا "(۲ / ۴۹)

یہاں قارئین علامہ کا اور تواریخ کا وہ بیان اور طرز گفتگو سامنے رکھیں جو صلح حدیبیہ کو ناپسند کرنے اور اپنی اور دین کی ذلت سمجھنے کے بعد عمر نے رسولؐ اللہ کے ساتھ جائز رکھا تھا۔ اور سوچیں کہ اگر یہ آیت سچ کہتی ہے تو ان کے تمام سابقہ اسلامی یا نیک اعمال ضائع ہوگئے تھے یا نہیں؟ اور نہیں تو کونسی آیت کی رو سے نہ ہوئے تھے ؟

(۲ ۔ الف) آیت (۲ / ۴۹) آنحضرتؐ نہ اُمت کے کسی فرد کے برابر تھے نہ عام آدمی تھے۔ مخصوص احترام ۔

وہ قارئین جو قریشی تاریخ کے ایسے افسانے پڑھتے رہے ہیں کہ آنحضرتؐ تھوکنا چاہتے تھے تو سینکڑوں ہاتھ اس تھوک کو حاصل کرنے کے لئے بڑھتے تھے ۔ وضو کرتے تھے تو لوگ وضو میں استعمال شدہ پانی حاصل کرنے پر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں لڑنے لگتے تھے ۔ ان قارئین کو غور کرنا چاہئے کہ کوئی ایسی آیت قرآن میں نہیں ہے جس نے صحابہ کے ایسے احترام کا ذکر کیا ہو ۔ اس کے برعکس حضورؐ کے ساتھ توہین انگیز سلوک کرنا قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کی ضرورت ہی نہ پڑتی اگر قریشی مسلمانوں نے رسولؐ کا ادب و لحاظ ملحوظ رکھا ہوتا یہ تو نازل ہی اس لئے ہوئی ہے کہ تمام متعلقین رسولؐ کا ہرگز احترام نہ کرتے تھے ۔ علامہ سے سنئے ۔

"یہ وہ ادب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھنے والوں اورآپ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کو سکھایا گیا تھا اس کا منشاء یہ تھا کہ حضورؐ کے ساتھ ملاقات اور بات چیت میں اہل ایمان آپ کا انتہائی احترام ملحوظ رکھیں کسی شخص کی آواز آپؐ سے بلند تر نہ ہو آپ سے خطاب کرتے ہوئے لوگ یہ بھول نہ جائیں کہ وہ کسی عام آدمی یا اپنے برابر والے سے نہیں بلکہ اللہ کے رسولؐ سے مخاطب ہیں ۔ اس لئے عام آدمیوں کے ساتھ گفتگو اور آپؐ کے ساتھ گفتگو میں نمایاں فرق ہونا چاہئے "(تفہیم القرآن جلد۵ صفحہ ۷۱)

قارئین نوٹ کرلیں کہ اگر عہد رسولؐ کے مسلمانوں کی کثرت حضورؐ کا ادب ملحوظ رکھتی ہوتی تو یہ آیات نازل نہ ہوتیں۔ ان کا نزول ان کے رویہ کا ثبوت ہے اور ہم قرآن کے سامنے قریشی تاریخ کو کہانیوں اور پردہ دریوں سے زیادہ وقعت نہیں دیتے ۔

اِنۡ جَآءَكُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوۡۤا اَنۡ

اگر آوے تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر پس تحقیق کرلو ایسا نہ ہو کہ

تُصِيۡبُوۡا قَوۡمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰى مَا فَعَلۡتُمۡ

ایذا پہنچاؤ تم کسی قوم کو ساتھ نادانی کے پس ہو جاؤ اوپر اس چیز کے کہ کی ہے تم نے

نٰدِمِيۡنَ ۞ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ فِيۡكُمۡ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ؕ لَوۡ يُطِيۡعُكُمۡ

پشیمان اور جانو یہ کہ بیچ تمہارے رسولؐ اللہ کا ہے اگر کہا مانا کرے تمہارا

فِىۡ كَثِيۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ وَ لٰـكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيۡكُمُ

بیچ بہت کے باتوں سے البتہ ایذا میں پڑو تم ولیکن اللہ نے پیارا کیا ہے طرف تمہاری

الۡاِيۡمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ وَ كَرَّهَ اِلَيۡكُمُ الۡكُفۡرَ

ایمان کو اور زینت دی اس کو بیچ دلوں تمہارے کے اور مکروہ کیا طرف تمہاری کفر کو

اگر تمہارے پاس کوئی باتوں کو بدلتے رہنے والا شخص کوئی خبر لے کر آیا کرے تو تم اس خبر کی تحقیق و تصدیق کئے بغیر نہ مان لیا کرو تاکہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تم بلاتحقیق مان کر کسی قوم کو جہالت سے نقصان پہنچا دو اور پھر اپنے غلط رویہ پر نادم ہوتے پھرو (۷) اور اے مومنین تمہیں تو ہر وقت یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ تمہارے اندر تمہارا حاکم اللہ کا رسولؐ موجود ہے اگر وہ تمہارے بہت سے اجتہادی مسائل کی اطاعت کرے اور دین کے احکام کو چھوڑ دے تو تمہارا دین و دنیا تباہ ہوجائے ولیکن اللہ نے تو تمہارے محبوب رکھنے کے لئے مجسم ایمان کو سامنے رکھا ہے اور اسی کو تمہارے دلوں کی زیبائش قرار دیا ہے اور حق کو چھپانا باطل پر عمل کرنا اور آیات کے معنی بدلنا اور اللہ و رسولؐ کی نافرمانی

(۲۔ب) بیعت الرضوان کرنے والے گستاخ لوگوں کے تمام اعمال بھی ضائع ہوئے اور وہ اجر عظیم ملنے والے مومنین سے خارج بھی رہے۔

قارئین نے سورۂ فتح میں ان لوگوں کو دیکھا تھا جن کو بیعتِ رضوان میں وفادار رہنے (۱۰ / ۴۸) اور صلح حدیبیہ کی شرکت کے وقت مومن و صالح ہونے (فتح ۲۹ / ۴۸) کی بنا پر دونوں جگہ اجر عظیم کا مستحق فرمایا گیا تھا۔ ان ہی مومنین کی یہ شناخت بتائی ہے کہ وہ حضورؐ کے سامنے اپنی آوازوں کو دبا کر دھیما رکھتے ہیں اور بتایا گیا کہ ان ہی لوگوں کو اجر عظیم عطا کیا جائے گا (۳ / ۴۹)

(۲۔ج) وہ لوگ نووارد و نو مسلم و ناواقف لوگ تھے جو رسولؐ کو پکار پکار کر گھر سے بلاتے تھے۔

آیات (۵۔۴ / ۴۹) میں جن لوگوں کا ذکر ہوا ہے وہ پردیسی لوگ تھے جنہیں یہ علم نہ تھا کہ رسولؐ اور رعایا میں کیا فرقِ مراتب ہوتا ہے۔ ورنہ قریش اور ان کے اسلام نما مشرک لیڈروں کے یہاں تو آج تک تعظیم و تکریم بھی شرک رہی ہے۔ مثلاً حضرت عمر ہی نے اس درخت کو کٹوا دیا تھا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی اور جس کا ذکر خود بیعتِ رضوان والی آیت (۱۸ / ۴۸) میں "تَحۡتَ الشَّجَرَةِ" آیا ہے۔ وجہ یہ بیان کی تھی کہ لوگ اس کی تعظیم کرنے لگے ہیں۔ حالانکہ صحابہ رسولؐ کی اور بیعت رضوان کی یادگار کے طور پر وہاں نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ اور وہ واقعی عمر کے تشدد اور رسالت پر شک کی کہانی سنایا کرتا تھا۔ اور تین مرتبہ رسولؐ کا حکم نہ ماننے والے صحابہ کی یادگار قائم کئے ہوئے تھا۔ اس کے کٹ جانے کے بعد عمر کی مذمت میں کمی واقع ہوتی چلی گئی۔

(۳) رسولؐ اللہ کو کثرت کے اجتماعی فیصلوں کو ماننے پر رضامند کرنے کی کوشش اور اللہ کا جواب۔

آیات (۷۔۹ / ۴۹) نے یہ فیصلہ کردیا کہ قریش کے مسلمان لیڈر کثرت کے فیصلوں کو رسولؐ کے فیصلوں سے زیادہ صحیح اور مفید خیال کرتے چلے گئے ہیں۔ ان کی ان کوششوں کا قرآن میں بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ انعام میں ساری دنیا کی کثرت کے اجتماعی فیصلوں کو بھی گمراہ کن فرمایا گیا ہے۔ یعنی اسلام میں بھی کثرت کا کوئی مقام حق کے مقابلہ میں نہیں ہے۔ علامہ کا ترجمہ سن لیں۔

"اور اے محمدؐ اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ وہ تو محض گمان پر چلتے ہیں اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔"(۱۱۶ / ۶۔ تفہیم القرآن اوّل صفحہ ۵۷۵) یہاں عربوں

وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ﴿۷﴾ فَضْلًا

اور فسق کو اور نافرمانی یہ لوگ وہ ہیں بھلائی پانے والے فضل کر

مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾ وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ

اللہ کی طرف سے اور نعمت کر اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور اگر دو جماعت

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ

مسلمانوں میں سے لڑیں آپس میں پس صلح کرو درمیان ان دونوں کے پس اگر

بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ

سرکشی کرے ایک ان میں سے اوپر دوسری کے پس لڑو ان سے جو سرکشی کرتے ہیں

حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا

یہاں تک کہ پھر آویں طرف حکم خدا کے پس اگر پھر آویں پس صلح کرو

کرتے رہنا تمہارے دلوں میں مکروہ قرار دیا اور جو ایسا کرتے ہیں وہ مومنین خیر وصلاح سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔(۸) یہ سب کچھ اللہ کے فضل و کرم کے طور پر ہوتا ہے اور اللہ اپنا فضل کرنے اور نعمت دینے میں علیم اور حکیم ہے۔(۹) اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں جنگ کرنے لگیں تو تم ان دونوں گروہوں میں صلح کرا دو اگر صلح ہوجانے کے باوجود ان میں سے کوئی ایک گروہ دوسرے پر بغاوتاً سرکشی کرے تو تم سرکشی کرنے والے گروہ سے اس وقت تک جنگ کرو کہ وہ اللہ کے حکم کو تسلیم کرنے پر رضامند ہوجائیں اگر وہ رضامند ہوجائیں تو ان دونوں گروہوں میں عدل مرحلہ وار اصلاح

اور قریش کے نظام اجتہاد کے ساتھ ساتھ تمام جمہوریت و شورائیت پسند لوگوں اور ان کے خود ساختہ مذاہب و قوانین کی بھرپور مذمت و ممانعت کردی ہے۔ لہٰذا سورۂ حجرات میں قریشی مومنین سے اسی سلسلے میں فرمایا گیا کہ رسولؐ اللہ کا خیال رکھا کرو اور اپنے مجتہدانہ تصورات اور فیصلوں کو حق نہ سمجھ لیا کرو اور رسولؐ سے یہ امید نہ کیا کرو کہ وہ تمہاری اطاعت یا رعایت کرے گا۔ اور اگر ایسا کرنے لگے تو تمہاری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو کر رہ جائیں (۷ / ۴۹)

(۳۔الف) علامہ اور پرویز اور وہ علما سنیں جو رسولؐ کو دنیاوی امور میں صحابہ سے کم علم قرار دیتے ہیں۔

اس آیت کے باوجود قریش کے جمع کردہ حدیث کے انبار میں ایک وہ روایت بھی ہے جس میں کھجوروں کے درختوں کی فصل تباہ ہوجانے کا ایک قصہ گھڑا گیا ہے جس میں یہ بتایا ہے کہ کہیں لوگ کھجور کے درختوں میں گابھا لگا رہے تھے یعنی کھجوروں کے پھولوں کے ریشے ایک دوسرے پر ڈال رہے تھے تاکہ نر و مادہ کا میل ہو جائے۔ رسولؐ اللہ نے دیکھا وجہ معلوم کی اور سن کر حکم دیا کہ ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ کھجوروں کو بہت کم پھل آیا تو لوگوں نے شکوہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بھائیو! دنیاوی امور میں تم مجھ سے زیادہ عالم ہو"۔یہاں اسی قول کے قائل سے تردید سن لیں۔ لکھاہے کہ: "ان لوگوں کو تنبیہہ فرمائی گئی کہ تم اس بات کو بھول نہ جاؤ کہ تمہارے درمیان رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں (۷ / ۴۹) جو تمہارے مصالح کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

(۳۔ب) علامہ مانتے ہیں کہ صحابہ کو اپنے اجتہادی فیصلوں سے منع کیا تھا۔ تمہارا یہ چاہنا کہ اہم معاملات میں جو رائے تمہیں مناسب نظر آتی ہو آپؐ اسی پر عمل کیا کریں سخت بے جا جسارت ہے اگر تمہارے کہنے پر عمل کیا جانے لگے تو بکثرت مواقع پر ایسی غلطیاں ہوں گی جس کا خمیازہ خود تم کو بھگتنا پڑے گا"(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۷۵) قارئین نوٹ کرلیں کہ یہاں آیت (۷ / ۴۹) میں ابوبکروعمر وغیرہ تمام مشہور لیڈر اور دانشورانِ قریش کا منہ بند کیا گیا ہے لیکن ان ہی لیڈروں کے ذاتی فیصلوں کا نام مسلمانوں میں شریعت رکھا ہوا ہے۔

(۴۔) اللہ نے ایمانِ مجسمؐ کو دلوں کی زینت بنایا اور حقیقی مومنین کے قلوب میں ان ہی کی محبت کو جگہ دی۔

اس آیۂ مبارکہ (۷ / ۴۹) میں الفاظ کی ترتیب سے علما نے یہ سمجھا کہ اللہ نے اس آیت میں اور آگے پیچھے والی آیات

بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَ اَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

درمیان ان کے ساتھ عدل کے اور انصاف کیا کرو اور تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے

الۡمُقۡسِطِيۡنَ ﴿۹﴾ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ فَاَصۡلِحُوۡا

انصاف کرنے والوں کو سوائے اس کے نہیں کہ مسلمان بھائی ہیں پس اصلاح کرو

بَيۡنَ اَخَوَيۡكُمۡ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۰﴾

درمیان دو بھائیوں اپنے کے اور ڈرو اللہ سے تو کہ تم رحم کئے جاؤ

کی صورت نافذ کردو۔یقیناً اللہ بالاقساط اور تدریجی اصلاح کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔(۱۰) حقیقی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں چنانچہ تمہیں مذکورہ حالات میں بھی یہی چاہیئے کہ اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دو اور اللہ کے سامنے اسلامی ذمہ داریاں اختیار کرو شاید یوں تم پر رحم کیا جاسکے۔

کے تمام مخاطبوں کے دلوں میں ایمان کو سجایا ہوا ہے اور تمام مخاطبین کے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا کر دی ہے۔لیکن اس مفہوم کی مکمل تردید و ابطال خوداسی آیت میں موجود ہے۔اس لئے کہ جن کے دلوں میں ایمان نہیں بلکہ مکمل ایمان (الایمان) رچا بسا ہو اور جن کو فطری طور پر اللہ کی طرف سے الایمان محبوب ہو وہ لوگ کیسے بقول علامہ یہ سخت جسارت کرسکتے ہیں کہ رسوؐل ان کے فیصلوں کی اطاعت کرے؟ اور آگے پیچھے والی آیات تو از اوّل تا آخر ان لوگوں کو مومنین کہہ کر مذمت کرتی چلی آرہی ہیں۔اور یہاں تک کہ ان پر مختلف جرائم عائد کئے ہیں۔ا۔رسوؐل کے حکم کی پرواہ کئے بغیر فیصلے کر لینا۔۲۔ توہین و زبان درازی کرنا۔۳۔ فاسق و فاجر کی افواہوں پر عمل کر لینا۔۴۔رسوؐل کی اطاعت کرنے کے بجائے اپنی اطاعت کی کوشش کرنا۔لہٰذا اس آیہ مبارکہ (۷ / ۴۹) میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے نہ کہ واقعہ،کہ حقیقی مومن جو بھی ہوگا اسے حضرت علی علیہ السلام سے محبت ہوگی اس کا دل نور محمدیؐ و علویؑ سے روشن ہوگا۔ اور تین بنیادوں سے نفرت ہوگی۔

اوّل۔ تمام فریب کاریوں اور لاقانونیت سے اور ان کے مجسم قریشی نمائندہ سے

دوم۔ تمام گناہوں اور خلاف ورزیوں اور ان کے مجسم قریشی نمائندہ سے

سوم۔حق کو پوشیدہ رکھنے اور حق کو چھپانے والے قریشی نمائندہ سے (حدیث معصومؑ)

اور مسلسل اگلی آیت میں یہ واضح کردیا ہے کہ مومنین کے دلوں میں ایمان مجسمؑ کی مذکورہ محبت اور مجسمؑ ایمان سے مومنین کے قلوب کی زینت اور کفر وفسق وعصیان سے نفرت خالص فضل خداوندی اور نعمات میں سے ہے نہ کہ ان کی اپنی کمائی اور دینداری یا کوششوں کے بدلے میں آیت کے الفاظ یہ ہیں: فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعۡمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۸﴾ (الحجرات:۸ / ۴۹)

"اور وہ سب کچھ اللہ کے علم و حکمت کی بنا پر اس کی اپنی عطا کردہ نعمت و فضل کا نتیجہ ہے"

لہٰذا ثابت ہوا کہ آیات (۸۔۷ / ۴۹) میں مخاطب تمام لوگوں کو الایمان سے محبت الایمان سے قلوب کو زینت اور کفر وفسق وعصیان سے نفرت نہیں تھی بلکہ یہ ایک اصول بیان ہوا ہے اور آیت میں مخاطب لوگوں میں بھی ایسے لوگوں کا وجود ممکن ہے جن پر اللہ نے اپنا یہ فضل و نعمت ارزاں کی ہو۔ چونکہ ایسے لوگوں کا وجود ہر حال میں دنیا میں رہنا چاہئے۔ یہاں تک کہ فراعنہ اور نماردہ کے ادوار بھی ایسے مومنین سے خالی نہ تھے۔

(۵) آیات (۱۰۔۹ / ۴۹) میں قریشی اجتہاد کا نتیجہ اور جنگ وجدل اور اس کا تدارک بیان ہوا ہے۔

قارئین ان آیات کو دیکھئے اور پھر ان اختلافات اور مسلمانوں کی آپس میں خونریزیوں اور جنگ و جدل پر ترتیب وار نظر ڈالئے جو تاریخ میں مذکور ہیں۔اور دیکھئے کہ قرآن کریم کی ان آیات نے کس طرح قریش کو خبردار کیا؟ کس طرح ان کی خفیہ پالیسیوں اور منصوبوں کو منظر عام پر رکھا اور پھر کس طرح ان جنگوں اور فتنہ و فساد میں الجھے ہوئے مسلمانوں کو نجات حاصل کرنے اور پرامن رہنے کے طریقے بتائے اور پھر کس طرح قریش کے مسلمان لیڈروں اور مذہبی راہنماؤں نے اللہ و رسوؐل اور قرآن کی ہر نصیحت کو ہر حکم و تنبیہہ کو ٹھکرایا اور اسلام میں عہد رسوؐل سے لے کر آج تک اجتہاد اور اجتہادی اختلافات کو جاری رکھا اور ادھر ساری دنیا کو فتنہ و فساد سے لبریز کردیا اور ادھر خود کفار و یہود ونصاریٰ اور بے دین کمیونسٹوں

اور تمام اقوام عالم کے ہاتھوں تباہ ہو کر فقیر و محتاج ہوتے چلے گئے مگر اجتہادی طرزِحیات کو نہ چھوڑا اور آج کاسۂ گدائی لئے ہوئے تمام اقوام عالم سے بھیک مانگتے ہوئے بھی اجتہادی اسلام کی حیاتِ نوع کے گیت گاتے پھر رہے ہیں۔ ایران شیعہ لیبل کے اجتہادی اسلام کے قیام میں دیوانہ وار سرگرم عمل ہے اور خمینی اینڈ کمپنی کی قیادت میں یہ ثابت کر چکا ہے کہ ان کا اسلام حجاج (لعن) بن یوسف ثقفی، ابن زیاد، عمر سعد، یزید اور زیاد بن سمیہ والا اسلام ہوگا۔ اسی طرح سے پاکستان سنی لیبل کے اجتہادی اسلام کے قیام میں فرزانہ وار مبتلائے سفر ہے لیکن یہاں مرغی کئی ایک ملانٹوں کی گرفت میں ہے کھینچیں تو ٹکڑے ہو کر مرجائے ڈھیلی چھوڑیں تو ہاتھوں سے نکل جائے انہوں نے ابھی نعرہ بازی اور قصیدہ خوانی سے آگے قدم نہیں بڑھایا ہے اور میرا تخمینہ یہ ہے کہ مرغی کوئی دوسرا چھین بھاگے گا۔ بہرحال قریشی مسلمانوں کا نظام فکر و انتشار دونوں ہی فرقوں کو مرض الموت کی طرح لپٹا ہوا ہے۔ لیکن ابھی شاید سورۂ یاسین سنانے کا وقت دور ہے۔

(۵۔الف) ان آیات(۱۰۔۹/ ۴۹) سے قریشی مجتہدین نے جو قوانین مرتب کئے ہیں وہ ان کی بصیرت پر گواہ ہیں۔

علامہ مودودی نے ان دونوں آیات اور مسلمانوں پر گزرے ہوئے حادثات سے مرتب کردہ قوانین کو بڑے مزے لے لے کر کئی ایک صفحات میں تفصیل سے لکھاہے اور ان مجتہدین کا اختلاف بھی لکھا ہے جو قریش کے حقیقی مقصد سے دامن بچا کر گزرے ہیں اور جو اسی دامن کشی کی بنا پر قابل مدح و ثنا ہیں۔ مثلاً ابو حنیفہ نعمان بن ثابت جو تحریک تشیع کے عملی طرف دار اور بنی امیہ کی حکومتوں کے عملی دشمن رہے ہیں۔ بہرحال ہمارے نزدیک وہ پورا مذہب یا مجموعہ قوانین مردود ہے جو احکاماتِ خداوندی کی نافرمانیاں کرنے کے بعد فتنہ و فساد کو روکنے کے لئے اس طرح بنایا جائے کہ قانون نافذ کرنے والی حکومتوں کا کاروبار قابو میں رہے اور نوعِ انسان مسلسل فتنہ و فساد میں الجھتی چلی جائے۔

اسی قسم کے قوانین کو "تفرقہ ڈالو اور قابو میں رکھو"(DIVIDE AND RULE) کی پالیسی کہا گیا ہے۔ ہم جس قانونِ الٰہی کو پسند کرتے ہیں وہ وہی ہے کہ اگر اس میں اجتہاد نہ کیا جائے اور بلا چوں و چرا عمل کرتے رہیں تو خیروبرکت و چین و راحت و لامحدود ترقی اور کائناتی تعاون کے سوا کوئی مزاحمت و مشقت سامنے آتی ہی نہیں ہے۔ اور نہ اس بکواس کی ضرورت پڑتی ہے جس کی وسعت پر مجتہدین و مقننین اسلام فخر کرتے رہے ہیں اور پوچھا کرتے ہیں کہ بتاؤ اس بات کا حل یا جواب قرآن میں کہاں ہے، اور چونکہ انہیں اس بات کا حل اور جواب قرآن میں نہیں ملتا اس لئے کہتے ہیں کہ دیکھا "قرآن میں صرف اصولی کلیات ہیں اور جزئیات مرتب کرنا مجتہدین کے سپرد کیا گیا ہے" ہم نے اس بکواس کے تفصیلی و اطمینان بخش جوابات اپنی تصنیفات میں دے دیئے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہنا چاہئے کہ ہم سے بہتر و مستقل و مفید جزئیات بھی دنیا کے

(۵۔ب) آیات (۱۰۔۹/ ۴۹) پر بنائے جانے والے قوانین کا سہرا حضرت علیؑ کے سر ہے باقی تمام باطل ہے۔

سارے مجتہدین مل کر بھی تیار نہیں کر سکتے وہ اس لئے کہ ہمارے راہنما علیہم السلام، قریشی حکومتوں کے قیام سے لے کر زوال تک ان کے ادوار میں موجود اور قریشی پالیسیوں پر کما حقہٗ مطلع رہے ہیں اور اپنے مسلک پر عمل کرنے والوں کو ہرحال میں ہدایات دیتے رہے ہیں۔ اور ہمیں معلوم رہا ہے کہ فلاں قریشی حکومت کتنے روز چلے گی؟ فلاں فتنہ کا کیا تدارک ہوسکتا ہے؟ اسی دوران آئمہ علیہم السلام نے شیعوں کو ان تمام فتنوں اور فسادات سے محفوظ رکھ کرپار نکالا اور وہ اسکیم بنائی جس نے اہل خلاف کی تمام حکومتوں کی جڑیں نکال لیں۔ ان کی قوت و قہرمانیت کا دیوالہ نکال دیا۔ اور اسی اسکیم کے ماتحت قریش اور ان کی حکومتیں دنیا بھر کی اقوام میں ملعون بن کر رہ گئیں۔ اور آج ان کے قدم بقدم چلنے والے تمام مسلمان دنیا میں پست ترین و جاہل ترین و محتاج ترین لوگ شمار ہوتے ہیں۔ اور اسی اسکیم کے ذریعہ سے ہم انہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر چھوڑیں گے۔ لہٰذا ہم سے بڑے نہ وہ محدث ہوسکتے ہیں نہ ہم سے کامیاب مجتہد ہو سکتے ہیں نہ وہ آئمہ علیہم السلام کے شاگردوں اور پیروؤں کے مقابلہ میں سیاست دان ہو سکتے ہیں۔ جن شیعہ علما کو یہ چیلنج کرتے رہتے ہیں اور جن سے مفتی محمود اینڈ کمپنی یہ کہتی ہے کہ تمہاری فقہ و شریعت تو مدون اور مرتب صورت میں موجود ہی نہیں ہے تم کس شیعہ شریعت کو نافذ کروگے؟ وہ علما سب کچھ ہیں مگر وہ علمائے شیعہ ہی نہیں ہیں۔ وہ مفتی صاحب ہی کے مذہب کے مجتہد ہیں انہوں نے محض شیعہ مذہب کا لیبل لگا رکھا ہے۔ اور واقعی ان کے پاس

ان کی مرتب و مدون کردہ کوئی شریعت وفقہ نہیں ہے ۔ مفتی صاحب ہم سے ملیں ہم انہیں شیعوں کی مرتب و مدون شریعت اور فقہ دکھائیں گے ۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ مفتی کو اس کا ہر صفحہ صحیح صحیح پڑھ کر سنانے کا دو سو روپیہ انعام بھی دیں گے ۔ صحیح نہ پڑھ سکیں تو ان پر کوئی جرمانہ نہ ہوگا مگر مفتی صاحب تو ابھی پچاس سال اور عربی پڑھیں تو شاید بلا اٹکے صحیح پڑھ سکیں ۔ شیعہ مذہب کے طالب علم ایسے ہوتے ہیں جن کے سامنے ساری دنیا کے نام نہاد علمائے اسلام اور آیات اللہ لقب اختیار کرنے والے لوگ دم بخود رہتے ہیں ۔ ہمارا صرف نام سن کر انہیں بخار و فالج ہوجاتا ہے ۔ اور ہم شیعہ مذہب کے ایک ادنیٰ طالب علم ہیں۔ اور ہمیں تمام طاغوتی ادارے خوب جانتے ہیں ۔ اور وہ یہ بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے مقابلہ میں نوع انسان کی اجتماعی عقل و مساعی بہتر بات نہیں کہہ سکتیں۔ چنانچہ آیات (۱۰۔۹ / ۴۹) کے سلسلے میں علامہ مودودی کا بیان ملاحظہ کرکے ہماری تصدیق کرلیں وہ زیر نظر آیات کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ :

(۵ ۔ج) آئمہ اہلؑ بیت سے بہتر تفصیلات و جزئیات مرتب کرنا دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ناممکن ہے

’’یہ آیت مسلمانوں کی باہمی جنگ کے بارے میں شرعی قانون کی اصل بنیاد ہے ۔ ایک حدیث کے سوا جس کا ہم آگے ذکر کریں گے ۔ اس قانون کی کوئی تشریح رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں نہیں ملتی ۔ کیونکہ حضوؐر کے زمانہ میں مسلمانوں کے درمیان جنگ کی کبھی نوبت ہی نہیں آئی کہ آپ کے عمل اور قول سے اس کے احکام کی تفصیلات معلوم ہوتیں ۔ بعد میں اس قانون کی مستند تشریح اس وقت ہوئی جب حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں خود مسلمانوں کے درمیان لڑائیاں ہوئیں ۔ اس وقت چونکہ بکثرت صحابۂ کرام موجود تھے اس لئے ان کے عمل اور ان کے بیان کردہ احکام سے اسلامی قانون کے اس شعبہ کا مفصل ضابطہ مرتب ہوا ۔ خصوصیت کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اُسوہ اِس معاملہ میں تمام فقہاء کا اصل مرجع ہے ‘‘(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۷۸) آپ نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام قانونِ شریعت دینے میں اس کے محتاج نہیں کہ قرآن میں ان دو آیات (۱۰۔۹/ ۴۹) کے علاوہ اور بھی آیات ہوتیں یا آنحضرؐت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریحات و احادیث ہوتیں تو وہ ان کی مدد سے ایک مجتہد کی طرح قانون اخذ کرتے ۔ وہ چونکہ قرآن ناطق اور لسان اللہ ہیں اس لئے جو فرمایا وہ بہترین قانون ٹھہرا اور جو عمل کیا وہ تمام فقہائے اسلام کے لئے مستند دستور بن گیا۔ یہاں یہ نوٹ کریں کہ اہل سنت کے آئمہ اربعہ یعنی ابو حنیفہ، مالک ، شافعی اور احمد بن حنبل، کوئی مستقل مجتہد یا قانون ساز نہ تھے۔ وہ سب آئمہ اہل بیتؑ کے دروازہ پر آئے اور ان سے قوانین معلوم کئے اور گھر جاکر اس میں ردوبدل اور لیبل کا اضافہ کرکے تمام اہل سنت کے امام بن گئے ۔ اور بس۔ چنانچہ جن لوگوں نے اہل بیت علیہم السلام کے خلاف حکومتیں قائم کیں انہیں معلوم تھا کہ وہ قرآن کے احکام کے خلاف ظلم کررہے ہیں ۔

(۵ ۔ د) دشمنان اہلؑ بیت کا قانون بھی دیکھیں اور آیات (۱۰-۹/ ۴۹) سے مقابلہ کریں ۔

اور ان پر لازم تھا کہ اہل بیتؑ اور ان کے طرف داروں کو راستے سے ہٹا دیں اور ان کے تنخواہ دار مفتیوں نے یہ قانون بنایا کہ :
’’جمہور فقہا اور اہل الحدیث کی رائے یہ ہے کہ جس امیر کی امارت ایک دفعہ قائم ہو چکی ہو اور مملکت کا امن و امان اور نظم و نسق اس کے انتظام میں چل رہا ہو وہ خواہ عادل ہو یا ظالم اور اس کی امارت خواہ کسی طور پر قائم ہوئی ہو اس کے خلاف خروج کرنا حرام ہے الّا یہ کہ وہ کفر صریح کا ارتکاب کرے ۔ امام نووی شرح مسلم میں کہتے ہیں کہ آئمہ یعنی مسلمان فرمانرواؤں کے خلاف خروج اور قتال حرام ہے خواہ وہ فاسق اور ظالم ہی کیوں نہ ہوں اس پر امام نووی اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس پر اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں ہے ‘‘(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۷۹۔۸۰)
یہ تھا وہ قانون جو قدیم سے قریش میں چلا آرہا تھا۔ اور جس پر آج کی مسلم وغیر مسلم حکومتیں بھی اس صورت میں متفق ہیں کہ :
’’حکومت کوئی قائم کرے اور کسی طرح بھی حکومت پر قبضہ کرلے اگر وہ مملکت میں امن و امان قائم کرلے یا قوّت کے ساتھ پبلک کو خون خرابہ اور غدر و لوٹ مار سے روک دے اور ملک میں ہر ہر جگہ اس کا پورا کنٹرول یا قابو اور غلبہ ہو جائے تو تمام حکومتیں اسے ایک جائزو برحق حکومت کی حیثیت سے منظوری و مبارک باد دیتی ہیں ۔ سفارتی و تجارتی و ثقافتی تعلقات قائم

(۱۱) اے دعویداران ایمان تم میں سے ایک قوم کسی دوسری قوم کا مذاق نہ اڑایا کرے ہو سکتا ہے کہ وہ قوم مذاق اڑانے والی قوم سے بہتر ہو اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑایا کریں ہو سکتا ہے کہ وہ عورتیں مذاق اڑانے والی عورتوں سے بہتر ہوں ۔ اور تم لوگ آپس میں نہ پھبتیاں کسا کرو اور نہ ہی ایک دوسرے کو برے برے القاب سے بدنام کرو ایمان لے آنے کے بعد باتوں کی الٹ پلٹ اور کاٹ تراش میں نام پیدا کرنا بری بات ہے ۔اور ایسا کرنے والے مومنین میں سے جو لوگ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ ٹھٹھا کرے کوئی قوم کسی قوم سے شاید کہ

يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ

وہ بہتر ہوں ان سے اور نہ بی بیاں کسی بی بی سے شاید کہ

يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا

وہ ہوں بہتر ان سے اور مت عیب لگاؤ آپس اپنے کو اور مت بدنام کرو

بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ

بُرے لقبوں سے بُرا نام ہے بدکاری پیچھے ایمان کے اور جس نے

کرلیتی ہیں ۔ اور کوئی اس کے ان مظالم قتل عام اور فریب و سازش کی بات تک نہیں کرتا جو حکومت پر قبضہ کرنے میں اس نے کی تھیں'' یعنی حقیقت یہ ہے کہ مندرجہ بالا قانون آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیدائش سے پہلے ہی دنیا کی حکومتوں کے یہاں جاری تھا ۔ اس کو اپنے یہاں استعمال کرنے کے لئے قریش کے اوّلین مسلمان لیڈروں نے کئی مرتبہ یہ چاہا کہ رسولؐ اللہ کو اس طرح قتل کرا دیا جائے کہ ان کا نام قاتلوں میں نہ آئے ۔ اور ان کے قتل ہوجانے یا مرجانے کے بعد وہ رسولؐ اللہ اور خاندان نبوت کے طرف داروں کے ساتھ جنگ کرکے رسولؐ والی حکومت پر قبضہ کرلیں اور اس طرح حاصل کی ہوئی حکومت اسلامی حکومت کہلا سکے ۔ اس سلسلے کی آخری کوشش حدیبیہ کے مقام پر حضرت عمر کی قیادت میں ناکام ہوئی تھی ۔

(۵۔ ہ) آیات (۱۰۔۹ / ۴۹) میں مذکور تینوں قسم کے فرقے عہد رسولؐ میں موجود اور منتظر تھے ۔

بہرحال جن تینوں طائفوں کا اور ان میں جنگ و جدل اور صلح و اصلاح کا جو تذکرہ ہوا ہے وہ تینوں فرقے قرآن کی رو سے اس وقت موجود تھے ۔ اوّل وہ فرقہ جو رسولؐ کی حکومت پر قبضہ حاصل کرنے میں کوشاں چلا آ رہا تھا ۔ دوسرا طائفہ جو قریش کی حکومت نہ چاہتا تھا ۔ تیسرا فرقہ وہ تھا جو حکومت کے لئے جنگ و جدل اور مسلمانوں میں افتراق و انتشار پسند نہ کرتا تھا اور قصاص و دفاع کے علاوہ کسی کلمہ گو کا خون بہانا حرام سمجھتا تھا ۔ اور مسلمانوں کے اموال و اولاد و ازواج پر کسی صورت میں بھی قبضہ کرنا ناجائز سمجھتا تھا ۔ اور یہی وہ فرقہ تھا جس کی مخالفت اور تباہی میں قریش ہمیشہ مصروف رہے ۔

۶۔آیات (۱۱ تا ۱۲ / ۴۹) عہد رسولؐ کے مومنین و مومنات کا اخلاق اور آپس کا سلوک بیان کرتی ہیں۔

ان کا اجتہادی مذہب ان کے نزدیک نہایت عاقلانہ تھا ، اس لئے وہ ان مسلمانوں کے مذہب کو بے وقوفانہ قرار دیا کرتے تھے جو اسلام و رسولؐ کے ہر حکم کو بجنسہٖ تسلیم کرتے اور اس پر فخر کیا کرتے تھے اور جان و مال کو خطرہ میں ڈال کر خوش ہوا کرتے تھے ۔ اس لئے قریشی مومنین ان مخلص مومنین کا مذاق اڑاتے ان کے طرح طرح کے نام و لقب رکھتے تھے ۔ یہ بیماری قریشی عورتوں میں سب سے زیادہ تھی ۔ چونکہ اس زمانہ کے تمام مرد اور عورتیں کثرت کے نزدیک صحابہ اور صحابیات اوررضی اللہ عنہم کہلاتے ہیں اور ان دونوں آیات میں ان کو ''چغلخور، بدزبان ، بد باطن ، بدنہاد اور بے حیائی کے الزامات میں مبتلا ماننا پڑتا ہے'' اس لئے قریشی علما نے کہا ہے کہ ان آیات کا یہ مطلب نہیں کہ عیوب ان لوگوں میں موجود تھے بلکہ یہ تو بطور تعلیم ان سے کہا گیا ہے کہ تم ایسا اور ایسا نہ کرنا۔ اس گروہ کو بتا دو کہ یہ تعلیم تو نوع انسان کو ہزار سال پہلے کی کتابوں اور انبیاؑ نے دے دی تھی ۔ اور عہد رسولؐ میں مومن و کافر یہود و نصاریٰ کا بچہ بچہ ان تعلیمات پر مطلع تھا ۔ ایسی تعلیم دینے یا دہرانے کی ضرورت ہی نہ تھی ۔ یہ تو ان کو ان خبیث عادتوں سے باز رکھنے کے شریفانہ انداز میں احکامات دیئے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اسلام کی خالص تعلیمات

لَمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۱۱﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا

نہ توبہ کی پس یہ لوگ وہ ہیں ظالم اے لوگو جو ایمان لائے ہو

اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوۡا

بچو بہت گمانوں سے تحقیق بعض گمان گناہ ہے اور مت جاسوسی کرو

وَ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ

اور نہ غیبت کریں بعضے تمہارے بعض کی کیا دوست رکھتا ہے کوئی تم میں سے

اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡهِ مَیۡتًا فَکَرِهۡتُمُوۡهُ ؕ وَ اتَّقُوا

یہ کہ کھاوے گوشت بھائی مردے اپنے کا پس ناخوش رکھو گے تم اس کو اور ڈرو

اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ

اللہ سے تحقیق اللہ ہے پھر آنے والا مہربان اے لوگو تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے تم کو

توبہ کرکے باز نہ آئیں وہ لوگ احکام میں تبدیلیاں کرنے والے ظالم (مائدہ ۴۵ / ۵) ہی ہوسکتے ہیں۔ (۱۲) اے وہ مومنین جو ایمان لاچکے ہو تم ظنی وقیاسی فیصلوں کی کثرت سے اجتناب کیا کرو یقیناً بعض ظن وقیاس گناہ ہوتے ہیں اور تم جاسوسی بھی نہ کیا کرو اور آپس میں ایک دوسرے کی غیبت بھی نہ کیاکرو کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے ؟ چنانچہ تم ایسی خوراک سے تو کراہت کرتے ہو مگر غیبت کرتے رہتے ہو اے مومنین تم اللہ سے بچ کر رہا کرو یقیناً اللہ اصلاح کے لئے پلٹنے والا اور رحیم ہے۔ (۱۳) اے انسانو ں یقیناً ہم نے تمہیں صرف ایک نر مرد اور

میں یہ تمام کام گناہ ہیں اور یہاں یہ بات خاص طور پر نوٹ کرلیں کہ یہاں خاص لفظ ”قوم“ بولا گیا ہے۔ یعنی قوم قریش برابر دوسری اقوام پر طعن و طنز و تمسخر کی بارش کیا کرتی تھی۔ اور یہ بھی کہ اس مذاق اڑانے والی قوم کے مردوں اور عورتوں سے بہتر لوگ دوسری اقوام میں موجود تھے (۱۱ / ۴۹) خاص طور پر ان جرائم اور عاداتِ بد کا ثبوت علامہ کے قلم سے سنتے چلیں :

(٦۔الف) قریش کے مسلمان راہنما نے کبھی آیات (۱۲۔۱۱ / ۴۹) کی تعمیل نہیں کی۔

”اس سلسلے میں حضرت عمر کا یہ واقعہ بہت سبق آموز ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا۔ آپ کو شک گزرا اور دیوار پر چڑھ گئے دیکھا کہ وہاں شراب بھی موجود ہے۔ اور ایک عورت بھی آپ نے پکار کر کہا ”اے دشمن خدا کیا تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تیرا پردہ فاش نہ کرے گا ؟“ اس نے جواب دیا ”امیرالمومنین جلدی نہ کیجئے اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کئے ہیں۔ ۱۔اللہ نے تجسس سے منع کیا (۱۲ / ۴۹) تھا اور آپ نے تجسس کیا۔ ۲۔اللہ نے حکم دیا تھا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ (بقرہ ۱۸۹ / ۲) اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے۔ اللہ نے حکم دیا تھا کہ اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اجازت لئے بغیر نہ جاؤ (نور ۲۸۔۲۷ / ۲۴) اور آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں تشریف لائے ہیں“ یہ جواب سن کر حضرت عمر اپنی غلطی مان گئے اور اس کے خلاف انہوں نے کوئی کاروائی نہ کی، البتہ اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ وہ بھلائی کی راہ اختیار کرے گا“ (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۸۹)

ثابت ہوا کہ قریش کے اس عظیم راہنما نے نہ حیات رسولؐ میں ان آیات (۱۲۔۱۱ / ۴۹) پر عمل کیا نہ بعد وفاتِ رسولؐ ان گناہوں کو ترک کیا۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ یہ واقعہ ان کے زمانہ خلافت کا ہے۔ یعنی برسوں بعد بھی وہ قریشی سنت پر کاربند تھے۔ یہی نہیں سارے مسلمان جانتے ہیں کہ انہوں نے تو باقاعدہ جاسوسی کا نظام اور محکمہ قائم کررکھا تھا۔ یعنی اللہ کے حکم : وَلَا تَجَسَّسُوۡا وَلَا یَغۡتَبۡ ﴿۱۲﴾ (الحجرات: ۱۲ / ۴۹) ”جاسوسی اور غیبت نہ کیا کرو“ کا باقاعدگی سے مذاق اڑا دیا تھا (۱۱ / ۴۹) اور جن لوگوں کو قرآن اور قریشی تاریخ پر عبور حاصل ہے وہ جانتے ہیں کہ عمر نے دین کے ہر ہر حکم و عقیدے کا بھرپور مذاق اڑایا ہے اور بار بار اڑایا ہے۔

(۷)۔ (آیت ۱۳ / ۴۹) کی آڑ میں قریشی علما نے اپنی پوری گھناؤنی نسل کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔

چونکہ اللہ نے اس آیہ مبارکہ (۱۳ / ۴۹) میں اس حقیقت واقعی کا اظہار فرما دیا ہے کہ ساری نوع انسان حضرات آدم و حوا

مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ	ایک مادہ عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہیں ہم نے شاخ در شاخ پھیلا کر قبیلے بنا دیا تا کہ
ایک مرد سے اور عورت سے اور کیا ہے ہم نے تم کو کنبے اور قبیلے	

علیہما السلام سے پیدا ہوئی ہے ۔ اس لئے قریشی علمانے تمام انسانوں کو برابر قرار دے دیا ہے ۔ اور تمام حقائق اور بنیادی مسلمات کو نظر انداز کرکے یہ چاہا ہے کہ اولاد حرام و حلال کو اور خبیث و طیب انسانوں کو (نور ۲۶ / ۲۴) اور نجس (توبہ ۲۸ / ۹) اور طاہر و مطہر (احزاب ۳۳ / ۳۳) کو ایک ہی درجہ میں رکھ دیا جائے ۔ جو فطرت مشاہدہ، تجربے اور حقیقت کے بھی خلاف ہے ۔ نہ تمام انسان صحت و قوت و جسامت میں برابر ہوتے ہیں نہ عقل و بصیرت و فرزانگی میں مساوی ہوتے ہیں یعنی سوائے اس کے کہ وہ سب آدمی اور انسان ہیں اور کسی بھی چیز میں برابر نہیں ہوتے ۔ دوسرا فریب اس آیت میں خصوصاً اور باقی تمام ان آیات میں عموماً دیا گیا ہے جہاں جہاں لفظ کریم ، کرم یا اسی خاندان کے الفاظ آئے ہیں، اور کرم کے معنی بزرگی کرتے چلے گئے ہیں،اور اسی لئے اس آیت (۱۳ / ۴۹) میں "اَکْرَمُ" کے معنی بزرگ ترین کرلئے گئے تو بات علامہ کے ترجمہ سے یہ ہوئی کہ : "اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے"(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۹۵)

(۷ ۔ الف) کَرَم ، اِکْرَام ، کریم وغیرہ کے معنی کا استقلال کیوں برقرار رکھا جاتا ؟

یہ گفتگو قرآن سے بار بار ہو چکی ہے کہ قریش نے قرآن کی معنوی تحریف کرکے قرآن کے مقاصد کو تباہ کردیا تھا (فرقان ۳۰ / ۲۵) یہاں یہ بتانا ہے کہ علامہ اینڈ کمپنی نے ک۔ر۔م کے مادہ سے نکلنے والے الفاظ کو عزت اور بزرگی کے معنی میں تبدیل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے لیکن انہیں مجبور ہوکر مختلف معنی بھی کرنا پڑے ہیں جس سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ ان الفاظ کے معنی میں مستقل طور پر عزت و بزرگی داخل نہیں ہے بلکہ زبردستی انہیں عزت و بزرگی دی گئی ہے ۔ چنانچہ یہاں قرآن کی چند آیات کے جملے اور علامہ کے اختیار کردہ معنی کا اختلاف دیکھ لیں ۔

(۱) فَأَكْرَمَهُۥ ﴿۱۵﴾ (الفجر ۱۵ / ۸۹) "اسے عزت دیتا ہے " (تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۳۰)

(۲) لَّا تُكْرِمُونَ ٱلْيَتِيمَ ﴿۱۷﴾ (الفجر: ۱۷ / ۸۹) "تم یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۳۳۱)

(۳) وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۴﴾ (انفال ۴ / ۸) بہترین رزق "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۳۰)

(۴) وَرِزْقٌ كَرِيمٌ (حج ۵۰ / ۲۲) "عزت کی روزی "(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۳۷)

علامہ کی تشریح:

"رزق کریم کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ عمدہ رزق دیاجائے۔ دوسرے یہ کہ عزت کے ساتھ بٹھا کر دیاجائے "(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۳۷)

(۵) مَلَكٌ كَرِيمٌ ﴿۳۱﴾ (۳۱ / ۱۲ یوسف) "بزرگ فرشتہ "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

(۶) زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿۷﴾ (شعراء ۷ / ۲۶) "عمدہ نباتات"(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۷۹)

(۷) كِتَٰبٌ كَرِيمٌ ﴿۲۹﴾ (نمل ۲۹ / ۲۷) "اہم خط" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۷۲)

(۸) وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿۵۸﴾ (شعراء ۵۸ / ۲۶) "بہترین قیام گاہ"(تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۹۶)

(۹) أَكْرِمِى ﴿۲۱﴾ (یوسف ۲۱ / ۱۲) "اچھی طرح رکھنا "(تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۹۰۔۳۹۱)

(۱۰) لغات القرآن کی بات بھی سن لیں تو ہم عرض کریں اِکْرَام ۔ باعظمت ہونا ۔ دوسرے کو عزت دینا ، اور اس پر کرم کرنا ۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے اکرام کے دو معنی آتے ہیں ۔ ایک یہ کہ دوسرے پر کرم کیا جائے یعنی اس کو ایسا

لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ
تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو تحقیق بہت بزرگ تمہارا نزدیک اللہ کے

اَتۡقٰکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ
پرہیز گار تمہارا ہے تحقیق اللہ جاننے والا خبردار ہے کہا گنواروں نے کہ

تمہارا تعارف برقرار رہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ سود مند و مفید ترین شخص وہ ہے جو تم سب میں سب سے زیادہ ذمہ دار ہو یقیناً اس سلسلے میں بھی اللہ ہی علیم اور باخبر ہے ۔ (۱۴) عربوں کے عوام نے کہا کہ

نفع پہنچایا جائے جس میں کسی طرح کا کھوٹ نہ ہو دوسرے یہ کہ جو چیز عطا کی جائے وہ عمدہ چیز ہو '' (لغات القرآن مولٰنا محمد عبدالرشید نعمانی جلد اوّل صفحہ ۱۹۸)

قارئین یاد رکھیں کہ ک۔ر۔م کے مادہ سے نکلنے یا بننے والے تمام الفاظ کے معنی میں ''سود مندی یا نفع رسانی ''شامل ہوتے ہیں ۔ لہٰذا زیر بحث آیت کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ: ''تم میں سب سے زیادہ سود مند یا نفع رساں وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی یا ذمہ دار شخص ہو ''(حجرات ۱۳ / ۴۹) یہ معنی ہر جگہ بلا کسی الجھن کے موزوں ثابت ہوتے ہیں۔ کریم یعنی نفع ہی نفع پہنچانے والا ۔ خواہ وہ آدمی ہو ، اللہ ہو یا رزق ہو ۔ یا نباتات ہو یا خط اور کتاب ہو یا قیام گاہ ہو یا فرشتہ ہو ۔ یتیم کو فائدہ پہنچانا اللہ کو پسند ہے نقصان پہنچانا ناپسند ہے ۔ (فجر ۱۷ / ۸۹) منشاء یہ ہے کہ عربی کے ہر ہر لفظ کے مستقل معنی تھے مگر قریشی پالیسی کو پروان چڑھانے کے لئے قرآن کے معنوی استقلال کو بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ اسی سلسلے کی یہ بات ہے کہ :

(۸) یہ تصور باطل راہوں سے دماغوں میں بٹھایا گیا ہے کہ مومن مسلم سے بہتر یا بزرگ تر ہوتا ہے۔

لوگوں کے ذہن میں یہ خیال بٹھا دیا گیا ہے کہ مسلم وہ ہوتا ہے جو زبانی اسلام کا اقرار کرلے اور مومن وہ ہوتا ہے جو زبان سے اقرار کے ساتھ اعمال بھی بجا لائے ۔ اس بارے میں علامہ مودودی نے بھی لکھا ہے کہ: ''ان الفاظ سے بعض لوگوں نے یہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ قرآن مجید کی زبان میں ''مومن'' اور ''مسلم'' دو متقابل اصطلاحیں ہیں مومن وہ ہے جو سچے دل سے ایمان لایا ہو اور مسلم وہ ہے جس نے ایمان کے بغیر محض ظاہر میں اسلام قبول کر لیا ہو ۔ لیکن در حقیقت یہ خیال بالکل غلط ہے ''(تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۰۰)

ایسے خیالات رکھنے والوں کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سب سے پہلا مسلم بن جانے کا حکم دیا تھا اور حضورؐ اس کائنات میں سب سے پہلے مسلم ہیں (انعام ۱۶۴ / ٦) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لئے اور اپنے بیٹے اسماعیل کے لئے نبی و رسولؑ اور خلیل و امام ہوتے ہوئے مسلم بنائے جانے کی دعا کرتے ہیں ۔ (رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ ﴿۱۲۸﴾ بقرہ ۱۲۸ / ۲)

(۸ ۔ الف) آیت (۱۴ / ۴۹) میں مومن اور مسلم کا فرق واضح ہے ۔ فریب سازی روک دی گئی ہے ۔

اس آیت (۱۴ / ۴۹) میں لوگوں سے یہ کہا گیا ہے کہ بے معنی اور ذومعنی اور چکر دار الفاظ نہ بولا کرو بلکہ واضح اور عام فہم زبان میں بات کیا کرو ۔ قارئین ذرا سوچیں کہ اعراب نے کہا کہ ''ہم ایمان لائے ''یا ہم ایمان لا چکے ہیں''یا یہ کہ ''ہم لوگ مومن ہیں ''ان تینوں جملوں کا مطلب مبہم اور اسلامی معیار پر غلط اور قابلِ اعتراض ہے ۔ اس لئے کہ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کس چیز پر ؟کس حقیقت پر ؟یا کس مذہب پر ایمان لائے ہیں ؟مومن توطاغوت کے بھی ہوتے ہیں (نساء ۵۱ / ۴) عیسائی ،یہودی ، ہندو وغیرہ سب کے سب اپنے اپنے مذاہب کے ''مومن'' ہوتے ہیں۔ لہٰذا صرف یہ کہنا کہ میں مومن ہوں یا ''ہم ایمان لائے '' اسی طرح ایک نہایت چالاک اور مکارانہ جملہ ہے جس طرح یہ کہنا کہ : حَسۡبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ نہ اس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ وہ کس مذہب کا مومن ہے نہ اس سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ صاحب کس کتاب کو اپنے حسب حال فرمارہے تھے ۔ایسے کلام کو اسلامی فلسفے میں تَوۡرِیّہ کہتے ہیں اور یہ طرز کلام اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب اپنے مخاطب کو بے وقوف بنانا مطلوب ہوتا ہے ۔ یعنی یہ بتائے بغیر کہ میں یہودی یا عیسائی مومن ہوں اٰمَنَّا کہہ کر انہیں بے وقوف بنا دیا جائے اور وہ ہمیں اسلام کا مومن سمجھ کر تمام رعایات اور راز و رموز میں شریک کر لیں ۔ لہٰذا عربوں کے اٰمَنَّا کہنے کو ٹھکرا دیا گیا ۔ انہیں اسلام کا مومن سمجھ کر بے وقوف نہیں بنا گیا ۔بلکہ ان کو طریقہ یہ بتایا کہ یہ کہا کرو، اس

اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا
ایمان لائے ہم کہہ نہ ایمان لائے تم ولیکن کہو مسلمان ہوئے ہم اور ابھی نہیں
يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ
داخل ہوا ایمان بیچ دلوں تمہارے کے اور اگر فرمانبرداری کرو تم اللہ کی اور
رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
رسولؐ اس کے کی نہیں کم دے گا تم کو عملوں تمہارے میں سے کچھ تحقیق اللہ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ
بخشنے والا مہربان ہے سوائے اس کے نہیں کہ ایمان والے وہ لوگ ہیں کہ
اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا
ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور رسولؐ اس کے کے پھر نہ شک لائے اور جہاد کیا
بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾
ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے بیچ راہ اللہ کے یہ لوگ وہ ہیں سچے

ہم ایمان لائے یا یہ کہ ہم مومن ہو گئے آپؐ ان سے کہہ دیں کہ مومن بے معنی بات ہے یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہم اسلام لائے بات یہ ہے کہ ابھی تو ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا ہے اور اگرتم اسلام کا اعلان کرکے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنے لگو تو اللہ تمہارے اعمال میں کسی قسم کی اور کسی بھی مقدار میں کٹوتی نہ کرے گا۔ یقیناً اللہ تو تحفظ فراہم کرنے والا رحیم ہے۔ (۱۵) حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مومنین صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر کبھی ایمان میں شش و پنج نہ کیا یعنی دل میں کوئی الجھن پیدا نہ کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور اموال کے ساتھ جہاد کیا وہ ہی لوگ ہیں جن کو سچا مومن کہا جانا چاہئے

میں تمہارا کیا نقصان ہے کہ "ہم نے اسلام اختیار کرلیا (اَسْلَمْنَا)" بات یہ ہے کہ ابھی تمہارے دلوں نے یہ مانا ہی نہیں کہ اسلام عقلمندوں کے لئے خالقِ عقل و دانش کا تیار کردہ ضابطہء حیات ہے (وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ﴿۱۴﴾ الحجرات) بہرحال اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان بردار ہی بن جاؤ تو تمہیں تمہاری اطاعت کا ثمرہ بلا کم و کاست ملتا رہے گا (۱۴ / ۴۹) یہ ہے وہ آیت جس کو حسب عادت مضحکہ خیز بنا لیا گیا۔

(۹) بیعتِ رضوان والے تمام قریشی قسم کے مومنین سچے اور حقیقی مومنین سے الگ ہو گئے۔

آیات (۱۵ تا ۱۸ / ۴۹) میں ان مومنین کا خصوصی تذکرہ ہوا ہے جو بیعت رضوان کے دن ظاہر ہوئے اور کھل کر اپنے شکوک و شبہات کا اعلان کیا اور ابوبکر کی بتائی ہوئی پالیسی کی وجہ سے موقع کی تلاش میں ساتھ ساتھ رہے (آل عمران ۱۵۹ / ۳)

(۹ - الف) ابوبکر کی پالیسی کارگرو معنی خیز تھی۔

قَالَ اَيُّهَا الرَّجُلُ اِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَيْسَ يَعْصِيْ رَبَّهٗ وَهُوَ نَاصِرُهٗ فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهٖ فَوَاللّٰهِ اِنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ۔ (بخاری پارہ نمبر ۱۱ کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد۔ جلد اوّل صفحہ ۳۸۰) (ترجمہ و تشریح نمبر ۲۔د۔سورۂ فتح میں گزرا)

قارئین پڑھ چکے ہیں کہ عمرنے اپنے تمام شکوک و شبہات رسولؐ اللہ سے واشگاف، بلکہ بقول عمر، گستاخانہ لب و لہجہ میں بیان کئے اور حضورؐ نے انہیں حقیقت واقعی پر مطلع کیا۔ اگر وہ مطمئن ہوکر وہیں دوسرے مسلمانوں کے پاس ٹھہرے رہتے تو یہ واقعہ حادثہ نہ کہلاتا۔ بات سیدھی سی رہتی یعنی جو سوالات دل میں پیدا ہوئے ان کو اپنے راہنما نبیؐ سے حل کرا لیا اور بس۔ لیکن عمر کا اطمینان نہ ہوا وہ وہاں سے چل دیئے اور وہاں پہنچے جہاں کہیں ابوبکر نہ معلوم کیوں قیام پذیر تھے۔ اور ان سے وہ تمام صورت حال بیان کی جو نہ معلوم کیوں، ابوبکر کو معلوم نہ تھی۔ انہوں نے جو جواب دیا وہ ایک دور رس اور معنی خیز اسکیم یا پالیسی تھی۔ آپ نے جانتے پہچانتے ہوئے بھی "اے عمر" کہہ کر مخاطب نہیں کیا بلکہ اپنے بیان کو ایک عام (General) پالیسی کی حیثیت دینے کے لئے یوں خطاب کیا: "اے بندۂِ خدا، اے مرد خدا تم اس اصول پر اپنے اقدامات کو ترتیب دو کہ محمدؐ اللہ کا رسولؐ مان لیا گیا ہے اور کثرت الناس

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

کہہ کیا معلوم کرواتے ہو تم خدا کو دین اپنا اور اللہ جانتا ہے جو کچھ بیچ آسمانوں کے ہے

وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَمُنُّوْنَ

اور جو کچھ بیچ زمین کے ہے اور اللہ ساتھ ہر چیز کے جاننے والا ہے احسان رکھتے ہیں

عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ

اوپر تیرے یہ کہ مسلمان ہوئے کہہ مت احسان رکھو اوپر میرے

اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ

مسلمان ہونے اپنے کا بلکہ اللہ احسان رکھتا ہے اوپر تمہارے یہ کہ ہدایت کی تم کو

لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ

طرف ایمان کی اگر ہو تم سچے تحقیق اللہ جانتا ہے پوشیدہ چیزیں

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨﴾ ع

آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو کچھ کرتے ہو تم

ع ٢ ٨ ١٤

(١٦) اے رسولؐ ان قریشی مومنین سے کہہ دو کہ کیا تم لوگ اللہ کو اپنے دین کی تعلیم دینا چاہتے ہو؟ حالانکہ اللہ تمہارے دین کو بھی جانتا ہے اور آسمانوں و زمین میں جو کچھ بھی موجود ہے اس سب کو بھی جانتا ہے۔ (١٧) اے رسولؐ یہ قریش اسلام قبول کرنے کا تم پر احسان دھرتے ہیں تم ان سے کہہ دو کہ تم لوگ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان مت رکھو بلکہ تم پر تو اللہ نے ہی احسان کیا ہے کہ تمہیں الایمان یعنی مجسمؐ ایمان کی طرف راہ نمائی کردی اگر تم سچے ہوتے تو الٹی بات نہ کہتے (١٨) یقیناً اللہ تو زمین اور آسمانوں کی ہر ایک پوشیدہ چیز کا علم رکھتا ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال پر بھی نظر رکھتا ہے ۔

یہ سمجھتی ہے کہ اس سے ہرگز اپنے پروردگار کی نافرمانی سرزد نہیں ہوسکتی اور یہ کہ اللہ اس کا ناصرومددگار بھی ہے۔ ایسی صورت میں تمہارے لئے کامیابی کی صرف ایک ہی صورت بچتی ہے کہ تم اس کے کچوکوں کے باوجود ہمرکاب اور ساتھ لگے رہو خدا کی قسم وہ برسرحق ہے۔" یہ تھے وہ دونوں لیڈر اور بقول قرآن (فرقان ٢٩ تا ٢٧ / ٢٥) دونوں یار جو پورے قریش کے راہنما تھے اور جنہوں نے رسالت کو مشکوک و بدنام کرنے کی مہم بھی چلائی تھی اور جنہیں اس آیہ مبارکہ میں حقیقی مومنین سے الگ کیا گیا ہے ۔ اور ان کے شکوک اور جہاد سے الگ رہنے کو دلیل بنایا ہے (١٥ / ٤٩)

(٩۔ب) وہ لوگ جو اسلام کی نقاب پہن کر آنحضرتؐ صلوٰۃ اللہ علیہ پر احسان رکھتے تھے اور کامیابی کا سہرا باندھنا چاہتے تھے ۔

یہی قریشی لیڈر تھے جن کے عہد حکومت میں ایسی روایات گھڑی گئیں جن سے اسلام کی کامیابیوں کا سہرا ان کے سر بندھا ہوا نظر آئے اور اس طرح ان کو مسلمانوں پر حکومت کرنے کا استحقاق مل جائے مگر انہیں یہ روایات گھڑتے وقت یہ خیال نہ رہا کہ قرآن ان لیڈروں کو آیات (١٧۔١٦ / ٤٩) میں احسان فراموش اور احسان تراش کہہ چکا ہے اور ان روایات سے یہ تعین ہو جائے گا کہ وہ کون لوگ تھے جو اپنے اسلام لانے کو رسوؐل پر احسان کہا کرتے تھے۔ بہرحال مجرم خود اپنے ہاتھوں جرم کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"(معاذاللہ) رسوؐل اللہ نے دعا فرمائی کہ خدایا تو ان دونوں میرے محبوب ترین مردوں میں سے ایک سے اسلام کو عزت بخش دے خواہ عمر بن الخطاب سے یا ابوجہل بن ہشام سے"

یعنی معاذ اللہ اس وقت اسلام ذلیل و خوار تھا اور رسوؐل اللہ چاہتے تھے کہ عمر یا ابوجہل مسلمانوں میں شریک ہوجائے تاکہ اسلام کو عزت نصیب ہو سکے ۔ اور سنئے کہ حضورؐ کے نزدیک عمر کے اسلام کی کتنی اہمیت تھی ؟

اَللّٰهُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامِ بِاَحِبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ: بِعُمَرَ بن الخطّاب ، اَوْ بِاَبِيْ جهل بن هشام (تاریخ الخلفا صفحہ ١٠٢) اَخْرَجَ الحاكم عن ابن عباس "اَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قال: اَللّٰهُمَّ اَعِزِّ الاسْلَام بِعُمر بن الخطاب خَاصّة" (ایضاً صفحہ ١٠٢)

”حاکم نے ابن عباس سے روایت لی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ یا اللہ اسلام کو خاص طور پر عمر بن الخطاب کی وجہ سے عزت عطا فرما دے“
یہ دونوں روایات صحیح ترمذی میں بھی ان ہی الفاظ میں موجود ہیں ۔ بس اب قارئین خود سمجھ لیں کہ اسلام لا کر احسان جتانے والے کون لوگ تھے؟ جن کو اللہ نے پلٹ کر یہ کہا کہ احسان تو تم پر کیا گیا ہے کہ تمہیں الایمان علیہ السلام کی زیارت کرا دی گئی ہے (۴۹/۱۷) مطلب یہ کہ تم ایمان مجسم صلوٰۃ اللہ علیہ کو مانو یا نہ مانو یہ بھی تم پر اللہ کا احسان ہے کہ تمہیں یہ عظیم الشان موقع فراہم کردیا۔ اور تمہیں یہ عزت دی کہ نبیؐ کے ساتھ چپکے رہتے ہو۔

سُوْرَۃُ قٓ

سُوْرَۃُ قٓ مَکِّیَّۃٌ وَّ ھِیَ خَمْسٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّ ثَلٰثُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ ق مکہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس (۴۵) آیتیں اور تین رکوع ہیں ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے ابتدا کرتا ہوں جو رحمٰن و رحیم ہے	شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے

قٓ ۟ۚ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ ۚ﴿۱﴾ بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ
قسم ہے قرآن بزرگ کی بلکہ تعجب کیا انہوں نے یہ کہ آیا ان کے پاس
مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ فَقَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا شَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ۚ﴿۲﴾ ءَاِذَا
ڈرانے والا ان میں سے پس کہا کافروں نے یہ چیز ہے اچنبھے کی کیا جب
مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ ﴿۳﴾ قَدۡ
مر جاویں گے ہم اور ہو جاویں گے ہم مٹی یہ پھر آنا ہے دور عقل سے تحقیق
عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡہُمۡ ۚ وَ عِنۡدَنَا
جانتے ہیں ہم جو کچھ کہ کم کر دیتی ہے زمین ان میں سے اور نزدیک ہمارے
کِتٰبٌ حَفِیۡظٌ ﴿۴﴾ بَلۡ کَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہُمۡ
کتاب ہے یاد رکھنے والی بلکہ جھٹلایا انہوں نے حق کو جب آیا ان کے پاس

(۱) ق بزرگی والے قرآن کی قسم (کہ خوش ہونا تو کہاں) بلکہ وہ تو اس پر حیران ہیں کہ ان ہی میں سے ایک شخص تنبیہہ کرنے والا ان کے پاس آ بھی پہنچا (۲) چنانچہ حقیقت پر پردہ ڈالنے والوں نے حیرانی کا مظاہرہ کر کے کہا کہ (۳) یہ تو بڑی انوکھی بات کہہ دی! بھلا سوچو کہ جب ہم مر کر مٹی میں تبدیل ہو جائیں گے تو اس مٹی کی رجعت تو بہت ہی بعید از عقل ہے۔ (۴) انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دفن ہو جانے کے بعد سے رجعت تک جو کچھ نقص اور کمی ان کے جسموں میں ہوتی رہتی ہے اس کا ہمیں علم ہے علاوہ ازیں ہمارے پاس ایک حفاظت کرنے والی کتاب بھی ہے۔ (۵) یہ اعتراضات تو بہانے ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جیسے ہی ان کے پاس

تشریحات سورۂ ق:

ا۔ آیات (۴ تا ۱/ ۵۰) میں مصنوعی حیرانی مضحکہ اور تعجب کا اظہار کیا گیا۔ اصل بات ولایت و اقتدار ہے۔

سورۂ ق کی ابتدائی آیات (۴ تا ۱/ ۵۰) میں قریشی حق پوش گروہ کے تعجب کو سنجیدگی سے قبول کیا گیا اور مان لیا گیا کہ انہیں ان ہی میں سے ایک جانے پہچانے شخص کو نبیؐ اور متنبہ کرنے والا بنا دینے سے تعجب ہوا ہے ۔اور اس تعجب کا ایک فطری اور آزمودہ سبب ممکن بھی تھا۔ یعنی جو شخص ان کے سامنے پیدا ہو کر بڑھا پلا ہو اور بظاہر نظر اس نے کوئی خاص قسم کی تعلیم و تربیت بھی نہ پائی ہو

فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ

وہ بیچ ایک بات مختلف کے ہیں کیا پس نہیں دیکھا انہوں نے طرف آسمان کی

فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَ مَا

اوپر اپنے کیوں کر بنایا ہم نے اس کو اور زینت دی ہم نے اس کو اور نہیں

مجسمِ حق آیا اسے جھٹلانے کے لئے انہوں نے اپنے اقتدار کی آڑ لے لی ہے ۔ (٦) اقتدار و حکومت (امر) کی بات ہے تو کیا انہوں نے کبھی اپنے سروں کے اوپر نظر اٹھا کر فضائے سماوی کو نہیں دیکھا ہے کہ کس طرح ہم نے اس کو بنایا اور کیسا سجایا اور اس میں

اور ان میں چالیس سال کی عمر تک گھلا ملا رہا ہو ۔ اسے نبیؐ، رسولؐ یا نذیر بنانا اس لئے قابل تعجب ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ماحول پر خصوصاً اپنے بزرگوں اور پالنے والوں پر کس طرح افضل و اعلیٰ اور قابلِ اطاعت مان لیا جائے گا ؟ اور کس طرح اس کا رعب و داب و وجاہت روزمرہ کے بے تکلف لوگوں پر قائم ہو سکے گی؟

اگر کوئی شخص باہر سے آتا اور اسی طرح معجزانہ کلام کی تلاوت کرتا تو ماحول یہ اندازہ بھی نہ لگا سکتا تھا کہ وہ کتنا تعلیم یافتہ ہے؟کس کس کمال کا حامل ہے ؟ وہ حیران کن آیات پڑھتا، معجزات دکھاتا تو آیات و معجزات کے ساتھ ساتھ اس کا ذاتی رعب و دبدبہ بھی دلوں میں بیٹھتا جاتا ۔ اب تعجب اس پر ہونا ہی چاہئے کہ جس آدمی کو ہم چالیس سال سے دیکھتے اور ملتے جلتے رہے ہیں وہ ایک دم ہمارے لئے خدا کی جگہ اس کا جانشین و نمائندہ بنا دیا گیا جس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہو گی اور جس سے اختلاف و نافرمانی خدا سے اختلاف و نافرمانی ہو جائے گا ۔ چلو یہاں تک بات قابلِ برداشت و قابل فہم ہے ۔ لیکن قریش کا قیامت و رجعت کا بھی انکار کر دینا تو قابل فہم نہیں اس لئے کہ مرنے اور گل سڑ کر مٹی بن جانے کے بعد حساب اور مواخذہ کے لئے اسی جسم کے ساتھ زندہ کئے جانے کو ایک عجیب یا انوکھی بات کہنا اور رجعت کو بعید از عقل و فہم قرار دینا بتاتا ہے کہ یہ بہانے بازیاں محض عوام کو بھڑکانے اور رسولؐ سے دور رکھنے کے لئے سیاسی چال ہے ۔اس لئے کہ سابقہ تمام انبیا علیہم السلام کی تعلیمات میں برابر قیامت و رجعت کا تذکرہ ہوتا چلا آیا ہے۔ اور اہلِ مذاہب کا بچہ بچہ تک جانتا ہے کہ قیامت قائم ہوگی ۔ہر آدمی کو اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا ۔ اور نتیجے میں نیک کردار لوگوں کو جنت اور بدکردار لوگوں کو جہنم میں رکھا جائے گا ۔ان تمام مسلمات کا ایسا انکار اور ان پر ایسا تعجب کہ گویا پہلے کبھی موت کے بعد کی زندگی کسی سے سنی ہی نہ تھی ضرور مکارانہ چال ہے ۔ اس کے بعد پانچویں آیت میں یہ بتایاہے کہ یہ مکاری کیوں کی جارہی ہے ۔ اور اس بتانے میں اللہ نے خود بھی ایسا انداز اختیار کیا ہے کہ جس سے قریش کے لیڈر سیاسی فائدہ نہ اٹھا سکیں چنانچہ قرآن کا ذکر اب نہیں کیا نہ رسولؐ کی بات کی بلکہ ایک ہمہ گیر لفظ " اَلْحَقِّ " کو آگے بڑھا یا اور فرمایا کہ ان کا تعجب اور بہانہ بازیوں کا حقیقی سبب یہ ہے کہ ان کے سامنے پورے دین کا مقصد اَلْحَقِّ کی صورت میں آکر کھڑا ہوگیا جسے وہ برداشت نہیں کرسکتے اور انہوں نے اَمْر کو آڑ بنا کر اس مکمل یا مجسم حق کو جھٹلانا طے کر لیا ہے ۔

(ا ۔ الف) اللہ نے آیت (۵ / ۵۰) میں لفظ اَلْحَقِّ اور اَمْر رکھ کر حقیقت کو قابلِ تاویل بنا دیاہے۔

مومنین کے لئے تو بات واضح ہو گئی ۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ قرآن لفظ " اَلْحَقِّ " ایسے مقامات پر حضرت علی علیہ السلام کے لئے سامنے رکھا کرتا ہے جب کہ اقتدار یا حکومت الٰہیہ یا خلافت کا مفہوم بیان کرنا ہوتا ہے اور اس کی مثالیں بار بار گزرتی رہی ہیں ۔رہ گیا لفظ " اَمْر " اس کا ترجمہ اس کے ماحول پر منحصر ہوتا ہے ۔ لیکن اس کے معمولی اور حقیقی معنی نہ "بات" ہیں نہ "معاملہ " ہیں ۔ بلکہ "فرمان " ہیں ۔ اسی لئے آمر اور آمریت کے معنی مطلق العنان فرمانروا اور مطلق العنان فرمانروائی ہیں ۔ چنانچہ جہاں قریشی علما کو خطرہ محسوس ہوجائے وہاں یا تو اس لفظ (اَمْر) کے معنی ہی غائب کرلیتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ نے اسی آیت (۵ / ۵۰) میں غائب کردیئے یا پھر کہیں اَمْر کا ترجمہ "بات "کرکے اصل بات کو گنجلک میں ڈال دیا جاتا ہے کہیں اَمْر کے معنی معاملہ یا معاملات کرکے بدمعاملگی کا ثبوت دیا جاتاہے ۔

(ا۔ب) پھر علامہ کی معنوی دیانت سامنے آتی ہے ۔ لفظ " اَمْر "کے ساتھ قریشی سلوک : چنانچہ چند مقامات دیکھتے چلیں قرآن

لَهَا مِن فُرُوجٍ ۝٦ وَ ٱلۡأَرۡضَ مَدَدۡنَٰهَا وَ أَلۡقَيۡنَا
واسطے اس کے شگاف اور زمین کو پھیلایا ہم نے اس کو اور ڈالے ہم نے
فِيهَا رَوَٰسِيَ وَ أَنۢبَتۡنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوۡجِۭ بَهِيجٍ ۝٧ تَبۡصِرَةً
بیچ اس کے پہاڑ اور اگائی ہم نے بیچ اس کے ہر ایک قسم بارونق دکھلانے کو

کہیں بھی بے ربطی یا دراڑیں یا شگاف نہیں ہیں۔ (۷) اور زمین کو دیکھو جسے ہم نے کھینچ کر پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو قائم کردیا تاکہ وہ تنی رہے اور ہم نے زمین کے اندر سے ہر طرح کی خوش منظر اور مفید نباتات اگا دیں (۸) فضائے سماوی

اس موقع کا تذکرہ کررہا ہے جب جنگ اُحد میں قریشی بہادروں نے مخالف فوج کو بھاگتے دیکھا تو وہ لوٹ مار کے لئے دوڑ پڑے اور جب مخالفین نے پلٹ کر دو طرفہ حملہ کردیا تو اپنی اسکیم کی فکر میں لگ گئے تاکہ رسولؐ قتل ہوجائیں اور وہ حکومت سنبھال لیں ۔اس آیت کا ترجمہ علامہ سے سنئے :

علامہ کا جانبدارانہ ترجمہ: ''اللہ نے تائید و نصرت کا جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا۔ ابتدامیں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے مگر جب تم نے کمزوری دکھائی (حَتَّىٰٓ إِذَا فَشِلۡتُمۡ وَتَنَٰزَعۡتُمۡ فِي ٱلۡأَمۡرِ وَعَصَيۡتُم ۝١٥٢ آل عمران) اور اپنے کام (اَمر) میں باہم اختلاف کیا۔ اور جوں ہی کہ وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے یعنی مال غنیمت، تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے اس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے''(آل عمران ۱۵۲ / ۳)

اس آیت میں علامہ نے اَمر کا ترجمہ ''کام'' کر کے قریش کو بچالیا ہے۔ اس سے اگلی آیت (۱۵۳ / ۳) میں علامہ نے صحیح ترجمہ کیا اور دکھایا کہ قریش رسولؐ کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ اس کے بعد والی آیت (۱۵۴ / ۳) میں تین مرتبہ لفظ اَمر آتا ہے۔ آپ دیکھئے کہ دو مرتبہ آنے پر پھر اس کا ترجمہ ''کام چلانا'' کر کے بچنا چاہتے ہیں مگر تیسری دفعہ پھنس جاتے ہیں۔ ہم آیت کا ضروری اور متعلقہ حصہ عربی میں لکھتے ہیں۔ اور ترجمہ پورا دکھاتے ہیں۔ تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔

يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ ٱلۡأَمۡرِ مِن شَيۡءٍۗ قُلۡ إِنَّ ٱلۡأَمۡرَ كُلَّهُۥ لِلَّهِۗ يُخۡفُونَ فِيٓ أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبۡدُونَ لَكَۖ يَقُولُونَ لَوۡ كَانَ لَنَا مِنَ ٱلۡأَمۡرِ شَيۡءٌ مَّا قُتِلۡنَا هَٰهُنَا ۝١٥٤ (عمران ۱۵۴ / ۳)

علامہ کا دوغلا ترجمہ: ''یہ لوگ (یعنی صحابہ۔احسنؔ) اب کہتے ہیں کہ:''اس کام کے چلانے میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے؟'' ان سے کہو کہ ''اس کام کے سارے اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں ''دراصل یہ (صحابہ۔احسنؔ) لوگ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اسے تم پر ظاہر نہیں کرتے ۔ ان کا اصل مطلب یہ ہے کہ ''اگر قیادت کے اختیارات میں ہمارا کچھ حصہ ہوتا تو یہاں ہم نہ مارے جاتے''(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۹۵،۲۹۶) قارئین نوٹ کرلیں کہ لفظ '' اَمر'' کے حقیقی معنی کو زیر بحث آیت (۵ / ۵۰) میں مترجمین نے چھپا لیا ہے۔ اس لئے اللہ نے جو کچھ فرمایا وہ عیاں و نمایاں نہ ہو سکا۔ اب آپ علامہ کی مدد سے اس کا ترجمہ ترتیب دیں تو بات یہ ہوگی کہ :

بَلۡ كَذَّبُواْ بِٱلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ فَهُمۡ فِيٓ أَمۡرٖ مَّرِيجٍ ۝٥ (ق۵ / ۵۰) ''بلکہ یوں ہوا کہ جب ان کے پاس اَلْحَقّ آگیا تو وہ قیادت کے اختیارات کے حصول کو سامنے رکھ کر اسے جھٹلانے میں مصروف ہوگئے ''(ق۵ / ۵۰) یہ ترجمہ علامہ کی مدد سے سامنے آیا اب آپ وہ ترجمہ بھی دیکھ لیں جو علامہ نے اپنی تفہیم میں اسی آیت کا کیا ہے :

''بلکہ ان لوگوں نے تو جس وقت حق ان کے پاس آیا اسی وقت اسے صاف جھٹلا دیا اسی وجہ سے اب یہ الجھن میں پڑے ہوئے ہیں ''(۵ / ۵۰) (تفہیم القرآن جلد ۵صفحہ ۱۰۹۔۱۱۰)

اس ترجمہ میں علامہ نے لفظ اَمر کو قطعاً غائب کر دیا ہے۔ اگر وہ یہاں اَمر کا وہی ترجمہ کرتے جو ہم نے سورۂ آل عمران کی آیت (۱۵۴ / ۳) میں پیش کیا ہے ۔تو بات یوں ہوتی کہ: ''اب یہ قریش قیادت کے اختیارات کی الجھن میں پڑے ہوئے ہیں'' معلوم ہوا کہ اگر قریشی حکومتوں نے قرآن کے ساتھ معنوی تحریف و تبدیل کا منصوبہ جاری نہ کیا ہوتا تو ہر شخص ان پانچوں آیتوں سے یہی سمجھتا کہ قریشی لیڈر صرف اقتدار حاصل کرنے کے لئے آنے بہانے ، اعتراضات اور شکوک و شبہات کی آڑ لے رہے ہیں۔ یعنی نہ انہیں آنحضرتؐ کے رسولؐ ہونے کا انکار ہے نہ قرآن اور وحی کا انکار ہے۔

وَ ذِكۡرٰى لِكُلِّ عَبۡدٍ
واسطے تمہارے قدرت اپنی اور نصیحت یاد دلانے کے واسطے ہر بندے
مُّنِيۡبٍ ۞ وَ نَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنۡۢبَتۡنَا
رجوع کرنے والے کے اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی برکت والا پس اگائے ہم نے

اور زمین کا حال ہر اس بندے کے لئے آنکھیں کھولنے والا اور سبق آموز بنا دیا جو نیابت و امر واقتدار حقیقی کو ماننے والا ہو (۹) اور ہم نے فضائے سماوی سے برکت والا پانی بھی نازل کیا اور اسی سے ہم نے

نہ وہ قیامت و رجعت کے منکر ہیں بلکہ وہ تو حکومت و اقتدار ہاتھ سے نکل جانے کے منکر ہیں ۔ وہ نہیں چاہتے کہ اقتدار و حکومت خاندانِ نبوّت میں جانے پائے ۔ چنانچہ نبوت کے کھلے اعلان کے بعد حضرت علیؑ کو حضورؐ نے اپنا وزیر و خلیفہ اور بھائی بنایا تھا اور قریش نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ علیؑ کو رسوؐل کے بعد حکومت نہیں دینا ہے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) اس روز کے بعد سے قریشی لیڈر ایسے حربے استعمال کرتے رہے جن سے اگر ممکن ہو تو نبوت ہی کو نہ چلنے دیا جائے ۔ یہ ممکن نہ ہو تو ولایت و حکومت و آمریت کو خاندان نبوت میں نہ جانے دیا جائے اور ایک قومی حکومت بنانے کا قوم میں پرچار کیا جائے۔ تاکہ حکومت قومی مشوروں کے ماتحت چلائی جائے ۔ جس میں موروثی و خاندانی آمریت کا سدِباب کردیا جائے اور نیابتِ خداوندی کے اصول و عقیدے کو بھی ختم کردیا جائے ۔ چنانچہ ان پانچوں آیات میں قریش کے سیاسی اعتراضات کو اکٹھا کرکے ان سب کی اصلی غرض کو واضح کیا گیا اور اگلی آیات میں اس کائنات کی وسعتوں کی طرف متوجہ کیاہے (۷-۶ / ۵۰) اور پھر یہ بتایاہے کہ اس وسیع و لامحدود کائنات کے حاکم اور فرمانروا کی نیابت کے لئے ان لوگوں کے تبصرہ کی ضرورت ہے جو عقیدۂ نیابتِ خداوندی پر ایمان رکھتے ہیں (۸ / ۵۰) اور جانتے ہیں کہ خلافت الٰہیہ کا دائرۂ حکومت صرف انسانوں تک محدود نہیں کہ چند قومی دانشور اس حکومت کو چلاسکیں ۔ اس کو چلانے کے لئے وہی حضرات موزوں ہوتے ہیں جنہیں اللہ نے اسی غرض کے لئے پیدا اور تیار کیا ہے ۔ اسی لئے خلافت و ولایت کے لئے خلیفہ کا تقرر خود اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ لیڈروں کا ؟

۲۔ حکومت و خلافت الٰہیہ کے حدود اربعہ کیا ہیں اور علم و قدرت و حکمت کس قدر درکار ہے؟

جس تبصرہ کا تذکرہ آیت(۸ / ۵۰) میں کیا گیا ہے اور جس سے خلیفۂ خداوندی کے علم و قدرت و اختیار کا اندازہ ہوسکے گا وہ تبصرہ علامہ مودودی کے قلم سے ملاحظہ ہوتا کہ ان کو پلٹ کر یہ بتایا جا سکے کہ جو لوگ تمہارے یہاں خلیفہ بنتے رہے ذرا ان کی علمیت کو سامنے رکھ کر بتاؤ کہ کیا وہ واقعی اللہ کے نائب و جانشین تھے ؟ اور کیا انہوں نے خانوادہ نبوت کو رسوؐل کی جانشینی سے الگ اور محروم کرکے خود پر اور ساری نوع انسان پر ظلم نہ کیا تھا؟ کیا وہ اس قابل تھے کہ قرآن کے وعدوں کے مطابق انسانوں کو لامحدود ترقی کراسکیں ؟ جو لوگ کفار و غیر مسلموں کی مدد کے بغیر حکومت کا ایک محکمہ اور شعبہ بھی قائم نہ کرسکیں کیا وہ اس عظیم الشان اور لامحدود کائنات کی کسی شاخ یا کسی جز کی تعلیم دے سکتے تھے ؟ ذرا سنئے اور خلافت و حکومت الٰہیہ اور خلیفۂ و نائبِ خداوندی کی ذمہ داریوں کا اندازہ کیجئے ساتھ ہی قریش کے خلفاء پر نظر رکھئے جنہیں قرآن کے علوم سے بھی بہرہ نہ تھا۔

(۲۔ الف) اس کائنات کی وہ جھلک جو نہ علامہ کا اپنا علم و تجربہ ہے نہ ان کے لیڈروں راہنماؤں اور نہ ان کے بزرگوں کو معلوم تھی۔

اور حضرت علی علیہ السلام کے خطبات پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ ایک بھی ایسی بنیاد سامنے نہیں آتی جو امامؐ الاوّلین و آخرین نے واضح نہ کر دی ہو :

”یہاں (آیات ۸ تا ۶ / ۵۰) آسمان سے مراد وہ پورا عالمِ بالا ہے جسے انسان شب و روز اپنے اوپر چھایا ہوا دیکھتا ہے۔ جس میں دن کو سورج چمکتاہے اور رات کو چاند اور بے حد وحساب تارے روشن نظر آتے ہیں ۔ جسے آدمی برہنہ آنکھ ہی سے دیکھے تو حیرت طاری ہو جاتی ہے ۔ لیکن اگر دوربین لگا لے تو ایک ایسی وسیع و عریض کائنات اس کے سامنے آتی ہے جو ناپیدا کنارہے، کہیں سے شروع ہوکر کہیں ختم ہوتی نظر نہیں آتی ۔ ہماری زمین سے لاکھوں گنے بڑے عظیم الشان سیارے اس کے اندر گیندوں کی طرح گھوم رہے ہیں ۔ ہمارے سورج سے ہزاروں درجہ زیادہ روشن تارے اس میں چمک رہے ہیں ۔ ہمارا یہ

بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِيْدِ ۙ﴿۹﴾ وَ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا

ساتھ اس کے باغ اور اناج کاٹنے کے اور کھجوریں بلند واسطے ان کے

طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۙ﴿۱۰﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ اَحْيَيْنَا بِهٖ

خوشہ ہے تہہ بہ تہہ رزق واسطے بندوں کے اور زندہ کیا ہم نے ساتھ اس کے

باغات غلوں اور اناج کی کاٹے جانے والی فصلیں پیدا کیں۔ (۱۰) اور دیو قامت بلند کھجوروں کے درخت پیدا کئے جن پر پھلوں سے لدے ہوئے غلافوں میں لپٹے ہوئے خوشے پیدا کئے جو (۱۱) بندوں کے لئے سامان بقا یعنی رزق ہے اور ہم ہی نے مُردہ بستیوں کو

پورا نظام شمسی اس کی صرف ایک کہکشاں کے ایک کونے میں پڑا ہوا ہے۔ تنہا اسی ایک کہکشاں (GALAXY) میں ہمارے سورج جیسے کم از کم تین ارب دوسرے تارے (ثوابت) موجود ہیں اور اب تک کا انسانی مشاہدہ ایسی ایسی دس بیس لاکھ کہکشانوں کا پتہ دے رہا ہے۔ ان لاکھوں کہکشانوں میں سے ہماری قریب ترین ہمسایہ کہکشاں اتنے فاصلے پر واقع ہے کہ اس کی روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چل کر دس لاکھ سال میں زمین تک پہنچتی ہے۔ یہ تو کائنات کے صرف اس حصے کی وسعت کا حال ہے جو اب تک انسان کے علم میں اور اس کے مشاہدہ میں آئی ہے۔ خدا کی خدائی کس قدر وسیع ہے، اس کا کوئی اندازہ ہم نہیں کرسکتے۔ ہوسکتا ہے کہ انسان کی معلوم کائنات اس پوری کائنات کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہ رکھتی ہو جو قطرے کو سمندر سے ہے۔ اس عظیم کارگاہِ ہست و بود کو جو خدا وجود میں لایا ہے اس کے بارے میں زمین پر رینگنے والا یہ چھوٹا سا حیوان ناطق، جس کا نام "انسان" ہے اگر یہ حکم لگائے وہ اسے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا تو یہ اس کی اپنی ہی عقل کی تنگی ہے۔ کائنات کے خالق کی قدرت اس سے کیسے تنگ ہوجائے گی" (تفہیم القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲) علامہ نے چونکہ آیت (۵ / ۵۰) میں لفظ اَمْر اور اَلْحَقّ کو بے معنی کردیا تھا اس لئے کائنات کی اس وسعت پر یہ کیوں کہنے لگے کہ یہ ہے وہ کائنات جس پر رسوؐل کو رحمت بنایا گیا تھا۔ یہ ہے وہ عالمین جس کا پالنے والا رب العالمین کہلاتا ہے۔ اور جہاں تک ربوبیتِ خداوندی پہنچتی ہے۔ وہیں تک رحمت للعالمین کی رحمت پہنچتی ہے۔ ان ہی وسعتوں تک نذیر للعالمین کی تبلیغ جاتی ہے اور یہ ہے وہ کائنات جس پر سرورِ کائنات کی حکومت ہے۔ جس کا جانشین قریشی لیڈر نہیں ہو سکتا۔ علامہ نے محض دوبارہ زندہ کرنے کے اعتراض کو سامنے رکھا ہے جس سے کائنات کی وسعتوں کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ وسعت کائنات کی طرف اس لئے متوجہ کیا گیا ہے کہ وسعتِ حکومت الٰہیہ سامنے آ کھڑی ہو اور اس وسعت کے سامنے قریشی خلفاء حقیر و ذلیل سے کیڑے مکوڑے معلوم ہونے لگیں۔ اور خلافت کی بدہضمی اس وسعت کو دیکھ کر درست ہوجائے۔ علامہ نے اَمْر و آمر و آمریت اور حکومتِ الٰہیہ پر پردہ ڈالنے اور توجہ ہٹانے کے لئے یہ بیان دیا ہے۔ ورنہ جہاں جہاں اسی کائنات اور عالمین کا ذکر محمدؐ و علیؑ کے سلسلے میں ہوا ہے۔ وہاں علامہ نے مکمل بددیانتی اور پوری دشمنیٔ محمدؐ و آل محمدؐ کا ثبوت دیا ہے۔ ذرا دیکھئے کہ علامہ کس بے رحمی سے قرآن اور رسوؐل کو قلم سے ذبح کرتے ہیں:

علامہ کا کافرانہ ترجمہ: وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَٰلَمِينَ ﴿۱۰۷﴾ (انبیاء ۱۰۷ / ۲۱)

"اے محمدؐ، ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۸۹)

علامہ کی تشریح اور دوسرا ترجمہ: "دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: "ہم نے تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے" دونوں صورتوں میں مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دراصل نوع انسان کے لیے خدا کی رحمت اور مہربانی ہے" (تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۹۲)

علامہ نے ابتر قسم کا درود پڑھ کر رسوؐل اللہ سے رحمت لقب چھین کر اللہ کو عطا کر دیا اور کائنات کو دبوچ کر دنیا بنا دیا۔

پہلے ترجمے اور آخری تشریح میں رسوؐل اللہ کو یہ علامہ رحمت نہیں مانتا۔ اور رسوؐل اللہ کی منزلت گھٹانے کے لئے عالمین اور اس کا لامحدود تصور دماغ سے نکال کر "دنیا والوں" میں محدود کر دیا۔ ایک مثال اور دیکھیں۔

علامہ کی بد دیانتی اور رسوؐل دشمنی کی ایک اور مثال جب کہ سینکڑوں مثالیں علامہ کو دشمن ثابت کرتی ہیں۔

علامہ ترجمہ کرتے ہیں: "نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندہ پر نازل کیا تاکہ (لِيَكُونَ لِلْعَٰلَمِينَ نَذِيرًا)

بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

شہر مردے کو اسی طرح نکلنا ہے قبروں سے جھٹلایا پہلے ان سے قوم نوحؑ کی نے

وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ۝ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ

اور لوگوں کنویں کے نے اور ثمود نے اور عاد نے اور فرعون نے اور بھائیوں

اسی مبارک پانی سے زندہ کیا اور اسی قوت و قدرت و انتظام سے مردہ سڑے گلے انسانوں کا قبروں سے نکلنا بھی ہو جائے گا۔ (١٢) قریش سے پہلے نوحؑ کی قوم اور اصحاب الرّس اور قوم ثمود بھی جھٹلا چکی تھی۔ (١٣) اور قوم عاد و قوم فرعون نے

سارے جہاں والوں کے لئے نذیر ہو" (فرقان(١ / ٢٥) تفہیم القرآن جلد ٣ صفحہ ٤٣١ ، ٤٣٢)

علامہ کی تشریح: "پھر یہ جو فرمایا کہ سارے جہاں والوں کے لئے نذیر ہو۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی دعوت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی ایک ملک کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے ہے "(تفہیم القرآن جلد صفحہ ٤٣٢)

قارئین نوٹ کریں کہ یہ مشرک گروہ دم کٹا درود تو ہر جگہ بلا ناغہ لکھتا ہے لیکن دائرہ نبوت اور وسعتِ رسالت کو عالمین کے ایک حقیر ترین کونہ میں لا کھڑا کرتا ہے۔ یہاں تک قارئین کو یقین آجانا چاہئے کہ علامہ نے آیت (٥ / ٥٠) میں مذکور اَمْر و آمر کے مقام کو چھپانے اور دوسری زندگی کو آڑ بنانے کے لئے کائناتی وسعتوں کا ملمع چڑھایا تھا۔ پھر اس دوبارہ زندہ کرنے والے اعتراض کو علامہ نے اہمیت دینے کے لئے اور پوری سورۂ قٓ کو آخری زندگی کے چاروں طرف گھمانے کے لئے اور حکومت و حاکم خداوندی کو چھپانے کے لئے ایک پرفریب بیان دیا ہے وہ سن لیں :

(٢۔ب) سورۂ قٓ کے اہم ترین موضوع حکومت الٰہیہ کو غائب کرنے کے لئے علامہ نے تمہید میں فریب دیا ہے۔

"اس اہمیت کی وجہ سورۂ قٓ کو بغور پڑھنے سے بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے۔ پوری سورہ کا موضوع آخرت ہے۔ رسوؐل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ میں اپنی دعوت کا آغاز کیا تو لوگوں کو سب سے زیادہ اچنبھا آپؐ کی جس بات پر ہوا وہ یہ تھی کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور ان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ لوگ کہتے تھے کہ "یہ تو بالکل انہونی بات ہے، عقل باور نہیں کرتی کہ ایسا ہو سکتا ہے آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہمارا ذرّہ ذرّہ زمین میں منتشر ہو چکا ہو تو ان پراگندہ اجزاء کو ہزارہا برس گزرنے کے بعد پھر سے اکٹھا کرکے ہمارا یہی جسم از سرنو بنا دیا جائے اور ہم زندہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوں؟ اس کے جواب میں یہ تقریر (سورۂ قٓ) نازل ہوئی" (تفہیم القرآن جلد ٥ صفحہ ١٠٦ سورۂ قٓ کی تمہید)

علامہ کے بیان پر تنقید کے ساتھ سورۂ قٓ کا موضوع ؟ بہانہ بازی موضوع نہیں ہوتی سورۂ قٓ کا منشاء؟

علامہ نے اپنے بیان میں زور پیدا کرنے کے لئے یہ تاثر دیا ہے کہ سورۂ قٓ میں وہ تقریر ہے جو رسوؐل نے اپنی تبلیغ یا دعوت کے آغاز میں پیش کی تھی اور اسی سورہ میں قیامت کی زندگی پر وہ بیان ہے جس کو سن کر قریش کو تعجب یا اچنبھا ہوا تھا۔ یعنی اس سے پہلے دوبارہ زندہ کئے جانے کی بات رسوؐل اللہ نے پہلے کبھی نہ کہی تھی۔ آپ علامہ کے اس پرفریب بیان کو بار بار دیکھیں اور پھر یہ دیکھیں کہ علامہ نے سراسر جھوٹ بولا ہے۔ اور حق کو چھپانے (کفر) کی کوشش کی ہے۔

(١) سورۂ قٓ ابتدائی سورتوں میں سے نہیں ہے یہ نبوت کے پانچویں سال نازل ہوئی تھی آغازِ دعوت اس سے نہیں ہوا۔

علامہ نے سورۂ قٓ کے نزول کی ذیل میں لکھا ہے کہ :"ان خصوصیات کے لحاظ سے اندازاً یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ سورہ پانچویں سال میں نازل ہوئی ہوگی جب کہ کفار کی مخالفت اچھی خاصی شدت اختیار کرچکی تھی مگر ابھی ظلم وستم کا آغاز نہیں ہوا تھا"(تفہیم القرآن جلد ٥ صفحہ ١٠٦) لہٰذا ثابت ہوا کہ قریش کے تعجب اور اچنبھے والی یہ بات نبوت و دعوت کے آغاز کی بات نہیں ہے بلکہ پانچ سال پرانی بات ہے۔ یعنی علامہ نے یہ غلط لکھا کہ :

"آغاز دعوت میں کفار کے تعجب پر یہ سورہ بطور تقریر نازل ہوئی تھی" بلکہ یہ سورہ تو پانچ سال بعد نازل ہوئی تھی۔

لُوۡطٍ ۝۱۳ وَّ اَصۡحٰبُ الۡاَیۡکَۃِ وَ قَوۡمُ تُبَّعٍ ؕ کُلٌّ کَذَّبَ	اورلوطؑ کے نام نہاد بھائیوں نے
لوطؑ کے نے اور رہنے والوں بن کے نے اور قوم تبع کی نے سب نے جھٹلایا	(۱۴) اور جنگلوں کے باشندوں نے اور تُبّع کی
الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیۡدِ ۝۱۴ اَفَعَیِیۡنَا بِالۡخَلۡقِ الۡاَوَّلِ ؕ	قوم نے سب نے رسولوںؑ کو جھٹلایا تھا لہٰذا ان پر عذاب کا وعدہ برحق ٹھیر گیا ہے ۔
پیغمبروںؑ کو پس ثابت ہوا ان پر عذاب کیا پس ہم تھک گئے ہیں پہلی پیدائش سے	(۱۵) ارے کیا ہم پہلے والی تخلیق کرکے تھک گئے

(۲) سورۂ قٓ سے پہلے پانچ سورتوں میں اہلِ مکہ کے سامنے حیات بعد الموت کی تفصیل بیان ہو چکی تھی۔ لہٰذا سورۂ قٓ میں کفار کی حیرانی اور اعتراضات محض بہانہ بازی اور سیاسی حیلہ سازی تھے ۔ اس لئے کہ سورۂ قٓ میں جس حیات بعد الموت کی خبر دی گئی ہے وہ تو سورۂ قٓ کے نزول سے پانچ سال قبل یعنی آغازِ دعوت اسلام میں کئی دفعہ سنائی جا چکی تھی ۔اور اگر اہل مکہ کو حیات بعد الموت پر اچنبھا اور تعجب ہوا ہی تھا تو وہ بقول علامہ بھی، دعوت کے آغاز میں، پہلی دفعہ حیات بعد الموت کا ذکر سن کر ہونا چاہئے تھا۔ نہ کہ پانچ سال بعد سورۂ قٓ میں حیات بعد الموت کو سن کر؟ چنانچہ علامہ کی تردید خود علامہ کے قلم سے سن کر یہ فیصلہ کرلیں کہ :

(۳) حیات بعدالموت کا اعلان سورۂ قٓ سے پہلے کئی دفعہ ہو چکا تھا۔ سورۂ قٓ میں قریش نے حیات بعد الموت کو بطور سیاسی حربے کے استعمال کیا ہے تاکہ انہیں حضرت علی علیہ السلام کی مطلق العنان خلافتِ الٰہیہ کو نہ ماننے اور تعلیماتِ اسلام کو سرے سے ختم کردینے کے کام میں عوام کا تعاون حاصل رہے ۔ چنانچہ علامہ کا بیان سنئے فرماتے ہیں کہ :

اوّل۔ سورۂ قیامت : ''یہ بالکل ابتدائی زمانہ کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے ''

''موضوع اور مضمون'' ''اس سورہ میں منکرین آخرت کو خطاب کرکے ان کے ایک ایک شبہ اور ایک ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے ، بڑے مضبوط دلائل کے ساتھ قیامت اور آخرت کے امکان و وقوع اور وجوب کا ثبوت دیا گیا ہے، اور یہ بھی صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ جو لوگ بھی آخرت کا انکار کرتے ہیں ان کے انکار کی اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کی عقل اسے ناممکن سمجھتی ہے بلکہ اس کا اصل محرک یہ ہے کہ ان کی خواہشات نفس (یعنی حصولِ حکومت الٰہیہ۔احسنؔ) اسے ماننا نہیں چاہتی ''(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۱٦۱،۱٦۰) قارئین دیکھ لیں کہ قریش تو روزِ اول سے یعنی آغازِ دعوت ہی سے حیات بعد الموت کو بہانہ اور سیاسی حربہ بنائے ہوئے تھے تاکہ حکومت الٰہیہ ان کی خواہش اور ضرورت اور ملکی و قومی مصلحت کے مطابق ان کو مل جائے ۔اور یہ کہ ابتدا ہی میں ان کے ہر ہر اعتراض اور ہر ہر شبہ کا مفصل و مضبوط جواب دے دیا گیا تھا۔ لہٰذا سورۂ قٓ میں زمین و کائنات کی تفصیلات حیات بعد الموت سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں بلکہ وہاں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کی حکومت اتنی وسیع و لامحدود ہے کہ اللہ کا نائب یا اللہ کا جانشین اور خلیفہ وہی شخص ہو سکتا ہے جو پوری کائنات کا علم رکھتا ہو اور خدا کا نائب بنانے کے لئے اللہ نے خود تیار کیا ہو ۔ اب دوسرا مقام ملاحظہ ہو فرماتے ہیں :

دوم ۔سورۂ مرسلات : ''اس کا پورا مضمون یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ مکہ معظمہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے ۔ اس سے پہلے کی دو سورتیں سورۂ قیامت اور سورۂ دھر، اور اس کے بعد کی دو سورتیں سورہ نباء اور سورۂ نازعات اگر ملا کر پڑھی جائیں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب ایک ہی دور کی نازل شدہ سورتیں ہیں ۔ اور ایک ہی مضمون ہے جس کو ان میں مختلف پیرایوں سے اہل مکہ کے ذہن نشین کرایا گیا ہے ''(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۲۰٦)

''موضوع اور مضمون: اس کا موضوع قیامت اور آخرت کا اثبات، اور ان نتائج سے لوگوں کو خبردار کرنا ہے جو ان حقائق کے انکار اور اقرار سے آخر کار برآمد ہوں گے ''(تفہیم القرآن جلد ٦ صفحہ ۲۰٦)

قارئین کو پھر ایک دفعہ معلوم ہوا کہ آغازِ دعوت پر قریش کو حیات بعد الموت پر مفصل اطلاع ، ثبوت ، مقصد اور نتائج سے آگاہ کر دیا گیا تھا تو یقیناً پانچ سال کے بعد نازل ہونے والی سورۂ قٓ میں اس کی تفصیلات کی ضرورت ہی باقی نہ رہی تھی جب کہ اللہ

بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۵﴾ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا

بلکہ وہ بیچ شک کے ہیں پیدائش نئی سے اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے

الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ

آدمی کو اور جانتے ہیں ہم جو کچھ کہ خطرہ کرتا ہے ساتھ اس کے دل اس کا

ہیں جو دوبارہ نہ کر سکیں؟ ایسا نہیں بلکہ وہ جدید تخلیق کو شکوک اور شبہات کے لباس میں لپیٹ دینا چاہتے ہیں ۔ (۱۶) چونکہ ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اس لئے ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ کون کون سی صورتیں ہیں جو انسانوں کے دلوں میں

کو یہ بھی معلوم تھا کہ حیات بعد الموت کو جانتے بوجھتے صرف مجسمہ حق علیہ السلام کی خدائی آمریت سے بچنے کے لئے بہانے کررہے ہیں ۔ تاکہ نبوت کا کاروبار ہی نہ چلے اور اگر چلے تو قومی حکومت کی صورت میں ڈھلے تو چلے ۔ اور ملاحظہ فرمائیں :
"سوم سورۃ النباء: "جیسا کہ ہم سورۂ مرسلات کے دیباچہ میں بیان کر چکے ہیں کہ سورۂ قیامت سے سورۂ نازعات تک (پانچ سورتوں میں) سب کا مضمون ایک دوسرے سے مشابہ ہے۔ اور یہ سب مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی نازل شدہ معلوم ہوتی ہیں" (تفہیم القرآن ۶ صفحہ ۲۲۰) "موضوع اور مضمون" اس کا مضمون بھی وہی ہے جو سورۂ مرسلات کا ہے ۔یعنی قیامت و آخرت کا اثبات، اس کو ماننے یا نہ ماننے کے نتائج سے لوگوں کو خبردار کرنا...یہ کہ اس دنیا کا ایک روز خاتمہ ہوجائے گا ۔ اور اس کے بعد ایک دوسرا عالم برپا ہوگا۔ جس میں تمام اوّلین اور آخرین دوبارہ زندہ کرکے اسی جسم کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جس میں رہ کر انہوں نے دنیا میں کام کیا تھا ۔ پھر ان کے اعمال و عقائد کا حساب لیا جائے گا ۔ اور اس محاسبہ میں جو لوگ مومن وصالح ثابت ہوں گے وہ ہمیشہ کے لئے جنت میں جائیں گے ۔ اور جو کافرو فاسق ہوں گے وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۲۰) قارئین ٹھونک بجا کر یہ یقین کر لیں کہ سورۂ قٓ کے سلسلے میں علامہ نے سراسر اور کھلا کھلا فریب دیا ہے۔ ورنہ وہاں تو حکومت الٰہیہ کے موضوع کی تفصیلات تھیں جنہیں علامہ نے موڑ کر اور آغازِ دعوت کا جُل دے کر حیات بعد الموت کو سورۂ کا موضوع بنا دیا ہے۔ اختصار کی غرض سے علامہ کا صرف ایک بیان اور سن لیں اور یقین کرلیں کہ علامہ قریشی حکومتوں کی پردہ داری میں بددیانتی اور فریب دہی سے بھی باز نہیں آتے ۔لکھتے ہیں کہ :
چہارم "سورۃ النازعات: ۔ اس کا مضمون بھی یہی بتا رہا ہے کہ یہ ابتدائی زمانہ کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے ۔--- آغازِ کلام میں موت کے وقت جان نکالنے والے اور اللہ کے احکام کو بلا تاخیر بجا لانے والے، اور حکم الٰہی کے مطابق ساری کائنات کا انتظام کرنے والے فرشتوں کی قسم کھا کر یہ یقین دلایا گیا ہے کہ قیامت ضرور واقع ہوگی ۔ اور موت کے بعد دوسری زندگی ضرور پیش آ کر رہے گی "(تفہیم القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۳۶)

(۴) حیات بعد الموت کا تذکرہ تو بار بار اور ہر سورہ میں ملتا ہے لیکن کائناتی وسعتوں کا تذکرہ حکومت الٰہیہ کیلئے ہوتا ہے۔

علامہ کی تعمیر کردہ دیوار منہدم ہوگئی اور اس کے اس پار حکومت الٰہیہ کے حقیقی اور مادی و مشہود سربراہ و مطلق العنان جانشین خداوندی کی عظمت و جلال واضح طور پر نظر آگیا۔چنانچہ یہ نوٹ کرلیں کہ قرآن میں جہاں جہاں اس کائنات کی وسعتوں اور حیران کن موجودات و کمالات کا تذکرہ ہوا ہے وہاں اللہ کی حکمرانی اور قوتِ قاہرہ کا ثبوت دیا گیا ہے ۔ اور اس کا مقصد صرف اور محض یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا خلیفہ ،جانشین ،نائب اور نمائندہ اس ساری کائنات کا بادشاہ اور مطلق العنان حاکم ہوتا ہے ۔اور اس کا ہر حکم اللہ کا حکم ہوتا ہے ۔اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوتی ہے اوراس کی جگہ کوئی بھی خاطی انسان نہیں لے سکتا ہے ۔اور اسی عقیدے والوں کے لئے بار بار اس سورۂ قٓ میں لفظ مُنِیْبٌ لایا گیا ہے (۳۳، ۸ / ۵۰) اور مُنِیْبٌ کے معنی یہی ہیں یہ دوسری بات ہے کہ قریشی سازش کے ماتحت تیار کی جانے والی لغات میں اس لفظ کے حقیقی اور اوّلین معنی کو چھوڑ کر بعید ترین اور خود ساختہ معنی اختیار کرلئے ہیں۔ اور اس معاملہ میں علامہ راغب اصفہانی ایسے حق گو اور ماہرِ علم بھی تعصب کی لپیٹ میں آگئے ۔ لیکن ہم ان کے محتاج نہیں ہیں ۔ اس لئے کہ عام لغات میں حق کو ظاہر ہوجانے کا موقع ملتا رہا ہے ۔ علاوہ ازیں اس لفظ مُنِیْبٌ کے خاندان یا مصدر سے نکلنے والے الفاظ آج اردو ، فارسی اور عربی میں بھی بولے اور لکھے پڑھے جا رہے ہیں اور وہ سب جانتے ہیں کہ نائب اور نواب اور نیابت کے معنی جانشین اور جانشینی کے ہوتے ہیں اور ان

وسوسہ اور الجھن پیدا کرسکتی ہیں اور ہم یوں بھی اس کی رگ جان سے بھی قریب تر ہیں (۱۷) اور ہمارے براہ راست علم کے علاوہ بھی ملاقاتی رابطہ قائم ہے ایک ملاقات کرنے والا دھنی طرف سے دوسرا بائیں طرف سے بیٹھا ہوا ہر انسان پر مقرر ہے ۔ (۱۸) اور کوئی انسان کوئی لفظ منہ سے ایسا نہیں نکالتا جو فوراً اس کے پاس تیار رہنے والا ایک نگہبان نہ لکھ لیتا ہو ۔ (۱۹) اور موت کی جانکنی اور بے ہوشی الحقؔ کو بھی ساتھ لے کر آپہنچتی ہے وہ الحقؔ وہی تو ہے جسے تم راہ سے ہٹاتے رہے تھے ۔ (۲۰) پھر صور بجایا گیا تو کہا جائے گا کہ وہ دن آگیا جس میں تم پر عذاب کا وعدہ کیا ہوا تھا ۔ (۲۱) چنانچہ ہر ہر ذی حیات حساب کے لئے حاضر ہوگیا اور ہر ایک پر الگ الگ ایک ایک ہانکنے والا اور ایک چشم دید گواہ ساتھ ہے ۔ (۲۲) یقیناً دنیا میں تُو اس نظارہ سے غافل رہتا تھا ۔ لہٰذا ہم نے آج تیرے سامنے سے تیرے پردے ہٹالئے چنانچہ آج تو تیری نظر تلوار کی دھار کی طرح گھسی چلی جارہی ہے ۔ (۲۳) اور اسے ہانکنے والا اس کا ساتھی عدالت سے کہے گا یہ مجرم حاضر ہے جو میرے سپردگی میں دیا گیا تھا۔ (۲۴) آپؐ دونوں مل کر تمام دشمنی رکھنے والے حق پوشوں کو جہنم سے ملاقات کراؤ یعنی جہنم میں پھینک دو۔ (۲۵) جو بھلائی اختیار کرنے سے مانع تھے حد سے بڑھے ہوئے اور الجھن پیدا کیا کرتے تھے داخل جہنم کرو۔

وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝۱۶ اِذْ

اور ہم بہت نزدیک ہیں طرف اس کی رگ جان سے جس وقت کہ

يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ

لے لیتے ہیں دو لینے والے ایک داہنی طرف سے اور ایک بائیں طرف سے

قَعِيْدٌ ۝۱۷ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝۱۸ وَ

بیٹھا ہے نہیں بولتا کچھ بات مگر نزدیک اس کے نگہبان ہیں تیار اور

جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝۱۹

آئی بے ہوشی موت کی ساتھ حق کے یہ ہے وہ چیز کہ تھا تو اس سے مڑ جاتا

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝۲۰ وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ

اور پھونکا گیا بیچ صور کے یہ ہے دن وعدہ عذاب کا اور آیا ہر جی

مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ۝۲۱ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ

ساتھ اس کے ہے ہانکنے والا اور شاہدی دینے والا تحقیق تھا تو بیچ غفلت کے

مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝۲۲

اس سے پس کھول دیا ہم نے تجھ سے پردہ تیرا پس نظر تیری آج تیز ہے

وَ قَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝۲۳ ؕ

اور کہا ہم نشین اس کے نے یعنی فرشتوں میں سے یہ جو کچھ میرے پاس تھا

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝۲۴ ۙ

حاضر ڈال دو تم دونوں بیچ دوزخ کے ہر ایک کافر عناد کرنے والے کو

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۝۲۵ ۙ

منع کرنے والے کو بھلائی سے حد سے نکل جانے والے کو شک لانے والے کو

سب الفاظ کی بنیاد یا مادہ۔ ”ن۔و۔ب“ ہے جس سے نائب و نیابت و نوّاب و اَنَاب و مُنِیْبٌ بنتے ہیں ۔ چنانچہ المنجد مقبول ترین و معتبر ترین و مشہور ترین عربی کی لغت ہے اس میں اس مادہ اور مصدر (ن و ب) کی ابتدائی صورت ملاحظہ ہو لکھا ہے کہ :

(۱) ”نوب: نَابَ يَنُوْبُ نَوْباً و مَنَاباً و نِيَاباً فِي الامر عَن زَيْدٍ: قَامَ فِيْهِ مقامهٗ فَهُوَ نَاءِبٌ“ (صفحہ ۸۴۴)

یعنی ”نوب مادہ سے ناب ماضی مذکر غائب ہے (وہ نائب ہوا جانشین ہوا) يَنُوْبُ مضارع واحد مذکر ہے (وہ نائب یا جانشین ہوتا ہے یا ہو گا) نَوْباً اور مَنَاباً اور نِيَاباً مصدر ہیں جن کو لفظ الامر عن زید کے ساتھ ملانے سے معنی ہوئے کہ زید کی طرف سے فلاں شخص اس کا قائم مقام ہوا ۔ اور قائم مقام ہونے والے ہی کو نائب کہتے ہیں ۔“

ایک اور عربی انگریزی کی لغت کا بیان بھی دیکھ لیں لکھا ہے :

اِلَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ فَاَلْقِیٰہُ فِی
جس نے مقرر کیا ساتھ اللہ کے معبود اور پس ڈال دو تم دونوں اس کو بیچ
الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِیْنُہٗ رَبَّنَا
عذاب سخت کے کہا ہم نشین اس کے نے یعنی شیطان نے اے رب میرے
مَآ اَطْغَیْتُہٗ وَ لٰکِنْ کَانَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ ﴿٢٧﴾
نہیں سرکش کیا تھا میں نے اس کو ولیکن وہی تھا بیچ گمراہی دور کے
قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَ قَدْ قَدَّمْتُ
کہے گا حق تعالیٰ مت جھگڑو میرے پاس اور تحقیق پہلے بھیج دیا تھا میں نے
اِلَیْکُمْ بِالْوَعِیْدِ ﴿٢٨﴾ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَ مَآ اَنَا
طرف تمہاری وعدہ یعنی عذاب کا نہیں بدلی جاتی بات میرے پاس اور نہیں میں
بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿٢٩﴾ یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَھَنَّمَ ھَلِ امْتَلَاْتِ
ظلم کرنے والا واسطے بندوں کے جس دن کہیں گے ہم دوزخ کو کیا بھری تو
وَ تَقُوْلُ ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ﴿٣٠﴾ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ
اور کہے گی وہ کیا کچھ اور ہے زیادتی اور نزدیک کی جاویگی بہشت

ع ٢ ١٦

(٢٦) اور تم دونوں اس شخص کو بھی شدید ترین عذاب میں مبتلا رکھو جس نے اللہ کے علاوہ ایک اور واجب الاطاعت معبود بنا دیا ہے۔ (٢٧) اس شخص کے ساتھی نے کہا جو خیر سے منع کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے پروردگار میں نے اسے گمراہ اور طاغوتی نہیں بنایا تھا بلکہ وہ تو پہلے ہی سے انتہا درجہ کی گمراہی میں مبتلا چلا آرہا تھا۔ (٢٨) اللہ نے کہا کہ میرے روبرو کوئی بحث اور دعویٰ نہ کرو میں نے تو تمہارے پاس پہلے ہی سے عذاب کا وعدہ بھیج دیا تھا۔ اس وقت تمہیں اصلاح کرنا چاہئے تھی(٢٩) لہٰذا میرے سامنے بہانے کرنے اور بات بدلنے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ میں تو بندوں پر ناحق زیادتی کرنے والا ہوں ہی نہیں۔ (٣٠) جس روز ہم جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گیا ہے اور وہ کہے گا کہ کیا کچھ زیادہ دینے کو ہے ؟ (٣١) اور اسی دن ذمہ دار و پرہیزگار لوگوں کے لئے

(٢) " نَابَ ۔نَوْباً و مَنَاباً و نِیَابۃ عَنْ فُلَانٍ فِیْ
To Supply, to fill the place of any one .To act as lieutenant, agent in
(معجم عربی ۔انگلیزی) الفرائد الدُّریّہ صفحہ ٨٠٥)
مطلب وہی ہے جو المنجد کی ذیل میں لکھا گیا۔ اس میں ایجنٹ زیادہ ہے ۔ بہرحال اللہ کے حضور مُنِیْبٌ ہونے کے معنی نیابت چاہنے والا تو کرنا ہی پڑیں گے اور یہی اللہ کا منشاء اور ہمارا عقیدہ ہے ۔

(٣) آیات (٣٠ تا ٢٤ / ٥٠) میں قریشی قوم کے دو یاروں اور عظیم ترین لیڈروں کا تذکرہ ہوا ہے اور ٹھکانہ جہنم بتایا ہے۔

آیت (٢٤ / ٥٠) میں وہ دو حضرات جن کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم دونوں، مجرموں کو اٹھا اٹھا کر جہنم میں پھینکتے جاؤ یا جہنم سے ملاقات کراؤ وہ دونوں محمد و علی صلوٰۃ اللہ علیہما ہیں اور اس آیت (٢٤ / ٥٠) کے بعد والی آیات میں ان دونوں یاروں کی بات ہوئی ہے جو سورۂ فرقان (٣٠ تا ٢٧ / ٢٥) کے ہیرو ہیں ۔یہاں ان دونوں سربراہانِ قریش سے کہا جا رہا ہے کہ : "تم دونوں میرے سامنے اپنے حق پر ہونے کی بحث اور جھگڑا نہ کرو اور یہاں اپنے عذرات و حیلہ جات کو فضول سمجھو کہ ہم نے تمہارے متعلق اپنا فیصلہ پہلے ہی تمہارے پاس بھیج دیا تھا۔ بہرحال ہماری طرف سے کسی بھی بندے پر زیادتی نہ کی جائے گی۔ پھر بھی روکتے روکتے ان میں سے اس یار نے جس پر بہکانے اور رسولؐ کا راستہ چھڑانے کا الزام لگایا تھا(فرقان ٢٩ تا ٢٧ / ٢٥) اس نے اپنے یار کے متعلق یہ کہہ ہی دیا کہ جناب میں نے اُسے طاغوتی نظام قائم کرانے میں تنہا جرم نہیں کیا بلکہ یہ تو خود بھی پہلے ہی سے حد بھر گمراہ تھا۔ مگر یہاں (٣٦۔٢٥ / ٥٠ میں) اللہ نے ان دونوں یاروں پر اور ان کی قوم پر دوزخ میں پھینکنے کا یہ جرم لگایا ہے کہ ۔١۔ وہ خیر العمل سے روکتا ہے۔ ٢۔ اور دین کو الجھانے میں حدود فراموش تھا۔٣۔ اور یہ وہی شخص تھا

جنت کو ان سے بالکل قریب کر دیا جائے گا۔ (۳۲) یہی ہے وہ چیز کہ جس کا وعدہ ہر ایک رجوع کرنے والے اور نگہداشت کرنے والے کے لئے ہے ۔ (۳۳) جو بلا چشم دید تجربے کے رحمٰن کے حضور میں عاجز رہتا ہے اور عقیدہ نیابت خداوندی دل میں لئے ہوئے آتا ہے اسے کہا جائے گا کہ (۳۴) تم سب اس جنت میں سلامتی و سلام کے جھرمٹ میں داخل ہو جاؤ کہ وہ ہمیشہ کے داخلہ کا دن ہو گا۔ (۳۵) وہاں جنت میں ان کے لئے ہر وہ چیز ہو گی جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس تو ان کی طلب سے زیادہ ہے (۳۶) اور ان سے پہلے ہم نے بہت سی اقوام اور تہذیبوں کو ہلاک و برباد کیا ہے جو ان قریشیوں سے گرفت اور قبضہ میں بہت زیادہ طاقتور تھیں۔ چنانچہ انہوں نے شہروں میں سرنگیں بنا بنا کر انہیں چھان مارا تھا پھر کیا انہیں کوئی پناہ کی جگہ ملی تھی ۔ (۳۷) یقیناً یہاں تک کے بیان میں اس شخص کے لئے عبرت و سبق ہے جس کے پاس پسندیدہ خدادل ہو اور اپنی سماعت و توجہ کو ہر لمحہ مرکوز رکھے اور حاضر و ناظر گواہ بھی ہو ۔ (۳۸) اور یقیناً ہم نے تمام آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے سب کو چھ روز میں پیدا کر دیا تھا

لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝۳۱ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ

واسطے پرہیز گاروں کے نہیں دُور یہ ہے جو کچھ وعدہ دیئے جاتے ہو تم

لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝۳۲ مَنْ

واسطے ہر ایک رجوع کرنے والے نگاہ رکھنے والے احکام خدا کے کو جو کوئی کہ

خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِۙ ۝۳۳

ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے بن دیکھے اور آتا ہے ساتھ دل رجوع کرنے والے کے

ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝۳۴ لَهُمْ مَّا

داخل ہو اس میں ساتھ سلامتی کے یہ ہے دن ہمیش رہنے کا واسطے انکے جو کچھ کہ

يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝۳۵ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا

چاہیں گے بیچ اس کے اور نزدیک ہمارے ہے زیادتی اور بہت ہلاک کئے ہم نے

قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا

پہلے ان سے قرن کہ وہ بہت سخت تھے ان سے پکڑنے میں پس چھید ڈال دیئے

فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝۳۶ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى

انہوں نے بیچ شہروں کے کیا ہے جگہ بھاگ جانے کی تحقیق بیچ اس کے البتہ نصیحت ہے

لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ

واسطے اس شخص کے کہ ہے واسطے اس کے دل آگاہ یا ڈالا اس نے کان کو اور وہ

شَهِيْدٌ ۝۳۷ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ

حاضر ہے دل سے اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور

جس کے تشدد اور سخت گیر رویے نے اللہ کی جگہ خطاکار معبود بنا کر ان کے لئے سربراہانِ اسلام بن جانے کی راہ کھولی تھی۔ (۲۶۔۲۵ / ۵۰) اور ان دونوں کو مزید شدید تر عذاب میں مبتلا کرنے کا حکم محمد و علی علیہما السلام کو دیا تھا (۲۴ / ۵۰) ۔

(۳۔ب) دونوں عظیم لیڈروں کو سورۂ فرقان اور سورہ قٓ سے اکٹھا کر دیجئے تاکہ بیانات واضح ہو جائیں ۔

بھولے بھالے یار نے، یا بھولا بن کر ایک یار اللہ کے سامنے یہ بیان دیتا ہے کہ :

بڑا یار: ”جس روز ایک مجسمہ ظلم شخص اپنے دونوں ہاتھوں کو چبا چبا کر بیان دے گا کہ اَے کاش میں نے رسوؐل کے طریقے کو اختیار کیا ہوتا ۔ ہائے افسوس اَے کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا یار نہ بنایا ہوتا ۔ یقیناً مجھے تو اس یار نے رسوؐل کے طریقے سے ایسی حالت میں بھی گمراہ کر دیا جب کہ خود رسوؐل نے مجھ پر اپنا طریقہ واضح کر دیا تھا (فرقان ۲۹ تا ۲۷ / ۲۵)

چھوٹا یار: ”اُس کے ہمدم و دم ساز نے کہا کہ اَے میرے پروردگار میں نے اُسے طاغوتی طریقے پر نہیں لگایا تھا وہ تو خود بھی حد بھر گمراہ تھا (۲۷ / ۵۰) قارئین یہ بھی نوٹ کریں کہ سورۂ قٓ اور سورۂ فرقان کی آیتوں کے نمبر بھی وہی ہیں (۲۷ تا ۲۹)

مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ

جو کچھ درمیان ان کے ہے بیچ چھ دن کے اور نہ لگی ہم کو ماندگی پس صبر کر

عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ

اوپر اس چیز کے کہہ کہتے ہیں اور تسبیح کر ساتھ تعریف رب اپنے کے پہلے نکلنے

الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ ﴿۳۹﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ

سورج کے اور پہلے ڈوبنے سورج کے اور رات کو پس تسبیح کر اس کو اور پیچھے

السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَ اسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۙ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ

سجدے کے اور سنیو اس دن کہ پکارے گا پکارنے والا مکان نزدیک سے اس دن کہ

يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ

سنیں گے آواز تند ساتھ حق کے یہ ہے دن نکلنے کا (قبروں میں سے) تحقیق ہم

نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ

جلاتے ہیں اور مارتے ہیں اور طرف ہماری ہے پھر آنا اس دن کہ پھٹ جاوے گی

اور اس تخلیق سے ہمیں کوئی تھکن نہیں ہوگئی تھی ۔ (۳۹) چنانچہ تم حکومت الٰہیہ کے قیام پر ان کے فیصلوں کو مد نظر رکھ کر صبر کرنے کا اور اپنے پروردگار کی حمد وستائش کا پروگرام بنالو سورج نکلنے سے پہلے (۴۰) اور غروب ہونے سے قبل بھی حمدوثنا جاری رکھو اور رات کے اوقات میں بھی اس کی تسبیح کرو اور سجدوں کے بعد بھی تسبیح جاری رکھو۔ (۴۱) اور تم سننا جب کہ منادی کرنے والا بالکل قریب ہی سے ندا دے گا۔ (۴۲) جس دن یہ قریش ایک ایسی چنگھاڑ سنیں گے جو مجسمہ حق کی طرف سے اعلان کرے گی اور کہے گی کہ آج قبروں سے نکالنے کا دن آ گیاہے (۴۳) یقیناً ہم ہی زندگی بخشنے والے ہیں اور ہم ہی موت دینے والے ہیں۔ اور آج ہماری ہی طرف تم کو پلٹنا ہے ۔ (۴۴) وہ وہی دن ہوگا جس روز قبروں کی

۴۔ اگر سورۂ قٓ میں واقعی حیات بعد الموت کی بحث تھی تو آیت (۳۹ / ۵۰) کے راز اور عبادت اور دھمکی کی ضرورت نہ تھی۔

سورۂ قٓ میں اگر یہ موضوع تھا کہ قریش حیات بعد الموت کو نہ مانتے تھے تو اس میں راز کی کوئی بات نہیں ۔ اس لئے کہ جو کچھ وہ کہتے تھے وہ اللہ نے واضح الفاظ میں بتا دیا ہے (۵ تا ۱ / ۵۰) اس کے بعد آیت (۳۹ / ۵۰) میں یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ :
"جو کچھ قریش کہتے ہیں آپؐ اس پر صبر کریں "(۳۹ / ۵۰) اور "خود کو سورج غروب ہونے سے پہلے اور طلوع ہونے سے پہلے اللہ کی حمدوثنا میں مصروف رکھو اور یوں ہی اور رات کو بھی حمدو ثنا جاری رکھو اور ان سجدوں کے بعد بھی حمدوثنا کرتے چلے جاؤ (۴۰۔۳۹ / ۵۰) یقیناً یہ سب کچھ قریش سے حیات بعد الممات منوانے کا علاج نہیں بتایا گیاہے بلکہ یہ تو قریش کی طرف سے حکومت الٰہیہ اور علیؑ کی نیابت کو تسلیم کرنے سے مایوس ہوجانے اور صبر و شکرو عبادت میں مشغول رہ کر مدتیں گزارنے کا پروگرام ہے ۔ جیسا کہ عملاً وقوع میں آیا اور دوازدہ آئمہ علیہم السلام نے خود کو دن رات عبادت میں مصروف رکھ کر تلواروں کے نیچے سجدے کرکے ظہور حکومت الٰہیہ کے لئے وقت گزاراہے۔ لہٰذا یہ صبر حکومت الٰہیہ کی جگہ قومی حکومت کے فیصلے پر کرنا تھا جو کیا گیا۔ اور چونکہ اللہ نے حکم دے دیا تھا کہ رسولؐ اور ان کے ہمنوا مومنین جبر وقوت استعمال نہ کریں گے اور قریش کے اجماعی فیصلے (الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۱۰۳) کو قوت سے بدلنے میں کوشاں نہ ہوں گے (۴۵ / ۵۰) کیونکہ اللہ نے بھی ان کے اقوال اور فیصلوں کو جانتے ہوئے محض ان لوگوں کو حقیقت حال بتاتے رہنے کی تاکید کردی جو اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں ۔ اور قرآن کی منشاء کو جاننا چاہتے ہیں (۴۵ / ۵۰) اور فیصلہ کردیا کہ قومی حکومت کے خلاف اَے رسولؐ تم ایک دن ایک منادی سننے کے لئے تیاری کرو جب قریش ان کے قریب ہی سے گرفت میں لے لیا جائے گا (۴۱ / ۵۰) جس دن انہیں ایک چنگھاڑ سنائی دے گی جو مجسمہ حق علی مرتضیٰ علیہ السلام کی حکومت کا اعلان کرے گی اور اس دن قومی حکومت کے مُردوں کو بھی قبروں سے زندہ کرکے نکال لیا جائے گا وہی رجعت کا دن ہوگا (۴۲ / ۵۰) قبروں کی زمین پھٹ رہی ہوگی وہ ملاعین جلدی جلدی باہر نکل رہے ہوں گے اور ان کا شمار و حساب کچھ مشکل نہ ہوگا (۴۴ / ۵۰) اور اُس راز کی بات اور ان کے اقوال سے اللہ بھی واقف تھا (۴۵ / ۵۰)

الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ

زمین ان سے جلدی کرتے ہوں گے یہ اکٹھا کرنا ہے اوپر ہمارے آسان ہم

اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫

خوب جانتے ہیں جو کچھ کہ کہتے ہیں اور نہیں تو اوپر ان کے زور کرنے والا

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾

پس نصیحت دے ساتھ قرآن کے اس شخص کو کہ ڈرتا ہے ڈرانے میرے سے

زمین پھٹ رہی ہوگی اور ہمارے خلاف قول و قرار کرنے والے جلدی جلدی نکل رہے ہوں گے وہ جمع کرنا ہمارے لئے نہایت آسان ہوگا۔ (۴۵) ہم جانتے ہیں کہ ان لوگوں نے ہمارے احکام کے خلاف قول و قرار کرلیا ہے اور آپؐ بھی ان پر جبراً مسلط کرنے والے نہیں ہیں چنانچہ قرآن سے ان لوگوں کو ہدایت جاری رکھو جو ہمارے عذاب کے وعدوں سے ڈرتے ہوں۔

(۴۔الف) عہد رسولؐ کے ابتدائی دور ہی سے مخصوص مومنین صابر و شاکر و قانع و جانفروش و عابد گروہ کی تیاری شروع ہوئی تھی۔

سورۂ قٓ جو پروگرام دے کر ختم ہوتی ہے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اور ان کے حقیقی، فطری اور قرآنی ورثاء اور جانشینؑ اور احبابؓ و اصحابؓ نے لفظ بلفظ عمل کیا قریش کے قلبی ارادوں منصوبوں، معاہدوں اور قول و قرار سے آگاہ ہوتے ہوئے اللہ نے جبراً تعلیمات و ہدایات متعلقہ حکومتِ اللہ کو جبراً نافذ کرنے سے منع کیا۔ حقیقی مومنین اور ان کے نبیؐ اور امامؑ باز رہے۔ صبر کا حکم دیا عبادت کی تاکید کی۔ انہوں نے تیروں کی بوچھاڑوں میں نمازیں پڑھیں سجدوں میں سر کٹائے اور اُمت کی نجات اور معافی کی دعائیں کیں تمام سجدہ کرنے والوں کے سردار کہلائے۔ ایسی نمازیں پڑھیں کہ اللہ اور بندوں کو اور خود نماز کو ان پر فخر ہے۔ قرآن سے تذکیر کا حکم تھا۔ ساری عمر تبلیغ و تعلیمِ قرآن میں صرف کردی ان کے سروں نے نیزوں پر بلند ہونے کے بعد بھی تلاوت قرآن ترک نہ کی۔ حکومت الٰہیہ کا تصور و تعلیم عام کی لیکن اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے کبھی نہ طاقت جمع کی نہ استعمال کی۔ اپنے پیروؤں کو دفاع کی اجازت دی لیکن خود کبھی کوئی دفاعی اسکیم نہ بنائی اپنے پیروؤں کی جانیں بچانے کے لئے انہیں قریشی حکومتوں سے برابر کا سلوک کرنے کی اجازت دی لیکن خود ہمیشہ ان حکومتوں کی بقا و بہبود و ہدایت میں مصروف رہے۔ مظالم و جبر و ستم سہتے رہے کبھی ان کے خلاف تباہی کی اسکیم نہ بنائی۔ انہیں ان کی سوچ اور تفہیم مذہب میں کبھی مجبور نہ کیا۔ الغرض انہیں بار بار اور طویل ترین اصلاح کے مواقع فراہم کئے۔ لیکن یہ ہمیشہ بتاتے رہے کہ تم غلط کار ہو۔ تم نے قرآن کی معنوی تحریف کرکے ہمارے حق حکومت کو غصب کیا ہے۔ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے تم نے اسلام کو الٹ کر سر کے بل کھڑا کردیا ہے۔